

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فتاویٰ رضویہ

جلد ہفتم

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحبؒ

دَارُ الْعُلُومِ امجدیہ

مکتبہ رضویہ

آرام باغ روڈ، کراچی

پاکستان

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

<https://ataunnabi.blogspot.com/>

علم الہدایت کی کتب Pdf فائل میں فری

حاصل کرنے کے لیے

فیلگرام چینل لنک

<https://t.me/tehqiqat>

آرکائیو لنک

<https://archive.org/details>

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

بلوگسپوٹ لنک

<https://ataunnabi.blogspot>

[.com/?m=1](https://ataunnabi.blogspot.com/?m=1)

طالب دعا - زویب حسن عطاری

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
العظايا النبوية في الفتاوى الرضوية

فتاوى رضوية

جلد ہفتم

مصنفینا

حضور پر نور عظیم البرکت امام اہل سنت قاضی بدعت مجدد دین و ملت
اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طابع و ناشر
المجدد احمد رضا کیدی

فونو نمبر
۲۹۳۹۰۱۱
۳۲۸۶۶۲

ملنے کا پتہ
دارالعلوم المجددیہ کراچی
نمبر روز شاہ سٹریٹ، آرام باغ

۲۱۶۳۶۳
۲۱۷۸۸۹
پرنٹنگ ہاؤس

باہتمام: قاری رضا المصطفیٰ اعظمی
خطیب بیڑمین مسجد، بولٹن مارکٹ، بریلی۔

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
مصنف	اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ
موضوعات	کتاب البیوع، کتاب النکاح، کتاب الفحواہ، کتاب الشہادہ، کتاب القضاء والاعراض
سال طباعت بار اول	جمادی الاول ۱۳۱۵ھ مطابق نومبر ۱۹۹۷ء
تعداد طباعت	ایک ہزار
تعداد صفحات	۶۶۳
طابع و ناشر	دارالعلوم امجدیہ، مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی۔
مطبع	اے ایس پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی۔
باہتمام	مولانا قاری رفقاء المصطفیٰ اعظمی
	خطیب نیومین مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی
نگران طباعت	حافظ قاری مصطفیٰ سرور اعظمی۔ محمود اختر راز
قیمت	روپے

کراچی میں منسلک کا پتہ

- مکتبۃ المدینہ : نزد شہید مسجد کھارادر کراچی
- دار لکتاب حنفیہ : نزد شہید مسجد کھارادر کراچی
- ضیاء الدین پبلیکیشنز : نزد شہید مسجد کھارادر کراچی
- مدینہ پبلیشنگ کمپنی : ایم اے جناح روڈ - کراچی

- مکتبہ نبویہ : گنج بخش روڈ لاہور
- مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ : حیدرآباد

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

صحت نامہ

صفحہ	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
بجہت مباشر	بجہت مباشر	۵۰	۴	لن صلا	لن صلا	۲	۱۶
صافی الاصل	لما وقع عند الشراء	۵۱	۶	البغی	البغی	۳	۶۶
ھکذا لعلہ لہاج				روز	روز	۱۱	۲۱
عند الشراء				توفیر	توفیر	"	۲۲
نبأ علی صلا	تباہ صلا	۵۱	۱۰	استحقاق خالد	استحقاق خالد	"	۲۵
یس فی الاصل یاض	"	۱۲	المکرہ	المکرہ	۱۲	۵
وطني انه سقط شیاً				دقت	وقت	۱۲	۱۱
من عبارته المنعہ				سے (بدریں)	سے بدریں	۱۵	۲
علی جمعہ	علی جمعہ	۵۱	۱۳	کیا فرق	کیا فرق	۶	۳
الشراح بانہ منتقض	الشراح منتقض	۵۴	۱۲	کد میں شی یصح	کم میں شی یصح	"	۶
یما فاد	یما فاد	"	"	مننا لا یصح قصد	مننا لا یصح قصد	"	"
الطراز	الطراز	۵۹	۱۸	آخ			
سأ المال	سأس الماس	"	۲۲	حال وظیفہ	حل وظیفہ	۱۵	۱۱
والدنا نیر	والدنا نیر	"	۲۳	نوح	نوح	"	۲۲
یبعہ	بعہ	۶۰	۸	لہذا تفسیح واجب	لہذا واجب	۱۶	۴
تہ تہا بالفضل	تہ تہا بالفضل	۶۲	۱۵	بالوف	بالوف	۱۱	۱۲
میجو رہیگا	میجو رہیگا	۶۳	۴	عومی دعوی میں کے بغیر	عومی دعوی کے بغیر	۲۰	۲۲
باصل العقد	اصل العقد	۶۵	۸	کسی یا عزیز یا دوست	کسی یا عزیز یا دوست	۳۰	۱۶
لو وہب	لو وہب	"	۳	بدگمانی	بدگمانی	"	۲۲
ان کی تعیج و ترجیح اولاد	ان کی تعیج و ترجیح پ	"	۲۵	ذوی الفروض	ذوالفروض	۳۱	۱۹
کی تعیج و ترجیح پ				پر دسی	پر دس	۳۹	۲۰
				المراحمۃ	المراحمۃ	۴۲	۲۰
المخانیہ	المخانیہ	۶۷	۴	صلب عقد بدین ہیں	صلب عقد بدین ہیں	۴۵	۱۲
لے آئی	لے آئی	"	۱۵	جنگ	جنگ	"	۳۳
بانہ	بانہ	۶۸	۹	ھو البدل والبدل	ھو البدل والبدل	۴۶	۸
بابت	یتہ	۷۰	۱۸	ایکسو	ایکسو	۴۷	۱۶
منقہ	منقہ	"	۲۰	گندم کا	گندم کا	۴۸	۱۳
کاتب	کاتب	۷۳	۲۳	نمی توامد	نمی ٹامد	۴۹	۲۲
تفاضل	تفاضل	۸۰	۷	دادن زید	دادت زید	"	۱۲
سوا	سود	"	"				

صفحہ	سطر	غلط	صفحہ	سطر	غلط	صفحہ	سطر	غلط
حاشیہ پر ص ۱۵۱	۲	دلائل کے	۱۵۴	۲	عندہ بسند	۸۲	۴	عندہ بسند
۱۵	۱۶	ام	"	۱۶	ربا یا احرام	۸۴	۱۲	ربا یا احرام
بطلان	۱۹	بطلان	"	۱۹	فقہ القدر میں بیسوس	۸۸	۴	فقہ القدر میں ہے
الروایۃ	۲۲	الروایۃ	۱۵۸	۲۲	ربہا	۸۸	۱۶	ابہا
فاذا	۳	فاذا	۱۵۹	۳	ناہید اکثر	۹۵	۳	ناہید اکثر
ان یقصدوا بما شاءوا	۱	ان یقصدوا بما شاءوا	۱۶۱	۱	لواشترقی	۱۰۳	۴	لواشترقی
تباہا	۹	تباہا	۱۶۲	۹	حضور یہ سود	۱۰۶	۱۹	حضور یہ کرد
علی حدیثہ	۱۰	علی حدیثہ	۱۶۴	۱۰	بہ معاوضہ	"	"	بہ معاوضہ
من العذایات	۱۹	من العذایات	۸	۱۹	دوبارہ	۱۱۲	۲۳	دوبارہ
فیہ	۱۳	قیہ	۱۶۰	۱۳	اودھنی سے	۱۱۳	۱۳	تو کھنی نے
بیع	۱۱	بیع	۱۶۳	۱۱	غیر معصوم	۱۱۵	۳	غیر معصوم
سندہ	۲۰	سندہ	۱۶۴	۲۰	اصل مقتضایہ	۱۱۶	۱۶	اصل مقتضایہ
الروایۃ	۱۱	الروایۃ	۱۶۶	۱۱	داخل کنندہ را بدیگر	۱۲۲	۲۲	داخل کنندہ را بدیگر
قلوب	۱۶	حلول	۱۸۵	۱۶	عاجت دے	"	"	عاجت دے
قرشا بل	۲۲	قرشا بل	۱۸۸	۲۲	حفاظت نے	۱۲۵	۶	حفاظت کی
اویا	۲۳	"	"	۲۳	کرنے	"	"	کرنے کرنے
عدم	۲	اویا	۱۹۱	۲	رقم کی	"	"	رقم کی
علائ	۴	عدم	"	۴	الفرق	۱۲۶	۲	الفرق
نبی	۱۲	علائ	۱۹۵	۱۲	لمدینہم	۱۲۹	۱۶	لمدینہم
اداملہ والاول	۱۱	فع	۲۰۱	۱۱	والاوراق	۱۳۲	۱۲	والاوراق
تا	۶	ربیع	۲۰۱	۶	المجہین	۱۳۲	۱۱	المجہین
نے جو	۱۳	اداملہ والاول	۲۰۱	۱۳	فی ذاتہ	۱۳۲	۶	فی ذاتہ
قائل	۱۰	با	۲۰۶	۱۰	بل	"	"	بل
یعنی	۱	نے جو	"	۱	فیعات	"	"	فیعات
ساورن	۵	تامل	۲۰۷	۵	وددت انہ	۱۳۸	۱	وددت انہ
ہوں	۱۲	لائی	۲۰۸	۱۲	عن البحر	۱۴۰	۳	عن البحر
نظر ان کامل اور کل	۲۰	ساورن	۲۰۹	۲۰	داخلہ	"	"	داخلہ
تعالیٰ الذین	۲۲	تعالیٰ الذین	۲۱۱	۲۲	خمین	۱۴۲	۴	خمین
لحقو	۲۵	تعالیٰ الذین	۲۱۲	۲۵	قبض	"	"	قبض
میں نے	۲۱	تعالیٰ الذین	"	۲۱	لا غیر	"	"	لا غیر
اربعین	۶	تعالیٰ الذین	"	۶	سیاقاً	۱۵۲	۲۱	سیاقاً
دیر	۴	تعالیٰ الذین	"	۴	لا تفرقہ	۱۵۲	۲۲	لا تفرقہ
	۴	تعالیٰ الذین	"	۴	لا علیہ	"	"	لا علیہ
	۴	تعالیٰ الذین	"	۴	لا توجب	"	"	لا توجب
	۴	تعالیٰ الذین	"	۴	کان	۱۵۲	۲۳	کان

صفحہ	سطح	غلط	صحیح	صفحہ	سطح	غلط	صحیح
۲۱۷	۲۵	زمانی	زبانی	۲۹۱	۱۵	شہودین	شہودین
۲۱۹	۱۷	آپ	آب	۲۹۲	۲	بالقصد	بالقصد
۲۲۱	۴	وہ کیا	وہ کیا	۲۹۵	۵	پذیرا	پذیرا
۲۲۲	۲۲	دایانہ	دیانہ	۳۹۶	۱۱	لالہ می	لالہ می
۲۲۶	۱۷	لودند	لودند	۲۹۸	۱۵	اور دوبارہ پوچھا گیا	اور دوبارہ پوچھا گیا
۲۲۹	۱	کرام	کرم	۲۹۹	۸	کے	کے
۲۳۰	۳	یقدر	یقدر	۳۰۲	۲۳	نادانستی	نادانستی
"	۵	رہجو	رہجو	"	۱۷	لیا	لیا
۲۳۱	۱۸	دونمیروں	دونمیروں	۲۳	۲۳	اگر طلاق رجعت	اگر طلاق رجعت
۲۳۲	۴	البائع	البائع	"	۲۳	اگر طلاق	اگر طلاق
"	۵	باخيار	بلاخيار	"	"	رجعت است	رجعت است
۲۳۶	۲	پہی	یعنی	۳۰۵	۲۰	ہندہ کی	ہندہ کی
"	۱۶	بجو	بجو	۳۰۶	۱۳	گوید	گوید
۲۳۹	۱۱	سے زائد نہیں	سے زائد نہیں	"	۲۵	پکاتا کھلاتا	پکاتا کھلاتا
۲۴۱	۴	الغمانیہ	الغمانیہ	۳۱۲	۲	الاباد نہم	الاباد نہم
"	۷	ضراحتہ	ضراحتہ	۳۱۲	۷	کہا کہ	کہا کہ
"	۱۳	سے	سے	۳۱۶	۲	الغمانیہ	الغمانیہ
"	"	کاشکا	کاشکار	۳۱۷	۲	من قیہ	من قیہ
۲۵۲	۲۲	کایتعلقا	کایتعلقا	"	۶	کالتخیر	کالتخیر
"	۲۲	ما تملیہ	ما تملیہ	"	"	جا	جا
۲۵۵	۱۴	فروض	فروض	"	"	الشامی فی	الشامی فی
۲۵۷	۵	بارے ہی	جاری ہے	"	"	کس کس	کس کس
"	۲۱	الشامی	الشامی	۳۱۹	۸	نہیں	نہیں
۲۶۶	۱۳	امح	امح	۳۲۰	۹	زراحت کے	زراحت کے
۲۶۹	۸	پہ	پہ	۳۲۲	۳	آخرت	آخرت
۳۷۳	۱۴	زید و بکر	اصل میں الیٰ سامی ہے مگر ہونا چاہئے عمرو و بکر	۳۲۴	۲۵	سستا	سستا
"	۱۵	اذا ضم	اذا ضم	۳۲۶	۱۴	لہ	لہ
۳۷۵	۱۲	الیٰ	الیٰ	۳۲۷	۱۶	لا یجزی	لا یجزی
"	۴	ورفی	ولورافی	"	۲۱	فلما	فلما
"	"	فلا یتغیر	فلا یتغیر	۳۳۱	۲۱	ہو ہو	ہو ہو
۳۷۸	۱۵	المیتیم	المیتیم	۳۳۷	۵	حاضر	حاضر
۳۸۲	"	حامد	حامد	۳۳۸	۲۶	علیٰ یعنی	علیٰ یعنی
۳۸۴	۱۸	"	زاید	۳۴۰	۹	فیود	فیود
۳۸۶	۲۲	برضیہ	برضیہ	"	"	قیود	قیود

صفحہ	سطر	غلط	صفحہ	مصحح	غلط	سطر	صفحہ
۳۴۷	۲۱	تفتیش	۳۷۱	تفتیش	۳	۳۷۱	کچھ متفرق ہے مشترک
۳۴۸	۲۲	والفطر	۳۷۱	والنظم	۶	۳۷۱	سکان نمبر ۳۵
۳۵۰	۱۶	اند	۳۷۲	انہ	۱۳	۳۷۲	محمد حسن
۳۵۱	۱۱	تحقیقات	۳۷۹	تحقیقات	۱۰	۳۷۹	کوئی راستہ بجز زید
۳۵۵	۱۲	باجت	۳۸۱	باجت	۶	۳۸۱	فی العوضین
۳۵۷	۲۲	جب	"	جیسا	۷	"	ھسکنا
۳۵۹	۱۷	زرفین	۳۸۲	زرفین	۱۳	۳۸۲	مو
"	۲۵	تقبل	۳۸۸	تقبل	۱۳	۳۸۸	نہ ہو
۳۶۰	۱۵	راجیہ	"	راجح	۲۰	"	فلان بیٹھی
۳۶۲	۱۷	جامع مسجد بریلی	۳۹۰	جامع مسجد بریلی	۳	۳۹۰	قیضہ
"	۱۸	ما علیہا	۳۱۹	ما علیہا	۲۳	۳۱۹	کس نے
۳۶۳	۲	راج	۳۹۵	تین راج	۲۱	۳۹۵	تو ہے
"	۴	سکان	۳۹۶	سکان	۱۸	۳۹۶	کہ یہ وہم
"	۵	پسران	۴۳۰	دیپران	۳	۴۳۰	یوسا
"	۶	فریقین	"	پرست فریقین	۴	"	سعید
"	۷	سید محمد	"	سید	۲	"	کے بھانجی
"	۸	سکان	۴۰۵	سکان	۳۰	۴۰۵	وہ وسط
"	۹	سکان	"	سکان	۱۸	"	اشرفی کے
"	"	منویہ	۴۰۶	منویہ	۶	۴۰۶	اپنے
"	۱۲	منور بنام	۴۰۹	منویہ بنام	۵	۴۰۹	الاشیاء الی احدا
"	۱۳	سے آرائی مذکورہ	"	شمال آرائی مذکورہ	۱۸	"	ایراد
"	۱۹	ما علیہا	۴۱۱	ما علیہا	۶	۴۱۱	تکلف
"	۲۰	عدا علیہا	۴۱۳	عدا علیہا	۶	۴۱۳	ہیں
"	۲۲	مردودہ	۴۱۵	مردودہ	۴	۴۱۵	یتانی
"	۹	افضل حسین	۴۱۹	افضل	۲۵	۴۱۹	مختصدا
"	۳	نام	"	نام	"	"	المنف
۳۶۵	۲۲	رنصفت	۴۲۰	نصفت	۱	۴۲۰	لا
"	۲۵	سید میر	۴۲۲	سید میر	۶	۴۲۲	بعوض
۳۶۷	۱	تسلیم ہے	۴۲۶	اصل میں اسی طرح ہے	۸	۴۲۶	بکرنے
"	"	مذکورہ کے	۴۳۰	عبارت کا سیاق سیاق	۲۲	۴۳۰	الثالثہ - ثانیاً
"	"	مقدمہ کے	۴۳۲	بتاتا ہے کہ ہونا چاہیے	۹	۴۳۲	بکر
"	"	فلاں سے	۴۳۳	تسلیم نہیں ہے	۱	۴۳۳	قد، پشہد
"	"	"	۴۳۴	مذکورہ کہ	۴	"	یقینی
"	"	"	۴۳۴	مقدمہ کی	۴	"	اپنے سے چودسات
"	"	"	"	فلاں سے	"	"	اپنے سے چودسات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۶	۵	امام زفر	امام زفر	۱	۵۰۹	اقول لاتفذ	اقول لاتفذ
۲۳۷	۱۲	خواہ	خواہ	۲	۰	فلوکن اللہ	فلوکن اللہ
۰	۲۲	بلا اجازہ اجازہ	بلا اجازہ اجازہ	۳	۰	الا - ہ	الا - ہ
۲۲۲	۱	اسرا	اسرا	۱۳	۰	پر مسلم	پر مسلم
۲۲۳	۱۲	سلی	سلی	۱۴	۵۱۳	اما بجزی	اما بجزی
۲۲۵	۳	سواہان	سواہان	۲۲	۰	مدی	مدی
۲۲۷	۱۵	کوسی	کوسی	۱۵	۵۱۹	ان	ان
۲۲۹	۱۲	انسیب	انسیب	۱۷	۰	ناشی حکم	ناشی حکم
۲۵۶	۶	ضلع ے شگری	ضلع ے شگری	۱۹	۵۲۰	خزانہ	خزانہ
۲۶۱	۸	ان فہماد	ان فہماد	۰	"	تصرف	تصرف
۲۶۲	۲۱	تو شرع	تو شرع	۲۰	۰	سری	سری
۲۶۷	۶	نہیں سکتا	نہیں ہو سکتا	۲	۵۲۳	دینے والا سختی	دینے والا سختی
۰	۱۶	عموس	عموس	۲	۵۲۳	دینے والا سختی	دینے والا سختی
۲۶۸	۲۰	شتر	شتر	۲	۵۲۳	دینے والا سختی	دینے والا سختی
۲۷۲	۶	استعمل	استعمل	۲	۵۲۳	دینے والا سختی	دینے والا سختی
۲۷۳	۲	اپنے	اپنے	۲	۵۲۳	دینے والا سختی	دینے والا سختی
"	۱۰	کرایا	کرایا	۲	۵۲۳	دینے والا سختی	دینے والا سختی
۰	۱۱	ان کی	ان کی	۲	۵۲۳	دینے والا سختی	دینے والا سختی
۲۷۶	۱۱	کافیہ	کافیہ	۲۱	۵۲۶	پونے گز	پونے گز
۲۷۷	۸	تیس	تیس	۸	۵۲۷	کی	کی
۲۸۲	۸	الحادثہ	الحادثہ	۲۱	۵۲۹	از واپس	از واپس
۲۸۶	۲۰	اوچھا ج	اوچھا ج	۲۳	"	لمہلہ بہ قابی	لمہلہ بہ قابی
۲۸۷	۵۰	التنور	التنور	۱۲	۵۳۰	بارہویں سطر کے بعد ایک لکیر تین	بارہویں سطر کے بعد ایک لکیر تین
۲۸۹	۹	چچ مسلم	چچ مسلم	۱۲	۵۳۰	اور حاشیہ میں حد فاصل ہوئی	اور حاشیہ میں حد فاصل ہوئی
۲۹۰	۲	سہادتہ	سہادتہ	۱۳	۵۳۳	فیصلہ	فیصلہ
۲۹۳	۱۸	مشر	مشر	۵	۵۳۹	بدکہ	بدکہ
۲۹۶	۱۰	لایون	لایون	۲۵	"	تقاضا کر دینا	تقاضا کر دینا
۵۰۰	۳۱	مانتے	مانتے	۲	۵۴۵	تمامی	تمامی
۵۰۱	۱۲	کی بیر	کی رعایا پر	۹	"	عقد العدالت	عقد العدالت

صفحہ	سطر	غلط	یجو	صفحہ	سطر	غلط	یجو
۵۳۷	۸	بنہم	بنہم	۵۶۹	۱۳	حال کہ ملاکہ	حال کی ملاکہ
"	۲۳	طنہ	طنہ	۵۸۰	۱۰	تذکوری	اصل میں اسطرح ہے
۵۳۸	۱۵	ہو گئے ہو گئے	ہو گئے	"	۱۲	ہیں	سٹین
۵۵۲	۸	بماظ	بماظ	۵۸۴	۱	رومی	کاروی
۵۵۳	۱۷	و غیرا	و غیرا	"	۱۰۱	فالغلہ	فالغلۃ
۵۶۱	۵	سدرجہ	سدرجہ	۵۸۷	۱۸	اشاراں	اشاروں
۵۶۶	۸	فیصلہ	فیصلہ	"	۲۲	جو ایہام	جو ایہام
۵۶۹	۴	ذالک	ذالک	"	۲۳	بماوں	برادوں
"	۲۱	بروز	بروز	۵۹۰	۴	شرنیلانی	شربنلانی
۵۷۰	۲۵	اشہدانی	اشہدانی	"	۱۲	دادستہ	داد و نستہ
۵۷۱	۲	العامة	العامة	"	۱۳	ستور ہونے کے	ستور ہونیکے سبب
"	۲	غنا ہے	غنا ہے	۵۹۲	۲۱	متہم	متہم جو۔
۵۷۲	۸	عند	عند	۵۹۵	۲۳	وا	وفیما
"	۹	"	۲۴	اقام	اقام
۵۷۳	۲۳	تبلغ	تبلغ	"	۲۵	لا تقبل	لا تقبل
۵۷۵	۲	البا	البا	۵۹۶	۲۱	السحیة	و حج الشریعة

فہرست مسائل فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم

صفحہ	مضمون	تفرقات	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱	مبیع غیر مفقود التسلیم کے سلسلہ میں بطلان و فساد و توفیق ل باقوت ہیں۔	۳	۱	”کتاب البیوع“	
۲	”ایجاب و قبول“	۴	۲	شہدے میں ایجاب و قبول کے لیے انھی کا بیعتہ درکار ہے وہ صورت کہ ایجاب قبول کے بغیر ہی بیعت تامہ ہو جائے	
۳	ایجاب و قبول کے بعد بیعت کا بازار بھاڑ بڑھ گیا۔ بائع کو طے شدہ نرخ پر مال دینے پر مجبور کیا جائے گا۔	۵	۳	بیعت تعاطی میں ایجاب و قبول فعلی اڑتا ہے۔	
۴	ایجاب و قبول کے بعد بیعت تامہ ہو جاتی ہے، بائع و مشتری سے کسی کو یک طرفہ کرنے کا حق نہیں۔	۶	۴	کسی دوسرے کے مکان کو اپنی ملکیت ظاہر کر کے کسی کے ہاتھ بیچنا اور مشتری کو قبضہ دلا دینا غصب ہے۔	
۵	تمام بیعت کے بعد بھی خیار ردیت اور خیار عیب حاصل رہتا ہے مال نمونہ کے موافق نہ ہو اور ردیت کے بعد مشتری سے کوئی اعتراض مندی کا ضار نہ ہو، تو مال واپس کر سکتا ہے۔	۷	۵	مستغوب کو غاصب کے علاوہ کسی دوسرے کے ہاتھ بیچنے کا حکم کسی شی کی ملکیت کے شرعی گواہ گذریں تو قبضہ صکار قرار دیا جائے گا۔	
۶	ایجاب و قبول کے بعد بیعت مشتری کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے قیمت ادا کرے یا نہ کرے	۸	۶	صحبت بیعت کے لیے بیعت کا حکم بقدر و التسلیم ہونا ضروری ہے۔	
۷	مشتری نے کل یا جز قیمت ادا کیے بغیر بیعت پر قبضہ کر لیا، تو بیعت کا منافع اس کیلئے طلال ہے	۹	۷	حقیقتہً فی الحال بیعت کا مفقود تسلیم ہونا ایسی کے نزدیک ضروری نہیں،	
۸	بائع قیمت وصول کر لینے کے لیے بیعت کو ترک کر سکتا ہے	۱۰	۸	غلام جس کو مالک نے کسی کام سے بھیجا حالت غیبت میں اسکی بیعت صحیح ہے۔	
۹	سود حرام قطعی ہے، کسی سے سود لیا۔ پھر لینے والے کی کوئی رقم دینے والے کو ملی تو اس کو دے ہوئے سود میں جبر کر سکتا ہے۔	۱۱	۹	بے ہوئے بکوتہ جو شام کو واپس آجانے میں حالت غیبت میں ان کی بیعت صحیح ہے،	
۱۰	”خیاسا شرط“	۱۲	۱۰	غاصب مالک کی ملکیت کا اقرار کرے تو مستغوب کی بیعت صحیح ہے،	
۱۱	کسی مکان کا دو سال کے لیے خیار شرط پر بیعت کرنا، پھر بائع کا وہی مکان کو گرایہ پر حاصل کرنا سودی کاروبار ہے،	۱۳	۱۱	اقرار بینہ سے قوی جنت ہے،	
۱۲	یہ معاملہ حقیقتہً زمین کا ہے۔ اور زمین بے قبضہ باطل ہے۔	۱۴	۱۲	بھاگا ہوا۔ غلام اور نیا بکوتہ غیر مفقود و التسلیم ہے،	
۱۳	مالک اپنی ملک غیر مالک سے گرایہ پر نہیں لے سکتا۔	۱۵	۱۳	قدرتی التسلیم کو بعض ائمہ نے شرط التعماد بیعت قرار دیا، اور بعض نے شرط صحبت بیعت، قول دل پر بیعت باطل اور ثانی پر فاسد ہوگی	
۱۴	سود کی ملک جدید ہے۔	۱۶	۱۴	بیعت مستغوب غیر مفقود و التسلیم قول ثانی پر بیعت فاسد ہے۔ اور یہی موقوف بھی ہے۔	
۱۵	اجلہ باطلہ کے ذریعہ جو رقم حاصل ہو غصب ہے، پوری رقم واپس کرنا ضروری ہے۔	۱۷	۱۵	ایسی صورت میں صحبت بیعت کے لیے قبضہ مشتری یا اقرار غاصب یا بائع کے گواہان عادل ضروری ہیں۔	
۱۶	خیار شرط کی تشریح	۱۸	۱۶	کتاب فقہ سے مسائل بالائے چیزیات کے لغویں	
۱۷	خیار شرط کی کم سے کم اور زائد سے زائد مقدار کا بیان	۱۹	۱۷	مفقود و التسلیم حکم کی بیعت میں قبضہ سے پہلے بیعت ہلاک ہو جائے تو بیعت فسخ ہو جاتی ہے	
۱۸	خیار شرط کی مدت کے اندر جو فسخ بیعت کا حق حاصل ہے اور القضاء مدت کے بعد بیعت لازم ہو جاتی ہے۔	۲۰	۱۸	احکام عوف و عادت میں بطلان کے اسباب عقلی کا لحاظ نہیں ہوتا اصول فقہ	
۱۹	بیعت بالفار کی تشریح				

صفحہ	مضمون	متفرقات	صفحہ	مضمون	متفرقات
	بیع بالوفاء حقیقتہً دین ہے	۱		بیع بالوفاء حقیقتہً دین ہے	۱
	دین میں شے مراد نہ ہو قبضہ نہ کرے نورہن باطل ہے۔ اور قبضہ ہو تب بھی شے مراد ہے۔ استعمال حرام ہے۔	۲		دین میں شے مراد نہ ہو قبضہ نہ کرے نورہن باطل ہے۔ اور قبضہ ہو تب بھی شے مراد ہے۔ استعمال حرام ہے۔	۲
	حدیث کل قرض جرنفعا فهو حرام کی ایک مثال سادہ قرض کی ادائیگی کے لیے کوئی میعاد ٹھہرائی تب بھی اس کی پابندی لازم نہیں۔ دائن جب چاہے قرض وصول کر سکتا ہے۔	۳		حدیث کل قرض جرنفعا فهو حرام کی ایک مثال سادہ قرض کی ادائیگی کے لیے کوئی میعاد ٹھہرائی تب بھی اس کی پابندی لازم نہیں۔ دائن جب چاہے قرض وصول کر سکتا ہے۔	۳
	بیع بالوفاء حقیقتہً بیع نہیں تو انقضائے مدت کے بعد بھی مشتری کی ملک ثابت نہ ہوگی	۴		بیع بالوفاء حقیقتہً بیع نہیں تو انقضائے مدت کے بعد بھی مشتری کی ملک ثابت نہ ہوگی	۴
	بیع بالوفاء کو ختم کرنے کی نفلت شرعی صورتیں بیع مرہون مرغن کی اجازت پر موقوف ہے۔	۵		بیع بالوفاء کو ختم کرنے کی نفلت شرعی صورتیں بیع مرہون مرغن کی اجازت پر موقوف ہے۔	۵
	اختیار سابعین	۶		اختیار سابعین	۶
	مقبوض علی سوم السراہ ہلاک ہو جائے تو قابض سے تادان وصول کر سکتے ہیں	۷		مقبوض علی سوم السراہ ہلاک ہو جائے تو قابض سے تادان وصول کر سکتے ہیں	۷
	بیع مطلق	۸		بیع مطلق	۸
	مرض الموت کے تصرفات غیر نافذ ہیں۔	۹		مرض الموت کے تصرفات غیر نافذ ہیں۔	۹
	فہر دوم بیع کے بعد ورثہ کو بیع کا اختیار نہیں۔	۱۰		فہر دوم بیع کے بعد ورثہ کو بیع کا اختیار نہیں۔	۱۰
	خیار ردیت کا حق صرف مشتری کو ہے۔	۱۱		خیار ردیت کا حق صرف مشتری کو ہے۔	۱۱
	خیار عیب بائع کو بھی حاصل ہے لیکن بائع خیار عیب کی وجہ سے بیع فسخ نہیں کر سکتا۔ ثمن ردی کو جید سے بدل سکتا ہے۔	۱۲		خیار ردیت میں امام صاحب کا قول قدیم بیع میں بیع اصل ہے، اس کے رد سے بیع فسخ ہو جائیگی ثمن کے رد سے فسخ نہ ہوگی۔	۱۲
	بیع نہ ہونے کی شکل میں بیعانہ روک لینا ظلم ہے، چاہے زیادتی مشتری کی ہی کیوں نہ ہو۔	۱۳		بیع نہ ہونے کی شکل میں بیعانہ روک لینا ظلم ہے، چاہے زیادتی مشتری کی ہی کیوں نہ ہو۔	۱۳
	بیع توڑنے کے لیے طرفین کی رضا ضروری ہے۔	۱۴		بیع توڑنے کے لیے طرفین کی رضا ضروری ہے۔	۱۴
	عدم بیع کی صورت میں بیعانہ مشتری کو واپس ملے گا	۱۵		عدم بیع کی صورت میں بیعانہ مشتری کو واپس ملے گا	۱۵
	ایجاب و قبول کے لیے ماضی کا صیغہ ضروری ہے۔	۱۶		ایجاب و قبول کے لیے ماضی کا صیغہ ضروری ہے۔	۱۶
	میت کے ترکہ سے قرض کی ادائیگی تقیم پر مقدم ہوگی	۱۷		میت کے ترکہ سے قرض کی ادائیگی تقیم پر مقدم ہوگی	۱۷
	عقد بیع زبانی ایجاب قبول سے مکمل ہو جاتا ہے جسٹری کچھ ضروری نہیں، اسے بطور تحریر بیعنامہ کے بعد لفظی ایجاب قبول ضروری نہیں۔	۱۸		عقد بیع زبانی ایجاب قبول سے مکمل ہو جاتا ہے جسٹری کچھ ضروری نہیں، اسے بطور تحریر بیعنامہ کے بعد لفظی ایجاب قبول ضروری نہیں۔	۱۸
	تکفیل بیع کے بعد بائع مشتری کی اجازت کے بغیر بیع کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت نہیں کر سکتا۔	۱۹		تکفیل بیع کے بعد بائع مشتری کی اجازت کے بغیر بیع کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت نہیں کر سکتا۔	۱۹
	مرض الموت سے قبل آدمی کا اس کی ملک میں ہر طرف نافذ ہوگا	۲۰		مرض الموت سے قبل آدمی کا اس کی ملک میں ہر طرف نافذ ہوگا	۲۰
متفرقات	مضمون	صفحہ	متفرقات	مضمون	صفحہ
۱	زوجہ نے جائیداد مشترکہ مالک بن بیچ دی دیگر ورثہ کل نفع تھے بیع کا اطلاع اگر اسے پسند کیا، اور قیمت میں حصہ لیا اب کسی کو اس بیع کا کارخانہ نہیں،	۱	۱	زوجہ نے جائیداد مشترکہ مالک بن بیچ دی دیگر ورثہ کل نفع تھے بیع کا اطلاع اگر اسے پسند کیا، اور قیمت میں حصہ لیا اب کسی کو اس بیع کا کارخانہ نہیں،	۱
۲	محرارہ دلو کے ایک جزے کی تصدیق نقد اور ادھار کے بھاد میں تفاوت حرام و ناجائز نہیں،	۲	۲	محرارہ دلو کے ایک جزے کی تصدیق نقد اور ادھار کے بھاد میں تفاوت حرام و ناجائز نہیں،	۲
۳	جائیداد مشترکہ کے کچھ ورثہ ناجائز ہوں، یا بیع پر راضی نہ ہوں، تو ان کے حصہ کی بیع نافذ نہ ہوگی، ایسی بیع میں مشتری کو اختیار ہوگا کہ پوری بیع رد کرے یا حصص غیر بیع کی قیمت واپس لے لے بیع جائز رکھے۔	۳	۳	جائیداد مشترکہ کے کچھ ورثہ ناجائز ہوں، یا بیع پر راضی نہ ہوں، تو ان کے حصہ کی بیع نافذ نہ ہوگی، ایسی بیع میں مشتری کو اختیار ہوگا کہ پوری بیع رد کرے یا حصص غیر بیع کی قیمت واپس لے لے بیع جائز رکھے۔	۳
۴	باپ کو ناجائز لڑکے کی ختنہ اور اس کے مال کے بیع و شہرہ کی ولایت حاصل ہے، چچا اور اہل کو نہیں صرف مال کی حفاظت اور قبول ہبہ کا حق حائل ہے	۴	۴	باپ کو ناجائز لڑکے کی ختنہ اور اس کے مال کے بیع و شہرہ کی ولایت حاصل ہے، چچا اور اہل کو نہیں صرف مال کی حفاظت اور قبول ہبہ کا حق حائل ہے	۴
۵	ایک شریک دوسرے شریک کے حصہ میں فضولی قرار پائیگا بیع فضولی میں وقت مقدم کوئی بجز نہ ہو، مثلاً بیع المانع کی ملک ہو، تو عقد باطل ہوگا	۵	۵	ایک شریک دوسرے شریک کے حصہ میں فضولی قرار پائیگا بیع فضولی میں وقت مقدم کوئی بجز نہ ہو، مثلاً بیع المانع کی ملک ہو، تو عقد باطل ہوگا	۵
۶	فضولی غیر کی ملک کو اپنی ہتا کر بیچے تو مذہب ضعیفہ پر بیع باطل ہے، اور ظاہر الروایہ یہ ہے کہ یہ بیع موقوف ہے،	۶	۶	فضولی غیر کی ملک کو اپنی ہتا کر بیچے تو مذہب ضعیفہ پر بیع باطل ہے، اور ظاہر الروایہ یہ ہے کہ یہ بیع موقوف ہے،	۶
۷	بیع فضولی میں مالک کا مشتری سے قیمت طلب کرنا یا مانع سے کہنا تو نہ بر کیا۔ یا اچھا کیا، اجازت منصوص ہوگا	۷	۷	بیع فضولی میں مالک کا مشتری سے قیمت طلب کرنا یا مانع سے کہنا تو نہ بر کیا۔ یا اچھا کیا، اجازت منصوص ہوگا	۷
۸	بیع فضولی میں قیمت پر بائع کا قبضہ قبضہ آتا ہے	۸	۸	بیع فضولی میں قیمت پر بائع کا قبضہ قبضہ آتا ہے	۸
۹	بیع فضولی میں مالک کا مشتری کو زہن ہبہ کرنا یا صدقہ کرنا رضائے خبر بیع سنکر مالک کا خاموش رہنا شرعاً اجازت نہیں ہے،	۹	۹	بیع فضولی میں مالک کا مشتری کو زہن ہبہ کرنا یا صدقہ کرنا رضائے خبر بیع سنکر مالک کا خاموش رہنا شرعاً اجازت نہیں ہے،	۹
۱۰	ایک جائیداد کے وارثوں کے حصص کی شرعی تعیین اور تفصیل جائیداد مشترکہ میں فضولی میں مشتری کو پوری بیع کے رد کرنے یا بقدر حصہ باقی رکھنے کا اختیار ہوتا ہے،	۱۰	۱۰	ایک جائیداد کے وارثوں کے حصص کی شرعی تعیین اور تفصیل جائیداد مشترکہ میں فضولی میں مشتری کو پوری بیع کے رد کرنے یا بقدر حصہ باقی رکھنے کا اختیار ہوتا ہے،	۱۰
۱۱	نیلام کی ایک خاص صورت سے متعلق سوال: بیکل کچھ بیوں میں عام طور سے جو نیلام ہوتا ہے، بیع غائب کے حکم میں ہے جو مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی،	۱۱	۱۱	نیلام کی ایک خاص صورت سے متعلق سوال: بیکل کچھ بیوں میں عام طور سے جو نیلام ہوتا ہے، بیع غائب کے حکم میں ہے جو مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی،	۱۱
۱۲	قاضی کا دیون کے مال کو انکار کی صورت میں زبردستی بیچا اور	۱۲	۱۲	قاضی کا دیون کے مال کو انکار کی صورت میں زبردستی بیچا اور	۱۲
۱۳	مکڑہ کی بیع فاسد ہے،	۱۳	۱۳	مکڑہ کی بیع فاسد ہے،	۱۳
۱۴	بیع فضولی کے مشتری نے بیع کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دی، یہ بھی بیع فضولی ہوتی اور اصل مالک کی اجازت پر موقوف رہنے کی کسی نے چند وجوہ بیع فضولی جو اصل مالک جس عقد کی اجازت	۱۴	۱۴	بیع فضولی کے مشتری نے بیع کسی دوسرے کے ہاتھ بیچ دی، یہ بھی بیع فضولی ہوتی اور اصل مالک کی اجازت پر موقوف رہنے کی کسی نے چند وجوہ بیع فضولی جو اصل مالک جس عقد کی اجازت	۱۴

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵	دوسے گا، صرف وہی جائز ہوگا بیع فضولی میں بیع کے اندر جو اضافہ ہوگا، اگرچہ قبل اجازت کا ہو، بعد اجازت سب کا مالک مشتری ہوگا بیع منسوب میں بیع سے قبل کی ساری تو فیروز کا منسوب منہ مالک ہوگا۔	۱۵	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۱۳	مردوں کو دین کا بیع جائز، اور غیر کو ناجائز البتہ بطور قبضہ غیر کو بیع جائز ہے
۱۶	جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حقوق شفعہ و قسم زوجه - و خیار فخرہ فی النکاح) ان کا عوض ناجائز ہے۔	۱۶	حق مرد و حق شرب، حق تعلی، وغیرہ کی بیع اصالتہ جائز نہیں۔ جن کے نزدیک حقوق کی بیع جائز نہیں وہ بھی بطلان کو مضموم البتہ تک ساری نہیں مانتے،	۱۴	مہر میں رجوع کے حق سے دست برداری صحیح نہیں، ہاں کچھ لیکر دست برداری ہو تو مہر بالعوض قرار دیا جائیگا
۱۷	حق مرد و حق شرب، حق تعلی، وغیرہ کی بیع اصالتہ جائز نہیں۔ جن کے نزدیک حقوق کی بیع جائز نہیں وہ بھی بطلان کو مضموم البتہ تک ساری نہیں مانتے،	۱۷	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۱۵	عوام کی جائیداد کا سرکاری نیلام مالک کی اجازت سے (سابقہ یا لاحقہ) ہو تو جائز۔
۱۸	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۱۸	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۱۶	اجازت لاحقہ کی ایک صورت
۱۹	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۱۹	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۱۷	نیلام بے اجازت عقد فضولی اور عقد موقوف ہے
۲۰	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۰	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۱۸	عقد موقوف میں اجازت سے قبل بیع میں مشتری کا تصرف حلال نہیں۔
۲۱	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۱	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۱۹	۱۰۔ المانع کی ملک فضولی نے بیع دی بیع باطل ہوگی کوئی چیز جب عقد صحیح مشتری سے خریدی گئی، تو بائع کا ثمن کو کار معصیت میں خرچ کرنے کا وبال مشتری پر نہیں، نہ بیع میں کوئی خلل واقع ہوگا۔
۲۲	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۲	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۰	۱۱۔ اس معصیت میں اعانت کی نیت سے خرید تو اس بری نیت کا وبال ضرور مشتری پر ہوگا
۲۳	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۳	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۱	۱۲۔ اگر بیع میں بے رضا کے مالک جائیداد کا نیلام بیع فضولی ہے۔
۲۴	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۴	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۲	۱۳۔ بیع میں بیع کی طرح قبضہ شرط نہیں ہے۔
۲۵	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۵	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۳	۱۴۔ بیع میں بیع کی حالت صحت میں کسی وارث کے ہاتھ جائیداد بیع کر دی بیع صحیح ہوگی، دوسرے وارثوں کا جائیداد میں کوئی حق نہیں، ہاں ذمہ ثمن پانے یا معاف کرنے کا اقتدار نہ کیا ہو، تو بقدر وارثانہ ذمہ ثمن کا دعویٰ کر سکتے ہیں ذمہ ثمن کی عدم ادائیگی کا ثبوت، قرآن سے نہ ہوگا۔
۲۶	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۶	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۴	۱۵۔ اجازت کی ایک صورت
۲۷	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۷	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۵	۱۶۔ شوہر نے قرض خواہوں کو تحریر کر دی کہ میں ادانہ کر سکوں تو قرض میری جائیداد سے وصول کیا جائے اور اپنی جائیداد اپنی زندگی میں، زوجه کی مہر کے عوض لکھ دیا۔ تو قرض خواہ اس جائیداد سے اپنا قرض وصول نہیں کر سکتا
۲۸	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۸	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۶	۱۷۔ شوہر نے زوجه کو مہر کے بدلہ جائیداد دی یہ عقد تبرع کے تبرع سے تین طرح ہو سکتا ہے۔
۲۹	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۹	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۷	۱۸۔ صلح من المہر (۲) زوج یا زوجه کی طرف سے مہر بالعوض
۳۰	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۳۰	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۸	۱۹۔ (۳) مہر بشرط الوضو
۳۱	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۳۱	حقوق کی بیع میں دو مذہب ہے، صحت و فساد اور دونوں یا قوت میں جو حقوق اصالتہ ثابت ہوں (جیسے حق بیع یا خرید، حق قصاص، حق نکاح، حق خلائی) ان کا عوض لینا ناجائز ہے	۲۹	۲۰۔ عاقد نے عین اور حق ایک ہی عقد میں بیع کیا تو یہ مہر بشرط الوضو کی صورت میں ابتدا ہے اور عین کے ساتھ حق بیع کر دینے میں مہر باطل نہ ہوگا، اور بقدر دونوں صورتوں میں معنی بیع ہے اور بیع کا حکم مذہب فقہاء پر صحت و قبول ہے

تبعیج مسائل

غصب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱۸	حسب عرف کر لے سکتا ہے۔	۱۸	بیع آج کی اور بیع نامہ میں لکھا کہ اس کا نفاذ و نفل تاریخ سے ہو گا بیع فاسد ہو گا۔	۱۸
۱۹	مورث نے اپنے وارث کے حصہ کو جو مورث کی موت کے بعد اسے لے گا، ایک ایسی صورت کے ہر کے بدل میں لکھا جس کا نکاح ابھی وارث سے نہیں تو کیا حکم ہے۔	۱۹	متعاقدین پر بیع فاسد کا توڑ دینا واجب ہے۔	۱۹
۲۰	ہر کے عوض جائیداد دینا ابتدا و انتہا بیع ہے۔	۲۰	بیع فاسد میں مشتری رضائے بائع سے کوئی تصرف از قسم بیع، ایہہ دن، وقت، وصیت کرنے تو بیع نافذ ہو جائے گی، اگر مشتری گنہگار ہو گا۔	۲۰
۲۱	بیع مبادلہ مال بمال کا نام ہے۔	۲۱	جس چیز کو بیع فاسد سے خرید اور اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ سو میں بیچا، اور اس کا بازار میں چار سو بیچا بھلا ہے تو اس کو چار سو بیچ دئے جائیں۔	۲۱
۲۲	وہ قبل از نکاح زمین ہے نہ زمین تو یہ مال ہی نہیں، حکم کو سبب پر مقدم کرنا جائز نہیں، زمین معدوم کے بدلہ زمین لینا جائز نہیں، قبل از نکاح ہر کی ادائیگی سے شبہہ اور اس کا جواب آئندہ ملنے والی خواہ یا عطیہ منصب کو ہر کے عوض کیا تو یہ خود معدوم اور باطل ہے۔ اس کا بیہ اور بیع دونوں باطل ہے۔	۲۲	بیع مطلق ہوئی، اور شرط فاسد بعد میں لگائی، تو شرط کا بعد ہوگی اور بیع بلا شرط صحیح ہوگی، بیع و شراہ کے وقت بھلا کرنا تو کرنا سنت ہے۔ سفر حج کے لیے خریدی جانے والی چیز کا استئثار ہے۔	۲۲
۲۳	آرامی کے بیع نامہ میں جو چوحدری لکھائی گئی کل مشتری کی ہوئی، اگر چوحدری میں غلطی سے کسی دوسرے کی ملکوتہ زمین آگئی تو اصل مالکوں کی چارہ جوئی کے بعد وہ حصہ و اگر گزار کر دیا جائے گا۔	۲۳	شرح میں خرید و فروخت کی گفتگو کا اعتبار ہے۔	۲۳
۲۴	چوحدری میں اگر زمین کی کسری پیمائش میں اختلاف تحریر ہو جائے تو بھی چوحدری کا اعتبار نہ ہو گا۔	۲۴	زمین زبانی اپنے لیے خریدی، بیع نامہ میں لڑکوں کا نام لکھا، لڑکیوں کی نہ ہوئی، البتہ بیع نامہ میں قرار دیا جائے گا۔ اور شائع ہونے کی وجہ سے بیہ باطل ہو گا۔	۲۴
۲۵	کسری پیمائش کے ساتھ ساتھ اگر یہ بھی تحریر ہو کہ فی گز تینا تو اب چوحدری کا نہیں پیمائش کا اعتبار ہو گا۔	۲۵	لڑکوں میں سے کسی نے اس زمین کو دوسرے کے ہاتھ بیچا تو بائع کی رضائے سے بیع نافذ ہوگی	۲۵
۲۶	زبانی بیع اور طرح ہوئی اور تحریر اس کے خلاف ہو تو اعتبار زبانی ایجاب و قبول کا ہو گا۔	۲۶	زبانی اور تحریر دونوں میں لڑکوں کے لیے خرید اتو قبول بنا مانع کی طرف سے بائع کرے اور بائع اپنی طرف سے خود قبول کرے بائع نے اپنا جز حصہ بیچ دیا، تو بقیہ جز کا حصہ کا مالک رہے گا اور بائع اپنے پورے حصہ کا۔	۲۶
۲۷	زمین کا جز حصہ فی گز کے حساب سے فروخت کیا تو اس کی بہت اور سمت کا تین بھی وقت عقد یا مجلس عقد میں ضروری ہے، اور مجلس عقد کے بعد متین کر کے قبضہ دیا، تو یہ بیع صحیح تعاملی قرار دی جائے گی۔	۲۷	حرام مال سے کوئی چیز خریدی، اگر عقد و نقد دونوں حرام مال سے ہوئے تو بیع نیکت ہے ورنہ نہیں	۲۷
۲۸	زمین کا جز مبیعہ متین نہ ہو، تو سبب جہالت بیع فاسد ہوگی۔	۲۸	جائیداد غیر منقومہ بغیر قبضہ کے ہونے سے بھی جاسکتی ہے	۲۸
۲۹	بائع ارض مبیعہ کے جز حصہ کو بیع سے خارج ہونے کا دعویٰ ہے، لیکن ساہا سال سے ارض مبیعہ پر مشتری کا تصرف دیکھ کر خاموش بنا، تو بائع کا دعویٰ باطل قرار دیا جائے گا۔	۲۹	کوئی چیز ایک متین مقدار میں خریدی، ورنہ لکھا، تو جتنا کم نکلا اتنی قیمت مشتری وضع کرے۔	۲۹
۳۰	آڑھت میں ان بیع کر کے اس کی قیمت چھین کی آڑھت وار سے لینا کہ جب مال بچے گا حساب ہو گا حرام ہے۔ البتہ قرض آڑھت داری رضی سے لے سکتا ہے۔	۳۰	فصل میں اس نیت سے غلہ خریدنا کہ جب بھاؤ چڑھ جائیگا بیچو لگا جائے۔	۳۰
۳۱	زمین کا جز مبیعہ متین نہ ہو، تو سبب جہالت بیع فاسد ہوگی۔	۳۱	بیع مراءج میں معمولی خرچ جو عادت تجارت میں ال پر ڈالا جاتا ہے، سناخ کے ساتھ خرچ بھی مشتری سے لیا جائیگا، اور نقصان کو بھی اسی پر ڈالنے کا رواج ہو تو وہ بھی مشتری سے لیا جائے گا۔ ایک مشتری کہ خاندان کے نام جائیداد کی خریداری کی مختلف صورتوں	۳۱

صفحہ	مضمون	صفحہ	متفرق	مضمون	صفحہ
	ہڈی پر چکنائی نہ ہونے کی بیخ جائز ہے			بیخ فاسد کا بیخ کرنا مستحقین پر واجب ہے	۳۰
	سورگی کھال یا ہڈی کی کسی حال میں بیخ جائز نہیں			ان میں جو بیخ کر دیا ہو جائے گی مستحقین خود بیخ نہ کریں	۳۱
	زندہ جانور کا گوشت خرید اور کھال کا استنثار ہومیہ ناجائز ہے			تو جانور کو بیخ کر دے۔	۳۲
	دین ہر کا عوض دینا سبب بعوض ہے جو فی الحقیقت بیخ ہے اور	۳۳		معدوم کی بیخ ناجائز ہے	۳۳
	صحت بیخ کے لیے قبضہ فردی نہیں۔			زید سے خریدے ہوئے سوشیشیوں کی باہر اس آندہ سیکڑہ کے حساب سے	۳۴
	آندہ بھی جو جائیداد پیدا ہو اس دین ہر کے بدلہ میں دینے کی			کی اور آٹھ سو کے پورے روپے دیدے مستحیاب زید کے پاس	۳۵
	شرط لگائی تو یہ شرط باطل ہے۔ اور اس کی وجہ سے پورا عقد			بے ثقیں، دوسری جگہ سے خرید کر اپنے دوکان پر رکھیں، اس	۳۶
	بیخ بھی فاسد ہو گیا۔			میں سوشیشیاں ڈٹی لکھیں نقصان زید کا ہوا ہے	۳۷
	آندہ پیدا ہونے والی جائیداد پر اسی شرط فاسد کی بنیاد پر پوری			پھل کا پھول بیخ حرام ہے، ماقدرین پر ایسی بیخ تو ہے اور	۳۸
	کاتبہ کر دیا تب بھی وہ اس کی ایک نہ ہوگی			دست کشی لازم ہے۔	۳۹
	بیخ فاسد کے ذریعہ حاصل ہونی والی چیز مشتری نے بیخ واپس			زبانی عقد بیخ شرط فاسد سے پاک ہوا اور بیخ نامہ میں اس کا ذکر	۴۰
	بیخ آئی صحیح ہے۔ لیکن باجماع شدہ دام نہیں لایا جائیگا۔			ہو تو بیخ فاسد نہ ہوگی	۴۱
	بلکہ بازار بھاؤ۔			مال کی تعریف	۴۲
	میں بعوض ہر شرط بشرط الفاسد سے حاصل ہونی والے مکان			ظہور ہی کسی چیز جیسے ایک مشت خاک کی بیخ جائز نہیں اور	۴۳
	کو کسی نے غصب کر لیا شوہر نے ناش کر کے اس پر قبضہ کر لیا تو			کثیر کی جائز ہے۔	۴۴
	صحبہ بعوض المہر وال عقد باطل ہو گیا اور شوہر اس کا ایک ہو گیا		تعمیر	درود کی ایک عبارت کی توضیح اور شامی سے استشہاد	۴۵
	شوہر رہے۔ خرید کے ذریعہ جو بیخ تو			معدوم کی بیخ ایک صحت اور اس کا حکم	۴۶
	و سے تو صورت ایک ہو جائے گی اور.....	۳۴		سوائے سلم کے معدوم کی بیخ باطل ہے۔	۴۷
	اس کا ہر بھی شوہر کے ذمہ رہے گا۔ اور پہلے والے عقد کے			کی صحت میں کھڑے گئے کے اس کی انداز بیخ کا حکم۔	۴۸
	تحت لوٹائے تو صورت ایک نہ ہوگی			اندازہ سے کم ہوا تو دو بیخنی من کے حساب سے سو من	۴۹
وقف مسجد	مسجد کے درخت سے جو سوکھی لکڑی گرے اس کے بدلہ کھار لوٹا	۳۸		کا منافع مشتری واپس کر لیا۔ ایسی شرط لگانے کا حکم	۵۰
"	دیتا رہے۔ یہ عقد جمالت مقدار بد لین کی وجہ ناجائز ہے دونوں			بیخ فاسد کی ایک اور صورت کا حکم	۵۱
"	کی تعین ہونی چاہیے			جس شرط میں احد المتعاقبین کا فائدہ ہو وہ شرط فاسد ہے	۵۲
خط و اباحت	مال مسروقہ کو جائز خریدنا حرام ہے		جوا	تار کی ایک صورت اور اس کی حرمت کا بیان	۵۳
"	لاٹھی میں خریدنا جائز ہے۔			یہ بظاہر کے سوا ہر کی طرف میں سے جو خلاف دزدی کر لیا۔	۵۴
خط و اباحت	خریدنے کے بعد مسروقہ ہونے کا علم ہونے اس کا استنخال حرام			ہر جائز دیکھا۔ یہ شرطاً جائز ہے	۵۵
"	الک کو دیا جائے اس کا پتہ نہ چلی تو فقہاء پر صرف کیا جائے۔			بیخ معدوم کی ایک اور شکل اور اس کا حکم	۵۶
"	اپنی جگہ کی دوسرے کو نوکر رکھو اگر اس کا پتہ لینے سے بچا جائے			جتنے مال کی بیخ ہوئی اپنے نے اس سے کم دیا تو اب پھر کس	۵۷
قرض	پر امیری نوٹ کار و پیہ گورنمنٹ کبھی واپس نہیں کرتی۔ یہ قرض	۳۹		اپنے نے اگر مال بیعہ کو دوسرے کے ہاتھ بیخ دیا۔ تو سخت	۵۸
"	مردہ ہے۔			گنہگار ہوا۔ مال دوسرے مشتری کے اس موجود ہو تو مشتری	۵۹
	قرض کی بیخ خریدار کو قبضہ کے لیے دیوں پر مسلط کئے بغیر	۳۹		اول اس کو واپس لے اور موجود نہ ہو تو اتنے مال کا ادب	۶۰
	حرام و فاسد ہے۔			اس وقت کے بازار بھاؤ سے مشتری بیخ سے وصول کرے	۶۱
	قرض مردہ کی تعریف			مردار کی کھال پکا کر یا سکھا کر بیخا جائز ہے۔ ورنہ حرام ہے	۶۲
	بیخ باطل کی ایک جدید شکل کا بیان۔				۶۳

صفحہ	مضمون	متفرق	صفحہ	مضمون	متفرق
"	اس بیع میں ٹکٹ بیچنے کے بعد کیٹیج جو کچھ ادا ہوتی ہے۔ وہ معاوضہ نہیں بلکہ انعام ہوتا ہے تو اس کا لینا جائز ہے۔ اور اس سے نماز درست ہے۔	"	۴۱	صحیح اور حجاز میں فرق یہ ہے کہ ایک چیز صحیح تو ہو لیکن حرام ہے ایسوں کی بیع دوا خارجی استعمال کے لیے جائز ہے۔ اور کھانے کے لیے حرام ہے	"
"	نزدول کی زمین کو سرکار سے خریدنے میں کوئی جرح نہیں ہے مردہ بچھوکنے والوں کے ہاتھ لکڑی بیچنا جائز ہے اس کام میں ان کی اعانت کی نیست نہ کرے	خطروا اجابت	"	مردار کی بیع حرام ہے۔	"
"	بھنگ پینے والوں کے ہاتھ اس کی بیع ناجائز ہے البتہ دوا کے طور پر اس کی بیع ناجائز ہے	"	"	قبرستان کی بیع حرام ہے۔ بائع کو قیمت لینا حرام۔ واپس کرنا ضروری۔ اور مشتری قبرستان سے انتفاع حرام اور اس پر مسلمانوں کا قبضہ دلانا ضروری۔ بائع سے قیمت واپس لینے سے	"
"	حقوق زوجیت مال ہے اس کو کسی چیز کا ثمن قرار دینا جائز ہے جبکہ حقوق ثابت اور معلوم ہوں۔	"	"	زمین پر ناجائز قبضہ کرنے والوں کی اخروی سزا کا بیان۔	"
"	آمدہ جو نفع واجب ہوگا اس کو ثمن قرار دیا تو بیع فاسد ہوگی۔	"	"	دیکھیں کو چیز کے متعین دام بتا کر کہنا اس سے کم زیادہ بچو تو ہم جانو ہم وہی متعین دام لیں گے اور اس میں سے دو فیصدی تمہیں دلائی بیگے ایسا معاملہ کیل اور توکل دونوں کے لیے ناجائز ہے	۴۲
"	بیع مسلم میں یہ شرط لگانا کہ وقت موجود ہے اور بیع ادا نہ کیا۔ تو اس وقت بیع کا جو بازار بھاڑ ہوگا اس حساب سے بائع روپیہ واپس کریگا حرام و فاسد ہے۔	بیع مسلم	"	معیین چیز کے کسب حرام ہونے کا علم نہ ہو اسے کھا سکتے ہیں۔	"
"	ایک روپیہ دو روپیہ کو بیعے اور قبل افتراق ایک روپیہ ساقط کر دے تب بھی یہ بیع جائز نہیں۔	"	"	شرط فاسد عقد میں نہ ہو۔ نہ پہلے سے قرارداد کر کے اس کے موافق عقد ہو تو بیع جائز ہے	"
"	صلب عقد میں فساد ہو یا بشرط انعقاد معدوم ہو۔ دونوں صورتوں میں مجلس عقد میں اصلاح مفید صحت نہیں۔	"	"	شامی کے قول کی توجیح	۴۳
"	مصنف کی تحقیق کہ شرط انعقاد کا عدم بطل عقد ہے۔ اور بہالت بدلین مضبوط ہے	اصول فقہ	"	حکم درانتہ	"
"	فساد قوی ہو تو مجلس عقد کے اندر اس کے ازالہ سے عقد صحیح ہو جائیگا بعد مجلس فساد مستقر ہو جائیگا۔ اور ازالہ سے عقد صحیح نہ ہوگا	خطروا اجابت	"	کھڑا کھیت خریدنا اس وقت جائز ہوگا کہ کھیتی تیار ہو۔ اور خوراک کاٹ لی جائے۔ ورنہ ناجائز ہے	"
"	فساد ضعیف بعد مجلس عقد بھی زائل ہو جائے تو عقد صحیح ہو جائیگا۔ مذکورہ بالا احکام کے جزئیات	"	"	پکی کھیتی خریدنے کا حیلہ	"
"	بہر صورت فساد مستقر ہو جانے کے بعد فتح عقد کے سوا کوئی چارہ نہیں۔	بیع وقت	"	بیچا بچوں پر فصل کی بیع ناجائز ہے۔	"
"	قدوم حاج اور صیوب رباح کی اجیل میں فرق کا بیان صحت بیع کی شرائط میں بیع کا بائع کو ضرر دے بغیر مفید و تسلیم ہوتا ہے۔	"	"	کھانے لائق جو جائیں تو جائز لیکن کچے ٹھک و زخمت پور ہونے کی شرط	"
"	غیر مفید و رالتیلم ہونے کی وجہ سے جو بیع فاسد ہوئی۔ اس میں مشتری کے بیع فسخ کرنے سے پہلے بائع جب بھی قبضہ دلا دیا بیع صحیح ہو جائے گی اور مشتری کو بیع قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا	خطروا اجابت	"	"	"
"	ظنی افعال اور عارضی افعال میں فساد کے فرق کا بیان ایک اور فرق کا بیان	تعمیر مسائل	"	"	"
"	چغت کی معین شہیر اور غیر معین شہیر کی بیع کا فرق	اصول فقہ	"	"	"
"	بہر جاہل بیع المکسود کا جب احکام کی توفیق اور اس کا حکم	"	"	"	"
"	بھاڑ چٹھنے کے انتظار میں غلہ روک کر بیچنا جائز ہے۔ بشرطیکہ صارفین کو اس سے ضرر نہ ہو۔	اجیل	"	"	"
"	غلہ بیچنے کے لیے بھاڑ چٹھنے کا انتظار	"	"	"	"

متفرق	مضمون	صفحہ	متفرق	مضمون	صفحہ
	زید نے اپنے روپیے سے ایک مکان اپنے بھائی خالد کے لیے خریدا اور خالد کا قبضہ کر لیا۔ دس سال کے بعد زید کا دوسرا بھائی عمر مدنی ہوا کہ اس میں میرا پیسہ لگا تھا عقد یہ خالد کے نام ہوا تو عقد ففضولی ہے اور قبضہ کے بعد وہ تمام مکان خالد کی ملک ہے۔	۵۲		زبان عقد کی تمامیت کے بعد جسٹری ضروری نہیں مکان کی زبانی بیع ہوگی اور اس پر قبضہ مشتری ہو گیا جس کو حق شفعہ تھا وہ اس مکان کی خریداری سے انکار کر چکا تھا اب اس کو حق شفعہ نہیں مشتری کو ایسے مکان سے اب بے دخل کرنا حرام ہے۔	۵۲
	اس مکان کی قیمت بطور خود بے اخذ خالد اور کردی تو زید متبرع ہوا اور خالد سے کچھ نہیں لے سکتا۔	۵۲	عقد و اجابت	ہم سایہ پر ظلم کی نیت بھائی کے بھاء پر بھاء بڑھانے کا حکم فضل بر غلہ خرید کر بیع یا مناسب موقع پر بازار بھائی بیچنا جائز ہے ایسی بیع کو حرام کہنے والا شرع پر چل کر رہا ہے	۵۲
	عمر نے بھی قیمت میں بطور خود شرکت کی تو وہ بھی متبرع ہے اور زید نے مانگا ہوا تو نظر اسطالیہ زید سے ہوگا۔ ذکہ خالد سے۔	۵۲		اتحکار کا بیان بیع مکروہ کی چند صورتوں کا حکم	۵۲
	اگر عقد کے وقت زید نے اپنا نام لیا ہو (اگرچہ بیع نامہ میں خالد کا نام درج کر لیا ہو) تو مکان زید کا ہوا۔	۵۲		باب بیع الفضولی	۵۲
	خریداری کے بعد جب زید نے اس پر خالد کا قبضہ کرا دیا۔ تو یہ بیہ ہوا اور اب مکان خالد کا ہوا۔	۵۲		میکہ کے زیور اور پھیر کا سامان عورت کی اجازت کے بغیر شوہر بیچے تو بیع فضولی ہوئی عورت راضی نہ ہو تو مشتری پر اس کا پھیر نا واجب ہے۔	۵۲
	عمر کا پیسہ قیمت یا لگا ہو تب بھی عمر کی ملک نہ ہوگا۔ حسب بق یا تو تبرع یا زید پر قرض ہوگا۔	۵۲		مرض الموت میں کم قیمت پر سامان بیچا تو بیع جائز نہیں اور وارث کے ہاتھ تو ہر امر پر جائز نہیں۔	۵۲
	عقد کے وقت عمر نے دونوں کا نام لیا ہو تو ہر امر کے دونوں حصہ دار ہوئے۔ اگرچہ عمر نے کچھ پیسہ نہ دیا ہو۔	۵۲		ایک غلط فتویٰ کے وجوہ خلل کا بیان اور مسئلہ کا صحیح حکم غیر کے جس دین کو ادا کرنے پر آدمی مجبور ہو جائے اس کی اجازت کے بھی ادا کر دیا تو ادا کنندہ اپنے اس فعل میں متبرع نہیں قرار دیا جائیگا	۵۲
وصیت	اس صورت میں زید نے خالد کو جو میرا کادو باطل ہے مرض الموت میں وارث کے ہاتھ جاؤں گا تو بیع بے اجازت دیگر وارث باطل ہے ثلث یا کسی حصہ میں نافذ نہ ہوگی	۵۲	دین	زید نے ایک مکان خریدنے کے وقت یوں عقد کیا کہ اس کو میں دوسرے کے لیے خریدتا ہوں بیع فضولی ہوئی اور غیر اجازت سے قبل مر گیا تو بیع باطل ہوگی	۵۲
فوائد فقہیہ	عقد بیع نہ حصہ قرار دیا جاسکتا ہے نہ وقت مورثی خانہ کے چاغوروں کی خریداری کا حکم جو بیع مرض الموت میں کسی وارث کے نام کی گئی وصیت کے حکم میں ہے اور بے اجازت دیگر وارث کے ہاتھ نہ	۵۲		قاضی نے غلط فیصلہ کیا تو دوسرا قاضی اس کو رد کر سکتا فضولی نے بیع کو بطور زحامی کسی دوسرے کے ہاتھ بیچا یہ دوسری بیع بھی فضولی ہوئی۔	۵۲
وصیت	نہ قبل نہ بعد مورث کی موت کے وقت اس کی عورت حاملہ ہو تو اجازت مستحق ہونے کی کوئی صورت نہیں	۵۲	تفہار	فضولی نے خریدنے وقت یہ تشریح نہیں کی کہ کس کے لیے خرید رہا ہوں یا یہ کہا کہ اپنے لیے خرید رہا ہوں تو بیع کا فضولی ایک ہوگا	۵۲
ولایت	جنین پر اللہ و رسول کے علاوہ کسی کی ولایت نہیں (حاشیہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت پر آیت و حدیث سے سند	۵۲		فضولی نے خریدنے وقت یہ تشریح نہیں کی کہ کس کے لیے خرید رہا ہوں یا یہ کہا کہ اپنے لیے خرید رہا ہوں تو بیع کا فضولی ایک ہوگا	۵۲
ہبہ	حاصل کو کوئی چیز ہبہ نہیں کی جاسکتی عقد فضولی کا عقد کے وقت کوئی چیز نہ ہو تو عقد باطل ہوتا ہے بیس کے انعقاد و بطلان میں اختلاف ہو تو مدعی انعقاد کو واہ پیش کرے	۵۲		زید نے کوئی چیز خریدی اور اس کے بارے میں یہ اقرار کیا کہ یہ فلاں کی ہے تو وہ فلاں کی ہوگی اور اس چیز کی قیمت فلاں پر واجب نہ ہوگی۔	۵۲
دعویٰ		۵۲			۵۲

صفحہ	مضمون	متفرقی	صفحہ	مضمون	متفرقی
۲۵	کامیاب اور اس کا حکم		۲۸	یادیں بیع الباطل والفاصلہ :- اچانہ بیع کی تین قسمیں ہیں۔ باطل ، فاسد ، مکروہ صحیح	
۲۶	بیع وقبول کے بغیر جاننا اور کر کے معائنہ دیدیا بیع نہیں بلکہ بیع تحریری جو بیع نامہ کے نام سے بھی جانتے گئے۔ اسی میں خریدہ مرفوعہ تحریر ہوتا ہے اسی نے تحریر لکھوائی تو بیع لازم و نافذ ہو گئی، دوسرے نے لکھا تو اس کی اجازت پر موقوف ہو گئی		۲۹	بیع باطل کی تشریح اور اس کی مثال خلل عقد و خلل محل میں نسبت کامیاب اور معصفت کی تحقیق بیع فاسد کی تشریح اور مثال شترکاری اسٹاپ کی بیع حکم کسی کا مال بے اس کی رضا کے لطفہ پر قرآن و حدیث کی وجہ دین اختیار اور رضامین عام خاص کا فرق ہے۔ اختیار کا مقابل جبر ہے اور رضامین کا مقابل کراہتہ عقد و مثلاً بیع و شراہ و بیع جس طرح عدم اختیار سے فاسد ہو گئے عدم رضامین سے بھی فاسد ہوتے ہیں۔ اسٹامپ آدمی اپنے اختیار سے خریدتا ہے مگر اس پر راضی نہیں ہوتا ظلم و جور میں اہل دنیا کے حال کا بیان کسی امر مکروہ کے عادی ہونے سے وہ دائرہ رضامندی میں نہ آئیگا۔ گورنمنٹ کے اشیاء کا نرخ مقرر کرنے کا حکم اسٹامپ کی خریداری کی چھ جائز صورتیں ایک کثیر التوقع صورت جس میں عدم کراہ ہے۔ لیکن دیگر وجوہ معصیت کو وجہ ہے وہ بھی ممنوع ہے۔ گناہ پر مرد و گناہ و ممنوع ہے، جیسے اہل فقہ کے ہاتھ ہتھار کی بیع مصنوعی گھی کی تجارت جائز ہے جبکہ مشتری اس سے گناہتہ واقف ہو۔ بازاری دودھ کا بھی یہی حکم ہے۔ بیع بیکلاوٹ کا علم تین طرح ہوتا ہے۔ خود بخود ظاہر ہو، جیسے گہوٹوں چنے میں کھساری طرف بن گیا ہو، جیسے دودھ میں پانی۔ اپنے خود بتائے یہ چیز ملاوٹ کی ہے۔ زانی ولد الزنا کا ولی نہیں، تو اس کا ولی بنکر بیع کے قبول کر نے کا بھی حق نہیں رکھتا۔ اں، بھائی، چچا، کزنالمنح پر ولایت مالیه نہیں، رجب غائب عن اہلس کے قبول پر موقوف نہیں ہوتا بلکہ باطل ہو جاتا ہے۔ جانین یا ایک جانب کا فضولی ایجاب کرے اور قبول کر نیوالا موجود نہ ہو۔ تو بیع باطل ہو جاتی ہے۔ درخت خرید اس کے کٹوانے کی ذمہ داری مشتری کی ہے۔ بائع کے لیے شرط لگانا تو بیع فاسد ہوگی۔	
۲۷	زید نے مال خریدنے کے لیے ایک شخص کو وکیل بنایا، اس پر قبضہ کرنے کے بعد زید اس مال کو اسی وکیل کے ہاتھ مراجہ بیچنا جائز ہو ایک شریک نے تقسیم کے بعد دوسرے شریک کا مال کم واموں پر خرید کر اسی طرفین ہو تو جائز ہے۔ مورث نے جو جائداد اپنے روپیے سے خریدی وہ اسی کی ملک قرار پاس گئی۔ دوسرے روپیے سے خریدی خواہ بیوی ہی کیوں نہ ہو۔ اور عقد بیع اپنے لیے کیا تب بھی جائداد اپنے لیے قرار دی جائے گی۔ اور اس صورت میں دوسرے نے اس کو روپیہ کا مالک بنا دیا تھا۔ تو اس روپیے کا تاوان بھی مورث پر نہیں۔ اور دوسرے نے قرض یا ہو۔ یا جبراً اس سے روپیہ لے لیا ہو۔ تو اس روپیہ کا تاوان مورث پر ہوگا۔ زید نے اپنی بیوی کے دین ہر سے جائداد خریدی اس کی دو صورتیں۔ (۱) مورث کے دین ہر پر قبضہ کر لیا تھا، پھر شوہر نے اس روپیہ سے جائداد خریدی۔ اس صورت میں دوسرے کے روپیہ سے جائداد خریدنے والی شکل کے احکام جاری ہو گئے۔ (۲) شوہر عورت نے قبضہ نہیں کیا تھا خود شوہر نے کہا عورت نے فرمائش کی ہر کے بدلے جائداد خرید دو اس صورت میں جائداد عورت کی ہوگی۔ بیوی نے کہا میرا شوہر جو تم سے ہے اس کے بدلے جائداد خرید لو۔ تو جائداد شوہر کی ہوگی اور شوہر سے روپیہ کا مطالبہ بھی ساقط ہوگا۔ مذکورہ بالا صورت میں اقتضائے ہر کا یہ ثابت ہوگا۔ دوسرے نے اپنا نقدیہ تجارت میں لگانے کے لیے کہا اور روپیوں کی تملیک نہ کی تو شرکت یا قرض قرار دیا جائے گا۔ اور عوض لازم ہوگا جو تو بولے تو زیادہ دام لکھ کر گھٹایا اور گنتی قیمت لینا جائز ہے۔				
۲۸	مورث نے مال خریدنے کے لیے ایک شخص کو وکیل بنایا، اس پر قبضہ کرنے کے بعد زید اس مال کو اسی وکیل کے ہاتھ مراجہ بیچنا جائز ہو		۳۰	گورنمنٹ کے اشیاء کا نرخ مقرر کرنے کا حکم	
۲۹	ایک شریک نے تقسیم کے بعد دوسرے شریک کا مال کم واموں پر خرید کر اسی طرفین ہو تو جائز ہے۔		۳۱	گناہ پر مرد و گناہ و ممنوع ہے، جیسے اہل فقہ کے ہاتھ ہتھار کی بیع	
۳۰	مورث نے جو جائداد اپنے روپیے سے خریدی وہ اسی کی ملک قرار پاس گئی۔		۳۲	جانین یا ایک جانب کا فضولی ایجاب کرے اور قبول کر نیوالا موجود نہ ہو۔ تو بیع باطل ہو جاتی ہے۔	
۳۱	دوسرے روپیے سے خریدی خواہ بیوی ہی کیوں نہ ہو۔ اور عقد بیع اپنے لیے کیا تب بھی جائداد اپنے لیے قرار دی جائے گی۔		۳۲	درخت خرید اس کے کٹوانے کی ذمہ داری مشتری کی ہے۔	
۳۲	مذکورہ بالا صورت میں اقتضائے ہر کا یہ ثابت ہوگا۔				

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ																																						
۵۵	کواہ نہ ہوں تو مدعی بطلان کا قول قسم کے ساتھ مسترد ہوگا جب صحت و مرض میں اختلاف ہو تو مدعی مدعی کا قول مذکورہ لفظوں کے ساتھ بقسم مسترد ہوگا جس پر قسم ہے وہ حالت سے انکار کرے تو قسم کا حق ثابت ہوگا	۶۰	کسی مجلس سے بھی ہو سکتا ہے۔ دینار و درہم باہر مرا کہ میں مجلس واحد سے ہے۔ بکر الرأق میں لفظ ما بتین کے بعد پھر پوری قولی پچھنسے کے الفاظ کی ضرورت تھی حسن شہر لہالی کے ایک اعراض کا جواب نوٹ: مال ریوی نہیں نوٹ: ہذا تم نہیں ہیں کہ ہذا لیم اصطلاح اس کو ثبوت فارض ہے۔ مرا کہ میں بیس کا ملک اول کے وقت اور ہذا مرا کہ کے وقت اور ہذا وقت متین ہذا ضروری ہے ثمن اصطلاح کی ثبوت متناقدین کے اہل کر دے سے اہل ہر جاتی ہے۔ اور وہ شے متین ہوجاتی ہے۔ نوٹ: کو مرا کہ ہذا اس امر کی دلیل ہے کہ ثبوت ختم کر کے اس کو بیس متین کر دے ہیں۔	۶۱	۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰																																					
۵۵	دارت کی پتہ اپنے حصہ میں یہ ہوگی جبکہ دارت کے اقل نہ ہو۔ چینی ضروری نہیں ہے ایک ترکہ میں وارثوں کے حصص کی تقسیم ما باہر الا قالہ فی زمین کے زمین قیمت پر خریدنے کا وکیل بیس کو نہ تو اپنے لئے خرید سکتا ہے نہ دوسرے کے لیے، ان سول کی ذرائع کے خلاف خرید تو وکیل کی ملک ہوگا وینوں کے فیصلہ کے بعد زمین سے رقم جمع کرنا اہل اور دونوں کی رقم کسی ایک کو دیدینا مزید ظلم اور ایک فریق کو دوسرے کا یہ پیسہ لینا حرام۔ کسی کام کے لیے بیسوں کا اصرار اگر شرعی نہیں۔ ایسے اگر وہ کی صورت میں مشتری نے بیس نوڑی اور بائع نے قبول کی تو بیس کا اقالہ ہو گیا بیعہ ہذا کا واپس کرنا بھی اقالہ کی ایک صورت ہے باب المراءجعتہ عقد مرا کہ ادھا رہی ہو سکتا ہے البتہ قرض کی وجہ سے دام میں اضافہ محقق نہیں عقد مرا کہ کی وہ تو زمین جو متون میں مذکور ہے تزمین مذکور میں لفظ عقد و ثمن پر شرح کا ترمین کے جامع دانے نہ ہونے سے اعراض درو کی ترمین جس میں ان دونوں لفظوں کے استعمال سے احتراز کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بھی نقص سے خالی نہیں علامہ ہر کرنے ایک جامع اور مانع ترمین کی کوشش کی لیکن وہ بھی سائل نہیں۔ علامہ کھڑکی ترمین میں لفظ ہا بتین کی تصریح سے تعلیق مصنف کی تحقیق کفار ہٹانا ہے، سعیدی آفندی، جامع الرموز اور در مختار پر لفظ مرا کہ میں بیس سے تعلیق مصنف کی تحقیق اور کلام ائمہ میں تعلیق مرا کہ کی دو لازم شرطیں اول بیس کا متین ہونا دوسری شرط ایسا بیس ہونا جو اپنی جنس کے بدلے لیا گیا ہو۔ صدایہ کی ترمین پر عنانویہ کا اعراض اور اس اعتراض پر مصنف کی گرفت مرا کہ میں ثمن ثانی کا ثمن اول کے ہم جنس ہونا ضروری ہے۔ سچ تو	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۵۵	بہر، وصیت، ترکہ، حصص کا اداران، امانت کے انکار کے بعد اداران کے ذریعہ حاصل ہونے والا ثمن حقیقی بھی متین ہو جاتا ہے۔ تو نوٹ بدرجہ اولی متین ہوگا، اور اس کی بیس مرا کہ جائز ہوگی بعد ولایت دونوں صورتوں میں جو کچھ اداران دینا پڑا ہو وہ بتا کر اس پر نفع لگائیں۔ اور پہل چار صورتوں میں بازار بھاؤ پر نفع لگائیں بیس مسلم کے ذریعہ نوٹ خرید، توجہ میں لیا تھے پر منافع ذائد لے نوٹ کو متین کر کے خریدے تو اس کا مرا کہ بھی ہو سکتا ہے نوٹ لگام طور پر جس طرح بیس ہوتی ہے وہ متین نہیں ہوتا۔ تو اس کا مرا کہ بھی جائز نہ ہوگا ثمن ہر میں متین نہیں ہوتا۔ اشنان مساویات میں متین نہیں ہوتے انامات و تبرعات بعد تسلیم میں متین ہوتے ہیں مذریعہ متین نہیں ہوتے نوٹ کی بیس ابتدا کم و بیشی پر ہو سکتی ہے۔ مرا کہ کی صورت میں مشتری کو نوٹ کا دام اور منافع دونوں ملے ہونا چاہئے ورنہ بعد بیس عقد فاسد و حرام ہوگا - باب التصرف فی المبیع و الثمن - بعض فرقہ بعض کے بدلے میں زمین و مسکان اور بیس کی قسط بندی جائز ہے قرض عین، مدت، مدتیوں کا حق، ہذا وقت سے پہلے قرض ادا کرنا چاہے تو دائن قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ قضائے دین تو یہی ہے کہ جس کا مطالبہ ہے وہی چیز ادا کرے لیکن	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰	

صفحہ	مضمون	تعلق	صفحہ	مضمون	تعلق
۶۲	سلم اور صحن کے سوا باہمی تراضی سے دوسری چیز سے بھی معاوضہ ہو سکتا ہے	رض	۶۸	کی موت سے پہلے اسلام لائی اور دارقفل نے کہا بعد موت تو دارقفلوں کا قفل منبر ہے کہ یہ اقرب وقت ہے	مضمون
"	دین بھل کو بھل پھر بھل کر سکتے ہیں	"	"	یہ زرنین قبل قبول بیع اور بعد قبول بیع میں اختلاف ہوتا ہے بعد والوں کا قول منبر ہوگا۔	"
"	بازار بھاڑ سے ہر کے ہلے مکان دیتے وقت بازار بھاڑ معلوم ہونا ضروری ہے	"	"	عقد میں شرط فاسدہ کے بارے میں اختلاف ہو تو منکرین شرط کا اعتبار ہوگا۔	"
۶۴	بلع مشتری سے اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں ثمن معات کر سکتا ہے۔ ثمن کے ابرا سے بیع ہم نہیں ہوگا۔	"	۶۸	ثمن کے معانی کی شرط نفس مفقودہ بیع میں ہو اور ماضی کے لفظ سے تو بیع فاسد نہ ہوگی۔ فساد مستقبل کے لفظ سے ہوتا ہے	"
"	اس مسئلہ پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث محل سے استنباط شرع مطہرین عاقدین کے الفاظ کے معانی پر مدعا ہے	"	"	عقد کی صحت اور عدم صحت سے بحث ہو تو روشن دلیل کے بغیر فساد ثابت نہ ہوگا۔ عمل صحت پر ہوگا	دسم مفتی
"	دو دن کے لیے نکاح کیا وقت کی قید عقد میں ہے تو نکاح باطل اور دل میں ہے تو جائز	نکاح ہوتے	"	بغیر فساد ثابت نہ ہوگا۔ عمل صحت پر ہوگا	"
"	شفیع کے در صاحب مکان نے اپنا مکان کی کوہہ کیا۔ اور اس کا زرنین اس شخص نے صاحب مکان کو یہ کر دیا شرطاً یہ	ہیہ	۶۸	مفتی حقیقت پر فتویٰ دیکھا قاضی ظاہر پر حکم کریگا	دسم مفتی
"	بہہ ہوا شفعہ نہیں چل سکتا	"	"	عاقدین کے صحت و فساد عقد میں اختلاف ہو تو قول مدعی صحت کا تسلیم ہوگا	تضاد
۶۵	اگر کوئی شخص کی کوشش سے بیہ کرنا چاہیے۔ تو وہ بیہ کر کے ہاتھ بیچ کر دے اور ثمن معات کر دے	"	"	بلع فساد کو عوی کرے اور مشتری صحت کا تو قسم کیساتھ مشتری کا قول منبر ہوگا تاہم بعض دعوئی قابل تسلیم نہیں	"
۶۵	درختیاری کی ایک عبارت کی توجیح اور علامہ شامی کی تائید ثمن کا جزو حصہ معات کیا تو یہ بھی جائیگا کہ بقیہ ثمن پر بیع ہوئی۔ اور کل ثمن معات کر دیا تو بیع پورے ثمن پر صحیح ہوگی اور ثمن مخلوطہ معات ہوگا	"	۶۹	بلع فساد کو عوی کرے اور مشتری صحت کا تو قسم کیساتھ مشتری کا قول منبر ہوگا تاہم بعض دعوئی قابل تسلیم نہیں	"
"	جز سے پر مختلف کتب فقہیہ سے استناد ان کتابوں کی سند	تاریخ	"	بلع فساد کو عوی کرے اور مشتری صحت کا تو قسم کیساتھ مشتری کا قول منبر ہوگا تاہم بعض دعوئی قابل تسلیم نہیں	"
"	حیثیت اور معنیوں کے فرق کا بیان	اسما و اجزا	"	بلع فساد کو عوی کرے اور مشتری صحت کا تو قسم کیساتھ مشتری کا قول منبر ہوگا تاہم بعض دعوئی قابل تسلیم نہیں	"
۶۶	علامہ شامی کی تائید و توثیق	"	"	بلع فساد کو عوی کرے اور مشتری صحت کا تو قسم کیساتھ مشتری کا قول منبر ہوگا تاہم بعض دعوئی قابل تسلیم نہیں	"
"	پے حواشی کے درختیاری سے فتویٰ دینا جائز نہیں	دسم مفتی	"	بلع فساد کو عوی کرے اور مشتری صحت کا تو قسم کیساتھ مشتری کا قول منبر ہوگا تاہم بعض دعوئی قابل تسلیم نہیں	"
"	بیع کے قبول سے قبل بلع زرنین معات کر دے تو عقد صحیح نہیں سالگیری کا یہ مسئلہ مختلف فقہ ہے	"	"	بلع فساد کو عوی کرے اور مشتری صحت کا تو قسم کیساتھ مشتری کا قول منبر ہوگا تاہم بعض دعوئی قابل تسلیم نہیں	"
"	قاضیوں جنتہ الشریعہ نے ایسی بیع کے جواز کو ترجیح دی	"	"	بلع فساد کو عوی کرے اور مشتری صحت کا تو قسم کیساتھ مشتری کا قول منبر ہوگا تاہم بعض دعوئی قابل تسلیم نہیں	"
۶۶	قاضیوں کا کسی قول پر اقتدار کرنا، اس قول کے قوت کی دلیل ہے	دسم مفتی	"	بلع فساد کو عوی کرے اور مشتری صحت کا تو قسم کیساتھ مشتری کا قول منبر ہوگا تاہم بعض دعوئی قابل تسلیم نہیں	"
"	قاضیوں کا کسی قول کی دلیل دینا اس کی قوت کی دلیل ہو	"	۷۱	ادائے ثمن کے لیے اجل معین کی شرط اصل عقد میں ہوتی ہے	"
"	قبول بیع سے پہلے زرنین ہبہ کیا تو بیع صحیح اور ہبہ باطل ہو	"	"	مفسد عقد نہیں	"
"	انرا حاد میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اقرب وقت کی طرف نسبت ہوگا	اصول فقہ	"	سال کے اندر ادائے ثمن کی شرط اجل معین کی شرط ہے سال اور ہبہ اصل معین میں	"
"	ایک مسلمان کی زہرانہ عورت نے دعویٰ کیا میں اپنے شوہر	تضاد	"	فتاویٰ عمرہ کی مسئلہ سے غیر متعلق تحریر کی توجیح اردو میں	تعمیر مسائل

صفحہ	مضمون	مستشرق	صفحہ	مضمون	تفریق
۴۲	کے اندر اور سال تک دونوں کا حاصل ایک ہے بائع اپنا سود اور ہار بازار بھاؤ سے زائد دس سو نہیں مشتری کی رضا سے جائز ہے۔ ہاں غلات اولیٰ ہے	لغت	۴۲	روپیہ دیکھنا اس کے بدلے فعل پر اناج بیعنا بیع سلم ہے جو اپنے شرائط کے ساتھ جائز ہے فعل پر بیع وصول نہ ہونے کی صورت میں اس المال سے زائد لینا حرام ہے	سلم
۴۳	پانچ سو روپیہ پچاس روپیہ سالہ زائد کی شرط لگانا حقیقی سود ہے ایسے شخص کا اناج بیانا گناہ اس کے لیے ناجائز ہے نہ دہرائیں مالک نے نوکر سے کسی سے قرض لانے کے لیے کہا اس نے کسی بائع سے قرض لیکر رسید خود دیکھ دی۔ اگر قرض لگتے وقت یہ کہا تھا میرے مالک کو قرض دے، تو قرض مالک پر ہوا۔ اور اپنے لیے مالک تو نوکر پر ہوا۔	سود صلوۃ وکالت	۴۳	قرض دینے کے وقت زائد لوٹانے کی شرط سود ہے اور قرضدار کا ادائے کی کے وقت از خود زائد ادا کرنا برو احسان ہے سود کی وعیدوں کے بیان کی احادیث قرض سے زائد دینے کی کچھ احادیث اور جائز اور ناجائز صورتیں۔ کسی بیع کا مشتری ایک اور مشتری لڑ چند ہو سکتے ہیں مشترک مال سے ثمن ادا کرنے کے باوجود بیع صرف ایک شخص کے لیے ہو سکتی ہے	وعید بیع
۴۴	استقراض کا وکیل بنانا جائز نہیں۔ اقراض کا وکیل بنانا جائز ہے قرض ابتدا تبرتہ ہے اور اس میں تہایت جائز نہیں مذکورہ بالا صورت میں جب قرض نوکر پر ہوا اگر نوکر روپیہ مالک کو دینا بتا۔ تو یہ عقد جدید ہوا۔ اور مالک نوکر کا قرضدار ہو گا نوکر یہ کہہ کر بائع سے روپیہ لایا کہ میرے مالک کو پچاس روپیہ قرض دیدو۔ مالک نے نوکر کو پچاس ہا جن کو دینے کے لیے دیے۔ اس کے دو روپیہ خود خرچ کر دیا۔ مالک نوکر سے پچاس روپیہ وصول کرے ہا جن کو پچاس ادا کرے	وکالت	۴۴	مورث کے دین کے بدلے میں کسی ایک وارث نے دیون کی کوئی جائداد خریدی یا اس کی چند صورتوں کے احکام کا بیان۔ اگر بدلے مال ہوں تو ہر ایک سن و جمع بیع اور سن و جمع ثمن ہے کسی غیر کی جائداد کو ثمن قرار دیکر کوئی چیز خریدی بیع تام ہو جائیگی مشترک دین جس کا سبب مشترک ہو ایک فریق نے دیون سے اپنا حصہ وصول کر لیا۔ تو دوسرے فریق کو اختیار ہے۔ چاہے دیون سے اپنا پورا حصہ وصول کرے۔ یا دوسرے فریق کے وصول کردہ سے حصہ وصولی لے اور بقیر دیون سے وصول کرے مورث کے دین کے بدلے جائداد خرچ کرنے کی زیادہ صورتوں کا بیان آج کل بہت سے ثمنوں کا وکی کمال نہیں ہوتا	بیع
۴۵	بازار بھاؤ اناج ادھار بائع فصل کے وقت بیچنا جائز ہے اگر عقد کے وقت اس کی شرط لگانا جائز ہوتا ورنہ جائز مسئلہ شرار القرض من المستقرض غلہ قرض لینے کے ایک نعال کا حکم قرض کے ساتھ کوئی چیز کم قیمت کی بطور شرط قرضدار کے ہاتھ بیچی گئی تو حرام جو چیز غلطی شدہ ہو وہ شرط لگانے کی طرح ہو قرض کے ساتھ بیع عقد میں مشروط نہ ہو تو بعض علماء اسے حلال ورنہ بعض حرام بتاتے ہیں رابع قول ہی ہے نوٹ کو کم دیش پر بیچا جا سکتا ہے۔ قرض کی وجہ سے کسی چیز کو زائد قیمت پر خریدنا مکروہ کاشٹکار نے کہتے ہیں رکھا تو دین نہیں ہو گا لیسے کہتے ہیں زمیندار سے کہہ کر لگانا ادا کرے۔ پیداوار اس کے لیے حلال ہوگی خراب اناج اس شرط پر ادھار دینا کہ اس کے بدلے اچھا یا زیادہ فصل ہو لو لگانا حرام ہے۔	۴۵	عقد نفی کا حکم اختلاف زنجاب و قبول کا حکم تفریق صفت قبل تمام بیع کا حکم چند نفی عبارتوں کے حوالے بیع سلم میں بائع بیع زائد اگر کے تو مشتری کو اس المال سے زائد لینا حرام ہے۔	تدن بیع نفی سلم	
۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶
۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷	۴۷
۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	۴۸
۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	۴۹
۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰

صفحہ	مضمون	موضوع	صفحہ	مضمون	موضوع
۸۰	انطلاق تدریجی کی صورت میں نکاح اور احوال و اولاد	۸۰	۸۰	۸۰	۸۰
۸۱	ہاؤس کے تباہی میں قبضہ ضروری ہے	۸۱	۸۱	۸۱	۸۱
۸۲	دیگر نفلت اہل سنت والجماعہ کے تباہی میں بدین کا حکم	۸۲	۸۲	۸۲	۸۲
۸۳	وہیں ہذا ضروری ہے قبضہ ضروری نہیں	۸۳	۸۳	۸۳	۸۳
۸۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار چیزوں کو کھلی اور لٹھیں	۸۴	۸۴	۸۴	۸۴
۸۵	کو زنی قرار دیا تو ہمیشہ ایسی ہی رہیں گی	۸۵	۸۵	۸۵	۸۵
۸۶	دیگر اشیاء کے کھلی اور زنی ہونے میں عین کا اعتبار ہو گا	۸۶	۸۶	۸۶	۸۶
۸۷	سود کے زنا سے ۳۳ درہم بدتر ہونے کی تین حدیں	۸۷	۸۷	۸۷	۸۷
۸۸	اس مضمون کی تین حدیں کی سود کا ایک درہم ۳۳ ہا	۸۸	۸۸	۸۸	۸۸
۸۹	زنا کے گناہ کے برابر ہے	۸۹	۸۹	۸۹	۸۹
۹۰	دس حدیں کہ سود کے متعلق زیادہ گناہ جن میں ادنیٰ	۹۰	۹۰	۹۰	۹۰
۹۱	گناہ مان سے زنا کے برابر	۹۱	۹۱	۹۱	۹۱
۹۲	سود سے متعلق چار آدمیوں پر لعنت	۹۲	۹۲	۹۲	۹۲
۹۳	ضرورت شرعی کا بیان اور چند معنوی ضرورتوں کی تفصیل	۹۳	۹۳	۹۳	۹۳
۹۴	قرض کی ادائیگی کے لیے کب سودی قرض لینا جائز ہے	۹۴	۹۴	۹۴	۹۴
۹۵	حفظ نفس، تحصیل قوت، تحفظ من الذلت والظلم ضرورت شرعی	۹۵	۹۵	۹۵	۹۵
۹۶	اپنی آبرو بچانے کے لیے جو کچھ ضرورت دینا جائز ہو	۹۶	۹۶	۹۶	۹۶
۹۷	شاعر کو دیا ہو اور کون سا وسیع رشتہ ہے اور کونسا انعام ہو	۹۷	۹۷	۹۷	۹۷
۹۸	منفس کو قرض خواہ کی طرف سے تقاضا کا خطہ نہ ہو تو صرف	۹۸	۹۸	۹۸	۹۸
۹۹	مراخذہ آخرت کے خیال سے سودی قرض لینا حرام ہے	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹
۱۰۰	ادائیگی قرض کے لیے اپنی جیبی کوشش کی اور ادا نہ ہو سکا	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
۱۰۱	تا انکہ قرضدار مر گیا تو امید منتظر ہے	۱۰۱	۱۰۱	۱۰۱	۱۰۱
۱۰۲	اس موضوع پر متعدد حدیثیں	۱۰۲	۱۰۲	۱۰۲	۱۰۲
۱۰۳	بے نماز عورت سے صحبت پر وعید اور اس کو طلاق دینے کا حکم	۱۰۳	۱۰۳	۱۰۳	۱۰۳
۱۰۴	بے نمازی عورت کے ساتھ رہنے سے اس کے ہر کا قرضدار	۱۰۴	۱۰۴	۱۰۴	۱۰۴
۱۰۵	ہو کر رہا ہوتا ہے	۱۰۵	۱۰۵	۱۰۵	۱۰۵
۱۰۶	سودی کاروبار میں سعادنت کرنا یعنی گناہ ہے	۱۰۶	۱۰۶	۱۰۶	۱۰۶
۱۰۷	سود سے توبہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نہ امت اور آئندہ نہ	۱۰۷	۱۰۷	۱۰۷	۱۰۷
۱۰۸	لینے کے عزم کے ساتھ ساتھ جو لیا ہے وہ واپس کرے	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸
۱۰۹	مورث نے سود پر دیا۔ وارث کو سود لینا حرام ہے	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹
۱۱۰	اللہ تعالیٰ نے محرم سود کی آیت اتارنے سے پہلے کے سود کو بھی	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰
۱۱۱	دھول کرنا حرام نہیں	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱
۱۱۲	سودی قرض کی ڈگری پر بھی شرح سود گورنمنٹ کی طرف	۱۱۲	۱۱۲	۱۱۲	۱۱۲
۱۱۳	سے مقرر ہوتی ہے، تو دونوں ہی طرح کی سود وصول کرنا حرام	۱۱۳	۱۱۳	۱۱۳	۱۱۳
۱۱۴	پر ایسی ہی لڑائی کا سود اس لیے ہی وصول کرنا حرام ہے کہ اس کے	۱۱۴	۱۱۴	۱۱۴	۱۱۴
۱۱۵	گورنمنٹ مقررہ گنڈہ کسی محصول	۱۱۵	۱۱۵	۱۱۵	۱۱۵
۱۱۶	ال سہات یا اپنا حق عقود فاسدہ کے ذریعہ ہی وصول کر کے	۱۱۶	۱۱۶	۱۱۶	۱۱۶
۱۱۷	پر ابسری لڑائی کو دوسرے کے ہاتھ پہنچا جائز نہیں	۱۱۷	۱۱۷	۱۱۷	۱۱۷
۱۱۸	منصورہ رقم درجہ اسلام میں بھی صرف کرنا جائز ہے	۱۱۸	۱۱۸	۱۱۸	۱۱۸
۱۱۹	سود لینا کسی سے بھی جائز نہیں	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹
۱۲۰	حقیقت سود لینا یا سود لینے کا قصد کرنا حرام و گناہ ہے۔	۱۲۰	۱۲۰	۱۲۰	۱۲۰
۱۲۱	شرکت بھی شراب بھکر لینا حرام ہے	۱۲۱	۱۲۱	۱۲۱	۱۲۱
۱۲۲	اپنا حق عیب کی وصولی پر قادر نہ ہو، عقود فاسدہ کے ذریعہ وصول	۱۲۲	۱۲۲	۱۲۲	۱۲۲
۱۲۳	کر سکتا ہے صحیح نیت البتہ ضروری ہے۔	۱۲۳	۱۲۳	۱۲۳	۱۲۳
۱۲۴	مالک اور غلام کے درمیان سود نہیں	۱۲۴	۱۲۴	۱۲۴	۱۲۴
۱۲۵	شرکت معاوضہ اور شرکت عنان کے شرکاء کے درمیان بھی	۱۲۵	۱۲۵	۱۲۵	۱۲۵
۱۲۶	سود نہیں	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶
۱۲۷	سباغ مال صاحب مال کی رضامندی سے عقود فاسدہ کے	۱۲۷	۱۲۷	۱۲۷	۱۲۷
۱۲۸	ذریعہ لے سکتا ہے۔	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸
۱۲۹	سئلہ دائرہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل سے استدلال	۱۲۹	۱۲۹	۱۲۹	۱۲۹
۱۳۰	اصل حکم حقائق پر ہے الفاظ پر نہیں	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰
۱۳۱	رہا کی توفیق	۱۳۱	۱۳۱	۱۳۱	۱۳۱
۱۳۲	کسی حلال معاملہ کو کسی نے حرام نہیں کیا، اور حرام سمجھ کر ہی اسے	۱۳۲	۱۳۲	۱۳۲	۱۳۲
۱۳۳	پر تا توفیق اللہ تعالیٰ کا مجرم ہوا	۱۳۳	۱۳۳	۱۳۳	۱۳۳
۱۳۴	دور سے کسی کپڑے کو اپنی عورت بھکر اس کو نظر سے دیکھا	۱۳۴	۱۳۴	۱۳۴	۱۳۴
۱۳۵	گنہگار ہوا	۱۳۵	۱۳۵	۱۳۵	۱۳۵
۱۳۶	بغیر کسی مصلحت کے کسی حلال چیز کا حرام ٹاگھنا مکروہ ہے	۱۳۶	۱۳۶	۱۳۶	۱۳۶
۱۳۷	عورت کو ماں بہن بچی کھانا پلانا نہیں	۱۳۷	۱۳۷	۱۳۷	۱۳۷
۱۳۸	مصلحت شرعی سے ہوئی کو بہن کہنے کی حضرت ابراہیم علیہ السلام	۱۳۸	۱۳۸	۱۳۸	۱۳۸
۱۳۹	کے فعل سے سند	۱۳۹	۱۳۹	۱۳۹	۱۳۹
۱۴۰	کسی امر سباح کا حصول بھی مصلحت شرعی میں داخل ہے	۱۴۰	۱۴۰	۱۴۰	۱۴۰
۱۴۱	سائل سوئی والی عید، شرکاء سے عنان وغیرہ میں سود نہ ہونے	۱۴۱	۱۴۱	۱۴۱	۱۴۱
۱۴۲	کا معاملہ خود منہ کے حربی اور محل کا دارالہیب	۱۴۲	۱۴۲	۱۴۲	۱۴۲
۱۴۳	ہونے پر موقوف نہیں، ان حقیقی رہا کا مستثنیٰ ہونا اور قصد رہا کا	۱۴۳	۱۴۳	۱۴۳	۱۴۳
۱۴۴	نہ ہونا ضروری ہے۔	۱۴۴	۱۴۴	۱۴۴	۱۴۴

صفحہ	مضمون	مشرقی	صفحہ	مضمون	مشرقی
۸۸	حربی کے مال میں رہا نہ ہونے کی شرطیں دارالہوب کی قیدستان کے نکالنے کے لیے ہے۔ حربی غیرستان کا مال دارالاسلام میں بھی حلال ہے	"	"	کے دیا تو حلال و نہ حرام کر سوا ہر ایک سے حرام اپنا کوئی حق کسی جائز حیلہ شرعی سے لینا اور بات ہے	"
"	حقیقت رہا اموال محظورہ میں مستحق ہونی ہے۔ اور مال محظورہ کی دیون و مطالبہ بقدر دیون و مطالبہ محظورہ نہیں مستحق ہے یہ ہے کہ مستحق اپنا حق بہر حال لے سکتا ہے جس حق سے ہونخواہ اختلاف جنس سے	"	"	نیک کے منافع کو سود سمجھ کر لینے کا حکم دس روپے کا مال کسی کو دیا اور گیارہ لینے کی شرط لگا دی، سود ہوا۔	"
"	جس دو دولت کا مالک فوت ہو گیا۔ اور کوئی وارث نہیں تو اس کے اپنی یا دوسرے کی ضروریات میں صرف کر سکتے ہیں۔	۹۱	۹۱	قرض بیع سے علیحدہ ایک معاملہ ہے جس کو شرح شریعہ نے لوگوں کی احتیاج کی حکمت سے مشروع فرمایا	فائدہ فقیہہ
"	ہمارے ائمہ پر جو از بارہ کا قول غیر مقلدوں کا افتراء ہے	"	۹۲	اموال ربویہ میں وصف کا اعتبار ساقط ہے۔	"
"	دارالاسلام میں رہا کی حرمت شرف دار کی وجہ سے نہیں سئلہ کی ممکن تحقیق۔	دفع سلطان	"	اختلاف قدر و جنس کی صورت میں تعاضل اور نسیہ حرام ہونے پر بیع متبادی بھی فائدے سے خالی نہیں	"
۸۸	اختلاف دار سے کوئی شئی حرام سے حلال نہیں ہوتی	اصول فقہ	"	سود قرار دیکر کسی سے لے حرام ہے۔	"
۸۹	مذہب مستعد میں کفار و مخالفین بالفروع ہیں	اصول فقہ	"	غیر مسلم جو ذمی اور ستان نہ ہو اپنی رضا سے کسی غدر کے بغیر عقود فاسدہ کے نام سے جو رقم دے اس کا لینا جائز ہے	خطروا باحت
"	دارالہوب میں قذر اور زہار بالاتفاق حرام ہیں	خطروا باحت	"	جس طرح برے کام سے بچنا ضروری ہے برے نام سے بچنا بھی ضروری ہے۔	"
"	شرک و کفر حلال ہونے کا شرط ہے ایک مخصوص طریقہ بنایا ہے	"	"	باہمی رضامندی سے حرام حلال نہ ہو جائے گا	"
"	مال صاحب مال کی رضا سے حلال ہے	"	"	سود کی توفیق	"
"	مسلمان جو دارالہوب میں گیا اس سے سود حرام ہے مسلم غیر	"	"	پنواڑی کو قرض دیکر منافع میں بان کھاتے رہنا سود ہے کم پیش پر نوٹ کی بیع ہندوستان سب سے جائز ہے نوٹ قرض دیکر زیادہ لینا قرار پایا تو مسلمان سے منع اور ہندو سے جائز۔ مکروہ سود نہیں اور اسکو سود سمجھ کر لینا منع ہے	"
"	نہا جسے حلال ہے	"	"	شرعی مجبوری پر سودی قرض لے سکتے ہیں۔	"
"	احکام قضا و دارالہوب اور دارالبیضاء ... میں نافذ نہیں۔ جہاں حکم قضا نہیں	کتاب القضاء	"	کسی نے دس روپے قرض مانگے اس نے روپے کے بجائے اتنے کے گہیوں دیدئے۔ اب اس سے زائد وصول کرنا سود ہے	"
"	قرض دار کو مال زکوٰۃ دے کر اپنا قرض مانگیں نہ دے تو زبردستی چھین سکتے ہیں۔	قرض	"	روپے قرض دیکر غلہ کی صورت میں ادائیگی کی شرط باطل ہو	"
"	مال سباح کا غصب و سرکہ جائز ہے	خطروا باحت	۹۳	روپے دیکر غلہ کی خریداری کا معاملہ کیا یہ مسلم ہونی جو بے کی ایک نئی صورت کا تفصیلی بیان اور اس کا شرعی حکم	بیع مسلم جوا
"	عقود فاسدہ اور غصب و سرکہ کا قرض	"	"	جو بے کی تشریح	"
۹۰	قرض دینے وقت زائد دینے کی شرط نہ ہونے لفظاً و عرفاً تو زائد دینا جائز ہے	"	"	اس قسم کا اعلان کہ ایک روپے میں ہم پانچ کلٹ بھیجیں گے ان کلٹوں کو پانچ روپے میں بیچ کر روپے ہم کو بھیجو تو ہم فلاں سا ان دین گے وعدہ ہے بیع نہیں ہے	"
"	قرض سے زائد دینے پر حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے استدلال زائد قابل نفع ہو تو اس کو جلعودہ سے دینا چاہے مخلوط رہے گا تو بیع بیع نہ ہو گا۔	"	"	علاوہ جسے لایعقل کی پہچان بتانی کہ بیع لیکر پیسہ بھی واپس مانگے	"
"	عام حالت میں سودنا جائز ضرورت شرعی کے وقت جائز ہے	"	"	"	"
"	سود کسی کے ساتھ جائز نہیں	"	"	"	"
"	دستاویزیں سود کی تحریر نا جائز اگر نہایت لینے کی نہ ہو۔	"	"	"	"
۹۱	بیع کے وقت غلہ ادھار دیا اور نین تینین کر دیا۔ بعد میں اس نین کا غلہ بانا دھار سے زائد لیا۔ اگر زائد رضا سے بلا کسی جبر	"	"	"	"

صفحہ	مضمون	تشریح	صفحہ	مضمون
۹۵	خون اور طبع انسان کو جھڑو جھڑا بھارتے ہیں	خطروا با	۱۰۰	پروا پیریتے فندیں کٹی ہوئی رقم پر جو زائد رقم بنام سود لیتی ہے۔ غیر مسلم لوگوں سے مال مباح کچھ کر لینے میں حرج نہیں۔
۹۶	اکل مال باطل اور ضرر و ضرار کی تفصیل	تھار	۱۰۱	پانچ روپیہ یا ہواہر منافع پر کوئی رقم لی رقم کے بدلے مکان رہن رکھا یہ معاملہ مسلمان سے ہو تو ناجائز و حرام ہے کہ سود دکھا تو سود ہے ہی نہ دکھا تب بھی حقیقتہً سود ہے۔ اور اس رقم کو مسکن مکملہ کا کرایہ سمجھا تب بھی حرام۔ کہ مالک مسکن غیر مالک سے اپنا مسکن کرایہ پر نہیں لے سکتا۔ غیر مسلم ایسا منافع دے تو لینا جائز ہے۔
۹۷	بیع اور اس کے ساتھ شرط حرام ہے	اصول فقہ	۱۰۱	کو اپر بیٹونیک بنا کر سود پر چلا حرام ہے۔ سود کو سود کچھ کر کسی سے لیا حرام ہوا
۹۸	سالمہ باطل کو یا نڈاری کا نام دینا حرام ہے	خطروا با	۱۰۱	مال مباح جو بلا قدر عقد فاسد کے ذریعہ حاصل ہوا حلال ہے۔
۹۹	پچھی کے ذریعہ مال کی فروخت حرام ہے	خطروا با	۱۰۲	کافر کو وصول دینا جائز نہیں۔ مسلمانوں کے کو اپر بیٹونیک کا سودی کاروبار حرام ہے اور ایسے بنک کا ممبر بننا اعانت علی الاثم ہے۔
۱۰۰	بنک میں عس کی ہوئی رقم پر جو زائد پیسے ملتے ہیں۔ اس کی صورت سود کی ہے اس کو سود و جان کر لینا حرام	خطروا با	۱۰۲	سود لینا دینا ضرور برابر ہے لیکن ضرورت شرعیہ کے وقت دیتے میں حرج نہیں جو ام کے افعال سے سند جات ہے۔
۱۰۱	ہاں اپنا کوئی حق یا مال مباح اس طرح گھوموں کر ناجائز ہے۔	خطروا با	۱۰۳	ایسا شخص امامت کے لائق نہیں۔ سود کی قوم سے لینا جائز نہیں۔ البتہ مال مباح عقود فاسدہ سے حاصل کرنا جائز ہے۔
۱۰۲	تقد قرض دیکر اس کا صلہ وصول کرنے کی شرط باطل ہے	خطروا با	۱۰۳	مسلم بنک سے زائد رقم نہ اپنے لیے وصول کر سکتے ہیں نہ کسی انجن کے لیے
۱۰۳	بیع سلم کے طور پر پیشگی دے تو شرائط کے ساتھ جائز ہے	خطروا با	۱۰۳	جس میں صرف منافع سے واسطہ ہے۔ نقصان کی ذمہ داری نہ ہو جائز نہیں۔
۱۰۴	روپیہ قرض دیکر منافع میں ادھا سا بھاد کھنا سود ہے اور بطور مضایبت بہ معاملہ جائز ہے۔	خطروا با	۱۰۳	کسی فرد واحد سے بھی یہ معاملہ حرام ہے
۱۰۵	سودی کاروبار پر قرآن و حدیث کی وعیدیں	خطروا با	۱۰۳	سود کی متعدد صورتوں کا بیان ایک فقہی عبادت کا مطلب
۱۰۶	حالیہ سدھارنے کی نیت سے بھی یہ کاروبار حرام ہے	خطروا با	۱۰۳	کیلی یا ذنی بیع کو بائع نے مشتری یا اس کے وکیل کے سامنے ناپ تول دی تو دوبارہ ناپنے یا تولنے کی ضرورت نہیں
۱۰۷	سودی لین دین میں دین و دنیا کی بربادی کا بیان	خطروا با	۱۰۳	مسلمان زمیندار کے بندہ و کاندوں کو مسلمان کاشتکاروں سے اگلا داری کا سود وصول کرنا حرام اور زمیندار کاظم کے
۱۰۸	قرض خواہ کے ساتھ بطور بر دصلہ کسی کرایہ کے معاملہ میں رعایت جائز ہے	خطروا با	۱۰۳	سود کو اضافہ کا نام دینے سے حرام ہونے سے نہ بچے گا
۱۰۹	اختلاف جنس کی صورت میں تفاسل جائز ہے اور بطور بیع سلم ہو تو شرائط کے ساتھ اجل بھی جائز ہے	خطروا با	۱۰۳	سودنے چاندی کے معاملہ میں چیز کی کل رقم ادھا رکھنا حرام ہے۔
۱۱۰	نیزخ بازار سے کم پر ادھا بیچنا جائز ہے	خطروا با	۱۰۳	روپیہ اور پیسوں کے معاملہ میں ایک طرف سے قبضہ کافی ہے۔
۱۱۱	سود کو اضافہ کا نام دینے سے حرام ہونے سے نہ بچے گا	خطروا با	۱۰۳	زید نے ایک روپیہ کی دو چونیاں اور آٹھ آنے پیسے مانگے تو ادھا حرام ہے
۱۱۲	سودنے چاندی کے معاملہ میں چیز کی کل رقم ادھا رکھنا حرام ہے۔	خطروا با	۱۰۳	روپیہ بیچنے والے کے معاملہ میں چاندی کی اٹھنیاں ہوں۔ تو ظہن کی فوری ادائیگی ضروری ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	
۱۰۷	باوجود اس پر خاموش رہنا گناہ - ہندو آسامیوں سے ایسا معاملہ کیا جا سکتا ہے خواہ زیندار خود کرے یا اس کے کارندے، لیکن سود چاکر نہیں مال مباح چاکر	۱۰۸	زید نے لڑکی کی شادی یا بیوی کی فاتحہ کے لیے سودی فرض لیا ہے نے گروی رکھنے کے لیے زید کو زبور و دیگر مدد کی خالد جان بوجھ کر اس کام کے لیے زید کے ساتھ ہوا۔ بکر لاطمی میں یہ معاملہ حرام ہوا اور بکر کے علاوہ سب گنہگار ہوئے اور علم کے بعد بکر الگ نہ ہوا تو وہ بھی گنہگار	۱۰۹	گنہوں، جو چننا سے آلو بشکر فند، اور میوں کی بیج کی بیجی کے ساتھ جائز ہے۔
۱۰۸	سود کو اپنا حق بتانے سے تو بہ تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم ہے	۱۰۹	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۰۹	معاملہ فاسدہ کی دو صورتیں
۱۰۹	فضل پر غلہ خریدا کہ بیج پر گراں کیے گا اس میں کوئی حرج نہیں۔	۱۱۰	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۱۰	فریبہ اور حربی سے عقود فاسدہ کا حکم
۱۱۰	جس روکنے سے شہر والوں پر تنگی ہو وہ منع ہے۔	۱۱۱	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۱۱	ان مباح کو عقد فاسدہ سے حاصل کرنے میں اگر بدنامی کا ڈر ہو کہ جاہل عوام سود خوار شہور کریں گے تو اس سے بچنا چاہیے
۱۱۱	ہندوستان دارالاسلام ہے البتہ یہاں کے غیر مسلم حربی ہیں، ان سے نفع حاصل کرنا جائز ہے	۱۱۲	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۱۲	برے کام اور بڑے نام دونوں سے بچنا چاہیے عقود فاسدہ مع اچری کی مزید چند صورتیں -
۱۱۲	ہندو غیر مسلموں سے بھی احتیاط برتی جائے	۱۱۳	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۱۳	نوٹ کی بیج تفاضل و نسب ہر طرح ہر ایک سے جائز ہے۔
۱۱۳	روپیہ فرض دیکر زائد کی شرط کی یہ سود ہے، نزول قرآن کے وقت یہی رائج تھا	۱۱۴	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۱۴	جو نوٹ بانٹنے نے فروخت کیا اگر مشتری نے بیعینہ کو ہی نوٹ تمیت میں لوٹا یا تو بیع نہ ہوگی۔
۱۱۴	دس کانوٹ سو کو بیجا یہ سود نہیں۔	۱۱۵	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۱۵	بیاج کی حرمت کا قائل ہوتے ہوتے بیاج لیا تو حرام ہی ہوگا بیاج کی آمدنی سود میں لگانا منع ہے۔ مال حرام غیر کو دے کر ثواب کی امید رکھنا کفر ہے۔
۱۱۵	سود کے ابتلائے عام سے متعلق ایک سوال	۱۱۶	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۱۶	غیر مسلم معلوم ہوتے ہوئے کہ اس نے مال حرام دیا۔ اس کے لیے دعا کی تو وہ بھی تجدید اسلام کرے
۱۱۶	احکام الہی کی وجہ دریافت کرنے کا کسی کو حق نہیں رہا یا آج کل تانوں پر حرف گیری کی جرات نہیں کرتے	۱۱۷	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۱۷	مال حرام کا حکم یہ ہے کہ اصل مالگ کو واپس ہو وہ نہ لے تو فقیر کو دیتے بطور توبہ نہ بطور احسان۔
۱۱۷	سود لینا مطلقاً گناہ کبیرہ ہے	۱۱۸	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۱۸	ملک بدلنے سے مال کا حکم بدل جاتا ہے
۱۱۸	بضرورت شرعی سود لینا جائز ہے	۱۱۹	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۱۹	روپیہ فرض دیکر زائد لینا سود ہے
۱۱۹	سود خواروں کے یہاں کھانا نہ کھانا چاہئے۔ لیکن حرام اس وقت تک نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کھانا بیعینہ سود ہے۔	۱۲۰	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۲۰	روپیہ کو آمد میں بیچنا اور قدام بعد میں بیٹا اس صورت میں جائز ہے کہ روپیہ اسی مجلس میں دیدیا ہو۔
۱۲۰	آج کل کی بے قید تجارت میں وہی گرفتار ہو گا جو کل قیامت کی فکر سے بے نیاز ہو گا	۱۲۱	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۲۱	
۱۲۱	مسلمانوں کو کافروں کی آسائش کی طرف نگاہ نہ اٹھانے کا پہلا ہی حکم دیا گیا ہے	۱۲۲	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۲۲	
۱۲۲	جس چیز کا بیعینہ مال حرام ہونا معلوم نہ ہو چندہ میں لیا جا سکتا ہے۔	۱۲۳	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۲۳	
۱۲۳	قرض ادا کرتے وقت اپنی طرف سے بروصلہ کے طور پر زائد ادا کرنا سود نہیں ہے	۱۲۴	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۲۴	
۱۲۴	یہاں غیر مسلموں سے مال مباح عقود فاسدہ سے حاصل کرنا جائز ہے۔	۱۲۵	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۲۵	
۱۲۵	کپنی کے حصص کی بیع شرعیہ کا حکم	۱۲۶	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۲۶	
۱۲۶	حصص شرعیہ کوئی چیز نہیں، کپنی میں جنٹار وہیہ جمع کیا وہ جمع کرنے والے کی ملک میں۔ اور ایسے روپیوں کی	۱۲۷	گنہوں اور جو سے بقیہ کی جس کے ساتھ قدر بھی مختلف ہیں گنہوں گنہوں، جو جو میں تفاضل اور ادھا دونوں حرام اور جس میں اختلاف ہو تو تفاضل حلال اور ادھا حرام	۱۲۷	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مستفزی	مضمون	صفحہ
	مستامن کا فری کیوں نہ ہو اس کا مال محفوظ ہے۔			بیع بیع صحت ہے جس میں تقابض بدین ضروری ہے	
	دارالاسلام میں بھی حربی غیر مستامن کا مال غیر محفوظ ہے۔			اور کی بیٹی حرام ہے	
۱۲۱	مسند کی تصدیق مثل صدیق رضی اللہ عنہ سے تہمت کی جگہوں سے بچنا چاہئے۔		زکوٰۃ	حصص کے منافع کا سود حرام ہے	
خطروا بخت	مباح صورتوں میں سے کچھ صورتیں قانوناً حرام ہیں ان سے بچی بچنا چاہئے۔			جتنا روپیہ کہنی میں جمع کیا یا اس کا جو مال ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہے	
۱۲۱	کپڑے کو عورت کچھ کر نظر بد سے دیکھنا گناہ ہے۔	۱۱۵		حرمت سود کی وعیدیں	
خطروا بخت	بیمہ کہنی، یا ربوے، اور لبوں کے حصہ سے سوال ایسے معاملات کے قبائح کا تفصیلی بیان			سود کے کاروبار میں شریک چار قسم کے آدمیوں پر لعنت ہے۔	
	ایسے معاملات میں روپیہ لگانے کی چار صورتیں ممکن ہیں قرض و عاریت ان دونوں کا ایک حکم ہے ان پر نفع حقیقی سود ہے	۱۱۶		کسی کو اصران اور نفعوں خرچی سے روکنے کے لیے اس سے لیا ہوا سود واپس نہ کرنا حرام ہے۔	
	بطور شرکت شرعاً اس میں نفع اور نقصان دونوں میں شرکت ضروری ہے۔ اور ان معاملات میں صرف نفع میں شرکت ہوتی ہے۔		خطروا بخت	غریبوں کی مدد کی خاطر بھی سودی کاروبار حرام ہے۔	
	بیمہ یہ صورت یہاں عقلاً ناممکن ہے۔			بیمہ سے متعلق سوال	
	بنک کی زائد رقم کا حکم	۱۱۷		بیمہ عقد شرعی نہیں یہ جو ہے۔ غیر مسلم کہنی سے یہ معاملہ اس شرط کے ساتھ مقید ہے۔ کہ کوئی غیر شرعی پابندی نہ ہو اور ہر طرح اپنا نفع ہو	۱۱۳
	ڈاکخانہ سے ملنے والی زائد رقم کا حکم		خطروا بخت	غلط بطور قرض بازار بھاؤ سے کم یا ہی ترضی کے ساتھ بچھا جائے۔ جبکہ نرخ و قیمت و وعدہ و اسے قیمت سب قوت بیع متعین کر دئے جائیں۔	۱۱۳
	سیونگ بنک کی زائد رقم کا حکم	۱۱۸		مذکورہ بالا بیع غلہ کے بدلہ کیا جائز نہ ہوگی	
	بنک کے ایک معاملہ کا حکم			بیع کے وقت قرض کا ذکر نہ ہوا۔ اور جو دام مشتری کے ذمہ آیا اس کے لیے عقد کے بعد یہ طے ہوا کہ ذرین کے بدلہ غلہ لے لیں گے۔ یہ جائز ہے۔	
	بنک میں کوئی مسلمان شریک ہو تو زائد رقم وصول کرنا منع ہے۔			دارالاسلام کی تعریف	
	بنک سے گئی بار قرض لیا۔ اس نے سود وصول کیا اب وہ زائد رقم دے تو اپنے حق کی وصولی سمجھ کر لے سکتے ہیں۔	۱۱۸	سیر	سود کسی سے حلال نہیں۔ سود خوار اس کا نسیک بکھنے والا۔ اس کی دلالی کرنے والا سب گنہگار ہیں	
خطروا بخت	سود کا مال ملک خبیث ہے	۱۱۹		حرام مال پر عقد و نقد دونوں جمع نہ ہوں تو حلال	
	ملک خبیث اس کے اصل مالک کو، وہ نہ ہو تو فقیر کو دینا ضروری ہے۔ خود گھانا حرام ہے		خطروا بخت	غلط کاروں سے غلام طرا نامناسب ہے	۱۱۴
	ورثہ کو مال متین کے بارے میں ملک خبیث ہونا معلوم ہو تو وہ بھی وہی کریں۔ اور معلوم نہ ہو یا سب مخلوط ہوں تو ورثہ کے لیے حار ہے۔		سیر	ہندوستان دارالاسلام ہے۔	۱۱۵
	علاقہ سود خوار کا قاضیہ کرنا چاہئے شادی اور زندگی کے بیمہ کی حرمت			سود کے نام سے کسی سے کچھ لینا حرام ہے	
حدود	رکابی مسلمان جو بیاضوں سے غم و فاسدہ کا معاملہ کرتے ہیں ان سے جائز بننا و کا حکم	۱۲۰	سیر	اہل حرب کا مال غیر معصوم ہے	
خطروا بخت				مال مباح کا عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا ایسا نہیں ہے	
				جو کافر دارالحدیب میں ایمان لایا اور دارالاسلام کی طرف ہجرت نہ کیا اس کا مال بھی غیر معصوم ہے۔	

صفحہ	مضمون	تفریق	صفحہ	مضمون	تفریق
۱۲۱	سود خوار سے مقاطعہ مستقرض سے انتفاع کی ایک صورت رہن اور اجارہ دونوں مقدمائی ہیں	۱۲۱	کھری کی ذور و صوب میں میرا جو خرچ ہوا، عمر واداکرت اس نے ادا کر دیا پھر اصل قرض بھی دیدیا تو اب عروزیہ سے کھری کی ذور و صوب والا باوان پانے کا حقدار ہو سجد کی رقم سے پر امید ہی لوٹوں کی خریداری کا حکم۔	۱۲۱	کھری کی ذور و صوب میں میرا جو خرچ ہوا، عمر واداکرت اس نے ادا کر دیا پھر اصل قرض بھی دیدیا تو اب عروزیہ سے کھری کی ذور و صوب والا باوان پانے کا حقدار ہو سجد کی رقم سے پر امید ہی لوٹوں کی خریداری کا حکم۔
۱۲۱	شی واحد بر وقت واحد میں دو مختلف قبضہ خالی ہیں مستقرض اپنی کسی جائداد سے مستقرض کو فائدہ ہو چکا تا چاہے تو مستقرض کو نوکر رکھ لے اور سہول سے زیادہ سا وضع دے مستقرض سے انتفاع کی چند شرعی صورتیں	۱۲۱	کفل الفقیرہ القاصر فی احکام ۱۲۶	۱۲۶	کفل الفقیرہ القاصر فی احکام ۱۲۶
۱۲۱	مستقرض سے انتفاع کی جائز صورتیں	۱۲۱	قرطاس اللہ ص ۱۳۳ تا ۱۳۴	۱۲۶	قرطاس اللہ ص ۱۳۳ تا ۱۳۴
۱۲۱	کمی نے سود روپے کا نوٹ سو سو میں ایک سال کے لیے بچھا عقد جائز ہوا پھر ہینہ بند قیمت دیدے تو صرف ساڑھے بارہ لے سکتا ہے۔ زائد حرام ہوگا۔	۱۲۱	حقیقت نوٹ کا بیان، اور یہ کہ وہ خود مال ہے نہ کہ مال کا ٹکٹ ہے۔	۱۲۸	حقیقت نوٹ کا بیان، اور یہ کہ وہ خود مال ہے نہ کہ مال کا ٹکٹ ہے۔
۱۲۲	نوٹ کے علاوہ کوئی چیز جس کو ادھا کی وجہ سے بازار بھاؤ سے زائد پر بچھا، مشتری وقت سے پہلے دام ادا کر دے تو گذشتہ ایام کی مقدار سے زائد حرام ہے۔	۱۲۲	کلام اللہ میں نوٹ کا جزئیہ	۱۲۸	کلام اللہ میں نوٹ کا جزئیہ
۱۲۲	قرضخواہ کے پاس قرضدار اپنی کوئی چیز امانت رکھے اور اس کی حفاظت و نگرانی کا ماہانہ کچھ مقرر کر دے، مگر یہ خیال رہے کہ اجرت اس چیز کی قیمت سے زائد نہ ہونا چاہیے۔ مستقرض سے انتفاع کی، یہ بھی ایک صورت ہے	۱۲۲	گنگوہی صاحب کا رد	۱۲۹	گنگوہی صاحب کا رد
۱۲۲	دعویٰ رہن سود ہے، سود سے بچنے کے طریقے۔	۱۲۲	نوٹ کی بھاری قیمتوں کا بیان	۱۳۰	نوٹ کی بھاری قیمتوں کا بیان
۱۲۳	سودینا حرام اور ضرورت شرعیہ کے وقت و بنا سناں سود سے بچنے کی سبیل	۱۲۳	مکتوب کی بالیت نہیں ہے۔	۱۳۰	مکتوب کی بالیت نہیں ہے۔
۱۲۳	گورنمنٹ قرض پر جو سناں دے سود سمجھ کر لینا جائز نہیں	۱۲۳	مال کی چار قسمیں اور ان میں قہمی مباحث	۱۳۱	مال کی چار قسمیں اور ان میں قہمی مباحث
۱۲۳	اہل تقویٰ کو اس سے بھی احتراز چاہئے کہ جاں نسیب نہ کریں	۱۲۳	معروضہ عقلی الثامی	۱۳۲	معروضہ عقلی الثامی
۱۲۳	فصل پر بازار بھاؤ سے بین سیر زائد فی روپیہ کے حساب سے چنے کا معاملہ ہوا۔ روپیہ دیدیا اب چنے کے بجائے زائد روپیہ لینا جائز نہیں۔	۱۲۳	تفصیل علی تئویر الالہیہ	۱۳۲	تفصیل علی تئویر الالہیہ
۱۲۳	قانوناً کوئی قرض بے سود نہیں دیا جاسکتا تاں اس کے ذریعہ اصل رخ سود و سہول جو ان حکم شرعی یہ ہے، کہ قرض خواہ اپنی اصل رقم لیکر باقی قرضدار کو واپس کرے۔	۱۲۳	نوٹ مال ہے سند نہیں ہے	۱۳۵	نوٹ مال ہے سند نہیں ہے
۱۲۳	تاں اس کے اخراجات کے برابر سود سے وضع کرنے کے ایک دیوبندی فتوے کی تردید	۱۲۳	نوٹ پر زکوٰۃ ہے	۱۳۵	نوٹ پر زکوٰۃ ہے
۱۲۳	زید کار روپیہ کسی پر باقی تھا عروزیہ نے ضمانت لی، زید کے سوا پر عروزیہ نے انکار کیا، زید نے قاضی کے پاس دعویٰ کیا، اب عروزیہ نے مہلت چاہی۔ اس نے اس شرط پر مہلت دی کہ	۱۲۳	نوٹ ہر سو سکتا ہے	۱۳۶	نوٹ ہر سو سکتا ہے
۱۲۳		۱۲۳	نوٹ کی چوری پر حاکم اسلام ہاتھ کاٹے گا	۱۳۶	نوٹ کی چوری پر حاکم اسلام ہاتھ کاٹے گا
۱۲۳		۱۲۳	نوٹ کا اداوان نوٹ دیا جائے گا	۱۳۶	نوٹ کا اداوان نوٹ دیا جائے گا
۱۲۳		۱۲۳	نوٹ داموں سے بچھا جائز ہے، عمدہ فقہی مسائل و مباحث و تنقیحات	۱۳۶	نوٹ داموں سے بچھا جائز ہے، عمدہ فقہی مسائل و مباحث و تنقیحات
۱۲۳		۱۲۳	مصنف کی تحقیق کہ صحت بیع کے لیے کم سے کم ایک پیسہ کی قیمت ہونا کچھ ضرور نہیں	۱۳۶	مصنف کی تحقیق کہ صحت بیع کے لیے کم سے کم ایک پیسہ کی قیمت ہونا کچھ ضرور نہیں
۱۲۳		۱۲۳	تقوم میں شے کی موجودہ حالت دکھی جاتی ہے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اصل میں کیا تھا۔	۱۳۸	تقوم میں شے کی موجودہ حالت دکھی جاتی ہے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اصل میں کیا تھا۔
۱۲۳		۱۲۳	بایت کے لیے ضروری نہیں کہ وہ چیز ہر جگہ مال سمجھی جائے	۱۳۸	بایت کے لیے ضروری نہیں کہ وہ چیز ہر جگہ مال سمجھی جائے
۱۲۳		۱۲۳	تئویر بر نطف	۱۳۹	تئویر بر نطف
۱۲۳		۱۲۳	آداب مفتی کے بعض فوائد	۱۴۰	آداب مفتی کے بعض فوائد
۱۲۳		۱۲۳	فرض قینہ کا دلیل عقلی سے رد	۱۴۱	فرض قینہ کا دلیل عقلی سے رد
۱۲۳		۱۲۳	مسئلہ قینہ کی ایک توجیہ	۱۴۵	مسئلہ قینہ کی ایک توجیہ
۱۲۳		۱۲۳	نوٹ کو سناں سے بدلنا بیع مطلق ہے	۱۴۶	نوٹ کو سناں سے بدلنا بیع مطلق ہے
۱۲۳		۱۲۳	نوٹ کو قرض دینا جائز ہے، بدلہ میں نوٹ ملیگا	۱۴۶	نوٹ کو قرض دینا جائز ہے، بدلہ میں نوٹ ملیگا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱۶۸	کراہت کے مختلف المخلقات	۱۶۸	روپیہ کے بدلہ میں نوٹ فرض بیچنا جائز ہے	"
۱۶۹	اس امر کی دلائل کی مالیت میں تفاضل کردہ تحریری نہیں ہے	۱۶۹	اس امر کی تحقیق کہ نوٹس کو نقدین سے بدلنا جبکہ ایک	"
۱۷۰	سود سے بچنے کی تدبیر	۱۷۰	ادھار ہو جائز ہے اور قاری ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کے	"
"	"	"	مسئلہ کی تزییف	"
۱۷۱	"	۱۷۱	اس سنی کی تصنیف جو علماء نے جامع صغیر کی عبارت	۱۵۱
"	"	"	سے لکھا اور علامہ شامی نے قاری ہدایہ کی اس سے	"
۱۷۲	"	۱۷۲	تائید کی اور ذخیرہ و بحر وغیرہ پر تفضل	"
۱۷۲	خانہ پر تفضل	۱۷۲	تفضل	۱۵۲
"	بیع عینہ کا بیان	"	"	۱۵۳
"	سود سے بچنے کی تدبیر	"	معرضہ بر علامہ شامی	"
"	"	"	"	۱۵۴
۱۷۳	بیع عینہ کردہ تنزیہی ہے	۱۷۳	علامہ قاری ہدایہ پر تفضلات	۱۵۶
۱۷۴	علم اصول فقہ اور علم حدیث میں مرسل کی تعریفوں میں فرق	۱۷۴	نوٹ میں مسلم جائز ہے	۱۵۷
"	حدیث عینہ کی پرکھ	"	اس مسئلہ کی تحقیق اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی	"
"	مجتہد کا کسی کو سند میں ذکر کرنا اس حدیث کے صحت کی	۱۷۵	نتیجہ	"
"	دلیل ہے	"	فتح القدیر پر تفضل	۱۵۹
خط و ماہیت	سب سے افضل کب کون سا ہے	"	نوٹ کو کم اور زیادہ بیچنا جائز ہے	۱۶۰
"	خرید و فروخت میں کشش کرنا سنت ہے	۱۷۶	مولانا کھنوی کا رد	۱۶۱
"	مالیت میں تفاضل کے کردہ تحریری نہ ہونے کی دوسری دلیل	"	"	"
"	مقدار میں کمی بیشی کی چار صورتیں ہیں اور اختلاف جنس	۱۷۷	"	"
"	کی صورت میں چاروں حلال ہیں	"	"	"
"	مالیت میں تفاضل کے کردہ تحریری نہ ہونے کی تیسری دلیل	"	اموال ملوہ میں مالیت کی کمی بیشی جائز ہے	"
"	چوتھی دلیل	"	کھنوی صاحب کے شبہ کا تین جواب	"
۱۷۷	مالیت میں تفاضل کے کردہ تحریری نہ ہونے کی پانچویں دلیل	۱۷۷	ایک دم کو ۱۲ اشرفی بلکہ ہزار اشرفی کے بدلہ بیچ	۱۶۳
۱۷۸	کردہ تحریری گناہ منیہ ہے اور تنزیہی گناہ نہیں ہے	۱۷۸	سکتے ہیں	"
"	فاضل کھنوی کی لغزش کی طرف اشارہ	"	ایک شبہ کا بیان	۱۶۴
۱۷۹	مالیت میں تفاضل کے کردہ تحریری نہ ہونے کی چھٹی دلیل	۱۷۹	بدوی کا اپنی جنس سے بدلنا جب کم والے نقد کے ساتھ	"
"	ایک پیسہ سو پینس پیسہ کے بدلہ میں بیچنا جائز ہے	"	اور کوئی چیز ہر مسئلہ آخری ہے	"
"	مالیت میں تفاضل کے کردہ تحریری نہ ہونے کی ساتویں دلیل	"	مالیت میں تفاضل کے ساتھ کراہت تنزیہی ہے	"
"	تفضل علی الفتح	"	پہلا جواب	۱۷۵
"	مالیت میں تفاضل کے کردہ نہ ہونے کی آٹھویں دلیل	۱۸۰	دوسرا جواب	"
"	نویں دلیل	"	تیسرا جواب	۱۷۶
"	دسویں دلیل	"	فقہی مطلقاً امام کے قول پر ہے	۱۷۷
۱۸۱	شیخ عبد الحلیم کے کلام کا پہلا جواب	۱۸۱	چوتھا جواب	"

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱۸۱	کسی چیز کا خود واجب ہونا اور بات سے اور دوسری چیز کے لیے واجب ہونا اور بات سے	۲۰۲	اصول فقہ	۱۸۲
۱۸۲	کبھی متحب کو بھی واجب کہتے ہیں دوسرا جواب	۲۰۵	نواہی رد	۱۸۳
۱۸۳	حدیث مسلمانوں کے مسلمان پر چھٹی واجب ہیں	۲۰۶	دسواں رد	۱۸۴
۱۸۴	ہیں واجب سے کیا مراد ہے	۲۰۷	گیارہواں رد	۱۸۵
۱۸۵	شیخ عبدالحامد کے کلام کا تیسرا جواب	۲۰۸	بارہواں رد	۱۸۶
۱۸۶	دولت عثمانیہ کے واقعہ کا ذکر	۲۰۹	تیرہواں رد	۱۸۷
۱۸۷	فاضل لکھنوی کا پانچواں رد	۲۱۰	چودھواں رد	۱۸۸
۱۸۸	پر مزید سات رد	۲۱۱	پندرہواں رد	۱۸۹
۱۸۹	کے دویم کا تیسرا عظیم رد	۲۱۲	سولہواں رد	۱۹۰
۱۹۰	اس امر کا بیان کی مختلف نقد جب مالیت اور چلن میں برابر ہوں، تو اختیار ہے جس میں چاہے قیمت ادا کرے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی جنس یا قدر مختلف ہونے پر ان میں باہم کمی بیشی پر بدلنا مستحب ہے۔	۲۱۳	سترہواں رد	۱۹۱
۱۹۱	چودھواں رد اس امر کے بیان میں کہ فاضل لکھنوی کے قول پر لازم آتا ہے کہ سود حلال ہوا۔	۲۱۴	اٹھارہواں رد	۱۹۲
۱۹۲	پندرہواں رد	۲۱۵	فاضل لکھنوی پر ایک سو بیس رد	۱۹۳
۱۹۳	دس روپے کا نوٹ ۱۲ کے بدلے بنال بھروسہ پر قبضہ بندی سے بچنا جائز ہے سو نہیں ہے۔	۲۱۶	باب الاستحقاق :-	۱۹۴
۱۹۴	قرض ادا کرنے وقت اپنی طرف سے زائد دینا۔	۲۱۷	ہر ترکہ سے زیادہ ہونے پر اور ترکہ ہر میں محبوب ہو گا دیگر ورثہ کا اس میں کوئی حق نہیں۔	۱۹۵
۱۹۵	قرض لینے والے کا قرض خواہ سے قرض خرید لینا۔	۲۱۸	ادائے قرض تقیم ترکہ پر مقدم ہے۔	۱۹۶
۱۹۶	سود سے بچنے کی تدبیریں	۲۱۹	آج کل فتویٰ اس پر ہے کہ خلاف جنس پر بھی قدرت ہوتی اپنے آتے ہوئے حق کے بدلہ اس پر قبضہ جائز ہے	۱۹۷
۱۹۷	ابھی تدبیروں کا قرآن وحدیث سے ثبوت	۲۲۰	مشتی کا خریدی ہوئی زمین پر جدید تعمیر کرنا استحقاق کے منافی نہیں۔	۱۹۸
۱۹۸	حضرت مولانا رشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ کا مسر السفیہ الواہد فی البدال نماطاس	۲۲۱	دوسرے کی زمین پر مکان تعمیر کرنا صاحب تعمیر کو حکم ہو گا کہ اپنی تعمیر بنا کر زمین خالی کرے یا اپنی تراخی سے زمین والا تعمیر کا معاوضہ دیدے	۱۹۹
۱۹۹	الذمما اھد۔ الذمیل المنوط لہا لئلا النوط	۲۲۲	مشتی نے ایک بسوا زمین بائع سے خریدی ناپنے پر زمین کم ثابت ہوئی، مشتری کو اختیار کتنا ہی قیمت پر وہ ناقص زمین لے یا بیع توڑ دے اور اپنی قیمت واپس لے نقصان کا معاوضہ نہیں لے گا	۲۰۰
۲۰۰	گنگوہی کے ایک فتویٰ کا رد	۲۲۳	ارض مبیمہ کا جز حصہ بطور استحقاق نکل جائے تو اتنے حصہ کی قیمت بائع سے وصول کر سکتا ہے۔	۲۰۱
۲۰۱	پہلا رد۔	۲۲۴	سلسلہ استحقاق میں زمین کے بارے میں خشکی یا قحط یا غلغلہ شروع	۲۰۲
۲۰۲	دوسرا رد۔	۲۲۵	دوسرا دسب برابر ہیں	۲۰۳
۲۰۳	تیسرا رد۔	۲۲۶	کپڑا قیمی اور مذروع ہے۔	۲۰۴
۲۰۴	چوتھا رد۔	۲۲۷	بیع میں حرجہ خرچہ بزمہ بائع لگانے کی شرط۔ یا درخت بیع بیع فاسد	۲۰۵
۲۰۵	پانچواں رد۔			
۲۰۶	چھٹا رد۔			
۲۰۷	ساتواں رد۔			

صفحہ	مضمون	متفرقی	صفحہ	مضمون
	دفعہ پر بائع کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔	"		اگر تو کچھ مدت تک بائی رکھنے کی شرط فاسد ہے
	بیع سلم کا ایک اور معاملہ	"		بیع فاسد کا حکم فرغ بیع ہے
	ادھار کی ادھار سے بیع منع ہے۔	"		باب بیع المسلم :-
۲۳۸	اس المال سے زائد لینے کے بارے میں سوال	۲۳۸	۲۳۳	بیع سلم کی بارہ شرطیں کسی ایک کا فقدان اس عقد کو سود اور ناجائز بنا دیتا ہے۔
	بیع سلم کے دو سوال	"		بیع سلم میں بھاد و متین نہیں کیا تو بیع جائز نہیں۔
۲۳۹	بیع سلم میں وقت پر بائع بیعہ زدے کے، تو مشتری بیع کی جنس کی نمبر سے کو بہہ کرے، اور بائع اس سے خرید کر مشتری کو دے اس میں کچھ حرج نہیں۔	۲۳۹	"	گنے کے رس کی بیع رس نکالنے کے پہلے بطور بیع سلم بھی ناجائز ہے
	بیع سلم کی مختلف ناجائز قسموں کا حکم	"	"	بیع سلم میں وقت پر بیعہ زدے کا تو اس کے حساب سے زائد روپیہ لینا سود ہے۔
	بیع قبل القبضہ کی ایک صورت	"	۲۴۵	بیع سلم میں بائع نے وقت پر کچھ دیا کچھ نہ دے کا بقیہ کے لیے فیضی حکم
	ایکھ کی پود ظاہر ہونے، فصل کے تیار ہونے بلکہ رس نکالنے جانے کے وقت آئندہ سال کے رس کی بیعہ ناجائز ہے	"	"	بیع وقت پر منقطع ہو گیا۔ تو مشتری کو صرف یہ اختیار ہے کہ اس المال واپس لے یا آئندہ فصل کے لیے بیع کا انتظار کرے۔
	رس نکلتا شروع ہو گیا تو اپنے ٹھس کے ساتھ جس کے یہاں ابھی رس نہیں نکلتا، اس مدت میں جب تک رس نکلتا رہے گا بیع سلم جائز ہے	"	"	متعاقدین میں سے کسی کو قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں
	ایک جگہ فصل ختم ہو گئی۔ اور دوسری جگہ باقی ہے۔ اور وہ جگہ اتنی دور ہے کہ وہاں سے منگا کر دینے میں سخت مشکل ہو تو ایسی صورت میں بیع سلم جائز نہیں	۲۴۰	۲۳۵	بیع سلم میں ادائے گی کے وقت وہی اوصاف ملحوظ ہوں گے، جس کا ذکر عقد کے وقت ہوا ہو
	بیع سلم کے ایک غلط معاملہ کا بیان	"	"	اینٹ کی بیع سلم کا ذکر
	ایک ایسی بیع کا بیان جو ابتداء وعدہ ہے اور انتہاء تعاطی ہے۔	"	۲۳۶	پیسوں کی بیع سلم کی کچھ ناجائز صورتیں
	فصل پر غلہ یا رس وغیرہ لینے کے لیے الفاظ وعدہ جو پیسہ دیا ہے اس میں وہ قرض ہے جس کے ساتھ انتفاع کی شرط ہے۔	۲۴۱	"	بیع سلم میں میعاد کی تعیین ضروری ہے
	شرط فاسد سے قرض فاسد نہیں ہوتا لیکن اس طرح قرض دینا معصیت ہے۔	"	"	بیع جیسا طے ہوا اس کے خلاف لینا ناجائز نہیں۔
	العروف کا بشرط	"	"	سلم میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں
	سالہ بالا کی ایک ناجائز صورت	"	"	ایک لیے معاملہ کا بیان جس میں قرض و سلم دونوں کا امکان ہے۔
۲۸۲	کسی قول میں دونوں طرف تعین ہو تو جس پر چاہو عمل کرو	۲۸۲	"	بیع سلم کی شرائط سے متعلق
	بیع بشرط فاسد میں شرط متعارف عقد ہو تو فاسد پیدا کرے گی	"	۲۳۷	انفعا و عقد کے لیے ماضی کا مینہ ضروری ہے۔ مستقبل سے عقد نہیں منع ہوتا
	بعد عقد کی شرط میں امام صاحب کے دو قول ہیں	۲۴۲	"	فصل پر جو نرخ ہو یہ عقد فاسد ہے
	عقد بلا شرط ہو۔ اور شرط بطور وعدہ ہو۔ تو وعدہ کی وفا	"	"	صحت سلم کے لیے بیع کی تعیین مقدار ضروری ہے
		"	"	وہ بازار بھاؤ سے کم بڑے بازار سے
		"	"	بارہ شرطوں میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو گئی سلم فاسد ہو جائے گی۔
		"	۲۳۷	دیں گے میں گے کہنے سے عقد نہیں ہوتا۔ یہ صرف وعدہ کا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
	ہندی کے دارم جواز کا سبب انتفاع اسن طریق ہے۔ ہمال کے اس روپیہ رکھنا ہی انتفاع حلال ہے۔ معلوم ہوا۔	۲۴۳	۲۴۳	۲۴۳
	روپیہ کا پیسہ ہونے میں تقابض نہیں شرط نہیں، روپیہ پر قبضہ کافی ہے۔	۲۴۴	۲۴۴	۲۴۴
	ایک روپیہ کا پیسہ کنی ادا کر کے پختہ میں حرام نہیں ہے۔ ایک روپیہ کے آدھے پچھے وصول کے کہ پیسہ کا پختہ جا رہا ہو پیسہ میں پختہ فاسد ہو گیا۔	۲۴۶	۲۴۶	۲۴۶
	مذکورہ بالا سوال بڑا سوال نوٹ کی کم و بیش میں پختہ کا سوال عقد میں طے شدہ قیمت سے کچھ کم لینا جائز ہے۔ جبکہ تراضی طرفین سے ہو۔	۲۴۷	۲۴۷	۲۴۷
	سوئے اور چاندی کی بیخ میں تقابض بدین ضروری ہے آرٹائی کے وقت روپیہ سے اشرفی خرید کر گرانی کے وقت زائد پر بیچا جائز ہے۔	۲۴۸	۲۴۸	۲۴۸
	نوٹ کی بیخ کم و بیش پر جائز ہے اور فرض دیکر ایک پیسہ زائد لینا حرام ہے۔	۲۴۸	۲۴۸	۲۴۸
	روپیہ کو پیسہ کے عوض کم و بیش بیچا جائز ہے ادھار میں کی بیخ کرنا خلاف اولیٰ ہے۔	۲۴۸	۲۴۸	۲۴۸
قرض	قرض دینے سے اعراض خلاف اولیٰ ہے نوٹ قرض دیکر ایک پیسہ زائد لینا حرام ہے بیخ کی صورت میں کم و بیش، نقد و ادھار ہر طرح جائز ہے۔	۲۴۸	۲۴۸	۲۴۸
	نوٹ چاندی کا عین نہیں۔ ورنہ دس کا نوٹ دس روپیہ میں بیچنا رہا ہوگا۔	۲۴۸	۲۴۸	۲۴۸
	شرع نے رہا میں مالیت کا لحاظ نہیں رکھا ہے وزن اور کیں میں برابری کا حکم دیا ہے۔	۲۴۸	۲۴۸	۲۴۸
	نوٹ اگر عین چاندی ہو تو عین سوزا نہ ہوگا اور نوٹ کی بیخ ہونے کے ساتھ متفاضلاً جائز ہوگی۔	۲۴۹	۲۴۹	۲۴۹
	ایک روپیہ دو اشرفی کے بدلہ بیچنا جائز ہے نتیجہ القدر کا جز یہ ایک کاغذ ہزار روپے میں بیخ سکتے ہیں چاندی کا روپیہ پیسوں سے۔ اور پیسے کاغذ فصل پر بیخ سلم ہے۔ اس کی شرائط دو کار ہیں۔	۲۴۹	۲۴۹	۲۴۹
	روپیہ اور فلوس میں اگر فلوس بھی کچھ چاندی کے ہوں تو ادھار ناجائز ہے گا۔	۲۴۹	۲۴۹	۲۴۹
	پختہ ہو سکتا ہے۔ نقد کے علاوہ تمام ایسے فرضے جو زمین پر سادی نقد رو چھوٹ کے ہوں اول بدل ہو کر ساتھ ہر جائے ہیں۔ مطلوبہ کی بیخ قبضہ سے پہلے لینے کے اٹھ فاسد ہے بیخ کی ایک فاسد صورت کا سوال ۱۔ باب الاستغناء ۱۔	۲۴۳	۲۴۳	۲۴۳
	استغناء میں بھی نقد و ادھار ایک ہی صفحہ میں ناجائز ہے عقد فاسد گناہ اور گناہ کا ازالہ فرض ہے استغناء کی توہین اور اس کے فرائض استغناء ایک ہی صفحہ سے کم میں ہوگا۔ زائد کی شرط لگا دی جائے تو یہ عقد صحیح مسلم ہو جائے گا۔	۲۴۴	۲۴۴	۲۴۴
	استغناء حقیقتہً بیخ ہے استغناء میں مفقود حکم عین ہے عمل نہیں ہے مصدقہ کہیں موجود کے حکم میں ہو جاتا ہے	۲۴۴	۲۴۴	۲۴۴
	زید کے دوست نے سرمہ لگا یا اور زید نے سرمہ بنانے والے کی ترغیب سے سرمہ بیکر بیچ دیا۔ سرمہ والا زید سے نقا فدا کر سکتا ہے۔	۲۴۵	۲۴۵	۲۴۵
	بیخ میں حقوق وکیل کی طرف راجع ہوتے ہیں اور نکاح میں زوجین کی طرف بیخ کے کھنے سے خریدنا بیخ کی طرف سے خریدنا نہیں ہوگا :- باب الصرف :-	۲۴۵	۲۴۵	۲۴۵
	نوٹ کی کم و بیش بیخ سے متعلق سوال نوٹ ایک نوپیدا چیز ہے فقہا معنی کے زائد میں اس کا وجود نہ تھا۔	۲۴۵	۲۴۵	۲۴۵
	نظر فقہی میں نوٹ کی کم و بیش سے بیخ جائز معلوم ہوتی ہے۔ حرمت رہا کی علت انحاء قد و جنس ہے۔	۲۴۵	۲۴۵	۲۴۵
	نوٹ کیل ہے نہ موزوں اور یہ چاندی کی جنس بھی نہیں اس لیے اس کی بیخ میں اتحاد قد و جنس مفقود ہے ایک قبضہ کا ازالہ	۲۴۵	۲۴۵	۲۴۵
	نوٹ دراصل ثمن اصطلاحی ہے۔ تو یہ حقیقتہً ثمن نہ ہوگا نوٹ کی طرح پیسہ بھی ثمن اصطلاحی ہے۔ فلوس کی بیخ کم و بیش جائز ہونے کا جز یہ	۲۴۶	۲۴۶	۲۴۶
	جو چیز اصطلاحی ثمن جو متعاقدین کی اصطلاحی جہد یا اس کو سامان قرار دے سکتی ہے۔ قرض کے طور پر ناناوے دیکر سولنا سو دے	۲۴۶	۲۴۶	۲۴۶

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۲۴۹	نوٹ کی بیع کا سوال	۲۵۳	نمن کی بیع میں اختلاف جس کی صورت میں ایک طرف قبضہ ضروری ہے۔	
"	عرفی تعین اور نمن اصطلاحی ہونا ماقدین پر کمی و بیشی کو حرام نہیں کرتا۔	"	نانہ کے دوپیسے جن کا وزن کم و بیش ہو۔	
"	پیسے اور روپیے میں کمی و بیشی حلال ہے۔	"	ان کا باہم تبادلہ جائز نہیں۔	
"	روپیہ اور اٹھرنی میں کمی و بیشی حلال ہے۔	"	اس مسئلہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول اقرب الی الصواب ہے۔	
۲۵۰	جس طرح عام اشیاء کی قیمت کا اندازہ روپیہ سے کرنے سے وہ روپیہ پانچویں نہیں ہوتا، اسی طرح نمن اصطلاحی بھی ہے۔	"	ایک دوپیسے کی بیع کو حققتین اور حققتین پر قیاس کرنا ضعیف ہے	
"	اٹھرنی کا اندازہ بھی روپیہ سے کیا جاتا ہے۔	"	زید نے عمر کے ہاتھ نوٹ ادھا دیا۔ نوٹ پر عمر نے قبضہ کر لیا۔ پھر حجب ادا کا وقت آیا عمر نے نوٹ لاکر زید سے روپیہ لیا اور زید ہی کو ادا کر دیا جائز ہے۔	
"	حلت رہا اتحاد و قدر و جنس ہے۔	"	ہاں جس نوٹ کو عمر نے زید سے خریدا تھا بعینہ وہی لاکر زید سے کم روپیہ پر بدلا تو جائز نہیں۔	
"	کمی و بیشی حرام ہونے کی صورت میں وزن کی یکسانیت ضروری ہے، البتہ کمی نہیں۔	۲۵۲	اس مسئلہ پر الاثمان لاقعین سے شبہ اور اس کا جواب یہاں بیع و شراہ کی حرمت کا مدار جن کا پہلے ٹک تھا «دوبارہ اسی کا عقد کرنا ہے»	
"	پانچویں سے چاندی کی بیع میں رومی اور جید نہیں دیکھا جائے گا۔	"	نوٹ کو دوبارہ کم دام پر بیچنے کی حرمت کا مدار بیع عالم بعینہ ہے۔	
"	ایک کاغذ ہزار روپیہ کو بیچ سکتے ہیں۔ یہ نوٹ کا صریح جزیرہ ہے۔	۲۵۴	نمن خواہ خلقی ہو خواہ اصطلاحی، عقود میں متعین نہیں ہوتے ملک میں متعین ہوتے ہیں۔	
"	نوٹ چاندی کا عین ہو تو دس کی نوٹ دس روپیہ میں بیچنا برا ہوگا۔ کم وزن میں غیر معمولی تفاوت ہے۔	"	و دلالت میں اسی روپیہ کا باقی رکھنا ضروری ہے۔	اہانت
۲۵۰	نوٹ بیک وقت چاندی اور سونے دونوں کا عین نہیں ہو سکتا۔	"	زید نے عمر کے ہاتھ ایک ہزار کا نوٹ گیارہ سو میں آٹھ ماہ کے وعدہ پر بیچا، اور نمسک لکھوایا پھر بکر کو وہ نمسک دیدیا کہ تم روپیہ وصول کرو زید نے بکائے گیارہ سو روپیہ کے گیا سو کے نوٹ دے دئے، زید نے بکر کو اپنا وکیل بنایا ہوا گیا رہ سو کا بکر کو ایک بنا دیا ہوا تو جائز ہے۔ اور صرف قاصد بنا یا ہوا تو ناجائز ہے۔	
"	بطور قرض دس کا نوٹ دیکر بارہ لینا حرام اور سودی کا فروں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ سود اور بیع میں کیا فرق ہے۔	"	اور جواز کی صورت میں بعینہ وہی نوٹ سولہ کر واپس کرنا بھی جائز۔	
"	نوٹ کی بیع کی ویشی اور ادھا دونوں طرح جائز ہے۔ البتہ بطور قرض دیکر زیادہ لینا حرام ہے۔	"	کتب فقہ سے مسئلہ کی جزئیات	
"	استنزاق بے قبضہ کچھ نہیں، اور قبضہ کے بعد رہن ہے اس سے انتفاع حرام ہے۔	۲۵۴	حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک وہم کا بیان بکر کے کلام کی تفسیر تفسیر	
"	ایک پیسے کی دوپیسے کے بدلے بیع کا بیان نوٹ کی بیع کا حکم	۲۵۵	فقہ کرچی کے کلام کی تفسیر و توجیہ	
۲۵۲	نوٹ کی بیع کی بیشی سے جائز البتہ قرض فروخت کرنا	"	بیع انکلا بی انکلا کی ایک صورت اور اس کے جواز کا پہلو۔	
"	مگر وہ ہے بیع بھی مشروطاً فاسدہ سے فاسدہ ہوگی۔			
"	نوٹ کی بیع کا حکم			
۲۵۲	ایک روپیہ کے پیسے نصف آج اور نصف کل لینے کا حکم			

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۲۵۳	بیع موقوف متناقدین۔ یا عاقلہ کے انتقال سے باطل ہو جاتی ہے۔		کلابو میں سونے کا صرف رنگ ہوتا ہے اعتبار اس کا ہے کہ گلانے سے یا عذر ہو جائے۔	
"	بیع موقوف کو مالک کے درجہ جائز نہیں کر سکتے۔	"	کلابو کو چاندی کے ساتھ نہیں تو تامل اور تقابض دونوں ضروری ہیں۔	
"	بیع تجزیہ میں دیانتہ مشتری کو چاہیے کہ اس بیع کا فرض ہونا ظاہر کر دے۔	"	سویئے کلابو بیچنے کی صورت میں تفاضل جائز اور تقابض فی الحال ضروری ہے۔	
۲۶۰	ہبہ میں عدم مانع کی صورت میں اختیار رجوع ہوتا ہے۔	۲۶۰	چاندی کی مخلوط چاندی کے ساتھ بیچنے کا حکم اللہ تعالیٰ جب گنکاروں کا رزق نہیں بند کرتا تو شریعت پر عمل کرنے والوں کا رزق کیسے بند کر لگا	۲۵۶
"	ہبہ سے بھی بیع تجزیہ کا فرض ختم ہو سکتا ہے۔	"	کلابو کی جائز بیع کا آسان طریقہ	"
"	بیع تجزیہ کا ثبوت گواہی یا اقرار سے ہو جائے۔ تو مشتری بیع کا مالک نہ ہوگا۔	"	بیع صرف کی تعریف	"
	باب بیع الوفاء		خلقی وغیر خلقی اثمان کی بیع کے وقت ایک طرف سے قبضہ ضروری ہے۔	"
۲۶۰	بیع وفاء حقیقت میں رہن ہے	۲۶۰	عین کو دین کے بدلے بیچا جا سکتا ہے	۲۵۶
حضرات	ذی اعتبار اہل فتویٰ کے فتویٰ کے ظاہر ہو جانے کے بعد غیر معینوں کے بلا دلیل اختلاف کا اعتبار نہیں	"	ادب کو گیسوں یا روپیے کے بدلے بیچا تو اس کے بجائے اور چیز بھی لے سکتے ہیں۔	"
"	بیع وفاء میں آٹھ قول ہیں، اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ یہ دین ہے جو عرفاً مہود ہو وہ شرعاً مہود ہے	"	ہبہ اجرة، ضمان، بدل، خلق، عتیق، مال، مورث، اور موصلی بہ سب کا یہی حکم ہے۔	"
اصول فقہ	بیع وفاء کی تشریح	۲۶۱	قیمت کو روپیے سے بدلنے کی صورت میں پورا روپیہ ہی مجلس میں دینا ضروری ہے، ورنہ ادا دھار کی بیع ادھار سے ہو جائے گی۔	۲۵۷
"	بیع وفاء کا حکم	"	بیع فلوس بالدرہم بیع صرف نہیں ہے۔	"
"	بیع کب قطعی ہے اور کب بیع وفاء ہے۔ اور ہر ایک کا حکم :-	"	فلوس جب تک رائج ہوں فن اصطلاحی ہیں رواج ختم ہو جانے پر سامان کے حکم میں ہیں۔	"
"	۱۔ بیع متضارقات البیع :-	"	روپیہ فلوس سے بدلیں تو ابدال بدلیں کا قبضہ ضروری ہے	"
"	۲۔ اشامپ کی بیع کراہت سے خالی نہیں۔	"	مذکورہ بالا صورت میں ایک جانب سے تقابض کی شرط اکثر	"
"	۳۔ جائداد مہیبہ کی آمدنی ناجائز ہے	۲۶۲	کا قول ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔	"
فوائد فقہیہ	خدمت محضہ اور خدمت محلل بالفرض میں فرق کا بیان اور دونوں کا حکم	"	مسیبوت اور چاہے صغیر کی عبادتوں سے دفع تداخ علامہ شامی پر تفضل۔	۲۵۸
"	وعدہ توڑنے پر آدمی گنگار ہوتا ہے۔ مگر ایفائے وعدہ پر شرع کی جانب سے جبر نہیں	"	مذہب راجح پر بیع فلوس بالدرہم میں ایک ہی جانب کا قبضہ کافی ہے۔	"
"	گھٹا توڑ کا حکم	۲۶۲	کفل الفقہ الفہم کی تصدیق۔	۲۵۹
خطروا بحت	کتاب الکفالت :-	۲۶۳	باب بیع التجزیہ	"
"	۱۔ میں عموماً قرض ادا کر دوں گا یہ وعدہ ہے اس سے کفالت ثابت نہیں ہوتی۔	"	بیع تجزیہ کی تعریف اور اس کا حکم	"
"	۲۔ فرض خواہ نے کہا عجز بری ہوا میں تجھ سے لوں گا، اور کفیل خاموش رہا۔ اس سے بھی زیادہ سے زیادہ وعدہ ثابت ہوتا ہے۔	"	کبھی دفع ہوتی بیع ہی ہوتا ہے	"
"	۳۔ کفالت کے لیے التزام کے الفاظ جیسے کفالت، ضمانت، عسی، ای ضروری ہے۔	"		"
"	۴۔ وعدہ جب تعلق کی صورت میں ہو جیسے زید نودے گا	"		"

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۱	اذا فاق الشرط فان الشرط وقاعدہ کلیہ ہے	۲۶۱	نہیں دوں گا لا لازم ہو جاتا ہے۔	۲۶۱	اصل کو مطالبہ سے بری کرنا کہیں کو بری نہ کرے گا۔
۲۶۲	ظاہر الروایہ کے مطابق کفالت میں جو اہل بیت کا غایت مذکور نہ ہوں۔ تو کفالت ادا نہیں ہوگی۔ بعد شریعت ہونے سے تابع نہیں ہوتا۔ اور مقبول ہوتا۔ اور مقبول ہوتا۔ اور تابع ہی تحقق نہیں ہوتا۔	۲۶۲	کفالت بالانفس سے کفالت بالمال کا ایک سوال	۲۶۲	اب اصل قرین سے بری کرنا کہیں مطالبہ سے ہی بری ہوگا۔
۲۶۳	کفالت بالمال جب کفالت بالانفس کی تابع ہوتی ہے	۲۶۳	کفالت بالانفس سے کفالت بالمال کا ایک سوال	۲۶۳	کفالت بالانفس سے کفالت بالمال کا ایک سوال
۲۶۴	مجلس کفالت میں ایجاب و قبول دونوں ہذا کن کفالت ہے۔ تو کفالت لاکہ فہرہ ضروری بھی کفالت کو باطل کر دے گی	۲۶۴	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۶۴	کسی نے یہ کہا کہ ۱۸ تا ۱۹ تک نفل کا ضامن ہوں۔ تو ظاہر الروایہ سے ہے کہ ۱۸ تا ۱۹ تک کے بعد بھی ضمانت ہوتی ہے اور اگر نفل تا ۱۸ تک سے نفل تا ۱۹ تک تک تو بعد والی تاریخ کو ضمانت منہی ہوگی۔
۲۶۵	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۶۵	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۶۵	آج کل کا عرف یہ ہے کہ دونوں میں فرق نہیں اور ان دونوں صورتوں کا مطلب ہی لیتے ہیں کہ اس تاریخ کے بعد ضمانت ختم ہوگی
۲۶۶	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۶۶	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۶۶	فتویٰ عرف پر ہوتا ہے
۲۶۷	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۶۷	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۶۷	جو مال زیادہ کو نہ جانے جاہل ہے
۲۶۸	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۶۸	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۶۸	۱۸ تا ۱۹ تک ضامن ہوں، بھاگ گیا تو مطالبہ میں دوگنا اگر ۱۸ تا ۱۹ تک کے اندر بھاگ گیا مطالبہ دینا ہوگا۔
۲۶۹	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۶۹	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۶۹	دو بارہ مفصل سوال
۲۷۰	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۰	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۰	۱۸ تا ۱۹ تک میں مدعا علیہ کا حاضر ضامن ہوں۔ اگر بھاگ گئے مطالبہ مدعیہ کا میں ذمہ دار ہوں، اور مطالبہ کی ضمانت کو مدعیہ یا مدعی کے دس نے قبول نہ کیا تو نہ مال کے مطالبہ کا حق نہ ۱۸ کے بعد نفس کی ضمانت باقی
۲۷۱	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۱	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۱	کفالت بالانفس میں عرف حال یہی ہے کہ تاریخ انتہا کے بعد کفالت ختم ہے۔
۲۷۲	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۲	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۲	کفالت بالانفس میں عرف حال یہی ہے کہ تاریخ انتہا کے بعد کفالت ختم ہے۔
۲۷۳	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۳	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۳	کفالت بالانفس میں عرف حال یہی ہے کہ تاریخ انتہا کے بعد کفالت ختم ہے۔
۲۷۴	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۴	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۴	کفالت بالانفس میں عرف حال یہی ہے کہ تاریخ انتہا کے بعد کفالت ختم ہے۔
۲۷۵	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۵	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۵	کفالت بالانفس میں عرف حال یہی ہے کہ تاریخ انتہا کے بعد کفالت ختم ہے۔
۲۷۶	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۶	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۶	کفالت بالانفس میں عرف حال یہی ہے کہ تاریخ انتہا کے بعد کفالت ختم ہے۔
۲۷۷	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۷	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۷	کفالت بالانفس میں عرف حال یہی ہے کہ تاریخ انتہا کے بعد کفالت ختم ہے۔
۲۷۸	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۸	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۸	کفالت بالانفس میں عرف حال یہی ہے کہ تاریخ انتہا کے بعد کفالت ختم ہے۔
۲۷۹	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۹	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۷۹	کفالت بالانفس میں عرف حال یہی ہے کہ تاریخ انتہا کے بعد کفالت ختم ہے۔
۲۸۰	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۸۰	مجلس کفالت میں ایجاب میں نہ ہو۔ مگر اطلاع کے بعد کفالت قبول کرے پھر بھی کفالت باطل ہے۔	۲۸۰	کفالت بالانفس میں عرف حال یہی ہے کہ تاریخ انتہا کے بعد کفالت ختم ہے۔

صفحہ	مضمون	متفرق	صفحہ	مضمون	متفرق
۲۷۱	سات گواہوں میں ۲۰ وجوہ نقائص کا تفصیلی بیان				
۲۷۲	اصل حکم کی گواہی نامقبول اور کفالت بالمال شاقط	نقض			
	شہادت اور دعویٰ میں مطابقت ضروری ہے اختلاف کی صورت میں گواہی نامقبول ہوتی ہے	"			
	ظاہر مدعا علیہ کو مفید ہوتا ہے مدعی کو نہیں	"			
۲۷۳	کفالت کی ایک غیر شرعی صورت سے سوال				
	کفالت بالمال شرعاً جائز ہے				
	کفالت بالمال کی تعریف				
	کفالت بالمال میں ایک ہی مطالبہ دائن اور کفیل دونوں پر ہوتا ہے۔				
	کفالت بانفس کے الفاظ کفالت بنفسہ علی رانی				
	کفالت بالمال کے الفاظ کفالت بمالک علیہ بما یزید مالک فیہ ایضاً				
	کسی جائیداد کو مال میں کنقول کرنا کہ جائیداد قبضہ مالک میں رہتی ہے، مگر مالک کو اس میں سے وہیہ وغیرہ تصرفات سے روک دیتے ہیں تاکہ دائن اس سے اپنا مطالبہ وصول کر سکے یہ سب				
۲۷۴	غیر شرعی طریقہ ہے۔				
	شرع نے توہین دین کے دو طریقے مقرر فرمائے کفالت اور رہن۔				
	رہن کے لیے شے رہون پر رہن کا قبضہ ضروری ہے				
۲۷۵	کفالت کے لیے آدمی کا ہونا ضروری ہے، جائیداد کفیل نہیں ہو سکتی۔				
	جائیداد کا استحقاق اکثر اپنے فرض میں ہوتا ہے۔ کوئی شخص خود اپنا کفیل نہیں ہو سکتا۔				
	جائیدادوں پر کوئی ذمہ داری نہیں۔				
	ذمہ کے لغوی معنی ہند کے اور شرعاً وہ عہد جو بندے اور خدا کے درمیان ہوا۔ یا وہ وصفت جس سے آدمی بکالت ہو۔				
	کفالت میں پانچ اہم کی نشاندہی،				
	جائیداد کے منقول کرنے کا رد اور دلائل کی تفصیل۔				
	کفالت کا مقصد حجج عن التصرفات نہیں				
۲۷۵	اگر اس طرح شرط کی کہ میں اس مکان کی قیمت سے زر کفالت				
	ادا کروں گا تب بھی گھر کا بیجا ضروری نہیں۔				
	جائیداد منقولہ کا دعویٰ شرعاً قابل سماعت نہیں				
	نہ ہیر کی خواہش کے بغیر عمرنے اس کی کفالت کی اور زر کفالت				
	ادا کر دیا۔ تو زید سے وہ رقم پانے کا حق دار نہیں۔				
	کفالت میں کفیل مطلوب سے مطالبہ وصول کرنے کا حق مجاز ہوگا، کہ اس کے کہنے سے کفالت کی ہو یا مجلس ایجاب میں اس نے رضا ظاہر کر رکھی ہو، ورنہ نہیں۔				
	اگر طالب و مطلوب دونوں موجود ہوں اور کفیل نے ان خود کفالت کا ایجاب کیا، اگر پہلے مطلوب نے رضا ظاہر کی، مطالبہ وصول کرنے کا کفیل مجاز ہوگا اور طالب نے پہلے منظوری دیدی تو نہیں۔				
	ادھر والا مسلک طیفین کا ہے، مفتی بہ قول پر کفالت صرف کفیل کے قول سے تام ہو جاتی ہے،				
۲۷۵	البتہ رجوع مطالبہ کا حق مطلوب کے امر پر مبنی ہوگا				
۲۷۶	ایسی کفالت جن میں مکان کنقول کیا جائے، مدیوں کے امر سے ہوتی بھی کفیل کو رجوع کا حق نہیں۔				
	جو آدمی اس خیال سے کسی کو کچھ دے کہ یہ مجھ پر اس کا حق ہے تو خیال غلط ثابت ہونے پر اس کو واپس لے سکتا ہے۔				
	کفالت حجج و شرعی با مر دیوں ہوا اور کفیل نے اس میں جائیداد فرق ہونے سے پکانے کے لیے، نقد سے مطالبہ پورا کر دیا۔ تو				
	مدیوں سے مطالبہ لے سکتا ہے۔				
	کفالت بالمال بل شہیدہ شرعاً جائز ہے۔				
	نا جائز سٹالبنوں کی کفالت بھی صحیح ہے۔				
۲۷۷	دیہات کی راجح مستاجر یا جائز ہے۔ مگر اس کی کفالت ہو				
	سکتی ہے۔				
	مطلوب کے حکم سے کفالت ہو، تو کفیل ادا کے بعد مطلوب سے مطالبہ وصول کر سکتا ہے۔				
	جائیداد کا دین میں کنقول کرنا شرعاً کچھ نہیں، ایسی جائیداد کا				
	ہیب ہو سکتا ہے۔				
۲۷۷	مستغرق جائیداد کے ہیب میں یہ شرط لگانا کہ مطالبہ کی ادائیگی				
	موجود ہونے کے ذمہ ہے۔ شرط فاسدہ ہے، لیکن شرط فاسدہ سے ہیب فاسدہ نہیں ہوتا				
	کفالت کی دو تعریفیں اور راجح کا بیان۔				
	مطالبہ موجود اور متوقع دونوں کی کفالت ہو سکتی ہے۔				
	بعض ہائیں تعالیٰ سے بھی جائز ہو جاتی ہیں۔				
۲۷۸	کفالت میں مطالبہ ذمہ پر رہتا، کفیل کی جائیداد ملت ہو جائے				
	تب بھی کفیل مطالبہ سے ہیری نہیں ہوتا۔				

صفحہ	مضمون	متفرق	صفحہ	مضمون	متفرق
۲۷۸	رہن میں مطالبہ مرصوں پر ہوتا ہے۔ وہ ملن ہوتا تھا		۲۸۴	نہ دے	"
"	ہی دین ساقط ہو جائے گا		۲۸۵	بہا جن سے سودی قرض مجبور کیا۔ اصل قرض کسی دوسرے	"
"	ٹھیک مرہوں کی قیمت قبضہ کے دن کی لگائی جائے گی		"	بہا جن کو دیگر اپنا قرض اس بہا جن پر حوالہ کرنا جائز ہے	"
"	رہن دین واجب و ظاہر میں ہوتی ہے		"	معصیت سے بچنے کی جدوجہد کرنا لازم ہے	"
"	دیوں کی جائداد دین سے مستزق ہوتی ہے دیوں	کتاب ابو	۲۸۶	حوالہ کی تعریف، حوالہ میں اصل قرض دار دین سے بری ہو	خطروا بات
"	اپنی جائداد میں تصرف سے شرعاً روکا نہیں جاسکتا۔	"	"	جائز ہے۔	"
"	قاضی کے حجر کے بعد بھی اس کو تصرف کا حق رہتا ہے	"	"	حوالہ کے بعد اصل قرض دار سے معافی نہیں ہو سکتی۔	"
۲۷۸	ماجین کے نزدیک تیدیوں مستزق المدین	حجر	"	حوالہ کے بعد اصل قرض دار اپنی کوئی چیز دین کے بدلے رہن	"
"	تفصائے قاضی کے بعد بشرط اطلاع اپنے موجودہ احوال	"	"	رکھے صحیح نہیں۔	"
"	میں بعض تصرفات سے ممنوع ہوگا۔	"	"	حوالہ کے بعد رہا رہن واپس لے لیگا	"
۲۷۹	جائداد مستزقہ کے موبوب لاکو یہ پابندی لگانا کہ	بہ	"	تجارت علیہ حوالہ کا انکار کر کے مفلس درجائے تو حوالہ باطل	"
"	جائداد پر جو تاوان آئے۔ یہ ادا کرے، شرط فاسدہ ہے	"	"	ہو کر دین اصل پر لوٹ آتا ہے، اس قول کی تفسیر مروی ہے	"
"	لیکن مہ پر اس سے اثر نہیں پڑے گا	"	۲۸۹	اپنے قرض کی وصولی کے لیے کسی کو وکیل بنانا۔ اور اس پر	"
"	شرط الا یقتضی العقد اور بالقتضی العقد کی تشریح	بیعہ فاسدہ	"	تصرف کا اختیار دینا جائز ہے۔	"
"	ہبہ صدقہ، کتاب، سب کا یہی حکم ہے	جات الایمان	"	حوالہ اور ادھار دام زیادہ لینے کا ملاحظہ مسئلہ	"
"	جائداد کفولہ پر شرعاً کوئی حق قائم نہیں ہوتا اس کو	"	"	حوالہ اور بعض ادھار اور بعض کا مسئلہ	"
"	قبول کرنا احوال کو قبول کرنا ہے	"	۲۸۹	ہنڈی کی تعریف	"
"	ایسے امور مستقل قبول کرنے سے بھی لازم نہیں ہوتے۔	"	"	ہنڈی کے بجائے نوٹ کی بیع پھر اس کے ثمن کا حوالہ،	"
"	دیات کا ٹھیکہ جن میں زمین اجارہ فراہم میں رہتی	"	"	ایک عمدہ طریقہ ہے جس سے ہنڈی کا فائدہ بھی حاصل	"
"	ہے۔ اور توفیر ٹھیکہ پر دیجاتی ہے۔ قطعاً باطل ہے	"	"	ہوتا ہے	"
۲۸۰	نا جائز مطالبہ جس پر جبر ہو اس کی کفالت ہو سکتی ہے	"	"	خود عقد بیع میں قیمت نکالنا شہر میں ادا کرنے کی شرط لگائی	"
"	کفالت کا رکن ایجاب و قبول دونوں ہیں۔ اور ان	"	"	تو عقد فاسد ہو جائے گا۔	"
"	کا مجلس کفالت میں ہونا ضروری ہے۔	"	۲۹۰	ہنڈی کا معاملہ اہل حرب سے ہونا جائز ہے۔	"
"	فتویٰ تحت ہوتو قول امام پر عمل واجب ہے	پر ہفتی	"	بہ کتاب الشہادۃ	"
"	چنبی کفالت قبول کرے، تو کفولہ کی اجازت پر ہوتی	"	۲۹۱	شہادت کی تعریف، اور اس کے قبول کی شرائط کا بیان	"
"	ہوگی۔	"	"	شرائط شہادت کے اقسام کا سوال	"
۲۸۱	خوش دامن کے نفع کا ذمہ، ایک احسان کا وعدہ ہے	"	۲۹۲	آج کل جہالت شائع ہے اس لیے تمام شرائط شہادت	"
"	جس پر جبر نہیں کیا جاسکتا	"	"	کا اجتماع ملتا ہے	"
"	ایسے وعدہ کی ضمانت بھی باطل ہے	"	"	شہود پر زمین یا دار ہو تو کم از کم تین عدوں کا ذکر واجب ہے،	"
"	کفالت کی شرط ہے کہ مطالبہ اصل پر لازم ہو	"	"	جائداد غیر منقولہ کی تعین اشارہ سے بھی ہو سکتی ہے	"
"	اخلاقاً الفاعل وعدہ کرنا چاہئے	پر وید	"	صاحبین کے نزدیک گھر شہور و متعین ہو تو صرف نام سے	"
۲۸۲	سوال کے اختلاف سے جواب میں اختلاف ہوتا ہے	در متفق	"	بھی شہادت ہو سکتی ہے۔	"
۲۸۳	جس کی ذمہ داری سال پر ہے	"	۲۹۲	قاضی مطلق اور قاضی مقید کا بیان مجتہد فیہ میں قاضی مطلق	"
"	متفق کو معلوم ہو کہ سال نے غلط سوال کیا ہے تو جواب	"	"		"

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	
۲۹۲	جن پہلو کا فیصلہ کرے نافذ ہوگا اگر گواہ کہیں کہ میں حدود کا نام نہیں معلوم تو قاضی اپنے دو راہین ان کے ساتھ لگا دے گا کہ ہونے پر اشارہ سے حدود متعین کر دیں پھر اس کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا اشیاے مشہورہ کے بارے میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف	۲۹۲	قاضی نے گواہوں کا تذکیہ کر لیا ہوتا ہے بھی تذکیہ کی درخواست ناقابل قبول ہوگی۔ مروءت بائع سوال تذکیہ نہیں۔ شوہر نے ہر کے عوض جائداد دی۔ عورت نے قبضہ کیا گواہوں کے بیان سے یہ ثابت ہوا۔ اس کے بعد ہر کے مقدار کا جاننا ضروری نہیں۔	۲۹۲	قضاء	قضاء
۲۹۳	جامع فقہین کی بحث قول منقول فی المذہب کے ظن امام ابن حمام کی بحث مقبول نہیں امام ابن حمام درجہ اجتناد کو پہنچے ہوئے تھے صاحب جامع الفصولین کی بحث کا منشاء اور ان کے قیاس مع الفارق کا اظہار	۲۹۳	ابن امر کا بیان کہ گواہوں کا بیس کی قیمت بیان کن کہاں ضروری ہے اور کہاں ضروری نہیں حقوق کے ثبوت کے لیے دو عادل گواہ ضروری ہیں نکاح کی گواہی سماع کی بنیاد پر بھی دی جا سکتی ہے۔ مرد و زن کا عرصہ و سزا تک میاں بیوی کی طرح رہنا نکاح کی علامت مثبتہ سے ہے شوہر کا اقربا بھی مثبت نکاح ہے یہ بالوضو مشاع اور مشترک اشیا بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بیع کی طرح ہے۔	۲۹۳	اصول فقہ	اصول فقہ
۲۹۳	مشہور ذلہ اور علیہ کی بھی تعین ضروری ہے دفع اشتباہ کی صورت میں نام و لقب کافی ہے ورنہ باپ کا نام اور امام صاحب کے نزدیک داد کا نام ضروری ہے عورت کے لیے شوہر کا نام کافی ہے۔	۲۹۳	مرد و زن کا عرصہ و سزا تک میاں بیوی کی طرح رہنا نکاح کی علامت مثبتہ سے ہے شوہر کا اقربا بھی مثبت نکاح ہے یہ بالوضو مشاع اور مشترک اشیا بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بیع کی طرح ہے۔ غلام آزاد کو ملا کر بیچا تو بیع باطل ہے اور اپنے غلام اور دوسرے کے غلام کو ملا کر بیچا، تو اس کے غلام میں بیع نافذ ہوگی طلاق کے متعدد گواہوں کا بیان ان دس چیزوں کا بیان جن میں شہادت کے لیے حضور اور شاہدہ ضروری نہیں۔ کس کی گواہی کس کے حق میں مقبول نہیں۔ طلاق کی گواہی صرف سنکر دی تو مقبول نہیں ایک مرد ایک عورت کے گواہی سے بھی طلاق ثابت نہیں ہوتی اس عورت کا حکم جو گواہی سے طلاق ثابت نہ کر سکی مگر شوہر نے حقیقتہً طلاق دی ہے۔	۲۹۳	اصول فقہ	اصول فقہ
۲۹۳	مسئلہ کے جزئیات کا ذکر لفظاً اشھداً بلفظ المضارع رکن شہادت ہے۔ شروع شہادت سے پہلے لفظ اشھد باللہ (قسم خدا کی) میں بیج کہوں گا۔ کہلانا ہرگز کافی نہیں یہ طعن ہے لفظ شہادت کا کلام شہادت پر داخل ہونا ضروری ہے۔ گواہوں سے طعن لینا شرعاً جائز نہیں۔ گواہ بھوٹ ہوئے تو اس کی ہلاکت ہوگی	۲۹۳	ان دس چیزوں کا بیان جن میں شہادت کے لیے حضور اور شاہدہ ضروری نہیں۔ کس کی گواہی کس کے حق میں مقبول نہیں۔ طلاق کی گواہی صرف سنکر دی تو مقبول نہیں ایک مرد ایک عورت کے گواہی سے بھی طلاق ثابت نہیں ہوتی اس عورت کا حکم جو گواہی سے طلاق ثابت نہ کر سکی مگر شوہر نے حقیقتہً طلاق دی ہے۔ اصل وقف میں شہادت سماعی مقبول ہے۔ اور ضمنی ملکیت ہوتی ہے۔ ثبوت بھی ہو سکے گا۔ بہت سی باتیں ضمنی ثابت ہوتی ہیں۔ تصدق نہیں۔ ضمنی ثابت ہونے والی چند چیزوں کی مثالیں کون کون چیز اصل وقف میں داخل ہے، اور کون کون سی شرائط ہیں۔ وقف کی شہادت لوجہ اللہ ہے جس کے لیے دعویٰ ضروری نہیں۔ اور ادائے شہادت میں تاخیر سے گواہ مرد و شہادہ ہو جاتا ہے۔ قاضی مطلق ناستی کی شہادت پر فیصلہ کرے تو فیصلہ نافذ	۲۹۳	قضاء	قضاء
۲۹۳	فیصلہ کے چھ اطراف کا ذکر گواہ کے لیے پابند کا از پابند جماعت ہونا ضروری ہے ورنہ گواہی تسلیم نہ کی جائے گی۔ جاہل کی گواہی بھی نامقبول جاہل ناستی ہوتا ہے شرع میں عالم کی تعریف اور علم کی حد تو گواہ کی گواہی آقا کے حق میں مقبول نہیں بیان مدعا علیہم سے اقرار دعویٰ ثابت ہونے کے بعد گواہوں کے تذکیہ کی درخواست نامقبول ہے گواہ پیش ہوئے اور مدعا علیہم نے اقرار کیا تو فیصلہ ہر بنا سے اقرار ہوگا۔	۲۹۳	اصل وقف میں شہادت سماعی مقبول ہے۔ اور ضمنی ملکیت ہوتی ہے۔ ثبوت بھی ہو سکے گا۔ بہت سی باتیں ضمنی ثابت ہوتی ہیں۔ تصدق نہیں۔ ضمنی ثابت ہونے والی چند چیزوں کی مثالیں کون کون چیز اصل وقف میں داخل ہے، اور کون کون سی شرائط ہیں۔ وقف کی شہادت لوجہ اللہ ہے جس کے لیے دعویٰ ضروری نہیں۔ اور ادائے شہادت میں تاخیر سے گواہ مرد و شہادہ ہو جاتا ہے۔ قاضی مطلق ناستی کی شہادت پر فیصلہ کرے تو فیصلہ نافذ	۲۹۳	قضاء	قضاء
۲۹۳	قضاء	۲۹۳	قضاء	۲۹۳	قضاء	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۳۰۲	حاکم عادل کے حکم کے صواب ہونے میں تردد ہو، تب بھی پائل سموع نہیں۔	۳۰۲	راشی، فاسق، پاک، ناہائے، فاطمہ العقیل کی گواہی مقبول نہیں۔	۳۰۲
۳۰۳	گواہوں پر حلف رکھنا باطل ہے	۳۰۳	اندھے، دہلے، غلام، بچے، مجنون کی گواہی کا حکم۔	۳۰۳
۳۰۴	بادشاہ کا ظلم شرع حکم نافذ نہ ہوگا	۳۰۴	ڈاکٹر کی تجویزوں و تخمینے سے یہ شہادت نہیں اس کی بنیاد پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔	۳۰۴
۳۰۵	گواہ کو حلف دلا یا بعض علماء کے نزدیک قاضی مجتہد کی رائے پر بروقت ہے	۳۰۵	شہادت کے لیے اسلام شرط ہے غیر مسلم کی شہادت نا مقبول ہے۔	۳۰۵
۳۰۶	نعم کھانے کی علت صدق کے خلیہ نون کا حصول ہے۔	۳۰۶	زائد باتوں میں اختلاف سے شہادت پر اثر نہیں پڑتا	۳۰۶
۳۰۷	آج کل جھوٹ حلف عام ہو گئی	۳۰۷	ان باتوں کا بیان جو زائد میں آتی ہیں۔	۳۰۷
۳۰۸	گواہوں کے حلف دلانے کا قول مرجوح مخالف اجماع مذہب ہے۔	۳۰۸	قاضی زائد باتوں کی بنیاد پر گواہوں کو سہم گزراں سکتا ہے	۳۰۸
۳۰۹	مدعی کا حلف مسلم نہیں	۳۰۹	شہادت طلاق میں کہاں تاخیر جائز ہے اور کہاں نہیں۔	۳۰۹
۳۱۰	قاضی نکاح پڑھانے کی گواہی دے تو نامقبول ہے	۳۱۰	شہادت طلاق کی ادا میں تاخیر کی مختلف صورتیں	۳۱۰
۳۱۱	شوہر کے اقرار نکاح کے گواہ ہوں تو نکاح ثابت ہے۔	۳۱۱	ڈاکٹر کی شخصی کرانے والا فاسق مرد و الشہادہ ہے۔	۳۱۱
۳۱۲	جن لوگوں کے پتے علانیہ فسق کے ہوں۔ جیسے دلال، دکھار، ان کی گواہی نامقبول، اور ان کو کوئی اعزاز کا منصب دینا جائز نہیں۔	۳۱۲	ماں کی گواہی بیٹی کے حق میں نامعتبر ہے	۳۱۲
۳۱۳	:- کتاب القصاص الدعاوی :-	۳۱۳	نابالغ کی گواہی نامقبول ہے	۳۱۳
۳۱۴	گواہی اور دعویٰ میں مطابقت نہ ہونے کی ایک صورت اور اس کا حکم	۳۱۴	واقعتہ طلاق ہو گئی عورت گواہوں سے ثابت نہ کر سکی تو کیا حکم ہے	۳۱۴
۳۱۵	کوچہ غیر نافذہ میں انھیں لوگوں کا حق ہے جن کے دروازے قدیم سے اس کوچہ میں ہوں	۳۱۵	ایک غلط فیصلہ کا ابطال	۳۱۵
۳۱۶	ایسے راستہ میں تصرف کے لیے اس کے ہر ہر ساکن کی اجازت ضروری ہے	۳۱۶	شوہر نے عورت پر دعویٰ کیا اس نے کہا یہ مجھے طلاق دے	۳۱۶
۳۱۷	ایسے کوچہ میں اپنی حد سے اوپر نیا دروازہ قائم کرنا ظلم۔	۳۱۷	چکا ہے۔ تو شوہر نے عورت دہی ہے	۳۱۷
۳۱۸	کوچہ غیر نافذہ کے تمام شرکائے دروازہ کے لیے راضی ہو جائیں	۳۱۸	صرف عورت کے بیان سے طلاق ثابت نہ ہوگی	۳۱۸
۳۱۹	کہ ایک نے اپنا ساکن بچہ دیا۔ نیا پڑوسی آیا وہ راضی نہیں	۳۱۹	دوہی طلاق تک میاں بیوی کو ایک ساتھ رہنے کا حکم ہے	۳۱۹
۳۲۰	تو دروازہ نہیں توڑا جاسکتا۔	۳۲۰	طلاق کے وقت میں گواہوں کا اختلاف ہر نو یہ موجب رد نہیں۔	۳۲۰
۳۲۱	جو کسی کی ایک باشت زمین ظلماً قیامت کے دن ساتویں طبق تک دھنسا دیا جائے گا	۳۲۱	آج کل عموماً فیشن ایبل ہٹوں میں ملازمتیں کو شراب اور سور کے گوشت کا اہتمام کرنا ہوتا ہے یہ فسق ہے	۳۲۱
۳۲۲	زید کی بہن عمر کے نکاح میں عمر کی بہن زید کے نکاح میں	۳۲۲	فاسق شرعاً گواہ نہیں ہو سکتا	۳۲۲
۳۲۳	دونوں عورتوں کے مرنے کے بعد ان کی ہردوں میں مقاصد ہوگا۔	۳۲۳	باپ کی گواہی اولاد کے حق میں معتبر نہیں۔	۳۲۳
۳۲۴	کسی جائیداد میں کوئی شخص ساہا سال تصرف کرتا رہے اور ایک شخص سب دیکھتا اور سنتا ہے۔ اگر یہ دوسرا شخص اس جائیداد پر دعویٰ کرے دعویٰ اسمبوع نہ ہوگا	۳۲۴	ایک گواہ سے طلاق ثابت نہیں ہوتی۔	۳۲۴
۳۲۵		۳۲۵	حکم اللہ ورسول کا ہے اس کے خلاف دینا میں کسی کو مجال و مزون نہیں	۳۲۵
۳۲۶		۳۲۶	عالم عادل حاکم کا حکم اس وقت قابل اپس ہوتا ہے۔	۳۲۶
۳۲۷		۳۲۷	کہ اس کے حکم میں خطائے جن ہو	۳۲۷

صفحہ	مضمون	مترقی	صفحہ	مضمون	مترقی
۳۱۵	شعور کی توجیح سے مسئلہ کی توجیح مصنف کی تحقیق اور جزئیات مختلف کی وضع و تطبیق			بوگا اور احسان - اور ہمہ کے طہر پر دیا تو محبوب نہ ہوگا	
۳۱۸	جس مسئلہ میں سورث کا دعویٰ ہو سہرے میں اس کی سوت کے بعد وارث کا دعویٰ بھی مقبول نہیں۔		۳۲۳	شوہر نے زیور کا صرف ایک بنا یا جہت کی توجیح نہ کی عورت ہر سے الگ کہتی ہے اور دیگر ورثہ نہیں دینے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ورثہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا	
۳۱۹	یقینت کے ایصال میں پانچ مقاصد ہیں	شرکت		عورت کے پاس شوہر نے کچھ بیجا عورت اس کو بخشہ کہتی ہے اور شوہر ہر قرار دینا ہے اور چیز سونے گئے والی ہے تو شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔	
	تین حصہ داروں میں دو نے ایک کی رضا کے بغیر تقسیم کی یہ تقسیم باطل ہے		۳۲۴	لوہا باپ کے خیال میں ہو اور باپ کی اعانت کے طہر پر جو کماٹے وہ باپ کا ہے۔	شرکت
۳۱۹	دو حصہ داروں نے جائیداد تقسیم کی تیسرے کا جائیدادیں جز شائع تھا تقسیم تو زوی جا کے گی۔			لوہا کے لئے باپ کے خیال سے الگ ہو کر کیا یا ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا باپ کے کسب سے الگ کوئی کسب کیا یہ سب بیٹے کا ہوگا۔	شرکت
	ایک ترکہ کی تقسیم پہلی اور دوسری بیعت	میراث		بپ نے بیٹے کو کچھ دینے کے لیے کہا۔ اور نہیں دیا تو باپ پر غلطی باحت	
	شریک کے حصہ کی بیع نفوی کی بیع ہے اس کی اجازت پر موقوف ہوگی			بیٹے نے باپ کی مزدوری کی یہ جائز نہیں	اجارہ
۳۲۰	بیع کی خبر یا رکھاوش رہنا اجازت نہیں ہے		۳۲۵	میراث کا حق اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے اس کو نہ باپ باطل کر سکتا ہے نہ بیٹا دکر سکتا ہے۔	فوائد فقہیہ
	بیع موقوف کی اجازت سورث کی سوت کے بعد وارث نہیں دئے سکتے۔		۳۲۵	باپ حالت صحت میں اپنی ملک زائل کر دے تو حق وراثت ختم ہو جائے گا	میراث
	بیع نفوی بیع موقوف ہوتی ہے۔ مالک نے خود بیع تو زوی توجیح موقوف باطل ہوگی		۳۲۶	جو شخص کسی قسم کا قرض تسلط رکھتا ہو اس کو کسی قسم کا تحفہ اور دعوت خاصہ قبول کرنے کا اختیار نہیں۔	
	بائع نے غلط فہمی سے ایک جائیداد کو اپنا حصہ سمجھ کر بیع دیا۔ اور وہ واقعہ اس کا حصہ نہ تھا۔ تو وہ بیع میں داخل نہ ہوگا۔			ان اشخاص کی تفصیل جو اصحاب قہر و تسلط میں آتے ہیں۔ ماتحت اپنے افسر کی دعوت قبول کر سکتا ہے جس پر اس کا دباؤ نہ ہو	
	بیع کی اجازت کا حق ساقط نہ ہوگا۔			ایسے شخص سے ہدیہ و دعوت بھی قبول کر سکتا ہے جو اس منصب سے پہلے بھی اس قسم کا معاملہ رکھتا تھا۔ اپنے قریبی جارم کا ہدیہ قبول کرنے میں ائمہ کا اختلاف ہی کام پڑنے کے وقت مذکورہ بالا اصحاب سے بھی ہدیہ و دعوت نہیں قبول کر سکتا۔	
۳۲۰	پرتقی بیعت			دعوت نہ قبول کرنے کی علت نہایت رعایت ہے۔ اس لیے دعوت کے بعد بھی رعایت نہ کرنے کی عادت سے دعوت جائز نہیں ہو سکتی۔	
۳۲۱	شرکت ملک میں شریک در سر کے حصہ میں اجنبی ہوتا ہے	شرکت		منصب کی وجہ سے ہدیہ کی مانعیت کا حکم حدیث شریفین سے	
	شرکت ملک کی تعزین				
	شیوع کی صورت میں ملک کے ہر در سے پر شریک کا حق ہوتا ہے				
	بیعت کی روشنی میں جائیداد کی یقینت کا فیصلہ				
۳۲۲	ہندوستان کا عین ہے کہ شوہر عورت کو زیور کا مالک نہیں کرتا۔	میراث	۳۲۶	دعوت نہ قبول کرنے کی علت نہایت رعایت ہے۔ اس لیے دعوت کے بعد بھی رعایت نہ کرنے کی عادت سے دعوت جائز نہیں ہو سکتی۔	
	زیور کے عورت کی ملک ہونے کے لیے شوہر کی جانب سے توجیح ضروری ہے				
	شوہر نے زیور کو نہیں دینے کی توجیح نہیں ہو سکتی		۳۲۷	منصب کی وجہ سے ہدیہ کی مانعیت کا حکم حدیث شریفین سے	

صفحہ	مضمون	مسترق	صفحہ	مضمون
۳۲۷	جو مسلمان ایسے ناچائز کاموں کے طرفدار ہوں شرعاً توذیر کے مستحق ہیں اور ان پر توبہ لازم ہے۔		۳۲۷	مذکورہ بالا مسائل کے نصوص فقہیہ
۳۲۸	صرف قبائل سے شرعاً کوئی حکم نہیں ثابت ہوتا۔	۳۲۱	۳۲۸	اسلامی ریاستیں جو کفار کے غلبہ میں ہوں۔ ان کے مسلمان دایلوں کی طرف سے جو حکام مقدمات فیصلہ کرنے پر مقرر ہیں۔ وہ شرعاً قاضی ہیں۔ اور انہیں جو جائزاً قاضیاً تعویض ہوں وہ اختیارات شرعی ہیں
۳۲۹	آج کل عام طور سے عورت ہی ہے کہ باپ بیٹے کو کوئی جائز کام دینا ہے تو یہ لڑکے کے نام خریداری نہ ہوئی ہے ہوا۔	"	"	جہاں قاضی شرع ہو سکتا ہے
۳۳۰	اگر ہم پر یہ ہو کہ لڑکے کا قبضہ ہو ملک ثابت ہوگی قبضہ نہ ہو ملک ثابت نہ ہوگی	"	"	فاسق قاضی بنا دیا جائے تو قاضی ہو جائے گا، لیکن اس کا قاضی بنا نا گناہ ہے
۳۳۱	کوہٹ کا بیلام بیع شرعی نہیں	"	"	قاضی کو بعض احکام شرع کے اجراء کا مجاز نہیں کیا اور جن کا مجاز کیا ان میں اتباع شرع سے نہ روکا تو ایسی شخصیں جائزے اور قضا مستحق ہے۔
۳۳۲	اصل مالک کا اس بیع پر راضی ہونا ضروری ہے	"	۳۲۸	بعض احکام میں اتباع شرع سے روکنا تب بھی قضا، مستحق ہے۔ البتہ ایسی قضا، کا قبول کرنا حرام ہے
۳۳۳	عورت کی زمین پر اس کی اجازت سے اسی کے لیے مکان بنایا تو مکان عورت کا ہو گا خیر عورت پر قرض ہو گا	"	"	مسلمانوں کے معاملہ میں قاضی کا مسلمان ہونا شرط ہے
۳۳۴	عورت کی اجازت کے بغیر اپنے لیے بنایا تو مکان بنانے والے کا ہو گا	"	"	جہاں اسلامی ریاست نہ ہو وہاں ترائی اہل اسلام سے قاضی بنایا جا سکتا ہے۔
۳۳۵	اور عورت کی اجازت کے بغیر عورت کے لیے بنایا تو مکان عورت کا اور شوہر متبرع قرار دیا جائے گا۔	"	"	ایسا بھی نہ ہو تو اہم علماء بلد جو عالم دین ہو قاضی ہے
۳۳۶	واہب اور مہربوب نہ ہیں سے کوئی بھی قبضہ سے پہلے ریگیا تو ہم باطل ہو گیا۔	۳۳۱	۳۲۹	اہم علماء البلد عالم دین کی اتباع من حیث العلم اور من حیث الکلم ہر طرح واجب ہے۔
۳۳۷	عورت ہر مثل کے برابر یکم کا دعویٰ کرے تو ہر مثل دیا جائے۔	۳۳۲	"	نکاح خواں قاضی جو گاؤں میں مقرر ہوتے ہیں یہ کچھ نہیں ہیں۔
۳۳۸	ہر مثل سے زائد کا دعویٰ شوہر کی رضایا گواہاں شرعی کے بغیر ثابت نہ ہو گا	"	"	جو شخص کسی دوسرے کے لیے اس کی اجازت کے بغیر اور کسی مجبوری کے بغیر خیر خرچ کرے۔ اس کا معاوضہ کسی سے نہیں لے سکتا۔
۳۳۹	غیر معتبر گواہوں کا کچھ اعتبار نہیں	"	"	جو چیز عاریتہ دی یا اس کے عاریتہ دینے کا رواج ہو وہ باقی ہو تو لے سکتا ہے۔ اور باقی نہ ہو تو کسی سے مطالبہ نہیں۔
۳۴۰	عالم دین اہم علماء بلد خود قاضی ہو جاتا ہے	۳۳۳	"	عاریت کی چیز کسی نے خرچ کی یا تلف کر دی اس سے ادا ان لیا جا سکتا ہے
۳۴۱	مسلمانوں کا راضی ہو کر کسی کی طرف فیصلہ خصومات میں رجوع لانا اس کو قاضی بنا دیتا ہے۔	"	"	بھائی کے کفن و دفن میں جتنا بطریق سنت خرچ کیا وہ بھرا کر سکتا ہے
۳۴۲	چودہ امویں دعویٰ کے بغیر گواہی مسوع ہے	"	"	مسلمانوں پر کافر کو کوئی حکومت نہیں ہے
۳۴۳	اہم علماء البلد اور قاضی تبراخی المسلمین کا فیصلہ قضاے شرعی ہے۔	"	"	مسلمانوں کا کافروں کے طریقے پر نکاح کرنا جائز نہیں
۳۴۴	حکم اس کو کہتے ہیں جس کو طرفین فیصلہ مقرر کریں۔	"	"	کافروں سے یعنی کام میں مدد دینے جائز نہیں۔
۳۴۵	ہر، خود، دینے علی العاقلہ کے علاوہ حکم کا فیصلہ بھی قضاے قاضی کی طرح نافذ ہے	۳۳۴	"	
۳۴۶	متاثر کہ صورت قول سے ہوتا ہے۔ اس لیے شوہر کا کوئی فعل متاثر کہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔	۳۳۵	"	

صفحہ	مضمون	مستوفی	مضمون	صفحہ
"	مردوں جائداد میں ورثہ کا تصرف نافذ نہ ہوگا	"	تفریق کا کوئی ہو سکتا ہے اور وکالت کو معنی کیا جا سکتا ہے	"
"	کسی وارث کا مورث کے دین سے حصہ دہری ادا کرنا	"	تو ایسی وکالت کے نتیجے میں عالم نے تفریق کر دی تو متاثر کہ ہو گیا	"
"	اس کے تصرفات کو جائز نہ کرے گا۔ تا وقتیکہ کل دین ادا نہ ہو جائے۔	"	فرضی نے حکم دیا فریقین نے راضی ہو کر نافذ کر دیا۔ نافذ ہو گیا	"
"	ایک جائداد میں کوئی مال کا تصرف کرتا ہے۔ دوسرے کو اس کی ٹیک کرنا ہے۔ پھر ایک مدعی جو شہر میں موجود ہو	۳۳۷	مادریں کے ساتھ زنا کا ایک بار بھی اقرار کر لینے سے حرمت صحابرت ثابت ہو جاتی ہے۔ شوہر کا بار بار اقرار کرنا ضروری نہیں۔	"
"	ان حالات سے مطلع ہو، دعویٰ کرے کہ یہ میری ملک ہے دعویٰ مستوع نہ ہوگا۔	"	مقرر اپنے اقرار سے رجوع کرنے تو مقبول ہے	"
"	جو دیوار کسی کے استعمال میں ہو حکم بظاہر اسی کی ہے کسی نے کسی چیز کا دعویٰ کیا، تو یہ دعویٰ اس امر کو تسلیم کرنا ہے کہ مدعا علیہ کا اس چیز پر قبضہ ہے۔	۳۳۹	اسلامی ریاستوں کے مسلمان امراء (اگرچہ ریاست پر کافر کا قتل کا قتل ہو)	"
"	دعویٰ دلیل شرعی (گواہ) سے ثابت ہوتا ہے	"	کسی عالم سنی شراکط صالح قضاء کو قاضی بنا دیں تو وہ شرعاً بھی قاضی ہو جاتا ہے۔ کسی مقدمہ کے فریق اس کو معزول نہیں کر سکتے۔	۳۳۳
"	بیع نامہ کی اطلاع پانے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ہر ہر نقد سے اسکا ہوا۔ نہ اس بنیاد پر اطلاع پانے والے پر کوئی الزام قائم کیا جا سکتا ہے۔	"	مسلمان امیر نے جن جن امور میں قضاء کا اختیار دیا سب کا یہ مجاز ہوگا۔	"
"	ظاہر کا فائدہ مدعا علیہ کو ہونگتا ہے مدعی کو نہیں۔ کسی عقد بیع کا تسلیم کرنا الفاظ زائدہ کا تسلیم کرتا نہیں ہے	"	کافر کے قاضی بنانے سے قاضی نہ ہوگا۔	"
بیع	جو حدی بیع میں داخل نہیں	"	جہاں کفار کا قتل ہو وہاں مسلمانوں پر کسی کا قاضی بنانا واجب ہے۔	۳۳۵
"	بیع نامہ پر گواہی کرنا بیع صحیح مبیعہ پر ملک کے دعویٰ سے مانع نہیں۔	"	کافر کے بنانے سے مسلمان حکم بھی نہیں ہو سکتا۔	"
اقرار	کسی چیز کا بھاؤ کرنا، اس کے ہبہ کی درخواست کرنا، اپنی ملک نہ ہونے کا اقرار ہے۔ کسی دوسرے کی ملک ہونے کا اقرار نہیں ہے۔	۳۳۹	ابتداءً اول بدل کے ذریعہ بیع ہو جاتی ہے، لیکن جس چیز کا عقد بیع فاسد کے ذریعہ کیا، اب اس کو تعالیٰ کے ذریعہ بیع نہیں کر سکتے۔	"
"	یہ مسئلہ زیادات کا ہے، جو ظاہر الروایہ سے ہے۔ اور اکثر سے اسی کی تفسیر صحیح ہے۔	"	ایک عورت کو پوری جائداد ہبہ کے عوض بیع کر دی دوسری کو اس میں کوئی حق نہ ہوچکا۔ ہاں دوسری کو خود م کرنے کی نیت سے ایسا کیا تو مجرم ہوا۔	"
درم مستوفی	جو اکثر کا قول ہے اسی پر عمل ہے۔	۳۴۰	ہبہ کے لیے فوراً ہاں تاخیر سے ادا سے لگی کی کوئی تصریح نہ ہو تو ہر مدار وہاں کے عرف پر ہوگا	"
"	قاضیوں کی تصحیح دوسرے پر مقدم ہے۔	"	ان بلاد کا عرف ہی ہے کہ موت یا تفریق کے بعد طلب کرنے ہیں۔ تو اس سے قبل عورت کا دعویٰ مستوع نہ ہوگا۔	۳۳۵
"	قاضی کے فیصلہ کی بنیاد مدعی کی دلیل، اور مدعا علیہ کا اقرار یا انکار ہے۔	"	ورثہ میں سے کسی نے تیرا مورث کی طرف سے ہبہ ادا کر دیا تو اس کو دوسرے ورثہ سے مطالبہ کا حق نہیں اور تبرع نہ ہو تو وصول کر سکتا ہے اور اس کی ادائے کی لیے مورث کی جائداد کی بیع روک سکتا ہے	"
"	معاذوں لڑکے کو ہبہ کر دیا، تو اب اس کی آمدنی میں والدین کو دعویٰ کا حق نہیں، ہاں والدین پر بر و احسان موجب سعادت داریں ہے۔	"	دین اگر ترکہ کو مستوفی نہ ہو تو وارث اپنا حصہ بیع کر سکتا ہے۔	"
نقد	تنگ دست والدین کا نقد کا وہ دست لڑکے کے ہبہ ہے۔ مدعی اپنے دعویٰ میں جائداد تنازعہ کی حد دو میں تسلیم کرے۔ اور اس کی صحیح توجیہ کرے۔ تو دعویٰ قبول ہوگا	۳۴۱	دین ادا کرنے سے قبل ترکہ میں اور میت کے دین میں	۳۳۶

صفحہ	مضمون	مستفاد	مضمون	صفحہ
۳۴۱	ثابت نہ کر سکی (۱) گواہ کئی وجہ سے مجروح ہیں۔ (۲)		اور اس باب میں شاہد اور مدعی دونوں کا ایک حکم ہے	۳۴۱
	شرعاً ایجاب و قبول نہیں پایا گیا۔ (۳) تینین ممن مفقود ہے۔ (۴) دعویٰ اور گواہی میں مطابقت نہیں۔ (۵)	معاشرت	اپنی بے پردگی کے مسائل	۳۴۲
	ایجاب و قبول مجلس واحدہ میں نہیں (۶) ایک گواہ کی گواہی اپنے فعل پر ہے جو نامقبول ہے (۷)		لہنے نقصان کی وجہ سے پردہ کی گواہی ملک میں نصرت کرنے سے روک نہیں سکتے۔	
	ضابطہ کی مخالفت	خوداباحت	اپنی بے پردگی سے پردہ کی گواہی اور جنگلہ رکھنے سے روک نہیں سکتے۔ خود اپنے پردے کا انتظام کریں۔	
	اسٹامپ سادہ فیہ رجسٹرڈ جس کو گورنمنٹ قبول نہیں کرتی عقلاً	اسماء الرجال	احناف کے ائمہ جسہ امام اعظم، ابو یوسف، محمد بن حسن، زفر، اور حسن ابن زیاد رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔	
	(۱) بائع کی نہ تو یہ نہ دستخط جبکہ وہ پڑھا لکھا ہے (۲) گواہ	رہنہ مفتی	فتویٰ مختلف ہو تو ظاہر روایت کی طرف رجوع واجب ہوگا	
	عویز و اقارب میں کوئی نہیں۔ (۳) حد و جنوبی و شمالی شکر (۴) ہر فرد ہے مگر وہ مفقود نہیں رہتی۔	فوائد فقہیہ	شاخین نے لا ضرر ولا ضرار پر فتویٰ دیا۔ لیکن یہ بھی وہاں جہاں ضرورت شد بدہ ہو	
	اعلیٰ حضرت کی تنقیہ		ضرر شدہ میں مسکن کا گر جانا۔ اتقاع کے لائق نہ رہنا کہ بالکل دوشی ختم ہو جائے۔ وغیرہ	۳۴۲
	مقدمہ اول درجہ شرعی کے چار نمبروں کا جواب	فوائد فقہیہ	جو خود اپنی دیوار گر کر یا بچی لکھ کر اپنا ضرر کرے، وہ دوسرے کو اپنے پردہ کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا	۳۴۳
	ثبوت بیع کے دو معنی ہیں۔ فی الواقع اور عندہ القاضی۔ ایجاب و قبول پر موقوف صرف اول ہے۔	خوداباحت	لا ضرر ولا ضرار کا لحاظ دونوں طرف ہونا چاہئے	
	تحقق ایجاب و قبول کی مختلف صورتیں۔		جائداد میں کسی کے تصرفات کو دیکھ کر ساکت رہنا، خرچہ دلیل ہے کہ جائداد میں ساکت رہنے والے کا حق نہیں ہے	
بیع	عقود و معاملات میں صرف معنی کا اعتبار ہے۔		مورث کے ترکہ کو تصرف کا دین مستغرق ہو تب ہی دعویٰ وراثت غیر سموع ہوگا۔	۳۴۴
فوائد فقہیہ	دستاویز بیننامہ بطور مرسوم لکھ کر گواہیاں کرنا اگر مشتری کو دینا اور اس کا لینا ایجاب و قبول کے لیے کافی ہے		وارث دین ادا کر کے ترکہ چھڑا سکتا ہے۔	
بیع	والدین اپنے پردے سے جائداد خرید کر بیعت نامہ اپنے بچوں کے نام لکھاتے ہیں۔ یہ تملیک وہیہ ہے۔		ترکہ کی تقسیم	۳۴۵
ہب	مقدمہ دوم		استحقاق تیسویع معادن ہے۔ ہبہ کو باطل کر دینا۔	
ہب	ثبوت عندہ القاضی عقد کے گواہ اور اقرار عاقد کے گواہ دونوں طرح ہو جاتا ہے۔	وراثت	ادائیگی قرض کے دعویٰ کے ثبوت کے لیے۔ فرض خواہ	
	شرعاً کسی درجہ خاص کا جواب	ہبہ	کا اقرار یا اقرار کے گواہ کافی ہیں۔	
	ایک گواہ اقرار کا ہوا اور ایک عقد کا گواہی ثابت ہوگی۔		بھریائی کے رسید میں شرعی نہیں۔	
	شہادت اقرار کے بعد تفتیش عقد کی حاجت نہیں رہتی۔		بہل دعویٰ پر شہادت فقہوں سے	
	مقدمہ سوم		نئی پر گواہی نامقبول ہے	
	عقلاً کی درجہ اول کا جواب		شرعاً قریہ کا اعتبار نہیں۔	
فوائد فقہیہ	اطلا کی تین قسم ہے۔ (۱) نامعلوم جیسے ہوا پانی پر لکھنا یا باطل ہے۔		دلائل شرعیہ تین ہیں۔ ہبہ، اقرار، نکول۔	
	(۲) مرسوم طریقہ معهودہ پر لکھنا یہ معتبر ہے۔	۳۴۶	ایک غلط بیوی کا سوال	۳۴۵
	(۳) غیر مرسوم معهودہ طریقہ پر ہبہ۔ بیعت یا دلیل نیست کے ساتھ معتبر ہے ورنہ نہیں۔	۳۴۸	پھر کی گواہی کا خلاصہ	
			درعیہ محمدی حکیم اپنا دعویٰ مندرجہ ذیل وجوہ سے	

مستحق	مضمون	صفحہ	مستحق	مضمون
	بجٹ ششم درجہ چارم کی ترقی تنقید درجہ اول گواہ کے بیان میں تھامت سے گواہ کے بیان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر مدعی کا بیان پہلے ہو۔	۳۵۱	نوآند تقیہ	پہل نیت کی صورتیں مقدمہ چارم بیع کی گفتگو و مضمون میں مستعمل ہے۔ مشورہ بیع اور مقدمہ بیع انہما در بیان
	بجٹ ہفتم تنقید درجہ ہفتم گواہوں کے نزدیک کے بنیوں کو فاسق کہنا صحیح نہیں۔ اور یہاں فیس اسکا سپہ بیع کرنے کے سلسلہ میں ان گواہوں پر اعتبار ہو چکا ہے تو حکم مقدمہ پنجم شہادت بیع میں بھی اعتبار ہونا چاہیے درجہ ضابطہ کی تنقید	"	"	مقدمہ پنجم کوئی شہادت حاکم نے مقدمہ کے ایک اور میں قبول کی تو دوسرے اور میں رد نہیں کر سکتا۔ مقدمہ ششم فاسق کی شہادت کا قبول کرنا واجب نہیں، البتہ قبول کرے تو صحیح ہوگی۔
	جب حسب قاعدہ سرکاری اس بیعنامہ کی اسٹامپ کچری نے قبول کر لیا۔ تو اب اس کو کچری کے ضابطہ کے اصول سے نا قابل قبول بتانا غلط ہے۔	"	خطراہی	فاسق کی شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہے فاسق کی تعداد اور شہادت دونوں صحیح ہے البتہ فاسق بنانے والا شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہوں گے
	بجٹ ششم درجہ عقلی کی تنقید اسٹامپ قبول کرنے کے لیے ان شہادتوں کو کس عقلی دلیل سے تسلیم کیا	۳۵۲	"	مقدمہ ہفتم زیاد نے مکان پر دعویٰ کیا میں نے بکو سے خریدا ہے اور عمرو قابض کہتا ہے میں نے بکو سے خریدا ہے۔ تو دونوں مدعی ہیں قابض کے حق میں ڈگری کی صورتیں آٹھواں مقدمہ کسی گواہ کی گواہی کے بعد مدعی کا یہ کہنا کہ یہ جھوٹا ہے اور بیان سے پہلے جھوٹا کہنے میں فرق ہے دوسری قسم کے گواہ قبول ہوں گے۔ مدعی نے کہا میرے گواہ نہیں۔ اور مدعی علیہ نے حلت اٹھائی اس کے بعد مدعی نے گواہ پیش کیے۔ قبول کیے جائیں گے۔
	رجسٹری فیس وصول کرنے کے بعد اس کے عدم قبول کا عند غلط ہے کھنے سے زیادہ کھانے کا اعتبار ہے قبول شہادت میں زائد باتوں میں اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں فیصلہ تجویر غلط ہے۔ فیصلہ مدعی محمدی بیگم کے حق میں ہوا استغراق جائداد بے قبضہ شرفا مانا جائز ہے۔ رہن سے قبضہ صحیح ہے۔ لیکن اس سے رہن کا منافع اٹھانا جس کو رہن دخلی کہتے ہیں۔ ناجائز ہے معدوم جائداد کے لیے وعدہ بے سق ہے۔ ہر رجل کے دعویٰ کا عودت کو ہر دم حق حاصل ہے۔	۳۵۲	"	تنقید درجہ شہادت کی بحث اول اقرائے گواہوں کو ایجاب و قبول کا گواہ قرار دیا گیا۔ تنقید درجہ فاسق بیجٹ دوم صرف اپنے ہی فعل کی گواہی نہیں بلکہ بائع کے افعال کی بھی گواہی دی اس لیے یہ گواہی مقبول ہوگی۔
رہن	ہر رجل سے تو جائداد موجودہ عورت کو زید سے۔ یا اس کے باس ہوض ہر رہن رکھ سے۔ اور جو باقی بچے اس کو آئندہ شوہر دے تو اس کی رضا سے لیتا جائے۔ نہ دے تو مالش کے ذریعہ یہاں کرے۔ اور جو مقدمہ ہر سے زائد ہو۔ اس کو واپس کر دے	۳۵۲	"	بجٹ سوم تنقید درجہ سادس اقرار بائع کے پانچ گواہ ہیں۔ بجٹ چارم تنقید درجہ اول حاکم کے پاس شہادت اقرار کے بعد ایجاب و قبول کے گواہی کی ضرورت نہیں۔
کتاب	آج کل فلاں جنس پر قابو پائے تو اپنا حق وصول کر سکتا ہے جب کل ہر کے عوض جائداد دہیے ہو۔ کل ہر ساقط ہو گیا۔ کتاب بھی ہو	۳۵۳	"	بجٹ پنجم درجہ چارم کی تنقید۔ جب مدعا علیہ کا بیان شہادت عقد ہے ہی نہیں۔ اور گواہ اقرار عقد کے ہیں۔ تو مدعی اور گواہ کے بیان میں مخالفت نہیں۔
	جہاں معاہدہ ہو وہاں مقدمہ کا بیان بلکہ معلوم ہونا بھی ضروری نوآند تقیہ	"	"	

صفحہ	مضمون	مطلبی	صفحہ	مضمون
۳۵۳	نہیں ہے۔ مسئلوں پر کسی بھی معاملہ میں نہ اولاد کی گواہی معتبر نہیں تہا عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہوتی گواہی نہ ہونے کی صورت میں شوہر سے قسم کھلائی جائے قسم کھلا کر طلاق کا انکار کر دے گا عورت کا دعویٰ رد ہو جائے گا، اور قسم کھانے سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہوگی	شہادت	۳۵۷	کو حصہ ہے۔ بیعت کی ماں کی طرف سے بیعت کی بیوی کا کس بیعت سے کٹنا حصہ ہوگا۔ بیعت دستاویز یا دستخط پر نہیں گواہی پر ہے۔ کسی کا حق ہو تو چاہے اقرار نہ کرے پھر بھی دینا شرط ضروری ہے
۳۵۲	زمانہ طلاق کے بارے میں گواہوں کا اختلاف کچھ مضر شہاد بادشاہ اسلام با قاضی خضائنہ جیسے قاضیوں کے مفرد کرنے کا حق ہے۔ جس شخص کو بن قواعد و شرائط کے ساتھ حکم کیا۔ یا پوری ریاست کے لیے جو قواعد و ضوابط بنائے ان کی پابندی متعلقہ افراد کے لیے ضروری ہے۔ ہم پابندی کی صورت میں فیصلہ کا عدم ہوگا۔	۳۵۸	جو بیٹے اقرار کی پابندی لازم نہیں۔ منزکی کا خود عادل ہو نا ضروری ہے بھولتے حال کسی کا بھی نہیں کر سکتا۔	
۳۵۴	قضاء کو زمان و مکان مخصوصت اور دیگر شرائط کے ساتھ مستند کرنا چاہئے۔ باہر جانے کے لفظ سے فرار ثابت نہیں ہوتا میروں کے میروں پر دعویٰ صحیح نہیں موت کے بعد ملک منتقل ہو جاتی ہے۔	۳۵۸	منزکی کے عادل ہونے کی شرط ہر ائمہ ثلاثہ کا اتفاق ہے منزکی عادل نہ لے تو جو لوگ تزکیہ کرتے ہوں سب اس کی عدالت یا فسق میں متعلق ہوں اور قاضی کو اطمینان قلب ہو کہ سچ کہتے ہیں تو قبول کر سکتا ہے۔	
۳۵۵	دائن میت اور میروں میت اگر میت کے وارث ہوں تو میروں کے میروں پر دعویٰ صحیح ہے۔ میت کے میروں پر میت کا وارث یا وہی دعویٰ کر سکتا ہے میت کا قرضہ اور نہیں۔ میت پر دعویٰ ثابت کرنے کے لیے بھی میت کے وہی یا وارث کا حضور شرط ہے۔	۳۵۸	منزکی کے عادل ہونے کی شرط ہر ائمہ ثلاثہ کا اتفاق ہے منزکی عادل نہ لے تو جو لوگ تزکیہ کرتے ہوں سب اس کی عدالت یا فسق میں متعلق ہوں اور قاضی کو اطمینان قلب ہو کہ سچ کہتے ہیں تو قبول کر سکتا ہے۔	
۳۵۵	میت کے میروں پر دین اور خود میت پر دین اگر کسی اور طریقے سے ثابت ہو جائے تو میروں کے میروں پر دعویٰ ہو سکے گا۔ میت کے دولا کے ہوں، ایک نے باپ پر اپنا ایک ہزا قرض بنایا، اور اتنا ہی ترک ہے مگر کسی اجنبی پر قرض ہے موجود دولا کے کی گواہی اجنبی پر قبول ہوگی، قرضہ دوسرے رٹ کے آنے کے بعد دولا جائے گا۔	۳۵۹	تشفیق خبر اور قاضی کی تحریر صدق۔ خبر تمنا نہ کے منزلہ میں ہے۔ طامع اور مفلس نہ ہونا۔ اور لوگوں سے اختلاط ہونا شرائط اولیت تزکیہ میں سے ہے۔ عارف اسباب جرح، عالم دین کو تہنچ دی جائے گی۔ قاضی اپنے صوابدید کے موافق اجتہادی یا انفرادی گواہی لے سکتا ہے۔ ہاں دو عورتوں کی گواہیاں ساتھ ساتھ ہوں گی۔	
۳۵۶	میت پر ایک وارث کی موجودگی میں قرض ثابت ہوا بقیہ وارث کے حق میں بھی ثابت ہو جائے گا۔ ایک وارث نے میت کا قرضہ کسی پر ثابت کیا سب وارث	۳۶۰	آج کل کے دکلہ جس طرح جرح کرتے ہیں کہ گھیر کر پچ کو جھوٹا بناتے ہیں، یہ سخت ممنوع ہے۔ شہادۃ علی الزیادہ مردود ہے، مقبول	
۳۵۷	میت کے دولا کے ہوں، ایک نے باپ پر اپنا ایک ہزا قرض بنایا، اور اتنا ہی ترک ہے مگر کسی اجنبی پر قرض ہے موجود دولا کے کی گواہی اجنبی پر قبول ہوگی، قرضہ دوسرے رٹ کے آنے کے بعد دولا جائے گا۔	۳۶۱	شہادت کی یہ صحت ہے کہ وہی دعویٰ اور شہادت میں تطبیق کر دے مسئلہ کے لغویں اور توفیق کی مثالیں۔ وہی جب کسی کے لیے ایک چیز کا اقرار کرے گا۔ تو اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ شہادت جب بعض میں مردود ہو، کل میں مردود ہوگی، آٹھ مسائل کا استشارہ ہے۔ بیعت کا حکم ایجاب و قبول فقہ گواہوں سے ثابت ہو یا بائع کا اقرار ثابت ہو تو بیعت ثابت ہے، جب شرکی ہو یا نہ ہو پیش دیا گیا ہو	

			یا تم دیا گیا ہو	
	بعد فیصلہ لازم ہو جاتا ہے۔ کسی کے مکان کا پانی پڑوسی کے مکان سے ہو کر بہتا رہا ہو۔ تو اس پڑوسی کو اس پانی کے روکنے کا حق نہیں۔	خطروا بعد	اپنے حق مرد سے باہر کو چھینا نذہ میں دروازہ کھلنے میں اختلاف فتویٰ ہے، مستند احمد ظاہر الروایہ یہ ہے کہ جائز نہیں	۳۶۶
	استحقاق کا ثبوت پڑوسی کے اقرار سے یا گواہوں سے حاصل ہوگا۔ یہ دونوں باہین نہیں تو پڑوسی قسم کھا کے انکار کر دے انکار ہو جائے گا۔	درستی	مقرون نقل مذہب کے لیے ہیں، اور قاضیوں کی رسم سے عدول نہیں کرنا چاہیے	"
	پانی کا مدتوں سے بننا یا گھر کے ڈھال کا ادھر ہونا ثبوت حق کے لیے کافی نہیں ہے	درستی	س: العلم المحکومہ فی فعل المحکومہ :-	"
	پڑوسی کو نالی بند کرنے کا حق نہیں	۳۸۰	۲۱	"
	شوہر نے اپنا کوئی مکان، بیوی کے ہر کے عوض سے بیع کر دیا۔ دوسری بیوی کی اولاد کو بیع حق نہیں کہ اپنی ماں کے ہر کے عوض اس کو نیلام کر سکیں	۳۸۱	۱۳	۳۶۲
	بیع صحیح میں قبضہ شرط ملک نہیں	"	۲۱	"
بیع	بیع بالعوض اور ہب بشرط العوض کا فرق	"	تفصیل آمد و خرچ مجہول	"
فوائد فقہیہ	جو چیز عورت کے قبضہ میں ہے وہ شوہر کے قبضہ میں مانی جائے گی۔ اس کا مطلب عورت کے قبضہ کی نفی نہیں	"	۲ قطعہ دستاویز متعلق جائداد	۳۶۵
"	حدیث انت و مالک لا یبطلہ کا مطلب ترک ثبوت ملک ہے	"	کارروائی متعلق دستاویز	۳۶۶
شرح حدیث	ہب بے قبضہ تمام نہیں۔ زوجیت مانع رجوع ہب ہے	"	گیارہ تنقیحات	"
فوائد فقہیہ	اراة و مانی یہ ہائی یہ الزوج کا تعلق صرف اس صورت سے ہے کہ عورت کوئی چیز اپنے پاس رکھتے ہوئے شوہر کو ہب کر دے۔ تو ہب صحیح ہے	"	تجویر تنقیح	۳۶۸
ہب	زوجیت کے ثبوت کی چار صورتیں	"	"	"
"	صرف دستاویزوں سے زوجیت کا ثبوت نہ ہوگا	"	"	"
"	نکاح کا اقرار اس بات کا اقرار ہے، کہ اس وقت نکاح میں ہے۔	"	"	"
"	وہ چار چیزیں ہیں جن میں سن کر گواہی دی جاسکتی ہے۔ والدین، چہیز کے کسی سامان کو عاریتہ بتائیں۔	۳۸۳	"	"
"	تو بغیر شہادت یہ دعویٰ سموع نہ ہوگا	"	"	"
"	شوہر کسی زبور کے بارے میں یہ دعویٰ کرے تو سموع ہوگا	"	"	"
"	تامادی کا عذر شرعاً کوئی چیز نہیں	"	"	"
"	بیع کے معیب بہ عیب فاش ہونے میں ابلاک ہونے کی صورت میں من میں اختلاف ہو تو بائع کے گواہ وہ نہیں	"	"	"
			ہر	۳۶۷
			دین ہر کے عوض جو چاہے اودی گئی وہ بیع ہوئی عورت اپنی زندگی میں اس میں ہر قسم کے تصرفات کی فی آ رہے	۳۶۸
			بعاوض ہر میں شوہر کے ورثہ کا کوئی دعویٰ نہیں۔	۳۶۹
			حکم کا حکم بائع مقرر کرنے کے بعد حکم کے فیصلہ سے مکر نے پر حکم پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔	۳۷۱
			پہلے بیچوں کا فیصلہ حق ہو تو بعد والے اس کو نافذ کریں۔ ورنہ حق فیصلہ کریں	"
			فیصلہ سے پہلے فریقین کو حکم بائع کرنے کا اختیار ہے فیصلہ کے	۳۷۹

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۳۸۹	ادنیٰ کی طلبِ حلت اپنا حاکم کا کام ہے خود مدعی حلت دلائے مجھ نہ ہوگی	۳۸۹	تو مشتری کی قسم یا انکار پر فیصلہ ہوگا	۳۸۴
"	ادنیٰ مال سے بری کر سکتا ہے حلت سے نہیں۔ یہ تو حاکم کا حق ہے۔	"	گواہ کی موجودگی میں مدعا علیہ نہ تو خود قسم کھا سکتا ہے نہ مدعی قسم طلب کر سکتا ہے۔	"
۳۸۹	مدعی اور حاکم دونوں مدعا علیہ کو حلت سے بری کریں تو بری بری نہ ہوگا	۳۸۹	بیمین اور بینہ دونوں قاضی کے سامنے ہونا ضروری ہے۔	"
"	حلت پر دہرہ بھجوانام نہ ہونی۔ لڑگو مدعی کے طلب پر قاضی نے دلائی ہو۔ دوبارہ مجھ طرح پر قسم دلا نا ضروری ہے۔	"	گواہ شہر میں موجود ہوں تو مدعی مدعا علیہ سے قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتا	"
۳۹۰	متولی وقت ادنیٰ اگر متعلقہ اشیاء میں کوئی عقد خود کریں تو انہیں قسم دلائی جاسکے گی اور نہ نہیں۔	۳۹۰	غیبت کی مسافت کے سلسلہ میں عیوبی کی عیادت کی توفیح تخلیف کی ایک صورت کی توفیح	۳۸۶
"	جھوٹھی گواہی کا کوئی کفارہ نہیں۔ آئندہ کے لیے کسی بات کی جھوٹھی قسم کھانے کا کفارہ ہے	"	تخلیف میں احتیاط ایسی ہے کہ دعویٰ کے جزو کی دونوں کو شریک کیا جائے	"
"	جہاں شہادت ناقابل اعتبار ہو۔ مدعا علیہ کو قسم دلائی جائے گی	"	حلت دعویٰ پر پریا جاتا ہے۔ جو چیزیں دعویٰ سے خارج ہیں ان پر نہیں۔	"
۳۹۱	حاکم تنہا قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے۔ مدعی قسم طلب کرے تو قاضی مدعا علیہ پر قسم لے	"	بیمین نہ تو دعویٰ فاسدہ پر مرتب ہوتی ہے۔ نہ مصدوم پر گواہ بعض دعویٰ پر گواہی دے۔ مقبول ہے	۳۸۶
"	شرعی فضا کا طریقہ سلسلہ کی فقہی نعروں ایک غلط فتویٰ کی تنقید	"	اشیاء غائبہ میں قیمت کا ذکر مدعی کی نہیں کے لیے ہوتا ہے مدعی غالب ہو تو جو اہر اور پیشی کپڑے میں وزن کا ذکر ہوتی ہیں اس کی گولائی رد ہوتی اور وزن کا ذکر ضروری ہے۔	"
۳۹۲	ذید نے عمرو کے خلاف شکایت کی کہ اس نے مجھے دعوت نہیں دی عمرو نے کہا میں نے دعوت دی تھی لوگوں نے عمرو سے قسم کھلائی۔ اس صورت میں نہ دعویٰ ہے نہ مدعی مدعا علیہ نہ قسم کھلانے کی ضرورت۔	۳۹۲	بیمین اور بیع میں ذراع وصع ہے۔ اور نون ہے دعویٰ اور شہادت میں اس کا اعتبار ہے	"
سیر	ذکورہ بالا حلت کے بارے میں اگر کوئی پر کہے کہ ہم حلت کو نہیں جانتے تو کوئی جرم نہیں۔ ناسل پر کفر نسق کا فتویٰ	"	کسی کلام مستقل میں کوئی قید ہو تو دوسرے کلام مستقل میں اس کا اعتبار نہ ہوگا	"
"	جہالت جاہل کو فتویٰ دینا حرام ہے کتابت کی غلطی کی تیجھ	"	شہادت میں الفاظ قاطع احتمال ہونا چاہئے	۳۸۸
رم المفتی	مدعی اور فقہ کی شناخت علماء پر بھی مشکل ہے	"	حلت میں آج کل جو کچھ کہلا یا جاتا ہے۔ مثلاً واللہ اس باب میں جو کہوں گا حق کہوں گا۔ بیمین منعقدہ ہے اور مدعا علیہ پر بیمین غموس لازم ہے	"
تربہ	مسلمان پر معصیت کا حکم لگانے سے قبل تنبیح ضرور کر لینا چاہئے	"	مطلق کا اقرار تنقید کا اقرار نہیں ایسی چیز جو تخلیف مجھ نہیں جس کے انکار سے مدعا علیہ پر دعویٰ کی ڈگری نہ دی جاسکے	۳۸۸
عقاید	اولاد کا والدین کے حقوق کا لحاظ نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے اطاعت والدین کے ترک تہیب کی حد میں یک دل گداز حدیث شریف	۳۹۳	قسم اس بات پر دلائی تھی کہ کوئی چیز اس فہرست میں کہ بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم ہے۔ مدعا علیہما کے پاس نہیں۔ نہ ضیاء النساء بیگم کے مرے کے بعد کبھی مدعا علیہما ہی آئی۔ قسم دلائے وقت تھا کبھی ہنگوار ہو گیا۔ تو تخلیف مجھ نہ ہوگی	"
خطوط ابواب		۳۹۴		"
ترجیب				"

صفحہ	مضمون	متفرق	صفحہ	مضمون	متفرق
۳۹۵	انت و مالک لایکھ حکم دیانت ہے قضاء باپ اور بیٹے کی ملک جدا ہے۔	۳۹۵	۳۰۰	سے مسلمانوں کے حقوق پر غلط اثر پڑتا ہے	۳۰۰
۳۹۶	لوہ کے کے مال میں مجبور باپ کے حقوق	۳۹۶	۳۰۱	مسئلہ دائرہ ہرقلمی نصوص کچھ روایوں کی مذہب جرح پر سخت تنقید۔	۳۰۱
۳۹۷	فقیر باپ اپنے الدار لوہ کے کے مال سے ضرورت بھر کر ا	۳۹۷	۳۰۲	جرح دفعوع ہے	۳۰۲
۳۹۸	قائب کے مال سے زید و ابوبین، اپنے حق کی جنس سے بغیر قضا	۳۹۸	۳۰۳	قاضی ابوبیوسف رضی اللہ عنہ کی روایت نادرہ کو ان کا مذہب بتانا غلط ہے	۳۰۳
۳۹۹	قائب بھی لے سکتے ہیں	۳۹۹	۳۰۴	روایت نادرہ پر عمل صحیح نہیں۔	۳۰۴
۴۰۰	اپنے اقرار پر آدمی کا مواخذہ ہوگا مرض الموت کا بہرہ رفا	۴۰۰	۳۰۵	جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے ہمارا مذہب نہیں۔	۳۰۵
۴۰۱	در شہر برقوق ہوتا ہے	۴۰۱	۳۰۶	قول مرجوحہ پر فتویٰ جہل اور خرق اجراع ہے۔	۳۰۶
۴۰۲	شرکت طاریہ مضر بہ نہیں	۴۰۲	۳۰۷	عمل اسی ہے جو اکثر کا قول ہے۔	۳۰۷
۴۰۳	خریداری مشتری کی طرف سے قرار دینا ممکن ہوتا ہے یا مذہب	۴۰۳	۳۰۸	امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر فتویٰ دینا واجب ہے۔	۳۰۸
۴۰۴	عام طور سے باپ بیٹے کے نام کوئی چیز خریدتا ہے۔ تو مقصد	۴۰۴	۳۰۹	قاضی جب اپنے مذہب کے قول مستند کے خلاف فیصلہ کرے	۳۰۹
۴۰۵	بیہ کرنا ہوتا ہے	۴۰۵	۳۱۰	ناخذ نہ ہوگا۔	۳۱۰
۴۰۶	باپ نے بیٹے کے لیے اقرار کیا۔ اب کہتا ہے مصلحہ ایسا کیا	۴۰۶	۳۱۱	گو اہوں کے مختلف بیان میں نہیں۔	۳۱۱
۴۰۷	تھا۔ گو اہی کے بعد باپ کا دعویٰ تسلیم کیا ہوگا قسم کے بعد	۴۰۷	۳۱۲	عدم ذکر ذکر عدم نہیں	۳۱۲
۴۰۸	بیٹے کا قول معتبر ہوگا۔ محول کی صورت میں ڈگری باپ کی	۴۰۸	۳۱۳	ایک گواہ نے زید کے عرس پر چھ کا ذکر کیا۔ دوسرا خاموش	۳۱۳
۴۰۹	ثبوت زوجیت کے ایک فیصلہ کی تنقید۔	۴۰۹	۳۱۴	ہے۔ ان بیانیوں میں کوئی اختلاف نہیں	۳۱۴
۴۱۰	صحت نکاح صحت توکیل پر موقوف نہیں۔ نکاح فغولی بھی	۴۱۰	۳۱۵	ایک گواہ نے کہا فلاں کو دیکھ لیا۔ دوسرے نے اضافہ کیا	۳۱۵
۴۱۱	جائز ہے۔ نقادالبتہ طہین کی اجازت پر موقوف ہوگا۔	۴۱۱	۳۱۶	کہ اس کے بعد معزول کہا دیا۔ وکالت کے حق میں گواہی متبول	۳۱۶
۴۱۲	نکاح فغولی پر فیصلہ کرنے کے لیے یہ ضروری نتیجہ ہے کہ اجازت	۴۱۲	۳۱۷	عزل میں نہیں۔	۳۱۷
۴۱۳	پائی گئی یا نہیں۔	۴۱۳	۳۱۸	عدم ذکر اور ذکر کا اختلاف قرآن عظیم میں بھی ہے دراصل	۳۱۸
۴۱۴	تعد کی اجازت پہلے کی وکالت کے شل ہے	۴۱۴	۳۱۹	یہ اختلاف ہے ہی نہیں۔	۳۱۹
۴۱۵	صحت شہادت کے لیے مشہور علیہ کو وقوع کے وقت ہیچانا ضروری	۴۱۵	۳۲۰	ایک اختلاف میں لطین	۳۲۰
۴۱۶	ہے پہلے سے جان ہیچان ضروری نہیں۔	۴۱۶	۳۲۱	خاورہ زبان کی تحقیق	۳۲۱
۴۱۷	دور دور اور ایک عورت کی شہادت کہ بہ فلاں عورت ہے	۴۱۷	۳۲۲	ایک اور اختلاف کی منفع	۳۲۲
۴۱۸	اس وقت ضروری ہے کہ مقروض نقاب میں ہو۔	۴۱۸	۳۲۳	ایک اور اختلاف	۳۲۳
۴۱۹	گواہ مقروض کو دیکھ کر گواہی دینا بیان کرے تو مقروض کو دکھا کر	۴۱۹	۳۲۴	اقوال سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔	۳۲۴
۴۲۰	اطمینان کر لینا چاہیے کہ یہ وہی عورت ہے۔	۴۲۰	۳۲۵	چھو بار سے بتائے اور شیرنی کا اختلاف	۳۲۵
۴۲۱	جو امور اصل دعویٰ سے زاید ہوں۔ ان کا اختلاف محفل	۴۲۱	۳۲۶	نکاح میں مقصود نہیں وہ تابع اور زائد ہے	۳۲۶
۴۲۲	شہادت نہیں	۴۲۲	۳۲۷	نکاح کے وقت، بہرہ ہونے کی نظر لگائی، نکاح صحیح اور بہر	۳۲۷
۴۲۳	غیر مضر اختلافات کی چھ مثالیں	۴۲۳	۳۲۸	شل ثابت ہوگا	۳۲۸
۴۲۴	حکام شرح کو تہیہ کہ آج کل جس طرح زبردستی گواہوں	۴۲۴	۳۲۹	گواہ اور مدعی میں ہر کی مقدار میں اختلاف ہوتوں نکاح	۳۲۹
۴۲۵	کا نفاذ خواہ خواہ نکالا جاتا ہے یہ زیادتی ہے۔ اور اس	۴۲۵	۳۳۰	دو وثوں میں سے جو کم ہو اس پر ہوگا	۳۳۰
			۳۳۱	نکاح کے علاوہ دیگر عقود میں بدل میں اختلاف ہونو دعویٰ	۳۳۱
			۳۳۲	رو کر دیا جائے گا۔	۳۳۲

Click For More Books

صفحہ	مضمون	مفتی	صفحہ	مضمون	صفحہ
۴۰۶	نکاح کی دعوت دینے اور نہ دینے کا اختلاف		۴۱۰	نامقبول شہادت کو سن کر دقت خالق کرنا۔ مکروہ تحریمی ہے	خطرواحیات
"	دعویٰ ہے اصل ہے یا فیصلہ		"	آدمی کی شہادت اپنے فعل پر نامقبول ہے	"
"	۲۵، ۲۴ تاریخ کافری	وقت	"	آج کل کی اصطلاح کا دیکھیں نکاح سفیر محض ہوتا ہے	"
"	عوام آنے والی رات کو دن کے تابع مانتے ہیں، اور اہل اسلام گذشتہ رات کو۔ لیائی حج کا اس سے استثناء ہو	"	"	بیلغ اپنے پیغام پہنچانے کا ذکر اپنی شہادت میں کر سکتا ہے۔	"
۴۰۶	انگریزی تقویم میں ۱۲ بجے رات سے تاریخ بدلتی ہے۔	"	"	تبلیغ اور فعل نفس کے فرق کی مثال	"
"	گواہی کا ایک اور فعل	"	"	نکاح خواں قاضی ادا سے شہادت سے قبل اپنے جہد سے استعفا دے چکا ہو تو اس کی شہادت غیر سموع ہے۔	"
۴۰۶	نکاح کے ثبوت کے لیے نکاح پڑ جانے والے کی گواہی مقبر نہیں۔	"	"	عدم تعین تاریخ و ماہ و سال، یا اسم منکوحہ و اسمائے گواہاں۔ شہادت کی نامقبولیت کا سبب نہیں	"
"	آؤدیکھ نہ پوچھا تھے نہ پوچھا تافرن	زبان بیان	۴۱۱	گواہوں نے کہا بڑی لڑکی مگر ہم اس کو جانتے نہیں۔	"
"	فعل ماوردی نسبت امر کی طوط ہوتی ہے	فوائد فقہیہ	"	گواہی مقبول ہے شوہر سے کہا جائے گا کہ اس امر کا ثبوت فراہم کر دو کہ بڑی لڑکی ہی ما علیہا ہے۔	"
"	نکاح نامہ کا حکم	"	"	قاضی کو چاہئے کہ شہادت مکمل ہو تو فیصلہ کرے۔ مطلق ہو تو مفید کرے ناقص ہو تو کامل کرے۔ مجمل ہو تو مفسر کرے	"
"	تساخ اور بعد آنے میں اختلاف	"	"	ہجی کو شرعی طریقہ پر دعویٰ کرنے کا ڈھنگ نہ ہو تو قاضی تعلیم کرانے گا۔	"
"	اور دعویٰ کے داؤ کا ترجمہ ہے۔ یہ لفظ معیت ترتیب	زبان بیان	"	ناکح اور منکوحہ کے نام نہ لینے کا اعتراض۔	"
"	ترافی، تعقیب سب سے خالی ہے	"	"	ایک اور گواہی	"
"	فرعون اور قوم لوط میں تقریباً دو ہزار برس کا فیصلہ ہے۔	تاریخ	"	چند امور کی گواہی میں کسی ایک امر میں گواہی مرد مرد ہونے سے بقیہ امور میں مردود ہونا ضروری نہیں۔	"
۴۰۸	ایسے اختلافات سے شہادت باطل نہیں ہوتی	"	"	درمخاد کی ایک عبارت کی توضیح	"
۴۰۸	ایک اور بے اثر اختلاف	"	"	بہالت مدعی علیہا کی ایک اور شہادت	"
"	ما علیہ کا نام شروع میں نہ بتانے اور بعد میں بتانے سے متعلق بحث۔	"	"	ایک اور نو اعتراض	"
"	پکڑیوں میں گواہ کا بیان علم بند کرنے کا ضابطہ	"	"	دو ہینہ دس دن کو تین ہینہ کہنے پر اعتراض کا جواب	"
"	بیان میں قلم بند نہ ہونے والی باتوں کا ذکر بعد میں ہی ہوگا	"	"	کسی دقت کے جزو قبیل و کثیر کو پورا کہہ دینا عیب کا دستور ہے۔	"
"	گواہ کوئی ضروری بات مجلس بدلنے کے بعد بھی پڑھوا سکتا ہے۔	"	"	عدم دعویٰ کے قرائن کی تنقیح	"
"	جو اختلاف محل تہمت ہوں، ان کو بھی مجلس شہادت ختم ہونے سے پہلے پڑھوا سکتا ہے	"	"	صرف شہادتوں کے خلاف قرائن پر حکم نامکن ہے۔	"
۴۰۹	جہنم دیکھنے میں نام لینے سے زیادہ تعین ہے	"	"	شاہدہ اور ثابتہ بانشاہدہ کا ایک حکم ہے۔	"
"	ادائے شہادت کے لیے نام جاننا بہترہ دیکھنا ضروری	"	"	نچر دہشت سے شہادت رد نہیں ہوتی۔	"
"	دقت نکاح کی بہالت سے گواہی پڑ نہیں پڑتا	"	"		"
۴۰۹	شاہدین یا مدعی و شاہد کے بیان میں زمان و مکان کا اختلاف ہو تب بھی گواہی مقبول ہے تو تردد کی صورت میں بہرہ اولیٰ مقبول ہوگی۔	"	"		"

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۲۱۸	دوسری نبرہ سے تین نبروں ان سے دعویٰ کے ثبوت و عدم ثبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱۸
۲۱۹	اگر وہ ایک نبرہ کا ثبوت یا رد مذی علیہ تھا	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱۹
۲۲۰	اصل یہ ہے کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے کفو ہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۲۰
۲۲۱	سینہ کا اجمار، موئے زیر ناف کا اگنا، گڑھی، آواز کا بوجھل ہونا شرعاً مثبت بمرغ نہیں	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۲۱
۲۲۲	مادہ مذہب لفظ ہے۔ شہادت میں گول بات مقبول نہیں	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۲۲
۲۲۳	فیصلہ ناقص اور قبل از وقت ہے	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۲۳
۲۲۴	نور مختار حاکم اسلام، رئیس مملکت یا بالاتفاق رعایا بنا یا ہوا قاضی مطلق، یا ان کا بنا یا ہوا قاضی یا ذون باسختلات جس میں مقدمہ میں کسی اہل قضاء کو فیصلہ کا حکم دے۔ وہ فیصلہ قاضی شرع کا فیصلہ ہے ان کے نقص کا کسی کو اختیار نہیں۔ قاضی اپنے مذہب معتبر کے خلاف فیصلہ دے تو نافذ نہ ہوگا	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۲۴
۲۲۵	ایک غلط فیصلہ کی تنقید	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۲۵
۲۲۶	تشیع کو جائز ادا کے بیچ کے قابل بھر دے خریدتے ہی یہ اعلان کرنا چاہئے۔ کریں شفعو کا طالب ہوں۔ ذرا سی تاخیر بھی شفعو باطل کر دے گی، (۱۵) کو طلب مواثبت کہتے ہیں	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۲۶
۲۲۷	بائع یا مشتری یا جائز ادا کے پاس جا کر لوگوں کو گواہ بنا بھی ضروری ہے۔ کریں شفعو طلب کرنا ہوں اس کو طلب استنہاد کہتے ہیں۔ مواثبت کے بعد یہ بھی ضروری۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۲۷
۲۲۸	اگر کوئی تشیع طلب مواثبت اور طلب استنہاد سے قبل طلب خصومت کرے شفعو باطل ہوگا	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۲۸
۲۲۹	طلب خصومت سے پیشتر کی طرف اسناد دلم اور	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۲۹
۲۳۰	اسناد علم الی الامنی میں فرق ہے	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۳۰
۲۳۱	تشیع کو طلب استنہاد سے قبل علم نہ ہو سکا تو بین کے قضا اس کا قول معتبر ہوگا اور بینہ مشتری پر اور طلب استنہاد سے پہلے علم کا مفرد ہو۔ اور طلب مواثبت کا مذی تو بینہ	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۳۱
۲۳۲	تشیع پر۔ طلب خصومت کے وقت تشیع نے مواثبت اور استنہاد کا دعویٰ کیا۔ اور ما علیہ گویائی کے باوجود خاصوشن یا تو یہ بھی انکار فرما دیا جائے گا۔ مذی سے گواہ طلب ہونگے گواہوں نے طلب مواثبت و استنہاد کے بارے میں دعویٰ مذی کے خلاف بیان فرما دیا ہوگا۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۳۲
۲۳۳	گواہ طلب مذی کے وقت بائع اور مشتری دونوں کا رہنا بیان کرے۔ مگر ان کے پہچاننے سے انکار کرے، تو گواہی مرد و دہرہ ہوگی۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۳۳
۲۳۴	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۳۴
۲۳۵	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۳۵
۲۳۶	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۳۶
۲۳۷	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۳۷
۲۳۸	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۳۸
۲۳۹	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۳۹
۲۴۰	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۴۰
۲۴۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۴۱
۲۴۲	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۴۲
۲۴۳	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۴۳
۲۴۴	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۴۴
۲۴۵	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۴۵
۲۴۶	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۴۶
۲۴۷	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۴۷
۲۴۸	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۴۸
۲۴۹	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۴۹
۲۵۰	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۱	شہادت کی تکمیل مذی کا کام ہے۔ مذی علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔	۲۵۰

صفحہ	مضمون	متفرق	صفحہ	مضمون
۲۲۵	لیک گواہ کے زید نے یہ کام کیا۔ دوسرا کے یا نہیں			کایہ مطلب ہوتا ہے کہ قسم کے بعد
"	کس نے کیا ان دونوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں	منطق		مدعی حلف نہ طلب کرے تو حاکمی فیصلہ نہ کرے گا
"	رقمہ دکانہ میں بعض مواقع میں عام و خاص کی نسبت	"		جو فیصلہ اصول شرع کے خلاف ہو وہ فیصلہ ہی نہیں
"	ہوتی ہے خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں	"		نہ اسے منسوخ کرنے کی ضرورت
"	کوئی آدمی کسی سے کچھ لکھوائے۔ عوف عام میں فعل امر کی	معانی دینا		طریق حکم
"	طرف منسوب ہوگا	"		مرتعن نے مرعون تلمن کر دی تو قرض ساقط اور مرعون
"	شہادت میں اس اختلاف کا اعتبار ہے جس کا اثر اصل	"		سے فاضل کا تاوان دلایا جائے گا۔
"	پر مرعون فاضل اختلاف کا اعتبار نہیں۔	"	۲۲۹	لڑکی نے اپنے باپ پر ماں کی ہر سے حصہ وارثت کا
۲۲۶	ایک گواہ نے کہا مدعی کے ساتھ فلاں تھا دوسرے نے			دعویٰ کیا۔ باپ نے ابراہم ہر کا جواب دیا۔ طریق حکم
"	کہا نہیں یہ اختلاف کچھ مضر نہیں			کیا ہے؟
"	نقص شہادت کے لیے جہالت وہ معتبر ہے۔ جو طریق حکم کو		۲۳۰	بیر شاہدہ کے گواہی نامقبول ہے۔
"	سدود کرے۔		۲۳۰	دس معاملات میں سنکر گواہی دے سکتے ہیں۔
"	مرعہ نے زیور کی تعداد ۲۰۰۰ تو لہ نسیم کی چاندی کا ہونے			شہادت باساعت کی حلت
"	سے انکار کیا۔ شہادت صرف چاندی ہونے کی طلب کی			ہر نکاح کے تابع ہو کر ان امور سے ضرور ہے کہ اس کی
"	جائے گی زیور کی تعداد کی تحقیق غیر ضروری ہے۔			گواہی سنکر دی جا سکتی ہے۔ مگر ہر کی معافی ان میں سے
"	شاہد نے مدعا علیہ پر مدعی کے کچھ پیسہ ہونے کی شہادت دی			نہیں۔
۲۲۶	تعداد نہ بتائی۔ گواہی ثابت ہے تین پیسے دلائے جائیگی			جن امور میں سنکر گواہی جائز ہے اگر گواہ ادائے شہادت
"	عوام اس کو مدعی کہتے ہیں جو کچھ جری میں پہلے ناش کرے			کے وقت سماع کی تصریح کر دے۔ شہادت نامقبول ہے
"	شرع میں بسا اوقات اس کا الٹا ہوتا ہے۔ مدعی اور			قبضہ کی بنا پر شہادت جائز لیکن ادائے شہادت کے
"	مدعی علیہ میں تمیز دشوار کام ہے			وقت تصریح کی کہ قبضہ کی بنا پر شہادت دیتا ہوں مع
۲۲۷	زید نے مرد پر ہزار روپے کا دعویٰ کیا مرد نے کہا میں			مردود ہے۔
"	ادا کر چکا ہوں۔ مرد مدعی ہوا اور زید مدعا علیہ			شاہد علی الشہادہ بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس
"	عام طور سے زیور گرد رکھنے والے سترو کا مال پچاس			گواہ یہ کہے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ تو اس گواہی
"	پر رکھتے ہیں۔ مرعہ اس کو ۲۵ کا بتائے تو ظاہر			پر گواہ ہو جا۔
"	کے خلاف ہے۔ اس سے گواہ مانگے جائیں گے۔			گواہ نے ادائے شہادت کے وقت لفظ اشد یا اس کے
"	راہن زید چاندی کا بتائے۔ مرعہ سلور کا مرعہ			ہم معنی لفظ نہ کہا تو شہادت نہ ہوگی، خبر نہ جائے گی
"	کے گواہ نامقبول ہوئے۔ راہن نے نہ قسم کھائی نہ انکار		۲۳۱	عقدوں اور مردوں کے بیان میں مخالفت مضر ہو تو گواہی
"	کیا تو فیصلہ کی راہ سدود ہوگی۔			نامستبر ہوگی۔
۲۲۷	مدعی کے محض دعویٰ پر فیصلہ نہیں ہوگا۔ مدعا علیہ سے			عورتوں کی شہادت گواہی معتبر نہیں۔
"	قسم طلب کرنا ضروری ہے۔			مرض موت کا ہب وصیت کے حکم میں ہے
"	مرعہ نے ظاہر کے خلاف دعویٰ کرے تو گواہوں سے			مدعی اثبات ابراہم نہ کر سکے مدعا علیہ پر قسم سے۔ مدعا علیہ
"	ثابت کرنا ہوگا۔ اور مدعا علیہ کے قول۔ القول قول مرعہ			قسم سے انکار کرے تو ابراہم ثابت۔ اور قسم کھانے تو دعویٰ
"	کا صورت مثلہ سے تعلق نہیں۔			ثابت۔
۲۲۸	نہا جب یہ فرمائے ہیں کہ فلاں کا قول معتبر ہے تو اس	قرائن دینا		ہر قسم کے دعویٰ میں ہر شے سے کم یا برابر کا دعویٰ کیا اور مدعی

صفحہ	مضمون	متفرق	صفحہ	مضمون	متفرق
۲۳۱	نے ابراہیم کا۔ تو عدم ثبوت ابراہیم کی صورت میں مدعی کا دعویٰ بلا قیہ ثابت ہو جائے گا۔		"	حامل کا کلام صحت پر محمول کیا جائے گا	فائدہ فقہیہ
"	پہرشل کے دعوئی سے کم اور زائد ہونے کی مختلف صورتوں میں طریقہ فیصلہ کا بیان۔		"	گواہ نے قبضہ دلانے کی گواہی دی مطلب قبضہ نامہ ہو گا۔	
۲۳۲	مہم کے تصفیہ کا ایک سوال پہلی گواہی۔		"	قبضہ دلائی گئے کے بعد یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اپنا قبضہ	
۲۳۳	دوسری گواہی تیسری گواہی		"	بٹا کر ہر چیز سے فارغ کر کے قبضہ دلایا۔	اصل فقہ
"	اعتراضات ملحقہ (۱۶) قبضہ ناقصہ		۲۳۸	اٹھی اذا اثبت ثبوت بلوازمہ	
"	" (۲۶)		"	جزئیات فقہیہ	
۲۳۵	" (۳۶) اور اختلاف شہادت		"	گواہ نے کہا یہ دونوں میاں بیوی میں نکاح کا ذکر نہیں	
"	" (۴) اختلاف شہادت		"	کیا۔ گواہی قبول ہے	
"	" (۵) مہم میں ایجاب کے ساتھ قبول		۲۳۸	مسئلہ مسئلہ میں گواہیاں مکمل ہیں	
"	ضروری قبضہ قبول کے قائم مقام نہ ہو گا		"	موجب لہ کا غرواہب کے اطلاق و اسباب سے خالی	ہم
"	" (۶) مدعی علیہ کے شاہدوں کے بیان سے قبضہ واجب ثابت ہے۔		"	ہونا ضروری نہیں۔	
"	مسئلہ اولیٰ، کافی، کفایہ، تنویہ، ہدایہ اور دریں سے ہے کہ قبول مہم میں ایجاب کی طرح دکن ہے	ہم	"	درتھن، اجیر، یا عاریتہ مقیمین کے علاوہ کوئی مکان میں	
۲۳۵	حصر، حلقہ، نہانیہ، درایہ یعنی اور عامہ تشریح میں ہے کہ قبول دکن ایجاب نہیں ہی قول امام ہے	ہم	"	ہو۔ وہ مکان کا قابض نہیں نہ اس کے رہنے سے	
"	راج مستند و معنی یہی ہے کہ قبول مہم دکن نہیں تحقیق یہی ہے کہ مہم میں قبضہ سے ملک اور قبول دونوں ثابت ہوتے ہیں۔	فائدہ فقہیہ	"	موجب لہ کے قبضہ میں فرق آئے	
"	قبضہ بلا اذن یا بہ اذن اسی مجلس مہم میں ضروری نہیں۔ بعد کو بھی ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ قبضہ سے پہلے رڈ نہ ہو۔	ہم	"	منفی صاحب کے تیسری اعتراض کا جواب اور گواہی کی توثیق۔	
"	عمل ہمیشہ استعسان پر ہوتا ہے لفظ ناخذ اعانم لفظ افتار سے ہے	فائدہ فقہیہ	"	دست کا اختلاف اور اختلاف شہادت مقرر نہیں۔	
"	قبول مہم کے دکن نہ ہونے کی دلیل، اور اس کی نظیر	ہم	۲۳۹	موجب لہ کا مہم کے وقت ملک واجب سے خالی ہونا ضروری	
"	ترجیح مزید		"	نہیں قبضہ کے وقت حضور ضروری ہے واجب زندگی	
"	فیصلہ کی توثیق اور دکن کی تضعیف	تحقیق معنی	"	بھر مکان موجب لہ میں رہا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ قبضہ نہ ہوا۔ یہ نفی کی شہادت ہے، جو نامقبول ہے۔	
"	واجب نے موجب کو فارغ نہ کیا اور کہا کہ قبضہ دلایا۔ تو کذب ہو گا۔	ہم	"	یہ گواہی مقبول ہوگی کہ قبضہ کے وقت واجب کا سا ان مکان موجب میں تھا۔	
۲۳۷	عاریت کا قبضہ بھی ایک ہی کا قبضہ ہے	ہم	"	قبضہ تمام کے بعد واجب زندگی بھر مکان موجب میں غصباً ہم	ہم
۲۳۷	اجیر اور درتھن کا قبضہ مستقل ہے	عاریت	"	یا اجارہ رہے۔ مہم میں کچھ خلل نہیں	
"	بے اجرت لوگوں کو مکان دیکھا ہے اس مکان کو اپنے چھوٹے بڑوں کو مہم کیا مہم مجموعہ مدہنے والوں کا تخلیہ ضروری نہیں۔	اجارہ ہم	"	مدعی نے کہا میں نے یہ مکان تیرے باپ سے خرید لیا۔	
"		ہم	"	۸۔ علیہ جو قابض تھا۔ اس نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ میرا باپ زندگی بھر اس میں رہا گواہی مقبول نہ ہوگی۔	
"		"	"	۸۔ فاعلیہ نے مہم کا انکار کیا۔ اور گواہ پیش کیا کہ اس	
"		"	"	جاؤ اور ہمیشہ واجب کا قبضہ رہا۔ یہ گواہی مدعی مدعی	
"		"	"	گواہ نے پیش کر کے تو مدعا علیہ کو قسم دلائی جائے گی۔	
"		"	"	مدعی نے اپنے دعوئی میں زیور کی قیمت وزن اور صفت بتائی۔ گواہ نے وزن کا ذکر نہیں کیا گواہی مقبول ہے	
"		"	"	یہ نہیں۔ ۹	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۴۴۰	مقدمت اور فتاویٰ کا جائزہ		دعویٰ کے تفصیلات بتانے کا مقصد دعویٰ کی تعین ہو	
	سورٹ کی دو جہاں ایک خاندانی اور ایک طائف	"	محول ہو مطلقاً نہیں ہوتی۔	
	اور چار لڑکے دو خاندانی سے اور دو طوائف سے	"	جو چیز حاضر ہو اس کی تعین کے لیے اشارہ کافی ہے	
	سورٹ کی جائداد کی تفصیل	"	اگرچہ اوصاف غلط بیان کیے ہوں۔	
	رواؤد کارروائی حق وراثت اور اس کی تقسیم کی	"	غیر موجود میں ایسی تفصیل ضروری ہے۔ کہ پوری تعین	
۴۴۵	دعویٰ علیہ کا بیان	۴۴۵	بقدر امکان و احتیاج ماحول ہو۔	
	چشتی قوم کا رواج	"	چاندی اور سونے میں وزن ہی مقدار ہے اس لیے	۴۴۱
	فریقین کے صلحنامہ کا خلاصہ	"	اس کے بیان کے بغیر چارہ نہیں۔	
	بیان بدرالدین	۴۴۶	غضب اور رہن میں قدر سے جہالت کا نقل ہوتا ہے	
	درخواست داخل و خارج تفصیل منجی	"	حارثیہ میں نہیں۔	
	بیان الالبخشی	۴۴۷	غضب اور رہن میں قیمت نہ بتائی گواہی مقبول ہو	
	پر دانہ بنگہ پیش کار۔	"	مالگیری کی ایک روایت کا مصداق	
	بیان بدرالدین وغیرہ	۴۴۸	غیر موزوں پر موزوں کا قیاس صحیح نہیں	
	سند مولوی نور الدین بابت نکاح صدر الدین دنگ	"	اننت استہلاک کے بعد غضب ہو جاتی ہے	۴۴۲
	بھری	"	ثبوت دعویٰ اور قضاے قاضی بینہ یا اقرار مدعا علیہ	
	سند دوم بابت نکاح	"	یا قسم یا کول عن الخلف پر موقوف ہوتے ہیں۔	
	نکاح کے گواہوں کا بیان	۴۴۸	حکم کے چھ ارکان کا بیان	۴۴۲
	دوبارہ درخواست ابتدائی	"	تخریر کا بعد دوسرے نہیں۔ تو اس کی بنیاد پر پیمائش	۴۴۳
	حکم۔	"	بے کار ہے۔	
	دوبارہ دوران بند و بست درخواست داخل خارج	"	دعویٰ علیہ سے گواہی لینا بے کار ہے۔	
	بیان بخش اللہ بھٹی درخواست مذکور	"	تقسیم اور شرکت میں منافات ہے	
	درخواست تقریر ثلثان	"	شہادت علی النسخ کی ایک مثال	
۴۴۹	فتویٰ مولوی عبدالرحیم صاحب بابت ثبوت نسبت	"	شرع میں اس میں پر ہے اس کے مقابلہ میں صورت	
	فتویٰ مولوی عطا محمد صاحب نسبت کا انکار صلحنامہ	"	کاٹھا نہیں۔	
	کے موافق جائداد کی حقیقت کی تقسیم	"	میں نے ردیلت اور دعویٰ صورتاً دعویٰ ہے	
	مسر فی ثلثان کی وضعی	۴۵۱	لیکن حقیقت میں انکار ردیلت ہے۔	
موعظت	فریقین اور حکام مقدمہ کو ہدایات (جواب)	"	قدیم سبلی مفہوم ہے	
عقائد	حکم اللہ و رسول کے لیے ہے	"	صورتاً سئلہ میں تجویز کی تخریر کے! وجہ فیصلہ	
	تنقیدات مصنف	"	نہیں ہوا۔	
	ثالوثوں کا فیصلہ باطل ہے۔ (۱) یہ شرعاً ثالث ہی نہ تھے	"	جن مواقع میں حکام کے تصرفات حکم کا درجہ نہیں	
	(۲) ثالث ہوں بھی تو اس خاص فیصلہ کا ان کو حق نہ	"	سماعت کر سکتے ہیں۔ - - - - - دوسرے حکام اس کی	۴۴۳
	تھا۔ (۳) ان کا فیصلہ ایسی اختلاف رائے کی وجہ سے	"	ایسے معاملات کی میں انواع کی طرف اشارہ	
	الاستغریہ ہے۔	"	ایک جائداد کی تقسیم اور حقیقت سے متعلق مختلف	۴۴۴
	میں ثالثوں کا فیصلہ خالص شرع ہے۔	۴۵۲		

صفحہ	مضمون	متفرق	صفحہ	مضمون	متفرق
۴۵۱	کے خلاف ہر مسلم نہیں بہ اخلاص لکھی گئی کا لفظ معنی بہ ہونے کی علامت نہیں	۴۵۱	۴۵۱	تالی کے لیے فریقین کی فیصلہ کے وقت تک رضامندی ضروری ہے۔	۴۵۱
۴۵۲	ساکت کی طرت کوئی قول نہیں منسوب ہوتا	۴۵۲	۴۵۲	ثالث ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے جس کا اثر باہنوں کے حق تک پہنچے۔	۴۵۲
۴۵۳	اپنے رشتے کا اقرار جو اپنے غیر پر نسب لازم کرتا ہو شرعاً بے حد ضعیف ہے۔	۴۵۳	۴۵۳	چند شخص ثالث ہوئے تو ان کا متفق علیہ حکم ہی نافذ ہوگا۔	۴۵۳
۴۵۴	تضام کے قاضی کو جس قید سے مستفید کیا جائے اسی کے ساتھ فریقین نے اس شرط کے ساتھ حکم بنایا کہ وراثت ثابت ہو تو حصہ تقسیم ہو۔ تو وراثت ثابت ہوئے بغیر تقسیم حکم کے اختیار سے خارج ہوگی۔	۴۵۴	۴۵۴	وکیل، ولی، ناظر، قاضی، سب کا یہی حکم ہے۔	۴۵۴
۴۵۵	چوتھے کاغذ شجرہ نسب کی تنقید۔	۴۵۵	۴۵۵	مذکورہ بالا حکم سے بین امور مستثنیٰ ہیں	۴۵۵
۴۵۶	دفتر کا میدان اہل مدکی سبزر چرماہ ہے	۴۵۶	۴۵۶	کاغذات سے نسب ثابت نہیں	۴۵۶
۴۵۷	فریقین کی رضامندی کے بعد حاکم کا یہ آرڈر کہ بندوبست جاری ہے اس میں درخواست دین بے معنی ہے۔	۴۵۷	۴۵۷	پہلا اعتراض :- بیان صرف ایک بھائی کا ہے۔ دوسرا کا نہیں۔	۴۵۷
۴۵۸	کاغذ ششم کی تنقید	۴۵۸	۴۵۸	دوسرا اعتراض :- اس نے بھی بھائی ہونا تسلیم نہیں کیا ہے	۴۵۸
۴۵۹	تحریری ادائے شہادت کا رواج قانونی کچھ یوں میں بھی نہیں۔	۴۵۹	۴۵۹	بلکہ فقہ نکاح کی اولاد مانا سے	۴۵۹
۴۶۰	ایک شاہد سے نکاح کے اقرار کا ثبوت نہیں ہوتا	۴۶۰	۴۶۰	پٹواری کا بیان شہادت نہیں ہو سکتا۔	۴۶۰
۴۶۱	شہادتوں کی تنقید	۴۶۱	۴۶۱	کاغذ رواج عام پر تنقید اس میں اقرار قبول ہے اور یہ باطل ہے۔	۴۶۱
۴۶۲	شہادت میں لفظ اشہد یا اس کا ہم معنی ضروری ہے	۴۶۲	۴۶۲	قبول مقررہ کی قرائن سے تعین نہیں کی جاسکتی۔	۴۶۲
۴۶۳	شہادت میں لفظ شہادت رکن ہے۔	۴۶۳	۴۶۳	ظاہر اور فریبہ مدعی کے مفید نہیں۔	۴۶۳
۴۶۴	لفظ اشہد کے تعین کے لئے کئی وجہیں ہیں قسم ان میں سے ایک وجہ ہے۔	۴۶۴	۴۶۴	لفظ بیوہ کی تحقیق	۴۶۴
۴۶۵	کچھ یوں میں جو طعن دلویا جاتا ہے اس سے اشہد کا تقاضا پورا نہیں ہوتا	۴۶۵	۴۶۵	رواج عام واجب الرفض کا مطلب	۴۶۵
۴۶۶	شہادت اور شجرہ کافرق	۴۶۶	۴۶۶	رواج عام کی تحریر سے نسب ثابت نہیں ہوتا	۴۶۶
۴۶۷	شہادت میں لفظ اشہد امر تعبدی ہے اس پر دوسرے الفاظ کا قیاس جائز نہیں	۴۶۷	۴۶۷	محضرہ و سجلات کے سند ہونے کی بحث	۴۶۷
۴۶۸	کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف مقبول نہیں	۴۶۸	۴۶۸	شیخ ابوالعباس کے لفظ امانہ کی توضیح	۴۶۸
۴۶۹	لفظ چند کس و کج پر بولا جاسکتا ہے	۴۶۹	۴۶۹	کتاب القاضی الی القاضی کی تحقیق	۴۶۹
۴۷۰	تو اتر کی تحقیق	۴۷۰	۴۷۰	رواج عام سے استناد کی مزید تنقید	۴۷۰
۴۷۱	نئی برہمی خبر متواتر مقبول ہے	۴۷۱	۴۷۱	مفتیوں کے فتویٰ کے موافق طلاق کا اقرار کیا بعد کو پتہ چلا فتویٰ غلط تھا طلاق نہیں پڑی	۴۷۱
۴۷۲	حکم دیکھ کے موافق شرع فیصلہ کو فریقین پر اننا لازم ہے۔	۴۷۲	۴۷۲	دستاویز پر فیصلہ نہیں ہو سکتا۔	۴۷۲
۴۷۳	اور اختلاف شرع فیصلہ کی پابندی کسی پر نہیں	۴۷۳	۴۷۳	دوا دین تضام کے کون سے کاغذات قابل سند ہیں؟	۴۷۳
۴۷۴	فیصلہ میں یہ شرط لگانا کہ جو حکم ملتے چار ہزار روپے فریق مخالف کو دے حرام و باطل ہے۔	۴۷۴	۴۷۴	کن مقدمات میں دفتر تضام کے احکام پر فیصلہ ہوگا؟	۴۷۴
				تو دفتر تضام کے احکام کا حکم کتاب القاضی الی القاضی کا ہے	۴۷۴
				جب کہ اس کے شرائط پائے جائیں	۴۷۴
				اصل صلح نامہ کی دیگر کڑوریاں	۴۷۴
				جب وادث متعدد ہوں تو ایک کے اقرار سے سورت پر نسب نہیں ثابت ہوگا۔	۴۷۴
				قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت جو مذہب امام	۴۷۴

صفحہ	مضمون	صفحہ	مترجمی	مضمون	صفحہ
	در احکام اور عہدہ کی عہدہ کی توضیح	۴۶		شہادت دہی سے لی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ کسی	۴۱
	مقرر شدہ عہدہ نہیں۔ چار مسئلوں کا استفتاء ہے	۴۶	خطرواہت	تفصیح طریقہ پر ہی اطمینان کر لینے میں خرچ نہیں	"
	اقرار کے لیے عہدہ قضا شرط نہیں۔	"		رہنوت دے کر فیصلہ لینا حرام ہے	"
	دہی نے گواہ پیش کئے، مدعا علیہ نے اقرار کر لیا تو فیصلہ	"		فاسق حکم کا فیصلہ موافق شرع ہو تو مانا جائے گا	"
	گواہی کی بنیاد پر نہیں اقرار کی بنیاد پر ہوگا۔	"	خطرواہت	قاضی اور حکم کا ذاتی فیصلہ حکم کے لیے کافی نہیں	۴۱
	شوہر امیر اکادمی ہو۔ تو اس سے گواہ طلب کئے جائیں۔	"		رہنوت دینا اور لینا کب حرام ہے اور کب نہیں؟	"
	اور بصورت عدم گواہ عہدہ کو حلف دلایا جائے گا	"		حاکم کو قرض خواہ کی رضاء کے بغیر از خود ادائیگی قرض	۴۲
	اقرار برائے اور اقرار مال میں گواہوں کے قبول اور	"		کی قسط بندی جائز نہیں	"
	عدم قبول کے اصول	"		ثبوت دعویٰ کے بعد فوراً حکم موافق دعویٰ ضروری	"
	قرضہ ادا کرنے کا دعویٰ کیا۔ تو اس کو گواہ	۴۷		ہے۔ تاہم سے نسق اور عدل لازم ہوتا ہے	"
	دینا ہوگا۔ نہ کہ قسم کھائے۔ گواہ نہ دے تو قرض خواہ پر	"		حکم مذکور سے دو اپہر مستثنیٰ ہیں۔	"
	قسم ہے۔	"		ابطال تاہیل کی مختلف وجہیں	"
	نہ کے عمرو پر دو اشرفی۔ مرد نے کہا اچھا میں ان اشرفیوں	۴۸	تھی پہلی	ایک ایسی صورت جس میں بظاہر مدعی پر مینہ نہیں اور	۴۳
	کے تیس روپے وقت حساب بڑا دوں گا یہ اقرار ہے اور	"		مدعا علیہ پر قسم نہیں	"
	عمرو خود ہوگا۔	"	خطرواہت	ایک سے وعدہ کا مسئلہ	"
	اگر یہ کہا اچھا میں تیس روپے وقت حساب بڑا دوں گا	"	باب الایات	بابانوں کی دلالت سے متعلق ایک سوال	۴۴
	یہ وعدہ ہے۔	"		باب کے ہوتے ہوئے نہ داد کو حق دلالت ہے نہ	"
	اقرار اور وعدہ کا وعدہ کلیہ	۴۸	"	باقی کو۔	"
	دستاویز ہے۔	"		شوہر نے عورت کے ہر سے انکار کیا۔ اور لڑکے نابالغ	"
	منصب میں میراث نہیں چلتی۔ اس میں چھوٹے بڑے کا	"		ہیں۔ تو قاضی نابالغوں پر جس کو وہی مقرر کرے، وہ	"
	بھی لحاظ نہیں جواہل ہے اس کو دیا جائے۔ اہلیت میں	"		دعویٰ کر سکے گا۔ اور اقرار ہو تو کسی کو اس پر دعویٰ	"
	سب سادی ہوں تو دینے والے کے صوابدیر پر ہے	"		کافی نہیں۔	"
	کسی مکان پر ایک شخص مالکانہ تصرف کرتا رہا۔ دوسرا	۴۹		باب کو اپنی بیوی کے ہر سے انکار ہوا درجے نابالغ ہوں	۴۴
	دو توں دیکھتا رہا اور خاموش رہا۔ اب ملکیت کا	"		باب کو اس مقدمہ میں ہرگز نابالغوں کا دل نہیں بیٹھا	"
	دعویٰ کرے یا سموت ہے	"		جاسکتا۔ قاضی کسی امین شفیق و معلوم کو وہی مقرر کرے	"
	صدر یا امیر قوم کب اپنی رائے پر عمل کرے گا اور	۸۰		دہی کے تقرر میں قاضی کی رائے کا اعتبار ہے	۴۴
	کب کئی لوگوں کا پابند ہوگا۔	"		عورت ہر شل سے زائد کا دعویٰ کرے اس کے گواہوں	"
	کسی چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار	"		قبول کئے جائیں گے	"
	دینے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے	"		عورت ہر شل سے کم کا دعویٰ کرے تو گواہ کی ضرورت	"
	ہر عطائی کمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے	۸۱		نہیں۔ ہاں شوہر ہر رائے ہر کا مدعی ہو تو بجائے	"
	اور دوسروں کو انھیں کے واسطے سے حاصل ہے۔	"		ببین کے عورت کے گواہ مقبول ہیں۔	"
	مشورہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رائے پر	"		قاضی کو عورت کا ہر شل نہ معلوم ہو تو یا تو امین	۴۶
	عمل کرنے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے	"		اشخاص کے ذریعہ اس کو معلوم کرے یا عورت سے	"
	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشورہ کرنا واجب تھا یہ	"		اس پر گواہ طلب کرے۔	"

صفحہ	مضمون	متفرقی	صفحہ	مضمون	متفرقی
۴۸۱	آپ کے خصوصیات میں سے ہے	عقائد	۴۸۱	نہیں پر وہ رکا دل جیسے اس پر عمل کرے	متفرقی
"	ہر عالم مشورہ سے کر اپنی رائے پر عمل کر سکتا ہے اگرچہ	اصول فقہ	"	تفضل علی اللعق	"
"	تمام دایوں کے خلاف ہو، جبکہ مشورہ سے اپنی رائے	"	"	ایسے امور میں شرعاً اختیار ہے۔ اور مسلمہ دفع	"
"	کی غلطی ظاہر نہ ہو۔	"	"	ہے۔ تو شرط واقف سب پر مقدم ہے۔	"
"	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ کے محتاج نہ تھے	عقائد	"	امور اختیار یہ چندہ سے متعلق ہوں اور امری ہو، تو	تقریب
"	ان کا مشورہ تعلیم امت دینے کے لئے تھا	"	"	ان میں چندہ دہندوں کی رائے کا اتباع ضروری ہے	"
"	صاحب رائے صاحب اپنی رائے پر چلے اور دوسرے جو	"	"	اور مطلق اختیار ہی ہے صدر صاحب کی رائے نہیں۔ اور	عقائد
"	اس درجہ کے نہیں، وہ بھی اسی کی رائے سے چاہیں۔	"	"	ارکان اہل حق ہوں ان کی رائے مقدم ہے۔	"
"	اتبوا سوا الذی اعلم کا حکم افتقاد کے بارے میں ہے۔	عقائد	۴۸۲	خود صدر صاحب کی رائے ہوتی ہے انب ہی ہے کہ	اصول فقہ
"	سائل فریضہ فقیر کو اس سے علاوہ نہیں	"	"	کثرت رائے پر عمل کرے۔	"
"	خود فقیر اور صاحب رائے نہیں توافق اور ادرع کی	"	"	تتبیہ	"
"	رائے پہلے۔	"	۴۸۵	جب ایک مکان شادش عام کے ایک جانب ہو اور دوسرے	"
"	ہر جہت کا بعض مسئلہ جہت کے خلاف ہے۔	فائدہ فقیر	"	دوسری جانب تو ان میں کسی کو دوسرے کے مکان سے	"
"	ایسے مسائل کی فہرست۔	"	"	بے پردگی کا دعویٰ غلط ہے۔	"
"	اجماع کے لیے ایک وقت کے تمام مجتہدین کا اتفاق	اصول فقہ	"	اصل مذہب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی خالص ملک میں ہر قسم	فائدہ فقیر
"	درکار ہے	"	"	کے تصرف کا اختیار ہے ہی ظاہر الودیۃ متعدد علماء کا	"
"	مجتہد کا اپنی رائے چھوڑ کر دوسروں کی رائے پر عمل	"	۴۸۶	مختفی ہوا اور ائمہ خمسہ فقیر کا قول ہے	"
"	کرنا صحیح نہیں۔	"	"	جب فتویٰ میں اختلاف ہو تو ظاہر الودیۃ پر عمل ہوگا۔	رسم اللعق
"	حکم شرعی مصرح بحکم واحد میں اسی کی اتباع ضروری	"	"	متاخرین نے بطور استحسان دفع ضررین پر نگاہ رکھی	فائدہ فقیر
"	ہے۔ چاہے صدر کی رائے ہو یا اراکین کی گل کی ہو یا بعض	"	"	ضررین کی چار شرطیں	"
"	کی ایک کی نہ ہو۔	"	"	ضرر اول گھر گراوے یا بالکلیہ قابل انتفاع نہ رکے۔	"
"	حکم شرعی مصرح بلکہین بلا ترجیح آراء	"	۴۸۷	حدیث لا ضرر ولا ضرار عام مخصوص منہ بعض ہے۔	اصول فقہ
"	یا بیعہ جاہلین ہو، اس میں اختیار ہے۔ کہ جس پر چاہے	"	"	ضرر دوم ضرر میں صاحب ملک کا نفع مستقل ہو۔ جاہ	فائدہ فقیر
"	عمل کرے۔	"	"	کے نفع کو اس میں دخل نہ ہو	"
"	جس حکم شرعی کی تصریح کتب میں نہیں اور صدر و اراکین	"	"	ضرر سوم وہ ضرر ثابت اور متحقق ہو متعلق اور متواتر	"
"	میں سے کوئی فقیر نہیں تو سب کی رائے مستقل اہل فقہ	"	"	نہ ہو۔	"
"	کی طرف رجوع کریں۔	"	"	ضرر چہارم وہ ضرر نامکن الاحترار ہو	"
"	صرف صدر فقیر ہے ایسی صورت میں سب پر لازم ہے	"	"	اپنی دیوار میں جھت کے قریب روٹن دان رکھنے سے پرہیزی	"
"	کہ کتب میں غور و خوض کرنے کے بعد وہ جو رائے دے	"	"	کو روکنے کا حق نہیں۔	"
"	سب انہیں۔	"	"	جب دروازے اور جھلے سے نگاہ عورتوں کی قیامگاہ	"
"	ارکان متفق ہوں تو صدر کی رائے کچھ نہیں۔ ارکان کی	"	۴۸۸	پر پڑے تو بند کرنے کا حکم دیا جائیگا۔	"
"	متفقہ رائے پر عمل ہو۔ اور اختلاف کی صورت میں فقہ	"	"	جب ضرر ممکن القرض ہو اور صاحب ملک بچاؤ کر دے	"
"	کے قول پر عمل ہو۔	"	"	تو اس کو اپنی ملک میں تصرف سے روکا نہیں جاسکتا	"
"	سب فیرا فقہ ہوں تو کثرت رائے پر عمل کرے۔	"	"	منعت کا دعویٰ مسمرع نہیں۔	"
"	مساوی رائے اختلاف کریں اور کثرت رائے نہیں سکے	"	"		"

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۴۸۹	غیر مسلم بھی اسی ولایت عرفیہ کا طالب بلکہ بہت دنوں سے مسلم بادشاہوں کا مطمح نظر بھی یہی ہے۔ انگریز گورنمنٹ نے بھی کسی کے دین میں مداخلت کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔	۴۸۹	العقبت الاحمدیہ فی ابولایت الشریعیہ والعرفیہ	
۴۹۵	گورنمنٹ نے سوڈ کی ڈگری دیتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنا روپیہ ادا کر دو، یہ مطلب نہیں کہ سوڈ حلال ہے ولایت عرفیہ شرعاً بھی عام ہے۔ ہندو مسلم کسی کی تخصیص نہیں۔	۴۹۵	میرانی کا غیر مسلم زوج قاضی شرعی ہے یا نہیں۔ اور وہ کسی کو اپنے ملک میں تصرف سے روک دے تو وہ مجبور ہو گیا نہیں۔	
	اسلام نے ولایت دینیہ کو اہل اسلام کے ساتھ خاص فرمایا۔		جاہل قاضی ہو سکتا ہے۔	
	دو آیتوں کی تفسیر مسلمانوں پر کافر کی تطہیر و تکمیل صحیح نہیں ذمی، غلام، یا بچہ نے فیصلہ کیا۔ پھر ذمی مسلمان ہوا۔		قاضی قاضی ہو سکتا ہے۔	۴۹۰
	غلام آزاد ہوا بچہ بالغ ہوا فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ ذمی کی گواہی مسلمان پر نہیں		قضاء کا اصل نثار	
	جو لوگ دارالاحوب میں مسلمان ہوئے سلطان اسلام کو بھی ان پر ولایت نہیں۔	۴۹۶	قاضی کے لیے اجتہاد عند اللہ وغیرہ کی شرط، شرط اولیت ہے!	
	بہت سے امور میں خود سلطان اسلام کو مسلمانوں پر بھی ولایت نہیں۔		غلام کو قاضی بنایا وہ آزاد ہو گیا تو اس کی قضاء صحیح ہے۔	
	اشباہ پر تطفل		کافر کو قاضی بنایا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کی قضاء بحال ہے۔	
	دقت میں ناظر کے ہوتے قاضی کا تصرف نافذ نہیں پیسہ کے اولیاء کی موجودگی میں قاضی اور سلطان کا تصرف نافذ نہیں۔		رشوت لیکر فیصلہ کرے تو متاخرین کا فتویٰ ہے کہ قضاء نافذ ہے	۴۹۱
	تطفل علی الدر		قاضی کو بادشاہ نے حق فیصلہ کرنے سے روکا تو قضاء حرام ہے۔	
	بہت سے مسائل میں مقصود صرف وجود شے ہونا ہے اس کے لیے ولایت عرفی کافی ہے۔		کافر بادشاہ قاضی مقرر کر سکتا ہے؟	
	لیسے امور جن میں معنی شرعی غیر موجود کا پیدا کرتا ہوا اس کے لیے ولایت شرعی ہی درکار ہے۔	۴۹۷	نص قرآنی کے خلاف اجتہاد بے اصل ہے	۴۹۲
	متلا عنین جب تک اہلیت لعان پر باقی ہیں، یا شوہر خود اپنی کندہ نہ کرے وہ باہم نکاح نہیں کر سکتے		ولایت ہجرہ کی تعریف	
	قاصرہ نے باغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار کیا ہے تطریق قاضی اپنے نکاح سے الگ نہ ہوگی		ولایت کے اقسام	۴۹۳
	وجلیہ کے طلاق کو نکاح پر معلق کرنے والے کے ہارسے میں حنفی اور شافعی قاضی کے احکامات کافر ق۔	۴۹۸	ولایت عرفیہ بادشاہوں کو حاصل ہے	
			ولایت شریعیہ حقیقیہ اللہ تعالیٰ کو۔ اور عطا	
			رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر ان کی نیابت میں جس کو عام یا خاص جتنی آپ نے دی۔	
			ولایت عرفیہ اور شریعیہ کے گیارہ فرق	
			عرفیہ اور شریعیہ میں عام خاص من و جہر کی نسبت	
			ولایت خاصہ ولایت عامہ سے اقویٰ ہے	۴۹۴
			حضور صلی اللہ علیہ وسلم زوجین یا ان کے والدین کی مرضی کے خلاف نکاح کر دیں نکاح نافذ ہے	
			دنیا میں ولایت عامہ ولایت خاصہ سے قوی تر ہے	
			بادشاہوں کا مقصد صرف ولایت عرفیہ ہے	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مترقی	مضمون	صفحہ
	مقررہ کریں۔		دفعہ	دفعہ صیغہ کی تفسیر کے احکام و شرائط	۵۰۰
	بغیر اشتطاعت، دنیاوی حکومت قائم کرنے کا مسلمان کو حکم نہیں۔		۵۰۱	قاضی کن کن لوگوں کو مقرر کر سکتا ہے	
	بلکہ اپنے معاملات مالی اور دیوانی بھی اس طرح طے کر لیں تو بہت خوب ہے۔		"	جبر کی دو نہیں	
	شرعی امور کو شرعی طریقہ پر فیصلہ کرانے کے بعد اس کا اجراء پھر یوں سے کرایا جاسکتا ہے۔		"	بے وقوف پھر جبر کے بارے اختلاف ائمہ	۵۰۰
	سنی متدین عالم اپنے علاقہ کا قاضی شہر ہے۔		"	یعنی صورت سلطان اسلام کا جبر بھی صریح جرمی ہوتا ہے	"
	دولت کے فتویٰ پر تیسرا تنقیدیں۔	۵۰۵	"	جو مفتی لوگوں کو جہد باطلہ بتائے اس کو فتویٰ سے روکا جائے گا۔	"
	۱۔ انہوں کو اتنی مسئلہ مسئلہ سے نہیں۔	"	"	طیب جاہل کا بھی وہی حکم ہے۔	۵۰۰
	۲۔ تعلق ہو تو انہوں کو مام نہیں	"	"	کنٹرول کا حکم شرعی	"
	۳۔ انہوں کو نہیں پھر مسلم کے ذکر سے خالی نہیں	"	"	سرکاری نظام میں ائمہ کا اختلاف ہے	"
	۴۔ انہوں کو جاہل سے مراد غیر مجتہد ہے	"	"	معاملات قسم دوم میں ولایت شرعیہ درکار ہے	۵۰۱
	۵۔ عبارت شامی منوع فتویٰ کے خلاف ہے	"	"	ان امور میں کسی خاص فرد کے لیے ولایت شرعی ثابت کرنے کے لیے خاص حکم شرعی کی ضرورت ہے۔	"
تاریخ	۶۔ قوم درزی کا کوئی دین نہیں، وہ خود اپنے کو مسلمان کہتے ہیں	"	"	ولایت شرعیہ کبھی غیر مفلس کو بھی حاصل اور کہیں سلطان اسلام کبھی حاصل نہیں	"
"	۷۔ کافر اور غلام کی ولایت اہل اسلام پر نافذ نہیں	"	"	تقلید قضا تک جبر ہے، اس میں بھی معاملات اور ولایت کی مذکورہ بالا صورتیں جاری ہوتی۔	"
	۸۔ مفتی نے اپنے ہی کلام سے اپنے دعویٰ کی تردید کی۔	۵۰۶	"	قضائے دینی میں والی اور قاضی کسی کا مسلم ہونا ضروری نہیں۔ دینی میں دونوں کا مسلم ہونا ضروری ہے۔	"
	۹۔ کافر کے لیے مطلق ولایت ثابت ہے مگر اس سے ولایت شرعیہ کا ثبوت نہ ہوگا، اور مطلق ولایت ثابت نہیں۔	"	"	جہاں مسلمان والی نہ ہو، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے میں سے ایک کو والی و قاضی مقرر کریں	۵۰۱
	۱۰۔ قاضی کے فرض منصبی کی تحقیق	"	"	۱۔ قضاۃ القضاۃ عن الکافر معتد علیہ مسئلہ ہے۔	۵۰۲
	۱۱۔ علم و اتفاق و محبت قضا کی شرط نہیں اولیت کی شرط ہے۔ اسلام الیہ شرط محبت ہے۔	"	"	قضائے دینی کے لیے پورے ملک کے بادشاہ کا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔	"
	۱۲۔ شرط اسلام الہادینے پر عیسائی کی امامت صلاۃ سے معارفہ	۵۰۴	"	اسلامی ریاست کے مسلم والی قاضی مقرر کر سکتے ہیں	"
امامت جو	۱۳۔ جہ میں تاسق کی اقتداء جائز ہے جبکہ جہ ایک جگہ ہوتا ہے	۵۰۷	"	نائب خلافت کے طریقے۔	"
طہارت	۱۴۔ ایک اور معارفہ جس کو دھوکے کے لیے پانی اور مٹی دونوں ملتے وہ کیا کرتے	"	سیر	مستحب بھی حکم ہو سکتا ہے	"
"	۱۵۔ رشتہوت لینکر دینے ہوئے فیصلہ کا بطلان امر اجامی نہیں۔	"	"	عبارت ضد یہ دیکھیں کی توجیہ	"
اصول فقہ	۱۶۔ مسئلہ محبت فیہ غیر مصرح مسئلہ میں ضرورت کسی ایک جانب کے اختیار کرنے سے یہ لازم نہیں کہ بڑے علم خود ضرورت قرار دیکر انہوں کو قطعاً کے خلاف کوئی حکم دیا جائے	"	"	ایسے شہر جن پر کفار کی حکومت ہے دارالہوب نہیں ہیں۔	۵۰۳
		"	"	بلکہ دارالاسلام ہیں۔	"
		"	"	جن شہروں میں احکام کفر کا قلب نہ ہو بلا دارالاسلام کی حکومت کفار والے شہروں کی میں قسم اور تقلید قضا کے بارے میں ان کا حکم	"
		"	"	جو ضرورتیں خاص قضاۃ دینی میں آتی ہیں۔ اگر مسلمان قاضی نہ ہوں۔ تو مسلمان ایسے امور کے لیے قاضی شرعی	۵۰۳

صفحہ	مضمون	صفحہ	متفرق	مضمون	صفحہ
۵۰۷	۱۵۱ غلط فتوے کا ازالہ منہجی اور مصدقین سب پر فرض ہے۔	۵۱۰		۱۵۰ رشوت لیکر حق فیصلہ کے عدم نفاذ کا حکم امر خارج کی وجہ سے ہے۔	۵۰۷
توبہ	خفیہ گناہ کی توبہ خفیہ اور غلابیہ کی غلابیہ موجودہ پکریوں کے حجر کے بعد بھی جو وقت کیادہ نافذ اور جائزہ ناسخ مسئلہ بتانے کا وبال منہجی کے سر ہے	۵۱۱	فائدہ فقہیہ	۱۵۱ عدم اخلاص سے نفی ثواب ہو گا کہ نفی صحت۔	"
خطرواح	حضر صل اللہ علیہ وسلم کے دربار میں بھی کوئی اپنی طلاقت لسانی سے ناسخ فیصلہ کر اسے نافذ نہ ہو گا۔	"	صلوٰۃ	۱۵۲ مزدوری کی نیت سے نماز پڑھی فرض ساقط ہو جائے گا	"
اخلاقیات	زمانہ خراب ہے مگر اللہ والے موجود ہیں اور نصیحت کا رگ ہے۔	"	اجارہ	۱۵۳ اب فتویٰ اسی پر ہے کہ امامت کی اجرت جائز ہو مسلم قضاء بالرشوت پر نااہل قاضی کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔	۵۰۸
خطرواح	حرام کھانے سے فائدہ بہتر ہے	"	"	۱۵۴ ملا قضاہ رشوت میں متقدم اور متاخرین کا اختلاف نہیں۔	"
شفہ	شفہ کے ایک معاملہ سے سوال	۵۱۲	"	۱۵۵ امام سرخسی و امام بزدوی کے سنبھائے وفات ملا قاضی رشوت کے فیصلہ کے نفاذ کی وجہ عدم وجدان قاضیان عدالت ثنائی کا قول ہے	"
	دجلہ اول مدعی بہا کی تعین نہ ہو تو دعویٰ رد ہے۔	"	تاریخ	۱۵۶ ملا شامی کا سن وفات	"
	تعین کے دو طریقے ہیں۔ اشارہ اور بیان حدود	"	"	۱۵۷ زمانہ فخر الاسلام میں (۱۲۵۳ھ) عام طور سے قاضی عدل ہوتے تھے	۵۰۸
	وجہ دوم متعلقات دعویٰ کی عدم تعین اور وعدہ نشان دہی ثبوت دعویٰ کے لیے کافی نہیں۔ تو خود مدعی پر کی عدم تعین اور وعدہ نشان دہی بدرجہ اولیٰ شہادتوں کے رد کی موجب ہوگی۔	"	تاریخ	۱۵۸ مفتی ابوسود کا سنہ وفات	"
	دجہ سوم۔ مدعی علیہا کے گواہوں نے مدعا پر کی نہیں کی اس شہادت کو قبول کرنا غلط ہے۔	۵۱۳	تاریخ	۱۵۹ ملا علامہ شامی پر تفضل	"
	دجہ چہارم۔ مدعی علیہا کی گواہی میں مکان مدعی پر نہیں اور مدعی کی گواہی میں ہے تو وہاں جہات سفر نہ ہوگی اور یہاں سفر ہوگی	"	سنائوہ	۱۶۰ ملا خیانت نقل	"
	شفیخ نے بیع کو صراحتہ تسلیم کیا جو بالذات تسلیم کے لیے حد و بیع کی تعین ضروری نہیں۔	"	تاریخ	۱۶۱ ملا قضاة اسلام کے بارے میں امام جلال الدین بزدوی کی حریت	۵۰۹
	دجہ پنجم۔ شہادت میں گواہوں کو مدعی اور مدعی علیہ دونوں کی تعین ضروری ہے	"	"	۱۶۲ قاضی نہ ہوں تو کیا علاج ہے	"
	مسئلہ سہولہ میں مدعی اور مدعی علیہا دونوں کے گواہوں نے بیعان دونوں کی طرف اشارہ کے گواہی دی ہے تو رد ہوگا تو دونوں کے گواہ	"	اصول فقہ	۱۶۳ کتب مذہب میں مذکور جزئیہ کے خلاف قیاس کی گنجائش نہیں۔	"
	دجہ ششم۔ مدعی اور مدعی علیہا دونوں کے گواہوں نے دلالت نافع بیان کی نقل عبارت میں کوتاہی	۵۱۳	"	۱۶۴ اجتہاد کے لیے لیاقت درکار ہے	"
رد مشاہدہ	مشہور لہجہ علیہا عورت جو اور غائب ہو تو صورت شوہر کا نام دینا کافی دہر کا والد کا نام بھی لینا چاہیے گا	۵۱۴	دفن	۱۶۵ نفع قرآنی کے خلاف اجتہاد حرام ہے	"
شہادت		"	"	۱۶۶ مسئلہ کا کوئی جزئیہ موجود نہ ہوتا بھی تو ظاہر الروایتہ کے خلاف مردود ہوتا	"
		"	"	۱۶۷ نفاذ قضاہ غیر مسلم کا کوئی جزئیہ ہوتا بھی تو مسئلہ مذکورہ میں فقہ ہوتا جو الفح مطلق ہونہ کہ تاخیر وقت ہوتا ہے	"
		"	"	۱۶۸ یزید خولہ بنت مگر رش	۵۰۹

صفحہ	مضمون	مستشرق	مضمون	صفحہ
۵۱۹	اور غائب ہو تو خود ہی کا بیان ضروری ہے۔ ظاہر حال مدعی کو مفید نہیں۔ ترک کے ایک مسئلہ میں شہادتوں کی نوعیت سے سوال	شہادت	ایرپ شاہ اور ایرپ علی ہیں اختلاف کی تاویل ممکن ہے۔ دن میاں اور دون میاں کا اختلاف شدید ناقابل تاویل ہے۔	۵۱۹
۵۲۰	اور طریق حکم سے استفسار گواہ کسی جائداد کو کسی کی ملک بتائیں تو شہادت حد الشریعہ مستحب ہے۔ حاکم کو یہ پوچھے گا حق نہیں کہ یہ جائداد اس کو کس ذریعہ سے ملی۔	۵۲۰	دعویٰ مقدم مدعی نے جو فتویٰ پیش کیا اس میں عدم قبول شہادت کی جوچہ دہیں پیش کی گئی ہیں سب کی سب خود مدعی کے گواہوں میں موجود ہیں	۵۱۵
۵۲۰	قبضہ اقوی اسباب ملک سے ہے۔ اس کی بنیاد پر ملکیت کی شہادت نہ مانی جائے تو باب شہادت مسدود ہوگا ایک گواہ بیع کی شہادت دیتا ہے دوسرا اقرار بیع کی گواہی مقبول ہے	۵۲۰	تبدیلی نام اختلاف شہادت کے عیوب بھی مدعی کے گواہوں میں ہیں اور ان کی نشان دہی	۵۱۵
۵۲۱	بیعتناموں کی جو حدی میں کسی چیز کو کسی کی ملک کہنا شہادت شرعی نہیں ہے۔ بیع ناموں کے خورد اگر یہ گواہی دیں کہ یہ بیع نامے ہم نے لکھے حد وہیں فلاں مکان کو فلاں کی ملکیت لکھا یہ بھی شہادت نہیں۔ شاہ مستور ایچاں ہو۔ اور حاکم کو شبہ گذرے، تو وہ دعویٰ سے تفتیش کر سکتا ہے۔ ایک گواہ نے کہا زید نے یہ مکان مولا بخش کے ہاتھ بیچا۔ دوسرا کہے مولا بخش نے اقرار کیا کہ یہ مکان میں نے زید سے خریدا، یہ ایک امر پر گواہی نہیں ہے۔ اس لیے مردود ہے۔	۵۲۱	اختلاف شہادت کا مدعی سے ایک کا کذب و مشہور دہ کے علاوہ اختلاف قاضی شہادت نہیں۔ کذب و اکذب بن فرق ہے مدعی نے ایک ہزار کا دعویٰ کیا۔ اور گواہوں نے کہا پانچ سو دیتے ہیں۔ تو یہ مشہور دہ میں اختلاف ہے فتویٰ ثانیہ مدعی میں مدعی علیہا پر یہ الزام قائم ہوئے۔	۵۱۹
۵۲۱	اقرار اور دعویٰ کا فرق واہب کے "دیا" کہنے اور شاہد کے "دیا" کہنے میں فرق ہے۔ قرآن قول معطی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ بیم گواہی کے بارے میں قاضی استفسار کر سکتا ہے۔ حکم دلائل شرعیہ میں فیصلہ نہ کرے۔ اس جہم کا دو مطلب ہو سکتا ہے۔ دلائل شرعیہ کے خلاف حکم نافذ ہی نہیں اس کو توڑ نے کے لیے اپیل کی ضرورت نہیں۔ نا مانع کو دینے کی نیت سے جو کچھ ہو یا نا مانع کی ملک ہو گیا۔	۵۲۱	(۱) عدم مطابقت دعویٰ والشہادۃ (۲) مدعی دگواہوں میں اختلاف (۳) مدعی علیہا کا دعویٰ بابت تسلیم ۱۵ نومبر پر اب ثبوت کو نہ پہنچا۔ مدعی علیہا کا دعویٰ بابت تعین وقت نہیں تسلیم بعد العلم کا تعین دعویٰ سے خارج ہے مشہور دہ قول محض ہو تو زمان و مکان کا اختلاف مفر نہیں۔ شہادت کبھی بھی موجب نہیں ہوتی ہمیشہ مجرب ہوتی ہے دعویٰ صرف مدعی کا قول ہوتا ہے اور شہادت اسی کی بجز ایک گواہ نے کہا فلاں۔ کہیں اپنی عودت کو طلاق مدعی فلاں دن، اور دوسرے نے بعبرہ میں کسی دوسرے دن طلاق دینے کی گواہی دی۔ اگر دونوں دنوں میں آنا فاصلہ ہے کہ آدمی کو ذمہ سے بعبرہ جا کے شہادت مقبول ہو فتویٰ ثانی میں جو دعویٰ مدعی علیہا کے گواہ کے رد کی بتائی اسی سے مدعی کے گواہ بھی رد ہو گئے۔ دعویٰ اور شہادت دونوں میں تخیلاً ذکر ہو تو مردود ہے۔ ثبوت شفعہ کے لیے دارالصلح کا وقت بیع سے وقت حکم تک ملک شفعہ ثابت ہونا ضروری ہے صرف اتنی گواہی سے کام نہ چلے گا کہ یہ ملک شفعہ ہے۔ دار مشہور دہا کے پاس گواہی گذرے تو اس کی طرف اشارہ	۵۱۶
۵۲۲	۵۲۲	۵۲۲	۵۱۸	۵۲۲

صفحہ	مضمون	متفرق	صفحہ	مضمون
۵۲۲	بانہ کے لیے بنوایا تو جب تک اس کا قبضہ نہ کرا دے یہ صحیح نہیں ہوتا۔	۱	۵۲۵	کو دلانا فیصلہ شرعی نہیں
"	"میرے بے تابانگی میں کچھ بنوایا تھا بھول ہونے کی وجہ سے یہ دعویٰ مردود ہوگا	"	"	بھول شخص اور بھول شے پر گواہی نامقبول
"	مورث کے موت کے بعد متعین سامان پر دعویٰ کہ تابانگی میں میرے لیے مورث نے بنوایا۔ اسی میں سامان کا ہم گواہوں سے ثابت کرے۔ یا درثہ اقرار کریں تو دعویٰ مدعی کے حق میں ثابت نہ کر سکے یا درثہ انکار کریں اور گواہ نہ ہوں تو منکرین کو حلف دلایا جائے گا۔ حلف لے لیں تو دعویٰ رد انکار کریں تو دعویٰ ثابت۔	"	۵۲۷	نام ضروری ہے۔
۵۲۳	رثوت لینے دینے والے جو جنہی میں کسی کا حق چھپانے یا اپنا نکلانے کے لیے جو دیا جائے وہ رثوت ہے اپنے سے اوپر ظلم دفع کرنے کو جو دیا جائے وہ رثوت نہیں۔	خود اہل	"	گواہ جب کسی امر کو متردد طور پر کہے تو اقل متعین کو نہیں مانا جائے گا۔ گواہی ہی رد ہوگی
"	غیر سلسلوں کو بیخ بنانا حرام ہے۔	"	۵۲۸	بینہ نہ ہونے کی صورت میں طلب مدعی پر مدعا علیہ پر حلف متوجہ ہوتا ہے
"	مرد یا عورت کو اپنی طرح رکھے یا طلاق دے مدعی کے گواہ فق یا عدم موافقت دعویٰ والشعا دۃ کی وجہ سے مردود ہوتے ہیں۔	"	"	حلف متوجہ ہوتا ہے
"	عدم شہادت کی صورت میں طلب مدعی پر مدعی علیہ پر حلف ہوگا	"	۵۲۹	منکر پر گواہ پیش کرنا نہیں ہے
۵۲۴	ملتی کے لیے جو چیزیں ضروری ہیں ان کا بیان کسی چیز پر تصرف کرتے، بیکھ کر خاموش رہا اور بید میں دعوت وراثت کیا تا سموع ہوگا	"	"	ایک شخص اپنی ملک میں کتنی ہی اونچی دیوار اٹھائے۔ پڑوسی کو جو اوپر دھوپ بند ہونے کی شکایت کا حق نہیں۔
"	مشترکہ راستہ کو اپنے گھر میں شامل کرنا ظلم ہے ایسے راستہ میں دروازہ اور کھڑکی لگا دینا وہاں کے باشندوں کو حق ہے۔	"	"	مسجد کی دیوار کے جڑ حصہ پر بھی کسی نے مکان بنایا ڈھا دینا ہم
"	کوچہ سرسبتہ میں اپنے دروازہ سے اوپر دروازہ قائم نہیں کر سکتے	"	"	کسی کا اپنے ملک میں ایسا تصرف جس سے دوسرے کا مکان گر جائے۔ یا روشنی یا کھل بند ہو جائے ممنوع ہو مسجد کی دیوار کے جڑ حصہ پر بھی کسی نے مکان بنایا ڈھا دینا ہم
"	ایک جائیداد پر قبضہ غاصبانہ کا مقدمہ تختہ شرعیہ بینہ، اقرار یا انکار ہے	"	"	کسی کا اپنے ملک میں ایسا تصرف جس سے دوسرے کا مکان گر جائے۔ یا روشنی یا کھل بند ہو جائے ممنوع ہو مسجد کی دیوار کے جڑ حصہ پر بھی کسی نے مکان بنایا ڈھا دینا ہم
۵۲۵	ظاہر دفع کی جہت ہو سکتا ہے استحقاق کی نہیں۔	"	"	کسی کا اپنے ملک میں ایسا تصرف جس سے دوسرے کا مکان گر جائے۔ یا روشنی یا کھل بند ہو جائے ممنوع ہو مسجد کی دیوار کے جڑ حصہ پر بھی کسی نے مکان بنایا ڈھا دینا ہم
"	گواہی رد ہونے کے باوجود مدعی پر کا جڑ حصہ مدعی	"	"	کسی کا اپنے ملک میں ایسا تصرف جس سے دوسرے کا مکان گر جائے۔ یا روشنی یا کھل بند ہو جائے ممنوع ہو مسجد کی دیوار کے جڑ حصہ پر بھی کسی نے مکان بنایا ڈھا دینا ہم

صفحہ	مغزوں	متفرقی	صفحہ	مغزوں	صفحہ
۵۲۲	نکاح فعل کے ساتھ محقق ہے۔ اس میں اختلاف زمانہ مستطشہادت ہے	۵۲۲	نکاح میں جو بچا ملک شوہر پر رہے گا۔ عورت اور دیگر خوارم کے نفقہ کا فرق بحوالہ اراق کے سبقت ہی کی تعمیر	۵۲۳	عورت اور بچوں کا نفقہ ایک ساتھ عورت کو دیا تو عورت اس کی مالک نہ ہوگی
۵۲۳	عورت اور بچوں کا نفقہ ایک ساتھ عورت کو دیا تو عورت اس کی مالک نہ ہوگی	۵۲۴	مشاح اور بچوں کا نفقہ نہیں	۵۲۴	عورت نے شوہر کو روپیہ دیا اور تقاضا نہیں کیا یہ دلیل تملیک نہیں۔
۵۲۴	ساکت کی طرف قول منسوب نہیں کہا جاتا	۵۲۵	لوہی نے باپ سے کہا آپ نے میرے پلے سے مکان خریدا لہذا مکان میرا۔ گواہوں سے روپیہ کی معینہ مقدار ثابت کر دے گی۔ تو باپ اتنے روپیہ کا مقروض ہوگا۔ مکان پھر بھی باپ کی ہی ملک رہے گا۔	۵۲۵	ساکت کی طرف قول منسوب نہیں کہا جاتا
۵۲۵	نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ موقوف منعقد ہوتا ہے۔	۵۲۶	نکاح خواں کا رجسٹر کوئی شہادت نہیں۔ فتویٰ راپور پر دس تنقیدیں۔	۵۲۶	نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ موقوف منعقد ہوتا ہے۔
۵۲۶	کسی وکیل کا ادماے دکالت بحال انکار موکل مسوع نہیں۔	۵۲۷	جس نے بے علم فتویٰ دیا اس پر آسمان زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں	۵۲۷	کسی وکیل کا ادماے دکالت بحال انکار موکل مسوع نہیں۔
۵۲۷	کسی عورت کو بے پردہ بالقصد دیکھنا موجب فسق ہے	۵۲۸	دادی نے اپنے لڑکوں کو روپیہ دیا کہ اس سے اپنے نام مکان خرید لو۔ اب بیوی کا یہ کہنا ہے کہ دادی کی نیت یہ تھی کہ اس مکان میں میں اور میری والدہ رہیں اس لیے مکان ہمارا ہے۔ یہ دعویٰ غلط ہے اقبیار لفظ کا ہے نیت کا نہیں	۵۲۸	کسی عورت کو بے پردہ بالقصد دیکھنا موجب فسق ہے
۵۲۸	میاں بیوی ایک ساتھ رہتے ہیں شوہر کل آمدنی لاکر بیوی کو دیتا ہے۔ عورت گھر کے تمام مصارف اسی سے پورا کرتی ہے اس کو شرع میں توہین کہتے ہیں۔ اس صورت میں روپیہ کل شوہر کا ہی رہتا ہے۔	۵۲۹	زناہ کی تہمت لگائی اور گواہ نہ پیش کیے تو وہ قذف کے لائق ہیں۔	۵۲۹	میاں بیوی ایک ساتھ رہتے ہیں شوہر کل آمدنی لاکر بیوی کو دیتا ہے۔ عورت گھر کے تمام مصارف اسی سے پورا کرتی ہے اس کو شرع میں توہین کہتے ہیں۔ اس صورت میں روپیہ کل شوہر کا ہی رہتا ہے۔
۵۲۹	ہندوستان میں بادشاہ اسلام نہیں اس لیے حد قذف نافذ نہیں ہو سکتی	۵۳۰	جو جوٹے شوہر ہوں ان کی گواہی کبھی مقبول نہ ہوگی۔	۵۳۰	ہندوستان میں بادشاہ اسلام نہیں اس لیے حد قذف نافذ نہیں ہو سکتی
۵۳۰	فاسق معین کی امامت کمزور ہے	۵۳۱	تو یہ مادہ قہ سے ان کا حال بدل جائے تو ان کے بچے نماز پڑھیں۔	۵۳۱	فاسق معین کی امامت کمزور ہے
۵۳۱	اولاد کے لیے جو نفقہ ہے۔ وہ دفع حاجت کے لیے ہے۔	۵۳۲	تو یہ مادہ قہ سے ان کا حال بدل جائے تو ان کے بچے نماز پڑھیں۔	۵۳۲	اولاد کے لیے جو نفقہ ہے۔ وہ دفع حاجت کے لیے ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۵۴۴	ابن عمر کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔	۵۵۲	ہم صرف زبان سے مکمل نہیں ہوتا	۵۴۴
۵۴۵	گواہوں میں اختلاف کی تطبیق	"	مردہ کو گواہ قرار دینے سے ہم ثابت نہ ہوگا	"
۵۴۶	فعل بھی میا شری بھی آخر کی طرف منسوب ہوتا ہے	"	قابل تقسیم چیز کا ہم بلا تقسیم محکم نہیں	"
۵۴۷	عدم ذکر عدم نہیں ایسے اختلاف خود قرآن میں ہیں	"	اصد المتماقدین میں سے کوئی قبضہ سے پہلے مرجائے	"
۵۴۸	بعض وقت افراد کی نسبت میں دو جہتیں ہوتی ہیں جن کو قرآن سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے	"	ہم باطل ہے۔	"
۵۴۹	گواہوں کا بیان ایسا مختلف نہیں کہ تاویل نہ ہو سکے سب میں تطابق لگن ہے۔	۵۵۳	دعویٰ ہم اس بات کا اقرار ہے کہ محبوب دایب کی ملک ہے	"
۵۵۰	دعویٰ سے زائد باتوں کے اختلاف سے گواہی پر اثر نہیں پڑتا	"	اسلام میں نسیم ملک کے بعد تادی کوئی چیز نہیں۔	"
۵۵۱	دعویٰ کے وقت قاضی کو دوسرا رنگ بتایا۔ ادادائے شہادت کے وقت دوسرا یہ اختلاف بھی مقرر نہیں۔	"	جب تعین تاریخ یوم ماہ موجود ہو تو ۲۶، ۲۷، ۲۸ دن ہوئے کہتے سے جہالت نہ ہوگی	۵۴۸
۵۵۲	مدعی اور مدعا علیہ کے کپڑوں یا سواری کے رنگ میں گواہوں نے اختلاف کیا۔ گواہی مقبول ہے	"	دعویٰ ملک میں تاریخ میں اختلاف ناقص شہادت ہے طلاق میں نہیں۔	"
۵۵۳	ایقاع طلاق کے الفاظ کے بارے میں گواہوں نے اختلاف کیا، گواہی مقبول ہے۔	"	کفالت، حوالہ، قذف، وصیت، ارہن، دین، قرض، بیع و شراء، عتاق، دکالت، طلاق، اقرار، ابراء	۵۴۹
۵۵۴	سبھی اختلافات سے شہادت غیر مقبول ہوں تو حقوق ضائع ہوں، عالم اموال اور فرد جہاد پر دسترس پائیں۔	"	میں زمان و مکان میں اختلاف قبول شہادت میں مضمر نہیں	"
۵۵۵	آج کل کچھ یوں میں وکیلوں کے جرح کی مذمت قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ناوردہ کو ان کا مذہب قرار دینا۔ نقاحت کے خلاف ہے	"	ترک سلام و کلام نہاجرت ہے۔ نہاجرت اور عداوت میں عام دخاص من ذبح کی نسبت ہے۔	"
۵۵۶	مجرمیت و ریب کی بنا پر شہادت رد نہ کی جائے گی۔ جو کہ ظاہر روایت سے خارج ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں ہے۔	"	عداوت دنیویہ کی مثالیں	۵۴۹
۵۵۷	قول مرجوح پر قضاء و اقامہ چل اور خرق اجماع ہے۔	"	بہاجرت کو عداوت دنیویہ سمجھنا غلط ہے یہ عداوت دینیہ بھی ہو سکتی ہے۔	"
۵۵۸	امام اعظم کے قول پر فتویٰ اور قضاء واجب ہے نصویں	"	عداوت دنیویہ جب تک فسق کی طرف منحرف نہ ہو شہادت قبول ہوگی	"
۵۵۹	فقہیہ	"	عداوت دنیویہ کے سبب شہادت نہ قبول کرنا متاخرین کا مذہب ہے	۵۵۰
۵۶۰	قاضی کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق فیصلہ کا حکم ہوا اس نے کسی دوسرے مذہب کے موافق حکم کیا سزا دل ہوگا۔	"	محبوب اور معتد بہ یہ ہے کہ قبول ہے۔	"
۵۶۱	قول ضعیف قاضی مجتہد کے فیصلہ سے قوی ہو جاتا ہے جو فیصلہ ظاہر روایت کے خلاف ہو باطل ہے	"	مصنف کی تحقیق کہ متاخرین بھی مطلقاً عداوت دنیویہ کو عدم قبول کا سبب نہیں قرار دیتے۔	"
۵۶۲	روایت ناوردہ کا حکم مطلقاً شہد کی بنا پر نہیں۔ بلکہ جب قاضی کو گواہوں کے جھوٹ ہونے کا یقین ہو۔	"	طرفداری مطلقاً مانع قبول شہادت نہیں۔	"
۵۶۳		"	مخارج کی شہادت قبول نہیں اس کا مسئلہ، زنا، مقدمہ ہے۔	۵۵۱
۵۶۴		"	جب دوستی اس حد کی ہو کہ ایک دوسرے کے مال میں بے تکلف تصرف کریں تو گواہی قبول نہیں۔	"
۵۶۵		"	مقدمہ جب بہت طویل ہو جائے تو پیر و کار، بیعتی، مقدمہ	"

صفحہ	مضمون	متفرق	صفحہ	مضمون	متفرق
۵۵۷	۱۱ اللہ پرست رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں خیر القرون ختم ہو چکا تھا، کذب شائع اور عدم اعتماد عام ہو چکا تھا۔ بصورتِ کمالے عام شہادتوں کو مطلقاً بے اعتبار نہیں کرے۔	شرح ضریح	۵۶۸	شہادتوں کا نقص - ملا حقوق عباد میں شہادت کی شرط صحت دعویٰ ہو ملا شہادت کے لیے گواہی دیتا ہوں کہنا ضروری ہے اخبار کے الفاظ سے گواہی صحیح نہیں۔	شہادت
۵۵۸	پچھلی ہینٹ کے بعد واقعہ طلاق کو گواہوں میں شبہ کا سبب بنانا بھی غلط ہے۔	معاشرت	۵۶۹	قسم کا کہنا تو میری عورت نہیں طلاق واقع نہ ہوگی ملا لفظ اشہد یا شہادت میں ہم یا گواہی دیتا ہوں کہ شہادت سے متعلق ہونا چاہیے ورنہ شہادت مقبول نہ ہوگی	شہادت
۵۵۹	مردوں کی سخت گیری کے لحاظ سے عورتوں کی سرکشی نادر ہو۔	معاشرت	۵۷۰	قسم اور قسم میں جو زیادتی تاکید کے لیے ہو وہ مضر نہیں قسم اور قسم میں سکوت سے فاصلہ ہو تو قسم صحیح نہیں مشہور دم اور لفظ اشہد میں فعل کی متابیس	قسم
۵۶۰	مردوں کے نسبت عورتوں کو طلاق سخت ناگوار ہے۔	معاشرت	۵۷۱	شریعت میں شہادت کسی دوسرے پر آنے والے حق کی خبر ہے۔ مسئلہ شہادت بہت نازک ہے یہ فلاں کی ملک ہے اور اس کا حق اس طرح گواہی نہیں دے سکتا یہ کہنا ہوگا کہ اس کا حق ہے	شہادت
۵۶۱	مردوں میں غصہ کے وقت طلاق کی دباہ عام ہے۔	معاشرت	۵۷۲	میں الحکام کی ایک عبارت کی تفسیح اور علامہ طرابلسی کی تفسیح پر نظر اس امر کی نعوض کہ حاکم نے کہا کس امر کی گواہی دیتے ہو تو شاید نے اپنے بیان میں لفظ اشہد نہ کہا تب بھی گواہی مقبول نہ ہوگی	معاشرت
۵۶۲	خلای و حرام کا مسئلہ ضرور محل احتیاط ہے لیکن طلاق میں دونوں طرف یکساں خطہ ہے۔	فوائد فقہیہ	۵۷۳	سوال جواب میں دہرایا ہوا مانا جاتا ہے مدعی نے دعویٰ میں نامی کا لفظ استعمال کیا دعویٰ مقبول نہیں۔ اور گواہی میں ایسا کیا تو گواہی مقبول نہیں ملا موجود پر شہادت دی، تو مدعی، مدعا علیہ اور مدعی کی طرف اشارہ ضروری ہے۔ غائب میں باپ کے ساتھ دادا کا نام بھی ضروری ہے شاہد کا حاضر کو پچھنا ضروری۔	فوائد فقہیہ
۵۶۳	شہادت جہاں تک ممکن ہو صحت پر عمل کی جائے گی کثرت شہادت میں بھی کوئی حرج نہیں ہے وثیقہ نو بیس ہزاروں دستاویز لکھتا ہے اور سب کا گواہ ہوتا ہے۔	شہادت	۵۷۴	گواہ مدعی، مدعی علیہ اور مدعی کا نام و نسب بیان کریں اور اس کو نہ بھانپیں تو گواہی نامقبول ہے۔ ملا شہادت میں حاضر پر اشارہ کا مطلب ایسا لفظ ہے کہ حاضر کی طرف اس سے اشارہ ہو اعضام کا اشارہ جب کلام سے متعلق ہو تو بھی کلام کے معنی ہو جاتا ہے۔	شہادت
۵۶۴	گورنمنٹ کی مجزی فتویٰ ہے مگر ستم کو انکار ہو تو تفسیح ضروری ہے۔	خط و اباحت	۵۷۵	ملا متنی کی ولدیت گود لینے والے کی طرف کرنا از روئے قرآن غلط ہے۔	خط و اباحت
۵۶۵	بیع باوفاء کا ایک مقدمہ تینھات تجویر عدالت حکم	بیع و فاء	۵۷۶	بطلان دعویٰ کے دلائل ملا وارث اور مورث شخص واحد کے مثل ہیں۔ مورث کے اقرار کے خلاف وارث کا دعویٰ تناقض ہے اور یہ مبطل دعویٰ ہے۔ ملا واپسی دستاویز کا مدعا علیہ کی ملک ہو۔ صرف رسید پانے کا دعویٰ کر سکتا ہے دستاویز مدعی کی ملک ہو تو دعویٰ میں کاغذ کی مقدار اور صفت بیان کرنا ضروری ہے۔ ملا بیویوں کو سود کے حساب میں کمال ہمارت ہوتی ہے دعویٰ میں حساب بہت گندہ ہے۔ اس لیے یہ قرینہ واضح ہے کہ دعویٰ غلط ہے حساب کی غلطی کا بیان	بیع و فاء
۵۶۶	بیع باوفاء کا ایک مقدمہ تینھات تجویر عدالت حکم	بیع و فاء	۵۷۷	ملا متنی کی ولدیت گود لینے والے کی طرف کرنا از روئے قرآن غلط ہے۔	بیع و فاء
۵۶۷	بیع باوفاء کا ایک مقدمہ تینھات تجویر عدالت حکم	بیع و فاء	۵۷۸	ملا متنی کی ولدیت گود لینے والے کی طرف کرنا از روئے قرآن غلط ہے۔	بیع و فاء
۵۶۸	بیع باوفاء کا ایک مقدمہ تینھات تجویر عدالت حکم	بیع و فاء	۵۷۹	ملا متنی کی ولدیت گود لینے والے کی طرف کرنا از روئے قرآن غلط ہے۔	بیع و فاء

<p>امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تحریر سے گواہی اس وقت مقبول ہے کہ گواہ اس کا اظہار نہ کرے۔ جو علم مقدار فرض کفایہ نہ کیے فاسق مردود الشہادہ ہے جب گواہوں کی حالت مشتبہ ہو تو تحریری صدق ضروری ہے۔</p>	<p>۵۸۰</p>	<p>شہادت میں تعریف کا مطلب معهود ذہنی نہیں ہوتا۔ بلکہ الفاظ سے تعین ضروری ہے لہذا دعویٰ یہ ہو کہ بیع نامہ اور کرایہ نامہ میں زورہ کا نام فرضی ہے، حقیقتہ یہ معاملہ شوہر سے ہے۔ اور گواہی میں نہ اپنے علم کا ذکر نہ مدعا علیہ کے اقرار کا گواہوں کا صحت یہ بیان کہ مدعی نے ہم سے کہا باطل اور مردود ہے۔</p>
<p>وجوہ اشتباہ تجویز اور فیصلہ پر تنقید دعویٰ صحیح نہیں تو آگے کی کارروائی بے کار ہے۔ گواہی باطل ہو۔ اور مدعا علیہ اقرار یا انکار کچھ نہ کرے</p>	<p>۵۸۱</p>	<p>معاشرت زورہ کی ملک کو اپنی طرف منسوب کرنا شائع و ذائع ہے</p>
<p>توطیہ حکم مسدود ہے نتیجہ ملک گواہوں سے ثابت نہیں رسید ہی ثابت نہیں تجویز کا تاقص</p>	<p>۵۸۲</p>	<p>ذکوٰۃ میان بیوی میں یہ اقتضا ہی ہے کہ ایک دوسرے کو اپنی ذکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ وکیل موکل کی ملک کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے یہی حال نوکر کا آقا کی ملک میں ہے، ذمہ کا تیمم کی ملک میں متولی کا مال وقف میں ہے۔</p>
<p>رسید پر دستخط کرنا معاملہ کے سود ہونے کی دلیل نہیں بلکہ سود نہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور اس سے نتیجہ باطل ہو جاتی ہے تجویز کا شہادتوں کو رد اور تحریر یعنی رسید سے اس کی تائید ماننا باطل ہے۔</p>	<p>۵۸۳</p>	<p>کی چیز کے بارے میں دعویٰ کیا میرا ہے پھر کہا وقف ہے، دعویٰ سموع ہوگا قرآن عظیم نے تیمم کے مال کو اولیاء کا مال کہا علت اصلاح و نگرانی ہے۔</p>
<p>مجازی رسید ہی کی ایک اور بری غلطی ظاہر کی خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اس کا اعتبار نہیں مسنون در مسنون پر فیصلہ کی بنیاد غلط ہے فیصلہ میں شہادات مردودہ پر اعتبار کیا۔ اصل واقعہ کو سمجھ ماننا۔ اور صحت رجسٹری نہ ہونے سے اعتبار نہ کرنا غلط ہے۔</p>	<p>۵۸۴</p>	<p>قرآن عظیم میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی الداری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی الداری کہا۔ پردہ نشینوں کا روپیہ ان کے شوہروں کو ہی دیا جائے گا۔ اور وہی رسید دیں گے۔ خاص خاص گواہوں مدعی پر الگ الگ تنقیدیں شہادوں کے اٹھارہ اختلاف</p>
<p>یہ کہنا کہ مرتحن نے شیء مرحونہ کو کرایہ پر دیا لہذا کرایہ اور مرحون کے جملہ جملہ حق راہن نہیں غلط ہے۔ صحیح حکم یہ ہے کہ مرتحن مرحون کو بے اجازت۔۔۔۔۔ راہن کرایہ پر دے تو کرایہ مرتحن کی ملک جیٹ ہے۔ صدقہ کرے یا راہن کو دے۔</p>	<p>۵۸۵</p>	<p>زمانہ مسکن میں اختلاف شہادت کو سفر نہیں۔ مگر یہ کہ دونوں گواہ یہ کہیں کہ ہم دونوں مدعی کے ساتھ ایک دن اور ایک ہی جگہ تھے۔ شہادت میں مجاز مقبول نہیں</p>
<p>ایسی رقم کو اصل قرض میں بجرائی کے لائق قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ ساتویں نتیجہ بحق مدعا علیہ ثابت ہے۔ تیسری مرتحن کا اقرار خود کسی وارث مدعی نے کیا ہے تو اس نتیجہ بے فائدہ اور قابل قیام قہمی نہیں۔</p>	<p>۵۸۶</p>	<p>جب گواہ قابل الطہان نہ ہوں تو زائد باتوں میں اختلاف بھی سفر شہادت ہے شاہد کے بیان میں تمارض شاہد کو جب شہادت یاد نہ ہو تو کبھی یادداشت پر گواہی باطل ہے۔</p>

مستغرق	مضمون	صفحہ	مستغرق	مضمون	صفحہ
	کا حکم ہو گا۔ اگر اس مضمون کی گواہی پیش کریں مقبول قرار دیا جائے گا۔		بیع	دوسرے کے پیسہ سے کوئی چیز خریدی بیع مشتری کے حق میں ثابت ہے۔	۵۸۵
	ہوگی ورنہ نہیں کہ بعد بیع بائع اور مشتری دونوں نے اقرار کیا تھا کہ ہم نے بیع فرضی کیا۔		"	بیعہ متعلقہ اور غیر مفید ہیں۔	۵۸۶
	مشتری بیع قطعی کا مدعی ہوا اور مدعا علیہ بیع تجزیہ کا گواہ بائع پیش کرنا ہو گئے۔ مشتری کا قول قسم کے ساتھ مستحکم ہو گا۔	۵۹۱		حکم شرع یہ ہے کہ بیع کا فیصلہ باطل ہے۔ اور مدعا علیہ دعویٰ باطل مدعیان سے بری مشتری کہتا ہے اٹھ آنہ قیمت ملے ہوئی تھی بائع نے ساڑھے چار روپیہ بتایا۔ ایسی صورت میں جو اپنا دعویٰ گواہوں سے ثابت کرے اسی کے حق میں فیصلہ ہو گا۔	
	مشتری سے گواہ مانگنا اور ان سے بحث خلاف مبالغہ ہے۔	"		دونوں طرف گواہاں عادل ہوں تو بائع کے گواہ مستحکم ہونگے۔	۵۸۷
	تجزیہ کے مدعیوں کو صرف یہ گواہی پیش کرنا ہو گا کہ مشتری نے بعد بیع اس کے فرضی ہونے کا اقرار کیا۔	"		دونوں گواہ نہ پیش کر سکیں تو مشتری سے قسم طلب ہوگی۔ انکار پر بائع کے حق میں فیصلہ ہو گا اور قسم کھانے تو بائع سے بھی قسم لی جائے گی، وہ انکار کرے تو فیصلہ بحق مشتری، اور وہ بھی انکار کرے تو بیع کے فسخ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔	"
	بائع اس مکان میں مرتے دم تک رہا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مشتری کا قبضہ نہ ہوا۔ یہ صحت بیع کے مافیہ نہیں بائع مر جائے تو گواہوں کا یہ کہنا کہ مکان بائع کا ہے غلط ہے مردہ کسی چیز کا مالک نہیں۔	"	شفعہ	شفعہ کا ایک معاملہ دعویٰ تام و عام ہے	۵۸۸
اصول فقہ	استصحاب حال کی گواہی حادث گواہی کے خلاف معتبر نہیں۔	"	"	طلب شفیعہ کی حکایت کو دعویٰ سمجھنے کی غلطی۔	"
"	بائع اور اس کی بیوی میں اختلاف ہونے سے بھی بیع کا فرضی ہونا ثابت نہیں ہوتا	۵۹۲	بیع شائع	تعیین کی دو قسمیں شائع اشیا میں تعین سے مراد تعین مقدار ہے۔	"
"	بائع بیع کے فرضی ہونے کا اقرار کرے تو بھی فرضی نہیں قرار پائے گی۔	"	"	شائع کی بیع بالاجماع جائز ہے	۵۸۸
"	بائع کا بیع کے فرضی ہونے کا قول متناقض ہے اور متناقض دعویٰ مردود ہے	"	"	عرضی دعویٰ اور بیان شاہدین میں تطبیق کا بیان یہ اعتراض ہے سنی ہے کہ مدعی نے عرضی دعویٰ میں طلب عند مشتری کہا۔ اور گواہ کے بیان میں طلب عند بیع بھی ہے۔	"
شہادت	محل گواہی معتبر نہیں۔	"	"	دس حصوں میں سے ایک کا مطلب یہ بھی ہے۔ کہ ہر حصہ میں سے ایک ایک حصہ	"
"	فاسق معلن کی گواہی معتبر نہیں	"	"	قرآن شریف کی آیت بین احد من رسالہ کا مطلب بین احد واحد من رسالہ ہے۔	"
"	استور کی گواہی جب تک دلائل صادقہ سے غلبہ ظن نہ ہو جائے، مردود ہے	۵۹۳	شفعہ	جب مدعی کا حق شفیعہ صرف بعض بیع میں ہو۔ تو شفیعہ کے شفیعہ میں تفریق جائز ہے	۵۸۹
"	قاضی کو گواہ کے کذب کا گمان غالب ہو یا کذب صدق دونوں کا مساوی گمان ہو بیع باطل ہے۔	"	"	مشتری بیع کی واقعیت کا مدعی ہے۔ اور بائع کے وارثان فرضی ہونے لگے۔ وارثوں سے گواہ مان گے جائیں گے۔ اور وہ گواہ نہ پیش کریں تو قسم سے مشتری کا قول معتبر ہو گا۔ قسم سے انکار کرے تو بیع کے فرضی ہونے	"
"	مدعی علیہ کو گواہوں کی ضرورت نہیں۔	"	"		"
"	مدعا علیہ کے گواہوں پر فیصلہ کی تنقیدوں کا جواب مستور الحال ہونا مطلقاً مردود نہیں۔ اور فی مانحن فیہ میں طرفین کے گواہ مستور الحال ہیں۔	"	"		"

صفحہ	مضمون	متفرق	صفحہ	مضمون
۵۹۳	قیمت زائد کھوانا بیچ کے فرضی ہونے کی دلیل نہیں۔		۵۹۹	کرایہ بڑھ گیا اور وقت کی جائداد کا مستاجر کرایہ دینا نہ چاہے تو اجارہ فسخ کر دیا جائے۔
۵۹۴	رجسٹرڈ کے سامنے بیع ثمن ادا نہ کرنا بھی بیع کے فرضی ہونے کی دلیل نہیں۔		۵۹۹	۸۰ ماہیہ کا صرف زبانی بیان قابل سماعت نہیں نہ اس کے سبب خصوصیت کسی دوسرے کی طرف منتقل ہو سکتی ہے۔
"	رجسٹرڈ کے سامنے زر ثمن کی پیشگی ادائے کی بھی بیع کے فرضی ہونے کا ثبوت نہیں۔		"	قاضی پر واجب ہے کہ مدعی جب دعویٰ ثابت کر دے فیصلہ اس کے حق میں کر دے مقدمہ مزید کارروائی کے لیے آگے بڑھنا جائز نہیں۔
"	بیع کا رجسٹری آفس سے دستاویز چھڑانا بھی فریضت بیع کی دلیل نہیں۔		"	دعویٰ اس کے خلاف ہو گا جس کا قبضہ ہو دستاویز حجت نہیں۔
۵۹۵	فیصلہ نے دس گواہوں میں سے صرف دو کا ذکر کیا، اس لیے کہ وہ سب ناقابل ذکر تھے اس سے فیصلہ پر اثر نہیں پڑتا۔		"	زناہ کی قیمت لگانے والے چار گواہوں سے اسے ثابت نہ کر سکیں، تو وہ قذف کے مستحق ہیں یہاں بادشاہ اسلام نہیں، حد جاری نہیں ہو سکتی گواہی ان کی البتہ مقبول نہ ہوگی اور امامت جائز نہ ہوگی۔
"	کلمہ شرعی فیصلہ قابل نسوخی ہے۔	میراث	"	ہاں تو یہ مادہ کر کے اصلاح حال کریں تو گواہی بھی جائز اور امامت بھی جائز ہوگی۔
"	مورث کے ترکہ سے کس دین کی ادا مقدم ہے۔	"	"	
"	راہن نے مکان رضوانہ پر قبضہ کا دعویٰ گواہوں سے ثابت کر دیا۔ تو رہن ثابت ہوگی۔ اگر راہن کا اس مکان پر قبضہ ہو تو رہن کی طرف سے عاریتہ مانی جائے گی۔	"	"	
۵۹۵	اسی صورت میں راہن کا قبضہ سب قرضوں پر مقدم ہوگا۔	"	"	
"	مشاع کا رہن فاسد ہے مگر رہن میں میچ و فاسد رہن سب کا حکم ایک ہے۔	"	"	
"	راہن نے صرف رہن کا دعویٰ کیا تو دعویٰ سموع نہیں۔ اگرچہ گواہوں نے قبضہ کی بھی گواہی دی راہن نے قبضہ کا بھی دعویٰ کیا۔ لیکن قبضہ کے گواہ نہ پیش کرے گا تب بھی رہن ثابت نہ ہوگا۔	"	"	
"	مرہون پر مرہون کے قبضہ سے پہلے راہن کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔	"	"	
"	صرف دستاویزی قبضہ کا ذکر ہوا اور گواہوں سے اس کی تصدیق نہ ہو سکی تو بھی رہن ثابت نہیں۔	"	"	
۵۹۷	ہر عام قرضوں کی طرح ہے۔	دین	"	
"	مکان کا پشتہ قبضہ ہے اور قبضہ دلیل ملک نامہ ان قدیم سے حد ہے اسی طرف بہانے کا حق حاصل ہے۔ اس کے خلاف نصرت لے جائے۔	"	"	
۵۹۸	دفع کے کرایہ دار کی بدعتی ظاہر ہو تو قاضی جائداد اس کے ہاتھ سے نکال لے۔	دفع	"	

کتاب بیوع

(شرائط بیع)

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زید نے کہا میں اپنا مکان بیچتا ہوں عمرو نے کہا میں خرید کروں گا بعدہ دونوں آپس میں راضی ہوئے قیمت قرار پائی زید نے عمرو سے بیع نامہ بھی لے لیا اور کاغذ واسطے تحریر بیع نامہ کے خرید کر لایا اس صورت میں شرعی بیع تمام ہوگئی یا ناقص رہی بینوا توجروا

الجواب :- ہر چند صورت مستفسرہ میں الفاظ ایجاب و قبول نہ پائے گئے کہ خرید کروں گا صیغہ استقبال ہے اور یہاں درکار ماضی یا حال لیکن اگر متعارف ان بلاوا امصار میں یوں ہے کہ بعد گفت گئے مسامحت و قرار و قیمت بیع نامہ دینا اور لینا مستلزم تمام بیع ٹھہرتا ہے اور بعد اس کے تنہا ایک عاقد عقد سے رجوع نہیں کر سکتا اگرچہ الفاظ ایجاب و قبول درمیان نہ آئے ہوں تو بیع تمام ہوگئی کہ مقصود ان عقود میں معنی ہیں نہ لفظ اور اصل مدار تراضی طرفین قولاً ظاہر ہو خواہ فعلاً اسی لئے تعاطی مثل ایجاب و قبول لزوم بیع کا سبب قرار پائی گو عاقدین زبان سے کچھ نہ کہیں کہ عادت محکم ہے اور تعارف معتبر اور جو حکم عرف پر مبنی ہوتا ہے اس کے ساتھ دائر رہتا ہے جب یہ فعل مثل الفاظ منظر تراضی ہوا تو انہیں کی طرح موجب تمام بیع ہوگا فی الہدایۃ والمعنی هو المعتبر فی ہذہ العقود ولہذا ینعقد بالتعاطی فی النیس والخیس هو الصحیح لتحقق المراد والذہ تعالیٰ اعلم وعلما تم

مسئلہ :- از ریاست رامپور محلہ سبز منڈی مرسلہ سید مقبول حسین صاحب وکیل ۲۱ محرم ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیع اس مسئلہ کے کہ زید نے ایک مکان متروک چھوڑا مسمی عمرو اس کا پسر وارث مع المحصر ہے مگر وہ نابالغ تھا دیگر شخص غیر وارث نے بہ زمانہ نابالغی مسمی عمرو مکان مذکور کو اپنی ملکیت قرار دیکر بدست بکر بیع کر دیا بکر نے قبضہ کر لیا بعد بلوغ مسمی عمرو نے بحالت غیر قابض مکان مذکور بدست خالد بیع کر دیا خالد بدریغہ دستاویز بیع نامہ اقراری عمرو بنام بکر و نیز عمرو دعویٰ دار تخلیہ دو خلیابی مکان مذکور ہے عمرو کو بیع کر دینا تسلیم ہے اور دعویٰ سے اقبال ہے بکر قابض مکان بیع موسومہ خود کو حجت گردان کر منکر دعویٰ ہے اور مسئلہ شرعی مقدر التسلیم کا مذکور ہے کیا صورت مذکورہ بالا میں مسئلہ مقدر التسلیم شرعاً متعلق ہو سکے گا اور مسئلہ مذکور کے حقیقی معنی اور اس کی مثال بھی تحریر فرمائیے تاکہ عام فہم ہو جائے بینوا توجروا۔

الجواب :- عمرو نے جس وقت خالد کے ہاتھ بیع کی اگر عمرو اس وقت گواہان عادل شرعی اس امر پر رکھتا تھا کہ یہ مکان میری ملک ہے بکر نابالغ بکر غاصب ہیں جب تو بیع عمرو بدست خالد صحیح و تام و نافذ واقع ہوئی مکان ملک خالد ہو گیا خالد کا دعویٰ صحیح ہے بوجہ وجود بیع عادل

عمر کو حکماً قدرۃ علی التسلیم حاصل تھی اور اسی قدر صحت و نفاذ بیع کے لئے کافی ہے حقیقتہً مقدور التسلیم فی الحال ہونا کسی کے لئے ضروری نہیں۔ غلام کو کسی کام کیلئے ہزار کوس پر بھیجا اور یہاں اُسے بیع کر دیا بیع صحیح ہوگی کہ مادۃ اس کا واپس آنا منطون ہے اگرچہ احتمال ہے سرکشی کرے اور بھاگ جائے۔ کہو تے ہوئے کہ صبح اڑائے جاتے اور شام کو گھر پلٹ آتے ہیں ان کی قیمت میں بیچے بیع صحیح ہے کہ دوسرا مہر ہے تو قدرۃ علی التسلیم حکماً حاصل ہے یوں جب بینہ عادلہ موجود ہے تو ڈگری ملنے کی امید قوی ہے تو یہاں بھی قدرۃ حکمہ حاصل ہے یہی بس ہے اسی طرح اگر غاصب مقرر غصب و ملک مالک ہوتا جب بھی بیع مالک صحیح و نافذ ہوتی کہ اقرار بھی حق مقر میں مثل بینہ عبت طرہ ہے بلکہ اس سے بھی اتوی و لہذا اگر منکر بعد اقامت بینہ اقرار کر دے حکم بر بنائے اقرار ہوگا نہ بر بنائے بینہ ہاں اگر وقت بیع عہدہ بجز مقرر ملک عمر و تھانہ عمر کے پاس بینہ شرعیہ تو اب ضرور مسئلہ اشتراط قدرۃ علی التسلیم عائد ہوگا ظاہر ہے کہ اس صورت میں عمر کو نہ حقیقتہً قدرۃ تسلیم ہے نہ حکماً کہ بے اقرار و بینہ ڈگری ملنا ہرگز منطون نہیں۔ ایہ غلام آج کی مانند ہوا جو سرکشی کر کے بھاگ گیا اور غاصب مالک اگر اسے بیع کرے گا ہرگز صحیح نہ ہوگی۔ یوں نیا کہو تے کہ اڑ گیا اور ہلا ہوا نہیں کہ واپسی منطون ہو اس کی بیع بھی جائز نہیں کہ قدرۃ علی التسلیم منقود ہے اگر یہ صورت تھی تو خالد کو دعویٰ کا کوئی حق نہیں قدرۃ تسلیم میں ہمارے ائمہ کے دو قول ہیں دونوں باقوت، اول یہ کہ وہ شرط انعقاد ہے کہ بے اس کے بیع باطل محض ہے دوم شرط صحت بیع ہے کہ بے اس کے بیع فاسد ہے پہلے قول پر تو ظاہر ہے کہ نہ خالد مشتری ہے نہ عمر و بائع اجنبی محض کو دعویٰ کا کیا اختیار اور قول ثانی پر جبکہ بیع فاسد ہے اور بیع فاسد میں مشتری بے قبضہ مالک نہیں ہوتا پھر جبکہ فساد بوجہ عدم قدرت تسلیم ہے اور بیع فاسد میں ارتفاع مفید بیع کو صحیح کر دیتا ہے تو صحت بیع اس پر موقوف ہوتی کہ بجز مقرر ہو جائے یا کوئی بینہ عادلہ ہاتھ آئے لہذا یہ بیع موقوف بھی ہوئی جیسے بیع مکہ کہ فاسد بھی ہے اور موقوف بھی اور بیع موقوف بھی مفید ملک مشتری نہیں ہوتی تو بہر طور اس صورت میں خالد کے لئے مکان میں ملک نہیں نہ اُسے مکان پر دعویٰ پہنچے

مالگیریہ میں ہے اذا باع المصوب من غیر الغاصب فهو موقوف هو الصحیح فان اقرار الغاصب تم البیع و لزمتہ وان جہدو للمصوب منه بینة فکذا فی النیاشیہ وان لم یکن له بینة ولو سلمہ حتی ھذا انتقض البیع کذا فی الذخیرۃ و درختار میں ہے وقف بیع المالك المصوب علی البینة او اقرار الغاصب فانہ فی قبیل فصل شروط مفدہ ہے باع المصوب من غیر الغاصب ان کان الغاصب جاحدا یدعی انہ له ولم یکن للمصوب منه بینة لایجوز بیعہ وان کان له بینة جازبیعہ تنویر میں ہے فسد بیع طیر فی الھوء لایرجع وان یطیر و یرجع صح رواحتار میں ہے قال فی الفع لان المعلوم عادة کالواقع و تجوز کونھا لاتعود او عروض عدم عودھا لایمنع جواز البیع کتجوز ہلاک المبیع قبل القبض ثم اذا عرض الھلاک انفسخ کذا ہناہ و فی النھرفیہ نظر لان من شروط صحۃ البیع القدرۃ علی التسلیو عقبہ ولذا

لم یجز بیع الابن اه قال ح فرق ما بین الحام والابن فان العادة لم تقض بعود غالباً بخلاف الحام وما ادعاه من اشتراط القدرة على التسليم عقبه ان اراد به القدرة حقيقة فهو ممنوع والا لاشتراط حضور المبيع مجلس العقد واحد لا يقول به وان اراد به القدرة حكماً كما ذكره بعد هذا فما نحن فيه كذلك لحكم العادة بعوده اه قلت وهو وجهه فهو نظير العبد المرسل في حاجة المولى فانه يجوز بيعه وعلوه بانه مقدور التسليم وقت العقد حكماً اذا الظاهر عودة. ودر مختار میں ہے لو باعه ای الابن ثم عاد و سلمه يتم البيع على القول بفساده ورجحه الكمال وقيل لا يتو على القول بطلانه وهو الاظهر من الرواية واختاره في الهداية وغيرها وبه كان يفتي البلخي وغيره وجر و ابن كمال بنديہ میں محیط سے ہے وبہ اخذ جماعة من مشايخنا وبه كان يفتي ابو عبد الله البلخي وهكذا ذكر شيخ الاسلام بن عياض في ميثاقنا والوا المختار هذا. رد المختار میں ہے قال في القح والحق ان الاختلاف فيه بناء على الاختلاف في انه باطل او فاسد وانك علمت ان ارتفاع المفسد في الفاسد يرد صحیحاً لان البيع قائم مع الفساد ومع البطلان لم يكن قائماً بصفة البطلان بل معدوماً فوجه البطلان عدم قدرة التسليم ووجه الفساد قيام العاقبة والملك والوجه عندي ان عدم القدرة على التسليم مفسد لا يبطل بنديہ میں محیط سے ہے وبہ اخذ الكرخي و جماعة من مشايخنا وهكذا ذكر القاضي الاسيبي في شرحه نیز اسی سے جو الہ غیاثیہ گذرا ہو موقوف ہو الصیح اہ وهو تصحیح للقول بالفساد كما بينا على هامشها ولا غرو في جمع الفساد والتوقف ففي رد المختار عن البحران بيع المكروه فاسد موقوف المحو وتامه فيه وبه يحصل الجمع بين قول الحائنه في مسائلنا لا يجوز بيعه وقول غيره موقوف والله سبحانه وتعالى اعلم و علمه جل مجدته اتم واحكم عز شانه اعلم.

ایجاب و قبول

مسئلہ :- از شہر کہنہ ۲ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک شے کو فروخت کیا اس شرط پر کہ نصف روپیہ وقت خریداری ال لیا اور نصف روپیہ وقت جانے مال کے کہ جو پہلی مرتبہ جائے گا ہم اپنا آدمی بھیج کر منگالیں گے زید نے آدمی نہ بھیجا خریدار نے وہ نصف روپیہ اپنے طور پر اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا اب چونکہ نرخ اس مال کا بموجب فروخت حال کے دو چند ہو گیا لہذا زید کی اب یہ نیت ہے کہ یہ روپیہ جو نصف مال کے قیمت کا آیا ہے واپس کر دے اور مال نہ دے اور یہ بھی واضح ہو کہ جو مال زید سے لینا قرار پایا تھا وہ مال بھی نہ دیا اس سے کم قیمت کا دیا ہے۔ ہینوا توجرد وا۔

الجواب :- بیع ایجاب و قبول سے تمام ہو جاتی ہے اور جب بیع صحیح شرعی واقع ہونے تو اسی کے بعد بائع یا مشتری کسی کو بے رضامندی دوسرے کے اس سے یوں پھر جانا روا نہیں نہ اس کے پھر نئے سے وہ معاہدہ جو مکمل ہو چکا ٹوٹ سکتا ہے۔ زید پر لازم ہے کہ ال فروخت شدہ تمام و کمال خریدار کو دے، ہایہ میں ہے اذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع ولا خيار لواحد منهما الا من عیب وعدم ردیة ال ناقص جو خلاف قرار داد زید نے بھیجا مشتری اسے واپس پھینکا اپنی اصل خریداری کا مال لے سکتا ہے جب کہ

مشری سے کوئی امر مانع واپسی صادر نہوا ہو مثلاً اسے دیکھنے کے بعد وہ قول یا فعل جو اسی مال پر راضی ہو جانے کی دلیل ہو درختار میں ہے
(لما ای للمشری ان یرده اذ ارأه) الا اذا حملہ البائع لبیت المشری فلا یرده اذ ارأه الا اذا اعاده الی البائع اشباه
(ویثبت الخیار) للرویة (مطلقاً غیر موقت) بمدة هو الاصح عنایه لا لطلاق النص مالہ یوجد مبطله وهو مبطل
خیار الشرط مطلقاً ومفید الرضا بعد الرویة لا قبلها ودرأه مختصراً واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۔ مسؤلہ عظیم الدین افسر مدرس مدرسہ مسعودیہ وگاہ شریف حضرت سید مسعود غازی صاحب سالار بروز شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں ملک دین و مفتیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ کسی اراضی کا بیع کامل کب ہو سکتا ہے جبکہ مشتری پورا زر ثمن ادا کرے
اگر مشتری پورا نہ ادا کرے تو تا ادا کے زر ثمن کے اس اراضی کا حاصلات مشتری کو طلال اور مباح ہے یا نہیں اس صورت میں کہ اس نے
زر ثمن پورا ادا نہیں کیا بائع سے کچھ روپیہ زر سود کا مشتری زر ثمن مجرایا ہے کچھ روپیہ مشتری نے بائع کو زائد زر ثمن دینا ظاہر کرتا ہے حالانکہ
بائع کتاب ہے کہ یہ روپیہ بوجہ ہدایا قراری مجھے دیا گیا ہے یا بطور خیرات پس یہ روپیہ زر سود میں جو مشتری نے بائع سے لیا ہے وضع ہو سکتا ہے
یا نہیں فقط۔

الجواب ۱۔ بیع ایجاب و قبول سے تمام ہو جاتی ہے چیز بائع کے ملک سے بھلکر مشتری کے ملک میں داخل ہو جاتی ہے ہاں پہلے مشتری
کو چاہئے کہ ثمن ادا کرے بائع کو اختیار ہے کہ جب تک ثمن نہ لے بیع سپرد نہ کرے لیکن اگر اس نے بعض یا کل ثمن لینے سے پہلے بیع اس
کے قبضہ میں دیدی تو اس سے جو کچھ منافع حاصل ہوں ملک مشتری ہیں مشتری کے لئے طلال ہیں مشتری نے بائع سے جو سود لیا
وہ حرام قطعی ہے اور ہدایا قراری کے معاوضہ میں کچھ روپیہ جرمانہ لینا بائع کو حرام ہے لیکن بائع یہ روپیہ اس سود میں مجرایا لے سکتا ہے
جو مشتری نے اس سے لیا تھا جبکہ اس کی مقدار سے زائد نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم

خيار شرط

مسئلہ ۲۔ از شہر گونڈہ انجمن اسلامیہ مدرسہ جناب مرزا محمود بیگ صاحب وکیل و سکریٹری انجمن اسلامیہ گونڈہ ۳۰ رمضان ۱۳۳۲ھ
قدمت مبارک میں نقل دستاویزات مورخہ ۶ فروری ۱۹۱۵ء و ۱۲ جنوری ۱۹۱۹ء بھیجکر مستدعی ہوں کہ براہ بہر بانی مطلع فرمائیے
کہ آیا دستاویزات جائز ہیں بوجہ دستاویزات مذکورہ صدر کے انجمن اسلامیہ گونڈہ نے مکانات سید مقبول احمد و سید منظور احمد بیع بالخیار
لئے ہیں اور قبضہ انجمن کا اس طور پر ہے کہ علیحدہ سر خط کرایہ نامہ لکھا گیا ہے اور کرایہ مبلغ ۵۰۰ روپہ ماہہ انجمن وصول کرتی آئی ہے جو کرایہ
وصول ہوتا ہے وہ اصراف انجمن میں خرچ ہوتا ہے ایسا یہ رقم کرایہ شرعاً جائز ہے اور انجمن اس کو جائز طور پر تصرف کر سکتی ہے۔

الجواب ۲۔ دونوں دستاویزیں ملاحظہ ہوئیں دونوں باطل محض ہیں وہ برس کے لئے بیع بالخیار شریعت مطہرہ میں کہیں نہیں کرایہ
کراٹا مالکان مکان سے غیر مالکوں کے لیا سب جملہ باطلہ اور ناسود ہے انجمن پر فرض ہے کہ جتنا کرایہ اس وقت تک وصول کیا ہو مالکوں
کو واپس دے یا اپنے دیئے ہوئے قرض میں مجرایا کر کے اتنی رسید مالکوں کو دیدے حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کل قرض جر منفعة فهو ربوا یہ صورت حقیقتہً رہن کی ہے خود بانٹوں نے دوسری دستاویزیں اسے جائداد مستغرق کہا

اور میعاد دو سال اسے مکفول لکھا بس حقیقت اس قدر ہے باقی بیع کا بے معنی نام محض جملہ خام ہے اور رہن بے قبضہ باطل ہے قال اللہ تعالیٰ
فرعن مقبوضۃ نیز مالکوں کا اپنی ملک غیر مالکوں سے کرلیہ پر لینا نشیدہ باطل ہے تو اس ماہوار کی اصل حقیقت سود ہے اور بنام اجارہ بلکہ
لینا اتنا بھی اثر نہ دیکھا جو سود مردود کی ملک خبیث سے ہوتا بلکہ مالکوں کو تمام و کمال واپس دینا فرض ہے لعدم الملك فكان غصبا
فوجب الرد والضمان ہالکما واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۔ از قبضہ رسیوں محلہ میرزاوگان بمقام مسہد میرزاوگان صلواتنا ورسولہ قادر علی صاحب ۱۶ جمادی الآخر ۱۳۶۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) بیع خیاری کی کیا تعریف ہے (۲) کیا شرائط اس میں ضروری ہیں اور انتہائے مدت
اس کی کیا ہے (۳) کیا بیع خیاری میں شرط بیعہ پر فورا قبضہ ہونا چاہئے (۴) اگر شرط بیعہ پر قبضہ نہ ہو تو بیع خیاری قائم رہی یا نہیں (۵) اگر شرط
بیعہ پر قبضہ تو نہیں ہوا بلکہ روپیہ کا منافع جس حساب سے باہمی ٹھہرا تھا وہ ملا کیا تو بیع خیاری قائم رہی یا نہیں (۶) اگر بعد میعاد گزر جانے کے
یہ مشتری بیع خیاری طے شدہ منافع اپنا لیتا رہا جائے اور قبضہ نہیں کیا تو یہ منافع سود ہو یا نہیں، جائز ہے یا ناجائز (۷) کیا بائع اندر میعاد بیع خیاری
جائداد کو اسی شخص یا کسی غیر شخص سے بیع کر کے روپیہ واپس کر کے جائداد واپس لے سکتا ہے (۸) کیا بعض روپیہ واپس کرنے کے ایک جزو اسی
جائداد کا مشتری بیع خیاری کو بیع قطع کر کے بقیہ اپنی جائداد واپس کر سکتا ہے (۹) کیا مشتری بیع خیاری جو شئی خاطر خود ایک جزو جائداد کا بائع کو واپس
کر کے بقیہ جائداد کو بیع قطعی کرنا ہے تو اس صورت میں کوئی ملزم شرعی ہوگا (۱۰) اگر بعد انقضائے میعاد متعینہ بیع خیاری کوئی کارروائی فیما
بین بائع و مشتری نہیں ہوئی بلکہ تین سال اور زائد تک وہی عمل در آمد یعنی وہی طے شدہ منافع اسی روپیہ کا لیتا رہا تو اس صورت
میں یہ رقم وصول شدہ مشتری سود ہے اور مشتری سود خوار ہو یا نہیں اس کا استقرار تاریخ تحریر دستاویز سے ہوگا یا انقضائے میعاد کے بعد سے
(۱۱) اس قسم کی دستاویز بیع خیاری جس کا شرط بیعہ پر قبضہ نہیں ہوا صرف روپیہ کا منافع طے شدہ ملتا رہا بعد ختم میعاد بھی کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو
اس شکل میں دستاویز بیع قطع لکھنا بہتر ہے یا بدستور وہی دستاویز بیع خیاری قائم رکھنا۔

الجواب: بیع خیاری شرع میں تو اسے کہتے ہیں کہ بائع ایک چیز اس شرط پر بیچے یا مشتری اس شرط پر خریدے کہ مجھے تین دن تک اختیار
ہے کہ بیع قائم رکھوں یا نہیں خواہ دونوں اپنے اپنے لئے تین دن اختیار ہونے کی قید لگائیں یہ اختیار تین دن سے زیادہ کا نہیں لگا سکتے اور
کم میں ایک دن یا ایک گھنٹہ جو چاہیں مقرر کریں اس مدت کے اندر ایک یا دونوں جس کا خیاری شرط کیا گیا ہے اسے اختیار ہوگا کہ بیع نامنظور
کر دے وہ فسخ ہو جائے گی اور مدت کر دہ گذر گئی تو بیع لازم ہو جائے گی مگر سائل نے بیع بالوفاء کو بیع بالخیار کہا ہے اس کی صورت یہ ہوئی
ہے کہ زید نے ایک چیز عمرو کے ہاتھ پرچی اور سال دو سال یا کم بیش باہم ایک مدت طے کر لی کہ اس مدت میں اگر زید زرمین واپس کر دے تو
عمرو بیع واپس کر دے گا اور اگر اس مدت میں زید زرمین نہ دیکھا تو بیع قطعی ہو جائے گی اس صورت میں اکثر تویہ کرتے ہیں کہ وہ چیز قبضہ
مشتری میں دے دیتے ہیں مشتری اسے نفع حاصل کرتا رہتا ہے بذریعہ سکونت یا کرایہ یا زراعت وغیرہ یہ حرام ہے کہ صحیح و معتد مذہب
میں بیع و فایح نہیں رہن ہے مشتری مرہن کو رہن سے نفع حاصل کرنا حرام ہے حدیث میں ہے کل قرض جرم منفعۃ فھو ربوا اور
پورے بیابک یہ کرتے ہیں کہ چیز بھی بائع کے قبضہ میں رہتی ہے اور اس سے اپنے روپیہ کا نفع اٹھایا جاتا ہے یہ رہن بھی نہ ہو کہ رہن بے قبضہ

باطل ہے قال تعالیٰ فرہن مقبوضۃ یہ نفع جو اس پر ٹھہرا یا کھلا سود اور نرا حرام و مردود ہے۔

(۸) بالجملہ یہ بیع کسی صورت نہیں ہے مشتری کا قبضہ نہ ہو جب تو اسے جائیداد سے کوئی تعلق ہی نہیں بقنا روپیہ دیلے جب چاہے واپس لے سکتا ہے میعاد گزری ہو یا نہیں کہ بوجہ عدم رہن سادہ قرض رہ گیا اور قرض کے لئے شرفا کوئی میعاد نہیں اگر مقرر بھی کی ہے اس کی پابندی نہیں۔ اس دینے ہوئے روپیہ سے ایک حصہ زائد اس کو حرام ہے نہ میعاد گزرنے پر اس جائیداد میں اس کا کوئی حق ہے اور اگر مشتری کا قبضہ ہو گیا ہے تو وہ رہن ہے مشتری کو اس سے نفع لینا حرام ہے اور بائع ہر وقت روپیہ دے کر جائیداد واپس لے سکتا ہے اگر یہ میعاد گزری ہو اور یہ بھی کر سکتا ہے کہ اسی جائیداد کا کوئی حصہ باہمی رضامندی سے مشتری کے ہاتھ بیع قطعی بھوس دین کر دے اور باقی جائیداد واپس لے لے رہا بائع یا مشتری کا دوسرے کے ہاتھ اس جائیداد کا کل یا بعض پھینکا اگر قبضہ مشتری نہیں ہوا ہے جب تو بائع کو اس کا اختیار کامل ہے کہ وہ اس کی ملک خالص ہے اور مشتری کو اصلاً اختیار نہیں کہ اسے جائیداد سے کوئی تعلق نہیں اور اگر قبضہ مشتری ہو گیا ہے تو اگر بائع بیع تو یہ بیع مشتری کی اجازت پر موقوف رہے گی کما عو حکم بیع المرہون۔ سوال اخیر کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں نہ بیع سے نہ رہن ہے قائم کس چیز کو رکھا جائے اور بیع قطعی کرنا نہ کرنا بائع کو اختیار ہے مشتری کو اپنے روپیہ کے سوا کوئی دعویٰ اس پر نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

خیار تعیین

مسئلہ ۱۰۔ از شہر نلد سبز بندہ بازار مرسلہ ولایت حسین صاحب مورخہ ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ
زید بکر کے پاس آیا اور یہ کہہ کر ایک صاحب کو کپڑا کی ضرورت ہے اور اس کو کچھ کپڑا سلوانا بھی ہے بکر سلائی کا کام بھی کرتا ہے بکر نے تین دوکانات پر سے مختلف قسم کے پارہ مالکان مال سے ان کی قیمت طے کر کے زید کے ساتھ صاحب کے یہاں چلا گیا زید نے یہ کہا کہ میں ان صاحب کو کپڑا دکھانے جاتا ہوں اور وہ کپڑے کر چلا گیا بکر کو وہ شخص ملا کپڑا ملا مالکان مال کو شرفا بکر سے اس پارہ کی قیمت لینے کا حق ہے یا نہیں فقط
الجواب۔ بیچنے والے اپنے کپڑوں کا تاوان بکر سے لے سکتے ہیں لان المقبوض علی سوم الشراء مضمون واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیع مطلق

مسئلہ ۱۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حیات میں کسی وارث کو بیعنامہ اپنی جائیداد کا مثل باغ یا اراضی و قالاب وغیرہ کے لکھ دیا اس کی موت کے بعد دوسرا وارث اگر بیع چاہے تو اسے شرعاً اختیار ہے یا نہیں اور بائع کو بوجہ خیار عیب یا رویت اختیار فسخ حاصل ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

۔ صورت مستفسرہ میں بیع اگر مرض موت میں نہیں تو بعد لزوم و تکمیل بائع اور اس کے ورثہ کو کسی طرح اختیار فسخ نہیں اور خیار رویت خاص مشتری کے لئے ہے اور خیار عیب اگر بائع کو حاصل ہی ہے تو صرف بایں معنی کہ ثمن ناقص جید سے بدل سکتا ہے نہ یہ کہ اسکی وجہ سے بیع کر کے پس خیار رویت مطلقاً اور خیار عیب کہ سبب نفع ہے مشتری کیلئے خاص ہیں بائع کو ہرگز حاصل نہیں فی الدر المختار واذا وجد الزم ایبع بلا خیار الالیب اور رویۃ فی الہدایۃ ومن باع مالہ یرہ فلا خیار لہ وکان ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول اولالہ الخیار اعتباراً بخیار العیب وخیار الشرط فی الغایۃ اعتباراً بخیار العیب فانہ لا یختص بجانب مشتری بل اذا وجد

البائع الثمن زيفاً فهو بالخيار ان شاء جوزوان شاء ودكا لمشتري اذا وجد المبيع معيباً لكن العقد لا يفسخ برد الثمن و
ينفسخ برد الثمن لانه اصل دون الثمن. و العلوم عند واهب العلوم عالم بكل سر مكتوم.

مسئلہ ۱۰۔ ۱۱ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معاہدہ ما بین زید و عمرو کے قریب پایا اور زید نے عمرو کو عسہ ربیس روپے بطور بیعانہ کے لئے
اب زید اپنی بدیتی سے بلا تصور عمرو کے معاہدہ مذکورہ سے منحرف ہو گیا تو اس صورت میں زید واپسی زر مذکور کا مستحق ہے یا نہیں بینوا تجروا
الجواب۔ ہے شک واپس پائے گا بیع نہ ہونے کی حالت میں بیعانہ ضبط کر لینا جیسا کہ جاہلوں میں رواج ہے ظلم صریح ہے قال اللہ
تعالی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل ہاں اگر عقد بیع باہم تمام ہو لیا تھا یعنی طرفین سے ایجاب و قبول واقع ہو گیا اور کوئی موجب
تہا مشتری کے فسخ بیع کر دینے کا نہ رہا اب بلا وجہ شرعی زید مشتری عقد سے پھرتا ہے تو بیشک عمرو کو روپے کہ اس کا پھر مانے اور
بیع تمام شدہ کو تمام و لازم جانے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ بیع ملک زید اور ثمن حق عمرو۔ در مختار کے باب الاقالہ میں ہے من شرائط
رضا المتعاقدين یہ کہی نہ ہو گا کہ بیع تو فسخ ہو جا مانا کر بیع زید کو نہ مے اور اس کے روپے اس جرم میں کہ تو کیوں پھر گیا ضبط کرنے
هل هذا الاظلم صریح و اللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۱۔ از پبلی بحیت ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور فضلاء شرع میں اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت زینب کو بمواہد چند عورات مستورات
اور چند دمان کے کچھ روپیہ اس وعدہ پر دیا کہ ہم فلاں مکان یا زمین اسی عورت زینب کا اس قدر تعداد روپیہ پر لیویں گے اور بقدر
عسہ ربیس روپیہ مثل بیعانہ دیئے ہیں اور اس عورت زینب نے اس روپیہ کو لے کر صرف مایحتاج کر لیا اور سب گواہان کے سامنے
اقرار کر دیا بعد اقرار کے کچھ دنوں بعد زینب فوت ہو گئی لہذا شرعاً یہ بیع ہوئی یا نہیں اور از روئے شرع شریف کے زید اپنا قبضہ کر سکتا ہے
یا نہیں فقط۔

الجواب۔ میں گے صرف وعدہ ہے اور وعدہ کوئی عقد نہیں نہ وفائے وعدہ پر خود وعدہ کرنے والے کو جبر کیا جا سکتا ہے کما نص
علیہ فی الہندیۃ والخیریۃ وغیرہما من الکتب الفقہیۃ تو اس کی موت کے بعد وارثوں پر کیا جبر ممکن ہے پس زید کو قبضہ کرنے
کا اصلاً اختیار نہیں وہ صرف ان روپوں کا مستحق رہا جو اس نے پیشگی دیئے تھے ترکہ زینب سے قبل تقسیم وراثت وصول کے جائیں واللہ
تعالی اعلم

مسئلہ ۱۱۔ ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا حق حقوق ۲ بسوانسی کچھ کچھ انسی بکر کے ہاتھ فروخت کیا مبلغ مائت
روپیہ کو اور بیع نامہ لکھ کر اپنے دستخط کے اور بیعانہ لیا اور رجسٹری کر دینے کا معاہدہ کیا اور بعد کو خالد اپنے چچا زاد بھائی کو سا لکھ کر روپیہ
کا بیع نامہ لکھ کر رجسٹری کر دی اب بکر کہتا ہے کہ درحقیقت یہ بیع نامہ مصنوعی لکھا ہے شیخ کی ڈر سے اور یہ حقیقت اصل میں وہی

مامٹہ کو بوجب بیع بکر کے فروخت کی ہے اور بکر یہ بھی کہتا ہے کہ میں اس میں شیفح ہوں کیونکہ میری پندرہ بٹے ہیں تو اس صورت میں بکر بوجب شرع شریف کے شفاعت سے اس حقیقت کو اور نیز بوجب معاہدہ کے اس قیمت کو پاسکتا ہے یا نہیں فقط **الجواب** :- بیع عقد لازم ہے بعد تمامی ہرگز بائع کو اختیار نہیں کہ دوسرے کے ہاتھ بیع کر دے جب وہ بدست بکر بیع چکا بیعنامہ لکھ دیا اس پر اپنے دستخط کر دیئے تو تمامی عقد میں اصلاً کوئی شبہ نہ رہا جسٹری نہ شرعاً ضروری نہ اسے تکمیل عقد میں اصلاح کچھ دخل بلکہ شرعاً تو صرف ایجاب و قبول کا نام بیع ہے اگرچہ بیعنامہ بھی نہ لکھا جائے یہ ہیں تنہا بیعنامہ بطریق معروف و معروف لکھ کر دستخط کرنا شتر کا اسے قبول کر لینا بھی عقد تام و کافی ہے اگرچہ زبانی الفاظ مقررہ خریدم و فروختم کا ذکر نہ آیا ہو اشباہ میں ہے الکتابة یصح ایبع بہا قال فی الہدایۃ والکتاب کا الخطاب ہر ایہ میں ہے المعنی هو المستبر فی ہذہ العقود و لہذا ینعقد بالتعاطی فی النفیس والحیس هو الصیحہ لتحقق المرادۃ غرض حقیقت مذکورہ ملک زید سے خارج ہو کر ملک بکر میں داخل ہو گئی زید بکر سے صرف **مامٹہ** کا مطالبہ کر سکتا ہے بیع ثانی کہ بدست خالد کی ہے اجازت بکر مردود ہے، بکر کو اپنی ملک میں دعویٰ شفعہ کی کوئی حاجت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و اعلم۔

مسئلہ :- علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کی دو زوجہ ہیں اب زید اپنا حق حقوق ایک زوجہ کے نام بیع کرتا ہے تو زید کو اپنی حیات میں بیع کرنے کا اختیار ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب :- اگر یہ بیع زید سے قبل مرض موت کے بحالت صحت نفس و ثبات عقل واقع ہوئی تو قطعاً نافذ ہے واللہ تعالیٰ اعلم **مسئلہ** :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور ایک ہمیشہ اور ایک بھتیجا وارث اور تین بسوہ جائیداد متروکہ چھوڑ کر انتقال کیا زوجہ نے وہ کل حقیقت اپنی طرف سے بدست خالد فروخت کی مگر وہ بیعنامہ سب و زنا کی اطلاع سے لکھا گیا اور وہ سب بائع ہیں اور سب نے اپنی گواہیاں اس بیعنامہ پر لکھیں اور یہ کہہ دیا کہ یہ بیع صحیح ہے اُس میں کچھ دعویٰ بیع نہیں ہے کل زرن شتری نے ادا کر دیا اور وہ سب و زنا نے ہاتھ تقسیم کر لیا اب بعد نو دس برس کے ہمیشہ زید مدعیہ ہے کہ یہ بیع میں نے نہیں کی فقط زوجہ زید نے بطور مالکانہ کل حقیقت بیع کی حالانکہ وہ کل کی مستحق نہیں اس صورت میں وہ بیع شرعی صحیح و نافذ اور دعویٰ مدعیہ ناحق و باطل قرار پائیگا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب :- صورت مستفسرہ میں وہ بیع صحیح و نافذ ہے اور دعویٰ مدعیہ محض ناحق و باطل کہ اگرچہ زوجہ زید کل حقیقت کی مالک نہ تھی اور اس نے ساری جائیداد اپنی طرف سے بیع کی مگر جبکہ یہ امر باطلاع و رقتہ و یکر واقع ہوا اور انھوں نے پندرہ کھا اور انکار نہ کیا ہاں تک کہ زرن سے حصہ لیا اور وہ سب بائع تھے تو اب وہ بیع ایسے ہی قرار پائے گی کہ گویا ان سب نے خود اپنا اپنا حصہ بیع کیا اور زرن لیا اب کسی طرح سے انھیں محل دعویٰ و اعتراض باقی نہیں فی تنویر الابصار والدر المختار اخذ المالك الثمن او طلبہ من المشتري اجازۃ ملخصاً و اما ما وقع فی البحر ثم الدرر من البطلان ان باع الفضولی لنفسه موہم مخالف للفروع المذہبۃ ومضاد للظاهر الروایۃ كما حققه المولى خير الملة والدين الرولى ثم العلامة الشامى أفندى فليتنبه، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب فلد بازار میں نقدوں ۱۶ سیر کا ہو تو قرضوں ۱۵ یا ۱۲ سیر کا بیچنا جائز ہے یا حرام یا مکروہ بینوا و توجروا۔

الجواب :- یہ فعل اگرچہ نرخ بازار سے کیسا ہی تفاوت ہو حرام یا ناجائز نہیں کہ وہ مشتری پر جبر نہیں کرتا نہ اُسے دھوکا دیتا ہے اور اپنے مال کا ہر شخص کو اختیار ہے چاہے کوڑی کی چیز ہزار روپیہ کو دے مشتری کو غرض ہونے نہ ہونے کے فی رد المحتار لو باع کاغذۃ بالفیہ یجوز ولا یکرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ خضریٰ و کریم اللہ و محمد بشارت و شاہ محمد چار بھائیوں نے ایک جائداد بشمول ہمد گریپیدا کی اور تادم مرگ خور و نوش اُن کا یکجا رہا بعدہ خضریٰ نے دو دختر فوجو اور اجوا اور ایک پسر محمد بخش جس کے وارث اس کی زوجہ امیرن ہے اور دوسری فوجو جس کے ورثہ اس کے زوج کلوا اور علی بخش و حسین بخش و سلیمین اولاد ہیں اور شاہ محمد نے زوجہ نورن و ابن محمد علی و بنت بلاقن اور کریم اللہ نے زوجہ منگو اور ابن یاز علی اور امیرن نیرن بگا بنات اور محمد بشارت نے زوجہ بھوٹی اور محب اللہ و کلن پسران اور عمدہ دختر اپنے اپنے ورثہ چھوڑ کر وفات پائی بعد ان کے انتقال کے ان سب وارثوں نے وہ جائداد مشترکہ غیر منقسمہ ایک عقد میں ایک شخص کے ہاتھ بھوض آٹھ سو روپیہ کے بیع کی اور اسے قابض و متصرف کر دیا مگر کلن اور علی حسین اور حسین بخش اور سلیمین وقت بیع نابالغ تھے کہ ان کی ماں کلونے ولایت ان کی جانب سے بھی بیع کی اور یاز علی کی بی بی نے بے اجازت و اطلاع یاز علی با اختیار خود حصہ اس کا مالکانہ بیع والا اب یہ پانچوں وارث دعویٰ کرتے اور نقض بیع چاہتے ہیں پس اس صورت میں بیع مذکور صحیح و نافذ اور حصہ ان ورثہ کا انہیں واپس لے گا یا نہیں

الجواب :- بصورت مسئلہ میں اگر یاز علی سے بعد از علم بالبیع کوئی قول یا فعل ایسا صادر ہوا کہ وال اجازت و تسلیم بیع پر تھا تو وہ بیع صحیح و نافذ ہوگی اور دعویٰ اس کا ہرگز نہ سنا جائے گا اور جو قول و فعل کوئی امر ایسا نہ ہوا کہ اجازت پر دلالت کرے اگرچہ بعد خبر پہنچنے بیع کے چپ رہا اور کچھ نہ کہا تو اس صورت میں دعویٰ اس کا مسموع اور بیع بقدر اس کے حصہ کے ناجائز مشتری حصہ اس کا واپس کرے اور باقی بقدر اس ثمن کے مقابل اس کے ہے مقبول رکھے خواہ اسے بھی بالیقین رد کر دے اور اپنا کل ثمن پھیر لے اور اگر جائداد اولاد و صفار بیع کر دی گئی تو یہ بیع ہرگز صحیح نہ ہوگی اور مشتری اس کا کسی طرح مالک نہیں ہو سکتا مشتری اس جائداد میں سے کلن و علی حسین و حسین بخش و سلیمین کو بقدر ان کے حصص کے واپس کرے اور باقی کی نسبت مختار ہے چاہے سب بیع ترک کر دے اور کل ثمن واپس لے لے یا بیع نسبت باقی کے قائم رکھے اور اسی قدر حصہ ثمن کا کہ مقابل جائداد و شدہ کے تھا پھیر لے واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب الثانی بالتفصیل :- مال اولاد نابالغ میں ماں کو کسی طرح کی ولایت حاصل نہیں سوا اس کے کہ حفظ و نگہبانی کرے یا ضروری چیزیں انہیں خرید دے فی الاشباہ والنظائر لا ولاية للام فی مال الصغير الا الحفظ و شراء مالا بد منه للصغير و فی فتاویٰ قاضیخان من کتاب المحظوظ الا باحۃ باب ما یکرہ من النظر والمس للرجل ان یختن ولده الصغير ویقبض له الهبة ویشتري ویبیع ولا یجوز ذلک لوصی العمر الا انه یقبض له الهبة وکذا الام

طخا پس کلونے کے جائداد کن اور علی حسین اور حسین بخش اور سلیم نانا بنوں کی ان کی جانب سے بیع ڈالی بیع فضولی قرار پائے گی اور اس سبب سے کہ حالت عقد کوئی چیز یعنی قابل اجازت نہ تھا محض ناجائز و باطل ہوگی حتیٰ کہ اگر نانا بنوں مذکورین بعد از بلوغ اجازت دیتے تاہم صحیح نہ ہوتی کہ باطل کسی کی اجازت پر موقوف نہیں رہتا اور اس کی تصحیح غیر متصور فی الدر المختار من فصل الفضولی کل تصرف صدر منه ولہ مجیزاً لہذا التصرف من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ العقد موقوفاً و ما لا مجیز لہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلاً ملخصاً و فیہ ایضاً وقف بیع مال الغیر لو الغیر بالغاً عاقلاً فلو صغیراً او مجنوناً لہ ینعقد اصلاً کافی الزواہر معزیاً للحاوی اہو پس ہم نانا بنوں مذکورین کے کل جائداد بیعہ کے دسویں حصہ سے کچھ زیادہ ہے یعنی چہارم جائداد کہ متروکہ شیخ خضریٰ تھی اس ایک سو بانوے سہام سے شہتر سہام شتری پر لازم ہے کہ ان نانا بنوں کو واپس کر دے اور سب سے زرٹن ان سہام کا ان کی ماں کلو سے وصول کر لے اسی طرح حرمت زواج یا دہلی نے کہ ان کا سہام بلا اذن اس کے اپنی جانب سے بطریق مالکان بیع و الا حسب حکم بدائع و بحر الرائق و اشباہ و ظاہر تن تہذیب الابصار بیع باطل و غیر صالح اجازت ہے فی الدر المختار بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر و الاشباہ من البدائع و عبارة الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا اذا باع لنفسہ فباطل بدائع مع التلیف بالتغیر و فیہ ایضاً وقف بیع مال الغیر ان باعہ علی انہ لمالکہ اما لو باعہ علی انہ لنفسہ فالیس باطل اہ ملخصاً مگر مولانا محمد بن عبد اللہ عزیٰ ترمذی مصنف تہذیب الابصار اس مذہب کی بوجہ مخالفت فروع باب تضریف فرماتے ہیں فضولی اگر مال غیر کو اپنا ظہر کر بیچے تو ظاہر الروایت یہ ہے کہ مستحق کو اختیار اجازت حاصل ہے یعنی بیع باطل نہ ہوگی اور اجازت مالک پر موقوف رہے گی فی الدر المختار لکن ضعف المصنف الاول (ای بطلان بیعہ اذا باعہ لنفسہ) لمخالفاتہا لفروع المذہب لتصریحہ بان بیع الغاصب موقوف و بان المبیع اذا استحق للمستحق اجازة علی الظاہر مع ان البائع باع لنفسہ لانی مالک الذی ہوا المستحق مع انہ توقف علی الاجازة اہ فی غمز العیون و البصائر شرح الاشباہ و النظائر للعلامة الحموی تحت قولہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا شرط الخیار فیہ للمالك وھی فی التلیف و فیما اذا باع لنفسہ وھی فی البدائع اہ قولہ و فیما اذا باع لنفسہ یعنی لا یتوقف علی اجازة المالك لانہ لم ینعقد اصلاً قال بعض الفضلاء و لیشکل علیہ ما قالوا من ان المبیع اذا استحق لا ینفسخ العقد فی ظاہر الروایة بقضاء الغاضی بالاستحقاق و للمستحق اجازتہ اہ و وجہ اشکالہ ان البائع باعہ لنفسہ لانی مالک الذی ہوا المستحق پس اگر قبل اس دعویٰ کے یا دہلی سے کوئی قول یا فعل ایسا صادر ہوا ہو جو شرعاً اجازت بیع قرار پائے مثلاً زرٹن شتری سے مانگا ہوا اسکو ہبہ کر دیا ہو یا اپنی عورت سے کہا ہو تو نے برا کیا یا اچھا کیا علی مذہب محمد و هو الاستحسان عالمگیری و هو المختار فتح القدر تو اب یہ دعویٰ اس کا نہ سنا جائے گا اور اس کے حصہ میں نافذ ہو چکی اس کے ہم کارٹن کہ معہ روپے ہیں اس کے زوجہ کے پاس امانت رہا بشرطیکہ بلا قصور اس کے پاس سے تلف نہ ہو گیا ہو اس سے وصول کر لے اور اگر زوجہ نے حفظ مبلغ میں کچھ تقصیر نہ کی نہ اپنے تصرف میں لائی اور کسی طرح تلف ہو گیا تو اس سے بھی نہیں لے سکتا کہ وہ ایسے تھی اور میں پر بلا تعدی و تقصیر فی الحفظ ضمان نہیں فی الدر المختار و حکمہ

ای بیع الفضولی قبول الاجازة من المالك اذا كان البائع والمشتري والمبيع قائما وكذا الثمن لو كان عرضا وغير العرض ملك للعجز امانة في يد الفضولی ملتقى وان اخذ المالك الثمن او طلبه من المشتري يكون اجازة عمادية وقوله اسأت نهر بنس ما صنعت احسنت او اصبحت على المختار فتح وهبة الثمن من المشتري والتصدق عليه به اجازة اه ملخصاً اور اگر قبل از دعوی کوئی قول یا فعل اس سے صادر نہ ہوا بلکہ بیع کی خبر بھی نہ ہوئی یا سن کر چپ رہا اور کچھ نہ کہا تو دعوی اسکا سموع اور اسے اختیار استرداد حاصل کہ خبر بیع سن کر مالک کا خاموش رہنا شرعا اجازت نہیں فی الفتاوی الہندیۃ ببلغ المالك ان فضولیا باع ملكه فسکت لا يكون اجازة اه اس صورت میں مشتری پر لازم ہے کہ مثل حصہ نابالغان یا د علی کا حصہ بھی یعنی چہارم جائداد کے چالیس سہام سے چودہ سہم یا د علی کو واپس کر دے اور ثمن اس حصہ کا کہ معہ روپے ہے اس کی زد و جہ سے وصول کرے۔ رہا یہ کہ در صورت اولی بعد واپسی صرف حصہ نابالغان و در صورت ثانیہ پس از زور و ہر دو سہم یا د علی و نابالغان جو باقی بچے اس کا کہا حکم ہے اس کی نسبت بوجہ اس بات کے کہ بیع ذوات الیقین سے اور استحقاق نسبت علی بعد قبض کل واقع ہوا مشتری کو اختیار ہے خواہ عوض باقی زر ثمن کے کہ پہلی تقدیر پر لے لے ہے اور دوسری تقدیر پر لے لے ہے اپنے پاس رکھے یا کل بیع سب بالغوں کو واپس کر دے اور اپنے پورے آٹھ سو اٹھ سے وصول کرے واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰۔ ۱۷ جمادی الاولی ۱۳۰۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں تین شریک ہیں، زید اور خالد اور زید کا بیٹا عمرو۔ عمرو پر کچھری انگریزی محنت سے ایک معاملہ میں ہندہ کی بقدر آٹھ سو روپیہ کی ڈگری ہوئی ہندہ نے جائداد عمرو نیلام پر چڑھائی کچھری انگریزی سے پانچ سوہ عمرو کے بتفریق اس طرح نیلام ہوئے کہ ۲۷ رمضان ۱۳۰۱ھ مطابق ۲۱ جولائی ۱۸۸۲ء و ۱۳ رسا دن ۱۲۹۲ھ فصلی کو تین سوہ پھر حکم صفر ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۸۸۲ء و ۱۷ اگست ۱۳۰۲ھ فصلی کو ایک سوہ پھر ۲۷ جمادی الاولی ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۸۸۵ء و ۲۱ پھالگن ۱۲۹۲ھ فصلی کو ایک سوہ اور یہ سب نیلام خود ہندہ ڈگری والے خرید لئے بعد ہفتہ رجب ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۳ اپریل ۱۸۸۵ء و ۲۴ ربیعہ ۱۲۹۲ھ فصلی کو ہندہ نے یہ کل جائداد یعنی پانچ سوہ بنام خالد شریک سوم بیع کر دیے فائدے باقیات حکم شرع اصل مالک یعنی عمرو سے اپنے نام جو انتقال ہوا اس کی اجازت چاہی عمرو نے بخوشی اجازت دی پھر مزید وثوق کے لئے ۱۶ جمادی الاولی ۱۳۰۳ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۸۸۶ء و ۳۰ پھالگن ۱۲۹۳ھ فصلی کو عمرو و ناگور سے ایک دستاویز بدین مضمون لکھی کہ یہ پانچ سوہ جو ہندہ مشتریہ نیلام نے بدست خالد بیع کئے ہیں نے یہ انتقال بخوشی جائز کیا اور زر ثمن خالد کو معاف کیا اور زور نیلام سے کہ ابتدائے ذراعت خریف ۱۲۹۲ھ فصلی تھی ربيع ۱۲۹۳ھ تک جس قدر توفیران پانچ سوہ کے ہوئی اس کی نسبت صرف کا لکھدیا کہ وہ توفیران پانچ سوہ کے ہیں نے خالد مذکور کو اس شرط پر کہ موہوب لہ میرستحق رجوع کے کو ضرر بجھے دس من خام گندم دے ہبہ کے خالد اس توفیر کو قبض وصول کرے اور میں نے گندم مذکور خالد سے وصول کیا۔ اب برزاقی حوالہ اس توفیر میں نہیں اور نہ مجھے اس ہبہ سے رجوع کا اختیار باقی رہا اب شرع شریف سے سوال ہے کہ وراثت مذکور میں اس توفیر کا استحقاق زاد خریدار کو ہے یا

زید پدر عمر کو بیٹا و توجروا۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں زید پدر عمر کسی طرح اس توفیر کا مالک نہیں بلکہ وہ کل توفیر پانچویں بسووں کے بابت سال تمام ۱۲۹۲ فصلی کی محض خالد کا حق ہے اور صرف اور صرف اسی کو ملنا چاہئے والفقہ فی ذلك ان بیع من یزید الصادر من حکام الزمان بیع المالك وهو ظاهر ولا باذنه فانهم لا یسألونہ ولا یسترضونہ بل ربما باعوا ما یساوی الفسا بمائة او اقل ولا باذن الشرع المطهر كما لا ینحی علی من له ادنی مسکة فلا یسوغ تفریغہ علی قول الصاحبین فی بیع القضاة مال المدیون کرہا علیہ ان ابی ولای بیع المکرة حتی یجعل فاسد الان المالك لا ینتولی الا بحباب بل ربما لا یشہد العقد وانما هم یبیعون بانفسهم جبراً علیہ فاذا بیع الا کبیع الغاصب ینتقد موقوفا علی اجازة المالك فان هجاز جاز والابطل۔ فی الدر المختار وقف بیع الغاصب علی اجازة المالك اه واذ کان الامر كذلك فلم یتبث الملك فی المبیع لحدثة المشترية من الحکام فیبہما من خالد ایضاً بیع الفضولی لعدم الملك واذن المالك فیتوقف ایضاً علی اجازتہ۔ فی رد المحتار بیع المشتری من الغاصب موقوف اه فایما عقد منہما صادقتہ الاجازة نفذ بخصوصة۔ فی الحاشیة الشامیة عن جامع الفصولین عن المبسوط لو باعہ المشتری من غاصب ثم وثم حتی تداولتہ الایدی فاجاز مالکہ عقد من العقود جاز ذلك العقد خاصة لتوقف کلها علی الاجازة فاذا اجاز عقد امنها جاز ذلك خاصة اه وھنہنا قد لحقت الاجازة العقد الاخر فنفسد وثبت الملك لخالد فی المبیع ونمائہ وغلالہ منذ شری من الھندة۔ فی تنویر الابصار وشرحہ کل ما یجد من المبیع کالکسب والولد والعقر ولو قبل الاجازة یكون للمشری لان الملك تولہ من وقت الشراء بخلاف الغاصب اه واما ما تحصل من المزارع قبل شراء خالد فلا حق لخالد فیہ ولا للھندة بل لعمر و خاصة لانه بدل منافع مکله المعد للاستغلال وھبة الدین ممن لیس علیہ باطلۃ الا ان یسلط علی القبض۔ فی شرح العلائی اما تمليك الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعھا الی ہبۃ العین اه وفی مسائلنا ھذہ قد وقع التسلیط كما ذکر فی السؤال فصحت الھبة وصح التعویض۔ فی شرح التنویر عن الجواهر لا یصح الابرأع عن الرجوع ولو صالحہ من حق الرجوع علی شئی صح وكان عوضاً عن الھبة لھا

یا کلمہ جس روز سے خالد نے وہ جائیداد ہندہ سے خریدی اس دن سے تو اس کی توفیر خود ملک خالد ہے اور اس سے پہلے جو توفیر روز نیلام سے اس وقت تک تھی وہ عمر کے ہبہ کرنے سے اس کا حق ہوگی اب پانچوں بسووں کی توفیر سال ۱۲۹۲ فصلی میں سوا خالد کے کسی کا حق نہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ جل مجدہ اتم و حکمہ عز شانہ اعلم۔ (پہر مولوی عبدالقادر صاحب ہدیونی، (پہر مولوی عبدالقادر صاحب ہدیونی)

مسئلہ۔ استار گنج، ۲۶ ربیع الآخر ۱۲۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر باغ و جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ سرکار نیلام کرتی ہے اس کا خریدنا جائز ہے یا ناجائز ہے اور اختیار و ہر دوہے فقط۔

الجواب :- جو نیلام باجارات مالک ہو مطلقاً جائز ہے یا بعد بیع مالک اجازت دیدے مثلاً سو روپے قرض تھے ایک سو دس میں نیلام ہو اس کو زائد تھے مالک کو دئے گئے اس نے قبول کر لے تو یہ اب جائز ہو گیا اگرچہ ابتداءً ناجائز تھا فان الاجازة اللاحقة كالو بحالة السابقة اور جہاں یہ دونوں صورتیں نہ ہوں وہ عقد فضولی ہے اجازت مالک پر موقوف رہیگا اگر جائز کر دے جائز ہو جائیگا رد کر دے باطل ہو جائیگا اور جب تک اجازت نہ دے اس شے میں مشتری کو تصرف حلال نہ ہوگا۔ فان العقد الموقوف لا یفیل الحل کما نص علیہ فی رد المحتار وغیرہ پھر یہ بھی اس صورت میں ہے کہ اس عقد کے ہوتے وقت کوئی ایسا شخص قائم ہو جسے شرعاً اس کی اجازت کا اختیار ہے ورنہ سرے سے باطل ہوگا مثلاً نابالغ کا مال نصف قیمت کو نیلام کیا گیا کہ اسے تمام دنیا میں اجازت دینے والا کوئی نہیں تو ایسا عقد موقوف نہ رہیگا ابتداءً باطل و مردود ہوگا فان تصرف الفضولی حیث لا یجوز باطل اصلاً کما نص علیہ فی الدر وغیرہ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - الرئی الموشہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس ڈگری میں اصل روپیہ اور اس کا سود بھی شامل ہے اس میں اگر کوئی جائیداد یا حکم ہند جو فی الحال ہے نیلام بغرض ادا کے دین و سود کرے تو اس جائیداد کو خریدنا شخص مسلمان کو جائز ہے یا نہیں جائز ہے تو بقدر زر اصل کے ہے یا بالکل بیسوا و توجروا۔

الجواب :- مشتری جب عقد صحیح شرعی سے کوئی شے خریدے تو بائع کے فعل کا کہ وہ اس زر من کو طاعت میں خرچ کرے گا یا مصیبت میں مشتری سے کچھ مطالبہ نہیں لائے اور اوادازة و ذرا خری زر من کا معاذ اللہ سود میں دیا جانا تا می عقد بیع کے بعد ہوگا مشتری سے کیا تعلق اور اس وقت اگر ہے تو بائع کی نیت کہ من لے کر وہاں دیکھا اس نیت کو بھی عقد سے علاقہ نہیں بہر حال مشتری میں الزام سے بری ہے تخیل فعل فاعل مختار ہاں اگر کوئی صورت خاصہ ایسی ہو کہ بائع سود وغیرہ مصرف جرم میں صرف کرنے کے لئے ہے اور مشتری شرعاً سے نیت کرے کہ اس امر حرام میں اس کی اعانت کرے تو فساد نیت کے باعث خود اپنے اوپر الزام شرعی لیکر شمول ہوا کہ اجاب تو یہ ہے مگر یہاں محل نظریہ امر ہے کہ نیلام ایک بیع ہے اور بیع بے رضائے مالک شرعاً جائز نہیں قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا لا تاكلوا اموالکم بینهکم بالباطل الا ان تكون تجارة عن تراض منکم پس اگر نیلام جائز صحیح شرعی خود مالک کرے یا باذن مالک ہو تو اس کے جوازیں کلام نہیں وہ بیع فضولی ہے کہ اگر اس وقت اس کا کوئی نافذ کرنا نہیں مثلاً نابالغ کا مال نصف قیمت کو نیلام ہوا اسے تمام جہان میں کوئی نافذ نہیں کر سکتا جب تو وہ بیع سرے سے باطل و بے اثر ہے اور خریداری حرام اور اگر نافذ کرنے والا ہے مثلاً مالک یا کسی ہی کم قیمت کو نیلام ہوا تو وہ عقد اس کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر رد کر دیا باطل ہو گیا اور اگر جائز کر دیا نافذ ہو گیا اور اجازت تمام لوگوں میں ایک یہ بھی ہے کہ زر من قدر مطالبہ سے زائد قرار پایا مثلاً پانسو روپے کی ڈگری میں یا ہزار کا مال پانسو دس روپے کو نیلام ہوا

پانہواؤں کو گئے دس مالک کو دیئے اس نے لئے تو یہ لینا بیچ کو نافذ کر دینا ہوگا لان قبولہ تنفیذ کما نصوا علیہ واللہ تعالیٰ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے سواروں میں نوکر تھا اس نے اپنی زوجہ ہندہ کے ہمہیں بھارت مکان اور اپنی اسامی ویدی اور دستاویزیں دونوں چیزوں کا ذکر لکھ کر داخل خارج کر دیا بعد ایک عرصہ کے زید کا انتقال ہو گیا اور مکان عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اب خالد جن کا زید پر کچھ قرض آتا تھا اس مکان کو مملوک زید قرار دے کر اپنا قرضہ اس سے وصول کر رہے ہے کہ زید نے اسے لکھ دیا تھا اگر میں ادا نہ کروں میری جائداد سے وصول کر لے آیا یہ اقرار شرعی اور وہ دستاویزیں میں مکان کی اسامی کا بھی ذکر ہے شرعیاً صحیح اور یہ مکان بوجہ عقد زید مملوک ہندہ پھر بسبب عقد ہندہ مملوک عمرو ہو گیا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب صورت مستفسرہ میں ہے شک وہ مکان بوجہ عقد زید مملوک ہندہ پھر بسبب بیع ہندہ مملوک عمرو ہو گیا اب عمرو کی اس میں کچھ حق نہیں نہ کوئی قرض خواہ زید اس سے اپنا قرضہ وصول کر سکتا ہے محل تامل و امر تنقیح طلب یہاں اس قدر کہ زید عقدہ واحدہ میں مین یعنی مکان اور حق مجزوی یعنی اسامی میں جمع کیا حالانکہ حقوق مجرودہ صالح تملیک و معاوضہ نہیں کلیۃً فقہ ہے کہ جب اول سے محل میں سلامت ارکان واقع ہو تو اس کے عدم بطلان میں کوئی شبہ نہیں اور اپنے ثمرات کو اگرچہ بعد القبض بالیقین ثمر ہو وقت نظر حاکم کہ وہ عقد جو درمیان زید و زوجہ زید واقع ہوا عام اذیں کہ صلح من المہر ٹھیرے خواہ ہندہ یا زید کی طرف سے ہر دو ہوتو بالعوض خواہ بشرط العوض اور یہ اختلاف سے اختلاف لفظ عاقبتین سے ناشی ہوگا پھر تقدیر امر مذکور نفس مکان کے تملک پھر صحت بیع میں ہرگز محل نہیں کہ اگر صورت اخیرہ یعنی ہبہ بشرط العوض تو وہ تو اہت دار ہبہ ہے اور اسی کے احکام اس پر جاری اگرچہ بدستیاری معاوضہ جانب بیع منقلب ہو جائے اور ہبہ میں اگر شے صالح تملیک وغیر صالح کیجا کجا ہیں تو اس کا فساد اسی پر منتقرر تھا اور اس قدر ہبہ قطعاً صحیح ہوجاتا ہے فی الاشباہ والنظائر من قاعدة اذا جمع الحلال والحرام غلب الحرام قال ومنها الهبة وهي لا تبطل بالذی الفاسد فلا يتعدى الى الجائز او باقیہ میں اگرچہ یہ عقد ہاں ہبہ یا صلح میں ہو مگر معنی بیع و شربے زید یا بیع ہندہ مشتریہ مکان واسم بیع ہر ثمن اما فی الهبة بالعوض فظاہر و اما فی الصلح فکافی العلمگیریۃ عن الجیط اذا وقع الصلح عن دین فحکمہ حکمہ فی البیع وان وقع علی عین فحکمہ حکمہ البیع فمما یصلح ثمن فی البیع او مبیعاً یصلح ہد لانی الصلح و ما لا یب یہ کلام مسلماً فقہاء عن الوظائف کے طرف نخر ہوگا وہاں ہر چند ظاہر کو اختلاف ہے اور یہ بحث معرکہ الآلاء ہے مگر مرضی و متارہا ہیر فحول و شمار بر عدول صحت و قبول اور ہی ہنگام اعتبار و ملاحظہ نظر انشاء اللہ تعالیٰ اظہر اگرچہ دوسرا یہ بھی بہت ثقیل و گراں ہے فی الدر المختار عن الاشباہ المذہب اعتبار العرف الخاص لکن ائمتی کثیر باعتبارہ و علیہ فیفتی بجواز النزول عن الوظائف بہا ل الخ قال العلامة السید احمد علی فی حاشیہ وقد تعارف ذلك الفقهاء عرفاً قدیمارضیہ العلماء والحکام الی ان قال عن ابی السعود عن السید احمد علی من بعض الفضلاء عن العلامة بدرالدین العینی ان النزول عن الوظائف صحیح قیاساً علی قول المرأة قسمی الصلح لان مکمل منہما مجرد استقاط الخ علامہ سید احمد حموی غفر العیون والبصائر میں علامہ نور الدین علی مقدسی سے بعض فروع بسبب سخری پر مسئلہ کا اعتبار اور صحت کا استظهار نقل کر کے فرماتے ہیں فیلحفظ فانہ نفیس جد اخاترا لھققیں علامہ امین ابن عابدین ش

روايات میں کلام علامہ میری شارح اشباہ سے اس کی تائید نقل اور حقوق موصیٰ لہ بالخدمہ و قصاص و نکاح و رق کا حقوق شفعہ و قسم
ذوہ و خیار بخرہ فی النکاح سے ہدیہ و ہر کہ صورت اولیٰ میں حق اصالة ثابت ہے تو ان سے اعتیاض جائز بخلاف اخیرہ کے کہ وہاں ثبوت
حق صرف برتاؤ ضرر ہے جب صاحب حق اعتیاض پر راضی ہو معلوم ہوا مستضر نہ تھا اسحق باطل ہو یا یہ عوض کیسے فرق بیان
کر کے فرماتے ہیں ولا ینحی ان صاحب الوطیفة ثبت لہ الحق فیہ بتقرر القاضی علی وجه الاصل لا علی وجه رفع الضرر
(ینقل الی ما قال) وان کان الاظہر فیہا ما قلنا ج ۳ ص ۲۲ اس تقدیر پر تو وہ شبہ کہ صفحہ واحدہ میں صالح و غیر صالح کو جمع کیا اسکا
مقلوب اور اگر مذہب آخر اختیار کیجئے تاہم فقیہ پر روشن کہ نہ من شئی یصح قصد الخمر و شراب و تعلق بھی تو حقوق مجرہہ ہیں، مگر یہ
تبعیات رقبات طریق و نہر و طوان کی بیع بالاتفاق جائز نہیں بھی اسامی بیچنا صرف اس حق مجرہ کے بیع نہیں بلکہ اس کے ساتھ اسٹاپ ہا
بھی ہے کما لا ینحی پھر استقلال و محض کہاں جو بطلان مقطوع ہو معہذا اگر ایک مذہب پر بیع اسامی مطلقا باطل ہی مانی جائے تاہم اس قدر تو
یقینی کہ یہ بطلان مختلف فیہ ہے پس صرف اتنا ثابت ہو گا کہ زید نے صفحہ واحدہ میں ایک شے صالح بیع بالاتفاق اور شے دوسری مختلف
الصلاحتہ کو ضم کیا اور ایسی صورت میں قائلین بالبطلان کے نزدیک اگر یہ اس مضمون کی بیع باطل مگر اس کا ناسد مضمون الیہ تک ساری نہیں
ہوتا اس کی بیع بالاتفاق صحیح رہتی ہے خلاصہ یہ کہ بالغین کے نزدیک بھی حل و طیفہ مثل اوقاف ہے نہ مانند حر و میتہ کہ اس کے بطلان سے بیع
مکان بھی فاسد ٹھہرے فی الدر المختار و قید و اسراییۃ الفساد فی باب البیع الفاسد بالفساد القوی المجمع علیہ فیسری کہ جمع
بین حر و عبد بخلاف الضعیف فیقتصر علی محله ولا یتعدی کجمع بین عبد و مدبر الخ و فی الشامیۃ الفساد غیر قوی لعدم
الاتفاق علیہ فلا یسری اور بالفرض اگر اس سے بھی تنزل کیجئے اگر یہ یہ تنزل کے قابل نہیں لیکن تاہم غایت یہ ہے کہ اس سے بیع مکان
میں ناسد لازم نہ آئے گا نہ بطلان کہ وجہ فساد حر و میتہ میں قبول غیر صالح سے مشروط ہوتا ہے اور بیع شرط فاسدہ سے فاسد ہو جاتی ہے نہ باطل
اقول وان کانت تعبیرات العلماء فی ذلك لم ترد علی نسق واحد فمنهم من وهم بالفساد و منهم من عبر بالبطلان و الفساد
عصا المراد لانہما لفظان متعاوران یرد کل واحد منهما مشرب صاحبہ کما لا ینحی علی الناظر فی کلمات القوم و قال القہستانی
فی بیان الباطل کثیرا ما یطلق الفاسد علیہ و بالعکس اھ و من اقوی الدلیل علی ذلك کلام الامام فقہیہ النفس نجر الدین
خان القاضی اذ قال فی الحانیۃ البیع انواع باطل و فاسد و موقوف و لازم و مکروه ثم عقد فصلا فی البیع الباطل و ذکر مسائلہ
ثم قال باب البیع الفاسد المفسد للبیع انواع و هذا الباب یشتمل علی نصول الفصل الاول فی فساد البیع بحالۃ احد البدین
وفیہ الجمع بین الموجود و المعدوم و الجمع بین الحل و غیر الحل اھ فہذا کما تری نص صریح لا یقبل صرفا و لا تاویلا قلت یہ
اھم عمدة المذہب امامنا المجتہد سیدنا محمد فی الحیظ و المبسوط وغیرہ فی غیرہما کما فی جامع الرموز و الکفاہیہ و علیہ یدور
کلام الامام البرہان الدین المرغینانی فی الہدایۃ و العلامة المحقق علی الاطلاق فی النعم و الفاضل زین الدین المصری
فی الاشباہ و السیاد احمد الحموی فی غمز العیون و العلامة نوح افندی و الفاضل سید احمد الطحاوی وغیرہم
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فعلیہ المعمول و بہ الاعتماد کما حققتہ فی فتاویٰ الملقبۃ بالعطایا الحمدیہ فی الفتاویٰ

الاحمدية خلافا لما فهم العلامة ابو عبد الله محمد بن عبد الله الغزالي من وقوع لفظ البطلان في بعض كلمات القوم
او استظهره سيدي محمد علي مین الدین افندی امرایا تامل فلا یجد الا الى المقام بعد ما تضم وتحقق ومن اراد
فعلى زيراد الدليل - اور میں با بیع الفاسد بعد القبض ملوک ہو جاتی ہے کافی عامۃ الکتب ہاں حق مشتری میں اس کی خباثت
رہتی ہے لہذا واجب اگر اس کی بیع کے بعد مشتری ثانی کے لئے وہ بھی نہیں رہتی فی الدر المختار بخلاف بیع الفاسد فانہ لا یطیب لہ
لفساد عقدہ ویطیب للمشتري منه لصحة عقده پس بہر حال اب یہ مکان بالیقین ملوک عمرو ہے زید یا زوجه زید یا زوجه زید یا زوجه زید
زید کا اس میں کچھ حق نہیں نہ قرضہ زید اس سے کوئی وصول کر سکتا ہے ہکذا ینبغی التحقیق والله ولی التوفیق، والله سبحانه وتعالى
اعلم وعلمہ جل مجدہ اتوا فاحکم۔

مسئلہ :- ازکپ لال کرتی ، مرسلہ شیخ کریم بخش صاحب ۸ رمضان ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے مکان میں ایک درخت فالسہ کا تھا اور بکر کے ہاتھ فروخت کئے ہوئے ایک
ہینہ گذر گیا بعدہ زید کے مکان میں آگ لگ گئی درخت مذکور جل گیا، قیمت اس کی بکر کو واپس دینا چاہئے یا نہیں فقط۔
الجواب :- بعد استفسار واضح ہوا کہ گھنٹہ ساریوں کے ہاتھ فالسہ کی ٹہنیاں بیچی جاتی ہیں وہ انھیں کاٹ لیتے ہیں اور پڑ پڑ ستود
قائم رہتا ہے یہ بیع بھی انھیں ٹہنیوں کی تھی اور مشتری ہنوز کاٹنے نہ پایا تھا کہ مکان میں آگ لگ گئی پڑ جل گیا اس صورت میں قطع نظر
اس سے کہ صرف ٹہنیوں کی بیع جائز صحیح ہونے میں بہت نزاع طویل ہے۔ وانما حکم من حکم بالجواز مستند الی التعامل او ان
کان موضع القطع معلوما بالوف کما فصلہ فی الدر وحواشیہ جب شے بیع قبل قبضہ مشتری دست ہائے میں ہلاک ہو گئی بیع
جاتی رہی اور جو قیمت لی تھی واپس دینی واجب فی رد المختار عن الفتح والدر المیتة لو هلك البیوع بفعل البائع او بفعل البیوع او
بامر سادی بطل البیوع ویرجع بالتمن لو مقبوضا والله تعالی اعلم۔

مسئلہ :- از شہر کہنہ ، ۲ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مکان مسکو نہ نبوض دین ہر زوجه کے ساتھ بیع کر دیا اور رجسٹری وغیرہ کی تکمیل
کرادی بعدہ باجارت عورت تاحیات یعنی سوا برس اس مکان میں رہتا رہا پس بسبب رہنے زید کے اس مکان میں تکمیل بیع نامہ جائز ہے
یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب :- بیع مذکور تام و کامل ہے اور زید کا رہنا اگر بے اجازت عورت ہوتا تاہم اصلا تامی بیع میں ظلل نہ لانا۔ فان غایة الغصب
والبیوع اذا تم افاد الملک والملک بالغصب لا یزول علی ان الغصب لا یتحقق فی العقار و البیوع لیس کالھبۃ حتی یشترط فیہ
القبض والتخلية وهذا ظاهر جدا والله تعالی اعلم۔

مسئلہ :- مرسلہ ابو الایم محمد ابراہیم بریلی خواجہ قطب ، ۱۱ محرم ۱۳۲۳ھ یوم دو شنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا دو بھتیجے حقیقی اور ایک وخر چھوڑی اور بڑا بھتیجا

اس لڑکی کا شوہر لیکن باہم زوجین میں ایک مدت سے نا اتفاقی ہے حتیٰ کہ نان و نفقہ تک نہیں دیتے۔ زید نے اپنی حیات میں اپنی کل جائیداد دو ہزار روپیہ میں اپنی دختر کے ہاتھ بیع کر دی لیکن قیمت جائیداد تین چار ہزار روپیہ ہے اور بیعنامہ بھی قانونی کر دیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ زید شہر نے بائع کو کچھ نہیں دیا وہ کہاں سے دیتی اس کا نان و نفقہ بھی باپ کے ذمہ تھا ایک مرتبہ زید نے کسی موقع پر اپنے چھوٹے بھتیجے سے کہا کہ تیری حق تلفی مجھ سے ہوگی تیرے بڑے بھائی کی وجہ سے وہ میری زندگی میں تو اپنی زوجہ (یعنی میری لڑکی) کو کچھ دیتے نہیں ہیں بعد میں نے کہا کہ تیری حق تلفی مجھ سے ہوگی تیرے بڑے بھائی کی وجہ سے وہ میری زندگی میں تو اپنی زوجہ (یعنی میری لڑکی) کو کچھ دیتے نہیں ہیں اس کے جواب میں زید نے یہ کہا کہ جو کچھ ہونا تھا ہو گیا پس صورت مذکورہ میں اس جائیداد و بیع کا کیا حکم ہے یا دونوں بھتیجوں کو بھی شرعی حصہ پہنچتا ہے یا نہیں۔ بینوامع الدلیل والبرہان توجروا عند الحنان العنان۔

الجواب :- یہ بیع صحیح و نام و نافذ ہوگی جبکہ زید کی حالت صحت میں تھی کما ذکر لی السائل بلسانہ و ذلك لانه عقد صدر عن اہلہ فی محلہ فلا مراد لہ ادا ئے ثمن شرائط صحت یا نفاذ بیع سے نہیں و لہذا اگر بائع بعد ثمن عقد زرن تمام و کمال معاف کرے معاف ہو جائیگا اور بیع میں کوئی غلطی نہ آئے گا کما نص علیہ فی فتاوی الامام قاضی خان و بینہ فی رد المحتار و تحقیقناہ فتاواننا یہاں اگر معافی ثابت ہو نہ ہاں اور اگر زید نے وصول پالنے کا اقرار کیا جب بھی مشتری پر ثمن کا دعویٰ اسے نہ رہا لان المرء مواخذ باقرارہ اور یہ قرآن کریم کہہاں سے دیتی اس کا نفقہ تو بھی باپ کے ذمہ تھا مینہ ابرار کے مقابل سموع نہ ہوتا تو ظاہر قرار وصول کے سانسے بھی قابل التفات نہیں لان المال غادر اعم و قد یکون لبعض الناس لایسبوا النساء مال خفی قل ما یطلع علیہ الاخر دن و عسی ان یکون لہا من حلی جہازها و امتعتہ ما ینفی بذلک اور جب خود زید کا دعویٰ نہ سنا جاتا تو ورنہ تاکہ خلافہ اسی طرف سے مدعی ہوں گے ان کا دعویٰ کیونکہ مقبول ہو سکتا ہے زید کا ایک بھتیجے سے کہنا کہ مجھ سے تیری حق تلفی ہوگی صحت بیع کا سانی نہیں بلکہ ہو کہ ہے کہ اگر بیع صحیح نہ ہوتی تو حق تلفی کیونکر ہوتی باقی براہ دیانت حق تلفی حکم قضایں صحت بیع پر اثر نہیں ڈالتی بیع صحیح ہوگی۔ بھتیجوں کا جائیداد میں کچھ حق نہ رہا ہاں ثمن کا دعویٰ ممکن ہے اگر زید نے معاف یا وصول پالنے کا اقرار نہ کیا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ ازہیگا، مسؤلہ مولوی حاجی نذیر احمد صاحب ۲۴ رذی القعدہ ۲۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے نصف اراضی زمینداری عمر و کی جس میں اس کی سیر و خود کاشت کی کچھ زراعت تیار شدہ کچھ تخم ریزی شدہ بھی تھی ایں شرط خرید کی کہ جو اراضی عمر و کی کاشت میں ہے وہ بھی نصف کاشت سے چھوڑ دینا ہوگی عمر و نے اس شرط کو قبول کر لیا تھا اور اس اراضی کے اس پیداوار موجودہ اور مزروعہ کا وقت بیع کے کچھ تذکرہ اوہ تصفیہ نہ ہوا تھا کہ یا کل عمر و کا ہو گا یا نصف زید کا بھی۔ اب زید نصف پیداوار بھی اوس اراضی کا جو عمر و نے کاشت کرائی تھی طلب کرتا ہے کہ میرا تو عمر و کے ہر چیز میں نصف ٹھہرا ہے عمر و کہتا ہے کہ میں نے اراضی زمینداری اور حقوق زمینداری بیع کے ہیں نہ حقوق کاشتکاری پس حق زمینداری اس اراضی زراعت تیار شدہ اور مزروعہ کا جو تھا حق حصہ ہے اس کا نصف لے لو جیسی کہ مخلوق میں اسامیان سے جو نصفی یا چوتھائی یا پھر وغیرہ پر کاشت کرتے ہیں حصہ لیا جاتا ہے اسی طرح سے ورنہ تمہاری ہر چیز کے اعتبار سے تو میں اثاث البیت وغیرہ بھی دیکر نہ چھوٹو جگا

لہذا استفار ہے کہ فریقین میں سے زید حق پر ہے یا عمرو۔ زید کا مطالبہ کرنا کیسا ہے اور عمرو کا نہ دینا کیسا۔ بیٹو اتو جروا۔

الجواب :- زراعت طیار شدہ تمام دکمال ملک عمرو ہے بلکہ اگر وقت بیس تک صرف اسی قدر رگی ہوتی جیسے جانور اپنے لبوں کے ذریعہ سے زمین سے لے سکے جب بھی اس پر زید کا دعویٰ بالاتفاق باطل تھا ہاں اگر پٹیا بالکل باہر نہ آتا جسے جانور چرسکے زری رنگت ہی رنگت زمین پر ظاہر ہوئی ہوتی اسی حالت میں زمین بھی جاتی تو ایک قول پر نصف زراعت بھی ملک زید قرار پاتی تجھیں میں اسی کو صواب اور شرح الجمع و درختاریں اصح بتایا اور دوسرے قول پر اب بھی وہ تمام دکمال ملک عمرو ہتی فتح القدر میں اسی کو ادھ اور سراج الوہاج میں صحیح فرمایا اور اکثر کاربجان رائے قول اول کی طرف ہے اور جس قدر میں تخم بزی ہوئی ہے اُسے دیکھا جائیگا کہ آیا ہنوز بیج تازہ پڑا ہے کہ زمین میں گل نہ گیا ہو گا تو اس صورت میں بھی بالاتفاق جو زراعت اس سے پیدا ہوگی تمام دکمال عمرو کی ہوگی اور اگر ایسے وقت بیس ہوئی کہ بیج گل چکا تھا زمین کھو کر اگر اسے نکالنا چاہتے تو کچھ نہ ملتا تو اس صورت میں بھی اختلاف ظاہر ہے بعض نے کہا اب نصف زراعت مشتری نصف زمین کی ہوگی اسی کو امام فضلی و صاحب ذخیرہ نے اختیار فرمایا اور بعض نے فرمایا اب بھی تمام دکمال بائع کی ہے اسی کو امام ابو اللیث و امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے اختیار فرمایا اور اسی پر درختاریں اعتما و کیا بلکہ امام فقیہ ابو اللیث و امام برہان الدین صاحب ہدایہ کا فتویہ ہے کہ مطلقاً چاروں صورتوں میں تمام دکمال زراعت بائع کی ہی ہے خواہ تھوڑی اُگی ہو یا بہت بیج گل گیا ہو یا نہیں اور یہی متون تنویر الابصار وغیرہ کا مفاد ہے بالجملہ ان تمام صورتوں میں زراعت ملک عمرو ہے زید کا دعویٰ نصف باطل ہے مگر صرف اس حالت میں کہ بیس کے وقت زمین سے کھتی ظاہر تو ہوئی ہو اور اس قابل نہ ہو کہ جانور اپنے لب سے اُسے نکال سکے کہ اس تقدیر پر قول رابع میں آدھی زراعت مشتری نصف زمین کی ہوگی پھر جن صورتوں میں زراعت صرف عمرو کی ٹھہری زید کو اختیار ہے کہ زمین تقسیم کر کے اپنا حصہ زراعت عمرو سے خالی کر لے اسے فوراً خالی کرنا ہوگا اگرچہ زراعت ہنوز قابلِ درونہ ہوئی ہو اگر برضا زید باقی رکھی تو حسب دستور زید کو حق زمینداری یعنی جو اتنی زمین کی اس قدر مدت تک استعمال رکھنے کی لگان وغیرہ ہوتی ہے ادا کرے درختاریں ہے (لا یدخل الزرع فی بیع الارض بلا تسمیة) الا اذا بنتت ولا یمتد له فیدخل فی الاصح شرح الجمع (ویومر البائع یقطع الزرع وتسليم الارض عند وجوب تسليحها فلوله ينقد الثمن لم يوربه خانية وما فی الفصولین الزرع للبائع باجو مثلها محمول علی ما اذا رضی المشتري فھراہ ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از ریاست جاوہر، ڈونگر پور دروازہ مرسلہ ہدایت نور خاں صاحب برادر نواب جاوہر ۲۶ رمضان المبارک ۱۲۷۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل ذیل میں

(۱) زید وہندہ نے بروقت خواستگاری یعنی گنی پسر خود مسمی بکر کے ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء میں ایک تحریر بدیں مضمون لکھی کہ پندرہ روپیہ چارڈہ ماہوار کہ بعد مایان بھصہ بخوردار بکر سید سے بعد وفات ہمارے جو حصہ بکر میں پہنچیں گے اور ایک منزل مکان بحد و دار بحد بعوض مبلغ پنجاہ ہزار روپیہ از جملہ ہرش کہ کفیل و ضامن اس کے ہم ہیں مسماۃ ہاجرہ کو دیا ہم نے اور اس پر قابض و متصرف کر دیا ہم نے مگر اس تحریر کے ایک سال آٹھ ماہ کے بعد مئی ۱۹۰۳ء میں نکاح ہاجرہ کا بکر کے ساتھ ہوا جملہ نکاح میں تکمیل تحریر مسطور بالا کی نہیں ہوئی اور نہ دستخط قاضی

وقت کے کہ جس نے نکاح پڑھا یا اس پر ہوئے ہیں نہ تاریخ یوم نکاح ہی نہ منظور شدہ زوج ہی پس ایسی حالت میں اگر زوجہ بکرا اس تحریر کی رو سے زید و ہندہ بیکر پر دعویٰ کرے تو عند الشرح اس جائداد منقولہ و غیر منقولہ کے پانے کی مستحق ہے یا نہیں اور قبضہ بھی اس جائداد پر سماء ہاجرہ کو مالکانہ نہ اصالتاً نہ وکالتاً دلا یا گیا کیونکہ زید و ہندہ ستمہ سے ابھی تک بقید حیات ہیں اور اسی جائداد منقولہ و غیر منقولہ پر خود قابض و متصرف ہیں پس ایسی حالت میں ہاجرہ شرعاً اس جائداد مذکورہ کے پانے کی مستحق ہے یا نہیں۔

(۲) زید نے تنخواہ عطیہ شاہی جو کہ آئندہ آنے والی ہے اس کو بنام سماء ہاجرہ بالعوض ہر بیع و ہبہ کی اور قبضہ بھی نہیں دیا تو ایسی آئیوالی تنخواہ کا بیع و ہبہ از روئے شرع شریف معتبر ہے یا نہیں، بینوا تو ہجو۔

الجواب :- (۱) ہاجرہ اس جائداد کا اصلاً مطالبہ نہیں کر سکتی ظاہر ہے کہ زید و ہندہ کی طرف سے یہ تصرف ہر کے عوض ایک جائداد دینا ہے اور تملیک عین بالعوض اگرچہ بلفظ ہبہ یا عطا ہوا بتدار و انتہار ہر طرح بیع ہے فی الدر المختار اما لوقال و ہبتک بکذا فہو بیع ابتداء وانتهاء اور بیع مبادلہ مال بمال ہے کما فی الکنز والملتقى وغیرہا اور مال عین ہے یا دین اور ہر قبل از نکاح نہ عین ہے نہ دین تو اصلاً مال ہی نہیں تو اس کے عوض کسی شے کا وینا محض باطل ہے وصار کا بیع بالدم او المیتة او التواب بل ادون لانھا اشياء وان لو تکن اموالا و هذا لیس بشیء اصلاً انعقاد سبب و وجوب سے پہلے ادا باطل ہے فی فتح القدر لایحوز قبلہ لانہ یکون قبل السبب غایہ میں ہے تقدیر الحکم علی السبب لایحوز علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دین معدوم کے بدلے دین لینا بھی جائز نہیں فی الہندیۃ الرهن بدین معدوم لایصح اذ حکمہ ثبوت الاستبقاء والاستبقاء یتلوا لوجوب کذا فی الکافی تو فی الحال اس کا اذکر دینا کیونکہ صحیح ہو گا ولا یرد ما اذابت الی المخطوبۃ اشياء مہر الہا فالتکھا اذا تزوجت علیہا وذلک لان الملك انما یتثبت فیہا بعد التزوج والامہار اما قبلہا فلا ولد اتردها ان ابت قائمۃ او ہالکۃ کما فی الدر المختار وغیرہ اما ہننا فالنزوج انما وقع علی الدر اہم ثم لو یکن بعد ذلک من الکفیلین تعویض وما تقدم لایجدی کما تقدم یہ حال تو مکان کا ہے رہے وہ پندرہ روپے چار آنے اہوار اس سے اگر مراد اپنی کوئی جائداد اتنی تو فری کی ہو تو اس کا حال مثل حال مکان ہے کہ گزرا اور اگر کوئی تنخواہ مراد ہو جو ان کو کسی نوکری کی اجرت میں ملتی ہے تو اس کا حال ہاں مکان سے بدتر ہے کہ وہ خود ہنوز معدوم ہے تو یہ بیع معدوم ہوا اور اگر وہ تنخواہ محض عطیہ حاکم بطور منصب و جاگیر ہے تو اس سے بھی بدتر حالت ہے کہ وہ خود ان کے اختیار ہی کی نہیں بہر حال یہ معاوضہ باطل محض ہے اور ہاجرہ کو اس کے ذریعہ سے کوئی استحقاق مطالبہ نہیں دستاویز کہ زید و ہندہ نے لکھی اس کی پوری نقل سائل نے نہ بھیجی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ انھوں نے ہر کی جو کفالت کی ہے وہ بھی شرعیاً صحیح ہوئی یا نہیں نہ اس سے سائل کا سوال ہے لہذا اس سے بحث کی حاجت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) آئندہ تنخواہ کی بیع و ہبہ دونوں باطل کہ وہ معدوم ہے اور معدوم نہ بیع ہو سکتا ہے نہ ہبہ تنویر الابصار میں ہے بطل بیع المعدوم فنادی خیرہ میں ہے وبهذا علم عدم صحۃ ہبۃ ما لیستحصل من محصول القریتین بالاولی لان الواهب نفسه لم یقبضہ بعد نکیف یملکہ و هذا ظاہر داد اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از ریاست رامپور محلہ راجہ دارہ متصل مسجد مولوی جید رطلی صاحب مرحوم مرسلہ مظہر حسین خاں ولد مولوی عبدالمعلیٰ خان صاحب مرحوم ۶ ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ زید نے ایک قطعہ اراضی تعدادی چوبیس درہم جس کا طول جنہا شمالاً چھ درہم و عرض شرقاً چار درہم اراضی مکسر ملوکہ خود جس کا طول شرقاً باسولہ گز و عرض جنوباً شمالاً چھ گز ہے قیمت مبلغ نور و پیسے بدست عرض کر کے بیعنامہ تصدیق کرا دیا بوقت تحریر بیعنامہ حد شرعی میں بجائے بقیہ اراضی بائع کے صریح غلط طور پر دروازہ مکان خالد تحریر ہو گیا حالانکہ دروازہ مکان خالد محکم و صحیح کل قطعہ ملوکہ بائع کی بھی نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ قہمائے کل قطعہ اراضی ملوکہ بائع تعدادی چھیانوے درہم کے صدر بھی اراضی مزور مکانات ہے دروازہ مکان خالد بعد اراضی مزور کے ہے۔ اور حد شمالی میں بجائے مزور مکانات کے صریح طور پر غلط پچھت مکان خالد دروازہ مکان ہندہ تحریر ہو گیا حالانکہ پچھت مکان خالد بعد اراضی مزور کے اور دروازہ مکان ہندہ بہت فاصلہ پر واقع ہے اس غلطی تحریر حد سے جبکہ بیعنامہ میں پیمائش و عرض و طول اراضی بیعہ کے صراحت و تعیین ہے اور شرح مقام اراضی موجودہ دقت اور قرار یافتہ کے اس نور و پیسے قیمت صرف چوبیس درہم کے ہو سکتی ہے نہ کہ چھیانوے درہم کے اور حدود کے اعتبار سے علاوہ دیگر اراضی بائع کے راہ مزور مشترکہ محلہ داران بھی داخل بیعہ ہوا جاتا ہے جس کی بیع شرعاً جائز نہیں ہے پس بصورت بالا شرعاً بیعہ وہی چوبیس درہم اراضی قرار پائے گی یا کہ کل قطعہ چھیانوے درہم اراضی ملوکہ بائع مع اراضی مزور شرقی و شمالی محلہ داران۔ بینوا تو جروا۔

الجواب :- بیعنامے اور عرضی دعویٰ و جواب دعویٰ ملاحظہ ہوئے اگر بیعناموں پر نظر ہو تو ان میں حدود بالاتفاق یکساں صاف صاف مکتوب ہیں اور ان میں شرح ۶ گز کا کہیں ذکر نہیں ایسی حالت میں کل زمین مذکور کہ بائع اول کو اس کے ماموں سے وراثتہ پہنچی بیع صحیح جائیگی حد و دو میں اگر مکانات دیگر کے راستے بھی داخل ہو گئے ہیں مالکوں کی چارہ جوئی پر و اگر اشت ہو جائیں گے بائع اس سے استدلال نہیں کر سکتا نہ بیعناموں میں مقدار بیع ۴ گز اور اس کا طول ۶ گز عرض ۴ گز لکھا ہونا کچھ مفید ہو سکتا ہے جبکہ فی گز ۶ کی قید بیعنامہ میں کہیں نہیں درختار میں ہے ان باع المذروع علی انہ مائة ذراع اخذ المشتري الاقل بكل الثمن او ترک واخذ الاكثر بلا خيار للبائع لان الزرع وصف لتعيبه بالتبعيض ضد القدر والوصف لا يقابله شئ من الثمن الا اذا كان مقصوداً بالتناول كما افاده بقوله وان قال كل ذراع بدرهم اخذ كل ذراع بدرهم او فسخ مگر شرع مطہر میں عقد معتبر وہ ہے جو عاقدین نے باہم زبان سے کہا کاغذ میں اس کے خلاف کچھ لکھا جائے معتبر نہ ہو گا تا وہی خیر یہ میں ہے العبرة بما تلفظ به الواقف لا لما كتب الكاتب تو اگر گواہان عادل سے ثابت ہو جائے کہ عقد زبانی میں فی گز ۶ کی تصریح تھی اور اسی حساب سے ۴ گز ۶ پیر روپے کو بیع ہوئی تو اگر ۴ گز ۴ بیع کی تعیین سمت بھی ہوگی تھی جیسا کہ اب عرضی دعویٰ کے بعض میں بیانوں سے مستفاد ہے تو یہی ۴ گز جانب غزلی سے بیع ہوئی باقی پر مشتری کا قبضہ باطل ہے اور اگر تعیین نہ تھی جیسا کہ بیان بیع میں کہ عرضی دعویٰ میں ہے اس وقت تک نہیں تو یہ بیع بوجہ جہالت فاسد ہوئی لان الذراع انما يحل في المعين فهو معين مجهول لامشاع كما في الدر تنوير الابصار میں ہے فسد بیع عشرة اذرع من مائة ذراع من داران اگر مجلس عقد کے اندر تعیین کر دی تھی تو بیع صحیح ہوگی لان المجلس يجمع الكلمات اسی طرح اگر بعد مجلس اس عقد فاسد کو ترک

کر کے ایک طرف سے ۲۴ گز معین بائع نے مشتری کو دیے اور اس نے لئے تو بھی صحیح ہو گئی در مختار میں ہے وینبغی انقلابہ صحیحاً الوفی المجلس
و لو بعدہ فیبع بالتعاطى نہران صورتوں میں بھی وہی ۲۴ گز معین بیع ہوئی باقی پر مشتری کا قبضہ باطل ہے یہ سب یعنی بائع سے گواہ لینا
اور ان کی گواہی پر اکتفا کرنا اس حالت میں ہے کہ بقیہ ۲ گز میں مشتری ثانی کے تصرفات مدت دراز سے بائع نے دیکھ کر سکوت نہ کیا ہو اور
اگر ایسا ہے جیسے مشتری ثانی کا بیان ہے کہ اسی وقت سے اس نے دالان اور کھریل اور چوتڑہ کل زمین میں بنوایا اور بائعوں نے خود کھڑے
ہو کر بنیاد وغیرہ قائم کرادی جس کو عرصہ قریب آٹھ سال کا ہو گیا تو اس صورت میں دعوی بائع اصلاً قابل سماعت نہ ہوگا لہذا مفتی بہ العلماء قطعاً
للتزویر والاطلاع الفاسدة کما فی العقود الدریة ومعین المفتی وغیرہما واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۔ از پبلی بھیت محلہ محمد شیر مسلولہ جناب قمر الدین صاحب ۱۷ روضہ المظفر ۳۱۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنا مال آڑت میں دے کر دوکان میں بیچنا چاہتا ہے اور اسے
روپیہ مال جمع شدہ کا پیشگی چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ جب فروخت ہو جائے گا تو اس وقت کا ہم اور تم حساب کے لیونینگے یہ روپیہ پیشگی دینا جائز
ہے یا نہیں۔

الجواب ۱۰۔ اگر علی الحساب بطور قرض لیتا ہے تو دوکاندار کی مرضی سے لے سکتا ہے اس پر بھر نہیں کر سکتا اور اگر دوکاندار سے اس مال کی قیمت
لیتا اور یہ شرط کرتا کہ فروخت پر کئی پیشگی حساب ہو جائیگا تو حرام ہے واللہ تعالی اعلم و طہ جلد ۱۰ مجلد ۱۰ حکم۔

مسئلہ ۱۱۔ مسلولہ نواب وزیر احمد خان صاحب بہاری پور، بریلی ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۱۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شے کا بیعنامہ معمولی رواجی الفاظ کے ساتھ تحریر ہو کر آخریں یہ فقرہ لکھ دیا جائے کہ نفاذ اس
بیعنامہ کا نفاذ مدت کے بعد عمل میں آئے گا مشتری کو قبضہ لینے اور اوٹا خراج کرانے کا مجاز بعد انقضائے مدت مذکورہ حاصل ہوگا اگر مشتری درمیان
اس مدت کے قبضہ لے کر اوٹا خراج کرانے کا تو اس مدت کا حاصل تو فیروز زمین کے علاوہ اور کرنے کا مستوجب ہوگا تو درمیان دستاویزیں جو
بعت لکھ چکا ہے وہ غالب رہے گا یا آخر کا یہ فقرہ، بینا تو جردا۔

الجواب ۱۱۔ دونوں جملے اپنا اپنا عمل کریں گے بعت کا یہ عمل ہوگا کہ بیع ہو گئی اور اس شرط فاسد کا یہ عمل ہوگا کہ بیع فاسد و حرام ہوئی ان
دونوں پر واجب ہے کہ اسے فسخ کریں اگر نہ کریں گے تو حاکم شرع جبراً فسخ کرادیگا مشتری بیع لے سکتا ہے نہ بائع ثمن اور اگر بائع کی رضا سے
مشتری بیع پر قبضہ کر لے تو حکم جملہ اولی اس کا مالک ہو جائے گا مگر حکم جملہ ثانیہ وہ ملک خبیث ہوگی اور اب بھی اس پر واجب ہوگا کہ بیع
فسخ کرے اور بیع واپس دے ہاں اگر مشتری بعد قبضہ برضا سے بائع بیع کو کسی دوسرے کے ہاتھ بیع صحیح یا ہبہ یا دین یا وقف یا وصیت کرے
تو اگرچہ مشتری گنہگار ہوگا مگر اب وہ بیع نافذ ہو جائے گی اور اس کا فسخ نہ ہو سکے گا اور اب بھی مشتری اس سے بیع کے ثمن کا مستحق نہ ہوگا یعنی جو
معاوضہ باہم قرار پایا تھا بلکہ قیمت لے گا یعنی بازار کے ہماؤ سے وہ مال بٹنے کا ہو مثلاً ایک شے ساڑھے پانچ ہزار کو خریدی اور بازار کے نرخ
سے وہ چار ہزار کی ہے تو چار ہی ہزار دینا آئیں گے بائع اس سے زائد نہیں لے سکتا یہ سب اس صورت میں ہے کہ اصل بیع اسی شرط پر ہوئی
ہو اور اگر پہلے فروخت خریدم زبانی ہوئے تھے اور اس میں یہ عدم نفاذ مدت مذکورہ کی شرط نہ تھی بعد کو کاغذ بیعنامہ میں لکھی گئی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں

بیس بیچ و نافذ و لازم ہوگی فوراً وقت عقد اس کا نفاذ ہو گیا اسی وقت سے مشتری کو اختیار ہو گیا کہ زمین جتنا باہم قرار پایا ہے وہ بیکر بیچ پر قبضہ کرے اگر بائع کی رضامند ہو اور وہ شرط کہ اتنی مدت کی تو فرو بی آئے گی محض باطل و مردود و نامسمو ہے زمین سے زیادہ ایک کوڑی دینی نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۱۔ از سرینا ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ

سودا خریدنے میں عجت کر کے بھاؤ بڑھانا کیسا ہے ؟

الجواب ۱۔ بھاؤ کیلئے عجت کرنا بہتر ہے بلکہ سنت۔ سو اس چیز کے جو سفر بیچ کے لئے خریدی جائے اس میں بہتر یہ ہے کہ جو ان کے دیکھے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان اپنے دو لڑکوں عمرو و بکر کے نام سے بھصہ مساوی لیا اور اس کا بیچ بھی انہیں دونوں کے نام سے ہے ان میں عمرو بائع ہے اور بکر نا بائع بعد ازاں زید نے اسی مکان میں سے ایک ربیع اپنے بھائی خالد کو اس طرح دلایا کہ عمرو سے بیچنا لکھا دیا تو بقیہ مکان میں عمرو و بکر کا حصہ شرعاً کس طرح رہا۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۲۔ شرع میں گفتگوئے خرید و فروخت کا اعتبار ہے اس کے آگے بیچنا لکھا یا نہیں اگر زبانی خریداری لڑکوں کے نام نہ ہوئی یعنی یہ نہ کہا کہ مکان عمرو و بکر کے ہاتھ بیچ کر دے اس نے کہا میں نے ان کے ہاتھ بیچ کیا بلکہ صرف اپنے نام زبانی خرید یا زبانی خریدم و فروختم میں کسی کا نام نہ آیا تو اس صورت میں شرعاً وہ مکان زید کا ہوا پھر زید نے جو اپنے بیٹوں کے نام بیچنا لکھا یا یہ ان کے نام ہبہ ہوا اور ہبہ مشاع بلا تقسیم ہے لہذا عمرو و بکر اس کے مالک نہ ہوئے بیچنا لکھا کہ بنام جانب عمرو سے ہے لہذا مالک کی طرف سے ہے مگر یہ بیچ اجازت زید پر موقوف رہتی کہ اصل مالک زید ہے جبکہ زید نے اسے جائز رکھا تو بیچ نافذ ہوگی چہارم مکان خالد کا ہوا زمین ربیع بدستور زید کے ہیں ہاں اگر اصل خریداری زبانی ہی بنام عمرو و بکر ہوئی یا زبانی خریدم و فروختم کے الفاظ یا ان کے معنی ادائیگی نہ کئے گئے صرف قیمت کی گفتگو ہو کر یہ ٹھہرا کہ بیچنا لکھا بنام عمرو و بکر تو یہ بیچ بنام عمرو و بکر ہوئی تا بائع کی طرف سے اس کے باپ کا قبول کافی تھا عمرو نے بھی اسے مقبول رکھا تو ان کے نام بھی بیچ تام ہوگی اور دونوں لڑکے اس مکان کے مالک ہو گئے اب کہ اس کا ربیع عمرو نے بیچ کیا وہ نصف حصہ عمرو بیچ ہوا باقی مکان میں ایک ثلث عمرو کا رہا و ثلث بکر کے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از کسہر ڈاکا نہ گھٹیا مرسلہ وصی علی صاحب معرفت مولوی قاسم علی صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام۔ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی زانیہ نے زمانے کے روپیہ سے کوئی چیز خریدی اب اس کا خریدنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب ۱۔ جائز ہوگا اگر اس چیز پر عقد و نقد بیچ نہ ہوئے ہوں ورنہ خریدنا نہ چاہئے مثلاً اس نے وہ حرام روپیہ مشتری کو دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں شے دیدے اس نے وہی حرام روپیہ قیمت میں دیا تو اب وہ شے ہمیشہ ہے کما هو قول الامام الکرمی الملقبہ بہ کما فی التنویر وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ مسؤلہ محمد حسین خاں ولد امین خاں ساکن ریاستہ راپور محلہ سٹن گنج ۷ جمادی الاول یکشنبہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی بھاؤ سنگھ نے اپنا حصہ تعدادی ۱۸ کسوہ ۶ بسوانسی

۳۳ کھوئی ۶ طئوانسی ۱۳ انوائسی کسر از دین ہار ہواں حصہ از کل ملک معافی لاخر اجمی تعدادی ۱۶ بسوہ آج چکا کہ وہ مالک وقابض تھا بالوض مبلغ دو سو اڑسٹھ روپے کے بدست تھان سنگہ بیع قطعی کیا لیکن قبضہ تھان سنگہ کا نہ ہوا اور جھاؤ سنگہ فوت ہو گیا جھاؤ سنگہ کے مرنے کے بعد اس کے وراثہ اس پر قابض رہے بعد ازاں تھان سنگہ نے خرید شدہ اراضی بالوض مبلغ چھ سو روپے کے بدست محمد حسین فارسی قطعی کر دیا تھان سنگہ کا بدست محمد حسین خاں بلا قبضہ کے ہوئے بیع کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔ اور تھان سنگہ نے مارہ سے رابست قیمت اراضی جھاؤ سنگہ کو دیدیئے ہیں نقطہ:

الجواب :- جائز ہے تنویر الابصار میں ہے صحیح عقار لایحشہ ہلاکہ قبل قبضہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسئلہ شوکت علی صاحب محلہ شاہ آباد بریلی ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

بپا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شے سر بند کس ہیں ہے جس کا وزن مثلاً چار من معین ہے زید نے خرید کی بعد خرید کے جب کھولا گیا تو بھرا ہوا نہ تھا بلکہ قریب نصف کے نکلا دیکھتے ہی فوراً بائع کو اطلاع کی کہ یہ کم نکلا یا تو بقدر مال کے قیمت کم کر دیا واپس لوہاں صورت میں بائع پر اس شے کا پھیر لینا لازم ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب :- جبکہ وزن معین ہے اور وہ شے نصف نکلی تو مشتری نصف قیمت دے اس سے زیادہ کا بائع کو اختیار نہیں، اور مختار میں ہے اذکان طعامانی حب فاذا نصفه تبین یاخذہ بنصف الثمن لان الحب وعاریکال فیہ غصار المبیع حنطۃ مقدرۃ وشمیل ما اذکان المسمی مشروطاً بلفظ اذبالعادة واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳ :- مرشد حاجی مولانا بخش صاحب جفت فروش ازین پوری ۲۱ صفر ۱۳۳۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے فصل پر غلہ خرید کیا اور یہ نیت کی کہ فلاں ہینہ میں میں اسکو کچھ نرخ ہو فروخت کر دوں گا تو اس صورت میں زید غلہ کی خریداری کر سکتا ہے یا نہیں اور اس کے اوپر کوئی الزام شرعی تو عاید نہیں ہوتا ہے (۲) زید نے بکر کو بضرورت بکر کچھ روپیہ نقد مال خریدنے کو دیا کہ تم اپنی مرضی کا مال دسا اور سے خرید کر لاؤ اور اس مال کو ہمارے نام روانہ کر دو اور پھر ہماری دکان سے اس مال کو ایک آنہ روپیہ منافع دے کر خرید لو اگر مال راستہ میں کل کسی وجہ سے ضائع ہو جائے تو زید ذمہ دار ہے اور اگر نقصان کچھ ہو جائیگا تو بقاعدہ دکانداری وہ نقصان اور خرچ راہ مال پر ڈال کر اور اس کے اوپر اپنا منافع لگا کر بکر کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اگر نقصان نہ ہو تو جو خرچ اس مال کے لانے میں بکر کا پڑ گیا وہ خرچ ہی اس مال پر ڈال دیا جائے گا تو ایسی بیع و شر ازید کو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب :- (۱) ایسی تجارت جائز ہے اور ایسی نیت میں کوئی حرج نہیں اور اسے اپنے مال کا اختیار ہے دفعۃً بیعے خواہ متفرق یا اس سے قبل خواہ بعد لان الملك مطلق للتصرف مالعینہ الشرع واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) معمولی خرچ جو حسب عادت تجارت مال پر ڈالا جاتا ہے اس کے ڈالے جانے میں تو شبہ نہیں رہا کچھ نقصان اس میں اگر عادت تجارت مال پر ڈالنے کی ہے ڈالیں گے ورنہ نہیں در مختار میں ہے کل ما یزید فی المبیع اوفی قیمتہ یضمودر و اعتماد العینی وغیرہ عادتہ التجار

بالضرر ولا يضر ما يؤخذ في الطريق من الظلم الا اذا جرت العادة بضمه هذا هو الاصل كما علمت فليكن المولى عليه كما يفيد كلام الكمال والله تعالى اعلم۔

مسئلہ :- ازلا ہوڑ مسجد سادھوان مسلی پیر جی عبدالغفار صاحب زید لطفہ ۲۵ صفر المنظر ۳۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و عمر و دو حقیقی اب و ام بھائی ہیں والدین کی حیات میں زید جو عمر میں بڑا ہے عمرو سے نسبت کم آمدنی رکھتا ہے اور عمر و زید سے کثیر الاولاد ہے لیکن دونوں بھائی جو کچھ کماتے ہیں والدین کے ہاتھ میں دیتے ہیں اور والدین اپنے اختیار سے جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں زید و عمر کے کل اخراجات کے ان کے والدین ہی کیفیل ہیں اور زید و عمر کے اہل و عیال کا خرچ سب ان کے ماں باپ ہی اٹھاتے ہیں اور بچوں کو جو کچھ وہ خرچ کے واسطے دیتے ہیں تو بالسیوہ دیتے ہیں یعنی اگر ایک بچے کو پانچ روپیہ دیں تو سب بچوں کو پانچ ہی پانچ دیتے ہیں اور جو کوئی جائیداد خریدی جاتی ہے تو وہ بھی والدین کے اختیار سے وہ جس کا نام چاہیں درج کرا دیں علاوہ ازیں زید نے بوجہ اپنی ضعیفی اور دوراندیشی کے والدین سے روپیہ لے کر ایک جائیداد خریدی اور اپنے چھوٹے بھائی عمرو کے نام درج رجسٹر کرا دی لیکن عمرو نے دوسرے وقت والدین سے روپیہ لے کر اور جائیداد خریدی اس کی رجسٹری اپنے اور زید کے نام کرا دی اور ان سب جائیدادوں کی جو آمدنی ہوئی وہ بھی والدین کے قبض و تصرف میں آتی رہی خلاصہ کلام یہ ہے کہ دونوں بھائیوں کی تمام و کمال آمدنی والدین کے قبض و تصرف میں رہی اور اس آمدنی سے جو کچھ جائیداد خریدی گئی بعض کی رجسٹری والدین کے نام ہے اور بعض کی زید و عمر کے نام ہے اور بعض کی صرف عمر کے نام ہے اور جملہ آمدنی نقد ہر دو کی اور جملہ آمدنی جائیداد خرید کر وہ والدین کے ہاتھ میں رہی بعد انتقال پدر مرحوم کے چھ سال اور بعد وفات مادر مشفقہ کے دو سال تک دونوں بھائی باتفاق حسب دستور زمانہ والدین خرچ کرتے رہے، اب بوجہ پیش آنے بعض امور نفسانی کے دونوں بھائی انقسام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کا چاہتے ہیں اور سوائے ان دو بھائیوں کے اور کوئی وارث اور تنجھم نہیں ہے ان کا آپس میں از روئے شرع شریف کیا حصہ ہوگا اور کئے حصص پر کل جائیداد کی تقسیم ہوگی بیضا بالکتاب و توجروا من ملک الوہاب۔

الجواب :- یہ مسئلہ بہت طویل الاذیال کثیر الاشکال معرض الاشکال ہے ہم توفیقہ تعالیٰ سے ایسے طور پر بیان کریں کہ تمام اشکال کا جاسے اور ہر اشکال کا رافع ہو و باللہ التوفیق اس کے لئے دو بیان لکھیں بیان اول اس کی تحقیق کہ جو جائیدادیں زید یا عمر یا ان کے والدین نے خریدیں اور ان کے نام ہوئیں ان میں کونسی بیع شرعاً کس کے لئے واقع ہوئی اقول خریداری میں طرح ہوتی ہے اول بائع و طالب شرا میں زبانی گفتگو صرف فیصلہ قیمت و تصفیہ دیگر ذرائع کی ہو کر بیعنامہ لکھا جاتا ہے اس سے پہلے ایجاب و قبول بعثت اشترویت فروغم خریدیم یعنی یہ کہے میں نے بیچی وہ کہے میں نے خریدی اصلاً درمیان نہیں آتا بہت ہوتا ہے تو یہ کہ کتنے کو دو گے اس نے کہا اتنے کو یا اس نے کہا یہ چیز تمہارے یہاں بکاؤ ہے۔ کہا ہے۔ کہا گیا قیمت ہے۔ کہا یہ۔ یا میں فلاں چیز مول لینا چاہتا ہوں کہا بہتر کہا یہ۔ دو ٹکا کہا اچھا۔ کہا تو کاغذ کرو یا اس نے کہا یہ چیز بکتی ہے تمہیں خریدنا ہو تو خرید لو کہا لیتا ہوں۔ کہا تو آنا دینا ہوگا۔ کہا دو ٹکا بیعنامہ لکھ دو یہ الفاظ اور ان کے اشال ایجاب و قبول نہیں یا قرارداد ہو کر بیعنامہ دیدیا جاتا ہے وہ بھی ایجاب و قبول نہیں بلکہ اس اقرار کی توثیق کہ شرا سے باز نہ رہے ورنہ جاہل اسے ضبط کر لیتے ہیں اور یہ

خاتم ہے مہربان میں اس سے نبی زبانی مآلات واحمد وادو داؤد اور اس ماجہ من عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت النبیان درخت میں ہے الایجاب والتبول جہاں سے مکمل لفظوں میں بیان میں سے منی القادح والقیل
 ماہین میں اوحالین اوحمد ماہ من والاخر حال تھا وہی امام بزاز ہی وہی ملکی کہتے ہیں ہے قال لقص کرم هذا اللطم
 بہدھم قال منوان قال زن فاعلی ورمها فاضدہ فمویع جاکو ولا یسجد الون وان وزنہ فوجدہ انقص ریح بقدر من اللطم
 لاسن اللطم لان الاتعاق یقصد رایت المسلمی اہ لہو یجمل قولہ کہید رھم قال منوان قال زن بیعابل المتالی وزن المکین لہ ان
 یطلب ما نقص من اللطم فی اللطم ید عن التاخرانیة عن الیثیة عن الحسن بن علی انه سئل عن رجل ساء وکبیر البائع
 من غیر ان یوجد منہ قول وھناک شعور علی انہ رضی ولما بیت نفسه بذلک هل یكون ذلک بیعا فقال هذا القدر لیس بیع ال
 ان یوجد الایجاب والتبول او ما یقولہ مقامھا من الفعل اہ ویجھا من الیطم عن الیجر ومن ابی خنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لھا
 کیف بیع قال کل ثانیة ارطال بدھم قال قد اخذت منک زن لثرب الایمان لا یزن ذلہ وان ذلک وان وزن تقبل فجعلت
 کان کل واحد منھما الرجوع فان قبضہ المشتري وجعلہ البائع فی دعاء المشتري باسمه ثم یلیق وعلیہ درھم اھ ویجھا من الیطم
 قال لا یکرھ هذا الا ان یقول من الیطم فقال یکن انقال سئل الیطر فاسأله لہ یکن بیعا الا اذا سأل الیطم وقد اثنی اہ اقول
 ویبئی علی اشتراط الاعطاء من البائین فی التناطی والبیعی الاکتفاء لواحد نص علیہ محلی کافی الاخر ان صورتوں میں وہ
 بیعا میں بیع ہو تا ہے اور اس کی تسلیم کرنا اس میں کھا ہوتا ہے میں نے فلاں سے فلاں کے ہاتھ سے کو بیچا انشاہ وہندیہ میں ہوا کتاب
 کا خطاب تو یہ بیع اسی کے ہاتھ ہوئی جس کا نام بیعا میں ہے مثلاً خالد جو گرا سی نے بیعا کر کھرا یا جب نانا کا بیع کرے تو نام ذالذہب
 اور اگر وہ سر سے لنگھ کر کے اس کے نام سے اس کی بے ہوازی کے کا فکر یا تو بیع شریعت فضولی ہوا اور ہوازی خالد پر ہو تو فرما اگر جب
 ذابا لنگھنے خریداری میں نام خالد اصلاً آیا ہو لنگھ کر گرنے والے مثلاً کر کے خود پانا نام اس کی ہو کر بیچنے کے خریدنا پاتا ہوتا ہوں وہ ذالذہب
 لان ماجوی بیعھا من کل لہ لہ یکن عقدا وانما الیبع بالکتاب وفيہ الاضائة الی خالد پس اگر خالد ہوا کر بیچے بیع کا خود ایک
 ہوگا اور اگر وہ بیچتا بیع باطل ہو جائے گی بہر حال اس کا ایک نہ ہوگا لان الیبع لمنہ ومن کان منہ لم یقبلہ وھذا الحکومت ظہری

موضوعات

از شہر بریلی علی بازاران

کہ فرماتے ہیں طلبے وہن اس سلسلہ میں کہ ایک شخص نے جو ایک عرصے سے حالت پریشانی کر رہا ہے کہانیت میں رہ کر سیر کرتا رہتا ہے
 حال میں اس نے ایک اراضی واسطے اپنی سکونت کے خرید لی ہوقت ابتدا تیسرا کام چھ صاحبان اہل علم بسبب کیش و پرائے کسی ناموفق
 سے اس شخص پر بہر اس امر کا اثر ڈالتے ہیں کہ وہ اس اراضی کی قیمت جس کا کہ وہ لوگ چندہ سے بنام سجد پاتا ہوتے ہیں کے کر بیع
 کر دے پس ایسی صورت میں ایک اراضی اس کی بیع کر دینے پر مجبور ہے یا نہیں۔

الجواب :- بیان سائل سے واضح ہوا کہ مسجد موجود ہے اور اسے بڑھانے کی ضرورت شدید نہیں ہے اسے بڑھانے کے لئے وہ لوگ یہ زمین مانگتے ہیں بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسے کرایہ پر چلا کر مسجد میں اسکا کرایہ لگائیں اگر صورت واقعہ یہ ہے تو مالک اراضی پر ہرگز لازم نہیں کہ اسے بیع کرے اور اسے مجبور کرنا ظلم ہے اور ظلم سے لیں گے تو اس کا کرایہ مسجد میں لگانا حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از شہر بازار شہنات گنج مسئلہ نقشن علی ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمر کو روپے دئے اور کہا کہ تم مال خرید لاؤ عمر نے خرید کر زید کو قبضہ کر دیا بعد کو مال زید سے عمر نے کچھ نفع دے کر خرید لیا نقد یا قرض بموجب شریعت کے یہ جملہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :- جائز ہے نقد ہو خواہ قرض اور کتنے ہی نفع پر ہو سب روا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از کانپور سٹن روڈ مرشد شیخ محمد عمر محمد متیق صاحبان ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین زید و بکر کی شرکت میں ایک تجارت تھی بعد ختم شرکت روپیہ اور مال تقسیم ہوا اپنی اپنی ملک پر قابض ہو گئے پھر بکر نے اپنا مال بیچنا چاہا زید نے چار یا دس روپے کم پر لینا چاہا اور بوقت خریداری کہا کہ اگر منظور ہو تو دو روپہ دے کر مال واپس لے لو بکر نے مال ویدیا روپیہ لے لیا، آیا یہ خریداری زید کو جائز ہے یا نہیں زید کو خطا وار کہنا کیسا ہے۔

الجواب :- یہ خریداری جبکہ رضائے بائع ہو بے شک جائز ہے اگر ہزار روپے کم کو خرید ہو اسے اس وجہ سے خطا وار کہنے والا خطا وار ہے قال تعالیٰ الا ان تکون تجارة عن تراض منکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسئلہ حاجی لعل فاضل صاحب ایک صفر ۱۳۳۷ھ

تین سوالات حسب بیان مسماة صیبن بی بی و صیمن بی بی و تھران شیخ امیر بخش صاحب مرحوم۔

سوال سوم والد ماجد نے کچھ جائداد خاص اپنی رقم سے خریدی تھی اور کچھ جائداد والدہ مرحومہ کے دین ہر کے روپیہ سے یہ دونوں جائداد والد صاحب مرحوم کی ملک قرار پائیں گی یا کہ دوسری جائداد والدہ صاحبہ کی ملک کہی جائیں گی اگر دونوں جائداد والد صاحب کی ملک قرار پائیں تو والدہ کے سونے کے کپڑے جس کی قیمت مبلغ آٹھ سو روپیہ تھی اور اس سے والد صاحب نے جائداد خریدی وہ ہندہ والد صاحب دین و اسے الادا ہے یا نہیں و نیز والدہ مرحومہ کی سونے کی ہالیاں جس کی قیمت سو روپیہ تھی اور فروخت کر کے تجارت میں شامل کر دی گئی اس کا عوض والد صاحب کے ذمہ باقی ہے یا نہیں۔

الجواب :- مورث نے جو جائداد اپنے روپیہ سے خریدی وہ ظاہر ہے کہ اسی کی ہے اور جو دوسرے کے روپے سے خریدی وہ اگر اپنے لئے خریدی یعنی عقد بیع دوسرے کے نام نہ کر لیا تو وہ بھی اسی مشتری کی ہے لان الشراء متى وجد نفاذ اعلیٰ مشتری نقد پھر اس صورت میں اگر ثابت ہو کہ یہ روپیہ دوسرے نے اسے بطور تملک دیدیا تھا تو روپیہ کا بھی مطالبہ اس پر نہ تھا ورنہ اگر باجرات تھا قرض تھا بے اجازت تھا غضب تھا پھر حال اس پر ضمان لازم ہے یہ دوسرے کے روپے سے جائداد خریدنے کا حکم تھا۔ سائل کے لفظ یہ ہیں کہ کچھ جائداد والدہ مرحومہ کے دین ہر کے روپیہ سے اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ دین ہرا دکر لیا تھا اور بعد قبضہ زوہہ اس سے جائداد خریدی جب تو یہ وہی صورت ہے جو

اور نہ کوئی اور اگر دین ہر ادانہ کیا تھا تو اس کے روپے سے خریدنا یوں ہی ہوگا کہ وہ کہے کہ تراہر جو کچھ مجھ پر آتا ہے اس کے عوض یہ جائداد خریدے دیتا ہوں یوں اگر خریدی تو وہ جائداد ملک زوہر ہوئی یا یوں ہوگا کہ عورت کہے مرا ہر جو تجھ پر آتا ہے اس کے عوض مجھے جائداد لے دے اور اس نے خریدی تو یوں ہی جائداد ملک زوہر ہوگی اور قبضہ زوہر شرط نہ ہوگا نہ اصل ہائے سے عقد بیع میں زوہر کا نام لینا ضرور ہوگا کہ خرید کر اس کے ہر کا معاوضہ کر دینا اس کی طرف سے بنام زوہر ہر بیع ہوگی اور بیع میں قبضہ شرط ملک نہیں یا یوں ہوگا کہ زوہر نے اس سے کہا میرا ہر جو تم پر آتا ہے اس سے اپنے لئے جائداد خرید لو تو جائداد ملک شوہر ہوگی اور اس پر روپے کا مطالبہ بھی نہ رہا کہ وہ اجازت تفضلاً ہبۃ الدین ممن علیہ الدین تھی اور یہ جائز ہے۔ اور اگر نہ ہر ادانہ کیا تھا نہ اس قسم کا کوئی تذکرہ مابین زمین آیا تو اسے دین ہر کے روپے سے خریدنا کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ سونے کے کڑوں سے جائداد خریدنا وہی زرغیر سے شرابے جس کا حکم اوپر گذرا۔ اگر عورت کی طرف سے کوئی دلائل تملیک پائی گئی تو اس کا کوئی معاوضہ ذمہ شوہر نہیں ورنہ ہے۔ یوں ہالیاں کہ بیچ کر تجارت میں لگائی گئیں اگر دلائل تملیک پائی گئی شوہر پر عوض نہیں اور اگر تجارت میں شرکت کے لئے عورت نے دیں اور اس نے قبول کیا تو وہ شریک تجارت ہوئی ورنہ ادنیٰ متعین ہے یعنی قرض اور عوض لازم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بھل دکا نذر عموماً ہر چیز کی قیمت بڑھا کر کہتے ہیں اور پھر اس سے کم بیچ ڈالتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں ہر ایک چار پیسے کی چیز کا دو گنی یا تین گنی قیمت پر فروخت کرنا جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ دونوں باتیں جائز ہے جبکہ جھوٹ نہ ہو لے فریب نہ دے مثلاً کہا یہ چیر تین یا چار پیسے کی میری خرید ہے اور خریدی پونے چار کو یعنی یا کہا خرچ وغیرہ ملا کر مجھے سوا چار میں پڑی ہے اور پڑی تھی پونے چار کو یا خرید وغیرہ ٹھیک بتائے مگر مال بدل دیا یہ دھوکا ہے یہ صورتیں حرام ہیں ورنہ چیزوں کے مول لگانے میں کمی بیسی حرج نہیں رکھتی واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ وَالْبَاطِلِ

الجواب۔ جائز ہے قال اللہ تعالیٰ واحل اللہ البیع بیع کا جائز و ممنوع ہونا تین صورتوں میں منحصر ہے باطل و فاسد و مکروہ تحریمی بحر الرائق میں ہے البیع المنہی عنہ ثلثة باطل و فاسد و مکروہ تحریمیاہ **اقول** والمراد صورة البیع الحاصلة من بیعت واشتریت اعم من ان تتحقق معناه الشرعی اولاد ذلک لان الباطل لیس بیعا منہما عنہ نالانہ لیس بیعا اصلاً فکیف یکون بیعا منہما عنہ وقد تقرر ان المنہی یقرر المشروعیة وبہ ذہبوا الی تفسیدہم البیع الی باطل و فاسد و صحیح ان لم یکن تقسیم البیع الصوری ففیہ مستانحة ظاہرة باطل وہ ہے جس کے نفس عقد یا محل میں خلل ہو مثل عقد، مثل بیع و شرا، مجنون کہ اس کا قول شرعاً لا قول ہے تو اس کے بیعت یا اشتریت نہ ایجاب ہو سکے نہ قبول اور مثل محل مثل بیع بالمیتہ کہ میتہ مال نہیں و رقماریں ہے کل ما احدث خللاً فی رکن البیع فهو مبطل رد المتار میں ہے هو الايجاب والقبول بان کان من مجنون او صبی لا یعقل مکان علیہ ان ینزید اونی محله اعنی البیع فان الحلل فیہ مبطل بان کان البیع میتة او دماً او حراً او خمر او کافراً

اصل میں سوال درج ہیں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عن البدائع اقول الايجاب حدث لا بد له من محل كالضرب لاجل وجود له بدون مضروب فاذا الغدما المحل
بتطرق الخلل ويجب الغدما الركنين لانعدام ما يتعلقان به الا ترى ان من قال بعثت نجوم السماء واصوات الهوا
واشعة الضياء وقال الاخر اشتريت لم يقصم هذا التجاب ولا قبولاً في الشرع فكذا قول القائل بعثت هذا المجر
واشتريت بهذا المدا لافاصل بعد الغدما المالية والحاصل ان خلل المحل يوجب خلل الركن فكان فيه معنى
من ذكروه نعم لو ذكر لكان اظهر وادفع - اذ فاسد وہ جس کی اصل حقیقت خلل سے قالی ہو مگر وصف یعنی ان متعلقات میں خلل
جو قوام عقد میں داخل نہیں مثلاً شرط فاسدہ اگر رکن محل سالم از خلل ہوں تو بیع شرعی قطعاً متحقق پھر اگر وصف میں خلل ہے مثلاً بیع
مقدور التیسلم نہیں یا محل چھوٹا ہے یا کوئی شرط فاسد مضموم اصل یہ ہے کہ بیع شرعی میں مبادلہ مال بامال کا نام ہے ایجاب و قبول اس کے
رکن اور مال متقوم محل اور اجل و قدرت تیسلم و شروط وغیرہ اوصاف اور انتقال ملک حکم و اثر ہے بیع اپنے وجود شرعی میں صرف رکن
محل کا محتاج ہے کہ بے ان کے اس کے (تحقق کی کوئی صورت نہیں)۔

جو خلل کہ انہیں ہوگا بسطل بیع قرار پائے گا جس کے معنی یہ ہوں گے کہ عند الشرع راساً بیع ہی نہیں خلل رکن مثل بیع

مسئلہ :- از تعلقہ پٹن ضلع اورنگ آباد علاقہ جید رآباد و کن کچہری منصفی مرسلہ مولوی عبدالعزیز صاحب ۲۶ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سرکاری کاغذ مہمور ہوتے ہیں ہر میں اس کی قیمت بھی لکھی ہوتی ہے اور یہاں سرکاری قاعدہ
یہ ہے کہ دعویٰ جب تک اسی کاغذ پر نہ لکھا جائے ہرگز سموع نہیں ہوتا اور بعد سموع ہونے کے یہ ضرور نہیں کہ فیصلہ مدعی کے حسب دلخواہ ہو اس
کاغذ میں سرکاری منفعت ہے آٹھ روپے کا دعویٰ ہو تو ۸ روپے کا کاغذ مہمور لیا جاتا ہے عرصہ تک عرصہ تک عرصہ تک للعدہ -

ماصہ تک سے روٹی ہذا القیاس اور اس مہمور کے فروخت کرنے کی واسطے سرکار کجا نب سے جو شخص معین ہوتا ہے وہی فروخت کر سکتا ہے
غیر کو بجل نہیں اور اسکے بائع کو ہر سو روپے میں پانچ روپیہ نفع ملتا ہے اس کاغذ مہمور کی بیع اور یہ تجارت کا طریقہ شرعاً جائز ہے یا نہیں - مینو اتوجروا -

الجواب :- نسأل الله هداية الحق والصواب اللهم اغفر - یہ تجارت اکثر صورتوں میں خالی از جانت نہیں اللہ عزوجل نے
جواز تجارت کے لئے تراخی باہمی شرط فرمائی قال تعالیٰ عز من قائل یا ایھا الذین امنوا لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکنون

تجارۃ عن تراض منکم اے ایمان والو نہ کھاؤ اپنے مال آپس میں ناحق طور پر مگر یہ کہ کوئی سودا ہو تمہارے آپس کی رضامندی سے حدیث
میں ہے جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایجمل مال امری مسلم الا بطیب نفسہ کسی مسلمان کا مال حلال نہیں مگر اس کی جی کی

خوشی سے رواہ الدار قطنی من انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دوسری حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایجمل
لمسلم ان یأخذ عصا یرید بغیر طیب نفس منہ قال ذلک لشدۃ ما حرم اللہ من مال المسلم علی المسلم مسلمان کو حلال

نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کی چھڑی بے اس کی مرضی کے لے لے اور یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا مال مسلمان پر سخت حرام
کیا ہے رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظاہر ہے کہ آدمی ناٹش اپنے استخراج حق کیلئے

کرتا ہے جبکہ خود اس کی تحصیل پر قادر نہیں ہوتا اور کوئی شخص اپنے دل کی خوشی سے نہ چاہے گا کہ میرا حق جو غیر کے پاس ہے صرف کے
سے ہانٹک جواب و سنیاب ہوا۔

میسرہ ہو بلکہ جب اسے اپنا حق جانے کا قطعاً مفت ہی ہاتھ آنا چاہے گا ہاں اگر دیکھے گا کہ یوں نہیں مل سکتا ناچار حکم من ابنتی ببلینین اناہر
اور انھما صرف دخرچ گوارا کرنے کا سارا دھن جانا دیکھے تو آدھا دیکھے بانٹ یعنی اگر چہ منافی اختیار نہیں کہ کسی نے اس پر اپنے حق لینے کا جبر
نہ کیا تھا اسے اختیار تھا کہ بالکل خاموش رہتا تو یہ صرف نہ پڑتا مگر مندرضا بیشک ہے کہ اگر بے اس کے وصول ممکن جانتا ہرگز خرچ اختیار نہ
کرتا مثلاً عمر نے زید کا سو روپے کا مال دیا لیا اور کہتا ہے دس روپے دے تو واپس کروں زید اس کی زبردستی اور اپنا عجز جان کر دس دے آیا
اور مال چھڑا لیا یہ روپے اگر چہ فی الواقع زید نے با اختیار خود دیے مگر عمر کے لئے حلال نہ ہو جائیں گی کہ ہرگز برضاے خود نہ دیئے اختیار و رضایں
زمین آسمان کا فرق ہے اور عقود بیع و شراہیبہ و امثالہا صرف بے اختیار ہی سے فاسد نہیں ہوتے بلکہ عدم رضایں ان کے افساد کو بس ہے۔
کامرفی قولہ تعالیٰ عن تراض منکرہ فی الحدیث الاہطبب نفسہ ردالمحتار میں ہے نفی الرضا عن من فساد الاختیار والرضا
بازاء الکراہۃ والاختیار بازاء الجبر فی الاکراہ بجنس اذ ضرب لاشک فی وجود الکراہۃ وعدم الرضا وان تحقق الا
ختیار الصیح اذ فسادہ انما ہوا بالتخویف بالانلاف النفس او العضور فتمار میں ہے۔ الاکراہ الملحی و غیر الملحی یعدمان الرضا
والرضا شرط الصحۃ ہذا العقود و کذا الصحۃ الاقرار فلذا اصرارہ حق الفسخ والامضاء بعینہ ہی حال خریداری کا مذکور کا
ہے کوئی شخص بلا وجہ اپنا ایک پیسہ ضائع جانا گوارا نہیں کرتا مال کا سولہواں حصہ تو بہت ہوتا ہے مگر جب رئیس کا حکم ہے کہ بے اس کے کوئی
ناش نہ سنی جائے تو آدمی یا تو اپنے حقوق و املاک سے یکدست ہاتھ دھو بیٹھے یہ مکن نہیں کہ ظالم لوگ خدا ناز میں جس کے اس عزم پر آگاہ
ہو جائیں اس کے تن کے کپڑے تک اتار کر بس نہ کریں کہ آخر یہ بخوف مصرف ناش تو کرے ہی گا نہیں پھر ڈر کا ہے۔ کہ ہی عاقبت وہ کس نے
دیکھی ہے خدا کا سامنا جب ہوگا، آج تو اپنی چلتی گئی نہ کریں یہ ان کا حال ہے جو خدا کا سامنا ہونے پر ایمان لاتے ہیں اور جو اس پر اعتقاد ہی
نہیں رکھتے ان کا کیا کنا وہ تو پورے بے غم ہیں یا بحالت قدرت بطور خود جبراً اپنے حقوق واپس کر لے تو ایسی ان کی طرف سے ناش ہو اور حاکم کے
زدیک یہ خود مجرم ٹھہرے مہذا جو ابدی نہ کرے تو وہی ظلم بے تحاشہ اور کرے تو اب کیا اس قسم کے صرف نہ ہوں گے پھر بھی ہاں آتش در کا سہ
غرض دنیا میں سب راہیں بند ہیں سو اس کے کہ ریاست سے مددے اور ریاست علانیہ حکم دے چکی کہ ہماری امداد اسی شرط پر موقوف ہے
و نہ زہار دار القضا کے دروازے تک بار نہ ہوگا ناچار خریداری کا مذکور گوارا کرے گا مگر یہ گوارش اسی طرح کی ہے کہ دل نہیں چاہتا بس چلے
تو حق یہ ہے کہ اپنا حق بے کوڑی خرچے ہاتھ لگے مگر مجبوری کو کیا کہیے تو ثابت ہوا کہ یہ خریداری ہرگز بطیب خاطر نہیں ہوتی اور جو روپیہ
اس کے بدلے نذر فرود شدگان ہوتا ہے زہار رضائے قلب سے نہیں دیا جاتا تو حکم قرآن و حدیث اسے مال حلال و طیب نہیں کہہ سکتے ہاں
اس قدر مسلم کہ بوجہ مرد و زنان و عموم ابتلا بہت لوگوں خصوصاً مقدمہ بازوں پر اس قسم کے مصارف میں آثار کراہت غالباً ظاہر نہیں ہوتے
مگر حاشا یہ طیب نفس درضاے دلی نہیں بلکہ بات وہی ہے کہ عادت ہو گئی اور جب سب ایک حال میں ہیں تو مرگ انہوہ جھٹنے دار و آخر
اور رقموں میں نہ دیکھے جن میں اپنے کسی نفع کی توقع نہیں ہوتی اور روسا و سلاطین اموال و مزارع پر باندھ دیتے ہیں اول اول چند روز
ایک عام داویلا رہتی ہے پھر کچھ نہیں کہ آخر دنیا اول دنیا پھر اظہار کراہت بے معنی جب زیادہ زمانہ گزرا چلے وہ رفتہ رفتہ ایک امور عادیہ میں داخل
ہو گیا مگر دل کی خواہش ہرگز اس کی مساعدت نہیں ہو جاتی اس کا سہل سا ایک امتحان یہ ہے کہ مثلاً اس کاغذ ہی کے نسبت ریاست کا حکم ہو جائے

کہ ضروری نہیں سادے پر بھی دعویٰ سن لیں گے پھر دیکھئے کتنے خریدنے جاتے ہیں حاشا وکلا کوئی پاس بھی نہ پھٹکے گا کہ بلاوجہ اپنا خرچ کے بھاتا ہے تو قطعاً عدم رضا دائمی ابدی ہے اور یہ شرابا کھل شرابے مکرہ کی حالت میں ہے و بعد اللتیا و اللتی عدم رضا و فقدان طیب نفس میں کلام نہیں اور اسی قدر انعام حلت میں کافی علماء فرماتے ہیں اگر بادشاہ وقت بھاؤ کاٹ دے مثلاً لوگ روپیہ کے پندرہ سیر گہوں بیچے ہیں حاکم حکم کرے کہ میں سیر سے کم نہ بیچیں ورنہ سزا پائیں گے اس صورت میں مشتری کے لئے یہ بھاؤ حلال نہ ہوگا کہ اگرچہ حاکم نے بائع کو بیچ پر جبر نہ کیا کہ اصلانہ بیچے تو اپنے مال کا مالک ہے مگر یہ حکم تو کر دیا ہے کہ بیچے تو اسی بھاؤ بیچے اور اس کی مخالفت میں حاکم کی طرف سے انہیں بھاؤ تو اس زرخ پر اس کی رضا متفق نہ ہوئی اور مسلمان کا مال بے مرضی لینا حلال نہیں درمختار میں ہے اذا سعت و خاف البائع ضرب الامصار لو نقص الاجل للمشتري فشرح نقایہ میں ہے لو سعت فباع للوف لاجل للمشتري لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يحل مال امرئ مسلم الا بطيب نفس منه اسی طرح اگرچہ رئیس نے نالاش پر مجبور نہ کیا نہ کرے تو اپنے ترک حق کا مختار ہے مگر حکم دیا ہے کہ کرے تو کاغذ ضروری دے اور اسی مقدار کا دے اور اس کی مخالفت میں تلف حق کا اندیشہ ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہے تو اس شراب پر بھی رضا متفق نہ ہوا فرق اس قدر ہے کہ حکم حاکم نہ ہوتا تو گہوں والا گہوں خود بھی بیچتا اگرچہ زیادہ کو اور یہاں حکم نہ ہوتا تو نالاش والا یہ کاغذ کوڑی کو بھی نہ پوچھتا کہ لاؤ بیچنا بالجملة فقیر غفر اللہ لہ جہانتک نظر کرتا ہے اس تجارت کے مطلقاً حلال و طیب ہونے کی راہ نہیں پاتا۔ ہاں بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جنہیں مشتری بخوشی خود خریدیں مثلاً فروشنده سے دوسرے نے قدرے نفع دے کر بیچنے کو مول لے لیا جیسے اونچے ہزاروں سے گھڑی دے کر پڑے لیتے ہیں یا نالاش جس بات پر کرتا ہے وہ ایسی نہ تھی جس سے درگزر کرنی کچھ اس پر شاق ہوتی صرف ایذا کے مخالف یا انتقام کیلئے نالاش چاہتا ہے یہ بھی صورت حاجت کی نہ ہوئی یا دائن کو یہ کاغذ درکار تھا بدیوں سے کہا میرے قرض میں لادے وہ لے آیا یہ خریداری بھی برضا کے خود ہوئی کہ اس پر کاغذ دے کر قرض اتارنا لازم نہ تھا یا اپنے کسی بزرگ کو نالاش کی حاجت ہوئی چھوٹے نے خوشنودی کے لئے اپنے پاس سے کاغذ خرید کر لگایا، خواہ کسی یا غیر زیاد دوست یا محتاج کے کام میں صرف کیا کہ یہ نسب حالتیں خریداری کی ضرورت کی نہیں ایسی صورت میں بیشک بیع صحیح و جائز اور زرخ فروشنده کے لئے حلال و طیب۔ اور صرف یہ بات کہ دمڑی کا کاغذ سو روپے کو کیونکر بچا بعد ثبوت تراضی ہو نہیں ہر شخص اپنے مال کا مختار ہے جتنے کو چاہے بیچے یا ام محقق علی الاطلاق نفع القدر میں فرماتے ہیں لو باع کاغذاً بالف يجوز ولا يكره فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ مسئلہ تجارت لوٹ میں اسے واضح کر چکا و باللہ التوفيق مگر ان صورتوں کا وقوع نادر ہے انہیں برتال ہو کر تجارت نہ چل سکے گی اور اگر کوئی قناعت کرے اور جتنک تحقیق نہ ہو کہ انہیں صورتوں سے کوئی صورت ہے ہرگز نہ وہ اس کے لئے بیشک جواز کا بھی حکم ہو سکتا ہے، البتہ ایک صورت عدم اکراہ کی کثیر الوقوع ہے یعنی جھوٹی نالاش کے لئے خریدنا کہ یہ لوگ مظلوم نہیں خود ظالم ہیں تو انہیں شراب کی مجبوری ان کے ہاتھ بیچنے میں اگرچہ عدم حلت کی وجہ نہ ہوئی مگر اور وجوہ معصیت پیدا ہوں گی کہ وہ حالت خالی نہیں یا تو بائع کو معلوم ہوگا کہ مشتری ظالم ہے اور خاص نالاش ناحق کے لئے خریدتا ہے یا بے دلیل و علم ٹھہرائے گا کہ اس مشتری کا ایسا ارادہ ہے بر تقدیر ثانی سوئے ظن میں گرفتار ہوا اور بدگامی حرام قطعی پھر تراشیدہ خیال معصیت مال کی بنا پر کیونکر مال مسلم کا استعمال کر سکتا ہے بر تقدیر اول جبکہ یہ جانتا تھا کہ وہ نالاش دروغ کے لئے کاغذ لیتا ہے تو اسے اس کے ہاتھ بیچنا معصیت پر اعانت کرنا ہوا

جس طرح اہل فتنہ کے ہاتھ ہتھیار اور معصیت پر امانت خود ممنوع و معصیت قال عز وجل ولا تتألفوا علی الاثم والعدوان
آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو گناہ اور حد سے بڑھنے پر، واللہ المہادی ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۔ از کلکتہ فوجداری بالا خانہ نمبر ۳۶ مرسلہ بنجاب مرزا غلام قادر بیگ صاحب۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں مصنوعی یعنی میل کا گھی بکتا ہے باوجود علم ایسا گھی تجارت کے لئے خرید کر بیچنا

جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا
الجواب۔ اگر یہ مصنوع جعلی گھی وہاں عام طور پر بکتا ہے کہ شخص اس کے جعل ہونے پر مطلع ہے اور باوجود اطلاع خریدتا ہے تو بشرطیکہ
خریدار اسی بلد کا ہو نہ غریب الوطن تازہ وارد و واقف اور گھی میں اس قدر میل سے جتنا وہاں عام طور پر لوگوں کے ذہن میں ہے اپنی طرف سے
اور زائد نہ کیا جائے نہ کسی طرح اس کا جعلی ہونا چھپایا جائے خلاصہ یہ کہ جب خریداروں پر اس کی حالت مشکوف ہو اور فریب و مغالطہ راہ نہ
پائے تو اس کی تجارت جائز ہے آخر گھی بیچنا بھی جائز اور جو چیز ایسی ملانی گئی اس کا بیچنا بھی اور عدم جواز صرف بوجہ غش و فریب تھا جب حال
ظاہر ہے غش نہ ہو اور جواز رہا جیسے بازاری دودھ کہ سب جانتے ہیں اس میں پانی ہے اور باوصف علم خریدتے ہیں یہ اس صورت میں ہو جبکہ
بالغ وقت بیع اصلی حالت خریدار پر ظاہر نہ کر دے اور اگر خود بتا دے تو ظاہر الروایت و مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مطلقاً جائز ہے
خواہ کتنا ہی میل ہو اگرچہ خریدار غریب الوطن ہو کہ بعد بیان فریب نہ رہا درختار میں ہے لا باس بیع المغشوش اذا بین غشہ او کان
ظاہر ابری و کذا قال ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حنطۃ خلط فیہا الشعیر والشعیر یوی لا باس بیعہ وان طحنہ لا
بیع وقال الثانی فی رجل معہ فضة نحاس لا بیعھا حتی یمین ردھا المتار میں ہے قوله وان طحنہ لا بیع ای الا ان یمین لانه
لا یوی بالجملة مدار کار طور امر پر ہے خواہ خود ظاہر ہو جیسے گھوں میں جو چنوں میں کسا یا بجمت عرف و اشتہار مشتری پر واضح ہو جیسے
دودھ کا معمولی پانی خواہ یہ خود حالت واقعی تمام و کمال بیان کرے واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و اکمل۔

مسئلہ ۱۸۔ ۱۸ شوال ۱۲۸۰ھ از بسکن

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید جو زمانہ دراز سے بعارضہ آتشک سخت علیل ہے اپنی زمینداری غیر
منقسمہ کو صرف حق تلفی زدہ منکوحہ ذی ہر اور و زنا و ذوی الفروض مثل و ختراپی کے ہدست اپنے لڑکے نابالغ کے کہ جو عورت بازاری غیر نکاحی
کے بطن سے ہے بیع شرعی کر کے زین اس کا ہمہ کر دینا (بایں عبارت کہ بعد ایجاب و قبول زین حقیقت بیعہ کا بحق مشتری ہمہ کر دیا) ظاہر
کرتا ہے کہ درجائے مشتری نابالغ ہے تو ہمہ کر دینا زین کا بحق مشتری عند الشرع قابل تسلیم ہے یا نہیں اور یہ بیع شرعاً جائز ہو یا ناجائز بینوا تو جوا
الجواب۔ یہ بیع شرعاً محض باطل و ناجائز ہے وہ لڑکا جبکہ زنا سے ہے تو شرعاً نہ وہ زید کا بیٹا نہ زید اس کا باپ قال رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الولد للفراش وللعاهر الحجر تو زید اس پر اصلا ولایت مالیت نہیں رکھتا بلکہ محض انہی ہے ولایت مالیت تو
باپ دادا اور قاضی شرع اور ان کے اوصیا کے سوا مال بھائی چچا کو بھی نہیں ہوتی نہ کہ ایسا شخص جس سے کچھ علاقہ نہیں تنویر الابصار میں
ہے ولیہ ابوہ ثمود صیہ ثمرجدہ ثمود صیہ ثمر القاضی او وصیہ دون الامراء وصیہا پس اولاً زید کو اس نابالغ کے لئے جائد

اپنے نفس سے خواہ کسی غیر سے اپنے روپے خواہ نابالغ کے روپیہ سے کسی طرح خریدنے کا اصلاً اختیار نہ تھا کہ یہ اختیار ولی مال کے سوا کسی کو نہیں
درخت میں ہے ام و اخ لا یملکان بیع العقار مطلقاً ولا شراء غیر طعام و کسوة ثانیاً اس خریداری میں فضولی ہے لعد
ولایة ولا وصایة اور وہ اس بیع میں طرفین ایجاب و قبول دونوں کا خود ہی متولی ہوا ایسی صورت میں جب یہ شخص کسی طرف سے
فضولی ہو عقد باطل محض ہوتا ہے درخت میں ہے لا یتوقف الإیجاب علی قبول فائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح و بیع
وغیرہا بل یبطل الإیجاب ولا تلحقه الاجازة اتفاقاً و المآثر میں ہے فاذا اوجب الحاضر وهو فضولی من جانب او من الجانبین
لا یتوقف علی قبول الفائب بل یبطل وان قبل العاقد الحاضر بان یتکلم بکلامین کما یأتی پس یہ بیع محض باطل و بے اثر ہے اور
جائز اور بدستور ملک زید پر باقی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۱۰ رجب ۱۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک درخت عمرو سے اس شرط پر خرید رکھا کہ اس کا کٹوا دینا عمرو کے ذمہ ہے اب
عمرو اس کے کٹوانے میں محنت کرتا ہے اس صورت میں کیا حکم ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب :- درخت کے کاٹنے کے لئے بیجا جائے اس کا کٹنا شرط خریدی کے ذمہ ہے کما اذ ضمنا بتوفیق اللہ تعالیٰ فی فتاوانا
ردالمحتار میں ہے فی البحر عن الظہیریۃ اشتری شجرة للقلح یومر بقلعها الخ یہاں کہ بر خلاف حکم شرع اس کے کٹوانے کی شرط ذمہ
بائع لگائی گئی بیع فاسد ہوئی درخت اور ردالمحتار میں ہے یقطعها المشتري فی الحال (ای اذا طلب البائع تفریح ملکہ) وان شرط
ترکہا فسد البیع کشرط القطع علی البائع حادی (وعلل فی البحر الفساد بانہ شرط لا یقتضیہ العقد وهو شغل ملک الغیر)
اہ ملتقطاً پس بائع و مشتری دونوں اس شرط کے سبب گنہگار ہوئے اور دونوں پر حکم شرع واجب ہے کہ اپنے اس بیع کو فسخ کریں ان میں
جو کوئی نہ مانے دوسرے اس کی رضامندی کے کہدے میں نے اس بیع کو فسخ کیا فوراً فسخ ہو جائے گی اور اگر دونوں فسخ کرنا نہ چاہیں اور حاکم تھا
کو خبر ہو تو وہ جبراً فسخ کر دے کہ گناہ کا زائل کرنا فرض ہے درخت میں ہے یجب علی کل واحد منهما فسخة قبل القبض او بعده مادام
البیع بحالہ اعدا ما للفساد لانه معصیة یجب رفعها بحر ولذا لا یشرط فیہ قضاء قاضی واذا اصر علی امساکہ وعلوبہ
القاضی فله فسخہ جبراً علیهما حقاً للشرع بما زیہ اہ طعنا پھر جب اس بیع کو فسخ کر لیں اور باہم رضامندی ہو تو نئے سرے سے پھر بیع
بیع بغیر اس شرط مفرد کے کر سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۱۱ رجب ۱۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے شیشی قاروری فی سیکڑہ و س آڑ کے حساب سے خرید کر بیع
فی صدی دو آڑہ سیکڑہ کے عمرو سے تعدادی آٹھ سو قاروری کے مبلغ چھ روپے وصول پا کر قاریان واسطے دینے عمرو کے اپنی دوکان پر لاکر
رکھیں اور عمرو سے کہا کہ آپ شیشیاں اپنی لے جائیے عمرو نے جواب دیا کہ مجھ کو اس وقت فرصت نہیں ہے پہلی بھیت سے واپس آکر لاکر
جب عمر پہلی بھیت سے واپس آیا اس وقت قاریاں شمار کی گئیں تو منجملہ آٹھ سو قاروری کے سو قاروری بوجہ نازکی کے ٹوٹی چکیں تو

اب اس سوتاروی شکستہ کی قیمت ۱۲ روپہ کے ذمہ ہونا چاہئے یا نکر کے۔ بیوا تو تہرہ۔
جواب۔ سائل مظهر کہ اس وقت تک بیع نہ ہوئی تھی بلکہ عرو نے اس سے شیشیاں مانگیں اس کے پاس نہ تھیں اس نے خرید کر
 دینا کہا اور قیمت تفصیل کر لی کہ جس بھاؤ کو خریدوں گا فی صدی دو آنے کے نفع پر تجھے دو ٹنگا۔ عرو نے اسے بیگی روپے دیدئے یہ صورت بیع کی نہ
 ہوئی صرف ایک وعدہ و قرار دیا ہوا اور اگر بیاب و قبول ہو بھی جاتا تاہم باطل تھی کہ شیشیاں زید کے پاس نہ تھیں اور جو چیز ہنوز اپنی ملک ہی میں
 نہیں بیع سلم کے سوا اس کا بیچنا باطل ہے فی الدر المختار من البیع الباطل و بیع مالیس فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم و مالہ خطو العد مرالا
 بطریق السلوانہ علیہ الصلوٰۃ والسلامھی عن بیع مالیس عند الانسان و رخص فی السلواہ قال فی رد المحتار المراد بیع ماسیملکہ قبل
 ملکہ لہ پس شیشیاں کہ زید نے خریدیں زید ہی کی ملک تھیں حتیٰ ٹوٹیں اسی کی ٹوٹیں عرو سے کچھ ملا نہ تھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ۱۔ ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۰۵ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں ایک شخص نے پھول پرانہ خریدے اور کل روپیہ دینے کا فریاد پر وعدہ کیا مگر کل کو قیمت وعدہ پر ادا نہ کی وہ
 کو فسخ کیا بیع جائز ہے یا ناجائز بیوا تو تہرہ۔

جواب۔ پھل کا پھول پر بیچنا ہی سر سے حرام و ناجائز ہے وہ بیع بالانفاق صحیح نہ ہوئی بائع و مشتری دونوں پر اس سے دست کشی و توبہ لازم
 ہے فی الدر المختار باع ثمرۃ قبل الطهور لا یصح اتفاقا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ۲۔ مسؤلہ محمد علی بخش ۹ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ

بخاب عالی کیا فرماتے ہیں آپ اس مقدمہ میں کہ میں ایک جائد و بقیمت مبلغ تین ہزار روپیہ کو خرید کرتا ہوں اور یہ شرط ٹھہرتی ہے کہ جب اس کا
 بیچا ہے اسی قیمت کو یا کچھ روپے زیادہ دے کر مجھ سے پھر خرید لیں میں بلا عذر ان کو دید و ڈنگا اگر یہ جائز ہو تو حکم فرمائیے۔

جواب۔ اندراج شرطہ کو رد بیعنامہ میں مفسد بیع ہے کیونکہ جو شرطہ زائد مفید بائع ہوں یا مشتری باطل کنندہ بیع ہیں فقط محمد یعقوب علیخان
 بیعنامہ کوئی چیز نہیں وہ گنگو عقد کی جو زبانی عاقدین میں ہو شرعاً اس کا اعتبار ہے اگر اس میں بائع نے صرف اس قدر کہا کہ میں نے یہ چیز تین ہزار
 روپیہ کو بیچی اور مشتری نے کہا میں نے قبول کی اور عقد ختم کر دیا اور دونوں نے اسے بیع صحیح شرعی لازم نافذ سمجھا تو بیع صحیح و جائز ہوگی مشتری جاہل ادا اور بائع قیمت
 کا ایک ہو گیا پھر ختم عقد کے بعد عقد سے ملا وہ باہم یہ ٹھہرا لیا کہ جب تو چاہنا مجھ سے خرید لینا میں تیرے ہاتھ بیچ ڈالوں گا پھر اگر بیعنامہ میں اس وقت
 سے کہ کہیں یہ اپنے وعدہ سے نہ پھر جائے یوں لکھا گیا کہ میں نے فلاں جائد بکر کے ہاتھ بیع سوا تین ہزار روپے کے بیع صحیح شرعی کی اور باہم یہ
 وعدہ قرار دیا ہے کہ میں جب چاہوں اس قدر روپے کو یہ جائد مشتری سے خرید لوں اسے میرے ہاتھ بیچ میں عذر نہ ہوگا تو اس کے جانے سے
 بیعت میں اصلاً حرج نہیں کہ عقد تو وہی تھا جو ان میں باہم زبانی ہوا اس میں اس شرط کا اصلاً ذکر نہ تھا بیعنامہ میں ایک ساتھ تحریر ہونا عقد شرعی
 کو صحیح واقع ہونا فاسد نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ۳۔ از ضلع پر بھٹی صوبہ اوڑنگ آباد مرسلہ مولوی سید غلام رسول حسین صاحب وکیل ۱۶ رمضان ۱۳۰۵ھ

سئلہ يتعلق بہ مسأله التماق الشرط بعد العقد بالعقد وفيها قولان مصححان - ۱۲ منہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مٹی کی بیخ و شراب میں کہ جائز ہے یا ناجائز، درختخار کے بیخ ناسد میں تحریر فرماتے (بطل بیخ مالیس ببال المال ما یمیل الیہ الطبع و یجری فیہ البذل والمنع و یدر فخرج التراب و نحوہ) اور بعض مقام میں جیسا کہ مقام پر مٹی میں مٹی کی طرف لمبا رخ مائل ہیں اور اس میں بذل و منع جاری ہے اور بیخ و شراب بھی جاری ہے اور یو مافیوماس کی قدر و قیمت زیادہ ہوتی جاتی ہے اس صورت میں مٹی پر مال کی تعریف صادق آسکتی ہے یا نہیں اور اس کی بیخ و شراب شرعاً جائز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بیخ و شراب تو جبروا۔

الجواب۔ مٹی کے مال و مصالح بیخ نہیں وہ تراب قلیل ہے جن میں بذل و منع نہیں جیسے ایک مٹھی خاک ورنہ تراب کثیر خصوصاً بعد نقل ہونے پر مال ہے اور عموماً اس کی بیخ میں تمام بلاد۔ مٹی کی گائٹھیاں چھتوں پر ڈالنے یا کھنگل کرنے یا اتبنے کے ڈھیلوں کے لئے سب جگہ بکتی ہیں، ردالمحتار میں اس عبارت درختخار پر لکھا قولہ فخرج التراب ای القلیل مادام فی محلہ والافقد یعرض لہ بالنقل ما یصیب بہ مالا معتبراً و اعتلہ اللہ بکثر زمین خود مٹی ہے اور اس کی بیخ قطعاً جائز تو مناظر وہی تحقق عدال ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پہلی بھیت محلہ پنجابیان متصل مسجد مسکن شیخ عبدالعزیز صاحب ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۲۸۰ھ

بسم الرحمن الرحیم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسلم تاجر لٹہ نے ایک روز قوم ہنود تعلقہ دار کے ساتھ بائیں شرائط چوب فروش کی کہ جس نمونہ اور پیمائش کی لکڑی بکر کو درکار ہوگی زید چر کر اپنے مصارف بار برداری سے بذریعہ ریل یا کشتی کے زید اس مال کو بکر کے مکان پر پہنچا دیوے گا اور بکر نے یہ معاہدہ کیا کہ بعد پہنچ جانے اس مال کے تاریخ پہنچنے سے عرصہ تیس یوم میں قیمت اس لکڑی کی بشرط عین زید کو ادا کر دیوں گے اور اگر اس عرصہ میں نہ ادا کریں تو قیمت اس کی تین روپیہ کے نرخ سے دیوں گے چنانچہ زید نے حسب پیمائش فرمائش بکر کی لکڑی تیار کر کے بکر کو اطلاع دی کہ لکڑی تیار ہے حسب معاہدہ سابقہ متری بھجوا کر پاس کر جاوے چنانچہ متری آیا اور زید کے مکان پر اس لکڑی کو پاس کر کے اپنا نشان اور ٹاپنچ لگا گیا اور زید نے اس پاس شدہ لکڑی کو اپنے مصارف بار برداری سے بکر کے مکان پر پہنچا دیا اور بعد پہنچا دینے کے بکر کے ذی اختیار کارکنان کا زندگان سے رسید و تسخلی حاصل کر لی اس مابین میں کہ جب تک وصولیابی روپیہ کا زمانہ آوے علاقہ بکر میں انتظاماً تبدیل و تغیر واقع ہوا اور بجائے کارندگان سابق کے دوسرا کارگانہ یورپین سے قائم ہوا اس سے قیمت کار روپیہ طلب کیا گیا اول تو بوجہ ابتدائے انتظام کے اس نے یلت و لعل کیا پھر عرصہ تین چار مہینے بعد اس لکڑی متری کی پاس شدہ میں سے بقدر ایک ٹلٹ کے ناقص انتخاب کی اور اب کہ بجائے ۳۰ یوم کے معاہدہ کے عرصہ آٹھ سات ماہ کا منقضی ہوتا ہے ہنود قیمت چوب کار روپیہ ادا نہیں ہوا اور طلب پر بکر خود راہ زید اس کا کارندہ جدید جواب دیتے ہیں کہ جس قدر لکڑی ہم نے ناقص برآمد کی ہے واپس لے جاؤ اور باقی ماندہ عمدہ مال کی قیمت شرح عین کی دی جاوے گی کیا ایسی صورت میں جائز ہوگا کہ زید بذریعہ نالش محکمہ جات حکام زمانہ کے امداد سے حسب شرائط فی مابین کے پاس اس مال کی قیمت جس کو بکر کا متری پاس کر کے نشان دے گیا تھا اور زید نے اس کو بکر کے مکان پر پہنچا کر رسید حاصل کی ہے بشرط سے روپیہ کے نرخ محکمہ کے وصول کر کے یا حسب خواہش بکر کے عمدہ لکڑی کی قیمت بہ نرخ عین کے وصول کر کے ناقص منتخب کی ہوئی لکڑی اپنا دوسرے مصارف خرچ کر کے واپس لاوے بیان فرمائیں ثواب پائیں فقط۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں بیخ ہی نہ ہوتی کہ یہ لکڑی وقت بیخ معدوم و غیر ملوک بالکے تھی اور ایسی چیز کی بیخ بے طریق سلم باطل محض ہے درختخار میں ہے بطل بیخ مالیس فی منکھ لبطلان بیخ المعدوم و مالہ خطر العدم ملا بطریق السلولانہ صلی اللہ تعالیٰ

عليه وسلم نهي من بيع ما ليس عند الانسان ودرخص في السلم والتجارة من يبيع المعدوم وماله خطر العدم كالحل واللبن في الفروع ولا يبيع ما ليس مملوكا له وان ملكه بعده الا السلم الخ توزيد و بكمين باهم كوني معاودة هي نہیں جس کی بنا پر ایک دوسرے سے کچھ مطالبہ کر کے زید اپنی لکڑی تمام وکمال واپس لے اور اپنے صرف سے جہاں چاہے بجائے ہاں اب از سر نو اس مال بوجودہ کی بیع برضا ئے باہمی جس قیمت پر ہو جائے تو وہ جائز ہوگی اور اس کا مطالبہ ہو سکے گا واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۔ از شاہجہاں پور مدرسہ عنایت حسین خاں محلہ ہاشمی خان ۲۷ ربیع الآخر ۱۲۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین او پر اس بات کے کہ زید نے پیداوار رس قبل تیار ہونے پیداوار کھیت نیشکر اڑوے تخمینہ و اندازہ کے کہ جو بقیہ چار ماہ کے اگر اللہ نے چاہا تو پیدا ہوگا اس مال رس کو زید نے یہ نفع مبلغ ۵۰۰ روپیہ من بوزن خام بدست بکر کے اس شرط سے فروخت کیا اور فوراً از قیمت پیشگی بیباک کر لیا شرط باہم یہ قرار پائی کہ اگر تخمینہ مذکورہ سے مال رس کم پیدا ہوگا اس وجہ سے کم دیا جاوے گا تو فی من خام آدھ آنہ کے جس کے حساب سے ۲۵۰ سو من خام پر ہوتے ہیں بطریق منافع جس کو عوام الناس گئے کہتے ہیں بوجہ پیشگی لینے روپیہ کے زید کو مع روپیہ باقی ماندہ کے بکر کو دینا ہوں گے لہذا یہ بیع اور کی منافع دونوں شرعا مذہب حنفیہ میں جائز ہیں یا کہا دوجہ رکھتے ہیں عند اللہ اجر و ثواب ہوگا۔

الجواب ۱۔ یہ بیع بھی حرام اور یہ شرط بھی حرام اور یہ دام جو اس کی پر لے جائیں گے زے سود ہیں فان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نھی عن بیع ما ليس عندہ وعن بیع و شرط والربوہو الفضل المستحق بالعقد الخالی عن العوض کما فی الهدایة والمسائل و صرح اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۔ از شہر کتبہ مدرسہ مولوی فدا یار خان صاحب اصفہر ۱۲۸۵ھ

جناب مولانا معظم مکرم دام سالما۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک مسلمان شخص کے ہاتھ رس بیچا تھا بہ نرخ ۵۰۰ روپیہ فیصدی من یہ شرط ٹھہری تھی کہ بعد ختم بیل ڈیڑھ مہینہ کے اندر جو روپیہ باقی بچکے گا دیں گے اگر نہ دیں گے تو اس کا نرخ مع ۵۰ روپیہ اور اگر خدایا کے اوپر ہمارا روپیہ باقی بچکے وہ بھی ڈیڑھ مہینہ کے اندر دیں اگر میعادین نہ دیں تو ۱۰۰ روپیہ کا نرخ لیں۔ سو روپیہ ہمارا نکلا تیرہ سو اور میعاد گزر گئی اب نرخ مع ۵۰ روپیہ کا لینا سود تو نہیں ہے یا ہے چونکہ میں آپ سے اکثر اپنے معاملات پوچھ لیتا ہوں لہذا اب بھی تصدیق دیتا ہوں کہ مجھ کو صبح اس کی اطلاع ہو جائے زیادہ نیاز خاکسار خدایا رب تبتہ اللہ بالتصدیق والاقراء۔

الجواب ۱۔ یہ شرط فاسد اور عقد حرام ہے دو وجہ سے اولاً اس شرط میں اعداد العاقدين کی منفعت ہے وکل شرط کذا فاسد وکل شرط فاسد فھو یفسد البیع وکل بیع فاسد حرام واجب الفسخ علی کل من العاقدين فان لم یفسخا اثما جمیعا وفسخ القا ضی بالجبس ثانیاً اس میں جہالت قدر ثمن لازم آئندہ اور خاصہ قمار ہے کہ بائع مشتری کے لئے ایک آئندہ نامعلوم صورت میں کہ خدا جانے کس طرح واقع ہوگی ہار جیت یہی گئی ہے اور قمار بھنص قطعی قرآن حرام ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۔ سمدہ و فصلی علی رسول اللہ کریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس معاملہ میں کہ زید نے عروس سے مبلغ مال لے کر ایک اقرار نامہ بدیں مضمون تحریر کیا کہ (۱۲۰) روپے لکڑی پانچ اقساط میں دو گنا بخیلہ ان کے صرف ۲۵ روپے لکڑی دی اقرار نامہ اور اقرار نامہ مذکورہ صدر میں یہ شرط تحریر کی کہ اگر کسی جانب سے

لین دین لکڑی میں انحراف ہو تو پانچ روپیہ فی چھ ہر جہ لینے کا ایک دوسرے سے مستحق ہو گا پس عمر و زید سے اس صورت سے ہر جہ تحریر لینے کا شرعاً مستحق ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں اگر لکڑی زید کے پاس اس وقت موجود نہ تھی تو یہ بیع حرام و باطل ہوئی عمر و پر لازم ہے کہ یہ ۲۵ چھٹے بھی زید کو واپس دے اور زید پر لازم کہ پورے مال کے عمر و کو پھر دے اور اگر لکڑی موجود و معین تھی اور پھر اس میں سے ۱۱۵ چھٹے مشتری کو نہ دی تو زید پر فرض ہے کہ اب دیدے اور اگر وہ لکڑی دوسری جگہ بیچ ڈالی ہے تو زید سخت گنہگار ہوا اور عمر و اپنی لکڑی اس دوسرے مشتری سے واپس لے سکتا ہے اور اگر پتہ نہ چلے تو ۱۱۵ چھٹے کے جو دام بازار کے بھاؤ سے ہوئے عمر و زید سے لے۔ بہر حال ہر جہ لینے کا کسی صورت میں اختیار نہیں نہ وہ شرط اقرار نامہ اصلاً قابل قبول۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ۲۲ / محرم الحرام ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھال مردہ کا بیچنا جائز ہے یا نہیں اور ہڈی بیچنا جائز ہے یا نہیں بعض عالم کہتے ہیں جائز نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں جائز ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب۔ کھال اگر پکا کر یا دھوپ میں سکھا کر دباغت کر لی جائے تو بیچنا جائز ہے لطھارتہ وحل الانتفاع بہ ورنہ حرام و باطل ہے لانه جزء مینة و بیع المیتة باطل ہڈی پر اگر دسومت نہ ہو خشک ہو تو اس کی بیع بھی جائز ہے لہذا تقدیر لان الحیاء لا تخلہ اور ان احکام سے خبر پر مستثنیٰ ہے اس کی کھال یا ہڈی کسی حال میں اصلاً خرید و فروخت یا کسی قسم کے انتفاع کے قابل نہیں لہذا عینہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ۱۔ مرسلہ محمد بشیر الدین طالب علم مدرسہ امداد العلوم محلہ بانسمنڈی کانپور ۲۹ / صفر ۱۳۳۰ھ

کوئی شخص زندہ گائے و یا بکری وغیرہ کی کھال چھوڑ کر صرف گوشت خریدے ذبح کرنے کے بعد دس بارہ آدمی ملکر تقسیم کر کے کھائیں اس صورت میں بیع کیسی ہے اور گوشت کھانا حلال ہے یا حرام بینوا تو جروا۔

الجواب۔ بیع فاسد ہے اور وہ کھانا حرام والوجه ظاہر فھو کذب فی سقف بل اشد قال فی الدر فی السراج لوسلم الصوف واللبن بعد العقد لم یقلب صحیحاً و کذا کل ما اتصالہ خلقی بجلد حیوان ونوی تمر و بزیر بطیخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ۱۔ از جاوہر ملک مالوہ مسؤلہ جناب سید مقبول عیسیٰ صاحب ۱۲ / جمادی الآخر ۱۳۳۱ھ

۱۔ مسماة زینب سے زید نے اس شرط پر نکاح کیا اور ایک دستاویز کا بین نامہ بھی اس مضمون کی لکھی کہ جو زینب کو بالعوض دین ہر مبلغ پچاس ہزار روپے اور دوا شرفی کے اپنے نکاح میں لایا ہوں میں اور بالعوض اس دین ہر کے جو دو قطعے مکانات نصف نصف حصہ خود میں صد و دار بند ہیں زینب کو دین ہر میں دیدی اور جو آئندہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ میں اپنے قوت بازو سے پیدا کرے گا اس کا مالک بھی عوض اس دین ہر کے منکوحہ رہے گی اور بشرط نا اتفاقی جمیع جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی مالک منکوحہ ہے اس جائیداد میں میرا اور میرے خویش اقارب کا کسی طرح سے دعویٰ نہ ہوگا۔ بعد ازاں ایک مدت کے بعد زید نے اور جائیداد منقولہ وغیر منقولہ اپنے قوت بازو سے پیدا کی وہ بھی جائیداد منقولہ

پھر منقولہ بموجب شرط کا بین نامہ زمین کو دیکر نصف قبضہ کر دیا اندریں صورت مالک جیسے جائداد کی زمین قرار پا سکتی ہے یا زید اور جو شے
دین ہر میں اس صورت سے دیدی جائے کیا قبضہ لازم ہوگا اور بلا قبضہ ہو تو کیا حکم ہے۔

۱۔ بعد دو چار برس کے منجملہ بیع جائداد مذکورہ ایک مکان میں کرایہ دار رہتا تھا وہ مالک بن گیا زید نے اپنے نام نالاش کر کے قبضہ لیا اور زمین
کو دیا ویانڈیا اور دیگر شخص نے زید پر نالاش کر کے اس مکان کو حراج کرایا اب اس مکان کی دعویٰ دار زمین ہوئی اور زید کو اقرار ہے اندریں صورت
اس مکان کی مالک زمین ہو سکتی ہے یا نہیں۔

الجواب۔ (۱) دین ہر کے عوض دینا ہرہ بالعوض ہے اور ہرہ بالعوض بیع اور بیع میں قبضہ شرط نہیں فی الدر المختار لو قال دہبتک بكذا نحو
بیع ابتداء وانتهاء مگر یہ کا بین نامہ جو زید نے لکھا اس میں دو قطعہ مکان بعوض دین ہر دئے ہیں اور یہ شرط کی ہے کہ آئندہ جو حاصل کرے وہ
بھی بعوض دین ہر ملک زوہر ہو اور بحال ناانفاتی تمام کمال کی مالک ہو یہ دونوں شرطیں باطل ہیں اس باطل کی بنا پر جو بعد کی جائداد زید نے
زینت کو دی وہ زمین کی ملک نہ ہوئی اگرچہ ہرہ قبضہ کر دیا ہو فان المبیعی علی الباطل باطل والباطل لاحکوم لہ تو ان سب کا دستور
زید ہی مالک ہے رہے وہ دو قطعہ مکان جو اول بعوض ہر دئے وہ بوجہ شرط فاسد بیع فاسد ہے زید و زمین پر واجب ہے کہ اس بیع کو فسخ کریں مکان
زید کو واپس دیئے جائیں ہر زمین کا ذمہ دار زید رہے جبکہ وہ مکان قبضہ و ملک زمین میں ہنوز موجود ہیں اور اگر زمین ان کو کسی اور کے ہاتھ
بیع صحیح یا ہبہ یا وقف یا وصیت یا رہن کر چکی تو اب مکانوں کی واپسی نہ ہوگی مگر ہر میں سے آٹھاسی ساقط ہوا بقضے کی مالیت وہ مکان بہ نرخ بازار ہوں
باقی ہر ذمہ زید رہا۔

(۲) اگر وہ مکان بعد کی جائداد میں تھا جب تو ظاہر ہے کہ زمین اس کی مالک ہی نہ تھی، زید کا اقرار اپنے اسی شرط باطل کی بنا پر اور باطل کی بنا پر
جو اقرار ہو باطل ہے کما فی الاشیاء والدر وغیرہا اور اگر وہ ان دونوں مکانوں میں سے تھا جو وقت نکاح ہر میں دیے تو ہم بیان کر چکے کہ وہ بیع فاسد
واجب الفسخ تھی اور زمین کا اسے کر یہ پر دینا مانع فسخ نہ تھا فی الدر المختار ان باعہ المشتوی فاسدا بیعا صحیحا با تا لغير بائعہ او دہبہ
وسلم او وقفہ وقفہ صحیحا اور ہنہ اذا وصی او تصدق بہ فسخ البیع الفاسد فی جمیع مامروا متنوع الفسخ لتعلق حق العبد
بہ وکذا کل تصرف قوی غیر اجارۃ و نکاح رد المختار میں ہے لان الاجارۃ تفسخ بالاعذار ورفع الفساد من الاعذار
اب کہ زید نے اسے اپنی ملک ٹھہر کر دعویٰ کیا اور ڈگری پائی یہ اس بیع فاسد کا فسخ ہو گیا مکان زید کو واپس آ گیا اور زمین کا ہر اس پر رہا پھر زید کا
اسے دیدینا اگر وہی رہنا ہے سابق ہو جب تو باطل و بے سود ہے اور اب قبضہ زمین سے بھی ملک زمین نہ ہوگی کہ اس وقت تک بیع فاسد
تھی اب بعد فسخ باطل ہوگی۔ ہاں اگر اس بنا پر نہ ہو بلکہ اپنی طرف سے ہبہ مستقل کر کے زمین کو فالصن کر دیا ہو تو زمین مالک ہوگی جبکہ وہ
نصف قطعہ مشائخ نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری، ۲۲ رجب ۱۳۱۷ھ

عزوی کی مسجد میں یہ قاعدہ ہے کہ جو درخت مسجد میں ہیں ان کی سوکھی لکڑی گری ہوئی کھا رہیشہ خرچ میں لاتا ہے ہمیشہ کے لئے لوٹے
گھڑے کھا مسجد کے خرچ کو دیتا ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الجواب۔ یہ عقوبت و مجرم ہونے کے ناجائز ہے نہیں معلوم کتنی کڑی گزے گی نہیں معلوم کتنے لوگوں کی حاجت ہوگی ہاں اگر یوں ہو کڑی کڑی کے عوض اتنے لوٹے تو جائز ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ حافظ محمد امین صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان ۲۵ محرم ۱۳۲۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص کسی کا مال چوری کر کے لایا اور اس نے اس مال کو فروخت کرنا چاہا تو جس شخص کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ مال چوری کا ہے اور پھر بھی اس کو خریدتا ہے تو اس کے لئے وہ خریدنا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص لاعلمی میں ایسا مال مسروقہ خرید لیوے تو کیا حکم ہے۔ اور بعد خرید لینے کے معلوم ہو جائے کہ یہ مال چوری کا تھا جب کیا حکم ہے۔

(۲) ایک شخص ہندوہ میں بس بس سے کسی محکمہ میں ملازم ہے اور وہ نوکری کا استغفار دے کر حج بیت اللہ شریف کو جاتا ہے دوسرا شخص یہ چاہتا ہے کہ تم استغفار مت دو بلکہ ہذریعہ درخواست بجائے اپنے بھکو قائم کرو اور مجھے پچاس روپیہ لے لو تو یہ روپیہ لینا سابقہ ملازم کے واسطے درست ہے یا نہیں۔

الجواب۔ (۱) چوری کا مال دانستہ خریدنا حرام ہے بلکہ اگر معلوم نہ ہو مطلقاً ہو جب بھی حرام ہے مثلاً کوئی جاہل شخص کہ اس کے موٹرن بھی جاہل تھے کوئی اعلیٰ کتاب بیچنے کو لائے اور اپنی ملک بتائے اس کے خریدنے کی اجازت نہیں اور اگر معلوم ہے نہ کوئی واضح قرینہ تو خریداری جائز ہے پھر اگر ثابت ہو جائے کہ یہ چوری کا مال ہے تو اس کا استعمال حرام ہے بلکہ مالک کو دیا جائے اور وہ نہ تو اس کے وارثوں کو اور انکا بھی پتہ نہ چل سکے تو فقراء کو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ مسئلہ بہت مشتبہ ہے اور اختلاف کثیر میں اور نظائر تشابہ میں اور احتراز اولیٰ ہے انظر رد المحتار من اول ابيوع، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از قصبہ نیٹور ضلع بجنور محلہ سادات مرسلہ نید شاہ حسین انسپیکٹر پنشنیر ۲۹ محرم ۱۳۲۵ھ

جناب عالی! نہایت ادب سے گزارش ہے کہ میں نے ایک مولوی صاحب سے ذریعہ تحریر بابت پرائیسری نوٹ ۵ ملے دریافت کئے تو یہ جواب آیا جو ملاحظہ کیئے ارسال کرتا ہوں اور نیٹور کے مدرسہ اسلامیہ کے حامد حسین مولوی صاحب سے دریافت کیا تو فرمایا کہ ہدیہ کتاب الزکوٰۃ میں تحریر ہے کہ جو روپیہ ملک میں ہو یا کسی کو امانت یا قرض سے رکھا ہو اور اسکے ملنے کی امید ہو چاہے دیون مقرر ہو یا مفلس یا منکر مگر منکر کی صورت میں و این کے پاس اپنے قرض کی پکی سند ہو مثلاً مغنبر گواہ یا دیون کا اقرار نامہ ہو تو ایسے قرض کی زکوٰۃ مالک کے ذمہ واجب ہے مالک روپیہ مذکور دیون یا امانت دار سے لے کر قبضہ کرے یا نہ کرے اب عرض یہ ہے کہ پرائیسری نوٹ کا روپیہ مردہ نہیں ہے البتہ اس قدر ضرور ہے قابو ہے کہ ضرورت کے وقت مالک کو نہیں مل سکتا جب گورنمنٹ کے اعلان پر کوئی جدید خریدار پیدا ہو اس وقت روپیہ مالک کو مل جائے گا اب اس کے واسطے جس قدر زمانہ گزرے یہ قاعدہ گویا ایسا ہے جیسے کہ کسی کارخانہ یا کمپنی میں حصے فروخت ہوں اور کوئی شخص اول حصہ جات کو خرید کر لے اب اگر حصہ دار اپنا روپیہ کارخانہ یا کمپنی سے واپس لینا چاہے تو اس کو اس وقت تک روپیہ نہیں مل سکتا جب تک کہ ان حصوں کا خریدار پیدا نہ ہو خواہ کسی قدر زمانہ گزر جائے البتہ منافع مقررہ ملتا رہے گا اب براہ کرم دہندہ نوازی کے جواب شافی مرحمت فرمائیے ۶ پائی کا ٹکٹ جواب کے لئے ارسال ہے بحث صرف پرائیسری نوٹ کے بابت ہے سیونگ بینک کا جواب نہیں چاہتا زیادہ عداوت۔ حاضر الوقت حسین احمد دست بستہ سلام عرض کرتا ہے یہ سید صاحب بہت ہی شش و پنج میں مبتلا ہیں ان کی تسلی فرمادیجئے گا ازراہ کرم فقط۔

الجواب۔ پراسیری نوٹ کاروپہ گورنٹ کبھی واپس نہیں دیتی ہے خریدار پیدیا ہونے پر اگر یہ بیع کرے گا تو خریدار سے روپیہ لیکر گورنٹ کے یہاں سو دینے کے لئے اس کے نام کی جگہ خریدار کا نام قائم ہو جائے گا یہ اس قرض کا واپس ملنا نہ ہو اقرض ملتا تو گورنٹ سے ملتا نہ کہ خریدار سے تو وہ قرض یقیناً مردہ ہے اور یہ کہ ملتا ہے غیر دیوں کے ہاتھ دین کی بیع سے ملتا ہے وہ بیع ناجائز و فاسد و حرام ہے مگر جبکہ خریدار کو دیوں سے اس کا قبضہ لینے پر مسلط کر دے اشباہ میں ہے لاجوز بیع الدین ممن لیس علیہ الدین الا اذا سلطہ علی قبضۃ اور یہاں قبضہ پر مسلط کرنا ناممکن ہے کہ سو خریدار بدلیں گورنٹ وہ روپیہ کسی کو نہ دے گی سو دیتی رہے گی تو یہ روپیہ قطعاً اجنا حرام محض بیچنا حرام روپیہ لینا حرام اور لے لیا ہو تو واپس دینا فرض ہے پھر اس روپیہ سے کون سے انتفاع کا امکان ہو اور یہی معنی قرض مردہ کے ہوں کہ ملک ہوا اور انتفاع پر قدرت نہ ہو لہذا حکم وہی ہے جو فتویٰ اول میں لکھا گیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ریاست راجپور محلہ گھیر پورن سنگھ متصل قرتان مسجد ۱۳۳۲ھ مرسلہ محمد عبد القادر ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ۔

ماقولہ رحمہ اللہ تعالیٰ فی ہذہ المسئلۃ زید نے نو آنے قیمت کے ایک ٹکٹ ۹ آنے سے لے کر سرکار میں داخل کیا بعد ازاں سرکار نے اسی زید سے سوار روپیہ لے کر اس کو چار ٹکٹ اور دیر یا بعد اس کے زید نے وہی چار ٹکٹ وہی سوار روپیہ بیچ کر پھر سرکار میں داخل کیا بعد روپیہ داخل کرنے کے سرکار نے اسی روپیہ کے دو ٹکٹ کا ایک کپڑا زید کو دیدیا اب یہ معاملہ مطابق شرح شریعت کے جائز ہے یا نہیں اور یہ کپڑا سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں بینواتوجروا بالذلائل وحوالہ الکتب

الجواب۔ یہ صورت شرعاً باطل و ناجائز ہے کہ وہ ٹکٹ جو اس کے ہاتھ بیچا جاتا ہے اور یہ دوسروں کے ہاتھ بیچتا ہے اصلاً مال نہیں تو رکن بیع کہ مبادلۃ المال بالمال ہے اس میں تحقق نہیں اس کی حالت مٹی سے بھی بدتر ہے مٹی پھر بھی کام آتی ہے اور یہ کسی مصرف کا نہیں سوائے اس کے کہ احق پہلے اپنا گلا پھانے پھر اس کے پھرانے کو اپنے سے چار احق اور تلاش کرے اور ان میں ہر ایک کو چار چار ٹھونڈنا پڑیں اور یہ سلسلہ بڑھتا رہے یا بعض احمقوں کے خسارہ پر ختم ہو جائے ہاں وہ کپڑا کہ اسے ملا وہ معاوضہ نہیں ہوتا بلکہ بطور انعام دیا جاتا ہے تو وہ فی نفسہ اس کے لئے جائز اور اس سے نماز درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسؤل محمد سیلمان شاہ جہاں پور۔

کیا فواتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس شہر میں جس قدر اقدادہ زمین مکانات سے باہر گلیوں کو چوں میں ہیں سب سرکار نے قبضہ کر لی ہے ہبلک کو مکان بنانا دیوار بنانی منع کر دیا ہے اب اگر دوسرا پروس زمین مقبوضہ کو سرکار سے خرید کر مکان بنانے جائز ہے یا نہیں۔ بینواتوجروا۔

الجواب۔ اگر وہ زمین اقدادہ غیر ملوکہ تھی جسے شرع میں عادی الارض عرف مال میں سرکاری زمین کہتے ہیں تو خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از اوہ پور میواڑ ہمارا ناہائی اسکول، مسؤلہ وزیر احمد مدرس

مسلمان کو ہندو مردہ جلانے کے لئے لکڑیاں بیچنا جائز ہے یا نہیں

الجواب :- لکڑیاں بیچنے میں حرج نہیں لان المعصیة لانقوم بعینھا مگر جلانے میں اعانت کی نیت نہ کرے اپنا ایک ال بیچے اور دام لے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از شہر محلہ سوداگران مسؤلہ حافظ مولوی محمد شمس علی صاحب رضوی مدرسہ منظر اسلام ۵ ارف صفر ۱۳۹۰ھ

الی اعلیٰ حضرت سیدنا و سید اہل السنة و الجماعۃ مجدد المائۃ الخاضرة مد ظلہم الاقدس السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ بعد انتم عبتکم القدسیہ۔ ما تقول الشریعہ الحنفیہ الخفاء فی ہذہ المسئلۃ هل يجوز مبا یلعة الخنیش الذی یقال لہ فی الہندیۃ بھنگ۔

الجواب :- يجوز للدواء وان ظن انه يتعاطاه للتفتير لا يحل الیبع منه لقيام المعصیة به بعینہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از ریاست راپور، یکم ذی القعدہ ۱۳۸۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حقیقت اپنی زوجہ کے نام بعوض دس ہزار روپے اور حقوق زوجیت بیع قطعی کی جائداد پر عورت کا قبضہ ہے اور عاقدین میں کوئی نزاع نہیں ثالث جو بائع کا ڈگری دار ہے اس بیع کو کالعدم قرار دیتا ہے کچھری سے تجویز ہو جانے جزو ثمن یعنی حقوق زوجیت ثمن ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے لہذا بیع باطل ہے۔ سوال یہ ہے کہ حقوق زوجیت نان نفقہ قرار پا کر بھی مال ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ ایسی بیع باطل ہے یا صحیح یا فاسد اور اگر کوئی بیع ایسی دو چیزوں کے معاوضہ میں ہو جن میں سے ایک پاک ہو سکتی ہو تو بقیہ جز کے اعتبار سے بیع صحیح ہو سکتی ہے۔

الجواب :- حقوق زوجیت کہ ثمن قرار دیئے گئے مال ہیں یعنی ہر و نفقہ و کسوت، درختاریں ہے یسقط الخلع کل حق یتعلق بذالک

النکاح رد الختاریں ہے شمل المهر و النفقة المفروضة و الماضیة و الکسوة کذا لک تو اس بیع کے انعقاد میں شک نہیں پھر اگر حقوق ثابتہ معلوم ہیں تو بیع صحیح ہے اور اگر یہ مراد ہو کہ آئندہ نفقہ سے بھی اس کے عوض برار ت ہو تو بیع فاسد ہے لانہ شرط فاسد فیہ نفع احد العاقدین فیفسد الیبع اور بیع فاسد میں بھی بعد قبضہ ملک مشتری ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ ملک خبیث ہے کما نصوا علیہ قاطبۃ۔ دوسرے سوال کو یہاں سے تعلق نہ رہا کہ حقوق زوجیت مال ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از دعامن گاؤں ضلع امراتی، برار معرفت حاجی محمد عثمان ٹبر مرچنٹ مسؤلہ ضیاء الدین ۱۱ رمضان ۱۳۹۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ دو شخص آپس میں سودا کرتے ہیں مثلاً ایک دوسرے سے ایک قسم کی لکڑی خریدتا ہے کہ اسوقت اس لکڑی کی قیمت فی عدد تین روپے ہے اب دونوں میں یہ شرط ٹھہری ہے کہ فلاں تاریخ اس قسم کی لکڑی کی سودا ہوگا اگر اس قیمت میں پر لکڑی نہ نہ دیکھا تو اسوقت کے بھاؤ کے موافق روپیہ لے لوں گا ہنگامہ ہو یا ست اور بیچنے والا بھی راضی ہو کر قبول کر لیتا ہے اور لکڑی کے سب دام پہلے سے لیتا ہے اس بیع پر شرع مطہر کیا حکم ہے بینوا تو جروا۔

الجواب :- یہ بیع حرام ہے کہ نرخ وقت کے حساب سے روپیہ لے لینے کی شرط جو بہ جہالت شرط فاسد ہے اور شرط فاسد سے بیع فاسد ہوتی ہے اور بیع فاسد حرام و مثل روپے کما فی الدر المختار وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از چوک لکنؤ مدرسہ فرقانیہ مدرسہ ہانظیفیج اکرام الدین رضوی ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ
چہ میفرمایند علمائے دین در صحت بیع ایفون و بنگ۔

الجواب :- صحت بیع چیزے دیگر است و جواز بمعنی حل دیگر نہیں اگر یہ تمامہ سکے حرام است فاما ہنچو خمر و خنزیر یا زقوم بزینفقا وہ است و چون
بیع بر مال متقوم مقدور التسلیم وارد شود صحیح بود گو حرام باشد پس صحت درینہا مطلق است و اگر برائے تداوی از بیرون بدن میخورد جواز بمعنی حل نیز
باشد و اگر برائے مصیبت میخورد و نیست قال تعالی ولا تقاولوا علی الاثام والعدوان واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۲۔ از ضلع سلیمور موضع سگو ڈاکا نہ سگو، مولوی محمد حیات بروز یکشنبہ ۱۶ رذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

علمائے دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں جو کہ جانور حلال مر جائے اس کو مسلمان بکری کر کے اپنی ضرورت ادا کرنی
جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :- جو جانور مردار ہو گیا بغیر ذبح شرعی کے مر گیا اس کا بیچنا حرام ہے اور اس کے دام حرام واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۳۔ مسؤلہ عبد الرحیم و خدا بخش بریلی محلہ اعظم نمبر ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قبرستان جو ایک مدت سے ہندوؤں کے قبضہ میں تھا حکم مظاہر الاسلام
کے والد نے اس کو بیہ کوشش اہل محلہ کپھری کے ذریعہ سے ہندوؤں سے واپس لیا بعد مرگ مظاہر الاسلام رحیم بخش بھشتی نے بہت کم قیمت کو زویہ
مظاہر الاسلام سے خرید لیا اور ایک بیعنامہ موروثی زمین قرار دے کر لکھا لیا کسی اہل محلہ کو معلوم بھی نہ ہوا رحیم بخش جاتا تھا کہ قبرستان ہے مگر نفع
کے خیال سے خرید لیا ایسا خرید و فروخت قبرستان جائز ہے یا حرام اور اہل محلہ اس قبرستان کو رحیم بخش کے ہاتھ سے قیمت دیکر چھڑائیں یا بغیر
قیمت اور اگر نہ چھڑائیں تو شرعی موافقہ دیکر طے ہے یا نہیں اور رحیم بخش کو اصلی قیمت لینا چاہئے یا جو بیعنامہ میں لکھی ہے یا زیادہ۔ اور اگر قیمت
لیں تو موافقہ شرعی ہو گیا یا نہیں، بینوا تو جروا۔

الجواب :- رحیم بخش پر فرض ہے کہ قبرستان کو فوراً فوراً بلا قیمت چھوڑ دے اگر نہ چھوڑے گا تو روز قیامت اس کا عذاب یہ ہے کہ اُسے
تکلیف دی جائے گی کہ زمین کا اتنا ٹکڑا ساتوں بطنے تک کھودے پھر وہ کروڑ ہا کروڑ من پہاڑ اس کے گلے میں طوق ڈالے جائیں اس پر اگر ایک کوڑی
قیمت لے گا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے اہل محلہ پر فرض ہے کہ ہر جائز کوشش سے قبرستان کو بلا قیمت اس کے قبضہ ظلم سے چھڑائیں اگر
مجبور ہوں اور بے قیمت نہ چھوڑ سکے تو یہ قیمت دے سکتے ہیں مگر اس کا لینا اسے سورا کی مثل ہو گا خواہ اصلی یا بیعنامہ کی کم یا زیادہ ہر طرح حرام
قطعی ہے ہاں اس نے جو قیمت زویہ مظاہر الاسلام کو دی وہ اس عورت پر حرام قطعی ہے وہ رحیم بخش کو واپس دے مگر رحیم بخش اس کی واپسی پر
قبرستان کو روک نہیں سکتا اُسے فوراً بلا قیمت و اگر اشت دے خواہ اسے عورت سے واپس لے یا نہ لے، واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۴۔ از سورت محلہ سید واڑہ سید عبدالقادر سید حسن واعظ بروز دو شنبہ بتاریخ ۶ صفر المنظر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسئلوں میں کہ ایک قصبہ میں مسلمانوں میں دو فریق ہو گئے تھے اس پر سے شہر سورت
میں سے دو تین شخص کو مذکورہ قصبہ والے لے گئے اور انھوں نے دونوں کو ایک جگہ جمع کئے اور جس کا تصور پایا ان سے کہا کہ تم مقابل فریق سے

اپنا تصور معاف کراؤ تو انھوں نے مقابل فریق سے قصور کی معافی چاہی بعد جو شخص سورت سے گئے تھے انھوں نے اپنے پیسے سے فیروز
منگوائی اور مجلس میں تقسیم کر دی اس میں سے ایک شخص نے وہ فیروز منگوائی اور کہا کہ تم بکری فروخت کرنے کے دلال ہو تو تمھارے مکان کا پانچواں
کھانا اور شیرینی چار مذہب میں حرام ہے تو کہنے والا لگتا ہے یا نہیں۔

(۱) سورت میں لوگ اپنی بکری و کیلوں پر روانہ کرتے ہیں اس شرط پر کہ تم اس کو بیچو اور اس کی قیمت ہم کو پوری ادا کرو۔ نفع نقصان و کھل
کے ذمہ ہے اور دلالی کا روپیہ فی صدی دو روپیہ لیلویہ درست ہے یا نہیں۔

(۲) ایسی کمائی ہو مسلمان کی تو اس کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں۔

(۳) بے پڑھا فتویٰ دیدے کہ چار مذہب میں حرام تو اس کا کیا حکم ہے۔

الجواب۔ (۱) اس عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ ایک قیمت معین کر دیتے ہیں کہ اتنے دام ہم کو بھجودے خواہ تم کو بیچو یا زیاہ

کو اور ان داموں میں سے دو روپیہ فی صدی اپنی دلالی کے لئے لو اگر یہی صورت ہے تو بلاشبہ فریقین کو ناجائز ہے بولکوں کو بھی اور دلال کو بھی، ایسی
صورت میں اس شخص کا اعتراض بجا نہ تھا اگرچہ لفظاً مذکور ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس میں تفصیل بہت ہے اور اجمال یہ ہے جو سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بہ ناخذ مالہم نعرف شیئاً حراماً بعینہ ہذا

عن الذخیرہ یعنی جتیک معلوم نہ ہو کہ یہ شے جو ہمارے پاس آئی خاص حرام ہے اس وقت تک اسکے کھانے پینے میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اس کا جواب اوپر گزرا کہ اگر صورت وہی تھی تو بلاشبہ حرام ہے، بے پڑھے کو جو حکم شرعی سنا ہے یہ تحقیق معلوم ہے اس کے بیان میں حرج
نہیں اگرچہ جرأت نہ کرنا ہی اس کے لئے بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ الہ داد فان صاحب محمد مدسہ اہل سنت بروز جمعہ بتاریخ ۱۳ رذی القعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مکان ایک ہزار روپیہ یا کچھ کم و بیش کا دو سو یا تین سو روپے
میں عروکہ ہاتھ فروخت کیا اور اسی وقت یا بعد کو عرو سے ایک اقرار نامہ علحدہ لکھو لیا کہ دو برس یا چار برس یا پانچ برس میں یہ مکان میرے
ہاتھ فروخت کر دینا جس قیمت میں مجھ سے خریدتا ہے اور زید اس مکان میں خود رہا اور کچھ ماہواری باہم تصفیہ ہو کر زید نے مقرر کر دیا یہ جائز ہے یا نہیں

الجواب۔ اگر عقد بیع میں یہ شرط نہ تھی عقد صحیح بروجہ شرعی خالی عن الشروط الفاسدہ تھا نہ پہلے سے باہم یہ قرار دیا ہو کہ اسی بنا پر وہ

بیع ہو سکتی تو بیع جائز ہے اور بائع کا بعد بیع اس میں مشتری سے کرایہ پٹیرا کر کرایہ پر رہنا اور مشتری کو ماہواری مقرر شدہ دینا جائز ہے اور اگر عقد

بیع میں یہ شرط کی یا بیع میں تو اس کا ذکر نہ تھا مگر پہلے سے باہم قرار دیا ہو تھی کہ یوں بیع کریں گے اور یہ شرط ہوگی پھر اسی قرار دیا پر یہ بیع کی تو

ان دونوں صورتوں میں حرام ہے ردالمحتار میں ہے اشار بقولہ بشرط الی انہ لا یبد من کونہ مقارناً للعقد لان الشرط الفاسد

لو استحق بعد العقد قبل ملحق عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقیل لا وھو الاصح كما فی جامع الفصولین

فی جامع الفصولین ایضاً لو شرط فاسد اقبل العقد ثم عقد لم یبطل العقد اھ قلت ینبغی الفساد لو اتفقا علی بنا العقد

علیہ كما صرحوا بہ فی بیع الھزل وقد سئل الخیر الرملی عن رجلین تواضعا علی بیع الوفاء قبل عقدہ وعقد بیع خالیاً

عن الشرط فاجاب بانه صح في الخلاصة والفيض والشارحانية وغيرها بانه يكون على ما تواضعاه ما في الشامى وكتبت على قوله يكون على ما تواضعاه اذا تصادقا على ان العقد مبنى على تلك الموضوعة كما تيدبه في الخيرية والخلاصة اقول وهذا ان القضاء اما في الديانة فاذا علموا الله تعالى منهما النبأ عليهما يكون عليهما وان تكاذبا من بعد والله تعالى اعلم.

مسئلہ۔ مسئلہ نمبر ۳۳۳ میں صاحب فہرہ ربلی محلہ سوڈاگران اذکر تو فی بروز شنبہ بتاریخ ۲۳ رذی الحجہ ۱۳۳۳ھ کثرت کھیت خرید کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب۔ کھیت اگر تیار ہو گیا اور ابھی کاٹ لیا جائے گا تو جائز ہے اور اگر ابھی نہ بکا اور پکتے تک کھیتی قائم رکھی جائے گی تو خرید و فروخت ناجائز ہے بشرط ما فیہ نفع عاقد بلا قضیۃ العقد اور اس کے جواز کا جملہ یہ ہے کہ مثلاً کھیتی دو مہینہ میں پکتی سمجھے تو کھیتی فی الحال خرید لے اور اس کے باقی رکھنے کی شرط نہ کرے اور اسی وقت معاوضہ زمین جس میں کھیتی ہے اپنے کسی کام کے لئے دو مہینہ تک کو ایک مہینہ پر کرایہ لے لے خریداری میں اس اجرت کا حساب دل میں سمجھ لے مثلاً میں روپے قیمت کا کھیت ہے اور دو مہینہ زمین کا کرایہ ہوگا اور دو مہینے کو کرایہ لینا ہوا تو اٹھارہ روپے کو کھیت خریدے اور دو روپے کو زمین کرایہ لے درختار میں ہے والحیلۃ فی الزرع والحشیش یشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدۃ معلومۃ یعلم فیھا الادراک بباقی الثمن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کیر کلاں ڈاکا نہ فاص صلح بلذہ شہر مرسلہ احمد علی ولہ حکیم محمد امیر ۵ ر صفر ۱۳۸۰ھ

کیا فزاتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عوام میں قدیم سے یہ دستور رائج ہے کہ جب فصل انبہ یا خرپوزہ وغیرہ کی فروخت کرتے ہیں تو قیمت کے سوا کچھ نہیں لیتے ہیں جو ڈالی کے نام سے مشہور ہے انبہ کی جنس پر فی روپیہ ایک صد آم اور خرپوزہ پر فی روپیہ ۵ سیر لینے کا معمول ہے اور بعض اوقات جنس بقدر تول ملے پاتی ہے اور اکثر بلائین وقت کے فصل کی فروختگی کا معمولی وقت پھول آنے یا پھل کے نمودار ہو جانے پر ہے تو بایں صورت فصل انبہ وغیرہ کی بیع درست ہے یا نہیں اور جنس دستوری کا لینا اور اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں تو شرعاً وہ کیا فصل کی بیع کا طریقہ ہے کہ جس سے بیع بھی درست رہے اور جنس کا لینا بھی روا قرار پائے۔

الجواب۔ بیع یا پھول پر فصل کی بیع ناجائز ہے اور جب پھل آجائیں اگرچہ جانور کے کھانے کے قابل ہوئے ہوں تو بیع جائز ہے مگر یوں کہ خریداری اسی وقت تول لے اور اگر یہ ٹھہر کہ پھل تیار ہوتے تک لگے رہیں گے تو یہ ناجائز و حرام ہے اور اس میں اسے فی روپیہ سو آم یا پانچ سیر خرپوزہ یا کما بیش بالغ کے لئے قرار دینا دوسرا حرام ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مثلاً آم میں بننے کو بہاڑی منظر ہو موجودہ پھل جس حالت کے ہیں اتنے کو خرید کئے جائیں پھر مشتری بالغ سے کہے کہ میں نے یہ بیع بقدر معاملہ تجھ سے لئے کہ میں ان کی غور پر داحت کروں گا اور جو پھل پیدا ہوں گے ان میں سے ہر ہزار میں ایک تیرا اور نو سو ننانوے میرے یا سو تیرے اور نو سو میرے جو قرار پا جائے۔ خرپوزے تر بو زنگڑی بیگن کی جڑ میں خریدے تاکہ جو پیدا ہووے مشتری کی ملک ہو یہ خریداری ایک حصہ ثمن پر ہو جتنے پر بہاڑی چینا اور خریدنا چاہتے ہوں باقی حصہ ثمن پر اس زمین کو ایک مدت معلوم تک اجارہ پر لے جس میں یہ سمجھے کہ فصل فارغ ہو جائے گی یہی طریقہ کھیتی میں بھی ہے مثلاً سو روپے پر معاملہ کرنا چاہتے ہیں خرپوزے وغیرہ کی جڑیں یا موجود کھیتی پچاس روپے کو خریدنے اور چھ مہینے میں فارغ ہوتی سمجھیں تو باقی پچاس روپے کے بدلے وہ زمین

چھ مہینے کے واسطے اجارہ پر لے لے درخت میں ہے من باع ثمرۃ بارزۃ اما قبل الظهور فلا یصح اتفاقا ظہر صلاحھا اولاص من
ولو برز بعضھا دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب ومحکمہ السرخسی ویقطعھا المشتري فی الحال جبرا علیہ وان شکر
ترکھا علی الاشجار فسند البیع والحیلة ان یاخذ الشجرة معاملة علی ان لہ جزء من الف جزء وان یشتری اصول الرطبة
ذخجان واثمار البطیخ والخیار لیکون الحادث للمشتري وفي الزرع والحشیش یشتری الموجد ببعض الثمن ویستاجر الارض
معلومة یعلم فیھا الادراک بباقی الثمن - والله تعالی اعلم -

مسئلہ - از کا پوز مسجد جامع مدرسہ محمد اویس صاحب پرتا بگدھی ، ۲۹ ذی القعدہ ۳۶ھ

پس از سلام سنون حضرت سید ولد آدم و سید الانس والجان (روحی فداہ) معروض خدمت والا ہے کہ خادم کو چند مسائل کے
متعلق جناب سے استفسار مقصود ہے۔ زید نے اپنے مکان عمرو سے بیع کیا اور قیمت کے متعلق یہ قرار دیا کہ جو بکر قرار دے وہی قیمت ہے
یعنی بیع تو اس وقت کی اور قیمت کی تقدیر و تعیین بکر کی رائے پر ہو تو ف کر دی یہ بیع صحیح ہوئی یا فاسد پھر جبکہ بکر نے تخمیناً تین ماہ کے بعد
میں کی تو بصورت فساد وہ فساد ٹھ گیا یا نہیں۔ اور کونسا فساد بعد رفع علت فساد ٹھ جاتا ہے اور فساد کے صلب عقد میں ہونے کا کیا
ہے۔ اور تقریر بیع کی کیا صورتیں ہیں امید کہ حضرت والا ان امور سے ضرور بالتفصیل مع حوالہ کتاب آگاہ فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- یہ بیع فاسد ہے علیگریہ میں ہے اما شرائط الصحة فمنھا ان یکون البیع معلوما الثمن معلوما علما ینبغ من المنازعة
بیع المحمول جهالة تفضی الیھا غیر صحیح کیسے شاة عن هذا القطع و بیع الثمن بقیمتہ و بحکم فلاں بکر نے جبکہ تعیین ثمن انقصائے مجلس
بیع کے بعد کی وہ فساد بالا جماع شکر ہو گیا اب نہیں ٹھ سکتا جب تک یہ بیع نسخ نہ کی جائے ردالمخار میں ہے۔ فی النهایة والفتح وغیرھا قال
شمس الائمة الحلوانی وان علم بالرقم فی المجلس لا ینقلب ذلك العقد جائزا ولكن ان كان البائع دائما علی الرضا فرضی به
المشتري ینعقد بینھا عقد بالتراضی ام و عبر فی الفتح بالتعاطی والمراد واحد اه اور لفظ فتح یہ ہیں وجوازہ اذا علم فی المجلس بقصد
اخرهو التعاطی كما قاله الحلوانی اه **اقول** وهذا التعمین ان التعاطی بعد عقد فاسد اذا وقع فی المجلس لا یحتاج الی سبقة
متاركة ذلك الفاسد بخلافه بعد المجلس الا ترى الی تقييده بقوله اذا علم فی المجلس والا فحصول البیع بقصد جدید لا
یتوقف علی كونه فی مجلس الاول فقد حصل التوفیق وان استبعده الشامي واستنظر انهارا وایتان اعنی اشتراط المتاركة
فی التعاطی بعد الفاسد وعدمه فافهم وباللہ التوفیق پھر شامی نے فرمایا وجزم بخلافه فی الهندیة اخر باب المراجعة و ذکر ان العلم
فی المجلس یجعل كابتداء العقد ویصیر كئاخیر القبول الی آخر المجلس وبه جزم فی الفتح هناك ایضاً **اقول** اولاً لقد ابع
الحجة فقد قال فی الهدایة من باب خیار الشرط انه اسقط المفسد قبل تقررہ فیعود جائزا كما اذا باع بالرقم واعلمه فی المجلس
واقره الفتح والشرح وقال فی الفتح صدر البیوع مما لا یجوز البیع به البیع بقیمتہ او بساترید او بساترید او بساترید او بساترید
فلاں لا یجوز فان علم المشتري بالقدر فی المجلس فرضیه عاد جائزا اه وقال فی البدائع لو قال بعث هذا العبد بقیمتہ فالبیع
فاسد لان قیمتہ تختلف باختلاف المقومین فكان الثمن مجهولا وكذا اذا باع بحکم المشتري او بحکم فلاں لانه لا یدری باذی حکم فلاں

سوال الثمن تمتنع صوة البيع فاذا علم ورضى به جازا لبيع لان الجهالة قد زالت في المجلس وله حكم حالة العقد نصا ركانه كان معلوما
عن العقد وان لم يعلم به حتى افتراقا تقر الفساد مختصرا وفيها ايضا لابي حنيفة رضى الله تعالى عنه ان جملة الثمن مجهولة حالة
العقد جهالة مفضية الى المنازعة فتوجب فساد العقد وعندنا اذا ارتفعت في المجلس ينقلب العقد الى الجواز لان المجلس
وان لم يكن له حكم ساعة العقد وفيها ايضا اذا اشترى ثوبا برقمه ولم يعلم المشتري رقمه حتى فسد البيع ثم علم رقمه فان
علم قبل الافتراق واختار البيع جاز عندنا وان كان بعد الافتراق لا يجوز بالاجماع اه **وثانيا** تمتنع جميع باب المراجعة
من الهندية فلم اريها ما ذكر من التليل لاني النخبة المضربة ولا في الهندية وانما قال فيها اول باب المراجعة ان باعه بربح
وه يازده لا يجوز الا اذا علم الثمن في المجلس فيجوز وله اي للمشتري الخيار فاذا اختار العقد يلزمه احد عشر استمسانا وكذا الوباعة
تولية ولا يعلم المشتري بكم يقوم عليه لا يجوز الا اذا علم الثمن في المجلس فيجوز وله الخيار هكذا في محيط السرخسي اه وقال اخر الباب
من ولى رجلا شيئا بما قام عليه ولم يعلم المشتري بكم قام عليه فسد البيع فان اعلمه البائع في المجلس صح البيع وللمشتري الخيار
ان شاء اخذه وان شاء تركه كذا في اه وقال قبيله عن الحاوي اذا باع الرجل المتاع بربح يازده او ماشا كل بذلك فاذا علم المشتري
بالثمن ان شاء اخذه وان شاء تركه ان علم بالثمن قبل العقد فليس له ان يرداه **اقول** والمراد العلم في المجلس بدليل ما تقدم
وما تخرجه **الثالث** التعليل المذكور كالتناقض فان اخوه يفيد انه بالعقد الاول واوله انه بعقد جديد صلب عقد بدلين
بين فتح القديرين اسي مسله آجال مجهولة في صلب العقد البدلان في فساد كهي مرتفع نہیں ہو سکتا جتيك اس عقد ہی کو نسخ نہ کریں یہاں نفس
مجلس عقد میں اصلاح بھی کا نام نہیں جیسے ایک روپیہ دو روپے کو بیچے پھر قبل افتراق نامد روپیہ سا قطر دے عقد صحت کی طرف عود نہ کرے گا ہا یہ میں
ہے لوباع الى هذه الآجال ثم اسقط الاجل قبل ان ياخذ الناس في الحصاد والدياس وقيل قدوم الحاج جازا لبيع وقال زفر لا يجوز
لانه وقع فاسد اذ لا ينقلب جائزا ولنا ان الفساد للمنازعة وقد ارتفع قبل تقرره وهذا الجهالة في شرط زائد لاني صلب العقد
فيمكن اسقاطه بخلاف ما اذا باع الدرهم بالدرهمين ثم اسقط الدرهم الزائد لان الفساد في صلب العقد اور عدم شرط انعقاد كافا
اس سے ملحق کیا گیا فان الغداه بعد ما العقد لانه منعقد بصفة الفساد فيمكن اصلاحه في المجلس عما به امام اكل بارتی محل مذکور میں ہے
اعترض بانہ اذا نكح بغير شهود ثم اشهد بعد النكاح فانه لا ينقلب جائزا وليس الفساد في صلب العقد واجيب بان الفساد فيه
يعدم الشرط فهو قوی كما لو كان في صلب العقد الا ترى ان من صلى بغير طهارة ثم تطهر لم تنقلب صلاته جائزة اه اسی کے مثل فتح میں
بھی ہے **اقول** ويتبنى على ان الشهود بشرط الانعقاد في النكاح وعليه ظاهر عامة كلامنا تصحيح في الدر وغيره الهتم من شروط الصحة
فيكون النكاح بلا شهود فاسدا لا باطلا والله تعالى اعلم **ثم اقول** بل الحق ان عدم شرط الانعقاد مبطل لامفسد والكلام
في الفاسد فالسؤال ساقط من اصله ان کے سوا جو فساد ہو اگر قوی ہے صرف مجلس بیع کے اندر اس کا ازالہ عقد کو صحیح کر سکے گا بعد مجلس فساد
تقرر ہو جائے گا اور اگر یہ مفسد زائل ہو جائے مرتفع نہ ہو گا جیسے ثمن کا آندھی چلنے یا مینہ برسنے پر موبل کرنا اور اگر ضعیف ہے تو بعد مجلس بھی اصلاح پذیر
ہے جن تک وہ فساد اپنا عمل نہ کرے کہ بعد عمل انہما ہے نہ کہ انتفاہی سے حاجیوں کے آنے یا وائیں چلنے پر ثمن کی تا جیل اگر آنے اور چلنے سے پہلے اس شرط

کوساقط کردیایحیح یوگئی اگر مجلس عقد کے ہینوں بند ہو اور اگر حاجی آئے وہیں چلی گئی تو اب اسقاط شرط کے کوئی معنی نہیں فساد مستقر ہوا
بے فسخ عقد مرفوع نہ ہوگا ہدایہ کی عبارت گزری فتح القدر میں عبارت مذکورہ پر ہے تقييداً بهذه الآجال لاخراج نحوالتأجيل بحسب
الريج ونزول المطر فانه لو اجل بماثما اسقطه لا يعود صحيحا اتفاقا شرح حمادی للإمام الاسيما جابی پھر حقائق شرح منظومہ تفسیر
رد المحتار میں ہے ایسے باجل محمول لايجوز اجماعا سواء كانت الجمالت متقاربة كالحصاد والدياس او متفاوتة كهبوب السرى
وقدم واحد من سفره فان ابطال المشتري المتقارب قبل محله وقبل فسخ العقد انقلب البيع جائزا عندنا ولو مضت
المدة قبل ابطال الاجل تاكد الفساد ولا ينقلب جائزا اجماعا وان ابطال المشتري المتفاوتة قبل التفرق ونقد الثمن
انقلب جائزا عندنا ولو تفرق قبل الابطال تاكد الفساد ولا ينقلب جائزا اجماعا بدائع امام ملك الطحطاوی ہے الاصل عندنا انه
ينظر الى الفساد فان كان قویان باہ دخل فی صلب العقد وهو البطل والبدال لا یحتمل الجواز برفع المفسد كما قال زفر اذ اباع جرد
بالت درهم ورطل من خمر فخط الخمر عن المشتري وان كان ضعيفا لم يدخل فی صلب العقد بل فی شرط جائز یحتمل الجواز
برفع المفسد اسی سے ہے مہما (ای من شرائط صحة البيع) ان يكون مقدورا التسليم من غير ضرر يلحق البائع فاذا اباع جرد
عاله فی سقف او اجراله فی حائط او ذراعاً فی دیباچ او کرباس لايجوز ان ترعة البائع او قطعه وسلمه الى المشتري قبل
ان يفسخ المشتري البيع جازا ببيع حتى يجهر المشتري على الاخذ لان المانع من الجواز ضرر البائع بالتسليم فاذا سلم باختيار
ورضاة فقد زال المانع فجاز البيع ولزم - فرق بين هذا وبين بيع الالية في الشاة الحية والنوى في القر والزيت في الزيتون
والدقيق في الخنطة والبز في البيطخ ونحوها انه لا ينعقد اصلا حتى لو سلم لم يجر والاصل المحفوظ ان ما لا يمكن تسليمه
الاضرير يرجع الى قطع اتصال ثابت باصل الخلقه فبيعه باطل وما لا يمكن تسليمه الا بضر يرجع الى قطع اتصال عارضها
فبيعه فاسد الان يقطع باختياره ويسلم فيجوز والقياس على هذا الاصل ان يجوز بيع الصوف على ظم الغنم لانه يمكن تسليمه
من غير ضرر يلزمه بالجزا لانهم استحسنوا عدم الجواز بالضر وهو ما روى عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن رسول الله
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولان الجز من اصله لا ينجلو عن الاضرار بالجوان وموضع الجز فيما فوق ذلك غير معلوم فتجری فیہ
المنازعة فلا يجوز **اقول** فكان هذا من باب عدم ارتفاع المفسد وقوله جرد عاله فی سقف او اجراله فی حائط یحتمل
المعین فلافساد الا من جهة لزوم الضرر بلکہ در مختار میں ہے (فسد) یس (جذع) معین (فی سقف) اما غیر المعین فلا ینقلب
صیحا بن کمال (وذراع من ثوب یضرة التبعیض) فلو قطع اسلم قبل فسخ المشتري عاد صیحا ولو لم یضرة القطع ککرباس
جاز لا تتفاوت المانع مگر رد المحتار میں ہے وهو ضعیف لانه فی غیر المعین معلل بلزوم الضرر والجمالة فاذا تحمل البائع الضرر
وسلمه زال المفسد وارتفعت الجمالة ایضا ومن ثم جزم فی النسخ بانہ یعود صحیحا سے

عہ جواب ناتمام طا

بَابُ الْبَيْعِ الْمَكْرُوهِ

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غلہ کو روک کر بیچنا جائز ہے یا نہیں، مینواتوجروا۔

الجواب۔ غلہ کو اس نظر سے روکنا کہ گرائی کے وقت ہمیں بگے بشرطیکہ اسی جگہ یا اس کے قریب سے خرید اور اس کا نہ بیچنا لوگوں کو مضر ہو کر وہ ممنوع ہے اور اگر غلہ دور سے خرید کر لائے اور بانتظار گرائی بیچے یا نہ بیچنا اس کا خلق کو مضر نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں فی العالمگیریۃ الا حکار مکروہہ وذلک ان یشتری طعاما فی مصر یمتنع من بیعہ وذلک یضر بالناس کذا فی الحاوی وان اشتری فی ذلک المصر وجبہ ولا یضر باهل المصر لابس بہ کذا فی التاتاریخانیۃ ناقلا عن النجیس واذا اشتری من مکان قریب من المصر فحمل طعاما الی المصر وجبہ وذلک یضر باهلہ فهو مکروہ ہذا قول محمد وهو احدی الروایتین عن ابی یوسف وهو المختار ہذا فی الغاشیۃ وهو الصحیح ہذا فی جواهر الاخلاعی و فی جامع الجوامع فان جلب من مکان بعید واحتکر لم ینع کذا فی التاتاریخانیۃ:

مسئلہ۔ از شہر کہنہ ۱۱ ربیع الآخر شریف ۱۲۸۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مبلغ پانسو روپے کے گہوں خریدے فصل میں اور بقدر ضرورت اپنے اہل و عیال کے رکھنے اور باقی ماندہ ماہ اسارٹھ میں فروخت کر دئے اس شکل میں زید موزدہ دار ہوا یا نہیں۔

الجواب۔ بریلی میں پانسو بلکہ پانچ ہزار کے گہوں فصل پر خریدنے اور بیچ پر بیچنے میں کوئی موافقہ نہیں کہ ان دونوں زمانوں میں نرخ کا اختلاف معمولی طور پر ہمیشہ ہوتا ہے ہاں اگر گرائی پڑنے کی خواہش کرے تو خلق اللہ کا بدخواہ اور ماخوذ گناہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بریلی محلہ ذخیرہ جناب مقبول الرحمن خاں

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک مکان مسکونہ کی بیع ایک مسلمان سے قرار پائی اور معاملہ بیع طے ہو گیا اور قبضہ مکان پر مشتری کو بعد تحریر مسودہ بیع نامہ کر دینے دستخط کے دیدیا گیا حسب قانون انگریزی ہنوز بیع نامہ تحریر و رجسٹری نہ ہوا تھا کہ ایک دوسرا مسلمان اسی محلہ کا جو پہلے خریداری سے انکار کر چکا تھا اب ایک سو روپیہ بڑھا کر خریداری کا ارادہ ظاہر کرتا ہے اور قبضہ ہنوز اس شخص کا ہے جس سے پہلے بائعان کی گفتگو بیع کی طے ہو چکی ہے اور اس کے قبضہ میں مسودہ دستخط شدہ بھی موجود ہے ایسی صورت میں کونسی بیع شرعاً جائز ہے اور جو بیع شرعی پر راضی نہ ہو اس کے لئے کیا حکم ہے۔ (۲) تین ہفتے سے مشتری سابق مع عیال و اطفال اس مکان میں رہتا ہے جس پر بائعان بخوشی قبضہ دے چکے ہیں تو اب اس کو حق اہل محلہ کے پروسی ہونیکا حاصل ہو گیا یا نہیں اور اگر حاصل ہو گیا تو نے مشتری کو جو پڑوسی ہے اس کو تکلیف دینا اور مکان بہ جبر اس سے خالی کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو اس کے لئے کیا حکم ہے۔ مینواتوجروا۔

الجواب۔ دوسرے کا اب اس بیع سے تعرض کرنا قیمت بڑھانا اپنی طرف پھیرنا سب حرام ہے نقد غی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن سوم الرجل علی سوم اجیہ فضلا عن الصورة المذكورة فی السؤال مکان بہ جبر اس سے خالی کرنا ظلم ہے اور رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الظلم ظلمات یوم الیقمة ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہو جائیگا اور قرآن عظیم میں ظالموں پر لعنت فرمائی اور ہمسایہ پر ظلم اور بھی سخت شدہ کبیرہ ہے

بائع پر فرض ہے کہ اپنی اگلی بیع پر قائم رہے شرعاً بیع ہو چکی رہے جیسی یا اسٹامپ پر لکھا جانا شرعاً اصلاً ضررہ نہیں اور اس دوسرے شخص پر فرض ہے کہ اس ظلم سے باز آجائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۰۔ از چاند پور ضلع بجنور مرسلہ حکیم رضوی صاحب ، ۲۳ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فصل اور موسم اور زانی میں غلہ خرید کیا جائے عندالموقع بشرح نزع بازار فروخت کر دیا جائے اسکا منافع مسلم کے لئے حرام ہونا کہاں تک لغویت ہے مخالفین اس میں طعنہ زن ہوتے ہیں بغرض حجت حضور سے استصواب ہے۔

الجواب ۱۔ صورت مذکورہ پر غلہ کی تجارت بلاشبہ حلال و جائز ہے اسے حرام کہنے والا حلال شرعی کو حرام کہتا ہے، حرام یہ ہے کہ بستی میں آنے والا غلہ خود خرید لے اور بند کر رکھے کہ قننا ہنسکا چاہے بیچے جس سے بستی پر تنگی ہو جائے اور مکروہ یہ ہے کہ اس کے خریدنے سے بستی پر تنگی تو نہ ہو مگر اسے آرزو ہو کہ قحط پڑے کہ مجھے نفع بہت ملے اور جب ان دونوں باتوں سے پاک ہے جیسا صورت سوال میں ہے تو اصلاً کراہت بھی نہیں درنہا میں ہے کہ احتکار قوۃ البشر والہما حروفی بلدیضربا ہلہ فان لم یضرب لویکروہ ردالمحتار میں ہے انہربانتظار الغلہ والقط النبیۃ السوء للمسلمین . واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۱۔ از ضلع فرید پور مرسلہ حافظ عنایت علی و کفایت علی

۲۵ صفر ۱۳۱۹ھ

جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بعد سلام علیکم مزاج شریف۔ احوال یہ ہے کہ ایک شخص گندم مبلغ بیس روپے کے ساڑھے ۹ سیر کے وعدہ پر چھ ماہ کو طلب کر کرتا ہے۔ اور گندم تازخ بازار میں ساڑھے گیارہ سیر و بارہ سیر ہے، جو شخص گندم لیتا ہے اپنی ضرورت کو بازار میں ساڑھے گیارہ سیر و بارہ سیر فروخت کر کے اپنا کام نکال لیتا ہے اور جو شخص گندم ادھا دیتا ہے اس کے مکان پر گندم نہیں بازار سے خرید کر دیتا ہے۔ دوسرا شخص مبلغ دس روپے کے گندم آٹھ سیر کے بھاؤ سے ماگتا ہے اور مبلغ دس روپے نقد طلب کرتا ہے۔ اسے جو دس روپے دئے جائیں گے اس روپیہ کو دس کے دس لئے جائینگے جیسا کچھ ارشاد فرمائیں

الجواب ۱۔ یہ صورتیں حرام نہیں گناہ نہیں پھر بھی مکروہ ہیں ان سے بچنا بہتر ہے۔ کافی الفتح و رد المحتار۔

باب بیع الفضولی

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے زیور اپنی زوجہ ہندہ کا کہ اسے جہیز میں ملا تھا بلا اجازت ہندہ بیع کیا اور اپنے صرف میں لایا یا یہ بیع نافذ اور ہندہ کو زید سے اختیار مطالبہ حاصل ہے یا نہیں اور زیور وظروف وغیرہ اسباب جہیز جو والدین ہندہ نے خاص واسطے صرف ہندہ کے دیا ہے ملکیت ہندہ کی ہے یا زید کی۔ بیہوا توجروا۔

الجواب۔ زیور وظروف وغیرہ اسباب جہیز کہ والدین ہندہ نے خاص واسطے صرف ہندہ کے دیا بلا ریب ملک ہندہ ہے زید کو اس میں کچھ حق تک نہیں فی الدر المختار جہز بنتہ بھارو سلمہا ذلک لیس لہ الاسترداد منها ولا لوثرته بعدہ ان سلمہا ذلک فی صحیحہ بل تختص بہ وہ یفتی پس وہ بیع کہ زید کی بلا اجازت ہندہ نافذ نہیں ہو سکتی اور اگر ہندہ مطالبہ کرے تو وہ زیور مشتری سے پیر سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے مرض موت میں ایک مکان اور ایک دکان کہ قریب سولہ سو روپے کے قیمت کے تھے چھ سو روپے کو اپنے شوہر اور دختر کے ہاتھ بیع کئے بعد پندرہ روز کے ہندہ مر گئی اس صورت میں یہ بیع جائز ہے یا نہیں بیہوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مسؤلہ میں بیع صحیح نہیں کہ بیع مرض موت میں کم قیمت کو با اتفاق امام عظم و صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ ناجائز ہے اور وارث کے ہاتھ تو برابر قیمت کو بھی بے اجازت دیگر ورثہ امام عظم کے نزدیک جائز نہیں فی التلویح لوباع من احد الورثۃ عینا من اعیان التوکلۃ بمثل القیمۃ فلا یجوز عند ابی حنیفہ اہ ملخصا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مثلاً زید ایک مکان بلا اجازت عمر خریدہ بیعنامہ آں بنام عمر و برادر خود تحریر کیا بندہ گرفت و زرن آں نیز خود دادہ اقرار ہم کردہ ماند کہ آں مکان عمر دست بعد ازاں عمر و کہ وقت خرید مکان در سفر بود و در نجافوت کرد و ورثہ عمر و مکان مذکورہ باعانت حاکم از زید بوجہ بیعنامہ و اقرار مذکور و خواستند زید بکم حاکم تفویض تسلیم ایشان کرد پس الحال زید مستحق یا فتن زرن کہ در عدالت دادند زید ثابت گردید از ورثہ عمر و دست یا بوجہ اقرار بملکیت عمر و بسبب مکان مذکور اقرار بریں امر ہم گردید کہ روپیہ دادہ شدہ زرن مکان ازاں عمر دست بیہوا توجروا۔

الجواب۔ شرعاً در صورت مسؤل عنہما زید مستحق یا فتن زرن کہ در عدالت دادن زید ثابت گردیدہ از ورثہ عمر و بعد تسلیم مکان بایشان است و اقرار زید بکان برائے عمر و کہ بچو صورت خرید در غیبت دادن ثمن از خود یعنی خریدہ شدن برائے عمر و است اقرار بملکیت ثمن برائے عمر و عموماً خصوصاً بملیکہ زید بون ثمن ازاں خود گفتہ باشد نمی تواند شدہ اقرار بیک چیز اقرار بچیز دیگر منفصل از مقربہ کہ جزو تابع آں نباشد نمی شود و زرن کہ چیزے منفصل و طمورہ از مکان مقربہ است بجهت نبودن جز مکان و مرکب نبودنش در اں تابع مکان نیست پس داخل در اقرار مکان عموماً خصوصاً درحالیکہ زید بونش ازاں خود گفتہ باشد یعنی تمام شدہ مانند اقرار بچیز مقبوضہ ذات ولد و اقرار بصندوق محمولہ متناع و اقرار ہمار مقبوضہ مشمولہ متناع و دواب کہ اقرار بولد جاریہ و متناع صندوق و متناع دار و دواب از ہمیں علت جامعہ یعنی از جهت نبودن ہر یکے ازاں جزو تابع مقربہ نمی شود در تقاضای قاضیخان نوشتہ رجل فی یدہ جاریۃ و ولد ہا فقال ان الجاریۃ لفلان لایدخل فیہ الولد لہ و در محیط نوشتہ عبارت منقول

برہاش در فہما ۲۸۲ ، اتہی ملتقطا و اگر نیک غور کردہ آید ہمیں مضمون یعنی داخل نبودن ثمن غیر مقربہ در اقرار مکان لازم نبودنش بر مقرران از ہدایہ و معنی و غیر ہما بقید ما اقربہ در عبارت لزومہ اقرارہ مجہولاکان ما اقربہ او معلوما والاقرن یلزم علی المقربا اقربہ واضح میشود و چون ثمن غیر مقربہ داخل در اقرار مکان نمی تواند شد پس زید کہ مکان مذکور آن ہا اجازت عمر و بنام او خریدہ زرتن آن از زود خود بجهت مباشر بودن معاملہ خرید و مضطر بودن در ادائے ثمن کہ دینے واجب الایا ہو و بیائے آن نمود و زرتن عمر و آن مکان را بعد حکم حاکم تسلیم زید در قبض خود را دادند بے شبہہ زید مستحق یا فتن زرتن او اگر دہ خود از ورتن عمر دست و احتمال تطوع و تبرع در ہجو حالت اضطرار ادائے ثمن مفقود کہ شرعا مضطر با دائے دین ذلتی کسے نہ بھیکہ باشد

بہرگز متطوع و تبرع قرار دادہ نمی شود چنانچہ ازین روایت معتبرہ شرح حموی ظاہر

لوقفہ واحد من الورثۃ حق الفیر من مالہ علی ان لا یرجع فی الترتکۃ فالقاضی لا یقض القسمۃ بل یمضیہا اما اذا شرط الرجوع او سکت بالقسمۃ مردودۃ الا ان یقضے حق الوارث الذی قضے حق الفیر من مالہ و ہذا الجواب ظاہر فیما اذا شرط الرجوع و مشکل فیما اذا سکت و یعنی ان یعمل متطوعا اذا سکت و الجواب انہ لم یجعل متطوعا لانه مضطر فی القضا را نتی و برائے ثبوت استحقاق زید بہ نسبت یا فتن زرتن از ورتن عمر و کہ مکان خریدہ زید را بعد حکم حاکم تسلیم زید با وصف ثبوت ادائے ثمن ازال زید بقبضہ ایشان و رسیدہ این روایت ہدایہ و عنایہ و نتائج و غیرہ کفایت میکند و ہی ہذا دلوقال لأخر یعنی (منقولہ ہامش الدر من باب الفضولی) الا ان یسلمہ المشتري بہ ای الا ان یسلمہ له المشتري العبد لاجلہ الیہ و يجوز ان یکون معناه الا ان یسلم فلان العبد المشتري لاجلہ و فاعل یسلم ضمیر یعود الی المشتري بناء علی الروایتین بکسر الراء و فتحہا فیکون بیعا جدیدا و علیہ العہدۃ ای علی فلان عہدۃ الاخذ بتسلیم الثمن لانه صار مشتريا بالتعاطی کالفضولی اذا اشتري لشخص ثم سلمہ المشتري لاجلہ عنایہ الا ان یسلم المشتري له روى لفظ المشتري بروایتین بکسر الراء و فتحہا فعلى الكسر يكون المشتري فاعلا و قوله له ای لاجلہ و فاعلہ یکون المفعول الثاني محذوف و فاعلہ الیہ فالمعنى الا ان یسلم الفضولی العبد الذى اشتراه لاجل فلان الیہ و علی النسخ یکون المشتري له مفعولا ثانیا بدون حرف الجر و هو فلان و یکون الفاعل مضمر یعود الی المشتري فالمعنى الا ان یسلم الفضولی العبد الی المشتري له و هو فلان ثم ان هذا الاستثناء من قوله لم یکن (المنقولہ ہامش الدر من الفضولی) ان نتائج و اشتغال علم و ملائکم الجیب المدعو محمد فقیرا لله العفی عنہ ارسلہ الی السید مولانا شاہ علی باہتمام تام للتصدیق لمنتصف جمادی الاولی ۱۲۹۵ھ

اقول حاصل الجواب امران الاول انہ انما اقربا بالدار دون الثمن وکان مضطرا الی قضائہ فیرجع ولا یجعل تبرعا الثاني انہ لما سلم الدار الی ورتن عمر و صار بیعا مبتدیا بالتعاطی فكان عہدۃ الاخذ بتسلیم الثمن علیہم و انت تعلم ان بین الامرین تباینا و تنافیا و عندی الجواب لیس کما قال لان زید امان یکون قال عند الشارع اشتريته فلان او قال لی اول اولی الاول کان فضولیا يتوقف نفاذ شرائہ علی اجازة من اشتري له و قد مات قبل ان یحیز فبطل واستبان ان المبیع للبايع و الثمن

للفضولی المشتري الذي اداه من عنده فلاشى لعمره و ذلا لورثته و حكم الحاكم لهم لا يستبرل يرد و يفسخ لانه قضا لهم بمال الغير و الاقرار باطل لانه اقرار بملك الغير نعم ان انتقل اليه بعد بوجه من الوجوه اخذ باقراره فاذا رفع الامر الى القاضي جوب
بغيره قضاؤه لظهور خطائه من جهة الشرع و هذا التعاطي ايضا لا يجوز ان يكون بيعا مبتدأ اذا لفضولى لاحق له في البيع وان
كان كان بيع فضولى متوقفا على اجازة البائع الاول فان اجاز كان الثمن له لا لفضولى و الا يسترد الدار من الورثة و يرد الثمن
على الفضولى و على الثابنين نفذ الشراء على الفضولى لعدم الاضافة الى من اشتراها الاجله ثم انه مواخذ باقراره و قد قضه
القاضي للورثة بالدار محججين بالاقرار فقيم يرجع عليهم بالثمن وان ثبت عند القاضي انه انما اشراه بثمنه لما وقع عند الشراء في
محكمة القضاء و لو لم يستلزم الاقرار بالدار الاقرار بالثمن اذ ليس معنى المواخذة بالاقرار ان يقضه بالمقر به للمقر له و يرجع
المقر بالثمن بناء على انه كان اشتراه اذ في الاقرار لا ينظر الى الواقع انما يواخذ الرجل بزعمه لاحتمال انه كان اشتراه ثم حدث
سبب فصار ملكا للمقر له وان ادعى انه انما اقربنا على زعمه ان شراة لا ينفذ عليه فهذه كلمة هو قائلها لانقل منه لما في
الاشباه اقر ثم ادعى الخطا لم تقبل الا في الطلاق اذ اقرب به بناء على فتوى مفت ثم ظهر ان الحكم ليس كذلك فادعى الخطا بناء هذا قبل
و كذا ان ادعى ان اقراره كان تمليكا و هبة و بطلت لموت عمر و قبل القبول و التسليم فان الموت احد العاقدين يبطل الهبة
اذا كان قبل التسليم فقبل القبول الى لم تقبل ايضا صرح به في الاشباه ثم هذا التسليم
الواقع بامر القاضي انما وقع على حكم الاقرار الاعلى و وجه البيع و التسليم لا يكون بيع التعاطي الا اذا وقع على جهة قال في الدر
في باب الوكالة بالبيع و الشراء لان التسليم على وجه البيع بيع بالتعاطي الخ و ايضا يتم البيع بالتراضي و هذا التسليم بامر
القاضي و الارضاء بعد القضاء هذا اما طهرلى من وجوه الخلل في الجواب فالحق في الجواب ما اقول ان ثبت انه لم يكن
اضاف الشراء الى عمر و حين اشترى و لو استكتب اسمه في الصك بعد تمام العقد و وقوع الايجاب و القبول فلا شك
ان الشراء ينفذ عليه فتصير الدار ملكا له ثم يواخذ باقراره كما قضى القاضي و لا يسكنه الرجوع على الورثة بالثمن و ان
ثبت الاضافة اذ ذلك كان شراء متوقفا ثم بطل لموت عمر و قبل الاجازة قال في الدر في حق بيع الفضولى لا تجوز اجازة
وارثه لبطلانه بموته و كذا في عامة الكتب فكذا اشراءه للرجوم ان قال في الاشباه الموقوف يبطل بموت الموقوف على اجازته
و لا يقوم وارثه مقامه الا في القسمة كذا في الوالوجية اتفق فلم يكن للورثة حق في الدار و لا في الثمن فاذا رفع الامر الى
القاضي وجب ان يرد قضاؤه لما تبين من خطائه بحكم الشرع فان ادعى البائع ردت الدار اليه و الثمن الى المشتري و لا شئ
للورثة هذا والله تعالى اعلم و علمه اتم و حكمه احكم -

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو مکان اپنے روپیہ سے خرید کر ان کے بیچنامے اپنے چھوٹے بھائی خالد کے نام کر دیے تھے اور خریدنے وقت اپنے اہل خاندان کے رو برو کہا کہ یہ مکان میں نے صرف اپنے بھائی خالد کے لئے خریدے ہیں انکا کوئی مالک نہیں اور بعد خریداری خالد کو قابض کر دیا اور دستاویز بھی اسے دیدی اور کرایہ نامے خالد ہی کے نام سے ہوتے رہے اور کرایہ دار اسی کی مرضی پر آباد ہوتے رہے اور کرایہ بھی وہی پاتا رہا اب دس برس کے بعد کہ زید فوت ہوا اس کا تیسرا بھائی عمر ودعی ہے ان مکانوں کے میں اور زوجہ

دوسرے دست خریدنے والے ہیں کہ میرے اور زید کے روپے سے خرید کر وہ ہیں حالانکہ واقع میں اس کا روپیہ اصلانہ تھا اس صورت میں مالک کا روپہ لاکھوں ہو سکتا ہے، مینواتو جروا۔

الجواب۔ اگر خریدتے وقت عقد بیع و شرا مالکان مکان و زید سے تمام خالد واقع ہوا تھا تو وہ شرا شرا کے فضولی تھا اور اجازت خالد پر موقوف فی الدر المختار لو اضافہ (یعنی اضافہ المشتري الفضولی الشراء الی غیرہ) بان قال بیع هذا العبد لفلان فقال البائع بعته لفلان توقف بزایہ و غیرہا ہ فی رد المختار علی اجازة من شری له فان اجاز اجاز وعقدتہ علی الجیز لا علی العاقد جبکہ خالد نے مکانات پر قبضہ کیا وہ شرا جائز و نافذ ہو گیا کما ان قبض الثمن اجازة بیع الفضولی فی الدر المختار اخذ المالك الثمن اجازة اہ ملخصا من قال و اناد کلامہ جواز الاجازة بالفعل والقول اہ اور تقریر سوال سے ظاہر کہ ثمن زید نے بطور خود بے اذن و امر خالد اپنے مال سے ادا کیا تو وہ اس امر میں تبرع و احسان کرنے والا تھا اور یہ بات خود گفتگو مذکور سوال سے واضح ہے پس مکانات بے شرکت غیرے خاص ملک خالد ہیں اور اس پر وراثت زید کا کوئی دعویٰ نہ دربارہ مکانات ہے نہ درباب ثمن فی الفتاویٰ الخیرتیہ اذا دفع دینا لحن الاخر باذنه فله الرجوع علیه ولا یكون متبرعا للاذن حتی اذا المر یا ذن لربه كان متبرعا وبه یعلم انه اذا دفع مهر زوجته عنه باذنه او ثمن الجارية التي امره بشرائها یرجع علیه بما دفع والحال هذه اہ رہا عمر و اگر واقع میں کچھ روپیہ اس کا بھی ادا ہے ثمن میں صرف ہو اور اس نے بھی مثل زید بطور خود دیا تھا تو وہ بھی تبرع ہے جس کا مطالبہ کسی سے نہیں کر سکتا اور اگر زید نے اس سے مانگ کر ثمن میں صرف کیا تو غایت یہ ہے کہ یہ قرض عمر و کا زید پر ہوگا اس کے ترک سے لے خالد پر کوئی دعویٰ اسے نہیں پہنچتا فانہ ان اقترض فانما اقترض زید افعلیہ العہدة لاعلی خالد کلا یحییٰ اور اگر عقد بیع و شرا بنام زید ہوا تھا اگرچہ بعد کو زید نے بیعناموں میں خالد کا نام لکھا یا تو وہ مکان وقت خریداری مملوک زید ہوئے لان انشاء من وحد نفاذ انفذ علی العاقد کما نص علیہ فی الهدایة والدر المختار وغامۃ الاسفار فی الدر لو اشتری لغيره نفذ علیہ الخ اور عمر و کا روپیہ ادا ہے ثمن میں دیا بھی گیا ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکان خرید کر وہ عمر و کے پھر میں یا ان میں اس کا حصہ قرار پایا جائے بلکہ تنہا زید ہی اس کا مالک ٹھہرے گا، فی الفتاویٰ الخیرتیہ لا تثبت الدار للاب بقول الابن اشتریتهما من مال ابی اذا لایلزم من الشراء من مال الاب ان یكون المبیع للاب لانه یجتمعت القرض والغصب پھر بعد خریداری جو افعال و اقوال زید سے واقع ہوئے اور اس نے وہ مکان خالد کا نام بیعناموں میں لکھا کر اسے سپرد کر دیئے یہ صریح دلیل ہے فالحق ایضا ینعقد بالتعاطى دل علیہ فروج حمة فی المذهب و فی الدر المختار اتخذ لولده اول تلمیذہ ثیابا ثم اراد فہما لغيره لیس لہ کذا لک مالہ بین وقت الاتخاذ اھا عاریة اہ و فی العقود الدریة و فی الفتاویٰ الحامدیة و فی النخیرة و التجنیس امرأة اشترت ضیعة لولدها الصغیر من مالها وقع الشراء للام لا لھا لامتلاك الشراء للولد وتكون الضیعة للولد لان الامر تصیر و اھبہ پس اس صورت میں بھی بعد قبضہ خالد کے ملک تمام ہو گئے اور ان مکانات میں کسی کا کچھ حق نہ رہا اور زید ثمن میں اگر عمر و نے کچھ دیا بھی تو اس کا وہی مال ہے جو اوپر مذکور ہوا یعنی بطور تطوع تھا تو کسی پر مطالبہ نہیں اور بطور قرض تھا تو وہ قرض زید پر ہے خالد سے کچھ تعلق نہیں ہاں اگر نفس عقد زید و عمر و دونوں کے لئے واقع ہوتا تھا بایں کہتا میں نے یہ مکان تم دونوں کے ہاتھ بیچے یہ کہتے ہم نے خریدے یا عمر و زید کو اپنی طرف سے اپنے مکان کی خریداری کا دلیل کر دیتا تو البتہ وہ بھٹے مساوی زید و عمر و دونوں کے ملک ہوتے اگرچہ عمر و نے ثمن میں کچھ نہ دیا ہوتا اور اب یہ ہے بنام خالد کہ صرف زید نے کیا محض ناجائز

رہتا لایہ ما یسلک الاہیۃ ملکہ وھو مشاع ولا یکنی سکوت عمر وحتی یجمل ہبتا کل لان سکوت المالك عند بیع الفضولی لایکون رضا کانے
الاشباہ فیکف بالہیۃ اس صورت میں وہ مکان اصل ملک زید و عمرو پر کہ نصف عمر و کا خالص اور نصف دارثان زید پر منقسم ہوتے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پہلی بحیثیت مسئلہ مولوی عبدالاحد صاحب، ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بکالت مرض الموت ایک حقیقت بحق وارث بیع کی یہ امور خیر تو یہ قیوں
رہا بیع ایسی صورت میں یہ بیع بھی ایک ثلث میں بحق وارث رہ سکتی ہے یا نہیں یہ بیع ایسی حالت میں بیع جانی جائے گی یا ہبہ فقط بیع تو جردا۔
الجواب۔ جبکہ بیع کی ہے تو وہ عقد نہ وقف ہو سکتا ہے نہ ہبہ ہو سکتا ہے بلکہ بیع ہی ہوگا اگر دانی اسی مرض میں ہے جسے شرعاً مرض الموت مانا جائے
تو وارث کے ہاتھ بے اجازت دیگر ذرہ نہ مطلقاً جائز ہے نہ ثلث میں نافذ ہو سکتی ہے نہ ہزاروں حصے میں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از قبضہ فیروز آباد ضلع آگرہ مسؤلہ سید بشارت علی و سر فراز علی سو داگر ان چوڑی، ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانے میں گورنمنٹ نے شہر بہ شہر قبضہ بہ قبضہ گاؤں بگاؤں مویشی خانے مقرر کر رکھے ہیں اس میں لاوائقی
گائے بیل بکری وغیرہ داخل کی جاتی ہیں اور وہ زیادہ سے زیادہ پندرہ یوم مویشی خانہ میں اسوجہ سے رہتی ہیں کہ جب مالک مویشی آوے گا اس وقت
از جرماد و زرد خوراک وصول کر کے چھوڑ دیا جائیگا اور جب میعاد مقرر ہو تک مالک اس نہیں آیا تو اس جانور کو حاکم پرگنہ یا حاکم متعلقہ نیلام کر دیتا ہے
اب سوال یہ ہے کہ ایسی بیع جائز ہے یا نہیں اور اگر اس قسم کی گائے میں وغیرہ نیلام میں سے خرید کر کے بقرا عید پر قربانی کرنا اس جانور کا جائز ہے یا نہیں
دوسری یہ بات ہے کہ اگر ایسے جانور کو دوسرے شخص خریدے خواہ ہندو یا مسلمان پھر اس سے ایک اور شخص خرید کرے قربانی کرے تو جائز ہے یا نہیں۔
قربانی کرنے والے کو اس کا علم ہے کہ اس نے مویشی خانہ میں سے نیلام میں خریدی ہے زید و عمرو دونوں مولوی ہیں یہ دونوں کہتے ہیں کہ ایسے جانور کی قربانی
جائز ہے اور ہر ایک مولوی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ یہ جانور حکم لقیط میں ہے لہذا ایسے جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔ بیع تو جردا۔

الجواب۔ جو چیز بے اطلاع مالک بھی جائے وہ بیع اجازت مالک پر موقوف رہتی ہے قبل از اجازت اگر سو بیس کے بعد دیگر کم ہوں
سب اسی کی اجازت پر موقوف رہیں گی اور قبل اجازت اس میں کوئی اسکا مالک نہ ہوگا نہ اس کا تصرف جائز ہو نہ اسکی قربانی ہو سکے، نقطہ کا حکم
تہمیر ہے اسکے بعد فقیر تصدق نہ کہ بلا تہمیر بیع۔ ان بعد اطلاع جس بیع کو وہ نافذ کر دے نافذ ہو جائیگی جبکہ بائع و مشتری و بیع قائم ہوں تناوی تا ضحیاں
و تناوی علیگیر یہ وغیرہا میں ہے۔ اذا باع الرجل مال الغنیر عندنا یتوقف البیع علی اجازة المالك ویشترط الصحة الاجازة تا قبل العاقدين والمعقود علیہ۔

مسئلہ۔ از بنارس محلہ کچی ہاش علاقہ جیت پورہ مسئلہ مولوی فلیل الرحمن صاحب، ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو کچھ از روئے کتب معتبرہ ہوں بیان فرمائیں۔ بیع تو جردا۔
واضح ہو کہ سہی حشام جب بیمار ہوئے تو حالت بیماری میں اپنا مکان اپنی زوجہ و اپنی دختر دونوں کے ہاتھ بیع کیا مگر گوہان سے ثابت ہوا
کہ ذرثان رو برو گوہانوں کے مشترکوں نے ادا نہیں کیا اور بعد بیع کرنے مکان کے سہی حشام ایسے نہ ہوئے کہ چار پائی سے اٹھ کر کام ضروری
کرتے آخر بعد اکیس یوم کے قضا کر گئے اور بعد قضا کرنے حشام کے ان کی دختر بھی ایک ہفتہ کے بعد مر گئی۔ اور پھر گزرنے مدت پانچ ماہ کے بعد حشام
کا پیدا ہوا اور بعد پیدا ہونے بیٹے کے مساقہ جان بی بی زوجہ حشام بیمار ہوئیں اور بیماری کی حالت میں زوجہ حشام نے مکان مذکور کو ایک شخص کے

ہاتھ بیچ کیا اور بعد بیچ کرنے مکان کے چار روز بعد زوجہ حشام بھی قضا کر گئیں فقط۔

روکا حشام کا جو پیدہ ہوا تھا وہ تہنار ہا پھر وہ لڑکا بھی دو مہینہ بعد مر گیا جب سب لوگ مر گئے کوئی نہ بچا مگر ایک برادر زادہ حشام کے کسی یا محمد ہیں تو یار محمد سے اور جس کے ہاتھ زوجہ حشام نے مکان بیچ کیا تھا اس سے تارخ ہوئی مشتری نے کہا کہ تم نے خرید اسے اور یار محمد نے کہا کہ ہمارا حق ہوتا ہے تم مالک ہیں غرض کہ جب جھگڑا زیادہ اہل محلہ نے دیکھا جب بچوں نے دونوں سے کہا کہ جھگڑو نہ تم لوگ تمہارا جھگڑا طے کر دیں گے پوچھ جمع ہوئے مطلب سے آگاہ ہوئے یعنی مشتری نے کہا کہ بعد بیچ کرنے مکان کے تندرست ہو گئے تھے اور یار محمد جیسے حشام نے کہا کہ بیچ کرنے کے بعد چچا اپنی چار پائی سے نہ اٹھے اور فوت ہوئے اس بات میں بچوں نے صلاح کیا کہ جو لوگ قریب مکان کے رہتے ہیں ان سے دریافت کرنا چاہئے تب دو آدمی پڑوسی کو بلایا ایسے کہ وہ لوگ حشام کے گھر جاتے رہتے تھے وہ لوگ آئے یعنی مسی الہی بخش و مسی جان محمد دونوں کو اہوں سے پوچھا گیا تو جو گو اہوں نے شہادت دی ہے وہ رقم ہوتا ہے۔ فقط

بیان الہی بخش گواہ کا یہ ہے

الہی بخش از روئے حلف بمقابلہ بچوں کے مسجد میں بیان کیا کہ میں گاہ گاہ ان کے گھر جاتا تھا تو حالت حشام کی ایسی تھی کہ سوائے چار پائی کے کہیں جا نہیں سکتے تھے اور ضعف اس قدر تھا کہ واسطے حاجات ضروری کے مکان سے باہر نہیں جا سکتے تھے مکان کے اندر پاخانہ و پیشاب کرتے تھے اور بیغناہ لکھنے کے تخمینا ایک ماہ سے کمتر میں انتقال کر گئے۔

بیان جان محمد گواہ کا یہ ہے

مسجد میں بیان کیا گیا کہ حشام نے جب بیغناہ لکھا تو حالت ان کی یہ تھی کہ سوائے چار پائی کے کہیں جا نہیں سکتے تھے بیماری میں ضعف اس قدر تھا کہ واسطے پاخانہ و پیشاب کے مکان کے باہر نہیں جا سکتے تھے اندر ہی مکان کے حاجت ادا کرتے تھے میں گاہ گاہ ان کی عیادت کو جاتا رہتا تھا تو اسی چار پائی پر جھک کر حقہ بھی بھر لیتے تھے اور اسی بیماری میں تخمینا ایک ماہ سے کمتر میں قضا کر گئے۔

الجواب

بیش جو مرض الموت میں وارث کے نام کی جائے حکم وصیت میں ہے کہ بعد موت مورث بے اجازت وارث باطل ہے فتاویٰ امام قاضی خا وغیرہ میں ہے من الموقوف اذا باع المریض فی مرض الموت من وارثہ عینا من اعیان مالہ ان صح جائز بیعہ وان مات من ذلک المرض ولو یجز الوثیة بطل البیع اور وقت اجازت متصل موت مؤث ہے یہاں تک کہ حیات مورث میں اجازت ورثہ معتبر نہیں ہدایہ میں ہے لامعتبر باجازتھو فی حال حیاتیہ لانھا قبل شوب الحق اذا الحق ینتبت عند الموت اور موت ہشام سے چند ماہ بعد لڑکا پیدا ہونے سے ثابت ہوا کہ وقت موت مورث یہ لڑکا بھی ایک وارث تھا اور یہ کہ ہنوز پیٹ میں ہونا ہر ہے کہ نہ تو خود اس کی اجازت تصور نہ اس کی طرف سے کسی کی اجازت ممکن کہ پیٹ کے بچے پر اللہ عزوجل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی ولی یا وصی یا مالک یہاں تک کہ خود باپ کو بھی ولایت نہیں ولو الجلیہ پھر میں المغنی پھر غزالیون القول فی الملک

لے اللہ جل جلالہ کا ولی و والی جملہ عالم ہونا ظاہر اور اس کی خلافت سے حضور پر نور سید عالم خلیفہ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولایت بھی ہر شے پر ہے اور خود جنین پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت فقیر قرآن عظیم و حدیث صحیح سے ثابت کر سکتا ہے، آیت تو قول الہی عزوجل البنی اولی بالمومنین من انفسہم جنین ارشاد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مسلمان پر اس کی جان سے زیادہ ولی و والی و مولیٰ و مختار و صاحب تصرف و اقتدار ہیں۔ شک نہیں کہ جنین بھی انسان ہے۔

ہیں ہے لا ولاية للاب على الجنين ثالثاً في ثانی سے ہے وفي التبيين ولا تصح الهبة للمحل لان الهبة من شرطها القبول والقبض ولا يتصور ذلك من الجنين ولا يلى عليه احد حتى يقبض عنه نصارك بالبيع قلت انادرجه الله تعالى انه لا ولاية لاحد على الجنين اصلا وبه ظهر خطأ من افنى ان الوصى يملك التصرف في المال الموقوف للمحل عقود الدررہ میں منع الغنا سے ہے لا ولاية للاب على الجنين فضلا عن الوصى لقول الزيلعي ولا يلى على المحل اء اور جو عقد جس وقت محتاج اجازت ہو اور اس وقت اس کا اجازت دینے والا کوئی نہ ہو وہ باطل محض ہوتا ہے کہ پھر آئندہ کوئی صالح اجازت پیدا ہو کر اجازت بھی دے تو جائز نہیں ہو سکتا درختار میں ہے مالا مجيز له حالة العقد لا ينعقد اصلا يانه صبي باع مثلاً ثم بلغ قبل اجازة وليه فاجازة بنفسه جاز لان له وليا مجيزه حالة العقد بخلاف ما لو طلق مثلاً ثم بلغ فاجازة بنفسه لم يجز لانه وقت العقد لا مجيز له فيبطل تو ظاہر ہوا کہ صورت مستفسرہ میں یا ر محمد شتری کا اختلاف کہ ہشام نے وہ بیع صحت میں کی یا مرض الموت میں درحقیقت اس بیع کے انعقاد و بطلان میں اختلاف ہے مشتری مدعی ہے کہ وہ بیع شرعاً منعقد ہے اور یا ر محمد کہتا ہے بلکہ محض باطل و کالعدم ہے اور جب بیع کے بطلان و انعقاد میں اختلاف واقع ہونے پر اس کا بکلف معتبر ہے جو قائل بطلان ہو۔ اشباہ والنظائر و درختار میں ہے اختلاف المتبايعان في الصحة والبطلان فالقول لمدعى البطلان وفي الصحة والفساد لمدعى الصحة الا في مسألة الاقالة اسی طرح جب صحت و مرض میں اختلاف ہو کہ مورث نے یہ عقد وراثت کے ساتھ یا اس کے لئے فلاں اقرار اپنے مرض میں کیا یا صحت میں تو قول اسکا معتبر ہے جو مرض میں ہونا ہوتا ہے و درختار میں ہے لو اقر لوارث ثمرات فقال المقر له اقر في صحته وقال بقیة الورثة في مرضه فالقول قول الورثة والبینة للمقر له وان لم یقر بینة و اراد استخلا فمقر له ذلك اسی میں ہے في الانقروى ادعى بعض الورثة ان المورث وهبه شيئاً معيناً وقبضه في صحة وقالت البقية كان في المرض فالقول لمقر له وان اقال البينة فالبینة لمدعى الصحة ہیں صورت سوال میں یا ر محمد کو حاجت گواہان نہ تھی بلکہ مشتری سے گواہ لئے جائیں اگر وہ گواہان عادل تھے متقی سے ثابت کر دے کہ یہ بیع ہشام نے اپنی تندرستی میں کی یا اس بیع کے بعد وہ تندرست ہو گیا تھا۔ یا وہ گواہ نہ دے سکے اور یا ر محمد سے قسم چاہے اور یا ر محمد پنچوں کے سامنے قسم کھانے سے انکار کرے تو ان دونوں صورتوں میں ثابت ہو جائے گا کہ ہشام نے جو بیع اپنی زوجہ و دختر کے ہاتھ کی ضرورت میں دانا نہ تھی عورتیں اس مکان کی مالک منتقل ہو گئیں اور اگر بیع میں تفصیل حصص نہ تھی تو دونوں عورتیں نصفاً نصف کی مالک ہوئیں پھر جب دختر نے انتقال کیا اور اس کی موت سے چھ مہینے کے اندر اس کا بھائی پیدا ہوا تو ظاہر ہوا کہ یہ بھی بہن کا وارث ہے اب کہ زوجہ ہشام نے اپنے مرض میں کل مکان مشتری کے ہاتھ بیع کر دیا اگر یہ مشتری بالنع کا وارث نہیں تو بیع اس قدر میں صحیح ہو گئی جو ملک زوجہ مذکورہ

اور وہ یقیناً کافر ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل مولود یولد علی فطرة الاسلام۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے فطرة اللہ النبی فطر الناس علیہا
الہست کے نزدیک ایمان و کفر میں واسطہ نہیں تو جنین ضرور مومن ہے اور یکم آیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مومن کے ولی و والی ہیں۔ یہ ثبوت آیت سے ہوا۔ اور حدیث سے یہ کہ ابھی فقہائے کرام کی تقریبات سن چکے کہ جنین کا کوئی ولی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ ورسولہ مولیٰ من لا مولیٰ له جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کے ولی و والی و مولی اللہ ورسول ہیں جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ رواہ الترمذی و حسنہ داہن ماجہ عن ائمة المومنین الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۱۳ منہ غفرلہ

تھایینی نصف مکان کہ بیع ہشام سے اس کی ملک ہو اور نصف دیگر ملک دفتر سے ایک ثلث جبکہ اسے ثلث سے کوئی حاجب نہ ہو، باقی دو ثلث نصف یعنی کل مکان کا ایک ثلث حق برادر نو پیدا ہوا اگر مادر و برادر مذکور کے سوا دفتر کا کوئی اور وارث نہ ہو پھر جب لڑکا مر گیا اور یا محمد کے سوا اس کا کوئی وارث نہ ہو تو وہ ثلث یا محمد کا ہوا اس قدر اسے واپس دے۔ اور اگر مشتری گواہ نہ دے سکا یا گواہ عادل شرعی قابل قبول نہ تھے اور یا محمد نے بچوں کے سامنے بطلب مشتری حلف کر لیا کہ ہشام نے یہ بیع اپنے مرض موت میں کی تو اس صورت میں وہ بیع باطل ہوئی۔ پھر بعد بیعت ہشام اگر اس کے وارث یہی زن و سپرد دختر ہیں عورت کا ایک تن اور دختر کے حکم ہوئے ان میں سے بشرط مذکور ایک ثلث یعنی بیچ پھر دو ہشام کو بیچنے تو وقت بیع زوجہ ہشام صرف پچھالیس ہزار کی مالک تھی اسی قدر میں بیع قائم رہ سکتی ہے مشتری باقی مکان بشرط مذکور یعنی مکان کے وصول سے یا محمد کو واپس دے واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الاقوالہ

مسئلہ ۱۔ از مراد آہد عملہ ہادہ شاہ صفا مسئلہ حافظ عبد الحمید ۶ شوال ۱۳۹۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک جائداد عمرو کی چھ سو پچیس روپے پر اپنے دوست بکر کے ذریعہ خریدنے کے لئے طے کرائی قیمت طے ہونے کے بعد سو روپیہ بطور بیعانہ عمر کو دیکر رسید لکھوائی رسید میں بکر نے دھوکے سے اپنا نام بھی تحریر کر لیا اور دعویٰ کر دیا کہ جائداد تو میری اور تمہاری دونوں کی مشترک طے ہوئی حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ یہ قصہ پنپائیت میں ڈالا گیا بچوں نے دونوں سے پچاس پچاس روپے لے کر حج کر لئے اور کہا جو شخص یہ روپیہ لے گا اسے جائداد نہیں ملے گی اور جو جائداد لے گا یہ روپیہ نہیں لے سکتا۔ زید نے جائداد خریدنی منظور کی بکر نے سو روپے اٹھائے اور رسید لکھنی چاہی ابھی لکھی تھی کہ بکر کے محلہ والے جو زید سے بغض و عداوت رکھتے ہیں زید سے بولے کہ یہ رسید بیعانہ عمر کو واپس کر دو ہم تم کو یہ جائداد خریدنے نہ دیں گے بلکہ اسے مسجد کی آمدنی کے لئے خریدیں گے زید نے یہ مجبوری رسید عمر کو واپس کر دی اب بے اجازت زید آمدنی مسجد کے لئے یہ جائداد خریدیں یہ جائز ہے یا نہیں۔ بکر کے اہل محلہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تمہارا اس میں کچھ دخل نہیں نہ تمہاری رضامندی کی ضرورت ہے۔ بینوا تو جبروا۔

اجواب ۱۔ صورت متفسرہ میں کہ زید نے بکر کو ایک شے میں خریدنے کا وکیل کیا اسے کوئی اختیار نہ تھا کہ قیمت زید میں اسے اپنے نفس کے لئے خریدے بلکہ اپنے نفس کے لئے خریدتا جب بھی زید موکل کے لئے ہوتا مالہ العیالہ ففی الدر المختار والذوکلہ بشرط شیخ بعینہ لا یشتریہ لنفسہ ولا لموکل آخر بالاولیٰ عند غیبتہ حیث لم یحالفاد فبالغیر فلوا اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی الموکل لہ من الثمن وقع الشراء للوکیل لخالفتہ امرہ ویعزل فی ضمن الخالفة یعنی بکر نے کہ رسید بیعانہ میں اپنا نام بھی لکھا لیا ظلم و فریب و جہل و حماقت تھا بچوں نے جو فریقین سے پچاس پچاس روپے لے کر حرام ہیں اس پر فرض ہے کہ زید کو واپس کر دے قال اللہ تعالیٰ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل عبارت سوال سے زید پر اہل محلہ بکر کی جانب سے کوئی اکراہ شرعی ہونا نہیں سکتا لوگوں کے اصرار سے عرفی مجبوری اگر وہ شرعی نہیں اس صورت میں جبکہ زید نے بیعانہ واپس کر دیا اور عمرو نے قبول کر لیا بیع اگر نہ ہوئی تھی ہونے نہ پائی اور اگر ہوئی تھی منع ہوگی پھر حال زید کو اس جائداد سے کوئی تعلق نہ رہا اہل محلہ بکر اگر مسجد کیلئے خریدیں

برضاے عرو خرید کر سکتے ہیں رضائے زید کی کچھ حاجت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ الْمَرَاجَعَةِ

مسئلہ ۱۔ ۸۔ ارجمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

زید نے عرو سے کہا کہ تم عرو روپیہ کمال اپنے روپے سے خرید لو بعد خریدنے تمہارے کے میں تم سے ہر ایک روپیہ ایک آنہ دیکر خرید لو گنا اور ایک ماہ میں وہ گنا کیونکہ میرے پاس روپیہ نہیں تو اس صورت میں نفع جائز ہے یا نہیں۔ بیوا تو جروا۔

الجواب ۱۔ جائز ہے مگر یہ ثمن کی زیادتی اگر معمولی نرخ سے اس بنا پر بڑھائی گئی کہ زید قرض خریدتا ہے تو بہتر نہیں لمانیہ من الاعراض عن مبدقۃ الاقرض کا افادہ فی النفع ورد المحتار وغیرہما من الاسفار واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از کاٹھیا وارد حوراجی محلہ سیاہی گران مسؤلہ حاجی عیسیٰ خان محمد صاحب، ۸۔ ارجمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

نوٹ کی بیع مرابحہ یعنی نوٹ بیچا اور یہ کہا کہ فی روپیہ ایک آنہ لکھی ہوئی رقم سے زیادہ لوں گا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب ۱۔ یہ مسئلہ متفق طلب ہے ہم اولاً عبارات کتب ذکر کریں پھر توفیق اللہ تعالیٰ اپنی تحقیق پر صورت مسؤلہ کا حکم وبالله التوفیق فاعلم ان امتنار رحمہم اللہ تعالیٰ عرفوا المرابحة فی المتون بانھا نقل ماملکہ بالعقد الاول بالثمن الاول مع زیادة ربح کما فی الهدایة و اختصرہ فی الکفر فقال بیع ثمن سابق و زیادة و کلام عامتہم تدور حول ذلك واعترضہم الشرح منتقض طرد او عکسا و اطالوا فیہ بما افادہ احکام فروح وقد اجیب عن اکثر الایرادات بما یتم او لا کاسطہ فی العنایة و النفع وغیرہا و لما کان منشأ اکثرھا لفظ العقد و الثمن توکھا فی الدرر وقال بیع ماملکہ بشئ ما قام علیہ بزیادة و لا یسلم ایضاً من بعض النقوض و لساھنا بصد و سر دھامع ما لها و علیھا و قام العلامة البحر فی البحر الزلزلۃ رانی مجد جامع مانع لا یرد علیہ شئی اصلاً ناطال باستیعاب شروط الجواز و لم یتم ایضاً کما استعرفہ انشاء اللہ تعالیٰ و وقع ہمنانی سخته المطبوعہ نقل ماملکہ لغیر عقد السلم و المبة بشرط عوض بما یتعین بمین ما قام علیہ او بمثلہ او بوقمہ الخ قال محشیہ العلامة الشامی فی المنحة قوله بما یتعین متعلق بما مملکہ او و هذا یفید انہ کذا کذا بالبوا فی نسختہ و قد یجوز ان یتایدہ قول البھوتی قول الماتن شرطہا ای البیع و المرابحة کون الثمن الاول مثلیا مانصہ عبارة الجمع اولیٰ وھی و لا یصلح ذلك حتی یكون العوض مثلیا او مملوکا للمشتري قال و لكن لابد من التقييد بالمعين للاحتراز عن الصرف فانه لا يجوز ان یفہما ہ فانه ہمنانی بیان العوض فاو ہوا اشتراط ان یكون مملکہ بما یتعین. اقول و هو ظاہر البطلان و لا قائل بہ تحد من الناس و الا لا تمتنع المرابحة و التولية فی البیاعات المطلقة عن آخرھا لكون الاثمان فیھا مما لا یتعین و قد قال الامام السمرقندی فی تحفة الفقہاء و عنھا فی غایة البیان اذا باع شیاً مرابحة علی الثمن الاول فلا یجوز ان یكون من ذوات الامثال کالدراہم و الدنانیر و المکیل و الموزون و المعدی المقارب او یكون من المعدودات المتفاوتہ مثل العہید و الثیاب و الدور و البطیم و الرمان و غیرہا اما اذا کان الثمن الاول مثلیا فباعہ مرابحة علی الثمن الاول بزیادة ربح یجوز سواء کان الربح من جنس الثمن الاول او لم یکن بعد ان یكون شیئاً مقدراً معلوماً نحو الدراہم و الثراب مشار الیہ او دنیا الخ فالصواب

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عندی ان الباء فی بیا بیعین من خطاء النساخ وانما هو مما یتعین ای ما ملکه حال کونه من الاشیاء الّتی یتعین
فی العقود والتعین شرط فیما ملکه وهو الذی یرید نقله مرابحة لانه عوضه وقال فی الکفاية قوله نقل
ما ملکه ای من السلع لانه اذا اشتری بالدرهم الدنانیر لایحوز مع الدنانیر بعد ذلک مرابحة اه وقال فی العنایة بعد ذکر الایرادات
على حد المتن قبل فعلی هذا الاولی ان یقال نقل ما ملکه من السلع بما قام عنده اه وقال سعدي أفندی فی حاشیة المراد بها
ملکه هو المملوک المعهود الذی کان الکلام الی هنا فیہ اعنی السلع اه قال فی جامع الرموز التولية ان یشترط فی الیبع ای بیع
العرض احتیاز عن الصرف فالتولية والمرابحة لم تکن فی بیع الدرهم والدنانیر کما فی الکفاية اه قال فی الدر المختار المرابحة
بیع ما ملکه من العروض بما قام علیه وفضل اه اقول ویالله التوفیق جو چیز مرابحة بیجی جائے نہ تو اس کا عرض و سلع و متاع و کالا ہونا لازم بلکہ
سونے چاندی پر بھی مرابحة جائز ہے جبکہ سونا روپوں کو خریدنا ہو یا چاندی اشرفیوں کو تداوی علیگیری میں ہے اذا اشتری ذہبا بعشره دراهم رباعه
بریح درهم جاز کذا فی الحاوی ای میں محیط ہے اذا باع قلب فضة وزنه عشرة دراهم بدینار و تقابضا ثباعه بریح درهم
او بریح نصف دینار جاز اما اذا باعہ بریح نصف دینار فلانه یصیر بائعا قلب فضة وزنه عشرة دراهم بدینار ونصف دینار
لان الجنس مختلف فلا ینظر الریح واما اذا باعہ بریح درهم فما ذکر من الجواب ظاهر الروایة لانه یصیر بائعا للقلب بدینار و
درهم وانه جاز لانه یجعل بازاء الدرهم من القلب مثله والیاتی من القلب بازاء الدینار وعن ابی یوسف انه لایحوز الخ نہ بیع
کا صرف ہونا مطلقا اس کی مانت کو مثلزم سونا کہ دس روپے کو خریدنا تھا گیارہ روپے کو بیچا یا دس روپے بھر چاندی کا گلگن کہ ایک اشرفی کو بول
لیا تھا ڈیڑھ اشرفی یا ایک اشرفی اور ایک روپے کو بیچنا یہ سب صرف ہی ہے اور مرابحة اور جائز نہ صرف نہ ہونا مطلقا جو مرابحة کو کافی من بھر
گیہوں من بھر گیہوں کو خریدے ان کی بیع مرابحة حرام ہے کہ سود ہے حالانکہ صرف نہیں شر بنالی علی الدار میں ہے المثلی اذا غیبہ الغاصب و
قضى علیه بشله ملکه ولا یحوز له بیعہ باز لہ منہ لکونہ ربانہ یہ میں محیط سے ہے لو اشتری محتوم حنطة محتومی شعیر بغیر
عینہا ثم تقابضا فلا باس بان بیع الخطة مرابحة وکذلک کل صنف من المکیل والموزون بصنف اخر اه افاد بمفہوم
قوله بصنف اخر انه لو قوبل الجنس بالجنس لم تجز المرابحة وسنعطیک دلیلہ انشاء اللہ تعالیٰ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ
جو شے مرابحة بیجی جائے اس میں دو شرطیں ہیں شرط اول وہ شے معین ہو یعنی عقد معاوضہ اس کی ذات خاص سے متعلق ہوتا ہونا ہونہ یہ کہ ایک
مطلق چیز ذمہ پر لازم آتی ہو ثمن میں روپیہ اشرفی عقود معاوضہ میں متعین نہیں ہوتے ایک چیز سو روپے کو خریدی کچھ ضرور نہیں کہ یہی سو روپے
جو اس وقت سامنے تھے ادا کرے بلکہ کوئی سے سو دیدے اور اگر مثلاً سونے کے گلگن بیچے تو خاص یہی گلگن دینے ہوں گے یہ نہیں کر سکتا کہ ان کو
بدل کر دوسرے گلگن دے اگرچہ وزن و ساخت میں ان کے مثل ہوں یہ شرط مرابحة و تولية و ضیعة تینوں میں ہے یعنی اول سے نفع پر بیچے یا بار
کوباکمی پر یہاں اس شے کا معین ہونا اس لئے ضرور ہے کہ یہ عقد اسی شے مملوک سابق پر وار د کیا جاتا ہے اور جب وہ معین نہیں تو نہیں کہہ سکتے
کہ یہ وہی شے ہے ولہذا اگر روپوں سے اشرفیاں خریدیں تو ان کو مرابحة نہیں بیچ سکتے کا نض علیہ فی التبیین والفتح والعنایة والکفاية والنج
والنهر والظہیریة والحانیة وخزانة المفتین والھندیة وجامع الرموز وغیرھا وان نقل ط عن حاشیة سری الدین علی
التبیین عن البدائع انه یحوز اس لئے کہ اشرفیاں معین نہیں ہوتیں بیچنے والا ان اشرفیوں کے بدلے دوسری اسی طرح کی ویدیتا تو جا رہا تھا

الادب جو بیع رہا ہے اب بھی متین نہ ہوں گی یہ اشرفیاں دے یا ان کے ساتھ کی دوسری تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ جو اشرفیاں پہلے اس کی ملک میں
آئی تھیں وہی اتنے نفع پر بیچ کر بیع مزاج ہو تا وی امام قاضی خاں میں ہے رجل اشتری دنانیر بدر اھم ثم باع الدنانیر مرابحة لا
تجزلان الدنانیر لاتتبعین فی البیع فلم یکن المقبوض بعقد الصرف مبیعا فی البیع الاول نفع القدر میں ہے انما تجز المرابحة فی ذلک
لان بدلی الصرف لا یتبعینا فلم تکن مین هذه الدنانیر متعینة لتلزم مبیعا اور اگر سونے کا گہنا روپوں کو خریدتا تو اسے مرابحة بیچ سکتا
ہے کہ وہ بیع میں متین ہو گیا تو عقد اسی ملک اول پر واقع ہو گا کا قند منہ وبہ ظہران مراد ہونا بالعرض والصلح کل ما یتبعین ولو من
احد التقدین وبالصرف ما لا یتبعین نیہ البذل الذی حصل فی ملک من یرید بیعہ مرابحة وان الاولی قول الفتح المراد نقل
ماملکہ مما ہو بیع متعین بدلالة قوله بالتمن الاول فان کون مقابله شاملا یفید ان ماملکہ بالضرور مبیع مطلقا ۱ھ
فہذا ہو تحقیق الشرط الاول شرط دوم وہ ایسا مال ربوی نہ ہو جو اپنی جنس کے بدلے لیا ہو جیسے سونا سونے یا چاندی چاندی یا گہوں گہوں یا جو
جو کوہے لیکر یہ میں ہے ان اشتری ذہبا بذهب او فضة بفضة لم تجز من بحة اصلا کذا فی التارخانیة یہ شرط مرابحة دو فیسے یعنی اول کے
اعتبار سے زیادہ یا کم بیچنے میں ہے تو یہ یعنی برابر بیچنے میں نہیں اقول وباللہ التوفیق وجہ اس کی یہ ہے کہ جب ایک ربوی مال جنس کی بیٹی
سے سود ہو جاتا ہے اپنے جنس کے بدلے اسے ملا ہے۔ اب جو یہ اسے مرابحة بیچے گا تو اس کی جنس سے بدلے گا یا غیر جنس سے۔ اگر جنس سے بدلے تو فرض ہو گا
کہ دونوں پورے برابر ہوں کی بیٹی کیونکر ممکن کہ عین رہا ہے اور اگر غیر جنس سے بدلے تو نہ مرابحة ہوئی نہ جائز ہو سکتی ہے مرابحة تو یہ تھی کہ جس عوض پر
اسے پڑی ہے اسی کو مع کچھ نفع کے بیچ یہاں عوض کی جنس بدل گئی وہ ظہر سقوط ما اعترض بہ فی العنایة علی تعریف الهدایة و تبعہ فی البحر
اذ قال واللفظ للاکمل بالاختصار اعترض علیہ بانہ مشتمل علی ابہام یجب عنہ خلوا للتعریف لان قوله بالتمن الاول امان یراد
بہ عین الاول او مثله لاسبیل الی الاول لان عین الاول صار ملک للبائع الاول ولا الی الثاني لانه لا یجوز امان یراد المثل
من حیث الجنس او المقدار والاول لیس بشرط لما فی الايضاح والمحیط اذا باعہ مرابحة فان کان ما اشتراک بہ لہ مثل جنہ
سواء جعل الربح من جنس راس المال الدرہم من الدرہم او من غیر الدرہم من الدنانیر او علی العکس اذا کان معلوما
بجوز بہ الشراء لان الكل ثمن والثانی یقتضی ان لا یضم الی راس المال اجرة القصار والصباع والطرار وغیرہا الخ والا
کمل وان اجاب عنہ فانما اختار الشق الاخیر والبحر لم یرضہ بل روة بما لا یفید الا یراد الابدان اقول والعجب ان المعترض
حصرا وبطل جمیع الشقوق فکیف یعترض بالابہام لم یحکم بالبطلان ثم العجب اشد العجب الاستناد بما نقل عن الايضاح
والمحیط فانه لا مساس لہ بالمدعی کانبہ علیہ العلامة سعدی افندی حیث یقول لا یجفی علیک ان ما نقلہ من ذینک الکتاب
انما یدل علی عدم اشتراط مماثلة الربح لراس الماس جنسا الاعلی عدم شرطیہ مماثلة الثمن الثاني للاولی فی الجنس ۱ھ
اقول ولا نظر الی ما یوہمہ التصویر بالدرہم والدنانیر ولتعلیل بان الكل ثمن فان الربح یجوز مطلقا من ای جنس کان ثوبا
او عبدا او ارضا وغیر ذلک بعد ان یكون مقدارا معلوما کما قدمناہ عن الغایة عن التحفة ومثله فی عامة الکتاب فہذا وجہ و
اقول ثانیاً لئن قطعنا النظر عن هذا لم یکن فیہ ما ینع اشتراط المجانسة وینفیہ فقد نصوا ان الدرہم والدینار جنس

Click For More Books

واحد في بضع مواضع منها المراجعة كافي البحر والدر وغيرهما **اقول** ثالثا وهو القول الفصل وهو ما لا اعتراض من الاصل اطبقا كالمعنى
قابلة ان شرط صحة المراجعة والتولية كون العرض الى الثمن الاول مثلها وعلله المعلنون كالهداية والشروح ومنها العناية والنبين
والبحر وغيرها واللفظ للعناية بان مبناهما على الاحتراز عن الحيانة وشبهها والاحتراز عن الحيانة في القيمات ان امكن فقد لا يمكن
عن شبهها لان المشتري لا يشترى المبيع الا بقيمة ما دفع فيه من الثمن اذ لا يمكن دفع عينه حيث لم يملكه ولا دفع مثله اذ الفرض عليه
فتمينت القيمة وهي محمولة تعرف بالحرض والنظر فيمكن فيه شبهة الحيانة الا اذا كان المشتري باعه مراجعة ممن ملك ذلك السبل
من البائع الاول بسبب من الاسباب فانه يشترىه مراجعة بريح معلوم من دراهم او شئ من المكيل والموزون الموصوف للاقتناء على
الوفاء بما التزمه **اقول** ولا تنس ما قد منا ان الربح سائغ مطلقا ولو ثوبا كما نص عليه في التحفة وقال في التحفة وقال في النسخ لو كان
ما اشتراه به وصل الى من بيعه منه فراجعه عليه بريح معين كان يقول ابيعك مراجعة على الثوب الذي بيديك وريح درهم او كر
شعير او ربح هذا الثوب جازاه فالقصر على المكيل والموزون لا مفهوما له ومن البين ان اشتراط متلية الثمن الاول يوجب الممانعة
بينه وبين الثمن الثاني في الجنس او لولا له عاودا على مقصودة بالنقض فان الشئ ولو مثلها اذا بدل بخلاف جنسه خرج المثل من البين
والامر الى التقويم فثناك قلتم لا يمكنه دفع مثله اذ الفرض عدمه وهما نقول لا يمكن دفع مثله اذ الفرض ان البيع الثاني
بخلاف جنسه وهذا كان شيا واضحا في غاية الوضوح فسبحان الذي اذهل هولاء الاكابر عن مثله ولا يحتمل الا لكلام الله وسلام
الرسول جل جلاله وصلى الله تعالى عليه وسلم اورنا بازيون هوئي جس كا بيان ابجي عنايه وغيره كماله حواله سے گزرا کہ غیر جنس کا عوض اول کے
مثل و مساوی ہونا محض تخمین و اندازہ سے ہوگا اور تخمین میں غلطی کا احتمال ہے اور مرابحہ کی بنا کمال امانت پر ہے اس میں خیانت کا شبہ بھی حرام ہے
پورا ٹھیک ٹھیک ثمن اول کا مساوی بتا کر اس پر نفع باذ سے غیر جنس میں ٹھیک ٹھیک مساوات بتانا محال ہے لہذا مال ربوی جب اپنے جنس کے
عوض لیا ہو اسے مرابحہ یا بیخانا نامکن و حرام ہے یہ وہ شرط ثانی ضروری و لازمی و واجب تھی جس سے بھر الرائق میں باوصف استقصا کے غفلت واقع
ہوئی و هذا ما وعدناك من قبل بان الهدى الذي اتى به لم يتر ايضا وكان عليه ان يزيد بعد قوله ما يتعين غير ربوي قول بجنسه ثم
العجب من العلامة المحقق ابي الاخلاص حسن الشر بن لالي رحمه الله تعالى اذا ورد على تعريف الدرر المذكور بيع مامله بمثل ما
قام عليه بزيادة مسئلة المثلي اذا غيبه الغاصب وضمن ملك ولا يربح كما قد مناعنه قال ولا يرد على من قال بمثل الثمن الاول
اقول صور بضم النصب فصدق ما قام عليه ولم يصدق الثمن ولو صور ربوي ملكه بجنسه كبربر لعمرا الضمان والاثنان وورد
على الكل بالسوية فهد تحقيق الشرط الثاني وقد تفضل على المولى سبحانه وتعالى بهذا الباحث فانتقها فانك لا تجد في محل آخر
ولله الحمد على نواتر الاله والصلاة والسلام على سيد انبياءه محمد واله واجبا نه جب یہ اصل امیل نفع ہوئی اب جواب مسله
مسئولہ کی طرف چلے **اقول** وباللہ التوفیق نوٹ میں شرط دوم تو خود موجود ہے کہ وہ سرے سے مال ربوی ہی نہیں نہ وہ اور روپے
یا اشرفی متحد الجنس اور شرط اول اس کی نفس ذات میں تو متحقق ہے کہ وہ فی نفسہ ایک عوض و متعلق ہے نہ ثمن مگر بزیادہ اصطلاح اسے
تثبیت عارض ہے اور جب تک رائج رہے گا اور عاقدین بالقصد اسے متعین نہ کریں گے عقود و ما و ضمہ میں متعین نہ ہوگا اور اوپر معلوم ہو گیا کہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یہاں تین دنوں وقت درکار ہے ملک اول کے وقت اور اس بیع مزاجہ کے وقت تاکہ صادق آئے کہ وہی شے جو پہلے اس کی ملک میں آئی تھی اس نفع پر بیچی۔ وقت مزاجہ کا تعین بھی خود ہی ظاہر ہے کہ جب مزاجہ بے تعین ناممکن اور وہ قصد مزاجہ کر رہے ہیں ضرور اسے متعین کر لیا جس طرح بیسوں کی بیع سلم میں ہمارے ائمہ کے اجماع سے اور ایک ہمسہ معین دو ہمسہ معین کو بیچنے میں ہمارے امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک ہے جس کی تحقیق ہمارے رسالہ کفیل النقیہ الفاہم میں ہے وقلت فی الوفاقية ان المسلمون لایکون شناقطا قد اعمھا علی جعلھا مسلما یعمھا ذیل علی الابطال ای ابطال الاصطلاح علی الثمن القاضیة بعدم التعین فی الهدایة فی الخلافة لھا ان الثمنیة فی حتمھا باصطلاحھا ما فتبطل باصطلاحھا ما وقلت یھما فی ہامش الکفیل ان الحاجة الی تصحیح العقد تکفی قرینة علی ذلک ولا یلزم کون ذلک ناشأ عن نفس ذات العقد کن باع درھا و دینارین بدرھمین و دینار یحمل علی الجواز صرفا للجنس الی خلاف الجنس مع ان نفس ذات العقد لا تابی مقابلة الجنس بالجنس واحتمال الربا کتحققه فما الحامل علیہ الحاجة ان تصحیح و کمرہ من نظیر اب نہ رہی مگر وقت ملک میں نظر اگر یہ نوٹ کسی نے اسے ہبہ کیا تھا یا اس پر تصدق کیا یا بذریعہ وصیت یا مورث کے ترکہ میں اسے ملایا اس نے کسی سے چھین لیا اور ذوا ان دیدیا یا کسی کا اس کے پاس امانت رکھا تھا اس سے منکر ہو کر تاوان دیکر بیچ لیا تو ان صورتوں میں اسے بیع مزاجہ کر سکتا ہے کہ ان سب وجوہ میں خود روپے اشرفی معین ہوتے ہیں جو ثمن خلقی ہیں نوٹ تو ثمن اصطلاحی ہے پہلی چار صورتوں میں تو بازار کے بھاؤ سے اس کی قیمت ہٹا کر اس پر نفع لگا کے مثلاً یہ نوٹ سو روپے کا ہے میں نے تیرے ہاتھ کئی روپے کے نفع پر بیچا اور کھلی دو صورتوں میں جو کچھ تاوان دینا پڑا ہو وہ ہٹا کر اس پر نفع رکھے کہ یہ نوٹ مجھے اتنے میں پڑا اور اتنے نفع پر میں نے تیرے ہاتھ بیچ کیا درختار میں ہے المراجعة یح ماملکہ ولو بھبة ادارث او وصیة او غضب بھر میں ہے الغضب اذا ضمنہ جازلہ بیعہ مراجعة وتولیة علی ما ضمن وما ملکہ بھبة ادارث او وصیة اذا قومه فله المراجعة علی القيمة اذا کان صادقا فی التقویم او ملتقطا شباه پھر دو التمار میں ہے متعین ای الدرھم والدنانیر فی الامانات والھبة والصدقة والشركة والمضاربة والغصب یوہیں اگر یہ نوٹ بیع سلم سے مول لیا تھا تو بیع کو مول لیا اس پر مزاجہ کر سکتا ہے مثلاً نوٹ سو روپے کے بدلے سو کی رقم کا نوٹ ایک ہینڈ کے وعدہ پر خرید یا یہ نوٹ معین ہو گیا لہذا مقدمنا اب نوے روپے اصل ثمن لگا کر اس پر نفع معین کرے سو روپے اصل قیمت کو ٹھہرا کر اس پر نفع لگا نا حرام ہوگا یوہیں اگر نوٹ بیچنے اور خریدنے میں صاف تصریح کر دی کہ خاص یہ نوٹ بیعہ اتنے کو بیچا کہ ایسی صریح تصریح سے ثمن اصطلاحی متعین ہو جاتا ہے تو بیعہ کو لیا اتنے پر مزاجہ کر سکتا ہے اور صرف اس کے کہنے سے کہ یہ نوٹ اتنے کو بیچا معین نہ ہوگا جب تک عاقدین صاف تصریح نہ کریں کہ خاص اسی کی ذات سے عقد بیع کا متعلق کرنا مقصود ہے تبسبب التماثل میں ہے صحیح البیع بالفلوس النافقة وان لم یعیین لانھا اموال معلومة صارت ثمننا بالاصطلاح فجاز بیعہا و وجب فی الذمة کالدراھم والدنانیر وان عنہما لا تعین لانھا صارت ثمننا باصطلاح الناس وله ان یعطیہ غیرھا لان الثمنیة لا تبطل بتعیینھا لان التعین یحتمل ان یکون لبیان قدر اللوا و وصفہ کافی الدرھم و میوزان یکون لتعلیق الحکم بعینھا فلا یبطل الاصطلاح بالمحتمل ما لم یصرح با بطلانہ بان یقولوا اردنا بہ تعلیق الحکم بعینھا فینشد یتعلق العقد بعینھا بخلاف ما اذا باع فلسا بفلسین باعیانہما حیث یتعین من غیر تصریح لانه لولم یتعین لعسد البیع علی ما بینا من قبل فکان فیہ ضرر

Click For More Books

تخریب الجواز و ہنا يجوز علی التقديرين فلاحاجة الى ابطال اصطلاح الكافنة ہاں بغیر اس تصریح صریح کے جس طرح عام طور پر نوٹ کی خرید و فروخت ہوتی ہے نوٹ معین نہیں ہوتا یا خشک کہ اگر یہ نوٹ سو روپے کو بیچا جائے تو اختیار ہے کہ یہ خاص نوٹ نہ دے بلکہ بدلے اور کوئی نوٹ سو کا دیدے جبکہ ملین میں اس کا مساوی ہو اور اگر ابھی یہ نوٹ مشتری کو نہ دینے پایا تھا کہ جل گیا پھٹ گیا تلف ہو گیا تو بیع باطل نہ ہوئی کہ خاص اس نوٹ کی ذات سے متعلق نہ تھی دوسرا وہ تو اس عام طور کے خریدے ہوئے نوٹوں پر مبرا بچ نہیں کر سکتا کہ وہ معین ہو کر اس کی ملکیت میں نہ آئے گا مینا انفا اسی طرح اگر عورت کا ہر نوٹ قرار پائے تو وہ اس نے شوہر سے اپنے ہر میں پائے انھیں مبرا بچ نہیں چھ سکتی کہ انھان ہر میں متعین نہیں ہوتے اشباہ پھر ردالمحتار میں ہے لا تتبعین فی المهر ولو بعد الطلاق قبل الدخول فتره مثل نصفه ولذا الزمها زکاتہ لونها باحوالہ عند ما امر اقول والوجه فيه ان المهر ايضا معاوضة والاشنان لا تتبعين في المعاوضات وتتبعين فيما واداءها من البرعات و فيما الهبة والصدقة ومن الامانات ومنها المضاربة والشركة والوكالة والوديعة كلها بعد التسليم اما قبله فلا مطالبة والاستحقات وانما النظر في تعيين النقود وعدمه من هذه الجهة كما في احكام النكاح من الاشباہ اقول ولذا لم تتبعين في النذر اذ ليس مطالب الابناء فيه قرينة ولا قرينة في خصوص نقد او وقت او فقير كما في جامع الفصولين من الفصل السابع عشر ومن الغصبات ويلتحق بها المقبوض في الصرف اذا فسد بالتفريق قبل قبض بدل وفي البيع اذا فسد على ما هو الاصح لكونه واجب الرد وفي الدعوى اذا ادعى احرما لا نقض له قبض ثم اقترانه كان مبطلا لهما اما الدين المشترك اذا قبضه احد هما يوم مرد حصة صاحبه من عين المقبوض اقول ان كان قبضه بحق فامين او لا فغاضب فانخر الامر فيما ابديت من انصابط والله الحمد اتقنه فانك لا تجد في غير هذه السطور والحمد لله على تواتر الائمة بالوفور پھر جہاں نوٹ پر مبرا بچ منع ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ ملک اول کے لحاظ سے نفع مقرر نہیں کر سکتا ابتداء سے بیع کے لحاظ سابق کرے جسے بیع مساومہ کہتے ہیں تو اختیار ہے جتنے کو چاہے بیعے اگر چہ دس کا نوٹ ہزار کو بچ میں ہے قید بقولہ لم يبرأح لانه يصح مساومة لان منع المراجعة انما هي للشبهة في حق العباد لا في حق الشرع وتماهه في البنائة اور جہاں مبرا بچ جائز ہے اور یوں مبرا بچ کیا جس طرح سوال میں مذکور ہے کہ لکھی ہوئی رقم سے مثلا فی روپیہ ایک آنہ زیادہ لوں گا تو اس کے لئے ضرور ہے کہ مشتری کو بھی اس کی رقم معلوم ہو اور جانے کہ مجموع ثمن یہ ہو اور نہ اگر کسی ناخواندہ کے ہاتھ بیچا جائے معلوم نہیں کہ یہ نوٹ کتنے کا ہے اس صورت میں اگر اسی جلسہ بیع میں اسے علم ہو گیا کہ یہ مثلا سو روپے کا ہے اور مجھے ایک سو چھ روپے چار آنے میں جانا ہے تو بعد علم اسے اختیار ہے کہ خریداری پر قائم رہے یا انکار کر دے اور اگر رقم جلسہ بیع تک اسے علم نہ ہو تو بیع فاسد و حرام و واجب الفسخ ہوگی اگر چہ بعد کو اسے علم ہو جائے ردالمحتار میں ہے قال فی النهر ولو كان البديل مثليا فباعه به وبعثه اى بعثه ذلك المثل فان كان المشتري يعلم جملة ذلك صح والا فان علم في المجلس خيرا والا فسد هاهنا باب المبرا بچ میں ہے اذا حصل العلم في المجلس جعل كابتداء العقد وصار كتاخير القبول الى اخرا المجلس وبعد الافتراق قد تقرر فلا يقبل الاصلاح ونظيره بيع الشيء برقمه والله تعالى اعلم۔

بَابُ التَّصَرُّفِ فِي ابْتِيعِ وَالشَّمْنِ

مسئلہ ۱۔ از بڑوہ پانگاہ قاسم عالم مرسلہ سید ومیان عالم ۱۹ ربیع الآخر شریف سالہ

قدوة العمل وعمدة الفقہاء اس مسئلہ کثیر میں کیا ارشاد فرماتے ہیں ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا چند روز کے بعد عورت نے اپنا ہمسہ طلب کیا خاوند اس کا کہنے لگا کچھ روپیہ اس وقت نقد مجھے وصول کر لے باقی روپیہ جو رہے ہیں مکان اور زمین زرخ بازار سے خرید لے اور جو اس سے بھی باقی ہے قسط بقسط ماہ بہ ماہ دیتا رہوں گا تیرا ہر بہر حال اور اگر دوں گا عورت اس بات پر راضی ہوئی شرع شریف جائز ہے یا نہیں جائز ہے مع ہر سند کتاب عبارت عربی و ترجمہ اردو و خلاصہ تحریر فرمائیے گا اس کا صلا آپ کو اللہ جل شانہ عطا کرے گا۔ راقم سید ومیان عالم از بڑوہ۔ فقط۔

الجواب۔ یہاں تین باتیں ہیں بعض ہر کا بالفصل زر نقد سے اور اگر بالتبضع کے عوض مکان وزین زرخ بازار پر دینا باقی ماندہ کے قسط بندی ہونا یہ تینوں امر شرعاً جائز ہیں اول تو خود ظاہر ہے اگرچہ شرعاً خواہ عرفاً ہر توجہ عدت و طلاق یا ایسے اجل پر موعود ہو جو ہنوز نہ آئی مثلاً دس برس بعد دینا ٹھہر تھا اس نے کل یا بعض ابھی دیدیا عورت کو بھرا لیا ہوگا کہ اجل حق مدیون ہے اور اسے اس کے ساقط کرنے کا اختیار فی الذیلیعی والحنانیۃ والنهاية ثم الاشباہ ثم العقود الدریۃ الدین الموجل اذا قضاہ قبل حول الاجل یجب الطالب علی تسلیمہ لان الاجل حتی المدیون فلہ ان یسقطہ اور ثانی بھی جائز کہ اگرچہ اصل مقتضائے دین یہی ہے کہ جس چیز کا مطالبہ ہے وہی دے جائیں مثلاً روپے کے روپے ای ادا کئے جائیں فی الاشباہ والدرود غیر ہما الدیون یقفے بامثالہا مگر ماورائے سلم و صرف میں باہمی تراضی سے یہ بھی روا کہ دین کا معاوضہ دوسری چیز کر لیں فی رد المحتار طالب مدیون فبعث الیہ شعیرا قدر معلوما حذہ بسعر البلد والسعر لهما معلوم مکان بیع اور ثالث کا بھی جواب واضح اگرچہ اس وقت تک قسط بندی نہ تھی کہ برضا مندی محل کو توجہ غیر منجم کو منجم کر سکتے ہیں یعنی جس دین کے نسبت قرار پایا تھا کہ فوراً دیا جائے گا پھر یہ ٹھہر لیں کہ اتنی مدت کے بعد دیا جائے گا یا اب تک قسطیں نہ تھیں اب قرار دے لیں کہ ماہانہ یا سالانہ قسط سے ادا ہو کر ریگا فی الكنز صحیح تأجیل کل دین الا القرض و فی الاشباہ الحال یقبل التأجیل الا ما قدمنا ہا یعنی ما ذکر فی قولہ لیس فی الشرع دین لایکون الاحوال الا مال السلم و بدل الصرف والقرض والشمن بعد الاقالة و دین المیت وما اخذ بہ الشفیع العقار مگر مکان زمین دینے میں اتنا لحاظ ضرور ہے کہ اگر زرخ بازار مرد و زن کو معلوم نہیں تو پہلے زرخ دریافت کر لیں اس کے تعین کے ساتھ بیع واقع ہو کہ بازار کے بھاؤ سے یہ چیز ہزار روپیہ کی ہے تو شوہر عورت سے کہے میں نے اپنی یہ زمین و مکان تیرے ہزار روپے کے عوض میں تجھے دی وہ کہے میں نے قبول کی یہ نہ ہو کہ پہلے بیع ہو لے اس کے بعد تحقیقات کرنے جائیں کہ بازار کا نرخ کیا ہے کہ اس صورت میں بوجہ جہالت شمن بیع فاسد ہو جائے گی اور زن و مرد دونوں بسبب ارتکاب عقد فاسد گنہگار ہوں گے پھر اس بیع کا فسخ بوجہ فساد واجب ہوگا ہاں اگر اسی جلسہ ایجاب و قبول میں زرخ بازار معلوم ہو جائے تو البتہ بیع صحیح ہو جائے گی اور مشتری یہ کو بعد علم قیمت اس شے کے لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا مگر یہ امر مہم و مشکل ہے لہذا پہلے ہی دریافت کر کے بیع بطریق مذکور کریں فی الدرد و فسد بیع ماسکت فیہ عن الثمن کبیعہ بقیمۃ ہا مخلصا فی الہندیۃ اما شرائط الصحۃ فمنہا ان یکون الثمن معلوما علما یعنی من المنازعة بیع المجهول جہالۃ یعنی الیہا غیر

صحيح كبيع الشئ بقيمة اه مختصرا ونها من ولي رجلا شيئا بما قام عليه ولم يعلم المشتري بكم قام عليه فسد البيع فان اعلمه البائع في المجلس صح وللمشتري الخيار ان شاء اخذها وان شاء تركه كذا في الكافي اتقى والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجدته اتم واحكم.

مسئله - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک جائیداد بیع کی جائے اور اسی مجلس خواہ دوسری مجلس میں بائع کل ثمن مشتری کو معاف کر دے تو جائز ہے یا نہیں اور اس معاف کرنے کے سبب وہ بیع بیع رہے گی اور اس کے احکام اس پر جاری ہوں گے یا یہ ہو جائے گی، بینوا توجروا.

الجواب - بیشک جائز ہے کہ بائع کوئی چیز بیچے اور اس مجلس خواہ دوسری میں کل ثمن یا بعض مشتری کو معاف کر دے اور اس معافی کے سبب وہ عقد عقد بیع ہی رہے گا اور اسی کے احکام اس پر جاری ہوں گے اس ابرا کے سبب ہبہ ٹھہر کر احکام ہبہ کا عمل نہیں قرار پا سکتا کیونکہ ہبہ یا ابرا جو ہبہ ہوا ثمن کا ہوا ہے نہ اس جائیداد کا اور لفظ ثمن خود تحقق بیع کو مقتضی ہے کہ اگر وہ بیع نہ تھی تو یہ ثمن کا ہے کا تھا جو معاف کیا گیا فی الفتاویٰ العالمگیریہ اذا حط كل الثمن او وھبہ او ابراء عنہ فان كان ذلك قبل قبض الثمن صح الكل ولكن لا يلحق باصل العقد وان كان بعد قبض الثمن صح الحط والھبط ولم يصح البراء هكذا في المحيط صح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی قال عزوت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانا علی نا صحیح قد اعمی فلا یکاد یسیر فتلاحق بی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ما لبعیرک نقلت قد اعمی فتخلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فزجره فدعاه فزال بین یدی الابل قد اعمی یسیر فقال لی کیف تری بعیرک نقلت بخیر قد اصابته برکتک فقال انتبیعہ باذتیۃ فبعته علی ان لی فقار ظھرہ الی المدنیۃ فلما قدم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والسلام المدنیۃ غدوت علیہ بالبعیر فاعطانی ثمنہ وردہ علی دیکھو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اونٹ خرید کر قیمت بھی عطا فرمائی اور اونٹ بھی نہ لیا یوں ہی بائع کو روایہ کہ بیع بھی سیر کر دے اور ثمن بھی نہ لے واللہ تعالیٰ اعلم.

مسئله - صورت مستفسرہ میں چند امور قابل لحاظ ہیں (۱) شرح مطہر میں ماقدمین کی نیات قلبیہ و اغراض باطنیہ پر بناء کا نہیں بلکہ جو لفظ انھوں نے کہے ان کے معانی پر مدار ہے صد ہا مسائل شرح اس پر متفرع۔ اسی لئے اگر کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کے دل میں عزم قطعی ہو کہ دو روز کے لئے نکاح کرتا ہوں تیسرے دن طلاق دیدوں گا تو وہ نکاح صحیح و نافذ رہتا ہے پھر اسے اختیار رہتا ہے چاہے طلاق دے یا نہ دے اور اگر عقد نکاح ہی ان لفظوں سے واقع ہو تو باطل محض ہو جائے بنا یہ للعلامة العینی کتاب النکاح فصل المحرمات قال شیخنا زین الدین العراقي فی شرح جامع الترمذی نکاح المتعة حرام اذا ذکر التوقيت فیہ واذا کان نية الزوج انه لا یقیم معها الا سنة او شهرا او نحو ذلك ولم یستطاع ذلك فانه نکاح صحیح علی ہذا اگر کوئی شخص اپنا مکان زید کے ہاتھ بیچنا چاہے اور بیع کے خوف سے لفظ بیع نہ کہے بلکہ یہ اس کو مکان ہبہ کر دے اور وہ بقدر ثمن روپیہ سے ہبہ کر دے تو یہ ہبہ شرعاً ہبہ ہی رہے گا اور بیع کا حق ثابت نہ ہوگا اگرچہ ان کی نیت ہا در مال بالمال تھی ملکیری مطبع احمدی جلد ششم صفحہ ۱۲۹ یہب البائع الدار من المشتري ویشهد علیہ ثم للمشتري یہب الثمن من البائع لہ اصل میں سوال درج نہیں

ویشہد علیہ و ذکر فی جیل الاصل ثمن المشتري يعوضه مقدار الثمن فاذا فعلا ذلك لا تجب الشفعة لان حق الشفعة يختص بالمتاع وضاعت اسی طرح اگر کوئی شخص ایک نئے شاع ہبہ کرنا چاہے اور جائے کہ ہبہ ہبہ شیوع فاسد ہو جائے گا تو علم فرماتے ہیں اس شاع کو اسکے ہاتھ بیچ کر اور ثمن معاف کرے کہ اس کی عوض یعنی تلیک بلا عوض بھی حاصل ہو جائے گی اور ہبہیں وجہ کہ یہ عقد شراعیع ہے فاسد بھی نہ ہوگا رد المحتار حاشیہ در مختار مطبوعہ دارالاسلام قسطنطنیہ جلد ۲ صفحہ ۷۷ (فائدہ) من الادان یهب نصف دارمشاعا بیع منه نصف الدار بشمن معلوم تعریف برہ عن الثمن بزازیة مدعیہ تسلیم کرتی ہے کہ صورت مقدمہ بیعتہ ہی جزئیہ فاص ہے جس کا حکم فقہانے بالتصریح فرمادیا کیونکہ اس کے عرضی دعوی کا بیان ہے کہ یہ عقد ضعیف مشروط بشرائط تھا ہند بیع کی طرف انتقال کیا گیا واللہ تعالی اعلم۔

(۲) وکیل مدعیہ نے جو عبارت در مختار پیش کی کہ بطل خط الکل علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے رد المحتار میں اس کے معنی بیان فرمائے کہ مراد یہ ہے کہ ہبہ ثمن بھی صحیح ہوگا اور عقد بھی صحیح رہے کہ مگر یہ ہبہ اصل عقد سے ملحق نہ ہوگا یعنی یہ نہ قرار پائے گا کہ سر سے سے عقد بلا ثمن ہوا تھا تاکہ فساد لازم آئے یا بیع ہبہ ہو جائے بخلاف خط بعض کے کہ وہ اصل عقد سے ملحق ہو جاتا ہے سو کو بیچا پھر کہیں خط کر دے تو یہ ٹھہرے گا گویا ابتدا پھر پھر کو بیچا تھا شامی مطبوعہ اسلامبول ج ۲ صفحہ ۲۵۹ (قولہ) بطل خط الکل ای بطل التحاۃ مع صحۃ العقد وسقوط الثمن عن المشتري خلافا لما توہمہ بعضہم من ان البیع یفسد اخذا من تبلیل الزلیلی بقولہ لان الالتحاق مینہ یؤدی الی تبدیلہ لانہ یتقلب ہبۃ او بیعا بلا ثمن فیفسد وقد کان من فسد ہما بالتحاۃ بعقد مشروع من کل وجہ فالالتحاق مینہ یؤدی الی بتدیلہ فلا یتحقق بہ اہ فقولہ فلا یتحقق صریح فی ان الکلام فی الالتحاق وان قولہ فیفسد مفرع علی الالتحاق كما صرح بہ فی شرح الہدایۃ وقال فی الذخیرۃ اذا حط کل الثمن اودہب اودہب اور عنہ فان کان قبل قبضہ صح الکل ولا یتحقق اصل العقد و فی البدایع من الشفعة ولو حط جمیع الثمن یا اخذ الشیفیع بجمیع الثمن ولا یسقط عنہ شیء لان حط کل الثمن لا یتحقق باصل العقد لانہ لو التحق لبطل البیع لانہ یکون بیعا بلا ثمن فلیرصح الحط فی حق الشیفیع و صح فی حق المشتري وكان ابراء لہ علی الثمن اہ فلاذ فی المحیط لانہ لاقی دینا فانما فی ذمتہ وتماہ فی فتاوی علامۃ قاسم ملاحظہ کیا جائے کہ علامہ امین الملتہ والدین محمد بن عابدین آندی شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جو تحقیق ائینق ارشاد فرمائی ہے کس قدر مدلل و مبرین ہے اور وہ بھی صرف اپنی ایجاد نہیں بلکہ کتب اللہ سے اس پر نصوص صریحہ نقل فرمائی جن سے صاحب در مختار وغیرہ علماء کبار سلفا و خلفا استناد کرتے آئے ہیں ذخیرۃ کہ ایک عمدہ مشہور و مستند فتاوی ہے بدائع تصنیف امام ابو بکر بن مسعود بن احمد کاشانی جس کی نسبت علم فرماتے ہیں ہذا الکتاب جلیل الشان لمرارہ نظیر فی کتبنا محیط جس کا اعتبار آفتاب نیروز ہے فتاوی علامہ قاسم بن تطلوبغا لمیزر شہید امام علامہ کمال الدین محمد بن الہمام تہیین الحقائق شرح کنز الدقائق امام علامہ فقیہ محدث زلیلی شرح الہدایۃ اور ان کے سوا اور کتابوں میں بھی یہ مسئلہ یوں لکھا ہے جیسا علامہ ملحق نے تحقیق فرمایا مجمع الاکھر شرح ملتقی الاکھر مطبوعہ استنبول ج ۲ صفحہ ۷۷ مع التصرف فی الثمن بیع او ہبۃ و تملیک ممن علیہ بموض وغیر عوض قبل قبضہ والحظ منہ و یتثبت الحط فی الحال و یلحق باصل العقد استنادا و فیہ اشارۃ الی ان حط کل الثمن غیر ملحق بالعقد اتفاقا اہ ملتقطا شرح نقایہ مطبوعہ کھنوی ۲ صفحہ ۳۳ مع التصرف فی الثمن والحط عنہ ای صح للمشتري القاء کل البیع او بعضہ عن

البائع والبايع القاع كل الثمن او بعضه عن المشتري وان لم يبق المبيع ولا يقبض الثمن فصح ان يقول حطت كله او بعضه
منك اود هبت منك اذ ابرائك عنه (الى قوله) وان لم يلتحق باصل العقد خلاصة الفتاوى كتاب البيوع فصل ۳۱ في الفتاوى
لو حط كل الثمن لا يلتحق باصل العقد ولو ذهب بعض الثمن يلتحق فتاوى هندیہ مطبع احمدی جلد سوم صفحہ ۵۰ اذا حط كل الثمن اورد
اذا ابراء عنه فان كان ذلك قبل قبض الثمن صح اكله ولكن لا يلتحق باصل العقد اورد ان سب کتابوں سے صاحب درختار رحمۃ اللہ علیہ
علیہ نے اسی درختار میں صہا جگہ استناد کیا ہے سو فتاوی ہندیہ کے کہ اس کی تالیف تصنیف درختار سے متاخر ہے تو اب کاشش فی النصف الشار
روشن ہو گیا کہ طرف مقابل کا یہ مدد کہ بقابلہ درختار شامی کا کیا اعتبار کتنی بے محل بات ہے قطع نظر اس سے کہ جس نے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کے تحقیقات لائقہ و تدقیقات فائقہ اس ماشیہ اور کتاب مشطاب عقود دوریہ وغیرہ میں دیکھی ہیں وہ ایسا لفظ ہرگز نہیں کہہ سکتا اور علاوہ اس سے
کہ علم نے تصریح فرمادی ہے کہ درختار ہر چند مستبر کتاب ہے مگر جب تک اس کے حواشی پاس نہ ہوں اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں کیونکہ عبارت اسکی
اکثر مقامات پر ایسی جیستاں ہے جس سے صحیح مطلب سمجھ لینا دشوار ہوتا ہے ان سب باتوں سے قطع نظر کر کے جب اس قدر اکابر ائمہ مستندین صحابہ
درختار کی تحقیق علامہ شامی کے بالکل مطابق ہے تو اس لفظ کا کوئی ناموقع رہا۔

(۳) اگر تسلیم کیا جائے کہ عبارت درختار سے ظاہر جو مطلب سمجھا گیا وہی صحیح ہے اور ان جہاں ائمہ کے تحقیق کا کچھ اعتبار نہیں تاہم اس کے
مفاد کو دعویٰ مدعیہ سے کیا ملاکہ اس سے اس قدر سمجھا گیا کہ ہبہ ثمن باطل ہے نہ یہ کہ بیع فاسد و قابل فسخ ہے جیسا کہ دعویٰ مدعیہ ہے کاش یہ عبارت
ہیں سے پیدا کی جاتی کہ بطل البیع بطل اکلہ تو شاید قابل التفات ہوتی۔

(۴) دلیل مدعیہ نے جو عبارت ملگیری پیش کی کہ اگر ہبہ ثمن قبل قبول واقع ہوا تو عقد صحیح نہیں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے فتاویٰ خلاصہ
کتاب البيوع فصل ۲ فی مجموع النوازل جل قال لاخر بعثت منك هذا العبد بعشرة دراهم و دھبت منك العشرة وقال
الاخر اشتریت لا یصح البیع کما لو باع بدون الثمن وفي النوازل الشراء جائز ولم تجز الهبة اور امام علامہ نقیہ النفس مالک التبعیح و
الترجیح فخر الملة والدين قاضي خان اور جنیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں روایت صحت بیع پر جزم کیا اور اسی کے ذکر پر اقتصار
فرمایا دوسری روایت نقل بھی نہ فرمائی اور اسی روایت کو مدلل و مبرہن کیا قاضی مینان مطبوعہ مطبع العلوم جلد ۲ صفحہ ۲۴۹ و صفحہ ۳۴۲ نظیرہ
مالوقال بعثت هذا الشيء بعشرة دراهم و دھبت لك العشرة ثم قبل المشتري البیع جاز البیع ولا یبرء المشتري عن
الثمن لان الثمن لا یجب الا بعد قبول البیع فاذا ابرء عن الثمن قبل القبول كان ابراء قبل السبب فلا یصح اور علماء تصریح
فرماتے ہیں کہ کسی قول پر اقتصار کرنا اس کے اعتماد کی دلیل ہے رد المحتار مطبوعہ تطنطنیہ بیہد پنجم صفحہ ۲۵۲ لاقتصار علیہ یدل علی
اعتمادہ طحطاوی ماشیہ درختار مطبوعہ بولاق دارالسلطنت مصر جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ الاقتصار علیہ یدل علی اعتمادہ اور یہ بھی تصریح
فرماتے ہیں کہ کسی قول کو مدلل و مبرہن کرنا بھی اس کے ترجیح کی دلیل ہے فتاویٰ حامدیہ مع التنبیخ مطبوعہ مطبع سرکاری مصر جلد
اول صفحہ ۱۵ التعلیل دلیل الترجیح و فیہا هو المرجح اذ هو المحلی بالتعلیل پس دو وجہ سے ثابت ہوا کہ امام قاضی قاضی نے
صحت بیع پر اعتماد فرمایا اور اسی کو ترجیح دی اب علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس امام اجل کا ارشاد زیادہ اعتبار و اعتماد کے لائق اور انکی تصحیح و ترجیح
پر فائق ہے کہ انہیں رتبہ اجتمہاد حاصل تھا.....

حاشیہ جامع الفضولین للعلامة خير الدين الرطلي استاذ صاحب الدر المختار عليك بما في الحانية فان قاضي خان من اهل
التصحيح والتوجيه تصحيح القدوري للعلامة قاسم ما يصححه قاضي خان من الاقوال يكون مقدم ما على
ما يصححه غيره لانه كان فقيه النفس حاشية سيدنا حسن طحاوي على الدر المختار مطبوعه مصر جلد دوم صفحہ ۱۰۱ الذي يظهر
اعتماد ما في الحانية لقولهم ان قاضي خان من اجل ما يعتمد على تصحيحاته غمزا لعيون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر
مطبوع مطبع مصطفى دہلی صفحہ ۲۰۰ هذا القول صححه قاضي خان فينبغي اعتماده عقود الدرية مطبوعه مصر جلد دوم صفحہ ۱۰۱ ما يصححه
قاضي خان مقدم على ما يصححه غيره اور اسی طرح اور کتب میں بھی تصریح ہے پس ثابت ہوا کہ مذہب راجح صحت سے ہے اگرچہ ہر تین ماہین الايجاب
والقبول واقع ہوا ہو۔ لطف یہ ہے کہ وہی علمگیری جس سے اس مسئلہ میں طرف مقابل کو استناد ہے اسی کی جلد سوم صفحہ ۱۰۱ پر جو اللہ فانیہ قوم لوقال
بعت منك بكذا على ان حطت منك كذا او قال على ان ذهبت لك كذا اجاز البيع بالجملة طرف مقابل کو کوئی محل استدلال نہیں رہا ہے کہ ہر
بھی صحیح ہوا یا نہیں یہ دعویٰ مدعیہ سے ہد بات ہے۔

(۵) بطریق تنزل عرض کیا جاتا ہے کہ اگر حکم علیگیری ہی تسلیم کیا جائے تو حاصل اختلاف فریقین کا یہ ہوگا کہ ایسا ہر قبل قبول واقع ہوا یا بعد اب یہ دیکھا
چاہئے کہ ایسی صورت میں علماء کون سے وقت کا اعتبار رکھتے ہیں مگر ہم تصریح پاتے ہیں کہ اصل حوادث میں یہ ہے کہ وقت قریب کی طرف اضافت کئے جائیں
اور جو بعدیت کا قائل ہے اسی کا قول معتبر رکھا جائے گا اور یہ بھی تصریح ہے کہ یہ دلیل مدعا علیہم کو مفید ہے نہ مدعیوں کو اشباہ والنظائر مطبع مصطفى
صفحہ الاصل اضافۃ الحوادث الی اقرب اوقاتہ فقہ میں بہت مسائل اس ضابطہ پر مبنی ہیں مثلاً ایک عرض کیا جاتا ہے ایک عورت نصرانیہ
ایک مسلمان کے نکاح میں تھی اس مسلمان کا انتقال ہوا عورت نے دارالعرفان میں آکر دعویٰ کیا کہ میں مسلمان ہوں اور مورث کا ہنوز دم نہ نکلا تھا کہ میں
اسلام کے آئی تھی مجھے اس کا ترکہ ملنا چاہئے ورنہ نے کہا تو اس وقت مسلمان ہوئی ہے جب اس کا دم نکل چکا تھا مجھے ترکہ نہیں پہنچتا علماء فرماتے ہیں قول
ورثہ کا معتبر ہے گا کیونکہ اسلام اس کا حادث ہے تو وقت قریب کی طرف اضافت کیا جائے گا جب تک وقت اول کا ثبوت بینہ سے نہ ہو بدایہ
مطبع مصطفى جلد دوم صفحہ ۱۰۱ لومات المسلم وله امرأة نصرانية فجاعت مسلمة بعد موته وقالت اسلمت قبل موته وقالت
الورثة اسلمت بعد موته فالقول قولهم بنایة العلامة العینی لان الاسلام حادث والحادث يضاف الی قریب الاوقات
تو یہاں بھی ہر تین حادث ہے پس قول مدعا علیہم کا معتبر ہے گا کہ یہ ہر بعد تمامی سے واقع ہوا نہ ماہین الايجاب والقبول۔

(۶) خود مسئلہ پیش کردہ وکیل مدعیہ سے ثابت کہ اگر ہر بطریق اشتراط فی نفس العقد ہو تو مفید سے ہے ورنہ نہیں تو اب حاصل اختلاف یہ ہوا کہ
مدعیہ وجود شرط مفید کا دعویٰ کرتی ہے اور مدعا علیہم اس کا انکار کرتے ہیں اس خاص جزئیہ میں بھی علماء کی تصریح ہے کہ قول اس کا معتبر ہے جو شرط فاسد کا
انکار کرتا ہے فتاویٰ حانیہ مطبوعہ مطبع العلوم جلد دوم صفحہ ۱۰۱ لودای عبدانی بدرجل انه اشتراك منه بالف درهم وقال البائع بعتك
بالف درهم وشرطت ان لا تبسح ولا تهب او ادعی المشتري ذلك وانكر البائع كان القول قول من ينكر الشرط الفاسد والبينة
بينة الاخر وكذا لو كان مكان الشرط الفاسد شرط الخمر والخنزير۔

(۷) یہ بھی تسلیم کیا کہ نفس الايجاب میں معاف ہونا مذکور تھا مگر علماء محققین ایسی جگہ صیغہ ماضی مستقبل میں فرق فرماتے ہیں کہ اگر بیضہ مستقبل تھا

تو ناجاز اور بیعتہ فاضی تھا تو جاز اور ظاہر ہے کہ دستاویز پیش کردہ مدعا علیہم میں لفظ ماضی مذکور ہے کہ ثمن بعوض حقوق فرزند می معاف کیا۔
فتاویٰ قاضیخان جلد دوم صفحہ ۲۳۹ لوقال علی ان اہب لك من ثمنه كذا لا يجوز ولو قال بعثت منك هكذا علی ان حططت
منك كذا و علی ان و هبت لك كذا جاز الیبع اہ بلخصا اور اسی طرح نوازل میں مذکور ہے اور اس سے خلاصہ میں پورے نقل
کیا اور خود علمگیری مستذکیل مدعیہ میں اسی طرح روایت کر کے مقرر رکھا مگر اور سب میں بلا ذکر خلاف۔

(۸) علماء فرماتے ہیں کہ اگر کسی عقد کے صحت و عدم صحت سے سوال ہو تو اسے صحت پر عمل کیا جائے گا اور یہ مان لینا جائیگا کہ تمام شرائط صحت
جمع تھیں تا وقتیکہ فساد دلیل روشن سے ثابت نہ ہو مجرد احتمال کفایت نہیں کرتا فتاویٰ خیر یہ نفع البریہ تصنیف امام علامہ خیر الملتہ والدین
رہی اساذ صاحب درختار مطبوعہ مطبع میری مصر جلد دوم صفحہ ۹۲ الاصل صحته ففی البزازیة لو سئل عن صحته یفتی بصحته خلا
علی استیفاء الشرط اذ المطلق یحمل علی الکمال الخالی عن الموانع للصحة والله اعلم **وفیہا** جلد دوم صفحہ ۳۵ اذ ارفع
السؤال بیع مال ۳ باعہ ذوالمال جاز بلا مراد مع انه ان کان مجنوناً فلا ۱۱ احد یقول ہانہ صح الشراء **وفیہا** النظر الی
العل لبارۃ المكلف اولی من اهدارها والحاقہ بالحيوانات وكلامہ مجوارھا والله تعالیٰ اعلم ملاحظہ ہو کہ جب مفتی کے لئے یہ حکم ہے کہ اصل
صحت پر عمل کرے اور شرائط صحت کا اجتماع ان کرفتویٰ دے تو فاضی جس کی نظر صرف ظاہر پر مقتصر ہے اور احتمالات بعینہ کا لحاظ اس کے منصب
سے فدا بات ہے وہاں تو اصل پر نظر رکھنا اولیٰ واجب ہوگا خصوصاً یہاں کہ بائع مرحوم عالم دین تھے اور ان کا قصد تملیک کا ہونا ظاہر تو موانع صحت
سے احتراز کرنا ہی ان سے متوقع۔

(۹) علماء تصریح فرماتے ہیں جب عاقدین میں صحت و فساد کا اختلاف واقع ہو تو قول اس کا قول ہے جو مدعی صحت ہے فتاویٰ قاضیخان
جلد دوم صفحہ ۲۵۱ اذ اختلف المتبايعان احدھما يدعی الصحة والاخر الفساد بشرط فاسد او اجل فاسد كان القول قول مدعی
الصحة والبیئۃ بیئۃ مدعی الفساد باتفاق الروایات وان كان مدعی الفساد يدعی الفساد لمعنی فی صلب العقد بان ادعی
انه اشتراه بالف درهم ورطل من خمر والاخر يدعی البیع بالف درهم فیہ روایتان عن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ
فی ظاہر الروایۃ القول قول من یدعی الصحة ایضاً والبیئۃ بیئۃ الاخر كما فی الوجه الاول و فی روایۃ القول قول من یدعی
الفساد اور اسی طرح فتاویٰ علمگیری میں نقل کیا ج ۳ صفحہ ۵ خلاصہ کتاب البیوع فصل ۴ فی الفتاویٰ الصغریٰ لو ادعی احد
هما فساد العقد والاخر الصحة القول قول من یدعی الصحة الخ۔ قابل لحاظ ہے کہ جب اصل بائع دعویٰ فساد کرتا تو اس کا قول
تسلیم نہ ہوتا غیر کا کیونکر ہوگا۔

(۱۰) اتنی بات اور بھی لائق التفات ہے کہ مدعیہ کو اس کی گنجائش ہی نہیں کہ وہ ہر ثمن بر سبیل اشتراط یا بلا اشتراط مابین الایجاب والقبول
خواہ بعد القبول واقع ہونا مانے کیونکہ اس تقدیر پر مردث کا بیع وہیہ کرنا ثابت ہوتا ہے اگرچہ وہ کسی طور پر ہو اور یہ قول اس کی عرضی دعویٰ والظہار
علنی کے بالکل مناقض ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مناقض دعویٰ قابل تسلیم نہیں تو مدعا علیہم کا قول بلا معارض ولائق قبول ہے واللہ تعالیٰ
اعلم وحکمہ جل مجدہ اعلم۔

سئلہ :- از ریاست رام پور ، نرسہ جناب سید نادر حسین صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنا ایک مکان سلی کے ہاتھ جس سے پسر ہندہ کی شادی قرار پائی تھی بیع صحیح شرعی کیا اور زین نے سلی پر اس بیع سے واجب ہوا تھا سلی کو بخوشی معاف کر دیا اس عقد کی دستاویز بدین غلامہ تحریر ہو کر رجسٹری ہو گئی منگہ سعادت النساء بیگم زوجہ سید سعادت علی صاحب ساکن رامپور ہوں جو کہ ایک منزل مکان (چینی و چنان) واقع رامپور محو دہ ذیل مقبوضہ ملک میرا ہے وہ اب میں نے بحالت صحت نفس و ثناب عقل بلا اکراہ و اجبار بطوع و رغبت اپنی سے جمیع حقوق و مرافق بوض مبلغ آٹھ سو روپیہ چہرہ دار ہمدست مسماۃ اسرا بیگم بنت سید نادر حسین صاحب ساکنہ بریلی جس کا نکاح حسب خواہش میری سید سکندر شاہ پسر سلی میرے سے قرار پایا ہے بیجا اور بیع کیا میں نے اور مکان بیعہ پر مشترکہ مذکورہ کو مثل اپنی ذات کے مالک و قابض کر دیا میں نے اور زین تمام کمال مشترکہ سے وصول پایا میں نے یعنی زین اس کا بوجہ محبت فطری سید سکندر شاہ مذکور کے اسرا بیگم مشترکہ کو معاف کیا اور بخشا میں نے اب مجھ کو اور قائم مقامان میرے کو دعویٰ زین کا نہیں ہے اور نہ ہوگا تقابض ابد لین واقع ہوا اب مجھ بالنگہ کو مکان بیعہ سے کچھ سروکار نہ رہا اگر کوئی ہسبیم یا شریک پیدا ہو تو جو اب وہ میں بالنگہ ہوں فقط اس صورت میں یہ بیع صحیح شرعی ہے یا نہیں اور ہندہ خواہ اس کے قائم مقاموں کو اس بیع پر کوئی رد و اعتراض ہے یا نہیں اور یہ معافی زین بھی صحیح ہوئی یا نہیں اور ہندہ یا اس کے ورثہ کو اس معافی سے رجوع کا اختیار ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب :- صورت مستفسرہ میں وہ بیع مکان و معافی زین دونوں صحیح و کامل ہیں ہندہ خواہ اس کے کسی وارث یا قائم مقام کو نہ اس بیع و معافی پر اعتراض پہنچتا ہے نہ ہرگز رجوع کا اختیار مل سکتا ہے تاوی علیگریہ میں ہے اذا حط کل الثمن اودھبہ ادا براء عنہ فان کان ذلک قبل قبض الثمن صحیح الکل نقایہ و شرح نقایہ میں ہے صحیح التصرف فی الثمن والخط عنہ ای صحیح للمشتري القاء کل المبیع اوبعضہ عن البائع وللبائع القاء کل الثمن اوبعضہ عن المشتري رد المحتار میں ہے لوحط جمیع الثمن صحیح فی حق المشتري وکان ابراء له عن الثمن اھ بتلخیص اشباہ والنظائر وغمز العیون میں ہے واللفظ له الا براء لا رجوع فیہ سواء وجد فیہ مانع من موانع الرجوع فی الہیۃ ادلا، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

سئلہ :- از سرنیاں ضلع بریلی نرسہ امیر علی صاحب قادری، ۲۰ رجب ۱۳۳۵ھ

بکر کھار سے جس وقت لوٹے مول لیتا ہے کہتا ہے مسجد کے لئے لئے جاتے ہیں زیادہ دینا کھار دوچار لوٹے پر زیادہ کا نام کر دیتا ہے اور اگر مسجد کا نام نہ لیا جائے جب بھی اسی قدر ملتے اور اگر بھاؤ سے زیادہ بھی دے تو زیادہ لوٹے لینا کیسا ہے۔

الجواب :- اگر وہ اپنی خوشی سے زیادہ دے کوئی حرج نہیں مگر کھار اگر کافر ہے تو مسجد کے لئے اس سے مانگنا نہ چاہئے کہ گو زیادہ مسجد اور مسلمانوں پر احسان سمجھے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ :- آمدہ از دوکان حمید اللہ و عبدالرحمن جفت فروشن دہلی بازار فتحپوری ۹ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ہلوگ تاجو کار ریگردوں سے جو مال خریدتے ہیں ایک پیسہ روپیہ کٹوتی کاٹ کر مال کی قیمت دیتے ہیں اور اس بات کا اعلان کار ریگردوں کو بیع سے پہلے کر دیا گیا ہے اس صورت میں یہ بیع شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔ صورت ثانی اگر بایع کٹوتی

سے راضی ہو تو کیا حکم اور اگر ناراض ہو تو کیا حکم۔ صورت ثالث یہ ہے کہ پیسہ روپیہ کاٹ کر جو مال خرید کیا جاتا ہے بیوپاری کو پورا ایک روپیہ کا بنا کر نفع فرمایا جاتا ہے یعنی بیوپاری کو کوٹنی بھرا نہیں دی جاتی یہ امر جائز یا ناجائز۔ بیسوا تو جو روا۔

الجواب ۱۔ ناراضی کی حالت میں حرام ہے قال اللہ تعالیٰ الا ان تکون تجارة عن تراض منکھ اور رضا سے ہو یا ناراضی سے بالقرآن کو اسے پڑا اس سے زیادہ کو بتانا جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۔ از ریاست رامپور مدرسہ مطلع العلوم مدرسہ محمد امام الدین صاحب مورخہ ۱۵ صفر ۱۳۶۰
بیع میں زیادت ثمن بحسب آجال درست ہے یا نہیں اگر ہے تو بحسب اثمان و آجال مختلف ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا ہے۔

الجواب ۱۔ درست ہے مع اکثر اہمتہ اور اختلاف تراضی ماقربن پر واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۔ از شہر حملہ عقب کو توالی مدرسہ شیخ مقبول احمد صاحب پسر شیخ علی جان صاحب۔

کلکتہ سے میں نے ایک بیوپاری کو مال غنیمت مال روانہ کیا اور وہ اس کے پاس پہنچا لیکن روپیہ بھول سے ہمارے یہاں کھاتے میں درج کر کے رہ گیا اب قریب دو سال کے اس بیوپاری نے ہم سے اب کہا کہ قریب مال غنیمت کے ایک رقم فاضل تمہاری ہمارے کھاتے سے برآمد ہوئی ہے تمہارے یہاں یہ رقم جمع نہیں اب خدا معلوم کہ تمہاری غلطی ہے یا ہماری۔ اس سے بہتر کہ روپیہ ہم سے لے لو مگر اس کو اپنے مصرف میں نہ لانا خدا کی راہ میں صرف کرنا چنانچہ بیوپاری سے ہم نے وعدہ کر لیا کہ یہ رقم ہم خیرات کر دیں گے بیوپاری نے ہم سے قسم اس امر کی لی ہے کہ اگر اس رقم کی خیرات نہ کر دیں تو تمہارے اوپر بوجھ رہے گا۔

الجواب ۱۔ اگر اس رقم کا واجب ہونا معلوم نہیں جب تو اس کا اپنے تصرف میں لانا ہرگز جائز نہیں سب خیرات کر دیا جائے اور اگر معلوم ہے کہ ہماری راہ میں اس پر اتنی تھی کھنے سے رہ گئی تھی تو اگر یہ وہ اس کا مال ہے اور اپنے صرف میں لانا حرام نہ ہوگا مگر جب اللہ کے لئے وعدہ کر چکے تو اس سے پھر ناسخت ثابت

کا موجب ہے قال اللہ تعالیٰ فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلغونہ بما اختلفوا ماعدہ وہ وبسا کانوا یکذبون واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کے ہاتھ ایک اراضی بقیعت مبلغ چار سو روپے کی فروخت کی اور ایک سو چار سو روپیہ کی بترہ بیچانہ زید نے بکر سے لے کر رسید تحریر کر دی اور وعدہ کیا کہ بقیعہ روپیہ وقت رجسٹری دستاویز لے کر بیفنامہ اند مدت ایک سال کے تصدیق کر

دونوں کا سوال یہ ہے کہ آیا شرعاً بیع منعقد اور ختم ہوگی اور بقیعہ زرفن بکر کے ذمہ دین رہا یا بیع فاسد ہوئی بوجہ بھول فیہ معلوم ہونے مدت ادائے زرفن

اور اقرار و ادبہلت ادائے ثمن بہر حال مفید بیع ہے یا فقط صلب عقد میں ہلکت کا شرط ہونا مقید ہوتا ہے اور تجویز عدالت میں دو روایتیں کتاب

بکر الرائق و فتاویٰ خیرہ کی بابت فاسد ہونے سے بیع کے بحالت جہالت مدت ادائے ثمن کے درج ہوئی ہیں وہ یہ ہیں۔ بکر الرائق میں ہے صحیح بتمن حال

باجل معلوم مقید بعلم الاجل لان جہالة یفرضی الی النزاع فالبايع یطالبہ فی مدۃ قریبۃ والمشتري یا باہا فیض سنۃ

فتاویٰ خیرہ میں ہے مسئلہ فی رجل باع آخر جملا باثنتین وثلاثین قرسا مؤجلة علیہ الی ثلث خیرات کل خیر

ثلث الثمن فطلع الخیار و دفع له ثلثة ویطالبہ بثلاثیہ قبل طلوع الخیارین مدعیان الاجل المذكور غیر صحیح و انہ

یستوجب کل الثمن عاجلا فالحکم فی ذلك (اجاب) البیع المذكور فاسد اور تجویز عدالت جو بقدر ضرورت درج ذیل ہوا سکا

عبارت تجویز عیالت بقدر ضرورت

بقولہ شرطیہ جمالت اجل ثمن موجب فساد بیع ہے اس لئے کہ مدی نے دعویٰ میں تحریر کیا ہے کہ مدعا علیہ نے بیعانہ لے کر یہ وعدہ کیا کہ بقیہ روپیہ وقت بجزری وصال کے بعد بیع نامہ اندر مدت ایک سال کے تصدیق کروں گا پس وعدہ ادا لے ثمن بقیہ کا جو درمیان سال کے حسب دعویٰ مدعی قرار دیا ہوا وہ بقیہ تاریخ معین مخصوص و مقید نہیں ہے اس کا اطلاق عموماً علی السویہ آفاذ وعدہ سے تا اتمام جزیہ و آخر روز سال ماہین فریقین متضمن نزاع ہو سکتا ہے تو بیع فاسد ہے فقط۔

الجواب۔ صورت مستفہرہ میں بیع تام و صحیح ہے اور بقیہ ثمن ذریعہ شتری واجب۔ یہ قرار داد جہلت ادا لے ثمن کسی طرح مفسد بیع نہیں نہ بعد تالی عقد وان قلنا بالتحاقہ باصل العقد نہ نفس صلب عقد میں کہ یہ اجل معین ہے اور بیع اجل معین کے ساتھ صحیح ہے اس کے لئے خود ہی عبارت بجز الرائق منقولہ تجویز کافی ہے کہ صحیح بیع ثمن حال و باجل معلوماً اس اجل مجہول سمجھنا اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتا عرفاً نفعاً ہر طرح سال کے اندر اور ایک سال تک کا حاصل ایک ہے جس سے اجل کی تحدید ایک سال سے ہوتی ہے اور سال شے معین ہے نہ کہ مجہول اسی بجز الرائق اسی بحث میں ہے وفي السراج الوہاج الاجال علی ضربین معلومة و مجهولة فالمعلومة السنون والشهور والایام ماخ آفاذ وعدہ سے اختتام سال تک شتری کو اختیار دانا ہونا مضر نہیں بلکہ معین مقصود تا جیل ہے کہ اجل اسی کے رفاہ کے لئے ہے کافی اہدایہ وغیرہا اور اگر یہ مقصود کہ اس کا اطلاق ان تمام جزیہ کو شامل تو پائل ہر جزیہ میں طلب کر سکتا ہے اور یہ منفی الی النزاع ہے تو یہ محض باطل ہے جب وہ شتری کو سال کے اندر ادا کی اجازت کر چکا تو جب تک سال کے اندر ہے اسے اختیار مطالبہ نہیں کہ وہ اسی اجازت تاخیر کے اندر داخل ہے وقد لزم التاجیل من بھمة فلا یقدر لطلبہ ہاں جب سال سے باہر جائے اس وقت اسے اختیار مطالبہ ہوگا اور اب شتری کو کوئی عذر نہیں ہو سکتا پھر نزاع کہاں۔ اور خود عبارت بجز الرائق منقولہ تجویز سے ظاہر کہ اجل وہی مفسد ہے جو منفی نزاع ہو۔ عبارت خیر یہ کہ یہاں سے کوئی تعلق نہیں کہ اس میں تین خیالاتک بیع ہے اور خیار کوئی شے معین نہیں بخلاف سال واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ اذاردہ ننگہ ڈاکا تا اچھنیرہ ضلع اگر ہر سہ صدق علی ماں، ۲۸ شوال ۱۳۶۷ھ

ایک شخص غلہ اپنا نرخ بازار سے کم اس شرط پر دیتا ہے کہ قیمت کچھ عرصہ بعد لوں گا مثلاً بھاو بازاری ۲۰ تارہے اور لوگوں کو ۶ تارہے حساب سے دے گا اس قرض دینے میں سود تو نہیں ہوتا جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب۔ یہ سود نہیں نہ اس میں کوئی حرج جبکہ ہر ضلع شتری ہو اور اجل یعنی بیع ادا معین کر دی جائے قال اللہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم فرض یہ بیع جائز بلکہ اہم ہے ہاں ظلاف اولویت ہے فتح القدر میں ہے لا کراہۃ فیہ بل خلاف الاولی فان الاجل قابلہ قسط من الثمن واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب القرض

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص نے مبلغ سو روپیہ اس شرط پر قرض لئے کہ پچیس روپیہ سالانہ منافعہ مقررہ بل نقصان کے دیتا رہوں گا اور جب جمع طلب کرونگے تو تمہارا پورا روپیہ واپس کر دوں گا جس شخص نے اس شرط کو قبول کر کے روپیہ قرض دیدیا

اس پر سود خواری کا حکم ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگی یا ناجائز بینوا تو جرم اول۔

الجواب قطعی سود اور یقینی حرام و گناہ کبیرہ و نجیستہ و مردار ہے حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل قرض جو منفعته فہو ر بوا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی سخت مکروہ ہے جس کے پھیرنے کا حکم ہے اور اسے امام کرنا گناہ کما نص علیہ الامام الجلی فی الغنیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ہر سوال ۳۰۷

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے ملازم سے کہا پچاس روپے مجھے کسی سے قرض لادے ملازم ایک ہماجن سے پچاس روپے یہ کہہ کر قرض لایا کہ میرے آقا کو ضرورت روپے کی ہے ہماجن نے غالباً نہ بلا تصدیق پچاس روپے دے دیئے اور ملازم نے اپنا رقم اسے کھدیا پھر وہ روپیہ آقا کو لاکر دیا اور بیان کیا کہ میں فلاں ہماجن سے یہ روپیہ آپ کے نام سے قرض لایا ہوں اور رقم اپنا دستخطی لکھ کر دے آیا ہوں بعد چند زید نے وہ رقم اس ملازم کو دیدیئے بعد بہت عرصہ کے تحقیق ہوا کہ روپیہ ہماجن کو نہیں پہنچا بلکہ اس ملازم نے خود اپنے تصرف میں کر لیا اور ملازم سے پوچھا تو وہ بھی اقرار کرتا ہے کہ روپیہ میں نے ہماجن کو نہیں دیا اور کہتا ہے یہ روپیہ تو میں اپنے رقم سے لایا تھا آقا سے مجھے ملنا چاہئے تھا اس صورت میں وہ رقم زید کے واجب الادا ہے یا نہیں۔ اور یہ رقم لوگ لے کر صرف کر لے اسے دینا آئیں گے یا نہیں۔ بینوا تو جرم اول۔

الجواب۔ صورت متفسرہ میں اگر نوکر نے یوں قرض مانگا تھا کہ میرے آقا کو پچاس روپے قرض دیدے یا میرا آقا مجھے پچاس روپے قرض مانگتا ہے جب تو یہ قرض آقا کے ذمہ ہے اور اگر یوں مانگا تھا کہ میرے آقا کو پچاس روپے کی ضرورت ہے مجھے قرض دے یا میرے آقا کے لئے مجھے پچاس روپے قرض دے تو ہماجن کا قرض نوکر کے ذمہ ہوا، اور המתار میں ہے فی جامع الفضولین بعث رجلا یستقرضہ فاقترضہ فضلع فی یدہ فلما قال اقترض للمرسل ضمن مرسلہ ولو قال اقترضنی للمرسل ضمن رسولہ والحاصل ان التوکیل بالاقراض جائز لا بالاستقراض والمرسلہ بالاستقراض تجوز ولو اخرج وکیل الاستقراض کلامہ فخرج المرسلہ یقع القرض للامر ولو خرج الوکالۃ بان اضافہ الی نفسہ یقع للوکیل ولہ منعہ عن امرہ اہ قلت والفرق انه اذا اضاف العقد الی الموکل بان قال ان فلانا یطلب منك ان تقرضہ کذا صار رسولہ والرسول سفیر ومعبر بخلاف ما اذا اضافہ الی نفسہ بان قال اقترضنی کذا او قال اقترضنی لفلان کذا فانہ یقع لنفسہ ویكون قوله لفلان بمعنى لاجله وقالوا انما المرصع التوکیل بالاستقراض لانه توکیل بالتکدی وهو لا یصح قلت ووجهہ ان القرض صلتہ وتبرع ابتداء فیکون للمستقرض اذا لایصح الذیابۃ فی ذلك فهو نوع من التکدی بمعنی الشحاذۃ هذا ما ظہری اہ پھر اس صورت میں جبکہ نوکر نے وہ روپے جو حقیقتہً اس کی ملک ہو چکے تھے لاکر آقا کو دیدے اور اس نے اپنے تصرف میں کئے اور ظاہر ہے کہ یہ دنیا بر وجه ہبہ نہ تھا بلکہ بر بنائے قرض و وجوب تقاضا و ادائے مثل تھا تو نوکر کا دین آقا کے ذمہ رہا۔ لان الاستقراض لما نفذ علی الخادم لا اضافتہ الی نفسہ وقد اعطی علی وجه التقاضی دون الهبة بالتراضی صار كفضولی شری مضمینا الی نفسہ حتی نفذ علیہ ثم اعطاه من اشترى له واخذ منه الثمن حیث لا یكون هذا اجازۃ للعقد السابق لان الاجازۃ انما تلحق الموقوف دون النافذ بل یكون عقدا جدیدا بیئهما بالتعاطی کافی الهدایۃ والدر المختار وغیرہما من الاسفا

وذلك لكون الدفع بجهة البيع دون اهلبة اور ظاہر کہ جب روپے ہماجن کو نہ پہنچے تو اس کا قرض کسی طرح ادا نہ ہوا لانہ مال هلك قبل الوصول الى الطالب ادا لی وکیلہ خلا معنی للتضاء وبراءة الذمة اب اگر واقع صورت اولی تھی تو ہماجن کا قرض زید پر رہا اور یہ پتے کہ زید نے نوکر کو ادا کے دین کے لئے دیئے اور اس نے اپنے صرف میں کر لئے اس کا تصرف بیجا و حرام ہے اور نوکر پر اس کا تاوان لازم لکونہ امینا خان و ائمت و تعدی علیہ فیما تصرف فصار ضمیما بعد ان کان امینا اور اس کا یہ حذر کہ روپیہ تو میں اپنے رقم سے لایا تھا آقا سے مجھے ملنا چاہئے تھا محض نامقبول کہ جب آقا پر دین ہماجن کا تھا تو ہماجن کو پہنچنا چاہئے تھا یہ بیچ میں لے لئے والا کون تھا اور اگر واقع صورت ثانیہ تھی تو ہماجن کا قرض نوکر کے ذمہ رہا زید سے کچھ تعلق نہیں اور یہ روپے کہ نوکر نے برہائے مذکور اپنے سمجھ کر اٹھائے نجا کے کہ فی الواقع زید پر نوکر ہی کا دین تھا اور زید سے اسی کو ملنا چاہئے تھا ککان دانشا ظفر بجنس حقہ اب زید نوکر کے مطالبہ سے بری ہو گیا لانہ استوفی ماکان لہ پس خلاصہ حکم یہ ہے کہ اگر نوکر یہ کہہ کر لایا تھا کہ میرے آقا کو قرض دے تو ہماجن کے پاس روپے زید پر قائم اور زید کے پاس روپے نوکر پر لازم اور اگر یہ کہہ کر لایا کہ مجھے آقا کے لئے قرض دے تو ہماجن کے پاس روپے نوکر پر واجب اور نوکر کے پاس روپے جو آقا پر تھے ادا ہو گئے۔ فرض نوکر پر ہر طرح پاس روپے کا مطالبہ پہلی صورت میں آقا دوسری میں ہماجن کا اور زید پر پہلی صورت میں ہماجن کا مطالبہ ہے دوسرے میں کسی کا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از سرینا ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری، ۲۲ رجب ۱۳۲۵ھ

بھاؤ بکتا زید سے اناج خرید کیا مگر ادا ہوا فصل پر بھاؤ بکتا جتنا روپیہ ادا ہوا تھا اس کا زید نے مول لیا۔

الجواب۔ اگر زید نے بیچتے وقت شرا کر لی تھی کہ اس کی قیمت میں روپیہ نہ لوں گا بلکہ روپیہ کے عوض فصل کے بھاؤ سے اناج لوں گا تو یہ ناجائز ہے اور اگر شرط نہ کی تھی اور فصل پر اس سے اپنا آتا ہوا روپیہ مانگا اس نے کہا روپیہ تو میرے پاس نہیں اس کا اناج لے لو تو یہ جائز ہے جبکہ وہی اناج نہ ہو جو زید سے خرید تھا یا وہی ہو تو اتنے ہی بھاؤ کو دیا جائے جسے کو خرید تھا ورنہ ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از دھوراجی ضلع کاٹھیاواڑ محلہ سیاہی گران مرسلہ جناب حاجی عیسیٰ خان محمد صاحب رضوی یکم ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

ایک شخص کو ایک ہزار روپے کا نوٹ دس ماہ کے وعدہ سے گیارہ سو روپے کو دیا قرض دانے اپنے وعدہ پر قرض خواہ کو گیا سو روپے کے دوسرے نوٹ (دہی نہیں) دیا تو جائز کیا جواب سے سر فراز فرمائیں۔

الجواب۔ اگر ہزار روپے کا نوٹ قرض دیا اور وہیہ اوپر ہزار لینا ٹھہرا تو حرام ہے سو وہیہ ہاں اگر ہزار روپے کا نوٹ گیارہ سو روپے کو بچا اور ادکے نمون کا وعدہ مثلا دس ماہ کا قرار پایا جب وعدہ کا دن آیا بانٹنے نے زمین کا مشتری سے مطالبہ کیا اس نے کہا میرے پاس روپیہ نہیں گیارہ سو کے نوٹ زمین کے بدلے لیلو اس نے قبول کیا اور نوٹ اس کے عوض میں دیدے تو یہ جائز ہے وہی مسئلہ شراء القرض من المستقرض و مستقام

مسئلہ۔ از پکسر انواں ڈاکانہ رسو پور ضلع رائے بریلی مسؤلہ عبدالوہاب، ۲۰ رمضان ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے بکرنے ماہ مالک میں بنرض تخم دیزی ایک من گیہوں لیا اور فصل کٹنے پر ماہ چیت میں ایک من کا ایک من گیہوں واپس دیا یعنی کچھ کی بیش نہیں ہوئی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تجروا۔

الجواب۔ جائز ہے عملا بقول الامام ابی یوسف من اعتبار العرف فی الکیل والوزن مطلقا وقد تغفل بہ الناس وشاع

بیہمہ استقرض المنطۃ وزنا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ :- مسئلہ الف حال ہتم در سہ انجن اسلامیہ لکھنؤ سا گواہی است کو طرہ چوتانہ بروز یکشنبہ ۱۳۳۳ھ ۱۳ شعبان ۱۳۳۳ھ

(۱) نوٹ قیمتی پچیس روپے کو ہمراہ یکصد پانصد روپے کے (ضمانت) روپے کی قیمت پر بدست کسی خرید و یا مسلمان کے کسی مدت کے وعدہ پر بیع کرنا درست ہے کہ نہیں۔ اسی طرح زیور طلائی یا کوئی پارچہ کسی شے تمہارت کو ہمراہ روپے ادھار میں زیادہ قیمت پر بیع کرنا اور تمہارے نوٹ کو بھی اسی قیمت سے زیادہ ادھار میں بیع کرنا درست ہے کہ نہیں، غلہ تجارتی کو ادھار میں موجودہ نرخ سے زیادہ قیمت پر بیع کرنا درست ہے کہ نہیں۔

الجواب (۱) :- قرض لینے والا بضرورت قرض قرض کے ساتھ کم مالیت کی شے زیادہ قیمت کو اگر اس طرح خریدے کہ وہ بیچے اس قرض پر شرط یا بیع ہوا ہو حرام ہے لان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بھی من بیع و شرط خواہ بشرط نصاب یا دلالت لان المعروف بالمشروطہ اور اگر عقد قرض پہلے ہوا ہو بیع اس میں نصاب یا دلالت مشروطہ نہ ہو تو اس میں اختلاف ہے بعض علماء اجازت دیتے ہیں کہ یہ بیع بشرط القرض نہیں بلکہ قرض بشرط بیع ہے اور قرض بشرط نصاب سے فاسد نہیں ہوتا اور راجح یہ ہے کہ یہ بھی منوع ہے کہ اگر بشرط منفسد قرض نہیں مگر یہ وہ قرض ہے جس کے ذمہ سے ایک شخصیت قرض دینے والے نے حاصل کی اور یہ ناجائز ہے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں کل قرض جرم منفعۃ فهو با لہذا ان سب مہولتوں کو بیک گیا جائے اور قرض کا نام ہی نہ لیا جائے اور فالص بیع ایک وعدہ مبینہ پر ہوا بیع نوٹ کی بیع روپے کے عوض جائز ہوگی اگر ہم دس کانوٹ سو کو بیچے اور دونوں صورتوں میں فرق وہی ہے جو قرآن عظیم نے فرمایا کہ واحل اللہ الیبع و حرما الربوا مگر چاندی سونے کی بیع اب بھی جائز ہوگی اور نوٹ کی جائز ہوگی قال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا اختلف النومان فبیعوا کیف شئتم اور یہ زیادہ قیمت دینا اگر ہم مجاہد قرض ہے پورے بیع جائز ہے اگر پورے نہیں اور غنما میں ہے شراء شئی بمن قال لحاجة القرض یجوز ویکرہ واللہ تعالی اعلم۔ (۲) درست ہے واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ :- از چھاؤنی بانس بریلی بمنگلہ ۲۲ ملازم مہجر اسٹور صاحب مسئلہ جناب شکور محمد صاحب خان ماں، ۹ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ

میں ایک شخص کا کھیت مبلغ پچیس روپے میں گروی رکھتا ہوں اپنے پاس عرصہ دو سال کے بعد وہ شخص اپنا کھیت مبلغ پچیس روپے تم کو دے کر واپس لینگا اور دو سال تک اس کھیت میں جوت کر اور اس میں محنت کر کے جو ہماری طبیعت چاہے وہ ہم لوہیں گے خٹلا چھاؤنیوں اور بیکانہ وغیرہ نوہ فصل اس میں ہوگی وہ ہماری ہے اور سرکاری لگان بھی ہم دیوں گے جو اس کی باقی ہے اور بعد دو برس کے وہ پورے پورے مبلغ پچیس روپے واپس دے کر اپنا کھیت واپس لے لیوینگا اب ازراہ ہر بانی اور عنایت پروری کے ساتھ یہ ضرور کریں کہ یہ بیاج تو نہیں ہوا اگر بیاج ہو گیا تو نہ رکھوں اور اگر بیاج نہ ہوا ہو تو رکھوں خوب اچھی طرح پر سمجھا کر تحریر کر دو کیونکہ ایک ضامبت اس میں رائے دیتے ہیں کہ یہ بیاج ہو گیا، اب آپ کی رائے پر ہے یہ معاملہ اگر بیاج ہو گیا تو ہم بھی اپنا کھیت دوسرے کے پاس نہ گروی رکھیں۔

الجواب :- یہ نہ ضرور رہن ہے نہ کسی طرح سود۔ رہن کے لئے ضروریہ ہے کہ وہ شے رہن رکھنے والے کی ملک ہو یا ملک نے اسے رہن کی اجازت دی ہو غیر کی ملک ہے اس کی اجازت کے رہن نہیں ہو سکتی یہاں یہ وہ دونوں صورتیں نہیں ظاہر ہے کہ کھیت کا شکار ہی ملک نہیں رہینداری کی ملک ہے اور زمیندار نے اس کے رہن کی اجازت نہ دی کہ اس کی طرف سے وہ اجارہ میں ہے وہ اس کی اجرت یعنی لگان لینگا والرہن والاجارۃ عقدان متناہیان لا یجتمعان تو اتنے زمانے کے لئے یہ زمیندار سے ذکر کر دے کہ مثلاً دو برس تک یہ زمین میری کا شفت ہے جس پر ہے گی اور میں لگان دو لگان

وہ اجازت دے دیگا اب یہ کاٹت اور اس کا حاصل سب بلاشبہ حلال ہوگا پہلے کا شکر کہ جو قبضہ روپیہ قرض دیا ہے اسی قدر اس سے واپس لے لیا جائے تو یہ صورت کسی طرح سود نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔ از جانش ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب، ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں

سوال اول۔۔ خراب نانج کھلانا اور فصل پر اچھا نانج لینا جائز ہے یا نہیں۔

سوال دوم۔۔ چاول یا گہوں پر روپیہ دینا زرخ کاٹ کر کہ فصل پر اس زرخ سے لیں گے فصل نہ ہوئی تو اس روپیہ کو اسی بھاؤ سے جو ڈکر زیادہ کر کے یعنی جب اس بھاؤ کو جوڑا تو اب روپیہ زیادہ ہو دوسری فصل پر چھوڑ دینا یا گائے بیل لگانا جائز ہے یا نہیں، فقط۔

الجواب۔۔ اگر اس نے نانج ناقص قرض دیا اور یہ شرط نہ تھی کہ عمدہ لوں کا قرض دار نے اپنی خوشی سے عمدہ نانج دیدیا اسی قدر قبضہ قرض لیا تھا تو اس میں مضائقہ نہیں اور اگر اسی شرط پر قرض دے کہ خراب دیتا ہوں اس کے برابر یا کم یا زیادہ عمدہ لوں کا تو یہ ناجائز ہے لکنہ خلاف حکم الشرع من ان الدیون تقضی بامثالها ولم یجز التفتیح ایضالان اکثرط المساواة قدر الجید والردي فیہ سواء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) نانج پر روپیہ زرخ کاٹ کر دینا اگر انہیں لفظوں سے ہو کہ فصل پر اس زرخ سے لیں گے تو نرا عمدہ ہے جس کا وفاق کرنا نانج والے پر لازم نہیں اور اگر یوں ہے کہ اتنا نانج اس بھاؤ سے اتنے روپیہ کا خرید تو یہ بیع سلم ہے اس کی سب شرطیں پائی گئیں تو جائز ہے ورنہ حرام۔ پھر بہر حال جب وہ نانج نہ دے سکے تو اس قرض اور ادبھاؤ کے حسابے روپیہ یا اس کے بدلے گائے وغیرہ کوئی شے لینا قطعی حرام ہے حدیث لا تاخذ الا سلماک ادا اس مالک واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم۔

مسئلہ۔۔ از ماہرہ شریف ضلع ایٹہ مرسلہ شیخ شان الہی، ۵ ارجامی الاولی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر زید عمر کو دس روپے کا نوٹ قرض دے اور اس وقت یا کچھ دنوں کے بعد عمر بارہ روپے نقد اور کرے تو اس پر سود کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں اور زید و عمر و گنہگار ہوئے یا نہیں۔ بیجا تو جروا۔

الجواب۔۔ اگر قرض دینے میں یہ شرط ہو گئی تھی تو بیشک سود و حرام قطعی و گناہ کبیرہ ہے ایسا قرض دینے والا مطلقاً ملعون اور لینے والا بھی اسی کے مثل ملعون ہے اگر بے ضرورت شرعیہ قرض لیا ہو حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل قرض جرم منفعۃ فہو با قرض پر نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے رواہ الحارث بن ابی اسامۃ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم متعدد احادیث صحیحہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لعن اللہ اکل الربا ومؤکلہ وکاتبہ وشاہدہ اللہ کی لعنت سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے اور سود کا گنہگار کھنے والے اور اس کے گواہ پر رواہ احمد و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ بسند صحیح عن ابی مسعود و احمد و النسائی و ابی داؤد و ابی یوسف و ابن ماجہ و ابی داؤد و الترمذی و ابن ماجہ بسند صحیح عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و هو عند مسلم عنہ بلفظ لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربا ومؤکلہ وکاتبہ وشاہدہ یہ وقال ہر سواء اور اگر شرط نہ تھی بلکہ دس روپے کا نوٹ قرض لیا کہ اس کے عوض دس ہی روپے کا نوٹ ادا کیا جائے گا پھر عمر کے دل میں آیا کہ نوٹ کے بدلے دس اور دو روپے اپنی طرف سے احساناً بڑھا کر بارہ روپے دیدے تو یہ جائز و احسان ہے یا زید نے

خلا اس سے اپنے قرض کا نوٹ مانگا اس کے پاس نہ تھا بارہ روپے اس کے عوض دینے پر فیصلہ ہوا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر نوٹ مرد و خراج کر چکا ہو تو بلاشبہ جائز ہے جبکہ روپے اسی جلسہ میں دیدئے جائیں ورنہ ناجائز ہو جائے گا اور اگر وہی نوٹ اس کے پاس بدستور موجود ہے اور اسی نوٹ موجود ہے عوض روپے دئے تو ہمارے امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے عقد باطل ہے زید پر لازم ہے کہ روپے ٹرڈ کو پھر دے اہل نوٹ موجود ہے بدے روپے نہ دے بلکہ قرض لینے کے باعث جو اس کے ذمہ نوٹ لازم ہوا ہے اس کے عوض دے تو دونوں امام مردوح کے طور پر جائز ہے مگر یہ مکمل غیر عوام کے تہ و خیال نہیں ہوتی کہ باوصف بقائے نوٹ وہ عین و دین میں فرق کریں اور بجائے مافی الذمہ کا عوض دینا لینا مرد و کھیں درنعمتاریں ہے یملاک المستقر فی القرض بنفس القبض عند الامام و محمد خلافاً للثانی فجاء شراہ المستقر فی القرض ولو تاشا من المقرض بدراہم مقبوضۃ فلو تفرقوا بجز قبضہما بطل لانه افتراق عن دین بزایہ او ملخصاً روا لھما میں ہے بیان ذلك انه تارة یشتري مافی ذمته للمقرض وتارة مافی ذمته ای عین ما استقرضه فان كان الاول ففي الذخيرة اشترى من المقرض الكرا الذي له عليه بمائة دينار جاز لانه دین علیہ لا بعقد صرف ولا سلم فان كان متھكاً وقت الشراء فالجواز قول اكل لانه هلکة بالاستهلاك وعلیہ مثله فی ذمته بلاخلاف وان كان قائماً فكذلك عندہ وعلی قول ابی یوسف ینبغی ان لا یجوز لانه لا ینلكه مالہ یمتھكہ فلم یجب مثله فی ذمته فاذا اضاف الشراء الی الكرا الذي فی ذمته نقد اضافہ الی معدوم فلا یجوز اہ وھذا مافی الشرح وان كان الثانی ففي الذخيرة ایضاً استقرض من رجل كرا وقبضہ ثوا شترى ذلك الكرا بعینہ من المقرض لا یجوز علی قولھا لانه هلکة بنفس القبض فیصیر مشتریاً ملک نفسه اما علی قول ابی یوسف فالکرا باقی علی ملک المستقرض مشتریاً ملک غیرہ فیصم اسی میں ہے فی البزایة من اخر الصرف اذا كان له علی اخر طعام او فلوس فاشتراه من علیہ بدين و تفرقوا قبل قبض الدراہم بطل فھذا ما یحفظ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ ازالہ آباد دائرہ شاہ اجل صاحب مسلہ مولوی محمد صاحب محمدی برادر مولانا منقی اسد اللہ فانصاحب درجہ ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا زلتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عوض قرضہ یا فتنی مورث کے بھلے وارثان کے صرف ایک وارث نے جائداد غیر فتنیہ ازاں دیوں خرید کر کے دیوں کو کل قرضہ یا فتنی مورث سے بری کر دیا مطلقاً شرعاً مذہب اہل سنت و جماعت دیگر وارثان کو وارث مذکور سے جو خریدار جائداد دیوں ہے بقدر حصہ رسدی زر قرضہ یا فتنی مورث کے نقد دلایا جائیگا یا جائداد خریدہ وارث مذکور متروکہ مورث متصور ہو کر دیگر وارثان کو بھی بقدر سهام مفروضہ حصہ جائداد دلایا جائے گا۔ بینوا مشرحا ومد للامع سند الکتاب توجروا عند اللہ الملک الغریز الوھاب۔

الجواب

۔ صورت متفسرہ میں ظاہر ہے کہ بائع دیوں کا بقصد وہی ہوگا کہ جائداد سب وارث کے حصص دین میں دے ان میں ہر ایک بقدر اپنے حصہ کے جائداد بوضو دین پالے کہ دیوں سے دے کر دین سے بری ہوا اور مشتری بھی جبکہ دین شریک میں لیتا ہے تو ویسا ہے اس سے بھی یہی امید کہ تہا اپنے ہی لئے نہ خریدی ہو مگر واقع ہارہا اس کے خلاف ہوتا ہے اور عبارت سوال سے کہ نہیں کھلتا کہ بیع کس کے نام واقع ہوئی تہا ایک شخص کا مشتری ہونا اس سے ظاہر نہیں کہ مشتری لہ بھی تہا وہی ہو یوں ہیں فن کس مال شریک بشرکت ملک بلکہ خاص ملک غیر ہی کو قرار دینا اس کی دلیل نہیں کہ شرا شریک یا غیر کے لئے ہو فی الخبریۃ لایلز من الشراء من مال الالب ان یکون الشری للاب لہذا ہیں ہر احتمال پر کلام لازم اگر اس عقد میں کلام عاقدین مختلف واقع ہو یعنی بائع نے اپنی برات نامہ کے لئے سب وارث کی طرف امانت کی اور مشتری نے اپنی منفعت کے واسطے صرف اپنی خصوصیت رکھی مثلاً اس نے کہا میں نے

یہ جائداد تم سب کے ہاتھ تھارے دین میں بیع کی اس نے کہا میں نے اپنے لئے خریدی جب تو بیع ہی نہ ہوئی کہ ایجاب و قبول متخالف رہے فی البحر الرائق
عن غروق الکواہیسی لوقال اشتریت لفلان بكذا ادا لبايع يقول بعث منك بطل العقد في اصح الروايتين والفرق انه خاطب المشتري
والمشتري يشتري لغيره فلا يكون جواها لكان شطر العقد اس صورت میں جائداد دیوں کو واپس اور وراثت کا دین اس پر قائم صرف مشتری کہ بری
کہ چکا اگر اس کا ہر اس عقد سے جدا واقع ہو ایسی دین بطور خود معاف کر دینا چاہا ہو اور اگر اس کی طرف سے بھی کوئی امرائے جداگانہ واقع نہ ہو اسی شرائے جائداد
ببعض دین کی بنا پر دعویٰ سے اسے بری کیا ہے تو اس کا بھی دین بدستور باقی رہا وقد اوضحنا وفصلنا في المدانیات من فتاوانا اور اگر مشتری نے اپنے ہی
لئے خریدی اور ہائے نے بھی اسی کے ہاتھ بیچ سب وراثت کی طرف اضافت نہ کی تو بیع اسی مشتری کے لئے تمام ہوگی دیگر وراثت کا جائداد میں کچھ حق نہیں ہاں وراثت
میں اس دین کا محسوب ہونا ان کی اجازت جائزہ شرعیہ پر موقوف رہے گا جو اجازت دیکھا اس کے حصہ دین سے ہائے بری اور اس قدر روپیہ اجازت وہنہ
کے لئے لازم ہنہ مشتری اور خود مشتری کے حصہ دین سے تو ہائے بری ہوئی چکا یہ اجازت دیگر وراثت کہ یہاں درکار ہوئی اجازت نقد ہے نہ اجازت عقد۔ عقد تو بنام
مشتری تام و نافذ ہو گیا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنے لئے کچھ خریدے اور اس کا ثمن کسی غیر کا غلام یا مکان قرار دے تو وہاں بھی صرف اس بنا پر کہ یہ دین
شرابہ اور شر مشتری پر نافذ عقد بنام مشتری تمام ہو جاتا ہے حالانکہ وہ من و جین ہے اور بیع مال غیر غیر نافذ و موقوف تو جہاں من کل و جہ شرابہ اس کا مشتری
پر نافذ و اعلیٰ ہے فی البحر الرائق ان كان الثمن عرضا كان مملوكا للفضولي واجازة المالك اجازة نقد لا اجازة عقد لانه لما كان العوض
متعينا كان شراءه من وجه والشراء لا يتوقف بل ينعذ على المباشرة وجد نفاذا فيكون ملكا له وباجازة المالك لا يتقل اليه بل ناشير
اجازته في النقد لا في العقد شرع مجب على الفضولي مثل المبيع ان كان متليا والافقيته الخ اور وراثت سے جو اجازت نہ دے گا اسے اختیار ہے کہ
اپنے تمام حصہ دین کا مطالبہ دیوں پر رکھے خواہ جس قدر حصہ دین مشتری نے بذریعہ شر و وصول پایا اسے جمیع سہام پر تقسیم کر کے بقدر اپنے سہم کے روپے کا مطالبہ
مشتری اور باقی کا دیوں سے رکھے مثلاً نوے روپے دین تھے اور زید عمر و بکر تین بیٹے وارث ازید نے دیوں سے جائداد ببعض دین مورث اپنے نام خریدی
تو اس نے اپنے تیس روپے پائے عمر نے یہ تصرف جائز رکھا وہ اپنے پورے تیس روپے زید سے لے لے بکر نے اجازت نہ دی وہ چاہے تو کامل تیس روپے
دیوں سے لے خواہ ازاںجا کہ دین مشترک سبب واحد یعنی ارث سے ناشی تھا اور زید نے اپنا حصہ اس سے پایا بقدر ثلث یعنی دس روپے زید سے لے
باقی میں کا مطالبہ دیوں پر رکھے جائداد پر دعویٰ نہیں کر سکتا مگر یہ کہ زید اپنی خوشی سے اسے حصہ رسد جائداد دے اور وہ قبول کرے فی الدر المختار
الدين المشترك بسبب متحد كدين موروث اذا قبض احدهما شيئا منه شاركه الاخر فيه ان شاء اذ اتبع الغير فلو اشترى بنصفه
شيئا ضمنه شريكه التبع بقبضه النصف بالمقاصاة اذ اتبع غريمه لبقاء حقه في ذمته اه مختصرا وفي الهندية ولو اشترى بنصيبه
ثوبا فليليشريك ان يضمه نصف ثمن الثوب ولا سبيل له على الثوب فان اجتمعا جميعا على الشركة في الثوب فذلك جائز كذا في
السراج الوهاج اور اگر یہ عقد شرابہ دارثوں کے لئے واقع ہوا مثلاً مشتری نے کہا میں نے تم سب وراثت کو یہ جائداد دین میں دی مشتری نے کہا میں نے
سب کی طرف سے خریدی یا سب کے لئے یا اسی قدر کہا کہ میں نے قبول کی کہ نہ پب میج پر ایک ہی کلام میں اضافت الی غیر توقف شرابہ کے لئے
ہے جبکہ کلام غیر میں اس کا خلاف نہ ہو فی البزازیة والبحر وغیرھا الصیح انه اذا اضيف العقد في احد الكلامين الى فلان يتوقف
على اجازته اه وامامنا من الخالف فقد مناه عن البحر عن الفروق ان الاصح عند الخالف البطلان قلت وهو مراد وجيزا لکسروى

بقوله لو قال اشترت لفلان وقال البائع بعث منك الاصح عدم التوقف اه وقد عرض ههنا وهو للعلامة الشامي في رد المحتار بهما عليه
فيما علقنا عليه وبالله التوفيق تو اس صورت میں اگر مشتری باقی سب ورثہ کی طرف سے وصایت یا ولایت یا وکالت اس شرکا اختیار رکھتا تھا جب تو باہر
کہ عقد تمام وکمال فوراً نافذ اور سب ورثہ حصہ برد جاؤ اور میں شریک اور بیون سب کے دین سے بری لائے تصرف من لہ التصرف فقرو نفذ من
دون توقف ورنہ اگر ورثہ میں کوئی قاصر ایسا ہے جس پر کسی کو اس شرکا اختیار شرعی نہیں جس طرح آجکل بہت یتیم ہوتے ہیں جن کے نہ باپ نہ دادا نہ بھائی
وصی نہ وصی الوصی نہ ان بلا میں قاضی شریعہ نہ سلطان اسلام اور ان کے سوا ماں بھائی چچا وغیرہم یتیم کے لئے جائداد خریدنے کے مجاز نہیں تو اس کی طرف سے
اس خریداری کی اجازت دینے والا کوئی نہیں اور فضولی سے جو عقد ایسا صادر ہو کہ وقت عقد جس کا بجز نہیں وہ باطل ہوتا ہے فی الدرر کل تصرف
صدر منه وله مجیزای من یقدر علی اجازة حال وقوعه العقد موقوفاً وما لا مجیز له حاله العقد لا ینعقد اصلاً تو مشتری کا اس نابالغ کی طرف
سے قبول نہ قبول نافذ ہے نہ قبول موقوف بلکہ محض باطل اور باطل مخدوم تو ایجاب سب کیلئے تھا اور قبول بعض کی طرف سے نہ پایا گیا یا یوں کہنے کے ایجاب کل
بیع کا تھا اور قبول بعض کا ہوا ہر حال ایجاب و قبول مختلف ہو کر عقد را س باطل ہو گیا کل جائداد بیون کو واپس اور دین بدستور مذکور صورت اولی قائم
فی رد المحتار عن البحر الرائق الموجب اذا اتخذ وتعدداً لمخاطب لم یجوز التفریق بقبول احدهما بانعقاد الموجب او مشتریاً وعلی عکسہ
لم یجوز القبول فی حقہ احدهما و فیہما شرط العقد موافقة الإيجاب للقبول فلو قبل غیر ما اوجبه او بعضہ او بغير ما اوجبه او بعضہ
لم ینعقد الا فی الشفعة الخ اور اگر یہ دونوں صورتوں میں نہیں یعنی نہ سب ورثہ پر مشتری کا یہ تصرف نافذ نہ ان میں کوئی ایسا جس پر کسی کا ایسا تصرف
نافذ نہیں تو مشتری اور نیز اس کے حق میں جس کی طرف سے اس کا قبول قبول نافذ ہے نافذ و لازم باقی ورثہ کے لئے خود ان کی خواہ ان کے وصی یا
وصی مجاز کی اجازت پر موقوف جو اجازت دیگا وہ بھی بقدر حصہ اس جائداد کا مالک ہوگا اور جو رد کرے گا اس کے حق میں رد ہو جائیگا کا ہوشان عقد
الفضولی اب بحالت رد بعض صورت یہ ہوگی کی جائداد جو بائع نے بصفقہ واحدہ بیع کی تھی اس کی بعض بیع رہی اور بعض بیع سے نکل گئی اسی میں اس
پر تفریق صفقہ قبل تمام ہوگی جس پر وہ مجبور نہیں ہو سکتا۔ اما التفریق فظاہر و کذا کونہ قبل التمام فکیف تتم صفقہ موقوفہ قبل الاجازة
الاتری ان للمشتري له الرد بدون قضاء ولا رضاء ولذا کان خيار الشرط ما نعتا ما کما نص علیہ فی التبع وغیرہ قال فی الدرر المختار
الاصل ان رد البعض یوجب تفریق الصفقة وهو بعد التمام جائز لا قبله فخيار الشرط والرؤية یمنعان تمامها وخيار التییب یمنعہ قبل
القبض لابعده الخ قلت ولدین لانہ بیعہ ممن هو اصیل وفضولی الرد ممن شری له بل تحتل الاجازة فلم یحقق من البائع
الرضی بتفریق الصفقة والرد معیبا بعیب الشركة قال فی الهدایة اذا اشتری الرجلان غلاماً علی انهما بالخیار فرضی احدهما
فلیس لآخران برده لان المبیع خرج من ملکہ غیر معیب بعیب الشركة فلورده احدهما رده معیبا به و فیہ الزام ضرر
زائد ولیس من ضرورة اثبات الخیار لهما الرضا برد احدهما لتصور اجتماعهما علی الرد اه مختصراً و فی الدرر المختار لیس لاحد ہما
الانفراد اجازة اور داخلان لهما مجمع لہذا سے اختیار ہوگا کہ کل جائداد واپس لے اور دین بدستور مذکور سابق اس پر لازم رہے خواہ اس پر تفریق
کو گوارا کر کے جس نے رد کیا اس کا حصہ پھر لے باقی میں بیع مقبول رکھے اس تقدیر پر جنہوں نے رد کیا انہیں وہی اختیار نہ کور دیا جائے گا کہ خواہ اپنے اپنے
حصص دین کا مطالبہ بیون سے رکھیں خواہ ان پائیوں شرکیوں یعنی مشتری وغیرہ نے (جن جن کے لئے عقد بفعل مشتری خواہ ان کے یا ان کے اولیا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یا تو صبا کی اجازت سے نافذ ہوا یا جو کچھ دین بجا و طہرہ جائداد وصول پایا اس قدر روپے سے اپنا حصہ رسد مطالبہ ان پانچوں باقی کا اصل دینوں سے رکھیں گے اسبقی مثلاً تصور دستور میں زید نے سب ورثہ گنگے لکھو یہی مرد نے اجازت دی زید و عمرو بیوض دین دو تہلث جائداد کے مالک ہوئے کہ بڑے کے سے جائز رکھا چاہے تو اپنے تیس پورے دیوں سے لے خواہ دس دس زید و عمرو سے لے جو اپنے ساتھ وصول پا چکے ہیں باقی دس کا مطالبہ دینوں پر لگے واللہ بحمدہ و تعالیٰ اعلم و علیہ میں حمدہ تمم و اکمل۔

مسئلہ ذہ الیہ آباد آدراہ اجمل شاہ صاحب مسئلہ مولوی محمد صاحب محمدی، ۱۳ ارجمادی الآخر ۱۲۸۳ متعلقہ مسئلہ سابقہ

بہا لخدمت جناب مولانا محمد دام فضلكم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جو فتویٰ آپ نے مرحمت فرمایا اس میں عبارات ذیل ہیں بسبب غلات طبیعت میں اشتراک عبارات مذکورہ من الکتب کی طرف متوجہ نہ ہو سکا اور لوگوں کی تلاش سے وہ عبارتیں کتاب میں نہ ملیں۔ مجبوراً نہ خدمت گرامی میں بحال تناطیس ہوں کہ براہ عنایت کر یا نہ تحریر فرمائیے کہ عبارت مذکورہ کس باب و فصل میں ہیں عنوان منت ہوگا و التسلیم۔ فی الدر المختار الدین المشرق بسبب متحد کدین موردت اذا قبض احد

ما الخ فی المندیة ولو اشتری بنصیبہ ثوبا فللشریک الا بطنہ الخ.....

الجواب۔۔ مولانا المکرّم اگر کم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبارت در مختار کتاب الصلح فصل فی دعوی الدین اور عبارت ہندیہ کتاب الشركة الباب السادس فی المتفرقات میں ہے

مسئلہ۔۔ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فی روپیہ انیس سیر کے حساب سے روپے قرض لئے لیکن غلبہ ہم نہ کر سکا تو دائن نے اسے بجائے غلہ کے زر نقد بحساب نرخ بازار لے لیا تو یہ شرح بازار قرضہ پر جو افزودہ ہے یا جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا تو جروا۔

الجواب۔۔ ناجائز اور حرام قطعی اور نراسود ہے فی الحدیث قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل قرض جر منفعۃ فهو ربا واللہ اعلم

بَابُ التَّرْبِوِ

مسئلہ۔۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس چیز کی جنس اور تول دونوں ایک نہ ہوں اس کو بافتیا اپنے غلہ

بازار نرخ کرنا اور وعدہ پر بیچنا درست ہے یا نہیں مثلاً چاندی سونا عوض سونے کے یا چو نے یا غلے کے عوض بیچے تو اس میں ادھار دینا اور تھوڑے مال کو بہت کے عوض میں بیچنا درست ہے یا نہیں اور اگر وعدہ پر بیچے تو کس قدر مدت کا وعدہ شرعاً جائز ہے بینوا تو جروا۔

الجواب۔۔ اندازہ شرعی جو دوبارہ رہا معتبر ہے دو قسم ہے کیل یعنی ناپ اور وزن یعنی تول اور حلت و حرمت کا قاعدہ کلیہ یہاں

چار صورت میں بیان ہوتا ہے صورت اولی جو دو چیزیں اندازہ میں مشترک ہیں یعنی ایک ہی قسم کے اندازہ سے ان کی تقدیر کی جاتی ہے مثلاً دونوں دزنی ہیں یا دونوں کیلی اور دونوں ہیں بھی ایک جنس کے مثلاً گہوں گہوں یا لوہا لوہا تو ایسی دو چیزوں کی آپس میں بیع اسی وقت صحیح ہے جب دونوں اپنے اسی اندازہ میں جو شرعیاً عرفاً انکا مقرر ہے بالکل برابر ہوں اور ان میں کوئی ادھار بھی نہ ہو اور اگر ایسی دو چیزیں

ایک دونوں ادھا رہوں یا اپنے اس اندازہ مقرر میں برابر نہ کی گئیں اب خواہ سرے سے اندازہ ہی نہ کیا گیا یا اندازہ کیا مگر کمی بیشی رہی یا برابر ہی تو کی مگر دوسری قسم کے اندازہ سے کی مثلا جو تول کی چیز تھی اسے ناپ کے برابر کیا یا جو ناپ کی تھی اسے تول کر یکساں کیا تو یہ بیع محض ناجائز اور بوقرار پائے گی صورت ثانیہ جو دو چیزیں مجنس تو ہیں مگر اندازہ میں مشترک نہیں خواہ دونوں طرف اندازہ معمودہ سے خارج ہیں جیسے گلبدن گلبدن تنزیب تنزیب گھوڑا گھوڑا اگر کیل و وزن سے ان کی تقدیر نہیں ہوتی پکڑے گزوں سے بکتے ہیں اور گھوڑے شمار سے یا ایک طرف فقط اندازہ ہو اور دوسری سمت خارج جیسے تلوار لوہے کے ساتھ یا بکری کا گوشت زندہ بکری کے ساتھ کہ ہر چند مجنس ہیں مگر لوہے اور گوشت کی طرف اندازہ ہے کہ تل کرکتی ہیں اور تلوار اور بکری کی طرف نہیں کہ شمار کی چیزیں ہیں تو ان صورتوں میں تفاضل یعنی کمی بیشی تو جائز ہے مگر ایک یا دونوں کا وزن ہونا جائز نہیں صورت ثالثہ جو دونوں چیزیں ایک قسم کے اندازہ میں تو مشترک ہوں مثلا دونوں کیلی ہیں یا دونوں وزنی مگر مجنس نہیں جیسے گھوڑوں جو کے ساتھ یا لوہا تانبے کے ساتھ تو یہاں بھی وہی حکم کا تقاضا ہے روا اور یہ حرام سود سونے چاندی کے کہ ہر چند وزن کی چیزیں ہیں مگر بیع سلم کے طور پر یا نہیں نقد سے کر اشیا کے موزونہ لوہا تانبہ جو نازعفران وغیرہ ادھا خریدنا بسبب حاجت کے بلا جماع جائز ہے اگرچہ ایک ہی قسم کے اندازہ میں شریک ہیں صورت رابعہ جو دو چیزیں نہ مجنس ہوں نہ ایک قسم کے اندازہ میں شریک اب خواہ دونوں اصلا داخل اندازہ کیل و وزن نہ ہوں جیسے گھوڑا پکڑا یا ایک داخل ہو ایک خارج جیسے گھوڑا گھوڑا یا دونوں داخل ہوں مگر ایک قسم کے اندازہ سے ان کی تقدیر نہ ہوتی ہو بلکہ ایک کیلی ہو دوسری وزنی جیسے چاول گجوریں تو ایسی صورتوں میں تفاضل دینہ دونوں حلال ہیں فائدہ سونے چاندی کا ادھا ہونا یا نہ ہونا ہو سکتا ہے کہ ان پر قبضہ کر لیا جائے مثلا یہ سونا بھوض اس چاندی کے بیجا اور بائع نے چاندی اور مشتری نے سونے پر قبضہ نہ کیا اور جدا ہو گئے وہ بیع جائز نہیں اور ان کے سوا اور چیزوں میں نقط معلوم معین ہونا شرط ہے قبضہ ضرور نہیں مثلا یہ گھوڑا بھوض اس جو کے بیچے اور دونوں بے قبضہ کئے جدا ہو گئے بیع صحیح ہے اور یہ جو ادھر گھوڑوں ادھا نہ کھلائیں گے۔ فائدہ چار چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیلی فرمایا ہے۔ گھوڑوں، چو، چھوہارے، نمک، یہ چاروں ہمیشہ کیلی رہیں گی اگرچہ لوگ نہیں وزن سے بیچے لگیں تو اب اگر گھوڑوں کے بے گھوڑوں برابر تول کر بیچے تو حرام ہوگا بلکہ ناپ میں برابر کرنا چاہئے اور دو کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وزنی فرمایا ہے۔ سونا، چاندی۔ یہ ہمیشہ وزنی رہیں گے۔ ان چیزوں کے سوا ہائے کار عرف و عادت پر ہے جو چیز عرف میں تل کرکتی ہے وہ وزنی ہے اور جو گزوں یا گنتی سے بکتی ہے وہ اندازہ سے خارج ہے

مسئلہ ۲۱۔ رجب المرجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نے بیان فرمایا کہ سو دکھانا اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بدتر ہے اور سو دکا ایک بیوی لینا اتنی اتنی بار زنا کرنے سے سخت تر ہے یہ امر صحیح ہے یا نہیں، مینا تو جروا۔

الجواب

بے شک صحیح ہے اس باب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں حدیث را کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اکل درهما من ربا نھو مثل ثلث وثلثین زنیۃ و من نبت لحمہ من سحت فالنار اولى به ایک درم سو دکا کھانا تینتیس زنا کے برابر ہے اور جس کا گوشت حرام ہے بڑے تو ناز جہنم اس کی زیادہ مستحق ہے رواہ الطبرانی فی الاوسط و الصغیر و صدرہ ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث (۳۰۲) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لدرہم یصیبہ الرجل من الربا اعظم عند اللہ من ثلثة وثلثین زنیۃ ینہما فی الاسلام بیک ایک درم کہ آدمی سو سے پائے اللہ عرف و عمل کے نزدیک سخت تر ہے تینتیس زنا سے کہ آدمی اسلام میں کرے الطبرانی فی الکبیر عن لے جواب یہاں تک دستیاب ہوا۔

عبد اللہ بن مسعود و ایضا عن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث (۶۷) فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درہم ربا یا آکلہ
الوجل وهو یعلو اشد عند اللہ من ستۃ وثلثین زنیۃ سود کا ایک درم کہ آدمی دانستہ کھائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پھبتیس زنا سے سخت تر ہے
رواہ احمد بسند صحیح والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن حنظلۃ غسیل الملکۃ حدیث (۵) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ان الدرہم یریبہ الرجل من الربا اعظم عند اللہ فی الخطیئۃ من ست وثلثین زنیۃ یریبہا الرجل ایک درم کہ آدمی سود سے
پائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک درم کے پھبتیس بار زنا کرنے سے گناہ میں زیادہ ہے رواہ ابن ابی الدنیاء فی ذم الغیبۃ والبیہقی عن انس رضی اللہ تعالیٰ
عہ حدیث (۶) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لدرہم ربا اشد جرم عند اللہ من سبعة وثلثین زنیۃ بیک سود کا ایک درم
اللہ عزوجل کے یہاں ستیس زنا سے بڑھ کر جرم ہے رواہ الحاکم فی الکنی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث (۷)
کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الربا سبعون حوبا ایسرا کالذی ینکح امہ و فی روایۃ سبعون بابا ادا ناھا کالذی یقع علی امہ سوستر گناہ ہے
جن میں سب سے آسان تر اس شخص کی طرح ہے جو اپنی ماں پر پڑے رواہ ابن ماجہ وابن ابی الدنیاء فی ذم الغیبۃ وابن جریر ورواہ البیہقی بسند
لا یاس یہ باللفظ الثانی کلہم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث (۸) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الربا ابواب الباب
منہ عدل بسبعین حوبا ادا ناھا فجورۃ کا ضطجاع الرجل مع امہ بیک ربا کے کئی دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازہ برابر ستر گناہ کے ہیں جن میں سے
ہلکا گناہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں کے ساتھ ہم بستر ہونا رواہ ابن مندۃ و ابو نعیم من الاسود بن وہب بن عبد مناف بن زہرۃ الزہری القرشی
خال البتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث (۹) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الربا احد و سبعون بابا و قال
ثلاثۃ و سبعون حوبا اھونھا مثل ایتان الرجل امہ سودا کہتر دروازے ہے یا فرمایا تہتر گناہ ہے جن میں سب سے ہلکا ایسا جیسے آدمی کا اپنی ماں سے
جماع کرنا رواہ عبدالرزاق من رجل من الانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث (۱۰) فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الربا اثنان و سبعون
بابا ادا ناھن مثل ایتان الرجل امہ سود کے بہتر دروازے ہیں ان میں سب سے کم ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے صحبت کرنا رواہ الطبرانی فی
الاوسط بسند صحیح عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث (۱۱) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ابواب الربا اثنان و
سبعون حوبا ادا ناھا کالذی یاتی امہ فی الاسلام بیک سود کے دروازے بہتر گناہ ہیں سب میں کتر ایسا ہے جیسے اسلام میں اپنی ماں سے زنا کرنا
رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث (۱۲) فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الربا ثلاث و سبعون
بابا ایسرا مثل ان ینکح الرجل امہ سود کے بہتر دروازے ہیں سب میں ہلکا اپنی ماں سے زنا کے مثل ہے رواہ الحاکم و قال صحیح علی
شرطہما و البیہقی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث (۱۳) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الربا بیف و سبعون
بابا اھونھن بابا مثل من اتی امہ فی الاسلام و درہم من ربا اشد من خمسۃ و ثلاثین زنیۃ سود کے کچھ اوپر ستر دروازے ہیں ان سب
میں ہلکا ایسا ہے کہ مسلمان ہو کر اپنی ماں سے زنا کرنا اور سود کا ایک درم پھبتیس زنا سے سخت تر ہے رواہ البیہقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
حدیث (۱۴) سیدنا امیر المومنین عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں الربا سبعون بابا اھونھا مثل تکاح الرجل امہ سوستر
دروازے ہیں ان میں آسان تر اپنی ماں سے زنا کے مثل ہے رواہ ابن عساکر بسند صحیح حدیث (۱۵) سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں الربا اثنان وسبعون حوبا اصغر ما کن اقی امه فی الاسلام ودرهم من الربا اشد من بضع وثلثین زنیة سود بہتر گناہ ہے سب میں چھوٹا بحالت اسلام اپنی ماں سے زنا کی طرح ہے اور سود کا ایک درم کی اوپر تیس زنا سے سخت تر ہے رواہ ابن الدینیا والبقوی وغیرہ و صدرہ عند عبد الرزاق بلفظ بضعۃ وسبعون۔ حدیث (۱۶) سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں الربا ثلثا وسبعون حوبا وانا حوبا کن اقی امه فی الاسلام ودرهم من الربا کبضع وثلثین زنیة سود میں بہتر گناہ ہیں سب میں کم ایسا جیسے اسلام میں اپنی ماں سے جماع کرنا اور سود کا ایک درم چند اور تیس زنا کے مانند ہے رواہ عبد الرزاق حدیث (۱۷) کعب احبار فرماتے ہیں لان ازنی ثلثا وثلثین زنیة احب الی من ان اکل درہما ربایعلم اللہ اقی اکلہ من ربایے شک مجھے اپنا تیس تیس بار زنا کرنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ سود کا ایک درم کھاؤں جسے اللہ عزوجل جانے کہ میں نے سود کھایا ہے رواہ الامام احمد عند بسند جید والعیاذ باللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشنے آمین واللہ سمانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ ۲۷ رجب روز شنبہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مقروض ہے اور اس قدر محتاج ہے کہ قوت روزمرہ بھی بدشواری میں سر آتا ہے اب چاہتا ہے کہ کچھ روپیہ سودی قرض لے کر کچھ روز گزار کرے تاکہ صورت ادائے قرض کی ظہور میں آئے اور کچھ قوت برسی میں لائے پس یہ ارباب حاسبے یا نہیں اور جو شخص ایسے اصل قرض کی ضمانت کرے گنگار ہو گا یا نہیں جینا تو جروا۔

الجواب :- سود جس طرح لینا حرام ہے دینا بھی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لعن اللہ اکل الربا ومؤکلہ وکاتبہ وشاہدہ اللہ کی لعنت سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کا کافذ لکھنے والے اور اس پر گواہی کرنے والے پر رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والطبرانی فی الکبیر وزاد وہم یعلمون کلہم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونحوہ عند احمد والنسائی عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سندا ما صحیحان وبمعناہ عند مسلم فی صحیحہ وزاد وہم سواء مگر شریعت مطہرہ کا قاعدہ مقرر ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات اسی لئے علمائے فرما تے ہیں محتاج کو سودی قرض لینا جائز ہے فی الاشیاء وانظرونی فی القنیة والبغیة مجوز للحتاج الاستقراض بالربح اہ قال فی الغمر وذلك نحو ان یقترض عشرة دنانیر مثلاً ویجعل لربہا شیئاً معلوماً فی کل یوم ربما ۱ھ اقول محتاج کے یہ معنی جو واقعی حقیقی ضرورت قابل قبول شرع رکھتا ہو کہ نہ اس کے بغیر پارہ ہونے کسی طرح بے سودی روپیہ ملنے کا یا راد نہ ہرگز جائز نہ ہو گا جیسے لوگوں میں رائج ہے کہ اولاد کی شادی کرنی چاہی سو روپے پاس ہیں ہزار روپے لگانے کو جی چاہا نو سودی نکلواں یا مکان رہنے کو موجود ہے دل کے محل کو ہو سودی قرض لیکر بنایا یا سود سو کی تجارت کرتے ہیں قوت اہل و عیال بقدر کفایت ملتا ہے نفس نے بڑا سودا گر بننا چاہا پانچ چھ سو سودی نکلواں لگا دے یا گھر میں زیور وغیرہ موجود ہے جسے پیکر روپیہ حاصل کر سکتے ہیں نہ بچا بلکہ سودی قرض لیا، و علی ہذا القیاس صدقہ صورتیں ہیں کہ یہ ضرورتیں نہیں تو ان میں حکم جواز نہیں ہو سکتا اگرچہ لوگ اپنے زعم میں ضرورت سمجھیں ولہذا قوت اہل و عیال کے لئے سودی قرض لینے کی اجازت اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کے بغیر کوئی طریقہ برسر اوقات کا نہ ہونے کوئی پیشہ جاتا ہو نہ نوکری ملتی ہے جس کے ذریعہ سے مال ہوٹی اور موٹا کپڑا محتاج آدمی کی بسر کے لائق مل سکے ورنہ اس قدر پاسکتا ہے تو سودی روپے سے تجارت پھر وہی تو نگر کی کی ہوس ہوگی نہ ضرورت قوت

رہا ادا کے قرض کی نیت سے سودی قرض لینا اگر جانتا ہے کہ اب ادا نہ ہو تو قرض خواہ قید کر کے گا جس کے باعث بال بچوں کو نفقہ نہ پہنچ سکے گا اور ذلت و خواری ملاوہ اور فی الحال اس کے سوا کوئی شکل ادا نہیں تو رخصت دیکھائی گی کہ ضرورت تحقق ہوئی حفظ نفس و تحصیل قوت کی ضرورت تو خود ظاہر اور ذلت و مطعونی سے بچنا بھی ایسا امر ہے جسے شرع نے بہت اہم سمجھا اور اس کے لئے بعض محظورات کو جائز فرمایا مثلاً شریعہ حرامہ کے پاس قصائد مدح لکھ کر بیچتے ہیں کہ خاطر خواہ انعام نہ پائیں تو جو سنائیں انھیں اگرچہ وہ انعام لینا حرام ہے اور جس چیز کا لینا جائز نہیں دینا بھی روا نہیں پھر یہ لوگ کہ اپنی آبرو بچانے کو دیتے ہیں خاص رشوت دیتے ہیں اور رشوت دینا صریح حرام بائیمہ شرع نے حفظ آبرو کے لئے انھیں دینا دینے والے کے حق میں روا فرمایا اگرچہ لینے والے کو بدستور حرام محض ہے فی الدر المختار لا باس بالرشوة اذا خاف علی دینہ (عبارة الحجیة لمن يخاف) والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ (فقد روی الخطابی فی الغریب عن عکرمہ مرسلًا قال اتی شاعر النبى صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا بلال اقطع لسانہ عنی فاعطاه اربعین درهما) و من السحت ما یأخذہ شاعر لشعر (لانه انما یدفع له عادة قطعاً للسانہ فلو کان ممن یؤمن شره فالظاهر ان ما یدفع له حلال بدلیل دفعہ علیہ السلام بردتہ لکعب لما امتدحہ بقصیدتہ المشہورۃ تأمل) اہ ملخصاً مختلطاً برد المختار اور اگر مفلس قرضدار کو قرض خواہ کی طرف سے اس قسم کے اندیشے نہیں بلکہ صرف حساب آخرت پاک کرنا چاہتا ہے تو ایسی حالت میں سودی قرض لینے کی اجازت مقاصد شرع سے سخت بعید ہے قرضدار جب مفلس ہو تو شرعاً قرض خواہ پر واجب کرتی ہے کہ انتشار کرے اور جب تک اسے استطاعت نہ ہو بہت دے قال اللہ تعالیٰ وان کان ذو عسرة فنظرة الی ميسرة اور قرضدار کو حکم دیتی ہے کہ حتی الامکان ادا میں کوشش کرے اور ہر وقت سچے دل سے ادا کی نیت رکھے مفلسی کو پروا نہ معانی نہ ٹھہرائے کہ اب ہم سے کوئی کیا لینگا جب ایسی سچی نیت رکھیگا اور اپنی چلتی فکر ادا میں جو بروہ شرعی ہوگی نہ کریگا تو اس سے زیادہ شرع اسے تکلیف نہیں دیتی قال اللہ تعالیٰ لا یكلف اللہ نفساً الا و سحها پھر اگر اسی حال پر مر گیا اور ادا نہ ہو سکا تو امید قوی ہے کہ ارحم الراحمین جل جلالہ درگزر فرما کر قرض خواہ کے مطالبہ سے نجات بخٹے گا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اخذ اموال الناس یرید اداءها دی اللہ عنہ ومن اخذها یرید انلاھا اتلفہ اللہ جو لوگوں کے مال پر نیت ادا لے اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرمائے اور جو تلف کر دینے کے ارادے سے لے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دے اخرجہ احمد والبخاری وابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اذان دینا ینوی قضاء اداہ اللہ عنہ یوم القیمة جو کوئی دین لے کہ اس کے ادا کی نیت رکھتا ہو اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف سے ادا فرمادینگا اخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن میمون الکروری رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد صحیح اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من حمل من امتی دیناً توجہد فی قضاہ ثمرات قبل ان یقضیہ فان اولیہ میرا جوتی کسی دین کا بار اٹھائے پھر اس کے ادا میں کوشش کرے پھر بے ادا کے لے جائے تو میں اس کا ولی و کفیل کارہوں رواہ احمد باسناد جید و ابو یعلیٰ والطبرانی فی الاوسط عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ایک حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من داین بدین و فی نفسه و فادۃ ثمرات تجاوز اللہ عنہ وارضی غریبہ بما شاء اللہ یشتر جو کسی دین کا معاملہ کرے اور دل میں اس کے ادا کا ارادہ رکھے پھر مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے اور اس کے قرض خواہ کو جیسے چاہے راضی کر دے رواہ الحاکم لے ظاہر ہے کہ یہ ذلت ظاہر ہو چکے گی کہ مفلس کو بہت دینی شرع نے واجب کی ۱۳ منہ

وجوه الطبرانی فی الکبیر من ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض بدینک نیتی کے پاکی حساب کی ویسے ہی امید ہے باقی شرع مطہر سے اس کی کوئی چیز نہیں ملتی کہ ادائے قرض کے لئے کسی ناجائز طریقے سے مال حاصل کرنے کو جائز فرمایا ہو اور بے شک سودی قرض لینا ناجائز طریقہ ہے بلکہ علماء تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ عورت اگر رات سے بھی نماز پڑھے طلاق دہے اگرچہ اس کا ہر وہیہ پرتاورد نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال پر ملنا کہ اس کا مطالبہ ہر اس کی گردن پر ہوس سے بہتر ہے کہ ایک بے نمازی عورت سے صحبت کرے فی الغنیۃ الزوج لہ ان یضرب زوجتہ علی ترک الصلوۃ وان لعنتتہ عن ترکہا بالضرب یطلقہا ولو لم ینکن قادر علی مہرہا ولان یلقی اللہ تعالیٰ ومہرہا فی ذمتہ خیر لہ من ان یطأ امرأتہ لا تصلی ویکو عورت کا نماز پڑھنا اس کا کوئی گناہ نہیں جبکہ وہ اس کی ہدایت و تنبیہ کسی طرح نہیں مانتی یا نہیہ اسے گوارا نہ کیا گیا اور قرضدار مرنے کو اس سے آسان سمجھا تو سودی قرض لینا کہ خود اس کا گناہ ہے کیونکہ گوارا کیا جائیگا اور قرضدار مرنا اس کی نسبت آسان نہ ہوگا۔ ہذا کلمہ ما ظہرت فی وارحوان یکون صوابا انشاء اللہ تعالیٰ ربی صفت وہ درحقیقت قرض لینے پر امانت ہے اگر اس محتاج کو سودی قرض لینا شرعاً ناجائز تھا تو اصل روپے کی ضمانت میں کوئی حرج نہیں کہ جائز بات میں ایک مسلمان بھائی کی مدد کرتا ہے اور ناجائز تھا تو ہرگز اصل کی بھی ضمانت نہ کرے کہ یہ معصیت پر امانت ہوگی قال اللہ تعالیٰ ولا تقادوا علی الاشرع والعدوان واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچھ روپیہ سودی کھلوا یا دوشخص ضامن ہوئے اب گناہگار زیادہ کون ہے وہ شخص جس نے سوپور دیا اب توبہ کرتا ہے اور سود کو واپس دینا چاہتا ہے تو یہ توبہ اس کی قبول ہوگی یا نہیں اور وہ سود کے گناہ سے پاک ہوگا یا نہیں۔ جینو اتوجروا۔

جواب :- بغیر سخت مجبوری کے جسے شرعاً بھی مجبوری کہے سودی قرض لینا حرام ہے اور اسی طرح اس کے کام میں کسی طرح کی شرکت ہو باعث گناہ ہے اور عدیث صحیح میں ہم سوا فرمایا یعنی وہ سب نفس گناہ میں برابر ہیں اور سود سے توبہ کے یہی معنی ہیں کہ جس قدر سود لیا واپس دے اور اللہ عزوجل سے آئندہ کے لئے پچھلے دل سے نام ہو کر ہمد کرے، جو ایسا کریگا اس کی توبہ بیشک قبول ہوگی والذی یقبل التوبۃ عن عباده اور وہ سود کے گناہ سے پاک ہو جائے گا التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اقر۔

مسئلہ :- ۱۱ ازشاہماں پور محلہ خلیل مرسلہ محمد اعزاز حسین خان ہتم ۱۸ سالہ سلیمہ ۲۶ محرم ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ

- (۱) زید نے اپنی حیات میں کچھ روپیہ سود پر قرض دیا اور قبل وصول روپیہ کے زید مر گیا اب وراثت زید کو تاریخ وقات زید تک کا سود لینا جائز ہے یا نہیں۔
- (۲) زید نے روپیہ قرض سوپور دیکر دیوانی سے مع سود ڈگری حاصل کی تھی اور حسب ضابطہ کچہری ۸ فیصدی سود تا ادائے روپیہ اور بھی ڈگری میں لکھا جاتا ہے بعد مرنے زید کے وراثت اس کے دونوں قسم کا سود لے سکتے ہیں اور شرعاً جائز ہے یا نہیں۔
- (۳) زید نے پرائیسری نوٹ خریدے تھے اور گورنمنٹ سے ساڑھے چار سو روپیہ فیصدی سالانہ سود لیا کرتا تھا زید مر گیا وراثت زید کو حسب ضابطہ کچہری اول ساڑھینکٹ دراشت لینا ضرور ہے اور بغیر اس کے وراثت نہ سود نوٹوں کا پاسکے ہیں اور نہ ان کو فروخت کر سکتے ہیں اور ساڑھینکٹ لینے میں قریب تین ہزار روپیہ کے کچہری میں صرف ہوگا وراثت زید چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ نوٹوں تک سود لے کر ساڑھینکٹ کے لینے میں خرچ کر دیں یہی گورنمنٹ سے لیکر پھر اسی کو واپس

کریں پس وہ تاریخ انتقال زید تک سود نوٹوں کے لئے ہو سکتے ہیں یا آئندہ کا بھی لے سکتے ہیں یا مطلق ناجائز ہے۔

(۴) عرب نے پرامیسری نوٹ ایک لاکھ کے خریدے اور پرائے ری نوٹوں کا قاعدہ ہے کہ گورنمنٹ اصل روپیہ کبھی نہیں دیتی بلکہ سارے چار روپیہ فیصدی سالانہ سود دیا کرتی ہے ہاں اگر ایک چاہے تو دوسرے خریداروں کے ہاتھ فروخت کرے اور نرخ نوٹوں کا کبھی کم ہوتا ہے اور کبھی زیادہ جیسے آجکل سٹوپیہ کا پرامیسری نوٹ ایک سو آٹھ روپیہ کو فروخت ہوتا ہے پس اگر عمر وہی اپنے ایک لاکھ روپیہ کے نوٹ پرامیسری فیصدی آٹھ روپیہ کے نفع سے فروخت کرے یا نرخ سے دو روپیہ زیادہ نفع پر بیچ ڈالے تو یہ بیچ درست ہے یا نہیں۔

(۵) کسی شخص نے دو ہزار کی ڈگری پکھری سے حاصل کی جس میں ایک ہزار اصل ہے اور ایک ہزار سود، وہ شخص کسی کے ہاتھ یا وارث اس کا بوض بارہ سو کے وہ ڈگری فروخت کر ڈالے تو کیسا ہے۔

(۶) اوپر کی صورتوں میں جو رقم سود کی قرار دی گئی اگر اس میں سے کل یا بعض لے کر مدرسہ اسلامیہ میں دیدیجائے تو شرعاً کیا اس کی حالت ہینواتو جو

الجواب۔ حرام قطعی ہے قال المولى سبحانه وتعالى يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وذروا ما بقى من الربوا ان كنتم مؤمنين ه فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہا ہے چھوڑ دو اگر تم مسلمان ہو پھر جو ایسا نہ کرو تو جہاد ہو جاؤ خدا ورسول کے لڑنے سے یا اعلان کرو اللہ ورسول سے لڑائی کا۔ یہ اس بقیہ کی نسبت ارشاد ہوا جو تحریم سے پہلے کار گیا تھا مسلمانوں نے خیال کیا یہ تو حرمت سے پیشتر کا ہے اسے لیں آئندہ سے باز رہیں گے اس پر یہ حکم آیا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا ہم میں خدا ورسول سے لڑنے کی طاقت نہیں وہ بقیہ بھی چھوڑ دیا ذکر معاذ اللہ یہ بقیہ شقیہ کہ سرے سے بعد تحریم الہی کے لینا دینا ٹھہرا اس کا لینے والا اللہ عزیز متندر قہار اور اس کے رسول جلیل جبار جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑائی کا پورا سامان کر لے اور قرآن پر ایمان رکھتا ہو تو یقین جانے کہ خدا اور رسول عز مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑنے والا سخت ہلاکت میں پڑنے والا ہے والعیاذ باللہ رب العلمین ورنہ اس چیز کے مستحق ہوتے ہیں جو مورث کی ملک اور اس کا ترک ہو یہ سود نامسعود نہ ملک نہ ترک اس کا مطالبہ کس ذریعہ سے پہنچ سکتا ہے واللہ الہادی ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

(۲) کسی قسم کا نہیں لے سکتے وونوں حرام قطعی ہیں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں سود کے شر اور ایک حدیث میں بہتر اور دوسری میں بہتر دروازے ہیں ان سب میں بلکا ایسا ہے جیسے آدمی ماں سے زنا کرے الحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابی صلی اللہ علیہ وسلم الربا ثلث وسبعون بابا ایسرها مثل ان ینکح الرجل امه الطبرانی فی الاوسط عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الربا اثنان وسبعون بابا ادناهن مثل اتیان الرجل امه ابن ماجہ والبیہقی باسناد الا باس به واللفظ له من ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الربا سبعون بابا ادناها کالذی یقع علی امه تو جو شخص سود کا ایک پیسہ لینا چاہے اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد آتا ہے تو ذرا گریبان میں منہ ڈال کر پہلے سوچ لے کہ اس پیسہ کا نہ مانا قبول ہے یا اپنی ماں سے شر شر بار زنا کرنا واللہ الہادی۔

(۳) سود لینا حرام قطعی وکبیرہ عظیمہ ہے جس کا لینا کسی حال کسی طرح روا نہیں ہو سکتا ہاں مال مباح شرعی یا اپنا دیا ہوا حق بقدر حق بہ نیت تحصیل مباح

یا وصول حق نہ بہ نیت ربا وغیرہ اور مرہ لینا جائز ہے اگرچہ کسی مذر کے سبب کسی ناجائز نام کو اس کے حصول کا ذریعہ کیا جائے و هذا مسألة جلیلة و دقیقة لا
یتنبہ الا بتوفیق اللہ تعالیٰ و سنن فصلها یوما انشاء الملک العلام جمل و علا

(۵۱۴) لاند بربرم کسی مقدار کو اصلاح نہیں کر سکتا کہ ان دونوں صورت میں حقیقتہً غیر مدیوں کے ہاتھ دین کا بیچنا ہے اور وہ شرعاً باطل اشتباہ میں ہے
بیع الدین لایجوز ولو باعہ من المدیون اذ وہبہ جاز و اللہ تعالیٰ اعلم و حکمہ سبحانہ احکم۔

(۶) جوابات سابقہ سے واضح جہاں جس طرح لینا جائز دینا جائز جہاں نہیں نہیں و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے یہاں ہندو سے سو لینا جائز ہے مسلمانوں سے نہیں یہ قول کیسا ہے بیخود اور
جواب۔ سو لینا نہ مسلمان سے جائز نہ ہندو سے لا اطلاق قولہ تعالیٰ و حرما الربوا اماما یؤخذ من الحربی فی دار الحرب فمال
مباح لیس ربا و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۔ مرشد محمد عنایت حسین سرشہ دار سابق شفا خانہ ضلع بریلی، ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے اگر کسی بٹنے کوئی رقم ناجائز مثل سود وغیرہ کے لی ہو جس کے وصول کرنے پر اسے قدرت نہ
تھی اور وہ نہ بہ نیت سود بلکہ اس حق وصول کرنے کے لئے اس کی کوششی میں کچھ روپیہ اتنا جمع کرے اور جو رقم ماہوار اس پر ملے اسے اپنے آتے ہوئے ہر
جمعہ جتنا جاوے یہاں تک کہ وہ حق پورا نکل آئے اس کے بعد اپنا روپیہ واپس لے لے اسی طرح بادشاہ یا حاکم نے کوئی محصول یا ٹیکس یا مالگداری یا اسٹام
یا جرمانہ وغیرہ اس سے یا عام رعایا سے ایسے طریقہ پر لیا ہو جو شرعاً ناجائز یا غیر شرع سے زیادہ ہو اور اس مقدار ناجائز تک وصول کرنے کے لئے اپنی ذاتی روپیہ
یا عام مسلمانوں کے چندہ کا روپیہ شاہی بنک میں جمع کر کے حقدار مذکور اس سے نیت وصول حق کے ساتھ بے نیت سود حاصل کرے اور پہلی صورت میں
اسے اپنے صرف خاص اور چندہ کی صورت میں ان معارف مسلمانوں میں جن کے لئے وہ چندہ وصول کیا گیا تھا صرف کر دے تو یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اور
اسے سو لینا کہیں گے کیا۔ بیخود اور۔

جواب۔ سود حرام قطعی و کبیرہ عظیمہ ہے جس کا لینا کسی حال روا نہیں ہو سکتا مگر حقیقتہً سو لینا ہو یا سو لینے کی نیت کہ ایسا قصد معصیت بھی

معصیت ہے اگرچہ فعل واقع میں معصیت نہ ہو جیسے شراب براہ غلط شراب بھکر پینا کہ وہ حقیقتہً حلال ہی پر یہ تو اپنے نزدیک مرتکب گناہ ہو اور چنانچہ
نہ حقیقت نہ نیت صرف نام ہی نام ہے وہ بھی بضرورت تو اسے بالبداہتہ اس معصیت سے کچھ علاقہ نہ رہا کالائخفہ پس ریاست خواہ غیر ریاست جس
شخص پر جس کا کوئی حق عام یا خاص ہو اور وہ بوجہ مجبوری قانون یا کسی وجہ سے اس طور پر وصول نہ ہو سکے مثلاً تادی عارض ہے یا مدیون شکر اور گواہ نہیں
یا گواہ دینے کچھری نے نہ مانی ڈمس کر دی یا کسی نے کچھ رتیں غلاف شرع اس سے لیں اور یہ انہیں واپس لینے پر قادر نہیں جیسے بٹنے نے سود قاضی نے نیت
وغیرہ اور وہ دوسرے طریقہ ناجائز شرعی کے نام سے ملتا ہو کہ اس میں ممانعت قانونی وغیر موانع نہ ہوں تو اس طریقہ ناجائزہ کے نام کو صرف اس مقدار تک
جہاں تک اس کا حق ہے ذریعہ وصول بنانا جبکہ کسی امر ممنوع کی طرف توجہ نہ ہو اور قصد و نیت میں اپنا حق لینا ہونہ اس طریقہ ممنوعہ کا مرتکب ہونا شرعاً
جائز ہے کہ اس صورت میں نہ اس امر ناجائز کی حقیقت نہ اس کی نیت نہ قانونی ممانعت جس سے دینیوی تحفظ کیا جائے ربا وغیرہ امور محررہ کے معانی ربا و

زوات ہیں نہ مجرد الفاظی معنی و لہذا علماء فرماتے ہیں لا ربا بین المولیٰ و عبدہ لان العبد وما فی یدہ مملک لمولایہ فلا یتحقق الربا و کذا
لاو ربا بین شریکی المعاوضۃ و کذا الصنان کما فی الهدایۃ والدردر غیر ہما من الاسفار الغر در نعمت میں ہے الاصل ان المستحق
بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبارا و اصلا بجہۃ مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ ہما تک کہ علمائے تحصیل
ال مباح جس میں پہلے سے اس کا کوئی حق مستقر نہیں بحیث نام طرق ممنوعہ مثل ربا و قمار و غیر ہما جائز رکھی بشرطیکہ وہ طریقہ صاحب مال کی رضامندی
سے برتایا یعنی لوٹ مقرر سے پاک و جدا ہو گا نصوا علیہ فی ربا المستیمان و مقامرة الاسیر فی رد المحتار عن السیر الکبیر و شرحہ اذا دخل
المسلو و الحرب بامان فلا باس بان یاخذ منهم امر او طربطیب انفسہم بای وجہ کان لانه انما اخذ المباح علی وجہ عری
عن الغدر فیکون طیبالہ والاسیر والمستیمان سواء حتی لو باعہم و زہما بدرہمین او میتة بدرہم او اخذ مالا منهم
بطریق العتق فذلک کلہ طیب لہ او ملخصا اور حضرت امیر المؤمنین امام المتقین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کفار مکہ سے بنام شرط
باجازت حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مال حاصل فرمانا جالکہ شرط شرعاً و انہیں دلیل واضح ہے کہ نام ناجائز امر جائز کونا جائز نہیں کر دیتا
کا افادہ فی النسخ و غیرہ نقلاً عن المیسوط مستدلاً لالمذہبنا فی ہذا الباب تو احوال کے حق ثابت ہجرت کسی اسم کے کسی کے باعث کیونکہ ممنوع
ہو سکتا ہے ہذا ما یعرفہ کل فقیہ و المسئلة مسئلة الطفر المضمون علیہا فی الوہبانیۃ و القنیۃ والدردر غیر ہا زیادت ایضا
مقام یہ ہے کہ اصل حکم خالق پر ہے نہ الفاظ پر مثلاً اگر کوئی شخص زید سے اپنا آٹا ہوا لے اور اس کا نام ربار لکھے تو وہ ربا یا حرام نہ ہو جائے گا یا دو قسم کے فرض
ہوں ایک کی قسطوں کے ساتھ دوسرے کا بھی ایک حصہ رضائے میں خواہ بحالت انکار بلا رضائے لیا کرے تو وہ بھی ہرگز ربا نہیں ہو سکتا اگرچہ بلفظ
ربا تعبیر کرے کہ حقیقت ربا یعنی فضل خالی عن العوض مستحق یا انعقد اس پر صادق نہیں ہاں اگر یہ اپنی جہالت سے اسے حقیقت ربا سمجھے اور یہی
جان کر اس کے لینے کا ترک ہو تو اگرچہ سو دینے کا اس پر گناہ نہیں کہ جو اس نے لیا وہ سو عند اللہ نہیں مگر بقصد مخالفت شرع کسی فعل کا کرنا ضرور
اس کے حق میں معصیت جدا گانہ ہو گا کہ یہ تو اپنے زعم میں حکم الہی کا خلاف ہی کر رہا ہے و لہذا علماء فرماتے ہیں اگر دور سے کسی کپڑے کو وزن اجنبیہ سمجھ کر
پہ نگاہ بد اس کی طرف نہ کرے گا گنہگار ہو گا اگرچہ واقع میں وہ خالی کپڑے ہے کہ یہ تو اپنے نزدیک نافرمانی خدا پر اقدام کر رہا ہے میزان الشریعۃ الکبریٰ کتاب
الہیوت باب ما یجوز بیعہ و الا یجوز میں ہے لو نظر انسان الی ثوب موضوع فی طاق علی ظن انہ امرأۃ اجنبیۃ نالہ ینحرم علیہ اور جب
یہ دونوں نہ ہوں تو ربا نام تو وہ بھی جب بے ضرورت و حاجت محض بطور لہو و لعب و ہزل ہو کر وہ ہونا چاہئے جیسے اپنی عورت کو اس یا بہن
کہنا کہ اس کا نام رکھنے سے نہ وہ حقیقتہً اس کی ماں بہن ہو جائے گی ان امہاتھم الا اللالیٰ ولد نصوۃ اس کی تعابرت میں اس پر اصلا کوئی
ہوا مذہ کہ اس کہنے سے وہ اس پر حرام نہ ہوگی ابوداؤد فی سننہ عن ابی تمیمۃ الجعفی ان رجلا قال لامرأۃ یا اخیۃ فقال رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اختک ہی نکرۃ ذلک وھی عنہ قال فی النسخ الحدیث افاد کونہ لیس طہاراً حیث لم یبین فیہ
حکما سوی الکراہۃ و انھی ہاں صرف اتنی قیامت ہوگی کہ اس نے بے کسی ضرورت و مصلحت کے ایک جائز و حلال شے کو حرام نام سے تعبیر سے
کا قال اللہ تعالیٰ و اھم لیتقولون منکر من القول و زوراً پر اگر مصلحت ہو تو یہ قیامت بھی نہ رہے گی کقول سیدنا ابراہیم علی نبینا
الکرم و علیہ و علی سائر الانبیاء افضل الصلوٰۃ و التسلیم لیسیدتنا سارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اختی پھر طہارے تو یہاں مصلحت

افذ مباح تک معتبر رکھی نہ کہ مصلحت اچانک حق و اعادة مظالم کہ بالبداهتہ اس سے ازید و اتم ہے اور بالفرض کوئی مصلحت نہ بھی ہو تاہم اس مال کے مالک میں اصلانک نہیں کا علمت وقد انتظہ اطلاق قوطم لاربا بین المولی و عبده و لایین شریکی المفاوضة والعنان کالایغی اور یہ سے ظاہر ہو گیا کہ اس مسئلہ میں ماخوذ منہ کا کافر حربی خواہ محل افذ کا دار الحرب ہو یا ضرور نہیں کا تشہد بہ مسائل المولی والشراک صرف اتفانے حقیقت و قصد ربا و کاسہ کہ اس کے بعد نہ عند اللہ کتاب حرام نہ اپنے زعم میں مخالفت شرع پر اقدام غلامانے کہ مسئلہ حربی میں قید دار الحرب ذکر فرمائی اس کا اشارہ اخراج مٹا من ہے کہ اس کا مال مباح نہ رہا و المختار میں ہے قولہ شہ ای فی دار الحرب قید بہ لانه لو دخل دارنا بامان فباع منه مسلم و رہما بد رہمین لا یجوز اتفاناً عن المسکین ہر ایہ میں ہے لاربا بین المسلم و الحربی فی دار الحرب بخلاف المستامن منہم لان مالہ صار محظوراً بعقد الامان اہ ملخصاً فتح القدر میں ہے بموجب ہے اطلاق النصوص فی المال المحظور و انما یجزم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر فاذا لم یأخذ غدر اقبای طریق اخذہ حل بعد کونہ برضا بخلاف المستامن منہم عند نالان مالہ صار محظوراً بالامان فاذا اخذہ بغیر الطریق المشروعة یكون غدر ا بالجملة حقیقت ربا اموال محظورہ میں متحقق ہوتی ہے کما سمعت انفا و مال اصحاب دیون و مظالم بقدر دیون و مظالم محظور نہیں اگر جنس حق سے ہو جیسا کہ اکثر صورت مستفسرہ میں ہے تو بالاجماع ورنہ علی المفتی بہ لفساد الزمان و رخصت میں ہے لیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ و جوزہ الشافعی و ہولاد رو المختار میں ہے قولہ و جوزہ الشافعی قد منافی کتاب الحجر ان عدم الجواز کان فی زمانہم اما الیوم فالفتوی علی الجوازہ و فیہ من کتاب الحجر عن العلامة الحموی عن العلامة المقدسی عن جد ابیہ الجمال الاشقر عن الامام الاحضب انه قال فی شرح القدری ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس فی زمانہم لمطا و عتہم فی الحقوق و الفتوی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرة من ای مال کان لایسما فی دیار المدائن و متہم العقوق اہ تنویر الابصار میں ہے من له حظ فی بیت المال فظرب ما وجہ لبیت المال فله اخذہ دیانہ و رخصت میں ہے و للمودع صرف و دویعة مات ربهما و لا وارث لنفسہ او غیرہ من المصارف و المختار میں ہے عن شرح ۵۰۰ ہینہ عن البزازیة عن الامام الحلوانی لانه لو اعطاها لبیت المال ضاع لانہم لا یصرفون مصلی فاذا کان من اہلہ صرفہ الی نفسہ فان لم یکن من المصارف صرفہ الی المصارف اہ ان تقریروں سے خوب روشن ہو گیا کہ ماٹ شہ ہمارے اللہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ہرگز کسی صورت ربا کو حلال نہ ٹھہرایا یہ غیر مقلدوں کا محض افتراء ہے بلکہ ان مواقع میں کہ حکم جواز ہے وہ یہ کہ وہ ربا ہی نہیں اپنا حق یا کوئی مال مباح ایک ذریعہ جائزہ سے حاصل کرنا ہے اگرچہ بضرورت و مصلحت اس شخص نے اسے کسی لفظ سے تعبیر کیا ہو و لہذا علماء ان مسائل میں لاربا فرماتے ہیں نہ یحیل الربا و العیاذ باللہ تعالیٰ تنبیہ اگرچہ ہمارے کلام سابق سے شبہین ہوا کہ مسلم و حربی میں دار الحرب میں نفی ربا بر بنائے اتفانے عصمت و وجود اباحت ہے نہ بر بنائے اتفانے شرف دار مگر تم تمیم فائدہ کو اس مطلب کی مزید توضیح کرتے ہیں فاقول و باللہ التوفیق اگر اس سے یہ مقصود کہ تحویم محرمانہ بوجہ شرف دار و تحمی دار الحرب میں کہ یہ شرف مفقود و حرمت مفقود و لہذا ہاں غضب ربا حلال و موجب ملک ہے تو بدہانتہ باطل احکام الہیہ دیر دون دیر پر موقوف نہیں نہ اختلاف زمین کسی حرام شے کو حلال کر سکتا ہے فان العباد للہ و البلاد للہ و الحکر للہ و الملک للہ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للمسلمین نذیر و قال اللہ تعالیٰ و حیثما

کتبتہم قولوا وجوہکم شطر المسجد الحرام وقال اللہ تعالیٰ فاقتلوہم حیث ثقتہم وھم وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعلت
لی الارض مسجدًا وطہورًا فایما رجلی من امتی ادرکتہ الفضلۃ فلیصل بہا تک کہ ذہب بتمہد میں کفار خود بھی مخاطب بالفروع ہیں
حتی العبادات اداء واعتقاد فیعد بون علی ترک الاداء ایضا لقولہ تعالیٰ قالوا لمرثک من المصلین الی قولہ تعالیٰ وکننا نکذب
پیومہ الدین آخر دار الحرب میں ہند بالاجماع حرام یوں زمانہ بعد مجریان الاباحۃ فی الابضاع فتح میں بسوط سے بعد ہارت مذکورہ
مقول و بخلاف الزمان قیس علی الزمان البضع لا یشتاب بالاباحۃ بل بالطریق الخاص اما المال فیباح بطیب النفس
بہ وایاحتہ و لہذا مسلم تان سے عقدہ باقطعا حرام اگرچہ شرف دار منتفی ہے لوجود العصۃ او مسلم غیر مہاجر سے حلال لانعدام العصۃ
ورمخار میں ہے وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یھاجر کفری فللمسلم الربامعہ خلافا لھما لان مالہ غیر معصوم فلو
ھاجر الینا شفعاد الیہم فلا ربا اتفاقا جوہرہ تو ہرز من وبقیمہ بالیقین محل جریان احکام الہیہ حل و ملا ہے ہاں احکام قضا دار الحرب بلکہ
دار البنی میں بھی بسبب انقطاع ولایت نافذ نہیں ان کے قدم سے حلت و حرمت فی نفسہا مختلف نہیں ہو سکتی و لہذا علمائے جہاں حکم قضا
کی نفی فرمائی اس کے ساتھ ہی حکم دیانت کا اثبات فرمایا فی الدر ادانہ حربی وبعکسہ او غضب احد ہما ضابطہ وخرجنا الینالہ
نقض لاحد بشیم وبقی المسلم برد المغضوب دیانۃ لاقضاء ولانہ غدروکذا الحکم فی حویین فعلاذک ثم استامنا
لمابیناہم ملخصا تبیین الحقائق میں ہے لان القضاء یشتدعی الولاية و یعتمدھا ولا ولاية الادانۃ اصلا لاقدرۃ للقائم
ذیہ علی من ہوقی دار الحرب بل پس ثابت ہو کہ کوئی حرام بوجہ انتقائے شرف دار حلال نہیں ہو سکتا تو دار الحرب میں کسی شے کی حلت فی نفسہ
اس کی حلت ہے کہ باختلاف دار مختلف نہ ہوگی رہا وہاں امور مذکورہ کا حلال ہونا وہ ہرگز اس بنا پر نہیں کہ یہ مہرات وہاں حلال ہیں بلکہ وجہ یہ کہ ان
مہرات کی حقیقت عصمت و محظوریت پر مبنی کا بعض علیہ فی المبسوط کا تقدم اور وہ وہاں معدوم تو حقیقتہ ان کی حقیقت ہی ان صورتوں
میں منتفی اگرچہ مجرد صورت و اسم باقی ہو اور حکم حقیقت پر ہے نہ اسم و صورت پر کلا یشخے اور اگر یہ مقصود کہ امور مذکورہ اگرچہ حقیقتہ مہرات نہیں
مگر دار الاسلام میں بوجہ شرف دار ان کا صرف نام و صورت ہی حرام تاہم بالیقین باطل کہ ہمیشہ مدار احکام حقائق ہیں نہ اسم بے سہمی و نہ معاملہ
مولی و عبد و شرکاء مفاد نہ و شرکاء عمان کہ اسم مجرد وہاں بھی موجود ہرگز جائز نہ ہوتا نہ مسئلہ ظفر بالحق میں اذہ بالیجر و اذہ خفیۃ کی اجازت ہوتی
کہ صورت غضب و سرقتہ یقیناً ہے گو حقیقت بوجہ عدم محظوریت منتفی صورت سرقتہ کا جواز تو عبادت سالفین گزرا اور صورت غضب کی حلت
یہ ہے قال فی الدر و حیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکاتہ شر یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیدۃ
واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ و بالجمیلہ یہ دونوں مقدمے کہ دار الحرب حرام کو حلال نہیں کرتی اور دار الاسلام کسی اسم بے سہمی
کو حرام نہیں فرماتی تصریحات بے شمار سے واضح و آشکار تو ماغن فیہ میں تفرقہ بین دار و دار کی طرف کوئی سبیل نہیں یوں ہی صورت غضب
و سرقتہ نام عقد فاسد سے فرق نامکن کہ اگر مجرد اسم و صورت محرم ہو تو غضب و سرقتہ کیوں محرم نہ ہوئے اور نہ ہو تو نام عقد فاسد کیوں حرام
کرنے لگا بلکہ غضب و سرقتہ تو عقد فاسد سے اشد و اجنب ہیں کہ یہ بعد قبض مفید ملک ہو جاتے ہیں اگرچہ بوجہ غیبت اور وہ اصلا مورث
ملک نہیں ہذا اما عندی والعلو بالحق عند ربی واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ :- از شہر کہنہ ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کچھ روپے بکری سے مدت مبینہ پر قرض لئے اور وقت روپیہ لینے کے کچھ ذکر سود وغیرہ کا نہ ہوا بلکہ زید نے صاف کہہ دیا کہ بلا سودی لیتا ہوں اور وقت دینے روپے کے کچھ اور روپے بدلے اس کے احسان کے زیادہ کر کے دیئے تو یہ روپے جو زیادہ دیئے یہ سود میں داخل ہیں یا طریقہ سنت کا ہے یا مستحب ہے بیخود توجروا۔

الجواب :- جبکہ زیادہ دینا نہ لفظاً موعود نہ عادتاً مہود تو معنی ربا یعنی منفقہ و خصوصاً جبکہ خود لفظوں میں نفی ربا کا ذکر موجود بلکہ یہ صرف ایک نوع احسان و کرم و مروت ہے اور وہ بیشک مستحب و ثابت بہ سنت حدیث صحیح البخاری و صحیح مسلم عن جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکان لی علیہ دین فقضانی و زادنی و لحدیثہما عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان لرجل علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الابل فجاء یتقاضاہ فقال اعطوکہ فطلبوا سنہ فلم یجدوا الا سنا فوقھا فقال اعطوکہ فقال اوفیتی اوفاک اللہ فقل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان خیرکم احسنکم قضاء و حدیث قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوزان زن وان صح رواہ احمد و الاربعۃ و ابن حبان و المحاکم عن سوید بن قیس العبیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال الترمذی حسن صحیح وقال المحاکم صحیح و هذا الوزان فی مکة و رواہ الطبرانی فی الاوسط و ابو یعلیٰ فی المستدرک و ابن عساکر عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و هذا الوزان فی المدینۃ مگر محل اس کا وہاں ہے کہ یا تو وہ زیادت قابل تقسیم نہ ہو مثلاً ساڑھے نو روپے آتے تھے دس پورے دے کہ اب بقدر نصف روپے کی زیادتی ہے اور ایک روپیہ دو پارہ کرنا کے لائق نہیں یا قابل تقسیم ہو تو ہر کر کے دے مثلاً دس آتے تھے وہ دیکر ایک روپیہ احساناً الگ دیا ان صورتوں میں وہ زیادتی بکری کے لئے حلال ہو جائیگی اور اگر قابل تقسیم تھی اور یوں ہیں مخلوط و مشاع دی مثلاً دس آتے تھے گیارہ بکشت روپے دس آتے ہیں اور ایک احساناً تو نہ بہہ صحیح ہو گا نہ بکری اس زیادت کا ایک علیگری میں ہے رجل دفع الی رجل تسعة دراهم وقال ثلثه قضاء من حقلک و ثلثه حبة لک و ثلثه صدقة فضاء اکل یضمن ثلثة الهبة لانها هبة فاسدة و لا یضمن ثلثة الصدقة لان صدقة المشاع جائزة الا فی رواية کذا فی محیط الشیخی و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از موضع دیورنیاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) سو دینا مسلمان کو درست ہے یا نہیں (۲) ہنود سے سو لینا درست ہے یا نہیں، (۳) دستاویز میں سود تحریر کرنا اگرچہ اس کے لئے نیت نہ ہو جائز ہے یا نہیں۔ بیخود توجروا۔

الجواب :- (۱) ہرگز درست نہیں مگر جب کوئی خاص ضرورت شدیدہ ہو جسے شرع بھی ضرورت مانے اور بغیر سود دینے چارہ نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) ہندو مسلمان کسی سے درست نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۳) نادرست کہ جمہور تہمت گناہ اپنے اوپر لگاتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از شہر کہنہ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

ایک موضع کے اسمائیان کو کچھ غلہ برف من غم ریزی کے دیا گیا اور اس غلہ کا بہ نرخ بازار روپیہ اسامی کے ذمہ قائم کر دیا گیا مگر اس وقت میں اسامی

سے یہ امر طے نہ کیا گیا کہ کس نرخ سے بحساب فی روپیہ غلہ جو آئندہ پیدا ہوگا وہ اس سالی سے لیا جائے گا فصل پر وہ غلہ یعنی ساتھی سترہ سیر کی فروخت ہوئی اور اب تیرہ سیر کی فروخت ہوتی ہے اور سالی سے فصل پر بحساب ۲۵ سیر فی روپیہ ساتھی لی گئی آیا یہ کارروائی جائز ہوئی یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو کیا طریقہ برتنا جاوے اور کس نرخ سے غلہ لیا جاوے کہ وہ جائز ہو۔ بینواتوجروا۔

الجواب :- اگر اس وقت کوئی ناجائز عقد نہ ہو اتقانہ بعد کو کسی جبر و قندی سے آسانی نے دیا بلکہ نجوشی سترہ سیر کے حساب سے غلہ ان روپوں کا دیدیا تو لینا جائز ہے ورنہ حرام، واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ صل مجتہد ائمہ واکم۔

مسئلہ :- ۸ رمضان المنظم ۱۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو روپیہ کفاز کے خزانہ میں جمع کیا جائے اس کا سود لینا جائز ہے یا نہیں، بینواتوجروا۔

الجواب :- سود لینا قطعاً حرام ہے اللہ عزوجل نے مطلقاً فرمایا و احل اللہ الیبیع و حرما الربوا اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود اس میں رب العزت جل جلالہ نے کوئی تخصیص نہ فرمائی کہ غلام سے سود لینا حرام اور غلام سے حلال ہے بلکہ مطلقاً حرام فرمایا اور وہ مطلقاً ہی حرام ہے کافزے ہو خواہ مسلم سے۔ ہاں اپنا کسی پر آتا ہو یا اور کوئی مال جائز شرعی کسی حیلہ شرعیہ سے حاصل کرنا دوسری بات ہے والتفصیل فی فتاوانا واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از ماہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ حضرت سید ارتضاحمین صاحب ۱۲۷ رجب ۱۲۷ھ

بنک سے سود لینا جائز یا ناجائز۔ زیادہ نیا

الجواب :- سود لینا مطلقاً حرام ہے قال اللہ تعالیٰ و حرما الربوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زینت علیہ روپے کا مال اپنے روپیہ سے عمر کو دلوادیا اور کہا کہ میں تم سے لے لوں گا اس میں نفع جائز ہے یا نہیں۔ بینواتوجروا۔

الجواب :- نر اسود اور حرام ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از اوامین مرسلہ حاجی محمد یعقوب علی خان صاحب، ۲۴ شعبان ۱۲۷۵ھ

جب جنس و قدر دونوں پائے جائیں تو امام عظم کے نزدیک نسیہ و فضل وہ دونوں حرام ہیں تو اگر کوئی ایک من گہوں ایک من گہوں سے بہت بہت بیچے تو اس تجارت میں بائع و مشتری کو کیا فائدہ ہوا اور اس سے یہ بھی پایا گیا کہ کسی کو گہوں یا جو یا جواریا چنا وغیرہ کی ضرورت پڑی اور اس سے اس سے کہا کہ تم کو ایک من گہوں وغیرہ بطریق ادھار دیدے میں تم کو چند روز میں دیدوں گا تو یہ بھی سود میں داخل ہو گیا اور یہ ضرورت ہر کس و ناکس کو پیش آتی ہے اس مسئلہ میں جو حکم تحقیق ہو بیان فرمائیں۔

الجواب :- قرض تو ایک دوسرا عقد ہے بیع کے سوا جسے شرع مطہر نے حاجات ناس کے لئے جائز فرمایا غلہ کیا! بڑا قرض تو روپے کا ہوتا ہے روپیہ خود اموال روپیہ سے ہے کہ روپے کے عوض روپیہ یا چاندی ہو تو قدر و جنس دونوں موجود اور فضل و نسیہ دونوں حرام مگر روپیہ قرض لینا جائز ہے

اور خود غلط قرض لینا صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور رب العزت جل و علا فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا
 اذات ذلین تبخروا بنین الی اجل مسی فاکتبوا الایہ اور اموال ربوبیہ میں شرع مطہرنے وصف کا اعتبار ساقط فرمایا ہے ولہذا ان کا چرچا
 یکساں ہے اور اختلاف اوصاف اختلاف اغراض و حاجات ناس کا باعث ہو سکتا ہے مثلاً ایک قسم کی چیز زید کو مطلوب ہے اس کے پاس اس
 قسم کی نہیں دوسری قسم کی ہے اور اس قسم کی شے عمرو کے پاس ہے اسے اس قسم کی مطلوب ہے جو زید کے پاس ہے تو باہم دست بدست یکساں
 مبادلہ کر کے ہر ایک اپنے مطلوب کو پہنچ سکتا ہے مہذبہ صورت بھی ہے کہ مثلاً زید کے مونسہ سے قسم بھل گئی کہ یہ گہیوں جو اپنے پاس ہیں نہ کھائیے
 اب اگر وہ ان گہیوں کو عمرو کے گندم سے دست بدست برابر بدلے تو قسم بھی پوری ہوگی اور کوئی حرج بھی لازم نہ آئیگا۔ علاوہ بریں شرع نے
 دست بدست برابر بیع کرنا واجب تو کیا یہ فرمایا ہے کہ اگر ان چیزوں کی باہم بیع کرنی ہو تو بیوں کر وجہ سے نہ کرنی ہو نہ کرے کوئی شرعی ایجاب نہیں
 واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ ازلاہور سید بیگم شاہی مرسلہ مولوی احمد الدین صاحب بیگم ذی القعدہ ۱۳۵۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارہ میں کہ اس ملک میں اہل ہندو سے بیاج لینا جائز ہے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ نصاریٰ سے بوجہ اہل
 کتاب ہونے کے بیاج لینا درست ہے ایسے خیال والوں کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔

الجواب

۱۔ سو و مطلقاً حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وحرم الربوا ہاں جو مال غیر مسلم سے کہ نہ ذمی ہونہ مستامن بغیر اپنی طرف سے کسی عذر اور بدھنی
 کے لے کر پر غلو و فسادہ کے نام سے لے اسی نیت سے نہ نیت ربا و غیرہ عمرات سے لینا جائز ہے اگر وہ دینے والا کچھ کہے یا سمجھے کہ اس کے لئے اس کی نیت
 مستربہ نہ دوسرے کی لکل امرئ ما نوی پھر بھی جس طرح بڑے کام سے بچنا ضرور ہے بڑے نام سے بچنا بھی مناسب ایاک وبالسوء الظن ان تمام
 احکام میں مشرک و مجوسی و کتابی سب برابر ہیں جبکہ نہ ذمی و مستامن ہوں نہ عذر کیا جائے بلکہ یہی شرط کافی ہے کہ ان دونوں کو بھی حادی ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ محمد شیر علی خاں مورخہ ۲۰۰۰ء لہجہ ۱۳۵۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین بدین امر کہ ہر دو فریق کہ باہمی رضامندی پر سو د (بیاج) کما تنک جائز ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو اور کس صورت میں اور
 کیوں مفصل تحریر فرمائے۔

الجواب

۱۔ اگر باہمی رضامندی سے سو د جائز ہو سکے گا تو زنا بھی جائز ہو سکے گا اور سو ر بھی جائز ہو سکے گا جبکہ سو ر کا مالک اس کے کھانے پر راضی
 ہو۔ اللہ و رسول کے غضب میں کسی کی رضامندی کو کیا دخل صحیح حدیث میں فرمایا کہ سو د کھانا ۳۰ بار اپنی ماں سے زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے کیا باہمی
 رضامندی سے ان کے ساتھ ۳۰ بار زنا جائز ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از قہر ملہ بانسندھی مسؤلہ محمد مدین بیگ صاحب ۲۵ محرم ۱۳۵۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سو د کیا چیز ہے اور کس کس صورت میں سو د ہو جاتا ہے۔ بیضا تو جردا۔

الجواب

۱۔ وہ زیادت کہ عوض سے خالی ہو اور معاہدہ میں اس کا استحقاق قرار پایا ہو سو د ہے مثلاً سو د ہے قرض دینے اور یہ ٹھہرا لیا کہ پیسہ
 اور پیسوں لیکنا تو یہ پیسہ عوض شرعی سے خالی ہے لہذا سو د حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ ۱۔ ازمدتہ منظر الاسلام ابرہی مسئلہ از حرمین طالعہم . ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی پنواڑی یا سرحد فردش کو دس یا پانچ روپے کوئی شخص دے اور اس سے کہے کہ جب تک میرا روپیہ تمہارے
دور رہے مجھے پان بقدر فریخ روزانہ کے دیا کر وادرجب روپیہ واپس کر دو گے تو مست دینا یہ صورت جائز ہے یا نہیں اور نہیں تو جواز کی کوئی صورت ہے۔

الجواب ۱۔ یہ صورت خاص سود اور حرام ہے سود کے جواز کی کوئی شکل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سئلہ ۲۔ از برہی بازار مسئلہ عزیز الدین خان سوداگر . ۲۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسلوں میں کہ (۱) ایک مسلمان اور ایک ہندو کو دس روپیہ کا نوٹ دیا آیا ہندو مسلمان دونوں سے اس کا نفع جو
قرار پایا ہے لیا جائے گا یا نہیں۔ (۲) ہندو سے نقد قرض سودی لینا مسلمان کو جائز ہے یا نہیں یا کچھ زیور رکھ کر روپیہ سودی لینا مسلمان کو ہندو سے
جائز ہے یا نہیں۔ بیٹو اتو حروا۔

الجواب ۱۔ (۱) دس کا نوٹ اگر زیادہ کو بیچا تو ہندو مسلمان دونوں سے لینا جائز اور اگر قرض دیا اور زیادہ لینا قرار پایا تو مسلمان سے

حرام قطعی اور ہندو سے جائز جبکہ اسے سود سمجھ کر نہ لے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) سود جس طرح لینا حرام ہے یوہیں دینا بھی حرام ہے جب تک سچی حقیقی
مجبوری نہ ہو زیور اگر اپنا ہے تو اسے رہن رکھ کر سودی روپیہ بکھلوانا حرام ہے یہ مجبوری نہ ہوئی زیور بیچ کیوں نہیں ڈالتا اور اگر دوسرے سے رہن رکھنے کے
لئے ہانگ کر لیا ہے اور پاس کوئی چیز ایسی نہیں ہے بیچ کر کام نکال سکے اور قرض لینے کی سچی ضرورت و مجبوری ہے تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ ۳۔ از شہر برہی مسئلہ شوکت علی صاحب . ۵ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ میں فصل پر گندم ۵ مار دوں گا اور خالد نے بکر سے
دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ جو نرخ بازار فصل پر ہوگا اس نرخ سے دس روپیہ کے گندم دوں گا بکر نے کہا کہ میرے پاس اس وقت روپیہ نہیں ہے
تم دونوں شخص دس دس روپیہ کے گندم جو اس وقت ۱۰ مار کا نرخ لیجاؤ۔ دونوں شخص رضامندی سے گندم حسب شرائط بالا کے گئے اور فروخت
کر کے دس دس روپیہ اپنے صرف میں لائے اب زید کو فصل پنی روپیہ ۵ مار گندم حسب وعدہ اور خالد کو فی روپیہ ۱۲ مار گندم نرخ بازار دینا ہوئے
یہ بیچ جائز ہوئی یا نہیں اور اگر بکر خالد کو روپیہ حسب شرائط بالا یعنی جو فصل پر نرخ ہوگا دوں گا دیتا تو جائز ہوتا یا نہیں۔

الجواب ۱۔ یہ صورت حرام قطعی اور خالص سود ہے دعائی من گہوں جو اس نے دئے ان سے زیادہ لینا حرام حرام حرام۔ اور اگر روپیہ دیتا

تو اس میں دو صورتیں تھیں، روپیہ قرض دیتا اور یہ شرط طہر لیتا کہ ادا کے وقت گہوں دیں تو یہ شرط باطل تھی زید و خالد پر صرف اتنا روپیہ ادا کرنا
تھا اور اگر گہوں کی خریداری کرتا اور روپیہ پیشگی دیتا تو یہ صورت بیح سلم کی تھی اگر اس کے شرائط پائے جاتے جائز ہوتی ورنہ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ ۴۔ از شاہجہاں پور محلہ قلیل مسئلہ حاجی محمد عزیز حسین خان صاحب . ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اشتہار دیا ہے کہ میں ایک روپیہ میں تیس روپیہ کی گھڑی دیتا ہوں لیکن اس شرط
سے کہ جو شخص میرا ٹکٹ ایک روپیہ کو خریدے اس کے نام پانچ ٹکٹ میں بھجوں گا جب وہ پانچ ٹکٹ پانچ روپیہ کو فروخت کر کے وہ پانچ روپیہ
میں ان کے پانچ خریداروں کے ناموں کے میرے پاس بھجے پھر میں ان پانچوں خریداروں کے پاس پانچ پانچ ٹکٹ بھجوں گا جبکہ ان میں سے

ہر ایک شخص اپنے اپنے ٹکٹ فروخت کر کے مبلغ پچیس روپیہ میرے پاس بھیج دیں گے تو میں تیس روپیہ کی گھڑی اس مقدمہ الذکر شخص کے پاس بھیج دوں گا اور پھر وہ شخص اشتہار دینے والا ان پچیس پچیس خریداروں میں سے ہر ایک کے نام پانچ پانچ ٹکٹ بھیج دینا چاہئے تاکہ یہ اپنے ٹکٹ فروخت کر کے اس کے پاس بھیجیں گے جب وہ ان پانچ شخصوں کے پاس تیس تیس روپیہ کی گھڑی بھیجے گا جنہوں نے مقدمہ الذکر شخص سے ٹکٹ خریدے تھے غرض کہ اسی سلسلہ میں جبکہ اس کے پاس تیس روپیہ پہنچتے جائیں گے تو وہ جب ترتیب ایک شخص کو گھڑی بھیجتا رہے گا۔ تو ہر شخص کو گھڑی ایک روپیہ میں ملے گی مگر اس شرط کہ اس کے ذریعہ سے تیس روپیہ کے ٹکٹ اس شخص کے فروخت ہو جائیں اور وہ ٹکٹ دراصل بطور ایک سند و وثیقہ خریداری کے ہیں کیونکہ اس ٹکٹ پر لفظ کوپن اس نے لکھا ہے جس کا ترجمہ سودی اقرار نامہ لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ ٹکٹ بیعہ نہیں بلکہ اشتہار ہے اس بات کا کہ بعض ایک روپیہ تیس روپیہ کی شے اشتہار بیعہ سے جس کی وہ خریدار درخواست کرے بلحاظ شرائط مذکورہ و مندرجہ اشتہار ملے گی پس اس معاملہ مذکورہ سے کسی شے کا لینا شرطاً جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو یہ عقد بیع ہے یا کیا اور اگر بیع ہے تو اس میں کوئی دو شرط عقد مثل توکیل و دلالی و اخذ اجرت وغیرہ مندرجہ ہے یا نہیں اور تیس روپیہ ہے یا تیس اس زیادتی مذکورہ کے اگر بیع زیادتی ہے تو یہ بیع بطریق بیع چھٹی مردہ ممنوعہ شرعیہ کے معنی میں ہوگی گو ایک ٹکٹ سب چھٹی نہ ہوں متفرقا متفرقا ہوں یا اس معنی میں نہیں پھر یہ بیع باندرجہ شرائط مذکورہ بالا جائز ہوگی یا نہیں بحوالہ شرعیہ دلائل معتبرہ جو اب رحمت فرمایا جاوے اور نقل اشتہار بغرض ملاحظہ ہر شے سوال ہذا ہے بینوا اللہ توجروا لہ

نقل اشتہار بغرض ملاحظہ ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے

تمہی تیس روپیہ صرف ایک روپیہ کو لندن و اپج کینی کر شیل بلڈنگ گھنٹو سونے چاندی یا دھات کی جیسی گھڑیاں کلاک اور زیور وغیرہ۔ تمکو یہ سونے کی جس کے واسطے تم نے صرف ایک روپیہ خرچ کیا ہے اور ان ٹکٹوں کو جو کہ ان میں شامل ہیں ایمان کے ساتھ فی ٹکٹ ایک روپیہ فروخت کرو اپنے دوستوں اور ملاقاتیوں میں ان میں سے ٹکٹ فروخت کرو جس قدر کہ تم سے ہو سکے اور پھر جب تم اس سند کو مع اس روپیہ کے جو تم نے فروخت کر کے وصول کیا ہے ہمارے پاس بھیج گے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تم کو ایک چیز ان چیزوں میں سے جو کہ اوپر بیان کی گئیں جس کے تم مستحق ہو گے ہماری فہرست نمونہ کی دیکھو، جبکہ شرائط منسلک ذیل پوری ہوگی تم بھیجیں گے۔ بشرط اول تم ہمارے پاس نام اور پتہ صاف ظلم سے ان شخصوں کے جس کے ہاتھ تم نے ٹکٹ فروخت کے ہیں بھیج گے۔ شرط دوسری ان میں سے ہر ایک شخص سے ہم بذریعہ تحریر کے دریافت کریں گے اپنے اطمینان کیواسطے کہ آیا تم نے ان شخصوں کے ہاتھ فروخت کیا ہے یا نہیں۔ شرط تیسری۔ وہ شخص ہمارے پاس اپنی سند مع اس روپیہ کے جو کہ انہوں نے اپنے ٹکٹ فروخت کر کے وصول کیا ہے ہمارے پاس بھیجیں گے اگر تم یا تمہارے دوست پانچوں ٹکٹ نہ فروخت کر سکیں تاہم تم ہماری ایک چیز کے عمدہ چیزوں میں سے مستحق ہو گے اگر چہ چار یا تین یا دو یا صرف ایک ہی ٹکٹ بموجب شرائط بالا کے فروخت ہوا ہو خوب خود کر لو کہ تم صرف ایک روپیہ اپنی جیب سے خرچ کر کے اس کے عوض میں بموجب شرائط بالا کے اپنے آپ کو مستحق کرتے ہو ناہیں سونے کی جیسی گھڑی کا یا کلاک کا جس کی قیمت تیس روپیہ ہوگی تم تمہارے ساتھ ایما نڈاری سے کام کرتے ہیں اور ہم کو یقین ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھ ایما نڈاری کرو گے ہم تم پر اعتبار کرتے ہیں ہمارے ہاں میں سے جس چیز کو بھی چاہے بموجب نمونہ کی فہرست کے ہندوستان برما سیلوں میں جانچ کر کے اطمینان کر لو۔

ترجمہ اس ٹکٹ کا جو ایک روپیہ کو فروخت ہوتا ہے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پلا فہا گریٹے بے محنت دو بنے ڈیوڑے چھنا چھن آ رہے ہیں اور جہاں تھکا تو اپنا کیا گیا ان ٹکٹ خروں کا گیا جنہوں نے روپے کو ہوا خریدی ہیں یوں ہی
صدقا منت پک رہے بہر حال اپنا حق کہیں نہیں گیا تا جر کے تو یہ منسوب ہے اور مشتری سمجھا گیا تو ایک اور طے تو تیس لاؤ قیمت آزما دیکھیں یہاں تک
زی طے تھی اب کہ دوسرے بیچ کے مارے جانے کا خوف بھی عارض ہو گیا اور ہر طرح لازم ہوا کہ اوروں پر جال ڈالیں اپنا دوسرے ہرا ہوا دوسرے سوکھے گٹا
اتریں تو اتریں یوں یہ امید وہم کا سلسلہ تھا ترقی پکڑے گا اول کے دو چار کچھ حرام مال کی جیت میں رہیں گے آخر میں بگڑے گا جس جس کا بگڑے گا یہی
اسل مال بالباطل ہے جسے قرآن عظیم نے حرام فرمایا کہ یا ایہا الذین آمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل ہی غرور و خطر و ضرر و ضرر میں
پڑنا اور ڈالنا ہے جس سے صحاح احادیث میں نہیں ہے۔ یہ معاملہ چٹھی سے بدرجہا بدتر ہے وہاں ہر ایک بطور خود اس قمار و گناہ میں پڑتا ہے اور یہاں
ہر پہلا اپنے نفع کے لئے دوسرے پانچ کا گلا پھلے گا تو وہاں صرف خطر تھا یہاں خطر و ضرر و ضرر و غش سب کچھ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں لیس لنا من غشنا جو مسلمانوں کے خلاف خیر خواہی معاملہ کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں رواہ مسلم و احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ
والحاکم عن ابی ہریرۃ والطبرانی فی الکبیر عن ضمیرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک حدیث میں ہے لیس منا من غش مسلما و ضررا و
ما کرہم میں سے نہیں جو کسی مسلمان کی بدخواہی کرے یا اسے ضرر پہنچائے یا فریب دے رواہ الامام الرافی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ
تعالیٰ وجہہ امادیت اس باب میں حد تو اترا ہیں اور خود ان امور کی حرمت ضروریات دین سے ہے کما لایخی حقیقت اترتو یہ تھی اور صورت الفاظ نظر
کیجئے تو ٹکٹ کی خرید و فروخت ہے۔ اول تو اس کے مال ہونے کی کلام ہے کہ وہ جس کی طرف طبائع میل کریں اور وقت حاجت کے لئے ذخیرہ رکھا جائے
یہ ٹکٹ دونوں وصف سے خالی ہے کشف الکبیر و بحر الرائق و رد المحتار میں ہے المراد بالمال ما یبیل الیہ الطبع و یسکن ادخارہ لوقت الحاجة
اس تقدیر پر تو بیع سے محض باطل ہوگی لانه مبادلة بمال کافی الکنز و الملتقی وغیرہما اور بالفرض مال ہو تو متعدد شرائط فاسدہ پر مشتمل ہے
وقد نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن بیع و شرط تو عقد بوجہ فاسد ہوا اور ہر فساد جدا گانہ حرام ہے پھر یہ سلسلہ غش و فساد و حرام
تو اور ٹکٹ خروں میں یکے بعد دیگرے ستر چلا اور ایسے جو تیس کی شے ملی اس کی جنس تک معین نہ تھی نہ صرف اس کے عمل پر ملی کہ اس کا کام تو پانچ ٹکٹ
کئے پڑتے ہی ہو گیا اور اس وعدہ طبع میں چیز کا مستوجب اس وقت ہوگا کہ پھر وہ کہیں اور پانچ ان کے اور پانچ پانچ ان کے وصول ہوں یہ ہرگز اسی اول
کامل نہیں تو اگر چارہ ہوتا بوجہ خود فاسدہ اور اپنی مشروطیہ کا فاسدہ ہوتا مگر حقیقتہً وہ صرف طبع وہی اور از قبیل رشوت ہے غرض اس معاملہ
حرام و حرام کے مفاسد بکثرت ہیں اور ان سب سے سخت تر وہ لفظ ہے کہ ہم تمہارے ساتھ ایمان داری سے کام کرتے ہیں، ایسے شدید گناہوں اختراعی راہوں
کو ایمان داری کا کام بتانا ان اصل گناہوں سے کتنے درجے زائد ہے جبکہ یہ شہما رو دینے والا کوئی مسلمان ہو کہ اب تحصیل حرام بلکہ تحسین حرام ہے، والیاذ باللہ
رب العالمین ہذا واللہ بسنتہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از بدایوں سو تہنہ محلہ مسدہ مولوی حامد بخش صاحب خان بہادر، ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

جناب مولانا و مقصدانا مافی سنت و امت برکاتہم۔ بعد تمنائے حصول قدسوس مدعا بخار ہوں کہ سوالات مندرجہ ذیل کا جواب باصواب جو مطابق
احکام شریعت ہوں مرحمت فرمائے تاکہ گراہان کی رہبری ہووے۔

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع تین اس مسئلہ میں کہ زید بکر و شخصوں نے اپنا معہہ کا ملک کو مال و اسباب اتنے ہی حصص میں تقسیم

کیا جقد کی مالیت کا وہ کل مال تھا اور فروخت کا یہ طریقہ رکھا کہ شخص جو اس کی خریداری کے واسطے حصہ دار ہو چکا اس کو ایک چھٹی دیدی گئی اور سب چھٹیاں جمع ہو جانے پر بروئے قرضہ اندازی سب سے اول چھٹی نکلنے والے کو عتہ رکھا مال ایک روپیہ کے چھٹی پر ملا اور دوسرے شخص کو دس کا اور تیسرے شخص کو صہ روپیہ اور چوتھے شخص کو دو روپیہ کا اور باقی ۶۶ چھٹی والے خریداروں کو آخر نمبر تک ۸۸ کا مال فی ٹکٹ دیا گیا ایسا یہ طریقہ بیع موافق احکام شریعت ہے یا نہیں۔

(۲) ڈاکٹرانہ سرکاری کے سیونگ بینک میں یا دوسری انگریزی تجارتی بنکوں میں زید نے کچھ روپیہ داخل کیا جس پر بہ شرح معینہ اس کو گورنمنٹ نے یا تاجر گزینے منافع ادا کیا تو جمع کرنے والا شخص مطابق احکام شریعت اس منافع کو لینے کا مستحق ہے یا نہیں۔

الجواب (۱)۔ یہ صورت قطعی حرام ہے اور زرقا تھا اور باعث و مشتری سب کے لئے استحقاق عذاب نار، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) سو مطلقاً حرام ہے قال تعالیٰ وحرم الربو مگر جس کے یہاں روپیہ جمع کیا اگر اس پر کوئی مطالبہ شرعاً آتا تھا اور وہ اور طور پر نہ مل سکتا تھا اس نام سے وصول ہو جائیگا تو اپنے اس حق کی نیت سے قدر حق تک نہ لینے کا استحقاق ہے اور اگر کچھ نہ آتا تھا مگر کوئی مال مباح بلا عذر و بلا ارتکاب جرم برضا مندی ہاتھ آتا ہو تو بہ نیت مباح اسے لینا لینے والے کو مباح ہے اگرچہ دینے والا اسے کسی نام سے تعبیر کرے اس مسئلہ کی تحقیق کامل بھی فتاویٰ فقیر میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۔ از بریلی محلہ گنگھی ٹولہ مدرسہ محمد رضا علی ۵۔ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو روپیہ اس شرط پر دیا کہ چار ماہ کے بعد تم سے روپیہ مذکور کے پچیس گندم لیں گے یہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۱۔ اگر روپیہ قرض دیا اور یہ شرط کر لی کہ چار مہینے کے بعد ایک روپے کے پچیس مار گہوں میں گے اور زرخ بازار پچیس میر سے بہت کم ہے تو یہ محض سود اور محنت حرام ہے حدیث میں ہے کل قرض جو منفعۃ فہو ربو اور اگر گہوں خریدے اور قیمت پیشگی دی ہے تو بیع سلم ہے اگر سب شرائط بیع سلم کے ادا کر لی ہیں تو جائز ہے اگرچہ روپے کے دس من گہوں ٹھہرائیں ورنہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۔ مدرسہ احمد شاہ خاں از موضع نگر یا سادات۔

زید نے کچھ روپیہ قرض واسطے تجارت کے عمرو کو دیئے اور آپس میں یہ ٹھہرایا کہ ملاوہ قرض کے روپوں کے جس قدر منافع تجارت میں ہو اس میں سے نصف ہمارا اور نصف تمہارا تو یہ سود ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۱۔ یہ سود اور حرام قطعی ہے ہاں اگر روپیہ اسے قرض نہ دے بلکہ تجارت کے لئے دے کہ روپیہ میرا اور محنت تیری اور منافع نصفاً نصف تو یہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۔ از پیپاڑا داراؤ محمد عبدالرحمن سوداگر چہرہ ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایسا سرزمین ہندوستان میں بحالت موجودہ مسلمانوں کو اپنی دینی اور قومی حالت سنوارنے کی غرض سے سود کا لین دین غیر مسلم سے شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :- سو دینا دینا مطلقاً حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وخرمنا الربوا حدیث صحیح میں ہے لعن رسول اللہ ﷺ علیٰ من اکل الربوا
و مؤکلہ وکاتبہ و شاهده و قال هو سوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سو دکھانے والے اور سو دینے والے اور سو دکھانے والے اور سو دینے والے اور سو دکھانے
کھنے والے اور اس پر گواہی دینے والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ اللہ کی لعنت کے ساتھ دینی حالت سنورے گی یا اور بدتر ہوگی اور قومی دنیوی حالت
کاسنڈنا بھی معلوم اللہ عزوجل فرماتا ہے یسحق اللہ الربوا ویرقی الصدقات اللہ مٹاتا ہے سو دکھانے اور بڑھاتا ہے زکوٰۃ کو جسے اللہ برباد و تباہ کر
وہ کیونکر بڑھ سکتا ہے اور بالفرض کچھ دن کو ظاہری نگاہ میں بڑھے بھی تو جتنا بڑھے گا اللہ کی لعنت بڑھے گی
مبادا دل آن فرمایا شداد کہ از بہر دنیا دہد دین بباد

اگر قرآن عظیم پر ایمان ہے تو سو دکھانے کا انجام یقیناً تباہی و خرابی ہے۔ سائلین دین پوچھتا ہے مسلمانوں کے پاس مال کہاں اور کفار بڑے بڑے مالدار
انہیں آپ سے سو دی قرض لینے کی کیا ضرورت ہوگی اور اگر ہو بھی تو ان کی قوم کے ہزاروں لینے دینے کو موجود ہیں اور سو دینے میں قوم کا نفع ہے یا
کفار کا۔ سو دینے سے قومی حالت سنورتی تو مالکوں مسلمان بنیوں کو سو دیتے اور اپنی جائیدادوں کو تباہ کرتے ہیں ہزار کا مال دو ڈھائی سو میں بہ
جاتا ہے کیا اسی کو حالت سنورنا کہتے ہیں۔ نفع لینے کی بعض جائز صورتیں نکل سکتی ہیں جنہیں کچھ کا ذکر ہمارے قنادے اور بہت کا ہمارے رسالہ نوٹ
میں ہے کہ مع ترجمہ چھپ رہا ہے مگر کسی کو ٹھی کا کام فقط نفع لینے سے نہیں چلتا اسے دینا بھی ضرور پڑتا ہے اور معاملہ جب کفار سے ہو تو ان تینوں
صورتوں کی پابندی دشوار ہے جن پر جواز کا مدار ہے اور یوں سو دینا اگرچہ کافر کو ہوتا قطعاً حرام و استحقاق ناپا ہے ہاں اگر نوٹ کا طریقہ جو ہم نے
اس رسالہ میں لکھا تجار میں رائج ہو جائے تو بلاشبہ سو دینے لینے کی آفت اٹھ جائے اور لین دین کا عام بازار شرعی جواز کے ساتھ کھل جائے و باللہ التوفیق
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱۔ از شہر بریلی ملکہ بلوک پور مسئلہ عبد الغنی صاحب تاجر ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محبوب اللہ کی دوکان ایک بقال کے پاس چار سو روپیہ میں رہن ہے اور محبوب اللہ فی صدی ایک روپیہ
ماہوار سو دھا ادا کرتے ہیں اب ایک شخص محبوب اللہ کی دوسری دوکان میں مبلغ دس روپیہ کرایہ پر بیٹھتا ہے محبوب اللہ اس کرایہ دار سے کہتا ہے کہ مجھ کو تم چار
روپیہ دیدو میں بقال کو ادا کروں گا اور تم چار سو روپیہ کی دستاویز تحریر کرالو میں تم کو کرایہ میں کی کر دوں گا اس صورت میں جائز یا نہیں۔

الجواب :-

اگر ہمیشہ کے لئے کی کر دے اور صاف صاف قرض میں تحریر کر دے کہ کچھ نفع اس پر لیا دیا نہ جائے گا یہ کمی صرف اس احسان کے بدلے میں
احسان ہو قرض کا منافع نہ ہو تو حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۔ از ریور براہ آہو مسئلہ ٹھیکہ دار آٹول موسیٰ منشی صاحب ۱۳ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اناج کا بدنا بھی دوسرے اناج سے جائز ہے یا نہیں مثلاً کسی ایک من دو ماہ پہلے دی بعد میں دو ماہ کے
ایک من گندم لیتے ہیں اس شرط سے لین دین ہمارے یہاں کے مسلمان کرتے ہیں یہ بدنا بھی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :-

ایک اناج دوسرے اناج سے نقد بدلنے میں کوئی حرج نہیں اور جب جنس بدلی ہوئی ہے تو کمی بیشی جائز ہے اور ایک طرف سے اب
دیگیا اور دوسری طرف سے ایک مدت کے بعد دینا ٹھہرا تو یہ بیع سلم کے شرائط کا محتاج ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۔ ازچوہرکوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادش صاحب ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ
چرمیغزایند طاعت دین دریں مسئلہ کہ نرخ بازار سدہ پونٹہ فی روپیہ است اکون شغی بیعادات ۵ ماہ یا زیادہ کم از نرخ بازار دوشہ فی روپیہ فروخت
میکند آیا جائز است یا کر وہ۔

الجواب ۱۔ جائز است واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۔ ازسید پور ڈاکخانہ وزیر گج ضلع بدایوں مرسلہ آفا علیخان صاحب مورخہ ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ
اگر ساہوکار اپنے مسلمان روزگاری سے سود نہ لیوے بلکہ کچھ اضافہ لفظ سود سے بدلتے اور مسلمان کو اس سے محفوظ کرنے کی غرض سے آڑت پر
کرتے تو مسلمان اس مسئلہ سے بچ سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب ۱۲۔ سود کا لفظ فقط حرام نہیں بلکہ سود کی حقیقت حرام ہے اسے اضافہ کے لفظ سے تعبیر کرنا نہ اسے سود ہونے سے بچالیکانہ حرمت میں
فرق لائے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۔ عبدالحکیم خان دکاندار محلہ کشکور ریاست راجپور

(۱) زید نے بکر کے ہاتھ ۲۴ روپیہ کی اشرفی زدخت کی ۱۲ روپیہ تو بکر نے اسی وقت دیدے ۲ کا وعدہ کیا چنانچہ دو چار روز کے بعد وہ بھی دیدے۔

(۲) زید نے بکر سے ایک روپیہ کے دام مانگے اور روپیہ دیا بکر نے آٹھ آنے پیسے اسی وقت دیدے اور دو یوم کے بعد دو چوئیاں دیدیں۔

(۳) زید نے بکر سے ایک روپیہ دیکر پیسے مانگے بکر نے ایک اٹنی اس وقت دیدی باقی کے بابت دو یوم کا وعدہ کیا چنانچہ تین یوم کے بعد ۸ روپے کے پیسے دیدے۔

(۴) زید نے ایک آنہ کا سودا بکر سے لیا بکر نے کہا کہ اس وقت باقی روپیہ کے پیسے نہیں ہیں پھر لے لیا بکر کو زید نے روپیہ دیدیا اور دو روز کے بعد باقی کے پیسے

لے لئے۔ ان سب صورتوں میں کوئی صورت باقی ہے یا نہیں ہے۔

الجواب (۱)۔ یہ حرام ہے کہ سونے چاندی کے مبادلہ میں دست بدست ہونا شرط ہے۔

(۲) اگر زید نے روپے کے پیسے مانگے اور روپیہ دیدیا اس نے آٹھ آنے پیسے اب دیدیے اور باقی پیسوں کے بدلے دو دن کے بعد چوئیاں اٹنی دی

تو جائز ہے کہ روپے اور پیسوں کے مبادلہ میں ایک طرف سے قبضہ کافی ہے کا حقیقتناہ فی کفعل الفقیہ الفاضل اور اگر زید ہی نے روپے کے ۸ روپے اور

دو چوئیاں مانگیں جو اس نے دوسرے وقت دیں یہ حرام ہے لاشترطاً لصر فید ابید۔

(۳) یہ صورت جائز ہے کہ پیسوں میں ایک طرف کا قبضہ ہو گیا اور اٹنی میں دونوں طرف کا۔

(۴) یہ بھی بدلیل مذکورہ جائز ہے جبکہ باقی کے پیسے لینے پھرے جیسا کہ سوال میں ہے۔

مسئلہ ۱۴۔ ازسید پور ضلع رنگپور بنگال مرسلہ محمد خان صاحب پنجر سیرٹنڈنٹ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ندوی ریلوے میں بہمدہ پنجر سیرٹنڈنٹ ملازم ہے ہر ماہ مشاہرہ سے کچھ روپیہ ریلوے کاٹ لیٹی ہے اور وہ روپیہ بعد ترک ملازمت مع کچھ

سود کے دیا جاتا ہے جو ریلوے کا سرکلر ہے لہذا یہ روپیہ اپنے صرف میں یا کسی کارخیز میں لاسکتا ہے یا نہیں مدرسہ دیوبند سے لاطلی سے میں نے دریافت

کیا تھا وہاں سے جائز قرار دیا گیا ہے بعد میں معلوم ہوا کہ وہاں کا فتویٰ ہم لوگوں کے واسطے قابل وثوق نہیں ہے لہذا حضور کی خدمت میں التماس ہے کہ جواب

سر فرزند فرمایا جاؤں۔

الجواب۔ اللہ عزوجل نے سود کو حرام فرمایا اور اس میں کوئی تخصیص مسلم و کافر کی نہیں رکھی مطلق ارشاد ہوا ہے وحرم الربوا تو اسے سود قرار دیکر لینا جائز نہیں اور اگر کسی کہنی میں کوئی مسلمان بھی حصہ دار ہو تو مطلقاً اس میں زیادہ روپیہ کا لینا حرام ہے اور اگر کوئی مسلمان حصہ دار نہیں تو سود کی نیت کرنا ناجائز ہے بلکہ یوں سمجھے کہ ایک مال مباح بلا عذر مالکوں کی خوشی سے ملتا ہے یوں اس کے لینے میں فی نفسہ کوئی حرج نہیں اور اسے چاہے اپنے صرف میں لائے چاہے کارخیز میں لگے کا حقیقناہ فی فتاویٰ وفتاویٰ اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ سائل حافظ محمد نور الحق محلہ پنجابیان پہلی بھیت ۲۵ صفر ۱۳۳۵ھ

مذہبی و دگری جناب مولانا احمد رضا خان صاحب دام مجدہ، بعد سلام سنون اتنا س یہ ہے کہ ایک شخص مسیٰ وزیر نے انتقال کیا بمحلہ اور وارثوں کے دو لڑکیوں نابالغ اس نے چھوٹی اس کے مال میں چار سو روپیہ نقد ان لڑکیوں کے حصہ میں ملا وہ کل روپیہ ایک شخص دیگر نے امانت اسے اس وعدہ پر لیا کہ تم کو پانچ روپیہ ماہوار اس روپیہ کے منافع کا دیتے رہیں گے اور اس روپیہ کے اطمینان کی غرض سے اس شخص روپیہ لینے والے نے اپنا مکان اس روپیہ کے بالخصوص رہن کر دیا اور اس کا رہن نامہ لکھا گیا مگر رہن نامے میں مضمون یہ ہے کہ مبلغ چار سو روپیہ معرفت مسماۃ بنے بیگم ہمارے پاس امانت یا فتنی ہر دو ماہ بانڈ کی جمع ہوئے ہیں جو تا بلوغ ہر دو ماہ بانڈ کے ہمارے پاس جمع رہیں گے چونکہ زراعت کی کوئی تحریر یا ضابطہ بغرض اطمینان کے بجانب ہمارے کے مستحق کے پاس نہیں ہیں لہذا ہم بموجب تحریر ہڈکے اقرار کرتے ہیں کہ زراعت ہر دو ماہ بانڈ کے جمع رہیں گے اور اس کا سود بشرح فیصدی عہدہ ماہواری کے حساب سے ماہ بانڈ کو ماہ ماہ بلا عذر و حیلہ کے ادا کرتے رہیں گے اور واسطے اطمینان زراعت کے ایک مکان مستغرق و مکفول دستاویز ہڈا کرتے ہیں تا یہاں زراعت ہڈا کر کے بجائے دیگر منتقل نہیں کریں گے اگر کریں تو ناجائز ہو لہذا یہ رہن نامہ سودی بحق ماہ بانڈ و خزان وزیر کے لکھیں کہ سند ہو۔

تو اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ شخص مذکور جس نے روپیہ لیا تھا اس نے انتقال کیا اور ماہواری جو مقرر کیا تھا وہ نہیں دیا اب وہ ماہ بانڈ اپنا روپیہ اس مکان سے لیں گی مگر اصل کے چار سو روپیہ سے جو ایک سو روپیہ زائد اس وقت تک ہو گیا ہے وہ بھی لے سکتی ہیں یا نہیں کیونکہ ان ماہ بانڈ کو یا اس کے اور کسی وارث کو یہ معلوم نہ تھا کہ دستاویز کے اندر وہ پانچ روپیہ ماہوار سود دیا گیا ہے وہ بھی سمجھی ہوئی تھیں کہ ہم کو پانچ روپیہ ماہوار کرایہ مکان یا اس روپیہ کے منافع میں سے دیا جائے گا اگر وہ سو روپیہ جو اصل سے زائد ہیں لے لیوں تو کوئی مواخذہ تو ان کے ذمہ میں نہ ہوگا اور وہ عند اللہ گنہگار تو نہ ہوں گی اور یہ بھی امر قابل تحریر ہے کہ وہ نہایت ہی غریب ہیں اور کوئی معاش بھی ان کے پاس نہیں ہے اگر کوئی صورت ایسی ہو کہ وہ اسے لے سکتی ہیں اور ان کے ذمہ کوئی مواخذہ اخروی نہ ہو تو نہایت ہی بہتر ہوگا کیونکہ ان کے بہت سے کام نکلیں گے۔

الجواب۔ وہ روپیہ ہر طرح سود اور حرام ہے اس کا لینا کسی جائز نہیں ہو سکتا ہے سود لکھا گیا تو حرام ہے منافع سمجھا تو سود ہے مکان کا کرایہ جانا تو باطل ہے مالک مکان غیر مالک سے کرایہ پر لے اس کے کوئی معنی نہیں ہر حال وہ سود ہے ہاں اگر وہ شخص جس نے یہ روپیہ امانت لیا اور اس پر پانچ روپیہ ماہوار دینا مقرر کیا ہندو وغیر اقوام سے ہو تو یہ سود روپیہ زائد اس کے قرار داد سے ملتا ہے ایک مال مباح سمجھ کر لینا جائز ہے سود سمجھ کر لینا حرام و اللہ اعلم

مسئلہ۔ از کیتھل ضلع کرنال مرسلہ فضل قدیر صاحب طالب علم مدرسہ اسلامیہ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

گورنمنٹ کی نگرانی میں پنجاب و مدراس کے دیہات میں زرعی بینک کھولے جاتے ہیں زرعی بینک کی غرض سے سود خواری نہیں ہوتی بلکہ

سو خوار ہماجنوں سے قطع متعلق ہوتا ہے سرکاری نام اس بنک کا انجن امداد قرضہ ہے رہیت اس کی یہ ہے کہ گاؤں کے لوگ بطور حصہ ڈاری کے دس روپیہ سالانہ فی آدمی دس سال تک اس اپنی انجن میں جمع کرتے رہتے ہیں اور اسی انجن سے حسب ضرورت سو دی قرض بھی لیتے رہتے ہیں مگر قرض لینے کا حق محض حصہ داروں کو ہے غیر حصہ دار کو ہرگز ہرگز قرض نہیں دیا جاتا مقروض جو کچھ رقم سو د اس بنک کو دیکھا وہ رقم حصہ رسد اس مقروض کے حصہ میں بھی آویگی گو یا سو د ہندہ سو دیگر زندہ بھی ہے۔ اس انجن کے پاس دس سال کے بعد کافی سرمایہ جمع ہو جاتا ہے تو سو د بہت کم یا بالکل موقوف کر دی جاتی ہے یہ بنک ذرا عتی ہے یہ بنک جائز ہے یا نہیں۔ بینو اتو جروا۔

الجواب۔ حرام حرام حرام قطعی یقینی حرام۔ دس برس تو بہت ہوتے ہیں سو ایک لکھ ایک ان کو حلال نہیں ہو سکتا احکام الہیہ کی ترمیم سے بدل نہیں سکتے اللہ عزوجل فرماتا ہے واحل الله البيع وحرم الربو حدیث صحیح میں ہے لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اكل الربو وموكله وكاتبه وشاهديه وقال حم سوا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لعنت فرمائی سو دکھانے والے اور سو دکھلائی والے اور سو دکھانے والے اور اس پر گواہیاں کرنی والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں یہاں کہ سو د ہندہ ہی سو دیگر زندہ بھی ہے معنی یہ کہ ڈبل ملعون ہے جو براہ شامت نفس اس کا ارتکاب کریں اور حرام جائیں وہ فاسق فاجر ہیں اور جو حلال سمجھیں وہ مرتد کافر والی اللہ تعالیٰ ہاں اگر اس میں بھی اسی طریقہ سے بیع نوٹ کا اجرا کریں جو ہم نے تحریر سابق میں ذکر کیا تو بلا وقت اس حرام قطعی سے بچ جائیں مگر حلال حرام کی آج نکر کے ہے الامار حور بقی ان سرتی لغفور رحیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ازنجیب آباد ضلع بجنور بازار چوک مرسلہ عبدالرزاق وعبد الغفور خیاطان ۷ ازجمادی الاولیٰ ۱۳۱۰
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان اہل سنت والجماعت پکا حنفی اگر یہ شخص مذکور کفار مثل نصاریٰ دہنود و رافضی و خارجی سے سو دیوں اور کفار مذکور کی رضا سے لیوں بطور تجارت روپیہ کمانے کو اور نیز اس مسلمان سو دیگر زندہ کی یہ نیت ہو کہ کسی وقت میں کسی مسلمان سے سو د لیا جاوے تو اس صورت میں اس مسلمان کو کفار مذکور سے سو د لینا جائز ہے یا ناجائز جو حکم شرع شریف ہو بلا تاویل و بلا خوف ملامت علمائے خاص و عام ارسال فرمایا جائے۔ نقطہ بینو اتو جروا۔

الجواب۔ اللہ عزوجل نے مطلق فرمایا وحرم الربو اللہ نے سو د حرام کیا اس میں کوئی تخصیص مسلم کا فرضی بد مذہب کسی کی نہیں سو د لینا کسی سے حلال نہیں جو حلال ہے وہ سو د نہیں اور جو سو د ہے وہ حلال نہیں کافر فری کا مال بلا قدر جو حاصل ہو وہ مال مباح سمجھ کر لینا حلال ہے سو د جان کر لینا حرام قصہ معصیت خود معصیت ہے خلا کافر سے کوئی مال سو روپیہ کو خریدنا اور قیمت و بالی یاد ہو کا دیکر کھوٹے دام دیے یہ ناجائز ہے کہ خلاف معاہدہ ہو اقال اللہ تعالیٰ یا یہاں الذین امنوا و قوا بالعقود اور اگر چاندی کا دو سو روپیہ بھر مال سو روپیہ کو مول کیا اور یہ سمجھا کہ سو روپیہ ہی کے بدلے سو روپیہ ہو گئے باقی کافر کا مال بلا قدر اس کی مرضی سے ملتا ہے تو جائز جبکہ وہ کافر فری یا مستامن نہ ہو اس کی تفصیل ہمارے فتویٰ ۱۳۱۰ میں ہے جو آپ کے خوف ملامت سے ہیں سال پہلے لکھا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ازفتح آباد ضلع امرتسر تحصیل ترقنارن مسؤلہ مولوی محمد عنایت اللہ صاحب صابری ومحمد اسماعیل صاحب چشتی صابری قادری ۱۲ رومی الجومر ۱۳۱۰
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بنک سو دی مسلمان نے ان شرائط پر قائم کیا ہے کہ جو کوئی اس میں داخل ہوئے

اور مہربنے اول ایک روپیہ داخل اور مبلغ ۷ روپہ پہلی قسط بعد ۷ روپہ سالانہ داخل کرتا جاوے بعد ۷ سال کے اپنا اصلی روپیہ مع سود فی صدی فی ماہ ۱۲ کے حساب سے مل جاوے گا اور ہر ایک مہر کو جب ضرورت ہونے اپنی حیثیت موجب ۱۲ سیکڑہ سود پر روپیہ لے سکتا ہے پھر قسطوں سے ادا کرتا جائے کہتے ہیں کہ یہ بنگ فریب مسلمان کے لئے بنایا گیا ہے مگر مہر کے سوا جو کہ داخل نہ دے روپیہ نہیں ملتا یعنی عام مسلمان کو نہیں ملتا، ہماری مسجد کا امام بھی اس میں شامل و داخل ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے روپے کا سود نہ لوں گا مگر ہر حرام ہے ضرورت کے وقت سود دیا گیا چنانچہ ضرورت کے وقت ہم لوگ آگے بھی تو اہل ہند کو دیتے ہیں جیسا کہ لینا حرام ہے ایسا دینا بھی تو حرام ہے جب ہلوگ دیتے ہیں تو لینے میں کیا قباحت لینا دینا برابر ہے میں اب داخل ہو چکا ہوں چھوڑ نہیں سکتا (۷) کہتا ہے جو مسلمان ڈاکا نہ سرکاری میں روپیہ جمع کر کر سود دیتے ہیں وہ کیوں کھاتے ہیں وہ جائز ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں پڑھنا

الجواب

۱۔ وہ بنگ حرام قطعی ہے اور یہ تو اعدا سب شیطانی ہیں اور اس کا مہر بننا حرام ہے اور سود دینا اور لینا ضرور برابر ہیں صحیح مسلم میں امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربو موکلہ وکاتبہ وشاہدہ وقال ہم سوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سو دکھانے والے اور سود کھلانے والے اور اس کے کھنے والے اور اس کے گواہوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں تو امام مذکور کا اس بنگ کی مہر قبول کرنا گناہ و حرام ہوا ذال اللہ تعالیٰ دلالتا و نواعلی الاشر و العدا و ان حدیث میں ہے من مشی مع ظالم لیبغینہ و هو یعلم انہ ظالم فقد خلع من عنقه ربقة الاسلام جو دانستہ ظلم پر اجانت کرے اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی اور شک نہیں کہ سود لینا ظلم شدید ہے اور اس کا مہر بننا اور اس کے ان سود خواروں کو روپیہ دینا اس ظلم شدید پر اجانت ہے اور عین مثل ظالم ہے و ہذا کاتب پر بھی لعنت فرمائی تو اس کا رکن بننے والا اور اس کے لئے روپیہ دینے والا ضرور کاتب سے بدرجہا زائد لعنت کا مستحق ہوگا اور امام مذکور کا اس پر حرام پر اصرار اور طمانینہ منق و استکبار ہے اور فاسق ملن کے پیچھے نماز کر وہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ اور اسے معزول کرنا واجب اور قہنی اس کے پیچھے پڑھی ہوں ان کا پھیرنا لازم پھر اگر بلا ضرورت شرعیہ محض جاہلانہ ضرورتوں کے لئے سودی قرض لیگا تو ضرور وہ بھی سود کھانے کے مثل ہوگا اور یہ لعنت کا دوسرا حصہ لیگا اور عوام کے فعل سے سزا دانا اور حکم الہی کے مقابل اسے سنا محض جہالت و ضلالت ہے ہاں اگر محض مجبوری شرعی کے لئے سودی روپیہ بقدر ضرورت قرض لے تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ مواضع ضرورت شرع نے خود استثنا فرمادیے ہیں قال اللہ تعالیٰ و اتقوا اللہ ما استطعتم وقال تعالیٰ لا یكلف اللہ نفسا الا و سعہا در مختار میں ہے یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح مگر اسے سزا بنا کر سود خواروں کی اجانت اور سودی کمپنی کی رکنیت نہ حرام ہونے سے بچ سکتی ہے نہ لعنت الہی سے بچا سکتی ہے لہذا امام مذکور کی نسبت حکم وہی ہے جو اوپر گذرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

۱۔ از قبہ بیلیور محلہ و گا پرتشاد از مکان فرالدین صاحب رئیس و مہرنگی مرسلہ حافظ شمس الدین، ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ۔
سود لینا کسی قوم سے مسلمان کو جائز ہے یا نہیں اور سود کس کس قسم سے ہوتا ہے شرح بیان فرمایا جاوے کسی بنگ میں روپیہ جمع کر کے ان سے سود وصول کرنا ہو جب اسکی شرح کے جائز ہے یا نہیں یا کسی انجن کار روپیہ ڈاکا نہ میں جمع کر کے ان سے سود لے سکتا ہے یا نہیں یا کوئی تجارت اس طرح کی کرے کہ جو اس قدر روپیہ جمع کرے اسکو اتنے سیکڑہ کا سود دینگے نقصان کا وہ شریک نہیں اور اسکو نقصان سے کچھ مطلب نہیں اور روپیہ جمع کرنا والا سود جان کر نہ لے اور نقصان بھی نہ دے تو وہ حلال ہو یا حرام یا کسی دکاندار کو کچھ روپیہ ہو جب نفع کے لئے نقصان کا شریک نہ ہو وہ نفع حلال ہے یا نہیں۔

الجواب

۱۔ سود لینا مطلقاً حرام ہے مسلمان سے ہو یا کافر سے بنگ سے ہو یا تاجر سے قہنی صورت میں سوال میں بیان کیں سب ناجائز ہیں قرض دیگر

اس پر کچھ نفع بڑھالینا سو ہے یا ایک چیز کو اس کی جنس کے بدلے ادھار بیچنا یا دو چیزیں کہ دونوں تول سے کبھی ہوں یا دونوں ناپ سے ان میں ایک کو دو سے
سے ادھار بدلنا یا ناپ خواہ تول کے چیز کو اس کی جنس سے کسی پیشی کے ساتھ بیچنا مثلاً سیر بھر کھرے گیہوں سو اسیر ناقص گیہوں کے عوض بیچنا یہ صورتیں سود
کی ہیں اور جو شرعاً سود ہے اس میں یہ نیت کہ نہیں لیتا ہوں کچھ اور لیتا ہوں محض جہالت ہے ہاں وہاں یہ نیت کام دے سکتی ہے جو واقعہ میں سود
نہ ہو اگرچہ دینے والا سے سو ہی سمجھ کر دے مثلاً یہاں کسی کا زر کے پاس اس کی دکان یا کوٹھی یا بنک میں بشرطیکہ اس میں کوئی مسلمان شریک نہ ہو روپیہ جمع
کر دیا اور اس پر جو نفع کا زرنے اپنے دستور کے موافق دیا اسے اپنے روپیہ کا نفع اور سود خیال کر کے نہ لیا بلکہ یہ سمجھ کر لیا کہ ایک مال مباح برضائے مالک تھا ہے
تو اس میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۔ ولو اشتروا مکیلاً کبلاً حرم بیعہ واکلہ حتی یکیلہ اس سے سمجھ میں یہ آتا ہے جو چیز مکیل خریدی جائے پھر گھر میں
اگر اسے ناپ لے پھر صرف کرے اس بنا پر وہ سود ہے خرید کر پھر اپنے گھر میں اس کو ناپ کر لینا چاہئے یا نہیں۔

الجواب ۱۰۔ یہ اس صورت میں ہے کہ چیز تول یا ناپ سے خریدی اور بائع نے اس کے یا اس کے وکیل کے سامنے نہ تولی تو اسے تولنا لازم ہے اس کا
تصرف ناجائز ہے اور اگر اس کے یا اس کے وکیل کے سامنے تولی تو وہ پارہ تولنے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۔ مسؤل مولوی حشمت علی صاحب مدرس در مسائل سنت بریلی ۷، ۲، جمادی الاخری ۱۳۳۳ھ

حضور ایک مسلمان زمیندار کے روپے سے اگر کوئی ہندو مثلاً پٹواری یا کٹوار یا تہنیت اسامیوں سے سو لے کر اپنے صرف میں کرے مگر زمیندار نہ
اس سے اس پر کچھ کہے اور نہ خود اس میں سے کوئی پیسہ لے اور یہ لوگ زمیندار کے روپے سے اسامیوں سے یہ کہہ کر سو لیں کہ اگر تم زمیندار کا روپیہ بفصل ادا نہ
کیا کرو گے تو تم سے اسکا سود لیا جائے گا تو اس صورت میں زمیندار شرمناکسی گناہ کا مستحق ہو گا یا نہیں اور زمیندار کو اس حالت میں اپنے ملازم ہنود کو منع
کرنا لازم ہو گا یا نہیں کہ اس زمیندار کا بھی اتنا نفع ہے کہ اس کا روپیہ ہر فصل پر وصول ہو جاتا ہے اور کوئی وقت اسے پیش نہیں آتی سود کے خوف سے
اسا ہی فوراً روپیہ وصول کر دیتے ہیں ورنہ کئی کئی سال تک بقا یا نہیں وصول کرتے حالانکہ ان کے پاس روپیہ ہوتا ہے مگر بعض شرمکش زمیندار کے وق کر کے
کو نہیں دیتے اور جب وہ نالش کرتا ہے تو فوراً کچھری میں روپیہ اسی روز داخل کر دیتے ہیں اور زمیندار کا نقصان کرواتے ہیں ان پریشانیوں سے بچنے
کی کوئی صورت حضور عطا فرمائیں ورنہ ان سے بچنے کے واسطے اکثر مسلمان ظاہر ظہور میں مرتکب حرام ہوتے ہیں۔

الجواب ۱۱۔ اسامیان مسلمان ہیں تو یہ عمل قطعاً حرام ہے اور جبکہ زمیندار کو اس پر اطلاع ہے تو اسے سکوت حرام ہے ازالہ منکر فرض ہے خصوصاً
جب اپنے اس نفع کے لئے خاموش ہو تو یوں راضی ہے اور رضا یا لکیرہ خود ہی کبیرہ ہے بلکہ کبھی اس سے بھی سخت تر اور اگر اسامیان یہاں کے مشرکین ہیں
کہ وہی نہیں نہ سلطنت اسلام سے متاثر تو زمیندار خواہ ان سے یہ معاہدہ جاری کرے کہ جس پر بقا یا ٹٹے گی اس پر ہر مہینہ اتنا حرجہ لیا جائے گا و تحقیق السلام
فی فتاویٰ اسے بھی سود سمجھ کر لینا جائز نہیں لقولہ تعالیٰ وحرم الربو بلکہ ان کی ایذا رسانی کے معاوضہ میں ایک مال مباح سمجھ کر لے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۔ مسؤلہ ولایت حسین صاحب جامع مسجد بریلی ۷، ۲، جمادی الاخری ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و عامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ نے انتقال کیا اید بعد فراغت خیر تجیز و تکفین کے خرچ فاتحہ و سویم نہیں کیا
ہے یا زید اپنی لڑائی کی شادی کرنا فرض سمجھتا ہے اور فرض ہے مگر اتنا خرچ نہیں ہے کہ فرض ادا کرے تو مجبور ہو کر زید نے اپنے دوست عمرو سے اس معاہدہ کا ذکر کیا

حرفوں نے کچھ زیور زید کو دیا اور یہ کہا کہ اس کو رہن کر کے تم اس فرض یا فاقہ وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ زید زیور نے کہہ کر اسے دہن چلا اور عمروہ ہیں رہا ایک دوست راستہ میں جو خالد تھا زید نے اس سے تمام معاملہ کی کیفیت بیان کی خالد سنا کر خاموش ہو رہا زید نے خالد سے کہا کہ جلد چلو اور یہ زیور رہن کر کے روپیہ لاؤں خالد نے کہا ہمراہ چلا زید کو ایک شخص اور ملا جس کا نام عمروہ ہے اور وہ اس معاملہ سے واقفیت رکھتا ہے اور عمروہ کو یہ نہیں معلوم کہ خالد اور زید کہاں جا رہے ہیں عمروہ بھی ہمراہ ہو گیا یہ تینوں شخص دوکان مرتہن پر پہنچے اور زید نے وہ زیور رہن کر کے بشرط سود روپیہ لے کر واپس ہمراہ آئے اور اس روپیہ سے کارہناری کی کر سکتے تھے یہاں میت کو ثواب پہنچایا نہیں یا اس لڑکی کی شادی میں کچھ نقص ہو یا نہیں اور ان چار اشخاص کون کون مرتکب مذب کا ہوا۔

الجواب :- فاتحہ سوم یا لڑکی کی شادی کے لئے سودی قرض لینا حرام ہے زید ضرور مرتکب گناہ کبیرہ و مستحق عذاب ہوا یوں ہی عمروہ بھی جس نے اس حرام کے لئے زیور دیا یوں ہی خالد بھی جسے اس نے رہن رکھنے کے لئے لے کر اپنے ساتھ لیا۔ رہا عمروہ جبکہ اسے معلوم نہ تھا کہ یہ کہاں جا رہے ہیں ساتھ جانے میں اس پر گناہ نہ ہوا مگر وہاں جا کر معلوم ہونے پر اگر اس نے کسی طرح اس میں مدد دی یا تائید کی تو وہ بھی ویسا ہی مرتکب گناہ ہوا مگر اصل نکاح میں اس سے دخل نہیں آتا اور مال حرام لے کر فاتحہ کا ثواب پہنچا مشکل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از جلاپور دہلی ڈاک خانہ خاص ضلع رائے بریلی بریلہ منشی علی حسین خاں پوسٹ ۱۸۸۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) تبادلوں گہوں یا دھان یا جو یا چنا وغیرہ شکر قند یا آلو یا میوہ سے زیادتی یا کمی کے ساتھ جائز ہے یا ناجائز رواج و اعتبار ہندو شکر قند و آلو و میوہ من حیث قدر و ذنی ہے اعتبار عند الفقہاء کیا ہے گہوں وغیرہ با اعتبار فقہان من حیث قدر کیلی ہے تغایر جنس ظاہر ہے تغایر قدر میں نہیں معلوم کیا ہے۔ (۲) گہوں کو گہوں یا جو سے یا جو کو جو اور گہوں سے مساوی یا کم زائد بدلنا اس طرح پر کہ خریف میں دیدے اور بیج میں ہول کرے کیسا ہے۔

الجواب :- (۱) گہوں جو چنے سے آدھ شکر قند میووں کی خرید و فروخت کم بیش کو بلاشبہ جائز ہے کہ جنس مختلف ہے اور گہوں اور جو سے قدر بھی یقیناً مختلف اور جو میوے مثلا آم یا شکر قند جہاں مددی ہوں وہاں چنے سے بھی اور قدر مختلف نہ بھی ہو تو فقط اختلاف جنس کی بیشی کو مصلحت کہنا ہے قال اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اختلف النوعان فبیعوا صیف شحتم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) گہوں کی گہوں یا جو کی جو سے تبدیل کی بیشی کے ساتھ ہو تو حرام اور ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار ہو تو حرام اور گہوں کی جو سے تبدیل نقدوں کی سے حلال اور ادھار مطلقا حرام فان احدی العلتین من العتدر والجنس تحرم النسۃ واجتماعهما التفاضل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از ادوے پور میواہ، راجپوتانہ مسولہ قاضی یعقوب محمد سب انسپکٹر پولیس، ۸ شوال ۱۳۹۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام رحیم اللہ مسائل ذیل میں کہ (۱) رافضی بوہرے کا فرہیں یا مرتد۔ بہر دو صورت اگر مسلمان ان کے ساتھ یا ہندو کا فر کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرے مثلا ہزار یا پانچ سو روپیہ تجارت کے لئے رافضی کو دے اس شرط پر کہ گڑا اور شکر میں نقصان کی صورت نہیں ہو اگر قتی ہے الا شاذ و نادر تو ہیں تجھ سے ڈیڑھ یا دو روپیہ فی صد ماہوار کے حساب سے نفع نقصان کا اوسط نکال کر تیری دوکان سے خواہ نقد یا سامان خوردنی لیتا رہوں گا اور یہ مضمون بطور شرط کا فہر رکھو اگر اور عرصہ تک اسی طرح باہمی معاملہ آپس میں جاری رہے اور اس مال محفوظ سمجھ کر بعض نفع حسب قرار داد

غیر ذی ذیہینہ کے وعدہ پر قرض فروخت کرے اور اس کے ہاتھ سے اپنے بھی کھاتے میں لکھوائے کہ دوہینہ میں روپیہ نہ ادا کروں تو بوقت ادا کے روپیہ فی صد ۸ یا ۹ ہوا اور اس مال کے نفع کا اڑھاد کروں گا یہ جائز ہے یا ناجائز بینوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ یوم الحساب۔

الجواب۔ ۱۔ پورے رافضی مرتد ہیں اور ہر مرتد کافر ہے بلکہ کافروں کی بدتر قسم یہاں کے ہندو وغیرہ جتنے کفار ہیں ان میں نہ کوئی ذی ہے کہ سلطنت اسلام میں مطیع الاسلام و جزیرہ گزار ہو کر رہے نہ مستامن ہیں کہ بادشاہ اسلام سے کچھ دنوں کے لئے امان لے کر دارالاسلام میں آئے اور جو کافر نہ ذی ہونے میں سواغدر و بدعہدی کے کہ مطلقاً ہر کافر سے بھی حرام ہے باقی اس کی رضا سے اس کا مال جس طرح ملے جس عقد کے نام سے ہو مسلمان کیسے حلال ہے وقد فصلناہ فی فتاویٰ ما لا مزید علیہ ہا یہ و نفع القدر وغیرہا میں ہے ان ما لہ غیر معصوم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ ما لا مباحا لہ یکن غداً دوسری صورت بھی جائز ہے جس کا جواز جواب اول سے واضح ہے البتہ ان سب صورتوں میں یہ لحاظ رہے کہ ذی عزت تعلق آدمی جیسے جاہل عوام اپنی نامی کے سبب ایسی صورتوں میں معاذ اللہ سود خوار مشہور کریں اسے احتراز مناسب ہے

کہ جیسے بڑے کام سے بچنا ہے یہ ہیں بڑے نام سے بچنا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ۱۔ ازادہ پور میواڑ، بڑا بازار مسلمان پھیرا پٹیا جی نمبر ۸، ۸ رمضان ۱۳۱۰ھ

بیا لیزمت فیضہ رجت غوث دوراں قطب زمان مجدد ہذا الاوان حضرت مولانا الحاج مولوی مفتی محمد احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی۔
ما قولکم ایہا العلماء الکرام رحمکم اللہ تعالیٰ (۱) کفار ہنود کو ہزار دو ہنزار یا کم زیادہ کا دوہینہ کے وعدہ پر قرض کپڑا فروخت کیا کپڑا دیتے وقت اس سے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ اگر دوہینہ کے وعدہ پر روپیہ نہ ادا کیا تو میں تجھ سے فی صد ایک روپیہ نفع زیادہ لوں گا یا یوں کہہ دیا جائے کہ شلادوہینہ کے وعدہ پر اس کپڑے کی قیمت سو روپے اور اگر اس وعدہ پر روپے نہ آئے تو ایک سو ایک روپے ہوں گے یہ اس لئے کہ کفار مسلمانوں کے روپوں کا وعدہ پر ادا کرنے کی فکر نہیں رکھتے جائز ہو گا یا ناجائز (۲) نوٹ سو سو روپیہ کے شلادوہینہ یا بارہ آنہ زیادتی پر یعنی ایک سو ایک یا ایک سو بارہ آنہ پر ایک ہینہ کے بعد واپس روپیہ لینا کر کے دئے گئے وہ نوٹ تو اس کے کام میں آگئے مگر ہینہ ہونے پر وہ بدلے میں روپیہ نہ دے اور نوٹ دے تو لینا جائز ہے یا روپیہ ہی لیا جائے، بینوا توجروا۔

الجواب۔ (۱) یہاں کے کفار سے ایسی شرط جائز ہے لاہم غیر اہل ذمہ ولا مستامن مگر یہ زیادتی جو ملے اسے سود سمجھ کر نہ لے بلکہ مال مباح واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہاں کے کفار سے جس طور پر ہو جائز ہے لان ما لہ غیر معصوم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ ما لا مباحا لہ یکن غداً کا فی الہدایۃ وغیرہا اور مسلمان کو اگر سو روپیہ کا نوٹ قرض دیا اور شرط کر لی کہ ہینہ بھر بعد بارہ آنے یا ایک پیسہ زائد لوں گا تو حرام اور سود ہے لان کل قرض جرم منفعۃ فہو ربا اور اگر سو روپیہ کا نوٹ مسلمان کے ہاتھ اس کی مرضی سے ایک سو ایک یا ایک سو دس روپیہ کو ہینہ بھر کے وعدہ پر بیچا تو حلال ہے۔ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پھر اگر وعدہ کے وقت اس کے پاس

روپیہ نہیں اور وہ نوٹ اور ایک روپیہ یا دس روپے یا ایک نوٹ سو کا اور ایک ایک روپیہ یا دس روپیہ کا دے تو لینا جائز ہے بشرطیکہ یہ نوٹ وہی نہ ہو جو اس نے بیچا تھا لان شرائط بائع باقل مساباع قبل نقدا الثمن لا یجوز ہاں اگر مشتری نے اس کو خرچ کر دیا تھا اور پھر جدید سبب سے مشتری کے پاس واپس آیا اور اب وہی نوٹ بائع کو دیتا ہے تو لینا جائز، ردالمحتار میں ہے ولو خرج من ملک المشتري ثم عاد الیہ بحکم ملک جدید کا قالہ او شراء او هبة او ارض فشرأ الباع منه بالاقل جائز لان عاد الیہ بما هو فسخ بخیار روية او شرط قبل القبض او بعده بحسب عن السراج - والله تعالی اعلم -

مسئلہ - از ریاست فید کوٹ ضلع فیروز پور مطبع سرکاری مرسلہ محمد علی، ۲۷ صفر ۱۳۳۵ھ

شریعت کا کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے پاس خالص بیاج کی آمدنی ہے اور ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بیاج کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے اگر کوئی شخص سود لیتا رہے تو اس کی اس خالص بیاج کی آمدنی کو صدقات خیرات بالخصوص تعمیر مساجد میں لگانا حلال و جائز ہے اور اس کے اس آمدنی کے ایسے مصارف میں لگانے کے لئے اس کا عقیدہ ہی بس ہے بیاج ملائینہ لیا جا رہا ہے آمدنی جن کا مسئلہ دریافت ہے خالص بیاج

الجواب :- سود حرام قطعی ہے اور اس کی آمدنی حرام قطعی اور خبیث محض ہے اور بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب بیشک اللہ پاک ہے، پاک ہی کو قبول کرتا ہے حرام کے لئے فقط اس کی حرمت کا اعتقاد کافی نہیں ورنہ حرام خواری و حرام کاری میں کیا فرق ہے وہاں بھی صرف اعتقاد حرمت کافی ہو بلکہ زبانونما سے بھی بدرجہا بدتر ہے بکثرت صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوا الربو ثلثة وسبعون بابا الی سرھا ان ینکح الرجل امه ربا ہتر گناہوں کا مجموعہ ہے جس میں سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے رواہ الحاکم فی المستدرک بسند صحیح عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علمائے یہاں تک فرمایا کہ مال حرام فقیر کو دے کر ثواب کی امید رکھنا کفر ہے اور اگر فقیر کو معلوم ہو کہ اس نے مال حرام دیا ہے اور اس کے لئے دعا کی اور وہ آمین کہے تو دونوں نے سر سے کلمہ اسلام پڑھیں اور تجدید نکاح کریں۔

محیط و مالگیریہ و جامع الفصولین وغیرہا میں ہے تصدق علی فقیر شیئا من مال الحرام ویرجو الثواب ینکفر ولو علم الفقیر و دعاه و امن المعطى کفر از حرام دالے کو یہ حکم ہوتا ہے کہ جس سے لیا آئے واپس دے وہ نہ رہا اس کے وارثوں کو دے پتہ نہ چلے تو فقرا پر تصدق کرے یہ تصدق بطور تبرع و احسان و خیرات نہیں بلکہ اس لئے کہ مال خبیث میں اسے تصرف حرام ہے اور اس کا پتہ نہیں جسے واپس دیا جاتا لہذا دفع خبیث تکمیل تو بہ کے لئے فقرا کو دینا ضرور ہو اس غرض کے لئے جو مال دفع کیا جائے وہ مساجد وغیرہ امور خیر میں صرف کہ خبیث ہے اور یہ مواضع خبیث کا مصرف نہیں ہاں فقیر اگر لے کر بعد قبول و قبضہ اپنی طرف سے مسجد میں دیدے تو مضائقہ نہیں قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی لها صدقة ولنا ہدیة واللہ اعلم

مسئلہ - از دروڈاک فاند خاص ضلع نینی تال مرسلہ عبد اللہ صاحب ۶ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ روپیہ کے سترہ آنے یا ساڑھے سولہ آنے ٹھہرا کر دو چار روز میں لینا کیا ہے۔

الجواب - روپیہ قرض دیا اور یہ ٹھہرا لیا کہ سوا سولہ آنے لیں گے یہ سود و حرام قطعی ہے اور اگر روپیہ سترہ آنے یا سولہ آنے کا برضائے مشتری بیچا اور قیمت چار دن یا دو دن یا دس برس بعد دینی ٹھہری تو یہ جائز ہے جبکہ روپیہ اسی جلسہ میں دیدیا گیا ورنہ بیع باطل ہو جائے گی لکن وہ افتراقاً عن دین بدین و یکفنی قبض احد الجائزین کا حقیقناہ فی کفل الفقہ اور اگر روپے کے سترہ آنے یا سوا آنے خریدے اور پیسے

ہاں بدینہ ٹھہرے تو یہ ناجائز ہے کہ یہ بیع سلم ہوئی اور بیع سلم میں ایک مہینے سے کم مدت مقرر کرنی جائز نہیں بہ بیعتی زلیعی و در و هو المعتدل
عمر و هو المذہب نھر ہاں ایک مہینے یا زیادہ کی مدت مقرر کریں اور دو پیمہ اسی جلسہ میں دیدیں اور باقی سب شرائط بیع سلم کے پائے جائیں
تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۔ از شہر محلہ بلوکہ پور مسلولہ محمد حسن خان صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۱۶ھ

عمر و تجارت پارچہ کی کرتا ہے اس کا پارچہ کاروپہ زید کے ذمہ چلے تھا وعدہ جس کو دو ڈھائی برس کا ہو گیا تھا بلا سودی عمر و سود نہیں کھاتا
ہے عمر کو بے حد ضرورت لاحق ہوئی عمر و زید سے طلب کیا زید نے انکار کیا اور وعدہ چار ماہ کا کیا عمر و نے کہا کہ اگر آپ اب مجھے نہ دو گے تو میری
ذات و رسوائی ہوگی تب کیا نتیجہ ہوگا۔ زید کا بڑا بھائی خالد تھا اس سے سفارش کرائی تب زید نے کہا کہ بجز جو میرا عزیز ہے اس سے میں نے ابھی
تھوڑا زمانہ ہوا ۲۱ سو روپیہ دستاویز لکھ کر قرض لئے تھے وہ روپیہ میں نے ادا کروا یا حسب معاہدہ بلا سود رسیدات آگئی ہیں دستاویز نہیں
کے پاس ہیں اگر وہ دیدیں تو رسیدیں واپس دیدوں دستاویز ہی پھر برقرار رہے گی وہ تم کو روپیہ دیدیں۔ عمر و خالد کو ہمراہ لے کر بکر کے پاس گیا بکر
سے کہا وہ راضی نہ ہوا تب عمر و نے کہا آپ دو سو مجھے کم دیدیں میری عزت جاتی رہے گی بغیر روپیہ کے ملنے کے۔ میں ۲۶ سو لے کر ۲۸ سو کی رسید
لکھنے کو طیار ہوں یہ آپ کو فائدہ ہو جائے گا بکر کہا کہ تم کہیں اور سے لے لو میں ضمانت کر دوں گا عمر و نے ایک کافر سے کہا کہ تین ماہ کی واسطے ۲۶ سو
روپے دیدے وہ سو روپیہ سود کے طلب کرتا تھا عمر و نے بکر سے کہا کہ یہ سب بھی آپ لے لیں آپ ہی دیدیں ۲۵ سو روپے اور رسید ۲۸ سو کی لیں
میری ضرورت بہت شدید ہے اور خوشامد در آمد کی خالد نے کہا سنا بکر راضی ہو گیا بکر نے کہا کہ زید ایک خط لکھدے کہ یہ روپیہ تین ماہ میں واپس کرونگا اگر
نہ دوں تو بیع سود کے چار ماہ میں دوں گا اور ایک رقعہ پانچ سو لکھدیں کہ اگر چار ماہ میں بھی نہ ادا ہوا تو پانچویں ماہ مجھ کو اس رقعہ کا مطالبہ وصول کرنے کا
حق حاصل ہوگا اور سود دستاویز کا بھی چنانچہ زید نے رقعہ تاوانی با ضابطہ لکھدیا بکر کو اور خط معاہدہ کا بھی اور رسیدات واپس دیدیں بکر نے عمر و کو
۲۵ سو دیا، ۲۸ سو کی رسید لی دو سو کی کے کاٹے اور سود سو روپے جملہ تین سو اور ۱۴ سو نقد زید کو دیدیے یا کسی کو دلا دے اس نے پورے ۱۴ سو
نقد دیئے یا کسی کاٹ پھانٹ کے ۲۸ سو کی رسید ۱۴ سو نقد یوں ۱۴ سو ہو گئے۔ عمر و نے رسید لکھے وقت یہ کہا بکر سے کہ میں بہت غریب ہوں
۱۴ سو روپے تو سود کے میں نے کاٹ دئے مگر یہ دو سو روپے کی دلے محض ان کی وجہ سے کہ انھوں نے (زید نے) نہ دیئے اور میرے بغیر اس کے ذمہ
بجوری کی کر کے لئے ہیں کہ حضور بغیر اس کے نہ دیتے اگر زید تین ماہ میں نہ دیں اور چوتھے ماہ میں دیں تو حضور یہ کر دتاویز جو حضور کو وصول ہوگا یہ معاہدہ

ان کی دلے دو سو روپے کے میرا حق ہوگا وہ مجھ کو ملے جو دو سو سے زائد ہوگا وہ حضور لیں کیونکہ میں تو انھیں کے بالعوض دے رہا ہوں وہ حضور مجھ کو دین تین ماہ
میں واپس اور وہ یہ تو حسب معاہدہ بلا سود ہے میری تقدیر سے وہ چار ماہ میں دیں تو سود کی رقم ضرور لے کر مجھے دیں سو کہ میرا حق ہے مجھ کو جائز ہے زید نے
وہ روپیہ حسب معاہدہ ادا نہ کیا بلکہ پانچ ماہ بعد ادا کیا بکر نے سود تو دستاویز کا نہ لیا جو دو سو ڈھائی سو روپیہ ہوتا تھا زید کو چھوڑ دیا مگر رقعہ تاوانی پانچ سو
کا وصول کر لیا یعنی ۱۴ سو کے ۱۴ سو وصول کر لئے بعد وصول کے عمر و طالب ہے بکر سے کہ مجھے ان پانچ سو میں سے دو سو دیجئے کیونکہ حضور نہ چھوڑتے تو
وہ مجھے اپنے چھوٹی رقم نہ لی بڑی لی لہذا مجھ کو دو سو دیجئے گا بکر نے کہا کہ مجھ کو یاد نہیں یہ معاہدہ ہوا تھا تب خالد نے یاد دلایا کہ ہوا تھا اب بکر نے
عمر و سے کہا کہ اگر شہر شریف حکم فقہاء رسول سے مجھ کو وہ رقم دو سو کی تمھاری اور بلکہ سو روپے سود کے جو میں نے تم سے تین سو لئے ہیں جائز ہیں تو میں نہ

دو گنا اور اگر جھکو وہ حرام ہیں تو میں تین سو کے تین سو دینے کو طیار ہوں کیونکہ زید سے بھی میں پانسو تا دانی وصول کے ہیں اگر وہ بھی ناجائز و حرام ہوں تو پانچ سو بھی واپس دینے کو طیار ہوں۔ مگر کبھی سو نہیں کھاتا ہے اور ہزاروں روپے اپنے عزیزوں کو دو ستوں کو قرض بلا سو دیتا ہے اس سبب بکرہ بیان کرتا ہے مقررہ بلا صورتوں میں کوئی رقم جھکو جائز ہے یا کل ناجائز ہے عند اللہ مواخذہ کسی رقم کا ہو گا اور کس کا نہ ہو گا اور کوئی رقم سود ہوگی یا کس سود ہوگی اور عند اللہ میں گنہگار ہو گا عمر و شریعت کے حکم کے موافق تین سو یا دو سو یا ایک سو کس رقم کے واپس لینے کا مستحق ہے یا کسی رقم کے واپس پانے کا مستحق نہیں ہے یا کل واپس پانے کا مستحق نہیں ہے۔

الجواب

اللہ کے بند و اللہ سے ڈرو اللہ عز و جل فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان یکن تجارة من تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ایہ اللہ کان بکرم رحیما اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال بلا وجہ شرمی نہ کھاؤ ہاں ہذا میں آپس کی رضا سے نفع اٹھانے کی ضمانت نہیں اور اپنی جانیں ہلاکت میں نہ ڈالو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔ بکرہ جو وہ پانسو زید سے لے کر حرام اور قطعی سو میں اور یہ جو عمر کو ۲۵ سو دینے اور عمر و نے ۲۸ سو کی رسید لکھی یہ تین سو بھی سود اور حرام قطعی ہیں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل قرض جو منفعة فھو باقرض پر جو کچھ زیادہ لیا جائے سود ہے۔ بکرہ پر فرض ہے کہ زید کے پانچ سو واپس کرے اور عمر و سے صرف پچیس سو لے ایک پیسہ زیادہ حرام ہے اور اگر لیا ہے تو اسے بھی واپس دے۔ عمر و کا ان پانسو میں سے دو سو مانگنا بھی حرام ہے کہ وہ مال حرام ہے اس کا کہنا کہ سود کی رقم اسے دو میرا حق ہے بے جا ہے بہت سخت اللہ کلہ ہے عمر و پر لازم ہے کہ توبہ و تجدید اسلام و تجدید نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۔ از قبہ چوڑا گڑھ میواڈ مرسلہ ڈاکٹر شیخ فضیلت حسین صاحب، مورفہ ۷ ارجامادی الاخرہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عمر ساٹھ سال کی ہے مدۃ العمر میں بوقت افلاس جب نقد روپیہ کی ضرورت پڑتی تو سود پر قرض لے کر کام چلاتا رہا اگر چہ سود کا دینا بھی شرعاً ممنوع ہے مگر قرض ملنے کی بجز اس کے دوسری صورت نہ تھی اب اس وقت زید کے پاس ایک ہزار روپے نقد ہے جس کی زکوٰۃ کے حصے سالانہ فرض ہوتے ہیں اگر تجارت وغیرہ کر کے صورت ترقی پیدا نہ کرے تو چند ہی سال میں ۲۵ روپیہ سالانہ ادا کرتے کرتے اصل رقم ہی ختم ہوتی ہے، باعث ضعیفی بذات خود تجارت وغیرہ نہیں سکتا زمانہ کی وہ حالت کہ نہ نوکر قابل اعتبار نہ شریک باشندار بلکہ جو ملا دقا بازا مکار تو زید چاہتا ہے کہ کافروں مشرکوں کے زیورات طلائی و نقرئی بطور رہن رکھ کر روپیہ دے کر ماہانہ یا سالانہ بطور منافع ٹھہرا لے تو شرعاً کیا قباحت ہے۔ بعض علمائے ہندوستان کو دارالہرب قراؤ ویسے جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے تماشوی میں ارشاد فرماتے ہیں یا بعض علماء دارالہرب تو قرا نہیں دیتے مگر یہاں کے کافروں کو جبری سمجھ کر ان کے مال غیر محفوظ فرماتے ہیں بہرہ و صورت اگر کافروں سے ایسے معاملات کے اجاویں یا ہندوی لکھو کمر روپیہ دے کر فائدہ اٹھالے مثلاً لعلی یا ساڑھے ننانوے روپیہ دے کر سو روپیہ کی ہندوی اس سے لکھو لے میا و مقتر شدہ پر سو روپیہ لے کر اس کی تحریر کردہ ہندوی اسے واپس کر دے کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی نہایت ہی ضروری فرض ہے، قرآن شریف میں جو اللہ عز و جل جلالتہ و باحرام فرمایا ہے اس میں ربائی کیا تعریف ہے زمانہ نزول آیہ شریفہ میں عربستان میں ربائے کس قسم کے سود کو کہتے تھے۔ اسی طرح یہاں کے کافر و مشرک سود اگر غلہ وغیرہ ارزانی میں خرید کر بند کر رکھتے ہیں اور گرانی کے منظر رہتے ہیں اور سہالت مجبوری مسلمانوں کو بھی انھیں سے خریدنا پڑتا ہے تو اگر زید بھی ایسا ہی کیا کرے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔

اجواب۔ قدرتی طور پر ہے کہ فہ فصل پر ازراں اور بیج پر گراں ہوتا ہے اس سے فائدہ اٹھانا منع نہیں، فہ بند رکھنا وہ منع ہے جس سے شہر پر تنگی ہو جائے۔ ہندوستان بلاشبہ دارالاسلام ہے اسے دانا طرح کھانا کھانے نہیں جو کافرین نے اسلام نہ ہونے سے سلطنت اسلام میں متامن ہو بلا قدر وہ بد عہدی اس سے کوئی نفع حاصل کرنا ممنوع نہیں مگر گروہی اور ہندوئی کا طریقہ صورت سود ہے اور اسے سود ہی کہتے ہیں اور حتی الوسع بڑے نام سے بھی بچنا چاہئے اس سے بہتر نوٹ لگنی بیج ہے دس کانوٹ بارہ یا پندرہ یا بیسے پر باہم رضامندی ہو بیچنا جائز ہے تو دس کانوٹ قرض دے اور بیسے اوپر دس ٹھہرائے یہ سود ہے اور دس کانوٹ سو کو بیچے یہ جائز ہے اور اگر کوئی فرق پوچھے تو اس کا جواب قرآن عظیم نے دیا ہے **واحل اللہ الیبع وحرما لربو اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود۔** سود کا یہی طریقہ عرب میں جاری تھا جسے حرام فرمایا گیا **ربا فضل خال عن العوض مستحق بالعقد یعنی عقد میں کسی ایسی زیادت لیجانے کی شرط کی جائے جس کے مقابلہ شرط کوئی عوض نہ ہو یہ زیادت جس میں متد میں ظاہر ہوتی ہے بحالت نسیئہ اتحاد قدر میں بھی جس کی تفصیل فقہ میں ہے اور جو زیادہ مفصل بیان چاہئے ہماری کتاب کفل النقیۃ الفہم دیکھئے۔** واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسؤلہ عبداللہ احمد سوداگر، امرآؤتی برار۔ شنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۳۲ھ

اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک قرآن مجید میں سود خواری کی سختی سے وعید فرمایا ہے اور بیشک قرآن حکیم کے ادا و نواہی انسان کے لئے دین میں سود مند میں اس کے ہر فرمان پر ہمارا تسلیم غم ہے مگر مزید اطمینان کے لئے استفتا کرنے کی ضرورت پڑی کہ سود دینا اور سود لینا دونوں قطعی حرام ہیں مرے ناقص خیال میں ہزاروں سے ایک شخص بھی ایسا مشکل سے نکلے گا جو مقدم الذکر دو بلاؤں میں سے کسی ایک میں مبتلا نہ ہو تجارت کے کاروبار شاید ہی بغیر سود کے انجام پادیں یہ ایک قابل غور بات ہے کہ فی زمانہ شرح سود اس قدر کم ہے کہ دینے والا خوشی سے ادا کرتا ہے اس پر کسی طرح کا بار نہیں پڑتا ہے کیونکہ اس کو فی صدی آٹھ آنے دینا پڑتا ہے تو ان روپیوں سے تجارت کر کے سیکرے دس پیدا کرتا ہے اس لئے دینے والا اور دینے والا دونوں فائدہ اٹھاتے ہیں تو معرض یہ ہے کہ اس آیت کا شان نزول کیا ہے۔ ربکے جوازا اور عدم جوازیں کیا راز مضمون ہے اور اتنی سختی کے ساتھ ممانعت کی کیا باعث ہے مفصل تحریر فرما کر کترین کو مطمئن فرمائیں بغیر سود کے آجکل سپا کرنا مشکل نہیں تو محال ضرور ہے۔ خاص کر کے ولایت کی تجارت کا ادارہ دارہی سود پر ہے مثلاً بمبئی میں ولایت کی ہندوئی کا بھاؤ آج پندرہ روپے ہے تو کل پونے پندرہ تو پورسوں ساٹھ پندرہ تو پھر ایسی حالت میں سود سے بچنا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ لاکھوں کالین دین ہوتا ہے چونکہ آجکل تجارت زیادہ تر غیر قوموں کے ہاتھ میں ہے تو ان کے ساتھ باہم خرید و فروخت میں بغیر لے دینے کے چل نہیں سکتا تو اس آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ مسلمان اعلیٰ پیمانہ پر تجارت نہ کریں صرف توت بصری کے لئے کچھ تھوڑا بہت کر لیا کریں جس طرح بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت اور چربی وغیرہ حرام کر دی گئی تھی۔ آجکل تجارت میں بڑا نقص یہ بھی ہے کہ مال زیادہ تر اودھار بکتا ہے تو ایسی حالت میں اگر خریدار کے ذمہ سود نہ لگایا جائے تو شاید وہ چینی میں دینے والا برس بھر میں مشکل سے ادا کئے گا زوں کے ذمہ جو سود عائد ہوتا ہے وہ ان سے وصول کر کے غریب مسلمان کو جو تعلیمی اخراجات کے بار متحمل نہیں ہو سکتے اور بے عملی کی وجہ سے اکثر مسلمانوں کے لڑکے آوازہ ہو جاتے ہیں اور ذیل پیشہ اختیار کر کے بے عتی کی زندگی بسر کرتے ہیں بلکہ نان شبینہ کے محتاج ہو جاتے ہیں ایسے محتاج مسلمانوں کے تعلیمی امدادی فنڈ میں دیا جائے تو کیا قیاحت ہے کیونکہ تین دن کے فاقہ پر حرام بھی کھانا حلال ہو جاتا ہے۔ سود خواری اور سود دینے والے کے لئے اس قدر عقاب ایگزکٹات لگئے ہیں کہ اس کے یہاں کھانا تو درکنار اس کے سایہ میں بیٹھنا بھی ایک سخت گناہ ہے پھر ایسی حالت میں جبکہ دنیا بھر میں ہزاروں سے ایک بھی دقت سے بری نہیں کیا حال ہو گا یہ ممالک اسلامیہ میں بھی بنکیں کھولی گئی ہیں اور برابر لین دین ہوتا ہے البتہ طبقہ علما و دانشمندان

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس سے محرز ہے مگر جب وعظ و نصیحت کے لئے نکلے ہیں تو ان بیچاروں کو بھی سفر میں جتنکے یہاں کھانے پینے کا اتفاق ہوتا ہے اکثر سو دینے یا دینے والے ہوتے ہیں پھر مجبوری سے کہو یا خوشی سے مگر میں نے کسی عالم یا شائع کو اس بارے میں کسی طرح کا اعتراض نکالتے نہیں دیکھلے ماسوائے اس کے مدرسوں اور دینی امور کے لئے جو چند وصول کے جلتے ہیں ان میں شاید ہی کسی ایسے کا چند ہو جو اس بلا سے بچا ہوا ہو مورخ حاکم نے فرالدین راوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات کے ضمن میں ایک حکایت لکھی ہے کہ امام صاحب سے شہاب الدین غوری نے ایک کثیر رقم قرض لی تھا جب اس کو ادا کیا تو صلہ کے طور پر بہت بڑی رقم اضافہ کر کے دیا تھا تو اس زیادہ کے رقم کو کیا کہنا چاہئے اور اس طرح لینا بھی جائز ہے کیا۔ فقط

الجواب الملقوظ

اس قدر اس پر سختی کیوں ہے اس کے جواب قرآن عظیم نے دو معارف نامے ایک عام اور ایک خاص۔ عام تو یہ کہ لا یسئل عما یفعل دھویشلون ان الحکماء لا یسئلونہم عن اعمالہم واما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امر ان یکون لم الخیرة

من امرهم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا اللہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پوچھے والا نہیں اور سب سے سوال ہوگا، حکم نہیں مگر اللہ کو اسی کی حکومت ہے اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا کسی مسلمان مرد یا عورت کو یہ گنجائش نہیں کہ جب اللہ اور رسول کی بات میں کچھ حکم کریں تو انہیں کچھ اپنا اختیار باقی رہے اور جو اللہ ورسول کے حکم پر نہ چلے بیٹک وہ صریح گمراہی میں بھٹکا۔ اور خاص یہ کافروں نے ہوا

کیا تھا انما الیسع مثل الربو تم جو خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام کرتے ہو ان میں کیا فرق ہے بیع میں بھی تو نفع لینا ہوتا ہے اس کا جواب ارشاد فرمایا و احل اللہ الیسع و حرم الربو اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود، تم ہوتے ہو کون، بندے ہو سر بندگی ختم کر دو حکم سب کو دے جاتے ہیں، حکمتیں بتانے کے لئے سب نہیں ہوتے۔ آج دنیا بھر کے ممالک میں کسی کی مجال ہے کہ قانون ملکی کی کسی دفعہ پر حرف گیری کرے کہ یہ

بجا ہے یہ کیوں ہے یوں نہ چاہئے یوں ہونا چاہئے تھا جب جھوٹی فانی مجازی سلطنتوں کے سامنے چون و چرا کی مجال نہیں ہوتی تو اس ملک الملوک بادشاہ حقیقی ازلی ابدی کے حضور کیوں اور کس لئے گلام بھرنا کسی سخت نادانی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ سود لینا مطلقاً عموماً قطعاً سنت کبرو ہے اور سود لینا اگر بضرورت شرعی و مجبوری ہو تو جائز ہے درختار میں ہے بجزو للحتاج الاستقراض بالربا ہاں با ضرورت جیسے بیٹی بیٹے کی شادی

یا عیال پر کھانا یا کماکان بنانے کے لئے سودی روپیہ لینا حرام ہے۔ سود خوار کے یہاں گھانا نہ چاہئے مگر حرام دنا جائز نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ چیز جو ہمارے سامنے کھانے کو آئی بہت سود ہے مثلاً ان گہوؤں کی روٹی جو اس نے سود میں لے لی تھی اس روپے سے اس طرح خریدی گئی ہے کہ اس پر نقد و نقد جمع ہوگے یعنی سود کا روپیہ دیکھا اگر اس کے عوض خریدی اور وہی روپیہ اسے دید یا جب تک یہ سود میں تحقیق نہ ہوں وہ کھانا حرام ہے نہ ممنوع۔ فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن محمد بنہ ناخذ مالہ منصرف شیئاً حراماً لعینہ نہ خلق پر تکی ہے نہ عطا پر اعتراض ہاں

بے قیدی چاہے کل نہایت سخت شدید قید میں گرفتار ہوگا اور جو آج احکام کا مقید رہے گا بڑے چین کی آزادی پائیگا۔ دنیا مسلمان کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔ مسلمانوں سے کسی نے کہا کہ کافروں کی اموال کی وسعت اور طریق تحصیل کی آزادی اور کثرت کی طرف نگاہ پھا کر دیکھے۔ لے

سکیں تھے تو کل کا دن سوارانا ہے یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتى اللہ بقلبہ میں دن نہ مال نہ نفع نہ ریکانہ اولاد مگر جو اللہ

کے حضور سلامت والے دل کے ساتھ حاضر ہوا اے مسکین ترسے رب نے پہلے ہی تجھے فرما دیا ہے ولا تمدن عینک الی ما متعنا به ازواجنا متھر
زمنۃ الطیوۃ الدنیا لنتقنھ فیہ ودرزق ربک خیر وابقی اپنی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ اس دنیاوی زندگی کی آرائش کی طرف جو ہم نے کافروں کے
کچھ مردوں و عورتوں کے برتنے کو دی تاکہ وہ اس کے فتنہ میں پڑے رہے اور ہماری یاد سے غافل ہوں اور ترسے رب کا رزق بہتر ہے اور باقی رہنے والا
چندہ کا جواب اور اگر گیا کہ اگر تم کو تحقیق سے معلوم ہو کہ یہ روپیہ جو دے رہا ہے بعینہ سو دکانے تو لینا حرام ورنہ جائز۔ رہا اس صورت میں متحقق ہوتا ہے
کہ عقد میں مشروط ہو اگر مشروط نہ ہو غافل ہو ورنہ احسانا قرار دے لے لاند دینا نہ رہا ہے نہ جرم۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک
پاجامہ خریدی اور قیمت کی چاندی وزن کرنے والے سے ارشاد فرمایا زن وارجح قول اور زیادہ دے یہ احسان ہے وماعلیٰ المحسنین من سبیل
پیر امام بازاری پر کیا اعتراض ہے سو لینا شریع نے مطلقاً حرام فرمایا ہے مسلم سے ہو یا کافر سے قال اللہ تعالیٰ وحرما للربو اس میں کوئی تخصیص نہیں مگر
مدار اعمال نیت پر ہے اگر کسی کا ذکر مال کہ نہ وی ہونے متامن بلا غدر و بد عہدی اور بغیر کسی نیت ناجائز کے حاصل ہو تو بہ نیت سے مباح اسے لینا ممنوع
نہیں اگرچہ وہ دینے والا اپنے ذہن میں سو ہی سمجھ کر دے یہ مال مساجد و مدارس و مصارف یتیمی میں بھی صرف ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مقام کھڑو ضلع سورت حاجی محمد سلیمان کٹر و ابرو زلیشنبہ ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۲۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ ٹراموے و ریلوے کمپنی و دیگر کارخانہ جات کے حصص جسے یہاں کی اصطلاح
میں شیر مکتے میں خریدے جاتے ہیں اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک کمپنی ٹراموے یا ریلوے یا کارخانہ یا چھ بانیاں یا آہن سازی یا کسی اور تجارت کیلئے
تائم کھاتی ہے اور اس کا سرمایہ مقرر کر کے اس کے حصص فروخت کئے جاتے ہیں اور اس کے کارکنان بھی تنخواہ دار مقرر کئے جاتے ہیں جو حسب منصب
کام کرتے ہیں اور ششماہی یا سالانہ اس کے نفع نقصان کا حساب شائع کرتے ہیں اور نفع بھی حصہ رسد تقسیم کرتے ہیں اور کچھ روپیہ نفع میں سے جمع بھی ہوتا ہے
جو سود پر بھی دیا جاتا ہے اور اس کا سود بھی نفع میں شامل کر کے حصص داروں کو تقسیم کیا جاتا ہے اور ضرورت کے وقت سووی روپیہ بھی لیا جاتا ہے اس کا
سود حاصل رقم یا نفع میں سے دیا جاتا ہے اور ان حصص کی قیمت کمپنی کے نفع نقصان کے اعتبار سے بڑھتی گھٹتی رہتی ہے حصص داران اپنے حصص کو اسی بھاؤ
سے فروخت کر دیتے ہیں لیکن فروخت کی یہ صورت ہوتی ہے کہ بائع دلال سے کہتا ہے کہ میں اپنی فلاں کمپنی کا حصص فروخت کرنا چاہتا ہوں تو دلال کہتا
ہے کہ آئیے بھاؤ ہے پھر اگر بائع کو اس بھاؤ سے فروخت کرنا ہوتا ہے تو دلال کو کہہ دیتا ہے کہ بیچ دو تو وہ کسی کو بیچ دیتا ہے یہاں مشتری کسی چیز قبضہ
نہیں کرتا ہے بلکہ صرف کمپنی والوں سے دلال بائع کے نام کی جگہ مشتری کا نام لکھوا کر دیدیتا ہے یہاں قابل غور یہ امر بھی ہے کہ اگر مشتری کمپنی والوں سے
اپنے حصص کے عوض کمپنی کے اسباب تجارت میں سے کوئی سے طلب کرے تو کمپنی والے وہ شے اسے نہیں دیتے اور نہ اسے اس کے دام واپس کرتے
ہیں البتہ وہ جس وقت حصص فروخت کرنا چاہے تو بازاری بھاؤ سے اسی وقت مذکورہ بالا طریق سے فروخت ہو جاتا ہے اور اسے اسی وقت قبضہ
نہیں لیا جاتا ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ حصص خریدنے عند الشریع جائز ہیں یا نہیں اور اگر جائز ہے تو یہ کس بیع میں داخل ہے اور اس میں زکوٰۃ حصص
کی قیمت پر لازم آتی ہے یا نہ نفع پر بینوا تو جہرا۔

الجواب الملقوظ۔ ظاہر ہے کہ حصص روپوں کا ہے اور وہ اتنے ہی روپوں کو بیچا جائے گا جتنے کا حصص ہے یا کم زائد کو بیچا گیا تو باوجود حرام
ظنی ہے اور اگر مسادی ہی کو بیچا گیا تو صرف ہے جس میں تقابض بدلسن نہ ہو ایوں حرام ہے پھر حصص داروں کو جو منافع کا سود دیا جاتا ہے وہ بھی حرام

رضیہ معاملہ حرام و حرام محض حرام ہے حصص کی قیمت شرکاً کوئی چیز نہیں بلکہ اصل کے وہ ہے جتنے اس کے کپنی میں جمع ہیں یا مال میں اس کا جتنا حصہ
یا منفعت جائزہ غیر رہا میں اس کا جتنا حصہ ہے اس پر ذکوہ لازم آئے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بہر ارجح درگاہ شریف مسؤلہ عظیم الدین مدرس افسردہ مسؤلہ دہرہ زہد پنجشنبہ ۲۲۱ ر صفر ۱۳۳۲ھ

کیا زما تے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذیبتے عمر و کا کچھ روپیہ مختلف شرعاً سود پر بد فعات قرض دیا اور اس روپیہ میں کوئی
جائداد مرہون نہیں تھی اس کے بعد خالد پسر لید نے عمر و کی جائداد بنجیاں اپنے وارث ہونے کے خرید کیا کل زر قرض اصل معہ سود زر من جائداد میں مجرایا
پس سوال یہ ہے کہ ہے کہ خالد و عمر و جو دونوں سنی المذہب ہیں اور عدوہ شرعیہ سے نکلنا نہیں چاہتے ایسی صورت میں خالد کو رقم سود حلال و مباح
ہے یا حرام ناجائز ہے اور خالد خیرات صدقہ کر دینے کے عذر سے یا عمر و کے مبتلا سے اسراف ہو جانے کے احتمال سے رقم سود واپس نہیں کرنا چاہتا یہ عذر اس کا
کیا ہے جو اب مع دلائل ہر باقی فرما کر تحریر فرمائیے۔ نقطہ۔

الجواب۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربو فان لم تنفعوا فاذنوا بحرب من اللہ

در سولہ اسے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہا چھوڑو وہ پھر گریسا نہ کرو تو اللہ در سول سے لڑائی کا اعلان کر دینا اللہ در سول سے لڑنے کو طیار
ہو جاؤ اگر سود نہیں چھوڑتے۔ خالد پر ایک جہہ سود کا لینا حرام ہے حدیث میں فرمایا جس نے دانستہ ایک دم سود کا لیا اس نے گویا چھتیس بار اپنی ماں سے زنا
کیا بکثرت احادیث صحیحہ میں ہے کہ سود ہتر گنا ہوں کا مجموعہ ہے ایسر من ان یقع الرجل علی امہ ان سب میں ہلکایہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا
کرے صحیح حدیث میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربو و مؤکلہ و کاتبہ و شاہدیہ و قال ہم سواہ
لنت فرمائی سود لینے والے اور کاغذ کھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں اور یہ عذر کہ خیرات کرے گا یا عمر و صرف ہے
محض اغوائے شیطانی ہے اسراف اگر وہ کہے تو گناہ اس پر ہوگا اس کا مال ضائع ہوگا دوسرے کو گناہ سے بچانے کے لئے خود اللہ در سول سے لڑائی مول
لینا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت قبول کرنا عقل و دین سے کیا عطا د رکھتا ہے اور خیرات کا عذر تو اور بھی بدتر ہے خیرات کرنے کے لئے حرام
مال لینا اس عورت کے مثل ہے جو تصدق کے لئے اجرت پر زنا کرے کہ خیرات کرے گی وہ الحمار میں ہے کقطعۃ الایتام من کد فرجھا و لک الویل لانتونی
ولا تصدقتی جیسے وہ عورت کہ اپنے فرج کی کمائی سے یتیموں کو کھانا دے، تیری خرابی ہو نہ زنا کر نہ خیرات دے۔ بلکہ خالد کی سعادت یہ ہے کہ اس کے اپنے
جس قدر سود لیا ہے وہ بھی واپس دے اگر اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدوہ شرع میں رہنا چاہتا ہے تو راہ یہ ہے اور ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مقام بیٹی سیتارام پڈنگ کوٹھی صاحب عبد اللہ علی رضا صاحب مسؤلہ سرور خاں، ۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

مصدق فیض و حنات کرم معظم بندہ اعلیٰ حضرت مولانا قبلہ دام ظلکم۔ السلام علیکم

برادر محمد عبدالعزیز خاں نے کلکتہ سے آنجناب سے جان کے بیمہ کی نسبت دریافت کیا تھا آنجناب نے ناجائز کا فتویٰ دیا، مذکور فتویٰ کو انھوں نے میرے پاس
بھیج دیا دیکھنے سے معلوم ہوا کہ سوال ان کا ناقص ہے دو بارہ بغرض تحقیق مسئلہ مذکورہ منصلا پیش ہوتا ہے، امیدوار جواب باصواب ہوں

ایک بیمہ کپنی میں جس کے مالک و مختار سب کے سب نصرانی المذہب ہیں علاوہ دریا و آگ کے بیمہ کے جان کا بیمہ بھی ہوتا ہے صورتیں اسکی متفرق
ہیں۔ پہلی صورت میں تمام عمر بیک مقررہ فی ہیرا مارنے والا کپنی مذکورہ کو تمام عمر ہر سال دیتا رہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو بیمہ کی رقم دی جاتی ہے

مثلاً تیس سال کی عمر کے شخص نے ہزار روپیہ کی رقم کے لئے اپنا بیمہ اتارا تو سالانہ فیس اس کو اٹھائیس روپیہ دینا پڑیگا اور اس کے مرنے کے بعد کمپنی اس کے وارثوں کو پورا ایک ہزار روپیہ لگی مثلاً آج کوئی شخص نے بیمہ کمپنی سے معاہدہ کیا اور پہلے سال کی فیس دی اس کے بعد وہ ہینہ یا دو سال یا چار سال کے بعد مر گیا تو بیمہ کی پوری رقم ایک ہزار روپیہ اس کے وارثوں کو مل جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ معدودہ فی نقطہ چند سال تک ہر سال کمپنی مذکورہ کو دیتا رہا اور اس کے مرنے پر اس کے وارثوں کو بیمہ کی رقم پوری ایک ہزار روپیہ دیکھائے گی یہ پہلی صورت ہے ابھی ہے چند سال فی بھرنے کے بعد بھرنے نہیں ہوتا ہے مثلاً ایک شخص کی عمر تیس سال ہے اور ساٹھ سال کی عمر تک کمپنی کو سالانہ ساڑھے تیس روپیہ فیس دیتا رہے اور پھر نہ دے تو اس کے وارثوں کو بعد موت بیمہ کی رقم دیکھائے گی، اگر بیمہ اتارنے والا قبل مدت کے مر گیا تو بیمہ اس کے وارثوں کو پوری رقم بیمہ کی ایک ہزار روپیہ دیکھائے گی۔ تیسری صورت اس کوئی شخص جو بیمہ اتارتا ہے وہ آئندہ اپنے بڑھاپے میں مثلاً پچیس سال یا ساٹھ سال یا بائیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد بیمہ کی ہوئی رقم خود وصول کرنا چاہتا ہے اس عمر تک بیمہ اتارنے والا زندہ رہا تو رقم مذکورہ اس کی کوٹے گی ہر بڑھاپے عمر کی فیس ہر ماہ ساٹھ تیس سال کی عمر کا شخص ساٹھ سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد ایک ہزار چاہتا ہے تو سالانہ اس کی فیس ساڑھے چونتیس روپے ہے اگر وہ زندہ رہا تو سالانہ اس کو فیس مذکورہ دینا ہوگا اور اس کو ساٹھ سال کی عمر میں بیمہ کی رقم ایک ہزار لگی اس درمیان میں بیمہ اتارنے والا مر گیا تو پوری رقم بیمہ کی ایک ہزار روپیہ اس کے وارثوں کو مل جائے گی۔ چوتھی صورت یہ صورت تیسری صورت سے ملتی جلتی ہے فرق یہ ہے کہ اس صورت میں بیمہ اتارنے والے کو فقط بیس سال تک فیس دینی پڑتی ہے اس کے بعد پھر دینا نہیں پڑتا اس کی فیس تیسری صورت سے ذرا زیادہ ہے مثلاً تیس سال کی عمر کا شخص ساٹھ سال میں ایک ہزار روپیہ چاہتا ہے تو اس کو سالانہ بیالیس روپیہ دینا ہوگا بیس سال کے بعد پھر دینا نہ ہوگا جب وہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچے گا تو کمپنی اس کو بیمہ کی رقم دیدگی یعنی مبلغ ایک ہزار روپیہ۔ اس آٹھ میں وہ مر گیا تو اس کے وارثوں کو پورا ایک ہزار روپیہ مل جائے گا۔ کوئی شخص مذکورہ بالا صورتوں کا بیمہ لینے کے بعد چند سال بیمہ کی فیس دیتا رہا اس کے بعد دینا نہ چاہے یا دے نہ سکا تو کمپنی نے روپے جو بھرا ہے واپس چاہتا ہے تو نقطہ نصف رقم فیس ادا کر وہ اس کو ملے گی مثلاً دس سال تک دیتا رہا اندازہ جملہ چار سو ہو یا زیادہ ہو یا کم ہو اب وہ کمپنی سے اپنا معاہدہ منسوخ کر اگر جو روپیہ بھرا ہے واپس چاہتا ہے تو نقطہ نصف رقم چار سو کی وہ سولے گی اگر واپس نہ چاہا تو مدت مقررہ گزرنے پر جس کو وہ انتخاب کیا ہو بوقت معاہدہ بیمہ کی رقم بالکل اسٹے لگی مثلاً چوتھی صورت کا بیمہ کسی نے لیا (۵) سال تک فی دیتا رہا اس کے بعد دے نہ سکا یا دینا نہ چاہا تو اس کو پورا رقم کی دے کی ... رسیدے گی یعنی ۲۵۰ روپیہ اس کو یا تو بشرط حاجات ساٹھ سال کی عمر میں مذکورہ روپیہ ۲۵۰ ملے گا۔ یا بعد موت اس کے وارثوں کو ملے گا۔ بیمہ کی فیس ہر ماہ ہے جتنی عمر ہوگی اتنی فیس کم ہوگی بڑی عمر کے لئے زیادہ فیس ہے یہ حساب بیمہ اتارنے کے وقت کیا جاتا ہے اور بیمہ اتارنے کے وقت جو عمر رہتی ہے اس کی فیس تمام عمر یا بڑھاپے کی عمر تک بھرنے ہوگا جس کو وہ پسند کرے۔ بالا مذکورہ صورتوں سے روپیہ جمع کرنا اور بیمہ کمپنی سے معاہدہ کرنا اور کمپنی مذکورہ سے وصول کرنا شرطاً جائز ہے یا نہیں۔ سائل غرضی المذمب ہے لہذا فتویٰ بھی اسی مذہب پر ہو۔ والسلام۔

الجواب

۱۔ یہ بالکل ٹھیک ہے اور محض باطل کہ کسی عقد شرعی کے تحت میں داخل نہیں ایسی جگہ عقود فاسدہ بغیر مذکر کے جو اجازت دی گئی وہ اس صورت سے مقید ہے کہ ہر طرح ہی اپنا نفع ہو اور یہ ایسی کمپنیوں میں کس طرح متوقع نہیں لہذا اجازت نہیں کا حقیق المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر واللہ اعلم

مسئلہ ۱۔ از موضع رد و ضلع پہلی بعیت، مرسلہ عبدالعزیز خان صاحب ۳ رجب ۱۳۸۵ھ

کیا خواتین ہیں ملائے دین اس مسئلہ میں کہ فروخت فلہ نیتہ ساتھ نقصان زرخ کے بشرط ادائیگی وقت خرمنگاہ جس طرح کہ فی زمانہ زمیندار کیا کرتے ہیں مثلاً آٹا یا نئے تخم واسطے کاشتکاری زمیندار سے طلب کیا اس نے زرخ سے دو تین سیر کم کر کے دیدیا اور اس کی قیمت اس کے ذمہ واجب الادا کر کے

وقت بٹائی کے وصول کر لیا خواہ روپیہ لے لیا یا اناج جس کو ہندی میں بیچ کھا دیتے ہیں یا اس قسم کی بیس جائز ہے یا ناجائز۔ بیسوا تو جو روا۔
الجواب۔ قرضوں زرخ موجود سے کم بیچنے میں مضائقہ نہیں جبکہ باہم تراضی ہو مگر یہ ضرور ہے کہ زرخ و قیمت و وعدہ ادا کے قیمت سب
وقت بیع میں کر دئے جائیں اور غلطی کے بدلے غلطی نہ بیچے مثلاً بارہ سیر کا بک رہا ہے اس نے دس من غلہ دس سیر کے حساب سے دو پینے کے
وعدے پر چالیس روپے کو بیچا کوئی حرج نہیں اور اگر یہ ٹھہر کہ غلہ اتنے غلے کے عوض بیچا جو آج کے بھاؤ سے اتنے روپیوں کا فصل پر ہوتا تو حرام
اور سو دہے یو ہیں وقت خرمن گاہ کا وعدہ بھی بیس میں جائز نہیں ہے اگر عقد بیس میں یہ میعاد مذکور ہوگی بیس فاسد و گناہ ہوگی ہاں اگر نفس عقد
میں قرضوں کا ذکر نہ تھا پھر قرار پایا کہ یہ روپے جو مشتری پر لازم آئے وقت خرمن ادا کئے جائیں گے تو جائز ہے۔ فی الدر المختار لا یصح البیع
بشئ منجذلی الی قدر الحاج والحضاد للزرع والتدایس للحب والقطاف للغب لا تھا تقدم وتشاخر ولوباع مطلقا
عن هذه الأجال ثم اجل الثمن الدين ایها صحح التاجیل كما لو كحل الی هذه الاوقات لان الجهالت الیسيرة متحملة
فی الدين والكفلة اه مختصر پھر بہر حال یہ اس سے انہیں قرار یا نہ روپیوں کے لینے کا مستحق ہوگا وقت خرمن جبر نہیں کر سکتا کہ اب اس وقت
کے بھاؤ سے اتنے روپیوں کا جو غلہ ہوا وہ دے یہاں تک کہ اگر عقد میں یہ شرط کر لی تھی کہ چالیس روپے خرمن کے عوض فصل پر جو بھاؤ ہوگا اسکے حساب
غلہ لیا جائے گا تو بیس فاسد و حرام ہو جائے گی۔ لفساد الشرط وصفقتین فی صفة والای تراق عن دین بدین فی ما تھرب من
معاوضة الثمن بالحب مع جهالة قدر المبيع فی هذه المعاوضة ہاں اگر فصل پر مشتری کہے میرے پاس روپیہ نہیں آج کے زرخ بازار
سے کہ فریقین کو معلوم ہے ان روپیوں کے بدلے غلہ لے لو تو جائز ہے کما نص علیہ العلماء و بینا کہ فی فتاویٰ سنا واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ۔ مدرسہ وحید الدین صاحب محلہ اردو بازار بھگلپور سٹی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متقیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب اور دونوں کی تعریفیں کیا ہیں ہندوستان
میں غیر توام سے سو لینا جائز ہے یا نہیں۔ جو شخص سو دیتا ہے یا سو دی تمسکات کی تحریر کی اجرت سے اپنی اوقات گذاری کرتا ہو ایسے شخص کے یہاں
کا کھانا جائز ہے یا نہیں، بیسوا تو جو روا۔

الجواب۔ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ دارالاسلام وہ ملک ہے کہ فی الحال اس میں اسلامی سلطنت ہو یا اب نہیں تو پہلے تھی اور غیر مسلم
بادشاہ نے اس میں شعائر اسلام مثل جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و جماعت باقی رکھے اور اگر شعائر کفر جاری کئے اور شعائر اسلام یک لخت اٹھا
دئے اور اس میں کوئی شخص امان اول پر باقی نہ رہا اور وہ جگہ چاروں طرف سے دارالاسلام سے گھری ہوئی نہیں تو دارالحرب ہو جائیگا جنگ یہ
تینوں شرطیں جمع نہ ہوں کوئی دارالاسلام دارالحرب نہیں ہو سکتا۔ سو لینا نہ مسلمان سے حلال ہے نہ کافر سے۔ سو خوار اور تمسک لکھنے والا اور اس
گوای کر نے والے سب ایک حکم میں ہیں۔ جو کھانا سامنے لایا اگر معلوم ہو کہ یہ بیس سو کا ہے تو اس کا کھانا حرام اور اگر سو کا روپیہ دکھا کر یا پہلے
دے کر اس کے عوض کھانے کی چیز خریدی جب ناجائز ہے و نہ ناجائز نہیں مگر ایسے لوگوں سے اختلاط نامناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ازگودنا ڈاکخانہ بولنگ ضلع سارن مدرسہ حمید یہ مدرسہ منشی عبد الحمید صاحب ناظم مدرسہ مذکور، ۱۸ شوال ۱۳۱۵ھ
ما یقول السادة الفضلاء هل يجوز اخذ الربا عن اهل الحرب فی الهند سواء كانوا من نصرتنا او غیر ہم

Click For More Books

من لادمة لهم علينا۔

الجواب :-

الهند بحدہ تعالیٰ دارالاسلام لبقاء کثیر من شعائر الاسلام وما بقى ملقة منها بقى دارالاسلام دارالاسلام لان الاسلام يعلو ولا يعلى اما اخذ الربا ناطق انه لا يجوز مطلقا لاطلاق نصوص التحريم وما ذكره من جواز اخذ الفضل في دار الحرب فليس من باب الربا في شيء لان الربا انما يكون في مال معصوم ومال اهل دار الحرب غير معصوم حتى من اسلم منهم ثمه وليس بها جرم لينا فخذ ذلك اخذ مال مباح لا اخذ ربا ولذا يقول المحققون لاربا في دار الحرب لانه يجوز اخذ الربا فيها كما يقولون لارباب بين السيد وعبد لانه يجوز للسيد اخذ الربا من عبده فانما اطلق عليه اسم الربا نظر الى الصورة وانما الاحكام للحقائق وهذا الحكم يعيم كل حرب غير مستامن ولو في دار الاسلام لان المناط عدم العصمة وهو يشملهم جميعا فلا يحرم علينا معهم الا الغدر فاذا جاوزته واخذت منه وما اخذت باسراى عقد ادوت فقد اخذت ما لا مباحا لابتعة عليك فيه كما راى الصديق الاكبر عليه الرضوان الاكبر كفا ركة في غلبة الروم واخذ مالهم باذنه عليه وعلى اله افضل الصلوة والسلام فانما جاز لعدم العصمة والالكان قارا محرما فهذا هو الاصل المطرد في هذا الباب ومن اتقنه تيسر عليه استخراج الجزئيات وقد فصلنا القول فيه في كتابنا نعم هناك قيتان يجب التنبيه لهما الاولى ينبغى التحرز عن مواقف التهم من جاهر باخذ الفضل منه ربا لنية الصحيحة المذكورة انما ياخذ حلالا ولكن يتهمه العوام باكل الربا فينبغى التحرز عنه لذوى الهيئات في الدين والثانية ان من الصور المباحة ما يكون جرما في القانون ففى اتمامه تعريف النفس للاذى والاذلال وهو لا يجوز فيجب التحرز عن مثله وما عدا ذلك مباح سألح لاحقر فيه نعم من اخذ منهم الفضل ونوى اخذ الربا فهو الذى قصد المعصية وانما الاعمال بالنيات ولكل امرئ ما نوى كما نضوا عليه في من تعد النظر من بعيد الى ثوب موضوع في الطاق ظنانه انها امرأة اجنبية حيث ياثم بما قصد وان كان النظر الى الثوب مباحا فى نفسه وهو سبحانه ونقل ^{اعلم}

مسئلة :- از کھنؤ بازار جھاڈلال مکان ۳۴ مسؤلہ سید عزیز الرحمن الررمضان ۳۹ھ

ما تو کہ رحیم اللہ ربا کی حرمت نصوص صریحہ سے ثابت ہے مگر قرآن مجید میں ربا کی کوئی تفسیر نہیں کی گئی، ایام جاہلیت میں جو ربا عام طور پر شائع تھا وہ یہ تھا کہ لوگ ایک دوسرے سے میعاد مبینہ پر قرض لیتے تھے اور میعاد گزر جانے پر دیون راس المال پر اضافہ گوارا کرتا یا پہلے ہی سے دونوں میں معاہدہ ہو جاتا تھا اس راس المال پر اس افزائش کو اضافہ کر کے پھر اس پر سود لگایا جاتا تھا جیسا کہ اس زمانے میں ہاجنی کا طریقہ ہے اس صورت کے حرام ہونے میں کوئی شبہہ نہیں مگر اب اس زمانے میں معاملات کی نئی صورتیں پیدا ہو گئی ہیں جیسے بینک یا لائف انشورنس کمپنی یا ریلوے اور طوں کے حصے وغیرہ جو تاجرانہ کاروبار کرتے ہیں ان میں جو قرض روپیہ جمع کرتا ہے وہ درحقیقت قرض نہیں دیتا اور جو نفع اس کو ملتا ہے وہ درحقیقت سود نہیں ہوتا بلکہ وہ اس تجارت میں ایک گونہ شرکت ہے اور جو سود مقرر ہوتا ہے اگرچہ وہ بلفظ سود ہو مگر درحقیقت سود نہیں ہے بلکہ وہ اس کاروبار کا نفع ہے جو منتع ہوتا ہے اور قرآن مجید میں کہیں منتع نفع کی حرمت وارد نہیں اور نہ اس کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے اس واسطے کہ جو شخص

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تجارتی حساب کھنچنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو اس کو بغیر اس کے چارہ نہیں ہے کہ وہ فیصدی تین یا پانچ روپیہ پہلے سے منتفع کر کے لیا کرے خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ وروں روپیہ کے شرکت سے تجارتی کاروبار کھولنے جلتے ہیں اور شرکار کی جانب سے ڈار کٹروں کی جماعت کا روبرو چلانے اور حساب کتاب رکھنے اور منافع منقص کرنے اور ذرو فنڈ محفوظ رکھنے کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں جو درحقیقت ان شرکار کی طرف سے وکیل ہوتے ہیں تو جو منافع بعد اس انداز کرنے ذرو فنڈ کے ان وکیلوں نے تجویز کیا ہو وہ سود نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے کاروبار میں روپیہ داخل کرنے کو قرض کہا جاتا ہے علاوہ اس کے ربائی عزمت کی جو علت آئی کہ یہ لاتظلمون ولا تظلمون میں بیان فرمائی گئی ہے وہ اس پر کسی طرح صادق نہیں آتی۔ ضرورت ہے کہ حاکم کرام اس پر غور فرما کر جواب تحریر فرمائیں تاکہ اس زمانہ میں مسلمان جس کشمکش میں مبتلا ہیں اس سے نجات پائیں۔

الجواب :- یہاں چارہ ہی صورتیں متصور ہیں، کام میں لگانے کے لئے یہ روپیہ دینے والا بضر شرکت دیتا ہے یا بطور ہبہ یا عاریت یا قرض۔ صورت ہبہ تو یہاں براہمتہ نہیں اور شرکت کا بطلان اظہر من الشمس۔ شرکت ایک عقد ہے جس کا مقتضی دونوں شرکیوں کا اصل و نفع دونوں میں اشتراک ہے ایک شریک کے لئے زمین تداو ز مقرر کرنا قاطع شرکت ہے کہ ممکن کہ اسی قدر نفع ہو تو کئی نفع کا یہی مالک ہو گیا اور شریک کو کچھ نہ ملا تو ربح میں شرکت کب ہوئی جو ہرہ نیرہ و تنویر الابصار میں ہے الشركة عبارة من عقد بين المشاركين في الاصل والربح تنویر و شرح بتقی ملائی و در مختار میں ہے شرطها ای شركة العقد عدم ما يقطعها كشرط در اهر مسماة من الربح لانها لانه قد لا يربح غير المسمى وحكمها الشركة في الربح اگر ایک سرمایہ سے تجارت ہوتی پھر اس میں سو حصہ دار اور شریک ہوں اور ہر ایک کے لئے دس دس روپے نفع کے لئے ٹھہرے اور اس سال ایک ہی ہزار کا نفع ہو تو یہ ہزار تنہا یہی سو حصہ دار لیں گے یہ شرکت نہیں لوٹ ہے۔ شرکت کا مقتضی یہ ہے کہ جیسے نفع میں سب شریک ہوتے ہیں نقصان ہو تو وہ بھی سب پر ہر ایک کے مال کے قدر پڑے و المختار میں ہے ثم يقول فما كان من ربح فهو بينهما على قدر رؤوس أموالها وما كان من وضیعة او تبعة فكذلك ولا خلاف ان اشتراط الوضیعة بخلاف قدر اس المال باطل و اشتراط الربح متفادتا صحیح فیما سید کر یہاں اگر نقصان ہو واجب بھی ان حصہ داروں کو اس سے غرض نہ ہوگی وہ اپنے ہزار روپے لے چھوڑیں گے یہ شرکت ہوئی یا قصب اصل مقتضا کہ شرکت عدل و مساوات ہے قال الله تعالى فهم شركاء في الثلث فرض کیجئے کہ اصل سرمایہ ان سو حصوں سے دو چند تھا اور اس سال ہزار روپے کے نفع ہوئے تو یہ نصف والے ایک ہزار لیں گے اور دو چند والوں کو صرف پانسو ملیں گے آدے کو دو دنا اور دوئے کو آدھا عدل ہو یا صریح ظلم۔ بالجملة اس عقد مخرمہ کو شرکت شرعیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اب نہ رہے مگر عاریت یا قرض۔ عاریت ہے جب بھی قرض ہے کہ روپیہ صرف کرنے کو دیا اور عاریت میں سے بیعہ قائم رہتی ہے و در مختار میں ہے عاریت الثمنین قرض مزبونة استهلاك عینھا بہر حال یہاں نہیں مگر صورت قرض اور اس پر نفع مقرر کیا گیا یہی سود ہے اور یہی جاہلیت میں تھا حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل قرض جسر منفعۃ فهو باقرض پر جو نفع حاصل کیا جائے وہ رہا ہے۔ قرآن کریم اس نفع منفع کی تحریم سے ساکت نہیں خود سائل نے علت تحریم ربا تلاوت کی لاتظلمون ولا تظلمون اور یہاں تظلمون و تظلمون دونوں ہیں، ان کے علاوہ صورتوں میں کہ ہزار ہی نفع کے ہوئے اور سب ان سو حصہ داروں نے لے لیا نفع کے ہزار روپے اور نصف والوں کو چار چاند یہ منظوم ہوئے اور وہ ظالم اور اگر یہ منظوم اور اگر پانچ ہزار نفع کے ہوئے تو ان نصف والوں کو پانچواں حصہ ملا اور ان دو چاند ہی والوں کو چار چاند یہ منظوم ہوئے اور وہ ظالم اور اگر یہ منظوم

سرمایہ سے نئے تو ظلم شدہ اور دونے اور آدھے کو چار۔ اب ایک صورت اگر یہ خیال کجاہ کے کا اصل سرمایہ ان حصوں سے جدا نہ ہوا نہیں حصوں سے تجارت شروع ہوئی مثلا سو اتنا حصے سے سو سو روپے ملا کرویں ہزار سے تجارت کی اور ہر شریک کے لئے دس دس روپے نفع منفع قرار پایا۔ یہ صورت ظاہر کر دے گی کہ وہ قرارداد ظلم و جبریت تھا یا محض جہل و حماقت۔ فرض کیجئے ایک سال پانچ ہی سو نفع کے ہوئے تو پھر سو پور دس دس کر کے کیسے بیٹیں کیا پانسو کہیں سے غضب کے کے ملانے جائیں گے یا پچاس ہی کو دس کر پچاس کو دس چھوڑ دیئے جائیں گے اور وہ کونسے پچاس ہوں گے جن کو دیں گے اور وہ کون سے پچاس ہوں گے جن کو مرد کمپس گے۔ فرض کیجئے دو ہزار نفع کے ہوئے تو دس دس بانٹ کر ہزار کہیں گے یہ کسی راہ چلنے کو دئے جائیں گے یا اسی تجارت میں لگا دیئے جائیں گے اگر اسی میں لگائیں تو سب کی طرف سے یا بعض کی ثانی میں وہ بعض کون ہوں گے اور ان کو کیوں زیادہ ملا اور اول پر سب کو بیس بیس ملے اور پھر تھے دس دس خلاف قرارداد عقد کیونکر ہوا۔ لاجرم عقل ہو تو یہی بانٹا پڑے گا کہ جس سال ہزار نفع کے ہوں گے سب دس دس پائیں اور پانسو تو سب پانچ پانچ اور دو ہزار تو سب بیس بیس اور کچھ نہ ہو تو کوئی کچھ نہیں اور نقصان ہو تو سب پر حصہ سدی ہی عدل ہے اور یہ مفتفانے شرکت اور یہی شرکت شریکوں اور وہ نفع منفع رہا بالینیب پھر ایسا محض جہل و حماقت تھا۔ بالجمہ شرح مہر سے آگے بند کرنا شری لانا ہے خیر ہمہ تن خیر وہی ہے جو شرع مصطلعہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مسئلہ :- از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خان صاحب ، ۲۰ ر شوال ۱۳۱۰ھ

کیا زلمتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک شخص کو سرکاری بینک گھر سے اس کے روپوں کا سود آتا ہے آیا یہ شخص سرکار سے سود لے لے اور آپ نہ کھا دے اور محتاج اور غریبوں کو تقسیم کر دیا کرے یا کسی مجلس تنگ دست کے گھر جس کو پانی کی قلت ہو کو آں لگوادے یا وہ شخص از روئے شرع شریف سود خواروں اور گناہگاروں میں شمار تو نہ ہوگا اور ان مفلسوں اور محتاج گھروالوں کے واسطے نقد وغیرہ اس سود سے لینی اور اس کو کوئیں کا پانی پینا درست ہے یا نہیں، بجا الکتب معتبرہ بیان فرمادیں۔

الجواب :- سود لینا مطلقاً حرام ہے قال اللہ تعالیٰ و حرّم الربو وقال تعالیٰ و ذر و ما بقی من الربو من دون فضل تو یہ شخص جس نے سود کی نیت سے لیا اپنی نیت فاسدہ پر گنہگار ہوا ہاں جبکہ وہ روپیہ برضا مندی گورنمنٹ حاصل کیا اور گورنمنٹ کی طرف سے اسے یا اس سے لینے والوں کو کسی ضرر پہنچنے کا اندیشہ نہیں تو فقرا و غریبار اسے نہ یہ سمجھ کر کہ سود کا روپیہ ہے بلکہ یہ جان کر کہ از خزانہ برضائے حاکم وقت حاصل ہوا ہے لے سکتے ہیں ان کے لئے طیب و حلال ہے یہ اس سے بنوایا ہوا کو اس کا فضلناہ فی فتاوانا المسألة مسألة الظفر المنصوص علیہ من الدر وغیرہ من الاسفار الغری۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ ^{وعلہ} مجدہ اتم حکمہ احکم۔

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے ڈاکا نہ میں روپیہ جمع کیا مگر میرا ارادہ سود لینے کا نہ تھا بلکہ میں نے منع کیا کہ سودی نہ جمع کرنا بعد کو جب ورمہ ہو گیا تو میں روپیہ لینے کے واسطے ڈاکا نہ گیا تو اس نے منع سود روپیہ مجھ کو واپس دیا میں انکار کیا کہ میں سود نہ لوں گا اس نے کہا کہ ہم بھی واپس نہیں کر سکتے سود تم کسی محتاج کو دیدینا اس میں عالموں کی کیا رائے ہو اور شرع کا کیا حکم ہے یا وہ روپیہ محتاج کو دینا ثواب ہے یا نہیں کیونکہ سرکار اس روپیہ کو واپس نہیں لیتی ہے اور ہمارے بھی کسی کام کا نہیں اس حالت میں محتاج کو دین یا کیا کریں۔ ہینوا تو جروا۔

الجواب :- جبکہ اس نے نہ سود لینا چاہا نہ اصلاً اس کا قرارداد کیا بلکہ صراحتہ منع کر دیا نہ اب اسے سود لینا مقصود تو فقر کو پہنچانے

کی نیت سے وہ روپیہ جو گورنمنٹ سے بلا مذر و عہد شکنی بلکہ خوشی ملتا ہے لینا اور لیکر مساکین مستحقین کو پہنچا دینا ضرور موجب ثواب ہے لان فیہ الاصل
بالمساکین وایصال الخواص الی المستحقین واللہ یحب المحسنین وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوى وقد قال
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من استطاع منکم ان ینفع اخاه المسلم فلینفعه رواہ مسلم من جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔۔ از میرٹخ غرسلہ ابو الحسن صاحب ۶ شعبان ۱۳۲۲ھ
کیا فزاتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سیونگ بینک یعنی ڈاکخانہ جات سرکاری میں روپیہ جمع کرنا اور اس کا سود
۴ فیصدی جو حسب قاعدہ سرکاری جمع کنندہ کو ملتا ہے لینا جائز ہے یا نہیں۔ بیوا تو جروا۔

الجواب۔۔ سو مطلقاً حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وحرما لربوبہاں اگر کوئی اپنا مطالبہ واجبہ یا مباحہ جائزہ زید پر آتا ہو اور ویسے
دلے تو صرف بقدر مطالبہ جس طریقہ کے نام سے مل سکے لے سکتا ہے کہ اس صورت میں یہ اپنا حق لیتا ہے نہ کہ کوئی چیز ناجائز۔ دینے والے کا
اسے ناجائز نام سے تعبیر کرنا یا سمجھنا اسے مضر نہ ہوگا جبکہ اس کی نیت صحیح اور حق جائز و واجبہ ہے واللہ تعالیٰ یعلم السر و الخفی اس امر
میں مسلم و غیر مسلم سب کا حکم یکساں ہے بشرطیکہ فدر نہ کرے فتنہ نہ ہو قال اللہ تعالیٰ والفتنة اکبر من القتل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔ رسد شیخ علاء الدین صاحب از میرٹخ بازار لال کرتی، ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ

کیا فزاتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کچھ روپیہ بینک میں جمع کیا اس کے بعد اس کے ورثہ سے عرو نے اسے ناجائز جان کر بینک کو نوٹس
دیہا کہ میرا کل روپیہ دید و بینک والوں نے اپنے ضابطہ کے موافق ایک سال میں دینے کا وعدہ کیا مگر وکورو روپیہ کی ضرورت ہوئی بینک سے منگایا بینک والوں
نے اسے قرض قرار دے کر دیا کہ عرو کو عرو کا روپیہ وہ ابھی نہ دیتے اب بعد تھائی سال بینک والے اپنے اس قرض کا سود عرو سے لیں گے اور عرو کے روپیہ کا
ابتداء سے سود اسے دیں گے وہ مقدار اس سے بہت زائد ہوگی جو وہ عرو سے لیں گے تو بعد نہمانی عرو ہی کو زائد ملیگا لیکن عرو مقصد مصمم کر چکا ہے کہ نہ تو بینک
اس صورت میں اسے کہنا جائز ہوگا یا نہیں کہ ہم نہ سود لیں گے نہ دیں تم اپنے یہاں اپنا حساب کر لو۔ بیوا تو جروا۔

الجواب۔۔ اللہم لک الحمد شرع مطہر میں سود لینا مطلقاً اور بے ضرورت و مجبوری شرعی دینا بھی دونوں حرام ہیں مگر مال مباح جب بلا
مذرو بے ارتحاب جرائم برضا مندی ملتا ہو تو اسے نہ یہ نیت سود بلکہ اسی نیت مباح سے لینے میں حرج نہیں قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوى وقد حققنا المسئلة بما لا مزید علیہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی فتاوانا
دینے والے کا اسے اپنے زعم میں سود سمجھنا اسے مضر نہ ہوگا جبکہ وہ نہ واقع میں سو نہ لینے والے کو سود مقصود الاتری الی قولہ صلی اللہ علیہ
وسلم لکل امرئ ما نوى فقد جعل کل او نية وقال تعالیٰ لا یضرکم من ضل اذا هتدیتمو قال تعالیٰ قل کل یعمل علی
مشاکلتہ مگر یہ اس صورت میں بے وقت ہے کہ بینک میں کوئی مسلمان شریک نہ ہو اور اگر مسلمان بھی حصہ دار ہوں تو ضرور ہے کہ یہ روپیہ جس
قدر اسے زیادہ ملیگا اتنا یا اس سے زائد اس کا ان پر آتا ہو اس آئے ہونے میں اس زیادت کو محسوب کر لے مثلاً اسی بینک سے پہلے بھی متعدد بار
اس نے قرض لیا تھا جس کا سود سب بار کا پانسو روپے بینک کو پہنچ چکے ہیں اور اب اسے جو کچھ وہ بنام سود دیں گے وہ اسی قدر یا اس سے
کم ہے تو اسے لینا جائز ہے اور نیت اس آتے ہوئے کے واپس کی کرنے جو قانوناً اس صورت کے سوا بلارضا مندی کے دوسری طرح واپس نہ لے

سکتا تھا اور اگر وہاں مسلمان شریک ہیں اور اس کا پہلے سے کچھ نہیں آتا یا اس رقم سے جو اسے ملے گی کم آتا ہے اور وہ خواہی نخواستہ اسے یہ زیادت
دیں گے تو اسے اور مسلمانوں کی جانب سے لے جانے سے ان لوگوں نے خود لیا تھا لانہم مامورون بشرعاً برد ما اخذوا منهم الیہم وہم
لا یبدون والمسلمون لا یقدرون علی ان یستردوا فیکون هذا عوناً للاخوانہ پھر جس قدر پنا آتا تھا خود لے سکتا تھا باقی
واجب ہے کہ فقرا پر تصدق کر دے لانہ سبیل کل مال صالح لا یعلم مستحقہ کما فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- ملک بنگالہ ضلع نصیر آباد مدرسہ مولوی تیز الدین صاحب ۸ ر ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اول سود کھاتا تھا اب اس نے توبہ کر لی کہ اب میں سود نہیں
لوں گا اور نہ سود لیا پہلا جو مال اس کے پاس سودی ہے اس کا خرچ کرنا اپنے حوائج میں جائز ہے یا نہیں اور اس کے وراثوں کو وہ مال حلال ہی یا حرام۔
الجواب :- سود میں جو مال ملتا ہے وہ سود خوار کے قبضہ میں آکر اگرچہ اس کی ملک ہو جاتا ہے لان هذا هو حکم العقود الفاسدۃ
وذہل الفاضل الشامی فی العقود الدریۃ گر وہ ملک خبیث ہوتی ہے اس پر فرض ہوتا ہے کہ ناپاک مال جن جن سے لیا ہے انہیں واپس دے
وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے وہ بھی نہ لیں تو تصدق کر دے۔ بہر حال اپنے حوائج میں اسے خرچ کرنا حرام ہوتا ہے اگر اپنے خرچ میں لائے گا
تو وہ اب بھی سود کھاتا ہے اور اس کی توبہ جھوٹی ہے لانہ لم یسدم علی الماضی ولا ترک فی الاتی ولم یصح الباقی فلم یوجد شیئ
من ارکان التوبۃ وارث کو اگر معلوم ہو کہ اس کے مورث نے فلاں فلاں شخص سے اتنا اتنا مال حرام لیا تھا تو انہیں پہنچا دے اور اگر سب
معلوم ہو کہ بعینہ یہ روپیہ جو اس صندوق یا اس تھیلی میں ہے خالص مال حرام ہے تو اسے فقرا پر تصدق کرے اور اگر سب مخلوط ہے اور جن
سے لیا وہ بھی معلوم نہیں تو وارث کے لئے جائز ہے اور بچہ افضل ہے درختار میں ہے الحرمة تنقل مع العثم بہا الاتی حق الوارث
وقید ہا فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال رد المآثر میں ہے الحاصل انہ ان علم ارباب الاموال وجب ردہ
علیہم والان علم عین الحرام لا یجمل لہ ویصدق بنبیۃ صاحبہ وان کان مالہ مختلطاً مجتمعا من الحرام
ولا یعلم اربابہ ولا شیئاً آمنہ بعینہ حل لہ حکماً والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ نیز درختار میں ہے ولا یبطل حق الفسح
(ای فی البیع الفاسد) بموت احدہما (ای احد العاقدین) فیختلفہ الوارث بہ ینتی ۱۱۱ اقول فان اذ ان انتقال الملك
فی الملك الخبیث لا یزیل الخبیث و یجب علی الوارث فسحہ فان لم یفعل اجبر القاضی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- ملک بنگالہ ضلع نصیر آباد مدرسہ مولوی تیز الدین صاحب ۸ ر ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سود خوار کے ساتھ میل جول کرنا اور شادی اور نیچا پت میں بلانا جائز ہے
یا نہیں جو الہ کتب و بادل لیل جو اب عنایت فرمائیں۔ بینوا تو جو روا۔

الجواب :- سود خوار کہ ملائیمہ سود کھائے اور توبہ نہ کرے باز نہ آئے اس کے ساتھ میل جول نہ چاہئے اسے شادی وغیرہ میں نہ بلانے
جائے قال اللہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ - از ریاست کشن گڈہ متصل اجیر شریف ہمارا مدرسہ سکول تھرا ما سٹر مسولہ سید امانت علی صاحب ، ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۸۵ شادی و زندگی کا بھیر کرنا یا کروانا جائز ہے یا ناجائز۔ آپ کے شاگرد و ماہر پوری مولوی صاحب نے جو کہ اجیر شریف میں عرصہ سے قیام پذیر ہیں دریافت کرنے پر یہ جواب دیا کہ میرے خیال سے تو یہ حرام نہیں ہے انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میرے مولینا مولوی احمد رضا خان صاحب سے دریافت کر لینا چاہئے میں امید کرتا ہوں کہ آپ باقاعدہ اہل اسلام بصورت فتویٰ ارسال فرما کر ممتون و مشکور فرمائیں گے۔ اس بیمہ کا قانون بھی گورنر جنرل کی کونسل سے ۱۳۸۵ میں پاس ہو گیا مگر ہنوز اس پر کوئی اعتراض نہ ہوا۔ پراسپیکٹس اردو سالانہ رپورٹ بزبان انگریزی جناب کے ملاحظہ کے لئے روانہ کرتا ہوں۔

الجواب - یہ زنا تھا ہے اس میں ایک حد تک روپیہ ضائع بھی جاتا ہے اور وہ منافع مہوم جس کی امید پر دین اگر طے بھی تو کمپنی پر تو تون نہیں کہ گره سے ہزار ڈیڑھ ہزار دے بلکہ وہ وہی روپیہ ہوگا جو اوروں کا ضائع گیا اور ان میں مسلمان بھی ہوں گے تو کوئی وجہ اس کی حلت کی نہیں قال اللہ تعالیٰ لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ - کابلی علاوہ مسلمانوں کے غیر قوم سے جو سود لیتے ہیں ان کے یہاں کھانا پینا ان کے پیچھے نماز پڑھنا یا رسم رکھنا کیسا ہے۔

الجواب - یہ سئلہ ایسا نہیں کہ ایسی شدت کا برتاؤ ان سے برتا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ - از سید ایوب علی صاحب محلہ بہار پور کا سگرہ۔ بریلی

زید نے کچھ روپیہ بکر کو دس سال کی مدت پر سودی قرض دیا اور اس کا کاغذ رجسٹری ہو گیا۔ جب اہل محلہ کو اس کی خبر ہوئی اور تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ دو ایک مکان بھی زید کے پاس لوگوں کے ذمہ ہیں اور ان سے کرایہ وصول کرتا ہے اس پر اہل محلہ نے زید سے پوچھا جا کر اقرار دینے کیا اور کہا کہ میرا ارادہ سود لینے کا نہیں کاغذ میں یہ شرط سود کی بقوادہ تعزیرات ہند لکھا دی ہے پھر کہا اس کی مدت تو دس سال ہے جب وہ وقت آئے گا میں زید کو سود نہ لوں گا اور مکانوں کی نسبت کہا کہ اس کا روپیہ میں اپنی بیٹی کو دے دیتا ہوں اور بیٹی نے کہا کہ میں کرایہ مکان میں دیتی ہوں اپنے پاس نہیں رکھتی اور یہ اقبال تمام واقعات کا جب کیا جب دیکھا کہ اہل محلہ چھوڑنے پر آمادہ ہیں بلکہ بعض نے چھوڑ بھی دیا ایسی صورت میں زید کے یہاں کھانے پینے سے احتراز کیا جائے یا نہیں۔ بیوا تو جروا۔

الجواب - صورت مذکورہ میں زید ضرور سود خواہ ہے اس سے احتراز کیا جائے اس سے میل جول ترک کیا جائے اس کے بہانے چھوٹے ہیں کرایہ کہ وہ لیتا ہے یقیناً سود ہے اس نے سود لیا ہے خود کھلے یا بیٹی کو دے۔ قانون کی کوئی دفعہ ایسی نہیں ہے جو قرض میں سود لکھنا ضرور ہو یہ سود خواہ کذابوں کا جھوٹا ہڈ ہے اور یہ کہنا کہ لکھا گیا ہے پس گے نہیں ایسا ہے کہ کوئی یہ کہے غیظاً موئہ میں لیا ہے بھگیں گے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ - از ناہرہ مطرہ ضلع ایٹہ مدرسہ حضرت سید برکات حسن صاحب۔ ۲۴ رجب ۱۳۸۵

ایک شخص چھ سو روپے قرض لیتا ہے اور چار ہزار روپیہ دینے والے کو دیتا اور اس کا حق الحزمت یا حق التحصیل مثلا سو یا پچاس روپے مقرر کرتا ہے لفظ سود سے دونوں بچنا چاہتے ہیں یہ عقد رہن ہے قرض تو ہے نہیں قرض میں عوض نہیں ہوتا ہے الحاصل رہن صحیح ہو جائے اس کی ٹیکل فرما دیکئے اور روپیہ لینے والا دینے والے کو جو کچھ دینا چاہتا ہے اس کو دیتا اور اس کو لینا جائز ہو جائے۔ بیوا تو جروا۔

جواب ۱۔ یہ رہن نہیں ہو سکتا گاؤں سے ارتفاع بطریق اجارہ ہوتا ہے کہ زمین مزرا میں کے پاس اجارے میں ہے اور اجارہ ذہن و وعقد تسانی میں باہم جمع نہیں ہو سکتے مزرا میں کے اجارے میں ہونا زمین پر ان کا قبضہ چاہے گا لاستحالة الانتفاع بدون القبض اور مزاجوں ہونا زمین کا قبضہ چاہے گا لقولہ تعالیٰ فرہن مقبوضۃ اور مختلف قبضے شے واحد پر وقت و اولاد میں محال ہیں ہاں زید مستقرض عمرو مقرض سے روپیہ قرض لے لے اور عمر کو اپنے گاؤں پر بطور کارندگی نوکر رکھ لے معمولی تنخواہ اگر چہ پانچ روپے ہوتی ہو اس کی دس میں پچاس چالیس جس قدر ماہواری مناسب جانے اور باہم تراضی ہو مقرر کر دے مگر اتنا لحاظ کرے کہ تنخواہ تو قرض کو محیط نہ ہو جائے کیلایخرج من اجارات الناس من قدرات لینا بہت اکابر کے نزدیک حلال ہو گا باقی تو قرض کو مالک کو دیا کرے جب دین ادا ہو جائے زید عمر کو موقوف کرے فی الہندیۃ حسن الہنزیۃ استیجار المقرض علی حفظ عین متقوم قیمتہ ازید من الاجارۃ کالسکین والمشط والمعلقة کل شہر یکذا اختلف فیہ الامۃ المتأخرون فقیل يجوز بلا کراہۃ منہم الامام محمد بن سلمۃ والامام صاحب الکامل مولانا حسام الدین علیا بادی و جلال الدین ابو الفتح محمد بن علی وصاحب الہدایۃ وقد وقع علی الجواز اجلۃ الامۃ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۔ ۹ ربیع الآخر قمرین سنہ

زید عمر سے ڈیڑھ سو روپیہ سودی لینا چاہتا ہے قرض اور عمر کو یہ منظور ہے کہ اسے کچھ نفع جائز شرعی طور پر مل جاوے اور خود نہو اس صورت میں کیا کیا جائے۔

جواب ۱۔ علماء کرام نے ایس کی متعدد صورتیں تحریر فرمائی ہیں ان کا جملہ بہت آسان طریقہ یہ ہے کہ زید جو قرض لینا چاہتا ہے عمرو کے ہاتھ کوئی مال مثلاً برتن یا کپڑا ڈیڑھ سو روپے کو بیچے عمر خرید لے اور ڈیڑھ سو روپیہ زرخن کے زید کو دیدے بندہ اسی جملہ خواہ دوسرے جملہ میں عمرو ہی مال زید کے ہاتھ دو سو روپیہ کو مثلاً بوندہ ایک سال بیچے زید خرید لے اور اب اس زرخن کے عوض چاہے تو عمرو کے پاس رہن بھی رکھ دے اس صورت میں زید کی چیز زید کے پاس آگئی اور اسے ڈیڑھ سو روپیہ مل گئے اور اس پر عمرو کے دو سو روپے واجب ہو گئے عمرو اس رہن سے کچھ انتفاع نہ کرے ورنہ سود ہو جائے گا فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے رجل لہ علی رجل عشرۃ دراهم فاراد ان یجعلھا ثلثہ عشرالی اجل قالوا یشتری من المدیون شیئاً بتلف العشرۃ ویقبض المبیع من المدیون بثلاثۃ عشرالی سنۃ فیقع التحرز عن الحرام ومثل هذا مروی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان امرئاً لک الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ ایک شخص سو روپے قرض لیا چاہتا ہے دوسرا شخص دیا چاہتا ہے، روپے کے دینے والے کو سو دینے سے انکار ہے اور روپیہ کے لینے والے کو سو دینے سے انکار ہے کس طریقہ پر دستاویز تحریر کرائی جائے اور بندہ سے لینا ہمیں چاہتے مگر روپیہ دینے والا بلا کسی نفع کے لینا منظور نہیں ہے۔

جواب ۱۔ اس کی بہت سی صورتیں ہیں ایک سہل صورت یہ ہے کہ دینے والا قرض نہ دے بلکہ اس کے ہاتھ نوٹ بیچے مثلاً سو روپے لینا چاہتا ہے اور سال بھر کا وعدہ ہے اور دینے والا نفع لینا چاہتا ہے تو سو روپے کا نوٹ اس کے ہاتھ ایک سال کے وعدہ پر مثلاً ایک سو روپے کو بیچے پھر اگر وہ سال کے اندر مثلاً چھ مہینے میں روپیہ دیدے تو صرف ایک سو روپے لے اس سے زیادہ لینا حرام ہے یوں اور کوئی

چیز جو بازار کے عام بھاؤ سے سو روپے کی ہو ایک سو بارہ کو بیچے اس کا بھی یہی حکم ہے درنہما میں ہے قرضی المدیون المسلمین
الموجل قبل الحلول لایاخذ من المراجعة التي جرت بينهما الا بقدر ما مضى من الايام ووسرے یہ کہ بھلا
اسے قرض دے اور قرض لینے والا دینے والے کے پاس اپنی کوئی چیز مثلاً چاقویا تھالی امانت رکھے اور دینے والے سے کہے میری اس چیز کی
حفاظت کریں اس کی حفاظت پر ایک روپیہ یا ۲۷ یا ۲۸ روپے یا ہوا جو ٹھہر جائے دو ہنگامگر جو شے اس کے پاس رکھے اس کی قیمت
اس اجرت سے زیادہ ہو روپے ہیبتہ پر رکھے تو روپے سے زیادہ قیمت کی چیز ہو ملگی یہ میں ہے استیجار المقرض علی حفظ عین مستقیم
قیمتہ ازید من الاجرة کالسکین والمشط والمعلقة کل شهر بکذا اختلف فیہ الائمة المتأخرون فقیل یجوز
بلاکراهة منهم الا امام محمد بن سلمة والامام صاحب الکامل مولینا حسام الدین علیا بادی و جلال الدین
ابوالفتح محمد بن علی وصاحب الهدایة وقد وقع علی الجواز لجة الائمة اور اس کے سوا اور صورتیں ہیں کہ ہم نے کفل
الفتیہ میں ذکر کیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسئلہ محمد حسین خاں بریلی شہر کہنہ ، ۳۰ سوال المکرم

جناب مولوی صاحب قبلہ و کعبہ دارین مدظلہ اللہ آداب۔ بصد نیاز گزارش ہے کہ مجھے ایک شخص قرضہ چاہتا ہے اور بالعوض
اس کے اپنا مکان وہ شخص رہن کرنا چاہتا ہے مجھ کو روپیہ دینے میں اور دوسرے کی حاجت نکلنے میں کچھ عذر اور انکار نہیں ہے کیونکہ روپیہ اللہ
نے جبکہ دیا ہے تو دوسرے کی حاجت براری ہو جائے پرا یہ ہے کہ اللہ بھی خوش ہوگا مگر اس قدر ہے کہ سو دیکھنا نہیں چاہتا ہوں اب اس
گزارش ہے وہ جائداد بالعوض روپیہ کے دخلی رہن کر دیں یا کس طرح سے روپیہ دوں کہ سو دوسرے بچوں کیونکہ میں اہل اسلام ہوں۔ چنانچہ جواب
الجواب :- دخلی رہن بھی سو اور سرمایہ ہے بلکہ سبیل یہ ہے کہ آپ محض بلا سو و بلا رہن روپیہ قرض دیکھئے پھر اس سے اپنا کوئی برتن
خلا وہ دیوں آپ کو دے کہ اس کی حفاظت کرو حفاظت کا اتنا ماہوار مثلاً ایک روپیہ یا دس روپے تمہیں دی جائے گی یوں اس حفاظت کی
اجرت کا روپیہ لینا حلال ہوگا اور اگر مکان ہی چاہئے تو وہ کوئی برتن وغیرہ مثلاً دس روپے مہینے اجرت پر آپ کو حفاظت کے لئے دے اور
آپ اس کا مکان مثلاً اس روپے یا کم و بیش کو جتنا کہ قرار پائے اسی سے کرایہ پر لیجئے حفاظت کی اجرت ماہوار اس پر واجب ہوگی اور مکان کا
کرایہ آپ پر پھر اگر دونوں اجرتیں برابر ہیں تو باہم آپ دونوں کا معاملہ برابر ہو گیا نہ آپ اسے روپیہ دے نہ وہ آپ کو۔ آپ اسکی چیز کی حفاظت
کریں اور اس کرایہ کے مکان میں رہیں اور اگر برابر نہیں تو جس پر زیادہ ہے وہ قدر زائد ادا کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ ارشبان ۵۳

چہ میفرماید علمائے دین دریں مسئلہ کہ حکام ریاست بھادپور بکے مخلصی مسلمانان از قرض ہندوان در ہر موضع وہ بنگ تجویر کردہ
باین طور کہ چنت معتبران موضع را بمرآن بنگ نموده میگویند کہ انہر کس حسب حیثیت روپیہ داخل بنگ کنایندہ نزد خود جمع سازید و اذان روز
خاصتہ داخل کنندہ را بدیگرے را بوقت حاجت دے قرض میعادوی بیودیسیر وادہ باشد و عندلیعاد آں روپیہ مع سود از دوسول نموده باطل
دیگرے را کہیں اخیرانی دہیدتا از سود دادہ شما آن جائداد شما ترقی پذیرد و برآمدگی حاجات مسلمانان از مال خویش بسہولت گردد و ضرورت

استقرض از ہندوان نامہ پس در شرع شریف روپیہ دادن یا گرفتن ازین بنگ چه حکم دارد۔ چونکہ درین امر عامہ مسلمانان از حکام مامورند و مجبور۔ از ان اگر حیلہ جواز فعل ایشان ایما فرمودہ شود امید کہ قرین ماجوریت عند اللہ و مشکوریت من خلق اللہ خواہد شد۔

الجواب۔۔ ربا گرفتن حرام قلعی بالا جماع و کبیرہ شدیدہ است و ربا دادن محتاج بحاجت شرعیہ میمحرارخصت کردہ اند فی الدر المختار بیحوز للمحتاج الاستقراض بالربا حاصل این بنگ آنست کہ حرمتی کہ ہندوان می خوردند بیاید تا مسلمانان خوردند و لا حول ولا قوۃ الا باللہ کارکنان این بنگ اگر در دین واردند صورتی ہنیا است کہ بہ مقصد رسد و از حرام وارد ہند ہر کہ مثلا صدر روپیہ دام خواهد زدند ہند کا قدر کہ نوٹ نامند بہ ہندوان ہم دام ندہند کہ بردام ہر چہ سودے گیرد ربا باشد و حرام فی الحدیث عن علی کس مر اللہ تعالیٰ وجہہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل قرض جرم منفعۃ فهو ربا بلکہ نوٹ صدر روپیہ ہر بنگی کہ با ہم تراخی شود بیعاد و اجل مسمی بدست او فرزند شلایک صدودہ روپیہ بوعده یک سال این ربح ربح بیع باشد و ربح بیع حلال است و ربح قرض حرام قال اللہ تعالیٰ قالوا انما البیع مثل الربوا و احل اللہ البیع و حرم الربوا این مسئلہ در کتاب خود کفیل الفقیہ الفہام ہر چہ تمام تر رنگ تفصیل دادہ ایم باین وجہ ہم ربح حلال بدست آید ہم آن مستقرض براد خود برد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔ مرسلہ احمد قانصاحب وکیل در بار بار و از متبعینہ زید نسی اودے پور میوات ۳ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا زباتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درین باب کہ گورنمنٹ جو قرضہ کا منافع دے رہی ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں۔ بنیوا تو جروا۔
الجواب۔۔ سود کی نیت سے لینا جائز نہیں لا طلاق قوله عزوجل وجرم الربو اور اگر کسی گورنمنٹ پر اس کی رعیت خواہ اور شخص کا شرفا کچھ آتا ہے اس میں وصول سمعنا بلا شبہ روا لانه ظفر بجنس حقہ کما فی رد المختار وغیرہ یوہیں اگر بیت المال میں حقدار ہو تو اس میں لے سکتا ہے کافی رد المختار عن السيد السمهودی وغیرہ اور اگر کچھ نہ ہو اور اسے سود نہ سمجھے بلکہ یہ تصور کرے کہ ایک جائز مال برصائے مالک بلا مذربہ ہمدی ملتا ہے تو وہ بھی روا ہے کا حقیقناہ فی فتاوانا واللہ تعالیٰ اعلم اصل حکم یہ ہے مگر اہل تقویٰ خصوصاً متقدکوان دو صورتوں خصوصاً اخیرہ سے احتراز چاہئے کہ ناواقف اسے متہم نہ کریں حدیث میں ہے اتقوا مواضع التہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔ از بزرگی محلہ چک مرسلہ محمد رضا قادری متصل چوکی چنگلی، رجب ۳۵ھ

کیا زباتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مراؤ کو کچھ روپیہ واسطے بونے چنا کے لئے دیا اور بروقت دینے روپیہ یہ اس مراؤ سے ٹھہر لیا کہ چنا فصل کاٹنے پر فی روپیہ تین سیر چنا زائد ہزار کے نرخ سے تم سے لے جائیں گے فصل کاٹنے پر مراؤ نے بجائے چنے کے چنا روپیہ زائد ہوا بالعوض چنے کے دیا۔ اب ایسی صورت میں اس روپیہ کا کیا کیا جائے اور روپیہ دینے والے کو اول اس کا علم نہ تھا لہذا اب معلوم ہونے پر اس زائد روپیہ کو ملحدہ رکھ لیا گیا ہے جو حکم ہوا اس کی تعمیل بسر و چشم کی جائے کیونکہ ایمان ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ نہیں۔ بنیوا تو جروا۔
الجواب۔۔ ایسا عقد شرعاً ضرور ناجائز ہے مگر اگر وہ مراؤ کا فر ہے جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو یہ روپیہ کہ بغیر فدراسے ملا سے واپس دینا ضرور

نہیں البتہ اور بہتر یہ ہے کہ فقیر مسلمان پر تصدق کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔ از لکھنؤ مدرسہ وقتانہ مرسلہ مولوی سید مظفر صاحب مدرس مدرسہ مذکور، ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۶ھ

زید نے عمر کو چھ سات ہزار روپیہ قرض دیا اور قرض دینے کے وقت زید کا ارادہ اشارۃً یا کنایتہً صراحتہً سو دینے کا نہ تھا اور وعدہ عمر و سہ ماہی
 روپیہ کا دو ماہ کا ایک تھا بعد میں رقعہ تحریر کیا گیا تو اس میں سو سو روپیہ سے زید نے لکھوایا کہ قانون مردہ گورنمنٹی کے رقعہ مذکورہ ناجائز نہ ہو اور ضرورت
 کے وقت بیکار نہ ہو عدو نے دو ماہ کی جگہ پندرہ ماہ میں نصف روپیہ تو بشکل تمام زید کو ادا کیا اور نصف نہیں حتی کہ قریب سال کے ہو گئے پھر
 میعاد رقعہ تین سال ہوتی ہے اس لئے زید کو عمر کی ناش کرنی پڑی تو اس ناش کرنے میں زید کا روپیہ بہت سا خرچ ہوا اور زید کی ڈگری پر
 مع سو روپیہ کچری مجاز سے ہو گئی اور عدو نے اصل روپیہ مع سو داخل کچری بھی کر دیا تو اب عند الشریعہ زید کو اپنا روپیہ مع سو لینا جائز ہے یا نہ لے کر
 سو روپیہ کے تو بقدر اپنے خرچ ناش کے لینا جائز ہو گا یا نہ اور روپیہ کچری سے کل زید کو بلا سو واپس بھی نہیں مل سکتا تو ایسی مجبوری میں زید کو
 اپنا روپیہ مع سو لینا جائز ہو گا اور اگر کچری سے روپیہ اس کو مع سو ملتا تو کیا طریقہ احتراز کا ہو گا اور بقدر اپنے خرچ کچری کے نکال کر باقی کو عدو کو
 یا اصل مالک کو واپس۔ مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی لکھنوی میں عدم جواز کا فتویٰ لکھا ہوا ہے کہ مدعی مسبب ہے نہ مباشر اور ضمان مباشر ہوتا ہے سبب
 پر جبکہ واقعہ فقہ پر مخفی نہیں جو اب مع حوالہ کتب و دلائل کے تحریر ہو۔

جواب دیوبندی

الجواب۔ اس صورت میں زید کو اپنا اصل روپیہ رکھ کر باقی جو سو کے نام سے وصول ہوا ہے مرد کو واپس کر دینا چاہئے کیونکہ خرچ مقدمہ کا
 مدعی علیہ سے وصول کرنے نہ کرنے کے بارہ میں اختلاف ہے، ایک یہ ہے کہ قول جو مولانا عبدالحی صاحب نے لکھا ہے اور دوسرا یہ کہ بصورت تعنت
 مدعا علیہ اور بلا ناش کسی طرح وصول نہ ہو سکے کی صورت میں خرچ مدعا علیہ سے لیا جائے تو صورت مذکورہ میں چونکہ مدعی نے محض قانونی قاعدہ کو
 پیش نظر رکھ کر ناش کی ہے اور عمر و کا کوئی تعنت اور سرکشی و انکار ظاہر نہیں ہوا اس لئے زید کو مناسب نہیں کہ وہ مرد مدعا علیہ سے خرچ وصول کرے
 واللہ تعالیٰ اعلم، کتبہ عزیز الرحمن عقی حنہ منقی مدرسہ دیوبند ۸ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ۔

الجواب۔ سو کا ایک جب لینا حرام قطعی کہ سو لینے والے پر اللہ ورسول کی لعنت ہے صحیح حدیثوں میں فرمایا الربا ثلاثۃ و سبعون حوبا
 ایسرہن کان یقع الرجل علی امہ سو دکھانا ہتر گناہوں کا مجموعہ ہے جن میں سب سے ہکا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے ذہنی
 حدیث میں ہے من اکل درہم و باو ہو یسلو کان کمن ذنی بامہ ستا و ثلاثین مرتبہ جو دانستہ ایک درہم سو دکھائے وہ اس کے مثل
 ہو جس نے چھتیس بار اپنی ماں سے زنا کیا۔ ایک درہم تقریباً یہاں کے ۴۰ روپے کے برابر ہوتا ہے جس کے اٹھارہ پیسے ہوئے تو فی دھیلا ایک بار
 ماں سے زنا ہوا۔ اگر وہ اس بیان میں سچا ہے کہ کچری سے بلا سو روپیہ اسے نہیں مل سکتا تھا تو روپیہ واپس لے اور اس میں سے صرف اپنا اصل
 اٹھائے باقی تمام وکال عدو کو واپس سے مدعا علیہ سے خرچ لینا بھی مطلقاً حرام ہے اگرچہ اس نے تعنت کیا ہو۔ اسے مختلف ذمہ تبا نا دیوبند
 فقہی کا کذب محض ہے ہرگز کسی کتاب میں اس کا جواز نہیں۔ خرچہ کہ اس سے کچری نے زیادہ مال سے خالی نہیں اس کے نزدیک حق لیا یا ظلم
 لیا اگر حق لیا تو اس کا معاوضہ دوسرے سے کیا جاتا ہے اور اگر اس کے نزدیک ظلم لیا تو کوئی شریعت کا مسئلہ ہے کہ مظلوم دوسرے پر ظلم
 کیے۔ عقد نہیں وراثت نہیں مال مباح نہیں کوئی وجہ شرعی اس سے لینے کی نہیں تو نہ ہو اگر باطل اور اللہ عدو جل فرماتا ہے ولا تأکلوا أموالکم
 بینکم بالباطل و تدلوا بها الی الحکام لتأکلوا فرتیقا من اموال الناس بالاشعر و انتم تعلمون عقو و الدرہم میں ہر رجل اکل

الخروج من يد يدين معلوم ثم طال به زيده والسزبه به لدى القاضي فطلب الرجل من زيد ان يسهله به فابى
الان يدفع له الرجل قدر ماصرفه في كلفة الالتزام فدفعه له ثم دفع له المبلغ المكفول به ويريد الرجل الان
مطالبه زيده بما قبضه زيد منه من كلفة الالتزام فله ذلك. والله تعالى اعلم.

مسئلہ - از بیہی دوکان ایس کریم نمبر ۹ مسنونہ مولوی عبداللیم صاحب میرٹھی ۵ ارفنر ۳۳

کیا فرماتے ہیں علماء دین مہین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ کسی مسجد کے کرایہ کے روپے ورنہ واقعہ مکان کے مقدمہ دائر کرنے
کے سبب کورٹ کے ریسورسز محاذ کے پاس جمع ہیں آٹھ ہزار روپوں کی مذکورہ محافظ کی پرائیسری نوٹیں خریدیں جب مقدمہ ورنہ واقعہ اور متولیوں
مہر نے آپس میں اتفاق کر کے کورٹ سے (کنٹ ڈگری فی) یعنی مقدمہ اٹھالیا اسوقت محافظ مذکور کے پاس سے مذکور پرائیسری نوٹوں کا بیاج
سلاہ پیکرے ساڑھے تین لاکھ کے حساب سے ایک ہزار اٹھارہ روپے چودہ آنے دو پائی نقد اور چار ہزار ایک سو سینتالیس روپے نو آنے نقد
بابت کرایہ متولیان مسجد کو دی متولیان مسجد کے قبضہ میں مذکور نوٹیں کی ہینوں تک مسجد کی تجوری میں رہیں جن کے رہنے سے مذکور نوٹوں کا ایک
ایک سو بائیس روپیہ آٹھ آنے دس پائی بیاج بڑھا اکثر متولیان مسجد نے آپس میں اتفاق کر کے یہ ٹھہراؤ کیا کہ موجودہ جنگ کے سبب آپس میں
المیان نہ ہونے کی وجہ قیمت اس وقت کم ہوئی ہے اور آئندہ اس سے بھی کم ہونے کا خوف ہے اس وجہ سے مذکور نوٹوں کو جلد فروخت کیا جائے
اسوقت ایک متولی نے ترمیم کی کہ موجودہ جنگ کی وجہ سے ان کی قیمت کم ہوئی ہے اس لئے فی الحال فروخت نہ کریں جنگ ختم ہونے کے بعد مذکور
نوٹوں کی پوری قیمت آئے گی اس وقت فروخت کیا جائے کہ مسجد کا نقصان بھی نہ ہوگا اس ترمیم کی کسی نے تائید نہیں کی اور مذکور نوٹوں کو فروخت کرنے
کرنے کے لئے ناظر مسجد کو اجازت دی اور اس وقت یہ بھی ٹھہراؤ کیا کہ مذکورہ بیاج کے روپیوں کو مسجد کے دفتر میں بیاج کے نام سے درج کیا جائے
اسوقت ایک متولی نے ترمیم کی کہ جس تاریخ کو مذکور نوٹیں محافظ نے خریدی ہیں اس تاریخ سے جس تاریخ کو بکیں اس تاریخ تک مذکور نوٹوں
کے بیاج کے روپے مسجد کے دفتر میں بیاج کے نام سے جمع نہیں کئے جائیں بلکہ وہ رقم مذکور محافظ کے حوالے کئے جائیں (مذکورہ محافظ گبر
پارسی ہے) مذکور ترمیم کی بھی کسی نے تائید نہیں کی کیا متولیان مسجد کو مذکور بیاج کی رقم کو لینا اور مسجد کے دفتر میں بیاج کے نام سے درج
کرنا شرعاً جائز ہے؟ دیگر ہماری گورنٹ عالیہ مذکور نوٹوں کی جو اصل قیمت ہے وہی سمجھتی ہے اور اسی کے موافق آج تک مذکور نوٹوں کا بیاج
پورا دئے رہی ہے کیا آئیں وجہ سے مذکور بیاج کی رقم کو مذکور نوٹوں کی پوری قیمت نہ ملنے کی وجہ سے مذکور نوٹوں کی گھٹی ہوئی رقم میں داخل کر
سکتے ہیں؟ دیگر متولیان مسجد کو مذکور بیاج کے روپے مذکور محافظ سے مسجد کے لئے لینا یا ورنہ واقعہ کے شرعی حصہ میں بطور رضامندی باہمی کے
دینا جائز ہے یا نہیں؟ ہذا الزراہ ہمدردی ملی واحساس دینی مذکورہ بالا کی بابت شرعی حکم بصورت فتویٰ شہرہ فرما کر مسلمانوں کو ورطہ گمراہی
سے نجات دیں اور خداوند عالم سے دینی و اخروی اجر حاصل فرمادیں وما علینا الا البلاغ خیر خواہ اسلام.

الجواب - سو حرام ہے قال الله تعالى وحرما لربوا مسجد ا سے قبول نہیں کر سکتی قال صلى الله عليه وسلم
ان الله طيب لا يقبل الا الطيب مسجد کے دفتر میں سو کے نام سے جمع کرنا اسے سبب سے آلودہ کرنا ہے قیمت اگر گھٹ گئی تو گورنٹ
نے کوئی مال مسجد کا نہ لے لیا جس کے تاوان میں یہ رقم کی جائے ملازم کورٹ کو اس کا دینا کوئی معنی نہیں رکھتا کہ وہ کسی طرح اس روپے کا مستحق

نہیں۔ سود سمجھ کر لینے کا جواب تو یہ ہے ہاں اگر نہ اسے سود سمجھیں نہ سود کہیں نہ سود کے نام سے دفتر مسجد میں جمع کریں بلکہ یہ جائیں کہ گورنمنٹ ہسپتال سے بغیر ہمارے فدر کے (کہ فدر شرفاً حرام ہے) ایک مال زائد ہوں میں مسجد کے لئے دیتی ہے تو اس کے لینے اور مسجد میں صرف کرنے اور فدر میں بنام "رقم زائد گورنمنٹ" لکھنے میں کوئی حرج نہیں قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما العمل امری ما توی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

كُلُّ الْفَقِيهِ الْفَاهِمِ فِي أَحْكَامِ قِطَّاسِ الدِّرَاهِمِ

ما قولكم دام طولكم في هذا القرباس المسكوك
المسمى بالنوط والسؤال عنه في مواضع الاول هل هو
مال ام سند من قبيل الصك الثاني هل تجب
فيه الزكوة اذا بلغ نصابا فاضلا وحال عليه الخ
ام لا الثالث هل يصح هرا الرابع هل يجب القطع
بسرقة من حرز الخامس هل يضمن بالانكشاف
بمثله او بالدرهم السادس هل يجوز بيعه بدراهم
او دنانير او فلوس السابع اذا استبدل بثوب مثلا
يكون مقايضة او بيا مطلقا الثامن هل يجوز اقراضه
وان جازي يقضى بالمثل او بالدرهم التاسع هل يجوز
بيعه بدرهم نسئة الى اجل معلوم العاشر هل يجوز
السلم فيه بان تعطى الدرهم على نوط معلوم نوعا
بوصفة يودی بعد شهر مثلا الحادي عشر هل يجوز
بيعه بازيد مما كتبت فيه من عدد الرباي كان يباع
نوط عشرة باثني عشر او عشرين او بالنقص منه كذالك
الثاني عشر ان جاز هذا فهل يجوز اذا اراد زيد
استقرض عشرة ربابي من عمرو ان يقول عمر ولادراهم
عندي ولكن ابعتك نوط عشرة باثنتي عشرة ربية
منجمة الى سنة تودی كل شهر ربية وهل ينهي عن

آپ کا کیا ارشاد ہے آپ کا افضل ہمیشہ رہے اس کا فذ کے باب
میں جس پر سکھ ہوتا ہے اور اس سے نوٹ کہتے ہیں اور اس میں
متعد باتیں دریا نت کرنی ہیں اول کیا وہ مال ہے یا دستاویز
کی طرح کوئی سند دوم جب وہ بقدر نصاب ہو اور اس پر
سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں سوم کیا اسے
ہر مقرر کر سکتے ہیں چہاں اگر کوئی اسے محفوظ جگہ سے چرائے تو اس کا
ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا یا نہیں پنجم اگر اسے کوئی تلف کر دے تو
عوض میں اسے نوٹ ہی دینا ٹھہریگا یا روپے ششم کیا روپوں
یا اشرفیوں یا پیسوں کے عوض اس کی بیع جائز ہے ہفتم اگر مثلا
کسی کپڑے سے اسے بدل لیں تو یہ بیع مطلق ہوگی یا مقایضہ حسین
دونوں طرف متاع ہوتی ہے ہشتم کیا اسے قرض دینا جائز ہے
اور اگر جائز ہے تو ادا کرتے وقت نوٹ ہی دیا جائے یا روپے
نہم کیا روپوں کے عوض ایک وعدہ معینہ پر قرضوں اس کا
بیعنا جائز ہے دہم کیا اس میں بیع سلم جائز ہے یوں کہ روپے
پیشگی دئے جائیں کہ مثلا ایک ہینہ کے بعد اس قسم کا اور ایسا
نوٹ لیا جائیگا یا زدم کیا یہ جائز ہے کہ جتنی رقم اس میں لکھی ہے
اس سے زائد کو بیچا جائے مثلا دس کا نوٹ بارہ یا بیس کو یا اسی
طرح اس سے کم دو اذہم اگر یہ جائز ہے تو کیا یہ بھی جائز ہے کہ جب
زید عمرو سے دس روپے قرض لینا چاہے تو عمرو کے روپے تو میرے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پاس نہیں ہیں ہاں میں دس کا نوٹ بارہ کو سال بھر کی قسط بندی پر تیرے ہاتھ بچتا ہوں کہ تو ہر مہینے ایک روپیہ دیا کرے کیا اس کو منع کیا جائیگا کہ یہ سود کا عیلہ ہے اور اگر منع دیکھا جائے تو اس میں اور رہا میں کیا فرق ہے کہ یہ حلال ہو اور وہ حرام حالانکہ مال دولت کا ایک ہے یعنی زیادتی کا ملنا ہمیں جواب سے فائدہ بخشو قیامت کے دن تمہیں اجر ملے۔

الہی تیرے ہی لئے حمد ہے اسے بہت عطا فرمائے والے۔ درود و سلام بھیج ان سردار پر جو تیری طرف بہت رجوع فرمائیں والے ہیں اور ان کے دل داز و ناز و اصحاب پر میں تجھ سے حق و راستی کی رہنمائی چاہتا ہوں جان اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے تو فقیح دے اور میری اور تیری ہدایت کا والی ہو کہ نوٹ ایک سب سے زیادہ جڑ اور نو پیدا چیز ہے تو تالیفات علماء میں اسکا اصلاً نام و نشان نہ پائیگا یہاں تک کہ علامہ شامی اور ان کے مثل جنکا زمانہ ابھی قریب گزرا لیکن ہمارے اماموں نے (اللہ انکی نیک کوششیں ٹھکانے لگائے اور انکی عظیم برکتوں کا ہمیں فیض پہنچائے) اس دین حنیف کا شافی بیان فرما دیا جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں تو مجد السدیہ شریعت ایسی روشن چمکتی ہوگی کہ اسکی رات بھی دن کی طرح ہے تو انھوں نے قواعد مقرر فرمائے اور ہر بات جدا جدا کھادی اور ایسے کلمے ذکر فرمائے کہ بشمار جزیوں پر منطبق آئیں تو نئی پیدا ہوئی والی باتیں اگرچہ ختم ہونا نہیں مانتیں مگر وہ علم جو آئمہ ہم کو دے گئے ہیں اس سے کوئی باہر رہتی نہیں معلوم ہوتی اور اللہ نے چاہا تو زمانہ ایسوں سے خالی نہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ ان پوشیدہ باتوں کے نکالنے اور ان بخششوں اور فضیلتوں سے نفع اٹھانے پر قدرت دے ہاں فہم بعضے بعید ہوتے ہیں اور بعضے قریب اور آدمی خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی اور علم تو اسی نور کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کے

عن ذلك لانه احتيال في الربا وان لعينه فما الفرق بينه وبين الربا حتى يحل هذا ويجرم ذلك مع ان المال وهو حصول الفضل واحد فيها افيد وانا الجواب توجروا يوم الحساب

الجواب :- اللهم لك الحمد يا وهاب صل وسلم على السيد الاواب وعلى اله وازواجه واصحاب اسئلك هداية الحق والصواب. اعلم وفقني الله واياك وتولي هداي وهداك ان النوامن احداث الاشياء واجدها لن تجد له ذكر ولا اثر في شئ من مؤلفات العلماء حتى العلامة الشافعي ومن ضاهاه من العلماء الماتين قريبا ولكن الائمة شكر الله تعالى عسيهم الجميلة وافاض علينا من بركاتهم الجميلة قد بينوا الملة الخفية بياننا شافيا ليس دونه خفاء وقد اذنت بحمد الله تعالى غراء بيضاء ليلها كمنارها فاصولوا اصولا ونصلوا تفصيلا وذكروا كليات تنطبق على ما لا يحصى من جزئيات فالحوادث وان ابت النهاية لا تكاد تخرج عما افادونا من الدراية ولن يخلو الوجود ان شاء الملك الودود عن يقدره المولى سبحانه وتعالى على استخراج تلك الحبايا والاكالات ستر باح من تلك العطايا والمزايا نعم من الافهام بعيد وقریب والا انسان یخطی ویصیب وما العلم الا نور یقذفه الله فی قلب من

بیشاء من عبادة فلا حيلة الا لا لتجاء الى توفيقه
 سبحانه وارشاده وحسبنا الله ونعم الوكيل
 وعليه ثم على رسولہ التعويل جل و علا
 وتكرم وصلی الله تعالى عليه وسلم فا قول
 وباللہ التوفيق وبه الوصول الى ذری التحقيق
 اول اسئلتك اصل اسئلتك و اذا عقلت حقيقة
 هذا القرطاس اتضحت الاحكام كلها من
 دون التباس اما اصله فمعلوم انه قطعة
 کاغذ و کاغذ مال متقوم وما زادته هذه
 السكة الا رغبة للناس اليه و زيادة في صلح
 ادخاره للحاجات و هذا معنى المال اى ما يميل
 اليه الطبع و يمكن ادخاره للحاجة كما في
 البحر و الشافي وغيرهما و معلوم ان الشرع
 لم يرد بجبر المسلم عن التصرف في قطعة
 قرطاس كيفما كانت كما ورد به في الخمر و الخنزير
 و هذا هو مناط التقوم كما في ابن عابدین و فيه عن
 التلويح المال ما من شأنه ان يدر خسر لا انتفاع
 وقت الحاجة و التقويم يستلزم المالمالية و فيه
 عن البحر عن الحاوی القدسی المال اسم لغیر
 الادمی خلق لمصالح الادمی و امکان احرازه
 و التصرف فيه على وجه الاختيار اه و قد قال
 المحقق على الاطلاق في فتح القدير لو باع کاغذ
 بالف يجوز و لا يكره اه و هذه ان حقت جزئية
 النوط اتى بها هذا الامام قبل حدوده
 نجسمائة سنة فانه هو الكاغذ الذي يباع

چاہے قلب میں الغافر مانا ہے تو سوال کے کوئی چارہ نہیں کہ اللہ عزوجل
 کی توفیق و ہدایت کی طرف التجا کی جائے اور اللہ تم کو کافی ہے اور بہت
 اچھا کام بنائو والا اور اسی پر پھرا کے رسول پر بھر دسا وہ بزدگی بلند
 دکرم والا اور ان پر اسکے درود و سلام تو میں کہتا ہوں اور اللہ ہی کی
 طرف سے توفیق ہے اور اسی سے تحقیق کی بلندیوں تک پہنچنا
 اچھا پہلا سوال آپ کے سب سوالوں کی اصل ہے اور جب اس کاغذ
 کی حقیقت معلوم ہو جائیگی تو سب احکام واضح ہو جائیں گے جنہیں
 کوئی شبہ نہ رہے گا اسکی اصل تو معلوم ہے کہ وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے
 اور کاغذ مال متقوم ہے اور اس سے کچھ زیادہ نہ کیا گیا ہے
 کہ لوگوں کی رغبتیں اسکی طرف بڑھ گئیں اور وقت حاجت کے لئے
 اٹھا رکھنے کا زیادہ لائق ہو گیا اور مال کے یہی معنی ہیں یعنی وہ
 جس کی طرف طبیعت میل کرے اور حاجت کیلئے اٹھا رکھنے
 کے قابل ہو جیسا کہ بحر و شانی وغیرہا میں ہے اور معلوم ہے کہ
 شرع مطہر نے کبھی مسلمان کو اس سے نہ روکا کہ اپنے پارہ کاغذ میں
 جس طرح چاہے تصرف کرے جیسا کہ شراب و خمر کے بارے
 میں نہیں وارد ہوئی اور مال کی قیمت والے ہونیکا اسی پر مدار ہے
 جیسا کہ رد المحتار میں ہے اور اسی میں تلویح سے نقل فرمایا مال وہ
 چیز ہے جس کی شان یہ ہو کہ وقت حاجت اس سے نفع لینے کے
 لئے اٹھا رکھا جائے اور قیمت والا ہونا مال ہونے کو مستلزم ہے
 اور اسی میں بحوالہ بحر الرائق حاوی قدسی سے ہے مال آدمی کے سوا
 ہر شے کا نام ہے جو آدمی کی مصلحتوں کے لئے پیدا کی گئی اور اس قابل
 ہو کہ اسے محفوظ رکھیں اور باختیار خود اس میں تصرف کریں اور
 بیشک محقق علی الاطلاق نے نفع القدر میں فرمایا اگر کوئی اپنے
 کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچے تو بلا گرفت جائز ہے انتہی اور اگر
 تحقیق کیجئے تو یہ بیحد نوط کا جزو ہے کہ ان امام نے اسکی پیدائش

بالف ولاعروفكم من مثل هذه الكرامات
لعلمائنا الكرام نفعنا الله تعالى ببركاتهم
في الدنيا والاخرة. امين فلاريب ان النوط
بنفسه مال متقوم يباع ويشترى ويوهب
ويورث ويجرى فيه جميع مايجرى في الاموال
اقول ومن المظن بل من اردء الشكوك توهم
انه سند من قبيل الصكوك اي ان السلطنة
التي تروج هذه القراطيس تستدين من
أخذيها الدراهم وتعطيهم هذه كثيرة
لديونهم ولما دبرها فاذا جاوا بها الى السلطنة
قضتهم ديونهم واخذت قراطيسها وان اعطوا
غيرهم من الرعايا فهم يستدينون من الملك
الاخرين ويحيلونهم على السلطنة ويعطونهم
تلك التذكرة علماً على الاحالة كي يتوصلوا
بها الى اخذ مثل ديونهم من السلطنة المديونة
لمدينيهم وهكذا كلمات اولت الايدي
تكررت الادات والحالات هذا معناه
سند او كل طفل عاقل يعلم ان هذه المعاني
مما لا يخاطر بها احد من المتعاملين بها ولا
يقصدون قط بهذا التداول ادائه ولا استدانة
والاحالة ولا يذهب خاطرهم الى شئ من
ذلك اصلاً ولا تترى احد هم قط يذكر في
دفتر ديونه على الناس من اخذ الدراهم منه
باعطاء النوط ولا يقول له مدة عمرة انك استدان
متى كذا فاقضني وخذت ذكر تلك مني ولا في

سے پانچ سو برس پہلے فرمایا کہ یہی وہ کاغذ ہے جو ہزاروں کو بکتا ہے اور کچھ
اچھا نہیں ایسی کرامتیں ہمارے علمائے کرام سے بکثرت ثابت
ہوئیں اللہ ہیں ان کی برکتوں سے دنیا و آخرت میں نفع پہنچائے
آمین۔ تو کوئی شک نہیں کہ نوط بذات خود قیمت والا مال ہے
کہ بکتا ہے اور مول لیا جاتا ہے اور ہبہ کیا جاتا ہے اور وراثت
میں آتا ہے اور جتنی باتیں مال میں جاری ہیں سب اس میں جاری
ہوتی ہیں اقول اول گمان ناسد بلکہ نہایت بدتر شک میں سے ہے
یہ وہم کہ نوط دستاویز کے قبیل سے کوئی سند ہے یعنی وہ سلطنت
جو ان کاغذوں کو رائج کرتی ہے انکے لینے والوں سے روپے قرض
نیتی ہے اور یہ انکے قرضوں اور انکی مقداروں کی یاد دہاست
انکو دیتی ہے تو جب وہ لوگ سلطنت کے پاس وہ نوط لے کر
آئیں سلطنت ان کے قرض ادا کر دیتی اور اپنے کاغذ واپس لیتی
ہے اور اگر نوط لینے والے رعیت میں اوروں کو نوط دیں تو وہ
ان دوسروں سے روپے قرض لیتی ہیں اور اپنے قرضہ سلطنت پر
آتا دیتے ہیں اور اس حوالہ کی نشانی کو وہی یادداشت کا کاغذ
انکو دیتے ہیں تاکہ انکے ذہن سے ان دوسروں نے جو قرض ان
پہلو کو دیا تھا اسے سلطنت سے وصول کر سکیں جو ان پہلو انکے
مقرضوں کی مدیون ہے اور یہی جتنے الٹ پھیر نوطوں کے ہوں
قرض اور حوالے مکرر ہوتے چلے جاتے ہیں اسکے سدھونیکے یہ معنی
ہیں اور ہر سمجھ وال بچ بھی جانتا ہے کہ جتنے لوگ نوط کا معاملہ کرتے
ہیں کسی کے دل میں ان باتوں کا خطرہ بھی نہیں گزرتا اور کبھی اس
الٹ پھیر سے قرض دینے یا لینے یا حوالہ کا قصد نہیں کرتے اور کبھی ان
باتوں میں سے کسی طرف انکا خیال نہیں جاتا اور تو انہیں کبھی کسی کو
نہ دیکھے گا کہ اپنے قرض کے بھی کھاتے میں اسکا نام لکھے جسے نوط
دیکر اس سے روپے لئے اور اپنی زندگی بھر اس سے یہ نہیں کہتا کہ تو نے

دفتر دیون الناس علیہ من اخذ هو الدرہم
منہ واعطاء النوط ولا ید ذکر لاحد فی حیاتہ ولا
عند مماتہ ان لفلان عکے کذا فاقضوہ
وخذوا تذکرتی منہ والظلمة المتہتکة المتعاقبة
باکل الربا جہارا لا ید بینون احد اور ہما
الابریا یوضع علیہ کل شہر مالہ یقض
وتراہم یاخذون النوط ویعطون الدرہم
ولا یطلبون علیہا فلسا واحد اکا علی شہر
ولا علی سنین ولو علموا انہ ادا نة لما تکرہ
قطعا فالحق انہم جمیعا انما یقصدون المبادلة
والبیع والشراء ومن اخذ النوط یعلموا انہ
ملکہ بالدرہم ومن اعطاء یعلم قطعا
انہ اخرجہ من ملکہ بالدرہم وصاحبہ
یعدہ من مالہ وکنزہ کالتقدين والفلوس
ویبخرہ ویبہہ ویوصی بہ ویصدق فی فلا
یفہمون الا البیع ولا یقصدون الا البیع والتا
عند مقاصدہم وانما الاعمال بالنیات
وانما لکل امرئ ما نوى فمن المتیقن
الذی لا یحوم حومہ شبہة انہ عند الناس
مال متقوم محرز مدخر مرغوب فیہ
یباع ویشتری ویجری فیہ کل
ما فی المال جری اماما تری من علو انما نہ
فقطعة بعشرة واخری بمائة واخری بالف
فاقول قدمنا عن الفتح ان قطعة قرطاس
تصلح ان تباع بالف وذلك بالتراضی بین

مجھے فرض لیلہ ادا کر دے اور اپنی یادداشت مجھے لے لے
اور جو اورونکا اس پر دینا آتا ہے اس میں بھی اس کا نام کبھی نہیں
لکھتا جسے نوٹ دیکر اس نے روپے لئے اور اپنی زندگی بھر پارتے
وقت یہ نہیں کہتا کہ فلاں کا بھیر آتا ہے اسے ادا کر دینا اور میری
یادداشت اس سے لے لینا اور وہ ظالم بیباک جو سود علانیہ کھاتا
کے عادی ہوتے ہیں ایک روپیہ کسی کو قرض نہ دیں گے جنک
تا اوائے دین اس پر ہمارا سود نہ مقرر کریں اور تو انہیں کچھ گنا
کو نوٹ لیکر روپے دیتے ہیں اور اس پر ایک روپیہ بھی نہیں مانگتے نہ
پہلے پیچھے نہ برسوں بعد اور اگر وہ جانتے کہ یہ قرض دینا ہے تو ہرگز
نہ چھوڑتے تو حق یہ ہے کہ وہ سب کے سب اس سے مبادلہ
اور زبرد فروخت ہی کا قصد کرتے ہیں جو نوٹ لیتا ہے وہ
یقیناً جانتا ہے کہ میں روپے دیکر اس کا مالک ہو گیا اور جو نوٹ
دیتا ہے وہ یقیناً جانتا ہے کہ میں نے روپے لیکر نوٹ اپنی ملک
خارج کر دیا اور نوٹ لینے والا اسے روپوں اشرفیوں میں سوئی طرح
اپنا مال اور اپنی جمع سمجھتا ہے اور اسے جوڑ کر رکھتا ہے اور ہر
کرتا ہے اور اس میں وصیت کرتا ہے اور تصدق کرتا ہے تو وہ
بیع ہی سمجھتے ہیں اور بیع ہی کا قصد کرتے ہیں اور لوگوں کے معاملات
وہی سمجھے جائیں گے جو ان کے مقصود ہیں اور اعمال کا دار نیست ہی پر
ہے اور شخص کیلئے وہی ہے جو اس نے نیت کی تو ایسے یقین سے
ثابت ہے جسے اگر شبہہ کا اصلا بار نہیں کہ نوٹ لوگوں کے مال کی
قیمت والا مال ہے جو محفوظ رکھا جاتا ہے جمع کیا جاتا ہے اور
رغبت ہوتی ہے بیجا جاتا ہے اور مول لیا جاتا ہے اور حوا میں
جاری ہے سب اس میں جاری ہوتا ہے اور یہ جو تم اسکی کہہ رہی
قیمتیں دیکھتے ہو کہ ایک نوٹ دس کا اور دوسرا سو کا اور سیرا
ہزار کا اقول ہم فتح القدر سے بیان کر آئے کہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہزار

العاقدين فقط فكيف اذا تراضى عليه ام
 من الناس وجعلوا هذه القطعات بهذا
 الاثمان اصطلاحا منهم علا ان الضرب
 السلطاني له قيمة عند الشرع ايضا الا ترى ان
 من سرق عشرة دراهم مضروبة قطع
 ومن سرق تبرا غير مضروب وزنه قدر
 عشرة ولا تبلغ قيمته عشرة منسوبة
 ثم يقطع كائن عليه في الرماية وغيرها
 بامانة كتب المذهب والفلوس المضروبة المقطرة
 بربرية ان اخذت قدرها وزنا من النحاس
 لا يساوي ربية قطعا بل قد لا يساوي نصفها
 بل تزي مثل ذلك في الفضة فقد كانت
 في قريش من الزمان فضة تساوي
 ربيتين وزنا بربرية واحدة في بلادنا و
 كانت الجهلة يشتررون ولا يعلمون ما
 فيه من وبال الربا فاذا حصل بالضرب
 التضعيف والضعف والا ينعاف سواء
 من الجلي عند كل من ورد ولو عاب سبيل
 مشرع الشرع الجليل او منهل العقل
 السليم ان الشئ التافه جدا ربما يحرض
 له ما يجعله اعلى من الوفاء امثاله وربما
 اشترت جارية بما شئ العنواكث ولا
 يرغب في اخرى بثلاثين درهما مع ان الا
 و صاف لا تقسط لها من الثمن حتى الاطراف
 ما لم تقصر مقصودة بالالتلاف فما هي الاثمن

کو بک سکتا ہے اور اسکے لئے صرف اتنا درکار ہے کہ بائع و مشتری
 دونوں راضی ہوں تو اسکا کیا کہنا چیر گروہ کی گروہ راضی ہوں اور
 ان قطعوں کی قیمتیں اپنی اصطلاح میں ٹھہرائیں علاوہ بریں کہ
 شاہی شرع کے نزدیک بھی قیمتی ہے کیا نہیں دیکھتا کہ جو شخص
 دس درہم سکے کے چرائے، ہاتھ کاٹا جائیگا اور جو ایسی چاندی بے
 سکے کی چرائے جس کا وزن دس درہم بھر ہو اور اسکی قیمت سکے
 کے دس درہم تک نہ پہنچی اسکا ہاتھ نہ کے گا جیسا کہ ہدیہ وغیرہ عالم
 کتب مذہب میں تصریح ہے اور ایک روپے کے سکے دار سے پٹنے
 آتے ہیں اگر تو ان کو وزن کا تانے تو ہرگز ایک روپے کا ہوگا بلکہ
 بعض وقت اشھی کا بھی نہ ہوگا بلکہ ایسی حالت چاندی میں بھی
 دیکھو گے ابھی تھوڑا زمانہ گزرا ہے کہ دو روپے بھر چاندی
 ہمارے ملک میں ایک روپے کو کتنی تھی اور جاہل لوگ خریدتے
 تھے اور نہیں جانتے تھے کہ اس میں سو کا کیسا وبال ہے تو سکے
 سے جب دو نادون قیمت ہو گئی تو دو چند اور ہزار چند سب
 کیساں اور ہر شخص کہ شرع مطہر یا غفلت مسلم کے گھاٹ گزرا ہے
 اگرچہ راہ چلتا ہوا اسپر روشن ہے کہ ایک شے نہایت حقیر میں ایک
 وصف لگ جاتا ہے کہ اسے اس جیسی ہزاروں سے بیش بہا کر دیتا
 ہے اور بارہا ایک کنیز دو لاکھ روپے اور اس سے زائد کو خریدی
 گئی اور دوسری کو کوئی تیس روپے کو نہیں پوچھتا حالانکہ اوصاف
 کے لئے ثمن میں سے کوئی حصہ نہیں یہاں تک کہ ہاتھ پاؤں جن تک
 کہ بالقصد نہ ہلاک کے جائیں تو وہ ثمن ذات ہی کا ہے جسے رعیتیں
 بڑھنے کے سبب اوصاف نے بڑھا دیا بھلا بتاؤ کہ ایک درق کاغذ
 ہو جس میں ایک علم نفیس عجیب وغریب نادر ہو اور ایک شخص اس
 علم کا طلبگار ہو اور اس کی طلب جانتا ہو وہ اس درق کو دس ہزار
 میں خریدے تو کیا کوئی اس میں خلاف ہی ہرگز نہیں بلکہ حلال طیب

اس پر قرآن عظیم کا نص اور بلا انکار و سنا زعت اجماع قائم ہے رب
عز و جل فرماتا ہے۔ مگر یہ کہ کوئی سودا کھتا ہے آپس کی خوشی کا ہوا اور
یہ دس ہزار اس کچھ ہوئے علم کی قیمت نہیں کہ وہ تو مال کے قبیل
ہی سے نہیں جیسا کہ ہدایہ اور باقی تمام کتب میں تصریح ہے جن میں
مسائل مع دلائل مذکور ہیں اور یہ ہدایہ کی عبارت ہے قرآن مجید
جراتے میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا اگرچہ اس پر سونا چڑھا ہوا سئلے
کہ لکھے ہوئے کے اعتبار سے تو وہ از قبیل مال ہی نہیں اور اس کا
مخوف رکھنا اس مکتوب ہی کی غرض سے ہے نہ کہ جلد اور ورقوں
اور نقوش لڑکے لئے یہ چیزیں تو تابع ہیں اور کسی قسم کے دفتر کی
چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا کہ ان سے مقصود وہ ہے جو ان میں
لکھا ہے اور وہ مال نہیں مگر حساب کی بہیاں کہ ان میں جو لکھا
ہے وہ دوسرے کے کام کا نہیں ہوتا جو اس کا لینا مقصود ہو
تو ضرور کاغذ ہی مقصود ہوئے ہستی ملخصاً تو کھل گیا کہ ایک ورق
کاغذ کی قیمت اس کی تحریر کے باعث دس ہزار کو پہنچ گئی تو
اس میں کیا تعجب ہے کہ اس لکھائی کے سبب نوٹ کی قیمت
دس یا زائد کو پہنچ جائے جس کے باعث لوگوں کی رغبتیں اس کی
طرف کھینچ گئیں اور شرعاً سے اس پر کوشی روک ہے خلاصہ یہ کہ
مسئلہ اس سے زیادہ روشن ہے کہ روشن کرنے کا حاجت مند ہو اور
کہا تک تو چراغ مانگے جائیگا حالانکہ صبح روشن ہو گئی۔ ثم اتول
صل بات یہ ہے کہ مال چار قسم ہے جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں
ہے اول وہ کہ ہر حال میں ثمن ہی ہے اور وہ سونا چاندی ہیں کہ
ہمیشہ ثمن ہی رہیں گے خواہ ان کے عوض کوئی چیز بیچی یا ان کو
کسی چیز کے عوض بیچنا کہیں خواہ اپنی جنس سے بدلے جائیں
یا غیر جنس سے خواہ اہل عرف انھیں ثمن کہیں یا نہیں جیسے
چاندی سونے کے برتن وغیرہ کہ وہ اس گروہت کے سبب

الذات زادته الاوصاف لزيادة الرغبات رأيتك
ان كانت ورقة کاغذ فيها علم نفيس عجيب
فادر غريب وكان رجل يطلبه ويعرف قدره
فاشترها بجشرة الاف هل فيه من خلاف
كلا بل حلال طيب بنص القرآن والاجماع من
دون نكير ولا نزاع قال تعالى الا ان تكون تجارة
عن تراض منكر فهذا العشرة الا الاف ما هي
ثمن المكتوب فانه لامالية له اصلا كما نص
عليه في الهداية وسائر الكتب المعللة وهذا
نصها ولا قطع في سرقة المصحف وان كان
عليه حلية لانه لامالية له على اعتبار المكتوب
واحرارة لاجله لا للجلد والاوراق والحلية
وانما هي توابع ولا في الدفاتر كلها لان المقصود
ما فيها وذلك ليس بمال الادفاتر الحساب لان
ما فيها لا يقصد بالاحذ فكان المقصود
الكواعذاه مملقطا فتبين ان الورقة الواحد
هي التي تبلغ ثمنها لما فيها عشرة الاف فاع
غروفي بلوغ قيمة نوط عشرة او اكثر لاجل
ما كتب فيه مما استجلب رغبات الناس اليه
واعى حبر من الشرع عليه وبالجملة فالمسألة
اوضح من ان تحتاج الى ايضاح والى كرتبتنخي
المصباح وقد اسفر الاصباح ثواقول بل حقيقة
الامر ان الاموال كما في البحر وغيره اربعة اقسام
الاول ثمن بكل حال وهو النقد ان فاتهما اشان
ابدا صحبتها الباء اول اول وقولها مجبها اول اولها

العرف من الاثمان اولاً كالمصوغ منهما فانه بسبب ما اتصل به من الصنعة لم يبق ثمناً صالحاً ولهذا يتعين في العقد ومع ذلك ببيعة صرف يشترط فيه ما يشترط في الصرف لانهما خلقاً للثمنية ولا يتبدل لخالق الله والثاني مبيع بكل حال كالتياب والدواب فانها وان صحبتها الباء وقولت بما تشاء لا تثبت دنيا في الذمة وهذا هو المعنى بالثمنية فلا يردان في المقايضة كلاً من العرضين ثمن من وجه هكذا وجه ابن عابد بن جوابا عن ايراد العلامة الطحطاوي اقول وفيه ان المصوغ من الحجرين ايضا لا يثبت دنيا في الذمة بل يتعين في العقود كما تقدم عن البحر فان سلم هذا اورد النقص على ذلك فليتنا والظاهر عندي الجواب بان كل سلعة في المقايضة مبيع ايضا ولا يمكن ان تصير ثمناً محضاً وان كان لها وجه الى الثمنية من حيث ان المبيع لا يقوم الا بالمبدلين بخلاف القسم الا اني فانه تارة يصير ثمناً بحتاً واخرى مبيعاً خالصاً فهم القسمين انه لا ينفك عنه كونه ثمناً او كونه مبيعاً بشئ من الاحوال وان اعترا وجهاً اخرى ايضاً في بعض الحال ثم قوله كالتباً ارسلها رسالاً واقرة الشرح والحواشي والمراد المختلفة افرادها مالية والا كانت من الثمن حيث امكن ضبطها بذكر جنس كقطن وكتان وصنعة كعمل الشام ومصر ورقه او غلظة

جو ان میں ہوئی خالص ثمن نہ رہے لہذا عقد بیع میں متعین ہو جائیں گے اور بائینہم انکی بیع شرعاً صرف ٹھہرے گی یعنی ثمن سے ثمن کا بیچنا اور جو شرائط صرف کے وہ سب اس کے مشروط ہونگے اسلئے کہ چاندی سونا ثمن ہونے کے لئے ہی بنائے گئے اور اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز بدلی نہیں جاتی۔ قسم دوم وہ جو ہر حال میں بیع سے جیسے کپڑے بچہ پائے کہ اگر انکے عوض کوئی چیز بیچنا کہیں اور ان کا مبادر کسی شے کے ساتھ ہو وہ کبھی ذمہ پر دین ہو کہ لازم ہونگے اور ثمن ہونے کے ہی معنی ہیں تو اعتراض وارد نہ ہوگا کہ بیع مطلقاً (جس میں متاع کے بدلے متاع بیچ جاتی ہے) اس میں دونوں جنس ایک وجہ سے ثمن ہیں اعتراض علامہ طحطاوی کے جواب میں علامہ شامی نے اسی طرح توجیح فرمائی اقول اس میں یہ اعتراض ہے کہ چاندی سونے کی گرہی ہوئی چیز مثلاً برتن یا گھنیا یہ بھی ذمہ پر دین نہیں ہوتے بلکہ عقد میں متعین ہو جاتے ہیں جیسا کہ بحر الفوائد سے گزرا تو اگر یہ تقریر سالم ہے تو اس پر نقض وارد ہوگا مثال اور میرے نزدیک صاف جواب یہ ہے کہ بیع مقایضہ میں ہر شے مبيع بھی ہے اور ثمن خالص نہیں ہو سکتی اگرچہ اس کا ایک رخ ثمنیت کی طرف بھی ہی اسلئے کہ بیع بغير ثمن سے دونوں کے نہیں ہو سکتی بخلاف قسم آئندہ کے کہ وہ کبھی خالص ثمن ہوتی ہے اور کبھی خالص مبيع تو ان دونوں قسموں کے معنی یہ ہیں کہ اس کا ثمن یا مبيع ہونا کسی حال اس سے جدا نہ ہو اگرچہ بعض اوقات سے دوسرا رخ بھی عارض ہو۔ پھر وہ جو کپڑوں کی مثال گزری معصنف نے اسے یہ ہیں مطلق چھوڑا اور شرح و حواشی میں اسے برقرار رکھا اور مراد وہ کپڑے ہیں جو مالیت میں ایک سے نہیں ورنہ تیسری قسم میں ہونگے جبکہ انکا ضبط ہو سکے ذکر جنس سے جیسے روٹی اور کتان یا کارخانہ کے ذکر سے جیسے شام و مصر کا کام یا پتیل اور دینر

وذرع ما ولا وعرضا ووزن ان بیعت به وبذا يجوز
 السلم فیها كما عرف فی محله والثالث ما
 لوصف فی ذاته ثمن تارکة ومبیع اخری ولا قول
 كقول التنویر ثمن من وجه مبیع من وجه
 لیعود حدیث المقایضة اقول وانما زدت لوصف
 فی ذاته احتوازا عن القسم الرابع فانه ایضا
 یصیر مرة ثننا واخری لاء لا لوصف فی ذاته
 بل للاصطلاح وعدمه وهذ هی المثلیات فانها
 اما ان تقابل باحد النقدین او لا علی الاول
 مبیعات مطلقا سواء دخلتها الباء او لا وتینت
 او لا كقولك بعتك هذا الذهب بکبر او
 بهذا الكرفان کرمبیع مطلقا والبیع عن
 صورة التعیین مطلق وفي غیره سلمویشترط
 فیہ شرائط وعلی الثاني اما ان تدخلها الباء
 او لا علی الاول اثمان مطلقا تعینت او لا
 كبعتك هذا الثوب بکبر او بهذا الصر
 والبیع مطلق فی الوجهین والکریثبت فی
 الذمة وعلی الثاني ان تعینت فاثمان كبعتك
 هذا الكرمبیع هذا الثوب او لا فبیعات كبعتك
 كرمبیع هذا العبد والبیع سلمو بشرطه والاصل
 ان المثلی ان قول بل بحجر فبیع مطلقا والافان
 دخلته الباء فثمن مطلقا والافان تعین فثمن
 او لا فبیع وهذا ایضاح ما حصر الشافی مع
 احسن ضبط لا یوجد فیہ والسابع ما هو
 سلعة بالاصل وثمرن بالاصطلاح كالفلوس

ہو نیسے یا طول، عرض کی پیمائش سے یا وزن سے اگر تول کر کے جاتے ہوں
 اور اسی بنا پر انہیں بیع سلم یعنی بدلی جائز ہے جیسا کہ اپنے محل میں معلوم
 ہو چکا ہے قسم سوم وہ جنکی ذات میں کوئی ایسا وصف ہے جسکے سبب
 کبھی ثمن کبھی مبیع ہوتے ہیں اور میں ویسا نہیں کہتا جیسا تنویر میں
 فرمایا کہ ایک جہت سے ثمن ہو اور ایک جہت سے بیع کہ مقایضہ کی
 بات پلٹ پلٹے اقول میں نے یہ قید کہ اسکی ذات میں کوئی وصف ایسا
 ہو اسلئے پڑھا دی کہ قسم چہارم نکل جائے کہ وہ بھی تو کبھی ثمن ہوتی ہے
 کبھی نہیں لیکن کسی اپنے وصف کے سبب نہیں بلکہ اصطلاح و عدم
 اصطلاح کی بنا پر۔ اور یہ وہ اشیاء ہیں جنکو مشلی کہتے ہیں اب انکا
 مقابلہ یا تو چاندی سونے سے ہو گا یا اور چیز سے پہلی صورت میں
 مطلقا بیع ہیں چاہے خرید و فروخت میں انکو عوض ٹھہرایا ہو یا
 سونے چاندی کو اور یہ مشلی معین ہو یا غیر معین جیسے کوئی یوں
 کہے میں نے یہ سونا اتنے میں گیہوں کو بیچا یا ان گیہوں کے عوض بیچا
 تو گیہوں بہر حال بیع ہے پھر وہ گیہوں اگر معین ہے تو بیع مطلق ہے
 اور غیر معین ہیں تو سلم کہ اس کے شرائط لازم ہونگے اور دوسری صورت
 میں انکے عوض کوئی چیز بیچا کہی یا اور انکو کسی شے کے عوض بیچنا
 کہا پہلی تقدیر پر ہر حالت میں ثمن ہونگے خواہ معین ہوں یا نہیں صحیح
 یوں کہا کہ میں نے یہ گیہوں اتنے گیہوں یا ان گیہوں کے عوض بیچا اور
 بیع بہر حال مطلق ہے چاہے یہ معین ہوں یا نہیں اور وہ گیہوں تو
 پر لازم ہوں گے ہر تقدیر دوم اگر یہ چیزیں معین ہوں تو ثمن ہیں جیسے
 یوں کہا کہ میں نے یہ گیہوں اس کپڑے کے عوض بیچے اور معین ہوں
 تو بیع ہیں جیسے یوں کہے کہ میں نے اتنے میں گیہوں اس غلام کے بدلے
 بیچے اور بیع سلم ہے اسکے شرائط کے ساتھ اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ مشلی
 چیز اگر سونے چاندی کے مقابل ہو تو مطلقا بیع ہے ورنہ اگر اسکے عوض
 بیچنا کہیں تو مطلقا ثمن ہے ورنہ اگر معین ہو تو ثمن ہے اور غیر معین ہو تو

فما دام بیروج فنکثمن والاعاد لاصله ولاشک
ان المصطلحین اذا اردوان يجعلوا سلعة ثمن
لاسد لهما ان يرجعوا فی تقدیرها الی الثمن الخلفی
فان ما بالعرض لا یتقوم الا بما بالذات فیحملون
اربعة وستین من الفلوس الهندیة او احدی و
عشرین من الهلات العربیة بربیة وهکذا فی
غیرها وهم فی ذلك بالخیار یصطلحون کیف
یشاؤون اذ لا مشاحاة فی الاصطلاح وقد کان
قبل نحو عشرين سنة فی الدیار الهندیة قسمان
من الفلوس بروجان احدهما مضروب والاخر
قطعة نحاس مستطیلة الشكل نحو ضعف الفلوس
المضروب فی الوزن وكان من المضروب اربعة
وستون بربیة لا تنزید ولا تنقص ومن الاخر
یختلف السعر وربما صاوثمانون منه بربیة الی
ان کسد ونفذ وکل ذلك راجع الی الاصطلاح
والاجبر فیه من جهة الشرع الشریف اذا علمت
هذا فالنوط هو من القسم الرابع سلعة باصله
لانه قرطاس وثمان بالاصطلاح لانه یعامل
به معاملة الاثمان وهذه الرقوم المکتوبه علیه
تقدیرات ثمنیه بالثمن الاصلی كما علمت فهو
اصطلاح لامضایقة فیه ولا یسأل له عن وجه
وتوجیه وقد تبین بهذ التقرير والحمد لله
الفتاح القدیو حقیقة النوط وانما سألوا الاحکام
بها منوط فاذن لا یعتبر فی انشاء الله تعالی فی ابانة
شی من الاحکام اشکال والحمد لله المھمین المتعال -

میت یہ اسکا ایضا ہے جو علامہ شامی نے یہاں منقح فرمایا مگر ایسے
نفسیہ صہبہ کے ساتھ جو شامی میں نہیں قسم چہارم وہ کہ حقیقتہ کوئی
منازع ہو اور اصطلاحاً ثمن جیسے پیسے تو وہ جب تک چلے ہیں ثمن ہیں ورنہ
اپنی اصل کی طرف لوٹ جائیں گے اور اصلاً شہدہ نہیں کہ اصل اصطلاح
جب کسی چیز کو ثمن کرنا چاہیں تو انھیں ایک اندازہ میں ثمن پیدا کرنا
کی طرف رجوع کرنے ناگزیر ہے کہ عرضی چیز کا قیام تو ذاتی ہی سے
ہوتا ہے تو ۶۴ ہندی پیسے یا ۲۱ عربی ہلے ایک روپے کے قرار
میتے ہیں یوں ہی اس کے مساویں اور اختیار ہے جیسے چاہا
اصطلاح مفرد کریں کیونکہ اصطلاح میں کوئی روک ٹوک نہیں
۲۰ برس پہلے ہندوستان میں دو طرح کے پیسے رائج تھے ایک
سکہ زوہ روڈیل، دوسرے تانبے کے لمبے ٹکڑے وزن میں ڈوبل
پیسے سے قریب دوونے کے (منصوری) ڈوبل پیسے روپیہ کے ۶۴
سے نذر آمد ہوتے ہیں نہ کم اور منصوری کا بھاؤ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے
اور کبھی ایک روپے کے اتنی ہو جاتے تھے یہاں تک کہ چلن نہ رہا
اور جاتے رہے تو یہ سب اصطلاح کی جانب راجح ہے اور اس
شرع مطہر کی طرف سے کوئی روک نہیں جب یہ معلوم ہو گیا
تو نوط چوتھی قسم سے ہے اصل میں یہ ایک مناع ہے اسلئے کہ
ایک پرچہ کاغذ ہے اور اصطلاح میں ثمن ہے اسلئے کہ اسکے ساتھ
ثمن کا سامعہ لکھا جاتا ہے اور یہ رقمیں کا سپر مرقوم ہیں یہ اسکی
ثمنیت کا ثمن اصلی سے اندازہ ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا تو ایک
اصطلاح ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں نہ اسکی وجہ تو جو چیز یا
کچھ لگے گی بھلا اللہ تقدیر اس تقریر سے نوط کی حقیقت واضح ہوگی
اور تمام احکام اسی پر مبنی تھے تو انشاء اللہ تعالیٰ اب کوئی دشواری
کسی حکم کے اظہار میں آئے نہ آئیگی۔ اور سب خوبیاں اللہ کو جو ہر
چیز کا نگہبان ہے بلندی والا۔

اما السؤال الاول

فقد بان الجواب مع المزيد ولاحتين

واما الثاني

فاقول نعم تجب فيه الزكوة بشر وطها لما علمت انه مال متقوم بنفسه وليس سندا او تذكرة للدين حتى لا يجيب ادواها الم يقبض خمس نصاب ولا حاجة فيه الى نية التجارة لان الفتوى على ان الثمن المصطلح تجب فيه الزكوة مادام راجعا بل لا انفكاك له عن نية التجارة لانه لا ينتفع به الا بالمبادلة كما لا تخفى في فتاوى تارى الهداية الفتوى على وجوب الزكوة فى الفلوس اذا تعامل بها اذا بلغت ما تساوى ما تسمى درهم من الفضة او عشرين مثقالا من الذهب او والنوط المستفاد قبل تمام الحول يضمن الى نصاب من جنسه او من احد النقدين باعتبار القيمة كما مال التجارة

واما الثالث

فاقول نعم يصح مهر الما علمت اذا كانت قيمة وقت العقد سبع مثاقيل من قضة فان اقل يتبرك فى العراض

واما الرابع

فاقول يجب القطع بشر وطه من تكليف ونطق وبصر وحرز تام وغيرها اذا بلغت قيمته كلا يومى السرقة والقطع عشرة دراهم مضروبة جيا د وذلك كله لما بينا انه مال متقوم بنفسه

واما الخامس

جواب سوال اول

مع شے زائد واضح ہو گیا اور پڑھانے کی ضرورت نہیں

جواب سوال دوم

ہاں نوٹ میں زکوٰۃ اپنی شرطوں کیساتھ واجب ہے اس لئے کہ آپ نے جان لیا کہ وہ خود قیمتی مال ہے دستاویز و رسید قرض نہیں کہ جن تک نصاب کا پانچواں حصہ قبضہ میں نہ آئے زکوٰۃ دینا واجب نہ ہو اور نوٹ میں نیت تجارت کی بھی حاجت نہیں اس لئے کہ فتوے اس پر ہے کہ نمن اصطلاحی جن تک رائج ہے زکوٰۃ اس میں واجب ہے بلکہ نوٹ کو نیت تجارت سے اصلا جدا ہی نہیں کہ بغیر مبادلہ اس سے نفع لے ہی نہیں سکتے جیسا کہ ظاہر ہے فتاویٰ علامہ قاری ہدایہ میں ہے فتوے اس پر ہے کہ پیسے جن تک رائج رہیں ان پر زکوٰۃ واجب کہ دو سو درہم چاندی یا بیس مثقال سونے کی قیمت کو پہنچے ہوں زہتی اور نوٹ جو سال زکوٰۃ تمام ہونے سے پہلے لے وہ اپنی جنس کے نصاب یا قیمت لگا کر سونے چاندی سے ملایا جاوے گا جیسا تجارتی

جواب سوال سوم

اقول ہاں وہ ہر ہو سکتا ہے اسی بنا پر کہ آپ جان چکے جبکہ وقت عقد اس کی قیمت سات مثقال چاندی ہو اگر کم ہوگی نوپوری کی جائے گی جس طرح اسباب میں ہے۔

جواب سوال چہارم

نوٹ کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا جب کہ اس کی شرطیں پائی جائیں یعنی چور عاقل بالغ ہو گو نگان ہو اندھانہ ہو نوٹ چوری حفاظت کی جگہ رکھا ہو اور اس کے سوا جو شرطیں ہیں اور جس دن چرایا تھا اور جس دن کاٹیں دونوں دن اس کی قیمت دس درہم سکے دار کھرتے تک پہنچے اور یہ سب اسی بنا پر ہے کہ ہم بیان کر آئے

کہ وہ بذات خود ایک قیمت والا مال ہے۔

جواب سوال پنجم :- اقول ہاں کوئی کسی کا نوٹ تلف کرے تو اس کے تاوان میں نوٹ ہی دینا آئیگا اور تلف کنندہ کو خاص روپیہ ادا کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا کہ نوٹ وہ چیز ہے جس کا لین دین گن کر ہوتا ہے اور دو نوٹوں میں اصلاً تفاوت نہیں سمجھا جاتا ہے جبکہ وہ ایک ٹکسال کے ہوں ہاں ٹکسال جب مختلف ہوتو اگرچہ سلطنت ایک ہو اکثر قیمت مختلف ہو جاتی ہے اور پس لے کر نوٹ الہ آباد یا الہ آباد کلکتہ کا چلن مشرقی شمالی مالک ہند میں بھی لے کر نوٹ سے زیادہ ہے و بالعکس اور بیشتر ایک جگہ کا نوٹ دوسرے مقام پر کچھ آنوں کی کمی سے لیا جاتا ہے تو ایک دوسرے کے برابر شمار نہ کیا جائیگا اور تینکے چلن میں ہر امر نہ ہوں۔

جواب سوال ششم

اقول ہاں جائز ہے جیسا کہ تمام شہروں میں عمل و آہ ہے اور تم اسکی تحقیق جان چکے تنبیہ میں نے جواب میں اسکی پرکھائی تھی اسلئے کہ ابتدائے کلام میں جو تقریر گزری اس سے امر واضح ہو چکا تھا پھر جب میں رسالہ تمام کر چکا تھے بعض علماء سلمہ اللہ تعالیٰ سے خبر پئی کہ انھوں نے بطور مذکر نہ بطور مجادلہ یہ فرمایا کہ علامہ ابن عابدین نے رد المحتار میں اس مسئلہ پر کہ بیع منعقد ہونے کی شرط بیع کا مال متقوم ہونا ہے یہ تفریح ذکر کی کہ ایک محکمے روٹی کی بیع باطل ہے کہ جو بیع کے لئے کم سے کم ایک پیسہ قیمت ہونا شرط ہے اتنی اور ظاہر ہے کہ اتنا محروم کا غذا کا ایک پیسہ کی قدر نہیں تو نوٹ کی بیع باطل ہونا چاہئے کہ اصلاً ہوئی ہی نہیں حرام یا مکروہ ہونا تو درکنار اقول و بواللہ التوفیق ان عالم نے یہ بات میرا رسالہ دیکھنے سے پہلے کہی اور اسی لئے میں نے تنائی کہ کاش وہ میرا رسالہ دیکھ لیتے اور اس کے مضامین پر مطلع ہوتے اور اعتراض کا جواب تو خود

فاقول نعم یضمن بالاتلاف بمثلہ ولا یجبر بالتلف علی اداء الدرہم خاصۃ لان النوط عددی غیر متفاوت اصلاً اذا اتحد وارضیہ نعم اذا اختلفت ولو اتحدت السلطنة فر بما تختلف القیمة وذلك ان نوط آله اباد و آله اباد و کلکته یروج فی مالک الہند المشرقیۃ الشالیۃ اکثر مما یروج لوط بمبئی و بالعکس و ربما یشتری نوط مکان فی اخر بنقص عدۃ آتات من رقمہ المکتوب علیہ فلا یجد احداً مثل الاخر الا اذا استویا و اجا۔

واما السادس

فاقول نعم یجوز كما تعامله الناس فی عامۃ البلاد وقد علمت تحقیقہ۔ تنبیہ۔ کنت قنعت فی الجواب بهذا القدر لوضوح الامر بما قرره فی الصدر فاذا انہیت الرسالة بلغنی عن بعض الافاضل انه حفظہ اللہ تعالیٰ قال مذاکرۃ لا مجادلۃ ان العلامة ابن عابدین ذکر فی رد المحتار تفریحاً علی ان من شروط انعقاد البیع کون المعقود علیہ مالا متقوماً انه لم یعتقد بیع کسرة خبز لان ادنی القیمة السی قشتر لجزا البیع فلساھ ومعلوم ان هذا القدر من القرباس لا یساوی فلسا ای فیکون البیع باطلا غیر منعقد اصلاً فضلاً عن الحرمة والکراهۃ اقول و بواللہ التوفیق هذا قالہ قبل ان یطالع رسالتی ولذا کذا

وددت انه سلمه ربه طالعتها واطلح على ما فيها
والجواب ظاهر بملاحظة قوله لايساوى فلسا
فبئس بين بين لايساوى ولم يكن يساوى لانه
الآن يساوى مائة والفا والنظر للحال لا للاصل
الاترى ان بيع او انى الخنزف والطين كباها
وصغارها من الحب والجننة الى نحو راس الشيشة
شائع ذائع بين عامة المسلمين ولم يكره احد
مع ان اصله تراب و التراب ليس بمال بل لو
نظر للاصل لعادت مسألة الفلاس المتسك
بها على نفسها بالنقص لما علمت ان قطعة
نحاس بوزن فلس لا تساوى فلسا قط بل لا تبلغ
نصفه ايضا ولذا ولحت المجازيون باصطناع قول
كقالب دار الضرب يذيمون الفلاس ويقلبونه
فيها فيصير فلوسا ويرجون به ضعف ما خسروا
ويقولون انه انفع من ضرب الربا في نيا
لنظر للاصل لايساوى الفلاس نفسه فلسا
فلا يكون ما لا متقوم ما تكيف يكون قيمة وثمنا
ومن تأمل حديث ورقة علم الذى قد منا
علم ان الشئ انما ينظر اليه بما هو عليه
الآن لا بما قد كان الا ترى ان العالم معظم
شرعا وعقلا وعرفا ولا ينظر الى انه فى الاصل
من الذين قال الله تعالى فيهم هو الذى -
اخرجكم من بطون امهتكم لا تعلمون شيئا
وما ذلك الا لانه بجدوث وصف فيه صار
متقوما عند الله وعند الناس بعد ان لم يكن

انكى اس كہنے ہی سے ظاہر ہے کہ یہ بچہ کا خدا ایک پیسہ کا نہیں کہ ان
دونوں باتوں میں کھلا فرق ہے کہ ایک پیسہ کا نہیں یا ایک پیسہ کا نہ تھا
اسلئے کہ اب تو وہ سو روپے اور ہزار روپے کا ہے اور شے کی حالت موجودہ
دیکھی جاتی ہے نہ یہ کہ اصل میں کیا تھی کیا نہیں دیکھتے کہ کچی اور کچی
مٹی کے برتن چھوٹے بڑے گولی اور بڑے سے لیکر حلیم تک انکی بیچ
تمام مسلمانوں میں رائج و معروف ہے اور کوئی اس پر انکار نہیں کرتا
حالانکہ انکی اصل مٹی ہے اور مٹی مال نہیں اگر اصل کو دیکھیں تو
وہ پیسہ کا مسئلہ خود اپنے ہی نفس کا ناقص ہو گا اس لئے کہ تمہیں
معلوم ہو چکا کہ تانے کا پتر جو وزن میں ایک پیسہ کے برابر ہو مگر
ایک پیسے بلکہ دھیلے کا بھی نہیں ہوتا اور اسی لئے میں اکوں کو پیسہ
ڈھالنے کی بہت لت ہوتی ہے ٹکسال کی طرح سانچا بنا کر تاننا
گلا کر اس میں ڈالتے ہیں کہ پیسہ ہو جاتا ہے اور اس میں جتنا خرچ
ہوتا ہے اس سے دوا نفع مل جاتا ہے اور اسے روپے ٹھہانے
سے زیادہ نافع بتاتے ہیں تو اصل پر نظر کرنے سے خود ایک پیسہ
ایک پیسے کا نہیں تو مال متقوم نہ ہوا تو کیوں کر قیمت اور ثمن ہو سکتا
ہے اور ورق کی بات کہ اوپر گزری جو اسے دیکھنے کا یقین کر لیا کہ
شے کی حالت موجودہ دیکھی جاتی ہے نہ حالت گزشتہ کیا نہیں دیکھتے
کہ شرع میں عقل میں عورت میں عالم کی تعظیم ہے اور اس پر نظر نہیں
کہ وہ اصل میں ان لوگوں سے ہے جن کی نسبت رب عزوجل نے
فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس
حال پر پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے تو یہ اسی سبب سے ہے کہ اس
میں ایک وصف ایسا پیدا ہو گیا جس کے سبب خالق و خلق سب
کے نزدیک اس کو وہ عزت ہو گئی جو پہلے تھی اور ایسے ہی وہ علم
کا درق اس وجہ سے کہ اس میں وہ علم لکھ دیا گیا اور ایسے ہی نوٹ
جس میں چھاپے کے سبب وہ بات پیدا ہو گئی جس نے نفع کے

باعث رغبتوں کو اس کی طرف کھینچ دیا اور طبیعتیں اس کی طرف
میل کرنے لگیں اور اس میں دنیا اور روکنا جاری ہوا اور یہ اعراض
کچھ حقیقت نہیں رکھتا کہ نوٹ سب شہروں میں نہیں چلتا کہ
یہ تو کسی کے نزدیک مالیت کو لازم نہیں بلکہ سکہ کی اکثر چیزوں
کا یہی حال ہے کیا نہیں دیکھتے کہ جسے اور عشرے اور ملے جو
یہاں رعب شریف میں، رانج ہیں ہند میں اصلاً نہیں چلتے
اور ایسے ہی ہندوستان کے پیسے یہاں نہیں چلتے۔ بخلاف نوٹ
کے کہ ہندوستان کا نوٹ یہاں آنکھوں دیکھا جائے گا ہے اور کچھ
کم کو بکنا چلنے کے ضائق نہیں نہ اس سے بے رواجی لازم ہے بلکہ
میں نے اسی ذی الحجہ میں اسی امان دہے شہر (کہ معظمہ) میں ایک
انگریزی نوٹ جس پر پانسو کی رقم لکھی تھی تینتیس اشرفی اور
پانچ روپے کو بھنایا اور یہ اس کا پورا ثمن ہوا کہ وہ اشرفیاں چار
سو پچانوے روپے کی ہوئیں اور وہ ان پانچ روپوں سے ملکر
پورے پانسو ہو گئے اور بیشک کفایہ کی افراطی بائیس واسد
میں فرمایا کہ تھے کمال ہونا یوں ہوتا ہے کہ سب لوگ اسے مال
بنائیں یا بعض انتہی اور ایسا ہی فتح القدر میں ہے اور رد المحتار
میں بحوالہ بحر الرائق کشف کبیر سے نقل کیا کہ مال وہ ہے جس کی
طرف طبیعت میل کرے اور وقت حاجت کیلئے اسکا اٹھا
رکھنا ممکن ہو اور مالیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ سب لوگ یا
بعض اسے مال بنائیں انتہی تو ظاہر ہو گیا کہ وہ مسد کا مسئلہ جس
سے ان عالم نے تسک کیا ہمارے مسئلہ نوٹ سے کچھ علاوہ نہیں
رکھتا مگر بندہ ضعیف دوست رکھتا ہے کہ اس مسئلہ کا حال بھی
کھولے تاکہ کہیں دوسری جگہ کوئی اس سے دھوکا نہ کھائے
باوصف اس وقت کے جو اس میں ہے کہ اس نے ایسی چیز کو
تنگ کر دیا جسے شرع مٹرنے وسیع فرمایا تھا اقول وبہ استعین

و كذلك ورقة العلم لما تجد وفيها من
كتابة ذلك العلم وكذلك النوط لما حدث
فيه بذلك الرقع والطبع مما استجلب الرغبات
اليه للنفع وصار يسيل اليه الطبع ويجرى فيه
البذل والمنع ولا قيمة للايراد بانه لا يمشی في
كل البلاد فان هذا ليس من لوازم المالية عند
احد بل هذا هو حال اكثر العملة المضروبة
الاترى ان الخمسات والعشرات والهلالات
الرائجة ههنا لا تروج في الهند اصلا وكذا
لا تمشی فلوس الهند هنا بخلاف النوط فان
نوط الهند نافق ههنا بالمشاهدة وبعض النقصان
لا يمنع المشى ولا يوجب الكساد بل قد اصطرفت
انا في ذى الحجة هذا البهلالات الامين
نوطا افرنجيا معلما برقم خمسمائة ربية ثلثة
وثلاثين جنيا وخمس ربابي وهذا ثمنه سواء
بسواء فالجنيهات باربعائة وخمس وتسعين
وهي مع الخمس خمسمائة وقد قال في الكفاية
اوائل باب البيع الفاسدان صفة المالية للشئ
بتمول كل الناس او يتمول البعض اياه او مثله
في فتح القدير وفي رد المحتار عن البحر الرائق
عن الكشف الكبر المال ما يسيل اليه الطبع و
يمكن ادخاره لوقت الحاجة والمالية تثبت
بتمول الناس كافة او بعضهم اه فتبين ان
الفرع المذكور المتسلك به لامساس له بما
نحن فيه ولكن العبد الضعيف يجب ان يكشف

اصل اس مسئلہ کی قینہ سے ہے اور الحار نے اسے بحر سے نقل کیا اور بحر نے قینہ سے اور ان کے شاگرد علامہ غازی نے انکی متابعت کی اور یہاں تک مبالغہ کیا کہ اس مسئلہ کو اپنے متن تنویر الابصار کی متفرقات البیوع میں کتاب الصرف سے کچھ پہلے داخل فرمایا حالانکہ تنویر کی اصل یعنی درر وغیر اس سے خالی ہے اور اس کے شارح علامہ علائی نے اسے قینہ ہی کی طرف پھیر دیا بلکہ خود مصنف نے اس کی شرح شرح الغفار میں اس کا اعتراف فرمایا متن کی اس عبارت کے بعد فرمایا کہ اسے بھی قینہ میں نقل کیا گیا انتہی یعنی جیسے اس سے پہلا مسئلہ بھی قینہ میں منقول ہے اور وہ یہ ہے کہ کبوتر کی بیٹ جو کثیر ہو اس کی بیج وہ بیج صحیح ہے اور قینہ مشہور ہے کہ اس کی دو اہمتیں ضعیف ہو کرتی ہیں اور علماء نے تصریح فرمائی کہ قینہ جب مشہور کتابوں کی مخالفت کرے مقبول نہ ہوگی بلکہ نص فرمایا ہے کہ قینہ اگر تو اعد کی مخالفت کرے تو مقبول نہ ہوگی جتنک اس کی تائید میں کوئی اور نقل معتمد نہ پائی جائے اور اعتبار منقول عنہ کا ہونا ہے نہ نقل کا اور نقلوں کی کثرت سے مسئلہ کی فراہت دفع نہیں ہوئی جبکہ ایک ہی منقول عنہ ان سب کا انتہی ہو جیسے کہ میں نے ان تمام باتوں کا بیان اپنی اس کتاب میں کر دیا جو آداب مفتی میں لکھی جا سکتی ہیں نام میں نے فصل القضا فی حکم الانتاء رکھا اور ظہیر یہ میں حکم فرمایا کہ سجدہ تلاوت کے بعد بھی قیام سبب ہے جیسا اس سے پہلے اور یہ مسئلہ اس سے تاریخانیہ اور غنیہ اور مضمرات نے نقل کیا اور ان سے بحر میں اور درر وغیرہ میں اسی پر پہلے بار صفت اس کے بحر میں حکم فرمایا کہ وہ غریب ہے، علامہ شامی نے فرمایا اس کی فراہت کی وجہ یہ ہے کہ تھا ظہیر یہ نے اس مسئلہ کو ذکر کیا اور اسے وسطے بعد والوں نے فقط اسی کی طرف اسے نسبت کیا ہے

الحجاب عن حاله ايضا كذا لا يعثر به في محل اخر مع ما فيه من تحجير ما وسعه الشرع المطهر فاقول وبه استعين اصل الفرع القنية فرد الحار نقله عن البحر والبحر نقله عنها وتبعه تلميذه العلامة الغزوي وبالغ حتى ادخله في متنه في متفرقات البیوع قبل الصرف مع خلوا صله اغنى الغر وال رر عنه وقد ردك شارحه العلامة العلائی الى القنية بل اعترف للمصنف نفسه في شرحه فتم الغفار فقال بعد ايراد متنه نقله في القنية ايضا اه ای کا نقل المسألة قبله فيها وهي صحیح حدیث وحماس کثیر و هبة والقينة مشهورة بضعف الرواية ومرجوا انها اذا خالفت المشاهير لم تقبل بل قد نصوا انها اذا خالفت القواعد لم تقبل ما لم يحضد ها نقل مقدم من غيرها والعبارة بالمنقول عنه لا بالزائل وبكثرة النقول لا تندفع الغرابة اذا لم يكن مستندهم الا واحد كما بنيت كل ذلك في كتابي في آداب المفتي سميته فصل القضاء في رسم الاقتا وحكم في الظهيرية اسباب القيام بعد سجود التلاوة مثل ما قبله ونقله عنهما في التاريخانية والغنية والمضمرات وعنهما في البحر ومشي عليه في الدرر وغيره وذلك حكم في البحر انه غريب قال الشامي وجه غرابته انه انفراد ذكره صاحب الظهيرية ولذا غرأ

من بعده اليها فقط اه وانت تعلم ان فرع القنية
لم يرزق من المنقول هذا القدر ايضا ولا القنية
كانت يبرية فاني تخرب عنه الغرابة ويا ليتته
لم يكن الا عن يافيكون كالتاذا لکنه کاملنکر
لان کلتا الخالفتين نقد ورتته مخالفة المشاهير
ومخالفة قواعد الشرع المتين اما الاولي فلقد
كان ناهيك فيها قول الفتح والشرنبلالی ^{للمطحاوي}
ورد المختار وغيرها من معتدات الاسفار لو
باع كاغذة بالف يجوز وجزاها هو الله الحسني
وزيادة على زيادة ناء الوحدة في كاغذة
لكن ههنا شئ اخر اجل واكبر لا يرد ولا
يرام ولا يمس عبارة الا وهام وهو اجماع
استنتاجي في الروايات الظاهرة عنهم
واطباق متون المذهب وشروجه وفتاواك على
جواز بيع تمرية بتمرتين وجوز مجوزتين وزاد
في الفتح والدرل برة باسرتين وكل احد يعلم
ان ليس شئ منها يساوي فلسا ففى بلادنا توكو
عادة صالحا من التمر بفلس وهو ههنا اخص
وكذلك الجوز وهو اخص في بلادنا وثمره تجد
الابو بفلس من شان الى خمس وعشرين فهذه
مخالفة بينة لجميع المشاهير بل لنصوص جميع
ائمة المذهب والمحقق حيث اطلق وان رجح
رواية المعلى عن محمد بكواهة تمرية بتمرتين
لكنه لاجل التفاصل لا لان تمرية لا يساوي
فلسا فلوباع تمرية من البرني بتمرية من الجنب

اور تو جانتا ہے کہ قنیه کے اس مسئلہ کو اتنی نقول بھی نصیب نہ
ہوئیں اور نہ قنیه مثل ظہیر یہ کے ہے تو غرابت اس سے کہاں جائی
اور کاش وہ صرف غریب ہی ہوتا تو حدیث شاذ کے مثل ہوتا
مگر یہ تو مثل حدیث منکر کے ہے اس لئے کہ دونوں مخالفین اس کی
نقد وقت ہیں کتب مشہورہ کی بھی مخالفت اور قواعد شرع
روشن کی مخالفت پہلی مخالفت کے ثبوت کو یہی بس تھا کہ فتح
القدر اور شرنبلالی اور لمطحاوی اور زہد المختار وغیرہ معتد کتابوں
میں فرمایا اگر ایک کاغذ ہزار روپے کو بیچا تو جائز ہے تو اللہ تعالیٰ
ابھیں بھلائی اور اس سے زیادہ جزا دے کہ انھوں نے کاغذ میں
تائے وحدت بڑھادی (یعنی ایک کاغذ) لیکن یہاں تو ایک اور
چیز ہے نہایت جلیل و عظیم کہ نہ رو سکے نہ اسپر کوئی آنکھ اٹھا
سکے نہ دوہام اس کی گرد پائیں اور وہ یہ ہے کہ ہمارے تمام ائمہ
نے ان روایات میں جو ان سے متواتر و مشہور ہیں اجماع فرمایا ہے
اور متون و شروح فتاوا سے مذہب کا اتفاق ہے کہ ایک چھوہارا
دو چھوہاروں کو اور ایک اخروٹ دو اخروٹوں کو بیچنا جائز ہے اور
فتح القدر و درنما میں یہ بھی زائد کیا کہ دو سوئوں کے بدلے ایک
سوئی اور ہر شخص جانتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز ایک پیسہ کی نہیں
ہوتی ہمارے شہروں میں منقول گنتی کے چھوہارے ایک پیسہ کے
ہوتے ہیں اور یہاں اور بھی سستے ہیں اور ایسے ہی اخروٹ اور
وہ ہمارے شہروں میں زیادہ ارزاں ہیں اور ہندوستان میں ایک
پیسہ کی آٹھ سے لے کر پچیس سوئیاں تک ملتی ہیں تو اس مسئلہ
قنیه کی یہ صریح مخالفت ہے تمام کتب مشہورہ بلکہ نصوص جمیع
ائمہ مذہب سے اور محقق علی الاطلاق راہم ابن ہمام نے اگرچہ امام محمد
سے امام مطہی کی اس روایت کو ترجیح دی کہ دو چھوہارے کے بدلے
ایک چھوہارا بیچنا مکروہ ہے مگر وہ کراہیت ایک جانب زیادتی

کے سبب ہے نہ اسلئے کہ چھوہار ایک پسید کی قیمت کا نہیں ہوتا تو
اگر مثلاً ایک چھوہار اقم برنی کا قسم جنب کے ایک چھوہار سے
بیچے تو اس سے نہ روایت معلیٰ کو کچھ تعلق ہوگا نہ تزیج محقق کو پھر
وہ روایت بھی تو اتنا ہی کہتی ہے کہ مکروہ ہے بیح باطل اور اصلاً
منفعد نہ ہو جس کا تھیں دعویٰ تھا وہ کہاں گیا رہی دوسری لغت
اقول ملک ہند کہ اس قدر کبیر وسیع ہے۔ (جس کا عرض خط استوا
سے شمال کی جانب آٹھ درجے سے ہنٹیس درجے تک ہے اور طول
گرینچ سے (کہ لندن کی مدگاہ ہے) شرق کی جانب چھیا سٹھ
درجے سے بانوے درجے تک ہے) اس میں اکثر فقر کی میشت
اسی خرید و فروخت سے ہے جو پیسے کے حصے دھیلے چھدام مٹری
وغیرہ سے ہوتی ہے تو بہترے فقیر اپنے سالن کے لئے کوئی ساگ
دھیلے کا خرید لیتے ہیں اور اس میں دھیلے کا تلوں کا تیل ڈالتے
ہیں اور تینوں سالے چھدام کے اور ہسن پیاز چھدام کے اور پوپا
چھدام کا نمک تو پونے دو پیسے میں اس کی ہانڈی تیار ہو جاتی ہے
اور اسے صبح و شام دو وقت کر کے کھالتا ہے اور اپنے چراغ کے لئے
دھیلے کا تیل خرید تلے جو شام سے آدھی رات تک اس کے لئے
کافی ہوتا ہے اور میٹھے پانی کی بڑی مشک دھیلے کو اور تھوڑا ہی
زمانہ گزرا کہ پیسے کی تین مشکیں تھیں اور دیاسلائی کی ڈبیا تھیں دھیلے
کو ملجائے گی اور اپنے بال بچوں کے لئے ہندوستانی میووں میں سے
مزہ دار میوہ (جسے اہل عرب عنب (بفتح عین و سکون نون))
کہتے ہیں اور فابسی میں انبہ اور ہندی میں آم بہت سے ایک دھیلے
کو اور ایسے ہی جاسن اور المیاں چھدام کو اور اگر پان تبا کو کا عادی
ہے تو اسے ایک رات دن کے لئے کفایت کرینگے دھیلے کے پان
اور کھنڈ اور چھالیا اور کھانے کا تبا کو چھدام چھدام کے تو اس کی
ایک دن کی حاجت سوا پیسے میں نکل جائے گی اور اگر حقہ پتیا ہوتی

مثلاً لمقرسہ روایۃ المعلیٰ ولا ترجیح المحقق
ثم الروایۃ ایضاً لا تقول الا بالکراهۃ فاین
البطلان وعدم الاعتقاد الذی کنتو تدعون
واما الثانية فاقول اکثر تعیش الفقراء فی مملکة
الهند علی کبرها واتساعها فان عمارتها عرضاً
من شان درج شمالية عن خط الاستواء الی خمس
وثلثین درجۃ وطولاً من ست وستین درجۃ
شرقیۃ عن قرینص الی اثنتین وتسعین درجۃ،
انما هو بالمبايعات باجزاء فلس نصف وربع
وثلثین وغیرها فریب فقیریشتری لا دامه
شیئاً من البقول بنصف فلس ویصب فیہ دهن
الشیرج بنصف فلس والتوابل الثالث جمیعاً بریج
فلس والثوم والبصل مغا بریج فلس وکذا الملح
بریج فلس فیتمھیولہ الا دام فی فلسین الأربعا
ویأکله غداء وعشاء ویشتري لسراجہ الدهن
بنصف فلس یکفیه من المساء الی قریب نصف
اللیل وقربة کبيرة من الماء العذب بنصف
فلس وقد کانت قبیل هذا بثلث فلس وتجد
علبة الکبریت بنصف فلس ویشتري لعیالہ
من الذفواکہ الہند المشهورۃ عند العرب باسم
العنب بفتح العین وسکون النون وبالفارسیۃ
أنبہ وبالہندیۃ أم جملة کثیرۃ بنصف فلس
وکذا من الجامون ومن التمر الہندی بریج فلس
وان کان متعوداً بالتامول والتین فیکفیه لیوم
بليلة الورق بنصف فلس والفرقل والکات

والغناك الماكول كل بربع ربع فننقضى حاجة يومه
فى فلس وربع ان كان يشرب الدخان فيكفيه
التين بنصف فلس وامثال ذلك اشياء كثيرة
تباع باجزاء الفلاس حتى الثمن ونصف الثمن
ولو لاذ لك بضاق الامور ونقل على اخفاء ذات
اليد بحيث لا يطيقون ولو ابطالنا تلك البياعات
الشامسة في الاف مولفة من المسلمين والزمانا
هم ان لا يشتر واشياً باقل من فلس قط مع
ان حاجاتهم تندفع بالربع وبالثلث لكان هذا
من وضع الاصر عليهم وما جاءت هذه الشريعة
السحة السهلة الخراء الابرفعه وربها الاجدان
هذا القدر من الفلوس فان الادام الذى كان
تھيا فى فلس واحد وثلاثة ارباع فلس الان لا
يتأنى الا فى ثمانية فلوس والتامول التام في
فلس وربع لا يتم الا فى اربعة فلوس وقس عليه
فاذا لم يجد لادامه الا فلسين والزمقوة بثمانية
فماذا تاامرون ايكفى بسف الدقيق او قضم
خبز الشعير وحده بدون ادا م يصلحه
وسينغه وبعين على هضمه والمعتادون بالادام
وهم الناس كلهم واجلهم لو اکتفوا بهذا
لربلا تمهم واورث اسقاما فيهم فان شرک
العادة عداوة مستفاداة ام يتكفف والتكفف
ذلى وحرام ام بغضب وفى الغضب اشتد الغضب
والا مقام ام يومر البياعون والبقالون و
السقاؤن ان يعطوه جميع حاجاته مجانا لانها

وھیلے کی تبا کو کافی ہے اور اسی طرح بہت چیزیں پیسے کے حصول
سے ملتی ہیں یہاں تک کہ دمڑی اور آدمی اور ایسا نہ ہو تو معاملہ تنگ
ہو جائے اور کم استطاعت والوں پر ایسا گراں گزرتے کہ اٹھانہ
سکیں اور یہ بیعیں کہ ہزاروں ہزار مسلمانوں میں شائع ہیں اگر ہم
باطل کر دیں اور ان پر لازم کریں کہ کبھی کوئی چیز پیسے سے کم کی نہ
خریدیں حالانکہ ان کی حاجتیں چھدام اور دمڑی میں پوری ہو جاتی
ہیں تو یہ ان پر بھاری بوجھ ڈالنا ہوگا اور یہ روشن اور نرم و آسان
شرعی تونہ آئی مگر بوجھ کے دفع کرنے کو بلکہ اکثر اوقات اتنے
پیسے انھیں ملیں گے کبھی نہیں اس لئے کہ وہ سالن جو پونے دو پیسے
میں طیار ہوتا تھا اب دو آنے سے کم میں نہیں طیار ہوگا۔ اور بان
کہ سو پیسے میں جس کا کام پورا ہوتا تھا اب ایک آنے میں ہوگا اور
اسی پر قیاس کر تو وہ جب اپنی ہانڈی کے لئے دو پیسے سے زائد
نہ پاسے اور تم اس پر دو آنے لازم کرو تو بت ڈیکر کہ آیا دکھا آٹھا پھانکے
یا جو کی خشک روٹی چائے جس کے ساتھ کوئی سالن ایسا نہ ہو کہ
اس کی اصلاح کرے ادا سے نکلنے کے قابل بنائے اور اسکے ہضم
پر عانت کرے اور جنھیں سالن کی عادت پڑی ہوئی ہے اور تمام
آدمی یا اکثر ایسے ہی ہیں اگر اس پر نفاعت کریں تو انھیں اس نہ
آئے اور ان میں بیماریاں پیدا کر دے کہ عادت کا چھوڑنا خود
اپنے ساتھ عداوت کرنا ہے یا یہ کہتے ہو کہ بھیک مانگے اور بھیک
مانگنا ذلت و حرام ہے یا دوسروں کا مال چھیننے اور چھیننے میں
سخت غضب اور سزا ہے یا بیچنے والوں اور ترکاری فروشوں
اور بھشتیوں کو حکم دیا جائے گا کہ ان کی تمام حاجت کی چیزیں انھیں
مفت دیدیں اس لئے کہ وہ ایک پیسے کی قیمت کی نہیں اور جو
ایک پیسے کی نہیں وہ مال نہیں اور نہ اس کی کوئی قیمت تو بیچنے
والے اس پر کیونکر راضی ہوں گے اور اگر راضی ہو جائیں تو ایک فقیر

لاساوی فلساوما لایساوی فلسا فلیس بمالی
 ولا قیمة له فهم کیف یرضون بهذا وان رضوا
 فلا ترجیح لفقیر علی فقیر فلیعطوا کلا حوائجہ
 فتذهب متاجرہم بلا شیء فاذا ن لاسبیل کا
 فتح باب البیوع وقد فتحہ القران بقولہ تعالیٰ
 مطلقا واحل اللہ البیوع وقولہ تعالیٰ اکان تکون
 تجارة عن تراض منکم وماکان شرع البیوع الا
 لدفع تلك الشناخ ففی تجبیرة وقد وسعه الله
 اعادة لهار عود علی مقصود الشرع بالنقض قال
 المحقق فی الفتح لو لم یشرع البیوع سببا للمملک
 فی البدلیین لاحتاج ان یؤخذ علی التغالب
 والمقاہرة او السؤال والشحاذة او یصبر حتم
 یموت وفی کل منها ما لا یخفی من الفساد وفی
 الثانی من المذل والصغار ما لا یقدر علیہ کل
 احد ویزری بصاحبه فکان فی شرعیته بقاء
 المکلفین المحتاجین ودفع حاجاتهم علی
 النظام الحسن او معلوم ان الشرع لم یحد
 فی ہذا احد الا انما حل البیوع وهو مبادلة
 مال بمال الخ والمال کما مر ما یمیل الیہ الطبع
 ویمن ادخارہ لوقت الحاجة وهذا صادق
 قطعاً علی ما قصدنا ہما یساوی نصف فلس
 وربعا فایجاب ان لا یكون الا بفلس لا یكون
 الا تحکماً وزیادۃ فی الشرع فکیف یقبل ثم لعل
 لقائل ان یقول لریات الشرع بتقدیر الفلوس
 وهو مختلف باختلاف الزمان والمکان ولا سبیل

کو دوسرے فقیر پر ترجیح نہیں تو چاہے کہ ہر ایک کو اسکی ضرورت
 مفت دین تو انکی تجارت میں یوہیں جاتی رہیں تو ثابت ہو کہ کوئی
 راستہ نہیں ہے سو اس کے کہ بیع کا دروازہ کھولا جائے اور فقیر
 قرآن عظیم نے اسے اس مطلق ارشاد سے کھولا ہے کہ حلال کی
 اللہ تعالیٰ نے بیع اور اس ارشاد سے مگر یہ کہ کوئی سودا ہو تو ہادی
 آپس کی رضامندی کا اور بیع کا مشروع کرنا انہیں قباحتوں کے
 دفع کرنے کو تھا تو اس کے تنگ کرنے میں حالانکہ اللہ تعالیٰ اسے
 واسع فرما چکا ہے انہیں قباحتوں کا پلٹ آنا ہے اور مقصود شرع
 پر اس کے توڑنے کے ساتھ عود کرنا ہے محقق نے فتح القدر میں فرمایا
 اگر بیع ثمن و بیع دونوں کی تملیک کا سبب بنا کر جائز نہ کی جاتی
 تو حاجت پڑتی کہ یا تو زبردستی یا دھینکا دھینگی لیتے یا بھیک
 مانگتے یا آدمی صبر کرتا یہاں تک کہ مرجائے اور ان سب باتوں میں
 کلاما ہوا سنا ہے بھیک میں وہ ذلت و خواری ہے جس پر
 ہر شخص قادر نہیں اور آدمی کو حقیقہ کرتی ہے تو بیع کی مشروع کرنے
 میں محتاج مکلفوں کی بقا ہے اور عمدہ انتظام کے ساتھ انکی
 حاجتوں کو پورا کرنا ہے انتہی اور معلوم ہے کہ شرع مطہرنے اس
 بارہ میں کوئی حد مقرر نہ فرمائی بس بیع حلال کی ہے اور وہ ایک
 مال کا دوسرے مال سے بدلنا ہے الخ اور مال جیسا کہ گرجا چکا وہ
 چیز ہے جس کی طرف طبیعت میل کرے اور وقت حاجت
 کے لئے اس کا اٹھا رکھنا ممکن ہو اور یہ تعریف یقیناً ان چیزوں
 پر صادق ہے جو ہم نے اوپر بیان کیں جو دھیلے اور چھدام
 کو آتی ہیں تو یہ واجب کرنا کہ پیسے سے کم کو بیع نہ ہو گا مگر زبردستی
 حکم اور شرع پر زیادت تو کیونکر مقبول ہو۔ پھر شاید کہنے والا کہ
 سکے کہ شریعت نے پیسے کی مقدار مقرر فرمائی نہیں اور وہ وقت
 اور جگہ کے بدلنے سے بدلتا ہے اور اس طرف راہ نہیں کہ ہر جگہ ہیں

الى اعتبار كل في محلة لما تقدم ان المالية
تثبت بتمول البعض فوجب الفحص كل حين عن
اصغر فلس من وج في الدنيا ونحوه حرج والحق مدفوع
بالنص فانهم وقال في الكفاية اول البيع الفاسد
فانه تثبت صفة التقوم بدون المالية فان
حبة من الخنطة ليست بملاح حتى لا يصح بيعها
وان ابيع الانتفاع بها شرعا لعدم قول الناس
اياها اهـ مثله في الكشف الكبير والبحر الرائق
ورد المختار وقال في الفتح مكان حبة حبات ولم
نرا احد منهم ذكر ان مادون مایساوی فلسا
لبس بمال وكان مبني الفرع على انه لم يكن
في ذمته ثمن دون الفليس او لم يجده في
تقديرات الشرع فحكم بان مادونه ليس بشئ
كما حكم في الاسرار بان مادون الحبة من
الذهب والفضة لا قيمة له كما نقل عنها في
الفتح لانهم لم يعرفوا لها مقدارا دون الحبة
وقد عرفت في ديارنا الى ثمن حبة وقيمة
ذهب يساوي ثمن حبة في بلادنا الا ان فلان
اي نحو هائلة واحدة ههنا وهو الاشك مال متقوم
فكيف بما فوقه مما يساوي ربع حبة ونصفها
وازيد منه الى حبة وكما حكم كثير من
بان مادون نصف صاع خارج عن المعيار فيجوز
فيه التفاضل مع اتحاد الجنس وعليه تنفرع
مسألة حفة بمفنتين وقد رده المحقق في
الفتح قائلا لا يسكن الخاطر الى هذا بل يجب

کامیہ معتبر ہو کہ اوپر گزر چکا کہ مالیت بعض کے مال بنانے سے بھی ثابت
ہو جاتی ہے تو واجب ہو کہ ہر وقت اس کی تلاش کریں کہ تمام دنیا
میں سب سے چھوٹا پیسہ کونسا ہے اور اس میں حرج ہے اور حرج
کو نص نے دفع فرمایا ہے فانہم اور بیشک کفایہ کے شروع باب
باب بیع فاسد میں فرمایا کہ کبھی شے میں باقیمت ہونے کی صفت
بغیر مالیت بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ گہیوں کا ایک دانہ مال نہیں
ہے یہاں تک کہ اس کی بیع صحیح نہیں اگرچہ اس سے نفع حاصل
کرنا شرعاً جائز ہے اس لئے کہ لوگ اسے مال نہیں سمجھتے تھے
اور ایسا ہی کشف کبیر و بحر الرائق و رد المحتار میں ہے اور فتح القدیر
میں ایک دانہ کی جگہ چند دانے فرمایا اور ہم نے ان میں سے کسی
کو یہ فرماتے نہ دیکھا کہ ایک پیسے سے کم کی چیز مال نہیں اور شاید
اس مسئلہ قینہ کی بنا اس پر ہو کہ ان کے زمانے میں پیسے سے کم
کوئی شے نہ تھا یا یہ کہ شرع مطہر نے جو اندازے مقرر فرمائے نہیں
پیسے سے کم نہ پایا تو یہ حکم لگا دیا کہ ایک پیسے سے کم کی جو چیز ہو
وہ کچھ نہیں جیسے اسرار میں حکم فرمایا کہ جو چاندی یا سوناری بھر
سے کم ہو اس کی کچھ قیمت نہیں جیسا کہ ان سے فتح القدیر میں نقل
فرمایا اس لئے کہ ان علمائے چاندی سونے کے لئے رتی سے کم کوئی
اندازہ نہ پیمانہ اور ہمارے شہروں میں اس کا اندازہ رتی کے آٹھویں
حصہ (ایک چاول) تک معروف ہے اور آجکل ہمارے یہاں
چاول بھر سونے کی قیمت دو پیسے ہے یعنی یہاں کے ایک ہلہ
کے قریب وہ بلاشبہ قیمت والا مال ہے نہ کہ وہ جو اس سے بھی
زیادہ ہے جو پاؤ رتی یا نصف رتی یا اس سے زائد کا ہو ایک رتی
تک اور جیسے بہت علمائے حکم فرمایا کہ نصف صاع سے جو کم
ہو وہ اندازہ سے باہر ہے تو اس میں ایک چیز اپنی جنس کے
بدلے کی بیشی کیسا تہ چھنا جائز ہے اور وہ مسئلہ کہ ایک لپ گہیوں

بعد التحليل بالقصد الى صيانة اموال الناس
 تحريم التفاحه بالتفاحتين والحفنة بالحفنتين
 اما ان كانت مكاييل اصغر منها كما في ديارنا
 من وضع ربع القدر و ثمن القدر المصري
 فلا شك وكون الشرع لم يقدر بعض المقدار
 الشرعية في الواجبات المالية كالكفارات و
 صدقة الفطر باقل منه لا يستلزم اهدار
 التفاوت المتيقن الخ واقره في الحجر و
 النهر و الشرنبلالية والدر و الحواشي و
 غيرها وهو حسن وجيه كذا لك نقول
 ههنا يجب بعد تعريف المال بما مر ان يكون
 كل ما ذكرنا مما لا يساوي فلسا ما لا متقوما
 اما ان كانت اثمان اصغر من فلس كما في
 ديارنا من وضع ربع الفلوس و ثمن الفلوس
 فلا شك وكون الشرع لم يذكر ما دون
 فلس لا يستلزم اهدار المالية المتيقنة
 فهذا ما عندى والعلم بالحق عند ربى والله
 سبحانه و تعالى اعلم -

دولپ کے بدلے بیچنا جائز ہے اسی پر متفرع ہے اور محقق نے
 فتح القدر میں اس کا رد کیا یہ فرماتے ہوئے کہ اس حکم پر دل کو
 اطمینان نہیں ہوتا بلکہ جیب حرمت کی وجہ لوگوں کا مال محفوظ
 رکھنا ہے۔ تو اس پر نظر کر کے واجب ہے کہ دو سیب کے بدلے
 ایک سیب اور دولپ کے بدلے ایک لپ کا بیچنا حرام ہوگا
 نصف سے چھوٹے پیمانے پائے جاتے ہوں جیسے ہمارے دیار
 مصر میں چہارم پیالہ اور پیالہ کا آٹھواں حصہ مقرر ہے جب تو
 کوئی شک نہیں اور یہ بات کہ شرع نے واجبات مالیہ مثل
 کفارہ و صدقہ فطر میں جو اندازے مقرر فرمائے ہیں ان میں نصف
 صاع سے کم کوئی اندازہ نہ رکھا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ
 تفاوت جو یقیناً معلوم ہے بے اثر نہ دیا جائے الخ اور محقق کے
 اس کلام کو کبر اور نہر اور شرنبلالیہ اور درختا اور حواشی وغیرہا
 میں مقرر رکھا اور وہ اچھا اور موجود کلام ہے ایسا ہی ہم یہاں کہتے
 ہیں کہ جب مال کی تعریف وہ ٹھہری جو اوپر گزری تو واجب
 ہے کہ ضمنی چیزیں اوپر ذکر کریں جو ایک پیسہ کی رتھیں سب
 قیمت والے مال ہوں تو اگر پیسہ سے چھوٹے ثمن پائے جاتے ہوں
 جیسے ہمارے شہروں میں چھدام اور دمڑی مقرر ہیں جب تو
 شک نہیں اور یہ کہ شرع مطہرنے پیسہ سے کم کا ذکر فرمایا تو اس
 سے جو میرے پاس ہے اور حق کا علم میرے رب کے پاس

یہ لازم نہیں آتا کہ جو مالیت یقیناً معلوم ہے باطل کر دیا جائے۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

واما السابع

فاقول قد اذناك انه ثمن اصطلاحى
 فاستبداله بالثوب لا يكون مقايضة بل
 بيعاً مطلقاً ولا يتعين النوط بل يلزم في
 الذمة كالفلوس۔

جواب سوال ہفتم

اقول ہم تمہیں بتا چکے ہیں کہ نوط ثمن اصطلاحی ہے تو کپڑے
 سے اس کا بدلنا مقایضہ ہوگا۔ بلکہ بیع مطلق ہوگا اور خاص
 کوئی امین نوط دینا نہ آئے گا۔ بلکہ پیسوں کی طرح ذمہ پر
 لازم ہوگا۔

واما الثامن

فاقول نعم يجوز اقراضه لما تقدم انه مثلي ولا يقضى الا بالمثل لانه شان القرض بل كل دين لا يقضى الا بمثله الا ان يواضيا.

جواب سوال هشتم

اقول ہاں نوٹ قرض دینا جائز ہے اس لئے کہ اوپر گزر چکا کہ وہ مثلی ہے اور مثل ہی کے دینے سے ادا کیا جائیگا کہ قرض کی یہی شان ہے بلکہ کوئی دین ادا نہیں کیا جاتا مگر اپنے مثل سے مگر یہ کہ طرفین (کسی دوسری چیز کے لینے دینے پر) راضی ہو جائیں۔

واما التاسع

فاقول نعم يجوز اذا قبض النوط في المجلس كبا لا يفترق عن دين بدين وتحقيق ذلك ان بيع النوط بالدرهم كالفلوس بها ليس بصرف حتى يجب التقابض فان الصرف بيع ما خلق للثمنية بما خلق لها كمنسرة به البحر والدر وغيرهما ومعلوم ان النوط والفلوس ليست كذلك وانما عرض لها لثمنية بالاصطلاح مادامت تزوج والافسوخ وبعد مكوته صرفا صرح في رد المختار عن البحر عن الذخيرة عن المشائخ في باب الربا نعم لكونها اثمانا بالرواج لا بد من قبض احد الجانبين و الاحرم لنهييه صلى الله تعالى عليه وسلم عن بيع الكالئ بالكالئ والمسئلة منصوص عليها في مبسوط الامام محمد واعتمده في المحيط والحاوى والبرازية والبحر والنهر وفتاوى الحانوتى والتوير والهندية وغيرها وهو مفاد كلام الاسدي جابى كما نقله الشامى عن الزين عنه ففي الهندية عن المبسوط

جواب سوال نہہم

اقول ہاں جائز ہے جبکہ اسی جلسہ میں نوٹ پر قبضہ کر لیا جائے تاکہ طرفین دین کے بدلے دین بیچ کر جدا ہوں اور تحقیق اس مسئلہ کی یہ ہے کہ روپوں کے بدلے نوٹ بیچنا بیع نہیں جیسے روپے کے بدلے پیسے تاکہ دونوں طرف کا قبضہ شرط ہو اس لئے کہ صرف یہ ہے کہ جو چیز شمن ہونے کے لئے پیدا کی گئی ہے اسے ایسی ہی چیز کے ساتھ بیچیں جیسا کہ اس کی یہ تقریرت بحر و در وغیرہ میں فرمائی اور معلوم کہ نوٹ اور پیسے ایسے نہیں ان میں تو شمن ہونا اصطلاح کے سبب عارض ہو گیا جن تک چلتے رہیں ورنہ وہ متاع ہیں اور اس کے بیع صرف ہونے کی اور المختار باب ربا میں بحر اس میں ذخیرہ اس میں مشائخ سے تصریح فرمائی ہاں اسلئے کہ وہ چلن کے سبب شمن ہے دونوں طرف میں سے ایک کا قبضہ ضرور ہے ورنہ حرام ہو جائیگا اسلئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین سے دین کو بیچنے سے منع فرمایا ہے بسوط امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں اس مسئلہ کی تصریح ہے اور اسی پر اعتماد کیا محیط اور حاوی اور ہذازیہ اور بحر اور نہر اور فتاویٰ حانوتی اور تنویر اور در اور ہندیہ وغیرہ میں اور وہی مفاد ہے کلام امام اسپدی جابى کا جیسا کہ شامی نے بحوالہ بحر ان سے نقل کیا، ہندیہ میں بسوط سے ہے کہ کسی نے روپوں کے عوض پیسے خریدے روپے تو اس نے

اذا اشتري الرجل فلوسا بدراهم ونقد الثمن ولم تكن الفلوس عند البائع فالبيع جائز اه وفيها عن الحاوي وغيره لو اشتري مائة فلس بدرهم فقبض الدرهم ولم يقبض الفلوس حتى كسدت لم يبطل البيع قياسا ولو قبض خمسين فلسا فكسدت بطل في النصف ولو لم تكسد لم يقصد وللمشتری ما بقى من الفلوس اه وفيها عن محيط السرخسي نحوه و فيها عن الذخيرة لو اشتري فلوسا وطعاما بدرهم حتى لم يكن العقد صرنا وتفرقا بعد قبض احد البدلين حقيقة يجوز اما اذا حصل الا فتراق بعد قبض احد البدلين حكما لا غير لا يجوز سواء كان العقد صرنا او لم يكن بيا نه فيما اذا كان عليه فلوسا وطعاما فاشترى من عليه الفلوس او الطعام بدرهم وتفرقا قبل نقد الدرهم كان العقد باطلا وهذا الفصل يجب حفظه والناس عنه غافلون اه وفيها عنها اعطى رجلا درهما وقال اعطى بنصفه كذا فلسا وبنصفه درهما صغيرا هذا جائز فان تفرقا قبل قبض الدرهم الصغير والفلوس فالعقد قائم في الفلوس ^{مستقص} في حصة الدرهم وان لم يكن دفع الدرهم الكبير حتى افتراق بطل البيع في لکل اه وفيها عنها اشترى بفلوس واعطى الفلوس وافتراقا ثم وجد فيها فلسا لا ينفق فردة فاستبدله

دیدے اور پیسے بائع کے پاس نہ تھے تو بیع جائز ہے انتہی نیز عالمگیری میں حاوی وغیرہ سے ہے جب ایک روپے کے سو پیسے خریدے روپے پر تو اس نے قبضہ کر لیا اور پیسوں پر اسکا قبضہ نہ ہوا یہاں تک کہ ان کا چلن جاتا رہا تو قیاس یہ ہے کہ بیع باطل نہ ہو اور اگر پچاس پیسوں پر قبضہ کر چکا تھا اسکے بعد چلن جاتا رہا تو نصف میں بیع باطل ہو جائے گی اور اگر چلن رہے تو بیع فاسد نہ ہوگی اور خریدنے والا باقی پیسے لے لیا کہ انتہی نیز اس میں محیط سرخسی سے اسی کے مثل ہے اسی میں ذخیرہ سے ہے اگر روپے کے بدلے پیسے یا غلہ خرید لیا یہاں تک کہ وہ عقد صرف نہ ہو اور بائع مشتری ایک ہی طرف کا حقیقتہ قبضہ ہو کہ جدا ہو گئے تو جائز ہے ہاں اگر کسی طرف کا قبضہ حقیقتہ نہ ہو اور صرف ایک طرف کا حکم ہو تو جائز نہیں خواہ وہ عقد صرف ہو یا نہ ہو بیان اس کا یہ ہے کہ ایک شخص کا دوسرے پر پیسہ یا غلہ آتا تھا تو اس نے جس پر پیسہ یا غلہ آتا ہے انھیں پیسوں یا غلہ کو روپے سے خرید لیا اور روپے دینے سے پہلے جدا ہو گئے تو بیع باطل ہوگی اس مسئلہ کا یاد رکھنا واجب ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں انتہی اور اسی میں ذخیرہ سے ہے کسی کو ایک روپہ دیا اور کہا کہ آدھے کے اتنے پیسے دیدے اور آدھے کی اٹھنی تو یہ جائز ہے پھر اگر اٹھنی اور پیسوں پر قبضہ سے پہلے وہ دونوں جدا ہو گئے تو پیسوں میں بیع برقرار ہے اٹھنی کے حصہ میں باطل ہوگی اور اگر روپہ بھی نہیں دیا تھا ویسے ہی دونوں جدا ہو گئے تو اٹھنی اور پیسے سب میں باطل ہوگی انتہی نیز اسی میں اس سے پہلے کوئی چیز پیسوں کو خریدی اور پیسے دیدے اور دونوں جدا ہو گئے پھر بائع نے ان میں ایک پیسہ کھوٹا پایا اسے واپس دیا اور اسکے بدلے اور پیسہ لیا تو اس صورت میں یہ پیسے اگر کسی متاع کے ثمن

فهذه الصورة اذا كانت الفلوس ثمن متاع
لا يبطل العقد سواء كان المرود قليلا او
كثيرا استبدل اولم يستبدل وان كانت
ثمن الدراهم فان كانت الدراهم مقبوضة
فرد الذي لا ينفق واستبدل اولم يستبدل
فالعقد باق على الصحة وكذلك لو وجد
لكل في هذه الصورة لا ينفق وردها واستبدل
اولم يستبدل فالعقد باق على الصحة وان لم
تكن الدراهم مقبوضة ان وجد كل الفلوس
لا ينفق فردها بطل العقد في قول ابي حنيفة
استبدل في مجلس الرد اولم يستبدل وقال
ان استبدل في مجلس الرد فهو صحيح على
حاله وان لم يستبدل انتقض وان كان البعض
لا ينفق فردها فالقياس ان ينتقض العقد
بقدره لكن ابا حنيفة رحمه الله تعالى استحسن
في القليل اذا رده واستبدل في مجلس الرد
لا ينتقض العقد اصلا واختلفت الروايات
عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى في تحديد القليل
ففي رواية اذا زاد على النصف فكثير وما
دونه قليل وفي رواية النصف كثير وفي رواية
اذا زاد على الثلث اقل خصوصا وانما اكثرنا النقول
عن الذخيرة لانه سياتي عنها نقل خلاف
في بيع فلس بفلسين فليكن على ذكر من كانه
جزم في مسائلنا هذه اعني بيع الفلوس بالدراهم
في غير موضع بالجواز ولو يلزم ههنا بذكر خلا

تھے تو عقد باطل نہ ہوا خواہ وہ جو واپس دیے تھوڑے پیسے تھے
یا زیادہ اور بدلے میں دوسرے پیسے لے یا نہیں اور اگر وہ پیسے
روپوں کے ثمن تھے اب اگر روپوں پر قبضہ ہو چکا تھا اس صورت
میں کھوٹا پھیرا اور اس کے بدلے میں کھرا لیا یا نہ لیا تو عقد بدستور
صحیح ہے اسی طرح اس صورت میں سب پیسے کھوٹے پائے
اور واپس دے اور ان کے عوض کھرے لے یا ابھی نہ لے
جب بھی صحیح رہے گی۔ اور اگر روپوں پر قبضہ نہیں ہوا
تھا اگر سب پیسے کھوٹے پائے اور واپس دے تو بیع امام اعظم
کے نزدیک باطل ہوگی اگرچہ اسی مجلس میں کھرے بدل لے
ہوں یا نہیں اور صاحبین فرماتے ہیں اگر اسی مجلس میں کھرے
بدل لے تو بیع بدستور صحیح ہے اور اگر نہ لے تو بیع ٹوٹ گئی اور
اگر کچھ پیسے کھوٹے پا کر واپس دے تو قیاس یہ ہے کہ اتنے میں
بیع باطل ہو جائے مگر امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ استحسناتا
فرماتے ہیں کہ اگر واپس دے ہوئے پیسے تھوڑے ہوں اور اسی
جلسے میں بدلے کے پیسے لے لے جائیں تو عقد اصلا نہ
ٹوٹے گا اور یہ کہ تھوڑے کتنے کو کہیں اس میں امام صاحب
روایتیں مختلف آئیں ایک روایت میں یہ ہے کہ نصف سے
زیادہ کثیر ہیں اور اس سے کم قلیل اور ایک روایت میں یہ ہے
کہ نصف بھی زیادہ ہے اور ایک روایت میں تہائی سے زیادہ
ہو تو کثیر ہے انتہی لخصاً اور ہم نے ذخیرہ سے فقہوں بکثرت
اس واسطے ذکر کیا کہ اس سے ایک نقل اس کے خالف
آنے والی ہے ایک پیمہ دو پیسے سے چھینے کے مسئلہ میں تو یہ
تجربے یاد رہے کہ ذخیرہ نے ہمارے اس مسئلہ یعنی روپوں کے
عوض پیسے چھیننے کے بارے میں متعدد جگہ جواز پر حزم فرمایا
ہے اور یہاں اصلا کسی ذکر خلاف کے قریب بھی نہ گئے اور

اصلا وفي تنويع الابصار والدر المختار باع فلوسا
بثلها او بدراهم وبتانير فان نقد
احدهما جاز وان تفرقا بلا قبض احدهما
لم يجزاه وبالجملة فالمسئلة ظاهرة والنقول
متوافرة وان خالفها العلامة قارئ الهداية
في فتاواه فشرط التقابض وحرم النسبة
وهذا انصها (سئل) هل يجوز بيع متقال
من الذهب بقنطار من الفلوس نسئة ام لا
(اجاب) لا يجوز بيع الفلوس الى اجل بذهب
او فضة لان علماء ناصوا على انه لا يجوز اسلا
موزون في موزون الا اذا كان الموزون المسلم
فيه مبيعا كزعفران او غيره والفلوس ليست
من المبيعات بل صارت اثمانا اه ورده العلام
الحاتوني حين سئل عن بيع الذهب بالفلوس
نسئة فاجاب بانه يجوز اذا قبض احد البدين
لما في البرازية لو اشترى مائة فلس بدرهم
يكفي التقابض من احد الجانبين قال ومثله
مالو باع فضة او ذهبا بفلوس كما في البحر عن
المحيط قال فلا يخر بما في فتاوى قارئ الهداية
اه واجاب عنه في النهربان مراده بالبيع السلم
والفلوس لها شبه بالثمن ولا يصح السلم في
الاشان ومن حيث انها عروض في الاصل كتنفي
بالقبض من احد الجانبين اقول وهذا هو
المستفاد من تعليقه بان علماء ناصوا على انه
لا يجوز اسلام موزون في موزون الخ لكن لم ينع

تنوير الابصار ودر مختار میں ہے کہ پیسوں یا روپوں یا اشرفیوں کے عوض
پیسے بچے اور ایک طرف کا قبضہ ہو گیا تو جائز ہے اور اگر کسی طرف
کا قبضہ نہ ہو کہ دونوں جدا ہو گئے تو ناجائز ہے انتہی الحاصل
مسئلہ ظاہر ہے اور نقلیں وافر ہیں اگرچہ علامہ قارئ الہدایہ نے
اپنے فتاویٰ میں اس کی مخالفت فرمائی کہ دونوں جانب کا قبضہ
شرط کیا اور کسی طرف ادھار ہونے کو حرام ٹھہرایا اس کی عبارت
یہ ہے (سوال ۱۲۱) کہ آیا ایک شقال سونا پیسوں کی ڈھیر سے
ادھار بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ (جواب) بیچنا جائز ہے اور ڈھیر سے
کے عوض ادھار بیچنا جائز ہے اس لئے کہ ہمارے علماء تصریح
فرماتے ہیں کہ وہ چیزیں جو تول کر بیچی جاتی ہوں (جیسے سونا
چاندی تانبا) ان میں ایک کی دوسرے سے بدلی جائز نہیں
مگر اس صورت میں کہ وہ موزوں چیز جو بذریعہ سلم وعدہ پر
لینی ٹھہری ہے بیع ہو قسم ثمن سے نہو جیسے زعفران وغیرہ اور جسے
جنس بیع سے نہیں ہیں بلکہ ثمن ہو گئے ہیں انتہی اور علامہ
حاتونی نے اس کا ادھر فرمایا جبکہ انہی پیسوں کی عوض سونا اور
ادھار بیچنے کی نسبت سوال ہوا جواب دیا کہ جائز ہے اگر
دونوں میں سے ایک کا قبضہ ہو گیا اس لئے کہ بڑا یہ میں ہے کہ
اگر ایک روپے کے سوپے خریدے تو ایک جانب کا قبضہ کافی ہے
پھر فرمایا اسی طرح اگر چاندی یا سونا پیسوں کو بیچیں جیسا کہ بحر
میں محیط سے ہے فرمایا تو وہ جو فتاویٰ قارئ ہدایہ میں واقع
ہوا اس سے دھوکا نہ کھایا جائے انتہی اور اس اعتراض کا نہر
میں یہ جواب دیا کہ یہاں قارئ ہدایہ کی مراد بیع سے بدلی ہے اور
پیسوں کو ایک مشابہت ثمن سے ہے اور ثمن کی ثمن سے بدلی
حرم نہیں اور اس حیثیت سے کہ پیسے اصل میں متاع ہیں
ایک جانب کا قبضہ کافی سمجھا گیا۔ اقول یہی ان کی اس دلیل

به العلامة ابن عابدین فی رد المختار و اجاب
بجمل ما فی فتاوی قاری الهدایة کما دل علیه
کلام الجامع الصغیر من اشتراط التقابض من
الجانبین قال فلا یعترض علیه بما فی البرازیه
المجمول علی ما فی الاصل یعنی المبسوط ونقل
قبیله عن الجوز عن الذخیره ان محمد اذ کو
مسئله بیع فلس بفسلسین باعیانہما فی
صرف الاصل ولم یشرط التقابض و ذکر
فی الجامع ما یدل علی انه شرط فمتمم من
لم یصح الثانی لان التقابض مع التحین شرط
فی الصرف و لیس به و منهم من صححه لان
الفلس لها حکم العروض من وجه و حکم
التمن من وجه فجاز التقابل للاول و اشتراط
التقابض للثانی اھ اقول و باللہ التوفیق ما
جئنا الیہ الشامی تبعاً للبحر تبعاً للذخیره
من دلالة کلام الجامع الصغیر علی اشتراط
التقابض فللعبد الضعیف فیہ تأمل قوی
وانی راجعت الجامع فوجدت نصه هكذا
محمد عن یعقوب عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالی
عنہم رجل باع رطلین من شحم البطن برطل
من الیة او باع رطلین من لحم برطل من شحم
البطن او بیضة ببضیتین او جوزة بجوزتین
او فلسا بفسلسین او تمرة بتمرتین ید ان ید
باعیانہما بجوز و هو قول ابی یوسف رحمة اللہ تعالی
وقال محمد رحمة اللہ تعالی لا یجوز فلس بفسلسین

مستفاد ہے کہ ہمارے علماء نے نص فرمایا کہ دو چیزیں جو وزن سے
بچی جاتی ہوں ان میں بدلی جائز نہیں الخ مگر علامہ ابن عابدین
نے رد المختار میں اسپر قناعت نہ فرمائی اور یوں جواب دیا کہ علامہ
قاری ہدایہ کا کلام اس مسئلہ پر محمول ہے جو کلام جامع صغیر
سے مفہوم ہوتا ہے کہ دونوں طرف سے قبضہ شرط ہے اور کہا
تو اب اس پر مسئلہ برآزیہ سے اعتراض نہ ہوگا کہ اس پر محمول ہے
جو مبسوط امام محمد میں ہے اور اس سے پہلے بحوالہ بحر ذخیره سے نقل
کیا کہ امام محمد نے مبسوط کی کتاب صرف میں ایک پیسہ دو پیسے
معیین کے بدلے بیچے کا مسئلہ ذکر فرمایا اور طرفین کا قبضہ شرط نہ کیا
اور جامع صغیر میں وہ عبارت ذکر فرمائی جو دلالت کرتی ہے کہ وہ
شرط ہے تو شاخ میں بعض نے اس حکم ثانی کی تصحیح نہ کی کہ بعض
کے ساتھ دونوں طرف کا قبضہ بیع صرف میں شرط ہے اور یہ وہ
نہیں اور بعض نے اس کی تصحیح کی اس لئے کہ پیسوں کے
لئے ایک جہت سے متاع کا حکم ہے اور ایک جہت سے تمن کا تو
پہلی جہت کے سبب کی پیشی جائز ہوئی اور دوسری کے سبب
طرفین کا قبضہ شرط ہوا انتہی اقول و باللہ التوفیق وہ جس کی طرف
شامی نے اتباع بحر اور بحر نے اتباع ذخیرہ میں کیا کہ جامع صغیر
کا کلام قبضہ طرفین شرط ہونے پر دلالت کرتا ہے بندہ ضعیف کو
اس میں تامل قوی ہے اور جامع کی طرف رجوع کی تو اس کی
عبارت یوں پائی امام محمد روایت کرتے ہیں امام ابو یوسف سے
اور وہ امام عظیم سے رضی اللہ تعالی عنہم ایک شخص نے پیٹ کی دو رطل
چربی ایک رطل حکمی کو بیچی یا دو رطل گوشت ایک رطل چربی کو
یا ایک انداد اندکے یا ایک خردوٹ دو خردوٹ یا ایک پیسہ دو
پیسے یا ایک چھوہارا دو چھوہارے کو دست بدست کہ دونوں معین
ہوں تو جائز ہے اور ہی قول ابو یوسف رحمة اللہ تعالی علیہ کا ہے اور

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ایک پیسہ دو پیسے کو جائز نہیں اور ایک چھوہارا دو چھوہارے کو جائز ہے ختم ہوا ان کا کلام شریف پاک کیا گیا ان کا سر معظم۔ تو موضع سندان کا یہی قول ہے کہ دست بدست مگر جس نے فقہ کی مزاوت کی ہے اسے معلوم ہے کہ یہ لفظ اس میں صاف رض نہیں کہ دونوں جانب کا قبضہ ہاتھوں سے ہو جائے کیا نہیں دیکھتے کہ ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس لفظ کو وہابی حدیث مشہور میں یقین کے ساتھ تفسیر کیا جیسا کہ ہدایہ میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد میں لفظ دست بدست کے یہ معنی ہیں کہ دونوں جانب یقین ہو جائے کسی طرف دین نہ رہے، جیسا کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا انتہی اور یہ کیونکر نہ ہو حالانکہ ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ قبضہ طرفین صرف میں شرط ہے اور اسکے سوا اور صورتیں جنہیں ربا جاری ہو سکتے ہیں ان میں فقط یقین شرط ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے اور تنویر الابصار میں ہے کہ جس مال میں ربا کا احتمال ہے وہاں ماوردائے صرف میں مال کا فقط عین ہونا معتبر ہے قبضہ طرفین شرط نہیں درختار میں فرمایا یہاں تک کہ اگر گیہوں کے بدلے گیہوں بیجے اور ان دونوں کو عین کر دیا اور بے قبضہ کئے ہوئے جدا ہو گئے تو جائز ہے انتہی تو امام محمد کا یہ قول عبارت مذکورہ میں اگر قبضہ طرفین پر حمل کیا جاوے اور اس سے یہ مطلب نکالا جائے کہ پیسوں کی باہم بیع میں قبضہ طرفین شرط ہے تو غریبوں اور اندروں اور اخروٹوں کی باہم بیع میں بھی اس کا شرط ہونا لازم آئیگا ان کے نزدیک جو کہتے ہیں کہ یہ قید ان تمام مسائل کیلئے راجح ہے جیسے نہر الفائق اور درختار وغیرہما اس لئے کہ وہ سب مسئلے ایک ہی روش پر

وہ مجوز تھیں بتمرتین اہ کلامہ الشریف قدس سرہ المنیف فحل الاستناد انما ہو قولہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ید امید لکن قد علم من مارسل لفظاً ہذا اللفظ لیس نصاصاً یحافی التقابض بالجرایم الاثری علماء نارحمہم اللہ تعالیٰ فسروہ فی الحدیث المعروف بالعیذیہ کما قال فی الہدایۃ ومعنی قولہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ید امید عینا بعین کذا رواہ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہ کیف وقد قال اصحابنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان التقابض انما یشرط فی الصرف واما ما سواہ مما یجری فیہ الربا فانما یعتبر فیہ التعمین کما فی الہدایۃ وغیرہا وقال فی التثویر المحتبر یقین الربوی فی غیر الصرف بلاشرط تقابض قال فی المدرحتی لو باع برابری بعینہما وتفرقا قبل القبض جائزہ فان حمل قولہ ہذا فی العبارة السقی ذکرنا علی التقابض واستجلب منہ اشتراط ذلك فی فلس بفسلین کان ایضاً مشروطاً فی تمرة بتمرتین و بیضۃ ببیضتین وجوزۃ مجوزتین عند من یقول ان القید راجح للمسائل جمیعاً کالنہر و الدر و غیرہما فان المسائل کلہا مسرورۃ سیا واحد الاسیما فی عبارة الجامع فان القید مذکور فیہ بعد تمرة بتمرتین وانما ذکر فلس بفسلین قبلہ و ہذا لعل بہ امتنا فوجب حملہ علی اشتراط التعمین وکان قولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بأعيانها تفسير القول بيدا ابیدا والا لكان
 حشوا مستغنى عنه لا طائل تحته اصلا فان
 التقابض فيه التعيين وازيد فذكرة بعدة
 نحو ولذا الما نقل الامام برهان الدين حسب
 الهداية رحمه الله تعالى هذه المسئلة عن
 الجامع الصغیر اسقط عنها تلك الكلمة و
 اقتصر على ذكر العينية حيث قال قال (ای محمد
 كما صرح به العلامة بدر العینی فی البناية) يجوز
 بيع البیضة بالبیضتين والتمررة بالتمررتين والجوز
 بالجوزتين ويجوز بيع الفلاس بالفلسين عیا
 نهما اه فظهر ظهور الشمس فی رابعة النهار
 ان ليس فی الجامع دليل على ما فهم هؤلاء
 الاعلام وان فرض فمع احتمال الغير احتمالاً
 اظهر و ازهر لا یرد ولا یرام ولا حجة
 فی المحتمل بخلاف عبارة الاصل فانها نص ائى
 بص فی عدم اشتراط التقابض كما سمعت
 فعلیه فلیکن التویل والتوفیق با الله الملك
 الجلیل ثم لا یخفی علیک ان هذا کله کان
 مما شاة مناع العلامة الشامی والمقصود ابانہ
 مفاد الجامع والا فالحن ان فتوى العامة سراج
 الدين ما بها حاجة الى حمل كلام الجامع على اشتراط
 التقابض ولا هو مدعاہ ولا علیه توقع لما اذاع
 فانه انما حرم النساء وحرمتها بالبیضة
 الجانبين ایضا فضلا عن التقابض الا ترى ان بیع
 ثوب بدرهم حالاً ليس بنسئة ولا فيه العینیتان

بیان میں آئے ہیں خصوصاً عبارات جامع صغیر میں کہ اس میں
 توبہ قید بیع خرید کے بعد مذکور ہے اور بیسوں کی بیع اس سے پہلے
 ذکر فرمائی ہے اور یہ ہمارے ائمہ میں سے کسی کا قول نہیں تو
 واجب ہوگا کہ دست بدست یعنی تعیین لین اور امام محمد
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ معین ہوں اس دست بدست
 کی تفسیر ہو ورنہ محض بیکار بھرتی ہوگا جس کا کچھ فائدہ نہیں
 کہ قبضہ طرفین میں تعیین مع زیادت ہے تو اس کے بعد اسکا
 ذکر فضول ہے اس لئے جب امام برہان الدین صاحب
 ہدایہ نے جامع صغیر سے اس مسئلہ کو نقل کیا تو دست بدست
 کا لفظ اس سے ساقط فرمایا اور صرف تعیین کا ذکر کیا جہاں کہ
 ہدایہ میں کہا کہ فرمایا یعنی امام محمد صیاً کہ علامہ بدر الدین عینی
 نے بنیاد میں تصریح کی ایک انڈا دو انڈے اور ایک خرما
 دو خرے اور ایک اخروٹ دو اخروٹ کو بیچنا جائز ہے اور
 ایک پیسہ دو پیسے معین کو جائز ہے انتہی تو پہروں جڑھے آفتاب
 کی طرح روشن ہو گیا کہ جامع صغیر میں اسپر کچھ دلالت نہیں
 جو یہ اکابر سمجھے اور اگر فرض بھی کر لی جائے تو اس کے ساتھ ذکر
 احتمال بھی موجود ہے ظاہر تو روشن ترکہ نہ رہا ہونہ اسکی طرف
 کوئی برا قصد کر سکے اور احتمالاً بات حجت نہیں ہوتی بخلاف
 عبارت بسوط کے کہ وہ قبضہ طرفین شرط نہ ہونے میں نص اور
 کیسی نص ہے جیسا کہ سن چکے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہئے اور توفیق
 اللہ عظمت والے بادشاہ کی طرف سے ہے پھر اتنا معلوم ہے
 کہ یہ سب کچھ ہماری طرف سے علامہ شامی کے ساتھ انکی روش
 پر چلنا تھا اور مقصود مفاد جامع صغیر کا ظاہر کرنا ورنہ حتی یہ ہے
 کہ فتویٰ علامہ قاری الہدایہ کو اسکی طرف حاجت نہیں کہ عبارت
 جامع کو قبضہ طرفین شرط کرنے پر محمول کیجئے اور نہ وہ ان کا مدعی ہے

اور نہ اسپر انکا دعویٰ موقوف کہ وہ تو ادھار کو حرام بتا رہے ہیں اور اسکی حرمت دونوں طرف عین ہونیکو بھی واجب نہیں کرتی نہ کہ قبضہ طریق کیا نہیں دیکھئے کہ کوئی کپڑا ایک روپے نقد کو بیچنا نہ تو ادھار ہے نہ آئیں دونوں جانب عین ہاں دونوں طرف عینیت کا واجب کرنا ادھار کی حرمت لازم کرتا ہے اس لئے کہ وعدہ مقرر کرنا اس غرض سے ہوتا ہے کہ شے کے حاصل کرنے میں آسانی ہو اور عین خود ہی فی الحال حاصل ہے تو اگر جامع کی عبارت سے علامہ قاری الہدایہ کیلئے اس طرز پر استدلال کیا جاتا تو اسکی ایک وجہ ہوتی ہے اور اعتراض مذکور سے محافظت رہتی اور اب میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے توفیق ہے تم پر ظاہر ہے کہ دونوں طرف سے تعیین کی شرط اموال رہا میں ہے اور وہ وہ چیزیں ہیں جو بائ یا تول سے کہتی ہیں نہ وہ کہ گنتی سے جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ کی باب السلم میں تصریح ہے جہاں کہ فرمایا کہ یہ صرف اموال رہا میں منع ہے جبکہ اپنی جنس کے ساتھ بیچ جائیں اور گن کر

بکے کی چیزیں اموال رہا میں سے نہیں انتہی جیسا کہ کنز کے اس قول کی شرح میں جب دونوں ہوں تو دونوں حلال ہیں بحر الرائق میں فرمایا یعنی جب قدر و جنس دونوں ہوں تو زیادتی اور ادھار دونوں حلال ہیں تو ہرات کے بے ہوشے ایک کپڑے کو مرد کہنے ہوئے دو کپڑوں کے عوض ادھار بیچنا جائز ہے اور اندرون کے عوض اخروٹ ادھار بیچنا اور کنز نے جو فرمایا کہ سوا صورت صرف کے اموال رہا میں نہیں مستتر ہے نہ کہ قبضہ طریق اس کیلئے بجز فرمایا جان اس کا وہ ہے جو امام اسپینائی نے اپنے اس قول میں ذکر کیا کہ جب

نعما ایجاب العینیة من الجانبین یوجب تحريم النسۃ لان التاجیل للترقیة فی التخصیل والعین متصلة بالفعل فلو استدلل له بعبارة الجامع علی هذا الوجه لکان له وجه وسلم من الاعتراض المذكور واذن اقول وبالله التوفیق لا یجفی علیہ ان اشتراط العینیة من الجانبین فی الربویات وهی المکیلات والموزونات دون المعدودات کانص علیہ فی سلم الفتح وغیره حیث قال انما ینع ذلك فی اموال الربا اذا قبولت بجنسها والمعدود لیس منها اھ کا قال فی البحر تحت قول المکنز وحلا بعد مهمما ای الفضل والنساء عند انقضاء القدر والجنس فیجوز بیع ثوب هر وی بمرودیین نسۃ والجوز بالبعض نسۃ وقال تحت قوله یعتبر التبعیین دون التقابض فی غیر الصرف من الربویات

بکے کی چیزیں اموال رہا میں سے نہیں انتہی جیسا کہ کنز کے اس قول کی شرح میں جب دونوں ہوں تو دونوں حلال ہیں بحر الرائق میں فرمایا یعنی جب قدر و جنس دونوں ہوں تو زیادتی اور ادھار دونوں حلال ہیں تو ہرات کے بے ہوشے ایک کپڑے کو مرد کہنے ہوئے دو کپڑوں کے عوض ادھار بیچنا جائز ہے اور اندرون کے عوض اخروٹ ادھار بیچنا اور کنز نے جو فرمایا کہ سوا صورت صرف کے اموال رہا میں نہیں مستتر ہے نہ کہ قبضہ طریق اس کیلئے بجز فرمایا جان اس کا وہ ہے جو امام اسپینائی نے اپنے اس قول میں ذکر کیا کہ جب

لہ کہ وہ تو اسے سلم مان رہے ہیں اور تم صرف کی طرف پھرتے ہو پتہ لہ کہ ثمن میں سلم اصلاً جائز نہیں چاہے اس چیز میں ہو جنس دونوں طرف کا قبضہ شرط ہے جیسے ثمن میں ثمن کی بدلی یا ایسا نہ ہو جیسے ثمن میں بیع کی بدلی ۱۲ منہ لہ واجب تو جب کرتی کہ ادھار نہ ہونے کو دونوں طرف معین ہونا لازم ہوتا اور ایسا نہیں بلکہ کبھی دونوں باتیں معدوم ہوتی ہیں کہ نہ ادھار ہونہ دونوں جانب عین جیسے مثال مذکور میں ۱۲ منہ لہ کہ وہ اس حکم پر دلیل ہوتا جس کا

لہ لانه سلمه سلما وانظر للصرف تصرفون ۱۱ منہ لہ لان السلم لا یجوز فی الثمن سواء کان فیما بشرط فیہ التقابض کثمن فی ثمن اولاً کبیع فی ثمن ۱۱ منہ لہ وانما کانت توجب لو کان انتفاء النسۃ مستلزما لوجود العینیین ولیس كذلك بل قد یتفیان محاکما فی المثال المذكور ۱۱ منہ لہ لکونه دلیل علی الحکم الذی افتی بہ وهو عدم

ناپ کی چیز ناپ کی چیز سے یا تول کی چیز تول کی چیز سے بچی خواہ دونوں ایک جنس کی ہوں یا دو جنس مختلف تو بیع جائز ہوگی مگر اس شرط سے کہ وہ دونوں ایک معین چیز ہوں جس پر عقد وارد کیا گیا خواہ وہیں حاضر ہوں یا غائب ہاں اس کی ملک میں موجود ہونا چاہئے الخ پیسوں کی باہم بیع میں جو عنینیت کو واجب کیا اس کی ہی دلیل بیان فرماتے ہیں کہ اگر ایک پیسہ

معیّن دو پیسے غیر معین کے عوض بیچا گیا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ وہ معین پیسہ رکھ چھوڑے اور مشتری سے ایک پیسہ اور مانگے یا وہ معین پیسہ مشتری کو دے کر پھر وہی پیسہ مع ایک اور پیسے کے اس سے واپس لے کیونکہ مشتری کے ذمہ پر اس کے دو پیسے آتے ہیں تو بائع کا اپنا مال تو اس کی طرف بعینہ لوٹ آیا اور دو سرا پیسہ بلا معاوضہ رہ گیا اور یہ ہیں اگر دو معین پیسے ایک غیر معین پیسہ کو بیچے تو مشتری دونوں پیسے لے لیگا اور اس کے ذمہ جو ایک پیسہ لازم ہوگا اس کی ادائیگی نہیں میں سے ایک پیسہ بائع کو پھر دیگا تو دو سرا پیسہ زائد رہ گیا ہے ایسے معاوضہ کے جس کا استحقاق عقد سے ہے ہوا ہو جیسا کہ فتح القدر میں ہے اور اسکے مثل عسایہ وغیرہ میں ہے اور ادھا پیسوں کے بدلے دو پیسے بیچنے میں یہ علت جاری نہیں ہو سکتی جیسا کہ پوشیدہ نہیں نہ کہ روپوں کے بدلے نوٹ بیچنے میں تو عبارت قاری الہدایہ کا سب سے بہتر محل وہ ہے جو نہر میں ذکر کیا اور اس وقت وہ ایک روایت نادرا

انہوں نے فتویٰ دیا یعنی ناجائز ہونا اگرچہ یہاں صرف کے سبب ہوا نہ سلم کی جہت سے اور اسی باب ہے جو ہندیہ میں محیط ہے والا اس جہاں انہوں نے اس کے مسائل ذکر کئے ہیں کہ غلہ قرض لینے والا اس قرض غلہ کو قرض دینے والے سے سو روپے کو مول لے اور یہ کہ وہ جائز ہے جبکہ وہ غلہ خرید لے جو اس کے ذمہ پر لازم ہو ہے نہ بعینہ

بیانہ ما ذکرہ الاسیحاہی بقولہ واذا تبایعا کیلیا بکیلی اووز نیا بورنی کلاهما من جنس واحد او من جنسین مختلفین فان البیع لا یجوز حتی یكون کلاهما عینا اضعیف الیہ العقد وهو حاضر او غائب بعد ان یكون موجودا فی ملکہ الخ وانما عدلوا وجوبها فی فلس فلسین بان لوباع فلا بعینہ بفلسین بغیر عینہما امسک البائع الفلاس المعین وطالبہ بفلس آخر او سلم الفلاس المعین وقبضہ بعینہ منہ مع فلس آخر لا استحقاق فلسین فی ذمتہ یأثر الیہ عین مالہ ویبقی الفلاس الآخر خالیاً عن العوض وکذا لوباع فلسین باعیانہما بفلس بغیر عینہ قبض المشتري الفلاسین و دفع الیہ احدهما مکان ما استوجب علیہ فیبقی الآخر فضلا بلا عوض استحق بعقد البیع کافی الفتح ونحوه فی العناية وغیرها وهذه العلة لاجریان لها فی الدرہم بالفلس نسۃ کما لا یخفی فضلا عن النوا بالدراہم فعبارة قاری الہدی احسن محل لها ما ذکر فی النہر ویكون اذن مبني على رواية

الجواز وان جاء من قبل الصرفية دون السلمية من هذا الباب ما في الهندية عن المحيط حيث ذكر مسائل شراء المستقرض الكراقرض من المقرض بصاۃ وانه يجوز اذا شري ما في ذمتہ ونقد الثمن فی المجلس والالاف ترا قهما عن دين بدین شر

نادرة عن محمد بن سيارى وان لم يسلم في فتوى من
دون سند ولا لعلم له سلفا فيصا وهو لم يتند نقل
وما تجشم له الشاى فقد علت حاله فكيف يعاين
به ما تطابقت عليه كلمات اولئك الاجلة الكرام
المدني قصصهم عليك واما مهم فيصا نص
محمد بن الاصل فهو القول الفصل ثم اقول
علا ان في ما ذكر العلامة قارى الهداية
ذوليين صريحين عن مسائل المذهب ذهول عما
نص عليه علماء انا ان الفلوس باصطلاح خرجت
عن الوثنية الى العودية وذهول عما نصوا عليه
ان تمنيتها تبطل باصطلاح العاقدين وان بطلانها
لا يبطل الاصطلاح على العودية وكل ذلك منصوص
عليه في الهداية وغيرها وهذا نصها ولما ان
التمنية في حقها تثبت باصطلاحها اذ لا ولاية
للغير عليها فتبطل باصطلاحها واد البطلان
التمنية تتعين بالتمنين ولا يعود وثنية
لبقاء الاصطلاح على العدا له وسئلنى
عليك ان محمدا ايضا سلم في السلم
بطلان التمنية وانما انكره في البيع

پر مبنی ہوگی جو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آئی ہے جیسا کہ مغربی
اس کا بیان آتا ہے اور اگر یہ نہ مانیں تو وہ علامہ کا ایک فتویٰ ہے
جس کے ساتھ کوئی سند نہیں اور نہ اس میں ان سے پہلے ان کا
کوئی مستند معلوم نہ وہ اس پر کسی نقل سے سند لائے اور وہ جو
اونکے لئے علامہ شامی نے تکلف کیا اس کا حال معلوم ہو چکا تو اس سے
کیونکر معارضہ ہو سکتا ہے اس حکم کا جس پر ان کا پروگرام کے کلمات
متفق ہیں جن کے اسمائے گرامی اور پر مذکور ہوئے اور اس میں ان کا امام
بسوط میں امام محمد کا نص ہے تو وہی قول فیصل ہے۔ تم اقول علا وہ بریں
وہ جو امام قاری الہدایہ نے ذکر کیا اس میں مسائل مذہب سے بے صواب ذہول ہیں کیا
ذہول تو اس جو ہمارے حکم نے تصریح فرمائی کہ پیسے اصطلاح کے سبب وزن
کی چیز ہونے سے خارج ہو گئی کی چیز ہو گئے اور دوسرا ذہول اس سے جو حکم
نے نص فرمایا کہ پیسوں کا من ہونا بائع و مشتری کی اپنی اصطلاح سے باطل ہوجاتا
ہے اور تمینت کے بطلان سے وہ اصطلاح جو ٹھہری ہوئی ہے کہ پیسے گنتی کی چیزیں
باطل نہیں ہوتی ان تمام باتوں کی مدد و دفعہ میں تصریح ہے، ہدایہ کی عبارت یہ ہے
امام ظہر اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ تمینت بائع و مشتری کے حق میں انکی اصطلاح
سے ثابت ہوتی ہے اسلئے کہ اور ان کو اور نیز کو ولایت نہیں تو وہ اپنی اصطلاحیں اس سے
باطل بھی کر سکتے ہیں اور خریدن ہونا باطل ہو گیا تو تمینت کے معین ہوجانے کے اور اس سے تولی کی
چیز ہوجانے کے گنتی پر اصطلاح باقی ہے تمہی اور مغرب تم تمینت بتائیں گے کہ امام محمد نے بھی
سلم میں بطلان تمینت تسلیم فرمایا ہے لہذا میں دلیل ثبوت کے سبب اسکا انکار کیا ہے

قال ذنك الجواب في كل مكيل وموزون غير الدراهم
والدينار والفلوس اذا كان قرضا ف جعل الفلوس
بما لا يجوز شر اذ لا دينان الذمة بتمن منقود ايضا
كسائى المجرى والصحيح ما قدمنا من التصديفة عن
عن الذ خيرة ان المنع في غير النصف مختص بما اذا

وہ غلہ جو خلق فرض آیا ہے اور قیمت اوسى جیسے میں ادا کر دی ہو حرام ہوگا
کہ دونوں طرف اودھا چھوڑ کر جدا ہو گئے پھر فرمایا مرناب تولی کی چیزیں
یہی حکم ہے سوار و پے اشرفی پیسوں کے جب وہ فرض ہوں تمہی تو پیسوں
کو بھی روپوں اشرفیوں کی طرح انھیں چیزوں میں قرار دیا کہ جب وہ ذمہ پر فرض ہوں
تو ذمہ خیر دینا ناجائز ہے اور قیمت اسی جیسے میں ادا ہو جائے اور صحیح ہے جو ہم جو الہدایہ دفعہ سے نقل کیے

تو اس پر ہمارے سب اماموں کا اجماع ہے تو اس حالت میں روپے یا اشرفی سے پیسوں کی بدلی کرنا ثمن کی بدلی نہیں اور نہ باہم تول کی دو چیزوں میں بدلی بلکہ تول کی چیز کے عوض ایک متاع عدوی کی بدلی ہے جس کے افراد یا ہم مشابہ ہیں اور ہمارے علما رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں الحاصل بندہ ضعیف اس فتویٰ کے لئے اصلاً کوئی وجہ صحت نہیں جانتا تائیں کہ شاید اونکے کلام کے لئے کوئی ایسی وجہ ہو کہ میں اپنی فہم سست سے اسے نہیں سمجھا اور کیا عجب کہ بہ نسبت ان علامہ کثیر المعرفۃ رحمہم اللہ تعالیٰ کے میں ہی غلطی سے زیادہ قریب ہوں تم اقوال اگر تسلیم نہ کریں تو ہمیں اس کلمے کا احادیث سے کہ وہ جو علامہ نے ذکر فرمایا وہ پیسوں ہی میں بزاری ہوتا ہے اور نوٹ تو اصلاً وزن کی چیز نہیں اسلئے کہ کاغذ کے پرچے عرف میں کبھی تو لے نہیں جاتے تو معیار اوتھیں شامل نہ ہوئی جیسے غلے سے ایک تھسی بھر اور سونے سے ایک ڈرہ تو ہمارا یہ مسئلہ بحال مخالفت سے محفوظ ہے اور حمد اللہ کے لئے جو بزرگی والا ہے ایسی ہی تحقیق ہونی چاہئے اور تو ثمن کا مالک اللہ ہے۔

جواب سوال وہم

اقول ہاں نوٹ میں بدلی جائز ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ جائز نہ ہوا اس لئے کہ نوٹ ثمن ہے اور ثمن میں بدلی جائز ہے جیسا کہ نہر سے گذرا اور تحقیق یہ ہے کہ یہ قول صرف ایک روایت نادرہ پر مبنی ہے

فصو جمع علیہ بین ائمتنا فاذن اسلام احد النقدین فی الفلوس لیس مسلمانی ثمن ولا اسلام موزون فی موزن بل موزون فی عددی متقارب ثمن ولا یاس بہ باجماع علما ننا رحمہم اللہ تعالیٰ وبالجملة فان عبد الضعیف لا یعلم لخصاً الفتویٰ وجہ صحتہ اصلاً تأمل لعل لکلامہ وجہ الصحتہ احصلہ بضمی الضعیف و لعلی انا الا ولی بالخطأ من هذا العلامة العریف رحمہ اللہ تعالیٰ ثم اقول ولئن سلمنا فلنا ان نقول ما ذکر انہا یتشی فی الفلوس اما النوط فلیس بموزون اصلاً فان الوضعات لا تؤمن عرفاً قط فلم یثملها المعیار کحفنة من حب و ذریرة من ذهب فسلتنا هذا سالمة عن الخلاف علی محل حال والحد لله ذی الجلال هكذا ینبئ التحقیق واللہ ولی التوفیق

واما العاشر

فاقول نعم يجوز السلم فی النوط وقد یقال لا يجوز فانه ثمن ولا سلم فی الاثمان كما تقدم عن الضر والتحقیق ان هذا اما یتنی علی روایة نادرہ

کہ اسواہ صرف میں منحرف یہ ہے کہ دونوں طرف میں سے کسی پر حقیقہ حقیقہ نہ کریں اگرچہ ایک پر قبضہ کلی ہو (جیسے ذمہ پر کا قرض کرنا) خصوصاً ہے مگر جب ایک پر قبضہ ہو جائے تو جائز ہے اور ایسا ہی رد المحتار میں ذکر ہے ہے غرض یہ کہ اسی ٹھہرانا اس سے پھرنا ہے جب عام سے مستعد کیا وہ میں اس کو پایا اور اس کا اہم ہے نبی اور طریقہ سے جو انہوں نے ذکر کیا اور اگر صرف کی طرف پھر تو نہیں ہو سکتا تو اس میں ضعف ہے۔

ثم یقبض شیئی من البدلیین قبضاً حقیقیاً وان قبض حکماً اما اذا قبض احدھا حقیقۃً جائز و مطلقاً و لا یحتاج عن الیجز وبالجملة جعلہ صرفاً فیما لہ مما لہ علیہ عامۃ الامم صحاب فی غیر ما کتاب واللہ تعالیٰ اعلم بہ ای بالوجہ اللہ ذی ذکر وان صرف الی الصرف نقد علمت مالہ من الضحیف الفی الامن

عن محمد و آقا المنصوص علیہ فی المتون جو انما
 المسلم فی الفلوس و انما لا یجوز فی الاثمان
 الخلیفة و هی النقدان لا غیر لعدم قدس
 العاقدین علی البطلان تنقیحاً بخلاف الاثمان
 الاصطلاحیة قال فی التتویر و الدرر ریع ای
 السلم فیما اصح ضبط صفته کجوز و اداء
 و معرفة قدره کامل و موزون و اخروج
 بقوله دشمن ، الدرهم و الدنانیر لانها
 امان فلم یجز فیها السلم خلاف لما لک
 و عددی متعارف کجوز و بیض و فلس ، الخ
 قال ابن عابدین قوله و فلس الاصل فی فلوس
 لانه مضر کلا اسم جنس قیل و فیہ خلاف
 محمد لمنعه مع الفاس بالفلسین الا ان ظاهر الروایة
 عنه کقولها و بیان الفرق فی النحر و غیره
 ان کان النحر انما ابداء تاویلا فلا یلحق فی قاصد النحر
 مستند و لو فی النحر و لم یرو به تعویلاً علیہ و فی السناد
 و کذا فی الفلوس عدوا و قیل تعدا عند
 ابی حنیفة و الخ یسلف سبهما الله تعالی
 وعند محمد لا یجوز لانها امان و لصما ان الثمنیة
 فی حصصاً باصطلاحهما فتبطل باصطلاحهما قال
 فی الفتح ای یجوز السلم فی الفلوس عدداً
 هکذا ذکره محمد رحمه الله تعالی فی الجامع من
 غیر ذکر خلاف فکان هذا اظاهراً الروایة
 عنه قیل بل هذا قبل ای حنیفة و الخ ای صفت اماناً فلا یجوز بدیل منه یحییٰ الخلیلین کی بنا پر ہے تو ان کی اصطلاح سے باطل بھی ہو جائے گا فتح القدر
 میں فرمایا پیسوں میں گنتی سے بدلی جائز ہے اسی طرح امام محمد نے جامع میں ذکر فرمایا اور کسی خلاف کا نام نہ لیا تو یہی امام محمد سے روایت مشہور
 ہوئی اور بعض نے کہا کہ یہ قول شیخین کا ہے امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اس دلیل سے کہ وہ دو پیسوں کو ایک پیسے بیجا منع فرماتے ہیں

جو امام محمد سے آئی در نہ متون میں تو یہ نص ہے کہ پیسوں میں
 بدلی جائز ہے ہاں جو ثمن ہونے کیلئے پیدا کئے گئے اور ان میں جائز
 نہیں اور وہ صرف چاندی سونا ہے و بس اس لئے کہ بائع و مشتری
 اوکلی ثمنیت باطل کرنے پر قدرت نہیں رکھتے بخلاف اون چیزوں
 کے جو اصطلاحاً ثمن قرار پائی ہیں، تنویر الابصار اور در مختار میں فرمایا
 سلم جائز ہے ہر اس چیز میں جسکی صفت کا انضباط ہو سکے جیسے اُس
 کا کھرا اور کھوتا ہونا اور اُس کا اندازہ پہچان سکیں جیسے ناپ اور تول
 کی چیز اور یہ جو مصنف نے فرمایا کہ وہ چیز جس نہ ہو اس سے روپے
 اور اشرفی گل گئے اس لئے کہ وہ ثمن ہیں تو ان میں بدلی جائز نہیں
 امام مالک کا اس میں خلاف ہے یا گنتی سے بکنے کی چیز ہو تو ایسی ہو کہ ایک
 افراد باہم قریب قریب ہوتے ہوں جیسے اموال اور آٹے اور پیسے الخ
 علامہ شامی نے فرمایا کہ مصنف نے جو پید کیا ادلی یہ ہے کہ پیسے نہیں
 اس لئے کہ فلس واحد کا صنف ہے ام جنس نہیں بعض نے کہا کہ اس
 مسئلہ میں امام محمد کا خلاف ہے اس لئے کہ وہ دو پیسوں کو ایک
 پیسے بیجا منع فرماتے ہیں مگر روایت مشہورہ ان سے بھی مثل قول
 امام غزالی اور امام ابو یوسف کے ہے اور فرق کا بیان بہرہ وغیرہ میں
 ہے انتہی تو گویا نہرنے یہ بات فتویٰ قاری الہمدیہ کی تاویل کیلئے ظاہر کی
 تاکہ اُس کے لئے کوئی سند ہو جائے اگرچہ نوادر میں اور اس سے اُس پر
 اعتماد کرنا نہ چاہا اور ہدایہ میں ہے یوہیں پیسوں میں بدلی جائز ہے
 اور کئی گنتی مقرر کر کے اور کہا گیا کہ یہ امام غزالی اور امام ابو یوسف کے
 نزدیک ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اس لئے کہ پیسے ثمن ہیں اور
 شیخین کی دلیل یہ ہے کہ ثمن ہونا بائع و مشتری کے حق میں ان کی اصطلاح
 نزدیک ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اس لئے کہ پیسے ثمن ہیں اور
 شیخین کی دلیل یہ ہے کہ ثمن ہونا بائع و مشتری کے حق میں ان کی اصطلاح

کہ وہ ثمن ہیں اور جب وہ ثمن ہوں گے تو ان میں بدلی جائز نہ ہوئی مگر روایت مشہورہ میں امام محمد سے بھی جوار ہی ہے اور بیع اور بدلی میں وہ یہ فرق کرتے ہیں کہ بدلی میں تو یہ امر ضرور ہے کہ جو چیز وعدہ پر لینی ٹھہرے وہ ثمن نہ ہو تو جب انھوں نے پیسوں کی بدلی پر اقدام کیا تو ضناً ان کی اصطلاح ثمنیت کو باطل کر دیا اور ان کی بدلی اسی طور پر جائز ہے جس طرح ان میں معاہدہ کیا جاتا ہے یعنی گن کر بخلاف بیع کہ وہ ثمن پر بھی وارد ہو سکتی ہے تو بیع میں ان کو ثمنیت سے خارج کرنے کا کوئی موجب نہیں تو کسی پیشی جائز نہ ہوئی اور ایک پیسہ کی دو پیسے سے بیع منع ٹھہری انتہی اقوال مگر اس فرق میں اعتراض ہے اس لئے کہ امام محمد اس کے قائل ہی نہیں کہ صرف عاقدین کے ارادہ سے وہ ثمنیت سے خارج ہو جائیں حالانکہ باقی تمام لوگ ان کے ثمن ہونے پر متفق ہیں ہدایہ میں فرمایا کہ امام عظیم و امام ابو یوسف کے نزدیک ایک پیسہ دو پیسے معین کو بیچا جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جائز نہیں اس لئے کہ ان کا ثمن ہونا سب لوگوں کی اصطلاح سے ثابت ہوا تھا تو صرف ان دو کی اصطلاح سے باطل نہ ہو جائیگا اور جب کہ وہ ثمنیت پر باقی رہے تو معین نہ ہوں گے تو یہ ایسا ہی ہو گیا جیسے ایک پیسہ دو پیسے غیر معین کو بیچ لیا اور جیسے ایک معین روپیہ دو معین روپے کو بیچ لیا اور معین کی دلیل یہ ہے کہ ثمنیت عاقدین حق میں ان کی اصطلاح سے ثابت ہوتی ہے آخر تقریر گزشتہ تک اور بیشک محقق نے اسے قطع القدر میں مقرر رکھا اور اسی طور پر اس کی تقریر کی تو امام محمد یہاں کس طرح فرمائیں گے کہ عاقدین کا ان کی بدلی پر اقدام کرنا ان کی اصطلاح ثمنیت کو باطل کر لینا ہے مگر یہ کہا جائے کہ پہلی تسلیل سے رجوع ہے اور وہ تسلیل خود امام محمد سے منقول نہ تھی نتائج نے پیدا کی تھی

لا تھا اثمان و اذا كانت اثمانا لم يجز السلم
فيعا لكن ظاهر الرواية عنه الجواز والفرق
له في البيع والسلم ان من ضرورة السلم
كون السلم فيما اتما فاذا اقدمنا على
السلم فقد تفهم الباطلما اصطلاحهما
على الثمنية وبيع السلم فيما على الوجه الذي
يتعامل فيما به وهو العدم بخلاف البيع فانه
يجوز ورودا على الثمن فلا موجب للحرجما
فيه عن الثمنية فلا يجوز التفاضل فامتنع
بيع الفس بالفلسين اه اقول كفى الفرق
نظر فان محمد الا يقول بخروجما عن الثمنية
بمحمد قصد العاقدین مع اتفاق سائر الناس
عليها قال في الصداية يجوز بيع الفس بالفلسين
باعيا نهما عند ابى حنيفة و ابى يوسف
رحمهما الله تعالى وقال محمد رحمه الله تعالى
لا يجوز ان الثمنية تثبت باصطلاح الكل
فلا تبطل باصطلاحهما و اذا بقيت اثمانا
لا تتعين نصا كما اذا كانا بغير اعيانهما
وكبيع الدرهم بالدرهمين ولهما ان الثمنية
في خصما تثبت باصطلاحهما الى اخر ما تقدم
وقد اقره المحقق في الضعف وقصره على هذا
النتج فكيف يقول محمد ههنا ان اقدامهما
على السلم ابطال مضمنا لا اصطلاح الثمنية
الا ان يقال ان هذا مرجوع عن التعليل الاحول
وله يكن عن نص محمد واما ابدال المتبايع

اور اب اس فرق سے ظاہر ہوا کہ امام محمد کے نزدیک وجہ وہ نہ تھی بلکہ وہ بھی اسی کے قائل ہیں کہ عاقدین کو اپنے حق میں تمنیت باطل کرنے کا اختیار ہے مگر یہ جب ہے کہ عاقدین سے ابطال تمنیت کا ارادہ ثابت ہو جائے اور وہ بدلی میں ضرور ثابت ہو گیا اس لئے کہ اُس میں جو چیز وعدہ پر لینی ٹھہرے وہ کبھی شمس نہیں ہو سکتی تو پیسوں میں بدلی پر ان کا اقدام انکی تمنیت باطل کرنے کی دلیل ہے اور بیع میں انکا یہ ارادہ ثابت نہ ہو کہ اُس میں بیع کا شمس نہ ہونا کچھ ضرور نہیں تو عاقدین سے ابطال اصطلاح ثابت نہ ہوا تو پیسے بحال خود شمس رہے تو شمسین نہ ہوئے تو بیع باطل ہوئی اور یہ تقریر اس طرز پر کہیں اس طرف جھکے گی کہ مسئلہ بیع میں امام محمد کے قول کو ترجیح دی جائے فاسا خصم

واللہ تعالیٰ اعلم

ظہر ان ان بعد الفرق ان الوجه لمحمد يمكن
 ذلك بل هو ايضا قائل بان لصاحب الا
 صلاح في حقهما ولكن اذا ثبت هذا عنهما
 وقد ثبت في السلم ان المسلم فيه لا يكون
 ثمنًا قط فاقدمهما على جعلهما مسلما فيهما
 دليل على ابطاله ولم يثبت في البيع اذ ليس
 من ضرورته ولا يكون المبيع ثمنًا فلم يثبت
 منهما ابطال الاصطلاح فبقية اثمانا فلم
 تتعين فبطل البيع وهذا التقدير على هذا
 الوجه ربما يميل الى ترجيح قول محمد في البيع فانحصرت

واللہ تعالیٰ اعلم

جواب سوال یازدهم

اقول ہاں نوٹ پر چینی رقم لکھی ہے اُس سے زیادہ یا کم کو جتنے پر رضا مندی ہو جائے اُس کا بیچنا جائز ہے اس لئے کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ نوٹ کا ان مقدار سے اندازہ کرنا صرف لوگوں کی اصطلاح سے پیدا ہوا ہے اور بائع و مشتری پر انکے غیر کی کوئی ولایت نہیں جیسا کہ ہدایہ

و اما الحادی عشر

فاقول نعم يجوز بيعه بانريد من رقبه
 و بانقص منه كايضا تراضيا لما علمت ان تقديرها
 بهذا المقادير اما حدوثها اصطلاحا للناس
 وهما لا ولاية للغير عليهما كما تقدم عن الحداية

یہ اس جواب کی طرف اشارہ ہے کہ عقد صحیح کرنے کی حاجت اس پر کافی نہیں ہے اور اس کا خود ذات عقد کی طرف سے ناشی ہونا کچھ ضرور نہیں جیسے کوئی ایک روپیہ اور دو اشرفیاں دو روپیوں اور ایک اشرفی کو بیچے تو اسے صورت جواز پر عمل کرینگا جس کو غیر جنس کی طرف پھر کر حالانکہ خود ذات عقد میں جنس کے متعاب جس ہونے سے انکار نہیں اور سود کا شبہ مثل حقیقت کے ہے تو اس پر یہی حاجت تصحیح عقد باعث اور اس کی نظیریں بکثرت

ہیں . ۱۲ منہ

يتبر الى الجواب بان الحاجة الى تصحيح العقد تكفي فبينه على
 ذلك ولا يلزم كون ذلك ناشئا عن نفس ذات العقد كمن باع
 درهما ودينارين بدرهمين ودينار يحمل على الجواز صرف للجنس
 خلاف الجنس مع ان نفس ذات العقد لا تأتي مقابلة الجنس
 بالجنس و احتمال الربا كتحققه فما الحامل عليه
 الحاجة التصحيح و كماله من

نظيراه منه

و فتح القدير سے گزرا تو ان دونوں کو اختیار ہے کہ کم زیادہ جتنا چاہیں اندازہ مقرر کر لیں جو شخص فکر سلیم رکھتا ہے اس کے نزدیک جواب اتنے ہی سے پورا ہو گیا اور میں نے بارہا اس پر فتویٰ دیا اور اکابر علمائے ضد سے متعدد عالموں کا یہی فتویٰ ہوا جیسے فاضل کمال مولوی ارشاد حسین راپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ اور اس میں یہ اختلاف نہ کیا مگر لکھنؤ کے ایک شخص نے جو عائد سے گئے جاتے اور ان کی طرف انگلیاں اٹھتیں اور مجھے ان کے خلاف پر اطلاع نہ ہوئی مگر ان کی موت کے بعد جبکہ کچھ مختصر ورق ان کے فتادی کے نام سے چھپے اور ان میں ان کی زندگی میں اس بارے میں ان سے گفتگو کرتا تو امید تھی کہ وہ رجوع کر لیتے کہ ان صاحب کی عادت تھی جب کچھ جانتے تو کچھ لیتے اور جب کچھ لیتے تو واپس آتے تو ب میں تجھے ایضاً کے بعد اور ایضاً زیادہ کروں جو انشاء اللہ تعالیٰ حق کے لئے نہ باقی رکھے سوا قبول و تسلیم کے فاقول اولاً ہمارے جمیع علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی کہ حرمت ربا کی علت خاص اندازہ یعنی ناپ یا تول ہے اتحاد جنس کے ساتھ تو اگر قدر چھین دونوں پائی جائیں تو بیٹی اور ادھار دونوں حرام ہیں اور اگر وہ دونوں نہ پائی جائیں تو حلال ہیں اور اگر دونوں میں سے ایک پائی جائے تو بیٹی حلال اور ادھار حرام ہے اور یہ ایک عام قاعدہ ہے جو کس شخص نہیں اور باب ربا کے جمیع مسائل اسی پر رد آتے ہیں اور معلوم ہے کہ نوٹ اور روپیوں میں شرکت نہ قدر میں ہے نہ جنس میں جنس ہیں تو اس لئے نہیں کہ یہ کاغذ ہے اور وہ چاندی اور قدر میں اس لئے نہیں کہ روپے تول کی چیز ہیں اور نوٹ نہ تول کی نہ ناپ کی تو واجب ہوا کہ بیٹی اور ادھار دونوں جائز ہوں تو ظاہر ہوا کہ نوٹ سرے سے مال ربا ہی نہیں اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ مغرب زیادہ تحقیق بیان کریں گے

والفقی فاصلاً ان یقدر بما شاء امن نقص و تریادة وقد تم الجواب بمبدأ القدر عند کل من له سلامة الفکر وقد افقت به مراراً و اتفق علیہ ناس من كبار علماء الهند کالفاضل الکامل محمد ارشاد حسین المراد فوری رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ و ما خالفنی فیها الا رجل من لکنئ من بعد من الایمان و یشاء الیہ بالبنان و لم اطلع علی خلافہ الا بعد موته لما طبعت و ریقات باسم فتاواه و لور اجعتہ نے حیایہ لوجوت ان یرجع لان الرجل کان ادا عرف عوز، و اذا عرف النصف فالان ان یریدک بیاناً بعد بیان لا یبقی انشاء الله للحق الا القبول و الادعان فاقول اولاً نص علماء ونا قاطبة ان علة حرمة الربا القدر المعصود بکل اذ ذک ثم انجنس فان وجد احرم الفضل و النساء و ان عدما حلا و ان وجد احد ما حل الفضل و حرم النساء و هذا مما عقدت غیر منخرمة و علیها تدور جمیع فروع الباب معلوم ان لا اشتراك فی النوط و الدرہم فی جنس و لا قدر اما الجنس فلاحق هذا فوطاس و تلك فضة و اما القدر فلا من الدرہم مؤزونة و لا قدر للنوط اصلاً لا مکمل و لا مؤزونة فیجب ان یحل الفضل و النساء جميعاً فان لم یس النوط من الاموال الرجویة اصلاً و من یریدک تحقیق الامر فی ذلك من قریب انشاء الله تعالیٰ

سہ جن کو مولوی عبدالحی صاحب کہا جاتا ہے ۱۲ منہ

سہ بی بی مولوی عبدالحی اللکنوی ۱۱ منہ

و ثانیاً قال فی سداد المحتار و غیرہ کما حرم الفضل
 حرم النساء ولا عکس و کما حل النساء حل الفضل
 و لا عکس اہ و قد اقمنا البرہان القاطع فی جواب
 التاسع علی حل النساء فہذا فی حیل الفضل و انظر
 ما یأتی و ثالثاً ہذا سیدنا رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم یقول اذا اختلفت ہذا الاصلنا
 فبیعوا کیف شئتم سواہ الا مسلم عن عبادۃ بن
 الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ من الحاجر بعد اذن
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سابعاً
 ہذا کلام و افیضہ لا تحضی حتی علی الصبیان و کان
 اذیک بیتی یكون ذک فیہ مجال تکلم بحسب عقلک
 ثم اکشف المجاب لاجابة الصواب فاقول
 اسأئیک هل لیس من المعلوم عندک و عند کل
 من له عقل ان المال الذی یكون فی السع العام
 المعروف بالمجموع علیہ بین الناس بعشرۃ دراهم
 یجوز لکل احد ان یشترہ برضا المشتري بمائۃ
 ان یطیہ بفس و احد ولا یجوز فی شئی من ذلک
 عن الشرع الملتصق قال تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن
 تراخ منکم و قد قال فی الفقہ کما تقدم ان
 لو باع کاغذاً بالفس یجوز ولا یکرہ و کل احد
 یعلم ان قطعة قوطاس لا تبلغ قیمتہ الفاً ولا
 مائۃ ولا درہماً و احداً قط فاذلک الا لان القیمۃ
 و الثمن متغایران ولا یجب علیهما التکید بما فیما تامل
 لهما ان یقدر الثمن باضفاف القیمۃ او یجزء من مائۃ
 جزء لہا فانقلبت ہذا فی السلمۃ

ثانیاً رد المحتار وغیرہ میں فرمایا جہاں بیشی حرام ہوتی ہے ادھار
 بھی حرام ہے اور اس کا عکس نہیں اور جہاں ادھار حلال ہو بیشی
 بھی حلال ہوتی ہے اور اس کا عکس نہیں انتہی اور ہم جواب سوال نم
 میں دلیل قطعی قائم کر چکے ہیں کہ نوٹ میں ادھار جائز ہے تو واجب
 ہوا کہ بیشی بھی حلال ہو اور آئندہ تقریر کے منظر ہو۔ ثالثاً یہ ہیں ہمارے
 سردار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرما رہے ہیں جب جنس مختلف ہو
 تو جیسے چاہو بیچو یہ حدیث صحیح مسلم میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت کے بعد منع کرنے
 والا کون ہے۔ رابعاً یہ تو ایسی روشن دلیلیں ہیں کہ بچے پر بھی فضی
 نہ رہیں اور اب میں تجھ سے ایک ایسی چیز بیان کروں جس میں تجھے
 اپنی عقل کے لائق کچھ کلام کی گنجائش ہو پھر اظہار صواب کے لئے اس کا
 پردہ کھولوں اقول بھلا بتا تو کیا تجھے اور ہر ذی عقل کو معلوم نہیں
 کہ وہ مال کہ عام بھاؤ سے سب کے نزدیک دس روپے کی قیمت کا ہے
 ہر شخص کو جائز ہے کہ خریدار کی رضامندی سے اُسے سو روپے کو بیچے یا
 ایک پیسہ کو دیدے اور شرعاً مہلک طرف سے اس بارے میں کوئی
 روک نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے مگر یہ کہ کوئی سودا ہو تمہاری آپس
 کی رضامندی کا اور بیشک فتح القدر میں فرمایا جیسا کہ اوپر گزرا
 کہ اگر ایک کاغذ ہزار روپے کو بیچا جائز ہے اور اٹھلا مکروہ بھی
 نہیں اور ہر شخص جانتا ہے کہ کاغذ کے ایک ٹکڑے کی قیمت ہرگز نہ
 ہزار روپے تک پہنچتی ہے نہ سو تک نہ ایک روپے تک تو
 اس کا یہی سبب ہے کہ قیمت اور ثمن جدا جدا چیزیں ہیں
 اور بائع و مشتری پر قیمت (یعنی بازار کے بھاؤ) کی پابندی ثمن میں
 لازم نہیں (یعنی جو ان کے باہم قرار داد ہوا) بلکہ انھیں اختیار ہے
 کہ بازار کے بھاؤ سے کئی گنے زائد پر رضامندی کر لیں یا
 اس کے سو ذیں حصہ پر اب اگر تو کہے کہ یہ تو متاع کا حکم

اور نوٹ تو اصطلاح میں ثمن ہے میں کہوں گا اولاً پھر کیا ہوا تو نے اصطلاحاً کہہ کر خود ہی جواب ظاہر کر دیا کہ اوروں کی اصطلاح عاقین کو مجبور نہیں کرتی تو فرق ضائع ہوا اور حق واضح ہو گیا ثانیاً ہم نے مانا کہ عاقین ابطال ثمنیت پر قادر نہ ہوں تو یہ تو نے کہاں سے نکالا کہ اصطلاحی ثمنوں کی مقدار مصطلح سے تغیر جائز نہیں کیا نہیں دیکھتا کہ ایک روپے کے پیسے عرف کی تعین سے ہمیشہ متعین رہتے ہیں کہ ہر سچے والا بچہ جانتا ہے کہ ایک روپیہ سولہ آنے کا ہے نہ پندرہ کا نہ سترہ کا پھر یہ عرفی تعین اور پیسوں کا ثمن اصطلاحی ہونا بائع و مشتری پر کی پیشی حرام نہیں کرتا تو یہ ابلہ اور اُس کی شرح در مختار میں فرمایا جس نے صرف کو ایک روپیہ دیا اور کہا اس کے عوض مجھے آٹھ آنے کے پیسے دیدے اور ایک سکہ کہ اٹھنی سے رتی بھر کم ہو تو ایسی بیع جائز ہے روپے کی اتنی چاندی جو اس چھوٹے سکہ کے برابر ہو وہ تو اس سکہ کے عوض رہ سکی اور باقی کے عوض پیسے انتہی اور ہدایہ کی عبارت یوں ہے کہ اگر کہا آٹھ آنے کے پیسے دیدو اور رتی کم اٹھنی تو جائز ہے ثالثاً ثمن اصطلاحی سے اوپر چلے یہ ہیں سونا چاندی کہ اصل پیدائش میں ثمن ہیں اور کوئی شخص ان کی ثمنیت باطل کرنے پر قادر نہیں اور ہر عامل جانتا ہے کہ اشرفی ہمیشہ کئی روپے کی ہوتی ہے اور ہرگز کوئی اشرفی نہ پائی جائے گی جو ایک روپے قیمت کی ہو اور با وصف اس کے ہمارے ائمہ نے تصریح فرمائی کہ ایک اشرفی ایک روپیہ کو بیچنا صحیح ہے اور اس میں اصلاح با نہیں اور اس کے سوا اُس کا کوئی سبب نہیں کہ جب جنس مختلف ہیں تو کئی پیشی جائز ہے اور نوٹ اور روپیوں کی جنس مختلف ہونا ایسی بات ہے جس سے کوئی مجنون ہی ناواقف ہو۔ ہدایہ اور در مختار اور عام توراتی کتابوں میں فرمایا دو روپیوں اور ایک اشرفی کو ایک روپے اور دو اشرفی کے عوض بیچنا درست ہے کہ ہر جنس اپنی مخالف جنس کے متبادل کہی جائے گی

أما النوط ثمن اصطلاحاً قلت أولاً فكأن ما ذكره
ابنت الجواب بقولك اصطلاحاً فان اصطلاحاً
غيرهما ليس مكروهاً لهما فضاء الفراق وقضاء الحق
وثامناً ان سلمنا انهما لا يقدران على ابطال الثمنية
فمن اين ذلك ان الثمنان الاصطلاحية لا يمكن
التغير فيها عن التقدير المصطلح الا ترى ان فلوس
سربية متعينة بتعین العرف ابدالاً فكل صبي عاقل
يعقل ان سربية بست عشرة آتة لا بجنس عشرة و
لا بسبع عشرة ثم هذا التعین العرفي وكونها آتاتاً
مصطلحة لا يحرم على العاقدين النقص و الزيادة
قال في التومير و شرحه للعلائی من اعطى صيرفاً
درهماً كبيراً فقال اعطى به نصف درهم فلوساً
ونصفاً الاحبة صم و يكون النصف الاحبة مثله
وما بقي بالفلوس ام ولفظ الهداية لو قال اعطى
نصف درهم فلوساً ونصفاً الاحبة جاز و ثالثاً
اعل عن الثمن الاصطلاحی هذا ان حصر ان ثمنان
خلقة ولا يقدر احد على ابطال ثمنيتها وقد عقل
كل من عقل ان الدنيا سربياً وى ابدالاً عدلاً درهم
ولا يوجد ديناراً قط فيقوم بدرهم و احد ومع
ذلك نفس الثمنان مع و ديناراً بدرهم صحیح لا سربانية
و ما في ذلك الا لان الجنس اذا اختلف حل التفاضل
و اختلاف جنس النوط و الروابي مما لا يحمله الا جنون
قال في الهداية و الدر و عامة الاسفار الغر
مع بيع در صدين و ديناراً بدرهم و دينارين
يصر ف الجنس بخلاف جنسه

و کذا بیع احد عشر درهما بعشرة دراهم و دینار
 اه قال ابن عابدین فتكون العشرة بالعشرة
 و الدرهم بدینار اراه فاذا هم بیع ربیة مجنبه
 قیمتہ بالعرف العام خمس عشرة ساریة و لم
 یکن رباً فکیف یسکون بیع نوط مرقوم علیه
 سرقه عشرة یا ثنتی عشرة ساریة رباً ما هذا
 الا بعت بعت فانقلت ما ذکرتم من المسائل و
 ان هم البیع فیما لکنه مکروه و المکروه ممنوع فلا
 یحل و ان مع کذا هذا قال فی الهدایة لو تبایعا
 فضة بفضة او ذهباً بذهب و احدهما اقل و
 مع اقلهما شئی اخر تبلغ قیمتہ باقی الفضة جاز
 البیع من غیر کس اھیة و ان لم تبلغ فمع الکراهة
 و ان لم یکن له قیمتہ کالتراب لا یجوز البیع
 لتعق العویاً اذ الزیادۃ لا یقابلها عوض فیکون رباً
 اه و اقوله فی الفتح و الشرح و البحر و سر و المختار
 و غیرها و معلوم ان مطلق الکراهة ینصرف
 الی کس اھیة التقریر علی قال عبد الحلیم علی الدرہم
 بعد نقل المسئلة و احوالہ تفصیلاً علی الفتح ما لفضہ
 اذا عرفت هذا فما یتداول فی الدولۃ العثمانیة
 من بیع قرش و احدیثا منین درهما عثمانیاً لم
 یجز لزیادۃ القرش و لو کان مع الدرہم احدی
 فلس جاز مع الکراهة فالواجب علی المحتاط تسویتهما
 و نفا او لیکن قیمتہ ما سکان مع الدرہم قدر
 قیمتہ الزیادۃ حتی یخلص عن عمدۃ الکراهة اه فقد صرح
 بالوجوب فکان فی خلافہ کراهة تحیم و کفی بها للتأثم

اسی طرح گیارہ روپیوں کو دس روپے اور ایک اشرفی کے عوض بیچنا
 اتہی ردالمختار میں فرمایا دس روپے تو دس روپے بدلے ہو جائیں گے اور
 گیارہ روپیوں روپے کے بدلے ایک اشرفی اتہی توجب ایک روپیہ ایک
 اشرفی کو بیچنا درست ہوا جس کی قیمت عام طور پر پندرہ روپے ہیں اور
 ربانہ ہوا تو دس کا نوٹ بارہ کو بیچنا کیونکہ سود ہوگا یہ تو نہر اتہان ہے
 اگر تو کہے کہ یہ جو سنے تم نے ذکر کئے ان میں اگرچہ بیع صحیح ہے مگر مکروہ
 ہے اور مکروہ ممنوع ہوتا ہے تو حلال نہ ہوگا اگرچہ صحیح ہو ایسے ہی سہا
 ہے ہدایہ میں فرمایا اگر سونے کو سونے یا چاندی کو چاندی سے بیچا اور
 ایک طرف کم ہے اور اس کے ساتھ کوئی اور چیز شامل ہے جس کی قیمت
 باقی چاندی کے برابر ہے جب تو بیع بلا کراہت جائز ہے اور اگر اتہی
 قیمت کی نہیں تو کراہت کے ساتھ اور اگر اس کی قیمت کچھ نہیں جیسے
 مٹی تو بیع جائز ہی نہ ہوگی کہ سود موجود ہے اس لئے کہ جتنی زیادتی
 ایک طرف رہی اس کے مقابل دوسری طرف کچھ نہیں تو سود ہوگا۔
 اتہی اور اس کلام کو فتح القدر اور دیگر شروح اور بحر اور ردالمختار وغیرہ
 میں برقرار رکھا اور معلوم ہے کہ لفظ کراہت جب مطلق بولتے ہیں تو
 اس سے کراہت تحریم مراد ہوتی ہے بلکہ فاضل عبد الحلیم نے حاشیہ در
 میں یہ مسئلہ نقل کیا اور اس کی تفصیل کو فتح القدر پر جو الہ کر کے یوں
 کہا جب تجھے یہ معلوم ہو چکا تو وہ جو سلطنت عثمانیہ میں رائج ہے کہ
 ایک قرش اسی روپے عثمانی کو بیچتے ہیں جائز نہیں اس لئے کہ قرش
 زائد ہے اور اگر روپیوں کے ساتھ مثلاً ایک پیسہ ہو تو کراہت
 کے ساتھ جائز ہے تو احتیاطاً الے پر واجب ہے کہ ان دونوں
 کا وزن برابر کر لے یا وہ چیز جو روپیوں کے ساتھ آئی چلے
 اتہی قیمت کی ہو جس قدر قرش ہیں روپیوں پر زیادتی نہ ہو
 تاکہ کراہت سے عمدہ برآ ہو اتہی تو انہوں نے وجوب کی تصریح
 کر دی تو اس کا خلاف مکروہ تحریمی ہوا اور گناہ کیلئے کراہت تحریمی کافی ہے

میں کہوں گا کہ تیرے لئے میں نے اس اعتراض کی اس طور پر تقریر کر دی کہ اگر تو اپنی طرف سے کرتا تو شاید اس سے بہتر نہ کر سکتا اور اب وہاں جلالہ کی توفیق سے جواب سن اولاً پیدائش اور اصطلاح کا فرق تیرے ذہن سے کدھر جاتا رہا کہ سونے کی مالیت اور اس کا چاندی سے کئی گنا ہونا ایک ظنی بات ہے جس میں کسی کے فرض و قرار داد کو دخل نہیں تو ایک اشرفی ایک روپے سے بدلنے میں مالیت کی زیادتی ہر ذہن میں آجائے گی بخلاف نوٹ کے کہ مثلاً اُس کی قیمت دس روپے ہونا صرف لوگوں کی اصطلاح سے ہے ورنہ خود کا فہم تو نہ ایک روپہ کا ہے نہ روپے کے دسوں حصہ کا تو اگر تو اصل کو دیکھے تو دس کا نوٹ دس کو بیچے میں بھی مالیت میں زیادتی ہے اور اگر اصطلاح کو دیکھیں تو اصطلاح بائع و مشتری پر حاکم نہیں جیسا کہ ہم نے تجھ کو ہدایہ و فتح القدر کا نص سنا دیا تو جب لوگوں نے اُسے دس کا قرار دے لیا اور وہ اپنی اصل میں مثلاً ایک ہی پیسے کا ہے تو بائع و مشتری کو اس سے کون منع کرتا ہے وہ اُسے بارہ یا زیادہ یا آٹھ یا اس سے بھی کم کا ٹھہرائیں تو اس مسئلہ کو ہماری بحث سے کوئی علاوہ نہیں۔ ثانیاً اُن کا کلام اُس صورت میں ہے جب جنس کے بدلے جنس ہو کہ اُس میں زیادتی ظاہر ہوتی ہے تو کیا تو نے ہدایہ کا یہ قول نہ دیکھا جب چاندی چاندی سے یا سونا سونے سے بیچا اور ایک طرف کمی ہے اور یوں نہ فرمایا کہ سونے کو چاندی سے بیچا اور نرخ معروف کے اعتبار سے ایک طرف مالیت کم ہے تو سونا اپنی برابر کے سونے کے برابر جب کیا جائے گا زیادتی ظاہر ہو جائے گی اور اُس وقت عقل یہ تیز کرے گی کہ وہ چیز جو کم کے ساتھ ملانی گئی ہے اس زیادتی کے قدر کو پہنچتی ہے یا نہیں بخلاف اُس کے کہ نوٹ روپوں کو بیچیں کہ وہ دو جنس مختلف ہیں تو زیادتی کدھر سے ظاہر ہوگی

قلت جئت لك بتقرير الاعتراض بما لو ابديته من نفسك لعلاك لم تقدر على احسن منه الا ان اسمع الجواب بتوفيق الوهاب عز جلاله اما اولاً فلا نه ابن خضاب عنك فربق الخلق و الا اصطلاح فان مالية الذهب و كونه اعز من اضعاف وزنه من الفضة امر خلقى لا مدخل فيه لغرض احد و تقديره لا يفي مقابلة دراهم بدرهم ينقدح رجحان المالية في كل ذهن بخلاف النوط فان تقديره اجتزاع مثلاً انما هو مجرد اصطلاح من الناس و الا نفس القراطس لا يساوي درهما ولا عشرة فان نظرت الى الاصل فيبيع ما قدس بعشرة بعشرة ايضا رجحان عظيم في المالية و ان نظرت الى الاصطلاح فاصطلاح غير حاكم على العائد كما سمعناك نص الهداية و الفتح فاذا قدس الناس بعشرة و ما هو في اصله الا بفلس مثلاً فما المانع لهما ان يقدر الارباعون عشرة نصاعداً ان ثمانية فمادونهما فلا مساس لهذا المسألة بانحن فيه و اما ثانياً فلان كلام محمد في مقابلة الجنس بالجنس اذ فيه يظن الفضل الا ترى الى قوله تباعاً فضة فضة او ذهباً بذهب و احدهما اقل و له فضل تباعاً فضة بذهب و احدهما اقل مالية بالسعر المصور فاذا قوبل الذهب بالذهب المساوي له ظهر الفضل و حينئذ يميز العقل ان المضاف هل يبلغ مقداره من الفضل اولاً بخلاف النوط بالدرهم فانهما جنسان مختلفان فالتى يظن الفضل نحو ما

ومتى يطابق الفرع الاصل قال في الفتح الربا هو
 الفضل المستحق لاحد المتعاقدين في المعاوضة
 الخالي عن عوض شرط في العقد وعلت ان الخلو
 في المعاوضة لا يتحقق الا عند المقابلة بالجس ۵۱
 وقد قال سيدنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 اذا اختلف النوعان قبيحوا كيف شئتم فعذا
 اطلاق منه صلى الله تعالى عليه وهو شارع واليه المرجع
 واليه المفرع فمن حرج بعد ما سوغه فير عليه
 ولا يسمع واما ثالثا فلان الكراهة فيما اذا لم يبلغ
 المفهوم قيمة الفضل اما اثره عن محمد اما الامام
 الاعظم والهاشم الاقدم وصاحب المذهب الاكبر
 رضي الله تعالى عنه فقد نص على عدم الكراهة فيه
 قال في الفتح بعد ذكر المسألة قيل لعمد كيف تجدد
 في قلبك قال مثل الجبل وله ترو الكراهة عن
 ابي حنيفة بل ص ۷ في الابيضاح انه لا بأس به
 عند ابي حنيفة اه و سياتي في مثله عن البحر عن
 القسبة عن البقال ان عدم الكراهة هو مذهب
 ابي حنيفة و ابي يوسف معا رضي الله تعالى عنهما
 وفي الهندية قبيل الكفالة عن محيط السرخسي
 عن محمد رحمه الله تعالى انه قال لو باع الدرهم
 بالدرهم وفي احدهما فضل من حيث الوزن و
 في الاخر فلوس جازون لكن اكرهه لان الناس
 يتادون التعامل بشئ هذا ويستعملونه فيما
 لا يجوز قال ابو حنيفة رحمه الله تعالى لا بأس
 به لان الامكن تعينه بان يجعل الفضل

اور یہ فرع اس اصل کے کیونکر مطابق آئیگی فتح القدر میں فرمایا رہا
 وہ زیادتی ہے کہ مقدمہ حاضرہ میں عاقبتین میں سے کسی کو اس کا مستحق
 قرار دیا جائے اور اس زیادتی کے تعادل کوئی عوض اس عقد میں
 شرط نہ کیا گیا ہو اور تجھے معلوم ہو گیا کہ عوض سے خالی ہونا اسی وقت
 مستحق ہو گا جبکہ شئی کا اس کے جنس سے مقابلہ کیا جائے اتنی اور بیگ
 ہمارے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو چیزیں مختلف
 قسم کی ہوں تو جیسے چاہو بچو تو یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے
 اجازت ہے اور حضور ہی صاحب شرع ہیں اور حضور ہی کی طرف رجوع
 اور حضور ہی کے پاس پناہ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جائز کہ ہوئی چیز
 کو جو منع کرے تو اس کا منع کرنا اسی پر رد کر دیا جائیگا اور مسوغ نہ ہوگا
 ثبات جس حالت میں کم کیسا تو طلاق ہوئی چیز کی قیمت مقدار زیادت کو
 نہ پہنچے حکم کہ اہت صرف امام محمد سے مروی ہے اور امام عظیم ہام اہم
 صاحب مذہب اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تہریح فرمائی کہ اس میں کچھ کو اہت
 نہیں فتح القدر میں اس مسئلہ کو ذکر کر کے فرمایا امام محمد سے عرض کیگی
 کہ اس کو آپ اپنے نزدیک کیسا پاتے ہیں فرمایا سپاڑ کی طرح گراں
 اور امام عظیم سے کہ اہت مروی نہیں بلکہ ایضاح میں تہریح فرمائی کہ اس
 میں امام عظیم کے نزدیک کچھ حرج نہیں اتنی اس صورت کے ش میں معتزلاً
 بحر سے بحوالہ قیہ آتا ہے کہ امام تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں کہ اہت نہ ہونا
 امام عظیم اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کا مذہب ہے اور
 فتاویٰ عالمگیری میں کفالت سے کچھ پہلے بحوالہ عیظ امام سرخی امام محمد سے ہے
 کہ اگر ایک روپیہ ایک روپیہ کو بچا اور ایک وزن میں زیادہ ہے اور کم
 وزن والے کیسا تو کچھ پیسے ہیں تو جاز ہے مگر میں اُسے مکروہ سمجھتا ہوں
 کہ لوگ اس قسم کے معاملے کے عادی ہو جائیں گے پھر ناجائز جگہ بھی
 یہ کارروائی کرنے لگیں گے اور امام عظیم نے فرمایا اس میں کچھ حرج نہیں
 اس واسطے کہ اُسے یوں صحیح ٹھہرانا ممکن ہے کہ وہ زیادتی ہوگا

پیسوں کے مقابل ہو جائے بالجملہ امام سے یہ روایت مشہور و معروف ہے اور معلوم ہے کہ عمل و فتویٰ ہمیشہ قول امام پر ہے مگر کسی ضرورت سے جیسے کہ عمل در آمد مسلمانوں کا اُس کے خلاف پر ہو گیا ہو اور ایسی ہی بات ہم نے العطا یا النبویہ کی کتاب النکاح میں اسے ایسا مفصل بیان کیا ہے جس سے زیادہ کوئی بیان نہیں۔ رہا ابا اور وہی سب سے زیادہ چکنی بات ہے حق یہ کہ یہ کتابت صرف کراہت ترمذی ہے

بأزاء الغلوس وبالجملة النقل عن الامام فاش مستفيض
و معلوم ان العمل و الفتوى على قول الامام
على الاطلاق الا لضرورة كالتعامل بخلافه و
نحوه و قد فصلنا في كتاب النكاح من العطايا
النبوية بما لا مزيد عليه و اما البا و هو الطرائف
المعلم فلان الحق ان هذا الكراهة ليست الا كراهة ترمذی

اقول محمد و ما ادرتك ما محمد سید مسو و محمد بن المذنب
المسد و قال فی الجامع الكبير الذی هو من كتب فاضل الربا
اذ اكانت هذا الدرهم صنفوا المختلفة منها ماثلت ما فضة
و منها ماثلت ما صفر و منها نصفها فضة فلا باس ببيع احد
بالآخر متفاضلا يدا بيد بصرف فضة هذا الى صفر و ذلك
و بالعكس كما لو باع صفر او فضة بصفر و فضة و لا يجوز ثلثة
لانهم يجمعون الوزن و هما ثمانان فيخرج النساء و اما اذا باع جذا
منها بثلثي ذلك الجنس متفاضلا فلو الفضة غالبية لا يجوز لان
المتغلوب ما يقط الا اعتبارا فكان الكل فضة فلا يجوز الا
مثلا بثلث ولو الصفر غالبيا او كانا سواء جاز متفاضلا صفا
لجنس الى خلاف جنسه و يشترط كونه يدا بيد فلهذا في الفضل
السادس من يسوع الذي يبيع و قال و على هذا ما لو اذ ابا
من الصلوات التي في زماننا و احد من الذين يجوز يدا بيد
اقول و اباحة التفاضل بثلث و احد اباشين و باشة و
بالحرف فليكن و احد ماثلت لا صفر في الوزن ثلثة ارباع
ما نصفه فضة فيكون ثلثا ارباع و نصف هذا مساويا
اقول اور جب کی بیشی روا ہوئی تو جیسے ایک روپیہ دو روپے کو بیچا ویسے ہی سو روپے ہی ہزاروں کو اب فرض کیجئے کہ وہ روپیہ جس میں دو تہائی پتیل ہے
تول میں اس روپے کا پونہا ہے جس میں آدھی چاندی ہے تو اس کی دو تہائی اور اس کا آدھا تول میں برابر ہوں گے

اقول محمد اور تو نے یہ جاننا کیا محمد۔ محمد سردار ہیں سردار کے گئے مذہب مستقیم کی
تحریر و تفسیر فرمانے والے۔ وہ جامع کہیں لڑکے کتب فاضل الربا روایت سے ہے) فرماتے ہیں جب
کھوٹے روپے مختلف قسم کے ہوں کسی میں دو تہائی چاندی ہو کسی میں دو تہائی پتیل
کسی میں آدھوں آدھ چاندی تو ان میں ایک قسم کا روپیہ دوسری قسم کے روپے سے کمی
بیشی کیا تو بیچنے میں کچھ حرج نہیں جبکہ دست بدست ہوا لے کر اس کی چاندی
اس کے پتیل سے بیچا قرار دیں گے اور اس کی چاندی اس کے پتیل سے جیسے کوئی شخص
پتیل اور چاندی پتیل اور چاندی کے بدلے بیچے۔ ہاں آدھا بیچا روانہ ہوگا کہ دو تہائی
کو وزن شامل ہے اور دونوں میں تو آدھا حرام ہے رہا ان میں کسی قسم کا روپیہ
اسی قسم کے روپے سے کمی بیشی کو بیچا اس میں اگر اس روپے میں چاندی کا حصہ زیادہ
ہے تو یا تو نہیں کہ مطلوب اعتبار سے ساقط ہے تو گویا وہ نری چاندی ہے تو برابر
ہی کو بیچا جا رہا ہوگی اور اگر پتیل زیادہ یا دونوں برابر ہیں تو کمی بیشی جائز ہوگی
اسی طرح کہ ہر ایک کی چاندی دوسرے کے پتیل کے مقابلہ کریں گے اور دست بدست
ہونا ضروری ہوگا کہ دونوں طرف چاندی بھی ہے فقط پتیل نہیں کہ باہا نہا ہونا
یعنی تعین شرط ہوگی اسی فنادی ذخیرہ کی کتاب البیہ فصل ششم میں نقل کیا
اور کہا اسی بنا پر تسلخ نے فرمایا کہ ہمارے زمانے میں جو کھوٹے روپے عدلی نام
سے چلتے ہیں ان میں ایک روپیہ دو روپیوں سے دست بدست بیچا جائز ہے

ولا تغزب الا بطلاق فانحد رجا بطلاق وديون
 به ما هو اعم من التنزيه والتزيم واما
 بطلاق و لا يردون به الا كراهة التنزيه
 كما لا يخفى على من عاشر نفاس عراش كذا
 وقد نصوا عليه في غير موضع قال في رد المحتار
 قبيل باب التخصيص ما ذكر لا غير اى غير الامام
 الطحاوى من كراهة الوطء والقعود اى على القعود
 يراد به كراهة التنزيه في غير قضاء الحاجة و
 غاية ما فيه اطلاق الكراهة على ما يشمل المعتبرين
 وهذا كثير في كلامه من قوله منه قر له
 مكروهات الصلاة اه بل قال في الدر المختار من
 فصل الاستحباب تحت قول الماتن يكره للمرأة اماك
 صغير لبول نحو القبلة الخ هذه نعم التعميمية و
 التنزيه اورد قال الشافى في مكروهات الوضوء
 ليت الكراهة مصروفة الى التعميم مطلقا اه

كراهت کے مطلق چھوڑنے سے دھوکا نہ کھانا کہ فقہا بار بار اُسے مطلق
 چھوڑتے ہیں اور اُس سے مراد وہ معنی ہوتے ہیں جو کہ کراهت تنزیہی
 اور تحریمی دونوں کو عام ہیں اور بار بار مطلق بولتے ہیں اور اُس سے
 صرف کراهت تنزیہی مراد لیتے ہیں جیسا کہ اُس پر پوشیدہ نہیں جس
 ان کے کلمات کی نفیس دو لہون کیسا زندگی بسر کی ہے اور علمائے
 اس معنی کی متعدد مواضع میں تصریح فرمائی رد المحتار میں باب تنزیہ
 سے کچھ پہلے ہے۔ امام طحاوی کے سوا اور علمائے جو قبروں پر پاؤں رکھنے
 اور بیٹھنے کی کراهت ذکر فرمائی ہے قضائے حاجت کے سوا اور صورتوں
 میں اُس سے کراهت تنزیہ مراد ہے اور زیادہ سے زیادہ اس میں ہوا
 کہ کراهت ایک ایسے معنی پر بولی گئی جو تحریم و تنزیہ دونوں کو شامل ہے
 اور یہ ان کے کلام میں بکثرت ہے اسی باب سے ہے فقہا کا مکروہات نماز
 فرمانا تہی بلکہ در فقار کی فصل استنجاء میں مصنف کے اس قول کے نیچے کہ
 عورت کو مکروہ ہے کہ بچے کو پیاب کے لئے قبلہ کی طرف بٹھائے الخ بہ
 فرمایا کہ کراهت تحریم و تنزیہ یہ دونوں کو عام ہے انہی اور شافعی نے مکروہات وضو میں
 فرمایا کہ کراهت مطلقا تحریم ہی کی طرف نہیں پھری جاتی۔ انتہی۔

ويع و احد من ذاك بشرط ان لا يكون من هذا ابيد و لا يجد من
 عرف اليه من خلافه فكانت عشق اذ ف من الفضة في احد من
 الصفراء اى ارباء في المالية تزيد اكثر من هذا وهذا هو المذهب
 محمد فاصلى ان لا يامس فوجبا ان لا تكون الكراهة ان كانت
 الا كراهة تنزيه ولا كلاما لحد بعد نص المذهب فعليك به
 وباللغة التوثيق اذ منه هذ اما مال اليه هنا والحق كراهة
 التعميم كما حققه في رسالتى الامور يا احترام المقاسير
 وقد اعترف به هذا ۱۱ لمحقق اسنى الشافى في كتابه
 هذا في فصل الاستنجاء اذ نقل عنهم نصوا على ان المروءة في حادثة في المنابر

اور ان میں کا ایک روپہ ان میں کے دس ہزار روپوں کو دست بدست بیجا اور ہر خود
 ہے کہ جس کو خلاف جس کے مقابل ٹھہرائیں تو چاندی کے دس ہزار تیل کے ایک کو
 بکے اس سے زیادہ مالیت میں اور کیا مٹھی چاہتا ہے اور یہ ضرر مذہب ہیں کہ
 صاف فرما رہے ہیں کہ اس میں کوئی طرح نہیں تو واجب ہوا کہ اس میں
 اگر کراهت ہو تو صرف کراهت تنزیہی ہو اور خود صاحب مذہب کی تحریر
 کے بعد کسی کو کلام کی گیا گنجائش ہے تو اسی پر جم جاؤ اور اللہ ہی کی طرف سے
 توفیق ہے ۱۲ نہ سے یہ وہ حکم ہے کہ طرف علامہ شافعی نے کہا ہے کہ اگر کسی نے
 یا جیسا کہ وہ تحریر بھیجا کہ میں نے بارہ لاکھ یا تو تمام الفقہاء میں کی تصدیق کی اور جبک شخص
 شافعی خود ہی کی فصل استنجاء میں لکھ کر فرمایا ہے کہ فرمایا تھا تو فرمایا ہے کہ قرآن میں جو

و قال قبله بقليل تحت قوله و مكروه هو
 ضد المحبوب قد يطلق على الحرام و على المكروه
 تحريماً و على المكروه تنزيهاً ثم نقل عن البحر
 ان المكروه في هذا الباب نوعان ما كره تحريماً
 وهو المحلل عند اطلاقه الكراهة و المكروه
 تنزيهاً و كثير مما يطلقونه كما في شرح المنية
 فحينئذ اذا ذكروا مكروهاً فلا بد من النظر
 في دليله فان كان نصياً لنبينا محمداً بکراهة القربة
 الا لصارف فان له لیکن نصياً بل مفيداً للترك
 الغير المجاز من نص تنزیهية او ملخصاً قلت و
 من الاخير قول المتن كما التنوير وغيره بکري
 اما ما عبد قال في الدرر تنزيهاً قال ابن عابدین
 لقوله في الاصل اما ما غيره احب المناجر
 عن المجتبی و المعراج اه اذا علمت هذا وجب
 الفحص عن الدليل انه الى اى الكراهتين
 ميل كما افادته بحرفي البحر من اينا هم يستدلون
 على الكراهة المذكورة بوجهين لا يفيد شيئاً منها
 كراهة التحريم و اما قصاصهما التنزيه قال
 في العناية الكراهة اما لانه احتیال لسقوط الواجب
 فيصير كسب العينة في اخذ الزيادة بالهيئة
 و اما لانه يفتق الى ان يالف الناس فيستعملوا
 ذلك فيما لا يجوز اه و نقل في الفهم عن الايضاح
 الوجه الثاني ثم قال و هكذا ذكر في المحيط ايضا
 ثم قال و قيل انما كرهه لانها بائناً الهيئة الى آخر ما مر
 في الوجه الاول و صاحب العناية بعد ذكره الوجهين

اور اس سے کہ پہلے جہاں مصنف نے کہا کہ وضو کے مکروہ یہ ہیں
 یہ فرمایا کہ مکروہ ضد ہے محبوب کی اور وہ کبھی حرام پر بولا جاتا ہے
 اور کبھی مکروہ تحریمی پر اور کبھی مکروہ تنزیہی پر پھر بحر الرائق سے نقل کیا
 کہ مکروہ اس باب میں دو قسم ہیں ایک مکروہ تحریمی اور جب وہ کراہت
 کو مطلق رکھتے ہیں تو اسی پر محمول ہوتی ہے دوسرا مکروہ تنزیہی اور
 بکثرت اسے بھی مطلق چھوڑتے ہیں جیسا کہ شرح منیہ میں ہے اور جب
 بات یہ ہے تو جس وقت فقہا کسی شے کو مکروہ کہیں تو اس کی دلیل
 پر نظر لازم ہوگی اگر وہ دلیل کوئی ظنی نہیں ہے تو کراہت تحریم کا حکم دیں گے
 مگر کسی اور دلیل کے باعث جو اس سے پھر دے اور اگر وہ دلیل نہیں نہ
 ہو بلکہ غیر قطعی ترک چاہتی ہے تو وہ کراہت تنزیہی ہے انتہی ملخصاً
 میں کہتا ہوں شکل ایسے ہے متون مثل تنزیہ و غیرہ کا یہ نول کہ غلام
 کی امامت مکروہ ہے درختار میں فرمایا تنزیہاً شامی نے کہا اس کے
 تنزیہی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ امام نے بسوط میں فرمایا ان کے فکر کی امامت
 مجھے زیادہ پسند ہے یہ بحر الرائق میں مجتبیٰ اور معراج سے ہے انتہی جب
 تجھے یہ معلوم ہو گیا تو واجب ہوا کہ دلیل تلاش کریں کہ وہ دونوں کراہتوں
 میں کس طرف جھکتی ہے جیسا کہ دریا نے علم نے بحر الرائق میں افادہ فرمایا
 اب ہم نے علما کو دیکھا کہ اس کراہت پر دو وجہ سے استدلال کرتے ہیں
 اور ان میں کوئی بھی کراہت تحریم کا فائدہ نہیں دیتی ان کی نہایت
 صرف کراہت تشریحی ہے بخاریہ میں فرمایا کراہت یا تو اس لئے ہے کہ وہ دفع
 ربا کا جیلہ ہے تو بیع حینہ کے مثل ہو جائیگا کہ جیلہ کے زیادہ لیا اور یا اس
 لئے ہے کہ لوگ اس کے خوگر ہو جائیں گے تو پھر باجائز جگہ کی ایسی کارروائی
 کرنے لگیں گے انتہی اور دفع القہر میں ایضاً ہے وجہ دوم نقل فرمائی پھر
 فرمایا کہ اسی طرح محیط میں ذکر کیا پھر فرمایا بعض کہتے ہیں اس
 لئے مکروہ ہوا کہ انھوں نے ایک جیلہ کیا وہی تقریر جو وجہ اول میں
 گزری اور صاحب منیہ نے وہ دونوں وجہیں ذکر کر کے بالآخر وجہ اول میں

عاد و محصر فی الوجه الاول حيث قال الصخر اصة
انما هي للاحتيال لسقوط ربا الفضل ام وعليه اقتصر
في الكتابة قال انما كره لان احتيال لسقوط
الربا لياخذ الزيادة بالحيلة في كره كبير العينة
فانه مكرهه لهذا ام وانت تعلم ان في
الوجه الثاني ترك مالا باس به حذر اعمامه
باس فهو مقام الورع و ترك الورع لا يوجب
كراهة تحريره وقد قال يفتي الى ان يالفتحة
فيستعمل فيما لا يجوز فاذا ان هذا استعماله
فيما يجوز و انما كره خشية التجاوز الى مالا يجوز
واما الوجه الاول فابين و انما فان الاحتيا
لسقوط الربا فرار عنه وهو غير ممنوع بل المنوع
الوقوع فيه وقد علم علماء ائمة انهم الله تعالى
عدا حيل لتحصيل الفضل من دون حصول الربا
وقد عقد لها الامام فية النفس قاض خان
في فتاواها فصلا مستقلا فقال فصل فيما
يكون فرارا عن الربا وقال فيه رجل له
على رجل عشرة دراهم فاسر اذ ان يجعلها ثلثة
عشر على اجل فالو يشتري من المدكوثيا بتلك
العشرة و يقبض المبيع ثم يبيع من المديون
بثلثة عشر الى سنة فيقع القرز عن المحرام و
مثل هذا مروى عن رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم انه امر بذلك ام ومثله
في البصر من الخلاصة من النوازل للامام الفقيه ابو الليث رحمه الله
تعالى ثم قال في الحائنه رجل طلب من رجل دراهم

صحر و ديا جياں کفرمایا کراہت حرف اس وجسے ہے کہ انھوں نے
اس زیادتی سے ربا کے دفع کا حیلہ کیا نہیں اور اسی پر کفایہ میں اقتدار
فرمایا کہ وہ صرف اس لئے مکروہ ہے کہ وہ ربا سا قن کرنے کا حیلہ ہے
تا کہ حیلہ سے زیادت حاصل کرے تو مکروہ ہوگا جیسے بیع حینہ کہ وہ بھی اسی
سبب سے مکروہ ہے آہی اور تو جانتا ہے کہ وجہ دوم کا حال تو صرف اس
قدر ہے کہ خرابی کے ڈر سے اس چیز کو چھوڑے جس میں خرابی نہیں تو یہ
مقام ورع کا ہے اور ورع چھوڑنے میں کراہت تحریمی نہیں آتی اور
خود فرمایا کہ وہ اس طرف لہجائے گی کہ اس کے عادی ہو جائیں تو ناجائز
بلکہ بھی اُسے برتنے لگیں تو حمان بتا دیا کہ یہ کاروائی جائز حیلہ پر ہے اور
کراہت فقط اس خوف سے ہوئی کہ پڑھ کر ناجائز تک نہ پہنچ جائیں
رہی پہلی وجہ اور بھی زیادہ واضح و روشن ہے کہ ربا سا قن کرنے کے لئے
حیلہ کرنا تو ربا سے بھاگنا ہے اور وہ مشع نہیں بلکہ ممنوع تو ربا میں پڑنا ہو
اور بیشک ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کے متعدد حیلے تعلیم فرمائے
ہیں کہ زیادہ لیں اور سود نہ ہو اور امام فقیہ النفس قاضی خان نے
اپنے فتاویٰ میں اس کے لئے ایک مستقل فصل وضع کی فرمایا کہ
یہ فصل ہے ان باتوں کے بیان میں جو سود سے گریز ہیں اور اُس
میں ایک حیلہ یہ بیان فرمایا کہ ایک شخص کے دوسرے پر دس روپے قسط
تھے اس نے یہ چاہا کہ میں دس کے تیرہ کروں ایک میعاد تک علمانے
فرمایا کہ وہ مدیون سے اُن دس کے عوض کوئی چیز خریدے اور
اس پر قبضہ کر لے پھر وہی چیز اس مدیون کے ہاتھ سال بھر کے وعدہ پر
تیرہ روپے کو بیچ ڈالے تو حرام سے بیچ جائے گا اور اس کا ش
نہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہو کہ حضور نے ایسا کرنے
کا حکم دیا۔ آہی اللہ می طرح بحر الرائق میں بحوالہ خلاصہ تو نازل
امام فقیہ ابو الليث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے ۔
دوسرا حیلہ یہ فرمایا ایک شخص نے دوسرے کو روپے قرض مانگے

عاد و محصر فی الوجه الاول حيث قال الصخر اصة
انما هي للاحتيال لسقوط ربا الفضل ام وعليه اقتصر
في الكتابة قال انما كره لان احتيال لسقوط
الربا لياخذ الزيادة بالحيلة في كره كبير العينة
فانه مكرهه لهذا ام وانت تعلم ان في
الوجه الثاني ترك مالا باس به حذر اعمامه
باس فهو مقام الورع و ترك الورع لا يوجب
كراهة تحريره وقد قال يفتي الى ان يالفتحة
فيستعمل فيما لا يجوز فاذا ان هذا استعماله
فيما يجوز و انما كره خشية التجاوز الى مالا يجوز
واما الوجه الاول فابين و انما فان الاحتيا
لسقوط الربا فرار عنه وهو غير ممنوع بل المنوع
الوقوع فيه وقد علم علماء ائمة انهم الله تعالى
عدا حيل لتحصيل الفضل من دون حصول الربا
وقد عقد لها الامام فية النفس قاض خان
في فتاواها فصلا مستقلا فقال فصل فيما
يكون فرارا عن الربا وقال فيه رجل له
على رجل عشرة دراهم فاسر اذ ان يجعلها ثلثة
عشر على اجل فالو يشتري من المدكوثيا بتلك
العشرة و يقبض المبيع ثم يبيع من المديون
بثلثة عشر الى سنة فيقع القرز عن المحرام و
مثل هذا مروى عن رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم انه امر بذلك ام ومثله
في البصر من الخلاصة من النوازل للامام الفقيه ابو الليث رحمه الله
تعالى ثم قال في الحائنه رجل طلب من رجل دراهم

اس طور کہ دینے والے کو دس کے بارہ میں تو یوں چاہئے کہ قرض لینے والا دینے والے کے سامنے کوئی متاع رکھے اور اس سے کہے میں نے یہ متاع تیرے ہاتھ سونپے کو بیچي قرض دینے والا خرید لے اور روپے اُسے دیدے اور متاع پر قبضہ کر لے پھر قرض لینے والا اس سے کہے یہ متاع میرے ہاتھ ایک سو بیس روپے کو بیچ ڈالی وہ بیچ کر دے تاکہ قرض لینے والے کو سونپے لی جائیں اور اُس کی متاع بھی اس کے پاس واپس آئے اور قرض دینے والا کے اس پر ایک سو بیس لازم آئیں اور زیادہ اطمینان و احتیاط کی بات یہ ہے کہ قرض لینے والا قرض دینے والے سے معاملہ مذکورہ کی قرار داد کر کے یوں کہدے کہ جو کچھ گفتگو اور شرط چارے آپس میں ٹھہری تھی وہ میں نے چھوڑی پھر متاع کی خرید و فروخت کریں ابھی تیسرا حیلہ یہ فرمایا کہ وہ متاع بھی قرض دینے والے کی ہو قرض لینے والے کے پاس کوئی متاع بھی نہیں اور دینے والا چاہتا ہے کہ دس روپے قرض دے اور کسی ایجاد پر تیرہ روپے اُس سے وصول کرے تو قرض دینے والا لینے والے کے ہاتھ کوئی متاع تیرہ روپے کو بیچے اور متاع اُس کے قبضہ میں دیدے پھر قرض لینے والا اس متاع کو کسی اجنبی کے ہاتھ دس روپے کو بیچے اور وہ متاع اس اجنبی کو دیدے وہ اجنبی قرض دینے والے کے ہاتھ دس کو بیچ ڈالے اور وہ اجنبی اُس سے دس روپے لیکر قرض لینے والے کو دیدے تو اجنبی پر جو قرض لینے کا دین تھا وہ اُتر جائے گا اور وہ متاع قرض دینے والے کے پاس دس میں بیچ جائے گی اور قرض لینے والے پر اُس کے تیرہ روپے ایک وعدہ پر لازم ہو جائیں گے ابھی جو تھا حیلہ یہ فرمایا کہ قرض دینے والا لینے والے کے ہاتھ کوئی متاع ایک سو بیس وعدہ پر تیرہ روپے کو بیچے اور اُس کے قبضہ میں دیدے اور قرض لینے والا اُسے کسی اجنبی کے ہاتھ بیچے پھر قرض لینے والا اُس اجنبی کے ساتھ بیچ فسخ کرے

لمقرضه بدلا و اذوا فيضع المقرض متاعاً بين يدي المقرض فيقول للمقرض بعث منك هذا المتاع بأئة درهم فبشترى المقرض ويدفع اليه الدرهم و يأخذ المتاع ثم يقول المقرض بعني هذا المتاع بأئة وعشرين فيبيعه ليحصل للمقرض مائة درهم و يعود اليه متاعه و يجب للمقرض عليه مائة و عشرون درهما و الا وثق و الاحوط ان يقول المقرض للمقرض بعد ما قرر المعاملة كل مقالة و شرط كان بيننا فقد تركته ثم يعقد ان يبيع المتاع اه ثم قال فان كان المتاع للمقرض وليس للمقرض ثمى و يريدان يقرضه عشرة بثلة عشر الى اجل فان المقرض يبيع من المقرض ملعة بثلة عشر و يسلّم السلعة الى المقرض ثمان المقرض يبيع السلعة من اجنبى بعشرة و يدفع السلعة الى الاجنبى ثم الاجنبى يبيع السلعة من المقرض بعشرة و يأخذ العشرة منه و يدفعها الى المقرض فيبزو الاجنبى من الثمن الذى كان عليه للمقرض و تصل السلعة الى المقرض بعشرة و للمقرض على المقرض ثلثة عشر الى اجل اه ثم قال و حيلة اخرى ان يبيع المقرض من المقرض ملعة بثلثة عشر الى اجل معلوم و يدفع السلعة الى المقرض ثم يبيعه المقرض من الاجنبى ثم ان المقرض يعيل البيع مع الاجنبى

قبل القبض ان بعداً ثم يبيعهما المستقرض
 من المقرض بعشرة و يأخذ العشرة فيحصل
 للمستقرض عشرة و عليه للمقرض ثلثة عشر
 و نصل الساعة الى المقرض و المقرض و ان صار
 مشترياً ما باع باقل مما باع قبل نقد الثمن الا
 ان ذلك جائز تخلل البيع الثاني و هو البيع الذي
 جرى بين المستقرض و الاجنبى او ثم قال
 و حيلة اخرى ان يبيع المقرض من المستقرض
 سلعة ثمن مؤجل و يدفع السلعة الى
 المستقرض ثم ان المستقرض يبيعهما من
 غير باقل مما اشترى ثم ذلك الغير يبيعهما
 من المقرض با اشترى لتصل السلعة اليه
 بعينها و يأخذ الثمن و يدفعه الى المستقرض
 فيحصل المستقرض الى المقرض و يحصل الربح للمقرض
 اقول بهذا هي الحيلة الثالثة المارة قال
 و هذه الحيلة هي العينة التي ذكرها محمد
 رحمه الله تعالى و قال مشايخ بلزبيع العينة في
 ما نناخير من البيوع التي تجرى في السواقنا
 و عن ابي يوسف رحمه الله تعالى انه قال العينة
 جائزة ما جردت و قال اجرة لمكان الفراغ
 من الحرام او ثم قال رجل له عشرة دراهم
 صحاح فاراد ان يبيعهما با ثنى عشر درهما مكروته
 كالايجوز لانه ما با فان اراد الحيلة يستقرض
 من المشتري اثنى عشر درهما مكروته ثم يقضيه عشر جيات اثمان المقرض
 بربو من درهمين فيجوز ذلك او ثم قال ولو كان له على رجل عشر

خواہ متاع اس کے قبضہ میں دی ہو یا نہ دی ہو پھر قرض لینے والا دینے
 والے کے ہاتھ اُسے دس کو بیچے تو قرض لینے والے کو دس روپے ملیں گے
 اور دینے والے کے اُس پر تیرہ لازم ہونگے اور متاع دینے والے کے
 پاس پہنچ جائے گی قرض دینے والے نے اس صورت میں اگرچہ اپنی
 بیچی ہوئی چیز ادائے ثمن سے پہلے جس قدر کو بیچی تھی اُس سے کم کو خرید لی
 مگر یہاں یہ جائز ہے۔ اس واسطے کہ بیچ میں دوسری بیچ آگئی وہ جو
 قرض لینے والے اور اجنبی میں ہوئی انتہی پھر ایک جلد یہ فرمایا کہ قرض
 دینے والا لینے والے کے ہاتھ کوئی متاع ادا کرے اور متاع اس کے قبضہ
 میں دیدے پھر قرض لینے والا اُس متاع کو کسی اور کے ہاتھ اُنے سے کم
 کو بیچے جتنے کو خریدی پھر وہ دوسرا شخص اس قرض دینے والے کے
 ہاتھ اتے کو بیچے جتنے کو خود خریدی تاکہ وہ متاع بعینہا اُسے پہنچ جائے
 اور اُس سے قیمت لے کر قرض لینے والے کو دیدے تو قرض لینے والے
 کو قرض مل جائے گا اور دینے والا کو نفع حاصل ہو جائے گا۔ انتہی
 اقول یہ وہی تیسرا جلد ہے جو گذر چکا امام قاضی خان نے فرمایا کہ اس
 جلد کا نام بیع عینہ ہے جسکو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر فرمایا اور شاہ
 بلخ نے فرمایا کہ بیع عینہ ان بیوں سے کہ ہمارے بازاروں میں جہل رائج ہیں بہتر
 ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ انھوں نے
 فرمایا عینہ جائز ہے اور اس پر ثواب ملے گا اور فرمایا ثواب کی وجہ
 یہ ہے کہ اس میں حرام یعنی سود سے بھاگتا ہے انتہی پانچواں
 جلد یہ فرمایا کہ ایک شخص کے پاس دس روپے جمع ہیں وہ چاہتا
 ہے کہ ان کو بارہ روپے بھوٹے ہون سے بیچے تو یہ جائز نہیں
 کہ سود ہے پھر اگر وہ جلد چاہے تو چاہئے کہ مشتری سے بارہ
 روپے بھوٹے ہونے قرض لے پھر دس کھرے اس کو ادا کرے
 پھر وہ اُسے باقی دو روپے معاف کر دے تو یہ جائز ہے انتہی
 چھٹا جلد یہ فرمایا اگر کسی شخص پر دس

وراهم مكسرة الى اجل فلما حل الا اجل جاء
 المديون بتسعة صحاح فقال هذه التسعة
 بتلك العشرة لا يجوز لانه ربان اسرار
 احملة ياخذ التسعة بالتسعة و يبرئه
 عن الدرهم الباقى فان خاف المديون ان
 لا يبرئه عن الدرهم الباقى يذبح الى صاحب
 الدين تسعة دراهم صحاحا و فلسا او شيئا
 يسيرا عوضا عن الدرهم الباقى جاز ذلك و يقع
 الا من اده فيها فواشد لا تخفى عليك و سمر
 عليها فيما يأتى شاء الله تعالى و كفانا تشبيها
 في الوجه الاول ببيع العينة و قوله فانه
 مكروه لهذا و ذلك لانه لا يكره الاتصاف
 فكذا هذا و لا يهولك قول محمد انه يجده
 مثل الجبل فانه قال مثله بل اشد منه
 في العينة و ما ثبت لها الاكراهة التنزيه
 قال في رد المحتار عن الطحاوى عن ابى يوسف
 العينة جائز ما جور من عمل بها كذا في
 مختار الفتاوى هنديه و قال محمد هذا البيع في
 قلبى كأمثال الجبال و مهم اختراعه اكلة الربا و
 قال عليه الصلاة والسلام اذا تبايعتم العينة
 و اتبعتم ازنا بقر و لستم و فلعنا عليكم عدوكم
 قال في الفهم و لا كراهة فيه الا خلاف الادب
 لما فيه من الاعراض عن مبرئ القرض اه و اقر
 عليه في العم و النص و الدم و الشرب ليه و غيرها و
 قال ايضا في فتح القدير قال ابو يوسف لا يكره هذا البيع

روپے پھوٹے ہوئے ایک وعدہ پر آتے تھے جب وعدہ کا وقت
 آیا مدیون نورو پے کھرے لایا اور کہا کہ ان دس کے بدلے یہ نو
 ہیں تو یوں جائز نہیں اس لئے کہ سود ہے تو اگر جلد چاہے تو نو کے
 بدلے نو لے اور ایک معاف کر دے پھر اگر مدیون کو اندیشہ ہو کہ
 وہ ایک جو باقی رہا یہ معاف نہ کرے گا تو قرض خواہ کو نورو پے
 کھرے اور ایک پیسہ یا کوئی اور تھوڑی سی چیز اس باقی روپے کے
 عوض دیدے تو اب جائز ہوگا اور وہ اندیشہ جاتا رہیگا انہی
 اور اس عبارت میں وہ فائدے ہیں جو تجھ پر پوشیدہ نہ ہیں گے
 اور آئندہ تقریر میں اشارہ اللہ تعالیٰ ہم اوپر گزر کریں گے اور ہم کو
 یہی کافی ہے کہ وجہ اول میں اسے بیع عینہ سے تشبیہ دی اور علما
 نے فرمایا وہ بھی اسی وجہ سے مکروہ ہے اور یہ اس لئے کہ بیع عینہ نہیں
 مگر مکروہ تنزیہی تو ایسے ہی یہ بھی اور امام محمد کا یہ ارشاد کہ وہ ان کے
 نزدیک پہاڑ کی طرح گراں ہے تجھے بول میں نہ ڈالے کہ انھوں نے
 ایسا ہی بلکہ اس سے بھی سخت تر بیع عینہ میں فرمایا ہے اور اس
 کے لئے ثابت نہ ہوئی مگر کہ اہل تنزیہ رد المحتار میں طحاوی
 اس میں عالمگیری اس میں مختار الفتاوی اس میں امام ابو یوسف
 رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ہے کہ عینہ جائز ہے اس کے کرنے والے کو ثواب
 ملے گا اور امام محمد نے فرمایا اس بیع کی برائی میرے طلب میں پیاروں
 کے برابر ہے اسے سود بخوار دن نے ایجاد کیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بطور عینہ خرید و فروخت کرو اور بیوں
 کی دم کے پیچے چلو تو ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارا دشمن تم پر غالب
 آجائے گا فتح القدير میں فرمایا عینہ میں کوئی کراہت نہیں سوا خلاف
 اولی کے اس لئے کہ اس میں قرض دینے کے اچھے سلوک سے روگردانی
 ہے انہی اور اسے بجز اراق اور نہر القائق اور درختار اور شرب لیلہ وغیرہا
 نے برقرار رکھائے فتح القدير میں امام ابو یوسف نے فرمایا بیع مکروہ نہیں

لأنه فعله كثير من الصحابة رضي الله تعالى عنهم
 وحمدوا على ذلك ولم يعدوا من الرضا
 قول قول أبي يوسف فعله كثير من الصحابة
 رضي الله تعالى عنهم مرسل اصولي فانه عندنا
 ما لا ينقل مسنداً مطلقاً والفرق بين النوعين
 وتسميتهما مرسلان ومنقطعان ومقطوعان ومعضلان
 مجروران اصطلاحاً من المحدثين لا فائدة ما يقع فيه
 من الصور اما الحكمه فتمتد عندنا وهو القبول
 اذا كان من ثقة كما حققناه في كتابنا منير
 العين في حكمه تقبيل الابها مين ونص عليه
 في مسلم الثبوت وغيره و اى ثقة اولن تريد
 من أبي يوسف فاذا اطلع عن كثير من الصحابه
 رضي الله تعالى عنهم فعله و مدحه لا يعدل
 منه لان مذهب امانا رضي الله تعالى عنه تعليم
 رضي الله تعالى عنهم وقد امرنا رسول الله صلى الله
 تعالى عليه وسلم بأقتدائهم اما الحديث
 اذا تبايعتم بالعينة رواه احمد و ابو داود و
 البزار و ابو يعلى و البيهقي عن نافع عن ابن عمر
 رضي الله تعالى عنهما قال ابن حجر سنده ضعيف و
 له عند احمد اسناد اخر امثل هذا و في مسنده
 ابو عبد الرحمن الخراساني اسحق بن اسيدان
 قال ابن ابي حاتم ليس بالمشهور و قال ابو حاتم
 لا يشتغل به و قال الذهبي جائز الحديث ثم
 اعاد في الكنى فعده الحديث من
 مناكيري و قال في التقريب فيه ضعفاً

اس لئے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اُسے کیا اور
 اُس کی تعریف کی اور اسے سود نہ ٹھہرایا۔ یہی اقوال امام ابو یوسف
 کا فرمانا کہ اسے بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کیا اصول فقہ
 کی اصطلاح پر حدیث مرسل ہے کہ ہمارے نزدیک مرسل ہر اس حدیث
 کو کہتے ہیں جس کی سند متصل نہ ہو اور اُس کے اقوام میں فرق
 نہ کرنا اور ان کے جدا جدا نام مرسل و منقطع و مقطوع و معضل رکھنا
 یہ محدثین کی ایک نئی اصطلاح ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ
 اس میں کتنی صورتیں ہوتی ہیں رہا حکم وہ ہمارے نزدیک ایک
 ہے اور وہ یہ ہے کہ ثقہ اگر کوئی حدیث مرسل تو مقبول ہے جیسا
 کہ حکم اپنی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہا میں اس کی بحث
 بیان کی اور مسلم الثبوت وغیرہ میں اسکی تصریح فرمائی اور امام ابو یوسف
 سے بڑھ کر مجھے اور کون سا ثقہ درکار ہے تو جب بکثرت صحابہ کرام رضی
 اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کا کرنا اور اسکی تعریف ثابت ہوئی تو اُس سے
 عدول نہ ہوگا اس لئے کہ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب
 صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید ہے اور بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 نے ہیں ان کی پیروی کا حکم دیا رہی وہ حدیث کہ جب تم بطور عینہ خریدو
 فروخت کرو گے اسے امام احمد و ابو داؤد و بزار و ابو یعلیٰ و بیہقی نے
 نافع سے انھوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
 کیا امام ابن حجر نے فرمایا اسکی سند ضعیف ہے اور امام احمد کے یہاں
 اس کی ایک سند اور ہے اس سے بہتر نہیں اور ابو داؤد کی سندیں
 ابو عبد الرحمن خراسانی اسحاق بن اسیدان فارسی ہیں ابن ابي حاتم
 نے کہا وہ کچھ ایسے مشہور نہیں اور ابو حاتم نے کہا اُس کا نام نہ
 رکھا جائے اور ذہبی نے کہا وہ جائز الحدیث ہیں پھر لہستوں میں
 انھیں دوبارہ ذکر کیا اور اس حدیث کو اُن کی اعادیت منکرہ
 سے گنا اور تقرب میں فرمایا کہ ان میں ضعف ہے یہی

و بالجملہ لاینزل عن درجۃ الحسن وقد رمز
 الامام السیوطی فی الجماع الضعیف لحنہ و جاء
 من طرق کثیرة عقد لها البیہقی بابا فی منہ
 و بین علاماً قلت و ظاہر کلام الفتح ان
 محمد اجمع بعد الحدیث فاذا هو صحیح و لا شک
 لان التجدد انما استدلل بحدیث کان تصحیحاً
 لہ کما افادہ المحقق حیث اطلق فی التقریر وغیرہ
 فی غیرہ و علی کل فلیس فی الحدیث ما یدل
 علی منعه الا تری الی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم
 معہ اخذتم از ناب البقر ای حرثتم و نزلتم
 کما فسرہ بہ فی الفتح قال لانہم حیث
 یترکون الجماد و تألف النض الجبن اہ بل هو
 فی نفس روایة بلفظ اخذتم از ناب البقر و
 رضیتہم بالزراع و ترکتم الجماد الحدیث
 و معلوم ان الزرع غیر منہ بل هو افضل
 و جواز الکسب بعد الجماد عند الجمهور و قول
 التجار انہم الزراعة ثم الصناعات کما فی
 وجیز الکروری لاجرم لما اهتم فی العناية بالحدیث
 علی ذمہ قال العلامة سعدی آفندی اقول
 لو صح ذلك لکن الزراعة مذمومة ایضاً
 ولم یعلل الکراہة فی الهدایة و التبین
 و الدرر و غداها الا بالاعراض عن صیرة
 الاقراض سادتی الهدایة مطاوعة لمذموم
 افضل و انت تعلم ان الاعراض عن المبرور لا توجب
 کراہة تحریم و لذا قال فی الفتح لا بأس فی ہذا

بالجملہ یہ حدیث درجہ حسن سے نازل نہیں اور بیشک امام سیوطی
 نے جامع صغیر میں اس کے حسن ہونے کی رمز لکھی اور یہ حدیث
 بہت سندوں سے آئی چکے لئے یہ سہمی نے اپنی سنن میں ایک
 فصل خاص وضع کی اور ان کی حلیں بیان کیں اقول کلام فتح
 القدیر سے ظاہر یہ ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث
 کو حجت ٹھہرایا ہے تو اس صورت میں تو ضرور صحیح ہے اس لئے
 کہ مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ اس حدیث
 کی صحت کا حکم ہے جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے تحریر ان کے غیر
 نے غیر میں انادہ فرمایا بہر حال حدیث میں بیح عین کی ممانعت پر کوئی
 دلالت نہیں کیا اس کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس
 ارشاد کو نہیں دیکھتے کہ جب تم بیوں کی دُیں پکڑو یعنی کھیتی کرہ
 زراعت میں پڑو جیسا کہ اسکی یہ تفسیر فتح القدیر میں فرمائی فرمایا اس لئے کہ
 وہ اس وقت جہاد چھوڑ دینگے اور طبیعت نامردی کی عادی ہو جائیگی
 بلکہ وہ نفس روایت ابو داؤد میں ان غلطوئے ہے کہ جب تم بیوں کی دُیں
 پکڑو اور کشت کاری میں پڑ جاؤ اور جہاد چھوڑ دو آخر حدیث تک اور
 معلوم ہے کہ کھیتی منع نہیں بلکہ وہ جہود کے نزدیک جہاد کے بعد سب
 پیشوں سے افضل ہے اور بعض نے کہا کہ جہاد کے بعد تجارت پھر زراعت
 پھر حرفت جیسا کہ وجہ کروری میں ہے و ہذا جب کہ عنایہ میں اس
 حدیث سے بیح عین کی مذمت پر دلیل لائے علامہ سعدی آفندی نے
 فرمایا کہ میں کہتا ہوں اگر یہ دلیل صحیح ہو جائے تو زراعت بھی مذموم
 ہو جائیگی اھ اور ہدایہ و تبین و درختار و غیرہ میں اس کی ہمت
 کی طرف توجہ دینا چاہئے کہ اس میں تہم و نہ کہ نہ کہ سلوک
 سے روگردانی ہے ہدایہ میں اتنا زیادہ فرمایا کہ نیک مذموم کی پرہیز
 کر کے اور نیک معلوم ہے کہ نیک سلوک سے روگردانی کچھ گراہت
 تحریم کی موجب نہیں لہذا فتح القدیر میں فرمایا اس میں کچھ حرج نہیں

فان الاجل قابله قسط من الثمن و القرض
 غير واجب عليه و اما بل هو مندوب اه
 و قال في الغاية المهر اض من الاقراض ليس
 بكمركا و البخل المحاصل من طلب الربح
 في التجارات كذندك و الا لكانت المراجعة
 مسكروها اه اقول بل ليست التجارة الا
 ان قبضت فضلا من ربكم و الماكسة
 في المياعة مسنونة و قد قال صلى الله تعالى
 عليه و سلم المغبون لا محجور و لا ما جور سرفا
 اصحاب السنن عن الحسين بن علي و الطبراني
 في الكبير عن الحسن بن علي و الخطيب عن سيدنا
 علي كرم الله تعالى و جوفهم الكرام فعاية
 ما فيه كراهة التنزيه و الا فقد صح ان
 الصحابة فعلوا و حمدوا و في حاشية
 الفاضل عبد الحليم معاصر العلامة الشربلاني
 رحمهما الله تعالى على الدرر و المروي عن ابي
 يوسف انه قال العينة جائز لا ما جورا
 لمكان الضرار فيهما من المحرام و الاحتيال
 للفرار عن المحرام مندوب و لانه فعله
 كثير من الصحابة و حمدوا ذلك اه
 و ظاهر سياقه ان جملة و الاحتيال للفرار
 عن المحرام مندوب من كلام الامام
 ابي يوسف رحمه الله تعالى و الله تعالى اعلم
 هذا احد الدلائل عليه و الثاني تعميم فاطمة ان القدر و الخس
 اذ اعد احد ما حل الفضل و لو لم قطع ان الدنيا و الدائم اول الدنيا و الخس

کہ وعدہ کے مقابل تو ثمن کا ایک حصہ ہوا اور آدمی پر واجب
 نہیں کہ ہمیشہ قرض دیا کرے بلکہ وہ ایک نیک بات ہے انتہی
 اور عہدہ میں فرمایا قرض دینے سے روگردانی مکروہ نہیں اور
 اتنا بخل کہ آدمی تجارتوں میں نفع چاہے وہ بھی ایسا ہی ہے ورنہ
 نفع پر بیجا مکروہ ہوتا انتہی اقول بلکہ تجارت تو اسی کا نام ہے
 کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور خرید و فروخت میں قیمت کم
 کرنا سنت ہے اور بیشک نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا
 کہ غبن کھانے میں نہ ناموری نہ ثواب یہ حدیث اصحاب سنن سن
 امام حسین اور طبرانی نے اپنی محرم میں امام صن اور خطیب نے مولیٰ
 علی کرم اللہ تعالیٰ و جوفہم الکرام سے روایت کی تو اس میں انتہا
 درجہ کہ اہت تنزیہ ہے ورنہ بصحت ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام نے
 اُسے کیا اور تعریف فرمائی اور علامہ عبد الحليم معاصر علامہ شربلانی رحمہما
 اللہ تعالیٰ حاشیہ درر میں لکھتے ہیں امام ابو یوسف سے
 روایت ہو ہے کہ بیع عینہ جائز اور ثواب کا کام ہے
 اس لئے کہ اُس میں حرام سے بھاگنا ہے اور حرام
 سے بھاگنے کا جیل کرنا مستحب ہے اور اس لئے کہ بکثرت
 صحابہ نے اُسے کیا اور اس کی تعریف فرمائی۔ انتہی
 اور اُن کی روش عبارت سے ظاہر یہ ہے کہ یہ
 جملہ بھی امام ابو یوسف کا کلام ہے کہ حرام سے
 بھاگنے کا جیل کرنا مستحب ہے واللہ تعالیٰ اعلم
 یہ صورت مذکورہ کے مکروہ تحریمی نہ ہونے کی ایک
 دلیل ہے۔ دلیل دوم تمام علماء کی تصریح ہے
 کہ جب قدر یا جنس میں کوئی معدوم ہو تو زیادتى
 حلال ہے۔ اور یقیناً معلوم ہے کہ اشرفی
 اور روپیہ یا اشرفی اور پیسہ

لا یتجانسان فیجب اعلیٰ من این تائی کراہۃ التحریم
و تحقیقہ ان للتفاضل اربع صور الاول ان یتکون
اکثر مالیه هو الاکثر قدراً والثانی ان یکون اقل
ولکن المالیه بعدئذ اشکال بل اضعاف مضاعفة
کالجنیہ مع الربیۃ و الثالث ان یتکون اقل
الی حد تنقص مالیتہ ایضاً من البدل و الرابع
ان یقل الی ان یتساوی المالتان و ہم قاطبۃ فالقوا
عند اختلاف الجنس حل التفاضل و لم یقیدوا
بشئ من الصور اصلاً فیعمما جمیعاً ولی کانت شم
کراہۃ تحریم لم یحل الا صوراً واحداً من الاربعۃ
وهی الرابعۃ ثم هنا وجه آخر ان یتکون جنسان
متحدی المالیه عند اتحاد القدر و ہم قد حکموا
بحل التفاضل و هو یستلزم التفاضل فی المالیه
فوجب حله و الثالث قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف تشاءتم فمن ذالذی
یعدو معصیۃ و مکروہاً تحویماً مع اذن رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیہ و الرابع ما قدمنا
الفاصل الخانیۃ انه یدفع فلیسا عوضاً عن الدرہم
فیمنز ذلک و یقع الا من مہای امن بعد حصول
المعصیۃ و الخامس لیس التفاضل بین درہم و دینار
او فلس و دینار مثلاً الا بالمالیه فان کان ذلک
موجباً لکراہۃ التحریم لانه حصل لاحد
العاقدين اکثر و ارجح مما حصل للاخر فاری هذا
علیہ یجب ان یکون مساوياً العجید و الروی و من انما مکروہاً
تحویماً اذا اراد الی العجید علی الروی بما لا

ایک جنس نہیں تو حلال ہونا واجب ہوا تو کراہت تحریمی کدھر سے
آئے گی اور تحقیق یہ ہے کہ زیادتی کی چار صورتیں ہیں اول یہ کہ جس کی
مالیت زیادہ ہو اسی کی مقدار زیادہ ہو دوسری یہ کہ اُس کی مقدار
تو کم ہو مگر مالیت اب بھی زیادہ ہو بلکہ کسی گناہ پر کہ جیسے روپے
کیساتھ اشرفی تیسری یہ کہ مقدار میں اتنی کم ہو کہ اُسکی مالیت بھی
اس کے مقابل سے گھٹ جائے چوتھے یہ کہ اُس کی مقدار اس حد
تک کم ہو کہ دونوں مالیت میں برابر ہو جائیں اور تمام علاوے اتنا
ہی فرمایا ہے کہ جب جنس مختلف ہو تو کمی بیشی جائز ہے اور اُسے کسی
خاص صورت کے ساتھ مقید نہ کیا تو چاروں صورتوں کو شامل ہوگا
اور اگر وہاں کراہت تحریمی ہو تو چار صورتوں میں سے صرف ایک
حلال ہوتی اور وہ چوتھی صورت ہے پھر یہاں ایک صورت اور ہے
وہ یہ کہ دو جنس کی چیزیں مقدار میں برابر ہوں تو ان کی مالیت بھی
یکساں ہو اور علما نے کمی بیشی حلال ہونیکا حکم فرمایا اور وہ اس صورت
میں مالیت کی کمی بیشی کو مستلزم ہے تو اسکا حلال ہونا واجب ہوا دلیل
سوم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ جب جنس مختلف ہو تو جیسے چاہوں سچو تو
وہ کون ہے جو اُسے گناہ اور مکروہ تحریمی بتائے گا حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اُس کی اجازت فرما چکے دلیل چہارم وہ جو ابھی ہم فتاویٰ تافنی
خان سے بیان کر آئے کہ روپے کے بدلے ایک پیسہ دیدے تو یہ
جائز ہو جائیگا اور امان حاصل ہوگی اور گناہ ہونے کے بعد کون ہی
امان ہے دلیل پنجم مثلاً اشرفی اور روپے یا پیسہ اور اشرفی میں
کمی بیشی نہیں مگر مالیت کی تو اگر اس سے کراہت تحریم لازم ہوتی اس
بنابر کہ دونوں عاقدوں میں سے ایک نے وہ پایا جو مالیت اور
نفع میں زائد ہے تو اس کو اس پر زیادتی رہی تو واجب ہوگا
کہ کھرے اور کھوٹے کا وزن میں برابر ہونا مکروہ تحریمی ہو جبکہ
کھرے کی قیمت کھوٹے سے اتنی زیادہ ہو جس میں لوگ ایک دوسرے سے

لا يتباين فيه الناس كأن تكون ماله فيه ضعف ماله فيه
 أو أضعافاً تارة من جميعاً المذكور حاصل ههنا أيضاً قطعاً
 والشئ لا يتخلف عن موجب مع أن المساواة هي
 المأمور به شرعاً وكذلك ما مراد بالصناعة
 حتى صار ت قيمته أضعاف قيمة ما يساويه ونحوها
 من التبر أو الدرهم يسكون التساوي فيه
 موجباً أو جيباً به كراهة التحريم مع أنه هو
 الواجب شرعاً فاذن يكون الشرع قد أوجب
 ما هو معصيته فإن المكروه تحريماً منصوصاً عنه وارتكابه
 أشد ومعصية و إن كانت صغيرة كما نص عليه
 في البحر والدرهم غير مساوي بالاعتقاد بصير كبرى
 ولا شك أن الشرع متعال عن أن يأمر بمعصية
 و لوجب ارتكاب أشد بخلاف المكروه تنزيهاً فإنه
 من المباح وليس من المعصية قطعاً وربما يعمده
 الأئمة عليهم الصلاة والسلام بياناً للجهل أو
 قد نزلت قدم ذلك المكروه في رسالتهم
 الدخان فحجل المكروه تنزيهاً من المعاصي والآهت
 عليه من الكباشر وهذه منزلة فأحسب بنت عوارها
 في رسالة مستقلة سميتها جمل مجلية أن المكروه
 تنزيهاً ليس بمعصية ولا اعتداس بيان الشرع اهده
 اعتبار المالية عند اتحا والجنس لا يحدى نفعاً فإن
 ذلك أول الكلام أن لو كان الأثر بأعنى المالية
 موجب المعصية لغير الشرع فلما أهدر اعتبارها
 مع ما فيه من ابطال مقصد نفسه اعنى الشرع وهو
 صيانة أموال الناس وأموالهم بالمالية وفيه

فمن نہ کھائیں جیسے اس کی مالیت اُس کی مالیت سے دونی یا کئی
 گنا ہو اس لئے کہ کراہت تحریم کا وہ موجب یہاں بھی یقیناً حاصل ہے
 اور حکم اپنے موجب سے پیچھے نہیں ہٹتا حالانکہ کھانے کھرنے کا وزن
 میں برابر ہونا اسی کا شرع نے حکم دیا ہے اور ایسے ہی وہ جو منگیا
 کے سبب بڑھ چلے یہاں تک کہ اُس کی قیمت اُس کے ہم وزن پتر
 یا روپوں سے کئی گنا ہو جائے تو اُس میں وزن کی برابری اسی کو کراہت
 تحریم کی موجب ہوگی جو تم نے قرار دی ہے حالانکہ وہی شرعاً واجب ہے
 تو اُس وقت یہ ہوگا کہ شرع نے وہ چیز واجب کی جو گناہ ہے اس
 لئے کہ مکروہ تحریمی منوع ہے اور اُس کا کرنا گناہ اگرچہ صغیر ہے جیسا
 کہ بزرگوار ائق و در مختار و غیرہ نے تصریح کی اور حالات ڈالنے سے
 کبیرہ ہو جائے گا اور شک نہیں کہ شرع اس سے بندوبست
 ہے کہ معصیت کا حکم دے اور گناہ کرنا واجب کرے بخلاف مکروہ
 تنزیہی کے کہ وہ مباح میں سے ہے اور معصیت میں سے یقیناً
 نہیں۔ کبھی انبیاء علیہم الصلاة والسلام اسے تصدق کرتے ہیں کہ اس
 کا جائز ہونا ظاہر ہو جائے اور انھیں لکھنوی کا حق کے رسالہ میں
 قدم پھلا تو مکروہ تنزیہی کو گناہ اور اُس پر اصرار کو کبیرہ
 ٹھہرا دیا اور پڑھا حاش نعلی ہے کہ اس کا عیب میں نہیں ایک
 مستقل رسالہ میں بیان کیا اس کا نام جمل مجلیۃ ان المكروه
 تنزیہاً لیس بمعصیۃ رکھا۔ اور یہ عذر کرنا کہ ایک جنس
 ہونے کی حالت میں شرع نے مالیت کا اعتبار ساقط
 فرما دیا ہے کچھ نفع نہ دے گا اس لئے کہ یہی تو پہلی
 بحث ہے کہ اگر شرع کی نظر میں مالیت کی نہ زیادتی
 موجب معصیت تھی تو کیوں اس کا اعتبار ساقط فرما دیا جائے گا
 اس میں مقصود شرع کا باطل کرنا تھا مقصود کیا ہے لوگوں کا مال
 بچانا اور مال کی حقیقت مالیت ہی ہے اور اس میں

الصلح المحلة الربا الى قصد هم الفاسد فان
 غرضهم انما يتعلق بالمالية فاذا اربوا فيها
 فقد فاسد ابرادهم ولا نظر لهم الى زيادة الوثاق
 وقلته فتبين ان الالاء في المالية لا نظر اليه
 للشرع ولا يمكن ان يوجبه كراهة تحريم اصلا وهو
 المقصود والسادس طلعت المتن قاطبة محي التزبيح
 فلس بفلسين وقال في البحر ليس مراد هم خصوص بيع
 الفاس بالفلسين بل بيان حل التفاضل حتى لو باع فلسا
 بمائة على التعيين جائز عندهما اي عند الشيخين رضي
 الله تعالى عنهما و اي نص ترديد النص من هذا على
 حل التفاضل بالمالية والحد لله - نعم المحل قد يجامح
 كراهة التزبيح كما نصوا عليه السالغ العينة المذكورة
 فانما منبها على التفاضل في المالية ولا يتفيد بنحو
 عشرة باثن عشر او ثلثة عشر كما في الخامسة عشرة
 عشر كما في الفتح بل صيرت بصورة الضعف
 ايضا قال في الفتح من صور العينة ان يبيع متاعه
 بالفين من المستقرض الى اجل ثم يبعث متوسطا
 يشتره لنفسه بالف حاله وليقبضه ثم يبيعه من
 البائع الاول بالف ثم يبيع المتوسط بالف على البائع
 الاول بالثمن الذي عليه وهو الف حاله فيد نصحا
 الى المستقرض و ياخذ منه الفين عند المحلول اه
 و اذ جاز ضعف جائزات الاضعاف اقول ولا يلزم
 التسوية بل له ان يبيعه من المستقرض باثني عشر
 المستقرض في التسوية كما تعود العين الى المقرض فيكون له حقه في بيعه
 بازار میں ہزار کو بیچ لے تاکہ وہ متاع قرض دینے والے کی طرف عود نہ کرے کہ عود کرنے کی حالت میں تحقق کے نزدیک مکروہ تحریمی ہو جائے گی

سود خواروں کو ان کے قصد فاسد تک پہنچانا ہوگا کہ ان کی غرض تو
 مالیت ہی سے متعلق ہے جب انہوں نے مالیت زیادہ پالی تو
 اپنی مراد کو پہنچے اور وزن کی کمی بیشی کی طرف ان کی نظر نہیں تو
 ظاہر ہو گیا کہ مالیت میں زیادتی کی طرف شرع اصلا نظر نہیں فرماتی
 تو ممکن نہیں کہ اصلا کہ اہت تحریم واجب کرے اور یہی مقصود ہے
 دلیل ششم تمام متون بالا تفاق اس تصریح سے لبریز ہیں کہ ایک پیسہ
 دو پیسے کو بیچنا جائز ہے اور بجز الرائق میں فرمایا کہ ان کی مراد خاص
 یہی نہیں ہے کہ ایک پیسہ دو پیسے کو بلکہ کمی بیشی حلال ہونے کا بیان
 مقصود ہے یہاں تک کہ ایک پیسہ سو عین پیسے کو بیچے تو امام عظیم اور امام
 ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک حلال ہے اور اس سے ٹیڑھ کر تو
 اس پر اور کون سا روشن تر نص چاہتا ہے کہ مالیت میں کمی بیشی روا ہے
 والحد لله ہاں حلال ہونا کبھی کہ اہت تنزیہ کے ساتھ جمع ہو جاتا ہو
 جیسا کہ علمائے تصریح فرماتے ہیں سفہم عند مذکورہ کہ اس کی بنیادی مالیت
 میں کمی بیشی صحیح ہے اور وہ کچھ اسی پر بند نہیں کہ دس کے بارہ یا تیرہ کو
 جیسا کہ ثاوی تاجی خان میں ہے یا پندرہ جیسا کہ فتح القدر میں بلکہ دونوں
 کی صورت بھی اس میں بیان کی گئی ہے فتح القدر میں فرمایا کہ چند کی ایک
 صورت یہ ہے کہ اپنی متاع قرض لینے والے کے ہاتھ ایک و عدہ پر دو
 ہزار کو بیچے پھر کسی درمیانی شخص کو بیچے کہ وہ اس سے اپنے لئے ہزار
 نقد کو خرید کر قبضہ کر لے یہ درمیانی شخص سے شخص سے اسے ہزار کو بیچ دے
 پھر وہ درمیانی اپنے بائع یعنی قرض لینے والے کا ثمن پہلے بائع پر ادا کر
 دے اور وہ ہزار روپے نقد میں تو پہلا بائع ہزار روپے قرض لینے والے
 کو دیدے اور عدہ پر دو ہزار اس سے لے آتی اور جب دونا جائز ہو
 گا تو کئی جا کر ہے انہوں اس درمیانی شخص کا ہونا ضرور نہیں بلکہ یہ
 بھی کر سکتا ہے کہ قرض لینے والے سے (ہزار کی چیز) دو ہزار کو بیچے وہ
 بازار میں ہزار کو بیچ لے تاکہ وہ متاع قرض دینے والے کی طرف عود نہ کرے کہ عود کرنے کی حالت میں تحقق کے نزدیک مکروہ تحریمی ہو جائے گی

ان کان فیہ للتکلام مجال فان شراء ما باع باقل ما
 باع جائز عند قسط ثالث بالاجماع ولم يذكر فيه
 تأثيماً وقد تقدم عن نقيه النفس في حيل الغرار عن
 الحرام والتي تتم الحيلة مع بقاء المعصية لا جرم قال
 الحلان من عبد الحلان في حواشي الدرر الظاهر كرواضة
 تنزيه من اء كان في صراحة عود كل المدفوع او
 بعضه الى الدائم او كالتدبير والنا من شرط الجواز
 شراء الوصي مال اليتيم لنفسه او ببيع مال نفسه له
 الخيرية لليتيم وجعلها في العقار بالضعف وفي
 غيرها بمنزل ونصف كما في الخانية والهندية و
 شرط الجواز ببيع مال اليتيم من اجنبى ان لم يكن
 للضعف حاجة الى ثمنه ولا يحل الميت دينه ولا فاء
 له الا به ان يبيعه بضعف القيمة قال في الضدية
 عن محيط السرخسى وعليه الفتوى فخذ المتاعل في المالية
 ما مور به من حجة الشرع والنا مع ما تقدم عن
 الفتم وغيرها من المعتمادات من قوله لو باع
 كاختار بالف يجوز ولا يكره والعاشرة باب
 الربا من سر والمتمار عن الذخيرة اذا ربح الحنطة
 الى خيار حنطة واخذ للخبز مفرقا ينبغي ان يبيع صاحب
 الحنطة خائفا او ملكيا من الخيار بالف من من الخبز
 مثلا الخ و اين يقع سكن من الف من من الخبز و
 نظائر هذا الواردنا هالما نستطع احصاءها و انما
 تنزلنا بعد السادس الى هنا لان كلام محمد في
 المضموم مع الاقل مطلق من ان يكون من
 الاثمان او الاصيان و من الاموال الربوية او من غيرها

اگرچہ اس میں کلام کی گنجائش ہے کہ اپنی بی بی ہوئی چیز جتنے کو بیچی ہو
 اس سے کم کو خریدنا بالاجماع جائز ہے جبکہ تیسرا شخص متوسط ہے اور
 علمائے اس میں کوئی گناہ تحریر نہیں فرمایا اور امام فقیر النفس قاضی
 خان سے یہ امر اوپر گزر چکا جہاں انھوں نے حرام سے بھاگنے کے چیلے
 بیان فرمائے ہیں اور اگر معصیت باقی رہے تو جلد کہاں پورا ہو الا جرم
 علامہ عبدالعلیم نے حواشی درر میں فرمایا ظاہر ہے کہ اگر ہمت تشریحی ہے چاہے
 جو متاع دی وہ پوری دینے والے کی طرف عود کر آئے یا اس کا حصہ یا
 کچھ نہیں متدبیر دلیل ہشتم و صی اگر یتیم کا مال خود خریدنا یا اپنا مال
 اس کے ہاتھ بیچنا چاہے تو اس کے جواز کے لئے علمائے یہ شرط فرمائی
 ہے کہ اس خرید و فرخت میں یتیم کا نفع ہو اور اس نفع کی مقدار جائداد
 غیر منقولہ میں دو چند رکھی اور منقولہ میں ڈیڑھ حصہ جیسا کہ فتاویٰ قاضی
 خان اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے اور وصی اگر یتیم کا مال کسی دوسرے
 کے ہاتھ میں بیچنا چاہے اور نابالغ کو اس کی قیمت کی ضرورت نہ ہو اور
 ذمہ داری پر کوئی دین ہو کہ بغیر اس کے بیچے پورا نہ ہو تو اس صورت
 میں جواز بیع کی یہ شرط لگائی کہ دو فی قیمت پر بیچے ہندیہ میں محیط
 سرخسی نے نقل کیا کہ اس پر فتویٰ ہے تو مالین کی اس ٹکمی پیشی کا خود شریع
 کی طرف سے حکم ہے دلیل ہم وہ جو فتح القدر وغیرہ معتد کتابوں سے گزرا
 کہ اگر ایک کاغذ ہزار روپے کو بیچا تو جائز ہے اور اگر وہ نہیں دلیل ہم
 رد المحتار کے باب ربا میں ذخیرہ سے ہے جب نانہائی کو گہوں اکٹھے
 دیدیے اور روٹی تھوڑی تھوڑی کر کے لی تو یوں چاہئے کہ گہوں والا
 نانہائی کے ہاتھ ایک انگوٹھی یا چاقو مثلا ہزار روٹی کو بیچے الم اور
 بھلا کہاں چاقو اور کہاں ہزار روٹی اور اس کے نظائر اگر ہم بیان
 کرنے جائیں تو ان کا احاطہ نہ کر سکیں گے اور دلیل ششم کے بعد جو ہم بیان تک
 آئے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ جو علمائے فرمایا تھا کہ جس جانب وزن کی کمی ہے کوئی
 چیز ملائی جائے کئے کلام میں مطلق ہے خواہ میں ہو یا متاع اور اموال بدلے ہو یا نہیں

فخذ اغایة تحقیق المسأله اما کلام الشیخ عبد الحلیم
 فاقول اوکالیس الوجوب للاحتیاط وجوب الشئ فی
 نفسه ولا شک ان ترک ما لا بأس به حدساً عاماً
 به یأس من قبیل الاحتیاط فی الدین ولا یحصل
 ذلک الا بما ذکر لیکان من واجباته اذ الواجب
 للشئ هو الذی لا یحصل له الا به و ثانیاً بما یطلق
 الواجب صریحاً علی المندوب و منه قول المدرس لا بأس
 به ای بالتکبیر عقب العید لان المسلمین توامروا
 فوجوب ابتیاعهم اھ و نظراً لانتہائی منہم آخر بقوله
 حقلک و اجب علی فی کتاب ادب القاضی من الفتوح
 قوله و یشهد ای القاضی الجنازۃ و یعود المرید
 ذکر حدیث البغاری فی الادب المفرد عن ابی یوب
 الا نصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول ان المسلم علی اخیہ
 ست خصال و احبہ ان ترک شیئاً منہما فقد ترک
 حقاً و احباً علیہ لا خیہ یشتم علیہ اذ الفقیہ و
 یجیبہ اذ اذماک و یشتمہ اذ اعطس و یعودہ اذ ا
 مرض و یحضرہ اذ مات و ینصحه اذ استنصحه ثم
 قال و لا بد من حل الوجوب فیہ علی الاعمال من
 الوجوب فی اصطلاح الفقہ الحادث فان ظاہراً وجوب
 الابدان بالسلا من صفون الوجوب و وجوب عین
 نے الجنازۃ فالمراد به امر ثابت علیہ احمد من
 ان یسکن مذاباً او وجوباً بالاصطلاح اھ و لا بد
 من العمل علیہ لما اقمنا من الاولۃ
 ہوں یا واجب فقہی انتہی اور عبارت عبد الحلیم میں یہ معنی وجوب لینا ضروری ہے بسبب

تو یہ تحقیق مسئلہ کا انتہا ہے رہا فاضل عبد الحلیم رومی کا کلام اقول اولاً حصول
 احتیاط کے لئے کسی شے کا وجوب اس کا کافی نفع و وجوب نہیں اور شک
 نہیں کہ خرابی کے دورے جس چیز میں خرابی نہیں اُسے چھوڑنا دین میں
 احتیاط کے قبیل سے ہے اور یہ اسی طور پر حاصل ہوگا جو انھوں نے
 ذکر کیا تو احتیاط کے واجبات سے ہو کہ کسی شے کے لئے واجب وہی ہے
 جس کے بغیر شے حاصل نہ ہو ثانیاً اگر عرف میں مستحب کو واجب کہتے
 ہیں اور اسی میں سے ہے درختار کا یہ قول کہ نماز عبد کے بعد تکبیر
 کہنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ مسلمانوں میں سلف سے چلا
 آتا ہے تو ان کی پیروی واجب ہوئی انتہی اور شامی نے دوسری جگہ
 اس کی ایک نظریہ بیان کی کہ عرف میں کہتے ہیں تیرا حق مجھ پر واجب ہے
 اور فتح القدیر کی کتاب ادب القاضی میں اس قول ماقول کے نیچے کہ
 قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور بیمار کے پوچھنے کو جائے ادب المفرد بخاری کی
 یہ حدیث ابو یوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کی کہ میں نے
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا مسلمان کے مسلمان پر چڑھ حق
 واجب ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز ترک کرے تو اپنے بھائی کا ایک
 حق چھوڑے گا جو اُس کے لئے اس پر واجب تھا۔ ملاقات کے وقت اُسے
 سلام کرے اور وہ دعوت کرے تو قبول کرے یا وہ پکارے تو جواب
 دے اور سب اُسے چھینک آئے (اور وہ حد ابھی بجالائے) تو یہ
 اسے برحکم اللہ کہے اور بیمار پڑے تو اُسے پوچھنے جائے اور اُس کی موت
 میں حاضر ہو اور اگر اس سے نصیحت چاہے تو نصیحت کرے پھر محقق نے
 فرمایا فرور ہے کہ اس حدیث میں وجوب کو ایسے معنی پر عمل کریں جو جو
 کے اس معنی سے کہ فقہ کی اصطلاح عادت میں ہے عام ہو اس لئے کہ
 ظاہر حدیث یہ ہے کہ ابتدا بہ سلام واجب ہو اور نماز جنازہ فرض میں
 ہو تو حدیث کا مراد یہ ہے کہ یہ حقوق مسلمان پر ثابت ہیں خواہ مستحب
 ان دسیلوں کے جو ہم قائم رکھنے کے لئے

اور اگر تو اسے ظاہر پر محمول کئے بغیر نہ مانے تو یہ شیخ عبد الحلیم کی اپنی ایک سمجھ ہے جس پر انھوں نے کوئی نقلی سند پیش نہ کی اور ان کی فہم شرع میں حجت نہیں خصوصاً جبکہ اس کے خلاف پر دلائل قائم ہوں تا ناسا اگر اس معنی پر محمول نہ کیا جائے تو ان کا کلام خود اپنے نفس کا منافی ہو گا۔ اس لئے کہ انھوں نے اس کلام سے ایک ورق بعد دولت عثمانیہ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے پر اُسے روپے جن میں میل ہے اور چاندی غالب ہوتی ہے انھیں نئے گھرے روپے سے بدلنے میں اور ان نیوں کے چلنے کے بعد پر انوں سے معاملہ کرنا منع کر دیا جاتا ہے اور پراٹو کا کوٹھاپن یہاں تک ہے کہ ایک بڑا روپیہ رومی جسے قرش کہتے ہیں ان پر انوں کے ایک سو بیس کے برابر ہوتا ہے اور اشرفی دو سو چالیس کے برابر جب نئے روپے چل جاتے ہیں تو قرش کی قیمت ان نیوں سے اسی روپے رہ جاتی ہے اور اشرفی ایک سو بیس کی تو لوگوں کو وہ لین دین جو پرانے روپیوں کے زمانے میں ہوا تھا اس میں بڑا جھگڑا پڑ جاتا ہے تو علامہ فرورڈ قسطنطنیہ سے ہمارے اگلے سرداروں نے یہ فتویٰ دیا کہ تہائی دین اوتار دیں تو ایک سو بیس پر اُسے روپے کی جگہ بیرون دان کو نئے اسی روپے یا ایک قرش دے اور دو سو چالیس پر اُسے روپے کی جگہ ایک اشرفی یا دو قرش یہاں تک ہمارے استاذ مرحوم اسعد بن سعد الدین کے اہتمام کا وقت آیا تو انھوں نے یہ فتویٰ دیا کہ نانا عقد میں پرانے روپیوں کی جو قیمت تھی اتنی قیمت کی اشرفیاں دی جائیں مثلاً ہر دو سو چالیس روپے کے بدلے ایک اشرفی دے اور یہ جائز نہ رکھا کہ اسے بیاروپہ یا قرش دے اور تصریح فرمائی کہ اگلے مسئلہ میں یا تو حقیقتاً سو دے یا اس کا شبہ۔ پھر شیخ عبد الحلیم نے کہا کہ وہ جو پہلوں نے فتویٰ دیا وہ بھی صحیح ہے اور اس کے ساتھ اس میں آسانی ہے اور اُسے دین کے دائرہ میں اس کی صحت تو اس سبب پر کہ پراٹوں کا جب بغیر ایسا چلن تھا

و ان ابیت الاحلہ علی ظاہرہ فہذا فہم من الشیخ عبد الحلیم لم یستند فیہ نقل و نصہ غیر حجة فی الشرع کلا سیما عند تیار البراہین علی خلافہ و تاملنا ان لم یحیل علی ما قلنا یسکون کلامہ قد ناقض نفسه لانه ذکر بعد هذا بقرعة و اقرعة ثم ذکر فی الدولة العثمانیہ من تبدل الدرہم العتیقہ المشوشة الغالبة فیہما الفضة بدرہم جدیدہ جیدہ و یمنع بظہرہا التعامل بالعتیقہ و من سدا عة العتیقہ انما الدرہم الکیبر الرومی و ہوا المسوی بالقرش یكون بمائة و عشرين درہمًا منہا و الدینار باشتین و اربعین فان اطلعت الحدیدة ینزول القرش الی ثمانین من الحدیدة و الدینار الی مائة و عشرين فیقع بین الناس نزاع کثیر فی دیونہم الو اقرعة فی زمن العتیقہ قال نافعی اسلافنا من ساداتنا علماء قسطنطنیة الحمیة یتنزل ثلث الدین بمقابلة دین مائة و عشرين درہمًا یعطى المدنی الدائن ثمانین درہمًا جدیدہ او قرشاً واحداً ان بمقابلة مائتین و اربعین دیناراً ان قرشین الی ان جاء زمن انشاء استاذنا المرحوم اسعد بن سعد الدین نافعی بان یعطى قیمة العتیقہ فی زمن العقد من الایثار مثلاً یسکون مائتین و اربعین درہمًا یعطى دینار و لم یجوز اعطاء درہمًا جدیدہ او لافرشاً و صیابان فی المسلك السابق حقیقۃ الربا ان شہتہ نہ قال یعول العبد ان ما ان فیہ اولاً فیہ ایفام ان فیہ لیس ان فیہ سبب و ان فیہ لاداء الدین اما شہتہ فان الدرہم العتیقہ لما سکت الرابحة

کما یروج القرش و الدینار من غیر فرق بیاضی تقریر ال
 وین المدین ن استقرنی فرمتہ علی هذا التفضیل و صرف
 الدین الی ما قدر بہ فی الاحادیث من کل نوع الی نوع
 کلامہ صحیح العتیقہ و القرش و الدینار کما صرح الفقہاء
 بعد انی صرحوا استواء سواج الاحادیث و الثنائی و
 و الشلائی فاذا منع تعالی العتیقہ و نحصر الحدید تہن
 من حصن القرش و الدینار و التنازیل الی ما سبق ذکرہ کما
 الدین کذلک و فیہ تو بیع و امر و غیر تام از
 یوئی المدین من ای نوع قدر بخلاف ما اتفق بہ
 تانیاً اذ قد لا یكون للمدین دینار و قد لا یجد
 و قد یكون الدین او الباقی فیو بالغ الی قیمة الدینار
 قیصر الاحادیث مع ان الاثمان الراجحة فی من العقد
 صوی العتیقہ باقیة علی سوا اجزاء لیس فیما کسار
 و لا منع صوی الترخیص بالنسبة الی الجیدۃ فمن این
 التکلیف للمدین با احرام الدین بالدینار فقط انظر
 ان ما اتفق بہ الی کلیم علی وجه الیسر لا عسر فیہ نعم
 لو سلم وجدان الربا ما حقیقۃ ان حکما فی الاحادیث
 بالجدیدۃ او بالقرش بان لا مسا و اتہ بینہما و نہنا و
 لا یصلہ فانتہ یدفع بضم نحو فلس الی الحدیدۃ ان
 القرش کما لہ یحقی اہ ملخصاً و المسئلة مذکور فی الدر
 وغیرہ و اختار العلانی ما اتفق بہ سعیدی افندی و
 ہی الا لزیم بالدھب و مال ابن عابدین الی نحو
 ما مال الیہ عبد الحلیم و حاصلہ ان لا منع ان
 اللانر علی ذمۃ المدین من العتیقہ حتی یکون الاحادیث
 بالجدیدۃ او القرش مع عدم مسا و اتہ للعتیقہ و نہنا

جیسے اشرفی اور قرش کا ثوابت ہو کہ مدیوں پر دین اسی تفصیل سے ٹھہرا
 اور دین کا حال اس طرف پھرے گا کہ اتنی مقدار کا مال لازم ہے کسی
 نوع میں سے ہو پرانے روپے ہوں یا قرش یا اشرفی جیسا کہ فقہانے اس
 کی تصریح فرمائی ہے جب کہ مختلف سکوں کا ایک سا چلن ہو تو جب
 پرانوں کا چلن بند کر دیا گیا اور نئے چلنے لگے اور قرش اور اشرفی
 کا بھاؤ اس مقدار پر کہ اوپر مذکور ہوئی اور گیا دین بھی اتنا ہی
 اتر جائے گا اور اس میں دائرہ کی وسعت اور پوری آسانی ہے اس
 لئے کہ مدیوں جس نوع پر قدرت پائے گا اس میں سے ادا کرے گا
 بخلاف دوسرے فتویٰ کے اس لئے کہ کئی ممالک کے ہاں اشرفی نہیں
 ہوتی اور نہ لے سکتی ہے اور کئی ملک دین با باقی اتنا نہیں ہوتا
 کہ اشرفی کے مقدار کو پہنچے تو ادا دشوار ہوگی حالانکہ جو ٹمن زمانہ عقد
 میں رائج تھے وہ پرانے روپوں کے سوا بدستور رائج ہیں ان کا تہ
 چلن گھٹا نہ منع کیا گیا سوا اس کے کہ نئے روپوں سے ان کا بھاؤ
 سستا ہو گیا تو کہاں سے مدیوں کو مجبور کیا جائے گا کہ خاص اشرفی
 ہی سے اپنا دین ادا کرے تو ظاہر ہوا کہ وہ جو پہلا فتویٰ صحیح اور
 آسان ہے اس میں کچھ دشواری نہیں ہاں اگر یہ مان لیا جائے کہ نئے روپے
 یا قرش سے ادا کرنے میں حقیقتہً ربا ہے یا حکماً یوں کہ دونوں کا وزن
 برابر نہیں یا برابری کا علم نہیں تو وہ یوں دفع ہو جائے گا کہ نئے
 روپے یا قرش کے ساتھ مثلاً ایک پیسہ ملا کر دیا جائے جیسا کہ پوشیدہ
 نہیں اتنی ٹھکانا اور بہ مسئلہ درنختار وغیرہ میں مذکور ہے اور صاحب
 درنختار نے اسی کو اختیار کیا جو سعیدی افندی کا فتویٰ ہے کہ مدیوں پر
 سونے ہی سے ادا کرنا واجب ہے اور علامہ تھامی نے اس طرف میل
 کیا جس طرف شیخ عبد الحلیم کی رائے چھلی اور اس کا حال یہ ہے کہ اول
 تو ہم ہی نہیں مانتے کہ مدیوں کے ذمہ خاص پرانے روپے ہی دینا ہوتا
 تھے تاکہ نئے روپے یا قرش سے ادا کرنا جبکہ وہ پرانوں سے وزن میں برابر نہ ہوں

ربا بٹھرے بلکہ اتنی مالیت لازم تھی جس کا اندازہ ان تینوں سکوں میں سے جس سے چاہے کر لے تو جب ان میں سے ایک کا چلن جاتا رہا تو دو باقیوں میں سے جس سے چاہے ادا کر دے اقول بہن سے ظاہر ہوا کہ ان کا یہ فرمانا کہ تہائی دین اتار دیا جائے مسامحہ سے روپیوں کی گنتی میں جو ظاہر تفریح اوس پر نظر فرما کر ایسا کہا کہ ایک سو بیس کی جگہ نئے انھی دے گا ورنہ مالیت میں اصلاً تفریح نہ ہو اور دوسرے یہ کہ اگر خاص پر آنے روپے ہی لازم ہونا مان لیا جائے تو سودیوں دین ہو جائے گا کہ نئے روپیوں یا قرش کے ساتھ مثلاً ایک پیسہ ملا کر دے اور قابل المصلح نے لوگوں کو اس کا فتویٰ دیا اور اسے پوری آسانی بلا دشواری بتایا اور کہ اہت تحریم ہونے کے بعد کون سی آسانی ہے تو وہ معنی جو ہم نے ذکر کئے ان سے منفر نہیں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے بالجملہ ایسے شبہات اس قابل نہ تھے کہ ذکر کئے جائیں اور لکھے جائیں اگر یہ نہ ہوتا کہ ان کے جو ابوں سے چمکتے ہوئے فائدے ظاہر ہوئے اقول الحمد للہ اس تفریح سے روشن ہو گیا کہ دس کا نوٹ بارہ کو بیچا اور کنار ایک اشرفی ایک روپے بلکہ ایک پیسہ کو بیچنے میں رہا تو رہا اس کا شبہ بھی نہیں برعکس اس کے جو لکھنوی نے زعم کیا اس لئے کہ حرام چیزوں میں شبہ بھی حکم لغویں میں ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں منصوص ہے تو اگر یہاں شبہ ہوتا تو حرمت واجب ہوتی چر جائے کہ اہت تحریم اور دلائل قائم ہو چکے کہ یہاں حرمت تحریم بھی نہیں چر جائے حرمت تو ظاہر ہو اگر یہاں نہ سود ہے نہ سود کا شبہ یہ تو یحییٰ اور آگے شبہ ان منع کرنے والے کی بڑی سند جو کچھ ہو یہ سو کا نوٹ

ربا بل الا لزم تلك المالية المتعددة باى الثلاثة شاء فأؤكسد منها واحدا جائز الاءاء عن احدا الباقين قلت وبه نظر ان تعبيرهم بتزويل ثلث الدين مسامحة نظر الى ظاهر التغير في عدد المداسم حيث يعطى من الجديدة ثمانين مكان مائة وعشرين و الا فلا تنزىل في المالىة اصلا و ثانيا ان سلم لزوم العتقة عيناً فيدفع بضم نحو فلس الى الجديدة او القرش وقد افنى هو به الناس وجعله لیسراً تماماً من دون عسر و اى لیسر بعد حصول كراهة التهریم فاذن لا تحید عما ذكرنا و بالله التوفیق و با جملة ما كانت امثال هذه الشبهات لتذکر و تسطر و لا مانى جو ابها من فوائد نظر و تزهرا قول وبه تبين و الحمد لله ان ليس فيه اعنى فى بيع ديناً بدين بل فلس فضلاً من بيع نوطاً عشراً باقى عشر شجعة سراً ايضاً فضلاً عن الربوا خلا فالما زعم اللكنوى ان الشبهة فى المحرمات لمحة باليقين كما نص عليه فالهدية وغيرها فنو كانت لوجبت المحرمه فضلاً عن كراهة التهریم وقد قامت الادلة ان لا كراهة تحریم ههنا فضلاً عن المحرمه فنظر ان لا ربا و لا شبهة هذا و اما جل ما ينشبت به طرد المانع ان النوط

بلکہ ان مولوی لکھنوی نے یہ زعم کیا کہ سو روپے کا نوٹ جب بیچا جاتا ہے تو مقصود اس قیمت میں اس کا لنگہ نہیں ہوتی ہے بلکہ مقصد سود ہے چنانچہ اگر کوئی شخص اسے اولاً دلا اگر معاملہ یوں ہوتا تو روپیوں کے بدلے نوٹ بیچنا اصلاً جائز نہ ہوتا کہ اب یہ سو روپے انگریزی

بل زعم ذاك اللكنوى ان من باع نوطاً معلوماً برقم مائة مثلاً فانما يريد بيع مائة ربية و اخذ به لصالاً بدل النوط - اقول اولاً لو كان الامر كما زعمت لمانع بيع النوط بالربواى اصلاً لانه اذن مائة و راسم افنى

روپوں میں غرق ہے گویا وہ بعینہ روپیہ ہے اور کچھ فرق نہیں اسی واسطے لوگ معاملات میں روپے اور نوٹ کے لین دین میں کچھ فرق نہیں کرتے تو گویا وہ یوں ہوگا کہ دس روپے بارہ کو بیچے گئے اور وہ بلاشک رہا ہے تو یہ اگر سود نہ ہو تو اس کی مشابہت کے سبب سود سے لاحق ہو کر حرام ہو جائیگا۔ اقول وباللہ التوفیق یہ شبہ تو اور بھی ردی

مصرف فی الربا بحائنه ہی من دون فرق ولذا لا یفرقون بینما فی الاخذ و الاطاع عن المعاملات فاقون کانسجا عشر ربائی بیعت باثنی عشر لا ربیہ و هو ربا قطعاً فخذ ان لم یکن رباً فبشباہہ یتلحق بہ ویحرم اقول وباللہ التوفیق هذا الرد

سور روپے انگریزی کو بیچنا ہوا اور انگریزی روپے باہم کچھ فرق نہیں رکھتے تو یہ سور روپے دیگر وہ سور روپے لینا تراہبت ہوا اور شرعاً حبت کو مشروط نہیں فرماتی اشیاء میں ہے عقد صحیح ہوتا ہے کہ اس سے کچھ فائدہ بھی ہو جو محض بے فائدہ ہے وہ عقد صحیح نہیں تو ایک روپیہ ایک روپے کو بیچنا ناجائز ہے جبکہ دونوں روپے وزن و حالت میں برابر ہوں جیسا کہ ذخرہ میں ہے انہی تانیا مولوی صاحب ذرا اپنی سند سے اٹھ کر کسی دن بازار جائیے جب دیکھئے کہ زید نے عرو کے ہاتھ کوئی نوٹ بچھا تو اس سے پوچھئے کیا تو نے اس سے یوں کہا تھا کہ میں نے ترے ہاتھ سو روپے بیچے وہ ابھی ابھی جواب دیکھا کہ نہ بلکہ میں نے تو یہ کہا کہ یہ نوٹ ترے ہاتھ بیچا۔ اب اس سے پوچھئے کیا تو نے یہ قعد کیا تھا کہ اپنے سو روپے عرو کے سو روپوں سے بدلے وہ ابھی جواب دیکھا کہ نہ بلکہ اپنا نوٹ اس کے روپوں سے بدلنا چاہا اب اس سے پوچھئے کیا تو نے اپنے روپوں کی قیمت لی وہ ابھی جواب دیکھا کہ نہ بلکہ اپنے نوٹ کی اب اس سے پوچھئے کیا تو اپنی تھیلی میں سے سو روپے اے دیکھا وہ ابھی جواب دیکھا کہ نہ بلکہ اے اپنا نوٹ دوں گا اس وقت آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ دن اور رات میں یہ فرق ہے ثانیاً کاش آپ کو بیچے معدوم کا فرق معلوم ہوتا اس لئے کہ بارہ نوٹ بیچنے والے کے پاس وہ پانچ نہیں ہوتا بلکہ ایک روپیہ تک نہیں ہوتا تو اگر اُسے سو روپے بیچنا مقصود ہوتے تو معدوم کی بیچ کر ہاں اور معدوم کی بیچ بادل جو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ارجا ہے ڈاک میں بیچنے کے لئے نوٹ درکار ہو کہ ڈاک میں نوٹ بیچنا روپے بیچنے سے آسان بھی ہوا اور خرچ بھی کم ہوا ہے تاکہ ہاتھ نہ لگے

بقیہ ص ۱۸۴ بمائتہ درہم افریجی و ہی لا تتفاوت فیما بینہما بشئ فکان الاستبدال عبثاً و الشرع لا یشترط العبث فی الاشباہ العقود لتعمد صحتها الغائبات فما لم یفقد لم یصح فلا یصح بیع درہم بدرہم اذا تساویا و ذنا و صفة کما فی الذخیرۃ ام و ثانیاً تم یوما من اربکنتک و اذهب الی الیبا عین فاذا سرت سرتیدا باع نوٹاً من عمرو فاسأله هل قلت له بعثک مائتہ ربیة فسیقول لا و انما قلت بعثک هذا النوٹ فاسأله هل اردت ان تستبدل مائتہ ربیة لك بمائتہ ربیة نعم و فسیقول لا و انما اردت استبدال نوٹی بریابیہ فاسأله هل اخذت ثمن ربابیة فسیقول لا بل ثمن نوٹی فاسأله هل تقدم له مائتہ ربیة من کسک فسیقول لا بل اعطیه نوٹی فعند ذلک یقینک الثمن من الثمن و ثالثاً لیتک تعرف البیع من المعدوم فان الباع ربماً لا تصکون عند التروالی بل و کلامیة و احدیة و بیع المعدوم باطل و قد نصح عنہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سألنا من احتاج الی الغوط لیرسلہ فی البیعة فان اسأله فیما الیر و اقل معروف فباعہ زید لوطہ

اور بھونڈا ہے مگر کوئی توجہ نہیں کہ کمان انجان کے ہاتھ میں ہے ہر شخص جو بچپن سے کھو بھی آگے بڑھا ہے جانتا ہے کہ اصطلاحی شمنوں کے اندازہ حقیقی ہی شمن سے کئے جاتے ہیں بلکہ تمام نقدوں کیلئے روپوں سے اندازہ ہے خواہ اشرفیاں ہوں یا اور کچھ اور انھیں کچھ نہ کچھ روپوں سے نسبت ضرور ہوگی

و اخضع ولا غری از القوس فی مید غیر باسریھا
قد علم کل من ترعرع عن الصبا و لتطیلا ان الاثمان
الاصطلاحیة انما تقدر بالحقیقة بل القوس کلھا
لھا نقدیر بالدرہم و ما ینکر کانت اولیھا ولا بدھا من نسبت
الی الربائی

اور پھر نوٹ نہ دے بلکہ اس کی جگہ سو روپے دینا چاہے تو خریدار ہرگز نہ لے گا اور اس سے کہے گا کہ میں نے تو تجھ سے نوٹ خرید اتھا روپے تو خود مرے پاس موجود تھے مجھے تجھ سے روپے خریدنے کی کیا حاجت تھی اس وقت آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ نوٹ بیچنے میں ان کا یہ قصد قرار دینا کہ روپے بیچتے ہیں ان پر اترا ہے خاصا نوٹ بیچنے والا جب قیمت کے روپے بیکر نوٹ نہ دے بلکہ روپے ہی پیسے تو یہ ان کے نزدیک بیع کا نسخ ٹھہرتا ہے نہ یہ کہ اس نے جو چیز بیچی تھی وہی خریدار کو دے رہا ہے اور یہ سب باتیں ہر اس شخص پر روشن و ظاہر ہیں جسے دینے باتیں میں تیز ہو تو بسن اللہ وہ سو روپے جو بیچنے ٹھہرائے وہ بیع ہیں کہ نہ ان پر خرید و فروخت کا لفظ واقع ہوا نہ ان کے لینے دینے کا ارادہ ہوا نہ بائع نے وہ دے بلکہ وہ دے تو خریدار لے نہیں اور بیع کا دینا نہ ٹھہرے بلکہ بار بار وہ بائع کے پاس ہوتے بھی نہیں تو دنیا میں ایسی کوئی بیع سنی ہے کہ بک گئی اور نہ نقد نہ نقد نہ وجود۔ مگر ہے یہ کہ ہم یا فکر کی کمی غائب لاتی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے معافی و عافیت مانگتے ہیں اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ مولوی صاحب نے جو بیسیوں اور نوٹ میں یوں فرق لگانا چاہا ہے کہ اگر ایک روپے کے عوض کوئی چیز خریدوے یا ایک روپے کی سقرض لے اور بوقت ادائیگی ایک روپے کے دے تو دائن اور فروخت کنندہ کو اختیار رہتا ہے یا نہ اور حاکم کی طرف سے اس پر جبر نہیں ہو سکتا بخلاف نوٹ کے یہ فرق باطل ہے اور یہ ادعا حقوق کہاں سے لگا لاور کون اسکا قائل ہو اور عنقریب چند سطروں کے بعد اس امر میں جو حق ہے اس کا بیان آتا ہے اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے ۱۳ منہ

بقید مشا شر اس ادا ان بعطیہ مائتہ سببہ لا یقبلہ المشتر
و یقول انما اشتریت منک الشاط و قد کانت الربائی عندی
فما کان یجو حیفی الی شر الھا منک و عند ذک تعرف ان
نسبة ذک القصد الیہم فریة علیہم و خامسا بائع اللوط
از اقبض و راہد الثمن و اس ادا و ما لعد ہذا عندہم
اقالة الیبع کاتسلیا لتبدل و ہذا اکلہ و اذیح علی علی من
یعرف الشمال من الیمین فسمی اللہ من بیع لم یقصد
علیہ و لا قصد الیہ و لا نقد منہ بل ان نقد لم یقبل
و لم یعد نقد المبدل بل رہا لا یسکون عند من باع
فصل سمعت بمثلہ مبیعا فی الدنیا و لا عقد و لا
نقد و لا قصد و لا وجد و لکن تلة الفہم
و اللہ بر یا فی بیجا تب نسال اللہ العفی و العافیة
و بہ علم بطلان ما قصد بہ التفرقة
بین الغلوس و اللوط بان من اشترى
شیاً بریة او استقرض بریة و اراد
ان یعطى بدلھا فلوس بریة فالدائن
و البائع بائخیار فی قبولھا و لا یجبر کا
علیہ القاضی بخلاف اللوط و من این لہ
اوعاء ہذا و من قال بہ و سیا تید و تحقیق
الا مر بعد اسطرو بباللہ التوفیق ۱۴ منہ

تو ایک ساورن پندرہ روپے کا اور دوانی روپے کا آٹھواں حصہ
 اور جوانی چوتھائی اور آٹھواں حصہ اور ایک روپے کے سولہ آنے اور
 فلاں نوٹ دس روپے کا فلاں سو کا علیٰ ہذا القیاس اور جب ان کا
 چلن اور مالیت یکساں ہو تو اہل عرف معاملات میں ان کے لین دین
 میں کوئی فرق نہیں کرتے تو جو کوئی کپڑا ایک پونڈ انگریزی کو خریدے
 اور دس پندرہ روپے یا اس کا عکس تو نہ اسے کوئی تبدیل کہے گا نہ
 قرار داد کا پھرنا اور نہ اس سے بائع انکار کرے گا نہ کوئی اور یوہی
 دوانی اور آٹھ پیسے انگریزی ان کے لین دین میں بھی کوئی فرق نہیں
 کرتا یوہی جوانی اور سولہ پیسے اور جس نے کوئی چیز آٹھ پیسے کو
 خریدی وہ یا تو خود آٹھ پیسے یا دو چونیاں یا چار دو انیاں یا ایک
 جوانی اور دو دو انیاں یا ایک جوانی اور ایک دوانی اور آٹھ
 پیسے یا تین دو انیاں اور آٹھ پیسے یا ایک جوانی اور سولہ پیسے یا ایک
 دوانی اور چوبیس پیسے یا سب کے بیس پیسے یہ تو کی تو صورتیں
 سب ان کے نزدیک برابر ہیں اور ان میں اصلا فرق نہیں
 کرتے اس لئے کہ سب میں مالیت اور چلن یکساں ہیں اور
 یہ کچھ عرف ہی میں نہیں بلکہ شریعت نے بھی خریدار کو اختیار دیا
 ہے کہ ان میں سے جس صورت پر چاہے ادا کرے اور اگر چہ
 والا ان میں سے کسی صورت کو نہ مانے اور کوئی دوسری
 صورت مشتری پر لازم کرنا چاہے تو یہ اس کی طرف
 سے بیجا ہٹ ہوگی اور مانی نہ جائے گی۔ تنویر الابصار
 میں جو فرمایا کہ مطلق ثمن شہر کے اُس نقد کی طرف
 پھرتا ہے جس کا چلن زیادہ ہو اور اگر

بغضبہ بخمسة عشر و قطعة صغيرة بثمن سربية و اخرى
 بالربيع و اخرى بالكهف و ست عشرة انة بربية و
 الخط الفلاح بعشرون و الفلاحى بمائة و هكذا و
 اذا استوت سراجا و مالبة فاهل العرف لا يفرقون
 بينها في الاخذ و الاعطاء في معاملاتهم من
 شري ثوباً بجنبيه افرغى و ادى خمس عشر سربية
 او بالعكس لا يعد هذا تبديلا و لا نحو يلا و لا
 ينكر البائع و لا غير و هكذا القطعة الصغيرة
 و ثمانية فلوساً افرغية لا يفرقون بينهما في اخذ
 و الاعطاء و كذا سربى الربية و ستة عشر فلوساً
 و من اشترى شيئاً بنصف سربية فاما ان يردى
 النصف بعينه او سربى سربية او اربعة اثمانه
 او سرباً و ثمنين او سرباً و ثمناً و ثمانية فلوس او
 ثلثة اثمان و ثمانية فلوس او سرباً و ستة عشر
 فلوساً او ثمناً و اربعة و عشرين فلوساً او الكل
 بالفلوس اثنين و ثلثين فلوساً انصهر السهم
 جميعاً سوا عندهم و لا يفرقون بينهما اصلاً
 لا استوا جميعاً في المالية و الرواج و ليس هذا
 في العرف فقط بل الشرع ايضا خير المشتري ان يردى
 ايضاً شاء و لو امتنع البائع من قبول بعضاً و
 اس ان الزام المشتري باحد الوجهين كان تعسفاً منه
 و لم يقبل قال ابن عابدین تحت قول المتن ينصف
 مطلقه اى مطلق الثمن الى طالب نقد البلد و ان

اور اب کہ ایک نئی ریزگاری چل گئی ہے جسے اکئی کہتے ہیں تو آٹھنی
 کے دوام چھتیس طرح ادا ہو سکتے ہیں اور سب برابر ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے

و ان اذا قد سراج تفرق حید یس انة علم اذاع
 نصف سربية بسة و ثلثین و جموا کل سواہ کما لا یجوز اہ منہ

دہ سکے مالیت میں مختلف ہوں اور چلن ایک سا ہو تو عقد فاسد ہو جائے گا اس کے تحت میں علامہ شامی نے فرمایا لیکن اگر چلن ایک سا نہ ہو مالیت خواہ مختلف ہو یا نہیں تو عقد صحیح رہے گا اور جس کا چلن زیادہ ہے وہ مراد ٹھہرے گا یوں اگر مالیت اور چلن دو ٹوک یکساں ہوں جب بھی عقد صحیح رہے گا مگر اس صورت میں خریدار کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جو چاہے ادا کرے اور ہدایہ میں چلن اور مالیت یکساں ہونے کی مثال ثنائی اور ثلاثی سے دی اور شارحوں نے اس پر اعتراض کیا کہ تین کی مالیت دو سے زیادہ ہے اور برابرائت میں جواب دیا کہ ثنائی سے وہ مراد ہے جس کے دو ایک روپے کے برابر ہوں اور ثلاثی وہ جس میں تین ایک روپے کے برابر ہوں۔ میں کہتا ہوں اسکا حال یہ ہو کہ جب اس کوئی چیز ایک روپے کو خریدی تو چاہے ایک روپہ پورا ادا چاہے دو اٹھنیاں چاہے تین تہائیاں جبکہ سب مالیت اور رواج میں برابر ہوں اس طرح اشرفی ہمارے زمانہ میں پوری اور دو نصف اور چار پاولی ہوتی ہیں اور سب کی مالیت اور چلن یکساں ہیں اور اسی سے معلوم ہوگا قرضوں کے عوض خریدنے کا حکم جو ہمارے زمانے میں شائع ہے کہ قرش اہل میں ایک چاندی کا سکہ ہے جس کی قیمت چالیس قطلہ مصری ہوتی ہے جسکو مصر میں نصف کہتے ہیں پھر رقم قمر کے لئے سبکی قیمت قرضوں سے لگائی جاتی ہے تو انہیں کوئی دس قرش کا کوئی کم کا کوئی زیادہ کا تو جب کوئی چیز قرض کو خریدی تو عادت یہ ہے کہ وہ جو چاہو دے خواہ قرش ہی دے یا اور سب کے جو مالیت میں اس کے برابر ہوں ریال یا گنی اور یہ کوئی نہیں سمجھتا ہے کہ خریداری خاص اس سکہ پر واقع ہوئی ہے جس کا نام قرش ہے بلکہ قرش یا اور سگوں سے جو مالیت میں مختلف ہیں اور چلن میں یکساں ہیں اتنا کہ اس کے مالیت کے برابر ہو جائیں اور یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ مالیت مختلف ہونا اور چلن میں یکساں ہونا یہی تو فساد عقد کی صورت ہے۔

اختلاف النقود مالمية فسد العقد مع الاستواء
 نے سرو اجہا ما لقصہ اما اذ اختلفت سرو اجہا مع اختلاف
 مالمیتھا او بدو سنہ نیصیح و ینصرف الی الا سرو اجہ و
 کذا ایصم لو استوت مالمية و سرو اجہا لکن یخیر
 المشتري بین ان یؤدی ایضا شاء و مثل فی الهدایة
 مسئلة الاستواء فی المالمية و الرطب بالثانی و الثلاثی
 و اعترضه الشرح بان مالمية الثلثة اکثر من الاثنین
 و اجاب فی البحر بان المراد بالثانی ما قطعان منه
 بدہم و بالثالثی ما ثلثة منه بدہم قلت و حاصلہ انه اذا اشتري بدينار
 نلہ دفع و راعہ کامل او و راعہ مکسر قطعین او
 ثلثة حیث تساوی الکل فی المالمية و الرواج و مثله
 فی زماننا الذہب یسکون کامل و نصفین و
 اربعہ ارباع و کلھا سواء فی المالمية و الرواج
 و منه یعلم حکم ما تعویف فی زماننا من الشراء
 بالقرش فان القرش فی الاصل قطعة مضروبة
 من نصفة تقوم بأربعین قطعة من القطع المصرية
 المسماة فی مصر نصفاً ثم ان انواع العلة المضروبة
 تقوم بالقرش فمنها ما یساوی عشرة قرش و منها
 اقل و منها اکثر فاذا اشتري بمائة قرش فالعادة
 انه یدفع ما اساء اما من القروش او ما یساوی بها من
 بقية انواع العلة من ریال او ذہب ولا یفهم احد
 ان الشراء وقع بنفس القطعة المسماة قرشاً بل ہی او
 یساویاً من انواع العلة المتساوية فی الرواج
 المختلفة فی المالمية ولا یرد ان صوراً الاختلاف
 فی المالمية مع تساوی فی الرواج ہی صوراً الفساد

اس لئے کہ یہاں ثمن کی مالیت میں اختلاف نہ پڑا جب کہ اس کا اندازہ قرضوں سے کیا گیا ہاں اختلاف جب ہوتا کہ ان سے اندازہ نہ کرتے جیسے کہ سواشرنیوں کو خریدے اور وہاں اشرفیاں کئی قسم کی ہوں چلن میں سب ایک سی اور مالیت میں مختلف اور جب قرضوں سے اندازہ کر لیا یہ ایسا ہو گیا گویا مالیت اور چلن سہ برابر ہیں اور اوپر گذر چکا کہ مشتری کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے جو چاہے دے۔ بجز ازاں حق میں فرمایا اگر بائع ان میں سے ایک سکہ طلب کرے تو مشتری کو اختیار ہے کہ دوسرا دے اس لئے کہ جو مشتری دے رہا ہے اس کے لینے سے بائع کا انکار بیجا ہٹ ہے جبکہ مالیدہ میں تفاوت نہیں آتی اور یہ سب ظاہر درویشن باتیں ہیں اور اس پر حکم اور حکم پر عمل کرنا اور فرق نہ کرنا ہے کہ خریدے تو قرضوں کو پھر اسے اختیار رہا جائے کہ چاہے قرض دے جو وہ ریال چاہے سونے کا پورا سکہ یا اسکی ریزنگاری اور بائع نہ مانے تو بیجا ہٹ ٹھہرے بائع ہر کوئی یہ وہم نہیں کر سکتا کہ قرض اور ریال اور اشرفی اور ریزنگاری سب کے سب ایک جنس ہو گئے ان میں سے دوسرے کو بھیجنے تو کمی بیشی جائز نہ ہو یا ان میں ایک دوسرے میں ایسا فرق ہے کہ گویا بعینہ بلا فرق دونوں ایک ہیں تو کمی بیشی اگر سود نہ ہو تو اس کی نہایت کے سبب اس کے حکم میں ہو کر حرام ہو جائے حالانکہ تمام علماء بالاجماع تصریح فرما رہے ہیں کہ اختلاف جنس کے وقت کمی بیشی جائز ہے بلکہ خود حضور آقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ جب نوین بدین تو جیسے چاہو بیچو اور ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق کر ایک روپے کو ایک اشرفی بیچنے میں نہ سود ہے نہ سود کا شبہ اوپر اس طرح بیان کی جس سے بڑھ کر کوئی بیان نہیں تو جب یہ حکم قرضوں اور ریال اور اشرفی اور ریزنگاری میں ہو حالانکہ وہ سب کے سب خلق ثمن ہیں اور ان سب میں ربا کی دو علتوں میں سے ایک علت

لانہ ہنا لم یحصل اختلاف مالیه الثمن حیث قدر بالقروش و انما یحصل الاختلاف اذا لم یقدر بها کما لو اشتری بمائتہ ذہب و کمان الذہب انما کلھا سائجۃ مع اختلاف مالیتھا فقد صار التقدير بالقروش فی حکم ما اذا استدت فی المالیه و الرواج و قد مر ان مشتری یخیر فی دفع ایھا شاء قال فی البحر فلو طلب البائع احدهما للمشتري و دفع غیرہ لان امتناع البائع من قبول ما دفعه المشتري و لا فضل لعنت ام و هذا كله و اوضح جلی و ائی تسویة و عدم تفرقة انظم من ان یشتری مشتری بالقروش ثم یخیر ان یودی منها ان من الریال ان من الذہب الکامل ان من التفاضل و ان لم یقبل البائع کان متعنا و مع هذا لا یتوهم عاقل ان القروش و الریال و الجنیه و التفاضل کلھا صارت جنسا و احدا لا یجلی فیھا التفاضل ان بعضھا مغرق فی بعض کانہ هو من دون فرق فالتفاضل ان لم یکن ربا فی شہہ بلحق بہ و یحرم مع نصہم قاطبہ اجمعین ان عند اختلاف الجنس یجلی التفاضل بل مع قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم و قد قدمنا تحقیق مسئلہ دینا ربا ہر ہم و ان لیس فیہ ربا و لا شبہہ ربا بما لا مزید علیہ فاذا کان ہذا فی القروش و الریال و الجنیه و التفاضل مع ان کلھا امان خلقیہ و کلھا اشھار احدی علی الربا

و هو الوزن مما نذرك بالنوط مع الریائی مع ان
النوط ليس الا ثمناً مصطلحاً ولا تقدیراً لیسۃ الا
بالاصطلاح الغیر اللانزم علی العاقدين ولا
یشملہ شی من علة الریاء الا الجنس ولا القدر
فالحدک ههنا لا یأتی الا من احد ثلثة سرفح
عنصم القله صبی و نائم و مجنون تسأل الله العفی
و العافیة هذا هو تحقیق الجواب عن هذا الباب
و امرجی ان لا عطر بعد عروس و لکن یا هذا ان
ابیت الاما ایت من ان النوط مغرق فی الریائی
حانه می فانا اسألك ایضا الاغراق و عدم
الاغراق ضار النوط حقیقة دراهم فضة او حتما
بان اجزی الشرع فی میا و لته بالدراهم ما هو
حکم مبالوة الدرهم بالدرهم كما قلت کا نصاً
عشر ربائی بیعت باثنی عشر اولاً و لا علی الثالث ما
هذا الشفا شق الفارغة عن منشی و معنی و علی
الاولین یعود الریاء علیک انت انرا بیعت نوطاً عشر
بشركة و ذلك لان حکم الدرهم بالدرهم
لم یکن فی الشرع التساوی فی المالیة لاجماع
الامة ان الجیدی الرودی ههنا سواء و انما
کان الحکم التساوی فی القدر فیجب علیک ان تضع
النوط فی کفة و الفضة من تفویق و مرهم او غیره
فی الکفة الاخری فلا تبیعه الا بما سواک و سنا
ولا یكون ذلك الا قطعة صغيرة او قطعین
فان نذرت علیه شیاً فقد اکت الریاء
و اخلت الریاء

یعنی وزن موجود ہے تو روپیوں کے بدلے نوط ہر تیرا کیا گمان ہے
حالانکہ نوط تو صرف ثمن اصطلاحی ہے اور اُس کی مالیت کا اندازہ
بھی ایک اصطلاح ہے جس کی پابندی بائع و مشتری پر لازم نہیں
اور اُس میں ربا کی دو علتوں میں سے کوئی نہیں نہ جنس نہ قدر
تو یہاں ناجوازی کا حکم تین ہی شخصوں میں سے کوئی کر سکے گا جن
پر سے قلم شرع ادا ٹھایا گیا ہے، بچ اور سوتا اور دیوانہ ہم اللہ تعالیٰ
سے معافی اور پناہ مانگتے ہیں اس باب میں جو کچھ مذکور ہے اور
امید کرتا ہوں کہ دولہا کے گدھے پر نہیں چڑھیں گے اور دلچسپ نہ
مانے سوا اپنی اسی بات کے کہ نوط روپیوں میں ایسا عرق ہے کہ گویا
وہ روپے کا عین ہے تو اب اس نوط سے پوچھتا ہوں کہ اس عرق ہوش
اور فرق نہ ہونے کے سبب آیا نوط حقیقتاً چاندی کا روپیہ ہو گیا یا حکم
بایں معنی کہ روپیوں سے نوط کی بیع میں شرع نے وہی حکم جاری فرمایا
جو روپیوں سے روپیوں کی بیع میں ہے جیسا کہ تو نے کہا تھا کہ گویا وہ
دس روپے ہیں کہ بارہ کو بیچے گئے یا حقیقتاً حکم کسی طرح نہیں
تقدیر پر یہ کیسا بے فتنہ و معنی لغافیاں ہیں اور پہلی دونوں صورتوں
میں ربا خود تجھ پر پلے گا جب کہ تو دس کا نوط دس کو بیچے، اس لئے
کہ روپیوں سے روپے کی بیع میں شرع کا حکم یہ تھا کہ مالیت میں
برابری تمام امت کا اجماع ہے کہ یہاں کھرا کھونا برابر ہے بلکہ حکم
تو ہی تھا کہ وزن میں برابری ہو تو تجھ پر واجب ہے کہ ایک پلہ میں
نوط رکھے اور دوسرے پلہ میں روپے کی دینر گاری یا اور
کوئی چاندی بس اتنے ہی کو اُسے بیچے جتنی چاندی وزن میں
نوط کے برابر ہو اور یہ دو انی باجوانی بھرے زائد نہ ہوگی
اور اگر اُس پر کچھ زیادہ لے تو تو نے سود کھایا اور
سود حلال کیا۔

و ان نرعت ان الحكم الساری الی اللوط من
الربا لاجل هذا الاغراق و عدم الافتراق
هو التساوی فی المالیة فمذا جهل منك
عظیم سناوی هزل و يتساوی هزل فان
التسوية فی المالیة لم یکن حکم الربا بی
نفسها فكیف یسرى منها الی شیهما ما لیس
فیما علا ان اللوط ان اتحد مع الربا بی
حقیقة او حکما لا یقصد مع الذهب لا متناع
الاتحاد بین نوعین متباینین فاذا ان
بیع لوط عشره باثنی عشر جنیها لا یلزم فیہ
ما لزم ثمه لعدم الاتحاد فی المجلس حقیقة
ولا حکما فحینئذ یرجع مال فتواک الی ان
من بیع لوط عشره باثنی عشره سربیة فهذا
حرام لانه حصل فضلا بلا عوض و ان بامه
باثنی عشر جنیها فهذا الاحرج علیه لانه لم
یحصل فضلا یرتد به فیمن الله من هذا
الفتوی ما اردتما نظرا و احقهما رعاية لمقصد
الشرع الشریف من تحویم الربا و هو هیانة
اموال الناس و لاحول ولا قولة الا بالله العلی
العلیم و بالجملة کلام هذا المانع لا یرجع
الی اصل شرعی ولا برهان و ما هو الا کلمة
هو قائما ما انزل الله بها من سلطان و الحمد
لله و علیه التکلان و هو المستعان
و اما الثانی عشر

فاقول نعم یجوز ان یقصد البیع حقیقة دون القرض

اور اگر تو یہ زعم کرے کہ اس غرق ہونے اور فرق نہ ہونے کے سبب روپوں
سے جو حکم نوٹ کی طرف آیا وہ یہ ہے کہ مالیت میں برابر کر لو تو یہ تیرا
بڑا جہل ہے جو ٹھٹھے بازی کے مثل ہے اور دہلے پن سے لچک لچک
ہو رہا ہے کہ مالیت میں برابر کرنا خود روپیوں کا حکم نہ تھا تو روپیوں
سے ان کے متابہ نوٹ کی طرف وہ حکم کیونکر سراپت کرے گا جو خود
ان میں نہیں علا وہ بریں اگر نوٹ روپیوں کے ساتھ حقیقت یا
حکما متحد ہو بھی جائے تو سونے کے ساتھ متحد نہ ہوگا کہ دو قبایں نوعین
متحد نہیں ہو سکتیں تو اس تقدیر پر اگر دس روپے کا نوٹ
بارہ اشرفی کو بیجا جائے تو وہ حرب لازم نہ آئے گا جو بارہ روپے
سے بیچنے میں تھا کہ یہاں نہ جس حقیقت ایک ہے نہ حکما تو اب
تیرے فتوی کا انجام یہ ٹھہرے گا کہ دس روپے کا نوٹ بارہ کو بیچنا
تو حرام ہے اس لئے کہ اس نے بلا معاوضہ ایک زیادتی حاصل کی اور
اور اگر بارہ اشرفی کو بیچے تو کوئی حرب نہیں اس لئے کہ اس نے
کوئی ایسی زیادتی حاصل نہ کی جس کا اعتبار کیا جائے تو سبحان اللہ اس
فتوی کا کیا کہنا کس قدر اس کی نظر دقیق ہے اور ربا کے حرام
کرنے میں شرع شریف کا جو مقصد تھا یعنی لوگوں کے مال محفوظ رکھنا
کس درجہ اس نے اس کی رعایت کی ہے ولا حول ولا قولة
الا باللہ العلی العظیم خلاصہ یہ کہ اس منع کرنے والے کا
کلام نہ کسی اصل کی طرف پلٹتا ہے نہ دلیل کی جانب وہ
تو ایک بات ہے کہ وہی اس کا قائل ہے اللہ نے
اس پر کوئی دلیل نہ اتاری سب خوبیاں خدا کو اور

اسی پر بھروسا ہے اور

اسی سے بدد کی طلب

جواب سوال دو از دہم

اقول ہاں جائز ہے جبکہ دونوں حقیقتہ سبب کا لالوہ کریں نہ قرض کا

وذلك لان البيع جائز والتفاضل جائز والتأجيل
 جائز كما حققنا بكل ذلك وما التجهيم الا نوع
 من التأجيل نعم ان اقراض لوط عشرة وشرط
 ان يرد المستقرض اثنى عشرة سببه او احدى
 عشرة او عشرة و قطعة مثلا حالا ان مالا منجمان
 غير منجم فهذا حرام و سربا قطعاً لانه قرض جر
 نفعاً وقد قال سيدنا رسول الله صلى الله تعالى
 عليه وسلم كل قرض جر منفعة فهو سربا سواء
 الحارث بن ابى اسامة عن امير المؤمنين على
 كرم الله تعالى وجهه بخلاف ما اذا اقترض ولم
 يشترط شيئاً من الزيادة ولا كانت معهوداً
 من تعاملاً لان المعروف كالمشروط ثم ان
 المستقرض او فاكه و زاد من عند نفسه نكرمان زيادة
 مما ساءه من امانته كيلا تكون هبة مشاع
 فيما يقسم فهذا جائز لا بأس به بل هو من باب
 هل جزاء الاحسان الا الاحسان وقد قال
 صلى الله تعالى عليه وسلم لوزان في ثمن مرابح
 اشترها من و اسرج و كذا اذا تفاضل المقرض
 فلم يكن عنده النوط او لم يرد الا فوق
 الصلح على اثنى عشرة سببه عوضاً عن النوط
 الذى في ذمته و قبضت الدرهم في المجلس
 كيلا يكون افتراقاً من دين بدين فهذا ايضا
 جائز بالاتفاق ان كان النوط الذى استقرضه
 متصلاً و عند الطرفين مطلقاً و ان كان
 باقياً عنده اذا لم يورد العقد عليه

اس لئے کہ بیچا جائز اور کی بیچا جائز اور مدت معین پر اور دھار جائز
 جیسا کہ ہم سب باتوں کی تحقیق بیان کر آئے اور قسط بندی بھی ایک
 قسم کی مدت ہی معین کرنا ہے ہاں اگر دس کا نوٹ قرض دیا اور
 شرط کر لی کہ قرض لینے والا بارہ روپے یا گیارہ یا مثلاً ایک دو اتنی
 اوپر دس اب یا کچھ مدت بعد قسط بندی سے یا بلا قسط واپس دے
 تو یہ ضرور حرام اور سود ہے اس واسطے کہ وہ ایک قرض ہے جس
 سے نفع مل گیا اور بیشک ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قرض کوئی نفع کھینچ کر دے وہ سود ہے یہ
 حدیث حارث بن اسامہ نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے
 روایت کی بخلاف اس کے جب کہ قرض دیا اور کچھ زیادہ لینا شرط نہ
 کیا اور نہ ان کے اگلے عمل و درآمد سے زیادہ لینا معروف تھا کیونکہ
 جو معروف ہے وہ تو مشن شرط کے ہے پھر قرض لینے والے نے قرض
 او کیا اور اپنی طرف سے احساناً کچھ ایسا زیادہ دیا جو انگ تھماڑ ہوا یہ
 اس لئے کہ قابل تقسیم شے میں سبہ مشاع نہ ہو جائے تو یہ جائز ہے اس
 میں کچھ حرج نہیں بلکہ اس قبیل سے ہے کہ احسان کا بدلہ کیا ہے سوا
 احسان کے اور بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ایک
 پاجامہ خرید لیا اور وہاں قیمت تولی کر دی جاتی تھی (تولنے والے سے فرمایا کہ
 تول اور زیادہ دے یوں اگر نوٹ قرض دیا تھا اور قرض خواہ نے اس
 سے تعاضل کیا اس کے پاس دیا نوٹ نہ تھا یا اس نے نوٹ دینا نہ چاہا
 عوض میں روپہ دینے چاہے دس کے نوٹ کے بدلے بارہ روپے
 پر صلح ہوئی اور اسی جملے میں روپے ادا کر دیے تاکہ عاقدین یوں جہا
 نہ ہوں کہ دونوں طرف دین ہو) تو یہ بھی جائز ہے پھر اگر وہ نوٹ جو
 اس نے لیا تھا اس کے پاس نہ رہا جب تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر نوٹ
 اس کے پاس موجود ہے تو اس کو روپے میں نہ خریدتا بلکہ دمر پر قرض تھا
 تو خریدتا تو امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے۔

نعم ان كان موجودا واشترى بعينه بائني عشر
 او بعشرة او باشاء فخذ ابا بل لا يجوز عندنا اخلافا
 لابي يوسف رضي الله تعالى عنهم لانه قد ملكه
 بالا مستقرا من نكيف يثري ملك نفسه من غير
 في وجيز الكروى اذا كان له على اخر طعام وفلس
 فاشترى من عليه بدينارهم وتفرقا قبل قبض
 الدس احم بطل وهذا مما يحفظ اده ونحوه المقتار
 عن الذخيرة اشترى من المقرض الكواهدى له عليه
 بمائة دينار جائز لانه دين عليه لا يعقد صرف و
 لا سلم فان كان مستقلا وقت الشراء فالجواز
 قول الكل لانه ملكه بالا مستقلا له وعليه مثله
 في ذمته بلا خلاف وان كان قائما فكذا عندنا
 وعلى قول ابي يوسف ينبغي ان لا يجوز لانه لا يملكه
 ماله يستملكه فلم يجب مثله في ذمته فاذا
 اضاف الشراء الى الكرا الذي في ذمته فقد اضافه الى
 معدوم فلا يجوز اه وفيه عننا استقرض من رجل كوا
 وقبضه ثم اشترى ذلك الكرا بعينه من المقرض
 لا يجوز على قولهما لانه ملكه بنفس القبض
 فيصير مستقرا ملكه نفسه اما على قول ابي يوسف
 فالكرا باق على ملك المقرض فيصير المستقرض مستقرا
 ملك غير فيصير اه اما الاحتيا لدم الربا فقد استفتا
 فيه ما يكفي ويشفي وقد تقدم قول ابي يوسف
 رحمه الله تعالى ان العينة جائز ما لم يجرى بها مال ولا يجوز ان كان المقرض
 حيا كذا فيهم تجمه وه كچه سناكچ جو كافي و شافى به اور امام ابو يوسف رحمته اللہ تعالیٰ كا ارشاد گذر چكا كه عینہ جائز ہے اور اس كا كرنے والا
 ثواب پائے گا فرمایا اس میں ثواب اس وجہ سے ہے کہ حرام سے بھاگنا ہے انتہی

ہاں اگر وہی نوٹ کہ قرض لیا تھا موجود ہے اور بعینہ اسی کو بارہ روپے
 یا دس یا بیسٹھ سے چاہے خریدے تو یہ طرفین کے نزدیک باطل ہے اور امام
 ابو یوسف اسے جائز کہتے ہیں باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب اس
 نے یہ نوٹ قرض لیا تو قرض لینے ہی اس کا مالک ہو گیا تو خود اپنی ملک
 چیز کو دوسرے سے کیونکر خریدے گا و چیز کو روپی میں ہے جب اس کا
 کسی پر غلہ یا پیسے آتے ہوں مدیون نے وہ دین اُس سے روپیوں
 کو خرید لیا اور روپیوں پر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو یہ
 بیع باطل ہو گئی اور یہ اُن مسائل میں سے ہے جن کا یاد رکھنا لازم ہے
 اتنی اور روٹھار میں ذخیرہ سے ہے قرض دینے والے کا جو غلہ اس پر آنا
 تھا وہ اس نے اس سے سوا شرفی کو خرید لیا جائز ہے کہ یہ دین اس پر
 نہ عقد صرف سے تھا نہ عقد سلم سے پھر اگر وہ غلہ خریداری کے وقت خرچ
 ہو چکا تھا جب تو سب کے نزدیک جواز ہے اس لئے کہ وہ خرچ کر دینے
 سے بالاتفاق اس کا مالک ہو گیا اور اس کے ذمہ پر اُٹا غلہ واجب
 رہا اور اگر غلہ موجود ہے تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک اب بھی جائز ہے
 اور امام ابو یوسف کے قول پر چاہئے کہ جائز نہ ہو اس لئے کہ ان کے نزدیک
 جب تک خرچ نہ کرے اس کا مالک نہ ہو گا تو اس غلہ کا مثل اس کے ذمہ
 پر واجب نہیں اب جو یہ کہا کہ وہ غلہ جو میرے ذمہ ہے میں نے خریدا
 تو معدوم چیز خریدی لہذا ناجائز ہوا اتنی نیز روٹھار میں ذخیرہ سے ہے
 کسی سے ایک پانز غلہ قرض لیکر قبضہ کر لیا پھر بعینہ وہی غلہ قرض دینے والا
 سے خرید امام اعظم اور امام محمد کے قول پر جائز نہیں کہ وہ قبضہ کرتے ہی اس غلہ
 کا خود مالک ہو گیا تو اب اپنی ملک دوسرے سے کیے خرید سکتا ہے ہاں امام
 ابو یوسف کے قول پر وہ غلہ ابھی قرض دینے والے کی ملک پر باقی ہے تو
 یوں ہو گا کہ پرانی ملک اس سے خریدی تو صحیح ہوگی انتہی رہا دفعہ دیکھنے
 اور امام ابو یوسف رحمته اللہ تعالیٰ کا ارشاد گذر چكا كه عینہ جائز ہے اور اس كا كرنے والا

و تقدم قوله ان العمارة فعلوا اذ ذك و حمد
و تقدم قول الخانية ان مثل هذ مروى عن
رسول الله صلى الله تعالى عليه و سلم انه امر
بذئذ امر فمن بعد رسول الله صلى الله تعالى عليه
و سلم و اصحابه و بنى البصر من القنية لا باس
بالبيع التي يفعلها الناس للخرن عن الربا ثم
ما تم اخره مكر و هة ذكره البقال الكراهة عن
محمد و عندها لا باس به قال الزنجوى خلاف محمد
فى العقد بعد القرض اما اذا باع ثم دفع الدرهم
لا باس بالا اتفاق اه و كذذك حكي الاجماع الامام
حقى امر شراذك رحمه الله تعالى اذا لم يكن البيع مشروط
فى القرض فاذا ثبت عن رسول الله صلى الله تعالى عليه
و سلم تعليمه و منع عن العمارة فعله و تملحه
و اجمع ائمتنا على جوازها فى محل بقى للاسباب
و الله الجارى الى الصواب اقول ثم هذا ايضا
فى اجتماع البيع و القرض بان يقرضه و اسام و يبيعه
شيا يسير اياهم كثيرا فيقبله لحاجة القرض فى هذا
ان تقدم القرض قبل كولا البيع لانه قرض جرفعا
و ان تقدم البيع لم يكن به باس اتفاقا لانه
بيع جرفعا كما افادوا الامام شمس الائمة الحلوانى
و به اتفق كما فى رد المحتار اما ما نحن فيه من مسألة
الشرط فيبيع خالص لا قرض فيه اصلا لا بدع و لا جورا
فذاولى و اخرى ان يحل بالاتفاق من دون نزاع و لا اتفاق
و ان شئت الزيادة فى امر يحل فخذار بنا تبارك و تعالى
و مناسب ہے اور اگر تو مسد حیل میں زیادت چاہے تو یہ ہے ہمارا جہ عزوجل تبارک و تعالیٰ

اور ان کا یہ ارشاد بھی گزرا کہ صحابہ کرام نے اسے کیا اور اس کی تعریف
فرمائی اور قتادی قاضی خان کا قول گزرا کہ اس کا مثل نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے مروی ہو اگر حضور نے اس کا حکم دیا تو اب رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بعد اور کون ہے اور بحر الرائق
میں تفسیر سے ہے کہ وہ بیعین جو لوگ ربا سے بچنے کے لئے کرتے ہیں ان میں
کچھ حرج نہیں پھر ایک اور عالم کے نام کی رمز لکھی کہ انھوں نے کہا کہ وہ ہر
امام بقال نے ان کی کراہت امام محمد سے روایت کی اور امام اعظم اور امام
ابو یوسف کے نزدیک ان میں کچھ حرج نہیں امام شمس الائمہ زنجوی نے فرمایا
امام محمد کا خلاف اس صورت میں ہے جبکہ قرض دیکر پھر بیع کرے اور اگر
بیع کر دی پھر روپے دیئے تو بالاتفاق کچھ حرج نہیں آتی اور اس طرح امام شیخ
الاسلام خواہر زادہ نے اس کے جواز پر اتفاق نقل فرمایا جبکہ قرض میں بیع
کی شرط نہ لگائی ہو تو جب کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی تعظیم ثابت
اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کا کرنا اور اسکی تعریف ثابت اور ہمارے
اماموں کا اس کے جواز پر اجماع قائم تو اب شک کی کون سی جگہ باقی رہی
اور اللہ ہی ٹھیک راستہ دکھانے والا ہے اقول پھر یہ بھی اس صورت میں
ہے کہ بیع اور قرض جمع ہوں یوں کہ اسے کچھ روپے قرض دے اور ٹھوڑی سی
چیز زیادہ قیمت کو اس کے ہاتھ بیچے تو حاجت قرض کے سبب اسے قبول
کر لیا تو اس میں اگر قرض پہلے ہے تو بعض نے بیع کو مکروہ کہا اس لئے
کہ بروہ قرض ہوا جس نے ایک منفعت کھینی اور اگر بیع پہلے ہو چکی تھی تو
بالاتفاق اس میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ وہ ایک بیع ہے جو قرض کا
نفع لائی جیسا کہ امام شمس الائمہ حلوانی نے افادہ فرمایا اور اسی پر فتویٰ
دیا جیسا کہ رد المحتار میں ہے اور وہ مسد جس میں ہم بحث کر رہے ہیں
یعنی لوٹ یہ تو خالص بیع ہے اس میں قرض اصلا نہیں نہ ابتدا میں نہ بعد کو تو
اس کا بالاتفاق بلا خلاف و بلا نزاع جائز ہونا زیادہ لائق
و مناسب ہے اور اگر تو مسد حیل میں زیادت چاہے تو یہ ہے ہمارا جہ عزوجل تبارک و تعالیٰ

ناطقاً لعبدا اليوب عليه الصلاة والسلام خذ
 بيدك منعشاً فأضرب به ولا تعث و هذا
 سيدنا رسول الله صلى الله تعالى عليه و سلم
 قد علمنا المخلص من الرما وطريق الوصول الى
 الامام مع القوم عن الحرام روى الشيخان عن
 ابى سعد الخدرى رضى الله تعالى عنه قال
 جاء بلال رضى الله تعالى عنه الى النبي صلى الله
 تعالى عليه و سلم بتمر يرمى فقال له صلى الله تعالى
 عليه و سلم من اين هذا قال كان عندنا
 تمر ردى فبعته منه صاعين بصاع فقال انا نبيع
 الرباعين الربا لا تفعل و لكن اذا اردت
 ان تشتري نبع التم ببيع اخر ثم اشتر به و
 ايضا لهما عنه و عن ابى هريرة رضى الله تعالى
 عنهما ان رسول الله صلى الله تعالى عليه و سلم
 استعمل رجلا على خيبر فباعه بتمر جنيب فقال
 اكل تمر خيبر هكذا اقال لا والله يا رسول انا لناخذ
 الصاع من ههنا بالصاعين و الصاعين بالثلاث
 فقال لا تفعل ببع الجمع بالدرهم ثم ابيع
 بالدرهم جنيبا اقول اما كراهة من كراهة كمد
 فانما كان كما تقدم عن الفقه و الايضاح
 و المحيط كى لا يأنف الناس فيعطوا فى المحظور و
 فى ما تناقدا نكلت الامور و فشا الربا فى
 اهل الهند جمعهم الا يستويون منه كانهم لا يفتقروا
 عبا و لا عارامن نزلصد من هذا البلاء العظيف
 و الكبيرو الشديدة الى بعض هذا الحيل الجائزة

اپنے بندہ ایوب علیہ الصلاہ والسلام سے فرماتا ہوا اپنے ہاتھ میں
 ایک جھاڑو لے لے اس سے مار اور قسم نہ توڑ اور یہ ہیں ہمارے سردار
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ انھوں نے ربا سے بچنے کا حیلہ اور
 ایسا طریقہ کہ مقصود حاصل ہو جائے اور حرام سے محافظت رہے تعلیم
 فرمایا اسے بخاری و مسلم نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 کیا کہ انھوں نے فرمایا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کے پاس فرمائے برائی لائے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان
 سے فرمایا کہ یہ تم نے کہاں سے لئے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی
 ہمارے پاس خراب چھوہارے تھے ہم نے اس کے دو صاع کے بدلے
 ان کا ایک صاع خرید انہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اُن خاص
 ربا ہے خاص ربا ہے ایسا نہ کر مگر جب ان کو خریدنا چاہو تو اپنے
 چھوہاروں کو کسی اور چیز سے بچکر اُس قسمی کے بدلے ان کو خریدو
 نیز بخاری و مسلم نے ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 دونوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک
 صاحب کو خیبر پر صوبہ کر کے بھیجا وہ خدمت اقدس میں فرمائے جنیب
 لے کر حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خیبر کے سب
 چھوہارے ایسے ہی ہیں عرض کی نہیں بخدا کی قسم یا رسول اللہ ہم اس میں
 ایک صاع دو صاع کو دو صاع تین صاع کو لینے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نے فرمایا ایسا نہ کرو اپنے چھوہارے روپیوں سے بچ کر روپیوں
 سے یہ چھوہارے خرید لو اقول وہ جس نے اس میں کراہت سمجھی جیسے
 امام محمد ان کا کھنا تو صرف اس بنا پر تھا جیسا کہ نفع القدر البصاح و محیط
 سے گزرا کہ لوگ اس کے خوگر ہو کر ناجائز بات میں نہ پڑیں اور ہمارے
 زمانے میں معاملہ اٹھ ہو گیا اور ہندوستان میں سود علانیہ شائع ہو گیا کہ اُس
 سے شرماتے نہیں گویا وہ اُن کے نزدیک نہ کوئی عیب ہے نہ عار تو جو ان کو
 اس تعلیم بلا اور سنت کبیرہ سے ان جائز حیلوں میں کسی طرف اتار لائے

کبیر نوط عشرتہ یا شنتی عشرتہ منجماً و غیر ذلک
 عما تقدم من الاما من فقيه النفس فلا شك انه
 فاضلهم للمسلمين و ما الدين الا انعمم ركل مسلم
 و هم ان جاها و بالمعاصي فالا ملام باق بعد
 و لله الحمد فاذا سمعوا ما يصلون به المرام مع
 النجاة عن الحرام فالصم ان لا يتبروا فانهم غير
 معاندن للشرع و الاسلام و قد قال شيخنا
 منصف محمد بن سلمة للتجار ان العينة التي جاءت
 في الحديث خير من بيا عاتكم قال المحقق حيث
 اطلق و هو صحيح فلا شك ان البيع الفاسد بحكم
 الغصب المحرم فان هو من بيع العينة العظيم المتلف
 في كراهته اه امانه عن الزايم انه لم ينفه
 عنه فما الفرق بينه و بين الربا مع حصول الفضل
 فيما اتول هذا اعتراض اورد المشركون و
 قد كفل الجواب عنه سابقا تبارك و تعالی في القرآن
 العظيم قالوا انما البيع مثل الربوا و احل الله
 البيع و حرم الربوا المير المعترض انا انا احلنا
 الربوا في بيع جنسين متخالفين فان حرم هذا الاخذ
 باب البياعات و لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم
 و نقله الجواب بتفريق الوصاب و الحمد لله و لا و
 اخرا و باطنا و ظاهرا و سميت كفل الفقيه
 الفاضل في احكام قرطاس الدرهم ليكون العبد
 علما علی عام و التأليف و قد ابتداء فيه العبد
 الضعيف يوم السبت ثمان و ثمانی المحمی يوم الاحد فاصحبه
 فی يوم الاثنين لیسب یقین من الحرام ^{۱۳۳۳} و ذلك فی بلد الله الحرام

جیسے دس کانٹ قسط بندی کر کے بارہ کو بیچنا اور اس کے سوا اور بیچنے
 جو امام فقید النفس قاضی خان سے گزرتے تو کچھ شبہ نہیں کہ وہ مسلمانوں
 کا خیر خواہ ہے اور دین نام نہیں مگر ہر مسلمان کی خیر خواہی کا اور لوگ
 اگر چہ گناہ علانیہ کر رہے ہیں مگر اسلام ابھی باقی ہے و اللہ الحمد تو
 جب وہ ایسی بات سنیں جس سے اپنی مراد پائیں اور حرام سے بچیں تو
 کیا وجہ ہے کہ توبہ نہ کریں کہ ان کو شریعت اور اسلام سے کچھ عداوت
 تو نہیں اور بیشک شیخ بلخ شمل امام محمد بن سلمہ وغیرہ نے تاجروں
 سے فرمایا وہ عینہ جس کا ذکر حدیث میں ہے تمہاری ان بیوں سے
 بہتر ہے یہ محقق علی الاطلاق نے فرمایا یہ ٹھیک بات ہے اس لئے کہ
 بلاشبہ بیع فاسد غصب حرام کے حکم میں ہے تو کہاں وہ اوکھا
 بیع عینہ کہ صحیح ہے اور اس کی کراہت میں بھی اختلاف انتہی
 رہا زعم کرنے والے کا یہ زعم کہ اگر یہ بیع نہ ہو تو اس میں اور رہا
 میں کیا فرق ہے حالانکہ زیادتی دونوں میں حاصل ہوئی اقوال
 یہ وہ اعتراض ہے کہ کفالت کیا تھا اور خود رب العزۃ تبارک و
 تعالیٰ نے قرآن عظیم میں اس کا جواب دیا کافر بولے بیع بھی تو ایسے
 ہے جیسے رہا اور ہے کہ اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود
 کیا معترض نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے نفع وہیں حلال کیا جہاں دو
 جنسوں کی بیع ہو تو اگر یہ حرام ہو تو خرید و فروخت کا دروازہ
 ہی بند ہو جائے و لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم۔ و باب حل جلالہ
 کی توفیق سے جواب تمام ہوا اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے آگے اور سچے
 اور نہاں و عیاں اور میں نے اس کا نام کفل الفقیر العظیم
 فی الاحکام قرطاس الدرہم رکھا تاکہ نام سال تصنیف کی علامت
 ہو اور بندہ ضعیف نے تنبیہ کے دن لکھنا شروع کیا تھا پھر اتوار
 کے دن بخار عود کر آیا تو پیر کے دن بہر دوں پڑھنے میں نے اسے تمام کیا قرطاس
 کی تیسری تاریخ ^{۱۳۳۳} اور یہ تصنیف اللہ کے رحمت والے شہر مکہ معظمہ میں ہوئی

بیاقتراح الفاضل الصفی العافی امام المقام الحق
 مولانا الشیخ عبد اللہ بن شیم الخطباء و
 سید الائمۃ العطاء العالم العامل
 الفاضل کامل الزاهد الورع التقی
 المتقی مجتہد الفضائل و منبع الفوائد حضرت
 الشیخ احمد ابی الخیر حفظہما اللہ تعالیٰ عن
 کل ضیور و سزا قصما من کل خیر و غفر لنا
 ذنوبنا و ستر عیوبنا و خفف اثقالنا و
 حقق اماننا و سزقنا العود لعبد العود
 الی نصد الی بیت الکریم و بیت الحبیب
 الرؤف الرحیم علیہ و علی الہ افضل الصلوات
 و التسلیم لبقولہ و رضاہ حتی یجعل اخرتہ
 من تنا علی الایمان فی المدینۃ المنورۃ
 و الدنن بالیقین و الغور بشفاعتہ الشقیق
 الرقیح صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم و
 علی الہ و صحبہ و بارک و کرہ الامین
 و الحمد لله رب العالمین

ان کی خواہش سے جو فاضل کامل پاکیزہ مصلائے حقی کے
 امام ہیں مولانا شیخ عبد اللہ ان کے صاحبزادہ جو خطیبوں
 کے شیخ اور غفلت والے اماموں کے سردار ہیں یعنی عالم با
 عمل فاضل کامل زاهد متورع متقی پاکیزہ مجتہد فضائل و
 منبع فوائد حضرت شیخ احمد ابی الخیر اللہ تعالیٰ ہر فرسے
 ان دونوں کا نگہبان ہو اور ہر بھلائی سے ان کو
 حصہ دے اور ہمارے گناہ بخشے اور ہمارے عیب چھپائے
 اور ہمارے بوجھ ہلکے کرے اور ہماری آرزوئیں پوری
 کرے اور ہمیں بار بار اس عزت والے گھر اور مزار نبی
 رؤف رحیم علیہ و علی آلہ افضل الصلوات و التسلیم کی
 طرف اپنے قبول و رضا کے ساتھ عود کرنا نصیب فرمائے
 یہاں تک کہ آفریں ہمیں ایمان کے ساتھ مدینہ منورہ
 میں مرنا اور بقیع میں دفن ہونا اور رنعت والے شیخ
 کی شفاعت پانا نصیب کرے اللہ تعالیٰ ان پر درود و
 سلام بھیجے اور انکی آل و اصحاب پر اور اپنی برکت
 و تکریم ان پر اتارے آمین
 و الحمد لله رب العالمین

کتبہ عبد الہ المذنب احمد رضا البریلوی
 عفی عنہ محمد المصطفیٰ النبی الامی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم

کتبہ عبد الہ المذنب احمد رضا البریلوی
 عفی عنہ محمد المصطفیٰ النبی الامی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم

قوی حامی سنت ماحی بدعت جناب مولانا مولوی شاہ محمد ارشاد حسین صاحب راپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ نوٹ جو آجکل رائج ہے ان کا خرید و فروخت زیادہ و کم پر جائز ہے یا نہیں۔ بینہ التاجر و الجواب ہو المہم للصواب خرید و فروخت نوٹ مذکور کی زیادہ یا کم پر جائز ہے اس واسطے کہ حکام نے اس کو مال قرار دیا ہے اور جو شئی کہ اصطلاح قوم میں مال قرار دی جائے خواہ فی اصلہ اس میں ثمنیت اور مالیت ثابت نہ ہو لیکن فقط قوم کے قرار دینے سے ثمنیت اور مالیت اس میں ثابت ہو جاتی ہے اور کم اور بیش پر اس کی خرید و فروخت جائز ہے قال فی المصدایۃ و بیع بیع الفس بالفلسین باعیانہما عند ابی حنیفہ و ابی یوسف و قال محمد کلابجھونرکان الثمنیۃ تثبت باصطلاح اکل فلا تمطل باصطلاحہما و اذا بقیت امانا لا تمعن فصا ر کما اذا امانا بغیر اعیانہما و کبیع الدرہم بالدرہمین و لہما ان الثمنیۃ فی حقہما تثبت باصطلاحہما اذ لان لایۃ للغیر علیہما فتطل باصطلاحہما و اذا بطلت الثمنیۃ تتعین بالمتعین انہی پس جب کہ نوٹ مذکور میں کہ کاقد ہے مالیت ثابت ہوئی تو اس کا بھی خرید و فروخت ساتھ کی اور بیشی کے جائز ہے فی سرد المحتار فی باب العینۃ حتی لو باع کاغذۃ بالف بیعہ و کلابجھونر انہی و اللہ اعلم و علیہ اتم العبد المحیب محمد ریاست علی نقی عنہ

محمد ریاست علی خان

الجواب صحیح	البتہ بیع و شراء مذکور جائز ہے فقط	الجواب صحیح	الجواب صواب
کتبہ	العبد	محمد اعجاز حسین	محمد ارشاد حسین
حامد حسین عفی عنہ	محمد عبد القادر عفی عنہ	بلاشبہ اصطلاح میں قرار دیا جاتا ہے اور	الجواب صواب
حکم کرنا مجیب کا نسبت صحت		بیع و شراء مذکور جائز ہے فقط	محمد حسن
بیع مذکور کے صحیح اور درست ہے		العبد	
العبد		ابو القاسم محمد منزل عفی عنہ	الجواب ہو الجواب
محمد عیادت اللہ عفی عنہ			محمد متظر علی
		الجواب صواب محمد عبد الجلیل بن محمد عبد الحق خان	

کاسۃ السیفیہ الو اہم فی ابدال قرطاس الدس اہم

۲۹ کا ترجمہ لقب بلقب تاریخی ۱۳

الدلیل المنوط برسالة النوط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد کاوی نصلی علی مرسلہ الکریم

الحمد للہ رسالہ مبارک کفیل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدس اہم نے نوٹ کے متعلق جملہ مسائل ایسے بیان نہیں سے روشن کئے کہ اصل کسی مسئلہ میں کوئی حالت غلط نہ رہی۔ یہ رسالہ مکہ منظر میں وہیں کے دو علمائے کرام کے استفسار پر نہایت قلیل مدت میں تصنیف ہوا اس وقت تک رقم سے کم زیادہ کو نوٹ بیچنے کے بارے میں مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا خلاف معلوم تھا ان کا فتویٰ اگرچہ وہاں موجود نہ تھا مگر اس کا مضمون ذہن میں تھا بفضلہ تعالیٰ گیارہویں مسئلہ میں اُس کا دانی و شافی رد گزرا کہ مضاف کو کافی اور ادھام کا نانی ہے و اللہ اعلم۔ یہ معلوم بھی نہ تھا کہ دیوبندیوں کے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی آنجنابی نوٹ کو تمسک ٹھہرا کہ سب سے مال سے خارج اور کم دیش درکنار برابر کو بھی اُس کی خرید و فروخت ناجائز کر چکے ہیں تاہم باباہم ابھی شروع کتاب میں اس پر بقدر کفایت بحث ہوئی جس نے حق کے چہرے سے نقاب اٹھائی اور سفاہت سفاہت تک پہنچائی و الحمد للہ۔ حاجت نہ تھی کہ اب اُس وہم یا اس سفاہت کی طرف مستقل توجہ ہو لیکن نفع برادرانِ دینی کے لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان دونوں تحریروں کو ذکر کروں اور ان کے فقرے فقرے کا جہاں جہاں اس کتاب میں رد مذکور ہوا ہے اس کا پتہ بتا دوں اور باقتضائے توجہ مستقل جو بعض مباحث تازہ خیال میں آئیں اضافہ کروں اور اس کا تاریخی نام کاسۃ السیفیہ الو اہم فی ابدال قرطاس الدس اہم رکھوں۔ سفاہت سے اشارہ تحریر جناب گنگوہی صاحب کی طرف ہے اور وہم سے فتوائے مولوی لکھنوی صاحب کی طرف۔ اول کے لحاظ سے لفظ ابدال کسر ہمزہ مصدر پڑھنا چاہئے کہ ان کو نقص مبادل و بیع نوٹ میں عروض سفاہت ہے اور دوم کے اعتبار سے نفع ہمزہ صیغہ جمع کہ یہ نوٹ کا حرف ایک بدل یعنی جو رقم کے برابر ہو جائے رکھتے ہیں اور دربارہ کم دیش وہم ممانعت ہے ہذا وباللہ التوفیق

رد سفاہت

جناب گنگوہی صاحب کی جلد دوم فتاویٰ ص ۱۶۹ میں ہے نوٹ وثیقہ اس روپے کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے مثل تمسک کے اس واسطے کہ نوٹ میں نقصان آجائے تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں اور اگر کم ہو جائے تو بشرط ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں اگر نوٹ بیع ہوتا تو ہرگز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا دنیا میں بیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری کے اگر نقصان یا فنا ہو جائے تو بائع سے بدل لے سکیں پس اس تقریر سے آپ کو واضح ہو جائے گا کہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے فلوس بیع ہے اور نوٹ نقدیں ان میں تزکوٰۃ نہیں اگر بہ نیت تجارت نہ ہوں اور نوٹ تمسک ہے اس پر تزکوٰۃ ہوگی اکثر لوگوں کو شبہہ ہو رہا ہے کہ نوٹ کو بیع

سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے کاغذ کو بیع سمجھ رہے ہیں سخت غلطی ہے فقط اور جلد اول ص ۷۶ و ۷۷ میں ہے نوٹ کی خرید و فروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں مگر اس میں جملہ حوالہ ہو سکتا ہے اور بجلہ عقد حوالہ کے جائز ہے مگر کم زیادہ پر بیع کرنا رہا ناجائز ہے یہ تفصیل اس کی ہے فقط جناب گنگوہی صاحب نے اول نوٹ کو تمسک بنایا اور آخر میں صرف اس جرم پر کہ وہ کاغذ ہے اور کاغذ بجلا کہیں بکنے کی چیز ہے وہ تو دریا کے پانی نہیں نہیں بلکہ ہوا کی طرح ہے جس کی بیع ہو ہی نہیں سکتی اس کی خرید و فروخت کو مطلقاً ناجائز ٹھہرایا اگرچہ برابر کو ہو۔ مگر خود ہی اسی جلد دوم کے ص ۱۷۳ پر فرمانے والے تھے کہ روپیہ بیچنے کی آسان ترکیب نوٹ کو جسٹری یا بیچ کر ادینا ہے اب گھبرائے کہ نوٹ کی خرید و فروخت تو میں حرام کر چکا ہوں نوٹ آئینے کس گھر سے کہ جسٹری کرنا کہہ رہے ہوں ناچار ادھر ادھر ٹولا حوالہ پر ہاتھ پڑا لہذا اس جملہ حوالہ کی گڑھ دی کہ بجلہ عقد حوالہ جائز ہے یعنی زید نے عمرو سے پانچ روپے کا نوٹ مول لیکر پانچ روپے اسے دیئے وہ اگرچہ خرید و فروخت کر رہے ہیں مگر زبردستی ان کے سر یہ منڈھو کہ نہ بیچا نہ مول لیا نہ قیمت دی بلکہ زید نے عمرو کو پانچ روپے قرض دیئے اور عمرو جو گورنمنٹی خزانے سے یہ نوٹ مول لے چکا تھا وہ بھی قرض کا لین دین تھا۔ ان کے نزدیک گورنمنٹ پر ایسا وقت پڑا تھا کہ وہ عمرو سے پانچ روپے قرض لینے بیٹھی تھی اور اس کی سند کیلئے یہ نوٹ کا تمسک اس کے ہاتھ میں تھا دیا تھا کہ سند باشد و عند الحاجت بہار آید اب جو عمرو سیٹھ پر وقت پڑا اس نے زید سے پانچ روپے او دھار لے اور وہی تمسک اب اسے پکڑا دیا کہ گورنمنٹ پر ہمارے پانچ روپے اگلے وقتوں کے قرض آتے ہیں جنکو برسوں گزریں اب تک گورنمنٹ نے ادا نہ کئے ہم نے اپنے اوپے کے گورنمنٹ پر اتار دیئے تم اس سے وصول کر لینا۔ یہ حضرت کی اس ٹول کا حال ہے جسے ہر عاقل جانتا ہے کہ محض سفاہت و باطل ہے اس کا رد کافی رسالہ کے صفحہ ۱۷۶ میں گزرا پھر بھی اس کی بعض جمالتوں کا اظہار خالی از فائدہ نہیں کہ اس ضمن میں ناظر کو بہت سے مسائل و فتاویٰ پر اطلاع ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ فاقول و باللہ التوفیق

اول تو یہی سرے سے سخت حماقت ہے کہ جہان بھر کے عاقدین جس عقد کا قصد کریں زبردستی اس سے ٹڑا کہ وہ عقد ان کے سر چھوڑ جو ان کے خواب و خیال میں نہیں۔ گنگوہہ کے کور وہ سے اٹھ کر تمام دنیا کے جس شہر قصبے میں چاہو جاؤ اور تمام جہان سے پوچھو کہ نوٹ کیلین دین میں تمہیں خرید و فروخت مقصود ہوتی ہے بیچا اور مول لیا کہتے ہو بائع اپنی ملک سے نوٹ کا خارج ہو کر مشتری کی ملک میں داخل ہونا اور مشتری اس کے عوض روپے دیکر نوٹ کا اپنی ملک میں آنا سمجھتا ہے یا یہ کہ نوٹ دینے والا اس سے قرض مانگتا ہے اور قرض کی سند میں نوٹ بجائے تمسک دیتا ہے ہدایہ میں ہے العبرۃ فی العقود للمعانی عقود میں معانی کا اعتبار ہے مگر یہ عجیب عقد ہے کہ لفظ بھی بیچنے خریدنے کے قصد بھی بیچنے خریدنے کا ہی مقصود ہی مراد ہی مفہوم ہی مفاد اور خواہی نحو ہی جہان بھر کو پاگل بنا کر کہدیجئے کہ اگرچہ نہ تم کہتے ہو نہ قصد رکھتے ہو مگر تمہاری مراد ہے کچھ اور اگر ایسی نصیح ہو تو دنیا میں فاسد کا فاسد عقد ٹھیک ہو جائیگا مثلاً زید نے عمرو کے ہاتھ ایک روپیہ میں سیر بھر چاندی کو بیچ کیا تو اگرچہ انھوں نے کہا ہے کہ بیچا لیا اور ان کا قصد بھی یہی تھا مگر یوں ٹھہرائیے کہ وہ کچھ کہیں گھبیں مگر یہ بیچ نہ تھی بلکہ زید نے ایک روپیہ عمرو کو ہبہ کیا عمرو نے اس کی جزا میں سیر بھر چاندی اس کو ہبہ کر دی اس میں کیا حرج ہوا لہذا اسود حلال طیب ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ہدیہ میں زیادہ عوض دینا منع نہیں بلکہ سنت ہے کسی صاحب نے ایک اونٹنی نذر بارگاہ عالم پناہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے عوض چھ نائے جوان عطا فرمائے سو اکا احمد و الترمذی و النسائی بسند صحیح عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان فلانا اهدى الی ناقۃ فعوضته منھا ست بکرات الحدیث تو عقدر باکو فاعقدین کے لفظ و معنی سب کے خلاف عقد ہبہ میں کیچھ لائیے اور سو وحلال کر لیجئے اسے جیلے حوالے کوے کا گوشت اور بکے کے کیورے کھا کر سوچتے ہوں گے مگر علم و عقل و بصر و بصیرت والے اُن کو محض مضحکہ سمجھتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے النعمیم انما یجب فی محل او جب العقد فیہ نفع میں اس کی شرح میں فرمایا تصحیح العقد انما یكون فی الحل الذی او جب المتعاقد ان البیع فیہ لا ینفی عن ہدایہ میں ہے التغبیر کا یجوز و ان کان فیہ تعظیم التصرف نفع میں شرح میں فرمایا تغبیر تصرفا لا یجوز و ان کان فیہ تصحیح التصرف بدلیل الاجماع (الی ان قال) فھذا احکام اجامیۃ کلھا و الۃ علی ان تغبیر التصرف کا یجوز و ان کان یتوصل بہ الی تصحیحہ ہدایہ میں اسی کے متعلق ہے فیہ تغبیر و صفہ لا اصلہ عنایہ میں اس کی شرح میں فرمایا و الخیر من تغبیر فیہ ان یتصل بہ التغبیر و صفہ لا اصلہ و الاصل من تغبیر و صفہ لا اصلہ الی الثوب لانه یصیر فی لیبۃ فی القلب بہر ف الریح کلہ الی الثوب نفع میں ہے امام سائلۃ العراجمۃ فعدم التصرف لانه یتغیر اصل العقد اذ یصیر فی لیبۃ فی القلب ان تصرفات ائمہ سے روشن ہوا کہ متعاقبین جو عقد کر رہے ہیں وہ اگرچہ باطل و فاسد ہو اور دوسرا عقد ٹھہرانے میں اس کی تصحیح ہوتی ہو مگر ایسی تصحیح جائز نہیں اور اس تصحیح کے بطلان پر اجماع قائم ہے جب کہ اس میں اصل متعاقبین کی تغبیر ہوتی ہے اور تصریح فرمائی کہ بیع کو مراجعہ سے تولیہ قرار دینا بھی ایسی ہی تغبیر ہے کہ بالاجماع جائز نہیں حالانکہ وہ رہی بیع کی بیع ہی تو بیع کی سرے سے کایا پلٹ کر کے حوالہ کر دینا کیسے جاہل مخالف اجماع کا کام ہو گا آپ کے لکھے بیع نہ ہوئی انیونی کی رپورٹی ہوئی کہ گرتے ہی مزہ بدل گیا و لا حول و لا قوۃ الا باللہ

ووم ہر عاقل جانتا ہے کہ تمک ایک معین مثلا زید کی طرف سے دوسرے معین مثلا عمرو کے لئے ہوتا ہے کہ اگر زید عمرو کے دین سے منکر ہو تو عمرو بذریعہ تمک اس سے وصول کر کے تمک اس لئے نہیں ہوتا کہ عمرو جہاں چاہے جس ملک میں چاہے جس شخص سے چاہے وہ دام وصول کرنے کے زید کے پاس عمرو کو خالد و لید دنیا بھر کا کوئی شخص اُسے بیکر آئے یہ اُسے دام پڑھنا دے بلکہ زید و عمرو و دین دونوں دونوں بالائے طاق رہیں تیسرا شخص اجنبی جو نئے شخص ترے بیگانے کو دے کر اُس سے دام لیلہ دنیا میں کوئی تمک بھی ایسا سا ہے اور لوٹ کی حالت یقیناً یہی ہے کہ جو چاہے جہاں چاہے اگرچہ غیر ملک غیر سلطنت ہو جب کہ یہاں کا سکہ اس سلطنت میں چلتا ہو جس شخص سے چاہے اس کے دام لے لیا یہ حالت یقیناً مال کی ہے نہ کہ تمک کی تو اسے تمک کہنا کیسا اندھا بن ہے بلکہ وہ بالیقین مال ہے سکتا ہے و لکن العیان کا یبصر و

از اشرفی قدس سرہ و ذی القربى العزیز و ان کان عرفی الربیع

سوم ہر عامل جانتا ہے کہ تمسک کے وجود و عدم پر دین کا وجود و عدم موقوف نہیں ہوتا بلکہ جب دین ثابت ہو مدیون پر دینا لازم آئے گا تمسک رہے یا نہ رہے اب فرض کیجئے کہ زید نے لاکھ روپے دیکر خزانے سے ہزار ہزار روپے کے سو نوٹ لئے اور اپنا نام پتہ اور نوٹ کے نمبر سب درج کر دیئے تو اب لازم ہے کہ وہ جب چاہے خزانے سے اپنے آتے ہوئے لاکھ روپے وصول کرے اگر یہ نوٹ اس کے پاس مل گئے یا پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئے یا چوری گئے یا اس نے کسی کو دیدیئے کہ خزانہ آپ کے نزدیک ہیں۔ کا مدیون ہے اور تمسک نہ رہنے سے دین ساقط نہیں ہوتا اور جب نوٹوں کے نمبر لکھے ہوئے ہیں تو گورنمنٹ کو یہ اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ جلا نوٹ نہ جملے نہ پھٹے بلکہ اس کے پاس موجود ہوں یا اس نے کسی کو دیدیئے ہوں تو جب وہ نوٹ یہ یا دوسرے لے کر آئے ہیں دوبارہ دینا پڑے گا۔ دوبارہ کیوں دینا ہوگا یہ لایا تو کہہ دیا جلتے گا کہ ہم نے جو روپیہ تجھ سے قرض یا تھا تجھے ادا کر دیا اب مکر کیسے طلب کرتا ہے اور دوسرا لایا تو کہہ دیا جائیگا کہ اس تمسک کا روپیہ ہم صل قرضخواہ کو دے چکے ہیں اب ہم پر مطالبہ نہیں۔ مگر ایسا ہرگز نہ ہوگا نوٹ خود جلا کر یا پھاڑ کر یا کسی کو دیکر گورنمنٹ سے روپیہ مانگئے تو۔ اگر اس نے پاگل جانا تو اتوار کو کھردھی ورنہ بڑے گھر کی ہوا کھلائے گی اس وقت آپ کی آنکھیں کھلیں گی کہ نوٹ کیسا تمسک تھا یہ حالت صراحتہ مال کی ہے کہ جو شخص کسی سے ایک مال خرید کر پھر اسے تلف کر دے یا کسی کو دیدے اور اپنے روپے بائع سے واپس مانگے تو کم از کم پاگل ٹھہرتا ہے۔

چارم یہیں سے آپ کے شبہ کا کشف ہو گیا کہ تمسک کے نقصان یا نقصان آجائے تو بدلوا سکتے ہیں یہ مطلقاً ہرگز صحیح نہیں اور اگر تمسک ہوتا تو واجب تھا کہ ہمیشہ ہر حال میں بدل دیا جاتا کہ تمسک کے نقصان یا فقدان یا خود ہلاک و تلف کر دینے سے دین پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور بعض صورتوں میں اگر بدل دینے کا وعدہ ہو بھی تو اس سے تمسک ہونا لازم نہیں آتا سلطنتوں نے یہ ایک طرز اکیر ایجاد کیا کہ ہزار کیسوں کو اس سے کچھ نسبت نہیں جھدام کے کاغذ کو ہزار کا کر دیں دس ہزار کا کر دیں ایسی سخت ہم بات عام میں مقبول ہونے کے لئے بعض رعایتوں کی ضرورت تھی ملک کو اندیشہ ہوتا کہ کاغذ بہت ناپائدار چیز ہے آگ میں جل جائے پانی میں گل جائے استعمال سے چاک ہو گئے کینا ہو کیا ہو تو ہمارا مال یو ہیں برباد ہو اس کی تسکین کے لئے کچھ وعدوں کی حاجت ہوئی ورنہ ملک ہرگز نوٹ کو ہاتھ نہ لگاتا یہ تو اتنی بڑی کیسیا ہے سود اگر اپنے تھوڑے سے نفع کیلئے اس قسم کے وعدوں سے اطمینان دلاتے ہیں بڑوں کے لئے گھڑیوں کی گارنٹیاں کرتے ہیں اس مدت میں بگڑے یا بیکار ہو تو بنا دیں گے بدل دیں گے یہاں بھی کہہ دینا کہ بھلا دنیا میں کوئی بیج بھی ایسی ہے۔ آپ ایک کوردہ میں رہ کر دنیا بھر کا ناحق ٹھیکالیں یاں یہ کہئے کہ تاجروں کا یہ کہنا خلاف شرع ہے۔

پھر گورنمنٹ کے سب احوال مطابق شرع ہونا کس نے لازم کیا؟
پنجم سود دینے پلنے میں گورنمنٹ کی حالت معلوم ہے کہ وہ اسے ہر قرض و دین کا لازم قطعی مانے ہوئے ہے یہاں تک کہ جو شخص سوئیک بنک میں جمع کرے یا وہ ملازم جن کی تنخواہ کا کچھ حصہ کٹ کر جمع ہوتا رہتا اور ختم ملازمت پر ان کو دیا جاتا ہے وہ مانگیں یا نہ مانگیں ساری مدت کا سود حساب لگا کر انھیں دیتی ہے بلکہ وہ کہے کہ میں سود نہ لوں گا جب بھی ماہوار سود اس کے نام سے درج ہوتا رہتا ہے اگر خزانہ سے نوٹ لینا روپیہ داخل کر کے اس کا وثیقہ لینا ہوتا تو لازم تھا کہ گورنمنٹ اس کے لئے سود لکھتی رہتی

جب تک وہ نوٹ دیکر روپیہ واپس لیتا۔ اب آپ کو تو یہ جلد ہو گا کہ بائیں ہم اور سوڈ مانگیں اگرچہ اللہ عزوجل کی تکذیب۔ حضور
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین۔ ابلیس کو خدا کی خاص صفت میں شریک ماننا اور وہ درجہ سوڈ بلکہ سوڈ کھانے سے بدتر
ہے۔ خیر آپ نہ جانیئے امتحان کے لئے کسی بننے کو بھیج دیکھئے کہ ہزار روپے کا نوٹ خزانے سے خریدے پھر سال بھر بعد وہ بنیا اپنے اُس
ہزار کا سوڈ گورنمنٹ سے مانگئے جائے دیکھئے تو ابھی اُسے آئے دال کا بھاد معلوم ہو جائے گا اور جینی اُس پر پڑیں گی ضیقہ اُس پر نہ ہوگی
بلکہ اُس پر ہوگی جس نے اسے یہ چکر دیا تھا کہ نوٹ کی خریداری نہیں بلکہ روپیہ قرض دیکر تمک لینا ہے۔

ششم زید عمرو سے وقتاً فوقتاً سو اور دو سو اور ہزار قرض لیتا رہے اس تمام مدت میں وہ تمکات لکھ کر عمرو کو دیتا رہے گا اور جس
تمک کا میعاد ختم ہونے آئے گی بدل دیجا یہاں تک کہ اُس پر عمرو کے دس ہزار جمع ہو گئے اب اُس نے ہزار ہزار کے دس نوٹ
عمرو کو دیئے اسی وقت سے اُس کا حساب بند ہو جائے گا عمرو سب تمکات اسے پھردے گا اسے فارغ خطی لکھدے گا زید اور عمرو
عمرو اور سارا جہان سمجھ گا کہ قرض دام دام وصول ہو گیا مگر گنگو ہی صاحب فرماتے ہیں دس ہزار کے نوٹ دیئے تو کیا ہوا وصول ابھی
ایک کوڑی بھی نہ ہوئی۔ اس جہاں بھر سے نرالی مت کا کیا کہنا۔

ہفتم قرض کیجئے گورنمنٹ نے کسی بنک سے بیس لاکھ روپے قرض لئے اور تمک لکھدیا کہ دس برس کے اندر ادا کیا جائے گا تین برس
گزرنے پر بیس لاکھ کے نوٹ بنک کو دیدیئے تمام جہاں اور بنک اور گورنمنٹ سب تو یہی سمجھیں گے کہ قرض ادا ہو گیا مگر گنگو ہی صاحب
سے پوچھئے کہ اگر یہ نوٹ بھی تمک ہی تھے اس فضول کاروائی کا محصل کیا ہوا تمک تو پہلے سے لکھل سو امو موجود تھا اس جد قریسک
کی کیا حاجت ہوئی بھلا زید کو تو اتنا فائدہ ہوا ابھی تھا کہ نوٹ دیکر اپنا قرض گورنمنٹ پر اتنا دیا گورنمنٹ کو کیا نفع ہوا اُس کا فرض
اسی پر تو رہا اور بنک کی موجودگی تو دیکھئے نرے تمک پر پھول کر حساب بند کر بیٹھا ظاہر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اپنی بند تو سب کی بند
ہفتم حوالہ اپنا قرض دوسرے پر اتارنے کو کہتے ہیں تو اگر زید پر عمرو کا قرض نہ آتا ہو۔ بلکہ زید کا قرض بکر پر ہو اور اس صورت
میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے تو یہ حقیقت حوالہ نہ ہوگا بلکہ عمرو کو اپنا قرض بکر سے وصول کرنے کا وسیلہ کرنا اور اگر نہ عمرو کا قرض
زید پر آتا ہو نہ زید کا قرض بکر پر اور اس حالت میں زید عمرو کو بکر پر حوالہ کرے تو یہ محض باطل و بے اثر ہے اگرچہ بکر اس حوالہ
کو قبول بھی کرے کہ اب نہ زید اپنا قرض دوسرے پر اتارتا ہے نہ دوسرے پر اپنا اتا وصول کرتا ہے بلکہ بلا وجہ عمرو سے کہتا ہے کہ
بکر کے مال سے اتنے روپے پہلے بکر کا قبول کرنا وہ نہ ایک وعدہ ہوا کہ میں اتنا مال عمرو کو بخش دوں گا اور محض وعدہ پر چر نہیں
لہذا اس قول کا کچھ اثر نہیں۔ عالمگیری میں ہے اذا حال رجلا علی عزیمة و لیس للمحال له علی المحیل دین فہذا
دکالة و لیست بحوالۃ کذا فی الخلاصہ اسی میں ہے احوال علیہ ما ائمة من من الخطة و لم یکن
للمحیل علی المحال علی شیء و لا للمحال له علی المحیل فقبل المحال علیہ و لک لا شیء علیہ کذا فی القنیۃ اب
قرض کیجئے کہ ایک بنک نے خزانہ سے بیس لاکھ کے نوٹ متفرق اوقات میں لئے تھے پھر گورنمنٹ کو قرض لینے کی حاجت ہوئی اس نے
بنک سے بیس لاکھ قرض مانگئے بنک نے وہی نوٹ دیدیئے تو تمام دنیا ہی جانے گی کہ بنک نے ضرور قرض دیا مگر آپ اپنی کہئے اب

نوٹ دینا حوالہ تو ہو نہیں سکتا گورنمنٹ کا بینک پر قرض نہ آتا تھا انتہا یہ کہ وکالت ہوگی جس کا حاصل اتنا کہ گورنمنٹ نے اس سے قرض مانگا اس نے بیس لاکھ کے نوٹ جو نرے تمک تھے دیکر برات عاشقان بر شائع آہو پر ٹال دیا یعنی گورنمنٹ کو وکیل کر دیا کہ خود اپنے خزانہ سے وصول کر دو ہم کچھ نہ دیں گے لطف یہ کہ گورنمنٹ بھی نہیں کہتی کہ ہم تجھ سے قرض چاہتے ہیں تو کہتا ہے اپنے ہی خزانہ سے لیںو یہ کیا قرض دینا ہوا زید پر عمرو کے روپے آتے ہوں زید اس سے اور قرض لینے آئے اس پر عمرو کہے کہ میرا پہلا قرض جو تم پر آتا ہے اسی سے وصول کر لو تو اس نے یہ قرض دیا یا مثال دیا بلکہ اسے یوں ٹھہراؤ کہ دین معاف کیا اور تمک واپس

دیئے معاملہ ختم ہوا گورنمنٹ بیس لاکھ کے نوٹ لینے اور کوڑی نہ دے سستے چھوٹے

ہم قرض کر گورنمنٹ نے بیس لاکھ کسی کو انعام دیئے تھے پھر ایک وقت پر اس سے قرض مانگا اس نے وہی نوٹ دیدیئے دنیا جانے گی کہ گورنمنٹ پر اس کے بیس لاکھ قرض ہو گئے مگر گنگوہی صاحب کہیں گے ایک پیہ بھی قرض نہ ہوا گورنمنٹ بیس لاکھ کے نوٹ مفت لینے اور اسے کچھ نہ دے اس لئے کہ یہ وہ صورت ہے کہ نہ حوالہ کرنا ہے نہ قرض آتا تھا نہ جس پر حوالہ کیا اس پر اس کا پہلے کوئی دین تھا تو کارسوائی باطل ہوئی اور گورنمنٹ کو کچھ دینا نہ آئے گا وکالت وکالتہ الا با اللہ غرض یہ آپ نے وہ گڑھی ہے کہ نہ گورنمنٹ کی خواب میں ہے نہ ملک بھر کے خیال میں آپ ہی اپنی ڈیڑھ چھٹانک کی الگ بگمار رہے ہیں

دہم حوالہ میں مدیون مجمل کہتا ہے اور دائن محال اور جس پر قرض اتار گیا کہ اس سے وصول کر لینا اسے محال علیہ یا حویل کہتے یہاں جب زید نے عمرو کے ہاتھ ہزار روپے کے نوٹ بیچے تو آپ کے طور پر زید عمرو کا مدیون اور مجمل ہوا اور عمرو زید کا دائن اور محال ہوا اور گورنمنٹ حویل اور شری مسئلہ ہے کہ ہر شخص حویل ہو سکتا ہے اگر مجمل کا اس پر کچھ نہ آتا ہو کہ اس نے جب حوالہ قبول کر لیا تو اس کا دین اپنے سر لیا اگرچہ اس کا اس پر کچھ مطالبہ نہیں لیکن جب کہ حویل مجمل کا مدیون نہ ہو اور مجمل کا حوالہ مان کر اس کا دین محال کو ادا کر دے تو اس قدر مجمل سے واپس لیا کہ میں نے تیرے کہے سے تیرا دین ادا کیا ہے اور اگر محال حویل کو دین ہر کر دے یا کہے میں نے وہ دین تیرے لئے چھوڑ دیا جب بھی حویل مجمل سے بھر وایگا کہ ہر ہونا بھی ادا ہو جائیگی مثل ہے فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے شر الثلثا الواع بعضھا یرجع الی المحال علیہ منہ رضا کا وقبول الخوالہ سواء کان علیہ دین اولما یکن عند علمائنا رحمہم اللہ تعالیٰ کذا فی المحیط اھ ملقطا اسی میں ہے اذا ادى المحال علیہ الی المحال لہ او دھبہ لہ او تصدق بہ علیہ او مات المحال لہ نورثہ المحال علیہ یرجع نے خذت کلمہ علی المجمل ولو ابرأ المحال لہ المحال علیہ برئى ولم یرجع علی المجمل کذا فی الخلاصۃ و اذا قال للمحال علیہ قد ترکته لک کان للمحال علیہ ان یرجع علی المجمل کذا فی خزائنہ الفتاویٰ روا التمار میں ہے المحال لو ابرأ المحال علیہ لم یرجع علی المجمل وان کان باصرۃ کالکفالة ولو دھبہ یرجع ان لم یکن للمجمل علیہ دین و تمامہ فی البحر اب فرض کیجئے کہ گورنمنٹ نے کسی خود سٹکاری کے صلہ میں دس ہزار روپے کا نوٹ آپ کو انعام

دیا ایک ہفتے نے روپے دیکر آپ سے خرید لیا پھر کسی موقع پر اس نے گورنمنٹ کی نذر کر دیا اب وہی صورت آگئی آپ بننے کے محیل تھے اور بنیا محال اور گورنمنٹ حویل اور ظاہر ہے کہ گورنمنٹ آپ کی مدیون نہ تھی آپ بننے کے مدیون تھے آپ نے اپنا دین نوٹ دیکر گورنمنٹ پر اتار دیا تھا اور گورنمنٹ اپنے قانون عام سے کہ جو نوٹ لائیگا روپے پائے گا حوالہ قبول کر چکی اور بننے نے نوٹوں کا روپہ یعنی وہ دین گورنمنٹ کو نذر کر دیا ہبہ کر دیا ترک کر دیا تو لازم کہ گورنمنٹ چاند ٹھونک کر آپ سے دس ہزار وصول کر سکے اس آپ کو حوالہ ماننے کا مزہ آجاتا کہ نوٹ کے نوٹ غائب اور دس ہزار کھوٹری پر واجب۔ بحمد اللہ اس سفا کا بہت طرح رد ہو سکتا ہے مگر آپ کے حوالہ کی مٹی پلید کرنے کو تلافی عشرتہ کاملہ یہ پورے دس کیا کم ہیں وباللہ التوفیق یا زدہم تمام جہان تو نوٹ کو مال مانے ہوئے ہے آپ کو اس میں کیا دکھتی سو جھی ہے کہ وہ کچھ محالات اوڑھے عالم بھر کی آنکھوں میں خاک جھونکے مگر اسے مال ماننا منظور نہیں آپ کی روش تو یہ تھی کہ جو امر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سائر محبوبان خدا جل و علا کی تعظیم و محبت کا پہلو لے ہو اس میں اپنے حد کی تشکی دکھاؤ بنے نہ بنے شرک کفر حرام گناہ اور اپنے معتقدوں کے لئے ذرائع اکل و معاش میں خوب وسعت لاؤ، کو ا کھا نا حلال بلکہ ثواب (دیکھو جلد ۲ ص ۱۴۹) بکرے کے نیچے کھا نا حلال (دیکھو جلد ۲ ص ۱۹۰) تعجب ہے کہ اسے ثواب نہ لکھا کو ا کالاکالا یہ گورے گورے ان میں تو گنگوہی شریعت سے بڑا چمکتا ثواب چاہئے تھا۔ پانخانہ اٹھانے کی اجرت باج خالص حلال طیب جس میں کراہت درکنار کراہت کا شبہ بھی نہیں سمجھنی نے پانخانہ اٹھا کر جو مال کمایا ایسا مقدس ہے کہ اسے تعمیر مسجد میں صرف کرنا بھی درست ہے (دیکھو جلد اول ص ۱۰۵) اور حق آپ جیسے مقدسوں کے کھانے پینے اور آپ حضرات کی مساجد لموٹہ بدعات توہین و تنقیص کے لائق ایسی ہی کمائی تھی، ہر شکم و لقمہ شایان او غرض ذرائع دنیا میں اپنوں کے لئے آپ کی یہ وسعت تھی نوٹ کی خرید و فروخت اور اد سے مال سمجھنے میں کون سا حصہ تعظیم و محبت محبوبان خدا پایا جسے باطل کرنا آپ پر لازم ہوا دجہ تو بتائیے کہ یہ تمام عالم کا اسے مال ماننا کیوں نہ مقبول ٹھہرا شمن اصطلاحی ٹھہرانے میں اصطلاح قوم و ملک پر کار بندی واجب ہوتی ہے یہاں جلد اقوام و تمام ممالک عالم اپنی اصطلاح روشن طور پر بتا رہے ہیں اور آپ ہیں کہ ایک نہ ہزار نہ۔ کوئی یہ تو پوچھے کہ آپ ہیں کون اصطلاح جلد جہاں میں دخل دینے والے نوٹ کی مالیت کا ثبوت رسالہ میں ص ۱۲۶ سے ص ۱۳۲ تک سو جئے۔

دو از دہم پیوں میں نیت تجارت کی حاجت اس وقت ہے جب وہ ثمن ہو کر نہ چلتے ہوں ورنہ ثمن میں ہرگز نیت تجارت کی حاجت نہیں اگرچہ ثمن اصطلاحی ہو نہ خلقی غنیہ ذوی الاحکام و ردو المختار وغیرہ میں ہے انفلوس ان اکانت اثمانا ائجة او سلعا للجماعة تجب الزكاة في قيمتها و الا فلا درختار و بجزرائق و نهر الفائق میں ہے ما غلب غشه يعقوا كالعرق و يشترط فيه النية الا اذا كانت اثمانا ائجة شامی میں ہے ما كان ثمننا ائجا تجب زكاته سواء نوى التجارة او لا اسی میں ہے عين النقدين لا يحتاج الى نية التجارة و كذا ما كان ثمننا ائجا بجزرائق میں کثیر کثیر سے ہے ان غلب الغش فليس كالفضة كالسوقه في نظر ان كانت سائجة او نوى التجارة اعتبرت قيمتها فان بلغت

نصاباً و جبت فیہما الزکوٰۃ الا کلما ۱۲ دیکھئے کہ اسی پر فتویٰ ہے ایک ادھر روایت طویل میں آجانا اور محل و محل نہ دیکھنا اور راج و مرجوح و شاذ و مشہور میں فرق نہ کرنا فقہیت نہیں ہوتا مگر حضرات و بابیہ کے نصیبوں تو فقہیت بھلا اللہ نصیب دشمن ہے۔ ان وجوہ قاہرہ کے علاوہ اس دو سطرے تحریر گنگوہیت خیر میں اور بھی مواخذات ہیں مثلاً (۱۳۱) نوٹ نقد میں بتایا یعنی نوٹ سونا چاندی ہے اور پھر اسی منہ میں یہ کہ تمسک ہے۔ (۱۳۲) تمسک کو کہنا کہ اس پر زکوٰۃ ہے حالانکہ تمسک سرے سے مال ہی نہیں نہ اس کے عدم و وجود کو زکوٰۃ کے وجوب و عدم میں کچھ دخل ہے۔ (۱۵۱) نوٹ کے بیع سمجھنے پر اس کی زکوٰۃ نہ دینے کی بنا سمجھنا۔ کیا بیع پر زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ ابھی تو آپ پیسوں کو بیع کہہ کر بحال نیت تجارت زکوٰۃ واجب مان چکے ہیں۔ (۱۵۲) کاغذ کے بیع سمجھنے کو سخت غلطی کہنا شاید عمر پھر کاغذ خریدنے کا اتفاق نہ ہو ان کے گاؤں میں خبر پوچھی کہ دنیا میں کاغذ بھی بکتا ہے۔ (۱۵۳) لطف یہ کہ ابھی تو نوٹ کو اس جوہم پر کہ کاغذ ہے بیع سمجھا سخت غلطی تھا اور ایک ہی ورق بعد صفحہ ۱۷۲ پر خود فرماتے ہیں کہ نوٹ خرید کر بیع سکتا ہے اے سبحان اللہ نوٹ تو بک سکتا ہی نہ تھا خرید کیسے جائیگا مگر حضرت کی ان عظیم سفارحتوں کے آگے ایسی نزاکتوں کی کیا گنتی ہے ماعلیٰ مثله بید الخفا نسال اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم (۱۵۴) آپ کیا جواب دیں گے اگر کوئی آپکا پھلی نزاکت پر کہے کہ جب آپ نے اس مفقود کو کہ نفل میں نیت میں تصد میں فہم میں قطعاً بیع تھا تمام جہاں کے فہم و ارادہ کے خلاف کا یا پلٹ کر کے حوالہ تراش لیا تو آپ اب کس موٹو سے کہتے ہیں کہ کم زیادہ پر بیع کرنا رہا ناجائز ہے زیادہ پر بیع کا یہ حاصل کیوں نہیں ٹھہراتے کہ زید نے جو عمرو کے ہاتھ سو روپے کا نوٹ سوا سو روپے کو بیچا ہے یہ بیع نہیں سوا سو کا سو سے بدلتا نہیں کہ رہا ناجائز ہو بلکہ زید نے عمرو سے سوا سو قرض لئے ہیں اور زید کے گورنمنٹ پر سو آئے تھے وہ اس پر آثار دیے رہے پچیس وہ عمرو نے زید کو چھوڑ دیے اس میں کونسا رہا ہے فتاویٰ امام قاضی خان سے رسالہ کے صفحہ ۱۷۲ میں گزرا فان اسرار الحیلۃ یتقرض من المشتري اشئ مشرورہا مکسورۃ ثم یقضیہ عشق جیاد اشہ ان المقرض یبرئہ عن درہمین فیہن من ذلک نیز غانیہ سے اس کے متصل گزرا فان اسرار الحیلۃ یاخذ التسعة بالثعۃ و یبرئہ عن الدرہم الباقی اگر کہئے یہ قرض بشرط ابرار عن البعض ہو تو اولاً کیوں نہ کہئے کہ جب سرے سے نوٹ لیکر سوا سو سے رہا ہے تو قرض بعض وجہ بعض ہو پھر اگر زیادت قمازہ یا تمین مفر ہو جب تو بلا غمہ جائز و صحیح و روا ہے اور آپ کا حکم باطل و پادور ہوا ہے ورنہ غایت یہ کہ بوجہ شیوع نام تمام ہو رہا کہاں سے آیا گیا قرض شرط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ شرط باطل ہو جاتی ہے تو یہ کہئے کہ زید پر پچیس روپے اور واجب رہے نہ کہ سو ہو انا فہم ان کنت تقصم کنتک تقصم انک لا تقصم واللہ سجد و تملیٰ اہم۔

رد وہم

بھلا اللہ تعالیٰ مولوی صاحب لکھنوی کے رد میں کلام مشیح گزرا مسئلہ یازدہم خاص انہیں کے رد میں تھا بلکہ کتاب کا اکثر حصہ ان کے رد میں ہے یہاں غالباً ان کا پتا دینے پر اکتفا ہو مولوی صاحب کی جلد دوم فتویٰ نمبری ۱۲۶

قولہ هو المصوب اقول مولوی صاحب کی عادت ہے کہ ہر جواب سے پہلے ہی لفظ لکھتے ہیں حالانکہ اولاً اللہ عزوجل پر اس نام کا اطلاق وارد نہیں ثانیاً معنی لغت بھی اس کے مساعد نہیں لغت میں مصوب وہ ہے جو دوسرے کی بات ٹھیک بتائے نہ وہ جو اس کی بات کو ٹھیک بنائے یعنی اسے توفیق صواب بننے نصیب بعد وقوع قول ہوتی ہے اور توفیق صواب اس سے مقدم ثالثاً اس کے اور معنی بھی ہیں کہ باری عزوجل پر حال ہیں۔ مصوب وہ جو سر جھکائے ہو، مصوب وہ سوار کہ گھوڑا تیز چلائے قاموس میں ہے صوبہ قال لہ اصبت وراسہ خفضہ تابع العروس میں ہے صوبت النفس اذا امر ملتہ فی الجری ہاں مصوب وہ بھی ہے کہ دوسرے کا سر نیچا کرے یا بلندی سے پستی میں اتارے تابع العروس میں ہے التصویب خلاف التصید و من قطع سدرتہ صوب اللہ راسہ فی الناس رای نکسہ ام مخصرۃ یہ اگر ہوتا تو مثل خانقہ رافع سے جدا نہ بولا جاتا کما فی کتاب الاکسام و الصفات للامامہ البیہقی پھر جبکہ مضاف الیہ مذکور نہیں تو امثال مقام میں خود مکمل کی طرف اس کی اضافت مفہوم ہوتی ہے جیسے هو النہادی سے شروع کرتا اس پر دلالت کرتا ہے کہ قائل اپنے لئے ہدایت مانگتا ہے اس تقدیر پر یہ کیا دعا ہوئی کہ ابھی قائل کا سر نیچا کر دے ابھی اُسے پستی میں ڈال دے یہ بحث اگر پر مسئلہ نوٹ سے جدا تھی مگر منکر یا ناپسندیدہ پر اطلاع دینا مناسب ہے و باللہ التوفیق قولہ نوٹ ہر جہد کہ خلقہ ممن نہیں مگر عرفا حکم ممن میں ہے اقول اولاً یو ہیں اکتیاں اور پیسے بھی پھر اس سے کیا حاصل ہوا ثانیاً اگر یہ مراد کہ اہل عرف اس کے لئے ممن کے جملہ احکام شرعیہ ثابت کرتے ہیں تو صریح غلط بلکہ عامہ اہل عرف ان احکام سے آگاہ بھی نہیں بلکہ یہ عرف مؤمنین و کافرین میں مشترک اور اگر یہ مقصود کہ ممن سے جو اغراض اہل عرف متعلق ہیں ان سب میں نوٹ کو اس کا قائم مقام سمجھتے ہیں جب بھی غلط۔ ممن کے مقاصد سے ایک عمدہ کلاس میں تشریح ظروف و خبرا میں تجمل ہے اور نوٹ ہرگز اس قائم مقام ممن نہیں اور اگر یہ مطلب کہ ممن کے بعض اغراض یعنی تمول اور حواجج تک اس کے ذریعہ سے توسل میں نائب مناسب جانتے ہیں تو ممن اصطلاحی کے معنی ہی یہ ہیں کہ اہل عرف اپنی اصطلاح سے ان اغراض میں اُسے مثل ممن کام میں لائیں پھر اس سے جملہ احکام شرعیہ ممن کا ثبوت کیونکر ہو گیا کیا ممن خلقی و اصطلاحی میں شرعاً فرق احکام نہیں ثالثاً حکم شریعی میں ہونا جنس و قدر شئی میں شئی سے اتحاد نہیں اور یہاں بتصریح حدیث و جملہ کتب فقہ اسی پر مدار ہے۔ قولہ بلکہ ممن ممن سمجھا جاتا ہے اقول اولاً ممن اصطلاحی سے عنیت مثل اتحاد خاص و عام مسلم مگر وہ آپ کو مفید نہیں اور ممن خلقی یعنی ذر و سم سے عنیت مسلم نہیں کوئی سمجھ وال بچہ بھی نہیں سمجھا کہ نوٹ بعینہ چاندی سونا ہو گیا اگر کہے مراد یہ ہے کہ لہین دین میں اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے روپیہ اشرفی تو یہ وہی عرفاً حکم ممن میں ہونا ہوا نہ کہ ممن ممن سمجھا جاتا تو بلکہ غلط ہے ثانیاً نوٹ بدایتہ ممن اصطلاحی ہے اور اصطلاحی و خلقی متباین اور متباینین میں عنیت حال اور اہل عرف مجاہدین نہیں اور تاویل مذکور بلکہ ہجور ثالثاً اگر بغرض غلط اہل عرف ایسا سمجھ بھی لینے تو شرعاً مطہر تو عندیہ کا مذہب جنون روا نہیں رکھتی کہ ان کے سمجھ لینے سے خود بھی اسے عین ممن قرار دیکر جملہ احکام ممن نافذ فرمادے۔ رابعاً ممن خلقی جنس ہے دو قسم ذہب و فقہ میں مخفر

اور نوٹ فی نفسہ ایک نوع مستقل ہے اس کا عین مفہوم کلی یعنی جنس سمجھا جانا تو بد اہمہ باطل اس طرح انواع مباینہ و متباینہ سے عینیت اور جنس سے اتحاد خاص و عام کی عینیت تثلیث کرے گی اور وہ شرعاً باطل ہونے کے علاوہ مقصود پر نقص سے عود کرگی

کہ انواع مختلفہ جنس میں بتصریح حدیث اجماع امت تفاضل حلال قولہ اس وجہ سے کہ اگر نوٹ سو روپے کا کوئی ہلاک کر دے تو اس مالک سو روپے تاوان لیتا ہے اقول اولاً اگر کوئی سو روپے کا گھوڑا ہلاک کر دے جب بھی مالک سو روپے تاوان لیتا ہے تو کیا گھوڑا اور روپے بھی عین ہونگے اور پھر نوٹ بھی گھوڑا ہو جائے گا کہ عین کا عین ہے اور لفظ اصل حشو ہے ثانیاً یہ تو ظاہر عبارت پر تھا اب حل سننے لیتا ہے سے بخوشی لینا مراد یا یہ کہ وہی حکم شرع ہے کہ اس پر جبر ہوگا ادل مسلم اور اس سے وہم عینیت مد فروع اور اگر فرق نہ سمجھنے کا پیوند لگائیے جب بھی لالین من جوع کوئی ۶۴ پیسے کسی کے تلف کر دے تو مالک بخوشی ایک روپیہ لے

یگا اور اس میں اور ۶۴ پیسے لیتے ہیں کچھ فرق نہ سمجھیں گا اس سے روپیہ اور پیسے متحد نہ ہونگے اور ثانی میں ہر متلف پر ہے یعنی اسے روپے ہی دینے پر مجبور کریں گے یا مالک پر کہ اسے قبول زر پر جبر کریں گے اولیٰ ملاحظہ باطل وہ سو کا نوٹ بھی دے سکتا ہے اور مالک کو انکار کی کوئی وجہ نہیں بلکہ وہی حکم اصلی ہے کہ نوٹ منشی ہے معنیٰ یہ مقصود پر نقص کے ساتھ عائد ہوگا کہ اتلاف نوٹ میں ادائے در اہم پر جبر ہو تو نوٹ قیمتی ٹھہرے اور روپیہ منشی ہے اور قیمت منشی ایک نہیں سمجھے جاسکتے اور ثانی بر تقدیر تسلیم عینیت نہیں کہ آمان را بخیریں بحال تعاوی و واج وایت ادا کرنے والا غیر ہوتا ہے اور انکار تحنت اس کا بیان رسالہ کے صفحہ ۱۸۵ سے

۱۹ تک دیکھئے قولہ اور سو روپے کا نوٹ جب بیجا جاتا ہے تو مقصود اس سے قیمت لانا اس کا غنڈ کی نہیں ہوتی ہے کیونکہ پھر

ظاہر ہے کہ وہ کاغذ و پیسہ کا بھی نہیں ہے بلکہ مقصود سو روپے کا بیجا اور اس کی قیمت لینا ہوتا ہے اقول (۱۲ تا ۱۴) اس کے پانچ ردحاشیہ ۱۸۳ میں گزرے اور (۱۸ تا ۲۲) وہ چوکا کہ وہ کاغذ و پیسہ کا بھی نہیں اس کے بھی پانچ رد گزرے چاروں پر اول یہ کہ حسب تصریح علما کاغذ کا ایک ٹکڑا صرف عاقدین کی ترافضی سے ہزار روپے کو بیک سکتا ہے نہ یہ کہ ہزار لاکھوں روپیوں کی اصطلاح دوم سکہ قیمتی ہے سوم حقیر شی کسی وصف کے سبب اپنے ہزاروں امثال سے گراں ہو جاتی ہے چارم ورق علم کا مسئلہ اور پانچواں ردحاشیہ ۱۸۳ پر کہ تقوم میں حال پر منظر ہے نہ کہ اصل پر قولہ اور نوٹ سو روپے کا اگر کوئی شخص قرض لے تو بوقت

ادانخواہ نوٹ سو روپے کا دیوے یا سو روپے دیوے دو امر مساوی سمجھے جاتے ہیں اور دائن کو کسی کے لینے میں مدیون سے عذر نہیں ہوتا حالانکہ اگر مدیون قرض بوقت ادا دیوے تو دائن نہیں لیتا ہے اقول پندرہ روپے اگر کوئی قرض لے تو وقت ادا پندرہ روپے دے یا ایک ساوڑن دونوں امر مساوی سمجھے جاتے ہیں اور دائن کو کسی کے لینے میں عذر نہیں ہوتا حالانکہ مدیون قرض دے تو دائن نہیں لیتا تو آپ کے نزدیک روپے اور اشرفی یعنی چاندی اور خونہ بھی جنس واحد ہونے اور قدر تو متحد ہی تو قرض قطعی ہوا کہ سونا جب چاندی سے ہمیں دونوں کانٹے کی تول برابر کریں رتی بھر کی بیش ہوئی تو سود و گناہ کبیرہ و استحقاق نارجمیم و عذاب الیم ہوگا یہ اجماع قطعی صحیح امت مرحومہ و تو از تقویٰ و عقل جلد عطائے عالم سب کے خلاف ہے ثانیاً آٹھ آنے پیسے اگر کوئی قرض لے تو وقت ادا پیسے ہی دیے یا آٹھ اکیٹیاں یا ایک اٹھنی تینوں امر مساوی سمجھے جاتے ہیں دائن کو کسی کے لینے میں عذر

نہیں ہوتا حالانکہ مدیون غیر جنس دے تو دائن نہیں لیتا تو چاندی اور تانبہ بھی جنس واحد ہوئے اور چاندی اور سونا پہلے متحد ہو چکے ہیں تو تانبہ اور سونا بھی ایک جنس ہوئے کہ متحد کا متحد متحد ہوتا ہے اور ان سب میں قدر تو متحد تھی ہی تو فرض قطعی ہوا کہ تولد بھر سونا دو ہی پیسے کو بچا جائے ایک چھدما بھی زیادہ ہوا تو سود کا سامنا اور جنم کی آگ ہے والیعاذ باللہ تعالیٰ اور تو کیا عرض کروں لیکن صرف اگر اس فتوے پر عمل کر لیں تو بازار تو ایک ہی دن میں پٹ ہو جائے مثالاً پندرہ روپے کے نوٹ اگر کوئی قرض لے ایک دس اور ایک پانچ کا یا تینوں پانچ پانچ کے تو وقت اور خواہ پندرہ کے نوٹ دے یا ایک سا درن دو تو مساوی سمجھے جاتے ہیں اور دائن کو کسی کے لینے میں عذر نہیں ہوتا حالانکہ مدیون غیر جنس دے تو دائن نہیں لیتا تو اب نوٹ اور سونا ایک جنس ہوئے اور آپ نوٹ اور چاندی ایک جنس کر چکے ہیں اور چاندی اور سونا قطعاً دو جنس متباین ہیں و لہذا باجماع امت و تو اتر قطعی ان میں تفاضل روا ہے تو شے واحد دو نوع متباین سے کیونکر متحد ہوگی۔ ظاہر ہوا کہ اس عذر نہ ہونے کو مفید اتحاد جنس سمجھنا سخت وہم باطل تھا بلکہ اس کی وجہ وہی تساوی رواج و مالیت ہے جس کا بیان صفحہ ۲۰۷ سے صفحہ ۱۰۱ تک گزرا۔ راجعاً یہ ہے کہ بے عذری یعنی قبول ذی حق و اتحاد جنس میں عموم خصوص من وجہ ہے کہیں اتحاد جنس ہے اور قبول نہیں سونے کا گنا خریدنے والا اس کے بدلے اشرفیاں نہ لیگا اور کہیں قبول ہے اور اتحاد جنس نہیں جیسے پندرہ روپے اور اشرفی۔ روپے اور نوٹ۔ نوٹ اور اشرفی۔ اشرفی اور پیسے۔ اشرفی اور کینا اور ما وہ اجتماع ظاہر ہے تو ایک کے وجود سے دوسرے کے حصول پر استدلال ایسا ہے کہ یہ کاغذ ابیض ہے لہذا حیوان ہے کوآ حیوان ہے لہذا ابیض ہے و کا حصول و کلا قوتاً إلا باللہ خامساً یہ شبہ وہی ہے جو نوٹ ہلاک کرنے پر فرمایا تھا وہاں ہلاک سے ضمان آئی تھی یہاں قرض سے بات ایک ہی ہے اور یہی مولوی صاحب کے سارے شبہ کی جڑ ہے اس غرض کے لئے کہ کچھ تو شاندار ہو جائے اسے بار بار دو ایک لفظ بدل کر فرماتے ہیں ہاں بیان میں اتنا فرق ضرور ہوا کہ پہلی عبارت نہایت ناقصہ قاصرہ تھی مگر پوری بات اب بھی ادا نہ ہوئی عذر نہ ہونا عذر نہ ہو سکنے کو مستلزم نہیں اور ممکن کہ بوصف تغایر جنس کسی غرض و وجہ خاص کے سبب عذر نہ ہوں ہاں عذر نہ ہو سکا کچھ وہم ڈالتا مگر ہم انہیں صنغات میں بحر ابرائق و رد المحتار سے اس کا ازالہ کر آئے کہ شرعاً بھی باوجود مختاریت جنس ہنگام استوائے رواج و مالیت قبول پر جبر کیا جاتا ہے اور عذر لغت قرار پاتا ہے تو اب جڑ کا شبہ جڑ سے اکھڑ گیا و اللہ الحمد سادسا طرف مزہ یہ ہے کہ ابھی تو نوٹ کو بے قدر ٹھہرا کر کہ وہ کاغذ دو پیسے کا بھی نہیں اسے معاملہ سے جدا اور خود روپوں پر درود عقد بیان فرما چکے ہیں اور بلا فصل اس کے متصل ہی نوٹ پر درود عقد اور اس کے عین جنس نقد بنا دینے کی کوشش ہو رہی ہے یہ تناقض کتنا بالطف ہے سابعاً میں ایک ہی تناقض کہ رہا ہوں وہاں پہلے فقرے میں نوٹ کو سو روپے کا مال بتایا جس کا تاوان سو روپے آیا دوسرے فقرہ میں اسے موارد عقد سے جلا وطن ہونے کا حکم فرمایا کہ حقیقتہً روپے بکتے ہیں وہ کاغذ تو ٹکے کا بھی نہیں تیسرے فقرہ میں وہی کاغذ جو کہ دٹ لے تو پھر سو روپے کا بلکہ سو روپے سے متحد جنس ہو گیا۔ ثامناً لطف یہ کہ دعویٰ تو وہ فرمایا کہ

نوٹ میں من سمجھا جاتا ہے اور اگر تک بار بار اسی کی تکرار ہوگی اور اُس کے دلائل میں یہ کہ روپیوں کا بیچنا مقصود ہوتا ہے نہ اس کاغذ کا اور ہر شخص جانتا ہے کہ نوٹ نہیں مگر یہ کاغذ انگریزی میں من سمجھا جاتا خود اس کاغذ ہی کا بیچنا مقصود ہوتا نہ کہ روپیوں کا تو دلیل مناقض دعویٰ ہے فافہم قولہ بخلاف پیسوں کے کہ وہ بھی اگرچہ عرفاً من ہیں مگر یہ کیفیت ان کی نہیں۔ اگر ایک روپے کے عوض میں کوئی چیز خریدے یا ایک روپیہ کسی سے قرض لے اور وقت ادا پیسے ایک روپے کے دیوے تو وہ ان اور فروخت کنندہ کو اختیار رہتا ہے کہ وہ لے یا نہ لے اور حاکم کی طرف سے اس پر جبر نہیں ہو سکتا کہ خواہ مخواہ وہ پیسے لے لے اقول اولاً خلاف منصوص ہے جیسا کہ گزرا ثانیاً مشاہدہ کے خلاف اور یوں اعتبار نہ آئے تو اس کا عکس کر دیکھئے کہ ۴ پیسے قرض لے یا من قرار دیئے ہوں اور ایک روپے دے تو وہ ان و بائع کو ہرگز کچھ عذر نہیں ہوتا بے تکلف قبول کر لیتا ہے اور عذر کرے تو منعت ہے اور منعت کی بات مردود ثالثاً مولوی صاحب چو کے سورہ روپے کی مثال لاتے تو بات منظر عوام میں لگتی ہوئی ہوتی واقعی جو سو روپے قرض لے پھر ان کے بدلے چھ ہزار چار سو پیسے دینا چاہے تو وہ ان کہیں گے کہ میں کہاں سے بھر جائی کی جگہ وہ من پکے سے زیادہ تلبا لاقباً پھر دس منہ دہی کے ایک خانہ کی جگہ پیسوں سے منکا بھروسے مگر ساتھ ہی دوائی ، جوانی اٹنی سب نفس کو موجود ہوتی ہیں جہاں جانتا ہے کہ دوائی کا کچھ خرید کر دو آنے پیسے دیکھے تو اصلاً جائے انکار نہیں ہوتی اور جب ریزگاری اور پیسے متحد الجنس ہوئے اور ریزگاری اور روپے ایک جنس ہیں تو روپے اور پیسے بھی ایک جنس ٹھہرے کہ متحد کا متحد متحد ہے بلکہ بالواسطہ عنایت کیوں لیجئے اسی کا عکس دیکھئے ۴ پیسے قرض لے ہوں اور ادا میں سو روپے دیئے بھی دیکھے بلا عذر قبول ہونگے اور زمانے تو خطی ٹھہرے تو ظاہر ہوا کہ یہاں بنائے عذر امر خارج ہے مثلاً منوں بوجھ وغیرہ راجعا اگر تم آپ کی ارضائے عنان کو مان بھی لیں کہ صحت عذر اگرچہ بعض صورتوں میں ہونانی اتحاد جنس ہے تو اب نوٹ میں اتحاد کی غیر نہیں ادا کے قرض کے وقت عذر نہ ہو تسلیم بیع کے وقت ضرور مقصود زید کو سو روپے کا نوٹ ڈاک میں بھیجا ہے کہ ۲ روپے کی رجزی بس ہوگی اور من آرڈر ایک روپے میں ہوگا بھلا اگر گنگو ہی دھرم کا ہوا تو وہ منی آرڈر کو حرام ہی جانے گا اُس نے عمرو سے نوٹ خرید اور تسلیم بیع کے وقت روپے یا بیس بیس کی پانچ اشرفیاں دکھائے زید ہرگز نہ مانے گا تو معلوم ہوا کہ نوٹ اور من ایک جنس نہیں قولہ بس پیسے اگرچہ عرفاً من ہیں مگر عین من خلقی نہیں سمجھے گئے ہیں بخلاف نوٹ کے کہ یہ عین من خلقی ہے گو عنایت خلیقہ نہیں بلکہ عنایت عرفیہ ہوا اقول اولاً اس پس کامل بھی وہی ہے جو بیشتر گزرا کہ قبول و اتحاد جنس عام خاص من وجہ ہیں تو جس طرح ایک وجود سے دوسرے کے وجود پر استدلال باطل ہو جس عدم سے عدم پر آپ کا پہلا استدلال اس طرز کا تھا کہ کوآ حیوان ہے لہذا ابیض ہے یہ دوسرا اس رنگ کا ہوا کہ کوآ ابیض نہیں لہذا حیوان نہیں ثانیاً آپ نے عنایت بہت اٹھائی مگر انیسویں کے دعویٰ بے دلیل ہی رہا آپ کو چاہئے تھا کہ اولاً عنایت عرفیہ کا منطوق قطع کرتے نہ ایسا

لے اس طرف اشارہ ہے کہ ان تین اور ۱۳ تا ۲۲ میں اکثر عقد خواہی کیلئے شاید ایک تاویل گڑھے کہ ہم نے اشارہ میں صرف ذات من حیث المقصد مراد ولی اور من سائر لفظ اس کو روپے جانا مگر یہ گڑھے کے علاوہ بہت سے منکابہ اور دعویٰ پر مرصعہ اور ویکالائی لفظ لہذا نہ قابل منہ لہذا بہت منقوض جات پانچ جگہ یہ ہر حال نامکن ۳ منقوض

جس پر اتنے نقص ہوں ثانیاً اس مناسط کا یہاں تحقق پایہ ثبوت کو پہنچاتے ثالثاً کلام ائمہ سے اس کا ثبوت دیتے کہ جہاں عینیت عرفیہ ہو شرعاً اسے اتحاد جنس مان لیتی ہے اور جب یہ کچھ نہیں تو شرط اتقاد سے کیا حاصل ثالثاً ساری کوشش اتحاد جنس کی طرف تمہید دل فرمائی اتحاد قدر کی شرط کہاں بھلائی نہ اسے اتحاد جنس سے تو تفاضل حرام نہیں ہو جاتا اتحاد قدر بھی تو لازم ہے نوٹ سرے سے قدر ہی نہیں رکھتا کہ نہ مکمل ہے نہ موزون بلکہ معدود ہے تو ہزار خرابی اگر اتحاد جنس کا چاک رفو بھی ہو جائے تو اتحاد قدر کا پوند کدھر سے آئے گا تفاضل تو اب بھی طلال رہا رہا لہذا رسالہ نے ۱۳۷۱ھ سے ۱۳۷۲ھ تک دس تاہرے ثبوت دہنیا کہ نوٹ روپیوں کے عوض او دھار بیچنا جائز ہے اگر قدر باجنس کوئی بھی ایک ہوتی تو نسید حرام ہوتا تو ثابت ہوا کہ یہاں اصلاً کچھ متحد نہیں قولہ پس تفاضل بیع فلوس میں جائز ہونے سے یہ نہیں لازم کہ نوٹ میں بھی جائز ہو جائے کیونکہ پیسے غیر جنس ثمن ہیں حقیقتاً بھی اور عرفاً بھی گو بوجہ اصطلاح اور عرف کے اس میں صفت تمہید کی آگئی ہو اقول اولاً یہ دوسری پس اسی پس مشین کی پس روپے جے پیشتر پیا کر دیا گیا الشہرتہ بتنی عن الشہرتہ ثانیاً بعینہ یہی حال نوٹ کا ہے و لکن لا تعلمون ثالثاً روپے اور اشرفی کا مسئلہ کہاں بھولے ص ۶۳ دیکھئے ایک اشرفی کو ایک روپہ بیچنا قطعاً درست ہے حالانکہ وہ تو دونوں یقیناً جنس ثمن ہیں حقیقتاً بھی اور عرفاً بھی۔ اگر کہئے وہ جنس ثمن ضرور ہیں مگر باہم تو متباین نوعین ہیں اقول پوئیں نوٹ بھی۔ کون عامل کہے گا کہ روپہ اور اشرفی دو چیزیں جدا ہیں مگر اشرفی اور نوٹ ایک ہی چیز ہے اور تفصیل تحقیق یہ ہے کہ ثمن ایک جنس ہے جس کے تحت میں دو جنس ہیں خلقی اصطلاحی۔ اصطلاحی کی نوعین نوٹ پیسے کوڑیاں اور خلقی پھر ایک جنس ہے جس کے نیچے دو جنس ہیں سونا چاندی۔ شرع میں جنس وہ کلی ہے جس کے افراد مختلفہ الاغراض ہوں ظاہر ہے کہ روپے یا اشرفی کی غرض اور ہے اور سونے چاندی کے گنے کی اور برتنوں کی اور گوٹے پٹھے کندے کی اور تو نوٹ کے نوع حقیقی ہے جس کے سبب افراد متفقہ الاغراض ہیں کسی جنس کا بھی میں نہیں ہو سکتا کہ اتفاق و اختلاف متباین ہیں نہ کہ جنس جنس کا اور دخول تحت الجنس کا حال اوپر گزرا۔ رہا جانے دیجئے ثمن خلقی کی نوع سے ہی اتحاد ہی تو دو نوع متباین سے تو متحد نہیں ہو سکتا اور نہ متباین باہم متحد ہو جائیں گے اور شے اپنے نفس کی متباین ہوگی ناچار ایک سے اتحاد مانینے کا اور وہ نہیں مگر روپہ کہ آپ دس کا نوٹ بارہ روپے کو بیچنا حرام کر رہے ہیں تو اشرفی سے یقیناً متحد نہ ہو گا اب دس روپے کا نوٹ ہزار اشرفی کو بیچنا حلال کیجئے اور دو افی اوپر دس روپے کو بیچنا حرام۔ دنیا میں اس سے بڑھ کر بھی کوئی عجیب فتویٰ ہو گا دیکھئے رسالہ کا ص ۱۸۸ قولہ پس ہر گاہ نوٹ عرفاً جمیع احکام میں حین ثمن خلقی سمجھا گیا اقول اولاً اغراض کہے کہ یہی اہل عرف کے ہاتھ میں ہیں نہ کہ احکام شرعیہ جو نہ ان کے ہاتھ میں ہیں نہ ان کے اکثر کو معلوم نہ ان کی طرف انہیں التفات بلکہ اکثر کو ان پر ایمان بھی نہیں تو احکام شرعیہ میں اہل عرف کا اسے عین سمجھنا محض کذب اور اپنی اغراض میں یکساں جانتا احکام شرعیہ میں اتحاد کو مستلزم نہیں اور بقیہ کلام رد قول اول میں گزرا ثانیاً جیسی عینیت آپ یہاں بتا سکتے ہیں بعینہا ویسی ہی اکتیول اور پیسوں کو دو افی چوانی انہی سے ہے وہاں تفاضل کیوں جائز ہوا ثالثاً روپے اشرفیاں تو خود عین ثمن خلقی ہیں کسی

کے سمجھنے پر موقوف نہیں ان میں کیوں درست ہوا **قولہ** باب تفاضل میں اسی بنا پر حکم دیا جائے گا اور تفاضل اس میں حرام ہوگا **اقول** اولاً یہاں آکر اس تیسری پس کا خاتمہ ہوا اور پہلی دلیل نے دم توڑا مگر یہ پس پسینہ تو سب پسائے پسینہ سے علاقہ بہ عقل میں پس اور وضوح بطلان میں پیش ہے سب خرابیاں اوڑھ کر فرض کر لیجئے کہ ہاں تفاضل حرام ہوا تو وہی تفاضل تو حرام ہوگا جو ثمن خلقی میں حرام تھا جس کا اسے عین سمجھا گیا یا دلیل لاتے وقت تک عنیت تھی اور نتیجہ دیتے وقت غیرت سے کا یا پلٹ ہو کر کوئی نیا حکم نکالے گی جو ثمن خلقی میں اصلاً نہیں آخراً اسی بنا پر تو حکم لگاتے تھے کہ نوٹ ثمن خلقی کا عین ہے تو وہی حکم لازم ہوگا جو ثمن خلقی میں تھا نہ اس کا غیر کہ حکم لازم شے ہوتا ہے اور تفریق لازم نافی عنیت ملزوم اب دیکھ لیجئے کہ ثمن خلقی میں کونسا تفاضل حرام ہے قدر میں یعنی کانٹے کی تول وزن میں برابر ہونا لازم اگرچہ مالیت میں کتنا ہی فرق ہو اب جو آپ سو روپے کا نوٹ سو روپے کو بیچنا حلال کر رہے ہیں اپنے طور پر یقیناً سو روپے حلال کر رہے ہیں کہ سو کا نوٹ کبھی وزن میں سیر بھرنے ہوگا دیکھئے رسالہ ص ۱۹ تا ص ۱۹۲ **شانیا** (۴۸ تا ۵۵) تفاضل مالیت کے حوالہ پر دس دہلیس رسالہ میں گزریں ص ۱۵ تا ص ۱۸ ملاحظہ ہو **قولہ** فانما الاحتمال بالنیات **اقول** جناب گرامی نے صفحہ بھر کی دلیل میں محض اپنے تخیلات سے کام لیا کوئی حرف سند میں نہ لائے اور یہ بھی پسند نہ فرمایا کہ دلیل یو ہیں من گڑھت پر گزر جائے اصلاً سند کا نام نہ آئے لہذا یہ حدیث شریف صرف وزن بنانے دلیل کا بھرم رکھنے کو ذکر فرمادی اگر عرض کیجئے کہ اسے عمل سے کیا علاقہ آپ کی دلیل کے کس مقدمہ کا اس سے ثبوت تو جو اب یہی ہوگا کہ کچھ نہیں مگر آخر حدیث صحیح ہے اس کا پڑھنا تو اب سے تو خالی نہیں اگرچہ عمل سے بے علاقہ ہوا اسی نیت سے ہم نے تصدیق و انما الاحتمال بالنیات و ککل امری مافی دلیل کا حاصل صرف اتنا ہے کہ نوٹ اہل عرف کے نزدیک جمیع احکام میں ثمن خلقی کا عین ہے کچھ تفاوت نہیں سمجھتے اور جو جمیع احکام میں بلا تفاوت عین ہو تفاضل میں بھی عین ہوگا کہ یہ بھی ایک حکم ہے لہذا نوٹ میں تفاضل حرام اس میں کبریٰ تو واضح ہے کہ محتاج استدلال نہیں اور حدیث کا اس سے بے علاقہ ہونا بھی واضح۔ ساری برق ریزی ثبوت صغریٰ میں فرمائی ہے جس کی خدمت گزاری گزری کہ ایک حرف بھی ٹھکانے کا نہیں مگر یہ فرمایئے کہ حدیث اس کا کیا ثبوت دیتی ہے اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر شخص اور اس کی نیت اس سے کیا ثابت ہوا کہ نوٹ عرفاً جمیع احکام میں ثمن خلقی کا عین ہیں ہاں یہ کہتے کہ جب اہل عرف نے دیدہ و دانستہ کاغذ کو کاغذ سیم و زر کو سیم و زر سمجھے ہوئے نیت کر لی کہ یہ کاغذ جمیع احکام میں سونے چاندی کا عین ہے تو ان کے حق میں عین ہو گیا کہ اعمال نیت پر ہیں اور ہر شخص اور اس کی نیت **اقول** نوٹ کا بعینہ سونا چاندی ہونا کوئی عمل نہیں بیع و شرا وغیرہ معاملات عمل ہیں اور نوٹ کا عمل اور عمل تابع نیت نہیں ورنہ عندیہ کاغذ سیم لازم آئے نہ وہ جہ میں ماں ہونے کی نیت اسے حرام ابدی کر دے حالانکہ بنفس قطعی قرآن اُسے ماں کہنے کی صریح تصریح بھی حرام نہیں کرتی صرف یہ قول باطل و گناہ ہوتا ہے قال اللہ الذین یظہرون منکم من نساء محمد ماھن

تم میں جو اپنی عورتوں کو اپنی ماں کہیں وہ ان کی ماں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بیشک فرور
 بری اور تھوٹی بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ فرور معاف کر نیوالا اور بخشنے والا ہے اور عکس کی نیت اور بھی شذیح و نذاک
 تر ہے یو ہیں اگر مفرض غلط تسلیم کر لیا جائے کہ اہل عرف نے نیت کرنی کہ نوٹ بعینہ ثمن خلقی اور بدلتہ سونا چاندی ہے تو ان
 کی نیت سے نہ وہ کاغذ سے سونا چاندی ہو جائیگا نہ اصطلاحی سے خلقی ان کا اختیار اصطلاح تک ہے تو اس سے ثمن اصطلاحی
 ہو گا نہ خلق و آفرینش پر کہ ثمن خلقی ہو جائے لا تسبیلی خلقی اللہ بھر فرمائے حدیث کو یہاں سے کیا علاوہ ہوا قولہ دلکل
 امرئ مائونى اقول الحمد للہ حدیث کا یہ جملہ تو ہمیں کو مفید ہے آپ کی خاطر سے پہلا باطل یہ تسلیم کر لیں کہ اہل عرف نے وضو
 کر کے نیت باندھ لی ہے کہ نوٹ بعینہ سونا چاندی ہے دوسرا اس سے بڑھ کر اشد باطل یہ مان لیں کہ دید و دانستہ ان کی
 اس غلط نیت سے شرع نے بھی ان کے حق میں اسے سونا چاندی کر دیا تیسرا سخت باطل یہ اور ڈھلے کہ شرع نے اسے سونا
 چاندی مان کر خود سونے چاندی میں جو حکم شرعی تھا کہ تفاضل وزن میں حرام ہے نہ کہ مالیت میں اس زبردستی کے سونے
 چاندی میں اسے بالکل پلٹ دیا کہ اس میں تفاضل مالیت میں حرام ہے نہ کہ وزن میں اب تو بالکل سب گڑھتیں آپ کی
 من مانتی مان لیں مگر الحمد للہ یہی حدیث بتا رہی ہے کہ اب بھی دس روپے کا نوٹ زید و عمر باہم سو روپے کو بیچیں مول لیں
 خواہ ایک روپیہ کو سب حلال۔ جناب من جب یہاں تفاضل کا معنی مالیت پر ٹھہرا اور نوٹ کی یہ مالیت بھی خلقی نہیں محض اصطلاحی
 ہے آپ خود فرما چکے ہیں کہ وہ کاغذ دو پیسہ کا بھی نہیں تو اہل عرف ہی کی اصطلاح و نیت نے اسے دس روپے کا کر دیا اور انکی
 اصطلاح و نیت ان دونوں عاقدوں پر حاکم نہیں انھیں اپنی جدا اصطلاح و نیت کا اختیار ہے آپ خود حدیث نقل کرتے ہیں
 لکل امرئ مائونى ہر شخص کے حق میں اس کی اپنی نیت کا اعتبار ہے نیز رسالہ کا ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲ و ۱۶۳
 ملاحظہ ہو تو جب زید و عمرو نے اپنے معاملہ میں اس اختیار کی بنا پر جو شرع مہر نے ان کو دیا اصطلاح عام کی پیروی نہ کی بلکہ
 اس سے عدول کر کے جو نوٹ عرف عام نے دس روپے کا ٹھہرایا تھا سو روپے یا ایک ہی روپیہ کا قرار دیا ان پر اصلا اس میں
 مواخذہ نہیں نہ زہار مالیت میں کچھ تفاضل ہوا کہ مالیت پر بنائے اصطلاح تھی ان کے حق میں وہی مالیت ہے جو انھوں نے
 باہم قرار دے لی اس لئے کہ لکل امرئ مائونى ہر شخص اور اس کی نیت حدیث سے اچھا استدلال کرنے چلے کہ اور
 لینے کے دینے بڑ گئے (لطیفہ جلیلہ) یہ چمکتی ہوئی دلیل جسے مولوی صاحب نے گل سرسبد بنایا اور آخر میں ہذا اما
 سنخ لی فرمایا یعنی یہ وہ ہے جو اچانک میرے خیال میں آیا مولوی صاحب کی اپنی سخی بازو نہیں بلکہ اسی فقیر بارگاہ قدیر
 غفرلہ کے فتویٰ سے افذ کی ہے میں برس ہوئے فقیر کے پاس اس کا سوال آیا تھا کہ نوٹ پر بٹا لگانا مثلاً سو روپے کا نوٹ
 تنانوے میں خرید لینا جائز ہے یا نہیں فقیر نے نظر فقہی کا مقتضی جو از بتایا اور تنویر الابصار و عامہ کتب سے اس پر استدلال
 کیا میرا یہ فتویٰ مولوی صاحب کے یہاں پہنچا جسے انھوں نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں درج کیا کہ اس کی جلد دوم میں فتویٰ حامی
 سنت جناب مولانا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ طبع ہوا اور وہیں سے مجھے ملاکہ اس وقت

مک لکھے اپنے خادے رکھنے کا التزام نہ تھا اور اسی سے حضرت فاضل رامپوری کا فتویٰ معلوم ہوا جس پر مجموعہ فتاویٰ مولوی لکھنوی صاحب میں نمبر ۱۲۳ ہے اور میرا فتویٰ نمبر ۱۲۴ ہے دونوں حکم جواز ہے پھر ایک چار سطرے فتویٰ بعض علمائے مدراس کا نمبر ۱۲۵ ہے اس میں بھی جواز ہی کا حکم ہے اس کے متصل نمبر ۱۲۶ میں مولوی صاحب کا یہ فتویٰ ہے جس میں انہوں نے فتویٰ فقیر کے بعض کلمات سے تعرض کیا اور باقی کا کچھ جواب نہ دیا میں نے اس بنا پر کہ نوٹ بہت جدید حادث ہے کتب فقہیہ میں اس کا ذکر مصرح نہیں مگر تمام کتب کا ضابطہ کلیہ حکم جواز بتا رہا ہے حکم لکھ کر اوہام کا جواب دے کر آخر میں ہذا ما ظہر لی و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم لکھا تھا مولوی صاحب نے اس بنا پر کہ میرے کلام کا کوئی جواب کتاب سے نہ دے سکے اپنے خیالات پر عمل ہوئے آخر میں ہذا ما منعی لی و اللہ اعلم بالصواب لکھا یہ دلیل کہ مولوی صاحب کی معتد ہوئی فقیر نے پہلے ہی اپنے فتویٰ میں بنام وہم لکھ کر رد کر دی تھی مولوی صاحب نے دلیل تو اٹھائی اور رد کے جواب سے عہدہ برائی نہ کی میرے فتوے میں بعد بیان حکم و عبارت کتب تھا مسئلہ کا جواب تو اسی قدر ہے ہو گیا لیکن غیر فقیر کو ایسی جگہ یہ وہم گزرتا ہے کہ ہر چند اصل حقیقت میں نوٹ صرف ایک پیچھے ہوئے کاغذ کا نام ہے مگر عرف و اصطلاح میں گویا وہ بعینہ روپیہ ہے اس لئے ہر جگہ روپے کا کام دیتا ہے لین دین میں سو روپے کا نوٹ دینے اور سو روپے دینے میں ہرگز تفاوت نہیں سمجھا جاتا عموماً اس کے ساتھ معاملہ آسان برتا جاتا ہے تو گویا وہ سو روپے تھے کہ بعض تانوسے کے خریدے گئے اور اس کی حرمت میں کچھ شبہ نہیں تو صورت مستفسرہ میں حکم تحریم دینا چاہئے دیکھئے اسی وہم کو مولوی صاحب نے اخذ کیا اور دلیل بنایا جس مضمون کو میں نے چار پانچ سطر میں ادا کیا تھا مولوی صاحب نے اسی کو صفحہ بھر میں پھیلا یا مگر انصوس کہ پھر بھی ویسا ادا نہ ہو سکا اولاً مولوی صاحب نے من خلتی سے عینیت لی جس سے تحت میں اجناس داخل اور اس کے سبب جو اعتراضات ہوئے آپ نے سنے ہیں نے ابتدا ہی روپے کی تخصیص کی کہ گویا وہ بعینہ روپیہ ہے ثانیاً مولوی صاحب نے عینیت فی الواقع ثابت مان لی کہ بار بار فرمایا میں من سمجھا جاتا ہے فرمایا عین من خلتی ہے اس پر جو اعتراضات تاہرہ وارد ہوئے ناظرین کے پیش نظر ہیں فقیر نے انہیں کے انداد کو لفظ گویا زائد کر دیا تھا کہ گویا بعینہ روپیہ ہے۔ گویا وہ سو روپے تھے ثالثاً مولوی صاحب نے اہل عرف کے سر یہ تمہو پاکہ نوٹ عرفاً جمیع احکام میں عین من خلتی سمجھا گیا جس کا رد سن چکے ہیں نے اسے ان نفلوں میں ادا کیا تھا کہ عموماً اس کے ساتھ معاملہ آسان برتا جاتا ہے جس سے وہ اعتراض کہ برائے لفظ احکام وارد ہے وارد نہ ہوا ہاں میں غیر فقیر کے لئے بھی یہ وہم پسند نہ کیا تھا کہ نوٹ بیچنے میں اس کی قیمت یعنی مقصود نہیں ہوتی بلکہ سو روپے بیچنا اور روپوں کی قیمت لینا منظور ہوتا ہے یہ خاص مولوی صاحب کا حصہ ہے اس کے اعتبار سے ان کا ما منعی لی فرمایا بجائے لکل ما قطعاً لا قطعاً اب جواب کی طرف چلے فقیر نے دفع دخل کے لئے وہ وہم ذکر کر کے لکھا مگر جسے فن شریف فقہ میں کچھ بھی بصیرت حاصل ہے اس کے نزدیک اس وہم کا ازالہ نہایت آسان ہے پھر مال کی چاروں قسمیں جو رسالہ کے ۱۳۲ سے ۱۳۶ تک گزریں بیان کر کے لکھا نوٹ کے ساتھ اگر معاملہ آسان برتا جائے تو غایت دیرہ قسم رابع سے قرار پائے گا کہ اصل خلقت

میں سلع ہے مگر بسبب تعارف ثمن ٹھہرا ہوا ہے اور از انجا کہ اثمان اصلہ سوا سیم وزر کے کچھ نہیں لہذا اہل عرف اگر فریض کو ثمن کرنا چاہیں تو ناچار اس کی تقدیر اثمان خلیقہ ہی سے کریں گے اس لئے پیسوں کی مالیت یوہیں بنائی جاتی ہے کہ روپے کے سولہ آنے پس نوٹ کو جب عرف ثمن کرنا چاہا اس کے اندازہ میں بھی اہل ثمن کی جانب رجوع فرود ہوئی اور یوں ٹھہرایا گیا کہ فلاں نوٹ سو روپے کا فلاں دو سو فلاں ہزار کا مگر یہ صرف تقدیر ہی تقدیر ہے اس سے اتحاد جنس و قدر ہرگز لازم نہیں آتا جیسے اندازہ فلوس سے چونکہ پیسے روپے کا عین نہ ہونگے یوہیں اس قرار داد سے وہ نوٹ حقیقہ سو روپے یا چاندی نہ ہو جائیگا پس علت ربا کا تحقق ممکن نہیں۔ باقی رہا عرف و اصطلاح اس کا اتباع عاقدین پر باہیں ضرور نہیں کہ جو قیمت انھوں نے ٹھہرا دی ہے یہ اس سے کم و بیش نہ کر سکیں یہ دونوں اپنے معاملہ میں مختار ہیں چاہیں سو روپے کی چیز ایک پیسے کو بیچ ڈالیں یا ہزار اشرفی کو خرید لیں صرف ترافی درکار ہے و بس امام علامہ علی الاطلاق نفع القدر میں فرماتے ہیں لو باع کاغذ کا بالف یجوز نہ لا یکر الی آخر نہ دیکھا ایک روپے کے پیسے بتعین عرف ہمیشہ معین رہتے ہیں مگر علمائے اٹھنی سے زیادہ کے عوض میں آٹھ آنے بیچارہ رکھا اور سب جانتے ہیں کہ ایک اشرفی کئی روپے کی ہوتی ہے لیکن فقہانے ایک روپے کے عوض ایک اشرفی خریدنا جائز ٹھہرایا تو دیکھا ہے وہی اختلاف جنس جس کے بعد تفاضل میں کچھ حرج نہیں رہتا پھر ان مسائل کے ثبوت میں درختار کی عبادتیں لکھ کر کہا، جب یہاں تک شرعاً جائز رہا تو سو روپے کا نوٹ نانورے کے عوض خریدنے میں کیا حرج ہو سکتا ہے کہ یہاں تو نہ قدر متحدہ جنس واحد الی آخر یہ ہے بحمد اللہ تعالیٰ وہ نفیس منیر تقریر کہ بیگاہ اوجین قلب فقیر پر فیض قدیر سے فائز ہوئی تمام رسالہ گویا اسی کی شرح اسی کے اجال کی تفصیل ہے و الحمد للہ سب العلیان میرے بیان کا حال چند مرتبے (۱۱) نوٹ اور روپے ایک جنس نہیں (۱۲) ان میں قدر مشترک نہیں (۱۳) نوٹ کے ساتھ اہل عرف کا معاملہ اثمان برتنا اسے ثمن اصطلاحی کریگا نہ کہ خلقی (۱۴) روپیوں سے اندازہ قیمت نے اسے روپے نہ کر دیا ہر اصطلاحی کا اندازہ خلقی ہی سے ہوتا ہے جیسے پیسے (۱۵) اصطلاح کی بیروی عاقدین پر نہیں وہ اپنی ترافی سے جو چاہیں کم و بیش کریں (۱۶) علمائے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچنا جائز فرمایا (۱۷) پیسوں میں اصطلاح عام کی مخالفت جائز فرمائی (۱۸) خود ثمن خلقی روپے اشرفی میں مخالفت عرف عام کی اجازت دیا کہ ایک روپیہ ایک اشرفی کو بیچیں۔ مولوی صاحب نے اولاً یکم کے جواب کو وہی وہم سیکھا جسے لفظ گویا اٹھ کر بالکل کھویا مگر دوم سے کچھ تعرض نہ کیا یا شاید اپنے زغم میں عنیت عرفیہ فی الاحکام کہتے کہتے عنیت حقیقہ فی الاجتام سمجھئے ہوں یعنی ہم نے کاغذ کو پیٹ پاٹ کر چاندی سونا تو کر دیا پھر اتحاد قدر کیوں نہ ہو گا کہ شے اپنے نفس سے مختلف نہیں ہو سکتی شائیا ادعائے عنیت پر وہی وہم والی ایک دلیل لائے کہ نوٹ عرفاً جمع احکام میں عین ثمن خلقی سمجھا گیا اور آخر فتوے میں اتنا اور بڑھائیں گے کہ اور تمام مقاصد ثمن خلقی کے اس کے ساتھ متعلق ہوئے اسی کو میں نے ان صحیح و مختصر الفاظ سے تعبیر کیا تھا کہ عموماً اس کے ساتھ معاملہ اثمان برتنا جاتا ہے میں نے امر سوم میں جو اس کا رد کیا تھا کہ اس سے ثمن اصطلاحی ہوا نہ خلقی اس کا جواب غائب شائیا اس پر دوسری دلیل بھی وہی وہم والی لائے

جسے بیگہوں میں پھیلا یا اور بات اتنی ہی ہے جو میں نے لکھی کہ لین دین میں سوکانوٹ اور سو روپے میں تفاوت نہیں سمجھا جاتا اور میں نے امر حیاہ میں جو اس کا رد کیا کہ عرف نے اُسے ثمن بنایا اور اصطلاحی کا اندازہ خلقی ہی سے ہو گا لہذا اس نوٹ کا اندازہ سو سے کیا اور سو روپے کی جگہ کام آیا جیسے سولہ آنوں کا اندازہ سو روپے سے کیا اور روپے کی جگہ کام آئے نہ یہ کہ نوٹ یا پیسے روپے کا عین ہونگے اس کا جواب غائب راجعاً امر خیم میں جو میں نے ایک عظیم قاصر رد کی طرف اشارہ کیا تھا جو سب کچھ مسلم پھر کر لگی نہ رکھی جس کا بیان ابھی صفحہ ۱۳۴ میں گزرا اور جس پر نفوس جلیلہ کتب مذہب اور خود قرآن عظیم و احادیث نبی کریم جلد و علی آذ فضل الصلاة و التسليم شاہد اُس کا جواب غائب خامساً تبین امر باقی کہ میں نے اسی امر خیم کے نظائر دکھائے تھے ان میں بھی امر خیم یعنی روپے اشرفی کی کرسی مثال کا جواب غائب اور سقیم کے جواب کی خدمتگزاری سُن چکے اور ششم کا جو مزہ دار جواب سب میں آخرو دیا ہے اس کا لطف انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اٹھائے گا فرض آٹھ باتوں میں پانچ کا جواب کچھ نہ دیا اور تین کا جواب وہ دیا کہ نہ دینا اُس سے ہزار جگہ بہتر تھا اکھبر لکھنا اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں گستاخی معاف وہ جلد آکا بر فضلا کہ ائمہ مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال کو پرکھنے کا ادعا رکھیں کہ قال ابو حنیفہ کذا و الحنفی کذا ابو حنیفہ نے یوں کہا اور حق یوں ہے استدلالاً لاجب حنیفہ جو جو لا و الکل باطل ابو حنیفہ کے لئے متعدد دلائل بیان کئے گئے اور سب باطل ہیں ہضنا و ہمدا و ہمدا آخر لصاحب الکتاب یہاں اس کتاب والے یعنی سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک اور وہم ہے ایسے گرانمایہ اجتہاد پایہ حضرات کسی مسئلہ میں ابو حنیفہ کے گدایان در کے علاوہ غلام کی خاک پا کے زلہ رباؤں کے ادنیٰ خوشہ چیس سے خلاف کریں تو اپنے لئے دلیل اُسی سے سیکھ کر نکھیں اور وہ بھی جس روش پر اُس نے او کی ادانہ کر سکیں پھر اُس نے جو اُس کے جواب دیئے اُن سے عمدہ برانہ ہوں اُس کے کلام کے مقاصد و فوائد تک نہ پہنچیں اکثر سے سکوت کریں اور بعض کا جواب محض نامصواب دیں۔ طولانی تقریر فرمائیں جس کا فقرہ فقرہ جملہ و انکل باطل کے گہرے رنگ میں رنگا ہو ایک ایک لفظ ایک ایک حرف پر ہضنا و ہمدا آخر کا ڈیرا پڑا ہو یہ امام الائمہ سراج الامم کا شرف النعمہ مالک الازمہ نائل العلم من الثریا ابو حنیفہ اور اُن کے چھوٹے بیٹے امام ربانی محمد بن محمد بن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کرامت نہیں تو کیا ہے۔ حاشا میں اس سے مولوی صاحب کی کسرنا نہیں چاہتا وہ ایک وسیع اباع طویل الذراع فاضل طباع ہیں اور فقیر حقیر ایک غریب طالب علم قاصر القدرۃ قلیل المقدار اپنے مولا کریم علیہ افضل الصلاۃ و التسليم کی بشارت عظیم فطوحی اللعنا جاء کا بلا استحقاق محض اُن کے فضل سے امید وار بلکہ مقصود اپنے ائمہ کرام کی کرامت عالیہ کا اظہار ہے و بس ابھی تیری بشمار رضا میں ابو حنیفہ پر اور اُن سب پر جو عقائد میں اُن کے موافق ہو کر اعمال میں اُن کے مقلد ہیں یوں ہی بقیہ ائمہ مجتہدین کرام اور اُن کے ایسے ہی مقلدوں پر تار و زقیام و علی حبیبنا و شفیعنا افضل الصلاۃ و التسليم اتنا ملحوظ رہے کہ میدان مجد اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھ ہے مقاصد بحث پر ہمارے سب اعتراض حق و لا جواب ہیں اور بعض کہ بیان مولوی صاحب پر ہیں اگر اہل تاویل تبدیل و تحویل کریں تو بعد و رد و اعتراض تسلیم اعتراض ہے کاش مولوی صاحب اس شبہہ کا بیان ہم سے کر لیتے تو بہت بادی چھنٹ جاتی اور ہمارے قلم کو بھی آرام ملتا کہ رد

ہیں ایک مختصر سا کلام ہوتا اور کوئی آپ کو یہ بھی نہ کہتا کہ کہا اور کہنا مگر مولوی صاحب کی عنایات نے وسعت دکھائی کہ یہاں تک نوبت آئی بہر حال ہمیں ہر طرح نفع ہے و اللہ الحمد تسخیر حلیل چلنے وقت سب سے بھاری خود اپنی دھوم دھماکی گواہی لیتے جائیے کہ نوٹ اور روپوں میں رہا ممکن ہی نہیں آپ کے فتاویٰ کی تیسری جلد جس کے سوالات خود آپ نے پیدا کر کے اُن کے جواب لکھے اور اُن میں دو جلدیں پیش کے اخلاط کی جا بجا اصلاح کی جیسا کہ ناظرین پر مضمی نہیں اُسی کے باب الربا کا پہلا سوال جواب دیکھے جس میں آپ نے ربا کی تعریف لکھی ہے اور دل ہی دل میں انصاف کر لیجئے کہ یہ تعریف مسئلہ نوٹ میں کیونکر صادق آسکتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں سوال ربا چیست جواب فضل احمد المتعالمین کیلئے یا وزنا بردگے در معاوضہ مالہ بلا عوض در برابر ارق می آرد و لیس المراد مطلق الفضل بالاجماع فان فتحه الا سواق فی مسائلہ جلا و المسلمین للا متفضال و الاسترباح و انما المراد فضل مخصوص و هو فضل مال بلا عوض فی معاوضہ حال ہمال ای فضل احد المتعالمین علی الآخر بالمعیار الشرعی ای الکیل و الوزن اتھی دیکھیے کیسی کھلی تصریح ہے کہ مرزیاوت سود نہیں بازار کھلے ہی اس لئے ہیں کہ زیادت سے نفع ہاتھ لگے بلکہ سود ہونے کو فرد ہے کہ دو متحد جنس چیزوں میں کہ دونوں وزنی یا دونوں کیلی ہوں کہ تول یا ناپ سے کئی ہوں ایک دوسری سے خاص اُسی ناپ یا وزن میں زائد ہو اس کے سوا کسی اور بات میں زیادتی کا یہاں لحاظ نہیں بیشک ہمارے علم کے اجماع سے ربا کی یہی تعریف ہے شکر ہے کہ اس کے آپ مقرر ہوئے اور الکل باطل نہ فرما دیا مگر اس اقرار نے اُس تقریر کو الکل باطل بنا دیا نوٹ اور روپے سرے سے ایک جنس ہی نہیں بچ بھی جانے گا کہ چاندی اور کاغذ ایک جنس نہیں ہو سکتے اور بغرض باطل جانتے ہی تو نوٹ تول کر نہیں جکتا اور اگر تول بھی موجود ہو تو سو کا نوٹ سو کو بیٹا بھی قطعی سود ہو کہ سو روپے بلاشبہ تول میں نوٹ کیے ہیں زائد ہیں اور آپ اسی کو واجب کر رہے ہیں تو آپ نے سود نہ صرف حلال بلکہ واجب کر دیا تو مفروضی ہے کہ نوٹ اور روپے ایک جنس نہیں یا تول نہیں یا دونوں نہیں بہر حال آپ ہی کے اقرار سے کھل گیا کہ چاہے دس کا نوٹ لاکھ روپے کو بیچے یہاں ربا ہی نہیں سکتا کہ یہ اس کی تعریف ہی میں داخل نہیں و هو المقصود قولہ اور اگر اس میں ربا حقیقہ نہ ہو تو شبہ ربا سے تو مفروض نہیں اور تمام کتب فقہ میں مرقوم ہے شبہ ربا باعث حرمت ہے۔ اقول اولاً یہ مولوی صاحب کا دوسرا پہلو ہے۔ خود بھی سمجھے کہ یہاں ربا کی گاڑی چلتی نظر نہیں آتی لہذا شبہ کے ٹھیلے کی طرف جھکے مگر کیوں مفروض اس کا ثبوت فی البطن۔ مولوی صاحب کو اولاً منفع کرنا تھا کہ شبہ ربا کا مناط یہ ہے جہاں یہ پایا جائے شبہ متحقق ہوگا۔ ثانیاً ادھر ادھر خوب جھانک لینا تھا کہ تصریحات ائمہ سے اس پر نفع تو نہیں پڑتا کہ تنقیح کا نتیجہ کر دے۔ ظاہر ہے کہ نوٹ میں تحقق شبہ منصوص نہیں کہ تقلید حکم مان لینا پڑے اگرچہ دلیل پر ہمارے فہم میں ہزار شبہ ہوں ہم حکم کے مقلد ہیں نہ کہ دلیل کے منقذ۔ بہت دلائل علمائے متاخرین شکر اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اپنے فہم سے استنباط فرمائے ہیں اُن میں کسی دلیل کا تزلزل حکم کا بطلان نہیں ممکن کہ مجتہد کے پاس اور دلیل ہو اور یہاں تو آپ کو خود اثبات حکم کو نامہ توجہ تک مناط کامل طور پر مضبوط اور تمام نقوض و شبہات سے منزہ نہ کر لیجئے نواز بانی قیاس مضمون ہو گا

ثالثاً اس سب کے بعد یہ ثبوت دینا تھا کہ وہ مناظ لوٹ میں متحقق۔ اس وقت آپ کا فرمانا قابل سماعت ہوتا اور خالی دعویٰ تو پادرو ہوا **ثانیاً** اپنی جلد سوم باب الربا کا فتویٰ یاد کیجئے کہ چھٹانک بھر گیبوں سوا سیر گیبوں کے عوض بیچنا آپ نے جائز مانا یوں ایک سبب دو سبب کو یہاں تو جنس یقیناً متحد تھی اور زیادتی بدامتنہ معلوم یہاں شبہہ ربا کیوں نہ جانا آپ کی عبارت یہ ہے۔ سوال یہ ایک سبب عوض دو سبب با بیع بکشت مقدم عوض دو وقت مقدم جائز است یا نہ۔ جواب جائز است چرعیار شرعی نصف صاع ست نہ کم از اس پس در کم از نصف صاع تفاضراً درست است در عالمگیر یہی آر و یوں مزاجیح المحفنة بالمحفتین و التفاحۃ بالتفاحتین و ما دون نصف الصاع فی حکم المحفنة انفق **ثالثاً** رسالہ ^{۱۹۰۹ھ} پر بجز اوراق کا ارشاد دیکھئے کہ ایک پیسہ سو پیسے کو بیچنا جائز یہاں بھی اتحاد جنس قطعی اور زیادتی بدیہی پھر شبہہ ربا کیوں نہ ہو **رابعاً** آپ کو اگر کاغذ اور چاندی کا دو جنس ہونا نہ معلوم ہو تو انھیں اہل عرف سے پوچھ دیکھئے جن پر آپ کے خیال کا سارا دعوہ ہے کہ وہ جس طرح یوں کہتے ہیں کہ یہ اشرفی پندرہ کی ہے یہ بیس کی یہ پیسے اشرفی کے ہیں یہ جوانی کے یہ نہیں کہتے کہ یہ اشرفی پندرہ روپے ہے یہ پیسے اشرفی جوانی ہیں اسی طرح یوں کہتے ہیں کہ یہ نوٹ دس کا بیس ہے یہ سو گنہیں کہتے کہ یہ نوٹ دس روپے ہے یہ سو روپے ہے خود آپ نے فرمایا ہے کہ نوٹ سو روپے کا کوئی ہلاک کر دینے اور فرمایا سو روپے کا نوٹ جب بیچا جاتا ہے اور فرمایا نوٹ سو روپے کا دیوے اتنا دینا جس کا نشہ اس سے اتنا کر وہ مسائل یاد کیجئے جو ائمہ کرام نے فرمائے کہ (۱) ایک روپہ ایک اشرفی بلکہ سوا اشرفیوں کو بیچنا جائز ص ۱۶۲ (۲) ایک پیسہ ایک روپہ بلکہ ہزار روپیوں کو بیچنا جائز ص ۱۹۶ و ۱۹۷ (۳) ایک اشرفی ایک پیسہ کو خریدنے میں نہ رہا ہے نہ شبہہ ربا ^{۱۹۰۹ھ} ان میں شبہہ ربا کیوں ہوا **خامساً** بتصریح ائمہ یہاں شبہہ علت مثل علت اور حکم علت لازم علت تو یہاں علت ہو **شبہہ علت** بہر حال لازم حکم علت اور حکم علت تحریم تفاضل فی القدر ہے تو سو کا نوٹ جو آپ سو کو بیچنا جائز کہ رہے ہیں مراۃ سود حلال کر رہے ہیں **قولہ** علاوہ ازیں جو بیع و شرائے نوٹ میں تفاضل اختیار کرے گا مقصود اس کو بجز دس کے کہ بعض کم روپے کے زیادہ روپے حاصل ہو جائیں اور کچھ نہ ہوگا مگر بطور حیلہ کے وہ نوٹ کا معاملہ کریگا اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے از کتاب حیلہ سے حکم علت کا نہیں ہو سکتا **اقول** اولاً قصور معاشی ص ۱۱۱ معنی از بادہ شبانہ ہونوڑ جو بوض کم روپہ کے کہنا باطل ہے نوٹ والے کی طرف سے تو نوٹ ہے روپہ ایک بھی نہیں نہ کم نہ زائد۔ ہاں یوں کہئے کہ کم روپیوں کا مال دے کر زیادہ روپے حاصل کرنا۔ ہاں یہ بیشک مقصود ہے پھر اس میں کیا گناہ ہے دنیا بھر کی تجارتیں اسی لئے ہوتی ہیں آپ خود جلد ۲ میں بجز اوراق سے نقل کر چکے ہیں کہ مطلقاً زیادتی بالاجماع حرام نہیں تمام جہاں میں بازار اسی لئے کھولے گئے ہیں کہ زیادتی نے نفع حاصل ہو **ثانیاً** آپ کی علاوہ ازیں کہہ رہی ہے کہ اب ربا و شبہہ زیادتی سے قطع نظر فرما کر یہ تیسرا پہلو لیا ہے کہ اگرچہ یہاں ربا سے کچھ علاوہ نہ ہو ربا تو ربا اس کا شبہہ بھی نہ ہو مگر اس نے زیادہ طے کا حیلہ کیا ہے اس لئے (ذبردستی) حرام ہے اب فرمائیے اگر زید عمرو سے سو روپے قرض مانگے عمرو کاغذ کا ایک سادہ پرچہ اس کے ہاتھ مثلاً سال بھر کے وعدہ پر یا نقد پچیس روپے کو بیچے وہ قبول کرے پھر عمرو سو روپے زید کو قرض دے اور قرض کے بدلے سو کے سو جملے پچیس اپنے اس کاغذ کے جدا لازم کرے تو اس میں حرمت کہہ کر سے آئے گی آیا اس لئے کہ کاغذ کا سادہ پرچہ پچیس

روپے کو بیچا تو آپ تو ابھی فرمایا نوالے ہیں کہ سادہ پرچہ ہزار روپیہ کو بیچنا جائز ہے پچیس کو کیوں حرام ہوا یا اس لئے کہ اس نے اس فعل سے نفع حاصل کرنا چاہا تو وہ صورت بتائیے کہ کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچے اور نفع لینا نہ ہو یا اس لئے کہ قرض پر نفع لینا ہے قرض میں تو وہ پورے سو کے سولے رہا ہے اس پر نفع کہاں یا اس لئے کہ یہ نفع بسبب قرض ہے تو قرض تو اس وقت تک دیا بھی نہیں سبب کہاں سے متحقق ہوا یا اس لئے کہ اُن کے دل میں تو آئندہ قرض لینے دینے کی نیت ہے تو اس کا ثبوت شرع سے دیجئے کہ آئندہ سال قرض کا لین دین ہو یا نہ ہو تو آج بیچ پر نفع لینا حرام ہو جائے وہ بیع کہ بلاشبہ حلال تھی حکم تجویم پائے حالانکہ یہاں تو آئندہ لین دین ہونا بھی معلوم نہیں آئندہ غیب ہے اور غیب مہول اور انسانی ارادہ ممکن المتخلف نکاح میں کہے کہ میں نے تجھے ہینڈ بھر یا دس برس بلکہ سو برس کے لئے اپنے نکاح میں لیا تو ناجائز و حرام اور اگر نکاح کرے اور ارادہ صرف ہینڈ بھر یا ایک ہی دن رکھنے کا ہو تو بیشک حلال **مثلاً** ص ۱۹۲ پر وہ تصریحات ائمہ کرام مثل امام شمس اللہ حلوانی و امام شمس اللہ بزرگوری و امام بکر خوارزمی و ابو الرائق و رد المحتار وغیرہ یاد کیجئے کہ پہلے بیع کر کے پھر قرض کا لین دین کریں تو ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم امام ابو یوسف امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کے نزدیک بالاتفاق بلا کراہت جائز و حلال ہے کہئے یہ کیوں حلال ہوا ظاہر ہے کہ یہ معاملہ اُس نے زیادہ لینے ہی کے لئے بطور حیلہ کیا **والبعثا** اپنی یاد کیجئے جلد دوم فتویٰ نمبر ۴۴۲ میں حکم تھا کہ گہیوں قرضوں نرخ بازار سے کم کو بیچنا جائز ہے اس پر سائل نے شبہ کیا تھا کہ یہاں ربا نہیں تو شبہ تو ہے اور شبہ بھی مثل حقیقت حرام۔ اُس کا آپ نے جواب فرمایا کہ خدشہ ربا کا یوں مدفوع ہے کہ گندم وغیرہ اقسام غلبہ بوض و رابح و دنیا نیر کے فروخت کرنے میں ربا نہیں ہے اور نہ شبہ ربا اگر دو سیر گہیوں کا بازار میں مثلاً دو آنے کو ملتا ہے کوئی شخص بوض ایک روپیہ نقد بیچے تو بھی درست ہے ایسے ہی اگر نسیہ میں قیمت بڑھائے اور مشتری راضی ہو جائے تب بھی درست ہے **اقول** یہ اب بھی تب بھی، فقط اٹھ گنی قیمت تک حلال ہے یا بلا قید۔ بر تقدیر اول کیا دلیل شرعی ہے کہ ہمارے گہیوں ایک روپیہ کو بیچنا حلال اور دو یا دس یا سو کو حرام۔ چو اب از سرگزشت چہ یک نیزہ چہ یک دست۔ بر تقدیر ثانی ہر ماثل جانتا ہے کہ کوئی ذی عقل دو آئندہ کے گہیوں سو روپے بلکہ انصافاً ایک روپے کو بھی ہرگز خریدنے نہ بیٹھے گا جب تک کوئی دباؤ نہ ہو اور بیچنے والا مال دے کر سو روپے لینے میں فرور براہ حیلہ زیادہ سانی ہی چاہے گا پھر ربا و شبہ ربا نہ ہی جیسا کہ اب آپ کو اس تیسرے پہلو پر نوٹ میں بھی ملحوظ نہیں مگر معاملہ حیلہ کے سبب حکم حرمت آنا لازم تھا **مسئلہ** ۸۵ تا ۸۵ وہ چھ جیلے یاد کیجئے جو ائمہ کرام نے ارشاد فرمائے اور رسالہ کے صفحہ ۱۴۵ سے ۱۴۶ تک گزرنے میں از کتاب حیلہ سے حکمت کیجئے ہو گیا سادہ سا یہی چھ کیا ہزار باجیل ہیں جن کی تصریحات جلیہ کلمات ائمہ میں مذکور اگر ان کو جمع کیجئے تو آپ کی اس جلد بھر سے زیادہ ہوں گے سر دست علیگری کی کتاب الجیل ہی ملاحظہ ہو کہ ساری کتاب کی کتاب اسی میں ہے **سابعاً** آپ خود اپنی ہی نہ کہئے سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موکلا میں روایت فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خرمایا خرمایا خرمایا برابر کر کے بیچو۔ اس پر عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ خیر پر حضور کے صوبہ تو دو صاع کو ایک صاع لینے ہیں ارشاد ہوا نہیں

بلو وہ حاضر ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ عرض کی یا رسول اللہ وہ قسم جمع کی دو ہی صاع کو
 جنب کی ایک صاع بیچتے ہیں یعنی برابر کو مل ہی نہیں سکتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیح الحج بالمدراہم
 و اشتر بالمدراہم جنباً یہ قسم روپوں سے بچکر وہ قسم روپوں سے خرید لے اس پر آپ حاشیہ لکھتے ہیں علمہ
 صورت کا داخل فیہ الرباع حصول المقصود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو وہ صورت سکھادی جس میں ربا
 نہ آنے پائے اور مطلب حاصل ہو جائے۔ جناب ابن اسی کا نام تو حیلہ شرعیہ ہے پھر اس سے حکم حلت نہ ہو سکتا کیا معنی کیا رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ بات بنا رہے ہیں جس سے حلت نہ حاصل ہو حرام کا حرام رہے و الیغایذ باللہ تعالیٰ ما مننا اس کے
 متصل امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو سعید خدری و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث روایت فرمائی جو رسالہ کے
 پر گزری اُس میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی حیلہ تعلیم فرمایا ہے جس پر آپ نے خود حاشیہ لکھا کہ اشتر الیہ بما
 یجتنب بہ عن الرباع حصول المقصود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ایسی بات کا اشارہ فرمایا جس سے ربا بچ جائے اور
 مطلب ہاتھ آئے سیدنا امام محمد نے یہ حدیث روایت کر کے فرمایا بهذا کلمہ فآخذ دھو قول ابی حنیفہ و العاصمہ
 من فقہائنا یہ سب باتیں ہماری مختار ہیں اور یہی قول امام عظیم ابو حنیفہ اور ہمارے سب فقہاری رسول اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے۔ ربا
 حاشیہ میں آپ کا فرمانا کہ حنیفہ و غیر ہم نے اس سے جواز حیلہ پر استدلال کیا اور حق یہ کہ ایسی جگہ اعتبار نیت کا ہے اقول
 اولاً یہاں کی کیا تخصیص ہے سبھی جگہ اعتبار نیت کا ہے باین معنی کہ بد نیت فاسد ارادے سے جو کام کیا جائیگا ممنوع ہوگا جلد تو جلد
 اگر بد نیت سے نماز پڑھے تو وہ بھی حرام ہو گے

کلید در دو ذمہ ست آن نماز کہ در چشم مردم گزاری دراز

شانیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعلیم فرما رہے ہیں جس کا خود آپ نے اقرار کیا تمام ائمہ مذہب اس پر عمل فرما رہے ہیں
 جس کا امام محمد نے اظہار کیا آپ کی اہل حق کے موافق ہے چشم مارو شن دل ماشاد اور اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے ارشاد اور ائمہ مذہب کے اتفاق کے خلاف کچھ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ چینی چاہتے ہیں جیسا کہ ظاہر عبارت ہے تو
 وہ آپ ہی کو مبارک رہے اہل حق کے نزدیک بچوئے نیر زوہما لئلا آپ نے کچھ کھولی نہیں کہ کیا نیت ہو تو حیلہ جائز اور کیا ہو تو
 نا جائز اگر یہ مقصود کہ بیح میں مبادلہ در اہم حرف برائے نام ہونہ یہ قسم فرما در اہم سے بھی مقصود ہونہ وہ قسم در اہم سے خریدنا
 بلکہ منظور انہیں دو قسم کا باہم مبادلہ ہو اور ذکر در اہم بیح تلجیہ کے طور پر بعض اہم فرضی تو یہ ضرور صحیح ہے مگر امام عظیم و امام محمد و جلد
 ائمہ مذہب نے معاذ اللہ اسے کب جائز کیا تھا حضرت وہ تو حیلہ شرعیہ کو جائز فرما رہے ہیں جس کی خود آپ کے اقرار سے رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم دینا ناپاک حرکت حیلہ شرعیہ ہی کب ہوئی بلکہ قصد شرعی کی مخالفت اور صورتہ عالم القیب کو دھوکا
 دینا پھر آپ نے جلد ائمہ مذہب کے مقابل اپنی اہل حق کی الگ چنائی کا ہے بچوئے۔ اور اگر یہ مقصود کہ اگر یہ قسم روپوں سے بیح کہ وہ قسم روپوں سے
 خریدنی مقصود ہو مگر اس فعل پر باعث وہی عرض ہو کہ یہ قسم ہماری ملک سے خارج ہو کر وہ قسم داخل ہو جائے اسے نا جائز کہتے ہو تو

تصور معاف یہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اصلاح دینی ہے ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ تو درکنار رہے ظاہر ہے کہ اسی
غرض کی تحصیل کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ طریقہ تعلیم فرمایا خود حدیث صحیح مسلم و صحیح بخاری سے ۱۹۴/۱۹۵ پر گزرا کہ
جب تو مولیٰ لینا چاہے تو یوں کر۔ حدیث کی نہ سنئے اپنی ہی دونوں جگہ لفظ دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ صورت
سکھادی جس میں ربایچ جائے اور مقصود حاصل ہو جائے کہتے تو وہ کیا مقصود تھا جس کا حال کرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے تعلیم فرمایا اس کے بعد جو آپ نے امام اعظم و امام محمد و ائمہ مذہب کے رد میں ابن تیم گمراہ کی ایک نقل اس کے اساتذہ ابن تیمیہ
بد مذہب سے ذکر کی ہے اس کا ایک ایک حرف ہذیان یا بجنون کی بڑ ہے آپ خود اس کے بعد اتنا لکھ گئے کہ یہاں تطویل
بخشیں ہیں کہ بسوٹ کتابوں میں ملیں گی جس سے آپ کو کہنے کی گنجائش رہی کہ میں نے اس نقل کو مقبول نہ رکھا لہذا اہم بھی اس کے
رد سے تطویل نہ کریں کہ یہاں تو غرض آپ سے مکالمہ ہے تا سمعاً جانے دیجئے آپ گول ہی رہیں اور نیت کا یہ رد نہ کہولیں اتنا
تو آپ کے بیان سے بھی ثابت ہوا کہ جیلہ نیک نیت سے حلال ہے جناب من پھر یہاں یہ مطلق جبروتی حکم کیا کہ ایسے ارتکاب جیلہ سے
حکم حلت نہیں ہو سکتا قولہ تہذیب الایمان میں ہے اقول مولوی صاحب عجب ہے کہ آپ جیسا عقین جو اتنے اعلیٰ پائے پر
ہو کہ ائمہ تہذیبین صحتی چانچ پر تال کرے ان کا حق و باطل نکالے وہ اور مسائل شریعہ کے لئے سند لانے میں ایسا کرے کہ مجاہد و معتز
دیے وقعت زید و عمرو سب سے استناد کرے کہیں آپ مجالس الابراہ سے سند لاتے ہیں کہیں رسالہ اعلیٰ سے کہیں اور ائمہ کرار بعین
میاں سخن دہلوی سے کہیں اور گھٹ کر ان کے کسی شاگرد کی عمدۃ التحریر سے کہیں سب سے بدتر صراط مستقیم سمعیل دہلوی سے بعض
مجاہد میں یہ آپ کی تہذیب الایمان ہوگی جس پر بعض اصحاب نے کہا کہ آج تک تہذیب المنطق تہذیب الکلام تہذیب الاخلاق
تہذیب الآثار تہذیب النخوسنی تھی معلوم نہیں ان بزرگ کو ایمان میں کیا بے تہذیبی سوچی کہ اس کی تہذیب لکھی آپ استناد کرتے
وقت جب ایسوں کی تقلید تک اتر آتے ہیں تو مسئلہ نوٹ میں حضرت مولانا مولوی محمد ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فتویٰ
آپ کے سامنے تھا اور وہ آپ کے ان اکثر مستندین سے ہر طرح اعلیٰ علم و اعلیٰ فضل و اعلیٰ نفع کا نش اس میں ان کی تقلید فرمائیے تو جھگڑا
چلنا قولہ انما المحرم ان یقصد بالاعتقاد الشریعیۃ غیر ما شرعاً اللہ لہ فیصلہ محاداً لادینۃ کما عدا
شرعیہ اقول یہ بالکل ہمارے موافق ہے وہ حصر کرتا ہے کہ جیلہ وہی حرام ہے جس میں عقد شرعی سے اس کا مقصود
شرعی مراد نہ ہو۔ یہ وہی صورت ہوئی کہ بیچ میں بیچ و راجم کا نام بلا قصد مبادلہ محض بطور اہم فرمائیے اس کی حرمت میں کیا
کلام ہے اور جب بیچ سے حقیقت مبادلہ ملک کا قصد کیا تو یہی وہ مقصود شرعی ہے جس کے لئے شرع نے اسے مشروع فرمایا تو جب
آپ کی اسی سند کی رو سے اس کی حرمت ناممکن۔ پھر نوٹ میں تو اس کو کچھ دخل ہی نہیں نوٹ بیچنے خریدنے والے یقیناً ہی چاہتے
ہیں کہ بالتح کی ملک سے نوٹ خارج ہو کر مشتری کی ملک میں آئے اور مشتری کی ملک سے روپے خارج ہو کر بالتح کی ملک میں آئیں۔
شرع نے بیچ اسی لئے مشروع کی ہے تو اسی عبارت کے حکم سے اس کی حلت واجب۔ اگر کہئے مراد یہ ہے کہ اس نے تھوڑے روپے
کے بدلے زیادہ لینے چاہے مگر روپے دیکر زیادہ روپے لیتا تو سود ہوتا اسی نوٹ بیچ کر روپے لے کر جس بدل جانے سے ربا جانا

رہے **اقول** تو کیا گناہ کیا۔ اُس نے گناہ سے بچنا ہی تو چاہا گناہ سے بچنے کی تدبیر بھی گناہ ہو تو مگر کدھر شرع نے بیچ اس لئے مشورہ فرمائی ہے کہ منہیات شرعیہ سے بچ کر اپنا مطلب جائز طریقہ سے حاصل کر لو وہی اُس نے چاہا تو مقصد شرعی کی پابندی کی نہ کہ مخالفت پھر حرمت کدھر سے آئی **قولہ** فان مقصود حصول الذی حرم الله بتلاف الخصلة ان اسقاط ما ان جیبہ انتھی **اقول** اولاً حرام سے مراد لازم الحوتہ ہے جس سے حرمت کبھی جدا نہ ہو یا وہ جے حرمت عارض منفک ہے۔ بر تقدیر اول اسی لازم الحوتہ کو اختیار کر لیا یا اُس سے کسی امر جائز کی طرف عدول و فرار۔ پہلی صورت پر جلد ہی کب ہو امر حرام میں پڑنا ہو پھر اُس سے تحریم جلد کیوں لازم آئی اور دوسری صورت میں شاید حرمت اس وجہ سے ہوگی کہ حرام سے کیوں بچا جائز کی طرف کیوں عدول کیا۔ بر تقدیر ثانی شکل وہ اختیار کرتا ہے جس میں وہ عارض منفک منفک ہو جائے اور شے حلال محض رہ جائے یا وہ عارض حرمت باقی رہے صورت ثانیہ پھر جلد نہیں اور اولی پر حرمت کی کوئی وجہ نہیں **ثانیاً** دور کیوں جائے خود اپنی سینے شراب حرام قطعی اور پیشاب کی طرح نہیں بہ نجاست غلیظہ ہے مسلمان کو اُس کا بچنا حرام چھوٹا حرام اس سے کسی طرح کا نفع لینا حرام اب فرض کیجئے کہ ایک مسلمان کی ملک میں ہزار ٹیکے شروب آئی مثلاً یوں کہ اول نصرانی تھا اب مسلمان ہو گیا وہ نہیں چاہتا کہ اتنا مال کثیر ضائع ہو جائے اُس نے نمک ڈال کر سب کو سرکہ کر لیا آپ خود فرماتے ہیں کہ یہ جائز و روا ہے اپنے رسالہ نفع المفق میں دیکھئے **الانتفاع بالموح** **لا يجوز** کذا قال البرجندي فان قلت يشکل هذا بالسر فيمن فانه ينفع بضعافى الايقاد قلت الانتفاع بالفضا بالاستعماله جائز كما اذتة الخمر وتخليل الخمر وهذا كذلك فيجوز انما باختصاصه دیکھئے اُس نے یہاں حرام ضا کو کام ہی لانا چاہا مگر یوں کہ حرام نہ رہا پھر اس میں کیا حرج ہو **اقولہ** پس اگر نوٹ میں تفصیل قضاۃ جائز بھی ہو لیکن دیانتہ فیما بینہ و بین اللہ کسی طرح سے درست نہ ہوگا **اقول** عجب کہ جو کاغذ کو کاغذ ہی جانے اور پوچھ عرف ثمن اصطلاحی مانے اور شرع مطہر سے یقیناً معلوم ہو کہ اصطلاح عامہ کی پابندی اس پر لازم نہیں وہ سوکے نوٹ کو روپوں سے کم و بیش پر بیچے تو عند اللہ کسی طرح درست نہ ہو۔ اور جو اپنے زعم میں کاغذ کو کون خلقی کا عین مانے اور اُسے بعینہ چاندی سمجھے وہ یہ ماشہ دو ماشہ پھر چاندی میر پکی چاندی کو بیچے اور سود نہ ہو حلال طیب رہے اس زبردستی کی کوئی حد ہے غیر یہ تو پہلے معروض ہو چکا مگر یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اب مولوی صاحب ربا و شبہہ ربا سے قطعی گزر گئے۔ علاوہ ازیں کہہ کر تو ان کے لحاظ ہی سے گزرے تھے اب یہ صورت لینے ہیں کہ کوئی ایسا وصف ہے ہی نہیں جس میں ربا یا شبہہ ربا ہو ورنہ قضاۃ جائز ہونا محال تھا اور اس سے ظاہر کہ حکم عنیت کا تمہ لگانہ رکھا ورنہ ربا یا شبہہ ربا ہو کر دیانتہ قضاۃ ہر طرح حرام ہونا لازم تھا تو عنیت عرفیہ کا اگر نام لیا بھی جائے محض اسم پہلی و لفظ بے معنی ہوگا کہ اس کا حکم و اثر شرعی منتفی ہے اور جب ایسا ہے تو حقیقہ و شرعاً غیرت محض رہی اب خود ہی حاصل اسی قدر ٹھہرا دیا کہ کم روپوں کا مال برضائے خریدار زیادہ کو بیچ لیا کہے اس میں کون سا خلاف دیانت ہے **قولہ** اسی وجہ سے کتب فقہ

میں بیع عینہ اور شراباقل ماباء وغیر ذلک کی ممانعت مذکور ہے **اقول** اولاً الحمد للہ اب تو آپ کنارے پر آیا جاتے ہیں
 جی ہاں یہ بیع عینہ کے مثل ہے پھر بیع عینہ کو ہمارے ائمہ کرام نے کیا ٹھہرایا ہے کیا ممنوع ناجائز حرام مکروہ توحیدی۔ حاشا ہرگز نہیں
 یہ محض غلط باطل ہے بلکہ جائز حلال رواد درست۔ غایت درجہ اس میں اختلاف ہوا کہ خلاف اولیٰ بھی ہے یا نہیں۔ ہمارے امام
 اعظم بلا کراہت مباح مانتے ہیں امام ابو یوسف خود ثواب و مستحب جانتے ہیں امام محمد احتیاط کے لئے صرف خلاف اولیٰ ٹھہراتے ہیں
 یہ تمام مباحث رسالہ میں صفحہ ۱۶۹ کو صفحہ ۱۷۱ و ۱۷۲ تا ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۷۶ و ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ بلکہ صفحہ ۱۷۴ تا ۱۷۷ میں گزرے اب تو اپنے ہی اقرار پر قائم رہ
 کر بول اٹھے کہ سو کا نوٹ دو سو کو بیچنا امام اعظم کے نزدیک جائز و مباح امام ابو یوسف کے نزدیک اجرو ثواب امام محمد کے
 نزدیک صرف خلاف اولیٰ **ثانیاً** وہ خلاف اولیٰ بھی اس لئے تھا کہ اس وقت تک مسلمان سود کو سوئے سمجھتے تھے اس کے سایہ
 سے بھاگتے تھے تو اس امر جائز کی عادت ڈالنے سے اندیشہ تھا کہ مبادا آگے بڑھ جائیں جیسا کہ اس کا بیان صفحہ ۱۷۹ و ۱۸۱
 وغیرہ پر گزرا اب کہ طمانیہ سود مسلمانوں میں رائج ہو گیا جیتا نکلتے ہیں اور شرمانا در کنار آنکھ تک نہیں جھپکاتے تو انہیں ایک
 جائز بات بتانا جس سے ان کا مقصود حاصل ہو اور اللہ واحد تبارک کے عذاب سے بچیں عین فرخو ابی سلمین ہے اور اس میں ناحق کے شاکہ
 نکانا مسلمانوں کی صریح بدخواہی ذرا انصاف درکار ہے کہ خود آپ کے اقرار سے صحت آشکار ہے و الحمد للہ رب العالمین **ثالثاً**
 شرار ماباء باقل ماباء عند تحقیق ربح مالم یضن کے سبب حرام ہے یعنی جو چیز اپنی ضمان میں نہ آئی اس پر نفع لینا کہ رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ظاہر ہے کہ قیمت جب تک ادا نہ ہوئی خود بائع کی ضمان پر باقی ہے ہلاک ہو جائے
 تو اس کی جائے شتری پر اس کا اثر نہ ہو و لہذا یہاں درہم و دینار ایک جنس ہیں صحیفۃ الدسار وغیرہ حالانکہ باب
 ربا میں دو جنس ہیں کمائی جمیع الکتاب ہاں ثمن اول و ثانی ایک ہی جنس ہو تو شبہہ ربا بھی ہے بعض نے اسی سے مسئلہ
 کی تحلیل کی یوں کہ اس نے ہزار کو چیز بیچی اور اسی قیمت وصول نہ ہوئی ممکن تھا کہ عیب کے سبب واپس ہو کر ثمن نہ ملے اب کہ
 خود اس نے پانچ سو کو خریدی و احتمال سقوط ساقط ہو گیا تو اس نے پانچ سو دیکر اپنے وہ ہزار کے لئے یوں شبہہ ربا آیا
 بہر حال ان وجوہ کو یہاں سے کیا علاقہ آپ خواہی خواہی اسی وجہ سے کہہ رہے ہیں یہ ایہ میں ہے من اشتري جارية
 بالف درهم حاله او نساة فقبضها ثم باعها من البائع فمساة قبل ان ينقد الثمن الاول لا يجوز
 البيع الثاني لان الثمن لم يدخل في ضمانه فاذا وصل اليه البيع ودعت المقاصة لبق له فضل خمس
 مسائة وذلك بلا عوض فتح القدير میں ہے الذی عقل من معنى النهي انه اشتري ما ليس في ضمانه
 ونهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن ربح ما لم يضمن وهذا لان الثمن لا يدخل في ضمانه
 قبل القبض اسی میں ہے وهذا احسن من تفسير تافهی خان اعتبار الشبهة بان اللف وهو الثمن الاول
 علی شرف السقوط لاحتمال ان يجد المشتري بها عبياً فيردا فيسقط الثمن عن المشتري وبالبيع الثاني يقع الا
 من عنه فيكون البائع بال عقد الثاني مشترياً الفاً فمساة انتهى راجعاً و برحق سے گزر کر دوسری ہی ڈ

لیئے اور یہاں اُس کے عدم جریان سے منع نظر کیئے جب بھی آپ کو مفید نہیں کہ اس وجہ پر علت حرمت شبہہ رہا ہے آپ رہا و شبہہ رہا ہے اتر کر تیسری وجہ سے تحریم لے رہے ہیں تو جہاں شبہہ رہا ہے اُس سے اس پر استناد کیونکر کر سکتے ہیں خامسا آپ اسی وجہ سے کہہ کر دونوں مسئلہ میں علت حکم ایک بنا رہے ہیں تو واجب تھا کہ حکم بھی ایک ہوتا کیا شراب ماباع با قتل ماباع بھی صرف دیانتہ حرام ہے قضا جائر فاخمد مسا و سا آپ نے سنا ہو کہ یہ شراب با قتل قیمت ادا ہونے کے بعد بلاشبہ جائز ہے مثلا ایک چیز زید نے عرو کے ہاتھ ہزار روپے کو بی عرو نے روپے ادا کر دیئے پھر زید نے وہی چیز عرو سے پانچ سو کو خرید لی کہ چیز کی چیز واپس آگئی اور پانچ سو مفت پانچ سو جائز و حلال ہے درختار میں ہے فسد شراب و ماباع بالاقول قبل نقد الثمن و جائز بعد النقد اہ ملقطا آپ کی وجہ پر قیمت ادا ہونے نہ ہونے سے کیا فرق ہو گیا کم روپے دیکر زیادہ حاصل کرنے کا مقصود بہر حال موجود۔ مولوی صاحب شکل یہ ہے کہ آپ اپنی تحقیق کے زور میں فقہ حنفی سے بے خبر ہیں ورنہ آپ جیسے محقق پر ایسی باتیں مخفی نہ رہتیں **قولہ** اور احادیث اس باب میں بکثرت وارد ہیں جن سے حرمت ایسے حیل کی ثابت ہوتی ہے **اقول** اولاً احادیث اس باب میں بکثرت وارد ہیں جن سے حلت ایسے حیل کی ثابت ہوتی ہے دو بلکہ تین حدیثیں رسالہ کے صفحہ ۱۹۵، ۱۹۶ میں گزریں اور ایک حدیث مولانا مہدی صاحب نے لکھی ہے کہ یہ جواز پر شاہد ہے کہ **قولہ** پر تلاوت ہوئی فتاویٰ ذخیرہ و فتاویٰ ہندیہ میں ہے اکامل فی جو انہ ہذا النوع من الخیل قول اللہ تعالیٰ وخذ بيدك ضعفا فاضرب به ولا تحنت و هذا تعليم المخرج كايوب النبي على نينا و عليه الصلاة والسلام عن سمينة التي حلف لبيضاء امرأتها ما اذت عود و عامة المشايخ على ان حكمها ليس بمنسوخ وهو الصحيح من المذهب اس طرح کے حیلے جائز ہونے کی اصل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر مار دو اور قسم نہ توڑو حضرت ایوب نبی اللہ علی نبینا وعلیہ الصلاة والسلام نے جو اپنی زوجہ مقدسہ کی نسبت قسم کھائی تھی کہ سو لکڑیاں ماریں گے یہ اللہ عزوجل نے اُس قسم سے عہدہ برائی کا طریقہ تعلیم فرمایا کہ قسم بھی پوری ہو جائے اور اپنا بھی نہ پیچھے اور عام شایع کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت کا حکم نسخ نہیں اور یہی صحیح مذہب حنفی ہے **قولہ** اگر یہ شبہہ ہو کہ نوٹ ہر گاہ ممن خلقتی نہیں ہے پس حکم اس کا! اینہ کیونکر ہو سکتا ہے تو جواب اُس کا یہ ہے کہ چونکہ عرفا وہ عین ممن خلقتی سمجھا گیا اور تمام مقاصد ممن خلقتی کے اُس کے ساتھ متعلق ہوئے لاجرم باب تفاضل میں اُسی کا اعتبار ہو گا گا مہیما دیانتہ فانہا متعلقہ بالما قصد و ان کانت خفیة **اقول** اولاً یہ ہر گاہ اور چونکہ سرگاہ میں گزر چکیں اگر پہلا بیان صحیح تھا تو یہ شبہہ وہیں دفع ہو چکا پھر اگر یہ شبہہ ہو کا عمل کیا اور غلط تھا تو اب بھی تو وہی جواب دیا ہے اب کیوں صحیح ہو گیا بات وہی ہے کہ لے دیکر ایک یہی شبہہ آپ کے ہاتھ میں ہے بار بار بٹکار اُس کا اعادہ فرماتے ہیں کہ معنی نہ ہی عبارت تو ذنی ہو جائے۔ ہاں یہاں تمام مقاصد کا لفظ زائد فرمایا ہے جس کا ماف البطل او پر گزرا اور کہہ کر وہی صحیح ہو گیا اور یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ بہت اچھا باب تفاضل میں اسی کا اعتبار کیئے تو تفاضل فی القدر حرام مانئے او کہنے والی جائے مگر خطاب تو اپنی ایک دھن میں کسی کی سنتے ہی نہیں **ثانیاً** ہاں ایک لاسیما بڑھائی سے یعنی جب تو

سے تمام مقاصد میں متعلق ہیں اور دیانت میں نظر مقاصد ہی پر ہے اگرچہ خفی ہوں نہ صورت پر تو کاغذ اور چاندی کا فرق صورت نہ دیکھا جائے گا مقاصد میں دونوں میں خلطی ہیں اس پر نظر ہوگی اور حرمت لازم **اقول** بجا ہے پھر ایک اشرفی کو ایک روپیہ کیے حلال ہو گیا وہ تو نہ صرف مقاصد بلکہ اصل حقیقت میں نہیں خلطی ہیں اور مقاصد میں بھی پندرہ روپے اور ایک پونڈ میں کچھ فرق نہیں سمجھا جاتا۔ **مثلاً** حل کروں آپ مقاصد شرعیہ و اعراض انسانیہ میں فرق نہ سمجھے مقاصد شرعیہ وہ ہیں جن پر صحت و فساد و حلت و حرمت کا مدار ہے اور اعراض انسانیہ وہ تاج کھانے کے نزدیک نہیں حاصل ہوں مقاصد باخلاف عقود مختلف ہو جاتے ہیں اور تاج کھانے کا عقد متباینہ میں متحد رہتے ہیں مثلاً زید اپنا نصف مکان قابل قیمت بلا تقسیم اپنے شریک مساوی کو بہ کر کے اپنا قبضہ اٹھانے کا مکان قبض و تصرف شریک میں رہے یا اس کے ہاتھ بیچ کر ثمن اُس کو صاف کر دے دونوں صورتوں میں نتیجہ واحد ہے انسانی غرض اُن میں فرق نہیں کرتی مگر مقصد شرعی کا اختلاف شدید ہے کہ پہلی صورت فاسد و حرام اور دوسری صحیح و حلال ہوگی اگر کوئی شخص دس روپے پندرہ لینا چاہے اب دس روپوں کو خواہ پندرہ روپوں کے عوض بیچے خواہ ایک ساورن کے بدلے اس کی غرض دونوں طرح بلا تفاوت حاصل ہے مگر مقصد شرعیہ اتنے مختلف ہیں کہ صورت اولیٰ سود و باگناہ کبیرہ حرام قطعی موجب دخول نار اور دوسری شکل درست صحیح حلال روپے اعراض بلا انکار نوٹ سے اگر اعراض انسانیہ میں خلطی کی طرح بلا تفاوت متعلق ہوں تو اس سے احکام و مقاصد شرعیہ میں اتحاد سمجھ لینا کیسی سخت نادانی ہے احسان تو نہ مانئے گا کہ کیسے کیسے جو امر زواہر میرا علم حجاب کے قائل پر القا کرتا ہے انصاف کیجئے تو ایک ہی نکتہ آپ کی ساری عرق ریزی کا علاج کافی و وافی ہے **واللہ اعلم** ذرا اور بھی انصاف کی سہی آپ تو کمال مقاصد شناس و دیانت پرور ہیں اسی جلد دوم کے فتویٰ نمبر ۹۷ میں جو بایں ملاحظہ تحریر ہے خرید کر مال کفار سے بائیں طور کہ نقد روپیہ ادا کرے تو پوری قیمت معینہ دے اور بعد ایک یا دو یا تین مہینے کے ادا کرے تو فی سیکڑہ تین روپے فی ماہ زیادہ اُس قیمت معینہ سے دینا ہوگا۔ یہ فی الحقیقت بیان ہے نرخ مال کا یعنی نقد خریدے تو مثلاً سو روپے قیمت دے اور اور بعد ایک یا دو ماہ یا سہ ماہ کے ادا کرے تو قیمت ایک سو تین یا چھ یا نو دے پس یہ عقد حق خریدار میں جائز ہے اور زیادت ثمن کی فی سیکڑہ تین روپے ہر ماہ میں اس میں بھی خریدار کو شرعاً کوئی قباحت نہیں اور درمیان میعاد مذکورہ کے قیمت ادا کرے تو بائع کو اختیار ہے چاہے لے چاہے علی المیعاد لے اس واسطے کہ رجوع اُس کا جانب بائع سے طرف حط بعض قیمت کے اور جانب خریدار سے طرف حط اہل کے ہوگا اور ان دونوں میں شرعاً کوئی قباحت نہیں صحیح الجواب واللہ علم حررہ محمد عبدالحی عفی عنہ ذرا فرمائیے تو یہ تین روپے سیکڑہ ہر مہینے پیچھے بڑھانے کا مقصد سو سود کے کیا ہے خصوصاً وہ بھی کفار کی طرف سے جو بغیر سود کبھی ملکر انہیں توڑتے اور سود کا لینا دینا دونوں قطعی حرام ہیں دونوں پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور فرمایا وہ سب برابر ہیں اسے آپ نے کیا کچھ کر حلال کر دیا اور بلا دفعہ صحیح الجواب بڑو یا پھر ائمہ کرام کی صاف تصریح ہے کہ اگر پھر قرضوں میں نقد سے قیمت زاد لینا جائز ہے واللاجل بقابلہ قسط من الثمن مگر ایک بات قطع ہونا لازم اس طور پر بیچ کہ بحال نقد اتنے پیسے اور بصورت فلاں میعاد اتنے پر حرام و قاصد ہے فتح القدر میں ہے لا بد ان یکون الاجل معلوماً لان جهالة نفع الی المناہعة فی التسلم التسلیف

وعلیٰ کل ذلک انعقد الاجماع واما البطلان فیما اذا اقال بکنه بالف حالاً بالغبیر الی مسنة فجمالة
الثنین پھر اس سے بھی قطع نظر ہو تو خود اجل میں تردید ہے یہ خود مفید ہے اگرچہ نقد و اجل کی تردید نہ ہو اور صرف دو
ہی شقیں مفید ہیں یہاں تو تین ہیں کہ ایک مہینہ میں دے تو یہ قیمت اور دو میں یہ اور تین میں یہ۔ فتاویٰ خلافت و فتاویٰ علیگریہ
میں ہے مرحلہ باع علیٰ انہ بال نقد بکذا او بالنشہ بکذا ان الی شھر بکذا او الی شھین بکذا الہم یجز عجب کہ
آپ نے حرام در حرام طرح حرام کو کیسے حلال کر دیا پھر بین المیعا و ثمن قبول کر لینے کو بائع کی طرف سے بعض ثمن کا عطف قرار دینا
کس قدر عجیب ہے کم میعاد پر اتنا ہی ثمن ٹھہرا تھا اس نے کم کیا کیا پھر اگر مشتری تین مہینے کے اندر روپیہ دے تو بائع کو اختیار
دینا کہ قبول نہ کر جب تک پوری میعاد گزر کر سود کا پیٹ پورا نہ بھر جائے سب سے عجیب تر ہے میعاد تو خالص حق مشتری ہے
کتب ائمہ میں تصریح ہے کہ مدیون میعاد سے پہلے دین ادا کرے تو دائن کو جبراً قبول کرنا ہوگا ایشاہ میں ہے الدین المثل
انما انضالا قبل حلول الاجل یجبر الطالب علی تسلمہ لان الاجل حق المدیون فله ان یقضہ صکذا ذکر الزلیخ
فی الکفالة دمی ایما فی الخانیة و النھایة خیرہ چار توجہ معترضہ تھے اب ذرا مقامہ شناسی کی خبریں کہئے۔ ایک مقلد
عالم سے بھی ایسی غرض ضرور تعب خیز ہے مگر وہ گرانا یہ اجتہاد یا یہ محقق کہ امام عظیم کے ارشادات پر کھنے کا ادعا کہ اس سے ایک
اپنے معاصر مقلد کی ایسی جامد تقلید کیسا سخت نمونہ قیامت ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم اس کی نظر یہی
ہو سکتی ہے کہ مولوی عالم علی صاحب مراد آبادی نے براہ خطا صریح دودھ کے چچا کو بیٹی حلال لکھ دی خبر وہ تو لکھ گئے اب فتویٰ
پہنچا دی۔ امام غیر مقلد ان مولوی نذیر حسین صاحب نے بھی بے دھڑک الجواب صحیح لکھ کر اس پر مہر چکا دی اور اپنے امالی مولیٰ
سب کی لگوادیں فتویٰ بہاں آیا فقیر نے تحویم کا حکم دیا اور بعض طلبہ نے مجتہد صاحب کی مزاج پرسی کی اب غیر مقلدوں کے کل فی کل
کی آنکھیں کھلیں سوتے سے جا کے جھڑتی جی کو بخاری و مسلم کی حدیثیں سو جائے سے سو بھییں اور دوسرا فتویٰ حرمت پر لکھا اور
پہلے فتویٰ کا یہ عذر بدتر از گناہ پیش کیا کہ قبل ازیں بر فتوائے مولوی عالم علی صاحب کہ در حلت آں نوشتہ بود نہ براعتاد ایشاہ
بنظر سرسری ہرمین کردہ باشد حلال و حرام خصوصاً معاملہ فردیج میں نظر سرسری کا عذر اپنی کسی صریح بددیانتی اور آتش ہنرم پر
سخت جرات و بیباکی کا کھلا اقرار ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اجرونی کم علی الفیاء اجرونی
کم علی الناس خیرہ تو غیر مقلد کی لئے لازم ہیں ہے مگر براعتاد ایشاہ نے ان کے اجتہاد کی جان پر پوری قیامت توڑ دی
اے سبحان اللہ مجتہدی کا دعویٰ اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مقلد پر حلال و حرام میں یہ تیکہ بھروسا اور اس کردہ شد کے لطف
کو تو دیکھئے کیا شرمایا ہوا بیعتہ بھول ہے گویا انھوں نے خود اس پر مہر نہ کی کوئی اور کر گیا اللہ یوں اپنی نشانیاں دکھاتا اور ائمہ
کے مقابلہ کا مزہ چکھاتا ہے نسأل اللہ العفو و العافیة **قولہ** باقی رہا قول فقہ القدر کا لو باع کاغذہ بالف ہونہ انتہی
اقول اتھے نہیں اس کے بعد ولا یکرہ بھی ہے اور خود میرا فتویٰ آپ کے پیش نظر ہے اُس میں بھی منقول یعنی کاغذ کا
ایک پرچہ ہزار روپے کو بیچنا ایسا جائز ہے جس میں اصلاً کراہت بھی نہیں اسے پردہ انتہی میں نہ چھپائیے یہ بہت کام کی چیز

ہے آپ کو یہ دیکھ کر کہ وہ لگتا تھا تو متفق کی شان یہ تھی کہ اُسے نقل کر کے رو فرماتے آخر امام ابن اہمام اور ان کے ساتھ کے علماء کرام جنہوں نے اس کا لیکچر کی تصریح فرمائی امام الائمہ امام اعظم سے تو اعظم نہ تھے یہ نہ ہو سکا تھا اور اس کا نقل کرنا ناگوار تھا تو الی آخر لکھ دیا ہوتا یہ بھی نہ ہی مجھو نہ تک نقل کر کے یوں چھوڑ دیا ہوتا کہ اخلائے ظاہر کا الزام تو نہ آتا اتنے نے تو موضع بحث میں غلط بیانی کی یہ جناب کا شان سے بعد واقع ہوئی **قول اول** پس مراد اس کی یہ کاغذ نہیں کہ عین میں غلطی سمجھا گیا کیونکہ اس کا وجود ان زمانوں میں نہ تھا بلکہ سادہ کاغذ **اقول اول** عینیت تو بارہا گھڑ تک پہنچادی گئی اس کی آڑ تو چھوڑیے اور اب فرمائیے کہ نوٹ اور اس پرچہ کاغذ میں وجہ فرق کیا ہے سادہ پرچہ تو ہزار روپے کو تک کے مگر جس پر پانچ روپے کا لفظ و ہندسہ لکھ دیا وہ پانچ سے زیادہ کو پہنچا حرام ہو جائے بڑی سنوس گھڑی سے چھاپا تھا کہ چھپنے ہی تو سوچا جانے لگے **ثانیاً** عینیت کے جو قاہر رو ہوئے انہیں جانے دیجئے تو آپ خود اپنے تنزل اخیر میں اُس سے بگڑ کر چلے ہیں مہربانی فرما کر اپنی اس اخیر تقدیر پر فرق کی تقریر سنا دیجئے۔ جی ہاں سادہ کاغذ ہزار کو پہنچا جائز بتایا ہے اور کیا کاغذ نا جائز ہے ذرا بتائیے **ثالثاً** صاف ارضاً تو یہ ہے کہ علمائے مطلق کاغذ فرمایا ہے جو سادہ اور لکھے علمی اور چھپے نوٹ اور غیر نوٹ سب کو شامل ہے یہ سادگی تو آپ کی زیاد ہے اور مطلق کا کوئی مقید یا پیدا ہو تو صرف اس بنا پر اُسے حکم مطلق سے اخراج سراسر خلاف نقاہت ہے ہزار ہا حوادث نے پیدا ہوتے جاتے ہیں اور تاقیامت ہونے رہیں گے اُن کے احکام اطلاعات ائمہ کرام سے لئے جاتے ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ چیزیں اُس زمانے میں کب تھیں لہذا یہ اُن کی مراد و ذمیر حکم نہیں **رابعاً** نئے نئے جناب نے اس جرم پر کہ وہ کاغذ دو پیسہ کا بھی نہیں بچا ہے نوٹ کو قصداً بیچ کے قابل نہ سمجھا بلکہ خود سو روپے پہنچا مقصود بتایا تھا اب یہ سادہ پرچہ کہ دھیلے چھدام کا بھی نہیں یہ کیسے ہزار روپے کو بکنے لگا یہاں کون سے روپے لائے گا جن کا پہنچا مقصود بنائے گا ایک محقق عالم کو لکھتے وقت خود اپنے آگے چھپے کا خیال تو رہے نہ یہ کہ ایک ہی صنوی میں نسبی مآقدمات پیدا ہوں **خامساً** جناب نے یہ بھی ملاحظہ کیا کہ امام ابن اہمام نے یہ بیچوں دیکھ کر بلا کراہت جائز ہے کس بحث میں فرمایا ہے بیچ عینہ کی بحث میں اب وہ بیچ عینہ کی ممانعت کہہ رہی یہ تو پانچ ہی سطر میں نسبی جہاں ہدایت پیدا ہو گیا کیا اسی دن کے لئے جناب نے لکھ کر چھوڑ کر اتنے لکھ دی تھی اب تو کہہ دیجئے کہ سو کا نوٹ دو سو کو پہنچا ایسا جائز ہے جس میں کراہت بھی نہیں آپ کی اسی اتنے پر اتہا کروں کہ رو و اعراض کا عدد بفضلہ تعالیٰ ایک سو بیس تک تو پہنچ گیا و اللہ الحمد **قولہ** ہذا ما سنحلی **اقول** ای من دون دلیل و ما علی کا خلقی و لا جلی **قولہ** و اللہ اعلم بالصواب و عندہ کتاب **اقول** ہو المصوب سے یہاں تک فتویٰ بھر میں ایک یہ جملہ حق و بجا ہے بیشک اللہ عزوجل علم بالصواب ہے اور اسی کے پاس ام کتاب ہے اور اسی ام کتاب میں یہ پاک خطاب ہے جس سے بیچ مذکور بر فائے عاقبتین کا جو از بے حاجتہ الا ان تکون تجاراً عن تراخی منکم۔ اللھم بنا امرضنا عننا بکرمک و منک و سائتہ جیبک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم و وفقنا لتجارا لکن تبس یا عزیز یا غفور امین و الحمد للہ رب العلمین و افضل الصلوات و اتمم السلام علی سید المرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین امین سبحانک اللھم و محمدک اشھد ان لا الہ

بَابُ الْاِسْتِحْقَاقِ

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غلام حسین نے زوجه نیازن اور ہمیشہ بنی وارث اپنے اور دو مکان ایک پختہ اور ایک خام جن کی قیمت بقدر چھ سو روپے کے ہے ترکہ چھوڑ کر انتقال کیا نیاز بی بی کا ایک ہزار روپیہ ہر ذمہ غلام حسین واجب الادا تھا نیاز بی بی نے بذریعہ ہر دونوں مکانوں پر قبضہ کیا اور مکان پختہ بعض ساڑھے چار سو روپیہ کے شیخ محمد وزیر کے ہاتھ بیع کیا اور بیعت میں حسب معمول صرف اپنا مالکے قابض و متصرف ہونا لکھا اور مشتری کو قبضہ دلا دیا بعدہ باللہ بیع کو گئی اس کے پیچھے بی بی نے بذریعہ وراثت تین ربيع کا مکان پر دعویٰ کیا اور پھر بی بی سے ڈگری پائی ایک ربيع مشتری کے پاس رہا نیاز بی بی بی بی سے واپس آکر انتقال کر گئی وارثان نیاز بی بی نے دعویٰ ہر کیا ہر تباہت ہوا بی بی پر ڈگری ہوئی تین ربيع مکان پختہ اور کل مکان خام ہر میں نیلام ہو گئے اب وارثان نیاز بی بی ایک ربيع باقی ماندہ کو بھی ہر میں نیلام کر لینا چاہتے ہیں اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے آیا وہ بیع کر نیاز بی بی نے کی تھی جائز ہے یا نہیں اور دعویٰ وارثان صحیح ہے یا باطل اور تین ربيع مشتری سے لکھ گئے اور یہ ربيع باقی ماندہ بھی اگر حکم شرع بحکم حاصل جائے تو آیا وہ نہیں کہ مشتری نے نیاز بی بی کو دیا قایل واپس ہے یا نہیں۔ بی بی تو جو روا۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں نیاز بی بی نے جس کا ہر مال غلام حسین سے ذائد تھا کل متروکہ پر جو بذریعہ ہر قبضہ کیا صحیح تھا اور اس مذہب پر جس پر اب علماء کا فتویٰ ہے نیاز بی بی ان مکانوں کی مالک منتقل ہو چکی اور وہ بیع کر اس نے بدست محمد وزیر کی بیع و نافذ تھی نہ بی بی کو اپنا دعویٰ وراثت پہنچتا تھا کہ ادائے ہر تقسیم ترکہ پر مقدم ہے نہ وارثان نیاز بی بی دعویٰ ہر کر سکتے تھے کہ نیاز بی بی اپنی حیات میں اپنا ہر یا کچھ آخرا کل متروکہ پر اس کا قبضہ کر لینا بذریعہ ہر صحیح تھا تو اب دین ادا شدہ کا دعویٰ کیا یعنی نہ اس جائداد کا ہر میں نیلام ہونا چاہئے تھا بلکہ حکم یہ تھا کہ نیاز بی بی اپنا ہر یا کچھ اور دونوں مکانوں کی وہی مالک ٹھہری ایک مکان وہ اپنی حیات میں بیع کر چکی وہ تمام ملک مشتری ہے دو سر مکان خام کہ باقی رہا متروکہ

نیاز بی بی ٹیکر کر وراثت نیاز بی بی پر تقسیم ہو جائے فی النشائی والطحطاوی عن شرح الکنز للعلامة الحموی عن الامام العلامة علی المقدسی عن جدہ الاشقر عن شرح المقدوری للامام الاصب ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانہم لمطا وعتہم فی الحقوق والفتویٰ السور علی جواز الاخذ عند القدرتی من ای مال کان اور بالفرض اگر اس فتویٰ کو مانو نہ رکھیں تو متروکہ غلام حسین کی وارث کی ملک نہ تھا نہ نیاز بی بی کی نہ بی بی کی فان السدین المحيط ینصح ملاحظ الوارث کما فی الاشباہ وغیرہا تو بی کر نیاز بی بی نے کی اس نے کی بی بی تھی جس کی وہ مالک نہ تھی اور من مشتری سے لے کر اپنے تصرف میں لائی اس صورت میں جبکہ اسے ہر کے لئے بیع کو ناجائز ٹیکر کر جائیداد مشتری سے نکال لی جائے تو طعا مشتری زمین کی واپسی کا استحقاق رکھتا ہے و جب کیا ہے کہ میں بھی اس سے لے لیں اور من او کردہ بھی واپس نہ دیں پس جو کچھ روپیہ ہر نیاز بی بی سے حاصل ہوا یا اب ہو اس میں سے اول ساڑھے چار سو مشتری کو دے جائیں جو بچے وراثت نیاز بی بی پر تقسیم کر لیں فی الحاقیۃ وغیرہا مشتری شئیاً فاستحق من یدہ رجح مشتری علی البائع بالشمع اھ ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر کہندرسید فرحت علی صاحب . ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوا اس نے ایک زوجہ اور تین پسر نابالغ اور ایک دختر بالذہ چھوڑی تھی بچہ ان وراثت کے زوجہ اور دختر نے کل مکان متوفی اپنا قائم کر کے فروخت کر دیا اب پسران اپنے حصہ شرعی کے واپسی کے خواستگار ہیں اس اثنا میں مشتری نے کچھ مکان میں جدید تعمیر کیا اگر حصص پسران عدالت سے قابل واپسی قرار پادیں تو صرفہ تعمیر و مرمت جدیدہ کو وہ اتر دے شرع اور کرنے کے سزاوار ہیں جبکہ پسران استطاعت ادائے صرفہ نہیں رکھتے ہیں یا مشتری مستوجب اس امر کا ہے کہ وہ اپنی عمارت جدیدہ توڑ لیجا
الجواب۔ اگر ثابت ہو کہ نثر عادیوں کا بھی بیع میں حصہ ہے تو بعد ثبوت حکم تقسیم دیں گے اگر وہ جدید تعمیر جو مشتری نے کی خود مشتری کے حصہ میں پڑے نہ ہاوردہ مدعیوں کو جائز ہوگا کہ مشتری سے کہیں اپنی تعمیر جدیدہ ہماری زمین سے توڑ کر لے جا اور وہ کوئی خراب عمارت و مرمت ان مدعیوں سے لینے کا مستحق نہ ہوگا اور ضمانندی باہمی سے یہ بھی جائز ہوگا کہ مشتری مدعیوں سے عمارت جدیدہ کے دام لے کر عمارت انہیں چھوڑ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ رسد شاہزادہ میان از ریاست رامپور مسئلہ علی بہا اور فالصاحب . ۱۶ ر ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکرنے زید کے اتھ ایک زمین معانی کی دو نمبروں پر مشتمل بایں العاطیہ سے کی کہ موازی للیچہ بختہ راہی نمبری ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ بسو چار سو روپے بدست زید بیع شری کیا اگر کوئی سہم و شریک پیدا ہو ضمان ذمہ بائع ہے مشتری سے تعلق نہیں فقط بکرنے زمین تمام و مکال وصول کر لیا جس پر مشتری کو قبضہ کر دیا جب زید نے داخل خارج چاہا حکم ریاست کو معلوم ہوا کہ بائع کی ملک واقع میں صرف للیچہ تھی ۳۴ بسوہ لاندہ پر اس نے دخل کر لیا ہے اور کاغذات تحصیل میں بھی اس کا اندراج بنام بکر ہو گیا ہے اور اس نے وہ مجموعہ للیچہ بیج ڈالی جس میں ۴ بسوہ زمین سرکار ہے لہذا حکم صادر ہوا کہ جتنا قطعہ زمین اس نے بڑھایا ہے اس کے نام سے خارج کر کے ضبط سرکار ہو باقی للیچہ کا داخل خارج بنام مشتری ہو چنانچہ حکم کا عمل درآمد ہوا اور انہما حکم قبضہ مشتری سے نکال کر باقی کا داخل خارج اس کے نام ہو گیا اب مشتری اس جو وہ بسوہ خارج شدہ کی رسدی قیمت بائع سے واپس لینا چاہتا ہے شرعاً اسے اس کا حق ہے یا نہیں۔ بینوا تو جوہر و۔

الجواب۔ اگر بکر ایک زمین للیچہ بتا کر زید کے ہاتھ بیچنا اور وہ زمین جتنی بیج تھی زید کو تمام و مکال ملتی مگر یہاں اس میں ۴ بسوہ خواہ پیگہوں

کم آتی تو زیادہ کو بکر سے ایک پائی واپس لینے کا اختیار نہ ہوتا لان المساحة وصف في المسحوح ولم تصر مقصوداً كان يقول كل ذراع
یکذا فله یقابلهما الثمن بلکہ اس کم پر شتری کی رضانہ ظاہر ہوتی تو اسے یہ اختیار یا جاننا کہ یا تو اسی کو پوری قیمت پر قبول کر یا بیع پھر کر ثمن
واپس لے لانه فات عليه وصف مرغوب فيه فیتخیر درختار میں ہے ان باع صبراً علی انہا مائة تفضیر بمائة وروہو
وہی اقل او اکثر اخذ المشتري الاقل بحصته ان شاء اوفسح وما زاد للبائع وان باع المذراع علی انه مائة ذراع
مثلاً اخذ المشتري الاقل بكل الثمن او ترك واخذ الاكثر بلا خيار للبائع مگر یہاں یہ صورت نہیں بیع تمام قبضہ میں رہ کر
بیعت میں کم نہ آئی بلکہ بیع سے ایک قطعہ ملک ریاست قرار پا کر قبضہ سے نکل گیا یہ صورت استحقاق کی ہے اور استحقاق میں ضرور شتری کو اتنے کی
قیمت ہائے سے واپس لینے کا اختیار ہوتا ہے جتنا مستحق کے دعویٰ پر اس کے قبضہ سے نکل گیا اور اس میں نسلی و قبیلمذروع و معدود و غیر باسب برابر ہیں
علگیری میں ہے اذا كان المشتري شيئاً واحداً كالشوب الواحد والعبد فاستحق بعضه قبل القبض او بعداً فللمشتري
الخيار في الباقي ان شاء اخذها بالحصة وان شاء ترك الخ وعزاه للحيط وظاهر ان الشوب قبیلمذروع قال فی رد المحتار وان
باع المذروع كشوب وارض در عنتقہ او قد حکو فی استحقاق بعضه باخذ الباقي بالحصة جامع الفصولین میں ہے استحق
بعض البیع فلولم یبیمین الا بضرک دار وکرم وارض ووزجی خف و مصراعی باب وفق یتخیر المشتري والافلا تم لو اور
الاستحقاق عیباً ایما البی یخیر المشتري کامرولو لم یورث عیباً كشوبین استحق احدهما فالمشتري ياخذ الباقي بحصته بلا خیار
پس صورت مستفسرہ نما زیادہ بکر سے ثمن کے ۱۲ لینی سادہ روپے ہونے بارہ آنے واپس لے سکتا ہے ایک خیف مقدار کم جس کی مقدار نصف پائی
تک بھی نہیں یعنی ۱۲ پائی۔ یہ سوال کا جواب تھا مگر ملاحظہ فرمائیے اس کے آخر میں شرط فاسدہ مذکور
ہیں تھلا یہ کہ اگر جو کل آراضی قبضہ شتریان سے نکل جائے تو اس کا باہر ہر دو خرچہ ذمہ بائیان ہے اور جو درخت اراضی میں کھڑے ہیں ان کو آخر
سال ۱۳۱۵ تک قطع کر کے آراضی کثوف کر دیں گے ورنہ درخت بھی قیمت مذکورہ بالا میں بیع تصور ہوں گے اس کو دعویٰ چوب و درختان نہ
رہے گا بیعنامہ میں شرط فاسدہ کے ذکر سے بیع پر حکم ناسد ہوگا، درختار میں ہے لو کتب فی الصک فسا انفق المشتري فیها من نفقة اور
فیها من مرمة فعلى البائع یفسد البیع تو بائع و شتری دونوں پر واجب ہے کہ تو بہ کریں اور اگر موافق بیع سے کوئی مانع نہ پایا گیا ہو تو
واجب ہے کہ بیع فسخ کر دیں زید زمین واپس لے اور بکر پوری قیمت پھر دے اگر وہ دونوں نہ ہوں تو حاکم جبراً فسخ کر دے درختار میں ہے
یجب علی کل واحد منھا فسخہ قبل القبض او بعداً مادام البیع بحالہ فیید المشتري اعدا ما للفساد لانه معصية
فیجب رفعه بحر و اذا صرا علی امسکہ و علم به القاضی فله فسخه جبراً علیها حقاً للشرع بزاد یہ اس کے بعد پھر چاہیں تو
آپس میں بیع صحیح کر لیں جتنے ثمن پر تراخی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب البیع السلم

مسئلہ ۱۔ از فیروز پور ۲۹ جمادی الاخرہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ میں کہ کٹوتی کا روپیہ پیشگی دیدیا اور نائج فصل پر لینا ٹھہرا کن کن شرطوں سے جائز ہے۔ مینو اتوجروا۔

الجواب۔ اسے بیع سلم کہتے ہیں یہ بارہ شرطوں سے جائز ہوتی ہے اگر ان میں سے ایک بھی کم ہوگی تو باطل ناجائز اور سود ہو جائے گی۔

(۱) اس نئے کی جنس بیان کر دیکھائے مثلاً گیہوں یا چاول یا گھی یا تیل، اگر ایک عام بات کہی مثلاً فلد لیں گے تو ناجائز ہے (۲) وہ جنس اگر کئی قسم کی ہوتی ہے تو اس کی قسم معین کر دیکھائے جیسے چاول میں باسقی ہنس راج، اگر زہے چاول کہے بیع صحیح نہ ہوگی (۳) اس کی صفت بیان کر دیکھائے مثلاً عمدہ یا ناقص جیسے چنوں میں فرو یا کیلے (۴) اس کی مقدار معین کر دیکھائے مثلاً اتنے من اور یہ بات بھاؤ کاٹ دینے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے یعنی فی روپیہ اتنے سیر کہ روپوں کی گنتی معلوم ہونے سے کل کی مقدار خود معلوم ہو جائے گی اور جہاں مختلف پیروں کا رواج ہو وہاں پیسری بھی ضروری ہے کہ فلاں نے پیسری سے اتنے من اور جہاں کچا کچا دونوں من بولا جائے وہاں اس کی تعین بھی لازم ہے غرض کوئی بات وہ نہ رہے جس میں آئندہ جھگڑا اٹھنے کی صورت ہو (۵) میعاد معین کر دیکھائے جو ایک مہینہ سے کم نہ ہو اگر تعین نہ کی مثلاً جب چاہیں گے لے لیں گے یا سفر کو جانا ہو جب پلٹ کر آؤں گائے لوں گا تو ناجائز ہوگا (۶) اگر وہ چیز بار برداری کی ہے جس کے یہاں سے وہاں لیجانے میں خرچ ہوگا تو وہ جگہ بھی معین کی جائے جہاں پہنچنا منظور ہے مثلاً فلاں شہر یا فلاں گاؤں میں پہنچے ہوئے۔ اس میں بیچنے والے کو اختیار ہے گا کہ اس گاؤں یا شہر کے جس مقام و محلہ میں چاہے پہنچا دے اور جو مکان بھی خاص کر دیا گیا تو وہیں پہنچانا پڑے گا (۷) من کی بھی تعین ہو جائے مثلاً روپے یا اشرفی (۸) اگر وہ من چند قسم کا ہوتا ہے تو قسم بھی معین کر دے مثلاً اشرفی محمد شاہی یا انگریزی (۹) کھرے کھوٹے کا بیان بھی ہو جیسے کھنڈو کا روپیہ یا انگریزی چہرہ دار یا بے پور کی چاندی یا اینٹ کا سونا۔ (۱۰) اگر من اس قسم کا ہے کہ اس کے ہر حکم کے مقابلے میں کچھ ہوتا ہے جیسے سونا چاندی روپیہ اشرفی کہ گیہوں روپیہ کے من بھر ہوئے تو اٹھنی کے میں سیر جوئی کے دس سیر ہوں گے تو ایسی من کی تعین مقدار بھی ضرور ہے مثلاً اتنے تولہ چاندی یا اس قدر روپے اور اگر وہاں مختلف وزن کے سکے چلتے ہوں جیسے حیدرآباد میں نواری داگرزی روپیہ وہاں سکے کی تعین بھی چاہئے یہ دسوں یا تین خاص عقد رجب و قبول میں بیان کرنی ضرور ہیں مثال اس کی یہ ہے کہ زید عروس کے لیے تھے بریکی کی تول سے دس من پنختہ چاول ہنس راج کھرے بالتعوض سو روپے انگریزی چہرہ دار کے آج سے چار مہینے کے وعدہ پر بریکی پہنچے ہوئے خریدے وہ کہے ہیں نے بیچے یا میں نے تجھے برائیوں کے وزن سے چار من پکا گھی بھینس کا خالص آج سے دو مہینے کے وعدہ پر مراد آباد پہنچا ہوا بالتعوض چھ اشرفی محمد شاہی میں میں روپے والی کے خریدنا وہ کہے ہیں نے بیچا۔ یہ سب باتیں خوب خیال کرنی چاہئیں کہ لوگوں میں آجکل بیع سلم کا بہت رواج ہے، ان زبانی شرطوں کے ترک سے حلال کو ناحق اپنے لئے حرام کر لیتے اور خدا کے گناہ میں گرفتار ہوتے ہیں (۱۱) شرط یہ کہ اسی جلد میں من ادا کر دیا جائے ورنہ اگر یہ ساری گنتیوں کر کے من دئے بغیر تفرق ہو گئے تو بنا بنا یا عقد فاسد و ناجائز ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر وہاں سے اچھ کر گھر میں روپے لینے گیا اور بیچنے والے کی بچاہ سے آڑ ہوگی عقد فاسد ہو گیا (۱۲) وہ چیز اس قسم کی ہو کہ روز عقد سے ختم میعاد تک ہر وقت بازار میں مل سکے ورنہ عقد ناجائز ہوگا اسی لئے اگر گیہوں کی کٹوتی میں یہ نلفظ کہہ دئے کہ نئے گیہوں لیں گے اور اس وقت نیا گیہوں بازار میں نہیں تو عقد ناجائز و گناہ ہے اور اسی سبب اس کی کٹوتی جو ایکھوں کے وقت کرتے ہیں حرام ہوئی کہ اس اس وقت بازار میں نہیں ہوتا۔ فی تنویر الابصار والدر المختار و الدر المختار و الدر المختار بالتالیق والاختصار شرطہ ای شرط طاحتہ الثقی تذکر فی العقد سبعة (اجمالاً والا فالاربعة الاول منها اشترط

فی کل من رأس المال والمسلم فیه فی شاشیہ بالتفصیل بجر (بیان جنس کبر و نثر و بیان نوع کسقی
 (مایقہ بالماء الجاری) اور بعلی (ماسقته السماء و قیہ عن الخلاصة لا یشرط بیان النوع فیما لا نوع له و قیہ عن المعراج
 انما یشرط بیان النوع فی رأس المال اذ کان فی البلد نفوذ مختلفہ والا فلا) و صفۃ بکید اوردی و قد رکذ اکیلا
 و اجل و اقلہ شہر بہ یفتی و قد رأی رأس المال ان تعلق العقد بمقداره (بان تنقسم اجزاء المسلم فیه علی اجزائه
 فتح ای بان یقابل النصف بالنصف والربح بالربح وهكذا و ذلک انما یكون فی المثلی والسایع بیان مکان الایفاء للمسلم
 فیه فیما له حمل و مؤنة شرط الایفاء فی مدینة فکل محلاتها سواء فیه حتی لو اوفاه فی محلة منها بری و لیس له ان یطالبه
 فی محلة اخرى بزیایه و لو عین مکانا فین فی الاصح فتح و بقی من الشرط قبض رأس المال و لو عینا قبل الافتراق بابدانها
 وان ناما او سارا فربما او اکثر و لو دخل یخرج الدار هرا ان تواری عن المسلم الیہ بطل وان بحیث یراه لا و هو شرط
 بقائه علی الصحۃ لا شرط انعقادہ بوصفها فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض ای میں ہے لایصح فی منقطع لایوجد
 فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق ای میں ہے و لانی حنطۃ حدیثۃ قبل حدوثها لایصح فی المنقطع فی الحال۔

مسئلہ ۱۔ از شہر کہنہ دہم ربیع الثانی شریف ۱۳۱۶ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر گہروں کی کٹوتی جسے بدنی بھی کہتے ہیں اس طور پر کریں کہ روپے وید سے اور بھاؤ مین نہ کیا
 بلکہ یہ ٹھہر کر فصل کا بھاؤ یا اس سے مثلاً دوسیر ٹرائڈ لیں گے تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں۔ بیوا تو جروا۔
الجواب۔ محض ناجائز ہے جبکہ مقدار مین نہ کر دی جائے فی الدر المختار بشرط صحته بیان جنس و قد رکذ اکیلا اہ طمضا
 واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از شہر کہنہ دہم ربیع الثانی شریف ۱۳۱۶ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رس کی خریداری اس طور پر کہ ابھی ایک کھڑی ہے اور رس خرید لیا اور روپیہ دے دیا جائز
 ہے یا نہیں۔ بیوا تو جروا۔

الجواب۔ محض ناجائز ہے کہ یہ صورت بیع سلم کی ہے اور بیع سلم انھیں چیزوں میں جائز ہے جو ہنگام عقد سے میعاد استحقاق تک ہر
 وقت بازار میں موجود رہیں گھروں میں موجود ہونا بھی کفایت نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ رس اس وقت بازار میں نہیں ہوتا پدایہ میں ہے لایجوز
 المسلم حتی یكون المسلم فیه موجودا من حین العقد الی حین الملل رد المتار میں ہے حد الانقطاع ان لایوجد
 فی الاسواق وان کان فی البیوت کذا فی التبیین شرن بلائیه و مثلہ فی الفتح والنجر والنہر واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۲۔ در رجب ۱۳۱۶ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے یا بیوگاؤں کے اسمیوں کو روپیہ کٹوتی پر دیا اور نرخ کاٹ کر غلہ ٹھہرایا اب
 اگر کسی آفت ارضی یا سماوی کی وجہ سے غلہ نہ پیدا ہو تو یہ شخص ای نرخ مین کے حساب قیمت پائے کا مستحق ہے یا نہیں۔ بیوا تو جروا۔

الجواب :- جب عدم ہیداد وغیرہ کی وجہ سے بالک دشتری اس عقد کو فسخ کریں تو دشتری کو صرف اتنا ہی روپیہ لینا جائز ہے جس قدر اس نے دیا تھا اس سے زیادہ ایک جہ لینا حرام اور سود ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تاخذ الا سلفک او راس مالک او کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی یا تو وہ چیز لے یا جتنا روپیہ دیا تھا وہ واپس کر لے اسکے سوا کچھ نہ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- ۴ رمضان المبارک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انامیان کو بدنی پر روپیہ دیا اور فی روپیہ ۲۰ تار یا ۱۹ تار گندم عمدہ ماہ فلاں میں لینے ٹھہرے لیکن انامی کے یہاں پیداوار کم ہوئی اور غلہ مذکورہ ادا نہ کر سکا تو اسے زر قیمت غلہ لینا جائز ہے یا ناجائز یا کہ جو روپیہ دیا ہے وہ لیا جاوے اور اگر غلہ وقت میں نہ لیا جاوے تو آیا صاف کر کر عمدہ لیا جاوے کہ جیسا پیدا ہوا ہے کس طور پر۔ اور اگر بحالت باقی آئندہ سال پر غلہ لیا جاوے تو کس شرح سے یعنی کہ زر قیمت بقیہ غلہ کے گندم بحساب بدنی مذکورے جاویں یا کہ بقیہ زروادہ کے گندم بحساب بدنی لے جاویں۔ بیوا تو جروا۔

الجواب :- روپیہ دینے والے کو وہی بات کا اختیار ہے چاہے جو غلہ جتنا لینا ٹھہرا ہے اب خواہ آئندہ سال اسی قدر لے کہ ایک دانہ بڑھانے کا اختیار نہیں ہے اور چاہے تو اس صورت میں اپنا اتنا ہی روپیہ جس قدر دیا تھا پورا خواہ حساب سے کہ مثلاً سو روپے پچاس من گہوں پر دے تھے پچیس من لے تو باقی پچاس روپے واپس لے ایک کوڑی زیادہ حلال نہیں اور یہ جو کر لیتے ہیں کہ جو باقی رہا اس وقت کے بھاؤ سے اس کے دام کاٹے اور بدنی کے حساب سے ان داموں کا غلہ اس کے ذمہ کر دیا یہ ترا سو و قطعی حرام بلکہ سود و سود ہے فی الدر المختار المختار لوانقطع بعد الاستحقاق خیر رہا المسلم بین انتظار وجودہ والفسخ واخذ راس مالہ ۱۵ وفيہ لا يجوز التصرف للمسلم اليه في رأس المال ولا لرب المسلم في المسلم فيه تبيل قبضه بنحو بيع وشركة ومرا بحة وتولية ولو من عليه حتى لو وهبه منه كان اقالة اذا قبل وفي الصغرى اقالة بعض المسلم جائزۃ الحکم اور گہوں جیسے ٹھہرے تھے ویسے لینے کا مستحق ہے اگر عمدہ صاف کی شرط تھی تو عمدہ صاف ہی لینگا فی الہندیۃ اسلام فی گندم نیکو اوقال نیک اوقال، سرہ یجوز هذا هو الصحیح والماخوذ بہ کذا فی الفیاشیۃ ۱۵۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔

مسئلہ :- غزہ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اینٹوں کی بیع سلم جائز ہے یا نہیں ایسی صورت میں کہ ابھی بیچنے والے نے صرف زمین اس نیت سے لی ہے کہ بعد چار ماہ کے اس سے مٹی کھود کر اینٹ بنائی جائے گی غالباً نے ابھی سے دو روپیہ ہزار کا نرخ کاٹ کر چار ماہ کے وعدہ پر دو سو روپے اسے دیدیے یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بیوا تو جروا۔

الجواب :- جائز ہے جبکہ سانچا معین کر دیا گیا ہو اور باقی شرائط بیع سلم متحقق ہوں اور یہ شرط نہ کی گئی ہو کہ اس مٹی سے جو اینٹ بنے گی وہ لی جائے گی لاندہ منقطع فی الحال کنظہ جدیدۃ قبل وجودہا و فی التنبؤ یصح فیما امکن ضبط صفتہ ومعرفۃ قدرہ تکمیل وموزون ومثمن وعددی متقارب کجوز و بیض و فلس و لبن وأجر بملین معین واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از آتولہ شفاخانہ مرسلہ شیخ محمد بخش صاحب ڈاکٹر، ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ فلوس سکہ رائج الوقت بحساب فی روپیہ سولہ آنہ یعنی تینتیس مکہ فروخت ہوتے ہیں اگر زید کسی قدر روپیہ عمر کو دیوے اور عمر سے بحساب فی روپیہ ساڑھے سولہ آنہ یعنی تینتیس مکہ بلا تعیین وقت روز یا ماہ کے کٹوتی کر لیوے اور عمر و بتدریک فلوس ادا کرے تو کٹوتی فلوس اس صورت سے شرعاً درست ہے یا نہیں اور اگر عمر و فلوس کے ہمراہ وہ فی یا چونی زید کو دیوے تو وہ فی یا چونی ہمراہ فلوس کے عمر سے لینا جائز ہے یا نہیں اور اگر عمر و باجائز زید کے کسی قدر فلوس کٹوتی شدہ بہ نرخ رائج الوقت خود فروخت کر کے زید کو نقد روپیہ بوجہ فلوس دیوے تو درست ہے یا نہیں۔

الجواب۔ بیسوں کی بیع سلم (یعنی کٹوتی) میں یہ تینوں صورتیں ناجائز و گناہ ہیں بیع سلم کی ایک فروری شرط یہ بھی ہے کہ سیارہ عقد میں میں کر کے جائے جب یہاں تینوں وقت نہ ہو بیع حرام ہوگئی فی البدلتا شرط صحیحہ النہی تذکر فی العقد بیان جنس و نوع وصفہ و قدر و اجل وہ مطلقاً بیع سلم جس چیز کی ہو اسے بدل کر دوسری شے یعنی جائز نہیں توکل یا بعض بیسوں کے عوض میں وہ فی یا چونی یا ٹھنی وغیرہ نہیں لے سکتا بلکہ خاص بیس ہی لے جائیں گے لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تأخذ الا سلماً اور اس مالک ای الاسلامک حال قیام العقد اور اس المال عند الفساحہ فاحتنع الاستبدال وہ درختاً نہ بھی روا ہے کہ اپنے قبضہ میں آجانے سے پہلے اس میں کوئی تصرف مثل بیع وغیرہ کیا جائے تو عمر و کا باجائز زید خواہ بلا اجازت پیسے بیچ کر روپے وغیرہ ان کے بدلہ کی کوئی شے زید کو دینا درست نہیں نہ زید اسے لے سکتا فی البدلتا لا يجوز التصرف للمسلم الیہ فی راس المال ولا للرب المسلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ بخوبی و شریکۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین بیع اس مسئلہ کے مثلاً زید نے بکر کو دس روپیہ دیئے اس شرط پر کہ آئندہ فصل میں فی روپیہ میں بیع گندم ہوگا خصوصاً شرط مذکور پر زید نے فصل مقررہ پر گندم وصول کے فصل میں بیع گندم فی روپیہ ۵ مار فروخت ہوتے ہیں تو زید کو پندرہ سیر گندم جو کہ خلاف نرخ مل رہے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز۔ بیہذا توجروا۔

الجواب۔ اگر یہ روپے زید نے بکر کو قرض دیئے تھے اور شرط یہ کی کہ آئندہ فصل میں فی روپیہ میں بیع گندم ہوگا تو یہ ناجائز اور حرام ہے اور اگر روپیہ گندم کو قیمت قرار دے کر دیئے تھے تو اس کہنے سے کہ میں بیع گندم لوں گا بیع نہ ہوئی نہ آئندہ ہوا اب جب گندم موجود ہوئے بکر اگر اس بھانڈے پر نہ دے تو اسے اختیار ہے زید بکر نہیں کر سکتا اور اپنی خوشی سے بکر دے تو حلال ہے اور اگر اس وقت گندم کی بیع کر لی کہ اس نے کہا بیچے اور اس نے کہا خریدے تو بیع سلم کی سب شرطیں اگر گری ہیں اور متحقق ہیں تو جائز ہے اور فی روپیہ دس من زیادہ ملے تو حلال ہے ورنہ حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ۱۔ از میرزا ابو کرطہ خلیف شاہ جہاں پور رسول محمد صدیق بیگ صاحب، ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک اسائی کو پانچ روپے دئے ہیں اور اس سے یہ قرار پایا ہے کہ جیسا کہ میں ساڑھے چار روپے من فروخت کروں گے یہ بیع کیسی ہے۔

الجواب۔ یہ صورت بیع سلم کی ہے اور اسمیں بارہ شرطیں ہیں جن کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے ان میں سے ایک بھی کم ہو تو حرام ہے اور سب صحیح ہوں تو جائز اور اگر وہ آسانی مسلمان نہیں تو جو معاہدہ اس سے ٹھہر جائے حرج نہیں کامرارا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لہ اصل میں اسی طرح ہے ہوا چاہئے ”تو بھی حلال ہے“

مسئلہ ۱۔ از موضع خود سوڈا کانا نہ بد و سرائے ضلع بارہ شکی مرسلہ صفدر علی صاحب ۶ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روپیہ اس شرط پر کسی کو دینا اور مال لینا جائز ہے کہ فصل میں جو زرخ ہو گا ہم غلاں غلہ لیوں گے۔
الجواب ۱۔ غلاں غلہ لیں گے یہ تو ایک وعدہ ہے کوئی عقد نہیں ہے اس کی پابندی پر جبر نہیں ہو سکتا اسے اختیار ہے کہ روپیہ پھر دے اور غلہ نہ دے اور اگر عقد بیع کیا تو یہ بیع سلم ہے اس کی بارہ شرطیں اگر صحیح ہیں حلال ہیں ورنہ حرام اور اس طور پر کہ فصل کے زرخ پر بیچا خرید امطلقاً حرام ہے کہ وہ مجہول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۔ از شہر مرسلہ شوکت علی صاحب ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۵۷ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زیادہ کچھ روپیہ دہقانوں کو فصل سے پہلے اس شرط پر تقسیم کر دیتا ہے مثلاً جس وقت روپیہ دیا اس وقت گندم خواہ کوئی غلہ ۱۰ مارکا تھا اور اس نے ۱۴ ربی روپیہ زرخ ٹھہر کر روپیہ دیدیا فصل پر خواہ کوئی زرخ کم و بیش ۱۴ مار سے ہو لیکن وہ ربی روپیہ ۱۴ مار کے حساب سے غلہ لے لیا بکر کہا ہے کہ تو نے سو دیا کیونکہ زرخ سے زیادہ ٹھہرایا۔ بیوا تو جروا۔

الجواب ۱۔ یہ صورت بیع سلم کی ہے اگر اس کے سب شرائط پائے گئے تو بلاشبہ جائز ہے اور کسی طرح سود نہیں اگرچہ دس سیر کی جگہ دس من قرار دے ان اگرچہ بیع سلم حرام ہے اگر دس سیر کی جگہ سیر ہی بھرے لفظہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکر اور اگر بیع رضامندی سے ہوئی مگر کوئی شرط رکھی مثلاً غلہ کی جنس یا نوع یا صفت یا وزن کی تعیین نہ ہوئی یا وہ چیز ٹھہری جو اس وقت سے وقت و عدہ تک ہر وقت بازار میں موجود نہ رہے گی یا میعاد مجہول رکھی یا اسی جلسہ میں روپیہ تمام و کمال ادا نہ کر دیا تو ضرور حرام و سود ہے اگرچہ زرخ بازار سے کچھ زیادہ نہ ٹھہرا ہو اور اگر خرید و فروخت کا مضمون درمیان نہ آیا مثلاً اس نے کہا کہ روپیہ کے چودہ سیر لیں گے اس نے کہا دو ٹنگا تو یہ نہ سود نہ حرام نہ اس کے لئے کسی شرط کی حاجت نہ اسے اس پر مطالبہ پیچھے اس کی خوشی پر ہے چاہے دے یا نہ دے کہ یہ سر سے بیع ہی نہ ہوئی تراودہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۔ از گھنٹا گاہ میونہرہ باغات ضلع جورہاٹ آسام مسؤلہ عبید اللہ ۷ رمضان ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) زید نے بکر گو دو روپے دئے اور غلہ کا دینا بروقت درو زراعت بہ یقین وزن مثلاً ربی روپیہ کا بیس سیر دھان اور حال یہ ہے کہ اس وقت بازار کے زرخ سے دو چند ہوتا ہے اب یہ بیع شرعاً جائز ہے یا نہیں (۲) زید نے دس بیگھ زمین خرید کر زراعت کا کارخرا ان پر دیا ہے مگر خزانہ کار روپیہ نقد نہیں وصول کیا یہ بندوبست کیا کہ جب خزانہ کار روپیہ کے ہر روپیہ میں بعد درو زراعت میں پور کر کے دھان لوں گا اب یہ بھی زرخ بازار سے دو چند ہوتا ہے یا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

الجواب ۱۔ (۱) یہ صورت بیع سلم کی ہے اگر اس کی سب شرطیں ادا ہو لیں جائز ہے ورنہ حرام مجہولان شرائط کے میعاد معلوم ہے کہ ایک مہینہ سے کم نہ ہو اور وقت درو میعاد غیر معلوم ہے کہ آگے پیچھے ہوتا ہے لہذا نہ کورنا جائز و حرام ہوئی درختا میں ہے لایصح البیع الی المصداق والدیاس والعطاف لانھا تتقدم وتتاخر واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) یہ صورت پہلی سے بھی زیادہ حرام ہے لانہ بیع الکفائی بالکفائی وقد نھی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۔ از موضع گہگورہ ڈاکا نہ سند گنج ضلع رنگپور مرسلہ منشی سفیر الدین صاحب ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ

زید نے بکر کے پاس ۲۳ من پٹوا دینے کی شرط پر معہ روپے لے لئے جب موسم پٹوا آیا تو بکر نے اپنے دیے ہوئے روپے کے عوض پٹوا مانگا اس وقت زید پٹوا دینے سے مجبور ہوا اور قرض ادا کرنے کے خیال سے اپنا دو بیل کو فروخت کرنے پر آمادہ ہو گیا یہاں تک ایک بیل کو فروخت دیا قیمت اس کی پچاس روپے ہو یا یہ بیل فروخت کی بات بکر نے سنتے ہی زید کو کہا اگر بیل کو فروخت دیتے ہو تو وہ بیل ہم کو دو تب زید نے فروخت کیا ہوا ۵۰ روپے قیمت والا بیل کو ۴۵ روپے قیمت مقرر کر کے اور دیگر ایک بیل کو ۲۵ روپے قیمت کیا ہوا کو ۲۰ روپے مقرر کر کے پہلا خریدار سے واپس لاکر بکر کو دیدیا اور بکر نے رسید بھی لے لیا اور زید نے ۲۰ روپے نقد بھی دیا تھا جبکہ زید نے دو بیل دیا اور غصہ بھی دیا تو اب بیلوں کے روپے جو اصل سے معہ روپے زیادہ ہوتا ہے اب مطلب یہ ہے کہ بیع سلم صحیح ہوا یا کہ نہیں اور وہ زیادہ روپے کا کیا حکم ہے۔

الجواب: بیع سلم صحیح ہی اگر سب شرائط صحیح ہوئے تھے مگر جبکہ وہ پٹوا دینے سے عاجز آیا اور وہ پیسے واپس دینا قرار پایا تو بکر پر قرض تھا کہ صرف وہی معہ روپے واپس لے ان کے عوض بیل لے لے یہ حرام ہند روپے زیادہ لے یہ حرام اور نر اسو وقال اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تأخذ الا سلفاً اور اس مالک۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از کچھوچھ شریف مرسلہ مولانا مولوی سید محمد صاحب سلمہ ، ۹ صفر ۱۳۶۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں (۱) زید نے بکر کو ایک من گیہوں و ایک آنہ پیسہ دے کر کہا کہ ایک من گیہوں تم کو بلا معاوضہ چیز دیتا ہوں اور ایک آنہ پیسہ کے عوض فلاں ہینہ میں گیہوں اور وسط روہ کا یا کہا کہ عمدہ ایک من میں تالوں گا۔ (۲) زید نے بکر کو ایک گنی و بکر کہا کہ فلاں ہینہ میں دو نوٹ دس دس روپیہ کا لو لٹکا یا بیس روپیہ کے پیسہ لو لٹکا۔ (۳) زید نے بکر کو دس روپیہ قرض دیا کہ بعد ایک سال کے اوکر دے اور ایک آنہ پیسہ دیا کہ اس کے عوض بعد ایک سال کے دو روپیہ دے یہ تینوں صورتیں شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بیٹو اتوجہ واد۔

الجواب: بر (۱) ایک من گیہوں دینا نہ دینا کچھ ضرور نہیں جلد شرائط بیع سلم کا تحقق ضرور ہے جن کی تفصیل تمثیل ہمارے فتاویٰ میں ہے ان میں سے ایک بھی کم ہے تو حرام ہے لانه بیع معدوم و مرد الشرع بجوازہ وقت مدعی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن بیع ما لیس عندک اور اگر شرائط جمع ہوں تو جائز ہے اگرچہ ایک پیسہ کو ہزار من گیہوں خرید سے قال اللہ عز وجل الا ان تکون تجارتاً عن تراض منکر وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم و التمار میں ہے فی الذخیر

اذا اخذ الخبز مفراً یبئتی ان ینبع صاحب الخنطة من الخباز بالف من الخبز الخبز الیمون والیصار میں ہے جواز البیع المقرض من المستقرض مایساوی طسوجا بعشرۃ دانائیر علی وفاق الدلیل لانه بیع موجود مملوکہ له بالتراضی ہ سب اس حالت میں ہے کہ بیع ہو بعت اشتراکیت فروق خرید کم ہیں لٹکا دو لٹکا عقد نہیں وعدہ ہے اور اس کے لئے کوئی اثر نہیں کا بیئناہ فی فتاویٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) نوٹ ہوں یا پیسے دو نوٹوں کی بیع سلم جائز ہے کہ ثمن اصطلاحی میں نہ ظنی ثنیر لا بصار و در مختار باب السلم میں ہے (بیع فیما امکان ضبط صفتہ و معرفتہ قدرہ تکمیل و موزون) خرج بقولہ (مثنی) الدر اھم والذنا سیر لانھا اثمان فلم یجز فیھا السلم و عدی متقارب کجوز و میض و فلس شرائط بیع سلم ہوں اور ایجاب و قبول ہوں لٹکا دو لٹکا کوئی چیز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ایسی بیع حرام ہے کہ یہ روپے کی بیع سلم ہوگی اور وہ جائز نہیں کا تقدم انفا عن الصدرا المختار والله تعالى اعلم۔

مسئلہ۔ ازکرتولی ضلع بدایوں مرسلہ جناب مولوی محمد رضا خان صاحب، ۲۰ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ

بیع سلم بحساب فی روپیہ ۱۲ سیر ربیع گذشتہ میں ولید سے کہ کافر ہے قرار پائی اب خریف موجودہ میں عمر کو جسکا روپیہ تھا وہ جس طے شدہ نہیں دیتا عمر اگر یہ کرے کہ جس قدر گہیوں ولید کا فراد زید سلمان کے ذمہ چلے ہیں کسی دوسرے شخص کو اپنی ملکیت کے ہمہ کردے اور وہ شخص جس پر واجب الادا ہے عمر کو خرید کر شخص موہوب کہ کو دیدے یہ جائز ہوگا یا نہیں۔

الجواب۔ بیع سلم میں حکم ہے کہ جس قرار یافتہ لے یا جتنا روپیہ دیا تھا واپس لے دوسری چیز عوض میں لین حرام ہے ہاں اگر بانٹنے کے پاس گہیوں نہیں اور مشتری اپنے پاس سے گہیوں ثالث کو ہمہ کرتے پھر بانٹ اس ثالث سے خرید کر مشتری کے مطالبہ میں دے تو جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کھنڈ ساری نے ایک موٹھ کارس وہاں کے اسامیوں سے ۲۵ روپیہ کے نرخ سے خریدا اور روپیہ دیدیا پھر اس کھنڈ ساری نے اپنے اس خریدے ہوئے کو وہاں کے زمیندار کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ۲۵ روپیہ کے حساب سے کچھ نفع یا نقصان نہیں ہوا۔ پھر زمیندار نے کوشش کی کہ میرا اس کو فی شخص خرید لے اور دوسرے کھنڈ ساریوں نے ۲۸ روپے تک لگے جب زمیندار نے دیکھا کہ کھنڈ ۲۸ روپیہ سے زائد نہیں ملتا تو اس نے اپنے اسامیوں سے کہا کہ تم لوگ اپنے اپنے اس کا گرا بنا لو میرا روپیہ ۳۰ روپیہ کے نرخ سے حساب سے بھگوا اور دینا پہلی بیع کو معلوم ہے کہ اس میں اختلاف ہے مگر یہ معاہدہ زمیندار کا اسامیوں سے کہ ۳۰ روپیہ کے حساب سے اور دینا جائز ہے یا نہیں بیضا بالذلیل توجروا عند الجلیل۔

الجواب۔ پہلی دو تیسری یہ سب بیعیں ناجائز و حرام ہوئیں جبکہ اس موجود ہونے سے پہلے عمل میں آئیں جیسا کہ یہاں دستور ہے حدیث میں ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن بیع ما لیس عندہ اماما رخص فی السلف ولہ شرائط منھا عدم انقطاع المسلمو فیہ من یوم العقد الی یوم الوعد اور خالص تیسری بیع اگر اس کے وجود پر بھی ہوئی تو ناجائز ہے لان المشتري فاسد الاصل قبل القبض وبعد ایضا لا یرتفع الاثر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پہلی ہیست محلہ شیر محمد مرسلہ شیخ ناد حسین صاحب، ۲۳ جمادی الاخر ۱۳۶۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جیسا رواج دین نیشکر کے فروخت کہ ہے کہ ادھر کہیت میں درخت نمود ہونے ادھر اس وقت کے نرخ بوجہ چنگی روپیہ دیدیا یا کسی جیلہ شرعی سے یہ بات جائز ہے یا نہیں اور اگر وقت طیار ہونے نیشکر کے اس وقت کے نرخ بوجہ اس خریداجائے تو بھی جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز نہیں ہے تو ضرورت کے لئے کوئی جیلہ شرعی بھی ہے یا نہیں کیونکہ زمانہ کار و راج بہت مجبور کر رہا ہے۔ بیضا توجروا۔

الجواب۔ نہ درختوں کے نمود پر جائز نہ نیشکر کی طیار پر جائز نہ یہ جائز کہ جب اس موجود ہو جائے اور کہنے لگے اس آئندہ سال کے اس کی بیع کر لیں کہ بیع سلم میں شرط ہے کہ وہ شے وقت عقد سے وقت قرار و ادک کسی وقت بازار سے منقطع نہ ہو پہلی دو صورتوں میں تو اس وقت عقد منقطع تھانے کی طیار سے اس بازار میں تو نہ آگیا جو شرط جواز متحقق ہوا وہ پہلی صورت میں اگرچہ اس وقت عقد موجود ہے مگر وقت قرار و

یعنی آئندہ سال تک موجود نہ رہے گا چند روز بعد بازار سے ختم ہو جائے گا ہمارے تمام ائمہ مذہب کا ان سب صورتوں کے ناجائز و حرام ہونے پر جامع ہے متون و شروح و فتاویٰ ان کی تحریر سے بالامال ہیں ہمیں خلاف مذہب فتویٰ دینے کی کسی طرح اجازت نہیں ہاں اگر رس کہیں طیار ہو گیا کہیں ابھی اچکھ کھڑی ہے ایسے زمانہ میں جسکے یہاں ہنوز رس نہیں ان سے رس کی بیع سلم کر لینا بلاشبہ جائز ہے جبکہ وعدہ اتنی قریب مدت کا کیا جائے جس میں اس سال کا رس بازار میں سے ختم نہ ہونے پائے۔ بحر الرائق و در مختار میں ہے ما یکتب فی وثیقة السلم من قوله جدید عامہ مفسد لہ ای قبل وجود الجدید اما بعد کہ فیصم کالایحتمی اور اس طیار و غیر طیار میں کچھ گاؤں یا گڑھ یا ضلع کا اتنا بھی شرط نہیں بلکہ اگر اس ضلع بھر میں ابھی کہیں رس بلکہ گنا بھی طیار نہیں اور دوسرے ضلع میں رس بکتے لگا ہے تو جہاں ہنوز معدوم ہے وہاں وائے بھی بیع سلم کر سکتے ہیں جبکہ ان دونوں ضلعوں میں اتنا بے عظیم نہ ہو کہ ان کے یہاں کی ایک اری جائے یا رس پر کوئی آفت آئے تو وہاں سے رس سٹکا کر دینے میں سخت شدید مشقت ہو جیسے ہندوستان میں ابھی مفقود ہے اور مثلاً مصر یا برہما میں طیار ہو گیا تو ایسی طیار پر ہندوستان میں اس کی بیع سلم حلال نہیں اور مختار میں ہے لوانقطع فی اقلیہ دون آخر لم یجز فی المنقطع و الا یجز فی ای المنقطع فیہ لانہ لا یسکن احضارہ الابشفة عظیمة فیجوز عن التسلیح بحرمہ سب اس صورت میں ہے کہ واقع میں وہ عقد بیع شرعی ہو بعض دستاویز رس کی جو آجکل دیکھتے ہیں آئیں انکا مضمون یہ ہے کہ (جو کہ مبلغ اس قدر یا قسماً بن فلاں بن فلاں کے میرے ذمہ واجب الادا ہیں اقرار کرتا ہوں اور لکھے دیتا ہوں کہ بعض مبلغان مذکور کے مال اس گاشت مستلک ف جس کا پیدا وار و اولاد ۳۰ ف میں ہوگا وقت طیار ہو جانے بیل کے اس نرخ سے فلاں مالک اور کروں گا اپنے خرچ میں کسی طرح نہ لادوں اور سٹا گیا کہ عام دستاویز میں اسی مضمون کی ہوتی ہیں اگر فی الواقع زبانی بھی کلمات بیع درمیان نہیں آتے نہ وہ کتاب ہے کہ میں نے رس میرے ہاتھ بیچا نہ یہ کتاب ہے کہ میں نے خریدا بلکہ اسی قسم کی گنگو ہوتی ہے تو اسے بیع سے اصلاً علاقہ نہیں یہ تو ایک وعدہ و اقرار ہے کہ زر مطالبہ اس راہ سے او کروں گا یہ صورت فی نفسہ جواز کی تھی اگر کسی کا کسی پر کچھ قرض آتا ہو اور مدیون رضائے خود وعدہ کرے کہ اس کے بدلے میں تجھے فلاں چیز اس نرخ سے دوں گا تو اس میں کوئی حرج نہیں جس وقت دیکھا اس وقت بعوض اس قرض کے بیع ہو جائے گی اس طریقہ میں نہ پہلے سے کسی قرار و ادائیگی حاجت نہ کوئی شرط درکار فقط اتنا چاہئے کہ دینے وقت انیس باہم معلوم ہو کہ اس بھائی پوری گئی فتاویٰ علامہ خیر الدین رحمی میں ہے مثل فی رجل استلیم من اخر الفی ترش دینا و وعدہ ان یعطیہ ہا زیتا بالسعر الواقع یوم کذا فلما جاء الیوم الموعود کان سعر الزیت معلوماً فیہ ارسل یطلبہ منه فارسل بہ زیتا ہل یکون بیعا بالسعر المعلوم یومئذ ام لا یکون بیعا و للمدیون طلب الزیت اجاب نعم یرکون بیعا نافذاً و الحال ہذا کا صرح بہ فی مجمع الفتاویٰ و القنیة و المجتہب معنی یا الی النصاب و قد اتقی بذلک المرجم صاحب مخ الغفار الی قولہ و الاصل فی ذلک ان البیع عندنا یعقد بالتعاطى فانهم والله تعالیٰ اعلم و رائتی کتبت علی ہامشہ مانضہ اقول اننا نعقد بالتعاطى لان الذی جرى بینہما من قبل انما کان وعداً اما لو کان ذلک عقداً لما صح لعدم اجتماع شرط السلم کالایحتمی و اذا المرصیح ذلک لم یجز بالتعاطى البنی علیہ کا صرح بہ فی البحر و الدرر وغیرہا اگر یہاں اور وقت و رسم ہے یہ صورت یوں نہیں کہ پہلے سے برب قرض و بطور کسی پر کچھ دین آتا تھا جس کے عوض کوئی شے دینا نہ قرار پا یا تھا اس کے بعد مدیون نے بطور خود

وعدہ کر لیا کہ میں بیع وین یہ نئے دوں گا یہاں تو وہ روپیہ اسی لئے دیا جائے کہ اس کے عوض دس لیں گے اور اسی بنا پر لیتا ہے تو اگر بیع نہ ہو مگر قرض کے ذریعہ سے نفع حاصل کرنا ہوا اور وہ سود ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل قرض جرم منفعۃ فہو رباب اس عقد کا حاصل یہ ہوا کہ اتنا روپیہ تجھے قرض دیتا ہوں اس شرط پر کہ تو اس کے عوض مجھے اتنا دس دے قرض اگر بیع شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ شرط ہی باطل ہو جاتی ہے علی ما فی الدر و متنہ عن الخانیۃ القرض لا یتعلق بالجاز من الشرط فالفساد منہا لا یبطلہ و لکن یتلغو شرطہ او شیء اخر فلواستقرض الدر اھم المکسورۃ علی ان یودی صحیحاً کان باطلا و کذا الواقعہ طعنا ما بشرط ردہ فی مکان آخر و کان علیہ مثل ما قبض الخ مگر ایسا قرض خود ہی معصیت و حرام ہے فی الدر عن الخلاصۃ القرض بالشرط حرام و الشرط لغو بان یقرض علی ان یتکب بہ الی بلد کذا الی فی دینہ الخ اور یہاں صراحتاً شرط نہ بھی کریں تاہم حکم عرف اس کا شرط ہونا قرض دینے لینے والے دونوں پر ظاہر و آشکارا ہوتا ہے و الممہود عرفاً کا لفظ لفظاً فی رد المختار من انحرالحوالۃ عن الفقیہ عن الواقعات قالوا انما یجمل ذلک عند عدم الشرط اذا لم یکن فیہ عرف ظاہر فان کان یعرف ان ذلک یفعل کذا لکن فلا غرض یوں بھی جواز حاصل نہ ہوا ہاں اسکی صورت یہ ہے کہ جس قدر کا دس خریدنا ہوا اتنے روپوں کے عوض اپنی کوئی چیز اس کا شتکار کے ہاتھ ایک تریب وعدہ پر بیچ چلا کہے میں نے یہ شے تیرے ہاتھ سو روپے کو بیچی اس شرط پر کہ یہ روپے ایک گھنٹہ کے بعد ادا کئے جائیں گے وہ کہے میں نے خریدی اس سے زائد کوئی ذکر رس وغیرہ کا ان لفظوں میں نہ ہو پھر وہ شے میں اس کا شتکار کے قبضہ میں دیدے اور اس سے زخم نہ لے جب وہ قابض ہو جائے اسی چیز کو اب کا شتکار اس بائع کے ہاتھ سو روپے پر بیع کر دے اور اس میں کوئی میعاد ادا کے ثمن مقرر نہ کرے یہ خریدے اور اسی وقت کا شتکار کو روپے دیکر شے بیع لے لے یہ بیع ثانی اور اس کے روپے ادا کرنے کی کارروائی اس مدت وعدہ سے پہلے ہوئے جس مدت تک کا شتکار کے بیع سابق میں ثمن مؤجل کیا ہے مثلاً وہاں ایک گھنٹہ کا وعدہ ٹھہرا تھا تو یہ کارروائی گھنٹہ گزرنے سے پہلے ہوئے و علی ہذا القیاس اور بہت ضرور ہے کہ ان دونوں بیعوں سے حقیقتاً خرید و فروخت کا کا قصد کریں فقط فرضی طور پر نہ ہوں اب اس کی چیز تو اس کے پاس واپس آئی اور کا شتکار کو سو روپے مل گئے اور اس کے سو روپے اس کے ذمہ پر دین رہے جب گھنٹہ یا میعاد جو قرار پائی تھی گزر جائے یہ اپنے اس وین کا کا شتکار سے مطالبہ کرے وہ کہے گھڑی بھر میں ترا دین دیتا ہوں اگر نہ دوں تو معاہدہ کرتا ہوں کہ اس دین کے عوض فلاں بیچنے میں اس زرخ سے اتنا دس ادا کروں گا بعدہ اسی مضمون کا اقرار نامہ لکھ جائے جیسا کہ کھڑے ساری میں واضح ہے جس کی نقل عبارت اوپر گزری اس طو پر نہ تو یہ بیع سلم ہوئی جس میں اس شے کا بازار میں ہونا شرط ہوتا نہ قرض ہوا جس سے انتفاع مشروع حرام ٹھہرنا بلکہ بذریعہ بیع صحیح ایک دین اس کا شتکار پر لازم ہوا بعدہ اس دین کی نسبت یہ وعدہ و معاہدہ قرار پایا بیع سابق کے بعد جو یہ قرار دیا ہوئی اس عقد کی شرط نہ ٹھہرے گی کہ جو بشرط فاسد بیع فاسد ہو کر پھر گناہ لازم آئے۔ فانہ لیس بشرطاً راساً بل و عدم مستأنف وقد قال فی رد المختار ذکر فی البحرانہ لولا خرجہ لخرج الوعد لم یفسد و صورۃ کما فی الولوجیۃ قال اشتری حتی ابی الحواط اھ قلت والذی فی الھندیۃ عن الظہیریۃ اشتری بیعۃ الامر فاذا کان ہذا فی الوعد المقارن نکیف فی المفارق فھذا یوجب الصحۃ اجماعاً و لو سلم فالشرط المتأخر لا یلتحق باصل العقد عندھا و فی روایۃ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و فی اخری لہ یتحقق وقد صححنا عند اختلاف التصحیح

لك العمل بايتهما شئت لاسيما ما وافق عليه الصاحبان رضي الله تعالى عن الجميع قال في رد المحتار قوله ولا يبيع بشرط
اشار بقوله بشرط الى انه لا بد من كونه مقارنا للعقد لان الشرط الفاسد لو اتفق بعد العقد قيل يلتحق عند
ابي حنيفة وقيل لا وهو الاصح كما في جامع الفصولين في ۳۹ لكن في الاصل انه يلتحق عند ابي حنيفة وان كان
اللاحق بعد الافتراق عن المجلس وتماه في البحر قلت هذه الروايت الاخرى عن ابي حنيفة وقد علمت تصحيح
مقابلها وهي قولها ويؤيده ما قدمه المصنف تبعاً للهداية وغيرها من انه لو باع مطلقاً عن هذه الاجال ثم
اجل الثمن اليها صح فانه في حكم الشرط الفاسد كما اشارنا اليه هناك اه اس طرية سے ایک اور نفع عظیم کی امید ہے وہ شادی
جو بطور مذکور لکھی جاتی ہے نہ وعدہ ہی وعدہ ہوتی ہے کہ اس شخص کو اس پر جبر کا اصل اختیار نہیں ہوتا اگر وہ اس سے نہ تو یہ صرف اپنے
روپے کا اس سے تقاضا کر سکتا ہے اس کا مطالبہ نہیں ہوتا کہ وعدہ کی وفا پر قضا جبر نہیں کا نفعو علیہ قاطبہ اور یہ صورت جو ہم نے لکھی
علماء فرماتے ہیں ایسی شکل کا وعدہ وعدہ لازم ہو جاتا ہے کہ اس کے ایفا پر جبر پہنچتا ہے جامع الفصولین میں ہے لود کوا یبوع بلا شرط ثم
ذکر الشرط علی وجه العدة جازا یبوع ولزم الوفاء بالوعدہ اذ المواعید قد تكون لازمة فیجعل لازماً الحاجة الناس
ثمادی خیرہ میں ہے قد مرح علما ونا بانها لو ذکر الیبع بلا شرط ثم ذکر الشرط علی وجه العدة جازا یبوع ولزم الوفاء
بالوعدہ ورتخا ویم ہے لوبعدہ علی وجه المیعاد جاز ولزم الوفاء لان المواعید قد تكون لازمة لحاجة الناس وهو
الصحيح كما في الكافي والحائیه واقرة خسرو هنا والمصنف في باب الأكرام وابن الملك في باب الاقالة الخ بزارة میں ہے
اذا كفل معلقاً بان قال ان لم يؤد فلان فاننا ادفعه اليك ونحوه يكون كفاية لما علم ان المواعيد باكتساء صور
التعليق تكون لازمة فان قوله انا يج ليلزم به شئ ولو لم يقل ان قلت اهل اسلام اس لیس طریقہ کے بجائے میں کاہلی نہ کریں اس میں نہ کوئی خرچ
ہے نہ خرچ نہ وقت صرف زبانی دو تین لفظوں میں مطلب کامل مراد حاصل گناہ زائل دستاویز تو وہ کھواتے ہی ہیں صرف اتنا زائد
ہے کہ اس سے پہلے ایک چیز اس کے ہاتھ گھنٹہ بھر کے وعدہ پر بیچ کر قبضہ میں دیکر فوراً خرید لے اور روپیہ دیدے اور گھنٹہ گزرنے کے بعد
دین کی نسبت اس کا وہ وعدہ لیسے اس الٹ پھیر میں نہ کچھ وقت و عننت ہوگی نہ کوئی پیسہ خرچ ہوگا اور معصیت الہی سے بچے کہ
مال حلال ہاتھ آئے گا اللہ عزوجل توفیق بخشنے آئیں تنبیہ یہ قیدیں جو ہم نے ذکر کیں کہ پہلی بیع میں ثمن مؤجل ہو دوسری میں مجمل اور
دوسری بیع اور اس کے ثمن کا اداکر دینا پہلے ثمن کے میعاد مثلاً گھنٹہ گزرنے سے پیشتر ہو لے اور دوسری بیع کا شکار کی طرف سے شے بیع پر
قبضہ کر لینے کے بعد ہوا نہیں ضرور ملحوظ رکھیں زائد و بیکار تصور نہ کریں یہاں منظور تو یہ ہے کہ کاشکار کو روپیہ پہنچ جائے اور اس کا دین اس
پر قائم رہتا کہ اس کی نسبت وہ وعدہ ہو سکے اگر دونوں ثمن مجمل ہوتے تو بیسے بیع ثانی میں سو روپے اس پر لازم ہوئے اور اس کے سوٹھے
اس پر لازم تھے دونوں پر سے برابر ہو کر تڑ جلتے ہو ہیں اگر یہ بیع ثانی اور اس کے ثمن دیدینے کی کارروائی اس میعاد مقرر سے پہلے نہ ہوتی
تو میعاد گزر کر وہ دین پھر مجمل ہو جاتا اور دونوں بری الذمہ ہو جاتے اب کہ کاشکار کا دین اس پر مجمل ہو اور اس کا دین اس پر ہوزو مجمل ہے کہ
اس کی میعاد نہ آئی اور اس نے اس کے روپے دیدے اس نے لے تو اس کا دین اس پر قائم رہے گا فی رد المحتار عن الحلبي عن البحر

سائرالديون ای ماسوی النفقۃ يقع النقص فيها تقاصا ولا بشرط التساوی فلما اختلفا كما اذا كان احدهما جيدا ورد سينا فلا بد من رضا صاحب الجيد وفي الاشباہ علیہ الف قرض نباع من مقرضه شيئا بالف مؤجلة فحولت في مرضه وعليه دين تقع المقاصة الخ قال في غمزالبيون انما قيد بالحلول لانها لو تحل لم تقع المقاصة لاختلاف الوصف كالجيد مع السدي اور كاشتكاركي طرف سے بیع ثانی بعد قبضہ ہونے کے ضرورت یہ ہے کہ اگر پیش از قبضہ بائع کے ہاتھ بیع کر دیا تو بیع فاسد و ناجائز ہوگی غیر کے ہاتھ بیچنے میں تو صرف اشیائے منقولہ پر قبضہ شرط ہے مثلاً عرو نے زید سے کوئی منقول چیز مولیٰ اور نہ ہوا اپنے قبضہ میں نہ آئی کہ بکر کے ہاتھ بیچ ڈالی یہ بیع فاسد ہوئی اور جائیداد غیر منقول لے کر پیش از قبضہ غیر بائع کے ہاتھ بیع کر دی تو جائز ہے مگر جس سے مولیٰ یعنی اس کے ہاتھ قبضہ سے پہلے اشیائے غیر منقولہ کی بیع بھی جائز نہیں پس نذا قبضہ لازم ہے فی الدار المختار صحیح بیع عقار لا ینقضت ہلاکہ قبل قبضہ من بائعہ و یتعلق بقبض لا بیع لان بیعہ من بائعہ قبل قبضہ فاسد كما فی المنقول (ولا یصح اتفاقا بیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ بخلاف ہبۃ و اتراضہ و ہنہ و اعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی الاصح) ملخصا مزید امن رد المختار - والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰۔ ۲۹ شعبان ۱۳۳۰ھ مرسلہ حافظ ایاز نجیب آباد۔ ضلع بجنور محلہ پورہ۔

ماہ جون میں جو زراعت نیشکر پر کو بہو بدلی ہوتی ہے اور نرخ مال کی یہ شرط قرار دوا دہوئی کہ شاہ نگر کے سے ایک روپیہ یا ۸ روکم یا زیادہ طین کی رضامندی سے تحریر ہو جاتی ہے اور جو روپیہ اس وقت بوقت تحریر لینا ٹھہرتا ہے وہ ویدیا جاتا ہے باقی آئندہ مال آثار ہوتا ہے اور روپیہ جاتا رہتا ہے آخر اختتام پر کل مال کا حساب و کتاب ہو جاتا ہے، اگر صورتہ مذکورہ جائز ہے تو بہا ورنہ اس کے جواز کے واسطے کیا جیلہ ہے کیونکہ اس کا عام رواج ہے۔

الجواب۔ نیشکر کے بدلے جس طرح کہ رائج ہے محض بے اصل و بلا جہہ ناجائز ہے اس وقت گنا بھی موجود نہیں ہوتا اور نرخ اس کے جواز کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ مثلاً سو روپیہ کے بدلے کرنی منظور ہے تو اس کی خرید و فروخت کا کچھ نام نہیں بلکہ اپنی کوئی چیز سو روپے کی اس کے ہاتھ ایک مین مدت مثلاً گھنٹے بھر کے وعدہ پر بیع کریں اور وہ شے اس کے قبضے میں دیدیں اور وہ ابھی گھنٹہ نہ گزرنے پائے کہ شخص مذکور وہی شے سو روپیہ نقد کو مالک اول کے ہاتھ بیع کر دے اور یہ اسی وقت سو روپیہ اس کے ادا کر دے اب اس کی چیز اس کے پاس آگئی اور سو روپیہ نقد اسے پہنچ گئے اور اس کے سو روپیہ اس پر دین رہے جب وہ وعدے کا گھنٹہ گزرے یہ اپنے روپیوں کا اس سے تقاضا کرے وہ کہے میں تیرے روپے ۱۰ منٹ میں دوں گا اگر نہ دوں تو وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے روپیوں کے عوض اس نرخ سے رس دوں گا اس کے دستاویز جیسے لکھی جاتی ہے لکھا میں اب اس کی خریداری جائز ہوگی اس جیلہ شریعہ کی تحقیق تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ والله تعالیٰ اعلم۔

بَابُ الْأَسْتِصْنَاعِ

مسئلہ ۱۰۱۔ سنولہ حافظ یعقوب خان صاحب، ۱۶ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ

کیا ذاتے ہیں علمائے دین اس سلسلہ میں کہ بڑھئی نے اقرار کیا کہ غلام قسم کی کرسیاں ایک درجن ایک ماہ کے اندر قیمت مبلغ سے کو دوں گا

اور جب تک تحاری کرسیاں طیار نہ کروں اور کسی کا یا اپنا مال نہ بناؤں گا اگر وعدہ خلافی کروں تو کرسیاں مذکورہ بقیعت للعسکر کو دے دینگا پس بڑھئی نے وعدہ خلافی کی یعنی اور کسی کا مال بنایا اور کرسیاں بھی ایک ماہ کے بعد دیں پس اس صورت میں حسب اقرار للعسکر کو دہن لینا درست ہے یا نہیں۔

الجواب۔ صورت متفقہ میں وہ کرسیاں اس عقد کی بنا پر نہ للعسکر و دہن کو لینا جائز نہ سے رکھو بلکہ اس عقد کا نسخ کرنا واجب ہے کہ یہ عقد فاسد ہوا اور عقد فاسد گناہ ہے اور گناہ کا ازالہ فرض۔ ہاں اگر چاہیں تو عقد کو نسخ کر کے اب یہ کرسیاں بقصد جدید باہمی رضامندی سے جتنے کو ٹھہرائیں خرید لیں وجہ یہ ہے کہ کسی سے کوئی چیز اس طرح بنو ا کہ وہ اپنے پاس سے اتنی قیمت کو بناوے یہ صورت استصناع کہلاتی ہے کہ اگر اس چیز کے یوں بنوانے کا عرف جاری ہے اور اس کی قسم و صفت و حال و پیمانہ قیمت و غیر ہاکی ایسی صاف تصریح ہو گئی ہے کہ کوئی جہالت آئندہ متازعت کے قابل نہ رہے اور اس میں کوئی میعاد ہملت دینے کے لئے ذکر نہ کی گئی تو یہ عقد شرط جائز ہوتا ہے اور اس میں بیع سلم کی شرطیں مثلاً روپیہ پیشگی اس جلسہ میں دیدیا یا اس کا بازار میں موجود بنایا مثلی ہونا کچھ ضرور نہیں ہوتا مگر جب اس میں میعاد ایک ہینہ یا زائد کی لگا دیا جائے تو وہ عقد بعینہ بیع سلم ہوتا ہے اور اس وقت تمام شرائط بیع سلم کا تحقق ہونا ضرور ہوتا ہے اگر ایک بھی رہ گئی عقد فاسد ہو گیا فی رد المحتار عن البیادع من شرطہ بیان جنس المصنوع ونوعه و قدره و صفتہ وان یکون مما فیہ تعامل وان لا یکون مؤجلا والا کان سلما الخ وفيه المراد بالاحل ما تقدم وهو شهر فما فوقه الخ وفي الطحطاوی الاجل تارقا یکون کاجل المسلم بان کان شهرا فا زید وهو عندنا سلم من غیر تفصیل الخ وفي الھندیۃ ان ضرب الاجل صار سلما حتی لا یجوز الا بشرائط السلم هذا اذا کان ضرب المدۃ علی وجہ الاستعمال بان قال شهرا او ما الشبہ ذلك اما اذا ذکر علی وجہ الاستعمال بان قال علی ان تفرغ منه عند او بعد عند لا یصیر سلما کذا فی الصغری اھ ملخصا یہاں کہ میعاد ایک ہینہ یا زائد ہی کی تھی عقد بیع سلم ہو گیا اور وجہ تردید کہ ایک ہینہ میں تیس اور زیادہ میں چوبیس نہ قیمت میں ہوگی نہ مدت حالانکہ ان کی تینیں سلم میں ضرور ہے لہذا عقد فاسد ہو گیا بلکہ عند تحقیق استصناع ہر حال میں بیع ہی ہے کما نص علیہ فی المتن و صححہ المحققون من الشراح ففی النقاۃ الاستصناع باجل سلم تعاملوا فیہ او لا وبلاجل فیما یتعامل بیع والمبیع العین لا العمل اھ ومثله فی الاصلاح و الملتق والتوسیر وغیرھا وفي الهدایۃ الصحیح انه یجوز بیعا لاعدۃ والمعدوم وقد یعتبر موجودا حکما والمعقود علیہ العین دون العمل هو الصحیح اھ ملخصا ونحوہ فی الايضاح والدر وغیرھما من الاسفار لفر وقد اوتحننا المقام مع ازالة الاوہام بتوفیق الملک العلام فیما علقنا علی رد المحتار اور بیع ہرگز ایسی جہالت نہیں کا تحمل نہیں کر سکتی کہ اتنی مدت ہو تو یہ قیمت اور اتنی ہو تو وہ فی الخلاصۃ رجل باع شیئا علی انہ بالنقد بكذا وبالنساء بكذا او الی شھرتین بكذا الی یجوز تو استصناع میں اگرچہ ایک ہینہ یا اس سے زائد نہ موجب ایسی تردید کی جائے گی عقد فاسد ہوگا اور نسخ واجب ہذا ما ظہری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ زید کے دوست نے زائش لکھی کہ مجھ کو کل الجواہر بھجود زید عمر کے دکان سے قرض خرید لایا اور بعد دو ایک روز کے وہ پس کر دیا اس کے یہاں جا کر اور خیال دل میں یہ تھا کہ شاید وہ دوست قیمت نہ بھیجے تو مجھ کو دینا ہوگی غرض اس کے سامنے یعنی مالک دکان کو دے دیا

اور یہ اس سے کہا بھی مالک کھل الجواہر نے میاں ذرا سی بات کے لئے پھر شرمندہ ہونا پڑتا ہے اور قیمت تو میری پڑیا کھل الجواہر پر لکھی ہوئی ہے وہ بھی جیدیں گے قیمت۔ تم ان کو کھل الجواہر بھیج دو پس بار بار لٹ دو بارہ زید نے اس کو لا کر بھیج دیا اپنے دوست کے پاس۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں مالک کھل الجواہر زید سے قیمت وصول کرے گا یا نہیں اب زید نے اس کے امر سے بھیجا ہے۔ بیٹو اتو جو روا۔

الجواب۔ ضرور وصول کر سکتا ہے کہ فرمائش دوست کا حاصل اگر فرمائش نہ بھی ہو جس میں حقیقتہً خود زید مشتری ٹھہرے تو غایت درجہ توکیل ہسی والحقوق فی الیوم ترجیح الی الوکیل بخلاف النکاح فلیس فیہ الامحبر او سفیرا کا حرج جوابہ فی عامۃ الکتب توکیل سے قیمت وصول کرنے کا یقیناً اختیار ہے اور اس کے کہنے سے خریدنا اس کا مانع نہیں ہو سکتا فانہ اشارۃ لاکراک فالشراء المتاوقع من زید برضاه و اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل جلالہ اتو واحکم۔

بَابُ الصَّرْفِ

مسئلہ :- از شاہجامپور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نوٹ پر ہٹ لگانا مثلاً سو روپے کا نوٹ ننانوے کو خریدنا جائز ہے یا نہیں۔ بیٹو اتو جو روا۔

الجواب :- ظاہر ہے کہ نوٹ ایک ایسی حادث چیز ہے جسے پیدا ہونے بہت قلیل زمانہ گزرا فقہائے مصنفین کے وقت میں اسکا وجود اصلاً نہ تھا کہ ان کے کلام میں اسکا جزئیہ بالتصریح پایا جائے مگر اس وقت جہاں تک خیال کیا جاتا ہے نظر فقہی میں صورت مسئلہ کا جوازی معلوم ہوتا ہے اور عدم جواز کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی پر ظاہر کہ علت تحریم بقدر متعین الجنس ہے یہ اگر دونوں متحقق ہوں تو فضل و نسیہ دونوں حرام اور ایک ہو تو فضل جائز نسیہ حرام اور دونوں نہ ہوں تو دونوں حلال کافی عامۃ الاسفار و فی تنویر الابصار علة القدر مع الجنس فان وجد احرم الفضل والنساء وان عدم ما حلا وان وجد احدہما حل الفضل و حرمة النساء اور ما نحن فیہ میں بالبدیہتہ دونوں منقوہ عدم بجانست اس لئے کہ یہ کاغذ ہے وہ چاندی اور اندام قدر اس طرح کہ یہ نہ کیل ہے نہ موزوں پس حسب ضابطہ مقررہ یہاں فضل و نسیہ دونوں حلال ہونا چاہئے مسئلہ کا جواب تو اسی قدر ہے ہو گیا لیکن غیر فقہیہ کو اس جگہ یہ وہم گذرتا ہے کہ ہر خریدار اصل حقیقت میں نوٹ صرف ایک چھپے ہوئے کاغذ کا نام ہے مگر عرف و اصطلاح میں گویا وہ بیحد روپیہ ہے اسی لئے ہر جگہ روپیہ کا کام دیتا ہے لیکن دنیا میں سو روپے کا نوٹ دینے اور سو روپیہ نقد دینے میں ہرگز تفاوت نہیں سمجھا جاتا عموماً اس کے ساتھ معاملہ انماں بتنا جاتا ہے تو گویا وہ سو روپے تھے کہ بعض ننانوے کے خریدے گئے اور اس کی حرمت میں کچھ شبہ نہیں تو صورت مسئلہ میں حکم تحریم دیا جائے اقول جسے من شریف نقد میں کچھ بھی بصیرت حاصل ہے اس کے نزدیک اس وہم کا ازالہ نہایت آسان۔ نوٹ کے ساتھ معاملہ انماں بتنا جاتا ہے حقیقتہً فمن یعنی احد التقدرین نہ کر دیکھا غایت یہ کہ انماں مصطلح سے ٹھہرے یعنی وہ کہ اصل خلقت میں سلع دکالاہیں مگر عرف و اصطلاح نے انھیں من ٹھہر لیا ہے جیسے پیسے یا بعض بلاد ہند میں کوٹیاں بھی اور انجا کہ انماں اصلیہ سوار رویم کے کچھ نہیں تو اہل عرف اگر غیر من کو من کرنا چاہیں ناچار اس کی تقدیر انماں خلیقہ سے کریں گے اسی لئے پیسوں کی مالیت یوہیں بتائی جاتی ہے کہ روپے کے سوا آئے پس نوٹ کو جب عرفان من کرنا چاہا اس کے اندازے میں

بھی اسلشن کی جانب، جو ع ضرور ہوئی اور یوں قرار دیا گیا کہ فلاں نوٹ سو روپے کا فلاں دو سو کا فلاں ہزار کا مگر یہ صرف تقدیر ہی تقدیر ہے اس سے اتحاد جنس و قدر ہرگز لازم نہیں آتا جیسے اندازہ فلوس سے چونکہ ٹھہرے روپے کا عین نہ ہونگے یوں اس قرار داد سے وہ نوٹ حقیقتہً سو روپے یا چاندی نہ ہو جائے گا پس علت یہاں کا تحقق ممکن نہیں نہ عائدین اتباع عرف و اصطلاح پر مجبور کہ جو قیمت انھوں نے ٹھہرا دی یہ اس سے کم و زیادہ ہو سکتی ہے اپنے معاملہ کے تمام ہیں چاہیں سو روپے کی چیز ایک پیسے کو بیچیں یا ہزار اشرفی کو خریدیں صرف تراضی و رکا رہے آخر نہ دیکھا کہ ایک روپے کے پیسے پر تعین عرف ہمیشہ میں رہتے ہیں مگر علمائے اٹھنی سے زیادہ کے عوض میں آٹھ آنے بیچارہ اور کھا اور سب جانتے ہیں کہ ایک اشرفی کو روپے کی ہوتی ہے لیکن فقہانے ایک روپے کے عوض ایک اشرفی خریدنا جائز ٹھہرایا تو وجہ کیا ہے وہی اختلاف جنس جس کے بعد تفاضل میں یکجہ ہونا نہیں رہتا۔ فی الدر المختار ومن اعطی صیر فیما درہما کی بنا فقال اعطی بہ نصف درہم فلوسا وبالنصف صفة نصف و نصفاً من الفضة صغيراً الاحبة صح (ویكون النصف الاحبة بشلہ وما بقی من الفلوس) اور اسی میں ہے صحیح و درہمین و دینارین درہم و دینارین لہرنا جنس بخلاف جنسہ جب یہاں تک شرعاً جائز رہا تو سو روپے کا نوٹ ننانوے کے عوض خریدنے میں کیا حرج ہو سکتا ہے کہ یہاں تو نہ قدر متحدہ جنس واحد یہ حکم بیع و خراک ہے جہاں نفع و ارتفاع شرعاً روا۔ البتہ قرض اس طرح پر دینا کہ ننانوے روپے دیتا ہوں اور ان کے بدلے سو روپے کا نوٹ لیلو گاہے تنگ ممنوع ہو گا مان کل قرض جو نفعاً ٹھہرے ہو نطق بذالک الحدیث و النفقہ یہاں تک کہ علمائے نو صفت سقوط خطر طریقی کے سبب ہنڈوی کو ناجائز ٹھہرایا گیا کہ وہ آخر کتاب الحوالۃ اور اس طرح بقال کے پاس اس شرط پر روپیہ پیشگی رکھ دینا کہ حسب حاجت و توفیقاً چیزیں خریدتے ہیں گے صرف اسی نفع کی وجہ سے کم روہ فرمایا کافی کراہیۃ الہدایۃ وغیرہا قبیل مسائل متفرقہ حالانکہ یہ منفتحت کوئی مال نہیں تو مالیت میں رجحان کیونکر درست ہو گا بے شک یہ امر مقصد شرعاً مگر صیانت اموال ناس ہے اور وہی علت تحریم و باکافی النفع، کل خلاف ہے ہذا ما ظہری۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۔ مرسلہ شیخ حسین بخش صاحب رضوی ناردنی خیر آبادی۔ ۲۹ رجب ۱۳۵۵ھ

چہ میفرمایند مسند آریان شرع مبین و مولویان دین متین دریں باب کہ زید یک دم زید بکر آرد و گفت کہ میں دم و بگر و فلوس بدہ بکر بخند زید فلوس داغ الوقت زید را دو گوشت کہ فلوس چند بوجہ زید کم اند باز آمدہ بگرید زید وقت دوم آمدہ باقی ماندہ فلوس بگرفت بوجہ شرع لطیف این عمل نا شروع ست یا جائز و فلوس ہائے باقی ماندہ از دوسے شرع شریف راجح باشد یا نہ بینا و جود احوالۃ الکتاب والیہ المرجع والمآب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب :-

در بیع فلوس بدرہم بدرہم راجح تھا بعض شرطیت ہیں قبضہ یک جانب کا نیت پس چون زید و دم بکر و اد قبضہ از بکطرف متحقق شد اگر زید آن دم یک پول ہم نگر نہ رہا ہو وے حالانکہ بعض آن وقت و بعض دیگر بوقت دیگر گرفت و ہونہ فلوس داغ بود و کا سند شد ہم جائز آمد و بیع احتمال و بواہ نیافت فی الہندیۃ عن المبسوط اذا اشتری الرجل فلوساً بدرہم و نقد الثمن و لو تکن الفلوس عند البائع فالبیع جائز و فیہا عن الحاوی وغیرہ لو اشتری مائۃ نس بدرہم فقبض الدرہم و قبض حسین فلوسا نکسدت بطل فی النصف و لو نکسدت لہر یفسد و للمشتری ما بقی من الفلوس اہ ملخصاً و این مسئلہ را در فتوایے دیگر پرچہ

تامتزنگ تفصیل دادہ ام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از کپسروانوں کا کمانہ رسول پور ضلع رائے بریلی مسلولہ عبدالوہاب، ۲۰ رمضان ۱۳۹۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے ایک روپیہ کے پیسے بھٹائے بکر نے روپیہ لے کر بارہ آنے اسی وقت زید کو دیدئے
اور کہا چار آنے اس وقت نہیں گل یا پرسوں دیدوں گا اب بقیہ پیسہ زید کو دوسرے یا تیس دن لینا جائز ہے یا بالالزام آئے گا۔ مینواتوجروا۔

الجواب ۱۔ روپے اور پیسوں کے مبادلہ میں ایک طرف کا قبضہ کافی ہے صورت مسطورہ میں کوئی ربا نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۔ از کانپور گورکھپوری دکان، مرسلہ محمد علی صاحب، ۵ رجمادی الاخرہ ۱۳۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نوٹ مروجہ مبلغ یکھد روپیہ کا ہے اس کا خوردہ نوٹ لیا جائے کم بیش پر جائز ہے یا نہیں خوردہ میں
نقد روپیہ ہو یا چھوٹے نوٹ ہوں سو روپے نقد کے مقابلہ میں سو روپے کا نوٹ لیا جائے یا اس پر کچھ بٹلے کر کی بیشی جائز ہے یا نہیں۔ مینواتوجروا۔

الجواب ۲۔ نوٹ کی بیع اور مبادلہ میں کمی بیشی برضامندی ذیقین مطلقاً جائز ہے کہ وہ اموال روپیہ سے نہیں ہاں سو روپے کا نوٹ قرض دیا
جائے اور یہ ٹھہرایا جائے کہ پیسہ اوپر سولیں گے یہ سود اور حرام قطعاً ہے اور اس کے تمام مسائل کی تفصیل اگر درکار ہو ہمارے رسالہ کفایہ الفقہ الغاہم
میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۔ از گونڈل معرفت قاضی قاسم صاحب مرسلہ سید غلام محمد الدین صاحب رائد پری، ۱۱ صفر ۱۳۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موقی کے بیاری موتیوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں قیمت سو روپیہ اور بروقت قیمت لینے بیچنے
کے فیصدی دس روپے کم کے حساب سے معاملہ ہوتا ہے پھر بھی اگر خریدنے والا نقد روپے ادا کرے تو فیصد پندرہ روپے کم سے معاملہ ہوتا ہے
ورنہ بیسے تک کی میٹاد کے بعد ادا کرے تو وہی فیصدی دس روپے کم دینے لینے کا رواج ہے یا اس طرح کا معاملہ کرنا اور خرید و فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب ۱۔ جبکہ باہمی تراخی سے ایک امر متین منقطع ہو کوئی حرج نہیں حال تعالیٰ الا ان تکون تجارة عن تراخ منکم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۔ مرسلہ الف خاں ہتم مدرسہ انجمن اسلامیہ ساگور ریاست کوٹرا چوتانہ، ۲۳ صفر ۱۳۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام اندر میں معاملہ کہ قصبہ گگور کے مدرسہ انجمن اسلامیہ کا روپیہ عرصہ دراز سے جمع رہتا ہے اس سے کوئی
تجارت وغیرہ نہیں ہوتی ہے کہ جس سے روپے کی افزائش کی صورت ہو لہذا اگر ان روپیوں کی اشرفیاں کسی قدر کہ جنکا نرخ اس وقت کمی بیشی ہو جاتا ہے
خرید کر عمرہ روپیہ ان اشرفیاں کا نرخ اس وقت کے حساب سے زیادہ قیمت پر لگا کر ادھار میں بیع کجائیں تو یہ عمل شرعاً درست ہے کہ نہیں یا کہ
برائے اطمینان اس عمل کے ساتھ زیور رہن لیا جائے تو یہ طریقہ بیع اشرفیاں کا درست تو نہیں ہے جو اب بطریق مذہب حنفی دیا جائے آفریدگار عالم
جزائے خیر عنایت فرمائیں گا۔ مینواتوجروا۔

الجواب ۱۔ صورت مذکورہ سوال حرام ہے حال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاھا دھا، ہاں یہ جائز ہے کہ اشرفیاں وقت اندرانی

خریدیں اور وقت گرائی نہیں یا با اجازت اہل چندہ نوٹ خرید کر ادھار زیادہ کو بیچیں مگر عقد بیع ہو جس میں ثمن ایک مدت معینہ کے بعد دینا قرار
پائے یہ نہ ہو کہ اس کا نوٹ دو مہینہ کے عرصے پر قرض دیا اور پیسہ اوپر لینا قرار پایا کہ یہ حرام ہے حدیث میں ہے کل قرض جن منفعۃ خھور دیا

بخلاف بیع کہ اس پر نفع لینا جائز ہے قال اللہ تعالیٰ واصل اللہ ایبع وحرم الربی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اختلف النوعان فبیعوا کبعت شعثہم اور اس کی کاس تفصیل ہمارے رسالہ کفل الفقیہ الفہم میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ ازبیرمگر ڈاکخانہ سرگداسرسلہ غلام صدیق صاحب مدرس۔ ۱۰ اشوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید پیسے کوڑی بیچنے کا پیشہ کرتا ہے جو وقت خریداری روپیہ قیمت کا دیتا ہے اس کو پونے سولہ گنڈے پیسے دیتا ہے اور جو روپیہ قیمت کا اسی وقت نہیں دیتے ہیں دوسرے وقت کا وعدہ کرتے ہیں ان کو یا زودہ گنڈے پیسے دیتا ہے اور مدت وعدہ اور کی بیشی نرخ کا بیسے سود کا شبہہ پڑے کچھ حساب نہیں کرتا ہے بطور نوٹ فروشی یہ بیع بھی صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- صرف کہ نقد روپیہ دینے والے کو پونے سولہ آنے دے یہ بیع بلا کراہت جائز ہے اور جو روپیہ اس وقت نہ دے دوسرے وقت کا وعدہ کرے اسے روپے کے عوض بارہ آنے دینا بھی جائز ہے سود و حرام و گناہ نہیں صرف مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے کہ نہ کرے تو بہتر ہے اور کرے تو حرج نہیں فی فتح القدیر رد المختار وغیرہما من الاسفار لا کراہۃ فیہ الا خلاف الادلیٰ لما فیہ من الاہراض عن مبرۃ الاقرض۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۔ ازبدا یوں محلہ سو تہنہ سرسلہ مولوی حامد بخش صاحب خان بہادر، ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ۱۰ اس مسئلہ میں کہ (۱) زید نے دس روپیہ کا سرکاری نوٹ بکر کے ہاتھ بارہ روپیہ میں اس شرط سے بیچا کہ بکر اس کو ایک سال میں بارہ روپیہ باقسط یا کل یکجہت ادا کرے تو یہ بیع صحیح ہے اور سود تو نہیں ہے۔ (۲) زید نے مختلف درجات کے سکے دس روپیہ کے بیچ کر بکر کے ہاتھ دس روپیہ میں بیع کئے اور یہ روپیہ چار ماہ کے بعد لینا چاہا تو یہ بیع صحیح ہے یا نہیں یا اس پندرہ روپیہ کا نفل کسی قسم کا کسی نرخ پر ٹھہرا لیا تو وہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :- (۱) نوٹ اگر قرض دیا جائے اور ایک پیسہ زیادہ لینا ٹھہرایا جائے تو قسطی حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وحرم الربی اور اگر نوٹ روپیہ کے عوض بیع کریں اور اس پر جو قیمت مکتوب ہے اس سے کم یا زیادہ برصائے باہمی مجمل خواہ مؤجل باجل معلوم ثمن قرار دیں تو ضرور حلال ہے قال تعالیٰ واصل اللہ ایبع جن شخص نے یہ گمان کیا کہ نوٹ عرفاً چاندی کا عین ہو رہا ہے تو دس کا نوٹ بارہ کو بیچنا گویا دس روپے بارہ روپیہ کو بیچنا ہے اور سود ہے یہ اس کی محض ناہمی اور تواعد شرع سے بیگانگی پسندیلئے وہی ہے نوٹ اگر چاندی کا مجنس نہیں اور قطعاً نہیں جب تو کی بیشی حرام ٹھہرائی اس میں کہ ہمارے اندکرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم جمعین کے اجماع سے اختلاف جنس کی حالت میں تفاضل حلال ہے اور اگر بضر غلط اسے چاندی کا عین سمجھ لیجئے تو اب دس کا نوٹ دس کو بیچنا عین سود اور حرام مردود ہوگا اموال روپیہ میں شرع نے مالیت کا لحاظ نہیں فرمایا بلکہ وزن و کیل میں برابری کا حکم دیا ہے تمام کتب میں تصریح ہے کہ جید کا درویدہ سوا سادہ کاری کا زیور ایک ماشہ وزن کا ایک ایک روپیہ کی مالیت کا ہوتا ہے پھر کیا شرعاً ماشہ بھر چاندی کی انگوٹھی ایک روپے کو بیچنی حلال ہوگی حاشا بلکہ قطعاً سود ہوگی واجب یہ کہ تول میں بلا تفاوت یکساں ہوں تو نوٹ بھی اگر چاندی ہی قرار پا گیا تو ہرگز اس کا لحاظ جائز نہیں کہ مالیت میں دس یا سو یا ہزار روپے کا بے ہنگم وزن معتبر ہوگا کاسے میں ایک طرف نوٹ دوسری طرف چاندی رکھنے دونی چونی جو کچھ چڑھے سب اتنے

کو بیچنا حلال اور اس سے ایک پیسہ زیادہ لیا اور سو دکانوں کو چاندی ٹھہرا کر جو لوگ دس کانوٹ دس ہی کو بیچنا تباہ رہے ہیں اب اپنے منہ آپ سو دو کو حلال کرتے اور ہندوگان خدا کو حرام کارا ستہ سکھا رہے ہیں۔ جانے دیں ان کی خاطر ہم نے تسلیم کر لیا کہ نوٹ بالکل چاندی ہے اور روپے بدلنے میں اس کی مالیت ہی کی برابری لازم ہے بہت اچھا۔ جب وہ چاندی ٹھہرا تو سونا تو نہ ہو سکے گا یا ایک ہی چیز چاندی یا سونے دونوں کی عین ہے اور جب سونا نہیں تو نوٹ اور اشرقی ضرور مختلف الجنس ہیں اور اب توافقی یقیناً سو دو نہیں دو روپے اور ایک اشرقی کو دو اشرقیوں اور ایک روپے کے عوض بیچنے کا جزئیہ درختار وغیرہ کتب مذہب میں مصرع ہے صرفاً للجنس الی خلاف الجنس یعنی یہ قرار دیں گے کہ ایک اشرقی ایک روپے کو بیچی اور دو روپے دو اشرقیوں کے عوض بیچ کے اور یہ صحیح ہے کہ جنس مختلف ہے تو دس روپے کا نوٹ بارہ اشرقیوں کو بیچنا تو سو دو نہ ہوگا اب اپنے اس مسئلہ کا اندازہ خود ہی کر سکیں گے کہ دس روپے کا نوٹ بارہ روپے کو بیچنا تو سو دو اور بارہ اشرقیوں کو بیچنا صحیح وغیر مردود بالجلد یہ سب ہوسات بے معنی ہیں جن پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں اور ہمارے علمائے کرام قدس سرہم کی کرامت ہے کہ حدیث نوٹ سے صد سال پہلے اس کا جزئیہ ارشاد فرمائے نفع القدر میں فرمایا لوباع کاغذ کا بالف یجوز ولا یکرہ یعنی اگر کسی نے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچا جائز ہے اور اصلاً کراہت بھی نہیں۔ اس وقت کاغذ کا ٹکڑا ہزار کو بکنا کہاں تھا وہ ہی نوٹ ہے کہ اب حادث ہوا اور علماء نے صد سال پیشتر اس کا حکم بتایا۔ یہ اجمال ہے اور اس مسئلہ کا باقی تفصیل فتاویٰ فقیر میں ہے اور اہل انصاف کو اسی قدر کافی، واللہ تعالیٰ اعلم (۲) غلطی نہ لیا جائے گا اور وعدہ پر ٹھہرا لیا گیا اس میں تو بیع سلم کی شرائط درکار ہیں جن کی تفصیل و تشیل سب بتکیل فتاویٰ فقیر میں مذکور اور اگر ان دھاتوں میں سونا چاندی دونوں میں سے کچھ نہیں تو دس کے ایت کی بندہ روپے کو چار ماہ کے وعدہ پر بیچنا جائز جبکہ ایک طرف سے قبضہ ہو جائے اور اگر سونا یا چاندی بھی ہے تو وعدہ پر بیچنا حرام ہاں نقد بندہ روپے کو دس روپے کے مختلف دھاتوں کے سکے ویدنا صحیح ہے اور سو دو نہیں لسا مرض صرف الجنس الی خلاف الجنس ای فیکون بالفیضا ما یساویھا وزمان الدراھم وبالباقی الباقی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از شہر کتبہ مرسلہ حمایت اللہ خان صاحب ، ۲۹ رجب ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دس روپیہ کا نوٹ دس کے بارہ روپیہ عوض میں لینا حلال ہے یا حرام بناؤ تو جواباً

الجواب :- بیع میں حلال ہے یعنی دس کانوٹ بارہ یا بیس کو برضائے مشتری بیچے تو کچھ مضائقہ نہیں نفع القدر یہ رد المحتار وغیرہما کتب معتدہ میں ہے لوباع کاغذ کا بالف یجوز ولا یکرہ اور اصطلاحی طور پر اس کی قیمت میں ہونا بائع اور مشتری کے باہمی رضا کو نہیں رد کرتا ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنا مال جو عام نفع سے دس روپے کا ہو برضائے مشتری سو روپیہ کو بیچے یا ایک ہی پیسہ کو دیدے قال اللہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراخ منکو نوٹ کا ثمن اصطلاحی ہونا بھی اس کا مانع نہیں کہ اختلاف جنس کی حالت میں ہمارے ائمہ کے اجماع سے تفاضل جائز ہے ایک روپے کے پیسے یہ تعین عرف ہمیشہ معین رہتے ہیں ہر کچھ جانتا ہے کہ روپے کے صرف سولہ آتے ہیں نہ بندہ نہ سترہ یہ عرفی تعین اور ان کا ثمن مصطلح ہونا عاقدین پر کی بیشی حرام نہیں کر سکتا علماء نے تصریح فرمائی کہ ٹھنسی سے زیادہ کے عوض میں آٹھ آنے پیسے بیچنا حلال ہے درختار میں ہے من اعطی صدقین فیادرعسا کبیرا فقال عطفی بہ نصف درھم فلو ساون نصفاً الاحبة صح ویكون النصف الاحبة بشلہ وما بقی بالفلوس نوٹ اور پیسے تو اصطلاحی ثمن ہیں سونا چاندی ثمن غلطی میں اور ہر شخص جانتا ہے کہ ایک اشرقی کئی روپے کی ہوتی ہے مگر علمائے تصریح فرماتے ہیں کہ ایک روپیہ ایک اشرقی کو بیچنا صحیح ہے تو وجہ وہی ہے

کہ اختلاف جنس کے بعد تقاضا مل جائے وہ مختارین ہے صحیح بیع درہمین و دینار بدھم و دینارین بصرف الجنس بخلاف جنسہ عام اشیا کی قیمت کا اندازہ روپوں ہی کے ساتھ کیا جاتا ہے اس سے وہ روپے کے عین یا چاندی کی جنس نہیں ہو جاتیں اشرفیوں کا اندازہ بھی یونہی ہے کہ فلاں اشرفی سولہ روپے کی فلاں بیس کی فلاں پچیس کی۔ پیسوں کا اندازہ بھی یہی ہے کہ روپے کے سولہ آنے چونسٹھ پیسے اس سے اگر پیسے یا اشرفی روپے کے عین یا چاندی کے جنس ہو جائے تو ایک اشرفی ایک روپیہ کو کیونکر جائز ہوتی جبکہ بیس روپے کی اشرفی ایک روپیہ کو بیچنا یا یوں کہنے کہ مشتری کی طرف سے ایک روپیہ پچیس روپے کی اشرفی کو بیچنا صحیح ہوا اور بارہ ٹھہرا تو دس کا نوٹ بارہ کو دینا کہاں سے رہا ہو جاوے گا پچیس کے اشرفی کہنے جس طرح اشرفی کو چاندی نہ کر دیا تھا یوں ہی دس کا نوٹ کہتا کاغذ کو نقرہ نہ بناوے گا عام کتب مذہب میں تصریح ہے کہ علت رہا تھا و قدر وہ جنس ہے اس کے بعد وزن میں برابری فرض ہے مالیت کا کچھ لحاظ نہیں مثلاً گھری چاندی کا عمدہ زیور کہ صنائی کے باعث اپنے وزن سے وہ چند قیمت کا ہو گیا ہو جب چاندی کے عوض بیچیں تو فرض ہے کہ دونوں کانٹے کے تول برابر ہوں اختلاف مالیت پر نظر کر کے کمی بیشی کی تو حرام اور رہا ہو جائے گا یوں ہی عمدہ ہونا پچیس روپے تو لے والا خراب سوتے دس روپے تولے والے سے بیچیں جب بھی فرض ہے کہ وزن یا کھن یکساں ہوا سکا خیال نہ کریں گے کہ اس کی مالیت تو اس سے ڈھائی گنی ہے ہا یہ دور مختار میں ہے لایحیٰ بیع الجید بالسردی معا فیہ الربا الامتلا بمثل لا ھدار التعاوت فی الوصف اگر نوٹ عرف میں ہر فرض غلط روپے کا عین ہی سمجھا جاتا ہو تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ شرعاً بھی اس پر روپے کی تمام احکام جاری ہونا ضرور ہے یا نہیں اگر نہیں تو ربا کے صریح آیات بھی فتح القدر و رد المحتار وغیرہما سے تصریح گذری کہ کاغذ کا ایک پرچہ ہزار روپے کو بیچنا جائز ہے اور جائز بھی ایسا جس میں نام کو کوہر بہت کم نہیں فدا انصاف دے تو یہ لوٹ کی بیع مذکور کا صریح جزئیہ ہے جسے غلط کرام حدیث نوٹ سے صد ہا سال بیشتر تخریر فرمائے اور تہذیب اصطلاح سے فرق محض جہالت ہے جس کا بیان شرح گزار اور اگر آپ کے زعم میں شرعاً بھی نوٹ پر روپے ہی کے احکام ہیں تو اب الظاہ باتم پر وارد ہوگا روپے کا حکم یہ نہ تھا کہ دوسرے روپے سے اسے بدل تو مالیت برابر دیکھ لو بلکہ وزن برابر کر لیا حکم تھا تو چاہئے کہ جو لوگ دس کا نوٹ دس کو بیچیں حرام قطعی اور سو ہو کہ ایک طرف ماشہ بھر وزن ہے اور دوسری طرف دس تول بلکہ واجب ہو کہ کانٹے میں نوٹ کھنکر جتنی چاندی اس پر چڑھے اسی قدر کو بیچیں تو نوٹ میں برابری فرض کرنے والے خود ہی اپنے زعم کے روستے سود حلال کر رہے ہیں اس سے بھی قطع نظر یہی نوٹ اگر عین ہو گیا تو روپے کا ہوا اشرفی کا تو نہ ہو گیا ایک ہی چیز سونے اور چاندی دونوں کا عین ہو جائے گی اور ابھی درختار سے گزارا کہ ایک روپے کی بیع ایک اشرفی سے صحیح ہے اور ہرگز رہا نہیں نوٹ جبکہ روپے کا عین ٹھہرا تو دس روپے کا نوٹ بارہ اشرفیوں کو بیچنا قطعاً ربا نہ ہوگا اب یہ عجیب حکم پیدا ہوگا کہ دس کا نوٹ بارہ روپے کو بیچو جب تو سود اور دس کے نوٹ پر بارہ اشرفیاں لے جاؤ تو اصل سود نہیں غرض ان لوگوں کی مخالفت اصلاحی اصل شرعی کی طرف راجع نہیں محض اپنے تخیلات بے سرو پا ہیں یہ حکم بیع کا تھا البتہ دس کا نوٹ قرض دینا اور یہ ٹھہر لینا کہ ادائے قرض کے وقت بارہ روپے یا پیسہ اور دس روپے لوں گا یہ حرام اور سود ہے حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل قرض جر منفعۃ فھو ربا واداء الحارث بن ابی اسامہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور یہ خیال کہ بیع میں زیادہ کو بیچنا کیوں جائز ہوا اور قرض دے کر زیادہ ٹھہر لینا کیوں حرام ہوا یہ تو دونوں ایک ہی سے ہیں یہ وہ مہمل غرض ہے کہ کافروں نے شریعت مطہرہ پر کیا اور قرآن عظیم نے اس کا جواب دیا قال اللہ تعالیٰ قتالوا انما الیبع مثل الربوا و احل اللہ الیبع

وحرمة الربوا کا فریضہ بیع تو ایسے ہی ہے جیسے سود اور ہے یہ کہ اللہ نے حلال فرمائی بیع اور حرام فرمایا سود۔ فقیران مضامین عالمیہ کی تفصیل میں بعونہ تعالیٰ ایک رسالہ لکھا سکتا ہے مگر عاقل ذی انصاف کو یہی معلوم ہے کہ بیع اور اہل حق پر جاہلانہ اعتراض سے احتراز کریں والہادی ودئی الایادی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ۔ کیا قرضتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نوٹ قلمی عرصہ روپے کا زید نے عمرو کے ہاتھ مبلغ ۵۰ روپے کو اس شرط پر بیع کیا کہ ایک روپیہ ماہوار قسط کر کے بارہ مہینہ میں اس زرخن کو پورا کر دیوے جو زید نے عمرو سے مقرر کی ہے اور اس کے اطمینان کیلئے عمرو نے اپنے مکان وغیرہ کو مستغرق کر دیا کہ اگر روپیہ نہ آدا ہو تو اس سے وصول کر کے بیوا تو جروا۔

الجواب۔ جبکہ حقیقتہً بائع و مشتری دونوں کوئی الواقع بیع صحیح شرعی مقصود ہو اور فریقین کی سچی رضامندی سے عقد واقع ہوا اور نوٹ اسی جلسہ میں مشتری کے قبضہ میں دے دیا جائے تو اختلاف جنس کی حالت میں شرع مطہرنے بازار کے بھاؤ پر کی پیشی منسجم کی اور جہاں قرض دینا اور اس پر زیادہ لینا ہو وہ ضرور سود اور حرام ہے۔ جہاں اگر اس فرق کو نہ جائز تو یہ وہی امر ہے جس کی خود قرآن عظیم میں تصریح ہے قال اللہ تعالیٰ واللہ اعلم انما البیع مثل الربو واحل اللہ البیع وحرمة الربو اور خالی استغراق بے قبضہ شرعاً کوئی چیز نہیں قال اللہ تعالیٰ فمن مقبوضۃ او ببد قبضہ اس سے نفع اٹھانا حلال نہیں ~~مگر~~ ^{مگر} اس مکان میں رہنا یا گریہ پر دے کر اس کا گریہ لینا حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم

سئلہ۔ از ماہرہ مظہرہ ضلع ایڈمرسلہ حضرت سید القاسمین صاحب ، ۲۴ رجب ۱۳۲۰ھ

بیع الغلس بالغلسین جائز یا ناجائز۔ زیادہ نیاز۔

الجواب۔۔ راجح یہ کہ ناجائز ہے۔ کا حقیقہ المحقق علی الاطلاق فی النفع واقراء علیہ من بعدہ من المحققین کالجہر والنہر والغزنی والمقدسی والشرنبلانی۔ فی الدر المختار حرماً اکل مجد و صحیح واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ۔ از ملک بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتیا مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبدالسلام صاحب ، ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا قرضتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دس روپے دے کر پندرہ روپے کا پیسہ لینا جائز ہوگا یا نہیں۔ بیوا تو جروا۔

الجواب۔۔ بیع میں جائز ہے قال اللہ تعالیٰ واحل اللہ البیع ودر مختار میں ہے صحیح بیع درہمین ودینار بدرہم ودینارین بقرن الجنس بخلاف الجنس ومثلہ بیع کمر بروکر شعیر بکری بروکر شعیر وکذا بیع احد عشر درہماً بعشر درہم ودینار اور قرض میں حرام قال اللہ تعالیٰ وحرمة الربو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل قرض جر منفعۃ فهو ربا یعنی اگر دس روپے دے دو سو چالیس آئے تو بیچے تو حلال اور اگر دس روپے قرض دئے اس شرط پر کہ دس سو چالیس یا ایک سو اسی آئے تو حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ۔ مرسلہ مولوی احسان حسین ، ۲۳ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا قرضتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے بہ نیت تجارت ہزار پانسو کے نوٹ کچھری سے خرید کر کے دس روپے کا نوٹ بارہ روپیہ کو قرض فروخت کر کے ایک روپیہ ماہوار سال بھر تک مدیون سے لے لینا مقرر کیا اور اگر دو نوٹ دس دس روپے کے فروخت کئے تو دو روپے ماہوار قسط ایک سال تک مقرر کیا اور مدیون سے تسک لکھا کر شرڈ کر لیتے ہیں کہ سال بھر میں ادانہ کر دے تو نالاش کر کے مع خرچہ کے مدیون کی جاؤاد سے یا اسکے

ضامن سے وصول کیا جائیگا۔ بیوا تو جروا۔

الجواب ۱۔ یہ صورت ناجائز ہے کہ شرط نامہ مفید بیع ہے اور بیع فاسد حرام و واجب الفسخ اور مدارا کمال کا نیت پر ہے واللہ یعلم المقصد من المصلح جو فعل سود کی نیت سے کیا جائے قطعاً موجب گناہ ہوگا اگرچہ فی نفسہ زیادہ ہو اور قرضوں زیادہ کو بیچنا بھی کراہت سے خالی نہیں اور نوٹ کی خرید و فروخت پر کسی بیشی بلاشبہ جائز ہے والتفصیل فی فتاویٰ سنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ ۸ روٹھان العظم ۱۲

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نوٹ رائے الوقت سو روپیہ کا ایک سو بیس روپیہ کو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا جاگا اور دس روپے ماچھواری شتری سے وصول کیا جائے تو یہ فروخت جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب نوٹ مثل اور اشیا کے فروختی کے ایک چیز ہے مالک کو اپنی ملک پر نفع لینے کا بیع و شرکت شرعی میں اختیار ہے جبکہ شتری کی رضامندی ہو دس روپے کا تھان شتری کی رضامندی سے سو روپے کو بیچے تو کچھ مضائقہ نہیں پھر وہ روپے چاہے نقد ٹھہریں خواہ قسط بندی سے۔ امام ابن الہمام نفع القدر شرع ہر ایسے وقت میں لو باع کاغذ تہ بالذی بجزو ولا یکرہا ہاں یوں کہ سو روپے قرض دئے اور یہ ٹھہرایا کہ اس کے عوض ایک سو دس روپے کا نوٹ لوں گا یا سو روپے کا نوٹ ایک سو دس کو بیچا اور یہ قرار دیا کہ یہ ذرئین اگر بتدریج دو دو سال بھر تک دس روپے ماچھواری صورت میں قسطی سود و حرام میں حدیث میں ہے کل قرض جرم منفعۃ تھو رہا اور یہ خیال کریں میں زیادہ کو بیچنا کیوں جائز ہوا اور قرض دیکر زیادہ ٹھہرا لینا کیوں حرام ہوا دونوں ایک ہی سے ہیں یہ وہ اہل اعتراض ہے کہ کافروں نے شریعت مظہرہ پر کیا اور قرآن عظیم نے اس کا جواب دیا قال اللہ تعالیٰ فالوا انسا الیبع مثل الربو واحل اللہ الیبع وحرم الربو کافروں نے بیع تو ایسی ہی ہے جیسے سود اور اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی بیع اور حرام فرمایا سود۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بقال کو ایک روپیہ دیا کہ اس کے پیسے دیدے اس نے ۸ روپے اور کہا کہ ۸ روکل دوں گا، یہ چھوڑ دینا گناہ ہے یا نہیں۔ بیوا تو جروا۔

الجواب ۱۔ اس صورت کے جواز میں روایات مختلف ہیں لیکن اکثر معتبرات مثل تنویر الابصار و در مختار و فتاویٰ ہدایہ و مسوط و محیط و ذخیرہ و بحر الرائق و نہر الفائق و فتاویٰ علامہ مالوکی و فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں جواز جزم فرمایا تو بہتر پختا ہے خو رجاعن الخلاف اور اگر ایسا کرے تو کچھ گناہ بھی نہیں جنوح عامۃ العلماء الی الجواز۔ تنویر الابصار میں ہے۔ باع فلوسا بثلھا او بدارھم او بدارھم ناشیر فان نقد احدھما جاز وان تفر قابلا قبض لہم یجوز انتھی فتاویٰ مالگیریہ میں ہے اذا اشتري الرجل فلوسا بدارھم و نقد الثمن ولم تکن الفلوس عند البائع فالیس جائز کذا فی المسبوط وروی الحسن عن ابی حنیفۃ اذا اشتري فلوسا بدارھم ولم یس عند هذا فلوس ولا عند الآخر ودارھم ثمان احدھما دفع و تفر قا جاز وان لم یقصد واحد منھما حتی تفر قا لہم یجوز کذا فی محیط او ملخصاً ورائعاً میں ہے سئل الخاتونی عن بیع الذھب بالفلوس نسۃ فاجاب بانہ یجوز اذا قبض احد البدلین لما فی البرازیۃ لولا اشتري مائۃ فلس بدارھم یعنی التقابض من احد الجانبین قال ومثله لو باع فضۃ او ذھبا بفلوس کما

فی البحر عن المحيط قال فلا ینتسبما فی فتاوی قاری الهدایة من انه لایجوز بیع الغلوس الی اجل بذهب او فضة اه قلت
والجواب حمل ما فی فتاوی قاری الهدایة علی ما دل علیه کلام الجامع من اشترط التقابض فی الجانبین فلا یعترض علیه
بما فی البزاریة المحمول علی ما فی الاصل الخانه ملخصا اسی میں ہے لو باع فضة بفلوس فانه یشترط قبض احد البذلین
قبل الافتراق لا قبضهما کما فی البحر عن الذخیرة ونقل فی النهر عن فتاوی قاری الهدایة انه لایصح تا جیل احدھما شتم
اجاب عنه الخ۔ والله تعالی اعلم۔

مسئلہ :- کیا زمیے میں عمارتیں دین اس مسئلہ میں کہ ڈیل پیسہ کر دین میں کہ ہے منصرف پیسے سے بدلنا اور کچھ کوڑیا اور پلینا جائز ہے یا نہیں
الجواب :- ناجائز ہے اگرچہ کوڑیاں بھی نہ لے گا ہومذہب الامام محمد وهو الراجح والاقرب الی الصواب لیمحقق العلة
اعنی التقدر والجنس ووجود التفاصل قطعاً وورود الشرع بجرمة یقیناً واما ما ذکرہ من حدیث التفرقة بین ما اذا
دخل تحت المبیعا وئلا یجوز واما اذا لم یدخل کھفته بھفتین وفس بفسلسین فیحوز فقد زیفہ العلامة المحقق علی
الاطلاق فی الفتح بما ترکنا الیہ البصائر وبتسکن لیدیہ الخواطر فلیراجعہ من شاء قال الشاشی وقد نقل من بعدہ
کلامہ هذا واقروہ علیہ کصاحب البحر والنهر والفتح والشریح لابن الیة والمقدس انتھی قال العلامی وحرماً اکل محمد
وصحیح کما نقلہ الکمال انتھی فافہم۔ والله تعالی اعلم۔

مسئلہ :- اگر کاٹھیا وارڈ دھوراجی مجلس سیماہی گران مسؤلہ حاجی عیسی خان محمد صاحب ، ۸ جمادی الاولی ۱۳۳۵ھ
(۱) زید نے عرد کے ہاتھ روپے سے نوٹ ایک وعدہ پر بیچا عمر و بوقت ادانوت لایا اور اس نوٹ کے عوض زید سے روپے لے کر قبضہ کر لیا
پھر روپے زید کو ادا کر دیئے یہ جائز ہے یا نہیں۔

(۲) زید نے عرد کے ہاتھ ہزار روپے کا نوٹ گیارہ سو کو آٹھ ماہ کے وعدہ پر بیچا اور عرد سے تمک کھالیا پھر زید نے یہ تمک بکر کو دیدیا کہ تم روپے وصول
کر لو عرد نے بجائے گیارہ سو روپوں کے گیارہ سو کا نوٹ دیا یا یہ جائز ہے یا نہیں۔
(۳) زید نے دلال سے کہا میں ہزار کا نوٹ گیارہ سو کو بیچتا ہوں تم خریدار تلاش کرو، دلال عرد کے پاس آیا عرد نے دلال سے کہا میرے لئے خرید
لاؤ دلال نے عرد سے تمک کھالیا اور زید سے نوٹ خرید کر تمک دیدیا اور نوٹ لاکر عرد کو دیدیا یہ جائز ہے یا نہیں۔

الجواب :- (۱) جائز ہے اگر ایک صورت میں کہ وہی نوٹ لے کر آئے اور پہلی قیمت سے کم کو بیچے تو یہ ناجائز ہے لکنہ شرعاً ما باع یا قبل ما
باع فان قلت هو ممن والاشان لاتتبعین فی العقود فلا یجوز کما بانہ بیع ما شری قلت المناط شه ایراد العقد علی عین ما
ھلکہ سابقاً وھذا منتف عندم عدم التبعین اما ھمتا فالمناط ان یعود الیہ عین ملکہ کا خروج قال فی التبعین نے
تعلیل المسألة لان الثمن لو یدخل فی ضمان البائع قبل قبضہ فاذا عاد الیہ عین مالہ بالصفة التي خرج من ملکہ وصار
بعض الثمن قصاصاً ببعض بقى له علیہ فضل بلا عوض فكان ذلك ربحاً ما لم یضمن وهو حرارہ بالنص اه وقال فی الفتح وھذا
لان الثمن لایدخل فی ضمانہ قبل القبض فاذا عاد الیہ الملک الذی زال عند بعینہ وبقی له بعض الثمن فهو ربح حصل لا

على نماه من جهة من باعه اه ومثله في سائر الكتب المعللة ومعلوم ان الاشان لاسيما الاصطلاحية وان لو تعين في العقود وتعيينه في الملك قطعا فليس للمودع ان يبدل دراهم الوديعة بدراهم من عنده فعود ما ملك كما خرج ثابت قطعا وعليه تدور ربح المنع كما علمت هذا ما ظهر لي وارجو ان يكون صوابا ان شاء الله تعالى . والله تعالى اعلم.

(۲) جائز ہے خواہ زید نے بکر کو صرف وصول کرنے کا وکیل کیا ہو یا اس دین کا مالک کر کے قبضہ کرنے کا حکم دیا ہو، غیر المبیوعین میں ہے بفہم من شروع الواقعات الحسامية ان لصاحب الدرہم الدين استبدال الدين بغيرها وعكسه وهو ظاهر وكثيرا الوقوع وهي مسألة بيع الدين من المديون اشباهه من في وكالات الواقعات الحسامية لو قال وهبت منك الدرهم التي لي على فلان فاقبض منه نقبض مكانها فانما يجوز لانه صان الحق للموهر ب له فيملك الاستبدال بغيرها ان لم يرد في لو جاز من خسر يدا سورپے کا نوٹ اپنے پاس سے طاکریوں گیا رہ سوکے عوض دے تو یہ بھی ہلویں صورتوں میں جائز ہے اگر زید نے بکر کو اس دین کا مالک کر دیا تھا جب تو ظاہر لان من باع لوديشرو من شري لوديشع اور اگر زید نے بکر کو وکیل کیا تو ہمارے امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جائز ہے کہ جو چیز کسی قیمت کو بیچی اور قیمت ہنوز ادا نہ ہوئی ہو کسی کو اپنا وکیل کر کے اس کے ذریعے سے وہ چیز کم قیمت کو خریدے ہاں اگر بکر وکیل نہ ہوتا صرف رسول ہوتا تھا زید بکر سے کہتا کہ یہ تمکے جائز اور عمرو سے میری طرف سے کہو کہ میرا روپیہ دیدے بکر اگر اس سے کہتا کہ زید تجھے اپنا روپیہ مانگتا ہے اس پر عمرو وہی نوٹ جو زید سے خریدتا تھا سوکا نوٹ طاکری بھیجتا تو یہ زید کو ناجائز ہوتا کہ یہ خود زید کا خریدتا ہوتا رسول تو بیچ میں نہ لگتی تھا بخلاف وکیل کہ حقوق بیع اس کی طرف راجع ہوتے ہیں تو یوں ہوا کہ عمرو سے اس نے خرید اور اس سے زید نے لیا بیچ میں ایک بیع کا توسط ہو گیا لہذا زید کو لیا حلال ہوا غایۃ البیان علامہ انفانی میں مختصر امام ابو الحسن کرخی سے ہے ان وكل البائع من يشتريه باقل من الثمن الاول فاشتراه فالشراء جائز عند ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال ابو يوسف الشراء ولا يلزم الأمر وقال محمد الشراء فاسد الى هنا لفظ الكرخي وجه قول محمد انه امره بما لو باشره بنفسه يكون فاسد او وجه قول ابی يوسف ان العقد له زيادة فساد ليل ابطال الجهاد فلو حيز التوكيل به ولاي حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الموكل في المنعني يشتري من الوكيل فصار كما اذا اشتري من غيره فتاوى علامہ وقفاوی عالمگیریہ میں ہے لو باع ثم وكل اخر حتى يشتري باقل جاز عند قسیمیٰ المحقق میں ہے لو اشتراه الوكيل صح لانه ما باع ولا يبيع له ولو باع الوكيل ثم اشتراه احدهما لا يصح اما الوكيل فلانه باع واما الموكل فلانه يبيع له اه مختصر الخ القدير میں ہے لو اشتري وكيل البائع باقل من الثمن الاول جاز عند خلافا لہا لان تصرف الوكيل عنده يقع نفسه الخ اقول وبالجملة النقل في المسألة فاش مستفيض فما وقع في رد مختار لو اشتراه بالوكالة عن البائع لا يجوز ولو كانوا اجانب عنه كما في قول المصنف او بوكيله اه سمو عظیمو يجب التجنب عنه ومشكوك ان المصنف قال فسد شراء ما باع بنفسه او بوكيله الخ والطرف كمتعلقا باباع وحده وتوهم العلامة رحمه الله تعالى تعلقه بكلا لفظي الشراء وباع على سبيل التنازع حيث قال قوله بنفسه او وكيله تنازع فيه كل من شراء وباع الخ شر نقل من البعير كلاما لا يوهم ما تجليله اصلا اسما فيه منع شراء البائع سواء باع لنفسه او لغيره ومن باع له وكيله وسواء كان شراء لنفسه او لغيره اما الذي لبيع ولا يبيع له فلا تعرض فيه لمنعه من الشراء اصلا سواء شري

لنفسه اولغيره كوكيل البائع بالشراء اماما في مختصر الكرخي في صدر الكلام المذكور لا يجوز ان يشتري ذلك وكيل البائع في قوطر جميعا منعناه وكيله بالبيع كما قدمناه عن التبيين وفيه لو وكل رجلا ببيع غيره ببيع شمارا والوكيل ان يشتري باقل لنفسه اولغيره بامره لم يجزاه ومثله في الهندية عن المحيط نعم وكيل البائع في كلام الفهم المذكور بمعنى وكيله بالشراء فتثبت ولا تنزل وبالله التوفيق . والله سبحانه وتعالى اعلم .

(۳) جائز ہے اگر عرو نے کہا خرید لاؤ اور اس نے زید سے خرید کر اسی جلسہ میں قبضہ کر لیا اس صورت میں عرو کا تمسک لکھنا خریداری نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ دلال زید سے خریدنے کے بعد روپے کے اطمینان کے لئے یہ تمسک اسے دیدے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے ہاں اگر دلال نے اگر عرو سے کہا اور عرو نے جواب دیا کہ میں نے خریداری یعنی عقد بیع وشرایع نہیں ہو لیا اور تمسک لکھ گیا بعدہ دلال نے نوٹ زید سے لاکر دیا تو حرام و باطل ہے کہ جلسہ بیع میں نہ نوٹ پر قبضہ ہوا نہ روپوں پر نکاح اتفاقاً عن دین بدین وقد تھن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن بیع الکفا فی بالکافی . واللہ تعالیٰ اعلم .

مسئلہ :- از ہمارے محلہ کنڈی گر ٹولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ مرسلہ حکیم عبدالغفور صاحب ، ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کلابتوں کی بیع ادھار جائز ہے یا نہیں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ناجائز ہوگی کہ گواہ میں تین جزو شریک ہیں یعنی سونا چاندی ریشم لیکن چونکہ حصہ چاندی کا زیادہ ہے لہذا کلابتوں مذکور حکم چاندی قرار دیا جائے گا اب بوجہ اتحاد و جنس یعنی چاندی و درمیان کلابتوں اور ریشم کے بیع ادھار ناجائز ہونا چاہئے یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ہزار ہائے صدیوں سے اس معاملہ میں مبتلا ہیں اگر واقعی بیع مرقومہ بالانا جائز ہے اور اشخاص مزید فعل نہایت مذکور سے روکنے جائیں تو باب تجارت خصوصاً البیان بنام اس پارہ فروش کا مسودہ ہو جائے گا تو بتفاقہ کسی کی پہنچے گی۔ ^{الغنائم} بیوہ لکھنا بتوجروایوم

الجواب :- کلابتوں میں سونے کا تو صرف رنگ ہی رنگ ہے اور زنگ کا کچھ اعتبار نہیں جبکہ جلائے سونا اس میں سے جدا نہ ہو سکتا ہو فائدہ حتمیہ والتمویہ لا عبرتہ بہ لانہ مستھلک کا صرحا بہ قاطبہ و فی کافی الامام الحاکم الشہید اذا اشتري لجاما موهبا بفضة بدراهما اقل مما يذيه او اكثر فهو جائز لان التمويه لا يخلص الا شري انه اذا اشتري الدرار المموهة بالذهب يثمن مؤجل يجوز ذلك وان كان ما في سقوطها من التمويه بالذهب اكثر من الذهب في الثمن اه مگر چاندی کا خود عین مستقل طور پر اس میں تطامنا موجود کہ وہ چاندی اور ریشم یا سوت کے تار ہیں ایک دوسرے پہنے ہوئے تو اس کی بیع غایت یہ کہ چاندی اور اس کے ساتھ ایک اور چیز کی بیع ہوئی یہ اسے حکم صرف سے خارج نہ کرے گا جبکہ دوسری جانب بھی ثمن خلقی یعنی سونا یا چاندی یا روپیہ یا اشرفی ہو پس بصورت اتحاد جنس کہ روپیہ یا چاندی کے عوض کلابتوں نہیں تامل و تقابض و دونوں اور بحالت اختلاف کہ سونے یا اشرفی سے مبادلہ کریں صرف تقابض بدین بلاشبہ لازم ہوگا تامل یہاں یوں کہ ثمن کی طرف چاندی ان تاروں کی چاندی سے جو کلابتوں میں ہیں وزن میں زیادہ ہوتا کہ اس میں سے ان کے برابر چاندی ان کے مقابل اور باقی اس دوسری چیز ریشم یا سوت کے مقابل ہو جائے اگر ثمن کی طرف چاندی اس کلابتوں کی چاندی سے وزن میں کم یا برابر ہے یا کمی بیشی معلوم نہیں تو بیع حرام و باطل ہے۔ اور تقابض یوں کہ اسی مجلس میں خریدنے والا کلابتوں اور بیچنے والا اسکی قیمت پر قبضہ کرے اگر کسی طرف سے ایک ٹمہ کے لئے بھی ادھار ہو تو بیع باطل و حرام ہے

درختار میں ہے الاصل انه متى بيع نقد مع غيره كفضض ومزركش بنقد من جنسه شرط زيادة الثمن فلو مثله او اقل او جهل بطل ولو بغير جنسه بشرط التقابض فقط احكام الهبة على وعلا کے اتباع و امتثال سے ہرگز باب رزق مسدود نہیں ہو سکتا جبکہ وہ رب کریم رؤف رحیم احکام نفس و شیطان کی پیروی اپنی شدید شہینہ نافرمانی پر دروازہ رزق بند نہیں کرتا گناہ ہند و ناں برقرار مسدود تو اپنے احکام کریمہ کے اتباع پر کیوں بند فرمائے گا مگر ہمارے مسلمان بھائیوں کی حالت سمجھنا قابل افسوس ہے جو شخص جس کام میں ہاتھ ڈالے اس پر زحمت میں ہے کہ اس کے متعلق جو احکام شرع ہیں انہیں سیکھ لے تاکہ مصیبت الہی میں نہ پڑے ہمارے بھائیوں نے یہ مسئلہ دنیاوی قانون میں جاری کیا اور قانون ربانی میں چھوڑ دیا اگر کوئی مقدمہ دو روپے کا دائرہ کریں گے پانچ وکیلوں سے پوچھیں گے کہ اسمیں کوئی حامی نہ رہ جائے کسی طرح قانون انگریزی کی مخالفت نہ آئے کہ مقدمہ ہاتھ سے جلتے مگر کسی کام میں علماء سے دریافت کرنے کی اصلا حاجت نہیں کہ یہ کیوں کر طلال ہے کس طرح حرام کس صورت میں صحیح کس طور پر ناسد توجہ کیا کہ دو روپے استغفر اللہ بلکہ دو پیسے کا نقصان گراں گزرتا ہے اور نقصان دین کی پرواہ کیا ہے۔ یہاں بھی اپنی نادانی سے یہ گناہ عظیم سرریا ہے اگر علم رکھیں یا علماء سے پوچھیں تو یہ کارخانہ بدستوریوں ہی جاری رہے اور حاکمین حلال طیب ہو فقط اتنا کہ قیمت میں سونے چاندی روپیہ اشرفی اٹھنی چونی دوئی نہ کہیں بلکہ جنے روپوں کو بیچنا ہوا تنے کے پیسوں یا نوٹ کا نام نہیں مثلاً سو روپے کا کلا تو بیچنا ہے تو یوں کہے کہ میں نے یہ کلا بتوں تیرے ہاتھ ایک ہزار چھ سو آٹے فلوس راجہ لوقت کو بیچا یا بعض نوٹ اعلا طلاس رقمی صدر روپیہ کے بیع کیا اب نہ اتحاد جنس ہے کہ تامل شرط ہو ظاہر ہے کہ کلا بتوں میں چاندی ہے اور یہاں پیسے یا کاغذ نہ یہ بیع صرف ہے کہ قرضوں طلقاً حرام ہوتا۔ بنا ہا کاغذ اصل آخرت میں ٹمن نہیں اور صرف وہی کہ ٹمن خلقی ٹمن خلقی سے بیع کیوں کہ یہ صرف سونا یا چاندی ہے وہیں ہاں از انجا کہ فلوس و نوٹ اصطلاحاً ٹمن ہیں ایک جانب سے قبضہ ضرور ہے کیلایلازم الافتراق عن دین بدین لہذا اگر روپیہ کے پیسے خریدے روپیہ ویدیا اور پیسے پھر دیے جائیں گے تو وہ ہب راج و متہدیں کچھ مضائقہ نہیں بیعتی ہی حالت کلا بتوں اور پیسوں یا نوٹ کی ہے کہ صرف ایک طرف سے قبضہ ہو جائے تاکہ اگرچہ دوسری جانب قرض ہو درختار میں ہے الاصل شرعاً بیع الثمن بالثمن ای ما خلق للثمنیة اھ ملخصاً و فی رد المحتار عن الجوع من الذخیرة فی مسألة بیع فلس بفلسن باعیا نھما ان محمداً ذکر ہا فی صرف الاصل ولو یشتروا التقابض وعللہ من اعتمد من المشایخ بان التقابض مع التعمین شرط فی الصرف ولیس بہ کما فیہ عنہا عنہم قلت وقد حققنا المسألة بتوفیق اللہ تعالیٰ فی فتاویٰ العطا یا انبویہ فی الفتاویٰ الرضویة بما یتبعین الوقوف علیہ فانہ بحمدہ تعالیٰ نفس لھم قال ابن عابدین سئل الخانوقی عن بیع الذهب بالفلوس نسئۃ فاجاب بانہ یجوز اذا قبض احد البدلین لما فی البزاریة لو اشتری ما لئۃ فلس بیدرھم یکنی التقابض من احد الجانبین قال و مثله مالو باع فضة او ذہبا بفلوس کما فی البحر عن المحیط الخ پھر لیتے وقت یہ ضرور نہ ہوگا کہ خاص ہے یا نوٹ ہی ہیں بلکہ برصائے شتری ان پیسوں یا نوٹوں کے روپے بچھلے سکتے ہیں فانہ بیع عین بدین کان علیہ فیجوز برصاہ وقد علمت انہ لیس بصرف ولا سلم قال فی الدر المختار لو باع ابلاب راہم او بکن برجاز اخذ بد لھما شیئاً اخر و کذا الحکم فی کل دین قبل قبضہ مہر و اجرة و ضمان متلف و بدل خلع و عتق بمال و مرودت و موصی بہ و الحاصل جواز

التصرف في الاثمان والديون كلها قبل قبضها عيني سوى صرف وسلم فلا يجوز اخذ خلاف جنسه لفوات شرطه اه
 ہاں یہ فرد ہے کہ جس مجلس میں ان کے عوض روپیہ دینا ٹھہرے اسی مجلس میں تمام وکمال روپیہ ادا کر دیا جائے ورنہ یہ معاوضہ یعنی پیسوں یا نوٹوں کے بدلے
 جو روپیہ دینا قرار پایا ہے ناجائز ہو جائیگا للافتراق عن الکافی بالکافی فی رد المحتار قولہ جاز اخذ بد لهما شیئا اخر لکن بشرط ان لا یکون
 افتراقا بدین کما یاتی فی القرض اه وقال فی ترض الدر جاز شراء المستقرض القرض ولو قاسا من المقرض بدراهم مقبوضة
 فلو تفرقا قبل قبضها بطل لانه افتراق عن دین بزایہ فلیحفظ تو دیکھئے صورت بعینہا وہی رہی جو ان بانوں میں جاری ہے کہ۔
 صرف ایک لفظ کے تفریق میں حرمت سے حلت ہو گئی، اس مسئلہ کو خوب شائع کرنا چاہئے کہ اہل اسلام جو بلا وچرگاہ میں مبتلا ہیں معصیت سے نجات
 پائیں۔ والہاشد التوفیق، واللہ سبحانہ وعلیٰ العلم۔

مسئلہ۔ ازہجور و حدود و مستلزمہ م سلم مولوی غلام مصطفیٰ صاحب تلمیذ حضرت والا غلام قدس سرہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیع فلوس رائیج کی جو حکم ثمن میں ہیں بمقابلہ روپیہ کے بیع صرف ہے یا نہیں اور اگر صرف کو روپیہ دیا اسکے
 پاس کل روپے کے پیسے نہ تھے موجود دے باقی کا وعدہ کر دیا تو یہ بیع جائز ہوگی یا نہیں اور جبکہ یہ بیع صرف بسبب صدق تعریف کے کہ بیع الثمن بالثمن ہے
 قرار دیا جائے گی تو اس میں شرائط بیع صرف کے کہ متحدہ الجنین میں تماش اور تقابض اور مختلف الجنین میں تقابض ہے در صورت جواز کے پائے جائیگے
 یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب۔ بیع الفلوس بالدرہم صرف نہیں نہ اس میں سب احکام صرف جاری فان الصرف بیع ما خلق للثمنیۃ بما خلق لها کما
 ضمرہ بذلک فی البحر وتبعہ فی الدر المختار واقرة الشامی وغیرہ ومعلوم ان الفلوس لیست کذا وانما عرض لها حکم الاثمان
 بالاصطلاح ما دامت راجحة والا ففی عروض کما فی اصل خلقتها وبعدهم کونہ صرفا صح العلامة الشامی عن البحر صاحب البحر
 عن الذخیرۃ عن المشائخ فی باب الربو من رد المحتار مگر اس قدر میں شک نہیں کہ جب تا مین رواج ان کے لئے حکم ثمن ہے تو اصل الجانین میں
 قبض بالید ہونا ضروری ہے والا لکان افتراقا عن دین بدین وقد نصی البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن بیع الکافی بالکافی اختلاف میں ہے
 کہ ایہ قبض جانین سے شرط یا ایک ہی جانب میں کافی جس نے اصل خلقت پر نظر کی کہا صرف نہیں پھر تقابض کی کیا حاجت وھو الاکثرون
 وعلیہ نص محمد فی المبسوط واعتمد فی المحيط والحادی والجزاریۃ والبحر الرائق والنہر الفائق وفتاویٰ الحانوقی وفتاویٰ
 الابصار والدر المختار و الفتاویٰ الھندیۃ وغیرھا من متون المذہب وشروحہ وفتاویٰ وھو مفاد کلام الامام الاشعری
 کما نقلہ الشامی عن الزین عن الامام او جس نے ثنیت مصطلو پر لگا لیا تھا قبض مشرطا ٹھہرایا کما اتفق بہ العلامة قاری الھدایۃ واولی
 الفاضل عمر بن نجیم بما یخرجہ عن الخلاف ونازعہ المحقق الشامی قائلاً لانه محمول علی ما دل علیہ کلام الامام محمد فی الجامع الصغیر
 من اشتراط التقابض من الجانین وکل ذلك مشیح فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار قال العبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ لہ
 وما جنح الیہ الفاضل الشامی سیدی محمد بن امین الدین افندی ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ من دلالة کلام الجامع الصغیر
 علی ذلك الاشتراط فقد تبیح فیہ صاحب البحر والعلامة زین الدین مول علی ما وقع فی الذخیرۃ کما هو ایضا مذکور فی الحاشیۃ

الشامية ولكن لي فيه تأمل بعد قاني راجعت الجامع فوجدت نصه هكذا محمد بن يعقوب عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنهم رجل باع رطلين من شحم البطن برطل من الية او باع رطلين من لحم برطل من شحم البطن او بيضة ببيضتين او جوزة بجوزتين او فلسا بفلسين او تمر بتمرين يد ابيد باعيانها بجوزة وهو قول ابي يوسف رحمة الله وقال محمد رحمة الله لا يجوز فلس بفلسين ويجوز تمر بتمرين انتهى كلامه الشريفة نعمنا الله تعالى ببركاته في الدنيا والاخرة آمين فمحل الاستنباط انما هو قوله رضي الله تعالى عنه يد ابيد ولكن قد دري من مارس الفقه ان هذا اللفظ ليس نصا صريحا في التقابض بالبراجم الا ترى علماءنا رحمهم الله تعالى قسروه في الحديث المعروف بالعينية كما قال في الهداية ومعنى قوله عليه الصلوة والسلام يد ابيد عينا بعين كذا رواه عباد بن الصامت رضي الله تعالى عنه انتهى كيف وقد قال اصحابنا رضي الله تعالى عنهم ان التقابض انما يشترط في الصرف واما ما سواه مما يجري فيه الربو فانما يعتبر فيه التعيين فان حمل قوله هذا في العبارة التي ذكرنا على التقابض واستجلب منه اشتراط ذلك في فلس بفلسين كان ايضا مشترطا في تمر بتمرين وبيضة ببيضتين وجوزة بجوزتين فان المسائل كلها مسوقة بسياق واحد وهذا الميقل به ائمتنا فوجب حملها على اشتراط التعيين وكان قوله رضي الله تعالى عنه باعيانها تفسير القول يد ابيد والا كان حشوا مستغنى عنه فان التقابض فيه التعيين مع شئ زائد فذكره بعدة خال عن الغوايد ولذا ما نقل الامام صاحب الهداية هذه المسئلة عن الجامع الصغير اسقط عنها تلك الكلمة وانتم على ذكر العينية حيث قال قال (اي محمد كما صرح به العلامة بدر العيني في البناية) يجوز بيع البيضة بالبيضتين والتمر بالتمرين والجوزة بالجوزتين ويجوز بيع الفليس بالفلسين باعيانها انتهى فليس في الجامع انشاء الله تعالى دليل على ما ذكره هؤلاء الاعلام وان كان فمع احتمال العبارة احتمالا لا يبرر ولا يبرم بخلاف عبارة الاصل على المبسوط فانها نص اي نص في عدم اشتراط التقابض كما ستري انشاء الله تعالى فعليه فليكن التعويل والله تعالى ولي التوفيق هذا ما صح للعبد القاصر فتامله فان وجدته حقا فعليك به والافارم به الجدار بالجله مذهب راجح ربيع الفلوس بالدرهم والدنانير من ايك هي جانب كقبضة كافي پس صورت مستفسره من ربح بلا ترويح اور صرف پر شري كے باقی ميے لازم في المبسوط اذا اشتري الرجل فلوسا بدرهم ونقد الثمن ولم تكن الفلوس عند البائع فالبيع جائز كذا في الهندية وفيها عن الحاوي وغيره لو اشتري مائة فلس بدرهم فقبض الدرهم ولم يقبض الفلوس حتى كسدت لم يبطل البيع قياسا ولو قبض خمسين فلسا فكسدت يبطل في النصف ولو لم تكسد لم يقسد والمشتري ما بقى من الفلوس اه ملتقطا وفي التنوير وشرحه باع فلوسا بمثلها او بدرهم او بدنانير فان نقد احدهما وان تفرقا بلا قبض احدهما الميجزاه ومسئلة المقام يتدعي اكثر من هذا وفيما ذكرنا كفاية - والله تعالى اعلم -

مسئلہ :- ازدھورا جی ملک کا ٹھیاوار کو چھڑا کر اسٹریٹ مسلولہ عبد الکریم ابن قاسم ۷ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ

بخدمت شریف جناب مخدوم دم مکرم مجدد آتہ حاضرہ تجلیت دینے کا باعث یہ ہے کہ جو رسالہ کفل الفقیہ لکھی جانب سے شائع ہوا ہے اس میں بعض لوگوں کو شک ہے کہ یہ رسالہ مولینا صاحب کے نام سے دوسرے کسی نے چھپو کر شائع کر دیئے ہیں، اس بات کی بہت چرچا ہو رہی ہے کہ نوٹ کو مال قرار دیا ہے وہ کس طرح سے ہو سکتا ہے ہمارا اعتماد آپ کے اوپر ہے مطلب ہمارا یہ ہے کہ اگر حضور کی جانب سے کفل الفقیہ شائع ہوا ہو تو آپ اپنے دست مبارک سے ہم کو جواب دیں تاکہ ہم ان پر عمل کریں اور شک دور ہو جائے اور جب تک آپ کی طرف سے جواب نہیں آئیگا وہاں تک لوگوں کو تفریر بھی رہے گی اور ہم لوگوں کے دل پر شک رہے گا تو آپ برائے خدا جلد جواب تحریر کریں۔

الجواب :- رسالہ کفل الفقیہ الفہم فقیر ہی کی تصنیف ہے کہ منظم میں وہاں کے ایک عالم جہد نے فقیر سے اس کا سوال کیا اور فقیر نے وہیں تصنیف کیا اور متعدد علمائے کرام نے اس کی نقلیں لیں پھر بعد وہاں ہی فقیر نے اسے طبع کرایا پھر حاجی علی خاں محمد صاحب نے اسے ترجمہ چھپوایا مدینہ طیبہ میں مصر کے دو ذلیل عالموں مدرسین جامع ازہرنے اسے دیکھا اور فرمائش کی کہ اس کے نسخے ہم کو ضرور بھیجو، ان کو بھیج دئے گئے۔ نوٹ کا مال ہونا اس رسالہ میں دلائل ساطعہ سے روشن کر دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ بَيْعِ التَّلْجِيهِ

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح شین صورت مسلولہ میں کہ زید نے ایک قطعو مکان جسکا وہ مالک تھا بدست مرد اپنی کسی مصلحت سے بلا وصول زدن رضی طریق سے بیعنا تصدیق کر دیا اور قبضہ اپنا بیعہ پر نہیں دیا ہے اور مرد کی اب یہ خواہش ہے کہ میں اسی مکان کو زید کے فوت ہونے پر اس کے ورثہ کو ہبہ کر دوں، دریا نت طلب امر یہ ہے کہ ایسا مکان کا ہبہ کرنا شرعا جائز ہے یا نہیں اور اگر ہبہ جائز ہے تو کن کن وجوہات میں واپس ہو سکتا ہے اور کس صورت سے واپس نہیں ہو سکتا۔ بیوا تو جروا۔

الجواب :- مرد کو اگر قرار تسلیم یا ہبہ عادلہ شرعیہ سے ثابت ہے کہ یہ بیع محض بطور فرضی کی گئی ہے بیع تلجیہ کہتے ہیں تو بیع شرعا منقذ ہوگی ولہذا اگر عاقدین اسے جائز کر دیں نافذ ہو جائے گی فی الدر المختار انہ بیع منعقد غیر لازم کا بیع بالخیار الح و فی الدر المختار انھا لو اجازہ جاز و الباطل لا تلحقہ الاجازۃ الحد قولہم باطل ای سیبطل ان لم یحجز کما حققناہ فیما علقناک علی رد المختار و جبکہ قبل اجازت زید نے وفات پائی اب بیع باطل محض ہوگی فان البیع الموقوف یبطل بموت المالك بل والعاقد وان لم یکن مالکا کالغضولی ولا تبیح اجازۃ ورثتہ بعدہ فی الدر المختار حکمۃ قبول الاجازۃ اذا کان البائع والمشتري والمبیع قائما و کذا یشترط قیام صاحب المتاع ایضا فلا یجوز اجازۃ ورثتہ لبطلانہ بموتہ تو مرد غیر مالک کا اس مکان کو واپس زید خود مالکان کے نام ہبہ کرنا محض بے معنی ہے اور اگر براہ دیانت و امانت اپنے ورثہ یا آئندہ خود اپنی بریت کے اندیشہ سے چاہتا ہے کہ بیعنا سہدۃ جو محض فرضی تھا بے اثر ہو جائے تو اس کے لئے بھی اس ہبہ بے معنی کی ضرورت نہیں اعلان کر دے اور گواہ کر لے یا اقرار نامہ تصدیق کر دے کہ میں اس مکان کا مالک نہیں میرے نام بیع صرف فرضی تھی یہ انہما رہے حکم تر بھی ہو گا کہ ہبہ کے لئے شرط ہیں۔ پھر جب تک موانع ہبہ سے

کوئی مانع نہ ہو اختیار رجوع بھی ہوتا ہے اور اگر صورت ہمیں ہی اختیار کرے اس کی۔ شکلیں۔ اس طور پر کہ دے کہ کوئی شرعی اعتراض نہ رہے نہ آئندہ اختیار رجوع ہو تو یہ بھی ایک صورت اس مقصود و محمود کے حصول کی ہے وانما الاعمال بالنیات وانما کل امرئ ما نوى جرح نظر خلق میں وہ بیع صحیح نافذ ظاہر کی گئی ہو ہیں نظر خلق میں یہ ہمیں تادم لازمہ ظاہر ہوگا تو اندیشہ سے تحفظ ہو جائیگا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: کیا فراتے ہیں عمارت وین اس مسئلہ میں کہ زید نے مثلا ایک قطعہ مکان و ایک حصہ دوکان بدست بکر کسی وجہ خاص سے بیع فرضی کر کے قبضہ تام واسطے بکر کے حاصل کرا دیا و ریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا بکر بہ سبب اس عقد فرضی کے مالک مکان و حصہ دوکان کا شرعاً ہوگا یا نہیں بیوا توجروا۔

الجواب: فی الواقع اگر بیعہ شرعیہ یا اقرار بکر سے ثابت ہے کہ بیع فرضی طور پر کی گئی ہے تو بکر ہرگز مالک بیع نہیں اگرچہ قبضہ برضاے بائع کیا ہو فانہ بیع منعقد موقوف علی اجازاتہما الموقوف لایقدر المملک بالقبض كما حققناہ فیما علقناہ فی رد المحتار۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

باب بیع الوفاء

مسئلہ: از ریاست رام پور بزرگہ طاہرین بیگمہ متصل مسجد مدرسہ مولوی محمد عظیم الدین صاحب اسلام آبادی، ۸۰ رجحادی الاخر سنہ ۱۲۷۰ ماخوذاً حکمہ اللہ ربکم فی جواز بیع الوفاء والانتفاع بہ هل هو جائز ام لا بیوا بادلۃ الکتاب توجسروا من اللہ الوہاب فی یوم الحساب۔

الجواب: المسألة طویلة الاذیال کثیرة الاقوال وسیعة المجال بعيدة المثال وقد فضلناها بتوفیق اللہ تعالیٰ فی بعض تحریراتنا والذی تقرروا تحریران بیع الوفاء رهن لا یزید علیہ بشئ ولا یجالیفہ فی شئ قال العلامة خیر الدین رطبی فی فتاواه الذی علیہ اکثر انہ رهن لا یفترق عن الرهن فی حکم من الاحکام قال السید الامام قلت للامام الحسن الما شریدی قد نشأ هذا البیع بین الناس و فیہ مفسدة عظيمة وفتواک انہ رهن وانا ایضا علی ذلك قال الصواب ان نجیح الائمة واتفق علی هذا ونظہرہ بین الناس فقال المعتبر الیوم فتوانا وقد ظہر بین الناس ذلك فمن خالفنا فلیبرز نفسه و یقمر دنیاه و فیہ اقوال ثمانية و علی کونه رهن اکثر الناس اه و فیہا ایضا بیع الوفاء رهن الخ و فی العقود الدردیة من کتاب النکاح باب الوفی بیع الوفاء منزل منزل منزلة الرهن الخ و فیہا من الرهن بیع الوفاء منزل منزل منزلة الرهن كما مر حواہ ثم ذکر نصوصا تدل علیہ فاذا لا یجوز لهذا الذی هو مشترک صورۃ مرتہن معنی الانتفاع بمشربہ المرہون مطلقا علی ما هو الفتوی الان للعلم بمقاصد اهل الزمان وقد علموا شرعا ان المعهود عرفا كالمعهود شرطاً كما افادہ ہہنا العلامة السید الطحطاوی ثم العلامة السید الشامی فی حواشی الدرر وقد افتیت بہ وهو الحق الواضح جہارا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از تصبہ منہ واصل فتحہ ہر مسندہ حافظ محمد الدین صاحب۔ ۱۰ رجحادی الاوئی سنہ ۱۲۷۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کی کچھ جائداد اس طرح پر لیا کہ عمر جب روپیہ زید کا ادا کر دیوے تو اپنی جائداد واپس لے کر اور جب روپیہ ادا نہ ہو تب تک زید اس جائداد کا لگان گورنمنٹی اسی جائداد سے ادا کیا کرے اور جو روپیہ اس جائداد کا لگان گورنمنٹی سے بڑھے وہ روپیہ زید اپنے تصرف میں لاکر یا کرے تو روپیہ بڑھتی کا زید کو لینا جائز ہے یا نہیں سو دہو گا یا نہیں اگر سو دہو گا تو ان لوگوں کی نماز جو سو دیتے ہیں میں صرف جہانوں کو سو دیتے ہیں زید کے پیچھے جائز ہوگی یا نہیں۔

الجواب :- یہ صورت بیع بالوفاء کی ہے اور اس کا حکم مثل رہن کے ہے اور اس سے جو منفعت حاصل ہو حرام ہے حدیث میں فرمایا کل قرض جس منفعۃ مفور لہ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اگرچہ مقتدی بھی سو د لینے یا دینے والے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از ریاست چھتاری مدرسہ محمودیہ ضلع بلند شہر مدرسہ امیر حسن طالب علم ، ۱۴۱۰ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کوئی زمین یا مکان یا دکان عمرو کے ہاتھ بیوہ بیوہ کے فروخت کی اور باقاعدہ بیعنامہ لکھ پڑھ دیا مگر بیعنامہ سے پہلے یا بعد یا بیع نے مشتری سے یہ وعدہ پختہ لیا کہ جب میں تجھے تیرا زمین پورا ادا کروں تو توجھے میری بیع واپس کر دینا اور واپس تو بیع سے فائدہ اٹھاتے جا نا مشتری نے اس بات کو بطیب خاطر پسند کر لیا تو کیا یہ بیع جائز ہے اور مشتری کو تا واپس بیع سے فائدہ اٹھانا جائز ہے یا کیا۔

الجواب :- اگر واقع میں انھوں نے بیع قطعی کی ہے اور اس میں یہ شرط ملحوظ نہیں بیع سے جدا یہ ایک وعدہ ہوا تھا بیع صحیح ہوئی اور اس سے انتفاع مشتری کو جائز اور نہ تحقیق یہ ہے کہ وہ بیع نہیں بلکہ رہن ہے اور مشتری کو اس سے انتفاع حرام یہ بیع صحیح جاؤ وعدہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ اگر یہ قرارداد عقد سے پہلے ہوا تھا تو عقد کرتے وقت یہ کہہ لیں کہ ہم اس قرارداد سے باز آئے اب بیع قطعی کرتے ہیں اور اگر عقد کے بعد یہ قرارداد ہو تو بصورت شرط نہ ہو بلکہ صرف ایک وعدہ والی ہے وہی جامع الفصولین ایضاً لود کر البیع بلا شرط ثبوت کسر الشرط علی وجہ العدة جاز البیع ہی میں ہے فی جامع الفصولین ایضاً لوشرطاً شرطاً فاسدا قبل العقد ثم عقد المر یبطل العقد اھ قلت وینبغی الفساد لواتفاق علی بناء العقد علیہ کما صرحوا بہ فی بیع الھزل کما سیاتی اخو البیع وقد سئل الحنفی الرملی عن رجلین توامعا علی بیع الوفا قبل عقدہ وعقد البیع خالیاً عن الشرط فاجاب بانہ صرح فی الخلاصۃ والنعیض والتارخانیۃ بانہ یکون علی ما تراصفا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب متفرقات البیع

مسئلہ :- از موضع دیورنیاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت مقررہ اشامپ سے زیادہ لینا رشوت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- یہ رشوت نہیں بلکہ اپنی خرید پر نفع لینا ہے مگر کلام یہی ہے اشامپ بیچنا خودی کراہت سے خالی معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی جائیداد بدست زید اپنے سوتیلے بیٹے کے فروخت کی اور قیمت اسکی وصول پاکر پھر زید کے پاس امانت رکھ دی زید نے قصداً ماہوار مقرر کردی ہندہ نے کہا کہ مشاہرہ لکھے کیونکہ دیتے ہو کہا اسے آپ اس جائیداد کی توفیر تصور فرمائیے اسکا جواب ہندہ نے دیا کہ جب اسکی میں مالک نہ رہی تو توفیر کسی اس پر کہا کہ میں نے اپنے پاس سے یہ خدمت کرتا ہوں ہندہ نے کہا یہ مسئلہ بالضرورت اور میرے لئے ناجائز، لیا ہندہ کے لئے یہ رقم لینا ناجائز ہے یا جائز بیوا تو جروا۔

الجواب :- جائیداد بیوہ کی توفیر یعنی تو صریح ناجائز جس سے ہندہ خود انکار کرتی ہے اور بطور خدمت اگر دینا واقعی ہو لینا جائز اور اس کی قیمت کی یہ نشانی ہے کہ زید اس سے پہلے بھی ہندہ کی اس قدر خدمت کرتا ہوا یا اب ہندہ اپنا یہ روپیہ واپس لینے تو بھی بدستور خدمت کرنا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اسکا یہ کہنا کہ بطور خدمت دیتا ہوں زبانی کہنا ہے بلکہ اس صورت میں ہندہ کا خیال صحیح ہے کہ وہ اسی غرض سے دیتا ہے کہ ہندہ اپنی یہ رقم کثیر نہ مانگے اور حاجات ہندہ اسی ماہوار پر ملے اسے اسے نیت سے دینا دینے والے کو تو صریح ناجائز اور ہندہ اسے اگر اپنے ذرا امانت میں بھرا کر کے لیتی رہے تو مضائقہ نہیں اور نہ اس کا لینا بھی روا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مرسلہ مولوی احسان حسین صاحب از مسجد جامعہ ۹ رجب ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک تاجر کتب فروش نے دوسرے تاجر مشتری کو بقلم خود یہ عبارت تحریر کی کہ قرآن مجید مرتضوی مترجم کی اگر آپ سوجلد طلب فرمائیں گے تو بارہ آنے فی جلد کے حساب سے دیا جاوے گا اور قرآن شریف مرتضوی کا زخ تا جواز خاص آپکو لکھا گیا ہے انتہی عبارت اور اس کا رڈ پر اپنے دستخط کے علاوہ اس کے اور کارڈ پر بھی ان کے دستخط موجود ہیں جب ان سے جلدیں قرآن شریف کی حسب التمریر لکھے طلب کیں تو اپنی تحریر سے صاف انکار کر گئے کہ نہ میں نے لکھا اور نہ دستخط کئے تو ایسا شرع شریف میں ایسے شخص کیواسطے کیا حکم ہے اور ایسے وعدہ واجب اور لازم ہے یا نہیں اور مجھ کو حق مطالبہ پہنچ سکتا ہے یا نہیں اور فیما بین تجاروں کے ہزار ہا روپیہ کا تبادلہ ہوا کرتا ہے اور اس سے کوئی منفرغ نہیں ہوتا ہے اور یہ فیما بین تجار کے قرار داد و اتفاق ہوتا ہے۔ بیوا تو جروا۔

الجواب :- اگر واقع میں اس نے لکھا اور دستخط کئے تھے تو انکار کرنے سے جھوٹ بولنے کا گنہگار ہوا مگر وفاق وعدہ و جبری مطالبہ نہیں پہنچتا فتاویٰ غایبہ و فتاویٰ ظہیرہ و فتاویٰ علیگیرہ وغیرہ میں ہے ان انجوز وعدہ کان حسنا والا فلا یلزمہ الوفاق بالمواعید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ میر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۰۵ھ

اکڑ لوگ ترکاری خریدنے کے بعد جھگڑا کر کے زیادہ لیتے ہیں۔

الجواب :- جھگڑے کی اجازت نہیں اور زیادہ مانگنا بھی سوال میں داخل ہے ہاں وہ بطور خود اپنی خوشی سے زیادہ دیکے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الکفالة

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی قدر قرض بکر کا ذمہ عہد کر کے زید نے کہا اسے میں ادا کروں گا عہد کرنے سے قبل کر لیا بکر نے کہا عہد میرے مطالبہ سے بری ہوا میں تجھے لوٹکا اس صورت میں بکر کو زید سے اس قرض کے مطالبہ کا اختیار ہے یا نہیں۔ بیٹو تو جو روا۔

اجواب: صورت مستفسرہ میں زید اس قرض بکر کا جس کے ادا کا اس نے وعدہ کیا اگر لفظ صرف اسی قدر تھے کفیل نہ ہوا کہ یہ عہد وعدہ ہے اور وعدہ بے تعلق بشرط لازم نہیں ہوتا اور بکر کا اس سے کہنا کہ عہد میرے مطالبہ سے بری ہوا میں تجھے لوں گا اور زید کا اس پر سکوت کرنا اول تو سکوت قول نہیں اور ہو بھی تو اس کی غایت اس قدر کہ زید نے قول بکر قبول کیا گویا اس نے کہا تو مجھ سے لینا یہ بھی ایک امر ہے جس کا حاصل وعدہ ہے کہ میں دوں گا اور اس قدر سے کفالت ثابت نہیں ہوتی، علیگیری میں محیط سے ہے اذ اقال انچہ ترا بر فلان ست من بد ہم فھذا وعد لاکفالة اسی میں بھل محیط فتاویٰ ہمام نسفی سے ہے من قال لغيره ان الدين الذي لك على فلان انا دفعه اليك انا اسلمه اليك انا اقصيه لا يصير كفيلا ما لم يتكلم بلفظ يدل على الاتزام نحو قوله كفلت حسنت على التي وكان الشيخ الامام ظهير الدين الحسن بن علي المرغيناني يقول اذا اتى بهذه الالفاظ بمنجز الا يكون كفالة واذا اتى بها معلقا بان قال ان لم يؤد فلان مالك عليه فانا اؤدي فانا دفع يصير كفيلا ايساهي خزائنہ المقتبين میں ہے اور اسی پر بزازیہ میں جرم فرمایا قال لا لما علم ان المواعيد باكتساء صور التحليق تكون لازمة اه ونقله في الحامدية واقرة في العقود الدرية ان اگر زید نے یہ کہا کہ یہ نہ دے تو میں ادا کروں گا تو بلاشبہ بکر اس قدر دوسرے کا زید سے مطالبہ کر سکتا ہے اور بکر کا عہد کو مطالبہ سے بری کر دینا زید کو بری نہ کر دیکھا۔ اگر البتہ عہد کو قرض سے بری کر دیتا تو زید پر بھی مطالبہ نہ رہتا۔ فی الدر المختار عن القنية طلب الدائن الكفيل فقال له اصبر حتى يجئني الاصيل فقال لا تعلق لي عليه انا ا تعلق عليك هل يبرؤ اجاب نعم وقيل لا وهو المختار اور جبکہ وقت کفالت عہد نے بھی اسے جائز رکھا تو اب زید اس سے اس قدر زرمیں رجوع کر سکتا ہے گویہ کفالت با عہد واقع نہ ہوئی فی الدر المختار ولو كفل بامر ورجع عليه بما ادى والابغوية لا يرجع لبرعه الا اذا اجاز في المجلس فبرجع عما ديه - والله تعالى اعلم۔

مسئلہ: از ریاست رام پور در سلسلہ نشی مجدد احمد علی صاحب پیشکار حاکم مال ریاست ، ۲۸ رذی الحج ۱۳۱۳ھ

مطالع و مخدوم عالم جناب منظم و محترم زید انصاری بصداب تسلیم و صفای حمیدہ جناب عالی مخدوم جناب حافظ محمد عنایت اللہ صاحب سے سن کر عزم ہوا کہ خود ہی حاضر ہو کر اپنا ماجرا عرض کروں لیکن ارادۃ اللہ غالبہ علی ارادۃ العباد اسی وقت ایک اور ضروری کٹھنوسے آگیا جس نے اس وقت حاضر سے مجبور کر دیا مجبوراً اپنے معتمد محمد رضا خان صاحب کو خدمت عالی میں ضرورت حال کے لئے بھیجنا پڑا۔ ۶ فروری ۱۸۹۹ء کو ایک شخص کی

ماضی ضمانت کرنی ۱۸ فروری تک کیے جس کے الفاظ بعینہ سوال فتویٰ میں درج ہیں ۱۸ فروری گذر گئی نہ عدالت نے مکفول عنہ کو مجھ سے کسی وقت ۱۸ یا ۱۸ کے اندر طلب کیا نہ دعویٰ نے اس مدت میں کسی قسم کی اطلاع عدالت میں کی اب ڈھائی مہینے کے بعد ہنگام اجراء ڈگری مدعی مجھے روپیہ طلب کرتا ہے اور شرعاً دعا کا وکیل یہ ثابت کرتا ہے کہ چونکہ ضمانت نامہ میں لفظ رخصت نہیں درج ہے لہذا بعد ۱۸ فروری بھی یہ ضمانت باقی رہی حضور والا اس زمانے میں ان قیود کے ساتھ الفاظ کسی جگہ ضمانت میں نہیں دیکھے گئے عوف کے مطابق بہ نیت خالص صرف ۱۸ فروری تک کے لئے ضمانت کی تھی، مخدور صاحب حافظ عنایت اللہ صاحب کی خدمت میں ارادت ہے میں نے کبھی کیفیت اپنی عرض کی فرمایا کہ جو کچھ یہاں ممکن ہے لکھا جاتا ہے لیکن ہندوستان میں اگر کوئی قوت ان جزئیات کی کر سکتا ہے تو جناب مولوی احمد رضا خان صاحب ہیں، بنظر رحم حضور کی چشم کرم سے امید ہے کہ میری اس وقت کی پریشانی میں جو امداد ہو دینے نہ فرمائیں گے تا بعد از محمد واحد علی عہارت ضمانت نامہ بعینہ ذریعہ ذیل ہے جو کہ محمدی بیگم نے دعویٰ الیہ علیہ سے نام سید محمد امیر و ابو عدالت کیلئے امدان سے ضمانت حاضر فری طلب ہے لہذا اقرار کرتا ہوں کہ ۱۸ فروری سے حال تک میں ان کا حاضر فرماں ہوں ۱۸ تاریخ تک مدعا علیہ ختم سے نہیں بھاگیں گے اگر بھاگ گئے تو مطالبہ مدعی کا میں ذمہ دار ہوں۔ ۱۸ فروری ۱۹۹۹ء۔

الجواب۔ مکرری عرضی نشی صاحب زید محمد ہم بعد اوائے مراسم سنت لٹمس، فتویٰ نظر فقیر سے گذرا میں اس امر میں یکسر متفق ہوں کہ صورت مذکورہ میں ضمانت حاضر ۱۸ فروری تک رہتی ہوگی اگرچہ جواب ظاہر الروایت اس کے خلاف ہے مگر اب عرف و مقاصد نامہ قطعاً اسی پر حاکم اور اتباع عرف واجب و لازم تو یہ حقیقت مخالفت ظاہر نہیں بلکہ نشان برکت نشان حضرات ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں عرف دائرہ سائریوں ہوتا تو ہم جرم کرتے ہیں کہ ظاہر الروایت ضرور مطابق روایت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتا لہذا ائمہ تصحیح نے اس روایت پر ماسی وجہ سے فتویٰ بھی دیا ہے کہ وہ اشہب بعرف نامہ ہے اسی لئے ظاہر فرماتے ہیں کہ من لم یعرف اهل زمانہ فهو جاهل ظاہر متفق شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی تحقیق پر وجہ شامی و کافی فرمادی ہے مگر یہاں حقیقت امر یہ ہے کہ دو کفالتیں ہیں ایک کفالتہ بالنفس یعنی حاضر ضامن ۱۸ فروری تک نوقت ہے اور اس روایت و عرف کی رو سے بعد ۱۸ کے ختم ہوگی دوسری کفالتہ بالمال کہ اگر بھاگ گئے تو مطالبہ مدعی کا میں ذمہ دار ہوں اس میں اگر توفیق بنظر ماسبق ہے تو جانب شرط میں ہے یعنی اگر ۱۸ فروری تک بھاگ گئے تو مال کا ضامن میں ہوں اور کفالت کی ایسی شرط کے ساتھ تعلق جائز ہے فی الہدایۃ الاصل انہ یصح تعلیقہا بشرط علائقہا مثل ان یکون شرطاً الوجوب لمحق کقولہ ۱۱۵۱ استحق الجبوع اولامکان الاستیفاء مثل قولہ ۱۱۵۲ اقتد مرزید وهو مکفول عنہ او لتعدرا الاستیفاء مثل قولہ ۱۱۵۳ اذا عتاب عن البلدۃ اور یہ صاحب جو آپکا لفظ نامہ لائے انکے بیان سے معلوم ہوا کہ مدعا علیہ مدت کے اندر ہی فراد ہو گئے اگر یہ حق ہے تو شرط متحقق ہوئی پس اگر مطالبہ سے مراد دعویٰ تھا تو اس صورت میں فقیر کے نزدیک مال لازم ہو گیا اگرچہ بعد ۱۸ فروری کے کفالت نفس زائیں ہو جائے اگرچہ یہاں اصل وہی تھی اور کفالت بالمال اس کی تابع و تکیہ تھی کہ جب بوجہ و شرط مال لازم ہو گیا تو اب اس کی سبیل ادا ہونا ہے یا طالب کی طرف سے معافی و گروہ فی السبزیۃ کفیل بنفسہ علی ان للمکفول عنہ اذا غاب قال مال علیہ فغاب المكفول عنہ فخرج وسلمه الی السلین لایب بولان المال بحلولی المشروط لزمہ فلا یجوز الابالاداء الا بالبراءة والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از ریاست دہلی پورہ متعلق موٹی مسجد مرشد نشی واحد علی صاحب پیشکار محکمہ مال غزہ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے زید پر ٹھکر دیوانی میں اللہ عسکر کی نائش کی حاکم نے بفرض الطینان زید سے حاضر خاسنی طلب کی خالد نے ۶ فروری ۱۸۹۹ء کو ضمانت نامہ باں عبارت لکھ دیا جو کہ محمدی بیگ نے دعویٰ اللہ عسکر کا بنام سید محمد امیر دائر عدالت کیا ہے اور ان سے ضمانت حاضری طلب ہے لہذا اقرار کرتا ہوں کہ ۱۸ فروری ۱۸۹۹ء تک میں ان کا حاضر ضمانت ہوں ۱۸ تاریخ تک مدعا علیہ شہر سے نہیں بھاگیں گے۔ اگر بھاگ گئے تو مطالبہ مدعیہ کا میں ذمہ دار ہوں بنا برآں یہ حاضر خاسنی لکھ دی کہ سند ہو المرقوم ۶ فروری ۱۸۹۹ء مگر جس وقت خالد نے زید کی ضمانت حاضری کی اور کفالت نامہ مذکور لکھا اس وقت نہ مدعیہ موجود تھی نہ اس کا کوئی وکیل نہ پیر و کار بلکہ حاکم دیوانی بھی نہ تھے خالد نے بوجہ زید کفول عند کفالت نامہ لکھا جس پر سرشتہ وار نے بہ حکم ضابطہ لکھ دیا کہ مقررے بمحضری خود اصالتہ شناخت گواہان حاشیہ تصدیق کی حکم ہوا کہ ناظر مدعا علیہ کو سپرد حاضر ضمانت کریں ۱۸ فروری ۱۸۹۹ء اس پر ناظر نے یہ کیفیت لکھی کہ منشی و اصر علی صاحب ضمانت تصدیق کر کر ٹھکر مال میں پٹے گئے مدعا علیہ بھی بعد داخل ہو جانے ضمانت کے عدالت سے چلا گیا لہذا تعمیل سپردگی سے معذور ہوں ۶ فروری ۱۸۹۹ء اس پر حکم لکھا گیا کہ شامل مسل ہو ۷ فروری ۱۸۹۹ء اس کے سوا نہ کوئی قبول ضمانت مدعیہ واقع ہوا نہ اسے کوئی اطلاع اس کفالت کی وہی گئی نہ ۱۸ فروری تک مدعیہ خواہ حاکم کسی نے مدعا علیہ کو کفیل سے طلب کیا نہ اس سے کچھ تعرض واقع ہوا ۸ فروری کو حاکم نے مدعیہ سے بوجہ کی اسٹامپ دعویٰ نامگیں قرار دے کر تکمیل اسٹامپ چاہی جب مدعا علیہ نے دیکھا کہ ۱۸ فروری خالد کے متنازع کفالت تھی گذر گئی اور ضمانت ختم ہو گئی اور اس وقت تک کوئی مطالبہ نہ ہوا اپنے نفس کو قید ضمانت سے فارغ پا کر شہر سے فرار کیا ایک مدت کے بعد جب مدعیہ نے دیکھا کہ مدعا علیہ پر قابو نہ رہا بھیلکہ کفالت خالد سے مواخذہ شروع کیا اب مدعیہ کی طرف سے اس اقرار پر زور دیا جاتا ہے کہ ضمانت نامہ میں صرف اتنے مدت کا ذکر ۱۸ فروری تک میں ضمانت ہوں ابتداءً مدت کا نام نہیں کر اب سے یا آج سے یا فلاں تاریخ سے ۱۸ تک میں ضمانت ہوں ایسی صورت میں ظاہر الرواۃ یہ ہے کہ ضمانت اس تاریخ پر بنتی نہ ہوگی بلکہ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے ضمانت ہے لہذا ہمیں اس سے مطالبہ کرنا پینچتا ہے مدعیہ نے جو فتویٰ لکھوایا اس میں بطور تقدم بالمحفظیہ بھی ذکر کیا ہے کہ مدعا علیہ ۱۸ فروری سے پہلے فرار ہو گئے حاکم اس وقت تک کچھری میں اسکا کوئی ذکر نہ کیا نہ ہرگز ۱۸ سے پہلے فرار کا کوئی ثبوت ہے بلکہ حاکم بالانے ۱۸ کے بعد ایک حکم میں زید کی نسبت اب فرار ہونا لکھا ہے پس علمائے دین کی خدمت میں استفسار ہے کہ اس صورت میں بعد ۱۸ فروری کے مدعیہ کو خالد پر حاضر خاسنی مدعا علیہ کا یا زور دعویٰ کا مطالبہ پینچتا ہے یا نہیں۔ مینواتوجروا۔

الجواب :- اللہم ہدایۃ الحق والصواب صورت مستفسرہ میں کفالت بانفس بھی بعد ۱۸ فروری کے زائل اور کفالت بالمال کا خالد سے مطالبہ بھی بے اصل و باطل تحقیق مقام یہ کہ کفالت وہ ہیں کفالت بانفس یعنی حاضر خاسنی جو اس کفالت نامہ کا اصل مفاد و مقصود و مراد ہے اور کفالت بالمال یعنی مال خاسنی جو اگر مستفاد ہو تو ان لفظوں سے کہ ۱۸ تک مدعا علیہ شہر سے نہ بھاگیں گے اگر بھاگ گئے مطالبہ مدعیہ کا میں ذمہ دار ہوں ہم یہاں دونوں کفالتوں پر کلام متفقاً نہ کریں کہ بعد از تعالیٰ حکم شرعی واضح ہوہ بالذہ التوفیق۔ کفالت بالمال کا مطالبہ ہندہ کو خالد پر اصلاً نہیں پینچتا بوجہ وجہ اقل خالد نے یہ نہ لکھا کہ اگر زید بھاگ جائے تو ہندہ کے دین یا مال یا زور دعویٰ یا اس قدر روپے کا میں ذمہ دار ہوں بلکہ مطالبہ کا ذمہ دار ہوا اور مطالبہ و دین میں فرق بدرہی ہے برازیہ میں فرمایا الکفالتۃ فی اللغۃ الضم و ذلک قد یکون فی المطالبۃ لاقی اصل الدین کافی الوکیل مع الموکل الدین للموکل و المطالبۃ للوکیل اور مطالبہ کے معنی تحقیق طلب و تقاضا اصل

زبان عربی میں بھی اسی لئے وضع ہے اور فارسی وارو میں بھی اس معنی حقیقی پر عام محاورات میں علی وجہ الاشتہار وارو و سائر اگرچہ اردو میں مجازاً آتے ہوئے مال کو بھی کہتے ہوں مطالبہ یعنی مال قابل مطالبہ۔ مگر معنی حقیقی یقیناً معروف و مشہور ہیں جن کی نسبت کسی جاہل کو بھی ہجر کا وہم تک نہیں ہو سکتا اور اصول فقہ میں مبرہن ہو چکا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مطلقاً اور ایسی جگہ باتفاق ائمہ کرام حقیقت مجاز پر واجب التقدیم ہے جب تک معنی اصلی بنیں مجاز پر عمل جائز نہیں تو حاصل کلام خالد صرف اس قدر ہوا کہ وہ ۸ ایک شہر سے بھاگ گئے تو مدعیہ کے لئے ان سے طلب و تقاضے کا میں ذمہ دار ہوں اسے کفالت مال سے کچھ تعلق نہیں بلکہ صرف تقاضے کا وعدہ ہے خالد کو چاہئے زید سے تقاضا کرے نہ یہ کہ زید سے نہ ملے تو خالد اپنے پاس سے دے فی الہندیۃ عن الخیط عن نوادر ابن سماعۃ عن الامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجل له علی رجل مال فقال رجل للمطالب صمنت لك ما علی فلان انا اقبضه منه وادفعه الیک قال یس علی هذا ضمان المال ان یدفعه من عنده انما هذا علی ان یتقاضاه ویدفعه الیہ وعلی هذا معانی کلام الناس اھ ونحوہ فی الخلاصۃ وغیرھا امام شمس الائمہ کردی وجزیر میں فرماتے ہیں قال للمطالب صمنت لك ما علی فلان ان اقبضه منه وادفعه الیک لیس بکفالة ومعناه ان یتقاضاه له ویدفعه اذا قبضه منه علی هذا معانی کلام الناس نیز اس میں اور قنوی القرویہ وغیرہ میں ہے قال رجل لصاحب المال من ضمان کروم و پذیرتم کہ باش و براؤنم و این مال بتوہم او قال صمنت ان اخذ المال من توکتہ و او فیک لا تصح الکفالة وان ضمن علی ان یدفع مال نفسه ویوفیہ هذا المقدار صح و مجبر علی الیبع وقضاء المقدار وجہ دوم اگر بالفرض بر خلاف حکم متفق علیہ خواہی نخواہی معنی مجاز ہی پر عمل کیجئے تو یہ کفالت بالمال ۸ ایک بھاگنے پر مطلق تھی جب اس مدت میں فراڈ ثابت نہیں تو لزوم مال کی کوئی صورت نہیں کہ تعلق کفالت کی ایسی شرط پر صحیح ہے اور اذا فأت الشرط فان الشرط اصل کلی صریح وجہ سوم یہ بھی فرض کیجئے کہ مطالبہ سے مراد مال ہی تھا اور فرار ۸ اس سے پہلے ہی ہوا تو مدعیہ خود اپنے بیان تسلیم سے کفالت بالمال کو باطل محض مان رہی ہے اسے اپنی ہی قرار دادہ باتوں سے مطالبہ مال کا کوئی استحقاق نہیں اس کی جانب سے یہاں عمل ظاہر الروایۃ پر زور دیا جاتا ہے اور ۸ اس سے پہلے فرار ظاہر کیا گیا جو ہر ائمہ کرام کے نزدیک ظاہر الروایۃ کے یہ معنی ہیں کہ جب ابتدائے مدت مذکور نہ ہو صرف اتہا کا ذکر آئے تو کفالت اس وقت کے بعد محقق ہو کر تا حصول برات ہمیشہ رہے گی اور روز اقرار سے اس وقت تک اصلاً کفالت نہ ہوگی بالجملہ ظاہر الروایۃ میں ایسی جگہ (تک) بمعنی بعد کے ہے ۸ فروری تک ضمان ہوں یعنی ۸ کے بعد ضمانت شروع ہوگی قنوی غانیہ و لہیریہ و خزائنۃ المفتین میں ہے الکفالة متى جعلت الی اجل فانما یصیر کفیلاً بعد انقضاء الاجل سراجیہ میں ہے لو کفل بنفسه الی شھر یصیر کفیلاً بعد شھر هو الاصح غانیہ میں ہے رجل کفل بنفسه رجل الی ثلثة ايام ذکر فی الاصل انه یصیر کفیلاً بعد الايام الثلاثة وقال النقیہ ابو جعفر یصیر کفیلاً فی الحال قال و ذکر الايام الثلاثة لتاخیر المطالبۃ الی ثلثة ايام وغیرہ من المشائخ اخذوا الطاهر الکتاب فقالوا لا یصیر کفیلاً فی الحال فاذا مضت الايام الثلاثة قبل تسلیم النفس یصیر کفیلاً ابداً الا ینحرج عن الکفالة ما لم یسلموا فخصوا علامہ القروی نے اپنے مجموعہ میں اسے تعلق فرما کر وغیرہ من المشائخ اخذوا و بظاہر الکتاب یہ تحریر فرمایا

وفي السراجية وهو الصحيح وفي الفتوى وبه يفتي كذا في السادس من التاتارخانية وكذا في التتمة وجزر كروى من ہے
كفل الى شجرة طال به بعد شهر ويصير كفيلا في الحال وبه يفتي ۱۵ ملقطا جامع الفصولين و آخر فصل ثلثين من ہے
لو اراد ان يكفل بنفسه ولا يصير كفيلا فالحيلة على ظاهر الرواية ان يقول كفلت بنفسه الى شجر على ان ابرأ بعده فلا
يصير كفيلا اصلا اذ لا يصير كفيلا للحال في الظاهر اذ فيه يصير كفيلا بعده فلما شرط ان يبرأ بعده بطل اصلا
بالمشأن فتروى من ہے وهذه الحيلة انما تمشى على ما قال عامة المشائخ انه لا يصير كفيلا في الحال وهو ظاهر الرواية على
ما قاله ابو جعفر اور ظاهر كبرياں اصل مقصود كفات بالنفس تقي وهي مطلوب تقي وهي مكتوب هوئي خالد نے كھا ان سے ضمات مافری
طلب ہے لہذا میں حاضر ضامن ہوں حکم کھا گیا تا پردہ عالیہ کو سپرد حاضر ضامن کریں کفات بالمال کا ذکر محض تبعا لفرض توثیق و تاکید اصل
کفات بالنفس واقع ہوا اور تابع متبوع پر مقدم نہیں ہو سکتا کافی ہے نہ بحال عدم متبوع موجود ہو لہذا ایسی صورت میں جب کفیل
کفات مقصود یعنی کفات بالنفس سے بری ہو کفات تابہ یعنی کفات بالمال سے بھی بری ہو جائے اور مختار میں ہے ان قال ان لہ
انت به عذ انھو صا من لما علیہ من المال فلم یواف به مع قد رزہ علیہ ضمن المال لانه علق الکفالة بالمال بشرط
متعارف فصح ولا یبرؤ عن کفالة النفس لعدم التنافی فلوا برأہ عنھا فلم یواف به لہر حجب المال لفقہ شرطہ
۱۵ باختصار رد المختار میں ہے شرطہ هو یقاء الکفالة بالنفس تو ظاہر الروایت کے لحاظ سے ۱۸ ر فروری تک نہ کفات بالنفس تھی نہ
نہ بالمال تو اس فرار پر کہ حصول کفات سے پہلے واقع ہوا ہو الزام بال محض خیال محال وجہ چھارم اس سے بھی تزلزل کیجئے اور بفرض فلما
یہ بھی ان کیجئے کہ یہاں کفات بالمال کفات مستقلہ غیر تابع ہے تو کفات بالنفس بنظر ظاہر الروایت کو بعد ۱۸ کے تحقق ہو کفات بالمال اول
تھی اور اس کے حال ثبوت میں فرار واقع ہوا تو کیوں نہ موجب مل ہو گا گریہ خیال خیال اول سے زیادہ ناسد و باطل ہے ہمارے اہم اعظم و
امام ثالث رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب متقی بہیں ایجاب و قبول وہ نوں رکن کفات ہیں اگر مکفول ر مجلس ایجاب میں حاضر نہ ہو اور اسی مجلس
میں قبول نہ پایا جائے کفات باطل محض وجہ اثر ہوتی ہے کہ اس کے بعد اگر مکفول ر کو خبر ہوئے اور وہ قبول بھی کرے جب بھی اصلاحیہ نہیں
بسوط امام محمد سے خلاصہ میں ہے اذا کفل رجل لرجل والمکفول لہ غائب فهو باطل وقال ابو یوسف اخر اھو جائز تو قدوری
و ہدایہ میں ہے لا تصح الکفالة الا بقبول المكفول لہ فی المجلس بزایہ میں ہے اذا کان المكفول لہ غائبا فھی باطلہ
خلافا للثانی جامع الفصولین و الفتویہ میں ہے لا تصح الکفالة بلاقبول الطالب تمویز میں ہے لا تصح (الکفالة) بلاقبول
الطالب فی مجلس العقد منہ العفار میں امام طرطوسی سے ہے الفتوی علی قولہما رد المختار میں ہے واختارہ الشیخ قاسم
حمیت نقل اختیارہ لک عن اهل الترجیح کالمحبوبی والنسفی وغیرہما واقصر السعفی وظاہر الھدایة ترجیحہ
لتاخیرہ دلیلہما وعلیہ المتون ۱۵ ومن المتقرر ان الفتوی متی اختلف وجب المصیر الى قول الامام مالہ
یکمن الاختلاف اختلاف الزمان وان المتون مقدمة على غیرھا فترجیح من وجهین ولیس من العلم
العدول عن الرجح الى المرجوح كما قد تبین فی محله سراجیہ میں ہے اذا قال لقوم اشهدوا انی کفیل
لہ فی الاصل بیاض۔

فلان بنفس فلان والمكفول به حاضر والطالب غائب فالكفالة باطلة فان قيل انسان عنه توقف على اجازته
 ہند میں محیط ہے رکھنا الايجاب والقبول عند ابی حنیفہ ومحمد وهو قول ابی یوسف اولاحتی ان الکفالة لاتتم بالكفیل
 وحده سواء کفل بالمال او بالنفس مالم یوجد قبول المكفول له او قبول الاجنبی عنه فی المجلس العقد اما اذا لم
 یوجد شیء من ذلك فلا تقف علی ما وراء المجلس حتی لو بلغ الطالب فقيل لم تصح اه مختصراً بیان کفالت بالنفس اگرچہ
 نائب حاکم نے قبول کر لی جس کے لئے اگر جانب ہند سے حاضر ضامن لینے کی توکیل ثابت ہو تو نافذ واقع ہوئی ورنہ اجازت ہند پر موقوف
 رہی مگر مجلس عقد میں کفالت بالمال کا قبول اصلاً کسی سے واقع نہ ہوا اور اسے قرار دیا مستقل کیلئے کفالت بالنفس من

لاجرم کفالت مال باطل محض گئی اور کسی وجہ پر ایجاب مال کی صورت نہ رہی بالجملہ تحقیقاً والزاماً
 بہ طرہ بیان کفالت بالمال ممنوع وہ نوع ہی رہی۔ کفالت بالنفس یہاں انظار ظاہرہ کا حصہ اس قدر کہ اگرچہ ظاہر الروایت وہ ہے مگر
 روایت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذنی بالفرف ہے اور کلام کا عرف تکلم پر عمل واجب تو ہی مرتجح ہے اور ایسی پر حکم واقف مناسب خلاصہ
 واقف وہ یہ ہے قول ابی یوسف اشبه بعرف الناس تمہ وصغری وطرة انقر وہ میں سے هو اشبه بعرفنا ونقح انه اذا مضت
 المدۃ المذكورة فالقاضي يخرجہ عن الکفالة ذخيرة قال وكان القاضي الامام الاجل ابو علی النسفی یقول قول
 ابی یوسف اشبه بعرف الناس اذا كفلوا الى مدۃ يفهمون بضرب المدۃ انهم يطالبون في المدۃ لا بعدھا
 الخ خانيه میں ہے قال شمس الأئمة الحلواني فی قول ابی یوسف انه يطالب الكفيل بتسليم النفس في الايام
 الثلاثة ولا يطالب بعدها اشبه بعرف الناس اسی میں ہے قال شمس الأئمة الحلواني كان القاضي الامام
 الاستاذ ابو علی النسفی یقول كان الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل یحبه هذه الرواية وكان یقول
 لو قال بالفارسية پذیرتم تن فلاں رآده روز یصیر کفیلانی الحال واذا مضت المدۃ لا یبقی کفیل بعد عشرة
 ایام وبعض المشایخ قالوا اذا قال پذیرتم تن فلاں رآده روز ولم یسلم حتی مضت عشرة ایام یرفع الكفیل
 الامر الى القاضي حتی یخرجه عن الکفالة وبه كان یفتی الشیخ الامام الاجل ظہیر الدین ویحکی ذلك
 عن جدی رحمہم اللہ تعالیٰ روا لهما میں ہے قلت وینبغی عدم الفرق بین الصور الثلاث فی زماننا
 (ای ما اذا قال شهر اولی شهر او من الیوم الی شهر) کما هو قول ابی یوسف والحسن لان الناس الیوم لا یقصدون
 بذلك الاتوقیت الکفالة بالمدۃ وانه لا کفالة بعدها وقد تقدم ان مبنی الفاظ الکفالة علی العرف
 والعادة ان لفظ عندی للإمانة وصارف العرف للکفالة بقربینة المدین وقالوا ان کلام کل عاقد
 وناذیر وحالف وواقف یحمل علی عرفه سواء وافق عرفه اللغۃ اولاً الخ وانا قول حقیقت امر یہ ہے کہ
 ظاہر الروایت یہ کہ ان واقعات سے اصلاً تعلق نہیں ان میں بلاشبہ روایت امام ابی یوسف ہی پر افتاد حکم واجب ہے اور اس کا
 خلاف محض باطل آخر اس قدر برتو اجماع ہے کہ ایجاب رکن کفالت ہے اور جب عرف میں قطعاً یقیناً اس روز تک یا فلاں تا یخ
 لہ فی الاصل یکذا واظن ان کفالت بالنفس کے ضمن میں حاصل نہیں ہو سکتی۔

تک کفیل ہونے سے یہی معنی مقصود مراد و مفہوم و مفاد ہوتے ہیں کہ کفالت اس وقت تک موقت کی جاتی ہے اس کے بعد کفالت نہیں تو بالیقین کفیل نے ہرگز ایجاب نہ کیا مگر کفالت موقتہ مدودہ کا اب اگر بعد اس وقت وہد کے کفالت باقی مانیں تو یہ وہ کفالت ہے جسکا ایجاب ہرگز نہ ہوا اور کوئی عقوبت اپنے رکن کے محقق ہونا بالا جماع باطل ہے تو ظاہر الروایۃ کو ہمارے عرف دار سائرسے اصلا تعلق نہیں اور یہاں اس پر حکم سراسر مقاصد شرع سے جدا و ظلم ہوگا و لہذا علامہ محقق نے فرمایا مذکورہ الامام النسفی جینی علی ان المذکور ظاہر الروایۃ انما هو حیث لا عرف اذ لوجه للحکم علی المتعاقبین بما لم یقصد فلیس قضاء بخلاف ظاہر الروایۃ پس صورت مستفسرہ میں قطعاً حکم یہی ہے کہ ۸ فروری کے بعد کفالت نہ رہی بالجملہ اس مسئلہ میں حقنا صیح یہ ہے کفالت بالنفس تو ۸ فروری کو جزاً ختم ہوگئی اور اس کے بعد مطالبہ ظاہر ہے اور لفظ مطالبہ سے کفالت بالمال کا ایجاب محض ہے دلیل ہے اگرچہ ۸ فروری سے پہلے فرات ثابت بھی ہوا اور اگر اس کا ثبوت نہ ہو جب تو مطالبہ مال کا معنی مجازی ہے یہی اصلا احتمال ہی نہیں غرض صورت مستفسرہ میں کفالت بالنفس یقیناً آرائیں اور خالفہ پر مطالبہ مال کا بھی حکم باطل یہ حکم قضاء پر ہی دیانت اگر فی الواقع خالفہ نے مطالبہ سے مال مراد لیا اور یہی مقصود و مفہوم ہو اور ۸ سے پہلے فرار کی شرط محقق ہوئی اور ہندہ کا زید پر دین دین میچ تھا تو عند اللہ خالفہ پر مال لازم آچکا اگرچہ قاضی بوجہ مذکورہ حکم نہیں کر سکتا اللہ سے ڈرے اور بیجا حیلہ و قدر نہ کرے اور اور اگر ان تینوں امر سے ایک بھی نفعی ہو تو عند اللہ بھی وہ مطالبہ مال سے بری ہے ہذا هو الخفیق والله ولی التوفیق وهو سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- اذرام پور مقام مذکور، ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ دائرہ کے لئے ایک مدت مہمودۃ تک عمر و دیون کا کفیل بالنفس ہوا اور حسب تعارف و معنی مقصود و مفہوم بین الناس اس مدت کے گزرنے تک انتہائے کفالت قرار پایا زید نے اس کفالت کے ضمن میں یہ بھی کہا تھا کہ اگر دیون اس مدت تک شہر سے بھاگ جائے تو میں مطالبہ مدعیہ کا ذمہ دار ہوں اب کہ مدت گزر گئی اور کفالت بالنفس ختم ہو چکی تو آیا وہ کفالت بالمال بھی جو اس کے ضمن میں ذکر کی تھی اس کے ختم سے ختم ہوگئی یا وہ باقی رہے گی۔ بیوا تو جروا۔

الجواب :- ہاں صورت مستفسرہ میں کفالت بالنفس کے ختم ہوتے ہی کفالت بالمال بھی ختم ہوگئی کہ یہ اسی کی توجیہ و توثیق کے لئے اس کی تابع محض تھی جب اصل نہ رہی یہ بھی نہ رہی کیفیت وان زوال الموقتۃ بمرور الوقت زوال من کل وجہ کالابرا فیعمل فی الاصل والفرع جميعاً بخلاف موت المطلوب لعدم وضعه للفسخ كما بینہ فی الفتح وغیرہ در مختار ورد المختار میں ہے لو ابرأ عنها فلم یواف به لمرحب المال لفقد شرطه وهو بقاء الكفالة بالنفس حواشی پر آیا میں ہے الكفالة بالنفس اذا سقطت وجب ان یسقط ما یترتب علیها من الكفالة بالمال لكونها كالتأكيد لها ولیست بمقصودۃ ولهذا لو ابرأ الكفیل الطالب عن الكفالة بالنفس قبل انقضاء المدۃ بطلت الكفالة بالمال والله سبحانه و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- اداریاست رامپور، مسلولہ حاجی نوشہ علی و شہید علی و چھوٹا ۲۸۱ راجہ اتھراستہ

(زید) ڈگری دار نے بصیضہ اجراء ڈگری (عمرو) اپنے کو گزرا کر یا بکر خالد و حامد عمرو دیوں کی حاضری عدالت کے بلا تعین تاریخ حاضر ضامن ہوئے اور ضمانت نامہ باقی شرٹا لکھا گیا کہ جس تاریخ کو عدالت (عمرو) دیوں کو طلب کرے گی ضمانت اس کو حاضر کریں گے اگر نہ حاضر کریں گے تو زور ڈگری ڈگری دیوں مذکورہ ادا کریں گے ضمانت نامہ مذکورہ بعد تکمیل شامل مسل ہو کر دیوں سپرد ضمانت کیا گیا ہر سہ ضمانت اپنی ضرورتوں سے حدود عدالت مذکور یعنی اپنے مسکنوں سے باہر دور دراز چلے گئے ان کی عدم موجودگی میں عدالت سے ایک حکم اس مضمون کا جاری ہوا کہ تاریخ اطلاع عیابی حکم ہذا سے ایک ہفتہ کے اندر دیوں کو حاضر عدالت کریں یہ حکم بوجہ عدم موجودگی ضمانت ان کے مکانوں پر آویزاں ہوا ہے کسی ضامن کی ذات پر حکم مذکور کی تعمیل نہیں ہوئی ہے میعاد ہفتہ مندرجہ حکم مذکور گذر جانے پر ڈگری دار نے عدالت سے درخواست کی ہے کہ ضمانت نامہ نے دیوں کو میعاد مقررہ عدالت کے اندر نہیں حاضر کیا ہے پس بوجہ شرط مندرجہ ضمانت نامہ ڈگری کا ایفا ضمانت سے کرایا جائے اور بذریعہ قرقی و نیلام جائداد ضمانت زور ڈگری وصول کرایا جاوے اور ضمانت نامہ کے قصور نہ حاضر کرنے دیوں کی تائید میں چند اشخاص کے بیانات عدالت میں کرائے ہیں جنہوں نے جگہ بیان کیا ہے کہ تاریخ تعمیل حکم نامہ مجریہ عدالت پر چھنے ضمانت نامہ کو اسی شہر میں جو انکا مسکن ہے دیکھ لے اس شہادت کے پیش نظر ہونے پر عدالت حکم قرقی مال احد الضامن جاری ہوا ہے اور قرقی قاعدہ عمل میں آئی جو قرقی سے دوسرے روز ہر سہ ضمانت نامہ نے دیوں کو حاضر عدالت کیا اور میعاد مندرجہ حکم مجریہ عدالت کے اندر نہ حاضر کرنے دیوں کی نسبت یہ عذر کیسے کہ ہم ضمانت نامہ اپنے مسکنوں پر اس شہر میں موجود نہیں تھے بلکہ اپنے مسکنوں سے باہر دور دراز چلے ہوئے تھے اس وجہ سے ہم کو اطلاع اجراء حکم عدالت کی نہیں ہوئی یہ یوم قرقی واپس آئے ہیں اور فعل قرقی سے علم اجراء حکم عدالت کا ہوا ہے کہ یہ مجرد علم دوسرے ہی روز دیوں کو فوراً عدالت میں حاضر کر دیا ہے علم طلعی دیوں کے بعد کوئی توقف مہناہب ضمانت نامہ جات وقوع میں نہیں آیا ہے اور اپنے عذر عدم موجودگی شہر لٹنی بہ مسکن خود ہا موجودگی مقامات دیگر کی تائید میں ہر سہ ضمانت نامہ نے حلف نامہ جات اقراری خود ہا عدالت میں داخل کیے ہیں کہ عدالت نے دیوں حاضر کردہ کو ضمانت نامہ سے لے کر جیل خانہ دیوانی میں بھیج کر ضمانت بالذات سے تو ضمانت نامہ کو بری کر دیا ہے مگر ضمانت بالمال کا مواخذہ ضمانت نامہ پر قائم رکھا ہے پس سوال قابل تصدیق یہ ہے کہ جبکہ عدالت سے ضمانت کے وقت یا ضمانت نامہ میں کوئی تاریخ حاضری دیوں کی معین و مقرر نہیں ہوئی تھی اور حکم مجریہ عدالت جس کے ذریعہ سے طلعی دیوں کی ضمانت نامہ سے ہوئی ہے ضمانت نامہ کی ذات پر تعمیل نہیں ہوا ہے اور اس حکم مجریہ عدالت میں بھی حاضری دیوں کے لئے کوئی تاریخ معین و مقرر نہیں کی گئی ہے بلکہ حکم مذکور کے یہ الفاظ ہیں (تاریخ اطلاع عیابی حکم ہذا سے ایک ہفتہ کے اندر دیوں کو حاضر عدالت کرو) اور ان کا رد و انبیات کے مقابلہ میں ضمانت بذریعہ حلف نامہ جات تاریخ اجراء حکم نامہ عدالت اور اس میعاد ایک ہفتہ کے اندر جو اس میں نسبت حاضری دیوں مقرر تھی اپنی عدم موجودگی بمسکنہاں خود ہا موجودگی مقامات دیگر جو بفاصلہ واقع ہیں ظاہر وثابت کرتے ہیں تو یہ ان حالات کی موجودگی میں بھی ضمانت نامہ پر مواخذہ ضمانت بالمال کا شرعاً جائز و قائم رہ سکتا ہے درحالیکہ دیوں کو بھی بمجرد علم طلعی عدالت حاضر عدالت کر دیا اور وہ جیل خانہ دیوانی میں بھی بھیج دیا گیا ہے اور قید جگت رہا ہے یا کہ بحالت مذکورہ بالا ضمانت نامہ پر مواخذہ ضمانت

المان کا شرف قائم و باقی نہیں رہ سکتا ہے اور وہ سبکدوش ہو سکتے ہیں۔

الجواب :-

دارالافتاء نے بیان مسائل پر اکتفا کر کے اظہار گوہان کے نقول یا ضابطہ طلب کیں جو مسائل ۱۳ جمادی الاولیٰ کو حاضر لایا وہ سات گواہ ہیں جن میں ایک ہندو ہے اس کی شہادت تو مسلمانوں پر اصلہ سموع نہیں لہذا اس سے بحث فقہوں ہے باقی سچ کا خلاصہ یہ ہے (۱) گن خاں چچر اسی منظر نے تاریخ ۱۸ دسمبر تین قطعہ نوٹس برکان شیخ چھنو و شیدا علی و نوشہ خاں چسپاں کر دئے اس لئے کہ گوہان کی زبانی منظر کو معلوم ہوا کہ ضامن شہر میں نہیں نوٹس کی خبر معلوم کر کے روپوش ہو گئے ہیں۔ ہنگام دریافت عورات ضامن نے کہا تھا کہ ضامن گھر میں نہیں کہیں چلے گئے ہیں (۲) ملین خاں گوہا قعیل نوٹس ۲۴ جنوری، عرصہ ۱۸ یا ۱۹ دن کا ہوا منظر اپنے کھیتوں پر جا رہا تھا چھنو خاں کے مکان پر شیدا علی نوشہ چھنو خاں کھڑے تھے منظر جنگل کو چلا گیا پھر جس وقت ادھر سے لوٹ کر آیا اس وقت گن خاں نے کاغذ کچھری کے چھنو خاں کے مکان پر وہ لگا دئے منظر چھنو خاں اور شیدا علی کی ولایت نہیں جانتا ان دونوں کو پوچھا ہے جو اب سوال کچھری بیان کیا جس وقت کاغذ چسپاں ہوئے ہیں اس وقت شیدا علی جنگل کو بھینس لے کر گیا تھا اور چھنو خاں کی نسبت سنا کہ بابو کے یہاں گئے ہیں۔ (۳) چھنو گوہا قعیل نوٹس، کوئی آتیس دن کا عرصہ ہوا جمعہ کے روز منظر اپنے گھر کے باہر کھڑا تھا وقت دن کے ۱۰ بجے کا تھا شیدا علی و چھنو پسران چھٹن اپنے گھر کے پاس کھڑے باتیں کر رہے ہیں تھوڑی دیر کے بعد اسی روز گن خاں شیدا علی و چھنو مذکور کے مکان پر دو کاغذ لگا رہے تھے اس وقت شیدا علی جنگل کو بھینس لے گیا تھا اور چھنو کہیں گیا تھا (۴) شرف الدین۔ عرصہ کوئی ۱۹ دن کا ہوا چھنو خاں شیدا علی خاں پسران چھٹن خاں نوشہ و ولدین خاں بیٹھے کوئیں کے پاس جہاں چھنو خاں و شیدا علی خاں کا مکان ہے کھڑے باتیں کر رہے تھے بس منظر نے اتنا ہی دیکھا (۵) لڈن خاں۔ کوئی ۱۹ دن ہوئے گن خاں سمن لئے محبوب جان کی مسجد کے پاس کھڑے تھے اور بھی کئی آدمی تھے مذکور نے کہا نوشہ خاں کے گھر پر چسپاں کرتا ہوں مذکور نے نوشہ خاں و ولدین خاں کے گھر پر آواز دیا

کہ نوشہ خاں کہاں ہیں گھر میں سے ایک لڑکی نکلی اس نے کہا یا تو بابو جی کے یہاں گئے ہوں گے یا قلعہ کو۔ مذکور نے سمن نوشہ خاں کے گھر پر چسپاں کر دیا منظر چلا گیا۔ (۶) امجد حسین خاں۔ چچر اسی سمن لئے محبوب جان کی مسجد کے پاس ۱۹ روز ہوئے جمعہ کے دن پھر رہے تھے نوشہ خاں کو معلوم ہوا کہ قلعہ کو گئے ہیں مذکور نے نوشہ خاں کے مکان پر سمن چسپاں کر دیا۔ منظر چلا گیا۔ منظر نوشہ خاں کی ولایت نہیں جانتا ان کو پوچھا تھا ہے۔ یہ تمام شہادتیں بوجہ کثیرہ محض ناکافی ہیں۔ اول چچر اسی ۸ دسمبر کو سمن چسپاں کرنا بتاتا ہے اور چھنو اور امجد حسین جمعہ کے دن ۸ دسمبر کو شبہ تھا کہ جمعہ ثانی یہ شہادتیں چوتھی جنوری کو ہوئیں حسب بیان چچر اسی آویزانی سمن کو اس وقت تک سترہ دن ہوئے تھے امجد حسین ۱۹ دن کہتا ہے لڈن اور شرف الدین کوئی ۱۹ دن اور اظہار چھٹن کے باضابطہ نقل میں صاف آتیس دن لکھے ہیں۔ ملین خاں ۱۸ یا ۱۹ کہتا ہے یوں بھی کم از کم وہی جمعہ کا دن پڑتا ہے، ثالث شہادۃ علی النائب میں بیان ولایت بالاتفاق لازم ہے اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں تو بیان ہر دو ہے جبکہ صرف ولایت موجب معرفت نہ ہو اور یہی صحیح ہے علیگری میں ہے محتاج فی الشہادۃ علی المیت او العائب الی تسمیۃ الشہود اسم المیت والعائب وابیہما وجد ہما و علی قول ابی یوسف ذکر الالب یکفی کذا فی الذخیرۃ والصحیح ان النسبت الی الحد الابعد منہ کذا فی البحر الرائق یہاں بیان ولایت درک سار

جبن خاں چھو شیدا علی کی نیسج، امجد حسین خاں نوشہ خاں کی نسبت ولایت جانے ہی سے منکر ہیں نہ مشہور ملہم کو ان کے سامنے لاکر شناخت کرائی گئی۔ ایسی جہول گواہی ناقص و مختل ہے رابع چہرہ اس کے کہتا ہے گواہان کی زبانی معلوم ہوا کہ خاں شہر میں ہیں یہ سماعی بیان ہے اور اس کے نتیجے میں نہیں جن میں شہادت بالتمام مقبول ہے۔ خاصاً وہ بھی جہول۔ کون گواہ کس کی زبانی۔ سادہ میں کہتا ہے عورات ضامنان نے کہا تھا چہرہ اس کے کیونکر جاناکہ یہ کہنے والیاں عورات ضامنان ہیں۔ سماع عورات کا کہنا ضامنانوں کے شہر میں نہ ہونے کے کیا مافی۔ مگر میں نہیں کہیں چلے گئے ہر طرح صادق ہے خاں جبن کا بیان کہ چھو خاں کی نسبت سنا کہ بابو کے یہاں گئے ہیں سماعی ہے تا سماع وہ بھی جہول عاشق لڈن خاں ایک لڑکی کے بیان کا عا کہ ہے حادی عشر وہ بھی جہول بلکہ بظاہر نابالغ بھی تانی عشر امجد حسین کا بیان بھی سماعی ہے۔ ثالث عشر جہول۔ نوشہ خاں کا معلوم ہوا کیونکہ معلوم ہوا اس سے معلوم ہوا۔ رابع عشر شرف الدین کا بیان محض خالی ہے اس سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ کوئی ۱۶ دیکھ کر خاں شہر میں تھے خاصاً عشر ان چھ گواہیوں میں یہ ہیں نقص ہیں۔ چہرہ اس کے بیان میں چار یعنی ۲-۵-۲-۵-۲-۵۔ جبن خاں کے بیان میں چار ۲-۵-۲-۵۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ان سب سے قطع نظر کہ ان میں ایک شہادت بھی موافق دعویٰ نہیں۔ سماعی و جہول بیان چہرہ اس کی تائید میں تھی گواہان گذریں سب مدعا کے اجنبی و بے علاقہ ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ ضامنان نے نوشہ دیکھی یا مضمون نوشہ پر اطلاع پائی اور وقت اطلاع سے سات دن اندر مدین کو حاضر کیا تاکہ جب شرط مطالعہ ال ان پر عامہ ہو شہادتوں میں اس کا کونسا حرف ہے۔ دو دن پہلے ۱۶ دسمبر کو شہر میں ہونا جو بیان شرف الدین میں ہے یا ایک دن پہلے روز جمعہ کو شہر میں رہنا جو بیان چھمن و امجد حسین میں ہے اس سے تو خود اس دن بھی شہر میں ہونا لازم نہیں آتا باقی حاصل استفادہ کر نوشہ آئے سے پہلے اسی دن ضامنان شہر میں دیکھے گئے جب نوشہ آئے اور مکان پر چسپاں ہوئے اس وقت شیدا علی جنگل کو بھینس لے گیا تھا۔ چھنوں خاں کو سنا کہ بابو کے یہاں گئے ہیں نوشہ خاں کا معلوم ہوا کہ قلعہ کو گئے ہیں ان سے زیادہ کوئی حرف بھی شہادتوں میں ہے اس میں اصل مقصود یعنی جنگل یا بابو کے پاس یا قلعہ سے ضامنانوں کے لوٹ کر مکان پر آئے اور مضمون نوشہ پر اطلاع پانے پر شہادت کہاں ہے کیا قبل آویزانی نوشہ جنگل وغیرہ میں ہونا اسے دجو باستلزم ہے کہ پٹ کر بھی آئیں اور مضمون پر اطلاع پائیں کیا ممکن نہیں کہ وہی وقت ضامنانوں کے باہر جانے کا ہو جاتے وقت چھو خاں بابو سے ملا نوشہ خاں قلعہ میں گیا شیدا علی جنگل میں بھینس کسی کو سپرد کرنے گیا اور ان کاموں سے فارغ ہو کر ویسے ہی باہر جاں جاں چلے گئے اور اس روز واپس آئے جس دن وہ اپنا آتا جاتے ہیں کیا ہزار بار ایسا نہیں ہوتا کہ آدمی شہر سے جاتے وقت شہر میں کہیں ہوتا جائے اور جب یہ یقیناً ممکن ہے اور شہادتوں میں اس کے خلاف کوئی حرف نہیں تو شہادتات موافق دعویٰ کب ہوئیں لہذا واجب الرد ہیں الشہادۃ ان وافقت المدعی قبلت والا لا۔ اگر یہ کہلے گا اگرچہ اس دن ان کی واپسی و اطلاع مضمون جو مدعا ہے شہادت سے ثابت نہیں مگر ظاہر تو ہے کہ ایسا ہی ہوا ہو۔ ہوا ہو سے دعویٰ ثابت نہیں ہوتا اور اگر اس کا ظاہر ہونا تسلیم بھی کر لیں تو تادمہ ستمہ و نقیحہ ہے کہ الظاہر یصلح حجة للذئق لالاستحقاقا پھر کس بنا پر اسے استحقاق مال کی حجت بنا سکے ہیں لاہجر حکم شرعی یہی ہے کہ ضامنان صورت مذکورہ میں ضمانت نفس و ضمانت مال دونوں سے مطلقاً بری ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ریاست لام پور رسد میر سید انور حسین صاحب بذریعہ مژد انظر بیگ سابق نائب تحصیلدار بریلی، ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

- (۱) کفالت بالمال یعنی کوئی شخص کسی کے مطالبہ میں اپنا مکان مکفول کرے تو یہ کفالت شرعاً جائز ہے یا نہیں۔
- (۲) تائش بر بنائے کفالت بالمال یعنی اس بنا پر کہ کفیل نے اپنا مکان دوسرے کے مطالبہ میں مکفول کیا تو شرعاً قابل سماعت ہے یا نہیں۔
- (۳) زید نے عییکہ کسی حقیقت کا لیا اور عرو نے بلا مشدعا و خواہش زید کے اپنا مکان کفالت میں دید یا تو اس صورت میں عرو مستحق پانے رقم کا زید سے ہے یا نہیں یعنی اس رقم کی ضمانت تبرع اور احسان سمجھی جائے گی یا کیا۔
- (۴) جب کفیل یعنی ضامن خلاف معاہدہ مندرجہ کفالت نامہ کے و گمراہیچ پردرو پیہ دائن کو ادا کرے تو وہ مستحق لینے رقم مذکور کا دیوں سے ہے یا نہیں صورت کفالت یہ ہے کہ زید نے ایک موقع متاجری میں لیا اور عرو نے اپنا مکان ضمانت میں مستغرق کر دیا اور ضمانت نامہ میں یہ لکھا کہ اگر زید کے ذمہ روپیہ باقی مانگزارا کارہ جائے اور وہ ادا نہ کرے تو جائیداد مکفولہ سے نیلام جائداد مالک موضع وصول کرے مجھ کو نیلام جائیداد مکفولہ میں کوئی عذر نہ ہو گا زید کے ذمہ کچھ باقی رہے مالک موضع نے بموجب شرط مندرجہ ضمانت نامہ نیلام کرنے کا قصد کیا تو عرو مالک مکان نے اپنے مکان کو خلاف شرط مندرجہ ضمانت کے نیلام نہ ہونے و یا بلکہ روپیہ باقیانہ ذمگی زید عرو نے قبل نیلام مالک موضع کو دید یا اس وجہ سے اس روپیہ کا و یا خلاف دتا و یا ضمانت کے وقوع میں آیا۔ بیخود توجروا۔

الجواب

۱۔ کفالت بالمال تو یقیناً جائز ہے مگر شرعاً اس کے معنی یہ ہیں کہ زید کا جو مطالبہ مالی عرو پر ہو مگر اسے اپنے ذمہ پر لے یوں کہ ایک مال کا مطالبہ مگر و بگردونوں کے ذمہ پر ہونگا یہ میں ہے الكفالة اما بالنفس و بتعقد بکفالت بنفسه او علی او الحی و اما بالمال فتصح وان جهل المكفول به اذ صح دینه نحو کفالت بمالك عليه او بما يد رلك في هذا الیبع یہ جدید و محدث طریقہ کہ جہاں میں رائج ہے کہ کوئی مکان وکان زمین جائیداد کسی کے مطالبہ میں کہ اپنے اوپر یا دوسرے پر ہو مستغرق کرتے ہیں کہ وہ اس سے اپنا مطالبہ وصول کرے اور اس جائیداد کو مکفول یا مستغرق کہتے ہیں اور بانکہ جائیداد قبضہ مالک ہی میں رہتی ہے اس وقت سے مالک کو اس میں تصرفات انتقالیہ مثل بیع و ہبہ سے ممنوع جانتے ہیں اور اگر کرے تو باطل سمجھتے اور دائن کو اس کے واپس لینے کا اختیار بتاتے ہیں یہ سب محض بدعت و اختراع فی الشریعہ و ہوس باطل و مردود ہے شرعاً اس جائیداد سے کوئی حق دائن کا کسی وقت متعلق نہیں ہوتا نہ مالک اس کے بیع و ہبہ سے ممنوع ہو سکتا ہے شرع مطہرنے توثیق دین کے لئے صرف دو عقد رکھے ہیں کفالت و رهن۔ اس کا رهن نہ ہونا تو بدیہی کہ رهن کی شرط قبضہ مرہن ہے رهن بے قبضہ کوئی شے نہیں قال اللہ تعالیٰ فرهن مقبوضۃ برائع امام ملک العلماء میں ہے و صفت بسمحنہ و تعالیٰ الرهن بكونه مقبوضا فيقتضى ان يكون القبض شرطاً فيه صيانة لخبره تعالیٰ عن الخلف ولانه عقد تبرع للمال فلا یفید المحکو بنفسه کما سئل تبرعات ولو تعاقد اعلیٰ ان یکون الرهن فی بیع صاحبه لا يجوز الرهن حتی لو هلك فی یدک لا یسقط الدین و لو اراد الموتھن ان یقبضه من یدک لیحبسه رهناً لیس له ذلك یہ لوگ خود بھی اسے نہ رهن کہتے ہیں نہ رهن سمجھتے بلکہ کفالت۔ اور اس کا کفالت ہونا رهن ٹھہرنے سے بھی باطل تر ہے

کفالت بے کفیل حال اور مس عقد فترت میں نفس جائدا کفیل ٹھہرتی ہے نہ مالک جائدا اکثر یہ استغراقات صاحب جائداد ان دیون میں کرتا ہے جو خود اس پر ہیں اور کوئی شخص خود اپنا کفیل نہیں ہو سکتا کہ کفالت ہے ضم ذمہ الی ذمہ کافی البدائع والهدایة وعامة الکتب یہاں ذمہ کہاں ہیں کہ ایک دوسرے سے ضم ہو دہندہ شرح جامع صغیر شیخ الاسلام علی الاسبغالی پھر فصول استرخشی پھر فتاویٰ علیگریہ میں ہے اذا قال المطلوب للطالب ان لم اوافك بنفسی عند افعلى المال الذى تدعى لایلزمه شیء اور خود یہ اختراع کرنے والے بھی اتنا سمجھتے ہیں کہ آدمی آپ اپنا ضامن نہیں ہو سکتا لاجرم جائدا کو ذمہ دار مانتے ہیں اور شک نہیں کہ جو معنی استغراق یہاں سمجھتے ہیں وہی دوسرے خود اس دیون کے عوض جائدا مستغرق کرنے میں دہندہ جائدا ہی پر مطالبہ جائدا مانتے اور اس میں مالک کے تصرفات انتقال نا جائز ہلتے ہیں لیکن جائدا جدا ہے اور ذمہ مکلفین کے ساتھ خاص جانور کو کوئی ذمہ رکھتا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الجحماو جبار رواہ مالک واحمد والستة عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ کہ سنگ و خشت۔ جامع الرموز میں ہے الذمہ لغة العهد وشرعاً محل عہد جوی بینہ وبين اللہ تعالیٰ يوم الميثاق او وصف صار به الانسان مكلفاً تحریر امام ابن الہمام پھر بہ العائق پھر رواحتہ میں ہے الذمہ وصف شرعی بہ الاہلیة لوجوب ماله وعلیہ وشرھا نحو الاسلام بالنفس والرقبة التى لها عہد تو جائدا کو ذمہ دار ہونا حال تو کفالت لغو وواجب الابطال۔ فخر مین اسے مکفول کہتے ہیں یہ بھی ان کا اختراع ہے نہ وہ بھی ان کے طور پر کفیل ہے گا بنیاد ایسا یہاں پانچ چیزیں ہیں۔ کفیل، مکفول، مکفول عنہ، مکفول لا مکفول بہ۔ مکفول یعنی مضمون یہ تو ذمہ کفیل ہے کما تقدم انفا من كتب المذهب اور کفالت دیون میں مکفول عنہ دیون مکفول لدائن مکفول بہ وہ دین۔ درختار میں ہے الدائن مکفول له والمدیون مکفول عنہ والنفس او المال مکفول به ومن لزمه المطالبة کفیل ظاہر ہے کہ جائدا نہ دین ہے نہ دائن نہ دیون نہ وہ وصف شرعی کہ انسان مکلف کے لئے ہوتا ہے تو وہ اخیر کے چاروں سے کچھ نہیں لاجرم کفیل ہے اور یہ باطل و مستحیل ہے اگر کہیں کہ ہم صاحب جائدا کو کفیل مانتے ہیں اور جائدا زیادت اطمینان کے لئے ہے کہ دائن اس سے وصول کرے اقول اولاً یہ براہتہ غلط ہے غالب استغراق صاحب جائدا دیون کے دیون میں ہوتے ہیں اسے کیونکر اپنا کفیل کہا جا سکتا ہے کما تقدم ثانياً ان استغراقات میں جائدا ہی پر مطالبہ لگھا جاتا ہے صاحب جائدا اپنا ذمہ اس سے مشغول نہیں کرنا کوئی حرف ایسا نہیں ہوتا جس سے اس کی ذات ذمہ دار ہو تو وہ کفیل کیوں کر ہو سکتا ہے جامع الفصولین پھر بحر الرائق اور فتاویٰ ظہیر یہ پھر خزائنہ المفتین اور فتاویٰ نسفی پھر محیط پھر ہندیہ میں ہے قال دینک الذى على فلان انا دفعه اليك انا سلمه اليك انا قبضه لا يصير كفيلا مالاً يتكلم بلفظ يدل على الكال التزام ثالثاً خود ان لوگوں کا زعم بھی یہی مقصود بھی رہی۔ جو شخص اپنے خواہ پر لے دین میں جائدا کا استغراق کر دے اور دائن ڈگری پا کر مطالبہ میں اسے جس کرنا چاہے ہرگز نہ سنیں گے اور یہی جواب دیا جائیگا کہ جائدا ذمہ دار ہے اس کی ذات ذمہ دار نہیں صاف تصریح ہوئی کہ وہ کفیل نہیں جائدا کفیل ہے ذمہ دار ہی کفیل ہوتا ہے۔ رابعاً بالفرض اگر یوں ہی کہتا کہ تیرا دین جو عمر و پر آتا ہے اس کا میں کفیل ہوں میں ضامن ہوں میں ذمہ دار ہوں اور یہ جائدا اس میں مستغرق کرتا ہوں جب بھی جائدا بلاشبہ آزاد رہتی کفیل کا ذمہ مشغول ہوتا اور اسے جائدا کے بیچ وہ ہے سے کوئی نہ روک سکتا کہ بھر عن التصرف مقتضائے کفالت نہیں کا واضحناہ فی

فتاویٰ بنا بلکہ فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر خود اس شرط پر کفالت کی کہ اپنے اس مکان کی قیمت سے زر کفالت ادا کروں گا جب بھی مکان آزاد ہے اور اس کا چھینا کچھ لازم نہیں۔ وجہ امام کردی پھر بجز الرائق اور فتاویٰ ذخیرہ پھر علیگریہ میں ہے ضمن الفاعلی ان یوڈیہا من ثمن الدار ہذہ فلم یجبھا الا ضمان علی الکفیل ولا یلزمہ بیع الدار بالجملہ یہ کفالت واستفراق سلسلہ بطلان میں مستغرق و باطل دپے اثر و خلافت حتی ہیں ان سے اس جائداد پر کوئی مطالبہ اصلاً قائم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اپنی ذات کو ذمہ دار بنانے کا کوئی لفظ نہ کہا ہو جیسا کہ اکثر یہی ہے تو اس کی ذات و جائداد دونوں آزاد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ہرگز قابل سماعت نہیں ہم جواب سوال اول میں تحقیق کر آئے کہ یہ کفالت باطل محض ہے تو باطل بنیاد پر دعویٰ بھی باطل اور دعویٰ باطلہ سموع نہیں نہ مدعا علیہ پر اس کا جواب واجب درختار میں ہے (یسأل القاضی المدعی علیہ) عن الدعوی فیقول انه ادعی علیک کذا فماذا تقول (بعد صحتھا والالا) بقدر صحیحۃ (لا) یسأل لعدم وجوب جوابہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ہم ثابت کر آئے کہ یہ تو کفالت ہی نہیں محض باطل ہے کفالت صحیحاً جبکہ بے اذن مکفول عنہ بطور خود ہونہ اول اس نے اس سے کفالت کو کہا نہ اسی مجلس میں دائن کے قبول سے پہلے اس پر رضاد ہی اگرچہ بعد تبدیل مجلس انظار رضا کیا یا مجلس ہی میں مگر مکفول نے پہلے رضادے چکا تو ان سب صورتوں میں وہ تبرع محض ہے اور کفیل کو اصل سے رقم ادا کر دہ لینے کا اصلاً استحقاق نہیں درختار میں ہے

لو کفل بامر المطلوب بشرط قوله عنی ادعی انه علی رجع علیہ بما ضمن وان ادی اردی عینی وان بغیرہ لایرجع لتبرعہ الا اذا اجاز فی المجلس فیرجع عماد یہ، رد المختار میں ہے ای قبل قبول الطالب فلو کفل بمحضر تمما بلا امره فرضی المطلوب او لارجع ولو جزی الطالب او لالاتمام العقد بہ فلا یتغیر قہستانی عن الخانیة وقد

منہ ایضاً عن السراج اقول ہمارے نزدیک یہ تفصیل بھی عند تحقیق قول طرفین پر مبنی ہے کہ کفالت بے قبول طالب تمام لنتے ہیں تو منقہ پر جبکہ کفالت صرف قول کفیل سے تمام ہو جاتی ہے اگرچہ طالب کی رضائے نہ ہو تو مطلوب کی اجازت لاحقہ ہوگی مگر بعد تمام عقد اور وہ تبرعاً واقع ہو لیا تو اب شفیق نہ ہوگا، علیگریہ میں ہے۔ الکفالة رکنها الايجاب والقبول عند ابی حنیفۃ و

عہد وهو قول ابی یوسف او لا یشترج وقال نقویا لکفیل وحده کذا فی المحیط ورضا الطالب لیس بشرط عنده وهو الاصح کافی وهو الاظہر فتح القدر و فی ال بزاریۃ وعلیہ الفتویٰ کذا فی النہر الفائق وھکذا فی البحر الرائق

توثبات ہو کہ صرف وہی کفالت موجب رجوع ہوتی ہے جو امر و حکم دیون کے بعد ہو و لہذا جملہ متون و عامر شروع نے صرف امر پر بنائے کا رکھی اور تفصیل مذکور کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ متن طے و غیر میں فرمایا وان کفل بلا امره لایرجع علیہ وان اجازھا بعد العلمواھ وھذا باطلاقہ یشمل العلم فی المجلس وبعده کافی امام نسفی سے بجز یہ ہے شمل ما اذا کفل بغیر امره ثم اجازھا لان الکفالة لزمتہ و نفذت علیہ غیر موجبة للرجوع فلا تنقلب موجبة لہ اسی طرح بدر میں نمایا سے ہے بلکہ خود فتاویٰ امام فاضل خاں میں ہے رجل کفل عن رجل بمال بغیر امره ثم اجازھا لمکفول عنہ الکفالة فادی لکفیل شیشا لایرجع علی مکفول عنہ بہر حال یہ حکم کفالت واقعہ کہے یہاں کہ شرط کفالت نہیں کچھ عمل و باطل الفاظ میں جنکا نام کفالت استفراق رکھا ہے یہاں اگر زید کا امر ہی ہوتا تو کو زید پر اس رقم کا دعویٰ نہ پہنچتا کہ اگر زید نے کفالت کا امر

کیا تھا شلطان کا جو مطالبہ مجھ پر ہے اس میں میرا کفیل ہو جایا اس میں میری ضمانت کرے اور اس نے یہ مکان مستغرق کر دیا کوئی لفظ التزام کا جس سے اس کی ذات نہ دار ہو نہ کہا جب تو ظاہر ہے کہ یہ اس کے امر سے نہیں کہ اس نے کفالت کا امر کیا تھا اور یہ کفالت نہیں اور اگر خود زید نے اس سے استغراق مکان ہی کو کہا تھا تو یہ ایک باطل کا حکم دیا نہ کہ اپنی طرف سے ضمانت دین کا جس کے ضمن کے سبب کفالت بالامر کے سبب کفیل کو مکفول عنہ سے وصول کرنے کا اختیار ملتا ہے پھر یہ میں ہے ان کفل بامرہ رجع علیہ لانہ قضی دینہ بامرہ ایسے امر میں کفیل کو مکفول لہ یعنی دائن سے اپنی دی ہوئی رقم واپس لینے کا اختیار ہوتا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو کفیل سمجھ کر ادا کی اور یہ خیال باطل تھا ومن دفع شیئا ظانا انه علیہ ولم یکر علیہ کان لہ ان یشرکہ کافی العقود المدریۃ وغیرہا مدیون پر اسکو کو کوئی دعویٰ نہیں پہنچتا۔ تناوی قاضیخان و تناوی ہندیہ میں ہے رجل قال لیفرہ ولیس بخلیط لہ ادفع الی فلان الف درهم فدفع المامور لایرجع بہ علی الامر لکن یرجع بہ علی القابض لانہ لم یدفع الیہ علی وجہ یجوز دفعہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴۱) اگر یہ کفالت صحیح و جائز ہوتی اور ہاں مکفول عنہ وقوع پاتی تو صورت مذکورہ میں ضرور عمر و اس رقم کو زید سے واپس لے سکتا نیلام نہ ہونے دیتا اور روپیہ ادا کر دینا کوئی خلاف قضیہ کفالت نہیں بلکہ میں اسکا مقتضا ہے کفالت تو تین دین کے لئے ہوتی ہے وہ حاصل ہے نہ کہ نیلام جائداد کفیل کے لئے۔ دین کے تو تین سے حق مرتین متعلق ہوتا ہے و ہذا وہ اس میں اور سب دائنوں پر مقدم رہتا ہے اور دین سے عرض یہ ہے کہ راہن سے دین وصول نہ ہو تو اس کی قیمت سے وصول ہو جائے پھر اگر دین کی میعاد گزر جائے اور مرتین اس کی بیع چاہے راہن باوائے دین بلاشبہ تک رہن کر سکتا ہے کفیل کیوں ممنوع ہو گا مگر ہم بیان کر آئے کہ نہ یہ کفالت ہے نہ یہاں زید پر عمر و کو کسی قسم کا دعویٰ پہنچتا ہے تو اس سے بحث کی حاجت نہ رہی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۔ از شہر بریلی رسدہ حافظ حضور احمد خاں منعم نقل ساکن ریاست رام پور دار و حال بریلی۔

کہ زید کی درخواست پر عمر و نے اس کی ضمانت مستاجر اپنی جائداد سے کر کے باضابطہ تصدیق کرادی زید نے پہلے سال میں بدیتی سے سرکاری روپیہ ادا نہیں کیا اور جائداد مکفولہ کے نیلام کی درخواست دیدی عمر و نے مجبور ہو کر بجزداری منجلہ السالیہ زر ضمانت کہ بوجہ پرتہ ماسے داخل سرکار کر کے جائداد مکفولہ اپنی نیلام سے واکذاشت کرائی اور عمر و کے نام عدالت دیوانی میں زر ضمانت ادا کر دہ صالے رکی برہنہ ضمانت نامہ مصدقہ و داخلہ سرکاری کی نالیش رجوع کر دی زید مدعا علیہ کو یہ عذر ہے کہ کفالت بالمال شرعاً ناجائز ہے اور حکم دفعہ ۷۹ آئین عادیہ قانون بحریہ اور مملد آمد ریاست یہ ہے کہ ضیفہ مال میں جو شخص مطالبہ سرکاری کی ضمانت کر کے روپیہ سرکاری داخل کرے اس کو اصل مستاجر پر دعویٰ رجوع کر کے زید قلم اپنا وصول کرانے کا اختیار حاصل ہے پس ایسے حکم قانون بحریہ اور عمل درآمد ریاست کے مقابلہ میں وہ ضمانت نامہ شرعاً جائز ہو سکتا ہے یا کیا اور قاضی وقت حکم سلطان العصر کے خلاف تجویز فرمانے میں بوجہ روایت در مختار ولو امر السلطان بعد من السماعۃ الدعوی لا تسمع الدعوی الخ ممنوع ہے یا کیا۔

الجواب: کفالت بالمال بلاشبہ شرعاً جائز ہے مدعا علیہ کا عذر باطل ہے یہاں تک کہ ناجائز مطالبوں کی کفالت صحیح ہے تو

متاجری راجح دیہات کا شرفانا جائز ہونا صحت کفالت کا مانع نہیں درختار میں ہے صحیح ضمان الخراج و کذا التواکب ولوبغیر
 حق کجایات زماننا فامعانی المطالبة کالدیون بل فوقها حتی لواخذت من الاکارفله الرجوع علی مالک
 الارض وعلیه الفتوی اور کفالت جبکہ باہر مطلوب ہو جیسا صورت سوال میں ہے تو بلاشبہ کفیل کو اکیل سے وصول کرنے کا اختیار ہے
 تنویر الابصار میں ہے لو کفل باس ورجع بما ادی وان بغیره لاولی یطالب کفیل بعال قبل ان یودی عنہ اور یہی مطلب
 اس قانون کی عبارت منقولہ سوال کا ہے کہ اس کو مستاجر پر دعویٰ کر کے زبرد غلہ وصول کرنے کا اختیار ہے تو اصل نشا سوال کہ حکم
 شرع و قانون کا اختلاف ہے یہاں متقی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۔ ازمواد آباد محلہ کسر دل متصل مسجد مولسری مرسلہ مولوی حفیظ الرشید صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علما کرام اس مسئلہ میں کہ علاقہ ریاست رام پور میں حاکم وقت کا یہ حکم ہے کہ جو دیہات متاجری سرکاری میں جائداد
 ضمانت میں موقوف کرے اسے بیع و ہبہ نہیں کر سکتا زید نے اپنی جائداد کا جو ضمانت میں موقوف تھی ہبہ نامہ لکھ دیا اور قبضہ موہوب لیا
 کا کر دیا اور ہبہ نامہ میں یہ لکھ دیا کہ جائداد موہوب پر جو مطالبہ برآمد ہو ذمہ موہوب لہ رہے سرکار نے منظور ہی اس امر کے کہ جائداد بہ منظور
 موقوف رہے اس ہبہ نامہ کو منظور کر لیا تو یہ ہبہ جائز رہا یا نہیں اور وہ جائداد یا موہوب لہ اس مطالبہ کے ذمہ دار ہوئے یا نہیں۔ بیوقوف اور

الجواب: ہبہ جائز و نافذ تمام ہو گیا۔ لصد درہا عن اہلہا فی محلہا وقد تمت بلحوق القبض اور وہ کفالت اس کے
 لئے مانع نہیں ہو سکتی کہ جائداد کی کفالت اہل کوئی چیز نہیں جب تک جائداد کسی دین موجود کے مقابل قبضہ و اُن میں نہ دیکھے تو جائداد
 جسے لوگ کھجک موقوف یا مستغرق کہتے ہیں شرعاً آزاد محض ہوتی ہے مالک کو اس میں ہرگز نہ تصرف کا اختیار ہوتا ہے پھر ہبہ نامہ میں جو یہ
 شرط لگائی کہ جائداد موہوب پر جو مطالبہ برآمد ہو ذمہ موہوب لہ رہے ظاہر ہے کہ شرط باطل ہے مگر شرط نافذ سے ہبہ ناسد نہیں ہوتا بلکہ
 خود وہ شرط باطل دیکھ کر رہتی ہے اور موہوب لہ کا اس ہبہ کو قبول کرنا اسے اس شرط نافذ کا پابند نہیں کرتا نہ اس کا یہ قبول کسی طرح بطور
 خود قبول کفالت کا اثر رکھتا ہے پس صورت مستفہ میں ہبہ قطعاً صحیح و تام ہے اور جائداد موہوب اور ذات موہوب لہ دونوں مطالبہ
 ریاست سے بری و آزاد۔ توفیح مقام یہ ہے کہ شرع میں کفالت کے معنی میں کسی کے ذمہ سے اپنا ذمہ ملا دینا دین میں جیسے بعض کا قول ہے

یا مطالبہ میں جیسا کہ قول اصح ہے ہایہ و ہندیہ وغیرہا میں ہے۔ قیل ہی صوال الذمۃ الی الذمۃ فی المطالبۃ وقیل فی الدین
 والاول اصح انتھی اقول والمراد اعراض من مطالبۃ حاضرۃ کا علی مدیون او متوقفۃ کا فی ضمان الدین وغیرہ
 ففی الہندیۃ عن محیط السرخسی لوقال للرجل ما بايعت فلانا فهو علی جاز لانہ اضافة الكفالة الی سبب لوجوب
 وهو المبايعۃ والكفالة المضافة الی وقت فی المستقبل جائزۃ لتعامل الناس فی ذالک اہ و فیہا عن الکافی صحیح
 تعلیق الكفالة بالشروط كما لوقال ما بايعت فلانا فعلى وما ذاب لك عليك فعلى وما غصبك فلان فعلى
 اور ظاہر ہے کہ جائداد کوئی صاحب ذمہ نہیں تو زید پر کے مطالبہ میں عمر و کا اپنی جائداد کو موقوف یا مستغرق کر دینا بے معنی ہے عمر و خود
 اس مطالبہ کا کفیل بنا ہے یا نہیں اگر نہیں تو وہ کوئی ذمہ نہیں ہے کہ ذمہ زید کے ساتھ ضم ہو اور اگر ہاں تو مطالبہ ذمہ عمر و پر ہوا نہ کہ جائداد پر

دلہذا اگر کفیل کی کمی جائداد تلف ہو جائے کفیل مطالبہ سے بری نہیں ہوتا جب اس کے پاس مال آئیگا مطالبہ لیکن ہوگا بخلاف رہن اس میں
حق مرتہن خاصہ ہے مہون سے متعلق ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر مہون اس کے پاس ہلاک ہو جائے تو بقدر اس کی قیمت کے دین ساقط ہو جاتا ہے
یہاں تک کہ اگر روز قبضہ مرتہن قیمت مہون دین کے برابر یا اس سے اکثر تھی اور شے مہون اس کے پاس تلف ہو گئی تو کل دین جائداد خیرہ و
ہندیہ میں ہے اذا هلك المرهون في يد المرتهن او في يد العدل ينظر الى قيمته يوم القبض والى الدين فان كانت
قيمتہ مثل الدين يسقط الدين بهلاكه وان كانت قيمته اكثر من الدين سقط الدين وهو في الفضل امين
وان كانت قيمته اقل من الدين سقط من الدين قدر قيمة الرهن ويرجع المرتهن على الراهن بفضل الدين
مگر یہ اس حالت میں ہے کہ وہ شے دائن کے قبضہ میں دیدی جائے اور دین موجود و مستحق ہونہ کہ موہوم و متوقع قال الله تعالى فرهن
مقبوضۃ کافی و ہندیہ میں ہے لا يصح الرهن الا بدين واجب ظاهرا و باطنا فالما بدين معدوم فلا يصح اس کفالت و
اشتراق فخرع میں کہ جائداد اس کے قبضہ میں نہیں دیکھتی اور بارہا کوئی دین بالفعل موجود بھی نہیں ہوتا جائداد کو نوکرا اس کے حق میں مجبور
ہو سکتی ہے اس کا حاصل تو یہ ہوگا کہ کفیل کو اس کے اس مال مملوک میں تصرفات مالکانہ سے مجبور و ممنوع کر دیں حالانکہ خود وہ دیون بھی
نہیں بلکہ بہت جگہ ابھی دین کا اصلا وجود ہی نہیں اور شرفا خود دیوں بھی اور وہ بھی ایسا کہ دیون اس کے تمام املاک کو مستغرق و محیط
ہوں اپنی ملک میں کسی تصرف مالکانہ سے ممنوع نہیں ہوتا حتیٰ کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو اگر قرضخواہ ناشی ہوں۔
کہ یہ اپنی جائداد تلف کے ڈالنے سے تصرفات سے روک دے اور قاضی ان کی نالاش قبول کرے کہ ضمانت کا حکم قطعی صادر کرے
جب بھی وہ اصلا ممنوع نہ ہوگا جس مال کو ہبہ کرے گا ہبہ ہو جائے گا بیع کرے گا بیع جائے گا وقف کرے گا وقف ہو جائیگا قرضخواہوں کو جو
حق جس و ملازمت کا دیا گیا ہے وہ اپنے ان طریقوں سے چارہ جوئی کریں اس کے تصرفات کہ اس کی اہلیت سے ناشی ہیں کسی کے روکے نہ
رکیں گے۔ اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ وہ صرف اپنے مال موجود میں بعض تصرفات سے ممنوع ہو سکتا ہے جبکہ دین اس کے اموال کو
محیط ہو جائے مگر کب؟ جبکہ بعد نالاش قرضخواہان قاضی اس کے ممنوع ہونے کی قضا کر دے اور اسے اس قضا کی اطلاع بھی پہنچ جائے
اس سے قبل بالاجماع وہ بھی کسی تصرف سے ممنوع نہیں محیط و علیگری میں ہے الحجر بسبب الدين ان يركب الرجل
ديون مستغرق امواله او تزيد على امواله فطلب الغرماء من القاضى ان يحجر عليه حتى لا يهب ماله ولا
يتصدق به ولا يقربه لغريم اخر فالقاضى يحجر عليه عندها وعند ابي حنيفة لا يحجر ولا يعمل حجرا
حتى تصح منه هذه التصرفات ويصح هذا الحجر عندها وان كان المحجور المديون غائبا لکن يشترط
علوا المحجور عليه بعد الحجر حتى ان كل تصرف باشره بعد الحجر قبل العلوه يكون صحيحا عندها تا دى
قاضيان میں ہے انما يحجر بعد الحكم لا قبله یہاں دین محیط ہونا درکنار یہ شخص خود دیون بھی نہیں بلکہ ہنوز سرے سے دین ہی
نہیں نہ نالاش نہ قضا اور اپنی جائداد میں اس کے تصرفات نادر یہ محض باطل و بے اصل و بے سنی ہے پھر یہ کلام بھی اس صورت میں
تھا کہ زید پر مطالبہ ہو یا ہوگا۔ اور عمرو نے اپنی جائداد موقوف کی یہاں تو اس پر بھی طرہ یہ ہے کہ خود زید ہی کا ملکہ اور وہ آپ ہی اپنی جائداد

مکفول کر رہا ہے یہاں کو نسا دوسرا ذمہ اس کے ذمہ کے ساتھ لایا گیا ایسی منقطع باتیں شرع مطہر کے نزدیک اصلاً قابل التفات نہیں ہو سکتیں۔ اس مسئلہ کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ آجکل یہ نئی وضع کی کفالت بہت شائع ہو گئی ہے حالانکہ وہ صرف ایجاد قانون ہے شرع مطہر میں اس کا کہیں نشان نہیں پس روشن ہوا کہ زید کا وہ جائیداد دوسرے کو بیہ کر دینا قطعاً صحیح و نافذ تھا اور مکفول ہونے سے اس پر اصلاً کوئی اثر نہ آسکتا تھا۔ رہی بیہ نامہ کی وہ شرط کہ جائیداد موہو بیہ پر جو مطالبہ برآمد ہو ذمہ موہوب لہ رہے، اولاً شرط فاسد ہے کہ مقتضائے عقد بیہ ہے کہ بلا شرط خود لازم ہو جاتی ہے نہ اس کے ملائم ہے کہ موجب بیہ یعنی ملک موہوب لہ کی تاکید کرتی اور اس میں اعدا العاقبتین یعنی واپس کا نفع ہے ایسی شرط شرط فاسد ہوتی ہے اور بیہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ شرط ہی خود باطل ہو جاتی ہے درنہما میں ہے الاصل الجامع فی فساد العقد شرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدہما إلّا رد المتأثر میں ہے قال فی الجوز معنی کون الشرط یقتضیہ العقد ان یجب بالعقد من غیر شرط ومعنی کونہ ملائماً ان یؤکد موجب العقد کذا فی الذخیرۃ تمیز الابصار ودرنہما رد المتأثر میں ہے۔ ما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد ویلغو الشرط الفرض والہیۃ والصدقہ إلّا علیگیری بیہ ہے الہبۃ والصدقۃ والکتابۃ بشرط متعارف وغیر متعارف صحیح و مبطل الشرط موہوب لہ کا اس بیہ نامہ کو قبول کرنا اس شرط کا پابند نہ کرے گا اور نہ شرط باطل نہ ہوگی بلکہ تو شرط ہی حالانکہ باطل و لغوی شرح بیہ جابی و قادی علیگیری میں ہے رجل وھب لرجل ہبۃ او تصدق علیہ بصدقۃ علی ابن یوسف علیہ شہادتا اور بعض اور بعض انہما اور بعض انہما الہبۃ جائزۃ ولا یرد علیہ ولا یجوز شئ ثانیاً اس سب سے قطع نظر ہو تو اس نے قبول بیہ نامہ سے کیا شرط قبول کی ہے وہ مطالبہ کہ جائیداد پر برآمد ہو اپنے ذمہ لینا اور ہم ثابت کر آئے کہ ایسی صورت میں جائیداد پر کوئی مطالبہ برآمد ہو ہی نہیں سکتا تو اس نے ایک امر محال کو قبول کیا قبول بیہ نامہ سے جدا اگر بطور خود وہ ایسی جمل و باطل بات کو قبول کرتا تو باطل ہی ہوتا کہ باطل کسی کے قبول کئے سے حق نہیں ہو جاتا تو صورت مستفسرہ میں اس کی ذات و جائیداد دونوں دیئے مطالبہ باطل سے قطعاً بری ہیں بلکہ اگر فرض کریں کہ اس نے (نہ وہ مطالبہ باطل کہ جائیداد پر برآمد ہو بلکہ) خود وہ مطالبہ کہ واپس پر نکلے (نہ جائیداد موہوب کے ذمہ باطلہ پر بلکہ) خود اپنے ذمہ پر (نہ قبول بیہ نامہ میں بلکہ) خود مستقل طور پر قبول کیا ہوا واجب بھی صورت مذکورہ میں وہ کفالت محض باطل و بے اثر ہی رہتی۔ ہم اگرچہ ایسے مطالبہ کی کفالت جائز مابین مالانکہ یہ مطالبہ اس مستاجر سے بھی بارہا محض باطل طور پر ہوتا ہے اس لئے کہ دیہات کا ٹھیکہ جس طرح رائج ہے کہ زمین اجارہ فرار مان میں رہتی ہے اور تو فرٹیکہ میں دیکھتی ہے قطعاً باطل محض ہے جس کے بطلان کا روشن بیان ہمارے قادی میں ہے۔ فتاویٰ خیر یہ میں ہے الاجارۃ اذا وقعت علی استھلاک الاعیان قصد او قمت یا طلۃ فقط الاجارۃ المذكورۃ حیث لعلیق علی الانتفاع بالزرع ونحوہ بل علی اخذ المتحصل من الخارج بنوعیہ اعنی الخواج الموظف والمقاسمۃ وما علی الاشجار من الدرہم المصروبیۃ فھو باطل باجماع ائمنا والباطل لاحکولہ باطابق علماؤنا تو جس سال جس قدر نشت ہو اسی قدر تمام و کمال حق مالک ہے زیادہ حاصل ہو تو مستاجر کا اس میں کوئی بیہ نہیں اور کمی پڑے تو مستاجر پر ہرگز اپنے

گھر سے اس کا پورا کرنا نہیں اور یہ کفالتیں اسی وقت کے لئے رکھی جاتی ہیں جب مستاجر سے پوری رقم مقرر شدہ وصول نہ ہو اگر مستاجر خود نہ کھا گیا بلکہ فی الواقعہ کی ہوئی تو اس سے پوری رقم یعنی حرام ہے اور مطالبہ باطل۔ مگر انجانہ کہ مطالبہ ضرور ہوتا ہے اور قانونی طور سے اس پر جبر نہ پختہ ہے اور بزور پکڑی حاصل کر لیتے ہیں تو اس کی کفالت کی گنجائش ہے فتاویٰ علیگری میں ہے مالیس بحق کالجایات الموظفة فی زماننا علی الخياط والصباع وغيرهما للسلطان فی کل یوم او شھر فانھا ظلموا اختلف المشائخ فی صحة الکفالة بها کذا فی فتح القدیر والفتویٰ علی الصحة کذا فی شرح الوقایة ومن یمیل الی الصحة الشیخ الامام علی النوری کذا فی الهدایة وقال النسفی وشمس الائمة قاضیان مثل قول فخر الاسلام لانها فی حق توجبه المطالبة فوق مسائل دیون والعبارة فی باب الکفالة للمطالبة لانها شرعت لالتزامها ولهذا قلنا ان من قام بتوزيع هذه النوائب بالقسط یوجب وان کان الاخذ فی الاخذ ظالما کذا فی معراج الدرر الیہ تو اس مطالبہ شہدہ کی جو کبھی صحیح کبھی باطل طرہ پر ہوتا ہے کفالت بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگی لیکن ہمارے امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں ایجاب و قبول دونوں رکن کفالت ہیں تنہا کفیل کے قبول و التزام مطالبہ سے وہ کفیل نہیں ہو جاتا جب تک اس کے ساتھ مکفول لہ کا اسے قبول کرنا بھی نہ ہو خواہ وہ خود قبول کرے یا اس کی طرف سے دوسرا اگرچہ فضولی۔ لہذا اگر اس مجلس میں قبول نہ پایا جائے تو کفالت باطل ہو جاتی ہے پھر بعد مجلس اگر مکفول لہ سوا قبول کرے کچھ مفید نہیں۔ فتویٰ یہاں مختلف ہے اور فتویٰ جب مختلف ہو تو قول امام پر عمل واجب کما نص علیہ فی البحر الرائق والخیرة وغیرہما وقد بینا فی النکاح من فتاوانا محیط و ہندیہ میں ہے اما رکھنا فالایجاب والقبول عند ابی حنیفة ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ وهو قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اولاحتی ان الکفالة لا تقرب بالکفیل وحده سواء کفل بالمال او بالنفس ما لم یوجد قبول المكفول له او قبول الاجنبی عنہ او خطاب المكفول له او خطاب اجنبی عنہ اما اذ لم یوجد شیء من ذلك فانها لا تقف علی ما وراء المجلس حتی ما یبلغ الطالب فقیل لم تصح منہ الغفار میں امام طرطوسی سے ہے الفتویٰ علی قولہما۔ رد المحتار میں ہے فی الدرر والبرازة ویقول الثانی یعنی فی النفع الوسائل وغیرہ الفتویٰ علی قولہما۔ ظاہر ہے کہ قبول ہے یا اخذ ہے نامہ کے وقت رئیس کی طرف سے کوئی قبول کرنے والا نہ تھا اور یہ نامہ کے لفظ اس کے ایجاب نہیں ہو سکتے کہ اس میں مطالبہ باطلہ ذمگی جائداد کا ذکر ہے نہ کہ مطالبہ ذمگی واجب کا۔ اور اگر فرض کیجئے کہ جانب ریاست سے اس وقت اس کفالت جائزہ کا ایجاب یا قبول واجب خواہ کسی شخص اجنبی نے کیا تو اب ایک رکن کفالت جانب فضول سے پایا گیا کفالت منعقد ہو کر اجازت ریاست پر موقوف رہی۔ محیط و ہندیہ میں ہے قال اجنبی لخبیرة کفل بنفس فلان او بمال عن فلان لفلان فیقول ذلك الخیر کفالت تصح الکفالة وتقف علی ما وراء المجلس علی اجازة المكفول له وللكفیل ان یمخرج نفسه عن الکفالة قبل ان یجیز الخائب کفالة مگر ریاست کو اس امر جائز کی اطلاع نہ دی گئی نہ اس کی جانب سے اس کی منظوری ہوئی بلکہ منظور اسی امر باطل کی ہوئی کہ جائداد یہ منظور مکفول رہے تو پھر یہ کفالت بے اثر رہی لہذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مرسلہ سید مقبول میٹھی صاحب سادات تو محلہ ازریا ست جاوہر ملک طلوعہ ۳۷۰

کیا فرماتے ہیں علما دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان جو تابع شریعت محمدی ہے جس کا نام جمع ہے۔ اس نے مسماۃ بنت پیاری سے ہر شرعی پر عقد برضا مندی خود بہ اقرار کہ علاوہ نان و نفقہ زوجہ کے میں جمع اپنی خوشدامن کو بھی بوجہ عسرت خورد و نوش کے تکلیف ہوگی تو میں ان کے خورد و نوش کا مرفذ بھی اپنے ذمہ لڑکا اور گھر میں مرفذ خورد و نوش خوشدامن یعنی مسماۃ پیاری کا نہ دوں تو خدا بخش خاص جس کے اقرار نامہ ہذا پر دستخط ہیں دے گا اب مسماۃ پیاری کو خورد و نوش واقعہ ہوئے تو جمع اور اسکا ضامن بالاصالتہ مضمون دستاویز سے اقراری ہیں مگر مرفذ خورد و نوش دینے سے حجت و حیلہ حوالہ کرتے ہیں چنانچہ نقل دستاویز بھی بنا پر ملاحظہ مفتیان کرام ارسال ہے اذروئے احادیث جو اب مرحمت فرمایا جاوے۔ بیٹو تو جو را۔

الجواب :- پیاری کا نفقہ شرعاً ذمہ جمع واجب نہ تھا اور اس کا یہ کھدینا اگر گھیری خوشدامن کو کبھی خورد و نوش کی تکلیف ہوگی تو ان کے خورد و نوش کا بھی صرفہ میں اپنے پاس سے دوں گا محض ایک احسان کا وعدہ تھا اور احسان پر جبر نہیں پہنچتا فقد صرحوا قاطبہ ان لا جبر علی المتبرع وقال اللہ تعالیٰ ما علی المحسنین من سبیل اور وہ جب خود جمع پر واجب نہ تھا تو خدا بخش جس نے ضمانت کی اور اقرار نامہ پر یوں دستخط کئے کہ بموجب اقرار نامہ نوشتہ جمع جی میں خدا بخش ضامن ہوں بھکویہ ضمانت منظور ہے یہ ضمانت بھی محض باطل و بے اثر ہوئی کہ جب اصل ہی پر مطالبہ نہیں ضامن پر کیا ہوگا کما ہونی رد المختار عن البحر عن البدائع اما شرائط المكفول به فالاول ان يكون مضموناً علی الاصل الخ و مختار میں ہے شرطھا فی الدین کونہ صحیحاً لا ضعيفاً کیدل الکتابة فما لیس دینا بالاولی نہر البتہ جمع کے حق میں اولی یہ ہے کہ اگر کوئی عذر صحیح نہ ہو تو اپنا وعدہ پورا کرے فان الوفاء من مکارم الاخلاق والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- ازریا ست رام پور مرسلہ سید محمد انوار حسین متوطن قدیم قصبہ کندر کی حال معمم ریاست رام پور ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۰
بیتھم الرحمن الرحیم۔ بحضرت اقدس علامہ محقق و فہامہ مدقق فاضل بریلی دام فیضہم العالی علی کانتہ المسلمین۔ السلام علیکم۔
بصداوب حضور والا میں عرض پر داڑھوں کہ حضور نے تین فتوے متعلق استغراق جاہلاد عطا فرمائے تھے جو عدالت دیوانی ریاست رام پور میں پیش کئے گئے جن کی بنیاد پر جناب مفتی صاحب عدالت دیوانی ریاست رام پور نے جو اہل فتووں حضور کے ذکر ہی بحق مدعا علیہ کے صادر فرمائی اور یہ تجویز فرمایا یہ مقدمہ بر بنائے کفالت متاجری دائر ہے کہ مدعی نے مدعا علیہ کی متاجری میں اپنی جاہلاد کفول کی تھی لہذا سب سے پہلے اس امر کا انفضال ضروری ہے مدعا علیہ نے جناب مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے چند فتوے پیش کئے ہیں فاضل بریلوی نے اس امر کو ثابت کیا ہے کہ ایسی کفالت بالمال جو اس مقدمہ میں زیر بحث ہے شرعاً ناجائز ہے نہجانب مدعی ان کی تردید میں کوئی شرعی استدلال یا حکم ریاست پیش نہیں کیا۔ عدالت نے مسائل شرعیہ پر غور کیا تو فتوہ پیش کردہ مدعا علیہ صحیح و لائق پابندی ہیں پس ایسی حالت میں جبکہ کفالت مذکورہ بھی جائز نہیں تو مدعی نے جو روپیہ بوجہ کفالت مذکورہ داخل سرکار کیا ہے اس کا دین وار مدعا علیہ شرعاً نہیں ہو سکتا اور دفعہ ۷۱، ۷۲ قانون عادیہ مفید مدعی نہیں ہے بلکہ صورت مقدمہ سے

غیر متعلق ہے) لکھی نرائن مدعی نکامیاب نے بنا راضی تجویز مفتی صاحب دیوانی اپیل دائر کیا اور عدالت اپیل میں ایک فتویٰ حضور والا کا اس تائید میں پیش کیا گیا کہ ایسی کفالت شرعاً جائز ہے اور اپنے سوال میں چند واقعات غیر صحیح تحریر کر کے جناب والا سے فتویٰ حاصل کیا سوال مذکور میں جو امور خلافت واقعہ درج کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں (۱) دفعہ ۷۹ آئین حادیہ کا یہ مضمون تحریر کیا ہے کہ صیغہ مال میں جو شخص مطالبہ سرکاری کی ضمانت کر کے روپیہ سرکاریں داخل کرے اس کو اصل مستاجر پر دعویٰ رجوع کر کے زبرد خلیا پناہ وصول کرنے کا اختیار حاصل ہے یہ مضمون دفعہ ۷۹ آئین حادیہ کا ہرگز نہیں ہے بلکہ دفعہ مذکور تابع دفعہ ۷۷، ۷۸ کے ہے دفعہ ۷۷ کا منشا یہ ہے کہ جب کوئی جائیداد مستاجر موقوف کرے تو مالک جائیداد کو حق عذر داری کا بائین میعاد پندرہ روزہ حاصل ہے اور جب استغراق منظور ہو جائے تو حسب منشاء دفعہ ۷۹ بعد منظوری ضمانت کے استغراق کی نسبت کسی شخص کی عذر داری با رجوع نالیش کسی عدالت میں قابل سماعت نہ ہوگی البتہ بمقابلہ مالگذاری کے عذر دار مجاز دعویٰ ہر جہ کا عدالت دیوانی میں حسب ضابطہ ہو سکتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مستاجر کسی شخص کی جائیداد بلا اس کی رضی کے خود موقوف کر دے تو مالک جائیداد بعد منظوری و اگذاشت کی نالیش نہیں کر سکتا بلکہ ہر جہ کی نالیش کر سکتا ہے یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ مالک جائیداد نے خود اپنی جائیداد موقوف کرائی ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ دفعہ ۷۹ آئین حادیہ متعلق نہیں (۲) سائل نے اپنے سوال میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ عرو نے ضمانت اپنی جائیداد سے کی جس کا یہ مفہوم ہوتا ہے کہ عرو نے ضمانت کی حالت میں عرو نے ضمانت نہیں کی ہے بلکہ اپنی جائیداد کو موقوف کرایا ہے کفالت نامہ کی نقل شامل عرضداشت ہذا ہے اس کے ملاحظہ سے واضح ہے کہ عرو نے ضمانت نہیں کی ہے بلکہ جائیداد کو موقوف کرایا ہے۔ (۳) تیسرا مضمون سوال میں یہ غلط ظاہر کیا ہے کہ تیبہ کا یہ عذر ہے کہ کفالت بالمال شرعاً جائز ہے مجھ مدعا علیہ کا ہرگز یہ عذر نہیں ہے بلکہ میرا عذر یہ ہے کہ کسی مطالبہ کی اہمیت جائیداد کو موقوف کرنا شرعاً جائز ہے یہ یستی ضمانت میں جائیداد کا استغراق کرنا شرعاً جائز ہے (۴) چوتھا مضمون سوال میں یہ بھی خلاف درج کیا ہے کہ زید کی درخواست پر عرو نے اس کی ضمانت مستاجر کی اپنی جائیداد سے کی یہ واقعہ بالکل غلط ہے مفتی صاحب نے اس واقعہ کو ثابت شدہ نہیں قرار دیا ہے۔ اس غلط اور غیر مطابق سوال کی بنیاد پر حضور نے یہ تجویز فرمایا ہے کہ کفالت بالمال شرعاً جائز ہے لہذا حضور والا میں ہر سہ فتاویٰ حضور جو سادہ کاغذ پر ہے اور نقل فیصلہ جناب مفتی صاحب دیوانی اور نقل فتویٰ آخر جو با ضابطہ عدالت سے حاصل کیا گیا ہے اور نقل افراد نامہ کفالت اور قانون آئین حادیہ معطوفہ عرضداشت ہذا درگاہ والا میں پیش کر کے امیدوار ہوں کہ حضور ہر سہ فتویٰ سابقہ و فتوے مابعد پر نظر ثانی فرما کر اور فیصلہ مفتی صاحب دیوانی و نقل افراد نامہ کفالت و دفعہ ۷۷، ۷۹ لٹایت ۷۹ قانون مذکور ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمائیں کہ ہر سہ فتاویٰ سابقہ پیش کردہ انوار حسین مدعا علیہ مطابق نالیش مدعی ہیں یا فتویٰ آخر پیش کردہ لکھی نرائن مدعی متعلق مقدمہ ہے اور عذر مدعا علیہ کا شرعاً قابل منظوری ہے یا عذر مدعی کا۔ زیادہ عداوب۔

الجواب - دارالافتاء دارالقضا نہیں یہاں کوئی تحقیق واقعہ نہیں ہوتی صورت سوال پر جواب دیا جاتا ہے سوال اخیر کے حضور احمد خاں رامپوری ملازم کچھری بریلی منصرف نقل نے پیش کیا جسے اس سوال حال و ملاحظہ تجویز مفتی صاحب و دیگر کا قذات مدخلہ سائل نے بتایا کہ ایک ہندو مدعی کا سوال تھا اور اسی مقدمہ سے متعلق جس کی نسبت کئی سوہل منشی سید انوار حسین مدعی رامپوری

نے بواسطت مرزا نظیر بیگ صاحب سابق نائب تحصیلدار بریلی دارالافتخار میں پیش کئے اور ہر ربیع الاخر ۱۳۳۲ء کو جواب دئے گئے تھے اس میں یہ تھا کہ زید نے عمرو سے درخواست ضمانت کی اور عمرو نے اس کی درخواست پر اس کی ضمانت کی اور زید کفالت بالمال کو ناجائز کہتا ہے اس میں حکم کیا ہے اس کا جواب یہی تھا کہ کفالت بالمال یقیناً صحیح ہے اور جبکہ کفیل حسب درخواست مکفول عنہ ضامن ہوا تو بلا شبہ مطالبہ زراہ اور کردہ کر سکتا ہے اپنی جائداد سے دو لفظ سوال میں فضول تھا کہ جب عمرو زید کی درخواست پر ضامن ہوا یعنی اپنا ذمہ زید سے فہم کیا ضمانت مکمل ہو گئی خواہ زرقند سے کی ہو یا جائداد سے یا صرف ذبانی تینوں طریقے رائج ہیں اور اصل وہی ضم ذمہ ہے اس کے بعد نہ زرقند داخل کرنے کی ضرورت نہ جائداد کی ضرورت نہ ان کے ہونے سے ضمانت میں کوئی خلل کہ یہ ایک امر زائد غیر متعلق ہیں۔ ہندو مدعی نے سائل ایک مسلمان کو ٹھہرایا اور اہل بیتہ زویا کر سوال اس مقدمہ سے متعلق ہے کہ سال گذشتہ جس کی نسبت دارالافتخار سے فتویٰ چاچکلا ہے نہ سوالات سابقہ و سوال مدعی میں مفصل صورت واقعہ کیاں بتائی گئی تھی جس سے دونوں کا خصومت واحدہ سے تعلق ظاہر ہوتا اور علماء کرام نے ہیں حکم دیا ہے کہ جس عقد کا سوال میں ذکر ہوا ہے سحت پر محمول کر کے جواب دیا جائے و جیز نام کروری میں ہے نوسئل عن صحۃ یفتی بھتہ حملہ علی استیفاء الشرائط اذا المطلق یعمل علی الکمال الخالی عن موانع الصحۃ و سوالوں میں ایسا اختلاف ہونے سے جواب مختلف ہو جانا لازم ہے جس کی ذمہ داری اس پر ہے جس نے سوال مجمل یا غلط پیش کیا فتاویٰ خیرہ میں ہے ایسے ہی اختلاف سوال کے بارے میں کہ علامہ مدعی سے ایک بار سوال ایک طور پر ہوا دوبارہ اس کے خلاف تھا ارشاد فرمایا کاشک فی ان المفتی انما یفتی بما لیه السائل بھی نیز دوبارہ ایسے ہی واقعہ میں فرمایا سوال الاول لربذکر لنا فیہ ان الاجارة وقف علی تناول الخواج و نحوہ من الاعیان سئلنا فیہ عن الاجارة مطلقا فانصرف الی تملك المنفعة و قسمنا الاحکام علی ایصحۃ و الفاسدۃ اما حیث کان الواقع انما علی اتلاف الاعیان فی باطلۃ اسی کے ایک تیسرے واقعہ میں ہے قد یختلف الجواب باختلاف الموضوع المرقوم لاهل الفتویٰ فلا اعتراض علی الجیب فی الجواب اسی میں ایک چوتھے واقعہ پر ہے قد استفتی فی هذه الحادۃ بما هو مختلف الموضوع فی السؤال فاختلف الجواب بسبب ذلك فلا یتوہر معارضة الافتاء فیہ ان سبب ارشادات شریفہ کا حاصل یہ ہے کہ پہلے اور طرح سوال کئے گئے تھے پچھلے سوال ان کے خلاف تھے لہذا جواب مختلف ہوئے کہ مفتی اسی پر فتویٰ دیکھا جو اس کے سامنے پیش کیا جائے گا اس سے کوئی فتووں میں تنازع کا وہم نہ کرے، ہاں اگر اسی وقت معلوم ہوتا کہ یہ سوال مدعی اسی مقدمہ سوالات سابقہ سے متعلق ہے جس میں اس نے صورت واقعہ غلط لکھی ہے تو ہرگز جواب نہ دیا جاتا کہ جب مفتی کو سوال کا خلاف واقع ہونا معلوم ہو جائے تو حکم ہے کہ جواب نہ دے عقود الدریہ میں ہے اذا علم المفتی حقیقۃ الامر ینبغی لہ ان لا یکتب للسائل لئلا ینکون معینا لہ علی الباطل ملاحظہ کفالت نام تجویز سے ظاہر ہے کہ سوال مدعی محض غلط و فریب ہے اس میں ضمانت اپنی جائداد سے کرنے کے یہ معنی نہیں کہ عمرو ضامن ہوا اور زیادت و ثبوت کو اپنی جائداد پیش کی جس کا حکم وہ تھا کہ ضمانت جب زید کی درخواست پر ہے بلاشبہ صحیح ہوگی کہ ذکر جائداد ہونا نہ ہونا فضول ہے بلکہ یہ معنی ہے کہ آپ ضمانت نہ کی جو اپنا ذمہ مشغول نہ کیا خود نفس جائداد کو کفیل بنایا یہ قطعاً باطل محض ہے جبکہ جوابات سابقہ میں روشن کر دیا گیا مدعی نے کفالت بالمال کو پوچھا اس کا جواب قطعاً یہی تھا کہ صحیح ہے اب ملاحظہ کاغذات سے ظاہر ہوا کہ یہ اس کی

غلط بیانی ہے یہاں صورت واقعہ کفالت بالمال نہ تھی جسے شرع میں کفالت بالمال کہتے ہیں اور اس سے جو معنی خادمان شرع سمجھتے ہیں کہ مال کفول پر ہو یعنی وہ چیز جس کا مطالبہ کفیل نے اپنے ذمہ لیا بلکہ یہاں کفالت بالمال باضانت الی القاعل تھی یعنی خود مال و جائیداد کسی مطالبہ کی کفیل ہو یہ قطعاً باطل ہے اور وہ قطعاً صحیح۔ لاجرم فتویٰ کہ مدعی نے غلط بیانیوں سے حاصل کیا ہرگز متعلق مقدمہ نہیں متعلق مقدمہ وہی فتاویٰ سابقہ مدخلہ مدعا علیہ ہیں اور عذر مدعی باطل محض اور عذر مدعا علیہ صحیح و واجب القبول واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب الحوالہ

مسئلہ :- اذخیر آباد ضلع ستیا پور محلہ میانسرائے مدرسہ عربی قدیم مرسلہ سید نضر الحسن صاحب، اوائل رمضان مبارک ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی زید سنی و حنفی المذہب ہے اور نسبت حرام و ناجائز ہونے لین و دین سودی و جملہ کارروائی متعلقہ معاملہ سود کے اپنے ملت کے موافق عقیدہ رکھتا ہے اتفاق زمانہ سے ایک ضرورت نے زید کو ایسا مجبور کیا کہ باوجود عقیدت و حرمت معاملہ سودی مبلغ پانچ ہزار روپیہ بحساب ۱۲ فیصدی ماہواری سود زید نے مسخی منوسنگہ ہاجن سے قرض لے لیا جو حاجت زید کے ہاں مذکور نے دستاویز میں یہ شرط تحریر کرائی کہ ڈیڑھ سال کے وعدہ پر یہ روپیہ دیا جاتا ہے ششماہی وار سود ادا کرنا ہوگا بصورت عدم ادائے سود ششماہی وہ زر سود شامل اصل ہو کر سو سو رو سو دینا پڑے گا اگر زید اندر ڈیڑھ سال زر اصل دینا چاہے گا تو سو رو پورے ڈیڑھ سال کا لیا جاوے گا تحریر دستاویز کے ایک ماہ بعد زید کو اس قدر روپیہ مل گیا کہ پانچ ہزار روپیہ زر اصل و چھ سو نو اسی روپیہ ایک آنہ زر سود ڈیڑھ سال جملہ سالہ اصل و سود کے کرنوسنگہ ہاجن سے دستاویز واپس لیلیوے مگر زید کو یہ پریشانی لاحق ہے کہ ہاجن کا روپیہ صرف یک ماہ میرے پاس رہا ہے جس کا سود صرف منسب ہے ہوتے ہیں بجائے اس کے سالہ دے کر ساٹھ کا تان اٹھانا پڑتا ہے زید نے اپنی پریشانی کی کیفیت مسیان محمود و قوم سید و بدری پر شاہ کھتری ہاجن سے بیان کی مسخی محمود نے یہ صلاح دی کہ بالفعل اس روپیہ سے ٹھیکہ داری یا تجارت کجاوے اور بعد انقضائے ایک سال و پانچ ماہ بقیہ مدت مندرجہ دستاویز سلسلہ ٹھیکہ داری وغیرہ منقطع کر کے اور منوسنگہ ہاجن کا قرضہ ادا کر کے دستاویز واپس کرنی جاوے امید ہے کہ ٹھیکہ داری یا تجارت کے ذریعہ سے مقدار تان و ان ساٹھ سے زیادہ منفعت حاصل ہو جائے گی مسخی بدری پر شاہ ہاجن یہ مشورہ دیتا ہے کہ سلسلہ ٹھیکہ داری یا تجارت قائم کرنے میں احتمال نفع و نقصان دونوں قسم کا ہے نقصان کی صورت میں جائیداد موجودہ کے جو ظاہری ذریعہ ہے تلف ہو جائے گا اندیشہ ہے پس اگر شریعت اجازت دیوے تو مبلغ پانچ ہزار زر اصل اور منسبہ زر سود یک ماہ جملہ صحت ہے۔ رجوع اس وقت آپ کے ذمہ واجب الیہ ہیں کہ جو دیکر قرضہ کی اور ترائی چھ پر کرا دیجے اب منوسنگہ میرے ذمہ عاید ہو جاوے گا میں شخص ہاجن پیشہ ہوں مبلغ صحت ہے۔ رجوع آپ سے ہیں کے اس کو سودی قرضہ میں لگا کر تھوڑے عرصہ میں کل روپیہ صحت ہے پورا کر کے اور منوسنگہ کو دے کر دستاویز واپس کر لوں گا یہی تدبیر ہے جس سے آپ کو قرضہ سے سبکدوشی بھی ہو جاوے گی اور جائیداد موجودہ کا بھی کچھ نقصان نہوگا بلکہ اس جملہ میں یہ نفع ہوگا کہ آپ جس قدر دینے ساٹھ زر سود کے مواخذہ میں مبتلا ہوتے اس سے محفوظ رہیں گے بظاہر مشورت مسخی بدری پر شاہ بہت مناسب اور موجب منفعت دینی و دنیوی معلوم ہوتی ہے لہذا استصواب ہے کہ مسخی زید کو بروئے ملت خفیہ و شریعت غرض مشورہ بدری پر شاہ

پر عمل کرنا جائز ہے یا اس صورت میں علاوہ مواخذہ سو دینے کے مواخذہ سود خواری متبلا ہونا ہوگا، جواب تفصیلی بحوالہ کتب ملت خفیہ بہت جلد ارقام فرمایا جاوے کہ اس مسئلہ کے دریا منت ہونے کی سمت ضرورت درپیش ہے نیز یہ بھی ہدایت فرمایا جاوے کہ اگر زید کو صرف دو ہزار روپیہ مل جاوے اور موافق شہورہ بدری پر شاہ کے بقدر مبلغ دو ہزار روپیہ کے قرضہ کی ادائیگی بدری پر شاہ پر کر دی جاوے تو اس صورت میں وہی حکم ہوگا جو کل قرضہ کی ادائیگی میں ہوگا یا اس کے علاوہ کچھ دوسرا حکم ہوگا۔ بیخود تو جردا۔

الجواب :- قرض تجویز کر دینے کی رائے بالکل خیر ہے زید اس دوسرے ہندو کو پانچ ہزار روپیہ خالص قرض کی نیت سے دے پانچ ہزار سے جتنا زیادہ دیتا ہے اس میں پہلے ہندو کے سود کی نیت نہ کرے پھر پہلے ہندو سے کہہ کر اس کا قرضہ دوسرے پر اترا دے اور اس میں قانونی احتیاط کرنے کے دھوکہ نہ پائے یوں بالکل سو دینے سے زید بچ جائے گا چالیس پچاس روپیہ جو زیادہ جائے گا وہ یوں ہوگا کہ قرض دیا تھا اور مارا گیا یا قرض وار پر چھوڑ دیا سو دینے میں محسوب نہ ہوگا۔ رہا یہ کہ وہ دوسرا ہندو اس روپے کو سو روپے چلائے گا یہ اس کا فعل ہے بلکہ تمہا اس کا بھی فعل نہیں جب تک اسے کوئی قرض لینے والا نہ ملے تو اس کا الزام زید پر نہیں آسکتا ہے قال تعالی لا تزددوا زرعاً ولا اخرجوا ارضاً ولا اخرجوا من ارضکم ولا تزدوا ذرّاً ولا حری ہدایہ میں ہے انما المعصیۃ بفعل المستاجر وهو فحشاء فیہ فقطع نسبتہ عنہ یوہیں اگر بعض قرض کے ساتھ ایسا کرے تو بعض ہی سے سہی کہ جہنی معصیت سے بچے یا جتنا مال حرام میں دینے سے محفوظ رہ سکے اس قدر کی تدبیر واجب ہے واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ :- ازخیر آباد مقام مذکور سرد مولوی سید فخر الحسن صاحب ۱۹ شوال ۱۳۲۷ھ

شریعت پناہ جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب ادام اللہ تعالیٰ فیوضکم التسلیم

اپنی بے استعدادی کو مجبوری میں جانے پناہ اگر نظر آتی ہے تو صرف ذات بابرکات قدری صفات عالیہ ہے لہذا باوجود وقوف عدم الفرستی تکلیف دہی والا پر مجبور ہو کر نہایت ادب سے معافی کا مترصد ہوں استغناء، نسک، عریضہ ہذا اولاً حضور اقدس میں بھیجا تھا و درسی جواب کی وجہ سے اس کی نقل رامپور بھی بھیجی تھی ہنگامہ والا سے جو از صورت مسئلہ کا حکم پا کر سائل کو ہدایت تدبیر فرمائی روپیہ کی گئی تھی کہ یہ قسمت کو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی جا سکے ۴ دو چار ہاتھ جب کہ سب بام رہ گیا

پورے روپے کی تدبیر نہ ہونے پائی تھی کہ رام پور سے جواب غلاف حکم والا ملا۔ یہ امر میرے عرض کرنے کا محتاج نہیں ہے کہ امور خیر و اصلاح کار میں بھی کچھ دسواں ڈالیں آدم رو دمانع پیش آتے ہیں صاحب معاملہ کے خیالات و جوابات رامپور سے ایسے تبدیل کئے گئے کہ وہ کہتا ہے کہ جب تک جوابات رام پور کی تردید میں براین قاطعہ دلائل مستحکم از روئے ملت خفیہ نہ دیکھوں گا کسی طرح جواز تجویز کو تسلیم نہیں کر سکتا مجھے یحیدان کو بجز اس کے کہ ذات بندگان عالی سے پناہ چاہوں کوئی چارہ کار نہیں ہے لہذا نقل جوابات مرسلہ علمائے رامپور ارسال خدمت کر کے گزارش ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو کترین کو اس ضلع سے نجات دیکئے۔

پناہ جو بدرت آدم بجز و نیاز کہ آستان تو حاجت روا کے سن باشد

زیادہ بجز تمنائے حصول قدمبوسی کے کیا عرض کر دوں۔ عریضہ ادب کترین فخر الحسن عفا عنہ ازخیر آباد، ۱۹ شوال ۱۳۲۷ھ

(جواب علمائے ریاست رام پور)

الجواب واللہ سبحانہ موفق للصدق والصواب، ایسی صورت میں زید کو بروئے ملت خفیہ مشورہ بدری پر شاہ پر عمل ناجائز و حرام ہے بیشک اس صورت میں علاوہ مواخذہ سود دینے سے مواخذہ سود خواری میں مبتلا ہونا ہے تفصیل یہ ہے کہ: یہ کہ مبلغ صاحب سے بدری پر شاہ کو دس کے منوسنگھ کے قرضہ کی اترائی بدری پر شاہ پر کر دینے کے معنی بظاہر یہ ہیں کہ زید مبلغ صاحب سے بدری پر شاہ کو اس شرط پر قرض دے کہ وہ منوسنگھ والے قرض مبلغ صاحب کے ذمگی زید کو زید کی طرف سے ادا کر کے دستاویز واپس لے لے اور منوسنگھ کے وہ بدری پر شاہ پر حوالہ کر دے قال فی تنویر الابصار فی تفسیر الحوالۃ ہی نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحتال علیہ انتھی تو بدری پر شاہ کا صاحب سے لے کے اور صاحب سے بڑھاکے صاحب کے ادا کرنا زید کو صاحب سود دینا ہے کیونکہ یہ صاحب جو بدری پر شاہ زید کی طرف سے منوسنگھ کو ادا کرے گا یہ رقم کسی مال کے عوض میں ثابت نہیں ہوئی تو بالضرور زید کے صاحب سے قرض دے ہوئے روپوں کا نفع ہوگا وہی الاشبہا کل قرض جبر نفعاً حرام انتھی۔ درمختار فی جواہر الفتاویٰ اذا کان مشروطاً حاصراً قرضاً فیہ منفعة وھو رباً انتھی شامی قال فی الکفاۃ الربو فی الشرع عبارة عن فضل مال لا یقابلہ عوض فی معاوضہ مال بمال انتھی اور اس صورت میں سود دینے کا مواخذہ تو ظاہر ہے کیونکہ صاحب نے جو سنا ہے کہ منوسنگھ کو پہنچیں گے یہ رقم سود ہے جو زید نے اپنے ذمہ دین تسلیم کر کے بدری پر شاہ پر حوالہ کئے غایت یہ ہے کہ زید نے خود نہیں دیئے دلائل اور چونکہ بر تقدیر صرف وہ ہزار کی اترائی کے موافق شرط مذکور بقدر وہ ہزار کے سود بھی بدری پر شاہ اپنے پاس سے ادا کر گیا تو اس صورت میں وہی وجہ عدم جواز کی ہے جو پہلی صورت میں تھی لہذا یہ اور وہ دونوں ناجائز ہیں۔ ہذہ صورتہ الجواب والسر تالی علم بالصواب

النجیب فقیہ الدین عفا عنہ

ذکک کذک

ذکک کذک

اصاب من اجاب

محمد عنایت اللہ عفی عنہ

محمد منور علی مہر

محمد عزیز اللہ مدرس مدرسہ عالیہ رامپور

الجواب الجواب واللہ سبحانہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح والرائی نصح واللہ تعالیٰ اعلم

ابوالفضل محمد فضل حق

محمد لطف اللہ مہر

بیشک صورت مذکورہ میں دونوں صورتیں ناجائز ہیں فقط

ہدایت اللہ خاں ولد حافظ عنایت اللہ خاں

استفتاء

بعض معدلت پیرائے ارباب شریعت غرضتیں مباد کہ ایک سوال کے جواب متضاد وصول ہوئے یعنی حضرات دارالافتا اہل سنت و جماعت بریلی نے جواز صورت مسؤل کا حکم دے کر بنظر عمل بالخیر ہونے کے اس امر کو واجب العمل فرمایا اور حضرات علمائے رامپور نے اس امر واجب العمل کو ناجائز و حرام تحریر فرمایا ہے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ جس ضرورت کے واسطے استفتاء کیا گیا تھا اس کا بچہ چارہ کار نہیں بتلایا حالانکہ لخوائے الدین بیس پر ملت اسلام کی واسطے آسان کا دروازہ کھول دیا گیا ہے اب نہایت ضرور ہوگا کہ سب سے

ہر دو جوابات کے ایک جواب غلط ہو کر اس کی غلطیاں براہین قاطعہ سے ثابت کی جاویں اور بعد قائم ہو جانے امر حق کے اس کی تعمیل کی ہدایت فرمائی جائے۔ بینوا تو جبروا۔

الجواب اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔۔ بلاخط مولانا المکرّم جناب مولوی سید محمد نواز الحسن صاحب الکرّم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نوازش نامہ اس وقت تشریف لایا ابالی دارالافتاء بمصر آ رہے شاہ آباد جلسہ مدرسہ فیض الغربا پابریکاب میں اجمالی جواب فوری گذارش ہے کہ تکلیف انتظار بھی نہ ہو اور ایک مسلمان کہ سود کی بلا سے بچتا ہے مبادا ناخیر میں وہ معاملہ ہاتھ سے نکل جائے اگر ضرورت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اور تفصیل کر دی جائے گی وباللہ التوفیق۔

مولانا آپ نے بظرف عجلت سوال وہاں ارسال فرمایا اگر یہ جواب لکھ کر بھیجتے تو ماملوں تھا کہ ان صاحبوں کی نظر لغزش نہ کرتی بطور خود زلت نظر بعید نہیں مگر بعد علم بالحق مخالفت منطون نہیں ہوتی الا من عنذ و هو اذ عنذ ان صاحبوں کا بڑا انشاء غلط یہ ہے کہ بعد اس حوالہ کے بھی زید ہی کو دیوں سمجھے ہوئے ہیں اور وہ دوسرا ہندو جو ادا کرے گا اسے زید کی طرف سے ادا کرنا گمان کر رہے ہیں کہ لکھتے ہیں بدری پر شاہ و منوشکے دے قرضہ ذمگی زید کو زید کی طرف سے ادا کر کے دستاویز واپس لے لیں لکھتے ہیں یہ صاحب بدری پر شاہ و زید کی طرف سے منوشکے کو ادا کرے گا نیز لکھتے ہیں سالہ منجانب زید منوشکے کو پہنچیں گے ان کے سارے خیالات کا بننے بلکہ سرایا تحریر کا محصل یہی زعم ہے اور وہ اصلاً صحیح نہیں حوالہ میں (جسے قرضہ کی اترائی کہتے ہیں) اصل دیون (جسے محیل کہتے ہیں) دین سے بری ہو جاتا ہے۔ دین اسپر نہیں رہتا اس دوسرے پر ہو جاتا ہے جسے اپنے اپوریا (جسے محال علیہ کہتے ہیں) محال علیہ وہ دین محیل کی طرف ادا نہیں کرتا بلکہ خود اپنے ادا کر دین کو جسے محال کہتے ہیں دیتا ہے تو زوالا بصاریں ہے الحوالۃ نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحال علیہ۔ نھر العائق پھر علمگیریہ میں ہے صحیح تنویر میں ہے بری المحیل من الدین بالقبول فتح القدر و درنما میں ہے هل توجب البراۃ من الدین المصحح نعم محیط سرخی و فتاویٰ علیگیریہ میں ہے اما احکامها فمتنہ برآۃ المحیل عن الدین یہاں تک کہ اب اگر دائن اصل دیون کو دین بخشہ یا معاف کرے تو باطل ہے کہ جو دین اس پر رہا ہی نہیں اس کی بخشش یا معافی کیا معنی اور اگر محال علیہ کو معاف کر دے معاف ہو جاوے گا۔ فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ ہندیہ میں ہے فلوا برأ المحال المحیل عن الدین او وہبہ لہ لایصح علیہ الفتنوی رد المحتار میں ہے اجماع علی ان المحال لو ابرأ المحال علیہ من الدین او وہبہ متہ صحیح ولو ابرأ المحیل او وہبہ لہ صحیح ولہذا اب اگر اصل دیون اس اترے ہوئے دین کے بدلے کوئی چیز دائن کے پاس رہن رکھے صحیح نہیں کہ دین اس پر رہا ہی نہیں یہ رہن کا پے کے عوض رکھتا ہے کافی شرح وافی پھر علیگیریہ میں ہے لو احوال بدینہ فزہن لایصح اور اگر پہلے سے اس دین کے بدلے کوئی رہن دائن کے پاس رکھا ہوا تھا حوالہ ہوتے ہی دائن سے واپس لے لینگا کہ اب دین اس پر نہ رہا محیط امام شمس الائمہ سرخی پھر ہندیہ میں ہے اذا احوال الراهن المرتفع بالدین علی غیرہ یسترد الرهن حوالہ کے بعد دائن کو اصلاً اختیار نہیں رہتا کہ اصل دیون سے اپنے دین کا مطالبہ کرے ہاں اگر محال علیہ حوالہ ہونے سے مکر جائے

اور قسم کھائے اور محیل و محمال کسی پاس گواہ نہ ہوں یا محمال علیہ منقلس مر جائے کہ جائز دیا مال نقد یا قرض نہ چھوڑے نہ کوئی اس کی طرف سے ضمان ہو تو صرف اس صورت میں حوالہ باطل ہو کر دین پھر اصل مدیون پر عود کر آئے ہے، عود کرنے کے معنی ہی خود یہ ہیں کہ اس سے پہلے اس پر دین نہ رہا تھا، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام الزیلعی میں ہے لیرجع المحتال علی المحیل الا ان یتوی حقہ فاذا توی علیہ عاد الدین الی ذمۃ المحیل والتوی عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احد الامورین امان یحجد المحتال علیہ الحوالۃ ویخلف ولا ینتہی للمحیل ولا للمحتال لہ او یموت مقلسا بان لم یتروک مالاً علیاً ولادیناً ولا کھنیلاً تنویر الابصار و در مختار میں ہے لا یرجع المحتال علی المحیل الا بالتوی وهو باحد امرین ان یحجد المحتال علیہ الحوالۃ ویخلف ولا ینتہی لہ او یموت مقلسا بفرعین و دین و کفیل و قالابہما بیان فلسفہ الحاکم رد المختار میں ہے ظاہر کلامہ متونا و شر و حاتصیحہ قول الامام و نقل تصحیحہ العلامة قاسم و لو امر من صحیح قولہما ان تصریحات و تصحیحات و ہوا یصحح و علیہ الفتویٰ کے بعد پھر یہ گمان کرنا کہ بدری پر شاہ زید کی طرح سے ادا کرے گا وہ سود زید کی طرف سے منسوگ کو دیا جائے گا کسی فاحش غلطی ہے۔ سبحان اللہ جب ذیہ دیون رہا نہ اس پر مطالبہ نہ یہ دیتا ہے نہ وائیں اس کے لئے سکتا ہے نہ سود دینے والا کس حساب سے ٹھہرا طرفہ یہ کہ تنویر الابصار کی عبارت خود نقل کی کہ حوالہ اس کے ذمہ سے اس کے ذمہ پر دین کا منتقل کر دینا ہے جب دین منتقل ہو گیا تو وہ اپنی طرف سے ادا کرے گا کہ اس کا ذمہ دین سے مشغول ہے یا اس کی طرف سے ادا کرے گا جس کے ذمہ پر دین نہیں اور اس صورت میں زید کو سود خوار ٹھہرنا اور بھی عجیب تر ہے۔ بغرض غلط ہوتا تو اتنا ہوتا جس کا خود ان صاحبوں نے اعتراف کیا کہ زید نے خود نہیں دئے و لو ائے نہ یہ کہ معاذ اللہ اس نے خود سود لیا تفصیل کے لئے عرض کر چکا ہوں کہ ضرورت ہوئی تو پھر گزارش ہوگی، ذی انصاف کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از کاٹھیا واٹر مسؤل حاجی صبی خان محمد صاحب ۸، بجادی الادوی سنہ ۳۰

(۱) زید نے عروس کہا میرے بکر پر روپے آتے ہیں تم وصول کر کے اپنے پاس جمع اور تصرف کا تمہیں اس میں اختیار ہے جب مجھے ضرورت ہوگی لے لوں گا۔ یہ جائز ہے یا نہیں۔

(۲) زید نے عروس کے ہاتھ ہزار کا نوٹ بارہ سو کو چار بیٹے کے وعدہ پر بیچا اور تسک لکھا لیا پھر زید نے بکر سے گیارہ سو کا نوٹ بارہ سو کو خریدا اور کہہ دیا کہ عروس پر میرے بارہ سو آتے ہیں وصول کر لو اور اطمینان کے لئے وہ تسک کے عروس نے لکھا تھا بکر کو دیدیا یہ جائز ہے یا نہیں۔

(۳) زید نے ہزار کا نوٹ گیارہ سو کو عروس کے ہاتھ وعدہ پر بیچا اور یہ شرط کر لی کہ سو روپے نقد بھی لو لکھا اور باقی ہزار روپے معاد پر اور ہزار کا تسک لکھا لیا پھر زید نے بکر سے ہزار کا نوٹ ساٹھ سو سو کو خریدا اور پچاس نوڑا ادا کر دیئے اور ہزار کا عروس پر حوالہ کر دیا اور اطمینان کے لئے وہی عروس کا لکھا ہوا تسک بکر کو دیدیا یہ جائز ہے یا نہیں۔

(۴) ہنڈی کی کیا تعریف ہے؟

(۵) جبکہ ہنڈی حرام ہے تو کوئی صورت شرعی ایسی ممکن ہے کہ جائز طور پر ہنڈی کا مطلب اس سے حاصل ہو جائے۔

الجواب :- جائز ہے فانہ تو کیل بالقبض و تسویخ للقرض - واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جائز ہے لانہ حوالہ و مقابله الاجل بقسط من الثمن والکل يجوز کما فی فتح القدر - واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جائز ہے، یہ وہی صورت سابقہ ہے فقط اشفاق ہے کہ اس میں بعض ثمن مجمل اور باقی مؤجل ہے اور اس میں کل مؤجل

اور بحال اختلاف جس و قدر یہ سب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) زید عمرو کے پاس کچھ روپیہ بطور قرض اس شرط پر جمع کرے کہ یہ روپیہ فلاں شہر میں فلاں شخص کو ادا کیا جائے یا یہ کہ میں

خود فلاں شہر میں پاؤں اس کا نام ہنڈی ہے یہ ناجائز و گناہ ہے اور اس پر جو بعض وقت کی پیشی ہوتی ہے جسے متی کہتے ہیں وہ نرا

سود اور حرام قطعی ہے اور بطور قرض دینے سے یہ مراد نہیں کہ قرض کہہ کر دے بلکہ جب معاملہ یوں ہو کہ اگر یہ روپیہ عمرو کے پاس سے

بے اس کے قصور کے گم جائے چوری ہو جائے کسی طرح جائا رہے جب بھی زید اپنا روپیہ اس سے بھر دالے تو اسی کا نام قرض ہے

اگرچہ دیتے وقت قرض کا لفظ نہ کہا ہو جمع کرنا کہا ہو جو امانت کو بھی شامل ہے اور یہاں عام طور پر یہی ہے کہ عمرو کو ہر طرح اس روپیے

کا ویندار جائیں گے اور کسی طرح ضائع ہو جائے تو ان لئے نہ مانیں گے تو معلوم ہوا کہ امانت نہیں بلکہ قرض ہے امانت ہوتی تو بے اس کے

قصور کے اگر روپیہ جاتا رہتا تو اس سے کچھ نہ لیا جاتا مہنڈا یہاں جمع کرنا اور دوسری جگہ اس کا عوض لینا یہ خود ہی حاصل قرض ہے

امانت تو بعینہا واپس لی جاتی ہے نہ اس کا عوض اور جب یہ قرض دینا ہو اور زید اس میں یہ فائدہ پاتا ہے کہ اگر روپیہ کسی کے ہاتھ

اس شہر کو بھیجتا یا اپنے ساتھ لے جاتا تو راستے میں جاتے رہتے کا اندیشہ تھا عمرو کو بطور قرض دینے سے یہ اندیشہ جاتا رہا تو یہ ایک نفع

ہے کہ زید نے قرض دے کر حاصل کیا اور قرض دینے والے کو قرض پر جو نفع جو فائدہ حاصل ہو وہ سب سود اور زرا حرام ہے حدیث

میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل قرض جر منفعۃ فھو با قرض سے جو فائدہ حاصل کیا جائے وہ سود ہے

لہذا ہنڈی ناجائز ہوئی۔ روا المختار میں ہے صور تھا ان یدفع الی تاجر مالاً قرضاً لیدفعہ الی صدیقہ و انما یدفعہ

قرضاً لا امانة یتفید بہ سقوط خطا الطريق وقیل محی ان یقرض انسانا لیقضہ المستقرض فی بلد یریدہ المقرض یتفید بہ سقوط خطا الطريق

(۵) ہاں ممکن ہے روپیہ نہ دے بلکہ نوٹ اور قرض نہ دے بلکہ بیع کرے اس شرط پر کہ خریدار اس کی قیمت کا حوالہ

فلاں شہر کے فلاں تاجر پر کر دے کہ ہم خود یا اپنے کسی وکیل کے ذریعہ سے وہاں وصول کر لیں یہ جائز ہے اور مطلب پورا حاصل

ہے اور اب کمی پیشی بھی روا ہے سو کا نوٹ نانوں کو بیچیں خواہ ایک سو ایک کو کا حقیقتاً فی کفیل الفقہ درمختار میں

باع بشرط ان یجیل علی المشتري بالثمن غویما لہ ای للبائع بطل و لو باع بشرط ان یجتال بالثمن صح

لانہ شرط ملائکہ شرط الجودۃ بخلاف الاول رد المختار میں ہے قولہ لانہ شرط ملائکہ لانہ یؤکد موجب

العقد اذا الحوالۃ فی العادۃ نکون علی الاملا والاحسن قضاء و فصار کشرط الجودۃ ہاں اس شرط پر بیچنا کہ

تو اس کی قیمت فلاں شہر میں بچے دینا یہ ناجائز ہے، روا المختار میں ہے ومنہ (ای من الشروط الفاسدة المفسدة تبیح) ان یدفع الثمن فی بلاد اخری او یهب البائع منہ کذا بخلاف ان یحطہ من ثمنہ کذا لان الحط ملحق بالعقد

مختصراً یہ فرق خوب یاد رہے کہ غلطی ہو کر حرام میں وقوع نہ ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم و عظمیٰ مجدہ اتم۔

مسئلہ ۱۔ از چتوڑا گڑھ علاقہ اود سے پورا اچھوتا نا، مسئلہ عبدالکریم صاحب ۶ رابع الاول شریف ۳۳۲ ۳۳۳ تفسیر
ذیل نے پانچ سو روپے ہر کے پاس اس غرض سے جمع کیا کہ بذریعہ ہنڈی کے سالم کے ام بیٹی پہنچ جائے اور بکرنے ہنڈی کھالم
کے پاس بیٹی روانہ بھی کر دیا اور سالم کو مل بھی گیا اور سالم اس ہنڈی کو خالد سا ہو کار کے پاس لے گیا اور کہا کہ اس ہنڈی کے روپے
دیکھے خالد سا ہو کار نے روپے کے دینے سے انکار کیا لہذا سالم نے ہنڈی مذکورہ کو واپس کیا اور واپس آنے میں پندرہ یوم کی دیر بھی
ہوئی اور سا ہو کاروں کا قاعدہ ہے کہ جتنے روز میں ہنڈی واپس آتی ہے اتنے روز کا ہر جا جمع کنندہ کو دیا جاتا ہے تو ایسا ہر جا
کالینا جائے یا نہیں اگر جائز نہیں ہے تو زید کو بہت نقصان پہنچے گا کیونکہ کافر تاجر مسلمان تاجر سے اپنے مذہب کے موافق ہر جا
ضرورتے گا اور مسلمان اس سے باز رہے گا، اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ تمام مسلمان تجارت کو چھوڑ دیں تجارت تو کتاب و سنت سے
ثابت ہے علاوہ اس کے تمام علماء و دانشمندان اسلام اس وقت مسلمانوں کو تجارت کرنے پر زور دے رہے ہیں تو اگر یہ ہر جا مذکور
نا جائز رکھا جاوے گا تو مسلمانوں کو دو طرفہ نقصان ہو گا ایک تو دینے کی وجہ سے اور دوسرے نہ لینے کی وجہ سے نقط۔

الجواب۔ ہنڈی سر سے خودی ناجائز ہے امتوں میں السفنجة حرام حدیث میں ہے کل قرض جو منفعة فھو ربا
اور پھر اس پر جرمانہ دوسرا ناجائز ہے مگر یہ عمل اگر محض کفار سے ہے کہ اس دکان میں اصالتہ یا بالواسطہ کسی مسلمان کی شرکت نہیں تو نہ
نبیت اس عقد فاسد کے بلکہ اسی نبیت سے کہ یہ مسلمان سے لیتے ہیں اور غیر مسلم بالاعتدال ہے لینے میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الشہادۃ

مسئلہ ۱۰۔ از دولت پور ضلع بلند شہر مدرسہ میں بشیر محمد خان صاحب ، ۵ شعبان ۱۳۲۹ھ

ازدوعے شرع شریف کے شاہد کی کیا تعریف ہے اور کونسی شہادت شرع شریف میں مافی جاتی ہے تفصیل اور رقم فرمائیں

الجواب :- شاہد وہ جو مجلس قضایں بلفظ اشہد یا گواہی میدہم یا گواہی دیتا ہوں کسی حق کے ثابت کرنے کی خبر دے اور قبول شہادت کے لئے شاہد کا عاقل بالغ صحیح یاد والا انکھیار اور مدعا علیہ پر اپنی گواہی سے الزام قائم کرنے کی لیاقت والا ہونا لازم ہے اور یہ کہ اسی شہادت میں بوجہ قرابت ولادت یا زوجیت یا عداوت وغیرہ اس پر تہمت نہ ہو اور ناستق کی گواہی بھی مرد وہے اور قبول کرنا والا گنہگار اور تفصیل تمام کتب فقہ میں ہے در مختار میں ہے اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشہادۃ فی مجلس القاضی بشرطها العقل الکامل والضبط والولاية فيشترط الاسلام لو المدعی علیه مسلما و عدم قرابة ولاد او زوجية او عداوة دنیویہ اور دفع مفرم او جرم مغفوم . والله تعالی اعلم ۔

مسئلہ ۱۱۔ از دراپور مدرسہ مولانا محمد امجد الحسن صاحب و مولوی ارشد علی صاحب ، ۲۸ رذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

سوال از حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب . فتویٰ محرمہ مولوی منور علی صاحب در بارہ مقدمہ فردوس بیگم مدعیہ میں جو جناب والائے یہ لفظ تحریر فرما کر مہر کی ہے اگر شہادت شہود مندرجہ سوال جامع شرائط شہادت ہے تو فیصلہ بحق مدعیہ ہونا چاہئے یا شرائط شہادت میں سے تعینین مشہودہ ساتھ حدود بیان کرنے کے اگر مشہودہ اراضی یا مکان ہو ہے یا نہیں اور صرف مکان تنازعہ بول دینا بلا بیان حدود و صحت شہادت کے واسطے کافی ہے یا نہیں اور تعینین مشہودہ علیہ و مشہودہ ساتھ ذکر اسم اب و جد کے اگر شہورین میں سے نہ ہوں شرط شہادت ہے یا نہیں۔ اور لفظ اشہد شہادت کے لئے ضروری ہے یا نہیں۔ اگر یوں شہادت لی جاتی ہو کہ گواہ سے اول یوں حلف لیا اشہد باللہ پچ کہو نگاہ بعد اس سے دریافت کیا فلاں مقدمہ میں کیا جانتے ہو اس نے بیان شروع کر دیا اور اس بیان میں اشہد یا شہادت دیتا ہوں یا گواہی دیتا ہوں کہ ایسا ہے نہ کہتا تو یہ شہادت قابل قبول ہے یا نہیں نیز ایسی شہادت کی بنا پر اگر قاضی فیصلہ کر دے تو وہ فیصلہ قابل نفاذ ہے یا نہیں۔ جینواتوجروا۔

الجواب :- نیز غفرلہ المولی القدر نے اس فتویٰ پر اپنی تحریر جدا لکھی ہے اور اس میں حکم اعتبار جس کا لحاظ فتویٰ میں خصوصاً اس زائد شیوع جہل میں اہم ضروریات سے ہے صراحتہ یہ قید ذکر کی کہ دونوں گواہان مدعیہ اگر جامع شرائط شہادت ہیں اور ان کا بیان حاکم مجوز کے سامنے حسب شرائط ہو لیا ہے تو یہ بیگم فردوس بیگم فردوس ثابت ہے اس میں تمام شرائط تامل شہادت و جملہ شرائط ادائے شہادت و جمع شرائط

صحت و عوی سب کی طرف اشارہ تھا کہ حقوق العباد میں تقدم و عوی خود شرط شہادت ہے توبہ صحت و عوی شہادت ہرگز سموع نہیں
 فقیر کو معلوم تھا کہ جہل شائع ہے اور اجتماع شرائط کم متوقع و من لم یعرف اهل زمانہ فهو جاهل لہذا تصریحاً بالقصد یہ قیود ذکر کر دیں
 اور اس فتویٰ کی تصدیق و تصحیح پسند نہ کی۔ مشہور ہے جب عقار مثلاً ارض یا دار ہو تو شہادت میں کم از کم تین حدود کا ذکر واجب ہے اس کے بغیر
 شہادت ہرگز قبول نہیں مگر یہ کہ شہود دار کے پاس حاضر ہو کر بموجب امدعی و مدعیہ خود قاضی یا اس کے دو امینوں کے سامنے اشارہ سے تیسرین
 حدود کو دین تو ذکر حدود کی حاجت نہیں فان تعین الحاضر بالاشارة یا اگر دار ایسی معروف و مشہور ہے کہ اس کا نام لینا ہی علم کو بس
 ہے تو صاحبین کے نزدیک تحدید ضروری نہیں امام اب بھی مانتے ہیں اور یہی صحیح ہے مگر اگر قاضی کہ خاص مذہب امام یا مذہب صحیح پر قضا کے
 ساتھ مقید نہ کیا گیا ہو بلکہ اسے قاضی کرنے والے نے اختیار دیا ہو وہ اگر ایسی مشہور دار میں ہے تحدید قبول شہادت کر کے قضا کرے گا نافذ ہو جائے
 گی لوقوعہ فی مجتہد فیہ ورنہ قطعاً باطل ہوگی لکونہ معزو لانیہ کافی البعوض والاشباہ والدر وغیرہا درختوں میں ہے
 بشرط المتحدید فیہ عوی العقار کا بشرط فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار مشہوراً خلافاً لہما الا ان یعرف الشہود والدار
 بعینہما فلا یحتاج الی ذکر حدود و ہا جامع الفصولین و فتاویٰ ہندیہ و عقود الدریہ وغیرہا میں ہے شہد ایدار و قال لا نعرف
 حدودہ اذا متیفاً الیہ لکن لا نعرف اسماء الحدود فان القاضی یقبل ذلک منہما اذا عدل و بعینہما مع المدعی
 والمدعی علیہ و امینین لہ لیقف الشہود علی الحدود و بحضورت امینین القاضی فاذا وقع علیہا فقال لا ہذا
 حدود دار شہدنا بہ لہذا المدعی یوجعون الی القاضی لیشہد الامینان انہما وقعوا شہداً باسماء الحد و و
 حیث عدل یقضی بالدار و کذا القریۃ والحانوت و جمیع الصیاعات جامع الرموز میں ہے فیہ رمز الی انہ یجد و لو
 مشہور و اہذا عندہ خلافاً لہما لولم یجد و قضی بصلحہ لکن عرف جامع الفصولین میں اپنی رائے یہ تحریر فرمائی کہ اگر شاہدین ملک متنازع فیہ کی شہادت
 دین اور مدعی و مدعی علیہ کا اتفاق ہو کہ جس دار کی انھوں نے شہادت دی ہے وہی متنازع فیہ ہے تو اصل دار میں شہادت قبول ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے اولاً ہر شخص متنازع
 بالملک بلا ذکر الحد لا تقبل پھر اپنی بحث ذکر کی کہ اقول الفروض ہوا تمیز عند القاضی فیمنی ان یمسح حکم بحسب
 ما یتیمز فلو شہد امینک المتنازع فیہ والخصمان تصادقا علی ان المشہود بہ ہوا المتنازع فیہ ینبغی ان تقبل
 الشہادۃ فی اصل الدار وان لم یذکر الحد و لعد ما لجمہالۃ المفضیۃ الی النزاع فی اصل الدار فلو وقع
 النزاع فی حدودہ بعد الحكم باصلہ فذلک امر اخر تسمع فیہ الخصومة براسہ کما ان الجارین لو
 تنازعا فی حدود دار یہما لاقی اصلہما یسلم لکل منہما اصل دارہ و تسمع الخصومة فی الحد و اللہ اعلم
 ظاہر ہے کہ اعتبار منقول فی المذہب کا ہے نہ بحث کا، حتی کہ علماء کرام نے تصریح فرمائی کہ منقول کے مقابل امام ابن ہمام کی ابحاث
 بھی مقبول نہیں حالانکہ وہ بانع و راجح اجتہاد مانے جاتے ہیں رد المحتار کتاب الحج میں ہے قد قال تلمیذہ العلامة قاسران
 ابحاثہ المخالفۃ للمذہب۔ لمطاولی کتاب الطلاق فصل ثبوت النسب میں ہے النص هو المنتج فلا یعول علی
 البحت معہ اقول وباللہ التوفیق ظاہر ان کی نظر اس طرف گئی کہ ذکر حدود کی حاجت تیز ذات مشہورہ کے لئے ہے و لہذا

امام زین العابدین سے نقل کیا گیا شہادت ہرگز

فرمایا کہ بعد تصدق خصمین اصل دار میں شہادت مقبول ہو جاتی چاہئے حدود میں تنازع پڑے تو اس کا مقدمہ جدا ہونے کا حالانکہ ذکر
حدود کی ضرورت علم مقدار شہود پر کے لئے ہے درر وغر وغیر ہا کتب معتدہ میں ہے ان قدر ہا لایصیر الا بالتحدید تو
اصل دار بلا تعین مقدار کیا چیز ہے جس کا قاضی حکم کرے یہ تو ایسا ہے کہ زید عمر و پر ہزار روپے کا دعویٰ کرے شہود شہادت دیں کہ
اس کا اس پر کچھ آئے ہے کیا یہ گواہی اصل دین کے اثبات میں مقبول ہو جائے گی ہرگز نہیں دلویقل بہ احد وہ بہ ظہور الجواب
عن قیاسہ علی مسئلۃ الجارین فان ثمة لم تحتلفا فی اصل دار یہما قال تسلیم لعدم النزاع علی جهة
القضاء وانما یحتاج القاضی الی علم المقدار فیما یدعی بہ عندہ فیرید القضاء بہ علی المنکر اگر ایسی شہادت
مقبول ہو تو لازم کہ دعویٰ بھی بلا تعین حدود مقبول ہو جائے وہی وجہ وہاں بھی جاری ہے کہ اصل دین اس وقت حکم چاہتا ہے حدود
میں نزاع پڑے تو یہ مقدمہ جدا ہونے کا۔ حالانکہ یہ جملہ کتب مذہب کے خلاف ہے خود جامع الفصولین میں ہے لو ادعی عقارا فلا بد من
ذکر بلدة فیہا المدعی ثم من ذکر المحلۃ ثم السکة ثم حدودہ فلو ذکر حدین لا یکنی و لو ذکر الشلثة
کنی وکل جواب عرفتہ فی المدعی فہو الجواب فی الشہادۃ اہ مختصرا بالجملہ نظر حاضر میں یہ بحث قابل اعتماد نہیں شہود
وعلیہ کی تعین ضرور ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ وہاں مقصود صرف رفع التباس ہے جس طرح ہو یہاں تک کہ اگر صرف نام یا تہا لقب
یا مجرد صفت ہی سے رفع اشتباہ ہو جائے بس ہے ورنہ ذکر نام و نام پدر بالاتفاق اور نام جد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک
ضرور ہے اور یہی صحیح ہے ہاں اگر قاضی ما ذون صرف نام و نام پدر پر قبول کر کے قضا کر دے نافذ ہو جائے گی عورت کے لئے نام و ذون
کافی ہے۔ در مختار میں ہے لو قضی بلا ذکر الجمد نفذ فالمعتبر التعریف لا تکثیر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او
یلقبہ وحده کفی جامع الفصولین، ملقط و فصول عمادیہ و ہندیہ و منح الفقار و تنقیح الحامدیہ میں ہے والحاصل ان المقبول ما هو
حصول المعرفۃ و ارتفاع الاشتراك جامع الفصولین میں ہے المقبول ہو حصول المعرفۃ و ارتفاع الاشتباس ہائی
شئی کان ردالماتر میں ہے قولہ او یلقبہ و کذا بصفته کما افتی بہ فی الحامدیہ فیمن یشہد ان المرأۃ التي قتلت
فی سوق کذا یوم کذا فی وقت کذا قتلها فلان تقبل بلا بیان اسمها و اسمیہا حیث کانت معروفة
لہ یشار کھا فی ذلك غیرہ عقود الدرر میں ہے قالوا فی ثبوت ہلال رمضان شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا
شہدان برؤیتہ الہلال و قضی القاضی بہا و وجد اجتماع شرائط الدعوی قضی القاضی بشہادتها فانظروا
حفظکم اللہ تعالیٰ الی قولہم قاضی بلدة کذا ولم یذکروا اشتراط اسمایہ وجده لانہ لا یلتبس
بغیرہ اذ القاضی فی ذلك الوقت واحد لامتان کما هو المعلوم اشتباہ میں ہے تکفی النسبۃ الی الزوج
لان المقصود الاعلام اہ لفظ الشہد قطعا کن شہادت ہے بے اس کے شہادت شہادت ہی نہیں قبول و عدم قبول تو دوسرا درجہ
ہے، تنویر الابصار و در مختار میں ہے رکھا لفظ الشہد لا غیر الی قولہ فیتعین انہیں میں ہے لزما فی کل من المراتب
الاربع لفظ الشہد بلفظ المضارع بالاجماع وکل ما کما یشرط فیہ هذا اللفظ کطہارة ماء و رویۃ ہلال

فہر اخبار کا شہادۃ شروع شہادت سے پہلے یہ کہلوایا کہ ا شہد باللہ چچ کہو نگا ہرگز کافی نہیں کہ وہ حلف ہے نہ شہادت اور ا شہد کلام شہادت پر داخل ہونا لازم نہ کہ حلف پر۔ شاہدوں سے حلف لینا تو شرعاً جائز بھی نہیں کما فی الدر وغیرہ لانا امرنا باکرہ مہر ظاہر ہے کہ حکام و شہود و خصوم و تمام خصاران الفاظ کو حلف ہی سمجھتے حلف ہی کہتے حلف ہی کی نیت کرتے ہیں اور رکن شہادت وہ ا شہد ہے جو یعنی ہتر ہوزہ کہ بمعنی حلف و قسم ہے۔ تبیین القائل و علیگیر یہ میں ہے رکھا لفظ ا شہد بمعنی الخبیر و ان القسم ا شہد باللہ چچ کہو نگا ایک قسم ہو گئی جس کا کفارہ بہت آسان ہے کلام شہادت پر ا شہد داخل نہ ہوا جس میں غلط گوئی موجب ہلاک ہوتی کائنات علیہ العلماء الکرام فی حکمتہ عدم تحلیف التاھد و وضع ہذا للفظ عوضہ ان شاھد الزور لما اراد اھلاک مال المشھود و علیہ عوض باھلاک ذاته بخلاف ما لو حلف اذ کان یسیرا علیہ کفارۃ غرض ایسی شہادت ہرگز شہادت نہیں اور اس پر جو قضا ہو اصلاً نافذ نہیں کا شفاع احد اطراف القضاء و هو الطريق فان المقاضی انما یقضی بالبیئۃ ادا لکن کول او الاقرار فاذا القدمت الغدۃ القضاء قادی خیرہ میں ہے و ما نظمہ ابن الغریس فی الفواکھ البدریۃ

اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ست یلوح بعدها التحقیق
حکم و محکوم بہ ولہ و محکوم علیہ و حاکم و طریق

و یفقد واحد من اطراف القضیۃ یفقد الحکم و یدلک یعرف بطلان المحضر المذكور و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۔ ۹ سوال شد

کیا فراتے ہیں طلاق وین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ منکوحہ ہندہ کو دوسرے ضلع سے اپنے مکان کو روانہ کیا اثنائے راہ میں بکر بنیت فاسد بھگا کر اپنے یہاں لے گیا زید نے نائش زاری کی۔ ہندہ نے بیان کیا زید بھے جائداد کھدینے کو کتنا تھا میں نے نہ لکھی اس نے بین بار کہا میں نے تجھے طلاق دی اور شہادت میں اپنا حقیقی بھائی اور رشتہ کا چچا اور ایک عورت کہ روٹی پکانے پر ہندہ کے یہاں نوکر ہے پیش کرتی ہے اور یہ تینوں شخص جاہل و غیر باہند نما ہیں اس صورت میں طلاق ثابت ہوگی یا نہیں۔ بیوا توجروا۔

الجواب ۱۔ طلاق و نکاح ہم مسلمانوں کے شرعی دینی معاملے ہیں ان کا ثبوت اسی طور پر ہونا لازم جس طرح شریعت مطہرہ میں مقرر فرمایا گیا ہے، شریعت مطہرہ میں پابند نماز ہونا تو معاذ اللہ حد و درجہ کا فسق ہے تارک جماعت کی گواہی سے بھی طلاق ثابت نہیں ہوتی علیگیری میں ہے کل فرض لہ وقت معین كالصلوۃ و الصوم اذا اخر من غیر عذر سقطت عدالتہ اسامیہ ہے اذا ترک الرجل الصلاۃ استخفاً فابالجماعۃ بان لا یستعظم تفویت الجماعت كما یفعلہ العوام او مجانۃ او فسقا لا تجوز شہادۃ اور ان کا جاہل ہونا دوسری وجہ ان کی رد شہادت کی ہے درختار میں ہے لا تقبل شہادۃ الجاہل علی العالم لفسقہ بترک ما یجب تعلمہ فیئذ لا تقبل شہادۃ علی مثله ولا علی غیرہ ولحا کہ تمذیرہ علی ترکہ ذلک شرعاً و العالم من یستخرج المعنی من التركیب کما یحق و ینبغی پھر عورت میں تیسری وجہ اور ہے کہ وہ ہندہ کی نوکر ہے اور نوکر کی گواہی آقا کے حق میں مقبول نہیں درختار میں ہے لا تقبل شہادۃ الاجیر الخاص لمستاجرہ مسانۃ او مشہد

اولیٰ الخادمہ الخاہیں صورت مستفسرہ میں طلاق ثابت نہیں زید و ہندہ بہ ستود زوجہ دزدہ مانے جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از دیاست ٹونک محلہ موخیل وزیر گنج مرسلہ حسن رضا خاں ۲۸ ربیع الاول شریف سنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مسماۃ ہندہ مدعیہ کے شوہر کا انتقال ہو گیا اس نے خسر خاں بہر دینز مدعا علیہ ثانی خاں چڑھاوا و چیز پر تین دعویٰ عدالت شریعت میں پیش کیے۔ ثبوت ہر مدعیہ دعویٰ میں ہشت بیعت قاضی شہادتین شریعیہ بوجہ مدعا علیہم پیش ہوئیں کہ عدالت شرع میں پذیرا و تسلیم ہو چکیں و حصر بھی فریقین سے کر چکی تھی و نیز مدعا علیہم کے بیانات سے بھی اقرار ثابت اذخالی ثبوت سے بعد پانچ ماہ کے ایک مدعا علیہ نے درخواست خلاف شرع پیش کی کہ اب گواہان مدعیہ پر جرح ہے تزکیہ کر دیا جائے و کیل مدعیہ نے بھی عرض بدین خلاصہ پیش کی کہ اب جرح کرنا مدعا علیہ کا اور درخواست تزکیہ کی شرعاً ناجائز ہے جس تزکیہ ایسے وقت میں ایسے معاملہ داد و ستد میں جس کا تذکور بالا ہو چکا ہے بعد پانچ ماہ کے درست ہے یا نہیں، مینواتو جروا۔

الجواب ۱۔ اگر بیان مدعا علیہم سے دعویٰ مدعیہ کا اقرار ثابت ہو لیا جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے جب تو خود واضح کی یہ درخواست جرح گواہان اصلا

قابل سماعت نہیں خود ان کا اقرار ان پر ڈگری ہونے کو کافی مانہ حجتہ شرعیہ یعنی للقضاء علی صاحبہ نکاح المدعی لایکلف باقامة بیئہ بعد اقرار المدعا علیہ و کذا لایکلف باثبات عدالتہم اذکل ذلک صار مستغنی عنہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر یہ اقامت بیئہ مدعا علیہ نے اقرار کر دیا تو اس پر ڈگری بوجہ اقرار ہوگی نہ کہ بوجہ بیئہ فی رد المختار عن البحر الرائق لو اقر بعد البیئہ یقضی بہ کلابعا تو اب گواہوں کی عدالت و عدم عدالت سے کیا بحث رہی بلکہ خود بوجہ اقرار مدعا علیہم پر ڈگری ثابت۔ اور اگر اقرار بوجہ کافی ان کے بیان سے ثابت نہ ہو تو دیکھا جائے کہ قاضی نے گواہوں کا تزکیہ کر لیا یعنی اگر خود ان کی عدالت سے آگاہ تھا تو مزکی محمد سے ان کے عدل جائز الشہادۃ ہونے کی تیئح کر لی تھی یا نہیں اگر کر چکا تھا تو اس حالت میں بھی یہ جرح مجرد کی درخواست محض ناقابل شنوائی ہے کہ بعد تزکیہ جرح مجرد پر گواہی گزری تو وہ بھی نامقبول ہے نہ کہ مدعا علیہ کا بیان۔ در مختار میں ہے لا تقبل الشہادۃ علی جرح مجرود بعد التعدیل اور اگر ہنوز تزکیہ نہ ہوا تھا کہ مدعا علیہم نے یہ درخواست دی تو بلاشبہ قاضی پر واجب کہ یہ درخواست سے اور عدالت شہود کی تحقیقات کرے مگر چہ اولیٰ شہاد کو پیشہ گذر چکے ہوں کہ مرد مدت مانع سوال تزکیہ نہیں اور مذہب مفتی بہ پر یہ تیئح اس زمانہ میں مطلقاً لازم اور بہ طلب طعن مدعا علیہ تو بالاتفاق کی جائے گی در مختار میں ہے لایسأل عن شاهد بلا طعن من المختصر الا فی حد و قود و عندہما یسأل فی اکل ان جعل بحالہم مجر، بہ یعنی رد المختار میں ہے قولہ یسأل ای وجوباً قال فی البحر قال حاصل انہ ان طعن المختصر سأل عنہ فی اکل والا سأل فی الحدود و القصاص و فی غیرہا محل الاختلاف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۔ ۲۰ ربیع الاول سنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو اپنی زندگی و صحت میں بے عرض دین ہر کے اپنی جائداد و منقولہ قیمتی تخمیناً چار سو روپیہ کے دی اور قبضہ کر دیا اب زید مر گیا و رشتہ نے اپنے حصہ کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ جائداد و منقولہ ہے ہندہ نے بیان کیا میرا جہر پانچ سو روپیہ کا تھا اور میرا خاندان زید بے عرض دین ہر کے گواہوں کے رو برو کے قبضہ دے گیا ہے اور شہادت معتبر سے

یعنی دو گواہوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ زید نے ہمارے سامنے بعوض دین ہر کے ہندہ کو جائیداد دی اور قبضہ کرا دیا لیکن تعداد دین ہر کی یاد نہیں کہ کس قدر تھا تو اس صورت میں ہر ہندہ کا وہی سمجھا جائے گا جو زیادتی زندگی میں دے مہر یا ہر مثل لازم آئے گا یا کم از کم ہر دس دم سمجھا جائے گا اور ورنہ بھی اس جائیداد میں حصہ پائیں گے یا نہیں۔ بیوا تو جروا۔

الجواب :- جبکہ دو گواہان عادل شرعی شہادت شرعیہ کاملہ ادا کریں کہ ان کے سامنے یہ مال اور غلام جائیداد اس عورت کو اس کے غلام شوہر نے بعوض دین ہر دی تو یہ گواہی کامل ہے عورت کی ملک بذریعہ خریداری بعوض ہر اس مال و جائیداد میں ثابت ہو گئی و انہوں کا دعویٰ ساقط ہو گا وہی میں بیان مقدار ہر کی کچھ حاجت نہ تھی کہ اس وجہ سے شہادت میں تصور سمجھا جائے نہ اب اس بحث کی کوئی ضرورت کہ ہر کتنا تھا یا کس قدر سمجھا جائے آخر وہ کتنا ہی تھا ذمہ زید سے ساقط ہو گیا اور اس کے بدلے یہ مال و جائیداد ملک ہندہ میں آ گیا رد المحتار میں ہے اشاری الی انہما لو شہدا بالشراء ولم یبتایا الثمن لم تقبل وتمامہ فی البحر وقال الخیر الرطبی فی حاشیئہ علیہ المفہوم من کلامہم فی ہذا الموضع وغیرہ انہ فیما یحتاج نیہ الی القضاء بالثمن لا بد من ذکرہ و ذکر قدرہ وصفہ و مالاً یحتاج فیہ الی القضاء بہ للاحیاجۃ الی ذکرہ اسی میں بسوط سے ہے وان قالوا اقر عندنا انہ باعہما متہ واستوفی الثمن ولم یسمیا الثمن فهو جائز لان الحاجة الی القضاء بالصلک للمدعی دون القضاء بالعقد فقد انتہ حکم العقد باستیفاء الثمن منحة الخالق علی البحر الرائق میں کلام مذکور کے بعد فرمایا ولان الجهالة انما تؤثر لانها تفضی الی منازعة مانعة من التسليم والتسلم الا ترى ان مالاً یحتاج الی قبضہ فجهالتہ لا تضر وهو المصلح عنہ بخلاف ما یحتاج الی قبضہ وهو المصلح فاذا اقر باستیفاء الثمن فلا حاجة هنا الی تسلیم الثمن فجهالتہ لا تمنع القاضی من القضاء بحکم الاقرار او ومن تامل ہذا الکلمت ظهر لہ الحکم فی مسألتنا ہذاہ ظہوراً بیننا والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو عورت قوم طوائف بوجہ آشنائی کسی مرد کے پاس عرصہ دراز تک بغیر ہونے نکاح کے بھانڈا اور ہم صحبت رہی اور پھر اس مرد نے بوجہ مذکور جو بہہ نامہ جائیداد مشترک کا بنام ہر بعوض دین ہر کے اس عورت کے نام لکھ دیا اور اس میں لکھا ہو کہ نکاح میرا ساتھ اس کے ہو گیا ہے تو یہ اقرار و کا بمقابلہ حقد شرعی شخص ثالث کے شرعاً ثبوت ہونے نکاح کا کافی ہے یا نہیں اور شہادت سماعی یا کسی شخص واحد کی کافی ہو سکتی ہے یا نہیں اور شرعاً شہادت کیسی اور کن آدمیوں کے واسطے ثابت ہونے نکاح کے جائز اور معتبر ہوگی اور ایسا بہہ نامہ بھی جائیداد مشترک کا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بیوا تو جروا۔

الجواب :- شہادت شخص واحد کی ثبوت نکاح کے لئے کافی نہیں دومر دیا ایک مرد و دو عورت عادل ہونا چاہئے فی الدر المختار و نصابھا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالاً او غیرہ کتنکاح و طلاق و کالۃ و وصیۃ و استھلال صبی ولو للارث رجلان اور جلد و امرأتان و لزم فی الکل لفظاً شہد لقبولھا والعدالة لوجوبہ اہم ملخصاً اور شہادت سماعی ثبوت نکاح کے لئے کافی ہے جب گواہ یہ کہیں کہ یہ امر ہمارے نزدیک مشہور ہے فیہ ایضاً بل فی العزمیۃ عن الخانیۃ معنی التفسیر

ان يقولوا تشهد نالانا سمعنا من الناس اما لوقال لثناين ذلك ولكنك اشتكر عندنا جازت في الكل وصحة شارح الوصية
 وغيره والله اعلم. اور مردوں کا عرصہ وراثت تک مثل زن دشو ہمانا دم صحبت رہنا عمدہ علامات ثبت نکاح سے ہے فی فتاویٰ قاضی خان
 ولورای رجلا وامرأة یسکنان فی منزل ویبسط کل واحد منهما علی صاحبه کما یکون بین الأزواج حل له ان یشهد
 علی نکاحهما وفی الہدایہ وكذا لورای انسا نا جلس مجلس القضا یدخل علیہ الخصر وحل له ان یشهد علی کونه
 قاضیا ذکذا وادای رجلا وامرأة یسکنان بیتا ویبسط کل واحد الی الآخر انبساط الأزواج اور صرف اقرار مرد
 بھی ثبوت نکاح کے لئے کافی ہے بلکہ اگر بعد اقرار کے منکر ہوا اور عورت اس کی حیات میں یا بعد موت کے تصدیق نکاح کرتے اہم نکاح ثابت
 اور زن مستحق ارث دہر ہے۔ فی العلمگیریۃ رجل اقرانه تزوج فلانة بالف درهم فی صحة او مرض شو محمدہ وصدقته
 فی حیوتہ او بعد موتہ فهو جائز ولها المیراث والمهر الخ اور یہہ البعوض حکم بیع میں ہے مشارع وشرک ہونا ہو ب کا اسکی
 صحت کو مضر نہیں بلکہ حصہ واجب میں ہے صحیح وناقض رہیگا فی الدر المختار اما لوقال وهبتک بكذا فهو بیع ابتداء وانتهاء
 وفيه ایضا ویبطل بیع قن ضم الی حر بخلات بیع قن ضم الی قن غیرہ فیصح بحصته فی عبداہ ملتقطا والله تعالیٰ اعلم
 مسئلہ :- از بی بی پور مسلمہ قاضی نواسی علی صاحب . ۱۳ جمادی الاولی ۱۲۷۰ھ

مسماة کا بیان ہے کہ میرے نکاح کو تخمینا اٹھارہ برس ہوئے مسمیٰ عبد الرحیم کے ساتھ ہوا عرصہ دو ڈھائی ماہ کا ہوا کہ میرے خاوند نے
 یہ دوم تہ کہا کہ تجھکو طلاق ہے کہ جو تو اس بات کو صحیح نہ کرادے بعد اس کے چند شخصوں نے طرین کو سمجھا کر جھگڑا اور کرا دیا پھر دوبارہ کہ عرصہ بارہ
 روز کا ہوا صندوق مجھے میرے خاوند نے مانگا میں نے ان کو منع کیا وہ صندوق مجھے لیتے تھے اور میں نہیں دیتی تھی میرے شوہر نے یہ لفظ
 کہا کہ تجھکو طلاق جو تو کچھ نہ کرادے پھر مجھے کہا کہ تجھکو طلاق ہے تجھکو طلاق ہے اس وقت میں محمد امین اور میری والدہ موجود
 تھیں اور زوج حسین بخش کہ میرے اور ان کے مکان کے درمیان میں ایک دیوار ہے اس پر کھڑی ہوئی تھیں سوائے اس کے اور کوئی موجود نہ تھا
 محمد امین میرے ماموں کا لڑکا ہے اور یہ جھگڑا میری والدہ کے مکان میں ہوا فقط

بیان مسمیٰ عبد الرحیم شوہر مسماة کا یہ ہے کہ میرے نکاح کو عرصہ تخمینا سترہ اٹھارہ برس کے ہوا دس گیارہ ماہ سے
 میں اپنی خسرال میں ہوں میری خوشداس نے کئی مرتبہ یہ کہا کہ تم علوہ چلے جاو پھر عرصہ بارہ روز کا ہوا میں نے کہا کہ میری چیز بست نکال کر باہر
 رکھ دو میں نے صندوق کو ہاتھ لگایا تو ساس ہماری بولی کہ تجھکو صندوق سے کیا تعلق ہے وہ تو اس کے باپ نے اس کو دیا ہے میرے کوئی نہیں ہے جو
 تمہارا مقابلہ کرے اتنے میں محمد امین دوڑ آیا اس نے کہا کہ ہٹ جاؤ صندوق کو مت چھوڑا چھانہیں ہے تمہارے لئے میں نے کہا کہ کیا تم مجھے
 اردگے تو کہا پٹ کر ذلیل ہو کر بیاں سے جاڑ گے پھر میں نے گھر میں اپنے کہا کہ تو ہٹ جااں ان کی بولی تو ہٹ جا تیرے چوٹ نہ لگ جائے وہ ہٹ
 گئی اور چار بائی پر علوہ جا بیٹھی پھر میں نے امین سے کہا کہ کھایا یا پیام کو حرام ہے اور طلاق ہے کہ جو تم اب مجھکو نہ مارو امین نے کہا کہ یہی بات ہے
 پھر میں نے کہا کہ یہی بات ہے کہ تجھکو کھایا یا پیام حرام ہے اور طلاق کہ تم مجھکو نہ مارو چچی سے میں نے کہا کہ اب جو کچھ تم کو کرانا ہے کر دو پھر انھوں
 نے انھوں نے کہا کہ ان کے بہنوئی تاد بخش کو اور بھائی محمد بخش کو اور بھائی محمد طور کو بلاؤ انھوں نے طلاق دی ہے میں کھڑا رہا اتنے میں کھن

دینے گھر میں سے آئے انھوں نے کہا کہ میں نے بھی سنا ہے یہاں تک آؤ اور رہنا تھا کہ تم نے طلاق دی پھر میں نے کہا کہ اور کوئی الزام پکڑو کہ میں کھڑا ہوا ہوں لوگوں کو آنے دو پھر میں نے کہا کہ کس کے سامنے طلاق دی مقابلہ میرا اور تمہارا اور چچی کا ہو رہا تھا یہ طوفان باندھنا اچھا ہیں ہے اتنے میں تاؤ بخش پہلے آئے انھوں نے مجھے کہا کہ کیا وہ ایسا ہی ہے میں نے کہا کچھ وہ ایسا ہی نہیں ہے میں اپنی چسند علیحدہ کر رہا تھا امین میرے مقابلہ کو آیا تھا تو میں اس سے یہ لفظ کہہ رہا تھا انھوں نے اس کا یہ طواری باندھا ہے اور لڑائی کے وقت جو بھشتی دروازہ پر کھڑے تھے اور حسین بخش جھکو بلانے کو گئے تھے اور جو بھی بلاتے رہے میں نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ میری کوئی لڑائی اور جھگڑا نہیں ہے آتا ہوں کلن مجھے عداوت رکھتے ہیں اس کو چار آدمیوں سے دریاقت کر لو فقط۔

بیان والدہ مسماۃ کا یہ ہے کہ میں اپنا کام کرتی تھی دونوں میاں بی بی میں صندوق پر جھگڑا ہو رہا تھا اس کے شوہر نے کہا کہ تجھ کو طلاق جو تو کچھ کر لگزا ہے بعد اس کے اسی وقت تین مرتبہ یہ کہا کہ تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے اس وقت یہاں محمد امین موجود تھا اور حسین بخش کی زوجہ کو میں نے دیوار پر کھڑے ہونے نہیں دیکھا وہ کہتی تھی کہ میں دیوار پر کھڑی تھی اور میرا بھائی کلن کی زوجہ ایک لفظ سن کر آئیں فقط طلاق کا۔

بیان زوجہ حسین بخش کا یہ ہے کہ ان کے گھر میں دونوں میں بہت دیر سے رنج ہو رہا تھا جھکو یہ نہیں معلوم کہ کس بات پر ہو رہا تھا میں اس وقت دیوار پر کھڑی تھی صندوق دونوں کے ہاتھ میں تھا زوجہ یہ کہتی کہ صندوق نہ لجاؤ یہیں کیونکر کھو کر دیکھ لو اور خاوند اس کا یہ کہتا تھا کہ میں صندوق لے جاؤں گا اسی پر اس کے خاوند نے کہا کہ میں نے طلاق دی میں نے طلاق دی میں نے طلاق دی اور اس وقت محمد امین اور والدہ مسماۃ کی موجود تھی فقط بقلم محمد یعقوب علی۔

العبد قاضی فراست علی بقلم خودیہ بیان کیا اور دوبارہ پوچھا گیا تو لفظ میں کی جگہ تجھ کو بیان کیا، میں نے زوجہ حسین بخش کو اولی مرتبہ جب سوال کیا کہ بیان کرو تو جواب اس کے کہا کہ میں نے سنا اور یہ کہا کہ میں کم سنتی ہوں بقلم خودیہ قاضی محمد فراست علی بقلم یعقوب علی، تحریر تاریخ، ۷، ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

بیان محمد امین کا یہ ہے کہ عرصہ آٹھ روز کا ہوا کہ دونوں میں لڑائی ہونے لگی میں نے جا کر ان سے کہا، سستی سے بات کرو جو تم کہو میں ولو اوں بعد اس کے صندوق پر پھینا چھٹی ہونے لگی انھوں نے مارا اس کی ناک میں سے خون نکلا تو صندوق ان کو دیدیا گیا پھر لوٹ پھر ہونے لگی اسی صندوق پر انھوں نے یہ کہا کہ جو کچھ کر لگزا ہے تجھ کو طلاق ہے ایک زبان میں تین دفعہ کہا تجھ کو طلاق ہے اس کے بعد میرے والد آگئے ان سے کہا کہ باہر جاؤ وہاں پر میں تھا اور جو اس وقت کوئی موجود نہ تھا میری پھوپھی تھی اور پھوپھی کی لڑکی تھی فقط۔

بیان کلن پڑوسی کا یہ ہے کہ عرصہ آٹھ روز کا ہوا کہ میں باہر سے اپنے گھر میں سنا کہ شور و غوغا بہت سا مچا ہوا تھا میرے گھر میں ذکر کیا آج عبد الرحیم نے اپنے گھر میں بہت مارا میں نے کہا اس سے مجھے کیا ہے میں روٹی کھانے کو بیٹھ گیا صندوق کے لئے، دونوں میں کھینچا تانی ہو رہی تھی میں نے اپنے گھر میں سنا کہ تجھے طلاق ہے کر لگزا ہے بعد کو تین مرتبہ کہا تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے بعد

میں گیا میں نے کہا کہ اب بھکھو ہا ہوا انہوں نے کہا کہ کیا مجھے مارو گے میں نے کہا کہ مجھے کیا مطلب ہے۔
بیان محمد بخش میرے مکان پر امین گئے اور کہا کہ چھوچی نے بھکھو بلایا ہے کہ عبد الرحیم نے اپنے گھر میں طلاق دی دریا
کیا آن کر کے تو زبانی محمد امین کے اور ان کی والدہ یعنی مسماۃ کے اور مسماۃ سے معلوم ہوا کہ طلاق دی اور کسی کی زبانی نہیں معلوم ہوا
بیان ظہور الدین میرے پاس پہلے پہلے واسطے بلانے کے امین آئے دوبارہ حسین بخش بلانے کو آئے بعد کو پھر امین
آئے اور بیان کیا کہ وہاں سب لوگ جمع ہیں میں گیا تو یہ سب لوگ وہاں موجود تھے وہ دونوں ماں بیٹے مجھے کچھ کہنے لگے لیکن
میں نے ان کو بھرا دیا ان کا حال کچھ سنا نہیں یہ کہہ دیا کہ جو کچھ ہوا وہ ہوا دو چار روز میں اور مکان لے کر جا رہے ہیں لیکن یہ لوگ جو
اول میں بھکھو بلانے آئے تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ طلاق دی ہے۔

بیان قادر بخش میں مسماۃ کے مکان پر گیا تو وہاں پر محمد امین نے اور عبد الرحیم کی خوشدامن نے کہا کہ عبد الرحیم نے طلاق
دی دی میں وہاں خاموش بیٹھا رہا جس وقت کہ بھائی محمد بخش و ظہور الدین آئے تو انہوں نے کہا طلاق کا قصہ اچھا نہیں ہے تم اپنا
کنارہ کرو اور عرصہ چار میں اور مکان لے لو وہاں سے سب چیز خوشی خوشی اٹھا لو۔
بیان شیخ نے یہ سب صاحب بیٹھے تھے محمد بخش و قادر بخش و ظہور الدین ان کے بھائی صاحب محمد بخش کہہ رہے تھے کہ اپنا مکان
لے لو اور اپنی چیز بہت نکال کر لے جاؤ۔

بیان حسین بخش گواہ عبد الرحیم میں یہاں شیخ ظہور الدین کے مکان میں کام کر رہا تھا جو بخش نے مجھے آن کر کہا کہ عبد الرحیم
نے اپنے گھر میں رہا ہے تم جا کر بچا دو میں گیا کہا کہ بھائی یہاں آؤ بات سن جاؤ یہ نہیں آئے میں لوٹ آیا اس کے تھوڑی دیر میں یہ سنا کہ
عبد الرحیم نے طلاق دی میں نے طلاق کا لفظ اپنے بڑے لڑکے سے سنا اور راستہ میں امین بھکھو نے کہا کہ بھائی شیخ ظہور الدین کو بلانے
جاتا ہوں عبد الرحیم نے اپنے گھر میں طلاق دی ہے۔

بیان جو نبھشتی عبد الرحیم میں اور گھر میں لڑائی ہوتی تھی میں عبد الرحیم کو بلاتا رہا کہ عورتوں سے لیا لڑائی لڑتے ہو عبد الرحیم
میرے بلانے سے نہیں آئے اور نہ میں نے کوئی لفظ طلاق کا سنا فقط۔

یہ بیانات میرے روبرو تحریر ہوئے البتہ قاضی و راست علی بقلم خود

بعد سلام مسنون التماس ہے کاغذ ہذا واسطے طلب فتویٰ کے ارسال خدمت ہوتا ہے تصدیق خدمت ہے کہ کل مراتب

مندرجہ بالا ملاحظہ فرما کر فتویٰ طلاق خواہ عدم طلاق کا تحریر فرما کر ابلاغ فرمائیے عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں گے فقط

راقم قاضی محمد فراست علی از بسلیور

الجواب۔ صورت متفسرہ میں گواہیاں محض ناکافی ہیں ان سے طلاق ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی تھے وجوہ کے بیان میں تو

طلاق سننے کا ذکر ہی نہیں اور محمد بخش و ظہور الدین و قادر بخش و حسین بخش اوروں کی زبانی سند بیان کرتے ہیں اور طلاق

ان چیزوں سے نہیں جن میں سنی سنائی پر گواہی مقبول ہو سکے درغما میں ہے لایستھد احد بمالہ یعاینہ بالاجماع اکا

فی عشرة العتق والولاء عند الثاني والمهر على الاصح والنسب والموت والتكاح والدخول وولاية القاضي
واصل الوقت وقيل وشرائطه على المختار كما مر فله الشهادة اذا اخبره بهذه الاشياء من يثق المشاهد به
من خبر جماعة لا يتصور تواطؤهم على الكذب او شهادة عدلين الا في الموت فيكفي العدل ولو انشئ وهو
المختار ومن في يده شئ سوى رقيق يعبر عن نفسه فلك ان تشهد انه له ان وقع في قلبك انه ملكه والا كما
اورد الة سامة كى گواہی پوں مرد وہ ہے کہ وہ مدعیہ کی ماں ہے اور ماں باپ دادا وادی نانا نانی کی گواہی بیٹے بیٹی پوتے پوتی نواسے
نواسی کے لئے اور ان کی ان کے لئے مقبول نہیں۔ در مختار میں ہے لا تقبل من المضرع لاصلہ وان علا و بالعکس للتممة
کلن کی گواہی یوں مرد وہ ہے کہ وہ صاف کہہ رہا ہے کہ میں نے اپنے گھر میں سے عبد الرحیم کو طلاق دیتے سنا اور آڑ میں سے سننے پر
گواہی بعض صورتوں کے سوا ہرگز مقبول نہیں کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے خصوصاً جب گواہ بیان کر دے کہ میں نے آڑ
میں سے سنا تو مطلقاً مرد وہ ہے در مختار میں ہے لا یشہد علی محجب بسماعه منه الا اذا تبین القائل بان لم یکن
فی البیت غیرہ لکن لو فسر لا تقبل در الخ اب نہ رہے مگر محمد بن زوہر حسین بخش قطع نظر اس سے کہ ان کی شہادتوں
میں کتنے ظل شرعی ہیں خصوصاً زوہر حسین بخش کا بیان مضطرب ہے اگر کوئی ظل نہ بھی ہوتا تو صرف ایک مرد اور ایک عورت
کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہو سکتی دو مرد عادل یا ایک مرد و دو عورتیں ثقہ درکار ہیں در مختار میں ہے نصابھا الغیرہ
من الموقوف کنکاح و طلاق رجلان اور رجل وامرأتان۔ مگر یہ ثبوت و عدم ثبوت قاضی و دیگر خلائق کے نزدیک
ہے واقع میں اگر عورت سچی ہے اس کے سامنے اسے تین طلاق دی ہیں تو عورت پر فرض ہے کہ جس طرح جانے اس سے جدا
ہو جائے پھر اگر عدل ہو سکے تو وبال مرد پر ہے یہ الزام سے بری رہے گی جبکہ اس کے پاس رہے ہاتھ لگانے پر سچے دل سے
ناراض ہو اور اپنی حد قدرت تک اس سے بچنے میں ہمیشہ کوشش کرتی رہے والمسئلہ منصوص علیھا فی الدر المختار
ورد المختار وغیرہما من الاسفار اور اگر واقع میں بھی عورت بھوٹی ہے اور یہ جیلہ کر کے اس سے جدا ہو جائے گی تو عمر
بھر گرفتار گناہ عظیم رہے گی اور معاذ اللہ لعنت الہی ولعنت ملائکہ کی مستحق ہوگی کاتفیدہ صحاح الاحادیث واللہ
سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ از ریاست رام پور متصل زیارت شاہ ولی اللہ صاحب مسلہ مولوی ہدایت اللہ خان صاحب ہزی المومنین
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متقیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ ہندہ اور زید و عمر میں ایک زمین کے بابت تخالف ہے
ہندہ کا قول ہے کہ یہ زمین ملک و مقبوض ہندہ ہے۔ زید و عمر میں کہتے ہیں کہ یہ زمین بکر کی تھی اس نے عرصہ تھینا ۵۰ سال
کا گذر کر واسطے قبرستان کے وقف کر دی تھی مگر کسی کو اس کا متولی نہ کیا تھا اور یہ زمین موروثی بکر کی ہے وقف و موروثی ہونے
کی سماعی شہادت زید و عمر کی ہے قابل تحقیق و دریافت یہ امر ہے کہ زید و عمر کی صرف اس قدر سماعی شہادت سے کہ یہ زمین
موروثی بکر کی ہے یہ زمین ملک بکر شرعاً قرار دیک جائے گی یا نہیں بعدہ زید و عمر کی سماعی اس شہادت سے کہ وہ زمین بکر کے وقف

کر دی ہے شرعاً موقوفہ قرار دیا جائے گی یا نہیں جواب اس کا بحوالہ کتاب و مسائل مفتی بہ درج ہو۔ بیوا تو جبروا۔

الجواب :- صورت مستفسرہ میں اگر زیہ و عمر و شرائط شہادت کے جامع اور ان کا بیان جملہ شرائط عامہ و خاصہ کو مستجمع واقع ہو تو زمین تنازعہ فیہا کا قبرستان کے لئے وقف ہونا ثابت ہو جائے گا کہ اصل وقف میں شہادت سماعی ضرور مقبول ہے اور صحت وقف مالکیت واقف پر موقوف تو قبل وقف زمین کا ملوک بکر ہونا ضمن ثبوت وقف میں رنگ پائے گا اگرچہ ابتدا اثبات ملک کے لئے شہادت سماعی کافی نہیں و کمر من شئی یثبیت ضمناً ولا یثبت قصداً کا اخبار مجوسی اتی بلحوان فلانا المسلم ارسلہ الیک بهذا ہدیة لک فانہ یقبل قولہ فی المعاملات والہدایا منھا ثریثت الحل ضمناً وان کان قول الکافر لا یقبل فی الدیانات ومنھا الحل والحرمۃ اصلاً۔ ثمر رأیت بحمد اللہ التعلیل بعین هذا فی تبیین الحقائق للامام الزبلی حیث قال رحمہ اللہ تعالیٰ عین ملکاً بحدودہ ینسب الی فلان بن فلان الفلانی وهو لم یعرفہ بوجہہ ونسبہ ترجاء الذی نسب الیہ الملک وادعی ان الحدود ملکہ علی شخص حل لہ ان یشہد استحساناً لان النسب یثبت بالتسامح فصار الملک معلوماً بالتسامح والملک بالمعانیة ولولو لم یسمع مثل هذا الصانع حقوق الناس لان فیہموا المحبوب ومن لا یبرز اصلاً ولا یتصور ان یراہ متصرفاً فیہ وليس هذا اثبات الملک بالتسامح وانما ہوا اثبات النسب بالتسامح وفی ضمنہ اثبات الملک بہ وهو لا یمتنع وانما یمتنع اثباتہ قصداً مسئلہ کتب میں دو اور اور متون و شروح و فتاویٰ میں مستفیض و آشکار ہے (تویر میں ہے تقبل فیہ الشہادۃ بدون الدعوی والشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ وان صرحوا بہ لالشرايطہ رد المحتار میں ہے فی الملح کل ما یتعلق بصحة الوقف ویوقف علیہ فہو من اصلہ وما لا یتوقف علیہ فہو من الشرايط اسی میں ہے بیان الحجۃ ہو بیان المصروف ویا قی انہ من الاصل لامن الشرايط فالمراد من الشرايط ما یشترطہ الواقف فی کتاب وقفہ لالشرايط التی یتوقف علیہا صحة الوقف کالملک والافراز والتسلیم عند القائل بہ ونحو ذلک مسامرا اول الباب) یہاں واجباً للمحافظ یہ بات ہے کہ وقف پر شہادت شہادت لوجہ اللہ ہے جسے شہادت حسبہ کہتے ہیں اور شاہ حسبہ اگر بلا عذر شرعی ادائے شہادت میں تاخیر کرے مثلاً وقف پر ناجائز قبضہ نار و تصرفات دیکھا کرے اور خاموش رہے پھر کھڑا ہوا اور گواہی دے کہ یہ وقف ہے تو اس کی شہادت مردود ہے کہ وہ اتنے دنوں باطل پر سکوت کرنے اور وقف پر ظلم روا رکھنے سے قاسق ہو گیا اور قاسق کی گواہی قبول نہیں تو اس کی شہادت کا انا ہی اس کی شہادت نہ ماننے کو مستلزم ہے ہاں اگر قاضی ایسی گواہی مان کر قضا کر دے تو ناجائز ہو جائے گی جبکہ اسے ایسی قضا کا اختیار ہو اور اگر مقید و پابند کیا گیا ہے کہ مذہب حنفی صحیح و مفتی بہ کے موافق فیصلہ کرے تو ایسی شہادت کی بنا پر قضا کے قاضی بھی مردود اور فیصلہ واجب الرد ہے کہ ظلاف تقید میں وہ قاضی نہیں بلکہ احد من الرعا یا ہے رد المحتار میں ہے شاہد الحسبۃ اذا اخرجہا بغیر عذر لا تقبل لفسقہ اشباہ عن القنیۃ وقال ابن نجیم فی رسالۃ المود

فما تسمع فيه الشهادة حسبة ومقتضاها ان الشاهد في الوقف كذلك عقود الدرر میں ہے سئل فيما اذ اباع زيد عقاره المعلوم من عمرو وتصرف به عمر ومدة مديدة ورجلان معاينان مشاهدان لذلك كله ومطلعان عليه ويريدان الآن ان يشهد احسبة بان العقار وقف كذا وقد اخرا شهادتهما بلا عذر شرعي ولا تاويل فهل حيث كان الامر كما ذكر لا تقبل شهادتهما **الجواب** شاهد الحسبة اذا اخر شهادته بلا عذر شرعي مع تمكنه من ادائها لا تقبل شهادته كما في الاشياء وغيرها درختار میں ہے (لوقض بشهادة فاسق نفذ) واثرفق (الا ان يمنع منه) اي من القضاء بشهادة الفاسق (الامام فلا) ينفذ لمامرا نه يتأقت ويتقيد بزمان ومكان وحادثة وقول معتد حتى لا ينفذ قضاؤه باقوال ضعيفة ان سب امور كما لما حاضر و ہے ، والله تعالى اعلم۔

مسئلہ از دولت پور ضلع بلند شہر مسد رئیس بشیر محمد خان صاحب ہر شعبان ۱۲۹۰
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں

- (۱) اگر کچھ طبع ناجائز سے کوئی شخص شہادت دیوے تو اس کی شہادت کا اقرار ہوگا یا نہیں۔
- (۲) جو شخص پابند صوم و صلاۃ نہ ہو اور مسکرات کا بھی پابند ہو اپنے شخص کی شہادت شرعاً مانی جا سکتی ہے یا نہیں۔
- (۳) جو اس سالم کے کیا علامات ہیں از روئے شرع شریف کے
- (۴) شہادت شاہد کے واسطے عمر کی قید ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس عمر سے کس عمر تک تاہل شہادت مانا جاگے۔

الجواب (۱) اظہار مسائل سے معلوم ہوا کہ طبع ناجائز سے مراد رشوت ہے ایسی شہادت باطل محض مردود ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الراشی والمرشی فی النار رواہ الطبرانی فی الصغیر عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ہرگز نہیں کہ وہ فاسق ہے اور فاسق کی شہادت مردود ہے قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فلیمنوا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) باتیں مطابقت عقل کے ہوں کام عاقلانہ ہوں کبھی عاقلوں کبھی پاگلوں کے سے قول فعل ذکر سے یہ تصرفات کے لئے ہے اور اگر ایشال شہادت و روایت و قضا و افتاء کے لئے سلامت جو اس مقصود ہو تو یہ بھی ضرور ہے کہ شاہد و راوی کا کیا درجہ صحیح ہو سکتا ہے اور تاہی و منعی کی نہم و فکر ٹھیک ہو درختار میں ہے الشہادة شرطها العقل الكامل والضبط اسکا کی کتاب القضا میں ہے ینبغی ان یکون موقوفا بہ فی عفاہہ وعقلہ وصلاحہ وفہمہ وعلمہ ومثلہ فیمادکر المفق واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) ادائے شہادت کے لئے بالغ ہونا شرط ہے نابالغ کی گواہی معتبر نہیں نہ آنا بواڑھا ہو کہ بوجہ پیرانہ سالی دماغ صحیح نہ رہا

بات یاد رہے کچھ کا کچھ ہے درختار میں ہے لا تقبل من اعمى مطلقاً ومرتد و مملوك و صبي و مغفل و مجنون الا ان يمتلا في السرق و التميز و ادايا بعد الحرية و البلوغ اسی میں ہے شرائط الاداء الضبط الخ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: اذرام پور محلہ مسجد ملا فقیر انون صاحب مرسلہ تشار اللہ خاں ۲۱ شعبان ۱۳۲۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسلم ڈاکٹر نے ایک سرٹیفکیٹ بلوغ عمر کو اس امر کا دریا ہے کہ عمر کی اس دست ۱۸ اور ۱۹ سال کے درمیان میں عمر معلوم ہوتی ہے میری رائے میں اور عمر کے چہرہ وغیرہ سے اس کی عمر ایسی نہیں معلوم ہوتی اب مونچھوں کا آغاز ہوا ہے پس سرٹیفکیٹ ڈاکٹر جو بمنزلہ شہادت کے ہے ایسے زمانہ کی بابت جس میں ڈاکٹر نے مشاہدہ نہیں کیا ہے محض اپنے تیس اور رائے سے اظہار کر رہا ہے اور نسبت اپنی رائے کے ظاہر کرتا ہے کہ رائے کی غلطی ممکن ہے تو ایسی صورت میں یہ شہادت قابل قبول عدالت ہوگی یا نہیں۔

الجواب: اسے شہادت سے کوئی تعلق نہیں نہ اس پر شہادت کی تعریف صادق آتی ہے یہ ایک رائے اور تیس و تخمینہ ہے جس پر اسے خود وثوق نہیں اور اس میں غلطی کا احتمال بتاتا ہے شہادت کی توشان یہ ہے کہ اگر شاہد اپنی آنکھ کی دیکھی ہوئی بات پر گواہی دے اور اس میں نیما علم یا نیما احب کا لفظ ملا دے یعنی میرے خیال میں ایسا ہوا تھا یا میرے علم و یقین میں ایسا ہے تو گواہی رد کر دیکھنے کی گواہ سے اس کا مشاہدہ پوچھا جاتا ہے اس کا علم و یقین نہیں پوچھا جاتا کہ جہاں نہ علم نہ یقین بلکہ خود غلطی کا اقرار، درختار ج ۴ ص ۵۷۳ حتی لو زاد فيما اعلم بطل للشك رد المحتار میں بحر الرائق سے ہے لو قال لفلان علی الف درہم فيما اعلم لا يصح الاقوار ولو قال المعدل هو عدل فيما اعلم لا يكون تعدیلا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۱۔ مسؤلہ سراج الدین حج بھاو پور (پنجاب) ۱۵ شعبان المکرم ۱۳۲۵ھ
بسم اللہ الرحمن الرحیم بنا لخدمت حضرت مولینا جناب مولوی احمد رضا خان صاحب دنیو ضکم
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع تین اس مسئلہ میں کہ آیا مسلمان مرد و عورت کے نکاح کے اثبات میں غیر مسلم کی شہادت پر حصر کرنا جائز ہے حسب ذیل صورتوں میں کس طرح حکم دینا چاہئے۔
(الف) ایک مسلم مرد کا نکاح ایک مسلم عورت کے ساتھ ہو گا وہاں رجاء و قبول میں ایک گواہ یا دونوں گواہ غیر مسلم ہیں آیا نکاح ثابت قرار دیا جاسکتا ہے۔

(ب) انعقاد نکاح کے وقت کی کبھی شہادت ہے۔ لیکن غیر مسلم گواہ بروئے شہرت عامہ اس مسلم کا نکاح سننا بیان کرتے ہیں آیا ایسی صورت میں نکاح ثابت قرار دیا جاسکتا ہے۔ مینو التوجروا۔

الجواب:۔ پہلی صورت میں نکاح ثابت ہو سکتا ہے درختار میں ہے شرط حضور شاہدین مسلمین لکن نکاح مسلمہ نہ دوسری صورت میں مانا جاسکتا ہے درختار میں ہے الشہادة شرطها اللولاية في شرط الاسلام لو المدعي عليه مسلم

اور قاعدہ کیلئے یہ کہ کسی مسلمان مرد خواہ عورت پر نکاح طلاق بیع ہبہ اجارہ وصیت جہاں بھر کے کسی معاملہ میں کافر کی شہادت اصلاح کسی طرح سموع نہیں قال اللہ تعالیٰ ولن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔ از ریاست رام پور مدرسہ جناب امداد حسین صاحب۔ مورخہ ۳ جمادی الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع تین اس مسئلہ میں کہ بشر نے اپنی زوجہ مسماۃ اکبری کی رخصت کا دعویٰ کچھری دیوانی میں مسماۃ اکبری اور اس کی دادی مسماۃ عجوبہ پر کہ جس نے مسماۃ اکبری کو روک لیا تھا کیا مسماۃ اکبری نے باوجود اطلاع کچھری کے جواب دی نہیں کی بلکہ سکوت کیا مسماۃ عجوبہ کچھری میں جوادہ ہوئی اور منکر نکاح ہوئی بشر سے ثبوت نکاح طلب کیا گیا اس نے پانچ گواہ پیش کئے تین گواہوں نے کہ جن کے نام عبدالعزیز۔ میرنجی۔ ننھے ہیں اس امر کی شہادت ادا کی کہ مسماۃ اکبری نے ہمارے سامنے جھٹا چوہری کو اپنے نکاح کے واسطے وکیل کیا جھٹا چوہری نے نکاح بشر کے ساتھ پڑھوایا نکاح ہو گیا اور چندہ میاں اور احسان ہر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ جھٹا چوہری نے ہمارے سامنے مسماۃ اکبری بنت علی حسین کا نکاح بشر ولد منکے ساتھ پڑھوایا اور بشر نے قبول کیا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ گواہان مذکور ہیں یہ اختلاف ہیں کہ ایک نے بیان کیا ہے مسماۃ اکبری پستہ قدمے دوسرے نے لائیا قد بیان کیا ہے ایک نے والان میں ایک نے آنگن میں جوئے ہوئے ہیں نکاح ہونا بیان کیا ہے ایک نے عمر دس بارہ سال اور باقیوں نے عمر بیس اور پچیس سال بیان کی ہے ایسا ان اختلافات کی وجہ سے شہادت قابل قبول ہے یا نہیں اور باوجود سکوت مسماۃ اکبری اور مسماۃ عجوبہ نسبت عمر قابل قبول شرعاً ہے یا نہیں بیوا تو جبر واد۔

الجواب۔۔ یہ باتیں زائد ہیں ان میں اختلاف سے شہادت پر کوئی اثر نہیں پڑتا جبکہ شہود ثقات و عدول و قابل قبول ہوں اور اگر ایسے نہیں اور حاکم نے انہیں ہتم سمجھا اور ایسے اختلافوں کی بنا پر ان کی شہادتیں رد کر دیں تو اسے اس کا اختیار ہے مگر یہ میں محیط سے ہے فی نوادر ابن سماعۃ عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ قال ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا اتھمت فرق بینھم ولا یلتفت الی اختلافھم فی لبس الثیاب وعدد من کان معھم من الرجال والنساء ولا الی اختلاف المواضع بعد ان یکون الشھادۃ علی الاقوال وان کان الشھادۃ علی الافعال فالاختلاف فی المواضع اختلاف فی الشھادۃ قال ابو یوسف اذا اتھمتھم ولایت الریبة فظننت اتھم شھود الزور افرق بینھم واسألھم عن المواضع والثیاب ومن کان معھم فاذا اختلفوا فی ذلك فھذا عندی اختلاف ابطال بہ الشھادۃ کذا فی محیط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔ از ملک بنگال معرفت محمد شجاعت علی خاں طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

برائے شہادت طلاق نادانسی چیت بیوا تو جبر واد۔

الجواب۔۔ اگر طلاق رجعت بتاخر شہادت آتم نشود مگر آنکہ بدانکہ رجعت نکر و عدت گذشت و باز بے نکاح تصرف میخواد آنگاہ تاخیر واد نیست بچیاں اگر طلاق بائن است و بے تجدید نکاح دست از تصرف ندارد و یا منظر است و بے تحمیل بچیاں

نکاح آوردن خواہد اداے شہادت سے دعویٰ بیچ مدعی فرض ست واگر بے عذر تاخیر کند دو دال شہادۃ بود در اثبات است
شاهد الحسبۃ اذا احتر شہادۃ لہ لعیبر عذر لا یقبل لفسقہ کافی القنیۃ ورتقیہ قولے آورده است کہ مدتش پنج روز
ست و صواب آنت کہ مدار بر تاخیر اذقت حاجت ست کم باش بایش کا بدیتہ فی غمز العیون واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔ از ریاست رام پور کے بازقان مسؤلہ غلام حبیب خاں۔ ۱۸/۱۸/۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علما دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر ایک باغ میں نصف نصف کے شریک تھے
زید نے اپنا حصہ نصفی بدست خالد سات سو روپے میں بیچ کیا اور واسطے آٹلاف حق شفعہ بکر کے بیخنامہ میں بجائے سات سو
روپے کے دو ہزار کھائے گئے سات سو روپے نقد رو روئے رجسٹر اربانج کو دی گئی اور نسبت تیرہ سو روپے قیمت غیر واقعی کے یہ
تخریب کیا گیا کہ میں نے مشتری کو معاف گئے جس کا ثبوت سات سو روپے قیمت واقعی کے بیانات گواہان بکر سے بھی ظاہر ہے
پس ایسی صورت میں شرعاً کیا ہونا چاہئے۔ بیخواتو جروا۔

الجواب۔۔ اس میں تین شہادتیں ہیں اگر ان کے بیان اور شرائط کو جائز بھی ہوں تو ان میں دو باقرار خود اداری شخاش
کراتے ہیں اور یہ منق ہے اور فاسق کی شہادت مقبول نہیں قال تعالیٰ ذلک عدل منکو وقال تعالیٰ ممن ترصون من الشہدا
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ انتم و احکم۔

مسئلہ۔۔ از رام پور محلہ گنج مرسلہ محمد یونس صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علما دین و مفتیان شرع متین میں کہ زید کی اور ہندہ کی آپس میں نا اتفاقی ہوئی اس کے دو تین روز کے بعد
ہندہ نے مشہور کیا کہ مجھے طلاق ہو گئی۔ زید نے پوچھا کیسے۔ جواب دیا عرصہ تین ماہ کا ہوا میں بوجہ شراب خواری پر وہ کرتی تھی
اور کہتی تھی کہ ستنے جب آؤں گی شراب چھوڑ دو گے۔ آخر ایک روز آیا اور یہ کہا کہ سائے کر دو میں قسم کھا چکا ہوں دریافت کیا
کیا قسم کھائی ہے تو یہ کہا اگر شراب پیوں تو جو رو طلاق ہے اور تین مرتبہ کہا اور اس تین ماہ کے عرصہ میں سیکڑوں مرتبہ شراب پی
اور تین ماہ تک ہندہ زید سے پاس رہی اور روز ماں باپ کے پاس جاتی رہی اس تین ماہ کے عرصہ میں کچھ نہیں کہا جب نا اتفاقی
ہوئی تو یہ بات مشہور کی ہندہ سے دریافت کیا گیا کہ تم تین ماہ تک زید کے پاس رہیں جب سے تم نے کیوں نہیں کیا ہندہ جواب
دے سکی ہندہ کی ماں نے کہا کہ اسے یاد نہ رہی گواہ ایک ہندہ کی ماں ایک ہندہ کا بھتیجا عمر ۱۳ یا ۱۴ برس اور ایک لڑکا حد متکاڑ
عمر دس سال ہے اس حالت پر طلاق ثابت ہے یا نہیں اور زید قطعی اگرا کرتا ہے نہ میں نے قسم کھائی ہے نہ میں اس بات سے
خبر دار ہوں۔

الجواب۔۔ اگر بی گواہ ہیں تو طلاق ثابت نہیں کہ ماں کی گواہی بیٹی کے لئے معتبر نہ مابالغ کی گواہی سموع ہندہ کا بھتیجا
بھی اگر نابالغ ہے جب تو ایک گواہ بھی نہ ہوا اور اگر وہ بالغ ہے تو ایک ہی گواہ ہوا ہر حال ثبوت نہیں مگر اللہ عزوجل ہر
غیب کا جاننے والا ہے اگر واقع میں اس شخص نے وہ کلمات کہے اور پھر شراب پی تو اللہ کے نزدیک ضرور عورت پر طلاق

ہوگی اور تین بار کہا تو بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور عورت سے جدا ہو جائے اگر وہ نہ مانے اور عورت کو تحقیق صحیح طور پر معلوم ہے کہ زید نے وہ کلمات تین بار کہنے کے بعد پھر شراب پی تو عورت پر فرض ہے کہ جیسے جانے اس سے دور بھاگے اسے اپنے اوپر قابو نہ دے۔ اگر ہنڈہ اپنی کسی کوشش پوری کرے اور اس سے بھاگنے پر قدرت نہ پائے تو گناہ زید پر رہے گا واللہ اعلم۔

مسئلہ۔ ازداد جنگ ملطی کلب گھر مسد شمس الدین بیرا، ۲۵ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ

جناب مولانا صاحب حامی دین تین دام اقبال کم بعد ادائے آداب حضور والا کی خدمت میں عرض کرتا ہوں، انجن اسلامیہ دار جنگ نے یہ فیصلہ کیا ہے حضور کے دولت خانہ کا انصاف ہونا چاہئے انجن نے زبردستی طلاق لکھ دیا اور میرے اوپر ڈگری کر دیا نقل جو میں نے مانجا تو نقل کا مجھے پانچ روپیہ لیا از روئے شرع انصاف فرمائیں۔

الجواب۔ فیصلہ انجن ملاحظہ ہوا۔ اس صورت میں ہرگز طلاق ثابت نہیں انجن نے محض غلط و باطل و خلاف شرع فیصلہ کیا۔ (۱) اس نے بنائے طلاق بیان زن پر رکھی شمس الدین نے اپنی زوجہ حسینہ پر انجن میں درخواست دی تھی کہ اس کے افعال ایسے ہیں میرا انتظام کر دیا جائے عورت نے جواب میں طلاق دینا بیان کیا مجوزوں نے فیصلہ میں لکھا مدعا علیہا کے بیان سے ثابت ہے کہ مدعی نے اپنی بی بی مدعا علیہا کے سامنے اور اختر علی آباد اور میر محمد گواہان مدعا علیہا کے رو برو طلاق مختلف اوقات میں تین دفعہ دیدی ہے انجن نے جسے مدعا علیہا کہا وہ شرع میں مدعیہ ہے کہ طلاق دئے جانے کا دعویٰ کرتی ہے آج تک کسی نے مدعی کے بیان کو اس کے لئے سند مانا ہے فائنی مثل مشہور ہے باطل است انچہ مدعی گویوہ باکل شرع مطہر کے خلاف ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو بیعت الناس بدعواھو لا مدعی ناس دما درجال و اموالھم۔ (۲) اس بناء باطل پر فیصلہ میں لکھا حکم شریعت ہے کہ جب طلاق کے متعلق ایک ذرا بھی ثبوت پہنچ جائے تو پھر کسی صورت میں بھی شریعت زن و شوہر کو باہم زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی ہے یہ محض غلط ہے شریعت نے ایک سے دو طلاق رجعی تک بلا تعلق زن و شوہر کو زندگی بسر کرنے کی اجازت دی ہے اللہ عز و جل قرآن مجید میں فرماتا ہے الطلاق مرتین فامساك بمعروف او تسریح باحسان بلکہ تین طلاق میں بھی یہ کہنا غلط ہے کہ اس کی اجازت کسی صورت میں نہیں۔ صورت حلالہ میں ضرور اجازت ہے قرآن عظیم میں ہے فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ پھر یہاں تین طلاقیوں کا ثبوت ان لینا بھی محض ناواقفی ہے دو گواہ اگر طلاق پر گواہی دیں اور وقت مختلف بتائیں تو اگرچہ یہ اختلاف طلاق میں کہ قول ہے موجب رو شہادت نہیں مگر اس کے یہ معنی ہیں کہ دونوں کی مجموعہ شہادت سے ایک طلاق ثابت ہوگی نہ یہ کہ ہر ایک دو طلاقیں ثابت ہوں گی اور تین گواہ ہوں تو تین طلاقیں ثابت ہو جائیں یہ زابے اصل ہے کہ ان میں سے جدا کسی طلاق پر نصاب شہادت کامل نہ ہوئی اور کوئی طلاق تنہا ایک کی گواہی سے ثابت نہیں ہو سکتی درختار میں ہے نصابھا العیرھا من الحقوق سواہ کان الحق ما کا ۱ وغیرہ کنکاح و طلاق رجلان اور رجل وامرأتان (۳) انجن کے سامنے صرف دو گواہ گزرے ایک پیر محمد خدنگار ہوٹل اوڈینڈ دوسرا اختر علی اسی ہوٹل کا آبدار۔ خدنگار ان ہوٹل جن کے متعلق شراب و خنزیر وغیرہا حرام و نجس اشیاء کا خریدنا بیانا پکانا کھلانا رہتا ہے ہرگز حوالی

شرعی نہیں ہو سکتے اور اگر بالفرض یہ لوگ ثقہ بھی ہوں تو آخر علیٰ خود میں مدعیہ کا باپ ہے اور باپ کی گواہی اولاد کے حق میں مقبول نہیں تو میر محمد کیلارہ گیا اور ایک کی گواہی مقبول نہیں درختار میں ہے لا تقبل (رای الشہادۃ) من الفرع لاصلہ و بالنعکس للہمة بمر الرائق میں ولوالجیر سے ہے تجوز شہادۃ الابن علیٰ بیہ بطلاق امراتہ اذا لم تکن لامہ اولضر تھا لہذا شہادۃ علیٰ بیہ وان کان لامہ اولضر تھا لا تجوز لانہا شہادۃ لامہ الخ وقد بسط الکلام ویظہر بهذا ان هذا هو الصحیح ما یعمد علیہ لشہادۃ مسائل کثیرۃ عن الجامع الکبیر بہ بالجملہ فیصلہ محض بے بنیاد ہے اور طلاق ہرگز ثابت نہ ہوگی ڈگری غلط دیکھی ہاں اگر واقع میں شمس الدین نے حسین کو تین طلاقیں دی ہیں تو عورت اس پر حرام ہو گئی ہے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ اللہ عزوجل جانتا ہے ہر ظاہر و پوشیدہ کو۔ اللہ سے ڈرے اور حق نہ چھپائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔ از ریاست رام پور کو چھ لنگر خانہ برسلہ سراج الدین صاحب آہنگر۔ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع بین اہل اسلام بیچ اس مسئلہ کے ایک عورت نے جو نبات خود اپنے شوہر سے ناراض نہیں ہے اس کا باپ اس کے شوہر سے ناراض ہے اور اس کا باپ چاہتا ہے کہ شوہر اول سے چھڑا کر بجائے دیگر مالدار اس کا عقد کرادے عورت اپنے باپ کے پاس اور اس کے قبضہ میں ہے اس کے باپ نے اس عورت کی طرف سے وکالت دعویٰ باطلہ اثبات طلاق کا عدالت میں دائر کر دیا اس مقدمہ میں بذات خود عورت کا بیان یا اظہار نہیں ہوا ہے شوہر کو دینے طلاق سے قطعاً انکار ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو ہرگز ہرگز طلاق نہیں دی ہے عورت کی طرف سے جو گواہان سموع ہوئے ہیں وہ سب غیر ثقہ اور رشتہ دار اس کے باپ کے ہیں ان کی شہادت مصنوعی و تعلیمی معلوم ہوتی ہے جس کے بابت عدالت نے جس کے رو بروائے اظہارات ہوئے ہیں تحریر کیا ہے کہ ان کے بیان میں وہم صدق بھی نہیں بلکہ گمان غالب کذب ہے شوہر کی طرف سے جو گواہان بطلان دعویٰ طلاق میں پیش ہوئے ہیں وہ آدمی نیک و نمازی اور حاجا اور منترزی اپنی قوم کے چودھری ہیں انھوں نے جو بیانات گفتگوئے صلح باہمی عورت اور اس کے پدر کی زبان کا بعد بہت عرصہ بعد طلاق بیہ کے لکھ لیا ہے اس سے وقوعہ طلاق غلط اور بے وجود ثابت ہوتا ہے اس لحاظ سے حاکم عدالت نے وقوعہ طلاق کو غیر ثابت قرار دیا ہے اب زوجہ کی طرف سے بنا راضی اس حکم کے مراد کیا گیا ہے چونکہ یہ معاملہ نہایت نازک حلت و حرمت کا ہے لہذا حاکم عدالت کو مجال رکھنا فیصلہ حاکم عدالت اول کا اولیٰ ہے یا واقعہ طلاق کو حسب پروکار ان عورت ثابت قرار دینا اولیٰ ہے شرعاً اولویت ہر دو امر سے کس میں ہے جینو تو جروا۔

الجواب۔۔ اس مقدمہ میں نقول تجویزات ابتدائی واپیل نظر سے گذریں جلیل القدر مفتی ذی علم مجوز اول نے اس بنا پر کہ گواہان طلاق عادل نہیں اور حاکم کو ان کی تحریر صدق نہ ہوئی بلکہ وہم صدق بھی نہ ہوا اور ان کے کذب کا ظن غالب ہوا اور ایسے گواہوں میں تا وقتیکہ تحریر صدق نہ ہو ان کی شہادت پر عمل حرام ہے اگر قاضی عمل کرے خود آثم و فاسق و مستحق عدول ہو گا دعویٰ طلاق باطل فرمادیا حکمہ اپیل نے وہ حکم اس بنا پر نسخ کیا کہ شہادتیں عظیم تھیں اور رو بکار ریاست سے ثابت ہے کہ محض اس وجہ پر کہ گواہ مستور ہیں ان کی شہادت کو مسترد نہ کیا جائے گا کہ گواہ کا تزکیہ صرف بذریعہ حلف کافی ہے نیز اس کی یہ تائید پیش کی کہ پدر مدعیہ نے قسم ایسی

بجاء قرآن شریف لڑائی کی مدعا علیہ کچھ نہ بول سکا۔ یہ دونوں جو بیڑوں کا خلاصہ ہے۔ دارالافتاء شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کا ہے حکم اللہ ورسول کے لئے ہے ان الحکماء کا کہ وہ کسی شخص کو جبکہ مسلمان ہو رعیت ہو خواہ حاکم وافر والی ملک ہو خواہ سلطان ہفت کشور حکم خدا ورسول کے حضور اصلاً مجال دم زدن نہیں الاسلام گردن نہادوں نہ کہ گردن کشیدن اللہ عزوجل فرماتا ہے وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امر ان یکون لہما الخیرة من انفسہما ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ذللاً مبیناً کسی مسلمان مرد یا عورت کو نہیں پہنچتا کہ جب اللہ ورسول کوئی حکم فرمادیں تو انہیں اپنا ذاتی کوئی اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ ورسول کی آفرانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑا۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا والرا فضل الصلاة والتحیة شریعت ابدیہ غیر مشوشہ قیامت تک جسکا کوئی حکم بدلانا نہیں جاسکتا سلطان بلکہ سلطان سے بھی بڑھ کر خلیفہ رومی زمین کو اصلاً اختیار نہیں کہ رو بجا یاد دستور العمل اس کے کسی حکم کے خلاف نافذ کریں نہ ہرگز حکام کو حلال ہے کہ ایسے رو بجا رو غیرہ پر عمل کریں نہ ہرگز حاکمان مرادہ کو جائز ہو سکتا ہے کہ ایسے کسی حکم کو برقرار رکھیں مسلمان حاکم یا رئیس یا سلطان کیونکر ان سخت جاگنڈا و عیدوں کو سہو و محو کر سکتے ہیں جو واحد قہار عزوجل نے قرآن عظیم میں من لہم حججکم بما انزل اللہ پر فرمائی ہیں شریعت مطہرہ کے حکم سے (اولاً مفتی محکمہ ابتدائی کا وہ حکم سرے سے قابل اپیل ہی نہ تھا محکمہ رجی پر لازم تھا کہ اپیل سننا ہی نہیں کہ وہ حکم ایک حاکم عالم عادل نے کیا تھا اور ایسے حکم کا مرادہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اس سے یقیناً حکم میں خطائے بین واضح ظاہر واقع ہوئی ہو جس میں اصلاً جاتے تو وہ نہیں یہاں تک کہ اگر اس کا حکم خطا ہونا محتمل و مشکوک ہو جب بھی اپیل سموع تبیں کہ احتمال خطا ظہور خطا نہیں نہ کہ حکم صاف صواب مطابق شرع واقع ہو پھر اپیل کی جائے ایسی اپیل زہار قابل سماعت نہیں مبین الحکام میں ہے القاضی نظر فی احکام غیرہ مختلف فاما العالم العدل فلا یتعرض لاحکامہ بوجہ قال ابو حامد علی القاضی ان لا یتعرض لقصیة امضاها الاول الاعلیٰ وجہ التجبیز لہا ان عرض فیھا عارض بوجہ خصومة فاما علی وجہ الکشف لہا والتعقیب فلا وان سالہ الخصر ذلك وهذا یناجہل حالہ من احکامہ بل وفاق الحق وخالفہ فهذا الوجه الذی نفی عنہ الکشف والتعقیب الا ان یتطرحہ خطابین ظاہر لہ مختلف فیہ وثبت ذلك عندہ فیردہ ویسخرہ عن المحکوم بہ علیہ اکان میں ہے قیام المحکوم علیہ بطلب فسخ المحکوم عنہ ان کان علی القاضی العالم العدل لم تسمع دعواه فواکہ بدریہ پھر غیر العیون قاعدہ اولیٰ نوع ثانی میں ہے قضاء القاضی العدل لا یتعقب ویمثل حالہ علی السداد وختلاف غیرہ ثانیاً گواہوں پر حلف رکھنا اول تو خود ہی پل ہے یہاں تک کہ ہمارے علماء کرام نے فرمایا اگر سلطان قاضیوں کو گواہوں سے حلف لینے کا حکم دے علماء پر فرض ہے کہ اسے نصیحت کریں کہ اسے بادشاہ وہ حکم نہ دے کہ نہ مانیں تو تیرا غضب ہو اور مانیں تو اللہ عزوجل کا غضب۔ اشیاء والنظار ودر مختار میں ہے وهذا نظر الدر امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والافلا اشیاء من القاعدۃ الخامسة و فوائد شتی فلوا مر قضائہ بتحلیف الشہود ووجب علی العطاء ان یتصوحوا ویقولوا لہ لا تکلف.

قضائک الی امریلزم منہ سخطک او سخط الخالق تقالی ولہذا علامہ محقق علی مقدسی نے تہذیب کاکلام آئندہ نقل کر کے رد فرمایا، منہ الخالق میں ہے قال العلامة المقدسی بعد ذکر ما فی التہذیب لا یخفی انہ مخالف لما فی المکتب المعتمدہ دوم بعض متأخرین کہ برخلاف مذہب اس طرف گئے وہ اسے قاضی مجتہد کی رائے پر رکھتے ہیں اور اب صدہا سال سے کوئی قاضی مجتہد نہیں ابوالسعود ازہری پھر طحاوی علی الدر پھر رد المحتار میں ہے نقل عن الصیرفیة جواز التحلیف وهو مفید بسا اذ اذہ انہ اصعب جائز ای بان کان نازی اما اذالہ یکن لہ رای فلا شای میں ہے والمراد بالرای الاجتہاد۔ سوم۔

اس سے بھی قطع نظر ہو تو ان بعض کا برخلاف مذہب اس طرف میل اس ضرورت سے تھا کہ حلف کے سبب حاکم کو ان کے صدق پر غلبہ ظن حاصل ہو پھر میں تہذیب قلاشی سے ہے فی زمانہ ما تعدرت التزکیۃ لغلبۃ الفسق اختار القضاة کما اختار ابن ابی لیلی استخلاف الشہود لغلبۃ الظن ظاہر ہے کہ یہ ان متأخرین کے زمانے تک تھا جب تک جھوٹے حلف سے مستور لوگ پرہیز کرتے تھے خصوصاً پرانے لے۔ اور اس زمانے میں جھوٹے حلف ایک بات ہو گئے لاکھوں کی گنتی پر ہوں گے جو روپے دو روپے بلکہ اس سے بھی کم پر بلکہ نری خاطر دوستی یا فریق ثانی سے ادنیٰ رنجش یا کسی خیف بے معنی غرض کے لئے حلف کے پھینکا اڑاتے ہیں تو وہ ضرورت جس کے لئے مذہب سے عدول ہوتا ہوا صلا منفع نہیں۔ اب یہیں دیکھئے کہ یہ گواہیاں حلفی تھیں اور تجربہ کار دانا ذی علم مجوز کو علیہ وظن صدق در کنار دم صدق بھی نہ ہو بلکہ غلبہ ظن کذب ہی رہا ہر مائل جانتا ہے کہ اب اگر صرف حلف گواہان کو قائم مقام تزکیہ مانا جائے تو ہزاراں ہزار دروازہ ظلم کھل جائیں لوگ چار چار آنے کے دو گواہ حلفی گزار کر مخلوق کی جالداد بجا میں جو روپے چھین لیں وہ فساد کھٹے جن کا بیان ناممکن ہو تو اب اس قول مرجوح بلکہ مخالف اجماع مذہب کے طرف میل باطل محض و خرق اجماع و جہل صرف تو تھا ہی کہ در مختار میں ہے المسکود الفتنی بالقول المرجوح جہل و خرق للاجماع فتح ابواب ظلم و قطع گردن مظلومان بھی ہو گا ولا یرضاه من لد عقل و دین سائل اولویت پوچھتا ہے کہ فیصلہ اول بحال رکھنا اولیٰ ہے یا طلاق ثابت قرار دینا۔ اولویت کسی۔ حاکم رافعہ اولیٰ کہ شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت چاہئے اور حکم الحاکمین جل جلالہ کے دربار میں اپنی حاضری و با زپرس سے ڈرے اس پر لازم فرض ہو گا کہ حکم بھی کو منسوخ اور فیصلہ اولیٰ کو بحال کرے۔ رچا وہ تائید کہ پندرہ عیدہ نے لڑ کر حلف کیا اور مدعا علیہ نہ بولا ایسی بات ہے جسے نہ شرع سے تعلق نہ علم سے لگاؤ۔ پندرہ عیدہ یہاں خود مدعی و مدعی کا حلف اگر سن لیا جائے تو ہر جھوٹا بیعتی اور حق و انصاف کے گلے کا تسمہ نہ لگا رہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو بیعتی الناس بد عواہم لادعی ناس دماء رجال و اموالہم و لکن الیمین علی المدعی علیہ رواہ الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ریاست اسلامی کے حکام پر لازم ہے کہ احکام اسلام ہی کا اتباع کریں اللہ تعالیٰ توفیق سے آمین۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ مسؤل ابو محمد یوسف حسین تسلیم مدرسہ اسلامیہ ساپور ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۳۳ھ شنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہو گیا اس کی بیوی ہندہ اور بھائی عمر موجود ہیں

ہندہ نے جائیداد کا دعویٰ کیا ہے۔ عروہ ثابت کرتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا۔ ہندہ کی طرف سے نکاح نے شہادت دی ہے کہ میں نے نکاح پڑھا ہے اور ہندہ کی بہن فاطمہ نے بھی شہادت دی ہے کہ نکاح ہوا شاہدین انکار کرتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ عروہ کے ملازم ہیں۔ مگر بہت سے لوگ جن سے زید نے اپنے نکاح کا اقرار کیا ہے شہادت دیتے ہیں کہ ہم سے زید نے نکاح کا اقرار کیا ہے ایسی صورت میں ہندہ مستحق جائیداد ہے یا نہیں۔ فتح القدر میں ایک صورت درج ہے جو تحریر کی جاتی ہے ملاحظہ فرمائی جائے اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ شہادت علی اقرار الزوج معتبر ہے۔ واذا حجد احد الزوجین النکاح فاما اصله او شرطه ففی اصله لو حجد الزوج فاقامت بیئته به او علی اقراره قبلت ولا یکون مجوده طلاقاً۔ فتح القدر ص ۱۵۱ مطبوعہ نوکلشور۔ امید کہ جواب براہ کرم جلد مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب۔ نکاح پڑھنے والے کی گواہی مذکور معتبر نہیں لایہا شہادۃ علی فعل نفسه وشہادۃ المروع علی نفسه لا تقبل کما فی الخزانہ وغیرہا اور بہن نہا شاہد ہے بلکہ نصف۔ البتہ اقرار زوج پر اگر وہ شاہد قابل قبول گواہی دیتے ہیں تو کافی ہے کہ وارثان زوج قائم مقام زوج ہیں اور اقرار زوج زوج پر حجت اور اس کے لئے عبارات مذکور فتح القدر کفایت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔۔ از احمد آباد گجرات محلہ چھپان پانچ پھلی مکان چھپان سلطان جی علی جی کوڑے والے مسئلہ پیر زادہ غلام نبی صاحب ۲۱ رمضان ۱۳۹۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ان مسئلوں میں کہ ان دنوں شہر ناگور ضلع جودھپور مارواڑ میں ایک انجن کٹیڈی مدرسہ اسلامیہ حمید یہ کے نام سے مقرر ہوئی جس میں مبران و مشنطان بازار کے بیٹھنے والے مثل دکاندار کفن و خوشبو فروش برائے مردہ و دلال ہیں ان کی شہادت شرع شریف کے نزدیک مقبول ہے یا باطل اور ایسے استحصاں قابل ممبر مدرسہ ہو سکتے ہیں یا نہیں۔۔۔ جینوا تو جبروا۔

الجواب۔۔ ہمارے بلاد میں کوئی پیشہ و صرف کفن فردشی پر قناعت نہیں کرتا بڑا زکیڑا بچتا ہے اسی سے کفن بھی لیا جاتا ہے اسی سے شادی کے کپڑے اسی سے روزانہ پہننے کے یو ہیں کوئی خاص نوع فروش بھی نہیں کا فور وغیرہ عام کاموں کے لئے جن دکانوں سے ملتے ہیں انہیں سے اس کے لئے بھی حاصل کئے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کی شہادت میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہاں دلال کا کام و کلا کی طرح جھوٹ سچ ملانا ہے اور ان کی گواہی ضرور مردود اور انہیں کسی جلسہ دینیہ کا منتظم بنانا نہ چاہئے۔ اسی طرح و کلا و مختار وغیرہم تمام ان لوگوں کو جن کے پیشے یا دیگر افعال علانیہ فسق ہوں جیسے وارھی شڈانا وغیرہ۔ تبیین الحقائق میں ہے لانه فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب القضاء والدعاوے

مسئلہ :- از رام پور ، ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

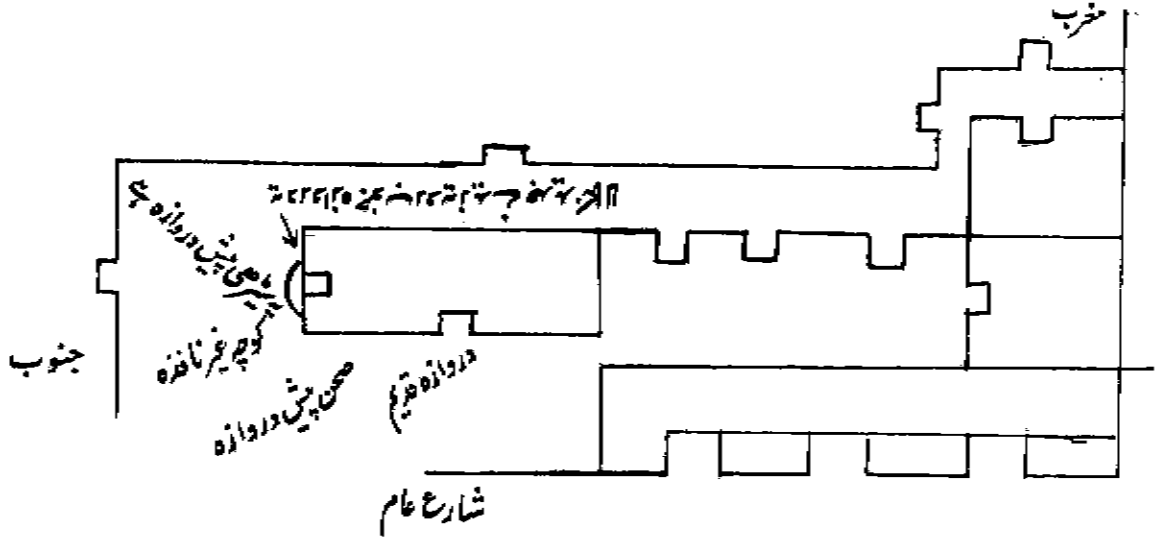
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو لاولد فوت ہوئی بعد وفات ہندو کے زید راہب نے اپنے آپ کو شوہر ہندو ظاہر کرتا ہے اور ثبوت دعویٰ میں دو مرد اور دو عورتیں پیش کرتا ہے مردوں کا یہ بیان ہے کہ ہندو نے جو ہم سے پردہ کرتی تھی پردے کے اندر سے نکاح خواں کو جو باہر بیٹھا تھا اجازت دی کہ میرا نکاح زید کے ساتھ پڑھا دو مسماۃ مکان کے اندر اور ہم سب لوگ صحن میں باہر بیٹھے تھے عورتوں کا یہ بیان ہے کہ ہم مسماۃ ہندو کے قریب بیٹھے تھے مسماۃ متوفیہ نے نکاح کا خود اقرار کیا تھا اس صورت میں دعویٰ زید کا ثابت ہو یا نہیں۔ بیوا تو جروا۔

الجواب :- اگر گواہان مذکور کا بیان صرف اسی قدر ہے جو سائل نے تحریر کیا تو وہ شہادتیں محض ناکافی و بیکار ہیں قطع نظر بہت وجوہ غلطی و نقصان کے دونوں مردوں کی گواہی اثبات زوجیت سے متعلق ہی نہیں زدہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے نکاح ہوا نہ یہی بیان کرتے ہیں کہ وہ اس کی زوجہ تھی بلکہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ ہندو نے فلاں کو اپنے نکاح کا وکیل کیا اس سے اگر ثابت ہوگی تو اسکی وکالت اور وکالت مستلزم وقوع تزویج نہیں نکالا بخفی تو دعویٰ مدعی و بیان گواہان اصلاً مطابق نہیں اور قاعدہ کلیہ ہے کہ ایسی شہادت محض نہیں ہوتی ہے فی الفتاویٰ الہندیۃ والخیریۃ وغیرہما الشہادۃ ان وافقت الدعویٰ قبلت والا کلا رہیں دونوں عورتیں ان کا بیان بھی اگر اور وجوہ غلطی سے سالم مان لیا جائے تو یوں نامقبول ہے کہ نصاب کامل نہیں تھا عورتوں کی گواہی ہرگز مثبت نکاح نہیں ہو سکتی فی الدر المختار نصابہا النیر ہامن الحقوق کنکاح رجلان اور رجل وامرأتان ولا تقبل شہادۃ اربع بلا رجل ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک چھوٹا سا کوچہ غیر نافذہ چند قدم کی مسافت کا جس میں گنتی کے گھر ہیں، شارع عام مغرب کی طرف جا کر شمال پھر مغرب پھر شمال کو گیا اور سربتہ ہو گیا اس کوچہ کے سربتہ زید کا مکان واقع ہے جس کی شرقی دیوار میں شرقی روید دروازہ شارع عام کے قریب ہے اور اس کے آگے چند گز کا صحن جس سے اترتے ہی شارع عام کا کنارہ ہے اس مکان کی جنوبی و مغربی دیوار میں اس کوچہ غیر نافذہ میں ہیں زید نے دیوار جنوبی میں ایک جدید دروازہ کوچہ سربتہ کی طرف نکالا اور اس کے آگے خاص اس راستے کی زمین میں ایک سیرھی دروازہ پر جانے کو بنائی بعض ساکنان کوچہ اس فعل پر ناراض ہیں آیا یہ دروازہ نکالنا اور سیرھی بنانا اسے جائز تھا یا ناجائز

اور وہ اس فعل سے گنہگار ہوا یا نہیں اور اس نے حق غیر میں ناحق تصرف کر کے ظلم کیا یا نہیں اور اس میں شریعی کا کھرد ڈالنا اور دروازے کا بند کر دینا شرعاً اس پر واجب ہے یا نہیں اور ایسے تصرف کے جائز ہونے کے لئے تمام ساکنان کو چہ کی رضامندی چاہئے یا اکثر کی رضا کافی ہے اگرچہ بعض ناراض ہوں۔ بینوا تو جبروا۔



الجواب: بیشک صورت متغیرہ میں زید نے ظلم کیا اور سخت گناہ میں مبتلا ہوا اس کی جنوبی دیوار سے تخم کو چہ تک جو راستہ گیا ہے وہ صرف ان لوگوں کا حق خاص ہے جو اندر رہتے ہیں زید کا اس میں کچھ دعویٰ نہیں اس کا حق مورثانہ اس کی شرقی دیوار سے اوپر اور یعنی شارع عام کی طرف ہے اس کے نیچے یعنی اپنے دروازہ دھن دروازہ کی حد سے اندر اتر کر نیا دروازہ نکالنے کا اسے کوئی استحقاق نہیں تھا وہی امام قاضیخان میں ہے رجل له دار في سكة غير نافذة لها باب اراد ان يفتح لها بابا اخر اسفل من بابها اختلافوا فيه والصحيح انه ليس له ذلك امام خير الدين رثي اساذ صاحب درختار اپنے قتاوی خیرہ میں یہ عمارت خانہ نقل کر کے قرآن میں مثلہ فی کثیر من کتب المذهب اسی میں ہے ونقل فی التارخانیة عن الفتاوی العتابیة انه ليس له ذلك وعليه الفتوی اسی میں ہے المتون علی المنع وهو ظاهر الوایة كما صرح به فی جامع الفصولین فلیکن المعلول علیہ اور خاص راستے کی زمین میں سیڑھی بنانا اور زیادہ ظلم اشد و گناہ عظیم ہے جب دروازہ نکالنا ناجائز ہو حالانکہ وہ اپنی دیوار میں ایک عمارت تھی راستے کی زمین اس میں نہ رہتی تھی تو خاص پرلے حق کی زمین میں تعمیر کیونکر حلال ہو سکتی ہے یہاں تک کہ علماء تصریح فرماتے ہیں اگر اس فعل سے اس کو بچے والوں کا کوئی حرج بھی نہ ہو جب بھی ناجائز ہے یہ ایہ میں ہے لیس لاحد من اهل الدرب الذی لیس بناقدان یشرع کنیفها ولا میزبا الا باذنهم لانها مملوكة لهم ولھذا وجبت الشفعة لهم علی کل حال فلا يجوز التصرف اضر بهما ولا یضر الا باذنهم ودرختار میں ہے فی غیر النافذ لا يجوز ان یتصرف باحدان مطلقا اضر بهما ولا الا باذنهم اور اس قسم کا تصرف جائز ہونے کو ایک ایک ساکن کو چہ کی رضامندی درکار ہے اکثر کی رضا ہرگز کافی

ہیں یہاں تک کہ اگر سو میں ایک بھی ناراض ہے تو ہرگز جواز نہیں حتیٰ کہ اگر سب نے راضی ہو کر اجازت دیدی پھر ان میں ایک نے اپنا مکان بیچ ڈالا تو اب مشتری کو اختیار ہے کہ مزاحمت کرے اور نازلہ کرادے اگرچہ پہلے سب اہل کوچہ راضی ہو چکے تھے، روا لہذا میں ہے قولہ الاباذنہم ای کلہم حتی مشتری من احدہم بعد الاذن لمانی الخانیۃ رجل احدث بناء وعزفۃ علی سکتۃ غیر نافذۃ ورضی بها اهل السکتۃ فجاء رجل من غیر اہلہا واشتری دارا متھا کان للمشتری ان یا مرصاحب الغزفۃ برفعہا ہا سا حمانی بالجلد زید پر شرعاً واجب ہے کہ فوراً اس دروازے کو بند کر کے بطور قدیم دیوار کر لے اور سیرٹھی کا نام و نشان باقی نہ رکھے ورنہ سخت وعید شدیدہ کا مستحق ہو گا صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اخذ من الارض شیئاً بغير حقہ خسف بہ یوم القیامۃ الی سبعۃ ارضین جو کسی قدر زمین ناحق لے لے قیامت کے دن زمین کے ساتویں طبقے تک دھنسا دیا جائے گا۔ علم بن حارث سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من اخذ من طریق المسلمین شیئاً جاء یوم القیامۃ یحملہ من سبعۃ ارضین یعنی جو شخص مسلمانوں کے راستے میں سے ایک باشت بھر دالے قیامت کے دن وہ زمین وہاں سے لے کر ساتویں طبقے تک اٹھا کر اس کی گردن پر رکھی جائے گی اور اسی طرح خدا کے حضور حاضر ہو گا واللہ تعالیٰ اعلم الخیار والطبری باسناد حسن زید کو چاہئے من دو من ڈھیلے گردن پر چنوا کر دیکھئے اگر نہ اٹھ سکیں تو سمجھ لیں کہ ساتویں طبقے کا اتنا ٹکڑا کیوں ٹکڑا اٹھا کر چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نیک تو نیک عطا فرمائے آمین۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلمو وعلیہ السلام جلد ۱۰۰۰ ح ۱۰۰۰
مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین زاد ہم اللہ شرفاً اس صورت میں کہ سماء راحت النساء ہمیشہ محمد عیوض علی خاں کی میرا رشید علی کے نکاح میں اور سماء ہر النساء ہمیشہ میرا رشید علی کی محمد عیوض علی خاں کے نکاح میں تھیں ہر دو زوج و زوجات نے بدون ادائے دین ہر کے وفات پائی اب ورثہ ہر دو زوجات دین ہر ان کا ان کے شوہروں کے متروک سے طلب کرتے ہیں ورنہ سماء راحت النساء ہمیشہ محمد عیوض علی خاں فریق مقابل سے کہتے ہیں کہ دین ہر ہماری مورثہ کا تمہارے مورثہ پر اور تمہاری مورثہ کا ہمارے مورثہ پر ہے اول ان دونوں ہروں کا باہم معاوضہ اور مبادلہ کر لیا جاوے بعد معاوضہ اور مبادلہ کے جس فریق کے جس قدر باقی نکلے وہ نقداً ادا کی جاوے اور جو نقداً ادا نہ ہو سکے تو جائیداد باقی دار سے مطالبہ کیا جاوے در جواب اس کے ورنہ سماء ہر النساء ہمیشہ میرا رشید علی کہتے ہیں کہ جو جائیداد محمد عیوض علی خاں پر عیوض دین ہر اپنے مورثہ کی ہم نے قبضہ کر لیا ہے ہم وہی جائیداد دیں گے اور مقابلہ اور معاوضہ دین بال دین نہیں کریں گے دریں صورت اذرو سے شرع شریفین حتیٰ بجانب کس فریق کے ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب۔ جس حالت میں ہر زلفہ ہے اور جائیداد اس کی جنس سے نہیں ہیں ورنہ ہر النساء جائیداد پر قابض ہونے سے بے رضائے ورنہ راحت النساء اس کے مالک نہ ہو گئے ہر دو ہر باہم مقاصد ہو کر اگر ایک کا ہر زلفہ ہو باقی کی نسبت دوسری صورت

کے ورثہ کو اختیار ہے خواہ زر نقدین یا جائیداد سے اور اگر میں فی بحث الدین من الاشباہ والنظائر والیفاؤہ واستیفاؤہ
لا یكون الا بطریق المخاصة عند ابی حنیفة رحمہ اللہ الخ و فی بحث الملک منہ والوارث استخلاص التركة بقضاء
الدین ولو مستغرقا قال العلامة الحموی تحت قوله ولا ینفذ بیع الوارث التركة المستغرقة بالدین وأما بیعہ
القاضی اقول ینبغی ان یتكون البیع بحضرة الورثة لما نهر من حق امساكها وقضاء الدین من مال المورث والله تعالی
اعلم بالصواب والیہ تعالی المرجع والمآب

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اپنے آپ کو بنت علی اور دختر زید کہاں اور تمام
کاغذات میں اور دستاویزات میں ہمیشہ اپنا حسب یوہیں لکھا اور زینب باوجود سکونت یک شہر و یک محلہ و موافقت ساہا سال
ہندہ کی کہ دونوں اسی حال پر سن رسیدہ ہو گئیں اپنے آپ کو کچھ بول النسب کہتی اور کاغذات میں بنت نامعلوم لکھتی اس بنا پر جب
زینب نے سمجھا کہ اب فوت قریب آئی اور میرے کوئی وارث شرعی نہیں ہے چہاں نومبر ۱۸۶۵ء کو ہندہ و اولاد ہندہ کے روبرو
اپنی کل جائیداد کی وصیت اپنی دختر علی اور خمار سہراہ کار کے نام کر دی اور لکھ دیا کہ یہی دونوں بعد میرے میری کل جائیداد کے مالک
دارث ہوں گے اس وصیت و تکمیل وصیت کے چند عرصہ بعد زینب نے بتاریخ ۱۹ فروری ۱۸۶۷ء قضا کی اس کے انتقال کرتے
ہی ایک شخص انجمن نے براہ غصب اس تمام جائیداد پر قبضہ کر لیا موصی لہا نے برہائے وصیت و دعویٰ کیا کہ بعد نتیجہ تمام وہ وصیت حکم شرع
قوائے علم سے صحیح و نافذ تمام و لازم قرار پا کر ۱۱ جنوری ۱۸۶۳ء کو حکام وقت کے یہاں سے وہ جائیداد موصی لہا کو مل گئی یہ سب واقعات
ہندہ و اولاد ہندہ کے روبرو ہوئے لیکن کسی نے ترکہ زینب پر دعویٰ نہ کیا نہ اپنا کچھ استحقاق بتایا اور اس سے پہلے ماہ جون ۱۸۶۶ء
میں حکام وقت کی طرف سے جائیداد کو لاوارثی قرار دے کر دعویٰ ہی ہوا کہ حکم بالا سے اسی بنا پر کہ پہلے سے کیوں نہ کہا تھا خائن ہو گیا
اس تحقیق و نتیجہ اور لاوارثی ٹھہرنے اور دعویٰ دائر ہونے کے وقت بھی ہندہ اور اولاد ہندہ نے خبر نہ لی نہ اپنی وراثت کا ادعا کیا
جب موصی لہا کو جائیداد ملی انھوں نے فوراً اس میں تصرفات مالکانہ شروع کر دئے نصف جائیداد تو اسی وقت ایک شخص کو بیرونی مقدمہ
کے عوض میں دی کہ اس نے اوروں کے ہاتھ بیچ کر سب برابر کر دی نصف باقی ماندہ پر بلا سزا عت منازع خود قابض و متصرف رہی بلا
مزاحم اس کے تحصیل تشخیص کرتے اور اپنے صرف خاص میں لاتے اور ان سب امور پر بھی ہندہ و اولاد ہندہ کو خوب اطلاع تھی کہ وہ
سب اسی شہر میں حاضر و موجود تھے نہ قائب و معقود بلکہ اسی عرصہ میں موصی لہا نے اس نصف باقی ماندہ سے بھی چند وہبات بیچ
ڈالی کہ اب معدود باقی ہیں اور جب سے مشتربان تصرفات مالکانہ کرتے ہیں ہندہ و اولاد ہندہ نے تصرف بیع و انتقال کے وقت
بھی کبھی دعویٰ نہ کیا یہاں تک کہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو ہندہ فوت ہو گئی ورثہ ہندہ اس کے مرے پر بھی دو سال سے زیادہ تک
محض ساکت رہے اب باغوائے بعض مردان ۱۹ فروری ۱۸۶۷ء کو موصی لہا پر بریں بنا دعویٰ دائر کیا کہ زینب موصیہ اور مدعیوں
کی اس ہندہ دونوں حقیقی نہیں تھیں ہندہ زینب کی وارث ہوئی اور ہم ہندہ کے ورثہ ہیں اور اظہار کرتے ہیں کہ ہندہ زینب کو بیٹی

ہن کہتی ہے اور شاید بعض دستاویزیں بتائیں کہ ان میں ہندہ بہن اور ہم ہمیشہ زادہ لکھے گئے آیا یہ دعویٰ ان کا شرعاً قابل سماعت ہے یا نہیں
بیہوا تو جبروا۔

الجواب :- دعویٰ مدعیان ہرگز قابل سماعت نہیں نہ کوئی ٹکڑا جائیداد کا موصلی لہاسے انھیں دلایا جائے نہ اب اس وصیت کے
نفاذ و لزوم میں کلام ہو سکے ہندہ و درتائے ہندہ کا اس مدت میں تک سکوت اور باوصف ان واقعات مختلفہ و غیر و دار و کشکش سا لہا
سال و تصرفات و بیع و انتقال کے مطلق تعرض نہ کرنا قرینہ واضح ہے کہ یہ دعویٰ ان کا محض کمر توڑ ویر و تلبیس فریب ہے ہمارے ائمہ اصحاب
متون و شروح و فتاویٰ تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک جائیداد میں کوئی شخص ایک مدت تک خود تصرفات الکا نہ کرتا رہے یا وہ بیع خواہ بہ
خواہ اور طرح سے دوسرے کو تملیک کر دے اور وہ دوسرا ایک زمانہ تک اس میں متصرف رہے پھر ایک مدعی عاقل بالغ جو اسی شہر
میں موجود اور ان حالات پر مطلع ہو اور اب تک ارجاع دعویٰ سے کوئی عذر معقول قابل قبول اسے مانع نہ ہو دعویٰ کرنے لگے یہ جائیداد
میری ملک ہے اب وہ دعویٰ بھت میراث ہو خواہ کسی دوسرے سبب سے ہرگز نہ سنا جائیگا اور اس کا ان تصرفات کے وقت خاموش
رہنا اپنی بھت اور متصرف کے مالکیت کا صریح اقرار قرار پائے گا۔ فی فتاویٰ العلامة المرحوم سیدی محمد بن عبد اللہ العزلی
التمرتاشی مصنف تنویر الابصار سئل عن رجل له بیت فی دار یسکنہ مدۃ

مزیدۃ علی ثلاث سنوٰت
وله جار مجانبہ والرجل المذكور یتصرف فی البیت المزبورہ مدۃ عمارۃ مع اطلاق جارہ علی تصرفہ فی المدۃ
المذکورۃ فهل اذا ادعی البیت او بعضہ بعد ما ذکر من تصرف الرجل المذكور فی البیت ہد ما و بناؤ فی المدۃ
المذکورۃ تسمع دعواہ ام لا اجاب لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتویٰ انتھی و فی فتاویٰ الفاضل المحقق خیر الملمۃ
والمدین الرطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سئل فی رجل اشتوی من آخر ستۃ اذرع من ارض بید البائع و بنی بہا
بناء و تصرف فیہ ثمر بعدہ ادعی رجل علی الثانی المذكور ان لہ ثلاثۃ قرار یط و نصف قیراط فی البیع المذكور
ارتاعن امہ و بید ہدمہ و الحال ان امہ نظرت یتصرف بالبناء و الانتفاع المذكورین هل لہ ذلك ام
لا و هل تسمع دعواہ مع تصرف المشتوی و ورثہ ابنہ لہ و اطلاقہا علی الشراء المذكور و التصرف المزبور
مدۃ مدیدۃ ام لا اجاب لا تسمع دعواہ و الحال ما نص اعلاہ فان علماء و اتصوا فی متونہم و شروحوہم و فتاویہم
ان تصرف المشتوی فی البیع مع اطلاق الحضور ولو کان اجنبیا بجمو البناء و الغرس و الزرع ینعہ من سماع
الدعویٰ قال صاحب المنظومۃ اتفق اساتذنا علی انه لا تسمع دعواہ و یجعل سکوتہ رضی للبیع قطعاً للتزویر
والاطلاع و الجیل و التلبیس و جعل الحضور و ترک المنازعة اقراراً بانہ ملک البائع و قال فی جامع الفتاویٰ
و ذکر فی منیۃ الفقہاء رای غیرہ باع عروضا فقبض المشتوی و هو ساکت و ترک منازعۃ فہو اقرار منہ
بانہ ملک البائع انتھی و فیہا سئل فی رجل تلقی بیعاً عن والدہ و تصرف فیہ كما کان والدہ من غیر متنازع
ولامدافع مدۃ تنوف عن حسین سنۃ و الآن بورجماعۃ یدعون ان البیت لجدہم الاعلیٰ فهل تسمع

دعوتہم مع اطلاقہم علی التصرف المذكور واطلاع اہلہم و عدم ما
الدعویٰ وینہما عن البزاریۃ علیہ الفتویٰ قطعاً للاطماع الفاسدۃ و فی
رجل تصرف زماناً فی ارض ورجل اخر رأی الارض و التصرف و لو یدع
ولده فتترك علی ید المتصرف لان الحال شاهد انھی و فی الخیریۃ و
الطلبی المصری و فی الدر المختار اذا سکت الجار وقت البیع التسلیم و
لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتویٰ قطعاً للاطماع الفاسدۃ انھی قال
رحمة اللہ تعالیٰ علیہ فی الحاشیۃ قوله اذا سکت الجار وغیرہ من ال
لانہ مظنۃ انہ فی حکم القریب والزوجة قوله وقت البیع والت
الرمی السابق وقد علمت ان البیع غیر قید بل مجرد السکوت عند ال
قوله زرعاً و بناء المراد بہ کل تصرف لا یطلق الا للمالك فینہما من قب
الاجنبی ولو جار رملی و فی الخیریۃ وقد کثر افتاء الحنفیۃ من عد
المذکور لا اشتراکھا فی العلم والعلة الموجبة بعدم سماع دعوا
علی ما علیہ الفتویٰ قطع الاطماع الفاسدۃ وسد باب التزویر و
والاجنبی الخ و فی العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ ثرا
ان البیع غیر قید بالنسبة الی الاجنبی ولو جار اہل مجرد الاطلا
فینہما بعد نقل فتویٰ العلامة العززی كما ذکرناھا فانظر کیف انفی
مع عدم سبق البیع وبدون معنی خمس عشرة سنة او اکثر
تری و فیہما و لیس ایضاً مبیناً علی المنع السلطانی کافی المسئلة الا
سماع الدعویٰ خمس عشرة سنة وهو مثال للمنفی لا للنفی ثور قال
كما رأیت فاعتنوا بجزء هذه المسئلة فانه مفردات هذا الكتاب
من مسائل شتی مجرد السکوت عند الاطلاع علی التصرف مانع وال
اماد دعویٰ الاجنبی ولو جار ا فلا ید فی منعھا من السکوت بعد الاط
بمدة الحدیث من آخر کتاب الوقف لیس لہذا مدة محددة و
سنة اذا ترکت بلا عذر فذالك فی غیر هذه الصورة الخ قال الف

عہ راہ

زندہ ہوتی اور وہ خود دعویٰ کرتی تو اس کی بھی
بہن تھی اور ہم اس کے ہمیشہ زادے اور وہ خوا
قبضہ میں رکھی جائے گی فی الفتاویٰ الخیر
دعویٰہا و ما منع المورث فی مثلہ من
سمیع دعویٰ وارثہ بعدہ کما فی البزازی
مسئلہ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور
مشترک بھہ مساوی البسوة حقیقت زمیندار
پائی بھم النساء زوجہ و صدق النساء مادرو نظماً
چھوڑے تاریخ ۱۵ اربابہ مذکور کو صدق النساء
۱۸۵۳ء کو کریم الدین نے قضا کی مسماۃ بیگم ز
متوفی ہوئے مگر تمام حقیقت دیہہ مذکور پر
ناش نغم النساء کی تقیماً علیہ ہو گئے او
میں اول مسماۃ بیگم مر می اس کی وارث صرف
بانٹنا رہی باقی دین ہر میں ہوگان کے قبض
نما اللہ عم حقیقی متوفیہ بحق عصوبت ہو
آدی جاڈاوسے او او گیا باوجود بیباق
قربان علی مذکور اور بھائی رتھ کے فروخت کر
مطالبہ مذکور تاریخ ۲۰ مارچ ۱۸۸۵ء کو
دارشان نظام النساء نے کل حق حقوق اپنا
دیوانی میں دائر کر کے ڈگریات اثبات حق
حصہ وار حاصل کیں بعد اس کے مسماۃ کزینہ
کنیز شیریں سے اپنے حقیقی بھائی عاشق علی
متجانب کنیز شیریں بدیں بیان رجوع کی۔
کور سزی حصہ لے مدعا علیہا کو یہ ہڈ رہے کہ

تسماً بیگم کے ۳ سوہ، بسوئی اور مردوخ کی بخش مدعا علیہا کو ۵ سوہ، بسوئی بیٹے تو جملہ حصہ داران کل حقوق اپنے فروخت کر ڈالے بقائم مقامی نیکے شریان مالک
 ہیں۔ اور بوجہ عدم شمول مسماة نظام النساء کے تقسیم و نیز بیع منجانب نجم النساء و نیز مسماة کنیز شیریں کے جہاں تک حصہ شرعی شریب
 مدعا علیہا ہے کالعدم ہے اور بیع مستلزم تفریق حصص باطل ہے فقط بوجہ بات معروضہ بالا کے شرعاً دعویٰ اجرائے تو ریث مدعیہ
 نسبت ۳ سوہ مقبوضہ الہی بیگم مدعا علیہا کے قابل قبول ہے یا نہیں اور عذر مدعا علیہا کس قدر قابل لحاظ ہے، بحوالہ کتب مینواتر و
الجواب۔ صورت مستفسرہ میں کنیز شیریں کا دعویٰ محض باطل و بے بنیاد ہے اس مسئلہ کی تحقیق میں چند امور تفتیح طلب جنگا
 حکم معلوم ہونے کے بعد حکم باذن اللہ تعالیٰ خود ہی منکشف ہو جائے گا (۱) پانچ پانچ سوہ کی تقسیم کہ نجم النساء نے کرائی صحیح ہے جس کے
 سبب ترک وجیہ الدین میں حصہ کنیز شیریں صرف اسی پٹی سے متعلق ہے جو نجم النساء کے ہاتھ میں تھی یا باطل اور اس کا حق دونوں
 پٹیوں میں شائع (۲) بائعان و غیر بائعان جملہ ورثہ کے حصص متروکات میں کس کس قدر ہیں (۳) بیعین کہ نجم النساء و بیگم و کنیز
 شیریں و نیلام کنندگان نے کیں کمانتک اثر رکھتی ہیں جس سے ظاہر ہو کہ شریوں کے ہاتھ میں کئی حقیقتیں اثر بیع سے محفوظ و قابل
 دعویٰ و ارثان ہیں (۴) ان محفوظ حقیقتوں میں رسد ہی حصے کے حساب سے کنیز شیریں و الہی بیگم کا حق کس نسبت سے ہے
 (۵) شرکت ملک میں ایک شریک کو دوسرے کے حق سے کتنا تعلق ہے۔ باقی رہا یہ کہ نجم النساء و بیگم و کنیز شیریں کی بیعیں کیا
 حالت رکھتی ہے اور شریوں کو بوجہ تفریق صفحہ کیا کیا اختیار حاصل اور اس کے سوا اور امور متعلقہ معاملہ سے تعرض نہ کر دنگا
 کہ یہ باتیں اس مسئلہ میں زیر بحث نہیں۔ اب بتو فیق اللہ تعالیٰ ہر ام کا جواب لے لے۔ تفسیر جو مذکور محض باطل و بے اثر ہے اولاً
 نظام النساء اس میں شریک نہ کی گئی ہا یہ میں ہے ظہر شریک ثالث لهما والقسمة بدون رضا باطلہ ثانیاً ظاہر ہے
 کہ نظام النساء کا حق وجیہ الدین و کریم الدین دونوں کے ترک میں بوجہ شیوع تھا تو الہی بیگم کو بوجہ شر اس کے ورثہ کے قائم مقام
 ہوئی دونوں حصص میں استحقاق شائع رکھتی ہے اور ایسا استحقاق بالاجماع باعث انتقاض تقسیم ہوتا ہے ملگیری میں ہے
 ان استحقاق جزء شائع من النصیبین انتقضت القسمة پس ظاہر ہوا کہ یہ پٹیاں محض نامعتبر ہیں اور ترک میں وراثت
 خواہ شرعاً ہوتے حقدار ہیں سب کا حق بدستور مجموعہ ۱ سوہ میں شائع ہوا تک کہ جو ذرہ زمین لے لے اس میں سب کا استحقاق حصہ
 رسد ہے فان هذا هو معنی الشیوع کا نصو علیہ قاطبہ۔ تفصیل حصص وجیہ الدین جس کا ترک صورت مذکورہ میں

۹۶ سے منقسم ہو کر یوں بنا ۲۴ نظام النساء کنیز شیریں کا ۶۴ کا ۱۵ بظہر بالترخیص اس کے پانچ سوہ کی تقسیم یہ ہوئی ۵ سوہ ۵ سوہ الیٰ
 نظام النساء ۳ سوہ ۹ سوہ الیٰ ۱۵ پکوانی کنیز شیریں ۴ پکوانی اور کریم الدین جس کا ترک آٹھ سے تقسیم پاکریوں پنچا بیگم کنیز شیریں ۴
 نظام النساء اس کے پانچ سوہ یوں منقسم ہوئے ۱۰ سوہ الیٰ ۱۰ پکوانی کنیز شیریں ۱۰ سوہ الیٰ ۱۰ سوہ الیٰ ۱۰ پکوانی یہاں
 سے ظاہر ہے کہ ترک وجیہ الدین میں حصہ نظام النساء ۳ سوہ ۱۰ سوہ الیٰ گمان کرنا غلط تھا جس میں اس کے حق شرعی سے ۴ پکوانی کی
 زیادتی اور کنیز شیریں کے حق میں اسی قدر کی کمی کی گئی۔ بیع ہر شخص کی اپنی ہی ملک میں نافذ ہوتی ہے اور بیع ملک غیرے اذن غیر اجازت
 غیر پر موقوف رہتی ہے اگر نہ جائز رکھے باطل ہو جائے تناوی امام قاضی خان میں ہے اذا باع الرجل مال الغير عندنا يتوقف

البيع على اجازة المالك اور مجرد سکوٹ یعنی بیع کی خبر مانا اور خاموش رہنا اجازت نہیں، عکبری میں ہے بلع المالك ان فضوليا باع
ملکہ فکت لا یكون اجازة اور بعد موت مالک اس کے ورثہ جائز نہیں کر سکے فتاویٰ خانہ میں ہے اذ اعات المالك لا یفتد بل اجازة
الوارث بس نغم النساء و بیگم و کینز شیریں کی بیعیں اگر نافذ ہوئیں تو صرف انھیں کے حصوں یعنی بسوہ ۵ بسوہ ۱۲ بسوہ ۱۰ کچھ انسی ۲ بسوہ
۱۰ بسوہ انسی میں ہوئیں عکبری میں ہے بعد بین رجلیں غصہ احدہما من صاحبہ فباعہ بالف درہم و دفعہ الی المشتري
جازا لیبیع فی حصتہ اور بیع نیلام کا غیر نافذ ہونا تو ظہر من الشمس کہ جب نغم النساء اپنا حصہ بہت بیگم زدہ قربان علی بیچ چکی تھی تو اب
جائزہ میں اس کا کیا باقی تھا جو اس کے قرضہ میں نیلام کیا جاتا ہر حال نفاذ بیع انھیں تین حصوں یعنی مجموعہ ۱۰ بسوہ سے ۲ بسوہ ۴ بسوہ انسی
۱۰ کچھ انسی تک محدود ہے باقی ۵ بسوہ ۱۲ بسوہ انسی ۱۰ کچھ انسی نفاذ بیع سے محفوظ ہیں۔ دونوں ترکوں میں حصہ نظام النساء کی محفوظی تو ظاہر خواہ
بیعیں اس کی حیات میں ہوئیں یا بعد کہ بر تقدیر اول اس کے بے اجازت و سے انتقال کرنے اور بر تقدیر ثانی اس بیع نے جو مالکوں یعنی محمد
عوض و کریم بخش نے بہت الٹی بیگم کی الگی سب بیعوں کو جہاں تک ان کے حصوں سے متعلق تھیں باطل کر دیا، رد المحتار میں ہے فی البریة
من القاعدی طو و البات یبطل الموقوف اذا حدث یغیر من یا بشر الموقوف کما اذا باع المالك ما باعہ الفضولی
من غیر الفضولی ولو من اشتری من الفضولی او ملخصا تو مجموعہ ۱۰ بسوہ سے ۵ بسوہ ۴ بسوہ انسی ۱۰ کچھ انسی ملک الٹی بیگم
ہوئیں۔ وہی کینز شیریں اس نے اور اس کی ماں بیگم نے اگرچہ اپنی مقدار حصص سے بہت زائد یعنی ۵ بسوہ کی بیع کی مگر یہ بیع ان کے صرف
انھیں حصوں پر مقتصر رہی جو ترکہ ذاتی کریم الدین سے انھیں ملی تھی نہ بدیں سبب کہ انھوں نے بعد تقسیم بیچ پانچ بسوہ سے بیع کے جو تعیین
ترکہ کریم الدین فرض کر لئے گئے تھے کہ یہ فرض و تعیین تو شرعاً محض یہودہ و بے معنی تھی کما سلفاً بلکہ اس وجہ سے کہ انھیں صرف انھیں
حصص کی بیع مقصود تھی اور اس قدر پر عقد وار دیکھا کما لا یحیی تو ہ بسوہ انسی ۲ پانچ انسی کہ ترکہ وجہ الدین سے انھیں پہنچیں ان کی بیع میں
داخل نہ ہوئیں بلکہ غیر مالک یعنی نغم النساء خواہ نیلام کنندگان نے بے اذن مالکان بیچیں تو بیع اگر حیات بیگم میں واقع ہوئی تو بوجہ موت بلا اجازت
اس کے حصے یعنی بسوہ انسی ۱۰ کچھ انسی میں باطل محض ہو گئی جسے کینز شیریں بھی نافذ نہیں کر سکتی۔ کما قد مناعن الہندیہ اور اس کے بعد ہوئی
تو مثل حصہ کینز شیریں اجازت کینز شیریں پر موقوف رہی جس کی تنفیذ و ابطال کا اختیار کینز شیریں کو اب تک حاصل ہے و لا تکتون
دعولہا مسقطۃ لچارہا و معینہ لا یبطل الیبیع کما حقہ المولی المحقق علی الاطلاق فی فتح القدر شرح الہدایة
بہر طور مجموعہ ۱۰ بسوہ سے ۵ بسوہ انسی ۲ پانچ انسی کینز شیریں کو ہر طرح دعویٰ پہنچتا ہے نسبت خصص ہماری تقریر سے واضح ہو گیا
کہ ۱۰ بسوہ سے کس قدر حجت کینز شیریں و الٹی بیگم کے لئے محفوظ اور ایسے ہر ایک کا حق کتنا ہے اب ان دونوں کے حصوں میں نسبت
دریافت کرنے کے لئے بغرض تیسرے طریق سب کسوڑ کو کسر اصغر یعنی سڈس کچھ انسی کا، بخش کیجئے تو حصہ الٹی بیگم ۵ ۱۲ ۸ ۴ ہے اور نصیب
کینز شیریں ۶ ۲ ۵ یہ دونوں توافقی بخش بخش یعنی بجز یہ منہائتہ و ختمتہ و عشرین رکھتے ہیں اول کا وفاق ۱۰ ۳ ۱۰ ۳ کا پانچ تو
حصہ کینز شیریں کو حق الٹی بیگم سے وہی نسبت ہوئی جو پانچ کو ۱۰ ۳ سے ہوتی ہے اسی سے ہر جز و جائزہ میں ان کا رسدی حصہ معلوم
ہو جائے گا یعنی بوجہ بطلان تقسیم و بقائے شیوع جائزہ محفوظ ۵ بسوہ ۱۲ بسوہ انسی ۱۰ کچھ انسی کا جو ٹکڑا جو ذرہ جہاں کہیں ہو گا اس کے

۱۰۸ سہام سے ۵۰ سہام کنیز شیریں اور ۱۰۳ الہی بیگم کے ہیں۔

شرکت ملک میں ہر شریک دوسرے کے حصے سے محض اجنبی ہوتا ہے علیگری میں ہے شرکت ملک ان یملک رجلا شیثا من غیر عقد الشركة بینہما نخوان یوثقا مال الاویہوب لہما اویملکا بالشراء اوالصدقة لایجوز لاحد ہما ان یتصرف فی نصیب الآخر الا بامرہ وکل واحد منہما کالاجنبی فی نصیب صاحبه ویجوز بیع احدهما نصیبہ بغیر اذنیہ او ملتقطا تنویر الابصار میں ہے شرکت ملک وہی ان یملک متعدد معینا اودینا بارت اویع او غیر ہما وکل اجنبی فی مال صاحبه الخ تو ظاہر ہے کہ اگر ان میں ایک کسی خاص پر دعویٰ کرے اپنے مقدار حصہ میں اپنا اثبات ملک واستقرار حق کرائے تو اس ثبوت واستقرار میں دوسرے شریک کا ہرگز کوئی استحقاق نہیں آسکتا کہ جو سہام ایک کو پہنچنے پر سزا کا اس میں کیا حق ہے اس کے لئے اس کے سہام جدا ہیں پس ایک کے تقرر حق میں مزاحم ہونا گویا بعینہ یہ کہنا ہے کہ تو اپنے سہام میں مجھے شریک کر لے اور اپنے خاص حق سے مجھے کچھ دیدے اس کے کوئی معنی نہیں نہ ایسا دعویٰ قابل سماعت ہاں اگر ایک شریک بے تقسیم شرعی ملک مشاع سے کسی میں ٹکڑے پر قبضہ کرنے تو بیشک دوسرے کا اس پر دعویٰ پہنچتا ہے کہ جب شیوع ہے ہر ہر ذرہ میں دونوں کا استحقاق ہے فلا یقبض شیثا معینا الا وقد قبض ملک صاحبه مخلوطا مع ملک نفسه کانص علیہ فی الکتب جمیعا یا ایک شریک جھوٹا دعویٰ کر کے اپنے حق سے زیادہ میں اپنے لئے اثبات ملک کرائے تو بھی دوسرے کی مزاحمت بجا ہے کہ اس نے اس کے حق میں دست اندازی کی یہ بدل علی کل ذلک فروع جہۃ مذکورۃ فی کتب المذہب فرض ان وصولہ کے سوا مجرد اثبات ملک واستقرار حق میں دوسرے شریک کی مزاحمت محض یہودہ ونا سموع ہے۔ جب یہ امور منقسم ہوئے اور ظاہر کہ یہاں احتمال صحت دعویٰ کی صورت اولیٰ یعنی قبضہ سے معین مفروضہ واقع نہ ہوئی کہ الہی بیگم نے ان ۳ سہو ۱۰ سہو انس کا پٹی بانٹ کر کوئی مستقل قبضہ بالسیعین نہ کیا تو صرف صورت ثانیہ یعنی حق سے زیادہ اثبات ملک کرا لینے کا دیکھنا باقی رہا اگر یہ ۳ سہو ۱۰ سہو انس حق الہی بیگم سے زائد ہیں تو بیشک کنیز شیریں کو صرف قدر زائد میں اختیار مزاحمت ہے ورنہ اصلا نہیں۔ مگر تحقیق کرانے کے لئے وجہ الدین وکریم الدین کی جدائی جو اس تقسیم باطل کا حاصل بھی محض غلط ہے بلکہ وہ ساری جائیداد جس طرح حیات ہر دو برادر میں مختلط و غیر منقسم تھی اب تک بدستور اسی حالت پر ہے تو صرف ان ۵ سہو میں جو نجم النساء کے ہاتھ میں تھے کنیز شیریں کا حق جاننا اور دوسری پٹی میں نہ ماننا محض غلطی ہے بلکہ حکم شیوع جو ٹکڑا جہاں کہیں ہے ہر ایک میں کنیز شیریں والہی بیگم حصہ رسد شریک ہیں اب اگر اس فرضی جدائی کو اصلا نظر سے ساقط کیجئے جب تو نہایت ظاہر کہ الہی بیگم نے اپنے حق سے بہت کم میں اثبات ملک کرایا حق اس کا ۵ سہو ۱۰ سہو انس ہے کچھ انس تھا اور ڈگری صرف ۳ سہو ۱۰ سہو انس کی حاصل کی پھر کنیز شیریں اس کے حق خاص سے کس چیز کا صلہ مانگتی ہے۔ اور اگر یہ خیال کیجئے کہ گو تقسیم شرعی نہیں مگر دو ٹکڑے جدا جدا تو ہو گئے جن میں ایک پر قربان علی دوسرے پر اس کی زوجہ و پسر قابض ہوئے اور الہی بیگم نے بھی صرف ایک فریق پر دعویٰ کیا

تو اس نظر سے بھی دعویٰ الہی بیگم اس کے حصہ رسد سے کم ہے کہ اس پٹی میں بدستور استثنائے حصہ نجم النساء کہ بدستور بیگم زوجہ

تربان علی بیع ہوا ۳ بسوہ ۵ بسوانسی حق الہی بیگم و کینز شیریں ہیں انہیں لجانا نسبت مذکورہ ۸-۱۰ پر تقسیم کیجئے تو حاصل قیمت ۱۳ ۹ پانچ کچھو پانی ہے جسے ۵ میں ضرب دینے سے ۳ بسوانسی ۹ پانچ کچھو پانی ہوتی ہیں اسی قدر سردی حصہ کینز شیریں ہے اور باقی ۳ بسوہ ۱۱ بسوانسی ۱۰ پانچ کچھو پانی حق الہی بیگم تھے جس میں اس نے تین بسوہ ۱۰ بسوانسی میں اپنی ملک ثابت کرائی تو کینز شیریں کے حق میں کوئی مزاحمت کی دعویٰ کینز شیریں کا حاصل یہ ہے کہ اس قدر بھی تیری ملک نہیں یا اگر چہ تیری ملک ہے مگر اس میں سے کچھ مجھے واپس دے حالانکہ اس سے زائد اس کی ملک ہے اور ملک غیر پر دعویٰ کرنا محض بے معنی اور اگر ان سب تحقیقات نفیہ سے قطع نظر کیجئے اور خواہی خواہی مان ہی لیجئے کہ تقسیم مذکورہ صحیح تھی اور یہی ۵ بسوہ بالیقین ترکہ وجیہ الدین تھے اور خاص انہیں میں استحقاق کینز شیریں ہے تاہم اس تقدیر باطل پر بھی دعویٰ کینز شیریں کہ حصہ سردی پاؤں کوئی معنی نہیں رکھتا سردی حصہ کا تو یہ حاصل کہ جس قدر پر الہی بیگم نے ڈگری پائی یہ اور وہ ۵ بسوانسی کہ باقی رہیں دونوں ٹکڑوں میں الہی بیگم و کینز شیریں اپنے اپنے حصوں کی نسبت سے شریک ہیں بحساب اربہ متناسبہ اس مقدار ڈگری شدہ میں جو کچھ حصہ کینز شیریں نکلے اب بے باقی حصہ الہی بیگم ہوا اور ۵ بسوانسی میں دونوں کا دعویٰ رہے حالانکہ اس تقدیر باطل پر الہی بیگم جس قدر ترکہ وجیہ الدین سے استحقاق رکھتی تھی اس سے ۳ پانچ کچھو پانی زیادہ کی ڈگری پا چکی کا بظہر مما اسلفنا بیانہ تو سردی حصہ مانگنے کے کیا معنی بلکہ قدر زائد یعنی ۴ پانچ کچھو پانی کا دعویٰ کرنا تھا۔ غرض ساری غلطی کا نشا یہ ہے کہ کینز شیریں سنی اس کے مختار عام نے اثبات ملک و استقرار حق کرانے کو بالیقین ایک پارہ معینہ مغررہ منقسم پر قبضہ کر لیا سمجھتا ہے حالانکہ ان کا بدیہی فرق ایسا نہیں جو کسی پر مخفی رہے۔ پس بہ نہایت وضوح روشن ہو گیا کہ کینز شیریں کا دعویٰ اصلاً وجہ صحت و قابلیت سماعت نہیں رکھتا واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علما علیٰ جمہرہ اتم و احکم وحلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۸ھ

مسئلہ

کیا زمانے میں عہدے دین اور مفتیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ زید ذی مقدور تھا اپنے بیوی بچوں کی حیات میں زیور طلائی اور زعفرانی بنا دیا وہ اس کے ہر مہر میں منصرف کیا جائے گا یا کیا۔ بینوا تو جروا۔

الجواب۔ عرف عام و شائع ہمارے بلاد میں یہ ہے کہ عورتوں کو جو زیوران کے شوہر بنا دیتے ہیں اس سے مقصود عورتوں کا مالک کر دینا نہیں ہوتا بلکہ شوہر ہی کی ملک سمجھا جاتا ہے جب تک صراحت یا دالہ شوہر کی جانب سے تملیک ظاہر نہ ہو و معلومان الدفع الیہن یمتثل التملیک والعدایۃ والعاریۃ اولیٰ فی الثابتۃ مالہ یدل دلیل علی خلافہا البتہ وہ استعمال میں عورتوں ہی کے رہتا ہے مگر اس سے ملک زمان ثابت نہیں ہوتی۔ بحر الرائق پھر رد المحتار و عقود الدررہ میں ہے لایکون استمتاعها بمشورہ یہ درصاہ بذلک دلیل علیٰ انہ ملکھا ذلک کا تفصیلاً النساء والحوامد وقد اختلفت بذلک مراراً پس اگر گواہان عادل شرعی سے عورت کو اس زیور کا مالک کر دیتا نہ ثابت ہو تو وہ بدستور ملک شوہر پر ہے اس کا ترکہ ٹھہر کر سب ورثہ پر حسب ذوالفقہ منقسم ہوگا اور اگر ثابت ہو کہ شوہر نے عورت کو اس زیور کا مالک کر دیا تھا تو بیشک وہ تنہا عورت کی ملک ہے۔ اب اس صورت میں اگر شوہر نے تصریح کی تھی کہ یہ تیرے ہر میں دیتا ہوں تو اس قدر ہر سے مجرا ہوگا اور اگر ہر کے سوا اور کسی جہت کی تصریح کی تھی مثلاً کہا یہ زیور

میں نے تجھے احسانا دیا یا یہ کیا تو ہرگز ہر میں محسوب نہ ہوگا درختار میں ہے بیعت الی امراتہ شیئا و ذکر حجة عند الدفع غیر
 حجة المهر بقولہ شیخ او حناء ثم قال انه من المهر لم يقبل قنیه لوقوعه هدیة فلا یقلب مهر اہ ملخصا
 اور اگر صرف تملیک معلوم ہوئی اور یہ کچھ نہ ثابت ہو کہ ہر میں دیا تھا یا ہر سے جدا اور زوجہ کو ہر سے الگ دینے کا دعویٰ ہے اور دیگر
 ورثہ ہر میں دینا بیان کرتے ہیں تو دیگر ورثہ کا قول ان کی قسم کے ساتھ مقبول ہوگا جب تک عورت گواہان عادل سے نہ ثابت کرادے کہ مجھے
 ہر سے جدا اس کا مالک کیا وہ زیور ہر میں ہر سے گاتویر الابصار و درختار و درختار میں ہے بیعت الی امراتہ شیئا و لیس
 یذکر المهر ولا عنیہ فقالت هو هدیة وقال هو من المهر او عاریة فالقول له یمینہ والینہ لہافی غیر
 المہیاء للاکل اہ ملخصہ خیر یہ میں ہے سئل فیما اذا بیعت شیئا من جنس النقدین او معا لا یتسارع الیہ
 الفساد ثم اختلفا فقال الزوج انما بیعتہ لیحسب من المهر وقالت هو هدیة هل القول قولہ ام قولہا
 اجاب القول قولہ کما صرح بہ فاخصمان وغیرہ یعنی یمینہ معللا بانہ المملک وهو اعرف بحجة التملیک
 اہ ملخصا عقود الدرہ میں ہے الوارث لقیامہ مقام مورثہ یردق فی حجة التملیک فصولین مما یرکون
 القول فیہ للمملک اہ ملخصا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ۸ شعبان ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے سماء ہندہ میری زوجہ نے مرتے وقت مجھے اپنا ہر بوجہ چار عورتوں
 کے معاف کر دیا اور ان ہندہ نے جو ان عورتوں سے دریافت کیا ان میں سے دو نے محض انکار کیا۔ ایک کا بیان مذہب رہا چوتھی
 سے ابھی پوچھنے کی نوبت نہ آئی ایسی حالت میں شرع شریف ایسی گواہیوں پر معافی ہر کا حکم دیتی ہے یا نہیں۔ بیضا تو جو را۔

الجواب :- مذہب بیان مسموع اذکلا شہادۃ الاعن علو نہ یہاں ایک کی گواہی معتبر اگرچہ مرد ہوگا بشرط العدہ
 لضا نہ تنہا عورتوں کی شہادت مقبول اگرچہ دو چار ہوں کما نص علیہ القرآن العزیز نہ وارث کے لئے مرض موت کی معافی ہے
 اجازت دیگر ورثہ ناقد ہو سکے لانه فی حکم الوصیة ولا وصیة لوارث الا ان یبیزھا الورثۃ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ازکلا نور ضلع گورد اسپور مرسلہ شیخ مراد علی صاحب آئری مجٹریٹ ، ۲۵ سوال ۱۳۰۸ھ

حضرت من مولانا فیاض وارین حضرت جناب مولوی محمد احمد رضا خان صاحب خاص مقیم بریلی زاد اللہ فیضانہ
 بعد السلام علیکم و تنائے زیارت قدس شریف کے التماس ہے کہ ایک صورت مسئلہ کی عرض کیا چاہتا ہے اور بطور سوال کے عرض
 کیا چاہتا ہے جناب اس کے مقابلہ میں تحریر مسئلہ کی فرمائیں۔ ایک شخص کا ایک قبیلہ یعنی عورت زوجہ اور ایک اس زوجہ کا فرزند
 ہے اس کے سوا اس شخص کا دوسرا زوجہ ہے اس کا بھی ایک فرزند ہے اور دو دختر ہیں اس شخص نے بخاطر زوجہ ثانی کے اول قبیلہ
 کے فرزند کو محروم الارث کرنا چاہتا ہے اور اس کی والدہ کو اخراجات دینے سے دست بردار ہے اور جس فرزند اول قبیلہ کو محروم
 کرنا چاہتا ہے بالغ اور جوان ہے ابتدا میں یہ اپنے باپ کے ساتھ کمانے میں بصورت تجارت کے شامل رہا اور پورا مددگار پھر

کچھ عرصہ علمدہ ہو کر چند سال نوکری میں مصروف رہا بجاالت نوکری اس کے باپ نے بہت خواہش سے نوکری سے جدا کر دیا۔ وجہ اس کا یہ ہے کہ اس شخص کے باپ کے زراعت کا کام بہت ہے اور ماسوا اس کے تنازعات اس کے لوگوں کے ساتھ بہت رہتے ہیں جب وہ نوکری سے بموجب خواہش باپ کے الگ ہوا تو مقابلہ بھی لوگوں سے کرتا رہا۔ غرض اس نے کل کارروائی باپ کی کو بخوبی انجام دیا۔ باپ الگ ایک جگہ دوسرے شہر میں دکانداری کرتا رہا باپ نے پیداوار زینداری سے جو ذرا ہتھام اس فرزند کے تھا چارم حصہ پیداوار کا بلاخرچہ (خرچہ اپنے ذمہ رکھ کر) دیتا گیا۔ کچھ عرصہ تک وفا کیا اب بالکل پیاس خاطر زہد دوسری کے اور اس زوجہ کے فرزند ان اور دختران کے پہلے قید اور اس کے فرزند بالغ کو جو اب وید یا اور اپنی خدمات سے الگ کر دیا۔ اب اس کے پاس کوئی اثاثہ نہیں ہے اور نہ توفیق ہے کہ باہر جا کر تلاش نوکری کی کرے۔ باپ کے قبضہ میں دو قسم کی جائیداد ہے ایک وہ جو جدی ہے دوسری وہ جو بشمولیت اس فرزند بالغ کے خود پیدا کیا ہے اس کے باب میں شرع شریف کا کیا حکم ہے کہ آیا فرزند بالغ کچھ لے سکتا ہے کہ نہیں اور اگر باپ محروم کرنا چاہے تو ہو سکتا ہے یا نہیں۔

ہینوا توجروا۔

الجواب

تجارت زراعت وغیرہ جس کام میں فرزند نے اپنے باپ کی اعانت و مددگاری کے طور پر کچھ کمایا وہ صرف ملک پدری یعنی جب تک اس کا خورد و نوش ذمہ پورا تھا اور اپنا کوئی ذاتی مال و کسب جداگانہ نہ رکھا تھا بلکہ اسے حرفت و کسب پدری میں بطرح سعید بیٹے اپنے باپ کی اعانت کرتے اور اسے کام کی تکلیف سے محفوظ رکھتے ہیں اس کا معین و مددگار تھا تو کچھ ایسی وجہ و حالت میں کمایا سب باپ کا ہے جس میں بیٹے کے لئے کوئی حق ملک نہیں آیا وہی خیرہ پھر عقود الدریہ میں ہے حیث کان من جملة عیالہ والمعینین لہ فی امورا و احوالہ فمیسح ما حصلہ بکذا و تعبہ فهو ملک خاص لابیہ لاشئ لہ فیہ حیث لہ لیکن لہ مال ولو اجتمع لہ بالکسب جملة اموال لانه فی ذلک لابیہ معین حتی لو غرس شجرة فی هذه الحالة فی لابیہ نص علیہ علما و نارحمہم اللہ تعالیٰ اور جو کچھ مال اس کے سوا پیدا کیا یعنی اس زمانہ میں کہ اس کا خورد و نوش باپ سے جدا تھا یا اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا کسب پدری سے الگ کوئی کسب خاص مستقل اپنا کیا جیسے صورت مستفسرہ میں نوکری کا روپیہ یہ اموال خاص بیٹے کے ٹھہریں گے خیرہ و عقود میں آئے سئل فی ابن کبیر ذی زوجة و عیال لہ کسب مستقل حصل بسببہ اموال اهل ہی لوالدہ اجاب ہی لای ابن حیث لہ کسب مستقل و اما قول علما سنا یكون کله للاب فمشر وط کا یعلم من عبار تھو بشر و طمنھا اتحاد الصنعة و عدم مال سابق لھنا و کون الابن فی عیال ابیہ فاذا عدم واحد منها لایکون کسب الابن للاب و انظر الی ما عللوا بہ المسئلة ان الابن اذا کان فی عیال الاب یكون معینا لہ فمدار الحکوم علی ثبوت کونه معینا لہ فیہ فاعلمو ذلک اھ ملخصاً مگر وہ جو چارم حصہ پیداوار زین باپ نے اسے دینا کہا تھا اس کا دعویٰ اسے کسی حالت میں نہیں پہنچتا کہ اگر وہ کہنا محض بطور وعدہ و احسان تھا اور غالب یہی ہے جب تو پر ظاہر کہ لاجسب فی التبع اور اگر بروجہ معاوضہ محنت و عقد اجارہ تھا تو جہالت اجرو فساد اجارہ سے قطع نظر بیٹے کو اپنے کام کی اجرت باپ سے لینا جائز نہیں اس کی خدمت پر اجیرن سکتا ہے کہ خدمت پدری طاعت الہی ہے اور طاعات پر اجارہ ناجائز علامہ طحطاوی حاشیہ در مختار کتاب الفرائض میں فرماتے ہیں الولد اذا اجر نفسه لوالدہ لخدمتہ و کذا المرأة اجرت نفسها

من زوجها لخدمته لعمد جزا ان خدمتها تقع صلة للزوج حضارت مستحقه فلو تجز الاجارة اه ملخصاً خزائن المفتين
 میں تادی امام قاضیخان سے ہے الاب اذا استاجرا بنه البائع فعمل الابن کا اجر لہ رہا باپ کا اسے اپنی میراث سے محروم کرنا وہ
 اگر یوں ہو کہ زبان سے لاکھ بار کہے میں نے اسے محروم الارث کیا یا میرے مال میں اس کا کچھ حق نہیں یا میرے ترکہ سے اسے حصہ نہ دیا جائے
 یا خیال جہاں کا وہ لفظ ہے اصل کہ میں نے اسے عاق کیا یا انھیں مضامین کی لاکھ تحریریں لکھے رجسٹریاں کرائے یا اپنا کل مال اپنے فلاں وارث
 یا کسی غیر کو ملنے کی وصیت کر جائے ایسی ہزار تدبیریں ہوں کچھ کارگر نہیں نہ ہرگز وہ ان وجوہ سے محبوب الارث ہو سکے کہ میراث حق مقرر ہو
 رب العزۃ جل وعلا ہے جو خود لینے والے کے اسقاط سے ساقط نہیں ہو سکتا بلکہ جبراً دایا جائے گا اگرچہ وہ لاکھ کہتا رہے بے اپنی وراثت
 منظور نہیں میں حصہ کا مالک نہیں بتائیں نے اپنا حق ساقط کیا پھر دوسرا کیوں کر ساقط کر سکتا ہے قال اللہ تعالیٰ یوصیکو اللہ فی اولادکم
 للذکر مثل حظ الانثیین اشتباہ میں ہے لو قال الوارث ترکت حتی لعمیطل حقہ غرض بالمقصد محروم کرنے کی کوئی سبیل نہیں
 ہاں اگر حالت صحت میں اپنا مال اپنی ملک سے زائل کر دے تو وارث کچھ نہ پائے گا کہ جب ترکہ ہی نہیں تو میراث کا ہے میں جاری ہو مگر اس
 قصد ناپاک سے جو فعل کرے گا عند اللہ گنہگار و ماخوذ رہے گا حدیث میں ہے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من غو
 من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنة یوم القیامہ جو اپنے وارث کو اپنا ترکہ پہنچنے سے بھاگے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی میراث
 جنت سے قطع فرما دے رواہ ابن ماجہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یو ہیں ایک زوجہ کے بچے دوسری کی خبر گیری نہ کرنی دہرا
 گناہ اور نبض قرآن حرام قطعی ہے حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من کانت عندک امرأتان فسلم
 یعدل بینہما یوم القیامہ و شقہ ساقط جس کے دو بیٹیاں ہوں اور وہ انھیں برابر نہ رکھے قیامت کے دن اس حال پر آئے کہ
 اس کی ایک طرف کی کر دے گری ہوئی ہو، رواہ الترمذی و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ و ابن حبان و الحاکم عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

سئلہ۔ از بلگرام شریف ضلع ہرہوئی محلہ سلطڑہ مرسلہ حضرت سید محمد زاہد صاحب ، ۴ جمادی الآخر ۱۳۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں

دفعہ ۱۔ زید کہ ایک علاقہ کا حاکم وقت کی جانب سے ہتیم مقرر ہے بذات خود حاکم نہیں ہے کہ کوئی حکم یا فیصلہ قطعی کر سکتا ہے تو
 ایسی صورت میں اگر بکر جو اسی علاقہ میں رہتا ہے بغیر کسی خواہش و دباؤ کے بموجب رواج یا اخلاق انسانی کے زید کی دعوت کھے
 یا کوئی شخص کسی قسم کا پیش کرے تو اس کا لینا و اخل رشوت ہے یا نہیں اور جائز ہے یا ناجائز؟
 دفعہ ۲۔ زید حکم حاکم وقت کے تحقیقات کے واسطے اسی علاقہ میں جس کا وہ ہتیم ہے کسی فریق کے مکان پر جاوے یا بصورت
 نہ ہونے فریق ثانی بتقابلہ حاکم کے تحقیقات بکر کو جاوے اس وقت کھانا کھلانا بکر کا یا معمولی شخص پیش کرنا اور زید کو اس کا قبول کرنا و اخل
 رشوت و ناجائز ہوگا یا جائز اور حالیکہ بغیر خدمت گذاری بکر کے بھی زید کا طریق عمل یکساں ہے۔

دفعہ ۳۔ بخلاف ہر دو دفعات کے اگر زید حاکم فقار و فیصلہ قطعی کر سکتا ہے تو زید کو اپنے حدود علاقہ کے اندر دعوت و متحد کا قبول

کرنا کیسا ہے جائز یا ناجائز۔

و نفعہ جس حالت میں زید کے طریق عمل سے بکر واقف ہو جائے کہ دعوت و تحفہ سے زید میرے حق میں کچھ رعایت ذکر کریگا اپنے طریق عمل پر پورا قائم رہیگا اور باوجود اس عمل کے و فدا و دے کا برتاؤ کرے تو جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب۔ جو شخص بذات خود خواہ از جانب حاکم کسی طرح کا تہر و تسلط رکھتا ہو جس کے سبب لوگوں پر اس کا کچھ بھی دباؤ ہوگا وہ فی نفسہ ان پر جبر و قندی نہ کرے و باؤ نہ ڈالے اگرچہ وہ کسی فیصلہ قطعی بلکہ غیر قطعی کا بھی مجاز نہ ہو جیسے کو تو ال، تھانہ دار، جمعہ دار یا دہقانوں کے لئے زمیندار مقدم پٹواری یہاں تک کہ پچاسی تو مومن یا پیشوں کے لئے ان کا چودھری، ان سب کو کسی قسم کے تحفہ لینے یا دعوت خاصہ (یعنی وہ دعوت کہ خاص اسی کی عرض سے کی گئی ہو کہ اگر یہ شریک نہ ہو تو دعوت ہی نہ ہو) قبول کرنے کی اصلا اجازت نہیں مگر تین صورتوں میں اول اپنے افسر سے جس پر اس کا دباؤ نہیں نہ وہاں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی طرف سے یہ ہدیہ و دعوت اپنے معاملات میں رعایت کرانے کے لئے ہے۔ دوم ایسے شخص سے جو اس کے اس منصب سے پہلے بھی اسے ہدیہ دینا یا دعوت کرنا تھا بشرطیکہ اب سے اسی مقدار پر ہے ورنہ زیادت روانہ ہوگی مثلاً پہلے ہدیہ و دعوت میں جس قیمت کی چیز ہوتی تھی اب اس سے گراں قیمت پر تلف ہوتی ہے یا تعداد میں بڑھ گئی یا جلد جلد ہونے لگی کہ ان سب صورتوں میں زیادت موجود اور جواز مفقود مگر جبکہ اس شخص کا مال پہلے سے اس زیادت کے مناسب زاد ہو گیا ہو جس سے سمجھا جائے کہ یہ زیادت اس شخص کے منصب کے سبب نہیں بلکہ اپنی ثروت بڑھنے کے باعث ہے۔ سوم اپنے قریب محارم سے، جیسے ماں باپ اولاد بہن بھائی نہ چچا ماموں خالہ بھوپھی کے بیٹے کہ یہ محارم نہیں اگرچہ عرفاً انھیں بھی بھائی کہیں، محارم سے مطلقاً اجازت ظاہر عبارت قدوری پر ہے ورنہ امام سنی نے کہا یہ پھر امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں اسے بھی صورت دوم ہی میں داخل فرمایا کہ محارم سے بھی ہدیہ و دعوت کا قبول اسی شرط سے مشروع کہ پیش از حصول منصب بھی وہ اس کے ساتھ یہ برتاؤ برتتے ہوں ورنہ ہرگز جائز نہیں مگر یہ کہ اسے یہ منصب ملنے سے پہلے وہ فقرا تھے اب صاحب مال ہو گئے! کہ اس تقدیر پر پیش از منصب عدم ہدیہ و دعوت بر بنائے فقر سمجھا جائے گا اور فی الواقع اظہر من حیث الدلیل یہی نظر آتا ہے کہ جب باوصف قدرت پیش از منصب عدم یا قلت و بعد منصب شروع بالکثرت بر بنائے منصب ہی سمجھی جائے گی اس تقدیر پر صرف وہی صورتیں مستثنیٰ ہیں پھر بہر حال جو صورت مستثنیٰ ہوگی وہ اسی حال میں حکم جواز پا سکتی ہے جب اس وقت اس شخص کا کوئی کام اس سے متعلق نہیں ورنہ خاص کام پڑنے غرض متعلق ہونے کے وقت اصلا اجازت نہیں خواہ وہ افسر ہو یا بھائی یا پہلے سے ہدیہ وغیرہ دینے والا بلکہ ایسے وقت عام دعوت میں شریک ہونا بھی نہ چاہئے نہ کہ خاص۔ پھر جہاں جہاں مانعت ہے اس کی بنا صرف تہمت و اندیشہ رعایت پر ہے حقیقتہً وجود رعایت ضرور نہیں کہ اس کا اپنے عمل میں کچھ تغیر نہ کرنا یا اس کا اس کی عادت بے لوثی سے آگاہ ہونا مفید جواز ہو سکے۔ دنیا کے کام امید ہی پر چلتے ہیں۔ جب یہ دعوت و ہدایا قبول کیا کرے گا تو ضرور خیال جائے گا کہ شاید اب کی بار کچھ اثر پڑے کہ مفت مال دینے کی تاثیر محرب و مشاہد ہے اس بار نہ ہوئی اس بار ہوگی، اس بار نہ ہوئی پھر کہی ہوگی اور یہ جیلہ کہ اس کا ہدیہ و دعوت بر بنائے اخلاق انسانیت ہے نہ بلحاظ منصب اس کا وجود حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں جب ایک صاحب کو تحصیل زکوٰۃ پر مقرر فرما کر بھیجا تھا

انہوں نے اموال زکوٰۃ حاضر کئے اور کچھ مال جہاد رکھے کہ یہ مجھے ملے ہیں فرمایا اپنی ماں کے گھر بھیج کر دیکھا ہوتا کہ اب کتنے تحفے ملتے ہیں یعنی یہ ہدایا صرف اسی منصب کی بنا پر ہیں اگر گھر بیٹھا ہوتا تو کون آکر دے جاتا۔ اس مسئلہ کی تفصیل میں اگرچہ کلام بہت طویل ہے مگر یہاں جو کچھ مذکور ہوا بجز تعالیٰ فلاصہ تنقیح و صالح تحول ہے۔ فی الدر المختار ویرد ہدیۃ التذکیر للتقلیل وہی ما یعطی بلا شرط اعانة بجلات الرشوة الامن اربع السلطان والباشا وقریبہ المحرم او من جرت عادته بذلک بقدر عادته ولا خصومة لهما ویرد دعوة خاصة وہی السی لا یخذھا صاحبھا ولا حضور القاضی ولا یجیب دعوة خصو ولو عمارة للتمتہ اھ ملخصا و فی رد المختار الاصل فی ذلک ما فی البخاری عن ابی حمید الساعدی قال استعمل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا علی الصدقة فلما قدم قال هذا لکون هذا الی قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہذا لجلس فی بیت امیہ او بیت امہ فی نظر یمدی لہ املا و تغلیل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دلیل علی تحریم الهدیۃ التی سببھا الولایۃ فتح قال فی النہر الطاهر ان المراد بالعدل ولایۃ ناشئة عن الامام او نائبہ کالسامی والعاشرا قلت و مثلہم مشائخ القری والحرف وغیرہم من لہ قهر وتسلط علی من دونہم فانہ یمدی الیہم خوفا من شہرہم اولی روج عنہم ورایت فی حاشیۃ شرح المہم للعلامة محمد الداودی الشافعی الفقیہ قال ع ش ومن العمال مشائخ الاسواق والبلدان ومباشرو الاوقاف وکل من یتعاطی امرایۃ علی المسلمین انتھی وعبارة القلانسی ولا یقبل الهدیۃ الامن ذی رحم محرم او وال مقدم علیہ فی الرتبة ووجہہ ان منع قبولہا انما هو الخوف من مراعاتہ لاجلہا فان راعی الملك و نائبہ لہ مراعاتہ لاجلہا قوله المہم هذا القید لا بد منه لیخرج ابن العنہم قوله ولا خصومة لهما قال فی البحر والحاصل ان من لہ خصومة لا یقبلہا مطلقا ومن لا خصومة لہ فان کان لہ عادة قبل القضاء قبل المقتاد والا کلاہ ای سواہ کان محرم او غیرہ علی ما مر من شیخ الاسلام قال فی البحر فلو کان من عادته الدعوة فی کل شہر مرة فدعاہ کل اسبوع بعد القضاء لا یجیبہ ولو اتخذ لہ طعاما اکثر من الاول لا یجیبہ الا ان یتصدق مالہ قدر زاد کذا فی التارخانیہ اھ ملتقطا و فی الہندیۃ یقبل الهدیۃ من الوالی الذی ولاہ ولو کان للخلیفة خصومة لہ یقبل ہدیۃ الابد الحکوم کذا فی العتابیہ اھ و فی فتح القدر قال شیخ الاسلام قال وما ذکر فی الضیافۃ فمحمول علی ما اذا کان المحرم لا یجری بینہما الدعوة والمهاداة وصلة القرابة و اهدی بعد القضاء ذلک فاذا كانت الحاله ہذہ فهو کالاجنبی سواہ و ما فی الهدایۃ محمول علی انہ کان جری بینہما المهاداة وصلة القرابة قبل القضاء فاذا اهدی بعد القضاء لا یاس بقبولہ انتھی فقد ال الحال الی انہ لا فرق بین القریب والبعد فی الهدیۃ والضيافة الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ ازواجین مکان میر فادام علی صاحب سنٹٹ رسول ملا یعقوب علی خان ۱۳ رمضان مبارک اللہ

اکمل کامل و انفضل انماصل بولینا احمد رضا خان صاحب بعد ابراہم سلام مصدر خدمت ہے کہ اب بادشاہی اسلام کا ہڈی
میں نشان باقی نہیں اور جو بعض بعض ملک میں نواب اسلام ہیں وہ بھی اجرائے تمام احکام شرعی کے مجاز نہیں اور عمدہ قضا تو جب
مفقود ہے برائے نام قاضی ہیں بلوس علم سے معرا اور ان میں بھی ثقہ چیدہ چیدہ باوجود ان وجہات کے وہ قاضی و حکام ہنود وغیرہ وقت
عام کا خاصہ رکھتے ہیں یا نہیں اگر نہیں تو قاضی شرعی کے قرار دیا جائے کہ اسے ولایت صبی و صبیہ کی ہو۔ زیادہ نیاز

الجواب۔ اسلامی ریاستوں میں والیان مسکین جن حکام کو مقدمات فیصل کرنے پر مقرر کرتے ہیں وہ شرعاً قاضی ہیں والی کی طرف سے
جو اختیارات جائز انھیں سپرد ہوں گے وہ اختیار شرعی ہیں اگرچہ یہ ریاستیں زیر ظلم کفار ہوں فی جامع الفصول میں کل مصرفیۃ
وال مسلم من جهة الكفار تجوز قیہ اقامة الجمع والاعیاد واحذ الخراج وتقلید القضاء وتزوج الایالی لاسیلا
المسلم علیہم واطاعة الكفرة لھی موادعة ومحادعة الخ ویاتی تمامہ وغیرہ فی رد المحتار عن التتارخانیہ وعن
معراج الدراریۃ عن المبسوط وعن شرح مسکین عن الاصل اور ان کا جاہل ہونا مذہب اصح پرمانی قضا نہیں کہ جاہل
عالم سے فتویٰ لے کر کام کر سکتے ہیں جامع الفصولین کونہ عالما و مجتهد الیس بشرط یوہین غیر ثقہ بلکہ فاسق ہونا بھی اگرچہ فاسق
کو قاضی کرنا گناہ ہے فی الفتح والوجه تنفيذ قضاء کل من ولاہ سلطان ذو شوکة وان کان جاہلا فاسقا وهو
ظاہر المذہب عندنا وحدثنا فی حکم بفتویٰ غیرہ ۱۵۰ فی الدر المختار الفاسق اہلما فیکون اہلہ لکنہ
لا یقلد وجوباً ویاتر مقلداً کقابل شہادتہ بہ یعنی اسی طرح بعض احکام مثل حد و میں اجرائے حکم شرع سے ممنوع ہونا بھی کہ
اگر یہ مانفت یوں ہے کہ وہ جس میں شرع سے مخالفت کرتے ہیں اس قاضی کے حد سماعت ہی سے خارج رکھی اور اسے جن مقدمات
کے سنے کا اختیار دیا ان میں اتباع شرع سے منع کیا جب تو ظاہر کہ قضا ہر طرح صالح تخصیص ہے کما نص علیہ فی الاشباہ وغیرہا
اور اگر یوں کہ بعض امور مفوضہ میں مطابق شرع حکم دینے سے منع کیا نام قضا متحقق ہے اگرچہ ایسی جگہ اس کا اختیار کرنے والا فاسق ہے
فی الدر المختار تجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجاہل ولو کان کافراً ذکودہ مسکین وغیرہ الا اذا کان
یستعہ عن القضاء بالحق فیحرم ہاں مسلمانوں کے معاملات اور اطفال مسکین کے ولایات میں قاضی کا مسلمان ہونا شرط ہے
ہندو وغیرہ کفار کو مسلمان پر اصلا ولایت نہیں ہو سکتی قال اللہ تعالیٰ ولن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلاً غرض اسلامی
ریاستوں میں قاضیان ذوی اختیار شرعی کا موجود ہونا واضح اور جہاں اسلامی ریاست اصلاً نہیں وہاں اگر مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے
کسی مسلمان کو اپنے فیصل مقدمات کے لئے مقرر کر لیا تو وہی قاضی شرعی ہے فی جامع الفصولین بعد ما موعدہ اولاداً ما فی بلاد
علیہا ولاۃ کفار تجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویضیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین الخ وغیرہ فیما مر معہ
من الکتاب اور اگر ایسا نہ ہو تو شہر کا عالم کہ عالم دین و فقیہ ہو اور اگر وہاں چند علماء ہیں تو جو ان سب میں زیادہ علم دین رکھتا ہو وہی
حاکم شرع و والی دینی اسلام و قاضی ذوی اختیار شرعی ہے مسلمانوں پر واجب کہ اپنے کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے
حکم پر طین قیام ہے ولی پردھی اس سے مقرر کرائیں نا بالغان بے وحی کا نکاح اس کی رائے پر رکھیں ایسی حالت میں اس کی اطاعت

من حيث العلم واجب ہونے کے علاوہ من حيث الحكم بھی واجب فی الخدیقة الندیة شرح الطريقة المحمدیة وفق العتابة
اذ اخلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور موكلة الى العلماء ويلزم الامة الرجوع اليهم ويصيرون
ولاية فاذا عسر جمعهم على واحد استقل كل قطر باسباع علمائه فان كثروا فالمتبع اعلمهم فان استقروا
اقترع بينهم وقال السهودي وهذا من حيث العقاد والولاية الخاصة فلا ينافي وجوب طاعة العلماء مطلقاً
الم رہے یہ نکاح خوانی کے قاضی جو گاؤں گاؤں مقرر ہوتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں رہا نہیں کچھ ولایت کما لا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ :-

یکم صفر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ ایک بھائی نے چھوٹے بھائی کی شادی کی بعد انتقال والدین کے
اپنے پاس سے رسومات شادی میں مثل زیور اور پارچہ وغیرہ میں صرف کیا بعدہ اولاد ہونے میں صرف کیا اور جب اس بھائی کا انتقال
ہوا تو صرف تجیز و تکفین اور چہلم وغیرہ کا کیا پس اس صورت میں زوجہ اور دختر کے حصہ سے کس قدر ملنا چاہئے، بیونا تو جبروا۔
الجواب :- سائل منظر کر چھوٹا بھائی وقت شادی بائٹے تھا قریب بیس برس کے عمر ہوگی اور اس کا اپنا کچھ مال نہ تھا نہ بڑے
بھائی نے مال مشترک سے اس کی شادی کا صرف کیا بلکہ خاص اپنا ذاتی مال اٹھایا اور اس طرف کی نہ چھوٹے بھائی نے درخواست
کی تھی نہ بڑے نے اس سے اجازت لی بلکہ بطور خود جیسے والدین اپنے بچوں اور ان کے نہ ہونے کی حالت میں بڑے بھائی اپنے چھوٹوں
کی شادیاں کرتے ہیں شادی کر دی پس صورتہ مستفسرہ میں بڑا بھائی اون مصارف کو کسی سے مجرا نہیں لے سکتا فان من انفق فی
امر غیرہ بغیر امرہ ولا مضطر الیہ فانہ بعد متبرعاً فلا یرجع بشئ ہاں اگر رقم و رواج عام ظاہر سے کسی شے کی نسبت
ثابت ہو کہ یہ چیز سامان شادی میں اس قوم میں محض بطور عاریت دی جاتی ہے دے ڈالنا مقصود نہیں ہوتا تو صرف اس شے کا آحتقان
بڑے بھائی کو ہے اگر وہ شے موجود ہے لے لے اور تلف ہوگئی تو کسی سے مطالبہ نہیں کر سکتا فان العوار سے امانات لا تضمن اکا
بالتوی اور اگر چھوٹے بھائی یا اس کی زوجہ نے خود خرچ کر دی تلف کر ڈالی تو جس نے کی اس سے اس کا تاوان لے سکتا ہے۔ اسی طرح
بھائی کے اولاد ہونے میں جو اٹھایا اس کا بھی مطالبہ کسی سے نہیں جبکہ بظرف صرف احسان و سلوک منظور ہوتا ہو اور اگر عرف سے
یہ ثابت ہو کہ اس تقریب میں جو کچھ بڑا بھائی چھوٹے کے یہاں دیتا ہے وہ بطور قرض ہوتا ہے کہ جب اس کے یہاں تقریب ہو تو
اسے معاوضہ دینا پڑتا ہے تو اس صورت میں وہ قرض ہے اس کا عوض تو کہہ برادر سے پائے گا کما یتفادذ لك من نص القناری
الخصیریة اور صورت سلوک میں جبکہ بڑا بھائی چھوٹے کا وارث ہے کہ زوجہ و دختر کے ساتھ بھائی بھی حصہ پاتا ہے تو جو کچھ اس نے
چھوٹے بھائی کے کفن و دفن بقدر سنت میں لگایا اسی قدر مجرا لے سکتا ہے اس سے زائد جو کچھ فاتحہ و سوم و چہلم وغیرہ میں اٹھایا
وہ بھی ترا احسان تھا جسے کسی سے مجرا نہ پائے گا۔ کما نص علیہ العلامة السططا دی فی فرائض حاشیة علی الدر المختار واللہ اعلم

مسئلہ :- ازادین مکان میر فادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی صاحب غزہ ۲ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایام سابق میں قصہ بڑوانی میں حاکم ہنود تھا اس کو بادشاہ اسلام نے شرف باسلام

کر کے عہدہ قضا پر مقرر کیا تھا بعد میں وہ الایام کے وہ رہی سوئے جاں ہوا اس کی اولاد سے درتہ مسلم نہ تھا اولاد ہنود اس کی اس کے قائم مقام ہوئی اور دفتر قضا بھی اس کے قبضہ میں رہا اس ایام میں مسلمان وہاں کے مذہب سے واقف نہ تھے موافق حکم حکام ہنود نکاح ہوتا رہا اب جماعت اہل اسلام اپنا قاضی مسلم مقرر کیا چاہتے ہیں درست ہے یا کہ وہی حکام ہنود عہدہ قضا پر قائم رہے اور چند ملازم مسلم اس کے طرفدار کس سزا کے مستحق ہیں ان مسائل میں جو حکم مصدق بالتصدیق ہو بیان فرماویں ببارت کتب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب: شریعت مطہرہ میں مسلمانوں پر کوئی عہدہ حکومت کی کافر کو دینا روا نہیں قال اللہ تعالیٰ لن یجعل اللہ للكفرین علی المؤمنین سبیلاً نہ مسلمان کے نکاح بر طریقہ کفار کرنے روا ہیں قال اللہ تعالیٰ ولا تتبعوا خطوات الشیطان نہ مسلمانوں کو دینی کام میں کافر سے مدد لینا سکتی ہے حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انما لانتعین بمشرك جو مسلمان اس عہدہ کے طرفدار مددگار ہیں شرعاً مستحق تعزیر و گنہگار ہیں قال اللہ تعالیٰ لا یتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ان پر اس ناجائز طرفداری سے تو بہ لازم ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تقاؤنوا علی الاثم والعدوان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ازبائرس کنہ گبر ٹولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ مرسلہ مولوی حکیم عبد الغفور صاحب۔ غرہ شعبان ۱۳۸۵
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاند محمد کے چار پسر تھے تاج محمد، لطف اللہ، کریم اللہ، عبد الواحد اور ایک دختر جان بی بی۔ چاند محمد نے ایک مکان خام سفال پوش اپنے روپے سے تاج محمد کے نام نیلام میں خرید کیا کچھ روز بعد چاند محمد نے ایک مکان خام سفال پوش اور تھوڑی سی زمین تاج محمد نہ کور اور لطف اللہ پسر ثانی کے نام اپنے روپے سے خرید کیا بوقت خرید دونوں پسر بالغ تھے چونکہ واقعہ ستر برس کا ہے لہذا یہ نہیں معلوم کہ الغاویع و شراہ کے کس کی جانب مضاف تھے لیکن قبلاً مکان و زمین چاند محمد نے تاج محمد و لطف اللہ کے نام کیا مگر قبضہ کسی کو نہ دیا گیا کہ یہ مکان ہمیشہ آپ لیتے رہے بعد چند سال کے تاج محمد ایک پسر فیض اللہ کو چھوڑ کر اپنے والد و بہادران و خواہر کی حیات میں قضا کیا بعد چاند محمد نے دونوں مکان توڑ کر تین زمین کے اس پر مکان بنوئے اپنے روپے خاص سے طیار کیا بعد ازاں لطف اللہ نے انتقال کیا غرض دونوں پسر جن کے نام مکان زمین خرید کی گئی انتقال کر گئے بعد چاند محمد کو اتفاق سرفرح کا ہوا بوقت سرفرح کریم اللہ و عبد الواحد وغیرہ نے اپنے والد سے کہا کہ فیض اللہ تو محبوب ہو گئے لیکن ان کو کچھ دینا چاہئے بوجہ کہنے پسران کے چاند محمد نے کہا کہ فلاں مکان دیا جائے چنانچہ سادہ کاغذ پر لکھ بھی دیا لیکن قبضہ نہ دیا چونکہ کاغذ کم ہو گیا لہذا مجبوری ہے اور اس کے مضمون سے اطلاع و یقینی بعد و ایسی سرفرح کے چاند محمد نے فیض اللہ محبوب اور ایک اپنے پسر عبد الواحد کو لے کر مکان تحریر میں قیام کیا بعد ازاں چاند محمد کریم اللہ و عبد الواحد و جان بی بی کو چھوڑ کر انتقال کیا اس وقت مکان مذکور میں فیض اللہ محبوب اور عبد اللطیف مقیم ہیں خلاصہ سوال یہ ہے کہ فیض اللہ اس مکان میں سے حصہ پائیں گے یا وہ مکان پائیں گے جو ان کے نام چاند محمد نے بوقت سرفرح کے لکھا تھا یا کچھ نہ پائیں گے اگر مکان تنازع فیہ میں سے حصہ پائیں گے تو اس قدر مالیت و بجائے گی جو ان کے والد تاج محمد کے نام خرید ہوئی تھی یا جس قدر عمارت چاند محمد نے بعد انتقال تاج محمد کے بنوائی تھی سب فیض اللہ کو مت اس زمین سابق کے ملے گی۔ بیٹا تو بجز و۔

اجواب :- مجرد قبالہ کوئی حجت شرعیہ نہیں نہ صرف اس کی بنا پر کچھ حکم ہو سکتا ہے نہ کوئی اپنا استحقاق ثابت کر سکتا ہے فتاویٰ امام قاضی خاں و اشباہ و النظائر و فتاویٰ خیرہ و عقود الدریہ و غیرہ میں ہے واللفظ للملی اما الثبوت مجرد اظہار الحجۃ بلا بیئۃ شرعیۃ فلا قائل بہ من ائمة الحنفیۃ المعتمد علی قولہم لان الخطر رسم مجرد خارج عن صحیح الشرع الثالث التي هي البینه والاقرار والنكول وهذا لا توقف فيه لاحد خصوصا صورت مستفسرہ کا قبالہ تو بنظر عرف غالب بھی قابل لحاظ نہیں ایسی صورت میں اکثر یہی ہوتا ہے کہ باپ بطور خود خرید کر بغرض تخفیف خرچ و تقیل مسافت قبالہ اولاد کے نام کر دیتا ہے مقصود اولاد کو تملیک کرنا ہوتا ہے نہ کہ فضولی بن کر کوئی عقد از جانب اولاد کرنا جس کا نفاذ اجازت اولاد بائین پر موقوف ہے یعلمو ذلك كل من عرف العرف الشائع بينهم ولہذا اس عقد کے بعد بائین کو بلا تامل تحریر قبالہ وغیرہ تمکيلات عرفیہ کر دیتے ہیں اجازت اولاد کے منظر نہیں رہتے۔ یہ قبالہ ان کے نام کرنا بحکم عرف جانب مشتری سے دلیل تملیک وہیہ ہوتا ہے چاند محمد کا بعد تحریر قبالہات مکانات پر اپنا قبضہ رکھنا شکست ریخت بنائے عمارت پختہ وغیرہ تصرفات مالکانہ کرتے رہنا فیض اللہ کو محبوب الارث مان کر اس کے لئے کسی جائیداد لکھنے کی ذکر کرنا یہ سب معاملات دلیل واضح ہیں کہ وہ خریداریاں چاند محمد نے اسی عرف غالب کے طور پر کی تھیں اور از انجا کہ تاج محمد و لطف علی پیش از قبضہ مکانات انتقال کر گئے وہ ہیہ عرفی باطل ہو گیا اور مکانات بدستور ملک چاند محمد پر رہے اگر بقصد شرعی اس کی ملک میں آگئے تھے ورنہ اکثر یہ نیظام کہ ذکر کردہ میں ہوا کرتے ہیں ہرگز بیع نافذ شرعی نہیں نہ ان کے سبب وہ شے ملک مشتری میں داخل ہو جب تک اصل مالک اس بیع کو جائز و نافذ نہ کریں کا بیئناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی فتاویٰ سنار و تجارتیں ہر یمنع الرجوع فیھا موت احد العاقدین بعد التسلیح قلوبہ بطلانہ ملتقطا پس فیض اللہ کا اس مکان میں اصلاح حق نہیں ہاں اگر شہادت مقبولہ شرعیہ سے ثابت کرنا کہ خاص عقد بیع بنام تاج محمد واقع ہوا چاند محمد اس ایجاب و قبول میں محض فضولی تھا پھر تاج محمد نے اس شرار فضولی کو جائز کیا اور مالک مکان ہوا تو البتہ جو مکان ملک تاج محمد تھا اس سے بقدر اپنے ہم شرعی کے فیض اللہ کو ملتا اور اس کے عملہ قدیم کا تاوان بھی بقدر اپنے حصہ کے نہ کہ چاند محمد سے پاتا جسے اس نے توڑ ڈالا تھا مگر یہ عمارت پختہ کر چاند محمد نے اپنے روپے سے بنائی اس میں فیض اللہ کا یوں بھی حق نہ ہوتا جب تک شہادت شرعیہ سے ثابت نہ کرنا کہ یہ تعمیر چاند محمد نے بطور خود تاج محمد ہی کے لئے بنائی یا تاج محمد نے اس سے ورنہ کر کے بنوائی فی الدرر عمر دار زوجہ بمالہ باذنها فالعمارة لها والنفقة دین علیہا ولو لنفسہ بلا اذنها فالعمارة له فلما اذنها فلہما وهو متطوع فی البناء ولو اختلفا فی الاذن وعدمہ ولا بیئۃ فالقول لمنکرہا بیئۃ دنی ان العمارة لها اولہ فالقول له اہ ملخصا یہ ہیں وہ مکان کہ وقت سفر حج چاند محمد نے فیض اللہ کو دیا اور قبضہ دینے سے پہلے انتقال کیا اس میں بھی فیض اللہ کا کوئی حق نہ رہا لہذا علمت ان موت احدہما قبل القبض بیطلان لہیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کہتی ہے کہ میرا ہر پاسور پیسہ تھا اور گواہ کہتے ہیں کہ نکاح تو ہمارے سامنے ہوا لیکن ہر یاد نہیں تو ہندہ کو کس قدر ہر بموجب شرع شریف کے ملنا چاہئے، بیوا تو جوہرہ۔

۲۔ ہندہ کہتی ہے کہ ہر میرا مبلغ پاسور پیسہ کا تھا اور گواہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے ہر پاسور پیسے کا ہانڈھا گیا تھا اور ہم گواہ تھے لیکن جو زبان گواہوں پر اطمینان نہیں کرتے ہیں تو بموجب شرع شریف کے کس قدر ہر ہونا چاہئے۔ بیوا تو جوہرہ۔

اجواب :- ۱۔ اگر یہ پاسور پیسے ہندہ کا ہر مثل یا ہر مثل سے کم ہے تو پورے پاسور دلائے جائیں گے گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور اگر زیادہ ہے تو جتنا ہر مثل ہے اس قدر ضرور دلا یا جائے باقی زیادتی بے شہادت شرعی یا قبول زوج کے نہ دلائیں گے فتاویٰ

فاضلانہ و علیگری میں ہے ان کا ان النکاح معروناکان القول قول المرأة الی مهر مثلھا یدفع ذلک الیھا واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ اگر وہ گواہ شرعاً قابل اطمینان نہیں تو ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اس صورت میں ہر مثل تک ہندہ کی بات بے گواہ مان لی جائے گی اس سے زیادتی مقبول نہ ہوگی جب تک شوہر یا اس کے وارث تسلیم نہ کریں یا عورت گواہان شرعی سے ثبوت نہ دے۔

مسئلہ :- ازالہ آباد محلہ دوندے پور مکان صوبہ وادرم حوم مسئلہ مولوی محمد عبید اللہ صاحب ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

جانح الکلمات العلیہ والعملیہ حاوی القنون الاصلیۃ والفرعیۃ محمدوی المعظم ومطامع منعم والاشان جناب مولوی احمد رضا خان صاحب دام مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! یہ استفتاء پنجاب سے آیا ہے اصل مستفتی صاحب ذی علم کی عبارت بعینہا درج استفتار ہے۔

سوال اول :- چرمیفرایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شخصہ رودے چند اشخاص اقرار نمود کہ با والدہ منکوچہ خود نہ نامو دم بعد از چہار بیخ ماہ مثلا منکوچہ خود را در خانہ خود آورد و آبا و شدند گرفت مردمان طعن کردند از اقرار سابق و جو

نمود حکومت این امر پیش عالم شہر برد شوہر اقرارش بحضور آں پیش قاضی شہادت ادا نمودند عالم موصوف بموجب شہادت حکم بجرمت آں منکوچہ کرد و بر آں حکم راضی شدہ جموں وقت زوجہ خود را حوالہ والد آں نمود و از خانہ بیرون کرد و ایا در صورت مزبورہ منکوچہ بران مقرر حرام میشود یا نہ و بعد گذشتن عدت نکاحش با شخص دیگر جائز یا نہ بیوا تو جوہرہ۔

سوال دوم :- ایک اور مسئلہ بھی جناب محرر تحریر دام مجدہم نے جناب والا سے دریافت فرمایا ہے اس کے سوال کو بھی انھیں کی عبارت سے عرض کرتا ہوں مسئلہ دیگر از فاضل علامہ بریلوی دام فیضہم پرسش فرمایند کہ حالکان وقت کہ مقدمہ رضائے فریقین

حوالہ علی می نمایند و آں عالم استدعائے فیصلہ می نمایند عالم موصوف در آں مقدمہ حکم قاضی داد دیا حکم سنت و اگر فریقین یا کہ یک فریق بلا امر حاکم آزا مضرول کند مضرول می شود یا کہ بسبب حوالہ کردن حاکم وقت حکم قاضی گرفت بنیر عزل حاکم مضرول نمی گردد

بتفصیل جواب این سوالات از علامہ موصوف استدعا کنند انہتہ بالفاظہا۔

اجواب (۱) سائل فاضل بعد استکشاف و انمودند کہ مراد قاضی مذکور فی السؤال ہماں عالم سنت غیر اد علیٰ جید وراں بلکہ نیست ابالی بلکہ وقت حاجت برضی خود رجوع ہادی نمایند آں علم وطن بلد گاہ فیصلہ نزاعی نماید و گاہے جواب میدا

قاضی شرع آنجا کس نیست مردمان شہر کہ شخصے مذکور در بروئے ایشان چندین بار بجالس متفرقة قرار زنا با مرد زنش کرد و باز رہہ انکار و
 ججوہ قرار نورد حسب معمول با جرایش عالم موصوف برودند و تصفیہ این امر با ستماع شہود و خواستندہ آن کس نیز پیش عالم رفتہ گفت کہ
 دیناں بر من دروغ بتہ اند گاہے اقرار این کار نہ کردہ ام اذ روئے شرع شریف فیصلہ این امر فرمایند اگر اقرار من بموجب شریعت ثابت
 شود و زوجہ مرا از من تفریق نمایند عالم موصوف با ستہ عائے الہالی بلد و آن مقرر شہود و اطلب نمود اقرار پیش مردمان بسیار کردہ بود مگر چار
 اشخاص را کہ نزد او معتبر بودند پیش خواند گواہان ز عالم بحضور آرد مقرر بغیبت زنش ادائے شہادت کردند بعد ثبوت عالم ثبوت اقرار
 زنا حرمت زن حکم کرد مقرر از فرمود کہ زن را فی الحال حوالہ والدش کن والد منکوہہ مجلس حکم حاضر بود مقرر تسلیم نمود و گفت اینک ہجہاں
 کتم مجلس بر خاست مقرر ہوں وقت زن را حوالہ پدرش نمود و زوجہ دادین باب دخل نہ بود محض زوج و الہالی بلدہ در خواست این فیصلہ
 نمودند لکن زوجہ برین قضا حکم راضی گشت انتھے و در سوال افزود ہمہ کہ اگر زن را در نیصورت بشخصے دیگر نکاح رواست بسبب تفریق
 عالم ست یا بسبب حوالت کردن زوج و حکم را اختیار تفریق مثل قاضی ہست یا نہ انتھی۔ در صورت مستفسرہ کہ بلا بود جہ استیلاء
 تا مسلمانان از قاضی شرع خالی ست اگر ہمہ از تفریق علماء کرام کہ در ہر مجموعہ مقام عالم دین کہ اعلم اہل بلد باشد قاضی و والی شرع میشود نے
 النوع الثالث من الفضل الثاني من الباب الثاني من الحديقة السديّة شرح الطريقة الحمدية للعلامة العارف
 بالله سيدى عبد الفتى النابلسى قدس سره القدسى عن الفتاوى العتابية للإمام الاجل ابى نصر احمد بن محمد بن عمر
 البخارى العتابى المتوفى سنة ١٠٥٥ هـ اذ خلا الزمان من سلطان ذى كفاية فالامور موكلة الى العلماء ويلزم الامة الرجوع
 اليهم ويصيرون ولاية فاذا عسر جمعهم على واحد استقل كل قطر باتباع علمائه فان كثروا فالمتبع اعلمهم
 فان استواوا اقرع بينهم الخ قطع نظر كنتم تاريخ رجوع سليمان بلد سوسے اور خصومات و تراخ با و در قضا يا و رضا بگش و در فيصلها برك
 قضائے شرعی او بند ست کہ ہجہو حالت تراضی سلین نائب مناب تقلید و تولیہ سلطان دین ست فی جمعة رد المختار عن معراج
 الدرایة عن المسبوط لوالولة كفارا يجوز للمسلمين اقامة الجمعة ويصير القاضى قاضيا بتراضى المسلمين اه
 و في
 قضائه عن التناخانية اما بلاد عليها ولاية كفارا يجوز للمسلمين اقامة الميع والاعياد ويصير القاضى قاضيا بتراضى
 المسلمين اه قال لوعتاه مسكين في شرحه الى الاصل ونحوه في جامع الفصولين اه اى في الفصل الاول منه
 مثله مجردة وعنه نقل في البحر والنجاشيات سنودن و حکم نمودن را بیح حاجت بتقدیم دعوی از جانب زن نبود زیرا کہ حرمت
 فرج از حقوق رب العزة عر و علاست و اثبات مصاہرت از ابواب شہادت حسبہ فی وقف رد المختار تحت قوله والذى لقب
 فيه الشهادة حسبة بدون الدعوى اربعة عشرة مانصه وهى الوقف و طلاق الزوجة (الى قوله) و حرمة المصاهرة
 الہ پس حکم تفریق کہ از عالم مذکور صادر شد قضائے شرعی تام و نافذ و واجب الاتباع ست از ہوں وقت مدت عدت بشار
 آید و اگر ازین ہمہ درگزیریم و حضور پدر زن نیز از جانب او برود و کالت فی الخصومة در خواست حکم نبودہ باشد تا بتراخ خصمین
 معنی تکلم پیدا آمدے و اورا اختیار تفریق ہجہو قاضی حکم تکلم حاصل شدے فان الحکولہ الحکوفی کل ما لیس بحد ولا قود

۳۳۴
 * فیہا التکلیف فی حرمة المصاهرة فواجبة ان شئت
 ولادیه علی عاتلة فی التوہید حکمہا بل حکمہما بیئینہ او توارکھ کولہ لوفی غیر حد وقوع وادیة علی عاتلة او وقد ذکر فی البحر فی صیحی وینزلن را از غنا
 بر آوردن و محالست بہ پدرش کردن کہ از زوج صادر شد این را ہم بجائے متارکہ نہیں جائیکہ زن نہ خولہ باشد و شوہر چہرے از الفاؤ متارکہ
 بر زبان نیاورد و بیچنان دستش گرفتہ بدست پدر او و بناء علی ظاهر مافی البحر وغیرہ واللفظ لہ لا تحقق المتارکة الا بالقول ان
 کانت مدخولہا کقولہ تارکتک او تارکتھا او خلیت سبیلک او خلیت سبیلھا او خلیتھا الخ وان کان لا یبعد ان
 یقوم الفعل الدال علیہ مقام القول وانما المراد نفی التحقيق بحد التوارک علی عزم ان لا یعود کما یتنبین بمقابلتہ
 بہ آہم گفتن زوج مرعالم دا کہ اگر اقرار من ثبوت یا بدین مر از من ہر کن تو کیل بتفریق ست و تو کیل تلیتہ را می پذیرد فی بیوع و المختار
 عن البرازیة تعلیق الوکالة بالشرط جائز ہے تفریق عالم بحکم تو کیل متارکہ از جانب شوہر شد و حکم فرقت و عدت و ملک نفس
 بعد از ان بر شوہر کا آمد و اگر از بی جملہ وجوہ پنجگانہ و امن نظر بر چشم و بیچنان گریم کہ عالم بے تضاد بے تکلم و بے تو کیل برسم فضولی حکم
 تفریق نموده است نیز بگفتاؤ یافت زیرا کہ حکم فضولی نزد ما باطل نیست بلکہ بر تنفیذ متماصین موتوت بیچان کہ زن و شوہر و وہاں حکم
 راضی شدند وہاں بستہ تنفیذش کروند بقاؤ انجامید و تسلیم لاحق ہو چو تکلم سابق گردید بکا نفس علیہ فی رد المختار عن الطحطاوی
 من اندیة عن المحيط و فی البحر لو حکم بغیر رضا ہما لعمد الان بحیث بعد الحکماہ مختصرا و فیہ عن المحيط لو
 امر القاضی رجلا ان یحکم بین رجلین لعمد ان یحکم ما ذونا بالاختلاف الا ان یحیی القاضی بعد الحکم
 او یتراضی علیہ الخصمان اہ بالجد کیفا کان وقت میان این زن و شوہر حاصل شد و رفتوائے سابقہ روشن کردہ ایم کہ اقرار زنا
 با در زن ثبوت حرمت مصاہرت ست و اصرار بر ان تا مرد و زوج از ان نامقبول ہیں بعد عدت عنان زن ہم بدست زن باشد
 جزیں کس باہر کہ خواہ عقد زنا شوئی بندہ و اللہ سبحانہ و تعالی اعلم

(۲) واپے کہ تفویض خصوصیتہ بعالی مستحب شرط صلوح للقضاء کہ اگر او خود سلطان ست اچھو لوہا بان ریا شتمائے اسلامہ
 اگر چہ زیر دست سلطان کا فر باشد پھر دیش بلا ریب معتبر ہو و عالم در خصوص آن خصوصیت مثل قاضی شدہ کہ بجزل بیچ یک از زمین
 از قضا زو وزیر اگر والی را چون اختیار تعلیم قضا در جملہ امور ست در امرے خاص بالاولی باشد والقضاء مما یخصص بکل ما
 خصۃ المقلد کما نصوا علیہ و فی جامع الفصولین والبحر والتاریخانیة والمبسوط والمعراج وغیرہا کل مصرفیہ
 وال مسلم من جهة الکفار تجوز فیہ (ولفظ الاخیر من یجوز لہ) اقامة الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتعلیم
 القضاء وتزیج الایامی لاستیلاء المسلم علیہما و فی البحر من المحيط الامام الذی استعمل القاضی امر
 رجلا من یجوز شہادتہ ان یحکم بین رجلین جائز و هو بمنزلة القاضی الموثق اہ و اگر مفوض کافر ست مفوض الیہ
 بتفویض اور بزدہب معتد مؤید بدلائل شرعیہ و تو امد علیہ قاضی نشو و وجہہ اقول ان الکافر لا یدلی فکیف یدلی قال نقا
 لن یجعل اللہ للكفرین علی المؤمنین سبیلاہ المولی بالفتح انما یتستفید نفاذ القول من المولی بالکسر قال
 المحقق علی الاطلاق فی الفتح اذا لم یکن سلطان ولا من یجوز اتقلد منه کما ہو فی بعض بلاد المسلمین غالب

عليهم الكفار في بلاد المغرب كقرطبة الآن يجب على المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم اه مختصرا قال في النهر
 هذا هو الذي تظن النفس اليه فليقتده اه قال الشافى الاشارة بقوله هذا الى ما افاده كلام الفتح من عدم
 صحة تقلد القضاء من كافر الخ اقول ويؤيده ما قدمنا في المسالة الاولى عن المبسوط والمعراج وجامع
 الفصولين وغيرها ثور راي العلامة البحر ايد به في البحر حيث قال بعد نقل كلام الكمال ويؤيده ما في جامع
 الفصولين الخ وظاهر الحكم نيز نشود اگر فرض تمنا ضمن پیش او هم بر بنائے تفویض حاکم ست قال في رد المختار في البحر عن البزارية
 قال بعض علماءنا اكثر قضاة عهدنا في بلادنا مصالحون لانهم تقلدوا القضاء بالوشوة ويجوز ان يجعل حاکما
 بترايع القضية واعتراض بان الرفع ليس على وجه التكميل بل على اعتقاد انه ما ضعه الحكم الاترى ان البيع
 يتعقد ابتداء بالتعالى لكن اذا تقدمه بيع باطل او فاسد وترت عليه التعللى لا ينعقد البيع لكونه ترتب
 على سبب آخر فكذا هنا باختصار آرس اگر خصمين برضائے خود سوئے او تواقع کنند حکم ميشود وپيش از حکم بعزل هر يك منفر
 گردد و كما هو حکم الحكم وهو ظاهر والله سبحانه وتعالى اعلم۔

مسئله ۱۔ علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کی زوجہ ہیں زید نے زوجہ اول کو کل جائداد اپنی بالعوض ہر بیع
 کر دی اور قبضہ و دخل مثل نفس خاص اپنے کے کرادیا اب زوجہ ثانی کہتی ہے کہ میرا بھی ہر ادا کرورنہ میں نالاش کر کے نصف جائداد
 بالعوض اپنے ہر کے تقسیم کرالوں گی ایازوجہ ثانی تقسیم کرالینے نصف جائداد کی مستحق ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ ابھی ہر تجھ کو بذریعہ نالاش
 وصول نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ طلاق نہ ہو جائے میں محنت مزدوری کر کے ادا کرونگا، ایایہ قول زید کا درست ہے یا غلط۔

الجواب ۱۔ صورت مسلمہ میں جب زید نے وہ جائداد زوجہ اولی کے ہاتھ بیع کر دی زوجہ ثانیہ کو اس سے نصیب ہر جائداد عوض ہر
 لینے کا اختیار نہیں اور دربارہ ہر جب شرط تعیل و تاویل سے عاری ہوا اعتبار عرف ہے ان ویار کا عرف نہیں کہ قبل از فراق ہر ادا کیا
 جائے پس مطالبہ زوجہ ثانیہ محض ناسموع البتہ اس کا ہر ذمہ زید واجب الادا ہے یہ حکم قضاء صحیح ہے مگر ویانہ اگر اس کا اس بیع سے
 زوجہ ثانیہ کا محروم رکھنا ہے تو اپنی اس نیت ناسدا اور اس بیع پر کہ جس نیت پر ہے عند اللہ ماخوذ ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئله ۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید فوت ہوا اور ترکہ زید متوفی کا عوض دین ہر زوجہ ہندہ کے مکفول
 تھا عمر و نے نالاش انکاک دین باوائے ایک سو تیسٹھ روپیہ دین ہر کے عدالت میں دائر کر کے ڈگری حاصل کی اور حکم عدالت کل دین ہر
 ہندہ کو عمر و نے ادا کر دیا بعدہ ہندہ نے اپنا حصہ بدست حسنی و خیر اپنی کے بیع کر دیا اب حسنی حصہ ہندہ کا چاہتی ہے اس صورت میں
 حسنی بلا ادائے دین ہر اس کے جو کل عمر و نے ادا کر دیا ہے حصہ ہندہ کا تقسیم کرا سکتی ہے یا نہیں۔ بینا تو جروا۔

الجواب ۱۔ سائل اظہر ہے کہ وہ ادا کرنا واجب عمر و سے بطریق تبرع نہ تھا اور یہ دین ترکہ سے کم ہے اور سود اس کے میت پر اور
 دین نہیں پس تصرف ہندہ کا اپنے حصہ میں بیع کے ساتھ صحیح ہوا کہ دین غیر مستغرق مانع ملک ورنہ نہیں مگر باوجود اس کے بوجہ تعلق
 حق دائن یا مہون کے لئے مجبوس رہے گا۔ اور دائن اگر بیع کو جائز نہ رکھے تو وہ میت مذہب راجح پر نفاذ نہ پائے گی قال العلامة السید

المطحاوی فی حاشیة الدر من کتاب الفرائض حکم التركة قبل قضاء الديون حکم المرهون بدين على الميتم
 فلا تنفذ تصرفات الورثة بينهما هذا اذا كانت التركة اقل من الدين او مساوية له واما اذا كان فيها زيادة
 عليه ففي نفوذ تصرفات الورثة وجهان احدهما النفوذ الى ان يبقی قدر الدين واظهرهما عدم النفوذ على قیاس
 المرهون اه عم زادہ

پس شریعہ تادیقیکہ ترک ایغایا ابرا دین سے نہ ہو جائے حصہ ہندہ پر قبضہ نہیں کر سکتی اور صرف اس کا بقدر حصہ رسدی اپنے کے ادا کر دینا
 کافی نہ ہوگا جب تک کل دین ادا نہ ہو جائے گا ذکر نامن ان الدین ولولویکن محیطا یعنی نفاذ تصرفات الورثة ان اگر دائن
 روار کھے اور اس امر پر راضی ہو جائے تو اسے اختیار ہے کہ جس اس کے حق کے لئے تھا پس حسنی اس تقدیر پر قابض ہو سکتی ہے اور حصہ
 ہندہ کے عوض اس کے من حق دائن میں مجبوس رہیں گے گا ہو حکم المرهون المصرح به فی المتون. واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین اس صورت میں چالیس برس کا عرصہ ہو کہ سنی زید فوت ہوا بعد
 وفات شوہر موجودگی دیگر ورتنا شرعی کل مترکہ زید پر مسماة ہندہ زودہ بعوض دین ہر قابض و ذخیل و متصرف مالکانہ ہوئی اور تین
 لڑکیاں بھی زید کی تھیں گو دین ہر کثیر التعداد تھا اور اس قدر جائیداد مورث نہ تھی کہ کتنی دین ہر کو ہو اور منجد جائیداد مترکہ شوہری
 مسماة نے ایک قطعہ زمین بعد وفات شوہر بعوض مبلغ ۵۰ روپیہ رہن رکھا اور اس میں یہ لفظ تحریر ہے کہ مالکانہ قابض ذخیل
 و متصرف ہوں اور اس فعل مالکانہ کو ورتنا تسلیم کرتے رہے اور اور بھی افعال مالکانہ بلا شرکت احد سے ہوتے رہے چنانچہ اس مترکہ
 شوہری سے اپنے بیٹیوں کو ایک مکان پختہ راضی شوہری میں بنوایا اور بعلم و آگاہی و اطلاع اور موجودگی ورتنا ایک مدت تک
 تعمیر ہوتا رہا کوئی مزاحم و معترض نہ ہوا اور یہ سب افعال ملکیتی تسلیم ہوتے رہے اور لڑکیاں جو شوہر نے چھوڑی تھیں کبھی باو حوزم
 نہ ہوئیں و تقسیم چاہی نہ ترک مسین ہوا بالکل زودہ مالک و قابض و متصرف رہی اور جمیع افعال ملکیت پر عملد رآہ ہوتا رہا کوئی مخالفت
 نہ کی اور اس کے بعد بیعت مسماة ہندہ ایک دختر اس کی فوت ہوئی بعد وفات اس کے بھی حسب دستور سابق وہی افعال ملکیت مسماة
 ہندہ کے ہوتے رہے کسی لڑکی نے نہ تقسیم چاہی نہ ترک طلب کیا بجز اپنی والدہ ہندہ کے پاس آتی جاتی رہیں اور شفقت مادرانہ ہوتی رہی
 اب عرصہ پندرہ سولہ سال کا ہوا کہ مسماة ہندہ فوت ہوئی اور اس کے ورتنا میں سے دو لڑکیاں اور دو بھتیجے ہیں بموجب فرائض شریفین
 کے دو لڑکیوں کے اور ایک ایک برادر زادہ کا حصہ ہوتا ہے اور ۶ سے مسئلہ قرار پاتا ہے چونکہ اب لڑکیوں نے کہ حصہ قلیل ہوا جاتا ہے
 اور برادر زادگان مستحق حصہ شرعی ہیں محض اطلاق حق کے لئے چالیس برس کے بعد یہ امر بیان ہوتا ہے کہ آج تک کبھی اس امر کا تذکرہ بھی نہیں آیا
 تھا کہ مسماة ہندہ کل ترکہ پر قابض ہو کر ہو گئی ہوگی اور کبھی یہ حیلہ پیش ہوتا ہے کہ جنازہ اٹھتے وقت اکثر ہر معاف بھی ہو جاتا ہے۔
 رواجاً معاف کر دیا ہوگا اور کبھی یہ بیان کر معاف کر دیا اس امر کا بیان کنندہ سوائے ان دو لڑکیوں متوفیہ کے کہ وہ خود اپنی کی جرک
 کے سبب سے اور باغوار اپنے اہل و عیال کے اس وقت بیان کرتی ہیں کبھی سابق بیان بھی نہیں کیا ابطال وکی حق برادر زادگان مسماة
 متوفیہ کے لئے باوجود عملد رآہ ہونے افعال ملکیت مسماة ہندہ کے ۲۵ - ۳۰ سال تک اور اظہار قبضہ دین ہر اور عدم اظہار معافی ہر
 سے لفظ عم زادہ کے بعد اصل میں بیاض ہے۔

سوائے بیان سال حال مجھ و بیان خیالی و لڑکیوں کا بغیر علم و آگاہی دیگر بزرگان خاندان کے اور نہ ہونے کسی ذمہ دار تحریری کے بلکہ برفلا
اس کے عمل درآمد ہوتا رہا اور کسی وارث نے یہ ذکر نہ کیا اور انتقال تحریری اور زبانی مسماۃ ہندہ ہمیشہ مسلم کے پس ایسی حالتوں میں
یہ ہر معاف سمجھا جائے گا یا کیا اور تقسیم ترکہ اب مسماۃ ہندہ کی ہوگی یا شوہر ہندہ کی قرار دینا چاہئے اور یہ عمل درآمد کیسا سمجھا جائے گا۔ بینوا
اجواب :- صورت مستفسرہ میں دعویٰ و خزان ہرگز قابل سماعت نہیں نہ اب وہ ترکہ ترکہ شوہر ٹھہر سکے نہ مجرد ان کے بیان سے
ہر کی معافی سمجھی جائے اور بیان بھی کیسا مضطرب کہ کبھی تو بر بنائے رواج یہ احتمالی حکم کہ جنازہ اسٹھتے وقت ہر معاف ہو جاتا ہے
یہاں بھی ہو گیا ہو گا حالانکہ یہ کلیہ بھی غلط ہے کوئی معاف کر دیتا ہے کوئی نہیں کرتا اور سب معاف کر دیا کرتے تو کیا تھا خاص ہندہ کی معافی
نما بت ہونا چاہئے تھی اور کبھی کچھ جھک کر یہ قطعی دعویٰ کہ معاف کر دیا اگر معاف کر دیا تھا تو تم نے بر بنائے ہر کل جائیداد پر ہندہ کو کیوں قبضہ
کرنے دیا تھا اور جو ہیں بیکس برس تک اس کے تصرفات مالکانہ دیکھ کر کیوں خاموش رہیں اور اس کے انتقال پر بھی یہ پندرہ سولہ برس
کا سکوت کس لئے تھا یہ خاموشی پہلے سال شرعاً قرینہ واضح ہے کہ دعویٰ محض بر بنائے زور و تلبیس و ائتلاف حق برادر زادگان ہے
ہمارے اللہ اصحاب متون و شروح و فتاویٰ تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک جائیداد میں کوئی شخص ایک مدت تک خود تصرفات مالکانہ
کرتا رہے یا بیع خواہ ہبہ خواہ کسی اور طرح دوسرے کو تملیک کرے اور وہ دوسرا ایک زمانہ تک اس میں تصرف رہے پھر ایک مدعی
جو اس شہر میں موجود ہو اور ان حالات پر مطلع ہو دعویٰ کرنے لگے کہ یہ جائیداد میری ملک ہے اب وہ دعویٰ بہت میراث ہو خواہ
کسی دوسرے سبب سے ہرگز ہرگز نہ سنا جائے گا اور اس کا ان تصرفات کے وقت خاموش رہنا اپنی اجنبیت اور تصرف کی مالکیت
کا صریح اقرار قرار پائے گا فی فتاویٰ العلامة المرخوم سیدی محمد بن عبد اللہ الغزالی القمہ تاشی مصنف تنویر اللہ
بصار سئل عن رجل له بیت فی دار یکنہ مدۃ تزویج علی ثلاث سنوات وله جار یجانبہ والرجل المذكور یتصرف
فی البیت المزبور ہد ما و عمارۃ مع الملاء جارہ علی تصرفہ فی المدۃ المذكورۃ فهل اذا ادعی البیت او بعضہ بعد
ما ذکر من تصرف الرجل المذكور فی البیت ہد ما و بناء فی المدۃ المذكورۃ تسمع دعواہ ام لا اجاب لا تسمع دعویٰ
علی ما علیہ الفتویٰ فی فتاویٰ الامام العلامة خیر المملۃ والدين الرملی سئل فی رجل اشتری من آخر
ستہ اذرع من ارض بید الیائع و بنی بہا و تصرف فیہ ثم بعدہ ادعی رجل علی البانی المذكوران لہ ثلاثۃ
قراریط و نصف قیراط فی المبیع المذكور انما عن امہ و یرید ہدمہ والحال ان امہ تنظرہ یتصرف بالبناء
والانتفاع المذكورین هل لہ ذلك ام لا اجاب لا تسمع دعواہ لان علما سنا نصوا فی متونہم و شروحہم
و فتاویہم ان تصرف المشتري فی المبیع مع اطلاع الخصم ولو کان اجنبیا یجوز البناء والغرس والزرع
یمنعہ من سماع الدعویٰ قال صاحب المنظومۃ اتفق اساتیدنا علی انہ لا تسمع دعواہ و یجوز سکوتہ
رضا للبیع قطعاً للتزویر والاطلاع والحیل والتلبیس وجعل الحضور و ترک المنازعۃ اقرار بانہ ملک الیائ
اہ ملخصاً و فیہا یرسئل فی رجل تلقی بیئاً عن والدہ و تصرف فیہ کما کان والدہ من غیر منازع ولا مدافع

مدتہ تنوف عن تیسین سنہ والان برنہ جماعۃ یدعون ان البیت لجدہم الاعلیٰ نھل تسع دعویہومع اطلاق علی التصرف المذكور واطلاع ابا نھم وعدم مانع بمنعہم من الدعوی اجاب لاسمع ہذا الدعویٰ و فیہا عن الیازیۃ علیہ الفتویٰ قطعاً لاطماع الفاسدۃ و فی المولویۃ ثور الخیریۃ ثور الحامدیۃ وغیرہما رجلاً نھل زماناً فی ارض ورجل اخری ارض الارض والتصرف ولم یدع ومات علی ذلک لم تسع بعد ذلک، دعویٰ ولمدۃ فتنزل علی ید المتصرف لان الحال شاہد و فی الخیریۃ ربہ افتی شیخ الاسلام شہاب الدین احمد الحلبی المصری و فی العقود المدنیۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ مجرد الاطلاع علی التصرف مانع من الدعویٰ و فیہا لریقیدۃ بموت ولا بصدۃ کانتی و فی رد المختار من مسائل شتی مجرد السکوت عند الاطلاع علی التصرف مانع وان لم یسبقہ ینع و فی الدر المختار بیاع عقاراً و حیواناً او ثوباً و ابنتہ او امرأتہ او غیرہما من اقرارہما فی حاضریہ یعلم بہ شرعی الابن مثلاً انہ ملکہ لاسمع دعواہ کذا اطلقہ فی الکنز والملتقی وجعل سکوتہ کالافصاح قطعاً للتزویر والحیل

مسئلہ۔۔۔ ازراہ پورہ سلسلہ سید محمد منور علی صاحب تحصیلدار بھوپال ۲۲ شعبان معظم ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینی اس مسئلہ میں کہ ہندو نے اپنا ایک مکان جسکا چار ملاحق زید ہے فیست زید میں جبکہ وہ اپنی نوکری پر بھوپال میں تھا عرصے کے ہاتھ بیچ گیا اور بیٹا نہ بیبارت معمولی لکھا اس مکان کے جانب شمال جو دیوار مکان بیس و مکان شیعہ میں حدناصل ہے اصل الفاظ بیس کے ذکر میں اس دیوار پر ایراد عقد کا کچھ تذکرہ نہیں نہ تفصیل علمہ مسجد میں با آنکہ ایک ایک چیز مفصلاً لکھی ہے اس کا نام ہے حدود بیس جہاں لکھے ہیں وہاں زیر حد شمالی یہ لفظ ہیں (شمالی مکان میاں منور علی و پاکہ کلاں شامل میاں منور علی و دیوار سر اسرد و نقل بیس ہذا) زید جب بھوپال سے آیا اور بیس پر اطلاع پائی مدعی شفعہ ہوا اور عرضی میں بنائے شفعہ ثابت کرنے کو یہ الفاظ لکھے (اعراض بیسگ مدعا علیہا بانو نے مکان مدعا بہا معلوم مقبوضہ اپنا عرضی مبلغ ساٹھ روپیہ قیمت اصل و واقعی ہو جب بیٹا نہ رجسٹری شدہ ۲۲ اگست ۱۸۸۹ء بیسیت مدعی بدست مدعا علیہ بیس صحیح شرعی کیا) دیوار مذکور جس پر ہمیشہ سے زید و مورث زید کا قبضہ تھا اور ہے مکان زید کی کھریلیں اور ان کی ترکیں اس پر ہیں اور ہندو و عمر و کا کوئی قبضہ اس پر نہ تھا نہ ہے نہ ان کے مکان کی کوئی کھری یا ترک وغیرہ اس دیوار پر ہے اب عمر و مدعی ہوا کہ یہ دیوار مکان بیس ہندو کی ہے اور میں حکم بیس اس کا مالک ہوں زید سے ولادی جائے مگر کوئی ثبوت اس دیوار میں اپنی ملک کا نہ دے سکا سو اس کے کہ زید نے دعویٰ شفعہ میں بوجہ عبارت مذکورہ اعراض بیسگ نے اپنا مکان مقبوضہ بیس صحیح شرعی کیا اس بیٹا نہ کو سلم رکھا اور اس کے حوالہ دینے سے زید کا بیٹا نہ دیکھنا ظاہر ہے اور اس میں دیوار مذکور بھی داخل بیس تھی تو زید کا بدریسہ شفعہ سے طلب کرنا صریح اقرار ہو چکا کہ دیوار ملک عمر و شتری ہے حالانکہ زید نے ہرگز بیٹا نہ دیکھا نہ اس کے سامنے لکھا گیا وہ اس وقت اس شہر میں تھا اثبات بنائے شفعہ کے لئے تاریخ رجسٹری معلوم کر کے عرضی دعویٰ میں ذکر بیٹا نہ کیا تھا۔ اس صورت میں علمائے شرعیہ سے اصل میں ایک صفحہ کی بیان ہے شاید جواب کل دستیاب نہ ہوا۔

سے استفسار ہے کہ زید کا وہ الفاظ لکھنا دیوار ملک عمرو ہونے کا شرعاً قرار پائیگا یا نہیں اور بنا پر عمرو کا استحقاق اس دیوار پر ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بیوا تو جردا۔

الجواب۔ صورت متفسرہ میں دعویٰ عمرو محض بے ثبوت ہے نہ اس بنا پر دیوار سے دلائل جاسکتے ہیں اور جبکہ دیوار حسب تحریر سوال زید کے استعمال میں ہے اور عمرو ہندہ کا کوئی عمل اس پر نہیں جس سے ان کا استعمال ثابت ہو تو جو حکم ظاہر دیوار ملک خاص زید ہے تنویر الابصارہ و درختارہ وغیرہا میں ہے الخائض لمن جذوعہ علیہ معین الحکام میں ہے ان لاحدہما علیہ جذوع ولا شئی علیہ للاخر یقضی بہ لوب الجذوع لانه مستعملہ اور خود عمرو جبکہ تخلیہ دیوار کا ناشی ہوا تو اپنا خارج اور زید کا ذوالیدہ و قابض ہونا تسلیم کر لیا بہر حال عمرو اس مقدمہ میں شرعاً مدعی ہے پس تا وقتیکہ ثبوت مقبول شرعی سے اپنا دعویٰ ملک منور ذکر کرے مقبول نہیں ہو سکتا دعویٰ شفعہ میں زید کا حوالہ بیعنامہ دینا کونسی دلیل شرعی ہے کہ اس نے بیعنامہ دیکھا اور اس کا لفظ لفظ تسلیم کر لیا بیان سائل کہ اثبات بنائے شفعہ کے لئے تاریخ رجسٹری معلوم کر کے ذکر بیعنامہ کیا گیا ہرگز ناقابل التفات نہیں ثانیاً اگر فرض کریں کہ بیان مذکورہ سائل بعید از قیاس و ثبوت ثابت ہے کہ یہ ایک قرینہ ظاہر ہوگا اور ظاہر مدعی کو کام نہیں دیتا اس کی بنا پر ثبوت ملک ہو سکتا اور درختارہ وغیرہ عامہ کتب فقہیہ میں ہوا ظاہر بصلح لفظ لولا استحقاق ثالثاً تسلیم ہی کیجئے کہ اس نے صرف ظاہر بلکہ قطعاً و یقیناً زید کا بیعنامہ کو دیکھ کر حوالہ دینا اور عبارت مذکورہ لکھنا ثابت ہے تاہم اس سے کس قدر ثبوت ہوا یہ کہ زید مکان بیع کو ملوک و مقبوض ہندہ جانتا اور بیع کو صحیح مانتا اور بذریعہ شفعہ لینا چاہتا ہے اس سے اس کے زید کو انکار ہوا وہ اب بھی کیسا کہ واقعی ہندہ نے اپنا ہی مکان ملوک و مقبوض بیع کیا اور یہ بیع صحیح ہی ہوا اور میں بذریعہ شفعہ اسکا خاستگار بھی ہوا۔ وہی یہ دیوار اور یہ ملوک و مقبوض ہندہ تھی یا نہ تھی داد ہوئی رہیں شفعہ میں لگی الفلاحہ بیع میں مکان ہندہ کا ذکر ہو مکان ہندہ جس قدر تھا وہی ارجحاً مقبول میں داخل ہوا اسی کو بذریعہ شفعہ طلب کیا گیا کہ عقد بیع نہیں نہ وہ حاکی ایجاب و قبول ہے تو تسلیم صحت بیع سے تسلیم صحت جملہ الفاظ اذائدہ مندرجہ بیعنامہ کیونکر لازم ہو سکتے ہیں علماء تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے بیعنامہ پر خود اپنی گواہی لکھ کر مہر کر دی تاہم یہ اس کا اقرار نہ قرار پائے گا کہ شے بیع ملک بائع ہے میری ملک نہیں وہ اس گواہی کو دینے کے بعد بھی مکان بیع پر دعویٰ ملک کر سکتا ہے جبکہ اس کے الفاظ سے صراحتہ اس کا خلاف نہ ثابت ہو درختارہ میں ہے یوزیدہ مسأله کتابتہ و ختمہ علی صک البیع فانہ لیس باقرار بعد مملکہ رابعاً ان سب سے قطع نظر کر کے مان ہی لیں کہ نفس عقد دیوار پر بھی وارد ہوا اور وہ بھی طلب شفعہ میں داخل تھی تاہم اس سے زید کا اس قدر اقرار حاصل ہوگا کہ زید دیوار میری ملک نہیں ذیہ کہ عمرو کی ملک ہے ہمارے مذہب راجح میں کہ ظاہر الروایہ ہے اور اکثر تفصیحات ائمہ اسی جانب ہیں اگر زید عمرو سے کوئی چیز مانگے کہ مجھے بہرہ کر دے یا قاریتہ دیدے یا میرے ہاتھ بیچ ڈال یا اس کے مثل اور اقوال تو ان سے صرف اپنی ملک نہ ہونے کا اقرار ثابت ہوتا ہے عمرو کی ملک ہونے کا اقرار نہیں بھلتا زیادات و صفری و دینا بیع و عمادیہ و تشار خانہ و مسراجیہ و نیہ وہ ہبانیہ و خانیہ وغیرہا میں اسی کی نصیحہ کئی امام اجل قاضیخان نے اخذ فرمایا کہ یہ اقرار ہو بھی تو بسب ظاہر ہے اور ظاہر حجت استحقاق نہیں تو مدعی اس سے ناامد نہیں اٹھا سکتا درختارہ میں بیع الغفار سے ہے الماصل ان روایۃ الجامع ان الاستیام والاستیجار والاستعاذۃ وغویھا اقرار بالملک المساوم منہ والمستاجر منہ و ذلیۃ الزیادات انہ لا یكون ذلک اقرار بالملکیۃ وهو یصح کذافی العادیۃ و حکم

فیہا اتفاق الروایۃ علی انه لہ مالک للمساوم وغوہ فیہ اسی میں ہے قال الانقرودی والاکثر علی تصحیح ما فی الزیادات
وانہ ظاہر الروایۃ القویہ میں ہے فی الصغری عین فی یدرجل اقدم اخصر علی الشرع منہ یكون اقراراً بملکیۃ العین
نلباع علی روایۃ الجامع وعلی روایۃ الزیادات لا وہو الصحیح اہ وکذا فی التآثر خانیۃ من الصغری والینایع و فی
السلجیۃ الاقدام علی الاستیام لایکون اقراراً بملکیۃ ذلك لذل الید علی روایۃ الزیادات وعلی روایۃ الجامع
یکون اقراراً والاول اصح وکذا فی المدینۃ فظہران فیہ اختلاف الصحیح والاکثر علی تصحیح ما فی الزیادات
وانہ ظاہر الروایۃ وقال قاضیخان روی ہشام عن محمد ان المساومۃ اقرار منہ لہ بالملک والصحیح ما ذکر فی ظاہر
الروایۃ انہ اقرار من حیث الظاہر فلا یصلح حجة للاستحقاق اہ فخصراً عقود الوریہ میں ہے القاعدة ان العمل بما علیہ
الاکثر قرۃ العیون میں ہے قلت فیفتی بہ لترجیحہ بكونہ ظاہر الروایۃ وان اختلف التصحیح غیر العیون والابصار میں ہے
فی تصحیح القدوری للعلامة قاسم ان ما یصححہ قاضیخان من الاقوال یکون مقدماً علی ما یصححہ غیرہ لانہ کان
فقیہ النفس رواتم میں ہے کنا علی ذکر مما قالوا لا یجدل عن تصحیح قاضیخان فانہ فقیہ النفس لویہ اقرار حق محروم کچھ
نازع نہ ہوانا تا کہ دیوار حسب اقرار زید ملک زید نہیں مگر ملک عمرو ہونے کا اقرار بھی تو نہیں تو دعویٰ بے بینہ عادیہ شرعیہ یا اقرار مدعا علیہ یا کقول محض
اپنے زعم پر کوئی چیز کسی سے کیوں کر لے سکتا ہے اور قاضی کیہ نہ کہ دلا سکتا ہے فتاویٰ خیر یہ میں ہے القاضی انما یقضی بالبینہ والاقترار
والانکول۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۳ سوال المکرم ۱۳۱۲ ھ

مسئلہ -

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں جبکہ کسی شخص گاؤں بلا قید آمدنی ہو یعنی جب پیداوار اچھا ہو آمدنی معقول ہو اور خراب تو کم
اور یہ گاؤں اس کے والدین نے یا ام نابالغی میں اس کے نام کیا بعد بلوغ باہم ایک پنچایت نامہ ۸۵۰ میں بنجیال زمانہ نازک ہو ایچ نے
والدین کے نام چھ سو روپے سالانہ اس کے گاؤں کی آمدنی سے دینا اس کے ذمہ قرار دے اور کوئی تفریق حصص والدین نہ کی بلکہ لکھا کہ یہ حلب
آمدنی بدست والد رہے گی وہ جس قدر چاہیں گے خود لیں گے اور جس قدر چاہیں گے اس کی والدہ کو دیں گے اس کا باپ ۱۲۰۰ میں فوت
ہو گیا اب اس کی ماں علیحدہ ہو کر پچاس روپے ماہوار کل بیٹے سے لینا چاہتی ہے تو شرعاً چھ سو روپے سالانہ سے کس قدر والدہ کو چاہئے کس قدر
لڑکے کو بیٹو التوجروا۔

اے جواب :- سائل منظر کہ یہ گاؤں اس کے والد کا تھا اس نے اپنی زوجہ کو بہر میں دیا پھر زوجہ سے اس پسر نابالغ کے نام سپہ کر لیا پھر بعد
بلوغ اس بنا پر کہ آمدنی جائداد کا تحفظ چاہتے ہیں یہ پنچایت نامہ ہوا والدہ صاحب مال و زیور ہے محتاج نفقہ نہیں اس صورت میں لڑکا کا
مالک مستقل ہو گیا اور یہ پنچایت محض بے معنی تھی جس کی پابندی ہرگز لازم نہیں ہو سکتی کہ شرعاً حکم صحت دعویٰ ہے اور دعویٰ طلب حق اور
جہاں والدین کا کوئی حق جائداد و تو فیہ میں نہ رہا تھا کہ ان کا دعویٰ صحیح ہو سکتا اور یہ پنچایت پنچایت ٹھہرتی غایت یہ کہ اس کا قبول کر لینا لڑکے
طرف سے ایک وعدہ قرار دیا جائے گا اور وعدہ کی وفا پر جبر نہیں علیگری میں ہے لایلز مہ الوفاء بالمواعید ہاں ماں کی خدمت و ادین

کی سعادت ہے جس قدر بوجہتر ہے یہ امر دیگر ہے اور انسان کی اپنی مرضی پر ہے جبکہ حالت یہ ہے کہ ماں محتاج لفقہ نہیں در نہ بقدر لفقہ دینا واجب علیگیری میں عجب بالوند الموسر علی نفقة الابوين المعسرین مسلمین کا تاواذ میںین قدرا علی الکسب اولعقیدرا والله اعلم

مسئلہ :- از ریاست راپور بزرگ ملاطریف گھر منشی عبدالرحمن خاں مرحوم مرسلہ عبدالرؤف خاں ، ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۵۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان زید نے خرید اوقت خرید کے حد راج کو چہ تھا جب زید نے دعویٰ بنام عمرو کیا تو اسی حد راج میں جو بیٹا میں کو چہ نافذہ لکھا تھا بوجہ حد مندرجہ بیٹا کو چہ نافذہ لکھا گیا عمرو نے بھی اس کو ان لیا دوران مقدمہ میں زید کو معلوم ہوا کہ قبل رجوع دعویٰ ہذا سے کرنے کو چہ نافذہ کو بند کر لیا اپنا مکان بجائے حد مذکور بنا لیا ہے زید نے ایک سوال پیش قاضی اسی مضمون کا بنا لیا اس کے کہ پہلے وقت شرکے کو چہ تھا قبل رجوع دعویٰ سے کرنے اسی حد میں کو چہ بند کر کے اپنا مکان بنا لیا ہے وقت رجوع دعویٰ کے میں نے نہ بچھا تھا اب دیکھا تو تبدیلی حد مذکور کی ہو گئی ہے بصورت مذکورہ توفیق ہوگی یا نہیں اور اس توفیق سے دعویٰ زید قابل سماعت ہے یا نہیں۔ مینوا توجروا۔

اجواب :- ہاں اور دعویٰ میں کچھ غلط نہ رہا فی جامع الفضولین بر من شیخ الامام شمس الائمة السرخسی ان الشاهد لو اخطا في بعض الحد ثرت ادراك واعاد الشهادة واصاب قبلت شهادته لو امکن التوفيق سواء تدارك في المجلس او في مجلس آخر ومعنى امكان التوفيق ان يقول كان صاحب الحد فلانا الا لانه بلغ داره من فلان آخر وما علمنا به او يقول كان صاحب الحد بهذا الاسم الا انه سمى بعد ذلك بهذا الاسم الاخر وما علمنا به وعلى هذا القياس فافهم هذا اذا ترك الشاهد احد الحد وداو غلط فيه فلو ترك المدعى احد الحد وداو غلط فيه فحکمه كالشاهد جملة والله تعالى اعلم۔

مسئلہ :- از ریاست رام پور مرسلہ مناجاتی ، ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

صورت یہ ہے کہ زید کے مکان کے بالا خانوں کے ایک ہی سمت اور سلسلے میں بہت سے درپچے ہیں جن میں سے دو درپچے جدید ہیں اور باقی تمام قدیم۔ ہندہ کا مکان زید کے مکان کے مقابل کوئی ستر قدم کے فاصلے پر ہے اور ان دونوں مکانوں کے درمیان ایک وسیع شارع عام اور ایک کھنڈر واقع ہے۔ ہندہ نے اس بنا پر کہ اس کے مکان کی بے پردگی ہوتی ہے مجملہ تمام درپچوں کے پانچ درپچے بند کر دینے یا انکے سامنے دیوار قائم کر دینے کی نالیں لڑ کر دی ان پانچ درپچوں میں سے دو جدید ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا اور باقی قدیم چنانچہ فریقین کی شہادت سے یہ بات ثابت ہے اور درحقیقت اس بے پردگی کا باعث یہ ہے کہ ہندہ کا ایک مکان جو مانع بے پردگی تھا با اختیار ہندہ ہندم ہو گیا اور اب بے پردگی میں درپچے متنازع فیہا اور زید کے مکان کے دوسرے درپچے اور وہ لوگ جو بے سواری اسپ و فیل و شتر وغیرہ شارع عام سے گزرتے ہیں سب برابر ہیں۔ زید ہندہ سے کہتا ہے کہ درپچے بند ہو جانے سے میرے ہزار ہا روپے کے مکانات غارت ہو جائیں گے اور تمہارا ہر طرح سے صرف دس بارہ گروہ دیوار بلند کر لینے سے پورہ ہو سکتا ہے اور اگر تمہیں بارہ ہو تو صرف بھی میں ہی دوں گا۔ اس صورت میں علمائے کرام سے سوال یہ ہے کہ آیا مطابق مذہب اگر ضعیف ہندہ زید کو اپنی ملک میں تصرف سے مانع ہو سکتی ہے اور ہندہ درپچے بند

کر دینے کی مستحق ہے۔ جواب مدلل نقل و روایات ہو واللہ لایضیح اجرا لِحسین۔

الجواب: صورت مستفسرہ میں دعویٰ ہندہ باطل و نامسموع ہے۔ ائمہ ضعیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اصل مذہب و ظاہر الروایۃ و مرع و صیح و مفتی یہ ہے کہ انسان اپنی ملک میں تصرف کا مطلق اختیار رکھتا ہے دوسرا اپنے کسی نفع نقصان کی وجہ سے مالک کو اپنی ملک خاص مستقل میں کسی تصرف سے منع نہیں کر سکتا۔ خود مقرر الذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبسوط میں کہ کتب ستہ ظاہر الروایۃ سے ہے ارشاد فرماتے ہیں ان کف عمایو ذی جارہ فہو احسن و لایعجز علی ذلک و لو فتح صاحب الذبائ فی علونبائہ بابا او کوفۃ لہو لیکن لصاحب الساحة منغہ و لصاحب الساحة ان ینبذ فی ملکہ ما یسترجعہ و یجزا ام شمس الاممہ کروری میں ہے الامام ظہیر الدین کان یفتی بجواب الروایۃ اسی میں ہے قال فی الفتاوی عن استاذنا انہ یفتی علی قول الامام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں الوجہ لظاہر الروایۃ شرح تنویر میں ہے جواب ظاہر الروایۃ عدم المنع مطلقا و بہ افتی طائفۃ کا امام ظہیر الدین و ابن الشیخہ و والدہ و رجحہ فی الفتح و فی قسیمۃ المحتبہ و بہ یفتی و اعتمدہ المصنف ثلثہ نقلاً وقد اختلف الاقواء و ینبذ ان یعول علی ظاہر الروایۃ بحر الرائق میں ہے ذکر العلامة ابن الشیخہ ان فی حفظہ ان المنقول عن الممتنا الخمسة ابی حنیفہ و ابی یوسف و محمد و زفر و الحسن بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہ لایمنع عن التصرف فی ملکہ وان اضر بجارہ قال و ہوالذی امیل الیہ و اعتمدہ و افتی بہ بتعالی اللہ فی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ اور فقہ کا قاعدہ مقرر ہے کہ جب فتویٰ مختلف ہو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب ہے اور اس سے عدول ناجائز اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے مرجوع عنہ ہے اور ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں صرح بکل ذلک فی الخیریۃ و البحر و الدر و رد المحتار و غیر ہا من معتدلات الاسفار و قد سردنا نصوصہم فی کتاب النکاح و غیرہ من فتاویٰ متاخرین نے کہ بخلاف مذہب جملہ ائمہ مذہب بنظر الضرر و لا ضرار فی الاسلام شیخ پر فتویٰ دیا صاف تصریح فرمائی کہ اس کا عمل وہاں ہے کہ مالک کا وہ تصرف دوسرے کو ضرر شدید مخرج پہنچاتا ہو جس کی وجہ سے اس کا مکان گر جائے یا اصلاً قابل انتفاع نہ رہے ورنہ بالا جماع مانعت نہیں تنویر الابصار میں ہے لایمنع الشخص من تصرفہ فی ملکہ الا اذا کان الضرر یبئنا بمرہم ہے صحیح النسفی فی الملہم ان الضرر ان کان فاحشا یمنع والا لا و الحاصل ان الذی علیہ غالب المشایخ من المتاخرین الاستحسان فی جنس ہذہ المسائل و افتی طائفۃ بجواب القیاس المروری و اختار فی العماریۃ المنع اذا کان الضرر یبئنا و ظاہر الروایۃ خلافہ رد المحتار میں فتح القدر سے ہے ترک القیاس فی موضع یتعدی ضررہ الی غیرہ ضرر فاحشا و ہوا المراد بالین و ہوا ما یکون سبباً للہدم او ینخرج عن الانتفاع بالکلیۃ و ہوا ما یمتدح الحوائج الاصلیۃ کسد الضووع بالکلیۃ و اختاروا الفتویٰ علیہ فاما التوسع الی منع کل ضرر ما یفسد باب انتفاع الانسان بملکہ کما ذکرنا قریباً یہاں اگر فرض کیا جائے کہ اب ہندہ کا ایسا ہی ضرر ہے جس کے سبب اس کا مکان اصلاً قابل انتفاع نہ رہا تو یہ ضرر دیہیوں نے نہ پہنچایا کہ وہ تو قدیم سے ہیں اب تک ہندہ نے اپنے مکان سے کیونکر انتفاع کیا بلکہ یہ نقصان اس دیوار ہندہ کے انہدام سے پیدا ہوا جو حسب

بیان سائل خود باختیار ہندہ منہدم ہوئی اور کوئی شخص خود اپنے لئے سبب ضرر پیدا کر کے دوسرے کا گریبان گیر نہیں ہو سکتا ورنہ کل کو ہندہ اپنی دیوار پر وہ سے گزرو گزاور انا کر شارع عام بند کرنے کی خواستگار ہوگی کہ لوگوں کے گزرنے سے میری بے پروگی ہے ایسے جہل دعویٰ اگر سن لئے جائیں تو ایک عورت کہ کسی محلہ کے وسط میں رہتی ہو اہل محلہ کی عافیت تنگ کر سکتی ہے اپنے کپے جھونپڑے کی چاروں دیواریں گر کر چار طرف کی نشتنگا ہوں پر دعویٰ کر دے کہ ان سے میری بے پروگی ہے سب تیخا کرادی جائیں یا ان کے سامنے دیواریں کھنچو ادیجائیں گراتے وقت کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا کہ وہ کہے گی میں اپنی ملک خاص میں تصرف کرتی ہوں تم کون۔ اور جب گرا چکی تو اب لوگوں کی نشتنگا ہوں سے اس کا ضرر ظاہر ہے انصافاً اس وقت مفتی کیا فتویٰ اور قاضی کیا حکم دے گا کیا ہندہ کے اپنے پیدا کئے ہوئے ضرر کے سبب اسکا ایسی دعویٰ سن لیا جائے گا یا اسی کو اپنا پر وہ بدستور درست کر لینے کا حکم کر دیا جائے گا۔ خصوصاً جس حالت میں کہ زید محض تبرع و احسان یہ بھی کہتا ہے کہ میں اپنے صرف سے دیوار اونچی کر دوں، پھر ہندہ کا نہ ماننا سوا تعنت و ایذا رسانی کے کس امر پر محمول ہو سکتا ہے و لا ضرر و لا ضرار فی الاسلام بالجملہ صورت مستفسرہ میں ہمارے جلائد مذہب رضی اللہ عنہم کے اصل مذہب مفتی پر تو دعویٰ ہندہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں انصافاً متاخرین بھی اس صورت سے بیگانہ ہے کہ اضرار جانب زید سے نہیں فعلیک بتولک اکا عتاف و الانصاف خیر الاوصاف۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از ملک ابرہہ شہرمانڈلہ زیمو بازار مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ، ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد اپنی زوجہ ہندہ کے قبضہ میں چھوڑی بعد ازیں انتقال کیا اور اپنی بہن کا نواسہ عمر و اور زوجہ ہندہ کو چھوڑا بعد وفات زید کے جائداد متروکہ پر ہندہ قابض رہی اب ہندہ نے وہ جائداد جو اس کے قبضہ میں تھی اس میں سے کچھ بنام خالد اپنے بیٹھے کو ہبہ کر کے دستاویز رجسٹری کرادی اور کچھ اپنی بہن زینب و فاطمہ اور کچھ کلثوم اپنی بہن متوفیہ کی بیٹی کو اور دو بیٹیوں کو تقسیم کر کے ان کے نام رجسٹری کرادی بعد اس کے ہندہ نے انتقال کیا اب عمر و جائداد مذکورہ کا دعویٰ کرتا ہے شرعاً جائداد کس کو ملنا چاہئے۔ بیجا تو جبر واد۔

الجواب۔ اگر عمر و عاقل بالغ اسی شہر میں موجود ہندہ کے ان تصرفات پر مطلع تھا اور دعویٰ نہ کیا اب بعد انتقال ہندہ دعویٰ ہوا تو یہ دعویٰ اصلاً قابل سماعت نہیں کہ ان تصرفات پر مطلع ہو کر ساکت رہنا صریح دلیل ہے کہ عمر و کا جائداد میں کوئی حق نہ تھا خلاصہ میں ہے رجل تصرف فی ارض زمانا و رجل خیر بزی تصرفہ فیھا ثم مات المتصرف ولم یبدع الرجل حال حیاتیہ لا تسبح دعواہ بعد وفاتہ عقووالدریہ میں ہے فی فتاویٰ المرجوحہ العلامة الغزوی صاحب التنبیہ سئل عن رجل له بیت فی دار لیسکنہ مدۃ تریذ علی ثلاث سنوات وله جار مجانبہ والرجل المذكور یتصرف فی البیت المزبور ہدما و عمارۃ مع اطلاع جارہ علی تصرفہ فی المدۃ المذكورۃ فصل اذا ادعی البیت او بعضہ تسبح دعواہ اجاب لا تسبح دعواہ علی ما علیہ الفتویٰ اور اگر عمر و اس وقت تک بچ یا مجنون یا غائب تھا اب عاقل بالغ ہوا یا اطلاع پائی تو اگر ثابت ہو کہ زید کی جائداد قبضہ ہندہ میں بطور ہبہ یا بعض وین ہنر تھا جب بھی دعویٰ عمر و نامقبول ہونا خود ظاہر اور اگر اس کا ثبوت نہ ہو تو وہ کھینچے

کہ دین ہر ہندہ ترکہ کو مستغرق یعنی اس کی قیمت سے زائد یا مساوی ہے یا نہیں اگر مستغرق ثابت ہو جب بھی عروہ کا اصل نمائے دعویٰ عن ملک بذریعہ وراثت حاصل تھیں کہ دین جب ترکہ کو محیط ہو تو وراثت اس کے ملک نہیں ہوتے نہ وہ اسے لے سکتے ہیں گل جائیداد ادا لے دین میں صرف کی جائے گی اسیباہ میں ہے الدین المستغرق للترکة یعنی ملک الوارث ہاں اگر عروہ کے کہ میں تمام و کمال دین ہر اپنے پاس سے ادا کئے دیتا ہوں تو بیک اسے اختیار ہوگا کہ دین ادا کر کے ترکہ چھڑائے اسیباہ میں ہے للوارث استخلاص التركة بقضاء الدین ولو مستغرقا اس صورت میں اور نیز جبکہ دین مستغرق نہ ہو بعد ادا دے دین جو باقی بچے اس کے ثلث میں زید کی وصیت اگر اس نے کچھ کی ہونا مذکور کے مالمی بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورنہ فی الذکورین چارہم ہو کر ایک سہم ہندہ اور تین سہام عروہ کو ملیں گے ان تقدیرات پر نہیں گل جائیداد ملک ہندہ نہ ٹھہری جتنے ہندہ نے جس جس کے نام کے سب باطل ہو جائیں گے چارہم حصہ جو ہندہ کو پہنچا اس کے واڈان شرعی پر حسب فرائض تقسیم ہو جائیگا ورنہ مختار میں ہے الاستحقاق شیوع مقارن لا طاری فیفسد الكل واڈلہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست رام پور، مرسلہ علی احمد خان صاحب ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۲۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مدعی ہو کر میں نے آٹھ ہزار روپے یا معنی عروہ کے میرے ذمے تھے عروہ کو پہنچا دئے اور چند گواہ متفق المفظ واللفظی حاکم کے حضور گزرائے جنہوں نے بالاتفاق رقم مذکور کی نسبت عروہ کے اقرار وصول کرنے پر شہادت دی زید نے اس رقم کی رسیدیں بھی پیش کیں جن کی تحریر سے بھی عروہ کو اقرار ہے عروہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ ان میں ایک رسید تین سو کی تو میں نے دی ہی نہیں اور دو رسیدیں ایک تین سو اور ایک دو سو چالیس کی زید نے چالاکی سے بڑھالی ہیں وہ سوا دہیہ صرف چالیس کی ہیں نے دی تھی۔ اس مضمون پر عروہ نے چند گواہ دئے کہ یہ رسیدیں سوا اور چالیس کی عروہ نے لکھی تھیں اس صورت میں دفع دعویٰ زید کے لئے یہ گواہ مقبول ہیں یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب :- صورت مسئلہ میں نہ عروہ کا یہ جواب مقبول نہ اس میں اس مضمون کی شہادت سموع۔ شرع میں ایسی جگہ اقرار حجت شرعیہ ہے اور اس پر شہادت ثبوت دعویٰ کے لئے کافیہ وافیہ جامع الفصولین نصل حادی عشر میں ہے لو ادعی قضاء دینہ اشھد انہ اقر باسقیفانہ تقبل تجلاف رسیدت کوئی حجت نہیں حاصل انکار عروہ ہوگا کہ منجملہ آٹھ ہزار کے سات سو مجھے نہ ملے اس لئے کہ اس قدر کی رسید میری لکھی ہوئی نہیں ایسا فضول جواب بعد ثبوت اقرار کیا قابل التفات ہو سکتا ہے بالفرض اگر ایک رسید کو بھی عروہ مانٹا یا اصلاح کوئی رسید ہوتی ہی نہیں تو ثبوت اقرار ثبوت ایصال کو بس تھا اور جب یہ جواب خود جمل ہے تو اس پر شہادت بھی قطع نظر اس سے کہ معنی نفی پر شہادت ہے جس کا حاصل یہ کہ اتنے روپے نہ پہنچے خود فضول و جمل ہے کہ یہ شہادت ایسی ہی چیز سے متعلق ہے جس کا وجود و عدم یکساں تو بعد ثبوت حجت شرعیہ ایک امر غیر حجت میں غلط ہو بھی تو کیا۔ تاوی تاویضخان و اسیباہ و النظائر و تاوی خیر یہ دعویٰ و الدریہ و غیر ما کتب کثیرہ میں ہے واللقت للعلامة الرملی فی فتاوی المقرر و عند علماء الحنفیة الہ لا اعتبار بمجرد الخطا ولا التفات الیہ اذ حجج الشرع ثلثة وھی البینة او الاقرار او النکول کا صرح بہ فی اقرار الحانیة اسی میں ہے القاضی لا یقضی الا بالحجة وھی البینة او الاقرار او النکول کافی اقرار الحانیة وقد نقلہ الشیخ زین فی اسیباہ و نظائرہ فی اول کتاب القضاء واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از ریاست رام پور محلہ مدرسہ مولوی حکیم نجم الغنی خان صاحب طیب سفا خانہ فوجی ریاست رام پور، ۱۶ رجب ۱۲۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس سلسلے میں کہ یعقوب علی خاں نے اپنے برادر یعنی عبدالغنی خاں اور ان کی زوجہ و پسر محمد ی بیگم و نجم الغنی خاں پر حاکم شرع کے حضور نسبت مکان مسکو زید علیہم دعویٰ و خلیا بی بریں بناوا کر کیا کہ یہ مکان عبدالغنی خاں نے ۱۸۹۷ء کو علی محمد خاں کے ہاتھ بیع کیا پھر بیگم چون ۱۹۰۷ء کو اس سے کرانہ پر لیا بعدہ محمد علی محمد خاں مالک و شتری نے ۱۳ جولائی ۱۹۰۷ء کو میرے ہاتھ بیچا عبدالغنی خاں اصالتہ اور ان کی زوجہ و پسر بالتبع بذریعہ کرانہ قابض رہے اب تخلیکہ نہیں کرتے۔ عبدالغنی خاں نے دعویٰ مدعی قبول کیا اور علی محمد خاں نے بھی اس کی تصدیق کی محمد ی بیگم و نجم الغنی خاں نے جواب دیا کہ دعویٰ بہ سازش عبدالغنی خاں برادر حقیقی مدعی واکر ہوا ہے عبدالغنی خاں نے یہ مکان یکم جنوری ۱۹۰۷ء کو محمد محمد ی بیگم کے ہاتھ تین سو روپے کو بیچ کر بیٹیا مہری اپنا حوتہ بگواہی گواہان کر کے مجھے حوالہ کر دیا اور ڈرٹن جیرے ہر میں بچا گیا مجھے مالک مستقل بنا کر قابض کر دیا جب مجھے معلوم ہوا کہ بیٹیا مہری مہر صدقہ رجسٹری ہے تو میرے اعتراض پر رجسٹری کر دینے کا وعدہ کیا اور لطافت الجبل میں رکھا پھر کہہ دیا ہمارا اتھار معاملہ زن و شوکا ہے تصدیق کی کیا ضرورت پھر خارجا اس بیع فرضی کی کارروائی کی۔ محمد ی بیگم نے اپنے ثبوت میں بیٹیا مہر مذکورہ مہری عبدالغنی خاں اور آٹھ مرد و دو عورتیں گواہی میں کئے حاکم مجوز نے حسب سرکار مجریہ نواب خاندان کے جس کا فہرہ رجسٹری کے ثبوت پر وہ وجہہ گنجانے تو اسے ثبوت میں لینے اور باضابطہ تحقیقات کرنے کی نسبت حکام ہائے سے اجازت لے کر بعد تحقیقات میں اسٹامپ تادان رجسٹری نے کرشل کاغذات محدثہ سمجھا جا حاکم مجوز نے بعد اس کے ثبوت اجازت تحقیقات مزید حاصل کی پھر بعد مزید تحقیقات میں اسٹامپ تادان لے لیا، یہ ثبوت و تحقیقات انھیں گواہان پیش کر وہ محمد ی بیگم سے ہوئے انہیں شہادت علی دیوسف علی خاں صاحبان شہود ایجاب و قبول ہیں کہ ہمارے سامنے عبدالغنی خاں نے اپنی زوجہ محمد ی بیگم سے کہا یہ مکان میں نے تمہارے ہاتھ تین سو روپے کو بیچا اور ڈرٹن تمہارے ہر میں بچا گیا بیٹیا مہر دو چار روز میں کھا دوں گا محمد ی بیگم نے کہا میں نے لیا سید اشرف علی کا تب بیٹیا مہر اور شمس الدین خاں غلام محمدی الدین خاں شہار علی شاہ عبدالرزاق خاں پانچوں گواہان حاشیہ بیٹیا مہر میں۔ ان میں کا تب کا بیان ہے میں نے یہ بیٹیا مہر عبدالغنی خاں کے کہنے سے کھا عبارت عبدالغنی خاں بتاتے گئے ہر اپنی انھوں نے اپنے ہاتھ سے لگائی عبدالرزاق خاں نے کہا میں مولوی عبدالغنی خاں کے بیٹے سے لے گیا مولوی عبدالغنی خاں نے مکان متنازعہ کا کاغذ نکالا اور کہا یہ مکان میں نے اپنی زوجہ محمد ی بیگم کے ہاتھ تین سو روپے کو بیچا ہے تم اس پر اپنی گواہی کھدو میں نے کھدی ان کے علاوہ اتر حسین و نور بیگم و فرخندہ بیگم نے شہادت دی۔ حاکم مجوز نے اس پر یہ تجویز صادر فرمائی کہ بیع نام محمد ی بیگم اس بیٹیا مہر سادہ سے ثابت نہیں نہ شرمانہ ضابطہ نہ عطف۔ شرعا بدیں وجہ کہ مدار ثبوت بیع قولی مجلس واحد میں وجود ایجاب قبول پر ہے عدالت نے خود اظہار محمد ی بیگم لیا جس میں اس نے بیان کیا کہ یہ مکان شوہر منظرہ نے بمعاضدہ سے صدر و پیر منجلہ ہر منظرہ بیع کر کے کاغذ میرے حوالہ کیا کاغذ بعد گفتگوئے بیع کھا گیا گفتگوئے بیع یہ ہوئی تھی بائع نے کہا میں کاغذ بیٹیا مہر تمہیں کھوائے دیتا ہوں میں نے کہا آجین وقت گفتگوئے بیع اور لانے بیٹیا مہر کے کوئی نہ تھا صرف میرا خاوند اور میں تھی پس اولاً صرف یہ کہنا بائع کا کہ بیٹیا مہر کھوائے دیتا ہوں وعدہ ہے نہ ایجاب بالفرض ایجاب بھی ہوتا تو تعین ثمن ایجاب و قبول میں ضرور ہے وہ یہاں مفقود، دوم گواہی دیوسف علی خاں وید حتمت علی صریح زوری و مصنوعی خلاف بیان مدعا علیہ ہے یہ صاف صاف اپنے سامنے ایجاب و قبول ہونا بیان کرتے ہیں اور مدعا علیہا کھا گیا کہ وقت گفتگوئے بیع کوئی نہ تھا اور گفتگوئے بیع وہ تھی۔ غلام محمدی الدین خاں لکھا ہے بائع نے سقف مکان بیٹیا مہر لکھے کہا تھا کہ میں نے اپنا مکان بیعت سے صدر و پیر بدست محمد ی بیگم بیچا میں نے زیر سقف نزد محمد ی بیگم اگر دریافت کیا تو مسواتے کہا میں نے

یہ مکان بقیعت سار خرید ہے تم کو ای کر دو۔ اگر عدالت کلام بائع کو جو بالائے سقف کہا ایجاب فرادیتی ہے تو قبول مدعا علیہا گواہ نے زیر سقف ظاہر کیا ہے مجلس منار ہے اور وہ موجب بطلان وعدم انعقاد بیع ہے۔ شمس الدین خاں لکھتا ہے بائع نے بالائے سقف کہا میں نے یہ مکان بدست محمدی بیگم فروخت کیا ہے تم بھی گواہی کر دو پھر مظہر محمدی بیگم کے پاس آیا اور مبارکی دی محمدی بیگم نے کہا ہاں پرسوں میرے زوج نے یہ مکان میرے ہاتھ بیچا ہے۔ اگر قول بائع کو ایجاب ان لیا جائے تو قبول نداد کہ محمدی بیگم نے اپنے خریدنے سے خریدی ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ بیع پہلے ہوئی۔ اشرف علی کاتب نے صرف کتابت بیعنامہ یعنی اپنے فعل پر گواہی دی ہے۔ ایسی گواہی جائز نہیں۔ باقر حسین گواہ صرف اقراء کا ہے بوجہ واحد ہونے کے نصاب نہیں علاوہ براں جملہ گواہ رجال غیر ثقہ غیر مستدین کوئی قرینہ صداقت شہادت نہیں نہ بیعنامہ رجسٹر نہ کاغذ اشام نہ محررہ قلم بائع نہ دستخط اس کے نہ گواہی کسی اہل محلہ کی۔ فرخندہ بیگم نواسی مدعا علیہا کی گواہی بحق نامانی غیر مقبول ہے تثار علی شاہ صریحاً مقبول الشہادہ کہ باقر خود واڑھی موچہ چودہ سال سے صفاد لکھتا ہے۔ ضابطہ اس بنا پر کہ اس زمانہ عقد میں بلحاظ سد باب زور سرکار نے دستور العمل مرتب فرما دیا ہے جس میں پیش از تقرر کونسل زیادہ دس روپے سے ہونا رجسٹری انتقالات قطعی جائداد غیر منقول لازمی تھا زمانہ کونسل میں زمانہ انداز بیجا روپیہ لازمی رکھ کر بہت سے بیود اشامپ وغیرہ بڑھا دئے گئے بلحاظ پابندی دستور العمل قدیم وجہ یہ بیعنامہ سادہ عند عدالت ساقط الاعتبار ہے خاصہً ایسے عمل پر کہ حسب تحریر مدعا علیہا بائع آدم فریبی وجلسا زبہ مانا کہ عدالت نے اشامپ و فیس لے لیا ہے مگر مقصود سوا اس کے نہ تھا کہ عدالت احتشاف اصلیت معاملہ کر کے عدل کسی کا باقی نہ رکھے عقلاً حالت اشتباہی بیعنامہ ظاہر ہے، بائع لکھا پڑھا آدمی ہے نہ اس کے قلم کی تحریر نہ دستخط نہ اہل محلہ یا عزیز واقارب کی شہادت نہ اشامپ نہ وثائق نویس رجسٹری کا لکھا جو احد و جنوبی و شمالی مشکوک ہر دو محفوظ نہیں رہتی جس کا دستیاب ہونا اہل خانہ کو دشوار ہو۔ جس حالت میں بیع مدعا علیہا ثبوت کو نہ پہنچی اس بنا پر اول مدعا علیہا کو کوئی منصب اعتراض کا بیعنامہ رجسٹری شدہ موسومہ مدعی و بائع مدعی پر نہیں دوہم ہر دو بیعنامہ مدخلہ مدعی رجسٹری شدہ و باضابطہ نہیں سوم بائع کو ہر دو بیع منظرہ مدعی مسلم و مقبول ہیں۔ لہذا حکم ہوا کہ فیصلہ بحق مدعی ہو کر خرچہ مدعی ذمہ محمدی بیگم و نجم الغنی خاں عائد ہو فقط۔ اب عملاً شرع سے استفسار ہے کہ شرعاً اس صورت میں حکم کیا ہے شہادات پیش کردہ محمدی بیگم بوجہ مذکورہ مدود ہیں یا نہیں، شہود پر نہ کوئی جرح لی گئی نہ وہ مجروح ہیں۔ ایسی حالت میں انھیں بلا ثبوت غیر ثقہ و غیر مستقر قرار دینا کیا ہے۔ عبدالرزاق خاں کا ذکر تجویز میں اصلاً نہ فرمایا گیا جس کے ملاحظہ کے بعد باقر حسین تھا گواہ اقرار نہیں ثبوت بیع کے لئے خاص ایجاب و قبول پر شہادت گزار ضرور ہے یا اقرار بائع کا ثبوت بھی کافی اور بقدر ثبوت اقرار یہاں فیصلہ شرعاً بحق مقبول علی خاں ہونا چاہئے یا بحق محمدی بیگم، بیوا تو جروا۔

اجواب اللہم ھدایۃ الحق والصواب۔۔ طاب حق یہاں چند امر ملحوظ رکھے کہ باذنہ تعالیٰ وضوح حکم میں وقت نہ رہے اول ثبوت بیع کے دو معنی ہیں ثبوت فی نفسہ یعنی بیع فی الواقع کا موجود و منعقد ہونا اور ثبوت عند العاضی یعنی حاکم کے نزدیک اس کا پایہ ثبوت کو پہنچنا ثبوت فی نفسہ نہ صرف بیع قولی بلکہ ہر بیع کا قولی ہو یا فعلی وجود ایجاب و قبول پر موقوف ہے کہ وہ ارکان عقد ہیں اور کوئی عقد بے اپنے رکن کے تحقق نہیں ہو سکتا ہاں ایجاب و قبول اس سے عام ہیں کہ قولاً ہوں یا فعلاً صراحتاً ہوں یا دلالتاً عبارتاً ہوں یا اقتضاءً خطاباً ہوں یا کتباً باغرض کوئی قول کوئی فعل طریقین سے ایسا ہونا چاہئے جو باہم مبادلہ مال بالمال کی تراضی پر دلیل ہو کہ ان عقود میں معنی

ہی کا اعتبار ہے زبانی تلفظ پر مدار نہیں و لہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بیع جس طرح بیعت اشتریت کہنے سے ہو جاتی ہے یوں ہی تحریر سے بھی کہ قلم بھی ایک زبان ہے، انشاء میں ہے الکتابۃ بیصح البیوع بما قال فی الہدایۃ والکتاب کا لفظ اب و لہذا فرماتے ہیں تعاملی سے بھی ہو جاتی ہے جہاں نہ تقریر نہ تحریر۔ ایک تھان رکھا ہے بزاز سے پوچھا قیمت کیا ہے کہا دس روپے اس نے روپے رکھ کر تھان اٹھالیا اس نے روپے لے لئے بیع ہو گئی اگرچہ نہ بزاز نے فروختم کہا نہ اس نے خریدم ہا یہ میں ہے المعنی هو المعتمد فی ہذا العقود لہذا ینعقد بالتعاملی فی النقیس والحسیس هو الصحیح لتحقق المراضاة اور شک نہیں کہ دستاویز بیع نام بطور رسوم و معہود لکھ کر گواہیاں کر کر مشتری کو حوالہ کرنا اور اس کا بخوشی لے لینا قطعاً دلیل تراضی ہے۔ عند الانصاف اسی قدر تحقق ایجاب و قبول کے لئے کافی ہے اگرچہ اس سے پہلے زبانی گفتگو صرف اسی قدر آئی ہو کہ اس نے کہا میں بیع نام تمہیں لکھو کر دیتا ہوں اس نے کہا آئین کہ یہاں تک اگرچہ صرف وعدہ پسند تھا مگر بیع نام بطور مذکور لکھو کر دینا لینا دلیل تراضی ہو کر ایجاب و قبول ہو گیا جس طرح شائع و ذائع ہے کہ والدین کوئی جائیداد اپنے روپے سے خرید کر بیع نام اپنے کسی بچے کے نام لکھواتے ہیں تمام عالم جانتا ہے کہ اس سے مقصود اس کی تملیک ہی ہوتی ہے اور وہ جائیداد اسی بچے کی ٹھہرتی ہے اگرچہ زبان پر سب کا حرف بھی نہ آیا احکام الصغار علامہ استرودینی میں ذخیرہ و جنیس سے ہے امرأۃ اشترت صینۃ لولدها الصغیر من مالها وقع الشرک لولده لانه لا یتعلق بالولد وتکون الضیعة للولد لانھا تصیر ذھبیۃ والامر تملک ذلک و یقع قبضہا عنہ دوم ثبوت حذالفاقی جطر شہادت اصل عقد سے ہوتا ہے یعنی گواہ کہیں ان دونوں ہمارے سامنے خریدم و فروختم کہا، یونہی شہادت اقرار سے بھی کہ گواہ کہیں ہمارے سامنے اس نے اقرار بیع کیا جامع الفصلین فصل ۱۱ میں برمرزی فقہی الامام الحاکم الشیخ سے ہے: ادعی بیعاً وشہداً انہ اقرب بالبیع تقبل یومین شہادت فتلط سے بھی یعنی ایک گواہ عقد بیع پر شہادت دے اور دوسرا اقرار بیع پر بیع ثابت ہو جائے گی جامع الفصلین میں برمرز فقط فتاویٰ امام قاضی ظہیر سے ہے فی البیوع والاجارۃ والصلح لو شہد احدہما ینعقد والاخر باقرارہ بہ لا یضر اسی میں برمرز بسبب سے ہے ادعی شراؤ وشہد احدہما بہ والاخر انہ امر بہ تقبل اسی میں برمرز لطائف الاشارات سے ہے شہد بمخو بیع والاخر باقرارہ بہ تقبل اسی میں ہے ادعی الشراؤ وشہد احدہما ببیع وشہد الاخر کہ بائع ازوے تمسح طلب کرو" تقبل لان طلب الشمن اقرار منہ بالبیع۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ شہادت اقرار کے بعد شہادت ایجاب و قبول کی اصلا حاجت نہیں و لہذا تنہا اقرار کی گواہی کافی ہو جاتی ہے و لہذا ایک گواہ اقرار کے ساتھ ایجاب و قبول کی ایک ہی شہادت کافی ہے حالانکہ نفس عقد پر صورت اولیٰ میں شہادت اصلاً نہیں اور صورت ثانیہ میں نصاً ناتمام اور جب شہادت اقرار کے ساتھ نفس عقد کی نقیض ہی نہ رہی تو آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ اس کے ہوتے حاکم کو اس بحث کی کچھ گنجائش نہیں کہ مشتری کے لفظ تو معلوم ہی نہ ہوے یا بیان اس مجلس میں نہ تھا یا اس کا کلام انشاء کے قبول نہ تھا اخبار تھا یہ تحقیقات تو نفس ایجاب و قبول سے متعلق تھی جب شہادت اقرار بائع کی نسبت ہے بیع ثابت ہوگی الفاظ مشتری یا اتحاد و تعدد مجلس سے کیا بحث رہی۔ رسوم اطالیعی عبارت بتاتے جانا اور دوسرے سے لکھوانا اپنے لکھنے سے کسی طرح کم نہیں بلکہ اس سے اقویٰ ہے علماء فرماتے ہیں کتابت میں قسم ہے ایک نامعلوم جیسے ہوا یا پانی پر لکھنا یہ محض باطل ہے دوسری رسوم یعنی طریقہ معہودہ معروفہ پر لکھنا

جس طرح خطوط میں القاب و آداب سے آغاز یا تمکات میں منکر فلاں بن فلاں سے شروع رہا۔ یہ ضرور معتبر ہے تیسری معلوم غیر معلوم سے
کا قدر پر وہ تحریر کہ طریقہ مجہودہ پر نہ ہو اس کے ساتھ جب تک نیت یا دلیل نیت نہ پائی جائے معتبر نہیں دلیل نیت مثلا لکھکر گواہ کرنا یا
عبارت بتانا کر دوسرے سے لکھوا کر قول راجح میں اس کے بعد گواہ کرنے کی حاجت نہیں تو ثابت ہو اگر عبارت بتا کر لکھوانا اپنے لکھنے
سے قوی تر ہے کہ غیر معلوم طور پر خود لکھے اور گواہ نہ کرے تو معتبر نہیں اور دوسرے سے لکھوئے تو بے گواہ گئے معتبر ہے عقود الدربہ میں ہے
فی المنطقی والملتقی أحسن الكتاب فی مسائل شتی قالوا الكتاب علی ثلاث مراتب مستبین مرسوم و هو ان یکون
معروفا ای مصدرا بالعنوان و هو ان یکتب فی صدره من فلان الی فلان علی ما جرت به العادة فهد كالنطق فلزم
حجة ومستبین غیر مرسوم کا کتابتہ علی الجدران و اوراق الاشجار و علی ان کا غدا علی الوجه المعتاد فلا یکون
حجة الا بانضمام شیء اخبر الیه کالذیة والاشهاد علیہ والاملا علی الضیحة یتکتبه لان الکتابة قد تكون للقرءه و نحو
ها و بهذه الاشیاء تنفعین الجهة وقیل الاملاء بلا اشهاد لایکون حجة والاول اظهر و غیر مستبین کا کتابتہ علی
الھواء والماء و هو بمنزلة کلام غیر مسموع ولا یشیت به شیء من الاحکام وان نوى ۵۱ ومثله فی الهدایة و
قنادی قا شیخان چھارم بیع نام ایجاب و قبول کا ہے اور وہ جب الفاظ میں ہو خود گفتگو ہے اور کسی نے کی گفتگو یعنی اس چیز کی
بات چیت اور مشورے اور قرار کے بھی متعلق مثلا کسی کے نکاح کا مشورہ ہوا ہو تو اس سے کہیں آج تمہارے بیاہ کی گفتگو تھی اس کے
یہ معنی نہیں کہ ایجاب و قبول ہو گیا بلکہ وہ مشورہ اور بات چیت مراد ہے تو لفظ گفتگو کے بیع و معنی کو محفل اول اضافت بیان یعنی وہ
گفتگو کہ بیع ہے اس تقدیر پر اس سے مقصود نفس ایجاب و قبول ہو گا دوم اضافت لایر یعنی بیع کا مشورہ اور اس کی بات چیت اس
تقدیر پر ہرگز اس کے معنی ایجاب و قبول نہیں بلکہ پیش از عقد اس کے باب میں مکلا باہمی و ہذا اظاہر جدا پنچر جب کسی معاملے کے متعلق
کوئی شہادت پیش ہو اور حاکم سے ایک امر میں قبول کرے تو اسی مقدم کے متعلق کسی دوسرے امر میں بھی اسے رد نہیں کر سکتا سوا بعض صورت
استثنا کے نہ کہ خاص اسی امر میں کہ یہ تو حاکم کا صریح تناقض ہو گا و درختار میں ہے الشہادة اذا بطلت فی البعض بطلت فی الكل الا ان
عبد بن مسلم و نصرانی فشهد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فی الشہادہ قلت و زاد محشیہا
خشة اخرى معزیه للبرازیة و الحار و غیرہ میں ان صورتوں کا مفصل بیان ہے جن میں اس مقدم سے کوئی تعلق نہیں اقول
واذا ثبت ان الشہادة اذا بطلت فی البعض بطلت فی الكل لزمہ انہا اذا قبلت فی البعض قبلت فی الكل والالبطلت
فی البعض فبطلت فی الكل مع انہا قد قبلت فی البعض ہذا خلف فاحفظہ فانہ فائدہ جلیلة مهمة ششور
غیر ثقہ اہل شہادت ہے اور شہادت فاسق مقبول نہ ہونے کے یہ معنی کہ اس کی شہادت کا قبول واجب نہیں نہ یہ کہ صحیح ہی نہیں ہاں تک
کہ اگر حاکم صریح فاسقوں کی شہادت قبول کرے تو وہ بھی مقبول ہو جائے گی اگرچہ حاکم اس قبول کے باعث آثم ہو۔ بحر الرائق و درختار میں ہے
والنظم للدر باب القبول وعدہ ای من یجب علی القاضی قبول شہادته ومن لایجب لامن یصح قبولها ولا یصح لصحة
الفاسق مثلا کا حقیقہ المصنف تبعاً ليعقوب پاشا وغیرہ دروغ میں ہے لو قبلها القاضی و حکم بها کان اشأ لکنہ

یغذوی الفتاوی القاعدیة هذا اذا غلب علی ظنه صدقہ وهو مما یحفظ تنویر الابصار وجامع البیارات وشرح علانی کتاب القضاء
میں ہے اہلہ اهل الشہادۃ والفاستق اہلہا فیکون اہلہ لکنہ لا یقلد وجوبا ویاشتمقلدہ کقابل شہادتہ بہ یفتی و قد
فی القاعدیة بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ فلیحفظ در راہ ملتقطا۔ ہفتم اگر زید مثلا کسی مکان پر دعوی کرے کہ یہ میرا ہے
میں نے بکر سے خرید لیا ہے اور عمر و مدعا علیہ جس کے قبضے میں وہ مکان ہے جواب دے کہ بلکہ مکان میرا ہے میں نے بکر مذکور سے خرید لیا ہے تو اس
صورت میں وہ مدعا علیہ مدعی اور یہ مقدمہ باب دعوی الرطلین سے ہو جائیگا و دونوں طرف سے شہادت سموع ہوگی اور اب یہ دیکھیں گے
کہ ان میں ایک نے اپنی خریداری کی تاریخ بیان کی ہے یا دونوں نے یا کسی نے نہیں اور اگر دونوں نے بیان کی ہے تو تاریخ ذوالید کی مقدم ہے
یعنی عمر و جس کے قبضے میں مکان ہے یا خارج کی یعنی زید جس کے قبضے میں نہیں ان سب صورتوں میں ڈگری صاحب قبضہ کی ہوگی، مگر جبکہ
خارج کی تاریخ مقدم ہو غرض یہاں اول ترجیح تقدم تاریخ سے ہے کہ اس کے بعد قبضہ ہونے نہ ہونے پر بھی لحاظ نہیں ہوتا اس کے بعد ترجیح قبضہ
سے ہے کہ دوسرے کی تاریخ مقدم نہ ہو تو ہر طرح اسی کو ترجیح دیتی ہے فتاویٰ علیگیریہ میں ہے ان ادعیاء الشراء من واحد و کانت العین
فی ید احدہما فی لذلک لیس سواہ ارجح ام لیس یورخ اذا ارجح و تاریخ الخارج سبق فیقضی بہا للخارج کذا فی الکافی ۱۵
ملتقطا فصول عمادی پھر فتاویٰ ہندیہ باب ما تدفع بہ دعوی المدعی میں ہے اذا ادعی عینا فی ید رجل انی اشتریته من
فلان منذ سبعة ايام وقال ذوالید لابل هو ملکی اشتریته من ذالک الذی تدعی الشراء منه منذ عشرة ايام و
اقام البینة یكون لاسبقہما تاریخا۔ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہاں عمر و بیگم کے مدعیہ ہو جانے پر بھی بحث کی گئی ہے حالانکہ
یہ تو بہت واضح بات ہے جب اس نے اپنی خریداری کا دعویٰ کیا مدعیہ ہو جانے میں کیا شبہ رہا کما ذکرنا علماء تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ
اگر زید عمر و پر دعویٰ کرے کہ یہ مال جو اس کے قبضہ میں ہے میرا ہے عمر و جواب دے کہ بلکہ بکر کا ہے اس نے ودیعتہ مجھے سپرد کیا ہے تو عمر و مدعی
ہو گیا حالانکہ اس نے اپنی ملک کا دعویٰ بھی نہ کیا تو دعویٰ شرا میں مدعیہ نہ ہو جانے کے کیا معنی جامع الفصولین فصل ۱۰ میں برزخ فتاویٰ
امام رشید الدین سے ہے اذا طلب المدعی یمین ذی الید انہ ودیعة لیس لہ ذلک لانه جعل نفسه مدعیاً فی انہ ودیعة
ولایمین علی المدعی۔ ہشتم فرق ہے ان میں کہ مدعی بعد صدور شہادت اپنے شہود کی نسبت اقرار کرے کہ انھوں نے جھوٹ گواہی دی
یا یہ حاضر واقعہ نہ تھے کہ اسے تقدیر پر وہ اپنے اقرار پر مواخذ ہوگا کما افادہ فی البحر و الشیامیة وغیرہا اور اس میں کہ مدعی پیش از شہادت
کے میرا کوئی گواہ نہیں یا کہے میں جو شہادت لاؤں محض جھوٹی اور جعلی ہوگی یا کہے فلاں و فلاں جو کچھ گواہی میرے لئے دیں وہ جھوٹ ہے اس کے
بعد وہ گواہ پیش کرے اور فلاں فلاں اس کے واسطے شہادت دیں تو مذہب صحیح میں یہ شہادت مان لی جائے گی اور مدعی کے ہر پہلے اظہار
و اقرار اس کے قبول میں خلل انداز نہ ہوں گے کہ یہاں تو فنیق ممکن ہے انسان نسیان کے لئے ہے ممکن کہ مدعی کو اس وقت یہ یاد تھا کہ کوئی شخص
حاضر واقعہ نہ تھا یا خاص فلاں و فلاں موجود نہ تھے لہذا اس وقت یہ اظہار کیا اور بعد کو یاد آیا اور گواہ حاضر لایا، درنہا میں ہے تقبل البینہ
لو اقامہا المدعی وان قال قبل الیمین لایبینہ لی سراج خلافاً بما فی شرح الجمع عن المحیط حاشیہ علامہ بابریم علی پھر رد المحتار
میں ہے (قولہ خلافاً فی شرح الجمع) لیس فیہ ما ینافی ذلک بل حکى قولین تنویر الابصار و شرح مدق دمشق میں ہے (قال

لابینۃ لی وطلب یمینہ فخلفہ القاضی ثم برهن) علی دعواه بعد الیمین (قبل ذلك) البرهان عند الامام (منه)
و کذا الوقال المدعی کل بینہ اُتی بها فی شہود زور ثم برهن علی الحق قبل خانینہ و بہ جن من فی السراج کما مر
(وقیل لا) یقبل والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر و اقترع المصنف اہ مختصراً حاشیہ علامہ لمطوادی میں
ہے لان الشہادۃ متعلق بالشہود و یجب علیہم اداؤہا و اداؤہا یا شرکاتہا و هذا القول منہ لا یشتب زور العدل لانہ قبل الشہادۃ
الجور میں ہے الاصح القبول در میں ہے لجواز ان یکون لہ بینۃ اذ شہادۃ فنیہا شرک ذکرہا او کان لا یعلمہا شو علمہا جامع
الفصولین میں برز فقط ہے و کذا الوقال کل بینۃ اُتی بها فی زور ثم اُتی او قال کل شہادۃ یشہد فی فلان و فلان فی کذب
شر شہد ا۔ جب یہ مقدمات ثانیہ محمد ہوئے لئے بفضلہ تعالیٰ حکم مسدود واضح ہو گیا اور چند مفید بحثوں نے رنگ انجلا پایا۔ بحث اول
سید اشرف علی شمس الدین خاں غلام محی الدین خاں عبد الرزاق خاں باقر حسین کی گواہی میں اصلاً کوئی عبارت نہیں وہ صاف صاف شاہد اقرار عبد النبی
خاں میں نہ شاہد ان مجلس ایجاب و قبول تو غلام محی الدین خاں و شمس الدین خاں کے بیانات پر یہ اعتراض کہ اگر کلام بائع کو ایجاب قرار دیں تو
قبول اس مجلس میں نہیں یا محمدی بیگم کا بیان قبول نہیں اخبار ہے محض بے محل ہے نہ ان شاہدوں نے دعویٰ کیا کہ ہم حاضر مجلس ایجاب و قبول
تھے نہ ان کے بیان کئے ہوئے الفاظ حکایت ایجاب و قبول ہیں وہ صراحتاً اقراوات عبد النبی خاں بیان کر رہے ہیں جبکہ بعد محمدی بیگم کا کلام
زیر سقف ہونا یا خبر محض ہونا یا اصلاً کچھ نہ ہونا کچھ بھی مضر نہیں نہ اس پر لٹانا کا بیناہ فی الامر الثانی بحث دوم سید اشرف علی نے صرف اپنے
فصل پر شہادت ہرگز نہ دی بلکہ اس گواہی میں صراحتاً عبد النبی خاں کا کاتب بیٹا کے لئے حکم کرنا اور خود عبارت بتاتے جانا اور اپنے ہاتھ سے ہر لگانا
نہ کر رہے یہ افعال و اقوال عبد النبی خاں کے ہیں یا سید اشرف علی کے۔ ان کے ساتھ اگر اپنا کھٹا بیان ہوا تو ان سب پر شہادت کیوں صرف اپنے فعل
پر شہادت قرار پائی۔ فی الہندیۃ عن المحیط عن النوادر عن الامام ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقا شہد شاہدان ان فلانا
امرنا ان یتبلغ فلانا انہ قد وکلہ بیع عبداً وقد اعلمناہ او امرنا ان یتبلغ امرأتہ انہ جعل امرہا فبلتنا ہا وقد
طلقت نفسہا جازت شہادۃ تہما۔ بحث سوم ظاہر ہوا کہ باقر حسین تہا گواہ اقرار نہیں بلکہ اس کے پانچ گواہ ہیں اور ایسی جگہ یہ بحث
کہ ثبوت بیع ایجاب و قبول مجلس واحد سے ہوتا ہے معنی ثبوت میں تفرقہ ذکر کرنے سے ناشی و ثبوت فی نفسہ ہے ثبوت عند القاضی کے لئے صرف
ثبوت اقرار کافی ہے بحث چہارم اظہار محمدی بیگم میں کہیں ایجاب و قبول کی نفی نہیں نہ اس کے بیان مذکور تجویز میں کوئی لفظ صریح ہے کہ اس
کے سوازن دشو میں و بارہ بیع کوئی کلام نہ آیا نہ باوصف شہادات اقرار حاکم کے حضور تذکرہ ایجاب و قبول آنا کچھ ضرور۔ محمدی بیگم نے وقوع عقد
و الفاظ ایجاب و قبول کو ان لفظوں میں ادا کر دیا کہ یہ مکان شوہر نے بیع کر کے کاغذ بر سے حوالہ کیا اور وہ گفتگوئے بیع جو اس نے بیان کی کہ میں نے
تھیں کھولے دیتا ہوں میں نے کہا آمین بیان ایجاب و قبول نہ تھی بلکہ وہ گفتگو بمعنی قرار داد و مشورہ بیع تھی جیسا کہ صراحتاً اس کے لفظ سے ظاہر
ہے اگر کہنے ممکن کہ اس کی مراد گفتگوئے بیع سے یہی ایجاب و قبول تو ہم کہیں گے ممکن کہ اس کی مراد وہی قرار داد و مشورہ ہو غیب پر حکم کر دینا اور امر
محل سے ایک معنی بطور خود سمجھ لینا کیونکر صحیح ہوا بلکہ جب لفظ صراحتاً مشورہ ہی کے ہیں تو اسی پر عمل واضح ہا اگر اس کے کلام میں تصریح ہوتی کہ
اس کے سوا بیع کا کوئی کلام عبد النبی خاں نے مجھ سے نہ کیا تو یہ معنی ٹھیک ہوتے اور جب ایسا ہمیں تو عقلاً و نظراً احتمال قاطع استدلال۔

بحث پنجویں سے ظاہر ہوا کہ یوسف علی خاں و سید ختمت علی کے بیانیوں کو اظہار محمدی بیگم سے اصلاً تافی نہیں وہ دو وقت کسی اور کے ہونے کا انکار کرتی ہے وقت مشورہ اور وقت دادن بیغامہ وقت ایجاب و قبول کسی کے موجود ہونے نہ ہونے کا اس کے اظہار میں کچھ ذکر نہیں اور یہ دونوں وقت ایجاب و قبول اپنا ہونا بیان کرتے ہیں وقت قرار داد و وقت عطائے بیغامہ سے کچھ بحث نہیں تو مناسقات کہاں ہوئی اور ایسی محتمل بات پر مسلمانوں کی گواہی محض روزی و جلی کیونکر ٹھہر سکی بحث ششم اگر فرض ہی کیجئے کہ گفتگوئے بیغ سے محمدی بیگم کی مراد ایجاب و قبول ہی ہے جب بھی برنلے مذہب صحیح کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اس کے اظہار سے شاہدین ایجاب و قبول کی شہادت پر اصلاً پرخ نہیں آتی بیان سائل سے معلوم ہوا کہ محمدی بیگم کا اظہار سید ختمت علی و یوسف علی خاں بلکہ تمام شہود کے اظہار سے پہلے ہوا اور امر شہم میں واضح ہو چکا کہ اگر محمدی بیگم صراحتاً اپنے اظہار میں یوں لکھائی کہ ایجاب و قبول کی جو شہادت دی محض جھوٹا ہے زی بناوٹ کرتا ہے اور اس کے بعد شہادت گزرتی اظہار مدعیہ یعنی محمدی بیگم سے اسے کچھ مضرت نہ تھی جب مردوں کے حق میں یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعی بھول گیا تو عورات خصوصاً اس عمر میں زیادہ سخی اس عذر کی ہیں خلاف مذہب صحیح امام مسلمانوں کی شہادت کو مصنوعی بنا دینے کا حاکم کو کوئی حق نہ تھا۔ بحث ہفتم ان ایجابات سے روشن ہوا کہ یہ سات شہادتیں فی نفسہا ہر عبارت و اعتراض سے پاک و صاف ہیں رہا شہود کو غیر ثقہ و نامتہد بتانا قطع نظر اس سے کہ اگر بے دلیل شرعی صرف اس بنا پر ہو کہ ان کی تحقیقات نہ کی گئی تویہ کمی خود حاکم کی طرف سے ہے حاکم پر واجب ہے کہ احوال شہود سے خود پر وجہ کافی آگاہ نہ ہو تو خفیہ تحقیقات کرے جس سے معلوم ہو کہ ان کی شہادت قابل اعتبار ہے یا نہیں اگرچہ زنی تانی کی طرف سے اس کی تحریک نہ بھی ہو بے تحقیقات کے جزاً ثاقہ غیر ثقہ کہہ دینے کے کوئی معنی نہیں درختار میں ہے عندہا یسأل فی الکل اذا جهل بحالہو بہ یعنی۔ ردالمحتار میں ہے، یسأل ای وجوباً منہ الخائق میں علامہ خیر علی سے ہے مقتضاً ان القاضی یا ثوب ترک السوال۔ بحر میں ہے، و فی السراجیۃ والفتویٰ علی انہ یسأل فی المسئہ یہاں محل نظریہ ہے کہ اسی بیغامہ محمدی بیگم کے تحقیقات میں حاکم نے انھیں شہود کی شہادت پر اعتماد کیا اور اس کی بنا پر یہ پابندی سرکلر بیغامہ کو ثابت مان کر فیس اشامپ و تاوان جہڑی لیا تو اب انھیں شہادتوں کو اسی ثبوت میں نامعتبر و مردود بتلانے کا کوئی محل نہ رہا جیسا کہ اپر تخم میں واضح ہو چکا وہ غیر ثقہ نہیں فرضاً کھلے فساق ہوتے جب حاکم خود انھیں قبول کر کے حکم کر چکا شہادت نافذ ہو گئی امر شہم میں واضح ہوا کہ فاسق بھی اہل شہادت ہے پھر بعد قبول روکے کیا معنی سائل نے نہ عبارت سرکار پیش کی جس کی تعمیل پر حاکم کی یہ کارروائی تھی نہ اس امر کے متعلق تجویز حاکم کی نقل نظر سے گزری کہ اس قبول و تنفیذ شہادت کا حال کما فیہ منکشف ہوتا پھر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ یہ امر بہت قابل لحاظ ہے اور مخالفت ضابطہ کا جواب تو اس سے بدہتہ واضح اگرچہ عدم شرع کو بھرا اللہ تعالیٰ ضوابط شرع منظر کے سوا کسی ضابطے سے بحث نہیں جب خود صاحبان ضابطہ ہی نے وہ سرکلر جاری کیا اور اسی کے مطابق اب بعد ظہور وجہ وجیہ و اجازت و حصول تحقیقات مزیدہ کا فذ مثل کا فذات رجسٹری ٹھہر گیا تو مخالفت ضابطہ کہاں رہی فیس و تاوان رجسٹری لینے کے بعد بھی سادہ و ساقط الاعتبار بتانا یعنی یہ کیا سرکلر اس لئے وضع ہوا تھا کہ اشامپ کے دام رجسٹری کا تاوان سب کچھ لے لیجئے اور پھر کہہ دیجئے کہ کاغذ سادہ ہے ساقط الاعتبار ہے یہ کتنا تو پہلے ہی حاصل تھا فیس و تاوان کس بات کے لئے اور اس میں کون سا رخص عذر ہوا جسے مقصود عدالت بتایا جاتا ہے کیا قبل ظہور وجہ وجیہ و تحقیقات مزیدہ کاغذ سادہ کو سادہ کہا جاتا تو شکایت ہوتی اب کہ بعد ان

تمام مراتب کے نہیں تو ان کے کہ مصدق بنا کر سادہ ساقط الاعتبار کہہ دینے سے کوئی عذر باقی نہ رہا۔ مجتہد ہشتم قرآن صدق شہادت کی یوں لکھی کہ نہ جیسا کہ پر جبری ذکا فدا شامپ کا نہ بانی کے ہاتھ کا کھانا و سخط نہ اہل حملہ و اقارب کی شہادت کو انھیں سے بعض کو بے ثبوتی جیسا کہ دلیل عقلی بنایا گیا ہے اصلاً قابل التفات نہیں اولاً یہ اعتراض خود اپنے حکم پہ ہے کہ انھیں شہادت کو ذریعہ ثبوت وجہ وجہ مان کر فیس تو ان لیا گیا ثانیاً رجسٹری و اسٹامپ نہ ہونا اگر دلیل عقلی بطلان شہادت ہو تو انھیں کی بنا پر فیس تو ان کے لے کر کاغذ کو مصدق رجسٹری و اسٹامپی بنا ناظر ذور کارنگ ہو گا کہ مصدق ماننا تو موقوف ہو قبول شہادت پر اور قبول شہادت مصدق ہونے پر ثالثاً امر سوم میں واضح ہو چکا کہ اپنے لکھنے سے دوسرے پر املا تو ہی ہے و ابغایہ سب زوائد و فضول باتیں ہیں شرع مطہر میں قبول شہادت کو وجوداً و عدماً ان باتوں سے علاقہ نہیں شہود اگر معتبر شرعی ہیں ان کی شہادت کا قبول واجب اگرچہ یہ امور سب منتفی ہوں ورنہ نہیں مگر یہ امور سب موجود ہوں۔ یہ سرسری نگاہ سے اتنے اباحت ہیں اور ہنوز بہت امور باقی ہیں کہ خیال تطویل ترک کئے۔ بالجللہ تجویز وجہ کثیرہ غیر صحیح ہے اور اس مسئلہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر ان سائے شاہدوں میں دو گواہ بھی معتبر شرعی ہیں خواہ وہ صرف اقرار عبدالغنی خاں کے گواہ ہوں یا صرف ایجاب و قبول کے یا ایک اقرار کا ایک ایجاب و قبول کا تو از انجا کہ یہاں محمدی بیگم دونوں وجوہ تزییح کی جامع ہے تاریخ بیچ بھی اسی کی پہلی ہے اور قبضہ بھی اسی کا ہے لہذا ہر طرح فیصلہ بحق محمدی بیگم ہذا لازم۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از رام پور ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ کا نکاح ہوا ہر مؤجل و مجمل کے ساتھ زید نے جائیداد ملوکہ و موجودہ خود بہر مجمل ہندہ میں مستغرق کر دی اور یہ بھی اقرار کیا کہ آئندہ جو جائیداد چھو کسی ذریعہ سے حاصل ہو تو مقدار بہر مجمل ہندہ مستغرق و کفول بھی جائے اگر یہ تحریر و اقرار زید شرعاً صحیح ہے نحو المراد و نہ جو شرعاً قابل قبول قضا ہو وہ الفاظ بتائے جائیں جو کہ لکھے جائیں جو شرعاً نافذ و جاری ہوں فقط۔

جواب۔ شرعاً مستغرق جائیداد بلا قبضہ جس طرح اچھل رائج ہے محض مجمل و بے معنی ہے۔ ہاں رہن مع قبضہ مرتب ضرور عقد شرعی ہے مگر وہ دخلی حرام اور اس سے نفع لینا حرام۔ اور زید کا وعدہ نسبت جائیداد آئندہ اور بھی مجمل ہے۔ یہ معصوم کی نسبت اقرار کیا معنی بہر مجمل کا دعویٰ عورت کو پیش از وقوع دخلی ہر وقت پہنچتا ہے اور بعد دخلی بھی لان کل و طلاء معقود علیہا تو جائیداد موجود بہر میں دید یا عورت کے پاس رہن شرعی کرے اور باقی جو جائیداد پیدا ہو عورت برضا سے شوہر کو ہی لیتی جائے۔ ذرا تو نالاش و سوال اتناعی و نیلام سے کار بر آری اچھل رائج ہے جس میں دو صورتیں شرعی بھی کھل سکتی ہیں ایک دیانتہ صرف مقدمہ دین کو خود نیلام میں لے کر زائد کو واپس دینا بناء علی ما افتی بہ الان من اخذ الحق من خلاف الجنس دوسرے نیلام مقدار مطالبہ سے زائد پر ہونا اور مقدار زیادت کو بیرون کالے لینا تا نہ یكون تنفيذ اللبيع كما نصوا عليه ومن يتق الله يجعل له مخرجاً۔

مسئلہ ۲۔ مرسلہ محمد شاد یار خان مقیم ریاست رام پور محلہ بڑیا ملاطریف گھر منشی عبدالرحمن مرحوم، ۲۶ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اوپر تیس ہزار تیس اشرفی رائج الوقت عقد کیا اس کے بعد زید نے دو دوکانیں ملوکہ اپنی بیوی سے کل دین ہندہ کو ہبہ کر دیں اور کاغذ ہبہ نامہ رجسٹری شدی سرکاری بھی مسماۃ ہندہ کو دید یا مسماۃ ہندہ

برضا و رغبت بشہادت مروان ثقات کے اپنے کل دین ہر کا ادا ہونا اور ایک جہہ زید کے ذمہ نہ رہنا قبول کر لیا یہاں تک کہ زید کی زندگی میں دس روپیہ ماہوار گریہ دوکانوں کا گیارہ برس آٹھ مہینے سے لیتی رہی اور اب زید مر گیا اب بھی لیتی ہے اور اپنی تمام عمر بیوسے گی اب سائل سوال کرتا ہے کہ زید نے ہمہ نامہ میں تفصیل تیس ہزار تیس اشرفی کی نہیں لکھا ہے اور جو قرار پایا تھا تو اب زید نے یوں لکھا دیا کہ مسماۃ ہندہ کے کل دین ہر کے ادا ہونے کے بدلے یہ دکانیں مجھ زید نے لکھیں اب ایک جہہ میرے ذمہ دین ہر مسماۃ ہندہ کا دینا باقی نہ رہا پس لفظ کل کے تحریر کرنے سے زید بری الذمہ ہو گیا یا نہیں اب زید مر گیا مسماۃ ہندہ نے دو ہزار روپیہ کی بابت ہر کی پھر نانش کر دی ہے یہ دعویٰ مسماۃ ہندہ کو عدالت میں پہنچتا ہے یا نہیں۔

الجواب :- دعویٰ مذکورہ محض باطل و ناسموع ہے جب پہلے کل ہر کے عوض ہندہ نے قبول کر لیا کل ہر کو حکم تقاضہ ساقط ہو گیا اب اس میں کسی جز کا دعویٰ صریح ظلم ہے نان الہبۃ بالعوض بیع ابتداء وانتهاء کافی البدل المختار والمشتري لا یبقی للمکمل فی شئی من الشئ ومثال المقام لا یتحتاج الی التسمیۃ بل ولا الی علم المقدر لعدم الحاجة الی التسلیم والتسلم فی الہندیۃ هذا بیع لا یتحتاج فیہ الی التسلیم و بیع مالو یعلم البائع والمشتري مقداره اذ کان لا یتحتاج فیہ الی التسلیم جائزا لایروی ان من اقرانہ غصب من فلان شیئا واقراں فلان او دعه شیئا ثم ان المقر اشتری ذلك الشئ من المقر له جائز وان کان لا یتعرفان مقدارہ۔ واللہ اعلم

۲۱ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

مسئلہ :- از شکر گویا رملہ یک مرسلہ محمد بخش،

کیا فراتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ مسماۃ حرہ نے اپنے شوہر پر اس بیان سے طلاق دعویٰ پیش کیا ہے کہ میرے شوہر نے موجودگی چار عورتوں کے ایک جلسہ میں مجھ کو تین بار طلاق دی اس کو عرصہ دو مہینے کا ہوا۔ اب ان چار عورتوں میں ایک عورت زمانہ طلاق کا تخمیناً ڈیڑھ سال بیان کرتی ہے اور دوسری عورت سوایا ڈیڑھ سال کہتی ہے اور باقی دو عورتوں کی نسبت مسماۃ کا یہ بیان ہے کہ مجھ کو ان کی شہادت و لانا منظور نہیں علاوہ ان کے دو مرد مسلمان اور تین مرد ہندو جن کی نسبت مسماۃ سننے نہ سننے کی لاعلمی بیان کرتی ہے ان میں ایک گواہ زمانہ طلاق کا چودہ ہندہ ماہ کا بیان کرتا ہے اور دوسرا قریب دو سال بیان کرتا ہے اور تین ہندو کوئی سو برس کوئی ڈیڑھ برس اور مسماۃ زمانہ طلاق کا دو مہینے کا بتاتی ہے اور شوہر کو طلاق دینے سے انکار ہے پس اس صورت میں مسماۃ کا دعویٰ طلاق کا شہادت مذکور سے شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔ بیوا تو جروا۔

الجواب :- مسلمانوں پر کسی مسئلے میں ہنود کی گواہی اصلاً معتبر نہیں نہ تنہا عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوسکے کم سے کم دو مسلمان مرد عاقل بالغ متقی پر بیزگار یا ایک مرد دو عورتیں سب مسلمان عاقل بالغ متقی پر ہیر گار درکار ہیں اگر ایسے گواہ نہیں تو شوہر سے قسم لی جائے اگر وہ قسم کھا کر طلاق ہونے سے انکار کر دے دعویٰ حرہ رہا ہو جائے گا اور اگر شوہر قسم نہ کھائے تو طلاق ثابت ہو جائے گی اور اگر ویسے گواہ شرعی موجود ہیں تو دعویٰ طلاق آپ ہی ثابت ہے اور عیدہ و گواہان اور بیزگار ہونے کا زمانہ طلاق میں اختلاف کچھ مقرر شہادت نہیں درنخار میں ہے۔ بشرط الاسلام لو المدعی علیہ مسلماً اسی میں ہے ونصابھا لنکاح و طلاق رجلان اور جل وامرأتان ولا تقبل شہادۃ اربع بل رجلاہ مختلف علیہم یرمی ہے اختلاف فی الوقت او المكان فان کان المشہود بہ قولاً محضاً کالبیوع والاجارۃ والطلاق والعناق جازت شہادۃ تمامہا ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۹

مسئلہ :- از ریاست رام پور رسد منشی واحد علی صاحب پنیکار محلہ کمال ،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں

سوال اول: جو ضوابط و احکام واسطے فیصلہ خصومات اور رجوع تالش کے خلیفہ یا قاضی وقت نے مقرر کئے ہیں ان کی پابندی حاکم کو شرعاً لازم و واجب ہے یا نہیں۔ بیخود توجروا۔

سوال دوم: زینے اپنی تحریر میں یہ لکھا ہے کہ (عمر و شہر سے باہر گئے ہیں) اذروے احکام شرعی الفاظ مذکورہ سے فرار و تہمت ہے یا نہیں، بلکہ صرف معمولی طور پر جانا پایا جاتا ہے۔ بیخود توجروا۔

الجواب :- والی ملک ماکم اسلام یا اس کے یہاں کے افسر بالادست مثل قاضی القضاة نے جسے اس نے لوگوں کو عمدہ قضا پر اپنے دستخطوں سے مقرر کر دینے کا اختیار دیا ہو بالجملة جس کے نصب سے حاکم شرعاً حاکم ہو جاتا ہے اور بے رضائے فریقین فیصلہ کرنے کا اختیار پاتا ہے ایسے شخص نے جس کے نصب میں جو شرائط حکم قضا کے لئے لگائے ہوں یا سلطان خواہ اس کے ما دون مجاز نے جسے وضع ضوابط کا اختیار ہو جو ضابطے فیصلہ خصومات و رجوع مقدمات کے واسطے مقرر کئے ہوں ان کی پابندی صورت اولیٰ میں اس خاص حاکم اور تہمت میں اس ریاست کے تمام حکام پر خواہی خواہی ضرور ہے۔ ان کے خلاف جو فیصلہ ہوگا سرسرم و دود بے اثر و نامعتبر ہوگا جیسے کسی راہ چلتے کا کوئی فیصلہ بطور خود کر دینا۔ درختاریں ہے القضاء تخصص بزمان و مکان و خصومة حتى لو امر السلطان بعدم سماع المدعوی بعد خمسة عشر سنة فسمعها لم یفقدوا المحارمین ہے عزاء فی الاشباہ الی الخلاصة وقال فی الفتح الولاية تقبل التقييد والتعليق بالشروط اسی میں ہے نیکون القاضی معزولاً عن سماعها لما علمت من ان القضاء يتخصص بان اگر ان دو صورتوں کے سوا کسی قاضی غیر مجاز نے بے اذن والی بطور خود کچھ ضوابط مقرر کئے ہوں تو ان کی پابندی کسی پر لازم نہیں واللہ تعالیٰ علم

۲ الفاظ مذکورہ سے فرار و تہمت نہیں۔ باہر جانا ترجمہ خروج کا ہے اور فرار کا ترجمہ بھاگ جانا خروج سے فرار ہرگز لازم نہیں اللہ عزوجل نے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرماتا ہے فخرج علی قومہ من المحراب اپنی قوم پر محراب سے باہر نکلا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے ومن حیث خرجت فاول وجهك مشطر المسجد الحرام ثم جہاں سے باہر جاؤ تو اپنا منہ کبھے کی طرف کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرماتا ہے ان کنتم خرجتم جہاداً فی سبیلی وابتغاء مرضاتی اگر تم نکلتے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری مرضی چاہنے تو کافروں سے دوستی نہ کرو۔ ظاہر ہے کہ بھاگ جانے میں باہر جانے سے ایک امر زائد ہے اور زیادت بے ثبوت زائد ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی ہدایہ وغیرہ کتب مذہب میں جا بجا ہے الاقل هو المنتفقین۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از ریاست ٹونک محلہ قافلہ مردہ مولوی سید ظہور اللہ صاحب ،

۱۹ سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بلا وصول دین ہر خود، درنگی بکر زوج اپنے کے فوت ہوگئی اس نے ایک بکر زوج خود اور دو پسر ایک عمر اور دو سرائید وارث چھوڑے بعد تھینا آٹھ سال کے عمر و بھی فوت ہو گیا اور اس نے ایک زوجہ اور دو پسر اور دو دختر وارث چھوڑے اب زوجہ عمر و نسبت بکر خسر خود کے اس طرح سے دعویٰ دار ہوئی کہ میرا دین ہر میرے زوج عمر کے ذمہ چاہئے اور عمر کی وارث

ہندہ کا دین ہر ذمہ بکر خسر میرے کے واجب ہے جس میں عمرو کا بھی حصہ ہے پس اس کے حصہ میں سے اول یہ دین ہر مجھ کو وصول کرایا جا کر باقی اس کا مجھ کو اور دوسرا اور دو دین اور دو دین موافق فرائض اللہ تقسیم کیا جاوے۔ بجاوے مطالبہ ہذا بکر پیر عمرو کو یہ عذر ہے کہ دعویٰ زوجہ عمرو کا دو طرح سے مجھ پر نہیں پہنچتا اول تو یہ کہ زوجہ عمرو وارثہ ہندہ کی نہیں دوسرے بقول اس کے اس کا دین ہر اپنے زوج عمرو پر ہے اور عمرو کی والدہ ہندہ کا دین ہر مجھ بکر پر بقول اس کے باقی ہے تو گویا دعویٰ اس کا دیون کے مدیون ہر ہو جو عند الشرع قابل سماعت نہیں بموجب اس روایت کے لو اقام البیتۃ علی مدیون مدیونہ لا یقبل ولا یملاک اخذ الدین کذا فی الغنیۃ و خلاصہ صورت مسئلہ میں اگر جواب بکر کا موافق کتاب کے ہے تو اس استفسار پر موافق ثابت فرمائی جائیں اور اگر خلاف شرع بکر کا جواب ہے تو اس کا حکم صحیح روایت ذیل میں قلمبند فرمایا جا کر موافق ثابت فرمائی جائیں۔ بیضاوی ج ۱۔

اجواب۔ صورت متفسرہ میں زوجہ عمرو کا دعویٰ صحیح و سموع اور بکر کے عذرات باطل و مدفوع ہیں زوجہ عمرو ضرور وارثہ ہندہ نہیں مگر اب وہ دین بھی دین ہندہ نہیں فان الموت ناقل للمملک بعد موت ہندہ بقدر حصہ عمرو دین عمرو ہو اور زوجہ عمرو وارثہ عمرو بھی ہے اور وارثہ بھی ہر زوجہ وغیرہ دیون کے ذمہ عمرو ہوں جبکہ محیط ترک نہ ہوں تو باقی بعد انفاذ و صایا علی حسب الفرائض خود ملک وراثت ہے جنہیں زوجہ بھی ہے تو اس قدر میں بکر خود مدیون زوجہ عمرو ہے نہ مدیون مدیون اور قدر دیون ہر وغیرہ میں اگرچہ ترک ملک عمرو پر باقی رکھا جائے لانصرافھا الی حاجت المیت مگر دائن میت و مدیون میت جبکہ دونوں وارثان میت ہوں تو ایسے دائن کا ایسے مدیون مدیون پر دعویٰ قطعاً سموع و مقبول ہے۔ عدم سماع یا عدم قضا اس صورت میں ہے کہ وہ دونوں یا ان میں ایک میت سے اجنبی ہو۔ تحقیق مقام یہ کہ دائن میت کو مدیون میت پر دعویٰ کر کے وصول یا سکنے کے لئے دو باتوں کی حاجت ہے اول میت کا دین اس پر ثابت کرے اور جب یہ میت سے اجنبی ہے اسے ملک میت مدیون میت پر ثابت کرنے کا کیا استحقاق ہے فانہ لا یصلح خصما عنہ اس کے لئے میت کے وصی یا وارث کا دعویٰ درکار ہے تا نیا اپنا دین میت پر ثابت کرے اور جب مدعا علیہ میت سے اجنبی ہے میت پر اثبات دین کے لئے اس کا حضور کافی نہیں فانہ لا یقصد خصما عنہ میت کا جو کوئی وصی یا وارث ہو تو میت پر دین ثابت کرنے کے لئے ان میں کسی کا حاضر ہونا ضرور ہے غرض عدم سماع کی وجہ عدم امکان اثبات ہے اگر دونوں امر کا ثبوت کسی طرح ہو جائے تو دعویٰ ضرور قابل قبول ہے ولہذا اگر دین دائن ذمہ میت نزد قاضی ثابت ہو اور مدیون میت مدیون میت ہونے کا اقرار کرے تو قاضی مدیون میت سے دائن میت کو دین دلاوے گا خلاصہ دہندہ میں ہے لو اقام البیتۃ علی مدیون مدیونہ لا یقبل ولا یملاک اخذ الدین منہ اما اذا ثبت الدین فی ترکۃ عند القاضی واقتر رجل عند القاضی ان للمیت علیہ دینا قدرہ کذا یا مصرہ بالذبح الی رب الدین ولہذا اگر دائن میت وارث میت ہو اور مدیون میت اجنبی اور دوسرا وارث حاضر نہیں تو مدیون میت پر دین میت ثابت کرنے کے حق میں اس دائن وارث کا دعویٰ سموع ہوگا اور بوجہ اول اس مدیون پر دین میت کی ڈگری کر دیں گے مگر بوجہ ثانی وہ دین اس مدعی کو ابھی نہ دلائیں گے کہ مدیون اجنبی ہے اور دوسرا وارث غائب۔ محیط و علیگریہ میں ہے رجل مات وله ابناء احدہما غائب نادعی الحاضر ان له علی ابیہ الف درہم دینا ولا مال للمیت غیر الف درہم علی رجل فانی اقبل ببنیۃ الابن الحاضر فی اثبات الدین علی الاجنبی ولا

اسمع بنيتہ علی ابیہ بدینہ ولا اقضی لہ من الالف التي قضیت علی الاجنبی بشئی فاوقف الالف حتی یجئی الاخ
 اور جب دائیں و مدیون دونوں اثبات میں ہیں جس طرح یہاں بکر و زوجہ عمر و ثواب سماع و قبول کی تمام وجوہ متحقق ہیں زوجہ عمر و اپنی وراثت
 کے سبب بکر کے دین میت کا دعویٰ کر سکتی ہے اور وراثت بکر کے سبب اس کے بواہ میں میت پر اپنے دین کا دعویٰ۔ واقعات پھر جامع الفصولین
 میں ہے احد الوارثة ینتصب خصما عن المورث فیمالہ وعلیہ الخ خزائنة المقتین میں ہے لو ادعی علی المیت دینا بحضرة احد
 الورثة ینتصب الدین فی حق الكل وکذا الوادی احد الورثة دینا علی انسان للمیت واقام بینة ینتصب الدین فی حق
 الكل ویدفع الی الحاضر نصیبہ مشاعا الخ لاجرم جامع الفصولین میں فتاویٰ امام رشید الدین سے نقل کیا لایسکالک الدائن
 اثبات الدین علی مدیون المیت ولا علی الموصی لہ ولو اثبت علی من یصح اثباتہ علیہ لوصی ووارث ثبت لہ حق
 الاستیفاء منهما ولو انکروا وراثتہ وجود ترکة بیدہ فلا دائن اثباتھا الا لوارثین فلا تقبل علیہ بیئنة الدائن
 اذ لیس بخصم فی اثبات الملك للمیت پس صورت مسئولہ میں زوجہ عمر کا دعویٰ ضرور صحیح ہے مگر ہر ہندہ سے جس قدر حصہ
 عمر ہوا اس میں سے وہ مقدار کہ ترکہ عمر سے خود حصہ بکر ہوئی چھوٹا یا باقی پر دعویٰ پہنچے گا لایسکالک الدائن لزوجھا
 وماکان لزوجھا قد سقط منه ماورثتہ منه ابوکہ کا سقط اول الاریح من مہر ہندہ لوصی وورثہ حق المدیون
 بنفسہ وهو الزوج والله تعالیٰ اعلم۔

۱۶ رزیقہ ۱۹

مسئلہ۔ ازیر علی خلد گندہ نال مرسلہ ظہور حسن

زید و ہندہ نے جو حقیقی بہن زید کی ہے خالد کو ایک دستاویز لکھی سندہ کی طرف سے جو ناخواندہ ہے اور پردہ نشین ہے زید اس کے
 حقیقی بھائی نے دستخط کی بایں عبارت (ہندہ بقلم زید) اس دستاویز میں لکھا کہ زید مندرجہ دستاویز ہم نے وصول پایا ایسا ہی زید نے لکھا
 بلاتفریق مقدار روپیہ کے اور دونوں نے جائیداد وغیرہ منقولہ مکملوں کی وقت رجسٹری کے ہندہ نے اقرار تحریر دستاویز اور وصولیابی زید
 دستاویز سے اقرار کیا اور چونکہ ہندہ ناخواندہ اور پردہ نشین ہے زید نے ہندہ کی طرف سے حسب بالا دستخط کر دی اب خالد نے دونوں
 سے مطالبہ دستاویز کیا اور شناخت ہندہ کی اس کے دوسرے بھائی حقیقی اور بھتیجے نے کی کہ مسماة مقررہ و نوبسندہ دستاویز ہندہ ہے
 جس نے اقرار کیا ہے خالد مطالبہ دستاویز کا دونوں مدیون سے کرتا ہے ہندہ یہ عذر کرتی ہے کہ میں نے روپیہ نہیں لیا اور دستاویز پر نہ میر
 دستخط ہیں اور نہ نشانی ہے زید میرا بھائی میری دستخط کرنے کا مجاز نہ تھا اور ہندہ ایک نظیر ہائی کورٹ کی پیش کرتی ہے جس کا یہ مضمون
 ہے کہ صرف اقرار وصولیابی زید کافی نہیں ہے جب تک کہ مدیون کے دستخط یا نشانی نہ ہو۔

سوال : آیا اقرار تحریر دستاویز اور وصولیابی زید مندرجہ دستاویز جو سامنے مصدق دستاویز کے ہندہ نے کیا ہے شرعاً جائز ہے
 یا نہیں، اگر جائز ہے تو اس کے حکام انگلیشی ہائیکورٹ عدالت انگریزی کو بمقابلہ حکم شرعی کے فوقیت دی جائے گی یا نہیں اور ہندہ پر
 پابندی اپنے اقرار کی شرعاً لازم ہے یا کہ پابندی حکم ہائیکورٹ کی اور دائیں و مدیون یعنی دونوں فریق تابع شریعت اسلام ہیں اور کوئی
 فریق منکر شرع شریف کا نہیں ہے۔

اجواب :- حکم اللہ رسول کے لئے ہے جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الحکمہ الا اللہ جب ہندہ منکر ہے تو شہادت عادلہ شریعہ دومر ویا ایک مرد و عورت ثقت کی درکار ہے کہ ہندہ نے ہمارے سامنے روپیہ لیا یا ہمارے سامنے اقرار کیا فقط دستاویز گرچہ خود ہندہ کے دستخط قلم خود اس پر لکھے ہوتے یا ہلکار جھڑی کی تحریر کہ میرے سامنے اقرار کیا اصلا کافی نہیں فتاویٰ امام قاضیخان میں ہے القاضی انما یقضی بالحجة والحجة هی البینة اولاً لقرار اما الصلح فلا یصلح حجة رہا یہ کہ ہندہ کس چیز کی پابندی کرے ہندہ اپنے معاملہ کو خوب جانتی ہے اگر واقعی اس پر روپیہ عند اللہ چاہئے تو اسے انکار کرنا سخت حرام ہے اس پر فرض ہے کہ حق کو قبول کرے اور عند اللہ نہ چاہئے تو اگرچہ اس نے کسی وباؤ سے یا نادانگی سے یا کسی وجہ سے اقرار غلط کر دیا ہو اس کی پابندی اس پر اصلا لازم نہیں واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از رام پور متصل زیارت شاہ ولی اللہ صاحب مرسلہ حافظ مولوی عنایت اللہ خان صاحب، ۱۶ ار ذی القعدہ ۱۳۸۵
سوال اول :- زید اور عمرو نویت طرز عمل تزکیہ شہود میں مختلف الاقوال ہیں۔ زید کہتا ہے کہ تین طرح سے قاضی شاہد کے چال چلن کے بابت تحقیق و دریافت کر سکتا ہے، رسول بھی جگر یا رتقہ مزکی کے نام بھی جگر یا خود قاضی موقع پر جا کر مصلیان مسجد محلہ یا دیگر اشخاص اہل محلہ سے اور اس تیسری صورت میں قاضی پر یہ لازم نہیں ہے کہ جس شخص کو کہ وہ جانتا ہو یا مخصوص اسی سے دریافت حال شاہد کرے بلکہ نمازی صورت ہو شخص غیر معلوم سے بھی وہ دریافت حال کر سکتا ہے۔ اور اس شخص مجہول الحال کے نام دریافت کرنے یا اسکا نام دفتر قضا میں برائے علم آئندہ درج کرنے کی قاضی کو کوئی ضرورت نہیں ہے یہ تحقیقات قاضی برسر موقع قاضی کے اطمینان اور مقدمہ کے فیصلہ کرنے کے لئے رائے قائم کرنے کو شرط کا فی ہے انتھی کلامہ عمر و کا یہ بیان ہے کہ شرعی اصول پر بقول صاحبین تزکیہ شہود کا دو طرح سے ہو سکتا ہے سر اولاً نیند جو کتاب الشہادۃ غایتہ الاوطار ترجمہ درختار دو دیگر کتب فقہیہ میں بصرحت مذکور ہے۔ یہ بھی بیان عمر و کا ہے کہ مزکی ایسا شخص ہو جو لوگوں کے احوال سے خوب واقف ہو اور ان سے اختلاط رکھتا ہو اور بنفسہ عادل ہو۔ اور جرح وغیر جرح میں فرق کر سکتا ہو لایچی اور مفلس نہ ہو۔ قاضی علی الخصوص ایسے ہی شخص کو جو بصفات مذکورہ متصف ہو مزکی مقرر کر سکتا ہے۔ پس اس امر میں دو قسم کی واقعیت ضرور ہے۔ ایک بذاتہ علم قاضی بصفات منسوبہ الی المرکی۔ دوسرے اطلاع مزکی نسبت احوال شہود مطلوبہ التزکیہ بعد تشریح اقوال زید و عمرو مفتیان شرع شریف سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ از روئے شرع زید کا قول صحیح اور قابل عمل ہے یا عمرو کا جو اب صاف بحوالہ روایات مستندہ کتب فقہیہ عنایت ہو۔

سوال دوم :- زید کا قول ہے کہ اگر کسی ضرورت سے قاضی برسر موقع تحقیقات کرے تو جو گواہ موقع پر جمع ہوں وہ علمہ بٹھلائے جاویں اور ان میں سے ایک ایک شخص کو قاضی اپنے رو بہو طلب کر کے ضرور سوالات کرے۔ اور فریقین یا دکلا، فریقین کو بھی موقع سوالات و جرح کا دیا جاوے۔ سب اہل محلہ کو ایک جلسہ میں ان سے قاضی کے دریافت حال کرنے میں یہ نقص ہے کہ سب لوگ حال مستفسرہ کو ایک زبان پر کر کہیں گے اور اس صورت میں اصلی واقعہ کا انکشاف قابل اطمینان نہ ہوگا۔ بکر کہتا ہے کہ جیسا زید کہتا ہے ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ قاضی ایک ہی جلسہ میں کل گواہان سے دریافت حال کر کے قلم بند کر کے قاضی کا ایسا کرنا خلاف شرع نہیں ہے یہ تحقیقات قاضی کے اطمینان کے واسطے ہے مفتیان شرع شریف سے یہ التماس ہے کہ از روئے شرع مبارک زید کا قول قابل عمل ہے یا بکر کا بحوالہ کتب و عبادت جواب عنایت ہو۔

اجواب :- زید کا قول باطل ہے مرنے کی کا عادل ہونا ضرور ہے مجہول الحال خود محتاج تزکیہ ہے وہ دوسرے کا تزکیہ کیا کر سکتا ہے معین الحکام میں ہے ینبغی للقاضی ان یختار للمسألة عن الشهود من هو اذ فوق الناس واورعهم دیانۃ واعظهم درایۃ واکثرهم خبرۃ واعلمهم بالتمیز فطنة فیولہ المسألة لان القاضی مامور بالتفحص عن العدالة ینجب علیہ المبالغة والاحتیاط فیہ ۵۵ رد المختار مسألة تعدیل الخصم للشهود بیان مذہب امام میں ہے تزکیۃ الکاذب الفاسق لا تصح نیز بیان مذہب صاحبین میں ہے تصح ان کان من اہلہ (ای اہل التعدیل) بان کان عدلا ظاہر ہو کہ مرنے میں عدالت باتفاق ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شرط ہے تہذیب پھر بجز الرأقی پھر درختار میں ہے المجہول لا یعرف المجہول خانہ و ہندیہ میں ہے ان کان فاسقا ومستورا لا یرجع تعدیلہ اگر شاہد کے ہمایجان مسکن و بازار و اہل محلہ میں کوئی ثقہ نہ ملے نہ اس کے بارے میں کوئی تواتر صحیح شرعی ہو تو قاضی اہل محلہ کے بیان پر دو شرط سے اعتماد کر سکتا ہے ایک یہ کہ وہ سب بالاتفاق یک زبان ایک ہی بات کہتے ہوں سب اسے عادل کہیں یا سب مجروح ہی بتاتے ہوں دوسرے یہ کہ قاضی کے قلب میں آئے کہ یہ سچ کہہ رہے ہیں تو اس وقت ان کا اتفاق مع اس تحریر کے قائم مقام تواتر ہو جائے گا اور تواتر میں عدالت کی حاجت نہیں نہ یہ کہ جس نامزدی صورت محلہ والے مجہول الحال سے چاہیں پوچھ لے اور یہی کافی ہو محض اقرار زید ہے محیط و علیگریہ میں ہے ان لو یجد فی حیوانہ و اہل سوقہ من یصلح للتعديل يسأل اهل محلتہ وان وجد کلہم غیر ثقات یعتد علی ذلک بتواتر الاخبار و کذا اللک اذا سئل حیوانہ و اہل محلتہ و هو غیر ثقات فاتفقوا علی تعدیلہ او حرجہ و وقع فی قلبہ انہ صدمتوا کان ذلک بمنزلة تواتر الاخبار عرونی جو صفا مرنے میں بیان کہیں قاضی کو مناسب ہے کہ ایسے ہی شخص کو مرنے کی مقرر کرے طامع و مفلس نہ ہونا اور لوگوں سے اختلاط شرط البویت میں ہے کہ ان سے ارجح و صف مثل علم فدان کے معارض نہ ہو مثلاً محلہ میں فقیر گوشہ گزین عالم دین ہے اور غنی فحالیہ الناس جاہل تو عالم ہی کو مرنے کی کرے کہ وصف علم سب پر راجح اور اس میں اس کی زیادہ حاجت ہے گوشہ گزین اپنے معتدین سے پوچھ کر تزکیہ کر سکتا ہے اور جاہل کو اسباب جرح و تعدیل میں امتیاز و شوارح محیط و ہندیہ میں ہے ینبغی للقاضی ان یختار للمسألة عن الشهود من کان عدلا صاحب خبرۃ بالناس وان لا یكون طماعا و ینبغی ان یكون فقهیا یعرف اسباب الجرح والتعدیل وان یكون غنیا وان وجد عالما فقیرا و غنیا ثقة غیر عالما و عالما ثقة لا یخالط الناس و ثقة غیر عالما یخالط الناس اختار العالم۔ واللہ اعلم (۳) حتی کہ یہ امرائے قاضی پر مغضوب ہے اگر گواہوں پر کوئی بدگمانی ہو تو قاضی پر واجب ہے کہ انہیں جدا جدا اداائے شہادت کا حکم دے کر وہ عورتوں کہ ان کی شہادت مل کر شرطاً بجائے شہادت و احدہ ہے ان میں تفریق نہیں لقولہ تعالیٰ ان تفضل احدہما فتذکر احدہما الاخری اور اگر قاضی کو اطمینان کافی ہو کہ یہ لوگ اہل صدق و دیانت ہیں ہر ایک اپنے علم کے مطابق شہادت دے گا نہ کہ دوسرے کی سنی سیکھی پر تو تفریق کی حاجت نہیں مگر اس زمانے میں ایسا اطمینان شاید و نا در ہے بسوٹ امام محمد پھر محیط پھر علیگریہ میں ہے اذا ارتاب القاضی فی امور الشهود ففرق بینہم ولا یسعه غیر ذلک درختار میں ہے (درجل وامراتان) ولا یفرق بینہما لقولہ تعالیٰ فتذکر احدہما الاخری ہے و گوار کے سوالات جرح جن کا حاصل چار طرف سے گھیر کر گھبرالینا اور سچے کو۔

خواہی نخواستہ جھوٹا بنا چھوڑنا ہے یہ سخت بدعت شنیعہ مردودہ ہے اس سے احتراز فرض ہے کہ ہمیں اکرام شہود کا حکم ہے اور یہ خاص اہانت خطیب
و ابن عساکر اور مالک اپنے جہز میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
اکرموا الشہود فان اللہ یتخبر بہم و یدفع بہم الحقوق و یدفع بہم الظلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۸ رزی القعدہ ۱۹

مسئلہ :- از دام پور راج دوارہ مسد عبد الرحمن خاں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید و عمرو نے دعویٰ حصہ موروثی مکانات کا باشتنائے بعض علمکانات کے دائر کیا اور گواہان
نے بلا اشتنائے علم کے مکانات بحیثیت موجودہ کو مملوک مورث قرار دیا پس یہ شہادت شہادت علی الزیادہ ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ جب مدعی
نے اشتنا کیا اور لکھ دیا کہ نلال علم نلال کا ہے پس اس کا دعویٰ مدعی کر سکتا ہے یا نہیں سوم یہ کہ شہادت شاہد کی جب بعض مدعا ہا میں مردود
عند القاضی قرار پائے تو باقی میں قابل قبول ہے یا نہیں۔ جینو اتوجروا۔

اجواب ۱۔ اظہار مسائل و ملاحظہ فیصلہ متعلقہ مقدمہ سے واضح ہوا کہ مدعیان نے حصہ مکان مدعا ہا بذریعہ وراثت سے بعض علمائے
اشتنا کیا کہ وہ خود بنا کر مدعیان ہے اور بعض اس لئے کہ بعض مدعا علیہم نے بعد موت مورث بنوایا ہے اور اس کے ایک قطعہ سے ۲ اگر زمین
کو بھی اشتنا کیا اس لئے کہ وہ خاص احد المدعیین ہے باقی بعد الاشتنا ملک مورثان قرار دے کر اس میں سے اپنے سهام کا دعویٰ کیا ہونے جلتہ
بلا اشتنا مجموع مکان ملک مورثان ہونے کی شہادت دی یہ شہادت ضرور شہادت علی الزیادہ ہے اور اصلاً قابل قبول نہیں۔ مدعیان بعض
علم میں اپنا حق نہیں بتاتے کہ وہ معمول مدعا علیہم ہے اور شہود بلا اشتنا جمیع اجزاء کے مکان میں ان کا حق ثابت کرتے ہیں شہادت علی الزیادہ
ہمیشہ مردود ہوتی ہے مگر جب کہ مدعی اپنے دعویٰ اور شہود کے بیان میں توفیق و تطبیق کر دے مثلاً مدعی نے مکان سے ایک کوٹھی کا اشتنا
کیا تھا شہود نے بلا اشتنا شہادت دی مدعی نے تطبیق کی کہ وہ کوٹھی بھی پہلے میری ہی تھی شاہدوں کو اسی وقت کا حال معلوم تھا بعد کو میں
نے وہ کوٹھی بیچ ڈالی لہذا دعویٰ سے اشتنا کر دیا۔ یہاں بھی اگرچہ توفیق ممکن تھی کہ بعد موت مورث وہ مکان گر گیا اور بعض مدعا علیہم نے
اپنے روپے سے تعمیر کیا مگر استحساناً اسکان توفیق کافی نہیں ہا فعلت توفیق کر دینا ضرور ہے اور وہ مدعیوں سے واقع نہ ہو لہذا شہادت ناقابل
قبول رہی بلکہ یہاں صرف زبانی دعویٰ توفیق بھی کافی نہ ہوتا اس پر گواہ دیتے ضرور تھے کہ یہ توفیق ایسے امر سے نہ تھی جو صرف ان کی زبان
سے آوا ہو سکتا لہذا جب شہادت شرعیہ سے توفیق کا ثبوت نہ دیتے مقبول نہ ہوتی اور وہ اصلاً نہ ہوا تو شہادت مذکورہ ضرور مردود ہے
درنحار میں ہے الشہادۃ باکثر من المدعی باطلۃ بخلاف الاقل للاتفاق فیہ فتح القدر و بحر الرائق میں ہے المراد بالموافقۃ
المطابقۃ او کون المشہود بہ اقل من المدعی بہ بخلاف ما اذا کان اکثر انھیں میں ہے من الخالفۃ المانعۃ ما اذا شہدت
باکثر من فروعھا و اذ فی ید رجلین اقسماھا و اغاب احدھما فادعی رجل علی الحاضر ان لہ نصف ہذا المدار مشاعا
فشہدوا ان لہ النصف الذی فی ید الحاضر فی باطلۃ لانھا باکثر من المدعی بہ ولو ادعی دارا و اشتنتہ طریق الدخول
و حقوقھا و مرافقھا شہدوا و انھا لہ و لم یستثنوا شیئا لا تقبل و کذا الواستثنای بیتا و لم یستثنوہ الا اذا فحق فقال
كنت بعث ذلك البيت منها فقبل نیز بحر میں ہے والحاصل انھو اذا شہدوا باقل مما ادعی تقبل بلا توفیق وان

كان باكثر لم تقبل الا اذا وفق فلوا دعي العا شهد بالف وخسما له فقال المدعي كان لي عليه الف وخسما له الا اني ابرأ
من خمس مائة اذ قال استوفيت منه خسما له ولم يعلم به الشهود تقبل وكذا في الالف والالفين ولا يحتاج الى اثبات
التوفيق بالبينة لان الشئ السامح يحتاج الى اثباته بالبينة اذا كان سببا لا يتعبد منه ولا ينقر باثباته كما اذا ادعى الملك
بالشراء فشهد والشهود بالهبة فان ثمة يحتاج الى اثباته بالبينة اما البراء فيتم به وحده ولو اقرب بالاستيفاء يصح
اقراره ولا يحتاج الى اثباته لكن لابد من دعوى التوفيق هنا استحسانا والقياس ان التوفيق اذا كان ممكنا يجعل عليه
وان لم يسمع التوفيق تصححا للشهادة وصيانة لكلامه وجه الاستحسان ان المخالفة بين الدعوى والشهادة ثابتة
صورة فاذا كان التوفيق مرادا نزول المخالفة وان لم يكن مرادا الاتزول فلا نزول بالشك فاذا ادعى التوفيق ثبت
التوفيق وزالت المخالفة وذكر الشيخ الامام المعروف بنجواهر زاده ان محمد اشرف في بعض المواضع دعوى التوفيق
ولم يشترط في البعض وذلك محمول على ما اذا ادعى التوفيق او ذلك جواب القياس فلان بد من دعوى التحقيق مدعى جب
ايك چیز کا دوسرے کے لئے اقرار کر چکا اب اپنے لئے دعوی نہیں کر سکتا لاجل التناقض شہادت جب بعض میں مردود ہو کل میں مردود
ہے مگر آٹھ مسائل مذکورہ شرح اشباہ میں اقول وباللہ التوفیق ان کا محصل یہ کہ شہادت کو اگر دو چیزوں سے تعلق ہے ایک میں وہ
نصاب کامل ہے دوسرے میں نہیں یا ایک میں تہمت سے دوری ہے دوسرے میں نہیں یا ایک پر شاہدوں کو ولایت شہادت ہے
دوسرے پر نہیں تو جہاں نصاب کامل ولایت حاصل تہمت زائل ہے اتنے میں مقبول ہوگی دوسرے میں مردود۔ درمختار میں ہے
الشهادة اذا بطلت في البعض بطلت في الكل الا في عهد بين مسلم ونصراني فشهد نصرانيان عليهما بالتعلق قبلت
في حق النصراني فقط اشباہا قلت وزاد محشها حسنة اخرى معزية للبرازية ۱۹۰ وراجح للمسبح البواق ردا المختار وما
علقنا عليه۔ والله تعالى اعلم۔

مسئلہ :- آزاد پور میں سرد نظام علیخان ۱۹ فروری القعدہ ۱۳۱۹ھ

فردوس بیگم مدعیہ کا دعوی ہے کہ مکان محمدودہ مندرجہ عرضی دعوی سعیدی بیگم نے بدست مدعیہ عرضی اصاصہ کے بتاریخ یکم
فروری ۱۹۰۰ء بیع قطعی کیا مدعیہ نے یہ قبول بیع نہ بیچانے کے مدعا علیہا مذکور کو دئے اور باقی روپے کا دینا یکم مارچ ۱۹۰۰ء کو وقت تصدیق
و تکمیل بیعنامہ ٹھہرا بعدہ مدعیہ مدعی علیہا نے بعد کو مدعیہ سے لے کر مطالبہ سرکاری میں ۲۰ فروری ۱۹۰۰ء کو داخل عدالت کئے، مدعی علیہا نے حسب وعدہ
تکمیل بیعنامہ نہیں کرایا اور باہانہ دی قیمت مکان مذکور بدست عباسی بیگم و غلام محمد خاں فروخت کر ڈالا بعد بائینداسا صلیہم ارقیہ زر ثمن تکمیل و تصدیق بیعنامہ مدعا علیہا
کو دیکھائے اور دخل مدعیہ کا مکان تنازعہ پر کرادیا جا سعیدی بیگم مدعا علیہا کو بیع کرنے مکان اور لینیہ ص بیعنامہ اور مدعیہ مندرجہ عرضی سے قطعی انکار بیعنامہ مدعیہ جو گواہ ثبوت
دعوی میں گورے ہیں ان میں سے نظام علی خاں گواہ نے بیان کیا کہ عرصہ تخمیناً ڈیڑھ سال کا ہوا بوقت چار گھنٹے دن رہے سعیدی بیگم زوجہ
عبد الرشید خاں مدعا علیہا نے مکان تنازعہ کہ متصل مکان منظر کے ہے بدست فردوس بیگم مدعیہ اصاصہ کو بیع کیا مدعا علیہا نے کہا میں نے
اصاصہ کو فردوس بیگم کے ہاتھ مکان بیچا اور مدعیہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا اسی وقت ص بیعنامہ کے بذریعہ بھروسے میں مدعیہ نے مدعا علیہا

کو دیئے اور باقی روپے کے نسبت وقت رجسٹری دستاویز بہت یکجا دینا قرار پایا تھا یہ واقعہ پہلی تاریخ انگریزی مہینے کے ہوا تھا اس کے کوئی ۲۵ دن کے بعد مدعا علیہا مذکور نے اپنے ہاموں سگی ابراہیم خاں کو بمکان منظر بچھا مدعیہ اس وقت میرے مکان پر مہمان تھی ابراہیم خاں نے مدعیہ سے میری معرفت کہلا بھیجا کہ سیدی بیگم نے تم کو بلا یا ہے چلو اور مدعیہ کے محلے چلو کہ وہ عدالت میں بابت کو رس داخل کریں گی چار پانچ دن میں بیخیاہ تصدیق ہو گا تو یہ مدعیہ مدعیہ رہیں ان دنوں میں محسوب ہوں گے چنانچہ فردوس بیگم گئی اور مدعیہ کے محلے گئی تھی جھکو اپنے بھائی احمد بی عرف پیارے کے ہمراہ لے گئے تھیں چنانچہ بمواجہہ پیارے مدعیہ نے وہ مدعیہ حسب الطلب سیدی بیگم کو دیدیئے اور مدعا علیہا نے داخل عدالت کر دے نٹانڈھی مکان تنازعہ کی کر دوں گا۔ مولوی ارشد علی گواہ عرف بھورے میاں کا بیان ہے کہ مجھے تخینا یاد ہے کہ عرضہ تخینا ڈیڑھ سال کا ہوا ہے کہ صبح کے وقت نظام علی خاں میرے پاس آئے تھے کہ فردوسی بیگم کی طرف سے یا اجرہ فردوسی بیگم دونوں کی طرف سے اس قدر بھول گیا ہوں بیخیاہ مکان کا دینا چاہتا ہوں منظر کو اول سے علم تھا کہ مکان کی یعنی مکان تنازعہ کی بیخ ہوتی ہے چنانچہ بمکان سیدی بیگم منظر نظام علی خاں علی احمد خاں کے عورتوں اندر مکان کو ٹھہریں ہو گئیں ہم جا کر چارپائیوں پر بیٹھ گئے منظر نے آواز دے کر کہا کہ نظام علی خاں فردوس بیگم کی طرف سے بیخیاہ دیا چاہتے ہیں چونکہ سیدی بیگم اندر کوٹھے کے تھیں اور سیدی بیگم کی بہن اور ماں بھی تھیں اس وجہ سے میں اپنے دہن میں سیدی بیگم سے مخاطب ہو کر کہا کہ مکان بچتی ہو اندر سے آواز آیا بچتی ہوں یہ نہیں یاد کہ کس نے جواب دیا میں نے اندر ہاتھ بڑھا کر صر دیدئے نہیں معلوم کس نے اپنے ہاتھ میں بیخیاہ لیا اور عورتوں اندر تھیں مگر مجھے معلوم نہیں کون تھیں علی احمد خاں جس کی موجودگی وقت ایجاب و قبول نظام علی خاں گواہ نے بیان کیا ہے وہ اپنے بیان میں نسبت ایجاب و قبول یا بیخ مکان تنازعہ کچھ بیان نہیں کرتا احمد بی عرف گواہ مدعیہ گفتا ہے کہ عرضہ ڈیڑھ سال کا ہوا کہ سیدی بیگم زور عبد الرشید خاں نے مکان تنازعہ بدست فردوس بیگم مدعیہ قیمت اٹھا کر بیچا تھا اور مدعا علیہا مذکور کہا تھا کہ میں نے اپنا مکان اٹھا کر فردوس بیگم کے ہاتھ بچھا اور مدعیہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا اور پانچ روپے بیخیاہ کے بھورے میاں کے ہاتھ سے سیدی بیگم کو مدعیہ نے دیئے تھے اور جس وقت علی احمد خاں دہورے میاں آئے تھے تو سیدی بیگم دالان میں بیٹھی رہی تھیں اور مدعیہ کو ٹھہری میں ہو گئی تھیں بھورے میاں کے سامنے گفتگو بیخ و شرک کی ہو کر صر بیخیاہ کے دیئے گئے اور دوسرے گفتگو بیخ و شرک ہوئی تھیں مدعیہ نے کہا تھا کہ بھورے میاں کے ہاتھ میں بیخیاہ دلو اور دوں گی اور گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ سوال علمائے دین و مفتیان شرع حین سے یہ ہے کہ بیانات گواہان مندرجہ ذیل بالا سے موجودگی اپنے وقت بیخ و شرک کے درمیان متعاقدین ظاہر کرنے ہیں آیا بیخ و شرک مکان تنازعہ کی باہم متعاقدین شرعاً واقع ہو گئی کہ قابل نفاذ ہے یا نہیں ہوئی موافق مسائل شرعی کے جتہ لہذا جواب عنایت فرمائیں۔ مینواتوجروا۔

اجواب۔ صورت متفسرہ میں نظام علی خاں و احمد بی عرف پیارے خاں گواہان مدعیہ کا بیان ذکر ایجاب و قبول متعاقدین پہلی شامل ہے اور سیدی بیگم کے اقرار بالبیخ پر بھی ان دونوں سے جو بات ہوئی شہادت میں لے جانے کے لئے کافی ہے بیخیاہ وغیرہ امر فضول ہے جسے بیخ سے کچھ تعلق نہیں بھورے میاں گواہ مدعا علیہا کا بیان محض قتل مہل ہے دونوں گواہان مدعیہ اگر جامع شرائط شہادت ہیں ان کا بیان حاکم مجوز کے سامنے حسب شرائط ہوا ہے تو بیخ بنام فردوس بیگم ضرور ثابت ہے باقی روڈ و مقدمہ مذکورہ سوال بھی مدعیہ کی مؤید ہے۔ میری رائے میں بصورت مذکورہ فیصلہ بحق مدعیہ ہونا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از رام پور بازار نصر اللہ خاں مسلہ نذر علی خاں صاحب
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے مکان کے کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ جدیدہ سے سرآمد کے حق مرور کی طرف منجانب
 اسفل جس طرف زید کے واسطے شرعاً حق مرور نہ تھا برآمد کیا ہے اور عمر و اس فتح باب کا ناسخ ہے پس وہ اعدا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور عمر و کو
 منع کرنا پہنچتا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

اجواب :- صورت متفسرہ میں قول مستمہ و ظاہر الروایۃ قطعاً بہا واجب العمل یہی ہے کہ زید کو اس دروازہ جدیدہ کا اعدا شرعاً جائز نہیں
 عمر و کو حق منع حاصل ہے فی رد المختار لو اراد فتح باب اسفل من بابہ والمسکة غیر نافذة یمنع منه وقیل لا و فی محل
 من القولین اختلاف التصحیح والفتویٰ قال فی الخیریۃ والمتون علی المنع فلیکن المعول علیہ ۱۱ و روایتی کتبت علی هامشہ
 مانضہ فقد نقل فی جامع الفصولین ان له ذلک مطلقاً و علیہ الفتویٰ ونقل فی الخیریۃ عن التارخانیۃ عن المقابہ
 انه لیس له ذلک و علیہ الفتویٰ وهو الذی صححہ فی الخانیۃ قال فی الخیریۃ ومثله فی کثیر من کتب المذہب قال
 وهو ظاہر الروایۃ کما صرح بہ فی جامع الفصولین فلیکن المعول علیہ ۱۱ قلت کتبت لا وقد نصوا ان الفتویٰ متے
 اختلف ریح ظاہر الروایۃ کافی البحر الرائق وغیرہا و صرحوا ان قاضیخان فقیہ النفس لا یعدل عن تصحیحہ
 کافی غمز الجون وغیرہ و المطبوعان التقدیم للمتون لانہا الموضوعۃ لنقل المذہب کافی الدر وغیرہ فقد
 ترجیح بوجوه والله سبحانه وتعالی اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انصَحَ الْحَاكِمَةَ وَفَصَلَ الْخِصْمَةَ

۱۳۲۱ھ

فیصلہ نائش تجویز حکم عبدالعزیز بیگ پنج مقبول تنخا صحن از روضہ اقرار نامہ مورخہ ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۱ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء
 سید محمد افضل صاحب ولد سید محمد امیر علی صاحب مختار مرحوم ساکن بریلی متصل جامع مسجد عی سید محمد احسن صاحب ولد سید محمد امیر علی صاحب
 مختار مرحوم و سید افضل حسین صاحب ولد سید محمد افضل صاحب مذکور ساکنان محلہ مذکورہ مدعا علیہا دعویٰ تجویز موضع جگت پور پر گندہ
 تحصیل و ضلع بریلی محلہ رزود ساقی واقع جگت پور مذکور محلہ سبز و سفید و مغرورہ واقع جگت پور محلہ سفید و کھنڈ سار موضع جگت پور مذکور
 مع نتائج کھنڈ سار مذکور از اپریل ۱۸۹۵ء لغایت دسمبر ۱۹۰۲ء و بقایا کے تجویز مذکور کھنڈ سار مذکور ذمہ اسامیان بابت مدت مذکور لغات
 مارچ ۱۹۰۳ء بصیغہ قرض دادنی و امود و اس وغیرہ و تقسیم پنج قطعہ مکانات محمدودہ ذیل واقعہ محلہ مذکور و سرایہ مکان محمدودہ ذیل
 بابت مدت مذکور و اثاث البیت متروکہ پوری

۱	۲	۳	۴	۵
مکان سکونہ	مکان مریون	مکان تبین ربیع	مکان جمیعہ محمدیین وغیرہ	مکان شرقی غربی
شرق غربی	عبد الکریم خاں	مریون سید غازی الدین	بدست والدہ فریقین	مکان
مکان	نزد محمد حسن مدعا علیہ	بنام فریقین و یکے بیچ	و اشخاص دیگر و بیس	عبد الکریم خاں
بدست فریقین	۹ پسران مدعی	بیچ سید احمد حسین	باقی شرکاء بدست فریقین	
	شرقی	بنام سید امیر حسن و سید محمد	شرقی	
	مکان ۱	افضال پسران مدعی و	مکان ۲	
	جنوبی	احمدی بیگم زوجہ مدعا علیہ	جنوبی	
	مکان ۳	شرقی	مکان ۴	
	کوچہ نانڈہ	مکان پر بھودیال	مکان ۵	
	مکان	شمالی	مکان ۶	
	مسنوبہ بنام	مکان	مکان ۷	
	مدعا علیہ	شمالی	مکان ۸	
		مکان	مکان ۹	
		پسران مدعی	مکان ۱۰	
		پسران مدعی	مکان ۱۱	
		پسران مدعی	مکان ۱۲	
		پسران مدعی	مکان ۱۳	
		پسران مدعی	مکان ۱۴	
		پسران مدعی	مکان ۱۵	
		پسران مدعی	مکان ۱۶	
		پسران مدعی	مکان ۱۷	
		پسران مدعی	مکان ۱۸	
		پسران مدعی	مکان ۱۹	
		پسران مدعی	مکان ۲۰	

ہر سہ فریق مذکورین نے بروئے اقرار نامہ مورخہ ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۹۰۳ء کو واسطے تصفیہ نزاعات مسطورہ بالا کے برضائے خود ہانچ مجاز و ما ذون مقرر کیا مقدمہ بجاضی ہر سہ فریق مذکورین ہمارے سامنے پیش ہوا سید محمد افضل صاحب مدعی مذکور نے سید محمد حسن صاحب مدعا علیہا مسطورہ دعویٰ کیا کہ موضع جگت پور و معانی و مفردہ مذکوران اور کھنڈ سار موضع جگت پور مع جلا سب بیل وغیرہ شل کر با آہنی وغیرہ میرے اور ان سید محمد حسن مدعا علیہا کے شرکت بالناصفہ میں ہے اوائل ۱۸۹۶ء تک میں اور مدعا علیہ مذکور شرکت اکیفائی کام کرتے رہے اپریل ۱۸۹۶ء سے میں بیل بہت چلا گیا جب سے مجھے تو فرات مذکورہ و منافع کھنڈ سار مذکور نے ملی بروئے حساب مجھے ان سید محمد حسن مدعا علیہ سے دلائی جاوے اور جو بقایا ذمہ اسامیان وغیرہ ہے بابت تو فر جگت پور و معانی و مفردہ و کھنڈ سار جگت پور مذکورات جو اس کے نصف میں مرے استقرار حق کا حکم کیا جاوے اثاثہ البیت متروکہ والد جس کی فہرست پیش کرتا ہوں ان سید محمد حسن کے قبضہ میں ہے نصف اس سے مجھ کو دلایا جاوے مکانات محدودہ بالا میں بذریعہ وراثت پدری و ادوی و بیچ و رہن میرا اور ان سید محمد حسن کا بالناصفہ چاہئے و تاویزوں میں سید افضل حسین و سید امیر حسن مرحوم پسران مدعی و آخری بیگم زوجہ محمد

مذکورہ کا نام فرضی ہے سوا مکان ملے کے کہ اس میں اراضی کا کچھ حصہ خرید کر وہ والد ہے اور زیادہ حصہ میری نانی صاحبہ ولایتی بیگم کے والد میر سید محمد صاحب کا خرید کر وہ ہے ان کے تین وارث ہوئے سید شاد الدین حسین پسر اور ولایتی بیگم دلالہ بیگم دختر ان اس میں سے نانی صاحبہ ولایتی بیگم نے اپنے حصہ کا بہ نام میری والدہ سردار بیگم کے نام لکھ دیا اور سید شاد الدین حسن صاحب نے اپنے حصہ کا بہ نام میرے اور سید محمد احسن کے نام لکھا اور بیگم دختر ان کا جس قدر حصہ اراضی میں تھا اس کا بہ نام سید محمد احسن کے نام لکھا گیا اور تیسرا اس کی کل والد صاحب مرحوم نے اپنے روپیہ سے کی ہے مکانات مذکورہ تقسیم کی گئی کر دی جاویں کہ نزاع نہ رہے کی پیشی بجائے قیمت روپیہ سے پوری کر دی جاوے مکان کرایہ پر وہاں جس قدر زر کرایہ حاصل ہو اس کا حساب ان سید محمد احسن سے لے کر میرا نصف ان سید محمد احسن سے مجھے دلایا جاوے۔ سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ مذکور نے بیان کیا کہ کہنڈ سار بگت پور تہا میں نے ان سید محمد افضل کی اس میں کوئی شرکت نہیں مکان ملے کا بہ نام میرے نام ہے اس کا تہا مالک میں ہوں مکان نبر میں ان سید محمد افضل صاحب کی شرکت تسلیم ہے نیز یہ مکان ملے میں بقدر اپنے حصہ کے شریک ہیں مکان ملے وہ میری خرید کے اور بنائے ہوئے ہیں مگر نام افضل حسین و ایبر حسن کا بھی درج ہے تقسیم مکانات کی گئی بروئے معاوضہ کی پیشی جس طرح مجز کی رائے میں مناسب ہو مجھے منظور ہے آٹا ابیت متروکہ پوری جو میرے پاس ہے اسکا نصف ان سید محمد افضل صاحب کو دیا جاوے اور جو کچھ ان سید محمد افضل صاحب کے پاس ہے اس کا نصف مجھے دلایا جاوے۔ سید افضل حسین مدعا علیہ مذکور نے بیان کیا کہ مکان ملے کے سوا کل مکانات تنازع میرے دادا سید اکبر علی صاحب مرحوم نے اپنے روپیہ سے خریدے ہیں اور رہیں لے ہیں اور جس جس کو قبضہ دینا منظور تھا اس کا نام بیجا نام و رہن نام میں درج کروایا مکان ملے میرے حصہ کے قدر میرا ہونے سے کہ بعد انتقال سید میر علی صاحب رہن لیا۔ مکان ملے کی نسبت دونوں مدعا علیہم نے بیان کیا کہ یہ مکان سید میر علی صاحب نے ہماری خالہ زاد بہن پھو بھی قادری بیگم بنت سید نجم الدین احمد زہدہ سید وارث علی کو ہبہ کر دیا تھا اس میں بگت پور کی کہنڈ سار ہوتی تھی اور اب بھی مکان خالی کر کے قبضہ نہ دلایا مگر چالیس روپیہ مجھ سید محمد احسن نے قادری بیگم مذکورہ کو دئے سید محمد احسن صاحب مذکور نے تو فرمایا کہنڈ سار و کرایہ مکان و بقایا ان مذکور ان کا حساب مطلوب من ابتدا سے یکم نومبر ۱۸۹۸ء تا نیت ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء جب کا خلاصہ یہ ہے کہ اور قرضہ دامودر داس ہم فریقین پر تمام و کمال بالناصفہ تھا اور ہے اگرچہ پانچ سو روپیہ کا رقم نام دامودر داس تھا میرے نام سے تحریر ہوا سید محمد احسن اب اس سے انکار کر کے مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ انصافاً بعد تحقیقات اس کا نصف بھی ان سید محمد احسن صاحب پر ڈالا جاوے۔

خرچ سالہ

آمد فی سالہ

نقصان کہنڈ سار ابھی پور نوویا۔ نقصان کہنڈ سار پالسو کالیپور
 لاصعہ
 خزیلا راضی محمد ولجبان
 مرمت جملہ مکانات سوائی مکان ملے
 لاصعہ

از کہنڈ سار بگت پور از تو فری بگت پور کرایہ مکان ملے
 لاصعہ
 بقایا ذمہ اسمایان موضع بگت پور بابت کہنڈ سار روپیہ مع مکان وغیرہ
 لاصعہ

تذکرہ سابق بوجہ دگی سید محمد افضل صاحب
 عیدین خیرات و نیاز خوراک خانہ
 لعہ بالعصفہ صہ لمللوعہ

تیز سید محمد احسن صاحب نے بیان کیا کہ مبلغ صہ معرفت شیخ تصدق حسین صاحب اور صہ معرفت سید فرحت علی صاحب اور کھینٹا
 دس پندرہ روپیہ متفرق اس پانچ سال میں میرے پاس سے ان سید محمد افضل صاحب کو پہنچے ہیں جو اسی گوشوارہ خرچ میں کرپیش کیا گیا
 ہے مندرجہ میں فقط ہر حساب سید محمد افضل صاحب کو دکھایا گیا انھوں نے صہ معرفت شیخ تصدق حسین صاحب اور صہ معرفت
 سید فرحت علی صاحب پانا قبول کیا اور باقی متفرق کو فرمایا جھکویا نہیں اور گوشوارہ مذکورہ کے رقوم کی نسبت سید محمد احسن
 صاحب سے حلف چاہا اور وجوہ خرچ میں غدر کیا کہ انصافاً جو اس میں سے میرے ذمہ ہونا چاہئے میرے یافتی سے مجرا ہو جاوے باقی
 سے میں بری کیا جاؤں ان سید محمد احسن صاحب حب الطلب جملہ رقوم آمد خرچ گوشوارہ پر حلف کر لیا سید محمد احسن صاحب و سید
 افضل حسین صاحب مدعا علیہ مذکورین نے دفع دعوی سید محمد افضل صاحب مدعی مذکور میں نسبت مکانات سات دستاویزین مفصل
 ذیل سند پیش کیں:

- | | |
|--|--|
| <p>متعلق مکان ۲۔
 بیٹا نامہ اراضی دور وازہ از محمد حسین ولد خیراتی
 بنام سردار بیگم والدہ فریقین و سید اکرم علی وغیرہ
 مورخہ ۱۰ جون ۱۸۶۶ء
 بیٹا نامہ اراضی از سید اکرم علی وغیرہ بنام
 فریقین مورخہ ۳۰ جون ۱۸۶۶ء
 متعلق مکان ۳۔
 رہن نامہ بعض ماصہ از عبدالکریم خان کنبوہ
 نصف مکان بدست سید محمد احسن مذکورہ نصف بدست
 سید امیر حسن و سید افضل حسین مذکوران
 مورخہ ۴ جون ۱۸۹۲ء
 متعلق مکان ۴۔
 بیٹا نامہ اراضی مع خشت و بناں
 نصف بنام سید محمد احسن مذکور
 نصف بنام سید امیر حسن و سید افضل حسین مذکوران
 مورخہ ۱۰ نومبر ۱۸۸۲ء</p> | <p>متعلق مکان ۱۔
 بیٹا نامہ از لالہ بیگم زوجہ سید برکات علی و سید محمد شاہ
 ولد میر بادشاہ بنام سید محمد احسن مذکور
 مورخہ ۲۸ جون ۱۸۸۰ء
 متعلق مکان ۳۔
 رہن نامہ رجسٹری شدہ میعاد ۲۵ سال بطور ربح الوفا
 از سید فازی الدین حسین ولد سید ثار الدین حسین
 بنام فریقین بابت سہ ربح مکان مذکور
 مورخہ ۲۲ جون ۱۸۸۱ء
 بیٹا نامہ از سید احمد حسن ولد سید ثار الدین حسین
 بنام سید امیر حسن و سید افضل حسین پسران
 سید محمد افضل مدعی و احمدی بیگم زوجہ سید
 محمد احسن مدعا علیہ بابت کل ربح باقی مکان مذکور
 مورخہ ۱۰ جون ۱۸۸۲ء
 لکھ اصل میں صاحب رٹھانہ گیا اندازہ سے بنا دیا۔</p> |
|--|--|

یہ سب دستاویزیں سید محمد فضل مدنی کو دکھائی گئیں سید محمد فضل صاحب مدعی نے ان کی تصدیق فرمائی مگر دستاویز ۵ و ۶ کے متعلق مکان ۳ و ۴ و ۵ میں سید امیر حسین و سید افضل حسین و احمدی بیگم کے نام فرضی بنائے اور کہا کہ ایک رجب مکان ۳ و ۴ و ۵ کا متعلق سید امیر علی صاحب والد فریقین نے خرید کیا اور مکان ۵ کی تعمیر بھی انہیں کی دستاویزوں میں اور ناموں کے اندراج سے ان کا مقصود ایک ہی ہے دونوں بھائیوں کو دینا تھا جسے مختلف صورتوں میں ظاہر کیا گئی ہم دونوں بھائیوں کے نام درج فرمائے جیسے دستاویز ۳ و ۴ میں گئی میری جگہ میرے بیٹوں کے جیسے دستاویز ۵ میں، ولہذا نصف میں سید محمد احسن کا نام ہوا اور نصف میں میرے دونوں بیٹوں کا کہ حقیقتاً ہم دونوں بھائیوں کو بالناصف کرنا مقصود تھا گئی میری جگہ میرے بیٹوں اور سید محمد احسن کی جگہ ان کی زوجہ احمدی بیگم کا جیسا دستاویز ۵ میں دستاویز ۶ بعد انتقال والد صاحب مرحوم تحریر ہوئی اور اسی طریقہ جاریہ پر میری جگہ میرے بیٹوں کے نام لکھے گئے زور ہن خان میرا اور سید محمد احسن کا تھا امیر حسن اور افضل حسین کا اس میں کچھ نہ تھا اس کی تعمیر میرے اور محمد احسن کے مشترک روپیہ سے ہوئی۔ مکان ۱ کے دستاویز بہ نام کل مکان مذکور سے متعلق نہیں لہذا وہاں نے خود حقوق کا لفظ لکھا ہے اس کے متعلق دوہمہ نامہ اور پیر، ایک از جانب ولایتی بیگم نام سردار بیگم والدہ فریقین دوسرا از جانب سید شاد الدین حسین بنام فریقین پر دونوں کاغذ سید محمد احسن کے پاس ہیں اس مکان کی عمارت بھی والد صاحب مرحوم نے اپنے روپیہ سے بنوائی ہے۔

تنقیحات ذیل قائم

- (۱) ایامکان ۱ میں بذریعہ ترکہ مادری یا تعمیر مددی یا بہ نام سید شاد الدین حسین بنام فریقین سید محمد فضل صاحب مدعی کا کون سا ہے۔
- (۲) ایامکان ۳ سید امیر علی صاحب مرحوم نے قادری بیگم مذکورہ کو بہ کیا اور اگر کیا تو اس کا کیا اثر ہے۔
- (۳) ایامکان ۳ و ۴ و ۵ میں سید افضل حسین ایک فریق مقدمہ کا کوئی حق ہے؟
- (۴) ان تینوں مکانوں میں سید محمد فضل صاحب کو حق ملک ترہن حاصل ہے اگر ہے تو کس قدر
- (۵) اپاکنڈ سارجت پور خالص سید محمد احسن صاحب کی ہے سید محمد فضل صاحب کی ایسے شرکت نہیں
- (۶) عات خرچ پیش کردہ مدعا علیہا کیا کیا رقم ذمہ سید محمد فضل صاحب ہونا چاہئے۔
- (۷) اثبات البیت متروکہ سید امیر علی صاحب مرحوم فریقین کے قبضہ میں کیا کیا ہے اور اس کی تقسیم کیونکر چاہئے۔
- (۸) مکانات کی تقسیم کجائی کس طرح ہونا مناسب ہے۔
- (۹) ایاقسمہ قرضہ دامودر اس بابت رفقہ محررہ سید محمد فضل تنہا ذمہ سید محمد فضل صاحب ہے اور باقی قرضہ فریقین پر کس قدر ہے
- (۱۰) بقایا مندرجہ گوشوارہ مذکورہ میں سید محمد فضل صاحب کا حصہ کس قدر ہے۔
- (۱۱) چکو پیر (۱) مکان نمبر ایک کی نسبت سید محمد فضل صاحب مدعی کا دعویٰ قطع نظر اس سے کہ محض غیر معین تھا مدعی مذکور نے کوئی شہادت خواہ کوئی دستاویز اپنے مفید پیش نہ کی سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کو کوئی بہ نام اس مکان کے کسی جو کا از جانب ولایتی بیگم نام

سردار بیگم والدہ زلیقین یا از جانب سید نثار الدین حسین بنام زلیقین لکھا جانا تسلیم ہے مدعی مذکور نے صرف اپنے ماموں سید محمد شاہ صاحب حلف سید میر بادشاہ صاحب کے بیان پر (کہ سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کے ماموں اور خسر بھی ہیں) حصر رکھا۔ سید محمد شاہ صاحب مذکور جو بھرا امراض معذور ہیں اور اس مکان نمبر ایک میں اپنی دختر و داماد سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کے پاس رہتے ہیں مجوز نے مکان مذکور میں جا کر ان کا اظہار لیا۔ سید محمد شاہ صاحب مذکور نے بیان کیا کہ یہ مکان جس میں اس وقت موجود ہوں مرے ناما میر سید محمد صاحب کا تھا ان کے صرف تین وارث ہوئے۔ میری والدہ ولایتی بیگم اور خالہ لالہ بیگم اور ماموں سید نثار الدین حسین ان ماموں صاحب نے اپنا حصہ یعنی نصف مکان مذکور اپنی دونوں بہنوں میری والدہ و خالہ کو سہ بلا تقسیم کر دیا ان ماموں صاحب کے بیٹوں سید غازی الدین حسین و سید احمد حسین نے اب تک کوئی تعرض نہ کیا میری تینوں بہنوں سردار بیگم والدہ سید محمد افضل و سید محمد احسن اور برکاتی بیگم و آبادی بیگم نے اپنی والدہ ولایتی بیگم سے پہلے وفات پائی۔ ولایتی بیگم مذکورہ کا میں تنہا وارث ہوں۔ بعد انتقال والدہ میں اور میری خالہ بیگم نصف نصف اس تمام مکان کے مالک ہوئے ہم دونوں مالکان مکان مذکور نے یہ مکان تمام و کمال ان سید محمد احسن کو سہ کر دیا۔ تعمیر کی نسبت کہا میں اس وقت یہاں نہ تھا میری والدہ زندہ تھیں یہ میرے علم میں نہیں کہ میری والدہ کے روپے سے بنا۔ یا سید امیر علی کے روپے سے تعمیر ہوا۔ ظاہر ہے کہ ان گواہ کے بیان میں کوئی لفظ مفید مدعی نہیں۔ البتہ دستاویز مذکورہ کہ تینوں فریق مقدمہ کی مصدقہ مسلمہ ہیں اس میں سے، دستاویز ۲ میں مکان ۲ کی حد غریبی میں کہ یہی مکان نمبر ایک ہے سردار بیگم زوجہ سید امیر علی کا نام لکھا ہے اور دستاویز ۱ میں مکان ۱ کی حد شرقی میں کہ یہی مکان نمبر ایک ہے مکان محمد احسن مرہبن و محمد افضل پر ایک قریب ہے جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ۱۸۶۶ء تک یہ مکان نمبر ایک سردار بیگم والدہ زلیقین کی طرف منسوب تھا اور ۱۸۹۳ء میں زلیقین کی طرف مضاف ہوا مگر قطع نظر اس سے کہ مجرد نسبت و اضافت خواہی خواہی دلیل ملک نہیں اور وہ بھی ایسی کہ مدعی کے ثبوت استحقاق میں بجا آدہ ہو خود سید افضل صاحب مدعی نے اپنی نیک نیتی سے صاف اقرار کیا کہ ولایتی بیگم کا سردار بیگم یا سید نثار الدین حسین صاحب کا زلیقین کو اپنے اپنے حصص و اقدار مکان مذکور سہ کرنا بلا تقسیم تھا اور اب تک کے سردار بیگم و سید نثار الدین حسین کی وفات ہو چکی مکان بدستور نامتقسم ہے غالباً بیان مدعی نسبت سہ نامہ جات مذکورہ صحیح ہے اور انھیں کی بنیاد پر ۱۸۶۶ء تک مکان ملک سردار بیگم اور ۱۸۹۳ء میں مکان ملک زلیقین تصور کیا جاتا ہو لیکن قابل قسمت تھے میں سہ خسر قائم جاز ہے اور جبکہ تقسیم سے پہلے موہب لیا و وارث انتقال کر جائے جیسا کہ بیان واقع ہوا وہ سہ محض باطل و کالعدم ہو جاتا ہے علیگری جلد ۱۳ ص ۱۳۱ لا تصح فی مشاع یقسم و رقمنا ص ۱۵۱ ملیمہ موت احد العاقدین قد بین بعد التسلیو فلو قبلہ بطل توون دونوں سہ کی نسبت کسی بحث و تفتیش کی حاجت نہیں کہ خود باقرار مدعی ان کا باطل ہونا ثابت ہے اور اگرچہ بعینہ ہی وجہ اس مکان میں سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کے حق کو بھی باطل کرے گی کہ جب مکان بالاتفاق موروثی اور ہنوز نامتقسم ہے تو سید نثار الدین حسین صاحب کا اپنا حصہ اپنی بہنوں ولایتی بیگم و لالہ بیگم کو سہ کرنا باطل ہے اور نصف میں ان کے بیٹوں سید غازی الدین حسین و سید احمد حسین کا حق ملک رہا اور اب جو سید محمد شاہ صاحب والدہ بیگم نے اپنی مشاع و نامتقسم حصے سید محمد احسن صاحب کو بذریعہ سہ نامہ نمبر ایک سہ کئے یہ سہ

لے مخزومہ شامل مسل ہے ۱۳

بھی ناجائز ہوا اور لالہ بیگم کی وفات سے ان کے حصہ کا بہ محض باطل ہو کر ان کے بھتیجوں سید غازی الدین حسین و احمد حسین کا حق قرار پایا سید محمد شاہ صاحب زندہ ہیں اگر اپنا حصہ کہ ترکہ ولایتی بیگم سے انھیں پہنچا جدا تقسیم کر کر سید محمد احسن صاحب کو قبضہ دیدیں یہ صحیح ہو جائے گا ورنہ باطل مگر ان وجوہ کا نفع ان اشخاص کی طرف راجع ہے جو فریقین مقدمہ نہیں اور اس بہت کے بطلان سے مدعی کو کوئی فائدہ نہیں کہ سردار بیگم والدہ مدعی کا بیٹی والدہ ولایتی بیگم سے پہلے انتقال کرنا بالاتفاق و یقین ثابت ہے لہذا سید محمد افضل صاحب مدعی مذکور کا دعویٰ اس مکان غیر ایک پر کسی وجہ سے قابل سماعت نہیں۔

(۲) نتیجہ دوم کی نسبت اس قدر کہنا بس ہے کہ یہ بہ اگر ثابت بھی ہو تو محض بے معنی ہے سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ نے اولاً اپنے بیان میں صاف تسلیم کیا کہ سید محمد افضل صاحب مدعی مکان نمبر ۳ میں بقدر اپنے حصہ کے شریک ہیں بعد اظہار میں مدعا علیہا نے اس تمام مکان کا بنام قادی بیگم یہ ہونا ظاہر کیا حسب طلب مدعا علیہا سید محمد افضل صاحب مدعی سے بھی اس بہت کی نسبت سوال ہوا انھوں نے اتنا اقرار کیا کہ سید امیر علی صاحب مرحوم نے قادی بیگم سے کہا تھا کہ اگر تم یہاں رہو تو یہ مکان تمہیں دیتا ہوں مگر وہ نہ رہیں ان سب سے قطع نظر کیجئے بالفرض سید امیر علی صاحب مرحوم نے تمام مکان کے تین رقبے یا تقسیم نہوز رہن ہیں اور رہن ملک مرہن نہیں ہوتا کہ اسے یہ کہہ کر دینے کا اختیار ہو ایک رقبہ باقی اگر ملک سید امیر علی صاحب ہو بھی تو رہن مشاع ہے کہ بعد انتقال سید امیر علی صاحب اور کا بہ باطل ہو گیا۔

(۳) نتیجہ سوم ایک ظاہر بات تھی دستاویزات ۱۵۵ و ۱۵۶ میں سید افضل حسین کا نام زمرہ مشترکین و مرہنوں میں موجود ہے دستاویزات سب فریقوں کے مصدقہ مسلم ہیں سید محمد افضل حسین صاحب یا سید محمد احسن صاحب کا باوجود تسلیم صحت دستاویزات یہ ادعا کہ سید افضل حسین صاحب کا نام فرضی ہے بے ثبوت کافی ہرگز سموع نہ ہو گا نہ دونوں فریق مذکور نے اس کا کوئی ثبوت پیش کیا مگر سید افضل حسین صاحب نے نیک نیتی سے اپنے اظہاروں میں صاف اقرار کر دیا کہ مکان نمبر ۳ عبد الکریم خاں والا مرے چچا صاحب نے رہن لیا میرا اس میں کچھ روپیہ نہ تھا تو صاف ظاہر ہوا کہ رہن نام میں سید افضل حسین کا نام محض فرضی ہے اگر یہ کہنے کا اصل وائن نے اپنا روپیہ راہن کو قرض دے کر سید افضل حسین کا نام اس فرض سے درج دستاویز کر لیا کہ وہ دین ان کا قرار پائے اور ضرور عرف در وادع سے یہی ظاہر ہے بزرگ اپنے روپے سے کوئی عقد کرتے اور اپنے کسی خورد کا نام اسی فرض سے درج دستاویز کرتے ہیں کہ وہ ملک یا حق ان کے لئے قرار پائے مگر شرطیہ ارادہ رہن میں محض بے اثر ہے کہ غیر مدیون کو دین کا مالک کرنا ہو گا اور وہ صحیح نہیں درختار ۱۵۵ نمبریک الدین معن لیس علیہ باطل نیز سید افضل حسین صاحب نے اپنے اس اظہار میں کہ اپنی طرف سے اصالتہ اور اپنے چچا سید محمد احسن صاحب کی طرف سے بذریعہ ختم نام عام ہے صاف اقرار فرمایا کہ مکان ملاکی تمام بیع و رہن حقیقتہ سید امیر علی صاحب مرحوم نے اپنے روپے سے اپنے لئے بیع و رہن لئے اور اپنی طرف سے جس کو جس جس قدر کا مالک یا مستحق کرنا چاہا ان کا نام بیع نامہ و رہن نامہ میں درج کرادیا۔ اور واقعی عادات ناس سے محمود یہ ہے بائع سے گنتگوئے بیع و ختم خود کرتے ہیں ایجاب و قبول میں یہ لفظ نہیں ہوتے کہ بائع کہے کہ میں نے فلاں شے ترے فلاں غلام عزیز کے ہاتھ بیچی یہ کہے میں نے اپنے فلاں غلام عزیزوں کے طرف سے قبول کی

۱۲۱ نمبر ۲ شامل ۱۲۱ ۱۲۱ نمبر ۱۲۱ شامل ۱۲۱۔

بلکہ گفتگو باہم قائم ہو جاتی ہے اس کے بعد دستاویزیں اپنے جس عزیز کا نام چاہتے ہیں کھوادیتے ہیں۔ یہ بیح حقیقتہ خود انہیں اشخاص عاقدین کے لئے منقذ ہو کر دستاویزیں اندراج نام عزیزوں ان عزیزوں کے نام بہہ ہوتی ہے ردالمحتار جلد ۱ ص ۲۸۱ الاب اشترى لها في صغرها و بعد ما كبرت و سلمها اليها و ذلك في صحتها و لا سبيل للورثة عليه و يكون للبنات خاصة ۵۱ منہ عقود الدرر جلد ۱ ص ۲۸۱ اشترت لولدها الصغیر بما لها علی ان لا ترجع بالثمن علی الولد جاز استحسانا و تكون مشتريه لنفسها شر تصیر هبة معها للصغیر اور جب حسب اقرار سید افضل حسین صاحب بیح مکان ۵۵ میں ان کا نام بذریعہ بہہ ہے اور بہہ متاع بعد انتقال و اہب باطل ہو جاتا ہے تو ثابت ہوا کہ ہر مکانات مذکور نمبر ۳ و ۵ و ۵ میں سید افضل حسین صاحب کا کوئی حق ملک و رہن اصلاً نہیں۔ (۲) مکان نمبر ۳ کی نسبت بالاتفاق اظہار ثبوت ہر سہ فریق ثابت ہوا کہ اس کی بیح و رہن نامہ سب حقیقتہ بنام سید امیر علی صاحب مرحوم تھی اندراج نام دیگر اس کی قاعدہ ہر دوہ بزرگان کی بنیاد تھا بالخصوص مدعا علیہ کا بیان کہ یہ تمام و کمال مکان سید امیر علی صاحب مرحوم نے فریقین کے خالہ زاد ہمیشہ قادری بیگم کو ہبہ کر دیا صراحتہ اس کے متروکہ امیر علی صاحب ہونے کا اقرار ہے۔ سید امیر علی صاحب نے انتقال فرمایا اور ان کے وارث بھی دو صاحبزادے سید محمد افضل صاحب و سید محمد احسن صاحب ہوئے تو مکان کے متروکہ مورث ہونے کا اقرار نصف مکان بذریعہ وراثت ملک سید محمد افضل صاحب ہونے کا اقرار ہوا لیکن یہ اقرار حق رہا نہ کہ نہ حاضر ہے نہ فریق مقدم ہے کوثر نہ ہوگا تو ایک ربح مکان مذکور باقرار سید محمد احسن متروکہ سید امیر علی صاحب اور تین ربح ہونے سید امیر علی صاحب قرار پائیں گے یہ رہن اگرچہ بوجہ متاع ہونے کے فاسد اور بوجہ دخلی ہونے کے ختم حرام ہے مگر اصول دین اس پر قبضہ رکھنے کا اختیار ضرور حاصل اس بارے میں رہن صحیح و فاسد کا حکم ایک ہی ہے در مختار ص ۶۱۲ لا یصح رهن متاع مطلقاً شر الصبیح انہ فاسد اس میں ہے ص ۶۲۵ کل حکو عرف فی الرهن الصبیح فهو الحکم فی الرهن الفاسد کوہن المتناع اور بعد انتقال مرہن اس کے ورثہ اس کی جگہ مرہن ہو جاتے ہیں۔ در مختار ص ۶۲۳ لا یبطل الرهن بموت الراهن و لا بوقت المرتهن و لا بنوعها و بقی الوهن رهننا عند الورثة تو اس مکان کے تین ربح کی مرہن بنام فریقین اگرچہ حسب اقرار فریقین بطور اسم فرضی تھی مگر بعد انتقال مرہن اصلی دائمی و حقیقی ہو گیا اور اس میں کسی فریق کو نزاع بھی نہیں ایک ربح باقی کے بیجا میں تین نام مندرج ہوئے سید امیر حسن مرحوم و سید افضل حسین پسران مدعی و احمدی بیگم زوجہ سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ۔ ان میں سید افضل حسین صاحب تو اپنے اقرار مذکور بتقیع سوم کے رو سے جدا ہو گئے لیکن ہر سہ فریق کا اتفاق سید امیر حسن و احمدی بیگم پر اثر نہیں ڈال سکتا کہ اقرار حجت قاصرہ ہے انہ صرف مقر کی اپنی ذات تک محدود رہتا ہے ہم صدر بتقیع سوم میں بیان کر آئے کہ دستاویزات مصدقہ مسلمہ ہر سہ فریق میں ان کا ہونے کا اندراج دفع دعویٰ دیگران کے لئے بس ہے جب تک وہ بینہ سے ان اسما کا فرضی ہونا ثابت کریں جس کا ثبوت اصلاً فریقین سے کسی نے نہ دیا تو اس ربح میں اقرار کا اثر صرف ایک ثلث موسوم سید افضل حسین پر پڑے گا۔ اور وہ باقرار ہر سہ فریق متروکہ سید امیر علی صاحب قرار پا کر سید محمد افضل صاحب و سید محمد احسن صاحب ہی نصف نصف ہو سید امیر حسن مرحوم و احمدی بیگم نہ فریق مقدم ہیں نہ ان کے ابطال حق پر فریقین سے کسی نے

لہ تحریر و تصحیح و تامل مس ۱۲

کوئی ثبوت و یا لہذا اس قدر میں کسی کا دعویٰ مسموع نہیں سید امیر حسن مرحوم کے وارث صرف ان کے والد سید محمد افضل صاحب مدعی ہیں تو اس
 رابع کا ایک ثلث کہ شرفا ملک سید امیر حسن مرحوم تھا وراثتہ ملک سید محمد افضل صاحب ہو سید محمد افضل صاحب کو بھی اگرچہ اقرار تھا کہ یہ مکان
 متروکہ پوری ہے جس کے روسے اگرچہ اقرارات ہر سہ فریق حق سید امیر حسن مرحوم پر ہو تو نہ ہوا مگر جب ثلث بدعویٰ وارث سید محمد افضل صاحب
 کو پہنچے سید محمد حسن صاحب ان کے اقرار پر مواخذہ کر کے اس ثلث میں نصف کے مدعی ہو سکتے تھے لیکن سید محمد حسن صاحب بعد اقرار
 نہ کر رہے فریق کے صراحتہ تحریر کر چکے کہ امیر حسن کے حق کی بابت گزارش ہے کہ روپیہ والد صاحب کا تھا اور اس سے بیع و رہن کیا گیا اگر شرفا
 اس میں میرا حق ہے تو مجھکو دعویٰ ہے اور نہیں ہے تو دعویٰ نہیں ہے فقط اور اوپر معلوم ہوتا ہے کہ شرفا سید امیر حسن مرحوم کے حق میں سید محمد حسن
 کا کوئی حق نہیں نہ خریداری میں روپیہ والد کا ہونا ملک والد کو مستلزم قنایہ خیریت ص ۲۵۵ لایبلز من الشرع من مال الایب ان یکون
 المبیع ملاب اور لا دعویٰ کسی شرط واقعی پر معلق کرنا بلا شرط لا دعویٰ ہے، و در مختار ص ۳۴۹ علقہ بامو کائن کان اعطیتہ... بلہ... فقد
 ابراز ثلث وقد اعطا کا صحیح رد المختار جلد ۲ ص ۳۴۹ لانه علقہ بشرط کائن قد تجزئ تو سید محمد افضل صاحب کا اقرار حصہ سید امیر حسن
 مرحوم کے بارے میں سید محمد حسن صاحب کے لا دعویٰ سے رد ہو گیا استہابہ ص ۲۵۵ المقرلہ اذ ارد الاقرار شو عا دالی التصدیق فلا
 شیء له ایضا ص ۲۵۳ المقرلہ اذا کذب المقر بطل اقراره الخ تو یہ ثلث کہ ملک سید امیر حسن مرحوم تھا خاص ملک سید محمد افضل
 صاحب ہوا اور نصف اس ثلث اسکی سید انضال حسین صاحب کا ان کی ملک قرار پایا تھا مجموعہ ڈیڑھ ثلث یعنی اس رابع بیع کا نصف
 مملوکہ سید محمد افضل صاحب ہوا مکان نمبر ۴ کی اگرچہ سید محمد حسن صاحب مدعا علیہ کا اپنے اظہار میں بیان کہ وہ میرا خرید کیا ہو ہے صریح
 ہو ہے وہ مکان بیع نہیں رہن ہے مگر سید محمد حسن صاحب مذکور نے اپنے اظہار میں نیک نیتی سے تسلیم فرمایا کہ اس مکان میں نصف
 ان کا حصہ ہے جو انھوں نے خواجہ محمد حسن صاحب کے قبضہ میں بیع نصف مکان وہ مستغرق کیا ہے، انھوں نے اپنی تحریر میں صراحتہ اقرار
 کر لیا کہ یہ رہن کہندہ سار شریک کی آمدنی سے لیا گیا اور تحریر کر دیا کہ جب سید محمد افضل صاحب شریک کہندہ سار ہیں تو نصف ان کا اور نصف میرا
 ہے فقط لاجرم یہ نصف بحق سید محمد افضل صاحب ہے یہی حالت ہے اس کی نسبت، اگرچہ بیان و اظہار سید محمد حسن صاحب بہت مختلف
 واقع ہوئے مگر ہر شخص کا بیان اس قدر کہ اس کی ذات کے لئے نافع ہو بلا دلیل قابل قبول نہیں ہو سکتا اور جس قدر فریق دیگر کے لئے نافع ہے
 اس کے حق میں حجت ہو جاتا ہے سید محمد حسن صاحب نے اپنے اظہار میں صاف فرمایا ہے کہ نصف مکان ۴ کے ساتھ مکان ۵ پہا ملک والا
 احمد حسین والا کہ اس کا بھی نصف میرا ہے اسی قرضہ خواجہ صاحب میں مستغرق ہے نیز سید محمد حسن صاحب کے مختار عام سید انضال حسین صاحب
 نے اپنے اظہار اور اپنے بیان وہ دونوں میں صاف فرمایا ہے کہ مکان نمبر ۴ کے سوا کہ وہ تو سید امیر علی صاحب مرحوم کے بعد رہن لیا گیا باقی سب مکان
 ان کے دادا سید امیر علی صاحب مرحوم نے اپنے روپے سے بیع و رہن لئے ہیں اور اپنی طرف سے جس کو بتنادینا منظور تھا اس کا نام بیٹا
 اور رہن نام میں درج کروا دیا اور سید محمد حسن صاحب نے اپنے اظہار میں فرمایا ہے کہ سید انضال حسین میرا مختار عام ہے اس مقدمہ دائرہ میں جو
 بیان سید محمد انضال حسین صاحب نے کئے مجھکو قبول و منظور ہیں اور سید محمد حسن صاحب نے اپنی اخیر تحریر میں خود صاف لکھا کہ بیع و رہن والد
 نے اصل میں بیع ہی ہے۔ ۵ خط کشیدہ عبارت اندازہ سے بنا فی لکھی ہے ۳۵ تحریر ۱۱ شامل ۱۱ ۳۵ تحریر ۱۱ شامل ۱۱ ۳۵ تحریر ۱۱ شامل ۱۱
 ۳۵ تحریر ۱۱ شامل ۱۱۔

صاحب کے روپے سے تھے تو اپنے اگلے بیانوں کو صراحتاً رد فرمایا بلکہ باقرار مدعا علیہ ثابت ہوا نیز اس کی تعمیر کی نسبت سید محمد احسن صاحب جوڑے زبانی فرمادیا گیا تھا کہ کنڈسار جگت پور کے روپے سے ہوئی اور یہ کہ اس وقت ۱۱۰۱ھ اس کے ہماری کوئی آمدنی نہ تھی بعد اظہار ہیں اس عمارت کی نسبت بہت تفصیل بیان فرمائی ہے جس سے اس کی کچھ متفرق ہے مشترک کچھ خاص ان کے ثابت ہوتے ہیں اور تحریر فرمایا ہے پہلے جو میں نے مکان ۵ کی نسبت تعمیر عملہ کی مجوز صاحب سے عرض کیا تھا کہ کنڈسار جگت پور کی آمدنی سے کہ وہ میرا سہو تھا صحیح ہے جو میں نے مفصل لکھا۔ مگر کوئی مقررہ رقم سے بدعویٰ مہرود لغزش پھر نہیں سکتا، اشباہ ص ۲۵۲ ۱۱۰۱ قریب بستی ثم ادعی الخطار لہو تقبل تو میں اس امر میں شک کی کوئی وجہ نہیں پاتا کہ تمام و کمال مکان نمبر ۳۵ بھی نصف ملک سید محمد افضل صاحب ہے اور اس پر ایک قرینہ واضح یہ بھی ہے کہ سید محمد احسن صاحب اپنے اظہار میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مکان نمبر ۳۵ تمام و کمال میں نے اور سید محمد افضل نے بالخاصہ دامودر اس کی دستاویز میں ہزار والی میں مستغرق کیا ہے۔

(۵) سید محمد احسن صاحب نے بجمال نیک نیتی اپنے بیان و اظہار میں چابجا صاف تسلیم کر لیا کہ کنڈسار جگت پور ان کی اور سید محمد افضل صاحب کی مشترک ہے خود ابتدائی بیان جن میں اس کنڈسار کو تنہا اپنی فرمایا ہے اسی کے آخر میں آمد و خرچ پیش کردہ سید افضل حسین صاحب کو صراحتاً لکھ دیا کہ میرا اور سید محمد افضل صاحب کا بشرکت ہے اس آمد میں آمدنی کنڈسار مذکور شامل ہے بلکہ حساب طلب بھی اس آمدنی کا ہوا تھا جو فریقین کی مشترک ہے تو اس میں آمدنی کنڈسار مذکور کا درج فرماتا ہی صراحتاً دلیل شرکت تھا نہ کہ جب بیان شرکت کی تصریح بھی کر دی کہ جب اظہار میں صاف لکھ دیا کہ یہ کنڈسار میری اور سید محمد افضل صاحب کی شرکت میں ہے، لہذا مجموعہ آمدنی ۱۱ سالہ سے نصف یعنی $\frac{1}{2}$ حق سید محمد افضل صاحب ہیں۔

(۶) مدات خرچ میں اراضی محمد ولی جان فریقین کا مشترک ہونا اور اس کی قیمت کی حصہ فریقین کے ذمے بالخاصہ ہونا فریقین کو تسلیم ہے اور اللہ علیہ کہ قرض خواہ کو رقم خلاف شرع یعنی سود میں سید محمد احسن صاحب کے ہاتھ سے گئی ان کے حلف کے بعد سید محمد افضل صاحب نے مشترک ہونا قبول کر لے مرمت مکانات کی للذبحہ جن کی تفصیل فریقین سے کوئی نہ بتا سکا نہ ان کے معلوم ہونے کا کوئی ذریعہ کہ کس قدر کس مکان کی مرمت میں صرف ہوا مکان نمبر ۴ کے سوا باقی چاروں مکانوں پر بچھہ مساوی قابل انقسام وہی مکان ۵ میں جب کہ سید محمد افضل صاحب کا کوئی حق ثابت نہ ہوا اور سید محمد احسن صاحب اسے تنہا اپنی ملک بتاتے ہیں تو اس رقم کا ایک ربح $\frac{1}{2}$ سید محمد احسن صاحب پر اور باقی ربح کا نصف $\frac{1}{2}$ سید محمد افضل صاحب ہوا عیدین و خیرات و نیاز و خوراک خانہ وغیرہ سب کی نسبت سید محمد احسن صاحب کو اپنے بیان تحریری میں اقرار ہے کہ یہ بعد جانے سید محمد افضل صاحب کے خود سید محمد احسن صاحب نے صرف کئے البتہ کہنے داری کے خرچ شادی وغنی کو فریقین نے مشترک تسلیم کیا اس پر ہم مجوز نے سید محمد احسن صاحب سے اس رقم کی فہرست طلب کی مگر سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ نے اس رقم کا حصہ ذمہ سید محمد افضل صاحب ڈالنے سے دست برداری کی اور قبول فرمایا کہ خفیہ رقم بھی میرے ہی ذمے رکھی جائے کہ کنڈسار بھی پوڑا نو دیا کی نسبت خود محمد احسن صاحب اپنے تحریری بیان میں اقرار فرماتے ہیں کہ وہ میں

لہ تحریر ۱۹ شامل مسل ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۰۔ ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶۔ ۵۔ ۴۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔ ۰۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

خود کی تھی محمد افضل کی کوئی شرکت نہیں تھی فقط نیز اپنے اہلکار میں اس کھنڈسار اور کھنڈسار ہالی بور کمال پور سب کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ سید محمد افضل صاحب کے پہلی بھیت جانے کے ایک دو سال بعد میں نے سید محمد افضل صاحب سے کوئی اجازت نہیں لی تھی تو یہاں سے ظاہر ہوا کہ ان میں سے کسی کھنڈسار میں سید محمد افضل صاحب کی شرکت نہ تھی نہ سید محمد افضل صاحب کو ان میں شرکت تسلیم ہے اور سید محمد حسن صاحب کا لکھنا کہ نہ سید محمد افضل صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں ان کھنڈساروں میں شریک نہیں ہوں ان کو علم تھا کہ یہ کھنڈسار میں کی گئی ہیں اور کسی کام کی بابت بھی کوئی خاص اجازت نہ لی جاتی تھی ہمیشہ ان کے شریک پہلی بھیت سے آیا کرتے اور یہ بھی آتے وہ سب خرچ اس کھنڈساری آمدنی سے ہوتا تھا فقط کچھ انہیں منیہ نہیں سید محمد افضل صاحب نے انہیں شرکت کی نفی نہ کی تو اقرار بھی نہ کیا اور علم ہونا شریک ہونے کو مستلزم نہیں کھنڈساروں کی مخلوط آمدنی جن میں مشترک کھنڈسار جگت پور بھی تھی ہمانداری سے سید محمد افضل صاحب وغیرہ میں خرچ ہونا بھی ان کھنڈساروں میں دلیل شرکت نہیں جو ان کے جانے کے سال دو سال بعد سید محمد حسن صاحب نے بطور خود بے اجازت لکھیں آخر خود سید محمد حسن صاحبت صراحتہ لکھ چکے ہیں کہ ابھی پوڑو نو دیا کی کھنڈساروں میں سید محمد افضل صاحب کی شرکت نہیں اگر یہ دلائل موجب شرکت ہوتے تو ان میں بھی شرکت ثابت ہوتی جس سے خود مدعا علیہ کو اٹکار ہے تو ثابت ہوا کہ ان سب کھنڈساروں میں نقصانات سید محمد افضل صاحب پر ڈالنے کی کوئی وجہ نہیں پس مدات خرچ میں صرف تین مدین ذمہ سید محمد افضل صاحب ہوئیں، نصف قیمت اراضی ولی محمد جاں و نصف رقم ناجائز سود کہ قرض خواہ کو گئی و بابت مرمت مکانات کل مع ۵۲۱۳ پائی ۵۸۲ صالہ معہ پائی ۱۰۰۰۰ سے منہا ہو کر المال للعصہ پائی رہے لیکن

سید محمود حسن صاحب نے دعویٰ کیا کہ مبلغ ۵۰ معرفت شیخ تصدق حسین صاحب اور ۵۰ معرفت سید فرصت علی اور محمد اس پندرہ روپے متفرق سید محمد افضل صاحب کے پاس پہنچے ہیں جو اسی گوشوارہ خرچ میں مندرج ہیں پہلی دو رقموں کا سید محمد افضل صاحب نے اقرار کیا تو یہ ۵۰ اور مجرا ہو کر المال للعصہ سید محمد افضل صاحب کی یا فتنی ذمہ سید محمد حسن صاحب پر رہے پرحسنا ظاہر۔ سید افضل حسین صاحب مختار عام سید محمد حسن صاحب بہت جلدی میں تحریر فرمایا ہے رقم خرچ رقم آمدنی کے بارے میں قائم کی اور تہہ نداد لکھ دیا اور مدات خرچ کی جو تفصیل فرمائی ان کا جو صرف ہمالہ معہ آتا ہے اسی روپے کا فرق ہے اور اسی ہی سو روپے کی غلطی رقم بقایا میں ہے جس کا خود اقرار تحریر فرمایا مگر ازاںجا کہ ذمہ مدعی ان تین مدوں کے سوا باقی سے بری ہے اس تحقیقات کی کچھ حاجت نہیں یہ اسی لہ کی غلطی کہاں گئی۔

(۷) اثبات البیت کے دعویٰ سے فریقین نے دست برداری لکھی

(۸) مکان نمبر میں تو کوئی سید محمد افضل صاحب کا ثابت نہ ہوا اور مکان نمبر ۲ فریقین کے پاس رہن ہے نمبر ۳ کے بھی تین رہن فریقین کے پاس رہن ہیں رہن مملوک مرہن نہیں ہوتا اس مکان کا راج اگر یہ مملوک ہے مگر بوجہ اختلاط رہن وہ یکجائی نہ ہو سکے گا تو صرف دو مکان قابل

لے تحریر ۱۹ شامل مسل ۱۲۔ ۱۷ تحریر ۱۹ شامل مسل ۱۲۔ ۱۷ تحریر ۱۹ شامل مسل ۱۲۔

تقسیم کی جاتی ہے مکان نمبر ۲ جن کا نصف نصف ہونا ابتدا سے مسلم فریقین تھا اور مکان نمبر ۶ کے اب نصف نصف ثابت ہوا ان دونوں مکانوں کا مفصل تخمینہ متبرراجوں نے بموجہ سید محمد احسن صاحب کیا مکان نمبر ۲ کی قیمت ما ۱۹۰۳ء رقرار پائی اور مکان نمبر ۶ کی قیمت احوال علیہ ۲۹ یہاں اتفاقاً قرض برداری و کار بھی مگر سید محمد احسن صاحب نے کہا کہ مکان نمبر ۶ میرے والد کو بہت پسند تھا وہ آسمیں سوتے تھے یہ مجھے مل جائے اور زیادت کا معاوضہ مجھ سے دلایا جائے سید محمد افضل صاحب پہلے فرما چکے تھے کہ جو مکان وہ پسند کریں لے لیں اور کی جیٹی کا معاوضہ ہو جائے بعد اس پسند کے بھی سید محمد افضل صاحب نے اسے منظور رکھا لہذا مکان ۲ خالص سید محمد افضل صاحب اور مکان ۶ خالص سید محمد احسن صاحب کا قرار پایا اور بابت کی حصہ سید محمد افضل صاحب میں آئی مال علیہ سید محمد احسن صاحب پر سید محمد افضل صاحب کی واجب الادا ہوئی کہ رقم سابق سے مل کر مجموعہ مال علیہ ۲۹ پائی ہوئی۔

(۹) صاف قرض دامودر اس کو سید محمد احسن صاحب نے اپنے بیان تحریری میں بکمال نیک نیتی صاف تسلیم فرمایا کہ یہ قرضہ ان پر اور سید محمد افضل صاحب شترگاہ ہے۔ باقی قرضہ کی نسبت تحقیقات و زپیش تھی کہ ۶ مئی ۱۹۰۳ء کو جناب سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ نے ایک درخواست بدیں مضمون پیش کی کہ مبلغ اصلا ص ۶۰ جو سید محمد افضل صاحب کی بھی ہیں ان کے تلم کی تحریر کی ہوئی ان کی تحویل میں باقی ہیں جھکو بھرا دلائی جائیں عریضہ شامل فرمایا جائے۔ یہ دعویٰ جدید کئی چینیے بعد جناب سید محمد احسن صاحب کو یاد آیا بیان تحریری مورخہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۴ مطابق ۱۶ مارچ ۱۹۰۶ء میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں تھا لہذا اس کی نسبت کوئی نتیجہ قائم نہ ہوئی تھی نہ ایسے جدید دعویٰ کا کسی فریق کو اختیار تھا مگر جناب سید محمد احسن صاحب کے اصرار پر درخواست شامل کی گئی اور سید محمد افضل صاحب سے جواب طلب ہوا انھوں نے اس رقم کے اپنے پاس رہنے سے صاف انکار کیا سید محمد احسن صاحب نے شہادتیں پیش کیں جنہیں اس رقم کی نسبت سید محمد افضل صاحب کے پاس رہنا کسی شاہد نے اصلا بیان نہ کیا بلکہ سید محمد حسین صاحب برادر عم زاد فریقین نے اتنا کہا یہ میں نے نہ سنا کہ محمد افضل اپنے ساتھ کچھ نہ لے گئے نہ میں نے سنا کہ کچھ تحویل میں ہے یا محمد افضل لے گئے ہیں بلکہ یہ سنا کہ پہلی ہیئت میں محمد افضل نے کچھ زیور گرور رکھا کچھ روپیہ مقبول حسین خاں نے دیا۔ مرزا ہدایت بیگ نے بیان کیا۔ میں نے کبھی نہ سنا کہ کچھ روپیہ محمد افضل پہلی ہیئت لے گئے۔ نہ محمد احسن نے بیان کیا نہ کسی نے یہ تو نا اتفاق بیان کیا۔ باقی گواہوں کے بیان میں اصلا کچھ تذکرہ نہیں۔ سید محمد احسن صاحب نے یہ شہادتیں اس غرض سے پیش کیں کہ تمام آمدنی کی تحویل سید محمد افضل صاحب کے پاس ہونا ثابت کریں یہ شہادتیں اس امر کے اثبات میں بھی ناتمام ہیں سید مہدی حسن صاحب، سید ممتاز علی صاحب و مرزا ہدایت بیگ صرف شہرے کی آمدنی سید محمد افضل صاحب کے پاس آنا بیان کرتے ہیں سید محمد احسن صاحب صاف کہتے ہیں کہ یہ میرے علم میں کچھ نہیں کہ تحویل ان دونوں بھائیوں میں کس کے پاس ہوتی تھی سید محمد افضل صاحب کے بھی دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ اوپر سے دادنی و یافتنی کی رقمیں جدا جدا لکھتے آئے ہیں اور یافتنی کی مجموعہ رقم کو تہہ قرار دیتے ہیں اگرچہ بعد ہجراتی دادنی و تہہ جو تحویل میں باقی نہیں قرار پایا سکتا بارہ سو سے قدرے زیادہ ایک رقم اختر حسین خاں کی دادنی اور بارہ سو ان سے یافتنی دونوں مدوں میں تھی یہ یافتنی ملا کر رقم تہہ اصلا ص ۶۰ لکھی گئی تھی اس کے بعد کے حساب میں وہ رقم دادنی

لے تقریر ۲۷ شامل مسل ۱۲۔ ۳۵ تقریر ۱۳ شامل مسل ۱۲۔ ۳۵ تقریر ۱۴ شامل مسل ۱۲۔

دیا فتی و دونوں میں سے چھوڑ دی ہے اور یوں مال معصیہ و ادنیٰ اور مال معصیہ یا فتی لکھے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ حساب برابر ہے
تتمہ کچھ نہیں ایسی رقم و تحویل میں باقی ٹھہرانا سخت مجبیبہ ہے ولہذا آج تک سید محمد احسن صاحب نے اس کا کوئی ذکر نہ فرمایا نہ وہ لکے
خیال میں تھا بلکہ بیان تحریری میں صراحتاً اس کے خلاف تحریر تھا کہ سید محمد افضل صاحب کو شاید بیس پچیس روپے لگے ہوں گے اگر یہ
پندرہ سولہ سو کی رقم بھی پہلی بھیت جانے کے وقت ان کے پاس ہی ہوتی تو اتنی بڑی رقم کثیر چھوڑ کر صرف بیس پچیس روپے کے ذکر
پر کیوں قناعت فرمائی جاتی اور وہ بھی لفظ ساتھ۔ پھر اس درخواست کے دو روز بعد یعنی ۸ مئی کو جو تفصیل قرضہ سید محمد احسن صاحب
مدعا علیہ نے پیش کی اس میں تو اس نزاع کو یک سرطے فرما دیا اور یہی ان کی نیک نیتی سے متوقع تھا اس کے آخر میں صراحتاً تحریر فرمایا
کہ اس کے سوا کوئی مطالبہ سید محمد احسن صاحب وغیرہ کا ذمہ سید محمد افضل صاحب نہیں ہے سوائے اس کے کہ معرفت شیخ تصدق
حسین صاحب و سید فرحت علی صاحب کے سید محمد افضل صاحب کو پہنچے ہیں۔ الحمد للہ کہ حق واضح فرما دیا۔ اس دعویٰ کے جواب میں
۱۱ مئی کو سید محمد افضل صاحب نے بھی ایک جدید دعویٰ السالطہ کا پیش کیا محاسبات میں سید افضل حسین صاحب نفاذ عام نے یہ
رقم نقد آمدنی کھنڈ سار کی بتائی تھی کہ آسامیوں سے علاوہ اس کے آئی تھی مگر شرائط پیش کردہ میں اس کا کچھ ذکر نہ تھا سید افضل حسین صاحب
نے بعد استفسار بیان کیا تھا کہ یہ رقم ادھر سے آئی ادھر گئی یعنی یافتی میں آئی و ادنیٰ میں گئی لہذا قائم نہ کی گئی اس پر سید محمد افضل صاحب نے
استفسار کیا کہ کس و ادنیٰ میں گئی انھوں نے خالص اپنے قرضے میں دی یا مشترک میں اس کا جواب ۱۲ مئی کو سید محمد احسن صاحب نے
لکھا کہ یہ رقم تحویل میں نہیں رہی بلکہ قرضے میں الٹ پھیر میں گئی صرف میرے ذمے پر تھا قرضہ کوئی نہ تھا بلکہ مشترک قرضہ متعلق کھنڈ سار کے
تھا اس میں گئی۔ شرفا شریک کا حلفی بیان ایسے امور میں مقبول ہے اگرچہ اصلاً تفصیل نہ بتائے درختار ۳۳۲ مسئل قاری الہدایۃ
عمن طلب محاسبۃ شریکہ فاجاب لانلزمہ بالتفصیل ومثلہ المضارب والوصی المتولی نہر تو ان سولہ سو کی طرح
یہ دو ہزار بھی ناقابل سماعت ہیں۔ اس جملہ معترضہ کے بعد اصل تنقیح بقیہ قرضہ کی طرف عطف عنان کریں سے کہ قرضے کے
دکھائے گئے اور سید محمد احسن صاحب نے اپنے بیان تحریری میں فرمایا کہ وہی قرضہ اب تک چلا آتا ہے اس میں سے سے قرضہ و سوا
واقعہ و امور داس تو یقیناً انہک چلا آتا ہے باقی رقم کی تفصیل جو سید محمد احسن صاحب نے بابت ۱۳۰۶ فصلی جبکہ سید محمد افضل صاحب
پہلی بھیت گئے تھے اور اب بابت شروع ۱۳۱۰ فصلی اپنی ہی سے لکھائی اور وہ شامل مسل ہے اس کے ملاحظہ سے واضح ہے
کہ اس قرضے میں ایک جسہ قرضہ سید فرحت علی صاحب کے کچھ باقی نہیں رہا۔ میں سب رقم جدید ہیں سید فرحت علی صاحب کے
۱۳۰۶ میں السالطہ لکھے تھے اور بابت ۱۳۰۶ میں صما لہ تحریریں سید محمد احسن صاحب نے اپنی اخیر تحریر میں ذکر فرمایا ہے
کہ اب یہ لہہ بھی ادا ہو گئے ان کے فقط صما باقی ہیں تو دامودرد اس کے سے اور سید فرحت علی صاحب کے صما جملہ سے
نکال کر لہہ سے۔ سید محمد احسن صاحب نے ادا کئے اور یہ قرضہ مشترک تھا تو سید محمد احسن صاحب کا حاصل دعویٰ یہ ہوا
کہ اس کا نصف یعنی السالطہ یہ سید محمد احسن صاحب نے از جانب سید محمد افضل صاحب ادا کئے ہیں سید محمد افضل صاحب
سے ان کو دلائے جائیں قرضہ اگر بابت کھنڈ سار مشترک ہوتا تو یہ امر دیکھنا کہ قرضہ مذکور سید محمد احسن صاحب نے کس مال سے ادا کیا

اگر آمدنی مشترک کفئہ سار سے ادا ہوا تو کوئی وجہ مطالبہ نہیں کہ مشترک قرضہ مشترک مال سے ادا ہوا اور اب سید محمد احسن صاحب کا وہ بیان مورخہ ۱۲ مئی وارد ہوتا کہ المصالح رقم آمدنی کفئہ سارا اور ہونے کے جو قرضہ مشترک کے ادا ہیں گئے مگر سید محمد احسن صاحب اپنے بیان تحریری میں صاف لکھ چکے ہیں کہ یہ قرضہ سابق میں جبکہ خرچ ان کے یعنی سید محمد افضل صاحب کے تعلق تھا ہوا تھا بابت خرچ خانگی کے جو ان کی ہی سے ثابت ہے اور اخیر تحریر مورخہ ۸ جون ۱۹۰۷ء میں لکھا قرضہ سارا میں سے قرضہ دامودر اس کے ہیں اور علاء ۹ جو دیگر صاحبان کا متفرق چاہئے یہ بات خرچ خانگی ہے کفئہ سارا جگت پور میں کبھی نقصان نہ ہوا نہ اس کو اس سے کچھ تعلق ہے ان دونوں بیانات سے صاف روشن ہوا کہ اس قرضہ کو عقد شرکت کے مال یعنی کفئہ سار سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ خانگی ہیں جو قرضہ دونوں صاحبوں پر تھا وہ سید محمد احسن صاحب نے ادا کیا ہے اب اگر اس کی ادا مال مشترک سے ہوئی (جیسا کہ اس بیان اخیر سے بتا چلتا ہے کہ کفئہ سار کسی وقت محتاج قرضہ نہ ہوئی تھی اور یہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس المصالح کا قرضہ کفئہ سار کے ادا میں صرف ہونا غالباً سہو بیان تھا) جب تو ظاہر ہے کہ سید محمد احسن صاحب کو اس قرضہ کی بابت کوئی دعویٰ نہیں پہنچتا اور اگر فرض ہی کر لیا جائے کہ یہ قرضہ سید محمد احسن صاحب نے خاص اپنے مال سے خواہ کسی سے قرض لے کر ادا کیا تو یہ ایک قرض ہے کہ ایک بھائی پر آتا تھا دوسرے نے بطور خود ادا کر دیا بھائی کے ساتھ حسن سلوک ہوا اور نیک پر ثواب کی امید ہے مگر معاوضہ ملنے کا استحقاق نہیں کہ کوئی شخص نیک سلوک و احسان کر کے عوض جبراً نہیں مانگ سکتا و لہذا کتابوں میں تصریح ہے کہ جو شخص دوسرے کا قرضہ بے اس کے امر کے ادا کر دے وہ اس سے واپس نہ پائے گا۔ عقود الدرر جلد ۲ ص ۲۰ المتبرع لا يرجع بما تبرع به علی غیرہ کما لو قضی دین غیرہ بغیر امرہ اسی طرح جامع الفصولین وغیرہ میں ہے تو ثابت ہوا کہ سید محمد احسن صاحب کو کوئی مطالبہ بابت قرضہ سید محمد افضل صاحب پر نہیں پہنچتا دستاویز درقعہ کا مطالبہ ہے تو دامودر اس کا ہے اور ان صہار کا نصف ہے تو سید فرحت علی صاحب کا ہے اس میں سید محمد افضل صاحب کو فخر بھی ہے کہ سید فرحت علی صاحب کے پاس باقی ہیں مجموع اڈھائی سو ہوں گے مگر اس کی تحقیقات کی یہاں ضرورت نہیں یہ دعویٰ سید محمد احسن صاحب کا نہیں اس میں مدعی ہوں تو سید فرحت علی صاحب ہوں گے جن کو اس مقدمہ سے تعلق نہیں۔

(۱) سید محمد احسن صاحب نے بقایا ذمہ آسامیان المصالح لکھی ہے جو پہلے براہ سہو المصالح لکھی گئی اور بعد کو اس کی تصحیح فرمادی ہے اس رقم میں بقایا بابت مکان عبدالکریم خاں والا اور بقایا اس جگت پور ذمہ آسامیان اور بقایا تو فی ذمہ آسامیان وہیہ شامل ہے اور اس کی اور تفصیل وہی ہے کہ اس میں اس قدر وصولی یعنی متوقع الوصول اور اس قدر غیر وصولی ہے جس کے وصول کی امید نہیں اور اپنے رقعہ مورخہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۰۷ء میں اقرار فرمایا کہ بقایا اس سے تخمیناً الع کا رس اور وصول ہو گیا ہے اور اس تخمینہ کو لکھ کر تمام سید افضل حسین صاحب نے بعد بہت محاسبات کے یوں ظاہر فرمایا کہ الع کا رس حقیقتہ وصول ہوا ہے تو اس قدر تو بقایا میں نہ رہا اور اس کا نصف الع ذمہ سید محمد احسن صاحب یا فتنی سید محمد افضل صاحب اور واجب الادا ہوا کہ اس وقت تک مجموع رقم ان کے ذمہ الع ۳ پائی ہوئی باقی رقم بقایا الع کی نسبت اگرچہ سید محمد احسن صاحب

کی یہ خواہش ہو کہ کمی وصول کا کچھ کم کر کے باقی کی تسلیف کر دی جائے خواہ دستاویز میں بانٹ دی جائیں خواہ ایک سے دوسرے کو ایک معاوضہ دلا کر جملہ بقایا ایک فریق کی کر دی جائے کہ اب گنڈ سار میں فسرکت رکھنا منظور نہیں اور سید محمد افضل صاحب بھی قطعی شرکت پر راضی نہیں مگر تحصیل بقایا سے اپنے آپ کو معذور محض بتاتے ہیں کہ میں ایسا میوں کو جانتا بھی نہیں ہمیشہ کام سید محمد احسن صاحب نے کیا اور اسامیان انھیں کے قبضے میں ہیں مجھے کچھ وصول نہ ہو سکے گا مگر شرٹا و دوائن دیوں کو تقسیم نہیں کر سکتے نہ غیر دیوں سے دین کا مبادلہ ممکن لہذا اس بقایا کو خواہ وصولی ہو یا غیر وصولی بدستور اس کے حال پر چھوڑنا لازم اور جس فریق کو جس قدر ان میں سے وصول ہوتا جائے اس کا نصف دوسرے کو داکرنا واجب البتہ اگر کسی مد میں بقایا اس قدر سے کم ثابت ہو جو سید محمد احسن صاحب نے بتائی ہے تو ظاہر ہوگا کہ اس قدر اور ان کو وصولی ہو گیا تھا لہذا اس کی کا نصف بقی سید محمد افضل صاحب ادا کرنا ان کے ذمے لازم ہوگا سید محمد احسن صاحب نے بقایا بابت رس ذمہ اسامیان جگت پور اللہ علیہ السلام رکھائی ہے کہ اس سے بعد کو وصول ہو کر سامان علیہ رہے بعد کو یہ عذر کہ اس میں سہو ہوا ان میں لہجہ بابت خرید جائداد نیلام ہیں باقی اس جگت پور کے ہیں قابل رقم نہیں کہ وہ کاغذ حلفی تھا اور یہ رقم خرید نیلام ایک غیر وصولی رقم ہے جسے سید محمد احسن صاحب غیر وصولی نقصان میں ڈال چکے ہیں اور کوئی اقرار کنندہ آئندہ اپنے اقرار میں اپنی منید غلطی و سہو بتانے کا مجاز نہیں خصوصاً اس حالت میں کہ یہ غلطی انھوں نے تقریباً دو مہینے بعد ظاہر کی حلفی کاغذ ۱۶ فروری ۱۹۰۷ کو پیش کیا تھا اور یہ غلطی صرف کو بتائی ہے مع ہذا خواہ ان کی یہی کے ملاحظہ سے ظاہر ہو کہ یہ رقم اس میں بھی سہو ہوتی رہی بعد کو بڑھائی گئی ہے جو ادر لکھے ہوئے جوڑے بڑھتی ہے اور اس کی تحریر بھی صاف جدا قلم و سیاہی سے نظر آتی ہے شدت ۳۱ اور شدت ۳۰ کا جمع خرچ بھی سید محمد احسن صاحب کے ملاحظہ سے یہ امر ظاہر ہے لہذا کسی طرح یہ استثناء قابل قبول نہیں اسی قطع شرکت کی غرض سے فریقین نے یہ بھی چاہا کہ گنڈ سار جگت پور کے گڑھاؤ (جس میں سید محمد افضل صاحب نے نو بیان کیا تھا اور سید محمد احسن صاحب نے سات تسلیم کئے) قیمت لگا کر ایک فریق کو دلا دیئے جائیں سید محمد احسن صاحب نے ان کی مجموعی قیمت لے کر تجویز کی اور لکھا کہ سید محمد افضل صاحب اس قدر قیمت میں خود لے لیں یا ہم کو دے دیں۔ سید محمد افضل صاحب نے خود لینا پسند کیا۔ پس حصہ سید محمد احسن صاحب کے مالک ان کی یافتنی مذکور سے کم ہو کر اللہ علیہ السلام ۳۳ پائی ان کے لئے محمد احسن صاحب پر رہے اور گڑھاؤ ساتوں سید محمد افضل صاحب کے ہوئے لہذا حسب ذیل حکم ہوا۔

(۱) جملہ مکانات تنازعہ میں سید افضل حسین صاحب کا دعویٰ نہیں۔

(۲) مکان مسکو نہ نمبر ۱ میں سید محمد افضل صاحب کا کوئی حق نہیں۔

(۳) مکان نمبر ۳ کے تین رتبہ بیع سے نصف ملک سید محمد افضل صاحب اور ایک رتبہ مرہون سے نصف ان کا مرہون ہے۔

(۴) مکان نمبر ۴ عبد الکریم خاں والا ہالنا صف سید محمد افضل و محمد احسن صاحبان کے مرہون میں ہے۔

(۵) مکان نمبر ۵ احمد حسین خاں والا خالص ملک سید محمد احسن صاحب قرار پایا اس میں سید محمد افضل صاحب کا کوئی حق نہ رہا۔

(۶) مکان نمبر ۶ محمد بخش والا خالص ملک سید محمد افضل صاحب قرار پایا اس میں سید محمد احسن صاحب کا کوئی حق نہ رہا۔

(۷) اثاث البیت میں کسی فریق کا دوسرے پر دعویٰ نہ رہا۔

(۸) بقایا بدین تفصیل بابت بس ذمہ اسامیان جگت پور، بابت تو فر ذمہ اسامیان دیہہ لغایت ۹۹، بقایا بابت ان پور

سما علیہ
باللغی
العصر
وہر ساکھیرا، مطالبہ مہتان بابت مکان مرہون عبد الکریم خان والا اسامی علیہ مجموع الصوالہ آخر ۱۳۰۹ ف
تک سید محمد افضل صاحب و سید محمد احسن صاحب کے بالمناصفہ میں ان میں جو کچھ جس فریق کو وصول ہوا اس کا نصف دوسرے
کو ادا کرے اگر کسی مدین اس مقدار سے کمی ظاہر ہو تو سید محمد احسن صاحب پر لازم ہوگا کہ اس کی کا نصف سید محمد افضل صاحب
کو ادا کریں۔

(۹) کھنڈ سار جگت پور میں شروع ۱۳۰۹ سے سید محمد افضل صاحب کی شرکت رہی اس کے ساتوں کرٹھاؤ سید محمد افضل صاحب
کے قرار پائے سید محمد احسن صاحب وہ ساتوں کرٹھاؤ سید محمد افضل صاحب کے مکان پر پہنچا دیں۔ سید محمد افضل صاحب
کرایہ و بار برداری ادا کریں گے۔

(۱۰) قرضہ دامودرد اس بابت دستاویز نمبر ۱۳۰۹ واقعہ صہارہ دونوں فریق سید محمد افضل و سید محمد احسن صاحبان پر نصف نصف
ہے اس کی وجہ سے جو کچھ بار یا مطالبہ آئیگا دونوں فریق پر حصہ مساوی ہوگا شروع ۱۳۰۹ ف تک جب کہ سید محمد افضل صاحب
پہلی بھیت گئے ہیں جو رقم سید فرحت علی صاحب کی یا فتنی ذمہ فریقین یعنی اس میں سے بعد ادا آخر ۱۳۰۹ ف تک جو کچھ
باقی رہا جو حسب بیان سید محمد احسن صاحب مجموعہ صہارہ روپے اور حسب بیان سید محمد افضل صاحب مجموعہ دو سو مال
یا ڈھائی سو مال یہ قرضہ بھی پانسو کی مقدار تک بقنا ثابت ہو سید محمد افضل و سید محمد احسن صاحبان پر نصف نصف ہے
ان تینوں مدت مذکورہ کے سوا باقی قرضے سے فریقین بری ہیں۔

(۱۱) آخر ۱۳۰۹ ف تک بابت جملہ حساب کتاب فریقین میں ایک کے دوسرے پر یا فتنی محسوب و مہرا ہو کر ایک ہزار سات سو اٹھانوے
روپے دو آنے تین پائی اور ایک پائی کے آٹھ حصوں سے تین حصے سید محمد احسن صاحب پر سید محمد افضل کے یا فتنی نکلے یہ سید
محمد احسن صاحب رقم مذکورہ ان سید محمد افضل صاحب کو ادا کریں ۱۳۱۰ ف فصلی کا حساب بابت تو فر ذمہ دیہہ علیہ ہے فقط
۹ ربیع الاول شریف ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۶ جون ۱۹۰۳ء

مسئلہ ۱۔ از پہلی بھیت محلہ بھورے خان مرسلہ امیر حسن خان صاحب

۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسلام و شرع متین اہلسنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ سہمی ماقظ محمد میر خاں نے منجملہ ۱۰ بسوہ ۱۳ بسوانسی ۶
کچوانسی ۱۳ الوانسی، نوانسی کے ۵ بسوہ حقیقت زمینداری موضع منڈریا پر گنہ پہلی بھیت و ایک منزل مکان مسکو نہ واقع پہلی بھیت قیمتی تعمیر
اپنی زوجہ مسماۃ اشرف بیگم کو بالعوض دین ہر تہ ادا ۵۰۰ روپے کے دے کر داخل خارج کر کر قبضہ مستقل دیدیا اس کے بعد محمد میر خاں سائے
چار برس زندہ رہے بعد انتقال محمد میر خاں کے جو ۵ بسوہ ۱۳ بسوانسی ۶ کچوانسی ۱۳ الوانسی، نوانسی و دیگر جائیداد معافیات وغیرہ جو بنام محمد میر خاں
کے تھی اس میں سے حق چہارم مسماۃ اشرف بیگم کو ملا اور بقیہ وراثتائے محمد میر خاں پر تقسیم ہوگی مسماۃ اشرف بیگم کل جائیداد مذکورہ بالا پر ساڑھے تین

برس مالکان تابعین و ذخیل رہی بعد اس کے جائداد مذکور کو مسماۃ مذکور نے نمکنت ایام میں اپنی حیات میں بدست امیر حسن خاں بالعوض مبلغ ۱۰۰۰ روپے کے فروخت کر کے داخل خارج وغیرہ اپنی موجودگی میں بنام امیر حسن خاں کرادیا وقت بیع سے اس وقت تک امیر حسن خاں مشتری برابر تابعین و ذخیل ہے تحریر بینامہ سے ایک سال تک مسماۃ زندہ رہی اب انتقال مسماۃ کو عرصہ ڈیڑھ برس کا ہوا جس وقت مسماۃ نے جائداد بیع کی تھی اس وقت وارثان محمد میر خاں عاقل و بالغ تھے اور اسی محلہ کے ساکن بلکہ قریب مکان بیبیہ کے سکونت رکھتے تھے اور رکھتے ہیں اور جس وقت داخل خارج بنام امیر حسن خاں مسماۃ نے کرایا تو اس کے اشتہار وغیرہ موضع میں آویزاں کئے گئے اور اسی موضع میں وارثان محمد میر خاں کی حقیقت علمہ تھی اور اب ہے کوئی عذر کسی قسم کا نہیں کیا بعد اس کے امیر حسن خاں نے ہسوانسی منجملہ ہسودہ خرید کر وہ اپنے کے ایک مسجد کے نام وقف کر دیں کسی نے کوئی عذر نہیں کیا ان سب کارروائیوں سے وارثان محمد میر خاں بخوبی آگاہ اور واقف تھے اب وارثان محمد میر خاں نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ جائداد بالعوض دین ہر کے دی گئی مگر حیات یعنی مسماۃ اپنی حیات تک اس کی مالک تھی اور بعد وفات مسماۃ کے جائداد مذکور بالا وارثان محمد میر خاں کو پہنچی۔ ایسا اس حالت میں ہے جائداد وراثت شہر مسماۃ کو شرعاً واپس ہو سکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مسئلہ میں وہ جائداد ہرگز وراثت شہر کو واپس نہیں ہو سکتی نہ ان کا دعویٰ اصلاً سنا جائے گا کہ وہ صریح جیلہ و فریب ہے اور بعوض دین ہر جو کچھ جائداد دیکھائے وہ بیع ہے اور بیع کا مشتری کے حین حیات تک ہونا کیا معنی یہ محض ہمل و یہودہ عذر ہے فتاویٰ خیر یہ میں ہے قال صاحب المنظومۃ اتفق اساتیدنا علی انہ لا یشیع دعواہ و یجعل سکوتہ رضی للبیع قطعاً للتزویر والاطماع والحیل والتلبیس وجعل الحضور و ترک المنازعة اقرار بانہ ملک الیابیح وقال فی جامع الفتاویٰ و ذکر فی منیۃ الفقہاء رأی غیرہ یشیع عروضا فقبضہا المشتقی وهو ساکت و ترک منازعتہ فهو اقرار بانہ ملک الیابیح اشدھی واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو میں باہم نزاع تھی دونوں نے برضائے خود پنچایت کی پنچوں نے فیصلہ کر دیا مگر انگریزی طور پر اس کا نفاذ نہ ہوا فریقین پھر تنازعہ کرتے رہے دوبارہ پھر پنچایت برضائے فریقین ہوئی نفاذ اس کا بھی قانونی طور پر نہ ہوا تھا لہذا فریقین کو گنجائش انحراف رہی یہاں تک کہ نوبت کچھری میں نالاش کی پہنچی اب پھر سے بارہ پنچایت قرار پائی اس صورت میں ان پنچوں کو اگلے فیصلوں کی نسبت کیا کرنا چاہئے انھیں بحال رکھیں یا وہ منسوخ ہو گئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ کسی کو پنچ کر کے جہتک وہ فیصلہ نہ کرے ہر فریق کو اس کی پنچایت سے عدول کا اختیار ہوتا ہے مگر جب اس نے حکم کر دیا اب وہ فریقین کو لازم ہو گیا اس سے پھرنے کا دونوں میں سے کسی کو اختیار نہیں ہوتا۔ قانونی نفاذ ہونا کچھ ضرور نہیں تو صرف برائے انحراف فریقین وہ فیصلے منسوخ نہیں ہو سکتے ان پنچوں کو چاہئے ان فیصلوں کو دیکھیں ان میں جو فیصلہ مطابق شریعت موافق مذہب حنفی ہو پنچوں پر لازم ہے کہ اسے نافذ کریں بحال رکھیں کہ موافق شرع کا خلاف مخالف شرع ہو گا اور مخالف شرع فیصلہ دینے کا کسی کو اختیار نہیں اور اگر اگلے دونوں فیصلے خلاف شرع خلاف مذہب تھے تو پنچوں پر لازم ہے کہ انھیں باطل کر کے موافق شرع فیصلہ

کریں فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المختار ینفرد احدہما بنقض التکلیف بعد وقوعہ قبل الحکوفان حکم
لزمہما ولا یبطل حکمہ بعض لہما لصدورہ عن ولایۃ شرعیۃ اہ ملتقطا و فی رد المختار عن بحر الزائق لورفع
حکمة الی الحکوم اخر حکما ہمد فالثانی کالقاضی لمضییہ ان وافق رأیہ والا بطلہ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جالندھر محلہ راستہ دروازہ پھلو اڑھہ مرسلہ محمد احمد صاحب ۱۴ جمادی
۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۲۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی حویلی میں زید کی آبادی سے سالہا پہلے عمرو کے گھر کا تمام برساتی پانی اور زوزمرہ
کا پانی چلا آیا ہے جب زید نے اس حویلی کو خرید اور از سر نو بنائی تو زید نے اپنے گھر میں سے عمرو کے پانی گزارنے کا حق ثابت کر کے اپنی دیوار
میں ایک بدرور کھرا اپنے گھر کے صحن میں ایک پختہ نالی بنا کر اس میں اپنا تمام پانی اور عمرو کے گھر کا تمام پانی ڈال کر باہر کو نکال دی جسکو
عرصہ ۳۴ سال کا ہو چکا ہے کہ عمرو کے گھر کا ہر ایک قسم کا پانی مثل دستور سابقہ زید کے گھر سے گزار کر شارع عام میں جاگرتا ہے۔ زید کی وفات
کے بارہ سال بعد ماشکیوں کے بے وقت پانی دینے کی وجہ سے عمرو نے اپنے گھر میں ایک کوآں لگوایا ہے اب زید متوفی کی زوجہ سوائے برساتی
پانی کے زوزمرہ کے پانی کو بند کرتی ہے اور عمرو کی طرف سے پانی نکلنے کو کوئی راستہ بجز زید کی طرف سے۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ زید نے حسن سلوک
کی وجہ سے عمرو کا پانی اپنے گھر میں جاری نہیں کیا بلکہ استحقاق پچھلا ثابت کر کے عمرو کا پانی اپنے گھر میں جاری رکھا ہے۔ اب علمائے کرام سے
دریافت کیا جائے کہ حسب شریعت صورت مندرجہ بالا میں عمرو کو اپنے گھر کا پانی گزارنا زید متوفی کے گھر سے بلا رضامندی زوجہ زید متوفی
کے جائز ہے یا نہیں اور زید متوفی کی زوجہ بوجوہات بالا عمرو کے پانی کو شریعتاً بند کر سکتی ہے یا نہیں بینوا بالصواب جزاکم اللہ تعالیٰ یوم الحساب۔
الجواب۔ اگر صورت واقعہ یہی ہے کہ عمرو کا ہر قسم کا پانی بارانی وغیر بارانی بالاستحقاق مکان زید سے گزار کر جاتا ہے تو زوجہ زید
کو عمرو کے کسی پانی کو روکنے کا ہرگز اختیار نہیں لان الحلق لا یرد والمسئیل لا یسد یہاں زوجہ زید کو بھی عمرو کے مطلق استحقاق سے
انکار نہیں نزاع اس میں ہے کہ برسات کے سوا زوزمرہ کے پانی بہانے کا بھی عمرو کو حق ہے یا نہیں اس کے لئے زمین عمرو کا ڈھال مکان زید
کی طرف ہونا مکان زید میں عمرو کی طرف سے آنے والے پانی کے لئے بدر و ہونا اس کے ثبوت کو کافی نہیں کہ یہ استحقاق ہر قسم کے پانی کو عام
ہے بلکہ اس کا ثبوت صرف تین طور پر ہے یا تو وارثان زید اقرار کریں کہ واقعی عمرو کو استحقاق عام حاصل ہے یا عمرو کو اہان عادل سے اپنا عمرو
استحقاق ثابت کرادے یعنی گواہ شہادت دیں کہ عمرو کو ہر قسم کے پانی بہانے کا حق اس مکان میں حاصل ہے یا گواہی دیں کہ زید یا وارثان زید
نے اس کے عموم استحقاق کا ہمارے سامنے اقرار کیا اور اگر فقط اتنی گواہی دیں گے کہ ہم نے مدتوں سے عمرو کا ہر قسم کا پانی مکان زید میں جاتے دیکھا
تو اس سے کچھ ثبوت نہ ہوگا لانه لا یدل علی الاستحقاق لجواز ان یکون برضا زید ان یتصرف عمرو فی حق زید من دون
ان یکون لعمرو فیہ حق یجب علیہ اور اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہو تو زوجہ زید سے قسم لی جائے کہ عمرو کو غیر بارانی پانی اس مکان
زید میں بہانے کا حق نہیں اگر وہ قسم کھانے سے حاکم کے حضور الکار کرے گی عمرو کا حق ثابت ہو جائے گا۔ فی الھندیۃ ادعی علی اخر حن الملورد
ورقبۃ الطریق فی دارۃ فالقول قول صاحب الدار ولو اقام المدعی البینۃ انہ کان یمرقی ہذا الدار لو لیستحق
بہذا اثباتا کذا فی الخلاصۃ فان اقام البینۃ علی ان لہ حق المسئیل و بینوا انہ لعماء المطر من ہذا المیزاب فھولاء

المطر ليس له ان يسيل ماء الاغتسال والوضوء فيه وان بينوا انه لما الاغتسال والوضوء فهو كذلك وليس له ان يسيل ماء المطر فيه وان قالوا له فيها حتى يسيل ماء ولجرب بينوا الماء المطر او غيره ومع القول لرب الدار مع يمينه انه لما المطر او ماء الوضوء والغسالة كذا في محيط السرخسي ولو لم تكن للمدعي بينة اصلا استحلقت صاحب الدار ويقضى فيه بالنكول كذا في الحاوي لو اراد اهل الدار ان يبينوا حائطا ليسد وامسيله لو يكن لهم ذلك كذا في البدائع اه ملقطا والله تعالى اعلم -

مسئلہ - از ریاست رام پور متصل سید جات مرسلہ بیچے گاں ۱۲

۱۳ رذی القعدہ ۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تخمیناً تین سال کا ہوا کہ کسی زید نے چند قطعہ مکانات واقع شہر رام پور بنام مسماۃ ہندہ زوجہ خود بعوض دین ہر بیچ کر کے بیینامہ بنام ہندہ تحریر کر دیا اور حسب قاعدہ رجسٹری کراوی اور قبضہ بھی مکانات پر ہندہ کا کراویا اور زید خود ایک موضع میں رہنے لگا بعد ازاں زید کی زوجہ متوفیہ اولیٰ کے بطن سے جو اولاد ہے اس نے بابت حق و حصہ شرعی بمخلد دین ہر یا فتنی والدہ خود زگی زید کے زید پر کچھری میں ناش کر کے کچھری سے ڈگری حاصل کی اور ڈگری مذکور جاری کر کے صیغہ اجراء ڈگری میں مکانات مذکورہ کو قرق کرایا۔ قاعدہ مردہ کچھری یہ ہے کہ اگر کوئی جائداد صیغہ اجراء ڈگری میں قرق کی جاوے اور کوئی شخص بر بنائے قبضہ مستقلانہ اس کی بابت عذر کرے تو بشرط ثبوت قبضہ مستقلانہ عذر دار کی وہ جائداد قرقی سے واگذاشت ہو جاتی ہے۔ اب مسماۃ ہندہ نے نسبت قرقی مکانات اپنے کے کچھری میں عذر داری کی کہ یہ مکانات مملوکہ و مقبوضہ میرے ہیں۔ قرقی سے واگذاشت فرمائے جائیں ثبوت میں بیینامہ اقراری زید اور بہت سے گواہان پیش کئے کہ جنگی شہادت سے الکت تابعین ہونا ہندہ کا بموجب بیینامہ بذریعہ سکونت و مرمت مکانات و وصول کرایہ اور حسب اقرار زید کے ثابت ہے۔ سوالات جرح میں گواہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ زید گاؤں میں رہتا ہے۔ کبھی کبھی رام پور میں آتا ہے تو اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ اور اپنی اولاد کے پاس انہیں مکانات میں ٹھہرتا ہے دو چار روزہ کہ پھر گاؤں کو چلا جاتا ہے ڈگری داران محبت پیش کرتے ہیں کہ حسب روایات فقہ مذربہ ذیل قبضہ ہندہ کا نہیں ہے شرعاً زوجہ مع متاع خود بقبضہ شوہر ہے لہذا مکانات بھی مقبوضہ شوہر ہیں روایات

لان المرأة وما في يدها في يد الزوج ۱۷ بحر الوائق۔ وفي الاشياء هبة المشغول لا يجوز الا اذا وهب اكلاب لطفه قلت وكذا الدار المعارة والتي وهبها الزوجها على المذهب لان المرأة ومتاعها في يد الزوج فحقت التسليم واذا وهب لرجل دارا والواهب ساكن فيها لا تصح الهبة بخلاف ما اذا وهبت الزوجة لزوجها وهي ساكنة فيها كما انها وما في يدها في يدها ۱۷ خزانه كيار وايات مذكوره صورت مقدمه مذكوره سے متعلق ہیں اور از روئے روایات مذکورہ مکانات مقبوضہ ہندہ نہیں تصور ہوں گے ۹ بار روایات مذکورہ معاملہ ہبہ سے متعلق ہیں جس میں قبضہ ضروری ہے اور اسی صورت سے متعلق ہیں کہ جہاں کوئی شہادت قبضہ کی نہ گئے اس مقدمہ میں بیینامہ اقراری شوہر اور شہادت قبضہ زوجہ زید کی موجود ہے، تو روایات مذکورہ اس مقدمہ سے غیر متعلق ہیں یا کیا، جو اباب بحوالہ روایات معتبرہ تحریر فرمائیے۔ بینوا التوجروا۔

اجواب

صورت مستفسرہ میں مکانات ملوکہ ہندہ کا ذکر داشت کرنا مکرم و واجب ہے اور ان کا نیلام سنت حرام۔ ڈگری داروں کی جت محض باطل و صریح جہالت۔ اولاً جب بیع بنام ہندہ گواہوں سے ثابت ہے تو ملک ہندہ ثابت ہے اور قبضے کی بحث سرے سے لغو رہے معنی کہ بیع صحیح میں قبضہ شرط ملک نہیں نفس عقد سے قسے ملک بائع سے بخل کر ملک شتری میں داخل ہو جاتی ہے اذالہ یکن توقف و لاخیار یہ تو صراحتہ بینامہ بعوض ہر تھا اگر ہبہ نامہ بعوض ہر ہوتا جب بھی قبضے کی اصلا حاجت نہ تھی حالانکہ ہبے قبضہ تمام نہیں ہوتا اور وجہ یہ کہ ہبہ بالعوض نہ بشرط العوض، اگرچہ صورتہ و اسما ہبہ ہے مگر نظر یعنی حقیقتہ و حکماً بیع ہے تو محتاج قبضہ نہیں درختار میں ہے الہبۃ بشرط العوض المعین ہبۃ ابتداء فی مشتری و بیطل بالتشیع بیع انتہاء فترد بالعیب و خیار الردیۃ و تو اخذ بالشفعۃ ہذا اذا قال و ہبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال و ہبتک ہکذا فهو بیع ابتداء و انتہاء و ہبہ باختصار ثانیاً اگر فرض باطل قبضہ کی حاجت بھی ہو تو جبکہ شہادت شریعہ کافیہ سے قبضہ ہندہ رنگ ثبوت پاک اس پر ان عبارات سے ایما د محض جہل و عناد۔ مستدلوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ علما ما فی یدہا فی یدک فرما رہے ہیں یعنی جو کچھ عورت کے قبضے میں ہے وہ ازاں جا کہ عورت خود قبضہ شوہر میں ہے بالواسطہ قبضہ شوہر میں ہے۔ کہ مقبوض المقبوض مقبوض اس میں صراحتہ قبضہ زن کا اثبات امر اسی کے ذریعہ سے قبضہ شوہر کا قرار دیا کہ قبضہ زن کی اسانی عملی مدعا فرمایا ہے نہ کہ لیس فی یدہا ثانیاً ایسا ہوتا خود قبضہ شوہر ہی بنتی ہو جائیگا اور کلام اپنے مقصود یعنی کہ آپٹ آئے گا کہ قبضہ شوہر کا قبضہ زن مانا تھا بقیاس مساوات کے قابض القابض قابض جب سرے سے قبضہ زن منعی ہو جائے گا قبضہ شوہر کہ اس کے واسطے سے تھا کہاں سے آئیگا اہل ہذا اکا جہل مبین تو خود ہی روایات کہ ڈگری داروں نے پیش کیں ان کا صریح روہین رابعا کلام علی باب حدیث انت و مالک لابیک سے ہے جسے بیٹے کے لئے ارشاد ہوا کہ وہ اس کا مال سب اس کے باپ کا ہے کوئی عاقل اس سے یہ وہم نہیں کر سکتا کہ بیٹے کی ملک نفی فرمائی ہے ایسا ہوتا باپ بیٹے کا وارث نہ ہو سکے اور آئیہ کر یہ لایویہ لکل واحد متھما السد کا معنی اللہ صاف انکار لازم آئے کہ ارث ترکہ مورث میں جاری ہوگی اور ترکہ ثبوت ملک جب ملک منتفی تو ارث کہاں۔ یہ وہیں علما کے اس کلام سے کہ زن و مقبوضات زن سب مقبوض شوہر ہیں قبضہ زن کے نفی کی طرف کسی ذی عقل کا گمان نہیں جاسکتا بلکہ وہ حقیقی بالذات ہے اور یہ مکی بالواسطہ خامسا اگر ان عبارات کا یہی مطلب باطل قرار دیا جائے کہ عورت کا قبضہ سرے سے معدوم ہے اس کا ہاتھ شرما ہاتھ نہیں جیسے صبی لا یعقل کا ہاتھ تو تمام کتب مذہب متوزن و شرویح و فتاویٰ سب کے اجماعی مسائل مرد و دو باطل ہو جائیں گے۔ کتب مذہب کا اجماع قطعی ہے کہ ہبہ بے قبضہ تمام نہیں ہو سکتا نیز اجماع قطعی ہے کہ زوجیت مانع رجوع ہے شوہر نے اگر اپنی زوجہ کو کوئی شے ہبہ کی اور قبضہ کر دیا کہ تکمیل ہوگئی اب اسے رجوع کا اختیار نہیں مذہب کی جو کتاب اٹھایے اس میں ان دونوں مسئلوں کی تفریح پائیے مگر اس مطلب باطل کی تقدیر پر ان دونوں میں ایک مسئلہ ضرور باطل ہے کہ جب عورت کا قبضہ شرعاً قبضہ ہی نہیں بلکہ اس کے شوہر ہی کا قبضہ ہے تو اب وہ چیز جو شوہر نے ہبہ کر کے اس کے قبضہ میں دی ہے تمام اور عورت مالک ہوئی یا نہیں اگر کہنے ہوئی تو پہنا مسئلہ باطل ہوگا کہ یہ ہبہ بے قبضہ تمام و کامل ہو گیا اور اگر کہنے نہ، تو دوسرا مسئلہ باطل ہو گیا کہ جب عورت کے لئے ہبہ ہو ہی نہیں سکتا تو رجوع ناجائز مانا گیا معنی غرض یہ ایسی بدیہی البطلان بات ہے جسے کوئی جاہل بھی گوارا نہ کر سکے۔ اور یہیں سے واضح ہوا کہ عبارات مذکورہ سوال

کو صورت بیع سے متعلق ہونا درکنار وہ مطلقاً ہر صورت بہ سے بھی متعلق نہیں آخر نہ دیکھا کہ ہمہ فہم ہر ماہے زن میں ان کا اجراء محض باطل ہے بلکہ وہ صرف ہمہ زن برائے شوہر میں ہیں کہ یہاں موہوب کا متاع زن سے مشغول ہونا مانع تمام نہیں ہے کہ پیشغل مانع قبضہ شوہر نہیں کہ زن و متاع زن سب مقبوض شوہر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۶ صفر ۱۳۳۵ھ

مسئلہ :- مرسلہ لال محمد صاحب احسن منزل مرزا پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس اس کے مکان میں ہندہ عرصہ چالیس سال سے ہے زید نے لاولد ہندہ کو اپنے مکان میں چھوڑ کر وفات پائی اور اپنے زمانہ حیات میں زید نے بذریعہ چند دستاویزات کے ہندہ کو اپنی زوجہ منکوحہ لکھا ہے اور اپنے جملہ جائداد میں سے بعض جائداد ایک جزو دین ہر کے دیا بھی ہے اب ہندہ کے دعویٰ زوجیت کے لئے بمقابلہ زید متوفی کے دوسرے شرعی ورثا کے جو منکر زوجیت ہندہ کے ہیں زید کی تحریر و تسلیم زوجیت ہندہ جو بذریعہ اس کے دستاویزات رجسٹری شدہ کے ہوئے اگر ہندہ کو اپنے نکاح کے شہود وغیرہ نہ ملیں شرعاً ثبوت کافی ہے یا نہیں اور ہندہ اس جائداد کے پانے کی جو زید نے اس کو بوجھ ایک جزو دین ہر کے دی اور باقی حصہ دین ہر کے پانے کی باقی متروکہ زید سے مستحق ہے یا نہیں اور زید کے متروکہ سے ورثا کس قدر حصہ ہندہ کا ہے بجالا کتب جواب تحریر فرمائیں۔

اجواب :- اگر ان دستاویزوں پر گواہ شرعی موجود ہیں کہ ہمارے سامنے زید نے لکھوائیں اور ہندہ کو اپنی زوجہ بتایا کہ ہمارے سامنے جزو جائداد ہندہ کو ہر میں دیا تھا اقرار زید کے گواہ ہوں کہ وہ ہندہ کو اپنی زوجہ کہتا تھا یا کچھ نہ سہی وہ لوگ جو اس مدت مدید تک زید و ہندہ کو باہم ایک مکان میں مثل زن و شوہر پتے دیکھا ہے اور وہ اس بنا پر شہادت شرعیہ دیں کہ ہندہ زوجہ زید ہے یا عام طور پر ہندہ کا زوجہ زید ہونا مشہور ہو بعض شاہدان شرعی اسی شہرت کے اعتماد پر زوجیت ہندہ کی گواہی دیں تو زوجیت ثابت ہو جائے گی اور خاص گواہاں نکاح پیش ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہندہ اپنا ہر و حصہ پانے کی مستحق ہوگی اور اس کا حصہ بعد ادائے ہر و دیگر دیون و وصایا چھاد متروکہ ہے اور اگر ان صورتوں میں کچھ پائی جائے تو زری دستاویزیں اگرچہ ہزار رجسٹری شدہ ہوں بے شہادت معتبرہ کے کوئی چیز نہیں جامع الفصولین میں ہے ادعت نکاحہ فشهد احدہا نھا امراتہ والاخرانہا کانت امراتہ تقبل و کذا لوشہد احد

ہا انہ اقرا نھا امراتہ والاخرانہ اقرا نھا کانت امراتہ لان الشہادۃ باقرارہ بنکاح کان شہادۃ باقرارہ بنکاح حالی۔ علمگیریہ میں ہے الشہادۃ بالشہرۃ والتسامع تقبل فی اربعۃ اشیاء بالاجماع وہی النکاح والنسب والموت والقضاء کذا فی محیط السخسی۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے۔ لایعمل بمجر دالد فتر ولا بمجرد الحجۃ لما صح بہ عملاً و نامن عدم الاعتماد علی الحظ وعدم العمل ۱۵ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۴

مسئلہ :- از پہلی بھیت محلہ پنجا بیان مرسلہ جناب شیخ عبدالعزیز صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ورثا میں سے شوہر دعویٰ کرے کہ فلاں زیور میں نے اس کو کھل یا جزو بنوا کر استعمال کے واسطے دیا تھا اور اسی طرح سے اس کے والدین وغیرہ دعویٰ کریں کہ فلاں غلام زیور اور دیگر اشیا ہم نے اس کے جہیز میں دیا تھا اسکے

استعمال کے واسطے وہ ہم کو واپس ملنا چاہئے کیا یہ دعویٰ اور اپنے دعوے کے موافق مستوجب واپسی کے ہو سکتے ہیں اور عند اللہ استحقاق واپسی ان کو حاصل ہے یا نہیں۔ بیان فرمائے ثواب پائے۔

الجواب :- والدین کا دعویٰ کہ ہم نے فلاں شے جہیز میں عاریتاً دی تھی بے شہادت عادلہ سموع نہیں کہ خلاف عرف ظاہر و باطنی ہے شوہر کا قول سن لیا جائے گا۔ جو زیور اس نے بنا کر دیا جب وہ تملیک کر دینے کا مقرر نہیں تو بغیر شہادت عادلہ ملک ہندہ ثابت نہ ہوگی۔ لان الدافع ادری بجملة الدفع ولا عرف قاضیا ہمننا۔ در مختار میں ہے جہزا بنتہ بمخازن و سلمہا ذلک لیس لہ الاسترداد منھا وبہ یفتی والحیلة ان یشہد عند التسلیع الیھا انه انما سلمہ عاریة۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مرید سید صفدر علی صاحب

۱۲ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع شراکت زید اور عمرو چلا آتا تھا اور زید بوجہ نبرداری اس پر تراض اور دخل تھا زید نے بلا اجازت عمرو کے ایک باغ جو واقعہ موضع مذکور تھا فروخت کر کے قیمت اپنے تصرف میں لایا اور عمرو کو بابت حصہ اس کے کچھ نہ دیا جو اب عمرو نے تقسیم موضع مذکور کی کرائی تو یہ امر معلوم ہوا جب عمرو نے اپنے حصہ کا مطالبہ زید سے طلب کیا تو زید نے عذر تہادی کا پیش کیا صورت ہذا میں حق حقوق عمرو کا عند اللہ ذمہ زید کے ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب :- بیشک ہے اور مذرتہادی محض باطل و ہزل فی الاشباہ الحق لا یسقط بتقادم الزمان زید سخت گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا کہ عمرو کا حصہ بے اس کی اجازت کے بیچ کر کھا گیا قال اللہ تعالیٰ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل اب دوسرا گناہ عظیم یہ جھوٹا عذر مردود پیش کرتا ہے اللہ عزوجل سے ڈرے اور روز قیامت کی سخت شدتیں نار و زنج کے قہر عذاب اپنے سر نہ لے۔

مسئلہ :-

۱۰ ربیعہ ۱۳۱۲ھ

زید نے عمرو سے ایک شے ایک روپے کو خریدی زید نے پوچھا یہ شے کتنے کو دو گے اس نے کہا ایک روپے کو مشتری اس کو خریدے گھر لے آیا فرض۔ دوسرے روز جب دام دینے گیا تو بائع نے کہا میں نے تو اس کے دو روپے کہے تھے مشتری کو اس امر میں کہ بائع نے اس کے دریافت پر وقت بیع کے ایک روپیہ کہا ذرا بھی شک نہیں اب شے بیعہ یا ہلاک ہو گئی ہے بلکہ نہیں معیب بعیب فاحش ہے زرٹن یا اصل بیعہ کا کس طرح فیصلہ ہے بائع و مشتری دونوں نمازی اور ایک دوسرے کے نزدیک موتمن بھی ہیں۔

بینوا توجروا بالروایۃ الصحیحۃ وہی لکم عند الحساب اجر و ذحیرۃ۔

الجواب :- صورت مستفسرہ میں جبکہ بیع ہلاک یا معیب بعیب فاحش ہو گئی ہے تجالاف نہیں بلکہ بائع سے گواہ لئے جائیں گے اگر اس نے بینہ شرعیہ سے ثابت کر دیا کہ دو روپے ٹمن ٹھرے تھے تو وہی دینے ہوں گے اور اگر نہ دے سکا مشتری سے قسم لی جائیگی اگر اس نے حلف کر لیا کہ ایک ہی روپیہ قرار پایا تھا تو ایک ہی دینا آئے گا اور حلف سے نکول و انکار کیا تو دو روپے کی ڈگری کی جائے گی فی الدر المختار لا تجالاف اذا اختلفا بعد ہلاک البیع او خروجه عن ملکہ او تعیبہ بما لا یرد بہ وحلف المشتري واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۔ از ہلدوانی نرسہ نئی ولایت حسین صاحب ٹیکہ دار ۶ جمادی الاخرہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع اس امر میں کہ زید نے اپنا مال بکرنے کے پاس امانت رکھا، جب بکر سے طلب کیا تو بکر نے مال بیٹے سے انکار کیا جو مال نقد اور زیور ہونے سے زید نے مالک وقت کے یہاں دعویٰ دائر کیا اور گواہان ثبوت مالک کے رو برو حاضر کئے بکر بوجہ کرنے انکار کے قسم شرعی کھانے کو موجود ہے جب ثبوت مدعی موجود ہو تو بوجہ حکم شرعی بکر قسم کھا سکتا ہے یا نہیں ایسا موجودگی شہادت مدعی کے فقط

الجواب۔ صورت مذکورہ میں اگر بکر بطور خود قسم کھانا چاہتا ہے تو محض ناسمع اگر کھا بھی لے گا دعویٰ مدعی کو نقصان نہ پہونے گا اور اگر بکر سے زید قسم لیتا ہے تو اسے بھی اس کا اختیار نہیں اور اس حالت میں بھی یہ قسم ناقابل سماعت۔ قسم مدعا علیہ کا وقت جب ہے کہ مدعی نے شہادت مقبولہ نہ پیش کی ہو درختار میں ہے اصطلاحاً علی ان یحلف عند غیر قاض و یکون بریاً فهو باطل لان الیمین حق القاضی مع طلب الخصم ولا عبرة لیمین ولا نکول عند غیر القاضی اسی میں ہے الیمین کا الحلف عن البینة فاذا جاز الاصل انتھی حکم الحلف والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۔ از ریاست رام پور مرسلہ سید نصیر الدین صاحب ۱۴ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمر پر بلا تحریر دستاویز بنائے شہادت گواہان دس روپے کی مالش دائر کی اور تلخ موہ دیکر گواہان ثبوت دعویٰ کو بذریعہ کچہری کے طلب کر آیا اس تاریخ پر کسی وجہ سے سماعت بیان گواہان کی نہ ہوئی اور تاریخ دوسری کچہری نے واسطے حاضر کرنے انہیں گواہان ثبوت کے مقرر کئے اور عمر و مدعا علیہ کو دعویٰ مدعی سے قطعی انکار ہے جب کہ تاریخ ثانی اذخالت شہادت کے واسطے مقرر ہوئی تو مدعی نے اس تاریخ پر ایک درخواست کچہری میں پیش کی کہ مدعا علیہ کا حلف لیا جاوے گواہ اپنے سنوانا نہیں چاہتا تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسی صورت میں مدعا علیہ حلف اٹھانے پر مجبور کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب۔ اگر گواہ شہر میں موجود ہیں تو مدعا علیہ سے حلف نہیں لے سکتا بلکہ مدعی سے گواہ لئے جائیں گے اور اگر دور ہیں تو حلف مانگ سکتا ہے فی الدر المختار قال المدعی لی بینة حاضرة فی المصر وطلب یمین خصمه لعمیہ لولو غایبة عن المصر حلف و قدر فی المجتبى الغیبة بمدة السفر اه **اقول** عبارة المجتبى علی ما فی قرعة العیون قال بئینی غایبة عن المصر حلف عند ابی حنیفة وقیل قدر الغیبة بمسیرة سفر اه وقد قالوا کما فی البحر وغیرہ ان لو بعد مکان القاضی بحيث ان حضر للشهادة لم یؤد وہ اللیل الی اہله لم یلزمه الحضور فانہو والله اعلم

مسئلہ ۱۲۔ از ریاست رام پور مکان حافظ محمد عنایت اللہ خان صاحب متصل مرزا شاہ ولی اللہ صاحب مرسلہ صاحب مرسلہ صاحب مرسلہ ۱۸ ربیع الاخر شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقدمہ میں عدالت سے جانب مدعا علیہا صاحب درخواست مدعی حلف تہویٰ ہوا اور حلف لینے کے لئے دوسرے حکم کے نام عدالت نے حکم دیا جس مضمون کے ساتھ واسطے لینے حلف کے ہدایت اور آیا ہوا

وہ حسب یادداشت عدالت دیوانی معطوفہ سوال ہذا ہے محکمہ حلف گیرندہ نے ہر چیز انکاری و اقراری کی بابت جدا جدا حلف لیا لیکن عدالت دیوانی کی یادداشت کے جواب میں جو یادداشت جو ابی لکھی ہے وہ معطوفہ سوال ہذا ہے اور یہ امر بھی لائق اظہار ہے کہ جن الفاظ اور مضمون کے ساتھ حلف لیا گیا وہ حسب منشاء و کیل مدعی لیا گیا اب مدعی کو یہ حذر ہے کہ حسب منشاء تحریر عدالت حلف نہیں لیا گیا کیونکہ منشاء حکم عدالت کا یہ تھا کہ مدعا علیہا سے اس طرح حلف لیا جائے تاکہ اشیائے مندرجہ فرود میں سے کل یا جزو یعنی کوئی چیز اس فرست میں کی اس قیمت اور اس وزن کی یا اس سے کم قیمت اور کم وزن کی بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم کے مدعا علیہا کے پاس نہیں ہے نہ ضیاء النساء بیگم کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضہ میں آئے اور عدالت گیرندہ حلف نے مضمون انکاری کیساتھ نہ قید متروکہ ضیاء النساء بیگم کی لگائی نہ حلف کل یا جزو یعنی اس قیمت اور وزن کے اشیاء پر جو مندرجہ فرود ہیں یا اس سے کم قیمت اور کم وزن پر لیا گیا۔ لہذا امور ذیل کے بابت جواب مطلوب ہے (اول) جو یادداشت عدالت گیرندہ حلف نے جو جواب یادداشت عدالت دیوانی تحریر کی ہے اس سے پورے طور پر تعمیل حکم عدالت دیوانی ہوگی یا نہیں۔ (دوم) یادداشت عدالت دیوانی میں جو یہ مضمون تحریر ہے کہ اشیائے مندرجہ فرود منسلک حسب وزن و قیمت مندرجہ فرود متروکہ ضیاء النساء بیگم سے کل یا جزو یعنی کوئی چیز اس فرست میں کی بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم کے پاس مدعا علیہا کے نہیں ہے (۵۱) اس کا منشاء یہ ہے کہ اشیائے مندرجہ فرود حسب وزن و قیمت مندرجہ فرود میں کی کل چیزیں یا بعض چیزیں اسی قیمت اور وزن کی جو مندرجہ فرود ہیں مدعا علیہا کے پاس نہیں ہیں نہ ضیاء النساء بیگم کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضہ میں آئیں۔ یا منشاء حکم عدالت یہ ہے کہ کل یا جزو اشیائے مندرجہ فرود و قیمت مندرجہ یعنی اسی قیمت اور وزن کے اشیاء یا اس سے کم وزن اور قیمت کے اشیاء بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم مدعا علیہا کے پاس نہیں ہیں نہ مسماۃ مذکورہ کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضہ میں آئیں یعنی لفظ کل اور جزو کا اطلاق تعداد اشیاء پر ہے یعنی کل اور جزو اشیاء کا مراد ہے یا قیمت اور وزن کا کل اور جزو مراد ہے (سوم) یادداشت میں محکمہ گیرندہ حلف نے جو لفظ متروکہ ضیاء النساء بیگم تحریر نہیں کیا اس سے حلف کی تعمیل میں کوئی نقصان تو پیدا نہیں ہوا اس لئے کہ بیشتر مدعا علیہا سے بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم سوال کر کے حلف لیا گیا ہے دوسرے اس محل پر نفی مطلق سے نفی مقید ہوگی یا نہیں (چہارم) ایک مرتبہ جن الفاظ کے ساتھ وکیل مدعی نے جس کو حق حلف لینے کا حاصل تھا چاہا اسے موافق حلف لیا گیا اب دوبارہ مدعی کو یادداشت کو دوسرے طور پر پھر حق حلف لینے کا حاصل ہے یا نہیں (پنجم) اشیاء متدعیہ کے انکار پر حلف لیا جاتا ہے نہ غیر متدعیہ پر بس یہ بات لائق دریافت ہے کہ جب مدعی نے ایک عدد زیور وغیرہ کے وزن اور قیمت کے ساتھ مقید کر کے دعویٰ کیا تو اس وزن اور قیمت سے کم مقدار اور کم وزن کے وہ شے متدعیہ قرار پائے گی یا نہیں۔ نقل یادداشت عدالت دیوانی بمقدمہ خیر النساء بیگم مدعیہ بنام امیر النساء بیگم بنت صاحبزادہ محمد باقر علی خان لاہور صاحبزادہ محمد ہادی علی صاحب مراد مدعا علیہا ساکن محلہ قریب گھر عثمان خان دعویٰ دہا بندگی حصہ فرائض از جائداد متروکہ مسماۃ ضیاء النساء بیگم مدعا علیہا کے نسبت جائداد مدعا علیہا اکثر کی نسبت انکار کر کے ضیاء النساء بیگم سے کیا ہے اور مدعیہ نے نسبت جائداد منقولہ کے جس کی قیمت علیحدہ مرتب کر کے شامل کی ہے حضرت ثبوت دعویٰ جائداد منقولہ بجاالت انکار حلف مدعا علیہا پر کیا ہے اور مدعا علیہا کو ادا کے حلف میں انکار نہیں ہے اور یقیناً اہل عدالت سے ہیں اس لئے

تعمیل حلف کو نسل خاندان کے ذریعہ سے ہونا مناسب ہے لہذا بذریعہ یادداشت ہذا نقل حکم و نقل فرد اشیاء مسل ہو کر گزارش ہے کہ کاغذات ہذا بنا بر تعمیل حلف کو نسل خاندان میں ارسال فرمائے جائیں کہ مدعا علیہا سے اسی طرح حلف لیا جائے کہ اشیاء مندرجہ فرد منسلک حسب وزن و قیمت مندرجہ فرد متروکہ ضیاء النساء بیگم سے کل یا جزو یعنی کوئی چیز اس فہرست میں کی بہت متروکہ ضیاء النساء بیگم کے پاس مدعا علیہا کے نہیں ہے نہ ضیاء النساء بیگم کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضہ میں آئی اشیاء مندرجہ کی قیمت اور وزن اور تعداد اول مدعا علیہا کو سنا کر بوجہ و کلا، فریقین حلف لیا جائے، دستخط حاکم، نقل یادداشت محکمہ گورنمنٹ، حلف حسب صدر حکم اجلاس اعلیٰ مشہد ہامیہ یادداشت حاکم عدالت دیوانی ضلع بمقدمہ خیر النساء بیگم مذبحہ موسومہ امیر النساء بیگم مدعا علیہا بدعوی و ہا میںدگی سے سنہ ۱۸۸۸ء ۱۸ سہام مالیتی مبلغ اعلیٰ روپیہ از کل جائداد منقولہ متروکہ مسماۃ ضیاء النساء بیگم واقع شہر رام پور قیمتی حصے روپیہ فہرست منسلک زیور و ظروف وغیرہ حرفا حرفا مدعا علیہا کو بوجہ و کلا، فریقین شناخت صاحبزادہ فرخ طور خاں بہادر مدعیہ سنائے گئے اور قرآن شریف ہاتھ میں دیگر بوجہ بنیاد معنون یادداشت عدالت دیوانی متوجہ بحلف کیا گیا مدعا علیہا نے ہر ایک عدد زیور طلائی و نقرئی و دیگر سامان نقرئی مندرجہ فہرست مدعا علیہا اور وزن و قیمت سن کر بحلف بیان کیا کہ کل اشیاء زیور طلائی و نقرئی و دیگر سامان نقرئی اس قیمت اور اس تعداد اور اس وزن کا میرے پاس نہیں ہے اور کل پارچہ پائے پوشیدنی قسم گوڑ وغیرہ ہر ایک تفصیل وار سنکر بحلف کہا کہ میرے پاس اس تعداد اور اس قیمت کے نہیں ہیں جہاں جہاں فروش تفصیل وار سنکر و غلیچہ رنگ سیاہ قیمتی حصے روپیہ کی نسبت مدعا علیہا کہا کہ میرے پاس ہیں لیکن اس قیمت کے نہیں ہیں باقی کل قسم فروش کے بابت حلف مذہبی نسبت عدم موجودگی کیا سامان جو بی مفصلاً مدعا علیہا کو سنایا گیا منسلک سامان کے میں عدد جو کیاں چوب سار قیمتی مبلغ تیس روپے کی نسبت حلف سے انکار کیا اور دو پلنگ نوار کلاں قیمتی مبلغ میں روپے کی نسبت مدعا علیہا نے بحلف کہا کہ میرے پاس ہیں لیکن قیمت کا حال معلوم نہیں مابقی کل سامان جو بی کی عدم موجودگی پر حلف لیا چونکہ کاغذ وائی حلف کی تعمیل حکم اجلاس اعلیٰ حسب نشا عدالت دیوانی ہو گئی لہذا جملہ کاغذات ذریعہ یادداشت ہذا باجلاس اعلیٰ نواب مدار المہارم صاحب بہادر رسل میں نقطہ دستخط حاکم۔ جنوا تو جروا۔

اجواب:۔ کل یا جز سے مراد یہی ہے کہ اشیاء مدعی بہا جمیع یا بعض نہ یہ کہ خود وہ اشیاء یا ان سے کم وزن و قیمت کی چیزیں خود عبارت حاکم دیوانی میں تفسیر موجود تھی کہ اشیاء مندرجہ فرد حسب وزن و قیمت مندرجہ فرد سے کل یا جز یعنی کوئی چیز اس فہرست میں کی اور یہی طریقہ مقررہ استخلاف ہے کہ احتیاط بعض دعویٰ بھی شامل حلف کرتے ہیں ہندیہ میں بحلف باللہ ماہذا العین لفلان بن فلان ولا شیئ منہ یجمع بین الکل والبعض احتیاطاً کذا فی المحیط عامۃ کتب میں تمام اشد دیکھی جائیں یہی بڑھتے ہیں کہ ولا شیئ منہ نہ یہ کہ ولا شیئ اخر اقل منہ قیمتہ و وزنا اس میں یہ ہے کہ حلف دعویٰ پر لیا جائے نہ امر خارج عن الدعویٰ پر ہا میں ہے وان عجز عن ذلك وطلب یمین خصمہ استخلفہ علیہا فایتہ البیان میں ہے ای ان عجز المدعی عن اقامة البینة وطلب یمین المدعی علیہ استخلفہ القاضی جینعذ علی دعواہ یمین دعویٰ صحیحہ کے سوا فاسدہ پر مرتب ہوتی ہنیں مدعو مہ پر کیونکہ مرتب ہو سکتی ہے علیگریہ میں ہے الاستخلاف یجری فی الدعوی الصیحہ دون فاسد تھا کذا فی الفصول العمدیۃ اور بعض

دعویٰ داخل دعویٰ ہے ولہذا اگر شاہدین یا ایک بعض دعویٰ پر شہادت دیں قدر بعض میں قبول کر لیں گے۔ غایہ میں ہے اذا ادعی کل الدار فشهد والہ بنصف الدار جازت شہادۃ تہم و بقضی لہ بالنصف من غیر توفیق۔ بخلاف دیگر اشیاء مخالفۃ الوزن والقیمۃ کہ وہ غیر مدعی بہا ہیں اور وزن و قیمت میں کم ہونا بعضیت نہیں ہر مائل جانتا ہے کہ مثلاً دو تولے سونے کے دو ہالے قیمتی ساٹھ روپے اور دو ہالے ایک تولے سونے تیس روپے قیمت کے ہوں یہ ہالے ان کے بعض جز نہیں بلکہ غیر و جدا چیز ہیں شے غیر حاضر میں ذکر وزن و قیمت اس کی تعریف و تعیین ہی کے لئے ہے تو اس کا غیر معین کا غیر ہے نہ جز بہا یہ میں ہے۔ لایقبل الدعویٰ حتی یدکر شیئاً معلوماً فی جنسہ و قدرہ لان فائدۃ الدعویٰ الالزام بواسطۃ اقامۃ الحجۃ والالزام فی المجهول لا یتحقق فان کان عینا فی ید المدعی علیہ کلفت احضارہا یشیر الیہا بالدعویٰ و کذا فی الشہادۃ والاستحلاف لان الاعلام باقصی ما یمکن شرط وذلك بالاشارة فی المنقول وان لم تکن حاضرۃ ذکر قیمتہا لیصیر المدعی معلوماً لان العین لا تعرف بالوصف والقیمۃ تعرف بہ۔ ہندیۃ میں ہے۔ اذا ادعی جوہر لا بد من ذکر الوزن اذا کان غائباً و کان المدعی علیہ منکر لکن ذلک فی یدہ کذا فی السراجیۃ و فی اللؤلؤ یدکر دورہ وضوۃ و وزنہ کذا فی خزائنہ المفتین۔ وجیزا ما مکروری نوع اخیر فصل خامس عشر من الدعویٰ میں ہے۔ فی دعویٰ الدیبا ج و الجواہر یشترط ذکر الوزن اذا لم یمکن حاضر وان حاضر فلا لتفاوت قیمۃ بتفاوت الوزن۔ اسی کی نوع مذکور میں ہے ذکر الوتار ادعی۔ زیند بیجا طولہ بذرعان خوارزم کذا و شہد و ایذک کذا بحضرة الزیند بیجی فذرع فاذا هو زیند او القص بطلت الشہادۃ والدعویٰ کا اذا خالف سین الدابة الدعویٰ او الشہادۃ وقولہم الذرع وصف فیلغوی الحاضر ذلک فی الایمان والبیع لانی الدعویٰ والشہادۃ فانہما اذا شہد ابو صف فظہر خلافہ لایقبل و ذکر ایضا ادعی حدید امشار الیہ و ذکر انہ عشرۃ امضاء فاذا هو عشرون او ثمانیۃ تقبل لدعویٰ والشہادۃ لان الوزن فی المشار الیہ لغواہ قلت وقولہ علی اختلافہما جمعان علی اعتبار الوزن فی الغائب اما الاول فظاہر فانہ اذا اعتبر الوصف فی الحاضر فاعتبار العین فی الغیب اولی بدرجتین اما عرف فی موضعہ ان الذرع وصف والقدر عین و اما الثاني فلان الانعاء للاشارة فاذا انتفی انتفی غرض وکیل مدعیہ کا یہ عذر سموع نہیں اب باقی امور کی طرف چلے پیش از حلف جو مکالمہ حکم حلف گیرندہ و حالہ میں آیا وہ نہ یادداشت میں مسطور نہ سوال میں مذکور جس پر بالخصوص رائے قائم کی جائے مگر ملاحظہ یا یادداشت حکم حلف سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ذرا شبہ کے مدعی بہا بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم امیر النساء بیگم کو سنا کر اسے متوجہ حلف کیا گیا یعنی اس سے کہا گیا کہ ان اشیاء کی نسبت بحلف بیان کرو اس نے کلام مذکور یادداشت کہا جو ہر طرح سخن منتقل ہے اور اس میں ترکہ ضیاء النساء بیگم کا کہیں ذکر نہیں ہو سکتا تو عبارت حلف سے پیشتر کسی کلام میں ذکر متروکہ آجانا نفس حلف میں ذکر نہیں ہو سکتا جس نے ان معاملات میں علمائے کرام کی احتیاطیں دیکھی ہیں وہ اس کا ناکافی ہونا جانے گا جہاں آہستہ سے کسی لفظ کے بڑھانے کا احتمال پاتے ہیں وہاں اس کے قطع کی ہدایت فرماتے ہیں مثلاً شاہد کہے یہ چیز اس مدعی کی ملک ہے اور اس کا حق یوں نہ مانیں گے کہ شاید حق کے بعد آہستہ

سے نہیں کہہ لے بلکہ یوں کہلوائیں گے کہ اور اس کا حق ہے یہ ہیں مدعی سے تو جہاں کچھ بڑھانے کی بھی حاجت نہیں صرف قطع نیت و صرف
الادوت سے کام چلتا ہے وہاں کیونکر پسند کریں گے ہندیہ میں ہے فی فتاویٰ السنفی ینبغی للشاہد ان یقول یرین ملک این مدعی است
و حق وی است حتی لایسکن ان یلحق بہ و حق دے نے نبغی و کان الشیخ الامام نحرالا سلام علی البزدوی یقول اذا قال
المدعی فلاں چیز ملک من ست و حق من لایکتفی بہ و ینبغی ان یقول و حق من ست و یقول فی قولہ و بدست فلاں بنا حق بدست
فلاں بنا حق است و كذلك فی نظائره حتی لایلحق بہ کلمة السنفی قال الاختیاط فی هذا و لکن هذا الاحتیاط فی موضع یطاق
بالتسلیم کذا فی الذخیرة اور اگر پیشتر بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم سوال کر کے حلف لئے جانے کے یہ معنی ہوں کہ اول امیر النساء بیگم
سے کہلوایا گیا کہ وہ دوبارہ متروکہ ضیاء النساء بیگم حلف سے کہے گی یا اللہ اس باب میں جو کچھ کہے گی حق کہے گی کما ہورایح فی ذماننا
تویہ تو محض مردود و باطل ہے جو حلف شرع مطہر نے مدعا علیہ پر لازم کیا ہے اس سے کچھ ملا تہ نہیں رکھتا کہ یہ دوبارہ مستقبل یمین منعقدہ
ہے جس کا کفارہ بہت آسان اور یہاں مقصود وہ یمین ہے کہ اگر کاذب ہو تو غموس ہو جس کا انجام معاذ اللہ ہلاکت ہے اور اس کے لئے کوئی کفارہ
ہی نہیں شرح ہدایہ للعلامة الاتقانی صدر باب الاستحلاف میں ہے الیمین الکاذبة مہلکة فالمدعی علیہ متی اتوی حق المدعی
فالشرع جعل الیمین الکاذبة حقاله حتی تصیر مہلکة ایاہ بازاء ما اهلك من المال اهلاکا بازاء اهلاک اسی طرح
کافی و نتائج الافکار وغیرہا اسفار میں ہے کلام مذکور امیر النساء بیگم کا اولانی مطلق ہونا محل نظر ہے پاس یعنی ملک بھی متعلق ہے کسی سے
کوئی کتاب عاریتہ مانگے اور وہ اس کے کتب خانہ میں نہ ہو تو کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس نہیں اگرچہ کسی دوسرے کی ملک اس کے یہاں و دیدتہ
ہو اور پاس یعنی قرب بھی محتمل پاس نہیں یعنی ہاتھ میں نہیں گود میں نہیں اگرچہ دور رکھی ہے اول متروکہ ضیاء النساء بیگم سے مہا میں ہے اور
دوم خاص من وجہ بہر حال اس کی نفی اس کی نفی کو مستلزم نہیں اور عموم ہی ماننے تاہم بے ضابطگی واضح۔ یہ استلزام نکتہ بعد الوقوع ہی مگر تشریحاً
یمین اس طور پر یعنی چاہئے کہ نکول کر کے تو دعویٰ کا بدل یا اقرار ظاہر ہو یہاں ہرگز ایسا نہیں اگر بے تقید متروکہ مطلقاً قسم لینے کہ فلاں فلاں اشیا
اس قیمت و وزن کی تیرے پاس نہیں وہ قسم کھانے سے انکار کرتی تو مطلق کا اقرار ہوتا جو مقید کا اقرار نہ دیا جاسکتا تو نکول مہمل و فضول
رہتا جامع الفصولین میں ہے لایفید تحلیفة لانه لنکول هو کا قرار۔ عقود الدرہ میں ہے۔ فائدة التحلیف القضاء
بالنکول فاذا المرعز القضاء بالنکول عما ذکر فکیف یحوز التحلیف بہ لان التحلیف انما یفصد لیتجتہ و اذا المرعیض
بالنکول فلاں ینبغی الاشتغال بہ و کلام العقلاء یصان عن اللغو کا اشارہ لذلک فی البحر و المنح اہ باختصار ان امور میں
زیادہ نظر کی حاجت نہیں جب کہ بالبداہتہ آشکارا ہے کہ حلف مذکور محض ناکافی و مہمل واقع ہوا اور حکم حاکم دیوانی کی اصلاحاً تعمیل نہ ہوئی حاکم
نے یادداشت میں صراحتہ یہ الفاظ لکھے تھے کہ کوئی چیز اس فہرست میں کے بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم پاس مدعا علیہ کے نہیں ہے نہ ضیاء النساء بیگم
کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضے میں آئی اس دوسرے فقرے پر مطلق لحاظ نہ ہو صرف پاس نہیں موجود نہیں پر حلف لیا گیا جس نے حلف
کو محض ناقص و ناقابل قبول کر دیا ممکن کہ بعد انتقال ضیاء النساء بیگم اشیا سے دعویٰ کل یا بعض قبضہ امیر النساء بیگم میں آئی ہوں اور اب
موجود نہ ہوں اب اس کے قبضے میں نہ ہو صرف کر دی ہوں تلف کر دی ہوں بیع کر دی ہوں اسہ کر دی ہوں تو قبضہ موجود و موجود

فی الحال کی نفی سے کیا کام نکلا لاجرم حلف میں مدعیہ کے لئے نظر یکسر متروک ہوئی اور اس کی حق تلفی صاف محتمل رہی جامع الفصولین میں ہے
ذكر الحضايف في دعوى الوديعة اذا المرئى حاضرًا بخلفه بالله ماله هذا المال الذي ادعاه في يدك وديعة
ولا شئ منه ولا له قبلك حق منه لانه متى اتلفه او دل انسانا عليه لم يكن في يده فتكون عليه قيمته فلا يكتفي
بقوله في يدك بل يضم اليه ولا له قبلك حق منه احتياطا حلف وينا مدعى او وكيل مدعى حق حاكم ^{كالمستحق} حاكم ہے حق مدعی حلف لینا یعنی
طلب حلف ہے و بس ولہذا اگر مدعی خود حاکم کے سامنے دارالقضا میں بطور خود مدعا علیہ کو حلف دے لے مقبول نہیں اگرچہ وہ حلف
بروہر کافی ہی دیا گیا ہو علیگریہ میں ہے لو حلف بطلب المدعی یمینہ بین یدی القاضی من غیر استخلاف القاضی فهذا
لیس بتحلیف لان التحلیف حق القاضی کذا فی القنیة وھکذا فی البحر الرائق۔ در مختار میں ہے۔ المدعی لو اسقطه
ای الیمین قصد ابان قال برئت من الحلف او ترکته علیہ او وھبتہ لا یصح ولہ التحلیف بخلاف البراءة عن
المال لان التحلیف للحاکم۔ بزازیة اسی میں ہے۔ الیمین حق القاضی مع طلب لخصم۔ اسی میں ہے۔ ونقل المصنف
عن القنیة ان التحلیف حق القاضی فما لم یرکن باستخلافه لم یرعتب توبہ ایت صاحب حق یعنی حاکم کے خلاف جو نا
کافی و ناتمام حلف رکھا گیا اگرچہ خود وکیل مدعیہ یا مدعیہ نے آپ ہی رکھا ہو کیا معتبر ہو سکتا ہے بلکہ کافی حلف تو خود حاکم کارکھا ہو بھی
مقبول نہیں اسے بیکار ٹھہرا کر دوبارہ حلف دینا ہوگا محیط و جامع الفصولین و تبیین الحقائق و علیگریہ و درر الحکام و در مختار و غیر ہا عامہ
اسفار میں ہے فی کل موضع وجبت الیمین نیہ علی الثبات مخلص علی العلم (ولفظ جامع الفصولین عن محیط مخلصه القاضی
علی العلم) لا تكون معتبرة حتى لا یقضی علیہ بالنکول ولا تسقط الیمین عنہ، وجیز۔ امام کردی نوع ثالث فصل سبع کتاب
القضا میں ہے۔ من له حق الحلف علی الثبات اذا حلف القاضی خصمه علی العلم ینی لخصمه حق الثبات ان عبارات واضح کر طلف جب
فی نفسہ کافی ہو تو اگرچہ دونوں صاحب حق اعمی مدعی و قاضی کی مرضی مجتمع ہو جائے جب بھی مقبول و مسقط حلف نہ ہوگا اور بہ طلب مدعی دوبارہ
حلف دینا لازم آئے گا۔ فانہم رتبوا عدم اعتبارہ علی وقوعہ لاعلی الوجه الذی وجب لو کان بلا تحلیف
القاضی لو یرتبط وان وقع علی الوجه الواجب کما سلف و کذا لو کان بلا طلب المدعی۔ فی جامع الفصولین او اخر الفصل الخامس
عشر عن فتاوی رشید الدین القاضی لو حلف بغیر طلب المدعی ثم طلب المدعی تحلیفہ فلہ ان یملفہ ثانیاً ہ فعلوان وقوعہ
لا علی الوجه الواجب مستقل بالوردان وقع بطلب المدعی و تحلیف القاضی پس صورت متفسرہ میں لازم کہ حاکم امیر النساء بیگم سے
دوبارہ حلف نام شرعی بروہر صحیح و کافی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالی اعلم و علمہ و علوہ و جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ۔ از ریاست رام پور تھانہ جیانے متصل زیارت نعیم شاہ صاحب امر سید بھٹن میاں صاحب غزہ جمادی الاولی ۱۳۱۵
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو نے ایک منزل مکان اپنا وقت کر کے زید کو متولی اس کا کر دیا زید کا بعض مکان مذکور ہے
اب زید پر بکرنے دعوی ایک دیوار پچھیت و پاسکے مکان اپنے کا دائر پکھری کیا زید نے بکر کی دیوار پچھیت و پاسکے سے انکار کیا بکرنے حصر دوی
اپنے کا حلف زید پر کیا زید کہتا ہے کہ میں مالک مکان موقوفہ نہیں ہوں مجھ پر شرعاً حلف متوجہ نہیں ہوتا ہے۔ پس دریافت کیا جاتا ہے کہ زید پر

حلف شرعاً نسبت دعویٰ بکراتا ہے یا بوجہ متولی اور غیر مالک مکان ہونے کے حلف متوجہ نہیں ہوتا۔ بینوا التوجروا۔

اجواب :- فی الواقع صورت مستفسرہ میں زید متولی پر حلف متوجہ نہیں متولی پر حلف صرف اس وقت میں آتا ہے جب خود اس پر کسی عقد کا دعویٰ کیا جائے مثلاً کوئی مدعی ہو کہ فلاں زمین وقتی اس نے میرے اجازت میں عقد تمام ہو گیا اور اب قبضہ نہیں دیتا یا اس کے مثل اور دعویٰ تنویر الابصار میں ہے الوصی والمتولی وابوالصفیر یملک الاستحلاف ولا یحلف۔ درختار وتنویر الابصار و بجر الرائق میں ہے لا یتحلف اکاب فی مال الصبی ولا الوصی فی مال الیتیم ولا المتولی للمسجد والاوقاف الا اذا ادعی علیہم العقد۔ رد المحتار میں ہے۔ قوله لا یتحلف الاب اھ ای لوجنی الصبی جناية فانکر ابوکا او وصیہ او ادعی احد جدار المسجد او الدار الموقوفہ او اذہ انفق علی الوقف شيئاً باذن المتولی السابق واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از شہر مدرسہ اہل سنت مسئولہ مولوی عبدالرحیم متعلم مدرسہ مذکور ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۳۵ھ

ما قولکم رحمکم اللہ کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا اور اس سے ایک لڑکا عمر پیدا ہوا بقضائے الہی زید فوت ہوا والد زید خالد موجود ہے جو داد عمر کا ہوتا ہے اب بوجہ نزاع جائداد کے خالد داد عمر کا یہ قول ہے کہ زید کا نکاح ہندہ سے نہیں ہوا تھا اور نیز قاضی جس نے نکاح پڑھایا تھا اس سے اس امر میں جھوٹ بلوانا چاہتا ہے کہ جھوٹی گواہی دے دو کہ میں نے نکاح نہیں پڑھایا کفارہ ادا کر دیا جائے گا، آیا جائز ہے کہ قاضی نکاح چھری میں کہے کہ میں نکاح نہیں پڑھایا یا چ بولے اور شہادت کا ذبہ میں کفارہ ہو گا یا نہیں۔

اجواب :- جھوٹی قسم جو آئندہ کی بابت کھائی جائے اس کا کفارہ ہے اور جھوٹی گواہی کا کچھ کفارہ نہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جھوٹی گواہی دینے والا گواہی دینے کی جگہ سے اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے جہنم واجب کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از نابھڑہ علاقہ ریاست ٹونک مرسلہ خدانجش ابراہیم ۳۰ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حکم شرع شریف میں دعویٰ کیا مبلغ للہ باللہ کا مدعا علیہ نے باللہ سے کا اقرار کیا باقی رقم مذکور سے انکار کیا تو عدالت شریعت نے مدعی کے پاس سے ثبوت طلب کیا اس میں مدعی نے پانچ گواہ پیش کئے گواہ مذکور عدالت شریعت میں قابل التفات کے نہیں اس وجہ سے کہ گواہوں میں اختلاف بہت اور جمہول گواہی دینے سے عدالت شریعت نے گواہ نامنظور فرمائی اور اذروئے حدیث شریف کے مدعا علیہ پر قسم کا حکم دیا وہ حدیث شریف یہ ہے البینة علی المدعی والیمین علی من انکر آیا اس صورت میں حدیث شریف کا مطلب یہی ہے کہ گواہ پیش ہونے پر مدعی علیہ بھی قسم ماند ہوتی ہے یا نہیں جواب استفتاء بحوالہ کتب و عبارت عنایت فرمائیں اس لئے کہ میرے مقدمہ کی پیشگی ہر سوال ۱۳۳۵ھ سے براہ کرم جواب جلد عنایت ہو۔

اجواب :- شہادت کے موجود ہونے مدعی مدعا علیہ کا حلف طلب نہیں کر سکتا مگر شہادت وہ ہے کہ مفید مدعا وہ ہے ورنہ نام

شہادت ہے حقیقہ شہادت مدوم ہے ایسی صورت میں مدعا علیہ پر حلف فائدہ ہو سکتا ہے مگر حاکم بطور خود اس پر حلف نہیں رکھ سکتا بلکہ مدعی کا طلب کرنا شرط ہے وہ چاہے کہ مدعا علیہ سے حلف لیا جائے تو قاضی اس سے حلف لے اس لئے کہ حلف حق مدعی ہے جس طرح حلف اپنا حق قاضی ہے بالحد جب مدعی شہادت اصلہ نہ دے یا جو گواہ پیش کرنے ان سے ثبوت دعویٰ نہ ہو تو اگر مدعی مدعا علیہ کا حلف نہ مانگے مقدمہ خارج کر دیا جائے لہذا مدعی و لہمینوس دعواہ بالبینة والمدعی علیہ منکر و هذا الا یطلب حلفہ فانسدت طرق القضاء اور اگر مدعی حلف مانگے تو بطور خود مدعا علیہ پر قسم نہیں رکھ سکتا اگر رکھے گا اور وہ حلف سے انکار کر دے گا یہ انکار معتبر ہوگا کہ حلف اپنا حق قاضی ہے حاکم پر طلب مدعی مدعا علیہ پر حلف رکھے اب اگر مدعا علیہ حلف سے انکار کر دے تو دعویٰ دگری کیا جائے اور حلف کر لے تو ڈسمس ہدایہ میں ہے اذا صححت الدعوی سال القاضی المدعی علیہ عنہا لیکشف وجه الحكم فان اعترف قضی علیہ بها وان انکر سال المدعی البینة لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم اللک بینة فقال لا فقال لک یمینہ سال ورتب الیمین عما فقد البینة فلا بد من السؤال لیمکنہ الاستحلاف وان احضرها قضی بها الانتفاء التهمة عنہا وان عجز عن ذلك وطلب یمین خصمه استحلفه علیہا الماروینا ولا بد من طلبہ لان الیمین حقہ الا ترى انه کیف اضعیف الیہ مجرد اللام فلا بد من طلبہ اہ فانظر الی قوله ان احضرها قضی بها فانما اراد البینة المثبتة للدعوی والیہا الاشارة فی قوله وان عجز عن ذلك فمن اتی ببینة لم تغد نقد عجز عن اقامتها علی دعواہ۔ غایتہ البیان میں ہے اذا قال المدعی لی بینہ حاضرة وطلب الیمین لم یستحلف عند ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ احتج بما روى عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال للمدعی اللک بینة قال لا قال لک یمینہ فالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رتب الیمین علی البینة فدل علی ان الیمین انما تكون حجة عند عدم البینة ولان الیمین الکاذبة مهلكة فالمدعی علیہ متى اتروى حق المدعی فالشرع جعل الیمین الکاذبة حقالہ حتی تصیر مهلكة ایاہ بازاء ما اهلك من المال اهلا کابازاء اهلاک وانما یمتحن اتواء الحق علی المدعی اذ لو تکن له بینة فاما اذا کان له بینة لا یتروى حقہ بل یمکنہ اثبات حقہ بالبینة فلا یجعل الیمین المهلكة حقالہ فی هذه الحال لانه فی غیر وقتہ اہ و معلوم ان الاتواء حاصل مع بینة لم تثبت دعواہ فكانت کلا بینة علی ان البینة اذ لم توافق الدعوی ومنہ الشهادة بالمجهول بقیت بلا دعوی والدعوی شرط الشهادة فی حقوق العباد وانتفاء الشرط انتفاء الشرط فظہر انه عجز عن البینة فله طلب حلف المدعی علیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۶ ربیع الآخر ۳۶

مسئلہ :- از شہر مسلولہ غلام رسول

ایک پچائیت قائم ہوئی اور ایک شخص پر ایک امر میں حلف قائم کیا اور سبب چوں نے اسے منظور کیا اس شخص نے حلف سے بیان کیا وہ معاملہ فیصل ہو گیا بعد کچھ دنوں بعد اس شخص نے پوچھا کہ یہ کیسا حلف ہے کہ میں نے حلف نہیں کیا اور ہمارے یہاں حلف نہیں ہے ہم حلف کو نہیں جانتے۔ بیٹو التوجروا۔

اجواب :- صورت مسئلہ میں یہ قول قائل کا کہ ہم حلف کو نہیں جانتے ہمارے یہاں حلف نہیں ہے اگر وہ شخص اہل اسلام سے ہے اور بوجہ جہالت و نادانی یہ قول کرتا ہے تو گنہگار ہے تو یہ چاہئے اور اگر جانتا ہے کہ یہ حکم شرع ہے اور تکذیب کرتا ہے یا اہانت کرتا ہے تو حکم کفر عائد ہوتا ہے اس لئے کہ یہ حکم حدیث شہور البینۃ للمدعی والیہین علی من انکر سے ثابت ہے اور اجماع تمام امت مزجومہ کا اس پر ہے ہذا صورت الجواب واللہ اعلم بالصواب فقط العتب الجریب

بیشک حلف حدیث شہور سے ثابت ہے

محمد عبد الغفار خاں عفی عنہ

الجواب صحیح

العتبہ

ہر

محمد عبد الجبار خاں عفی عنہ

محمد ہدایت اللہ عفی عنہ

اجواب :- سائل غلام رسول ترہ زوش رام پوری نے واقعہ بیان کیا کہ ان کی برادری کا کوئی شخص بدایوں سے آیا تھا حسب رواج قوم اسے دعوت دینی تھی۔ ایک برادر اسے دعوت دینے گیا وہ نہ ملا پھر نیچاپیت میں دعوت نہ دے جانے کا شکی ہوا اس پر اس برادر سے کہا گیا تم حلف سے کہہ دو کہ تم دعوت دینے گئے تھے اس نے حلف سے کہہ دیا اس پر چند اشخاص نے وہ لفظ کہے، نیز غلام رسول نے بیان کیا کہ وہ اور حاقظ ملار الدین اور ساتین شخص مجیب کے پاس گئے اور واقعہ مذکورہ ہمارے سامنے حافظہ مذکور نے مجیب سے کہا اور فتویٰ طلب کیا جس پر یہ جواب لکھا۔



اگر یہ بیان واقعی ہے تو یہاں ہرگز نہ کوئی شرعی دعویٰ تھا نہ کوئی مدعی نہ مدعا علیہ نہ کسی پر حلف عائد۔ اسے حدیث البینۃ للمدعی والیہین علی من انکر کے تحت میں داخل کرنا صریح جہل و ظلم ہے۔ اور بقرض باطل اگر اسکا کہنا کہ میں دعوت دینے گیا تھا دعویٰ ہوتا تو منکر تو بدایوں والا تھا اس پر حلف آتا نہ کہ مدعی پر یہ دوسری جہالت شدیدہ ہے۔ بلاشبہ ایسا حلف شریعت میں نہیں اور اس نے ٹھیک کہا تو اس پر حکم گناہگاری و توبہ تیسری جہالت ہے اور سب سے سخت تر آخر وہ کہ اس باطل محض کو معاذ اللہ حکم شرع ٹھہر کر اس کی تکذیب کے سبب مسلمان پر حکم کفر عائد کرنا۔ حالانکہ اگر عقل سے کام لینا ہو تو باطل محض کو حکم شرع قرار دینے ہی پر یہ کہنا لازم کہ یہ قرار دینے والا اگر بوجہ جہالت و نادانی یہ قول کرتا ہے تو گنہگار ہے توبہ چاہئے اور اگر جانتا ہے کہ یہ حکم شرع نہیں اور فقہ اللہ و رسول پر جھوٹی شریعت کا انقرار کرتا ہے تو حکم کفر عائد ہوتا ہے اس لئے کہ قرآن عظیم میں ہے انسا یفتزی الکذب الذین کا یؤمنون اور فرماتا ہے ان الذین یفتزون علی اللہ الکذب کا یفلحون۔ ظاہر صورت اولیٰ ہے کہ بوجہ جہالت ایسا کہا ہے جس پر ہذا صورت الجواب بتائے کشیدہ قرینہ ہے مگر یہ فقط اس قول باطل ہی کا گناہ نہیں جاہل کو فتویٰ دینا کس نے حلال کیا حدیث میں ہے من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکة السموات والارض او کافال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو بے علم فتویٰ دے آسمانوں اور زمین کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں والعباد باللہ تعالیٰ اور بالفرض اگر سائل کا بیان غلط ہے اور مجیب سے واقعہ بیان کیا گیا جب بھی اتنے بیان سوال سے مجیب کا

یہ ٹھہر لیا کہ ترہ فروشوں کی قومی پچائیت میں کوئی شرعی دعویٰ پیش ہوا اور یہ کہ انھوں نے منکر پر حلف رکھا جمالت ہے قومی پچائیتوں کو کون نہیں جانتا ومن لعیرت اهل زمانه فهو جاهل اور مدعی و منکر کی شناخت ہزاروں جگہ علماء کو تو سمجھت و شواہد ہوتی ہے نہ کہ جہاں۔ مگر مجیب نے اپنے شہر کے ترہ فروشوں کو شاید امام مجتہد فرض کر لیا۔ مسلمان پر حکم معیشت بلکہ ایک وجہ پر حکم کفر لگانے کے لئے تنقیح ضروری تھی کہ کیا معاملہ کیسا حلف۔ مگر اسے تو وہ جانے جسے علم و دین سے حصہ عطا ہوا ہو۔ بہر حال جواب رام پور جہل و ظلم ضرور دلائل و دلائل و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از عظیم آبادیٹنہ مرسلہ قاضی محمد عبدالوجید صاحب ذی الحجہ ۱۲۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے انتقال کیا اور شوہر اور ایک شیرخوار بچہ اور ایک نانی اور دو بھائی حقیقی چھوڑے بعد وفات ہندہ آپس میں من حیث ترکہ پانے کے نزاع واقع ہوئی ہندہ کے بھائیوں نے ہندہ کے شوہر سے دین ہر خالدہ اخت ہندہ کا جو قبل شوہر ہندہ کے نکاح میں تھی اور بعد لا ولد فوت ہونے اس کے ہندہ نکاح میں آئی تھی اداکاری کا مطالبہ کیا اور چونکہ خالدہ اخت ہندہ کا دین ہر واقعی واجب الادا تھا تو جو حصہ ۸ رترو کہ شوہر نے پایا وہ شوہر ہندہ نے محض دیانتداری سے بعوض دین ہر چھوڑ دیا مگر آزاد نکاح برادران ہندہ کی جس نے اپنا دین ہر معاف کر دیا تھا نیت صاف نہ تھی چہاں حصہ متروکہ ہندہ کو ابھی اسی دین ہر سابق میں ملا کر ہضم کرنا چاہا اور ہندہ کی نانی کو بھی نالاش پر ابھارا تو شوہر ہندہ نے محض بغرض استحقاق حصہ چہاں حصہ چہاں اپنے مصلحتہ یہ بیان کرنا شروع کیا کہ ہندہ نے مرض الموت میں سدنی کل جائداد اپنے شیرخوار بچہ کو ہیہ کر دیا جس کا کوئی گواہ بجز شوہر ہندہ کے نہ تھا اور بعض مقامات میں ہندہ پر یہ تحریری شوہر ہندہ نے اس وقت تک ہیہ کا اقرار کیا کہ وہ ششم حصہ بھی خود اپنے مال سے اسم فرضی اپنے پسر کے خرید نہ لیا اور من بعد برابر کا فدا وغیرہ پر خود اپنے اور اپنے شیرخوار لڑکے کی طرف سے بحیثیت ولایت کے دستخط کرنا ہوا اور برابر وہ جائداد پسر ہندہ کے قبضہ میں حسب حصہ رسد کے رہی تا اینکہ وہ لڑکا عاقل و بالغ ہوا پھر اس کی شادی بھی ہوئی تو اب وہ لڑکا کل متروکہ اپنے مادر متوفیہ ہندہ پر دعویٰ کرتا ہے اور چہاں حصہ پداری اور اس حصہ پر جو اس کے باپ شوہر ہندہ نے اپنے پسر کے نام سے اسم فرضی ہندہ کی نانی سے خریدنا تھا دونوں کو ہضم کرنا چاہتا ہے اور کچھری میں مقدمہ دائر کیا ہے اور اپنے پسر کے اقرار ہیہ کو جو مثل خریداری ششم حصہ کو وہ مصلحتہ بیان کرنا دھما استدلال میں پیش کرتا ہے اور کسی حال میں باوجود نہائش بلیغ منازعت سے باز نہیں آتا اور باپ کی تعظیم و تکریم تو درکنار مان پداری کو غلط اور لغو جانتا ہے اور حقوق پداری کا مطلق خیال نہیں کرتا تو ایسی صورت میں علماء دین کا اس مصلحتی اقرار پداری متعلق ہیہ کے کیا ارشاد ہے اور اس پسر کے اس تکرار و فساد کو صحیح و درست جلتے ہیں یا بالعکس۔ بیٹو انو جو روا۔

الجواب :- اولاد کو حقوق پداری کا خیال نہ کرنا اس کے ساتھ فرد و مخالفت سے پیش آنا اپنے لئے عذاب شدید نار و غضب و تہمت ہمارا واجب کرتا ہے اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں فرض کیا کہ والدین کے ساتھ احسان کرو انھیں ہوں نہ کہو ان سے اعزاز و اکرام کا کلام کرو ان کے لئے خاص محبت سے تذل کا بازو بچھاؤ ان کے لئے دعا کرو کہ الہی ان پر رحم فرما جیسا انھوں نے مجھے چھپن میں پالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا یدخلون الجنة العاق لوالدیہ والدیوث والرجلة من النساء ممن شخص ہیں کہ جنت میں نہ جائیں گے

ماں باپ کو ستانے والا اور دیوث اور مروانی وضع بنانے والی عورت روایہ السنائی والسنار باسناد بین نظیفین والحاکم فی صحیحہ
المستدرک عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلثة لا یقبل اللہ عزوجل
منہم صر فاو لاعد لا عاق و منان و مکذب بقدرتین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان کے نفل قبول کرے نہ فرض، ماں باپ کو ایذا
دینے والا اور صدقہ دے کر فقیر پر احسان رکھنے والا اور تقدیر کا جھٹلانے والا روایہ ابن ابی عاصم فی کتاب السنۃ باسناد حسن
عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ملعون من عقی والد یدہ ملعون
من عقی والد یدہ ملعون من عقی والد یدہ ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے ملعون ہے جو
اپنے ماں باپ کو ستائے روایہ الطبرانی والحاکم عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں رضا اللہ فی رضا الوالد و سخط اللہ فی سخط الوالد اللہ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی
والد کی ناراضی میں روایہ الترمذی والحاکم بسند صحیح عن عبد اللہ بن عمرو والبخاری عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل الذنوب یوحس اللہ تعالیٰ منھا ما شاء الی یوم القیمۃ
الاعقوب الوالدین فان اللہ یجملہ لصاحبہ فی الحیات قبل الاموات سب گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت کیلئے
اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کو ستانا کہ اس کی سزا نے سے پہلے زندگی میں پہنچا لے روایہ الحاکم والاصبہانی والطبرانی فی الکبیر
عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مال کے لئے ماں باپ سے خاصیت کتنی بے حیائی بیباکی کا فر نعمتی! اپا کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں لا تعفن والدیک وان امراک ان ینخرج من اهلك و مالک خبر دار ماں باپ کی نارمانی نہ اگرچہ وہ تجھے حکم دیں کہ
اپنے جو روپوں مال متاع سب سے کل جا رواہ الامام احمد بسند صحیح علی اصولنا والطبرانی فی الکبیر دوسری روایت
میں ہے اطع والدیک وان اخرجک من مالک و من کل شیء هولک اپنے ماں باپ کا حکم مان اگرچہ وہ تجھے تیرے مال
اور تیری سب چیزوں سے تجھے باہر کر دیں روایہ الطبرانی فی الاوسط بسند صالح کلاهما عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ
عنہ۔ اونا شکر خدا ناسر مال لایا کہاں سے تیرا گوشت پوست استخوان سب تیرے ماں باپ کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں۔ انت و مالک لا بیک تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا یہ اس وقت ارشاد ہوا کہ ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کی
یا رسول اللہ مال و عیال رکھتا ہوں اور میرے باپ میرا مال لینا چاہتے ہیں یعنی پھر میں اور میرے بال بچے کیا کھائیں گے فرمایا تو اور
تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے تجھے اس سے انکار نہیں پہنچتا روایہ ابن ماجہ بسند صحیح عن جابر والطبرانی فی الکبیر
من سمرقہ بن جندب و عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث میں ہے ایک شخص حاضر خدمت ہو کر عرض رساں
ہوئے ان ابیہ یویدان یاخذ مالہ یا رسول اللہ میرے باپ میرا مال لے لینا چاہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا ادعہ لی انہیں ہمارے حضور میں حاضر لاؤ جب حاضر ہوئے ان سے ارشاد ہوا تمھارا بیٹا کہتا ہے تم اس کا مال لے لینا چاہتے ہو
عرض کی حضور اس سے پوچھ دیکھیں کہ میں وہ مال لے کر کیا کرتا ہوں یہی آس کی مہمانی اور اس کی قرابتی میں یا میرا اور میرے بال بچوں کا

ج، اتنے میں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرد پر ہے اس لئے کہ وہ دل میں کچھ اشعار تصنیف کے ہیں جو ابھی خود اس کے کان نے نہیں سنے ہیں یعنی ہنوز زبان تک نہ لایا حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے دل میں کچھ اشعار تصنیف کے ہیں جو ابھی تمہارے کان نے بھی نہ سنے، وہ سناؤ ان صاحب نے عرض کی اور اللہ بہتے حضور کے معجزات سے ہمارے دل کی نگاہ ہمارا یقین بڑھاتا ہے۔ پھر یہ اشعار عرض کرنے لگے۔

غدوتك مولود او متك يا فعا	تعلم بما اجننى عليك وتسهل
اذ اليلة ضاقتك بالسقول را بت	لسقمك الاساهر انتمك
تخاف الردى نفسى عليك وانها	لتعلم ان الموت حتم موكل
كافى انا المطروق دونك بالذى	طرقت به روى فعينى تهمل
فلما بلغت السن والغاية التى	اليك مرما فيك كنت او مل
جعلت جزائى غلظة و فظاظة	كانك انت المنعم المتفضل
فليتك اذ لم ترع حق ابوتى	فعلت كما الجار الجاور يفعل
داوليتنى حق الجوار ولم تكن	على بمالى دون مالك تبخل

منہ تھے غذا پہنچائی جب سے تو پیدا ہوا اور تیرا بار اٹھایا جب سے تو تنہا ہوا میری کمائی سے تو بار بار کر دیرا ب کیا جاتا جب کوئی بات بیماری کا غم لے کر تجھ پر اترتی میں تیری ناسازی کے باعث جاگ کر لوٹ کر صبح کو تا میرا جی تیرے مرنے سے ڈرتا حالانکہ اسے خوب معلوم تھا کہ موت یقینی ہے اور سب پر مسلط کی گئی ہے میری آنکھیں یوں بہتیں کہ گویا وہ مرض جو شب کو تجھے ہوا تھا نہ مجھے، مجھے ہوا تھا نہ تجھے۔ میں نے تجھے یوں پالا اور جب تو پرداں چڑھا اور اس حد کو پہنچا جس میں مجھے امید لگی ہوئی تھی کہ اس عمر کا ہو کر تو میرے کام لے گا تو نے میرا دل سختی و درشتی جوئی کیا گو یا تیرا ہی مجھ پر فضل و احسان ہے۔ اے کاش جب تو نے حق پداری کا لحاظ نہ کیا تھا تو ہمارا ہی کرتا جیسا پاس کا ہمسایہ کرتا ہے ہمسایہ میں کا حق تو مجھے دیا ہوتا اور مجھ پر اس مال سے کہ اصل میں تیرا نہیں میرا ہی تھا بخل نہ کرتا

یہ اشعار کو استماع فرما کر حضور پر نور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گریہ کیا اور بیٹے کا گریہ سنا کر کہا کہ ارشاد فرمایا اذہب انت والکلابک جاتوا و تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے، رواہ الطبرانی فی المعجم الصغیر والبیہقی فی دلائل النبوة من جامع ابن جریر علیہ السلام اللہ تعالیٰ عنہما حکم سعادت تو ہے مگر بائیسہم قضاء باپ بیٹے کی ملک جدا ہے۔ باپ اگر محتاج ہو تو بقدر حاجت بیٹے کے فاضل مال سے ہے اس کی رضا و اجازت کے لئے سکتا ہے زیادہ نہیں اور یہ لینا بھی کھانے پینے پہننے رہنے کے لئے اور حاجت ہو تو خادم کیے اسطے ہی بیٹے کے روپے پیسے سونے چاندی ناچ کپڑے یا قابل سکونت ہر مکان سے ہو، ہاں یہ اشیاء نہیں تو انھیں انغراض ضروریہ کے لئے اس کے اور اموال سے جو خلافت جس جس حاجت ہوں حکم عاکم یا حکم نہ ہو تو علی المنقہ بطور خود بھی لے سکتا ہے فلا کھانے کی ضرورت ہے اور پیہ نہ پایا تو کپڑے برتن لے سکتا ہے یا کپڑوں کی ضرورت ہے اور دام یا کپڑے نہ لے تو ناچ وغیرہ بچھ کر بنا سکتا ہے تو یہ کہ اسکی جائداد

ہی سے سر سے اپنی ٹھہرائے درختار میں ہے فی المبتنی للفقیران یسرقی من ابنہ الموسر ما یکفیه ان ابی ولا قاضی ثمنہ والاثم
ردا تھار میں ہے سیاتی قد یبالوا لفق الابوان ما عندہما للغائب من مالہ علی انفسہما وھو من جنس النفقة
لا یضمنان لوجوب نفقة الابویں والزوجة قبل القضاء حتی لو ظفر بجنس حقہ فلہ اخذہ ولذا فرضت
فی مال العائب بخلاف بقیة الاقارب ونحوہ فی المنح والزلیعی وفی زکاة الجوهرة الدائن اذا ظفر بجنس حقہ
لہ اخذہ بلا قضاء ولا رضاء وفی الفتح عند قولہ ویجلفھا باللہ ما اعطاھا النفقة وفی کل موضع جاراً
القضاء بالدفع کان لھا ان تأخذ بغير قضاء من مالہ شرعاً ہ فقول المبتنی ولا قاضی ثمنہ محمول علی
ما اذا کان یاخذہ من خلاف جنس النفقة فلاحاجة فیھا الی القاضی وتماہ فی حاشیة الرحمتی وقد
اطال واطاب یہاں کہ شوہر ہندہ نے کلن متروکہ اپنے پسر کے نام جانب ہندہ سے ہے بتایا اور اسی پر کارروائی کی وہ شرعاً اپنے اقرار پر مؤلف
ہے اور اس کا دعویٰ کہ اس وقت اپنی چہارم بچانے کے لئے ایسا مصلحتاً بعض غلط کہدیا تھا ہرگز یوں مسوں نہیں جب وہ خود اتنی مدت تک چہارم
کے لئے جھوٹ ظاہر کرتے رہنے کا مقربے تو کیا اعتبار ہے کہ اس کے وہی بیانات متمدہ سچے ہوں اور اب بیٹے کی حرکات کے باعث ناراض ہو کر اس
کے افراد کے لئے یہ اظہار کرتا ہو غرض کوئی مقرر صرف اپنے اقرار سے پھر کر نفع نہیں پاسکتا۔ مرض الموت کا ہے جبکہ وارث کے نام ہو اگرچہ تمام وکمال
اجازت دیکر ورثہ پر موقوف رہتا ہے اور بعض نہ مائیں تو ان کے حق میں باطل ہو جاتا ہے مگر ماننے والے کے حق پر ضرور نافذ رہتا ہے اور یہ شیوع
کہ بعد کو عارض ہوا تہامی ہے کہ مضر نہیں ہوتا تو یہ میں ہے المانع شیوع مقارن لا طاری۔ ہندیہ میں ہے لا ینصح الشیوع صحیح
الاجازۃ تو وہ اجازت شوہر ہندہ اسکے اپنے حق چہارم پر ضرور اثر انداز ہوئی۔ اور اسے محض دعویٰ چہارم یا نیکا کوئی حق نہ ہوگا۔ رہا نانی کا ششم کہ اس کے عدم تسلیم کے
باعث محفوظ رہا تھا جبکہ اسے اپنے پسر کے نام خریدادہ بھی اس کا ہو گیا اگر اصل خریداری اسی کی طرف سے اسی کے نام ہوئی جب تو ظاہر ہے کہ ابتداء لڑکا
ہی اس کا مالک ہوا اور اگر خود خرید اور بیعنامے میں لڑکے کا نام لکھا دیا تو اب یہ نہ ٹھہرائیں گے کہ خریداری سے اصل مالک یہ خود ہوا۔
لان الشراء متی وجد نفاذا علی المشتري نفذ کما فی الدر وغیرہ اور پھر لڑکے کے نام بیعنامہ لکھا نا اس کی طرف سے پسر کو یہ
ہوا لانہ دلالة التلیک وقد بینا ہ فی فتاویٰ منا تا کہ وہم گذرے کہ جب ماورائے ششم کا بوجہ ہے ہندہ حسب اقرار شوہر ہو چکا اور
یہ ششم بذریعہ شرار اس شخص کی ملک ہوا اور ہنوز نامنقسم ہے تو بیٹے کے نام لکھا دینا شی مشاع کا اپنے شریک کو ہے کرنا ہوا اور وہ علی المدعی
المتہم جارئ نہیں۔ درختار میں ہے۔ تم بالقبضہ فی مقسومہ ومشاع لا یقسم الا فی ما یقسم ولو لشریکہ کما فی عامۃ
الکتب فکان ہوا المذہب الخ مختصراً بلکہ جب وہ مال اس کے قبضہ میں پہنچا اور یہ اقرار کر چکا تھا کہ وہ تمام وکمال بذریعہ ہے
ملک پسر ہے تو اپنے اسی اقرار پر مواخذ ہو کر یہ ششم بھی پسر دپسر کرنا ہوگا اور وہ بیعنامہ میں اس کا نام لکھا نا اس کی تکمیل ٹھہرے گا۔
بالجملہ اس اقرار کے باعث اب یہ دعویٰ ایسا نہ رہا جیسا کہ ایک وارث ثابت الوراثة کا دعویٰ صاف و آسان ہوتا۔ اب حکم یہ ہے کہ
صورت متفسرہ میں اگر ہر ہندہ واقعی معاف ہو گیا اور اس کے بھائی اسے ناحق دباتے تھے اور اس کے پاس کوئی ذریعہ تحفظ سوا اس
اقرار کے نہ تھا جسے اب وہ غلط و برہانے مصلحت بتاتا ہے تو اولاً اس سے گواہ مانگے جائیں اگر گواہان شرعی سے ثبوت دیدے کہ یہ اقرار

محض کاذب و فرضی تھا، نہ بیٹے سے حلف لیا جائے کہ واللہ میرے باپ کا اقرار مذکور سچا تھا اور فرضی تھا اگر وہ حلف سے انکار کرے تو اس کے باپ کا دعویٰ ثابت مانا جائے گا اور حلف کرے تو وہ ہو جائے گا۔ درختار میں ہے اقرار رجل بمال فی صلح و اشہد علیہ بہ ثم ادعی ان بعض هذا المال المقربہ قرض و بعضہ زباعلیہ فان اقام علی ذلك بیئنا تقبل وان کان متناقضا لاناغلمانہ مضطرا لی هذا الاقرار شرح و ہبانیۃ۔ اسی میں ہے۔ اقرار ثم ادعی المقرانہ کاذب فی الاقرار یحلف المقرلہ ان المقر لم یکن کاذبا فی اقرارہ عند الثانی و بہ یفتی درر۔ یہ فیصلہ قضائے اور فیصلہ سعادت وہ تھا انت و مالک لا بیئک تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے اپنے دو نوجوان کی بھلائی چاہتا ہے تو اسی فیصلہ پر سر رکھ دے کہ یہ فیصلہ اس کے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے اور مسلمان وہ ہے جو ان کا فیصلہ دل سے مان لے اللہ عزوجل زاتا ہے۔ تیرے رب کی قسم مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے باہمی جھگڑوں میں تجھے حکم نہ بنائیں پھر تیرے فیصلہ سے اپنے دلوں میں اہلا نئی نہ پائیں گے اور قبول کر لیں مان کر۔ اللہ عزوجل توفیق عطا فرمائے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از ریاست رام پور محلہ متصل دروازہ انگری باغ مرسلہ علی رضا خاں ۱۲ محرم الحرام ۱۲۳۳ھ

علمائے دین و مفتیان شرع متین کی خدمت میں بعد اوائے آداب بزرگان گزارش ہے کہ ہندہ شب کو اپنے باپ کے مکان سے نکل کر زید کے مکان پر آئی اور زید سے برضائے خود نکاح کر لیا ہندہ کے باپ نے استغاثہ فراری دختر کا کیا اور ہندہ حکم سرکار اپنے باپ کے سپرد کر دی گئی اور زید نے نالش مفتی کے یہاں کی مفتی صاحب نے دعویٰ فسخ کر دیا۔ عرضی دعویٰ اور جواب دعویٰ اور جواب بیع عدالت و ثبوت مدعی و صفائی مدعا علیہا و اظہارات گواہان و فیصلہ عدالت سب کی نقلیں حاضر ملاحظہ ہیں اس ثبوت پر دعویٰ مفتی نے خارج کر دیا ہے اب علمائے دین کی خدمت میں عرض ہے کہ بعد ملاحظہ کا غذات حکم شرعی سے مغز فرمائیں۔ عرضی علی رضا خاں برادر حسن رضا خاں ساکن رام پور۔

اجواب :- اللہم ہدایۃ الحق والصواب اللہ عزوجل تبارک و تعالیٰ اعلم الحاکمین عز جلالہ نے خادمان علم سے عہد لیا ہے کہ جب تم سے کسی مسئلہ شرعیہ کا استفسار ہو بے رد و رعایت حق کا اظہار ہو ورنہ معاذ اللہ مستحق لجام نادر ہو فیصلہ مع جملہ کا غذات مرسلہ سے گزارا بنگاہ اولین واضح ہو کہ معزز ذی علم مجوز کی نظر کو یہاں بوجہ کثیر سخت لغزشوں کا سامنا ہوا محض نامکمل مقدمہ پر فیصلہ دید یا گیا جو کسی طرح جائز نہ تھا ذی علم مجوز نے بنائے فیصلہ چند امور پر رکھی ہے (۱) ابطال نیک ثبوت و دعویٰ (۲) قرآن سے ظہور غلطی دعویٰ کرافسوں کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ان میں کوئی وجہ تو این شرع مطہر کی معیار مبارک پر صحیح نہ اتری تفصیل موجب تطویل لہذا مختصر وجوہ غلطی فیصلہ پر اقتصار کریں وباللہ التوفیق۔

بنائے دعویٰ

(۱) ذی علم مجوز نے اس دعویٰ کا اصلی سببی اس امر کا ثابت ہونا قرار دیا ہے کہ عصمت جہاں بیگم نے حسن رضا خاں کے ساتھ اپنے نکاح کا وہاں کی بونستان خاں کو کیا ہے کیونکہ بذریعہ ولی جائز کے نکاح ہونے کا دعویٰ نہیں ہے بلکہ بونستان خاں شخص اجنب کے اور مدعا علیہا بونستان

خاں کی توکیل سے منکر ہے یہاں تک کہ فرمایا صحت نکاح موقوف توکیل ہے جب توکیل غیر ثابت ہے تو اگر نکاح ہو بھی گیا تو بوجہ عدم صحت توکیل کے نکاح ثابت نہیں۔ یہاں تمام کتب مذہب کی روشن تصریحوں سے سمیت ذہول واقع ہوا صحت نکاح ہرگز تقدم توکیل پر موقوف نہیں نہ ثبوت نکاح موقوف توکیل سابق علی النکاح پر۔ اگر کوئی فضولی راہ چلتا محض بلا اجازت و بلا اطلاع ہندہ کا نکاح زید سے خواہ زید کی طرف سے فضولی ہو کر اس کا نکاح ہندہ سے کر دے اور طرف ثانی یعنی پہلی صورت میں زید اور دوسری صورت میں ہندہ خود یا اس کا وکیل یا ولی یا اس کی طرف سے بھی کوئی راہ چلتا اسی مجلس میں دو گواہوں کے سامنے کہہ سکتے سمجھتے ہوں قبول کر لے نکاح ضرور صحیح و منقذ ہو جائے گا جبکہ کوئی اس قابل ہو کہ اسے خبر پہنچے اور وہ اس فعل فضولی کو روار کے تو جائز ہو سکے گا باں اس کا نفاذ خود منکر ہے یا ناکہ یا دونوں یا ان کے اولیاء کی اجازت پر موقوف رہے گا یعنی شکوم یا ناکہ صرف ایک کی طرف سے کوئی فضولی تھا تو اس کی اپنی اجازت چاہئے اگر بالغ ہو ورنہ ولی کی اور دونوں کی طرف سے فضولیوں نے رجاہت قبول کیا تو دونوں کی اپنی اجازت پر موقوف ہوگا اگر بالغ ہوں یا اولیاء کی اگر نابالغ ہوں یا ایک کی اپنی اور دوسرے کے ولی کی اگر ایک بالغ دوسرا نابالغ ہو بہر حال صحت نکاح میں شبہ نہیں۔ ایسا نکاح اگر حاکم کے سامنے ثابت ہو تو ہرگز اس بنا پر رد نہ کرے گا کہ توکیل تو ہوئی ہی نہ تھی لہذا نکاح ثابت نہیں بلکہ اس وقت تنفیخ اس کی لازم ہوگی کہ آیا اجازت پائی گئی یا نہیں اگر بعد نکاح اجازت تو لاخواہ فعلاً کسی طرح ثابت ہو ضرور ثبوت نکاح کا حکم کرے گا ورنہ نہیں درمختار فصل فضولی میں ہے کہ صرف صدر منہ کی بیع و تزویج و طلاق و اعتاق و لہ مجیز حال وقوعہ الفقد موقوفاً۔ رد المختار میں ہے۔ الموقوف من قسم الصحيح وهو احد طریقین للمشاخ وهو الحق فکاد خیرہ و بجز الراجح و رد المختار وغیرہا عامۃ اسفار میں ہے۔ الاجازة اللاحقة كالوكالة السابقة تو کالت بوسطہ

خاں کو صحت نکاح کا موقوف علیہ اور ثبوت توکیل بوسطہ خاں کو ثبوت دعویٰ کا اصل بنی مانا دونوں باتیں ناقابل قبول ہیں۔ (۲) جلال خاں و امجدی بیگم و سروری بیگم گواہان توکیل ہیں۔ ذی علم مجوز نے صحت دعویٰ کا دوسرا بنی گواہوں کا مقررہ کو پہچانا قرار دیا اور اس پر یہ اعتراض کیا کہ جلال خاں کو عدم شناخت مقررہ کی تسلیم ہے اپنے اظہار میں لکھا ہے کہ عصمت جہاں بیگم پر وہ نشین ہے جس وقت گواہی دریافت کرنے کے لئے میں گیا تھا اس وقت کے علاوہ میں نے عصمت جہاں بیگم کو نہیں دیکھا تھا میں نے عصمت جہاں بیگم کو ایسے پہچانا کہ اس نے اپنا نام مجھے بتایا اور عورات نے بھی مجھ کو بتایا یہ شناخت کافی نہیں اول تو وہ عورات غیر معین ان کا نام گواہ نے نہ لیا کہ ان کی حیثیت کا اندازہ ہوتا نہ صراحت کی کہ کس طرح اس کو بتایا ان سے قطع نظر تعریف امانت بلا شمول مرد نیکی سے اصلاً قابل قبول نہیں پس بوجہ عدم شناخت مقررہ شہادت جلال خاں کی کالعدم ہے، سروری بیگم و امجدی بیگم کی شہادتوں میں نقصان نہ بھی ہوں تو بلا شمول شہادت مرد و حجت نہیں پس شناخت و توکیل دونوں مفقود ہیں ذی علم مجوز نے لحاظ نہ فرمایا کہ جلال خاں کو فی الحال عصمت جہاں بیگم کی شناخت نہ ہوئی تسلیم ہے یا یہ کہ اس وقت سے پہلے نہ پہچانتا تھا گواہ کو وقت شہادت مشہور و علیہ کا پہچانا چاہئے یا پہلے سے جان پہچان ہو نا ضروری ہے جلال خاں نے یہ کہا کہ اس وقت کے علاوہ میں نے عصمت جہاں بیگم کو نہ دیکھا تھا یا یہ کہ اس وقت بھی میں نے عصمت جہاں بیگم کو نہ دیکھا تھا اور جب صراحت وہ اس وقت عصمت جہاں بیگم کو نہ دیکھا

بیان کر رہا ہے تو کسی مرد یا عورت کی تعریف کی کیا ضرورت تھی اگر کوئی عورت بھی اس سے نہ کہتی کہ یہ عصمت جہاں بیگم ہے جب وقت
اقرار اس نے خود اپنی آنکھ سے اسے دیکھا اور اس منہ دیکھ کر پہچانی ہوئی عورت کے اقرار پر گواہ ہوا تو اس قدر صحت شہادت کے لئے یقیناً کافی
ہو جاتی تھا لاکھوں مردوں پر ایسی ہی شہادتیں تحمل کی جاتی ہیں کہ شاہدین نے اس وقت سے پہلے انہیں کبھی نہ دیکھا تھا کیا یہ شہادتیں مردوں میں
پا شاہدوں کو لازم ہے کہ کہیں سے اپنی جان پہچان سے دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں پکڑ کر لائیں اور پہلے انہیں دکھا کر مشہود علیہ کی تعریف کرالیں اس
کے بعد تحمل شہادت کریں کوئی مائل اس کا قائل نہیں خود وہ عبارات کہ ذی علم مجوز نے فیصلہ کے ساتھ اپنی تجویز کی سند میں پیش کیں تجویز کی
رد پر گواہ عادل ہیں کیا ذی علم مجوز نے درختار کی یہ عبارت نقل نہ کی اویری شخصہا ای القائلۃ مع شہادۃ اثنین بانھا فلانۃ
بنت فلان بن فلان کیا اس شرح میں رد الحمار کی یہ عبارت نقل نہ کی احتراز برویۃ شخصہا عن رویۃ وجہہا قال فی
جامع الفصولین حسرت عن وجہہا وقالت انھا فلانۃ بنت فلان بن فلان وھبت لزوجی مہصری فلا یحتاج اٹھو
الی شہادۃ عدلین انھا فلانۃ بنت فلان مادامت حیۃ اذ یمکن للشاہد ان یشیر الیھا کیا نشانی کی یہ عبارت نقل نہ کی
کذا اذا وکلت بالتزویج وهو علی هذا ای ان راوھا وکانت وحدھا فی البیت یجوز ان یشہدوا علیھا بالتوکیل
کیا ان عبارتوں میں صاف تصریح نہ تھی کہ دو مرد یا ایک مرد و دو عورت کی تعریف اس وقت ضرور ہے جب مقررہ شاہد کے سامنے نقاب
یا برقع میں ہو کہ اس کی قد و قامت و بدن و جنامت کا اندازہ کپڑوں میں چھپا نظر آتا ہے چہرہ نہیں دکھائی دیتا اور اگر منہ کھول کر کہے کہ میں
فلانہ بنت فلان بن فلان ہوں تو جب تک عورت زندہ ہے گواہ کو اصل تعریف کی حاجت نہیں غرض بر بنائے عدم تعریف شہادت جلال
خان کا کالعدم قرار پانا اور اس کی بنا پر سروری بیگم و امجدی بیگم کی گواہیوں کا شہادت مرد سے خالی رہ جانا اور اس کی بنا پر توکیل بوستان خان
کا ثابت نہ ہونا اور اس کی بنا پر دعویٰ نکاح کا بے ثبوت رہنا یہ سب بنائے فاسد علی الفاسد سے ہاں یہاں ضرور قصور رہا کہ شاہد جبکہ عصمت
جہاں بیگم کو پہلے سے نہ پہچانتا تھا کہ وقت توکیل اسے دیکھ کر خود ہی پہچان لیتا اور وقت شہادت اپنے علم ذاتی سے گواہی دیتا کہ وہ عورت
جس نے میرے سامنے توکیل کی عصمت جہاں بیگم ہی تھی بلکہ اس نے اسی وقت مقررہ کو دیکھا اور اسی کی زبانی یا اور عورت کے بیان سے
بھی جانا تھا کہ یہ عصمت جہاں بیگم ہے تو احتمال تھا کہ واقع میں وہ کوئی اور عورت تھی جس نے بفریب اپنے آپ کو عصمت جہاں بیگم
ظاہر کیا اس شبہ کے رفع کو حاکم پر لازم تھا کہ عصمت جہاں بیگم کو وقت شہادت جلال خان کے سامنے کرتا اور اس کا منہ کھلوا کر شاہد سے
گواہی لیتا کہ یہ وہی عورت ہے جسے تو نے وقت توکیل دیکھا تھا اگر جلال خان شناخت کرتا تو اس کی گواہی کامل تھی ورنہ باطل مگر یہ قصور
شاہد کا نہیں، شاہد کا کیا دور تھا کہ عصمت جہاں بیگم کو جو اس وقت اپنی توکیل سے منکر اور برسر خلافت ہے بالجبر حاضر لانا اور اس کا منہ
کھول کر دیکھ کر گواہی دیتا یہ کام تو حاکم کا تھا جو متروک رہا اور محض بے ترتیب و نامکمل مقدمہ پر فیصلہ دے دیا گیا مجوز کا فرمانا کہ شناخت
کرنا مقررہ کا گواہ مذکور کو شرط تھا جو متروک ہے نہایت حق و بجا ہے واقعی شناخت کرنا گواہ کا کام تھا وہ اس نے متروک نہ کیا کہ نہ وہ
اس کے اختیار میں تھا نہ اس سے چاہا گیا ہاں شناخت کرنا حاکم کا کام تھا وہ ضرور متروک رہا مگر ترتیب مقدمہ میں مجوز کا خود قصور رکھنا
اور اپنے فعل کا الزام گواہ کو دے کر بلا وجہ شہادت و دعویٰ رد فرمادینا ایک سخت تعجب انگیز بات ہے۔

(۳) اختلافات :- ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب میں اختلاف وہ مضر ہے جو اصل معاملہ پر اثر انداز ہے زائد و فضول باتیں کہیں ہوں تو دعویٰ میں غلط نہیں یوں ہوں تو ضرر نہیں محض نظر انداز ہیں ان میں اختلافات ہزار ہوں اصلاً قابل لحاظ نہیں یہاں دعویٰ صرف اس قدر ہے کہ عصمت جہاں بیگم سے میرا نکاح ہوا ہے وہ مجھے ولادی جگہ، جہر وغیرہ کچھ زیر بحث نہیں تو شاہدوں یا شہود و دعویٰ میں مقدار ہر یا جنس ہر کا اختلاف اصل دعویٰ میں کچھ غلط نہیں کیا اگر ہر میں دس اشرفیاں ٹھہری ہوں تو نکاح ہوگا میں ٹھہری ہوں تو نہ ہوگا اور جب ہر در بارہ نکاح ایک امر زائد ہے تو شخص بالائی لغویات میں کہ بوتستان خاں کے جاتے وقت جلال خاں دروازہ میں کھڑا تھا یا اس کے پیچھے پیچھے گیا تھا۔ عصمت جہاں نے تین بار اجازت دی یا ایک بار کہا تھا۔ جلال خاں نے عصمت جہاں بیگم سے سوال کیا یا اس نے خود بے سوال کہا تھا۔ عصمت جہاں بیگم نے شمس بیگم کے کہنے پر بوتستان خاں سے خطاب کیا یا وہ کہنے نہ پائی تھی کہ اس نے کہہ دیا۔ نکاح میں تہاشے بیٹے تھے یا چھوہارے یا مٹھائی۔ محمد حسین خاں اپنے بیٹے کے ساتھ آیا یا بعد وغیرہ وغیرہ لغویات کا کیا ذکر میں بعونہ تعالیٰ ان تمام امور پر تفصیلاً بحث کیا چاہتا ہوں یہاں اس غام و جامع ہم و نافع قاعدہ کو خوب سمجھ لیا جائے کہ فیصلوں میں بار بار ایسی بیکار بحثیں پیش آتی ہیں اور ان کے سبب مسلمانوں کے حقوق پر برا اثر پڑتا ہے۔ بہت ادب سے تاکید گزارش کی جاتی ہے کہ اسلامی عدالتیں توجہ تام سے ان احکام شرعیہ کو سُنیں اور ان پر کار بند رہیں کہ حقوق مسلمین ضائع نہ ہوں صفر ۱۳۱۶ء میں اسی ریاست سے مقدمہ بکا بیگم بنام عباس علی خاں کا فیصلہ بغرض استصواب یہاں آیا تھا اس میں بھی ایسے ہی زائد و لغویات کی بنا پر ذی علم مجوز نے دعویٰ مدعیہ رد فرمایا تھا جس کا جواب منظر صواب تفصیل تام یہاں سے بچھو گیا انہیں جو اہر زواہر سے چند کلمات کا التقاط پھر کیا جاتا ہے زائد و فضول و لغویات بیکار باتوں میں تفاوت اصلاً لائق التفات نہیں و جیر امام کروری میں ہے التناقض فیما لا یحتاج الیہ لا یضر اصلہ فی الجامع الصغیر الامام الجامع الفصولین فصل (۱۱) میں ہے القاضی لو سأل الشہود قبل الدعوی عن لون الدابة فقالوا کذا اقر عند الدعوی شہداً بخلاف ذلك اللون تقبل لانه سأل عما لا یکلف الشاہد بیانہ فاستوی ذکرہ و ترکہ و یجوز حینئذ مسائل کثیرة خلاصہ و ہدیہ میں ہے۔ لو سأل القاضی الشہود عن لون الدابة و ذکر و اقر شہداً و اقر عند الدعوی و ذکر و الصفة علی خلافہ تقبل و التناقض فیما لا یحتاج الیہ لا یضر۔ خانیہ و بحر الزائق و ظہیرہ و علم الکبریہ میں ہے۔ لو اختلفا فی الثیاب التی کانت علی الطالب و المطلوب او لم یرکب او قال احدہما کان معناه ان لان و قال الآخر لم یکن معناه ذکر فی الاصل انہ یجوز و لا تبطل ہذہ الشہادۃ فتاویٰ قاعدیہ و فتاویٰ بقرویہ میں ہے۔ قال الشہادۃ لو خالفت الدعوی بزیادۃ لا یحتاج الی اثباتہا و یقتضیان کذلک فان ذلك لا یمنع قبولہا انما الہ لو شہداً علی اقرارہ بما لا یقال الاقرنی یوم کذا او المدعی لم یدکر الیوم او شہداً او لم یؤرخا و المدعی اقر او شہداً انہ اقرنی بکذا او قد اطلق المدعی او ذکر المدعی المكان و لم یدکر انہ او ذکر المدعی مکانا و ما سماً ظہیرہ لکن المكان اقرنی المدعی اقر و هو را کب فومن اولایین عمامۃ و قال اقر و هو را جل او را کب حجاز اولایین فلتسویۃ او اثباتہ و لکن فانہ لا یمنع القبول لان ہذہ الاشیاء لا یحتاج

الی اثباتها مذکور ہوا و السکوت عنہا سواء و کذا الموضع مثل هذا التفاوت فی الشهادات تبین لایضراً اصل شہادت میں
اتفاق ثانی و دانی کے بعد بعض فضولیات میں ایسے نامؤثر ہلکے آسان اختلافوں کو دستاویز بنا کر شہادات متفقہ کو رد کر دینے کا اگر
نتیجہ باب ہو تو عامہ حقوق ضائع ہو جائیں ظالمین اموال و فروج پر دسترس پائیں مظلوم اپنے حق سے محروم رہ جائیں کچھریاں صرف
امانت کے فیض نظر آئیں کہ انسان نسیان کے لئے ہے اور ذرا دماغ ضائع کی طرف نہ ذہن ابتداء النفات تام کرتا ہے نہ حافظہ انتہاء کا
اہتمام ایسی کسی بات میں اختلاف ہو جانا درست نہیں بلکہ غالب ہے خصوصاً اس بدعت شنیعہ کے ہاتھوں جو آجکل کے دکھانے اطلاق
حقوق و تکذیب صدوق کے لئے تراشی اور قضاات نے اس پر تقریر کی کہ محض براہ مغالطہ شہود کا بیان متزلزل کر دینے کے لئے صد باسوالات فضول و
ہملات سو سو طرح کے پیچ دے کر کرتے اور شرع نے جن کے اکرام کا حکم دیا جنہیں ذریعہ داورسی مظلوم بنایا ان کے اغوار و تزیلیل و ازلال و تذلیل
میں کوئی دقیقہ نامری نہیں رکھتے اس یہودہ بے معنی کشاکش پریشان کن میں آدمی کے آئے حواس جاتے ہیں خصوصاً ناسا و ضعفاً و ارباب
سلامت صدور اور وہ لوگ جنہیں کچھریوں کا اتفاق کم ہو یہ تو ان حضرات کے سفرہ و دست مال ہیں جب فرست شہود میں ایسوں کا نام پاتے
ہیں براہ تفتاخر فرماتے ہیں وہ بہت سیدھے مسلمان ہیں دیکھنا دو سوالوں میں بول جائیں گے جس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ بھولا راست باز جھوٹا
ٹھہرتا ہے اور جھوٹا فسوں ساز سپا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں المؤمن غر کر یب و الفاجر خب لیثور و اما ابوداؤد
و الترمذی و الحاکم بسند جید عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں ایسے کسی اختلاف سیر کا بھی اصلاً واقع نہ ہونا
ہی تعجب ہے تو ان پر نظر کا حاصل سو اوضاع حقوق و امانت حقوق کے اور کیا قرار پاسکتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ پر ظاہر کہ اس
میں حرج مرید ہے اور حرج بعض قطعی مدفوع جامع الفصولین میں ہے عدم القبول فی امثاله یقضی الی الحرج و التصنیق و
تضییح کثیر من الحقوق و امرنا بیسیر کبعض و الحرج مدفوع شرعاً روایت نادرہ ابی یوسف کو مذہب امام ابی یوسف
کہنا کس قدر خلاف نقاہت ہے نہ قاضی و مفتی کو اس پر عمل کی اجازت جامع صغیر و مبسوط امام محمد و بحر الرائق و اثباتہ و النظائر و ذواہر
الجواہر و در مختار و فتاویٰ صفری و فضول عمادی و خزائنہ المفتین و جامع الفصولین و غایت البیان و فتاویٰ القرویہ و رد المحتار و فتاویٰ
فلاصہ و کافی و لسان الحکام و معین الحکام و عقود دریہ و وجیز کردری و فتاویٰ حانیہ و فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ قاعدیہ و غیر ہا کتب معتدہ
مذہب کی عبارات کثیرہ اوپر گزریں کہ اس روایت نادرہ کے سراسر خلاف ہیں اور انھیں پر انحصار نہیں عامہ کتب مذہب میں اس کا
خلاف موجود۔ نوادر میں بھی یہ صرف روایت ابی یوسف ہے برخلاف امام اعظم و ہمام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ توجہ ہیر کے خلاف امام کے
خلاف ظاہر الروایت کے خلاف دلیل کے خلاف بے نتیجہ صریح و ترجیح ریح المذہب ایک روایت شاوہ نادرہ پر فیصلہ کیوں کر روا۔ ائمہ
و علماء کی روشن تصریحات ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایت سے خارج ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں وہ مرجوع عنہ ہے قول مرجوع پر اتماماً
جہل و خرق اجماع ہے نہ کہ مرجوع عنہ کہ سرے سے قول ہی نہ رہا لہذا ایسے فیصلے کو منسوخ کر دینے کا حکم فرمایا رد المحتار میں ہے قد
صرحوا بان العمل بما علیہ الا اکثر۔ بحر الرائق میں ہے۔ یجب علینا الا فتاء بقول اکامام۔ خیریہ میں المقور ایضاً
عندنا انہ لا یفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم اورد المختار میں ہے۔ ما خلف ظاہر الروایۃ لیس مذہباً

بحر الرائق میں ہے ماخرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه والمرجع عنه لم يبق قولاً له تصح القدوری ودر مختار میں ہے الحكم والفتيا بالقول المرجوع جهل وخرق للاجماع حواشی ثلثه سادات ثلثه ابراهيم طلی و احمد مصری و محمد شامی میں ہے اولی من هذا بالبطلان اذ افتاء بخلاف ظاهر الرواية اذ لم يصحح والافتاء بالقول المرجوع عنه تنوير وشرح ملائی میں ہے لا یجبنا الا اذا كان مجتهد ابل المقلد متی خالف معتد مذهبہ لا ینفذ حکمہ وینقض هو المختار للفتوی رد المختار میں ہے القاضی مامور بالحکم باصح اقوال الامام فاذا حکم بغیره لم یصح۔

(۴) تفصیلی اختلافات کی طرف چلے جلال خاں کے بیان سے اس کا وقت آنے بوستاں خاں کے گھر ہونا بیرونی دروازہ میں پہلے سے اور مساتوں کے بیان سے جلال خاں و کالے خاں کا ان کے پیچھے پیچھے آنا ثابت ہے یہاں انہاروں کی عبارات پر قدرے بے عوزی وقت ہوئی جلال خاں کا بیان یہ ہے جب بوستاں خاں اندر مکان کے چوڑے پر گئے ہیں تو میں دروازہ اندر دنی میں مکان کے اندر گھڑا تھا مجھ میں اور بوستاں خاں میں تھینا ناصدہم گز کا تھا اور امجدی بیگم سروری بیگم کہتی ہیں پھر محمد رضا خاں اور بوستاں خاں گھر میں آئے اور پیچھے پیچھے کالے خاں و جلال خاں بھی آئے عورتیں ان گواہوں کے گھر میں آئے وقت کا مال بیان کرتی ہیں کہ آگے آگے بوستاں خاں اور پیچھے پیچھے جلال خاں گھر میں آئے اور جلال خاں گھر میں داخل ہوئے بعد اس وقت کا حال کہتا ہے جب بوستاں خاں اندر مکان کے چوڑے پر گیا تھا ان میں کیا اختلاف ہو بوستاں خاں اور اس کے پیچھے جلال خاں گھر میں آئے جلال خاں دروازہ اندر دنی پر رک رہا بوستاں خاں چوڑے پر گیا دونوں بیان صادق ہیں ذی علم مجوز کی نظر نے اس لفظ میں لغزش فرمائی ہے کہ جلال خاں کے بیان سے وقت آنے بوستاں خاں کے خاں کے حال تک اس کا یہ بیان مکان کے اندر چوڑے پر بوستاں خاں کے جانے کے وقت کا ہے، کہاں بوستاں خاں کا مکان میں آنا اور کہاں اس کا اندر دنی مکان چوڑے پر جانا۔

(۵) جلال خاں نے بیان کیا میں نے اس عورت سے دریافت کیا کہ تم کیا کہتی ہو تو اس نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کا اختیار حسن رضا خاں کے ساتھ نکاح پڑھوانے کے لئے بوستاں خاں کو دیا۔ مسلمان مذکور دریافت کرنا جلال خاں کا عصمت جہاں بیگم سے بیان نہیں کرتیں سروری بیگم و امجدی بیگم نے اگر عصمت جہاں بیگم سے جلال خاں کا دریافت کرنا بیان نہ کیا تو یہ بھی تو کہا کہ جلال خاں نے دریافت نہ کیا ہے اس کے پوچھے خود ہی عصمت جہاں بیگم نے بتایا تھا پھر یہ اختلاف کیا ہو کیا عدم ذکر ذکر عدم ہوتا ہے۔ بھلا یہ تو لغو و فضول بات ہے خاص متعلق اصل معاملہ میں تفریح مل رہے کہ شاہدین میں جب ایک ایک بات بیان کرے دوسرا نہ بیان کرے تو جتنی بات میں دونوں متفق ہیں شہادت مقبول ہوگی اور جتنی بات صرف ایک کے بیان میں ہے وہ بوجہ عدم نصاب شہادت ثابت نہ ہوگی مثلاً زید و عمرو نے گواہی دی کہ بکر نے خالد کو کپڑا کیا زید نے اپنی شہادت میں اتنا اور بڑھا یا کہ پھر معزول کر دیا عمرو نے عزل کا ذکر نہ کیا تو وکالت ثابت ہو جائے گی اور معزول ثابت نہ ہوگی اصول عمادیہ و فتاویٰ علیگریہ وغیرہا میں ہے لو شهد ابا الوکالة و زاد احدھما انه عزلہ جازت شھادتھما علی الوکالة ولو تجز علی العزل۔

(۶) مسلمان مذکور کہتی ہیں عصمت جہاں بیگم نے تین مرتبہ کلمات اجازت کہے جلال خاں تین مرتبہ اجازت دینا بیان نہیں کرتا یہ بھی

وہی عدم ذکر و عدم میں فرق نہ کرنا ہے جلال خاں یہ بھی تو نہیں کہتا کہ عصمت جہاں بیگم نے تین مرتبہ نہ کہا صرف ایک ہی بار کہا تھا اس مقدمہ بگا بیگم بنام عباس علی خاں میں بھی اس قسم کے اختلاف تجویز فرمائے گئے تھے جنہیں فقیر نے اپنے فتویٰ میں لکھا رب العزت جل و علانے سورہ نمل میں فرمایا یوسى لا تخف انى لا يخاف لدى المرسلون ۵ اور سورہ قصص میں یوسى اقبل ولا تخف انك من الامنين ۱۵ اور سورہ طہ میں میں ارشاد ہوا قال خذها ولا تخف سمعیدھا سیرتھا الاولیاء ان دونوں سورتوں میں ذکر نہ ہے یہاں نہیں بلکہ جملہ لا تخف کے سوا ہر جگہ نیا کلام نقل فرمایا ہے کیا معاذ اللہ یہ قرآن مجید کا اختلاف ٹھہریگا۔ ہماری رائے میں ایک بڑا اختلاف ذکر سے وہ گیا اظہارات کی نقلیں کہ یہاں آئی ہیں ان میں سرور بیگم و امجد بیگم کے بیان میں مبنی جگہ عصمت جہاں بیگم کا نام آیا ہے سب جگہ مع لفظ بیگم ہے اور جلال خاں کے بیان میں ایک جگہ لفظ بیگم نہیں تو ارشاد فرمانا تھا کہ عورتیں عصمت جہاں بیگم کہتی ہیں اور جلال خاں نے ایک جگہ لفظ بیگم کہا لہذا گواہیاں بوجہ اختلاف مرد و وہیں۔

(۷) جلال خاں نے بیان کیا کہ جب بوستاں خاں اندر مکان کے گئے تو حسن رضا خاں کی ہمیشہ سے کہا کہ تم اس عورت سے میرے روبرو کھلو اور چنانچہ انہوں نے اس عورت سے کہا کہ تم خود اپنے منہ سے کہو تو اس نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کا اختیار اللہ مسامحتوں نے یہ کہا ہے کہ بوستاں خاں نے میری بیوی منہ سے کہا کہ بیگم اب لڑکی سے کہو کہ کیا کہتی ہے جو میں بھی سنوں میری منہ کہنے بھی نہ پائی کہ عصمت جہاں بیگم نے کہا کہ میں ہوں عصمت جہاں بیگم میں نے جن رضا کے ساتھ الخ۔ سارے اختلافوں میں یہ بڑا بھاری اختلاف ہے کہ ظاہر نفعی و اثبات کا فرق ہے، جلال خاں کہتا ہے حسن بیگم کے کہنے پر عصمت جہاں بیگم نے کہا عورتیں کہتی ہیں شمس بیگم کہنے بھی نہ پائی تھی کہ اس نے کہا یا مگر انصاف کیجئے تو یہ اعتراض بھی ہل ہے۔ اولاً اظہار جلال خاں کی نقل جو یہاں آئی اس کی عبارت یہ ہے بوستاں خاں اندر مکان کے گئے حسن رضا کی ہمیشہ سے جا کر کہا کہ تم میرے روبرو کھلو اور چنانچہ انہوں نے اس عورت سے کہا کہ کہدو تب اس عورت نے اپنی زبان سے کہا کہ میں نے اپنے نفس کا اختیار کہدو ایک چار حرفی کلمہ ہے شمس بیگم عصمت جہاں بیگم کے پاس بیٹھی تھی اس نے آہستہ سے کہا کہ کہدو سرور بیگم و امجد بیگم نے نہ سنا سرور بیگم کے بیان میں کہیں نہیں کہ وہ اس وقت شمس بیگم یا عصمت جہاں بیگم کے پاس ہی زانو پے زانو ملے بیٹھی تھی اور خصوصاً امجد بیگم نے تو صاف بیان کیا ہے کہ میں جوان عورت ہوں میرا تینوں سے پردہ ہے میں اس وقت اوٹ میں ہو گئی تھی دو لائی اوڑھ کر اوٹ کر کے ذرا اڑے بیٹھی تھی خصوصاً ایسے وقت لوگوں کے کان دوہن کے بیان کی طرف گئے ہوتے ہیں ہالائی لوگوں کے ایں و آں کے طرف توجہ نہیں ہوتی تانباً محتمل کہ ادھر تو شمس بیگم نے اس سے کہا کہدو یا یہی کہ تم خود اپنے منہ سے کہو ادھر عصمت جہاں بیگم نے بوستاں خاں سے خطاب شروع کر دیا۔ دونوں بیان ایسے متصل معاً واقع ہوئے کہ سامع کو اشتباہ ہو کہ یہ عصمت جہاں بیگم نے بطور خود کہا یا شمس بیگم کے کہنے سے کہا جلال خاں غیر آدمی اس نے حسب عادت زمان دو شبیرہ نیک گمان کیا کہ شمس بیگم کے کہنے ہی سے کہا ہو گا سرور بیگم عصمت جہاں بیگم کے بھانجی ہے وہ اپنی خالہ کے طلاق لسانی سے خوب آگاہ تھی جس کا اظہار عصمت جہاں بیگم کے اظہاروں میں ہوا ہے جن کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آگے آتا ہے اس نے جانا کہ اس کی بچی طبیعت کا گرم تو سن کیا محتاج ہمیشہ ہوتا شمس بیگم کے منہ سے پوزی بات بھی نہ نکلی تھی کہ اس نے تو کیل کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ ذرا غور سے سرور بیگم کے لفظ دیکھئے وہ یہ نہیں کہتی کہ میری منہ کچھ نہ بولی بلکہ کہتی ہے میری منہ کہنے بھی نہیں پائی کہ عصمت

جہاں بیگم نے کہا یعنی اس کا کہنا ختم نہ ہوا تھا کہ عصمت جہاں بیگم نے خطاب آفاذ کیا۔ اہل زبان جانتے ہیں کہ کسی فعل کا ہونا یا اس کے تمامی و اختتام پر ہوتا ہے نہ کہ وسط و آغاز میں۔ مثلاً امام قعدہ اولی بھول کر تیسری رکعت کو کھڑا ہوا امید ہا نہ ہوا تھا کہ مقتدی نے تیس کی امام نے بعد سلام کہا تھے یہ جانتا تھا کہ تمہاری نماز نہ ہوئی کہ قعدہ اولی سے کھڑے ہو کر عود کا عمل نہیں تو مقتدی کہے گا آپ ابھی اٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ میں نے بتایا یعنی قیام ہنوز تمام نہ ہوا تھا۔

(۸) مساتوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بوستاں خاں کو لڑائی پہلے سے نہ جانتی تھی آگے بڑھ کر لکھا یا کہ اجازت دیتے وقت کہا بوستاں خاں بھائی تم کو وکیل کیا جب مدعا علیہا بوستاں خاں کو پہلے سے نہ جانتی تھی تو بوستاں خاں کا نام کیسے جانا کیوں کہ مساتوں نے کسی جگہ نہ لکھا یا کہ کرنے اس کا نام بتا دیا تھا۔ یہ اعتراض بھی سخت حیرت انگیز ہے اول تو کسی شخص کو جانا اس کے ساتھ شناسائی و تعارف کو کہتے ہیں اجنبی آدمی جسے کبھی نہ دیکھا ہو اس وقت اس کا نام کسی کے زبانی سن لینے سے یہ نہ کہا جائیگا کہ ہم اسے جانتے ہیں ثانیاً بالفرض کہا بھی جائے تو اجمدی بیگم و سروری بیگم نے جاننے کی مطلقاً نفی کب کی وہ تو صاف کہہ رہی ہیں کہ پہلے سے نہ جانتی تھی کیا کسی کا نام معلوم کرنے کیلئے یہ بھی ضرور ہے کہ پہلے سے اسے جاننے ورنہ نام معلوم نہیں ہو سکتا عورتوں کو اس بیان کی کیا ضرورت تھی کہ عصمت جہاں بیگم نے بوستاں خاں کا نام کس سے سنا ایسے مواقع کے عام معمولی واقعات پر نظر فرمائی جاتی تو خود معلوم ہو جانا کہ عصمت جہاں بیگم کو اس کا نام کیوں کہ معلوم ہو اذی علم مجوز نے خود فرمایا ہے کہ بوستاں خاں اجنبی شخص تھا سروری بیگم کے اظہار میں ہے کہ جو مرد اس وقت مکان میں آئے جلے کی نصف عورتوں کا ان سے پردہ تھا اجمدی بیگم نے خود اپنا بیابان کیا کہ میرا کوئی رشتہ بوستاں خاں سے نہیں ہمارے خاندان میں پردہ کا رواج ہے ایسے جلسے میں غیر مرد ہرگز بلا اطلاع نہیں جاتے ضرور اول سے کہا گیا کہ بوستاں خاں اذن لینے کو آتے ہیں اور جب وہ آیا اور اس نے شمن بیگم سے کہا کہ بیگم میرے سامنے کھلو اور ضرور عصمت جہاں بیگم نے معلوم کیا کہ یہی بوستاں خاں ہے پھر نام معلوم کرنے کو بعبید از عقل بتانا کیوں کہ قرین عقل ہوا مثالاً لثاً واقعات رائجہ کو جانے دیجے اور اظہار جلال خاں دبوستاں خاں و اجمدی بیگم و سروری بیگم پر نظر فرمائے یہ سب بالاتفاق کہہ رہے ہیں کہ بوستاں خاں کے گھر میں جانے سے پہلے عصمت جہاں بیگم سے بوستاں کے نام کی توکیل کرا لی گئی تھی دوبارہ بوستاں خاں اپنے سامنے توکیل کرنے کو گھر میں گیا تو عصمت جہاں بیگم کو اس کے جانے سے پہلے ضرور اس کا نام معلوم ہو چکا تھا آگے جو بے باکی و جانی کا اعتراض فرمایا ہے اس کا حال بعونہ تعالیٰ ذکر قرائن میں آتا ہے۔

(۹) بوستاں خاں نے اول بیان کیا ہے کہ جب میں اندر گیا تو عصمت جہاں دالان میں پشت پھیرے بیٹھی تھی پھر آخر قول میں لکھا یا کہ جب میں گیا تو اس نے مجھ سے ایسا پردہ کیا تھا کہ میں نصف چہرہ دیکھ سکتا تھا اور اوپر کے حصے پر گھونگھٹ تھا یہ دونوں قول متناقض ہیں جب پشت پھیرے بیٹھی تھی تو نصف چہرہ دکھائی دینا محال ہے اولاً یہ محال ہی کیا پیٹھ پھیرے بیٹھنے والے کو وقت خطاب اور صرغہ کرا بھی محال ہے بوستاں خاں نے اول بیان میں یہ کہا ہے کہ میں مکان میں گیا تو پشت پھیرے عصمت جہاں بیگم بیٹھی تھی یہ نہیں کہا کہ اخیر تک وہ پشت ہی پھیرے بیٹھی تھی، آخر بیان میں یہ کہا ہے کہ وقت نکاح میں نے عصمت جہاں کو ناک کے نیچے سے دیکھا تھا نصف اوپر کی ناک پر گھونگھٹ تھا یہ نہیں کہا کہ جس وقت میں مکان میں گیا اسی وقت عصمت جہاں کو اس طرح اپنے سامنے بیٹھا پایا پھر دونوں میں تثنائی کیا ہوئی۔ یہاں جو نقل اظہار آئی اس کے الفاظ یہ تھے، اور اگر بالفرض بیان آخر میں وہی لفظ ہوں کہ جب میں گیا تو اس نے مجھ سے ایسا پردہ کیا تھا

کہیں نصف چہرہ الخ جب بھی بات صریح ظاہر ہے وہ مکان میں جاتے وقت کا ابتدائی حال ہے اور یہ وقت خطاب پر وہ و محاب کا یہاں بھی یہ نہ کہا کہ جب میں گیا تو وہ ایسی بیٹی تھی کہ میں نصف چہرہ الخ ثانیاً ممکن کہ عصمت جہاں بیگم اول تا آخر پشت پھرے ہی بیٹی رہی ہو مگر بیان میں یہ کہیں نہیں آیا کہ وہ دیوار سے ٹکی بیٹی تھی وہ سدا دالان میں ہوگی بوستاں خاں مزید وثوق کے لئے خود اندر گیا تھا کہ میرے سامنے عصمت جہاں بیگم اقرار تو کیل کرے اس نے اقرار سن لیا مگر سمجھا کہ مقررہ کی معرفت چہرہ چاہئے کہ طریق توثیق جو اس کا مقصود خاص تھا اس میں ہے لہذا وہ آگے بڑھا اور سامنے سے عصمت جہاں بیگم کو دیکھا۔ کیا یہ بھی حال ہے غرض مثبت اختلاف مستدل ہے اور احتمال قاطع استدلال (۱۰) شیخ جید رفاں کی خاص متعلق معاملہ گواہی کو جس طرح محض بے علاقہ خیال فرمایا گیا اس کا ذکر تو بعونہ تعالیٰ دیگر اعتراضات کے جواب میں آئے گلہاں بھاری اختلاف یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جلسے میں شریک ہی نہ تھا اس لئے کہ بوستاں خاں بعد نکاح کے تقسیم ہونا بتاشوں کا اور صاحبزادے نظام الدین خاں چھوہاروں کا اور یہ گواہ خلاف ان کے تقسیم ہونا شیرینی کا بیان کرتا ہے واقعی شیخ جید رفاں سے یہ بھاری غلطی ہوئی کہ اس نے بتاشوں کو شیرینی کہا اسے کیا معلوم تھا کہ بتاشے کھتے ہوتے ہیں (اولاد ذی علم مجوز نے سنا ہوگا کہ حسب رسم قدیم نکاح میں چھوہارے ضرور ہوتے ہیں پھر کہیں ان کے ساتھ شکر بھی ہوتی ہے کہیں بتاشے چھوٹے کہیں بڑے کہیں اور قسم کی مٹھائی اور شیرینی کا لفظ ان سب کو عام ہے یہاں اگر چھوہارے اور بتاشے تقسیم ہوئے اور ایک گواہ نے ایک نشے دوسرے نے دوسری کا خاص نام تیسرے نے عام ذکر کیا گیا گناہ ہوا ثانیاً بعض لوگ نکاح ختم ہوتے ہی معاً ٹھک جاتے ہیں اور خرموں کی تقسیم متا ہوتی ہے ممکن کہ نظام الدین خاں بھی فوراً اٹھ گیا ہو اس کے سامنے خرمای تقسیم ہوئے تھے بعد کو بتاشے بٹے وہ اس نے نہ دیکھے کہ انھیں بیان کرتا بوستاں خاں شیخ جید رفاں نے خرموں کی تقسیم کا ذکر ضروری نہ جانا کہ وہ تو عادیہ تقسیم ہوتے ہی ہیں دوسری چیز جو تقسیم ہوئی اس کا بیان کیا اگر وہ بھی محض بے ضرورت و زائد تھا۔

(۱۱) ہر میں بوستاں خاں نے قسم اشرفی نادر شاہی اور اس گواہ نے محمد شاہی بیان کی ہے حالانکہ شہادت ایک وقت اور جلسے کی ہے یہ دلیل ہے کہ گواہ مذکور شریک جلسہ نہ تھا۔

(۱۲) نیز گواہ نے تعدا اشرفی کے خلاف دعویٰ مدعی کے بیان کی ہے مدعی نے اپنے بیان میں دس لکھا ہے گواہ نے بیس پس یہ شہادت کا عدم ہے۔ تمام اختلافات میں یہی دو اصل معاملہ نکاح سے کچھ متعلق ہیں کہ ہر بدل نکاح ہے مگر اگر کتب فقہیہ نظر فرمائی جاتی تو ظاہر ہوتا کہ ہر نکاح میں مقصود نہیں وہ محض تابع و زائد ہے۔ یہاں تک کہ عقد نکاح میں اگر نفی ہر کی شرط کر لی جائے نکاح صحیح ہو جائے گا اور ہر مثل لازم آئے گا تو ایسی چیز جس کا سر سے ہونا نہ ہونا ہی اصل نکاح پر کچھ اثر نہیں ڈالتا اس کی کمی بیشی یا سکہ کے تفاوت سے کیا ضرر ہو سکتا ہے لاجرم ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح فرمائی کہ ایک گواہ ہزار روپے ہر بتاشے اور دوسرا ہندسہ سو یا گواہ سو اشرفی ہر کہتے ہوں اور مدعی ٹیڑھے سو یا مدعی ہزار دینار بتاتا ہوا دو گواہ دو ہزار سب صورتوں میں نکاح ثابت ہے اور ان اختلافات سے گواہیوں یا دعویٰ پر کوئی بڑا اثر نہ پڑے گا ہر ایک کافی و تبیین الحقائق و فتاویٰ ملکیہ میں ہے واللفظ لہافی النکاح یصح باقل المالین عند ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوا کہانت الدعوی من الزوج او من المرأة ویستوی فیہ دعوی اقل المالین او اکثرہما فی الصیصح جامع الفصولین میں ہے

اختلافی تبدل لائقہ الافی النکاح درفتار میں ہے شہد واحد بشرع عبد او کتابتہ علی الف و آخر بالف و خمس مائتہ ردت و صح النکاح بالف مطلقاً استحسناتیں پھر قرۃ العیون میں ہے ویستوی فیہ دعوی اقل المالین فی الصیح لاتفافہما فی الاصل و هو العقد فالاختلاف فی التبع لایوجب خللاً فیہ جب کتب مذہب میں روشن تصریحیں تھیں کہ ہر کے اختلافات خواہ باہم گواہوں میں ہوں خواہ مدعی میں ہوں دعوی نکاح اور شہادتوں سے ثبوت نکاح کو مطلقاً کچھ ضرر نہیں دیتے یہی مذہب امام ہے یہی استحسان ہے یہی صحیح ہے تو عاکم یا مفتی کو اس سے عدول کیوں کر حلال ہوا۔

(۱۳) حسن رضا خاں مدعی نے اپنے اظہار ۹ اکتوبر میں بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے نکاح میں اپنے پھوپھی زاد بھائی محمد حسین خاں کو شریک کیا تھا محمد حسین خاں گواہ اپنی شرکت جلسہ نکاح میں بیان نہیں کرتا اس گواہ کو روزنامہ تاشی زبانی والدہ مدعی نکاح کا علم ہوا جس سے اصلیت غلطی کی معلوم ہوتی ہے محمد حسین خاں کی گواہی وکالت یا عقد نکاح سے متعلق نہیں بلکہ وہ صرف عصمت جہاں بیگم کے جواب دعوی کی تکذیب کرتی ہے مگر سخت قابل افسوس یہ بات ہے کہ اظہار حسن خاں کی نقل جو یہاں آئی اس میں صاف یہ لفظ لکھے ہیں میں نے کسی کو نہیں بلایا میری شہر میں رشتہ داری ہے محمد حسین خاں میرے پھوپھی زاد بھائی ہیں میں نے ان کو نہیں بلایا تھا اور محمد حسین خاں کی زوجہ کو بھی نہیں بلایا تھا میں نے بار بار ہتھیار سائل سے دریافت کیا کہ اس نقل میں کوئی تفاوت تو نہ ہوا اس نے بوٹوق نام کہا کہ ایک حرف کا ہرگز فرق نہیں۔ میں نے کئی بار کہا کہ فیصلے میں تو یہ لکھا ہے، سائل نے اصل رکھا کہ اظہار میں وہی تھا کہ نہیں بلایا فیصلے میں اسکا عکس نقل کیا ہے۔ اب اسکو کیا کہا جائے میں نہیں کہہ سکتا کہ ایسی حالت میں اصلی دعوی کی معلوم ہوتی ہے یا فیصلے

(۱۴) نکاح نامہ جو ثبوت میں پیش کیا گیا اس میں تاریخ نکاح ۲۵ اپریل ہے دعوی اس نکاح کے بابت ہے جس کا وقوع بقول مدعی ۲۴ اپریل کو ہوا ہے یہ وجہ بھی واسطے بے اصلیت دعوی کے ظاہر ہے۔ ذی علم مجوز نے نکاح نامہ کو وجہ ثبوت میں لیا اور بوجہ اختلاف تاریخ بے اصلی دعوی کے دلیل قرار دیا۔ یہاں اولاً جو فقہی مباحث ہیں خادم نقد پر پوشیدہ نہیں مگر اتنی بات تو عام فہم ہے کہ عوام رات کو روز گذشتہ کا تابع ٹھہرتے ہیں شب آئندہ کے بارہ بجے جو آنے والا ہوا آج دن میں کہیں گے کہ آج رات کے بارہ بجے آئے گا اور اہل علم تابع شرع رات کو روز آئندہ کا تابع مانتے ہیں شب جمعہ اس رات کو کہیں گے جس کی صبح کو جمعہ ہونہ وہ جو بعد جمعہ آئی سو الیالی حج کے کہ وہ حج میں تابع روزہائے گذشتہ ہیں لہذا اگر دسویں شب میں طلوع صبح سے پہلے وقف عرفہ کر لیا حج ہو گیا کہ وہ رات عرفہ ہی کی رات ہے یہ نکاح آدھی رات کو یا اس کے قریب اپریل کی پچیسویں شب میں ہوا جس کی صبح کو ۲۵ مئی مدعی نے عرف عام عوام کے طور پر ۲۴ اپریل ہی کہ رات تابع روز گذشتہ سمجھی نکاح نامہ میں ذی علم قاضی نے ۲۵ اپریل لکھی کہ شب تابع روز آئندہ تھی۔ ثانیاً جب انگریزی تاریخ انگریزی عینہ تحریر میں آیا اور انگریزی میں تاریخ آدھی رات سے بدلتی ہے ولہذا ریل ڈنار کے دناتر میں آدھی رات سے آدھی رات تک پورے ۲۴ گھنٹے شمار ہوتے ہیں فلاں ریل گاڑی ۱۴ بجے چلے گی یعنی دن کے ۲ بجے، یہ تاریخیں بے دیا گیا یعنی شام کے آٹھ بجے۔ ممکن کہ نکاح خواں نے ۱۲ بجے جانا سمجھ کر خیال کیا ہو کہ انگریزی تاریخ بدل گئی لہذا ۲۵ اپریل لکھی۔

(۱۵) نکاح نامہ میں سکونت مدعا علیہا کی محلہ مدرسہ تحریر ہے تا صنی نکاح خواں جس سے ترتیب و خانہ پری نقشہ کے متعلق ہے اس نے اپنی گواہی میں تحریر کیا ہے کہ میں نے اس کی سکونت کے بابت دریافت نہ کیا تھا پس بلا دریافت نقشہ میں سکونت کا اندراج یہ کارروائی برادر مدعی

کا ہے جیسا کہ نکاح خواہ نے بیان کیا ہے کہ یا دو اہل نکاح نامہ برادر حسن رضا خاں سے میں نے لکھائی تھی۔ اولاً مقدمہ موجودہ میں نکاح خواہ کی شہادت کہ اس عہدہ سے استعفا کے بعد اپنے فعل تہہ حاکم کو اس کا لینا سنا ہی ممنوع تھا لہذا نہ استئصال بسا الا یصح کا سیاقی اور جب وہ شہادت شہر کا کوئی چیز نہیں تو اس کے اختلاف سے دعویٰ پر اثر ڈالنا یعنی چہ ثانیاً قاضی کے اظہار میں یہ ہے کہ حسن رضا خاں کے بھائی سے کاغذ لکھوایا تھا میں نے یہ دریافت نہیں کیا کہ لڑکی کی عمر کس قدر ہے میں نے اور کچھ نہیں پوچھا کہ لڑکی کون سے مکان میں رہتی ہے اور کوئی بات میں نے نہیں دریافت کی۔ یہاں اس دریافت کی نفی ہے کہ لڑکی کس مکان میں رہتی ہے نہ اس دریافت کی کہ کس محلہ میں رہتی ہے ظاہر ہے کہ مکان محلہ سے خاص ہے اس سے سوال کی نفی محلہ سے سوال کی نفی نہیں کر سکتی جبکہ سوق عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ محلہ سے سوال کیا کہ وہ کہتا ہے اور کچھ نہیں پوچھا اور کوئی بات دریافت نہ کی۔ یہ اور کا لفظ بڑھانا ہی صاف کہہ رہا ہے کہ اسی قدر پوچھا اس سے زیادہ کچھ نہ پوچھا اگر اس نے اتنا بھی نہ پوچھا ہوتا تو یہ نہ کیتا کہ اور کچھ نہ پوچھا بلکہ یوں کہتا کہ میں نے کچھ نہ پوچھا ان دونوں محاوروں کا فرق اہل زبان پر ظاہر ہے رہا یہ کہ آخر کیا پوچھا اس کا پتہ مظہر نے ان لفظوں سے دیا کہ اس نے برادر حسن رضا خاں سے کاغذ لکھوایا تھا یعنی خانہ پری نقشہ کے لئے جتنی ضرورت ہے بس اسی قدر پوچھا اور محمد رضا خاں سے خانہ پری کو کہا اور کچھ نہ پوچھا کہ عمر کتنی ہے کس مکان میں رہتی ہے ثالثاً اندراج نقشہ کے لئے واقفیت کا ہے خواہ بعد سوال ہو یا بلا سوال تو نفی سوال نفی حکم کو مستلزم نہیں وقت نکاح کی گفتگو دن میں لوگوں کے تذکرہ سے اس نے بے دریافت کئے سن لیا ہو گا کہ عصمت جہاں بیگم محلہ مدرسہ میں رہتی ہے بلکہ انصافاً تذکرہ مردان کی بھی حاجت نہیں پیشہ نکاح خوانی والے کو اکثر اہل شہر سے واقفیت ہو جاتی ہے اور عصمت جہاں بیگم کا باپ خود ایک مشہور آدمی تھا اس کا نام اس وقت ضرور لیا گیا تھا کہ مسودہ خاں کی بیٹی کا نکاح ہے جیسا کہ خود قاضی کے اظہار میں موجود ہے وہ جانتا تھا کہ مسودہ خاں ساکن محلہ مدرسہ ہے لہذا عصمت جہاں بیگم کی سکونت مدرسہ سے بلا دریافت معلوم ہو گئی۔ محمد رضا خاں نے جب حکم قاضی خانہ پری کی جس کا قاضی کو اعتراف ہے تو وہ خود قاضی کی خانہ پری تھی اور یہ کارروائی قاضی کی کارروائی ہوئی نہ کہ محمد رضا خاں کی فان فعل المامور یرجع الی الامر لا سیما فیہا لا تتعلق الحقوق بالمامور کا ہننا۔

(۱۶) تعداد ہر مندرجہ نکاح نامہ۔ اس کا جواب ۲ میں گذرنا کا خانہ اگر ہو تو ایک گواہ سے زیادہ وقت نہیں رکھتا اور گواہ و مدعی کے بیان میں اختلاف تعداد ہر دعویٰ نکاح کو اصلاً مضر نہیں کا حکمیت۔

(۱۷) محمد حسین خاں نے اپنا آنا بمکان حسن رضا خاں برادر خانہ تلاشی بہراہ ہی اپنے پسر محمد حسن خاں کے بیان کیا ہے محمد حسن خاں لکھتا ہے کہ میرے والد جب آئے تھے کہ اظہار ہو چکا تھا اپنے بعد آنا اپنے باپ کا بیان کیا ہے۔ اولاً محمد حسین خاں کے بیان میں یہ ہے کہ میں آیا اور میرا لڑکا آیا۔ اس میں ہمراہی کا لفظ کہیں نہیں لفظ (اور) حرف (و) کا ترجمہ ہے جس سے نہ معیت مفہوم ہونہ ترتیب نہ تراخی تقییب صرف اشتراک پر دلیل ہے کا صرح بہ جمیع کتب الاصول بھلا یہاں تو محمد حسین خاں نے اپنے اور اپنے لڑکے کے لئے دو فعل جدا جدا ذکر کئے کہ میں آیا اور میرا لڑکا آیا۔ اگر ایک ہی فعل میں لفظ اور کے ساتھ جمع کرتا ہرگز معیت مفہوم نہ ہوتی اللہ عزوجل جانتا ہے و جاء فرعون ومن قبلہ والمؤتفک بالخطا طة ایک کلمہ جاہ میں سب کو جمع فرمایا یہاں اس بیان کی کیا ضرورت کہ فرعون و قوم لوط میں تقریباً دو ہزار برس کا فاصلہ تھا کہ خود من قبلہ فرعون پر واو کے ساتھ معطوف ہے قبلیت و معیت کیوں کر جمع ہوئیں ثانیاً بالفرض محمد حسین خاں

یہی کہتا کہ میں اپنے لڑکے کے ساتھ آیا تھا اور محمد حسن خاں کہتا میرے بعد آئے تو اس اختلاف کا بھی کچھ اثر نہ پڑتا تھا وہی ظہیر یہ و نتاوی ملگیر یہ وغیرہا کی عبارت نمبر ۳ میں گزری کہ لو قال احدہما کان معنا فلان وقال الاخر لم یکن معنا ذکر فی الاصل اندہ یحوز ولا یتبطل ہذا الشہادۃ۔

(۱۸) جو واقعات محمد حسن خاں نے لکھے محمد حسین خاں نہیں لکھاتا۔ کیونکہ لکھاتا مالا نکہ وہ انہار عصمت جہاں بیگم کے بعد آیا تھا جیسا کہ محمد حسن خاں نے بیان کیا محمد حسین خاں اگر وہ سب واقعات لکھاتا تو اس بیان محمد حسن خاں کی تکذیب ہوئی کہ انہار ہو چکا تھا کچھ باقی تھا جب میرے والد آئے۔ یہ طرفہ بات ہے کہ دلیل کذب نہ پائے جانے کو دلیل کذب قرار دیا جاتا ہے۔ مہذا اوپر واضح ہو چکا کہ اگر دونوں سنا آتے اور ایک کچھ واقعات بیان کرتا کہ دوسرے کے بیان میں نہ آتے ہرگز اختلاف نہ تھا کہ عدم ذکر عدم نہیں۔ یہ تھے وہ تمام بے اصل و بے اختلافات جن کی بنا پر ذی علم مجوز نے شہادتوں کو رد فرمایا اب شہادات پر دیگر اعتراضات کی طرف چلے۔

(۱۹) جلال خاں نے تمام انہار میں مدعا علیہا کا نام نہ لیا اس کا انہار نسبت ایک عورت غیر معین کے قلم بند ہوا ہے بعد پورا لکھا دینے انہار کے اس نے کہا اور کچھ نہ لکھا وہ گاہے سننے انہار اور کرنے انہار کے اس نے بیان کیا کہ جس کا یہ نکاح ہوا تھا اس عورت نے اپنا نام عصمت جہاں بیگم بنت مولوی مسعود خاں بتایا تھا۔ اولاً یہاں جو نقل انہار جلال خاں آئی اس میں شروع سے یہ لفظ ہیں محمد رضا خاں نے مجھ سے کہا یہ عورت عصمت جہاں بیگم حسن رضا خاں کے ساتھ نکاح کرتی ہے تم گواہی دو۔ پھر یہ لفظ ہیں، میں گھر میں اندر گیا تو والدہ حسن رضا خاں نے عصمت جہاں کو جھکوا دیا۔ تو کیونکر صحیح ہو کہ تمام انہار میں مدعا علیہا کا نام نہ لیا۔ ثانیاً کچھ یوں کا ضابطہ یہ ہے کہ گواہ بیان کرتا ہے اور اہلکار لکھتا جاتا ہے ظاہر ہے کہ کہنے اور لکھنے میں برفرق ہے کچھ الفاظ کا وہ جانا مستبعد نہیں و لہذا یہ امر لازم رکھا گیا ہے کہ انہار لکھ کر گواہ کو سنایا جائے کہ کہیں کچھ فرق کچھ کمی بیشی ہو تو تصحیح ہو جائے انہار اس وقت تک سمجھا جاتا ہے جب بعد سنانے کے تطبیق ہو جائے اب اگر کچھ لفظ لکھنے سے رہ جائیں تو فرمائیے گواہ کیا کرے اگر سکوت کرتا ہے تو انہار ناقص رہتا ہے بتاتا ہے تو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ تو بیان سننے کے بعد کہتا ہے۔ اگر واقعی ابتدائی انہار جلال خاں میں وہ فقرے کہ تم نے اوپر نقل کئے مکتوب نہیں تو ذی علم مجوز نے بہت مناسب تحریر فرمایا کہ انہار ایک غیر معین عورت کی نسبت تلبند ہوا ہے تلبند یہ نہیں ہوا ہوگا جس کی تصحیح جلال خاں نے سنانے وقت کر دی۔ ثالثاً یہی ہی کہ گواہ نے اولاً تمام انہار میں عصمت جہاں بیگم کا نام نہ لیا مگر ابھی کہ مجلس انہار ختم نہ ہوئی گواہ نے وہاں سے قدم نہ ہٹایا اگر ایک امر کہ اگلے بیان کے کسی حرف سے اصلاً مخالفت نہ تھا زائد کیا گیا گناہ ہوا خصوصاً وہ بھی کہ شاید کو اس کا بیان نہایت ضرور تھا۔ ادا کے شہاد کہ اللہ عزوجل نے اس پر فرض کیا ہے اس کے ناقص رہا جاتا تھا۔ بھلا یہاں تو ابھی مجلس نہ بدلی تھی شاہد وہاں سے ہٹنے بھی نہ پایا تھا۔ علماء کرام یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر شاہد عدل مجلس شہادت بدلنے کے بعد دوسری مجلس میں آکر کہے کہ جس کے باب میں نے گواہی دی اس مدعی کا یہ نام ہے یا مدعا علیہا کا نام مجھ سے چھوٹ گیا تھا اس کا یہ نام ہے جب بھی قبول کر لیں گے اور شہادت میں اصلاً نقص نہ جائیں گے کہ ان ناموں کا بیان سے رہ جانا کوئی محل ہمت نہیں اور اگر مجلس ہنوز نہ بدلی جب تو موضع شہدہ و ہمت کی تبدیلیں بھی قبول کر لیں گے مثلاً گواہی دی کہ اس مدعی کے اس مدعا علیہ پر ہزار روپے آتے ہیں۔ ختم شہادت کے بعد کہاں میں بھول گیا تھا پانسو آتے ہیں

یا بھے یاد نہ رہا تھا دو ہزار آتے ہیں ان تبدیلیوں سے قبول شہادت میں کچھ فرق نہ آئے گا جبکہ مجلس ہنوز نہ بدلی ہو اور شاہد شرعی ہو یہاں
کہ مجلس بدلی نہ شاہد نے کوئی تبدیلی کی صرف ایسی بات بیان کرتا ہے جس میں بتصریح علماء تہمت نہیں اور اس کا تدارک ادا کے فریضہ شہادت
کے لئے اس پر لازم تھا بعد سماع اظہار اس کے بڑھانے کو وجہ نقص قرار دینا اصلاح نہیں ہو سکتا کافی و بھر الرائق وغنیہ و علمگیریہ وغیرہ میں ہے
واللفظ لهذا ان كان عدلا قبلت شهادته في غير موضع الشبهة مثل ان يدع لفظه الشهادة او يترك ذكر اسم
المدعى او المدعى عليه او الاشارة الى اهدما سواء كان في مجلس القضاء او في غيره اما في موضع شبهة التليس
كا اذا شهد بالف ثم قال غلطت بل هي خمسمائة او بالعكس تقبل اذا قال في المجلس وبعد ما قام عن المجلس
لم تقبل اه باختصار۔ راجعاً بفرض غلط یہ بھی یہی کہ جلال خاں کا پھلا الحاق نہ مانا جائیگا پھر کیا ہوا اسی قدر نہ کہ عصمت جہاں بیگم
کا نام اس نے نہ لیا مگر اس سے غیر معین عورت پر شہادت کہاں سے لازم آئی وہ صراحتاً کہہ رہا ہے کہ میں نے اس عورت کا مونہہ دیکھا تھا
نام سے تو وہ تعین ہو بھی نہیں سکتی جو مونہہ دیکھنے سے ہوتی ہے تو وہ ضرور ایک معین عورت پر گواہی دے رہا ہے جو اس کی دکھی ہوئی
ہے ہاں مجوز کو معلوم نہ ہوا کہ عصمت جہاں بیگم ہی وہ عورت ہے جسے گواہ نے دیکھا اور اس پر گواہی ادا کی یا وہ کوئی اور عورت تھی ہم اوپر
بیان کر آئے کہ اس کا چارہ کار مجوز کے ہاتھ میں تھا نہ کہ گواہ کے۔ مجوز نے عصمت جہاں بیگم کو کیوں نہ بلوایا شاہد کے سامنے اس کا منہ کیوں نہ
کھلوایا کہ وہ تناخت کرتا عصمت جہاں بیگم اگر ذی عزت خاندان سے پرہیز نشین محذره تھی کہ کچھری میں اس کا آنا مناسب نہ تھا حاکم نے
اپنے امین کے ساتھ جلال خاں کو عصمت جہاں بیگم کے مکان پر بھیج کر تکمیل شہادت کرائی ہوتی۔ خود شہادت کامل نہ ہونے دینا اور شاہد پر
اعتراض کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بالجمہ کچھ خاص اسم و نسب ہی کے ساتھ معرفت لازم نہیں بلکہ یا یہ ہو یا معرفت چہرہ۔ جامع الفصولین
میں ہے المعرفة بالوجه او بالنسب لا بد منها لاداء الشهادة اس اظہار میں اگر قسم اول مترمک تھی تانی مذکور تھی اور
اس کی تکمیل بدست حاکم تھی فافهم۔

(۲۰) سروری بیگم و امجدی بیگم کی شہادتوں پر اعتراض فرمایا کہ مدت واقعہ کی بلا ایراد و تصرف کے اس طرح بیان کی ہے کہ عرصہ سات
آٹھ ماہ کا ہوا جو معمول دو مدت پر ہے ایسی شہادت بوجہ جہالت شرعاً قابل قبول نہیں بلا ایراد حرف یا کا ذکر تو بیکار ہے حرف یا
کے ساتھ ہوتا جب بھی تعین نہ ہوتا بلکہ جب تعین نہ ہونا اور اظہر تھا مگر ذی علم مجوز نے اتنا خیال نہ فرمایا کہ ثبوت نکاح تعین زمان پر
موقوف نہیں نہ جہالت زمانہ اس کو مضر تر و نزدیک سے آخر اسی قدر تو مفہوم ہو گا کہ گواہ کو تاریخ یاد نہیں پھر کیا حرج ہوا۔ علماء تو فرماتے
ہیں اگر حاکم گواہ سے وقت پوچھے اور وہ صراحتاً اپنی بے علمی بیان کرے کچھ مضر نہیں کہ یہ لغو زائد بات ہے جس کی تعین کی ضرورت نہیں
و چیز کروری پھر قرۃ العیون میں ہے لو سألهما القاضی عن الزمان او المكان فقالا لا نعلم تقبل لانهما لم یكلفا به
وفیها عن الدر المنقح عن الفتح وغیره لا یكلف الشاهد الی بیان الوقت و المكان اه اقول و یون بین بین
اختلافهما فی المكان او الزمان و بین تردد احدہما فی احدہما فان کلا المختلفین قاطع بمقالہ و باختلاف
الزمان و المكان یختلف الفعل و ما الحق بہ اما المرود فلم یقطع بشئ فلم یکن الا کعدم البیان فلا یخلف باللفظ

(۲۱) بوستان خاں کی شہادت غیر معتبر کہ وکیل نکاح ہے ہذریہ وکالت خود عقد کرنا مدعا علیہا کا بیان کیا ہے اور وکیل کی شہادت جس امر میں وہ وکیل ہونا جائز ہے۔ یہ اعتراض اگر کچھ اہمیت رکھتا تو نہ نقطہ شہادت بوستان خاں بلکہ خود حاکم مجوز پر بھی تھا بیان مدعی و تفتیحات مجوز سے ظاہر ہے کہ پیش از شہادت علم مجوز میں آچکا تھا کہ اسے وکیل بتایا گیا ہے اور یہ اپنی وکالت سے وقوع تزویج کی شہادت دیکھتا تو اسی وقت مجوز پر لازم تھا کہ اسے ہرگز شہود میں نہ لیں اور اتنی طویل ویر تک سماع شہادت و جرح وغیرہ میں اپنا اور اس کا اور وکلاء فریقین کا وقت ضائع نہ فرمایا کہ جو اصلاً صحیح نہیں اس سے اشتغال تفتیح وقت کے علاوہ متنوع و ناجائز و گناہ ہے قنہ و درختار وغیرہا میں ہے تکررہ تحریر میا لائے اشتغال بسکا یصح مگر بحمد اللہ نہ ذی علم مجوز کا وقت ضائع ہوا نہ گواہ کا نہ اس سماع شہادت میں مجوز نے کوئی شرعی گناہ کیا کہ شرفاً بوستان خاں کی شہادت اس مقدمہ میں ضرور قابل سماعت و قبول تھی وکیل کی شہادت جس امر میں وہ وکیل ہو اس وقت ناجائز ہے کہ مشہود پر یعنی امر مقصود بالشہادت خود اس وکیل کا فعل ہو کہ انسان کی شہادت اپنے فعل پر مقبول نہیں خود عبارات منسلکہ فیصلہ میں قرۃ الیمون سے ہے قوله والوکیل ای بالنکاح قوله لو باثبات النکاح ای لا تقبل باثبات النکاح لانها شهادة علی فعلہ نیز یہی علت درختار سے نقل فرمائی مگر یہاں ایسا نہیں یہاں فعل و مشہود ہر دو ہیں نکاح کی اجازت دینی کہ عصمت جہان یکم کا فعل تھا اور تولی عقد یعنی ایجاب یا قبول کرنا کہ قاضی نکاح خواں کا فعل تھا ان دونوں میں بوستان خاں کا کوئی فعل نہیں وہ بیچ میں صرف مبلغ اجازت تھا جیسا کہ ان بلاد کے عرف عام میں ہر وکیل نکاح کا حال ہے کہ نکاح پڑھوانا قاضی سے مقصود ہوتا ہے اور یہ وکیل صرف مبلغ اجازت نہ یہ کہ آپ تولی عقد کرے والمعہود عرفاً کاملشروط لفظاً کما نصوا علیہ قاطبہ و لہذا ذی علم مجوز نے بھی عقد کرنا کہا نہ کہ عقد کرنا اور مبلغ کی شہادت مقبول ہے اگرچہ وہ اپنا فعل تبلیغ بھی شہادت میں بیان کرے قادی ملکیہ میں ہے عن ابی یوسف فی النوارذ اذا شہد شاہد ان فلانا امرنا ان نبلیغ فلانا انه قد وكله ببيع عهده وقد اعلمناہ او امرنا ان نبلیغ امرنا ان نبلیغ امرنا انه جعل امرها بیدھا ببلغناھا وقد طلقت نفسها جازت شہادۃھا ولو قالنا شہد انه قال لنا خیرا امراتی فخرناھا فاختارت نفسها لا تقبل شہادۃھا کذا فی المحیط۔

(۲۲) سید فضل علی شاہ قاضی نکاح خواں اگرچہ نیک آدمی اور بہت اچھا ہے لیکن شہادت بوجہ جہالت غیر مفید ہے کہ شہادت مذکور سے نہ تعین تاریخ ثابت ہے نہ ہینہ نہ اسمائے گواہان نہ وکالت نہ اسم منکوحہ جو شرط ہے اس مقدمہ میں۔ سید صاحب موصوف کی شہادت ضرور محض نامسموع ہے اور یہی وہ شہادت ہے جس کا سننا اور اس میں اپنا اور شاہد وکلاء فریقین کا وقت ضائع کرنا مجوز کہ ہرگز جائز نہ تھا کہ جب وہ پیش از شہادت عہدہ نکاح خوانی سے مستعفی ہو چکے اور اب خود اپنے فعل یعنی عقد کرنے پر گواہی دے رہے ہیں تو یہ شہادت ہرگز صحیح نہیں اور اس کا سننا مناسب ناجائز و تفتیح وقت تھا۔ اس شہادت پر اعتراض یہ ہے نہ یہ کہ تعین تاریخ و باہ و ذکر اسماء گواہان و وکالت سے خالی ہونے کے باعث بوجہ جہالت غیر مفید ہے شہادت نکاح میں ان اشیاء سے کسی کا ذکر اصلاً لازم نہیں تاریخ و ماہ کی نسبت عبارات نمبر ۲۰ میں گزریں اور وکالت و اسمائے گواہان کا ذکر اس سے بھی زیادہ لغو و غیر ضروری۔ کیا ذی علم مجوز کسی کتاب سے ثبوت دے سکتے ہیں کہ شہادت نکاح میں جب تک اسماء گواہان و وکالت کا ذکر نہ ہو مرد و عورت ہرگز نہیں رہا اسم منکوحہ اگرچہ قاضی تھا

نے عصمت جہاں بیگم کا نام نہ لیا صرف اتنا کہا کہ نام رجسٹر میں لکھا ہے مگر یہ ضرور کہا کہ مسعود خاں کی دختر نے اپنے نفس کا اختیار دیا مسعود خاں کی دختر جو اپنے نفس کا اختیار دینے کے قابل ہو ایک ہی عصمت جہاں بیگم ہے، اس کی دو چھوٹی بہنیں بہت صیغر سن ہیں کہ کسی تصرف کی اجازت دینے کے قابل نہیں اور مقصود منکوحہ کا تعین ہے اگرچہ کسی طرح ہو کچھ نام لینے ہی کی ضرورت نہیں مثلاً گواہ گواہی دیں کہ زید نے اپنی بڑی لڑکی کا نکاح کیا شہادت مقبول ہے یہاں تک کہ اگر گواہ یہ بھی کہیں کہ مگر ہم نہیں جانتے کہ یہ مدعا علیہا زید کی بڑی لڑکی ہے جب بھی گواہی مقبول ہوگی اور مدعی سے اس پر گواہ لئے جائیں گے کہ یہی مدعا علیہا اس کی دختر کلاں ہے علیگریہ میں ہے فی الخزانة قال الزوج الكبرى لكن لا سند والكبرى تكلفه باقامة البينة ان الكبرى هكذا. جامع الفصولین میں ہے

شهد انه زوج بنته منه ولا يعرفها بوجهها فلزم تكن له اكا بنت واحدة تقبل لزوال الجهالة۔

(۲۳) محمد جان کی شہادت ضرور لغو و بطل ہے کہ وہ صراحتہ کہتا ہے میں نے نہ سنا کیا نام مسماة کا لیا تھا اور نام کے علاوہ بھی کوئی پتہ اصلا نہیں بتانا مگر علی حسین کی گواہی اگرچہ لغو رہی کہ ناکح و منکوحہ کسی کا نام نشان نہیں لیکن انصافاً وہ لغو رکھی گئی شاہد جب ایسی گول جمل بات کہے تو حاکم کو حکم ہے کہ اس سے استفسار کرے تاکہ بات صاف ہو جائے تا تمام بات کہے تو اس سے پوچھے کہ بات پوری ہو جائے معین الحکام میں ہے ینبغی ان یسهل اذن البينات ولا یسئلهم فاذا حضروا السنه و قر بهم و بسطهم و سألهم عن شهادتهم فان كانت تامه قیدها وان كانت ناقصة سألهم عن بقيةها وان كانت محملة سألهم عن تفسيرها اور یہ تلقین نہیں بلکہ نظر ہے جس کے لئے قاضی مقرر ہوا۔ اکثر اہلک زمانہ جاہل ہیں وہ نہیں جانتے کہ شہادت میں شرعاً کیا کیا ضرور ہے اگر انھیں کے بیان پر چھوڑا جائے عام شہادتیں ناقص و ناتمام اتریں گی اور حقوق مسلمین ضائع ہوں گے و لہذا اگر حاکم جانے کہ مدعی دعویٰ پر وجہ صحیح ادا نہ کر سکے گا تو اسے اجازت ہے کہ مدعی کو دعویٰ کرنے کا طریق سکھا دے ورنہ وہی حاصل ہوگا کہ صاحب حق حق سے محروم رہے علیگریہ میں ہر رجل لا یحسن الدعوی والحصومة فامر القاضی رجلین فعلماه الدعوی والحصومة ثم شهد اعلی تلك الدعوی جازت شهادتھما ان کا ناعدلین ولا باس بذالك علی القاضی بل ہو جائز فیمن کا یقدر علی الحصومة ولا یحسن الدعوی خصوصاً علی قول ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کذا فی الظہیریۃ۔

(۲۴) شیخ حیدر خاں کی شہادت پر اعتراض کہ وہ گواہ نہ توکیل کا ہے نہ شناخت کا جو الفاظ نکاح کے بابت گواہی دی ہے اس میں نہ نام ناکح کا لیا نہ منکوحہ کا سمت تعجب نیز ہے نقل اظہار کہ یہاں اس کا شروع ان لفظوں سے ہے عرصہ کم و بیش سات ماہ کا ہوا کہ حسن رضا خاں کا نکاح مسماة عصمت جہاں بیگم مولوی مسعود خاں کی بیٹی سے ہوا میرے روبرو میں اس جلسہ نکاح میں شریک تھا اب سے کیا کہا جائے یہ تو کھلا گواہ نکاح ہے اور ناکح و منکوحہ دونوں کا نام لے رہا ہے ہاں اخیر میں یہ لکھا یا ہے کہ بوستاں خاں باہر آئے اور کہا کہ چند امیوں کا نکاح پڑھاؤ تب قاضی صاحب نے خطبہ پڑھا بعد ازیں قبول نکاح پڑھا یا یہاں بے شک زوجین کا نام نہ لیا پھر کیا ضرور تھا جبکہ اول صراحتہ بتا چکا۔

(۲۵) نظام الدین خاں کی گواہی کا وہی حال ہے جو نمبر ۲۳ میں علی حسین کی نسبت گزرا۔

(۲۶) جلال خاں کا حصہ بیان ہا بت انعقاد نکاح اس وجہ سے قابل لحاظ نہیں کہ جب کہ اس کی شہادت نسبت ثبوت توکیل جو اصل بنا و موقوف علیہ صحت دعویٰ ہے کا عدم ہے تو اس بارے میں اس کا حصہ بیان کیا معتبر ہو سکتا ہے اولاً بیانات سابقہ میں واضح ہو گیا کہ نہ ثبوت توکیل موقوف علیہ صحت دعویٰ تھا نہ جلال خاں کی گواہی نسبت توکیل کا عدم دونوں باتیں غلط ہیں ثانیاً بالفرض اگر ایک حصہ بیان جو عدم تعریف مقبول نہ ہو تو دوسرا حصہ بیان کہ امر جداگانہ کے متعلق ہے کیوں مردود ہونے لگا نہ رہے میں فصول عمادیہ و فتاویٰ ملکیہ سے گزر کر ایک گواہ نے صرف وکالت پر گواہی دوسرے نے وکالت و عزل دونوں پر یعنی وکیل بھی کیا پھر معزول بھی کر دیا تو دوسرے کی گواہی دربارہ عزل مردود ہے کہ نصاب تام نہیں اور دربارہ وکالت مقبول کہ اس پر نصاب کامل ہے درختار میں ہے شہد ابالف و قال احدہما قضی خمس مائة قیلت بالف الا اذا شہد معہ اخبیر و کثیر بہاں بھی ایک گواہ کا یہ حصہ شہادت کہ وہ علیہ پر ہزار روپے آتے تھے مقبول ہو اور دوسرا حصہ کہ ان میں سے پانچ سوا دگر چکا ہے نہ سنا گیا کتب فقہ میں اس کی بکثرت نظر نہیں لیں گی اما قول الدر الشہادۃ اذا بطلت فی البغض بطلت فی الکل فقد حققنا فیما علقنا علی رد المختار ان معناه ان المشہود بہ الواحد لا یقبل مرۃ ویرد اخری بل اذا ردۃ مطلقاً ابداً الا اذا کان لہ تعلق بامرین وقام بہ وجہ الرد ونظراً لی احدہما دون الاخر کما فی صور الاستثناء الثمان منہا شر الخمر الثابت بشہادۃ رجل وامرأتین یقبل فی حق العتق والطلاق المعلقین بہ کافی حق الحد اذا شہادۃ للنساء فی الحدود وھکذا فی البواقی ولیس المراد ان الشاہد اذا شہد بعدۃ امور فردت شہادۃ فی احدہا الامر یختص بہ لانفتح فی الشاہد ردت فی الامور الباقیۃ ایضاً فان ہذا باطل قطعاً شرذکرت الفرعین المذكورین۔

(۲۷) محمد حسن خاں کی شہادت اس وجہ سے لغو ہے کہ اس تمام بیان میں کہیں تذکرہ نام مدعا علیہا کا نہیں نہ کوئی ثبوت اس کی شناخت کا ہے بلکہ ایک حکایت ہے کہ کوٹھڑی میں سے جو آواز آرہی تھی اس کا اعادہ کیا ہے۔ یہ اعتراض بھی تمام شہادت پر نظر نہ فرمانے سے ناشی ہے اولاً محمد حسن خاں نے جہاں یہ کہا ہے کہ ایک کوٹھڑی جس میں کوڑا نہیں ہیں پردہ پڑا تھا اس میں سے یہ آواز آرہی تھی کہ میں اپنی خوشی سے آئی ہوں میری سوتیلی ماں سے ہمیشہ رنج رہتا تھا میرے والد مولوی مسعود خاں شہر میں نہیں ہیں حسن رضا خاں کے ساتھ میرا بیڑا بھی ہو چکا تھا اس وجہ سے میں یہاں چلی گئی اور ان سے آکر کہا میرا آج ہی نکاح کرو نہیں تو میں جیسے پہلے چلی گئی تھی ویسے ہی چلی جاؤں گی وہاں یہ بھی کہا ہے کہ پردہ سے منہ بھی نکالا تھا میں نے منہ بھی دیکھا تھا پھر ثبوت شناخت کی کیا ضرورت یہاں بھی وہ مباحث پیش آئیں گے جو امر ۱۹ و ۲۰ میں نسبت شہادت جلال خاں گزرے محمد حسن خاں صرف کوٹھڑی کی آواز کا حاکمی نہیں بلکہ آواز والی کو اسی وقت منہ دیکھ کر پہچانے ہوئے ہے ثانیاً دربارہ نام مدعا علیہا وہ بحث جو زیر امر ۲۲ گزری عائد ہے مولوی مسعود خاں کی بیٹی جو اس انظار کے قابل ہو صرف عصمت جہاں بیگم ہے رفتہ جہالت کو اس قدر بس ہے اگرچہ نام نہ لیا گیا۔ یہ اور اس کو باپ کی گواہی ثبوت نکاح کے لئے نہ تھی بلکہ اس سے بیان عصمت جہاں بیگم کی تکذیب مقصود ہے کہ وہ برصائے خود آئی ہے نہ کہ دوسری طرح۔

(۲۸) محمد حسن خاں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ تھانہ دار نے نہال الدین خاں اور محمود خاں سے کہا تم نے اس کوٹھڑی میں یہ بھی دیکھ لیا کہ کوئی

اور تو نہیں انہوں نے کہا اس میں ہماری ہی بھانجی ہے اور کوئی نہیں یہ قول بھی محمد بن خاں کا غلط ہے اس لئے کہ مسماۃ نعال الدین خاں کی بہن اور محمود خاں کی بھتیجی ہے نہ کہ بھانجی اور کسی امر عظیم میں اشغال کے وقت آدمی کی زبان ایک آدھ لفظ میں بہک جانا کب مستبعد نہیں ہوتا محمود خاں کے لئے اس واقعہ کا سخت امر عظیم ہونا باتفاق فریقین ثابت ہے فریق عصمت جہاں بیگم کے طور پر تو ظاہر تھی کہ ایک فیصلہ میں بیان کیا گیا ہے کہ مسود خاں اسی صدمہ سے دوران مقدمہ مر گیا محمود خاں ان کا حقیقی بھائی ہے اگر بھتیجی کا بھائی شدت صدمہ میں زبان سے نکل جائے کیا جائے تعجب ہے اور فریق حسن رضا خاں کے طور پر یوں کہ معاذ اللہ حقیقی بھتیجی نوجوان کواری باپ کے یہاں سے بھاگ کر ایک شخص کے یہاں چلی گئی اور خود نکاح کر لیا اور باپ بالجبر بلانا چاہتا ہے تو بچا اور بھائی کے سامنے یہ صاف صاف اظہار میں تھا کہ دار کو کہہ رہی ہے میں نہیں جانتی کون سے پیر پر رہتے ہیں کس باغ کی مولیٰ ہیں عیاذ باللہ یہ کیا تھوڑے صدمہ کا مقام ہے پھر آئی زبان بیکٹا کیا مجال اور جب یہ ممکن اور ضرور ممکن تو مجوز ذی علم نے کیونکر یقین کر لیا کہ یہ محمد بن خاں کی غلطی ہے کیا ممکن نہیں کہ محمود خاں ہی کی غلطی ہو اسی نے گھبراہٹ اور سختی کی حالت میں بھانجی کہا محمد بن خاں نے جو اس سے سنا وہی نقل کر دیا اسے اپنی طرف سے تصرف کا کیا اختیار تھا مع ہذا کیا حال ہے کہ عصمت جہاں بیگم کی ماں محمود خاں کی رشتہ کی بہن ہو تو بھانجی کہنے میں کوئی غلطی بھی نہیں ثانیاً بالفرض اگر یہ لغزش محمد بن خاں ہی نے کی تو الزام ہے کیا یہاں عصمت جہاں بیگم کی نسبت و قرابت کا کوئی مقدمہ پیش تھا کہ بھتیجی کی جگہ بھانجی کہنے میں فریق پر گیا یا شاید خواہ مدعی کا اس کے بھانجی ہونے میں کوئی نفع بھتیجی ہونے میں کوئی نقصان تھا پھر ایسے لغو و فضول امر سے جس کے لئے مقدمہ میں کوئی اثر نہیں اعتراض یعنی چہ۔

(۲۹) یہ بھی لغویت قول گواہ مذکور ہے کہ اس نے واقعہ کی مدت قطعی آٹھ ماہ کی بیان کی ہے اور بروئے حساب کہ تاریخ عقد ۲۴ اپریل ۱۸۸۷ء ہے تا روز اوائے شہادت کہ ۲۴ دسمبر ۱۸۸۷ء ہے مدت سات ماہ نو دن ہوتے ہیں تو یہ شہادت متعلق کسی واقعہ ماقبل کہے۔ اولاً عصمت حیرت ہے کہ یہاں جو نقل اظہار آئی اس میں صاف یہ لفظ ہیں عرصہ تخمیناً قطع ثانیاً اللہ عزوجل فرمایا ہے الحج اشھر معلومت زمانہ حج چند ماہ معلوم ہیں اشھر بصیغہ جمع فرمایا جس کا اقل تین ہے حالانکہ وہ صرف یکم شوال سے دوہم ذی الحجہ تک دو مہینے دن اور انام شافعی کے نزدیک ہجرت دو مہینے نو دن ہیں اور آثار میں علامہ مصطفیٰ رحمتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے حاشیہ در مختار سے ہے اطلاق اشھر فی قولہ تعالیٰ الحج اشھر معلومت علی شھرین وبعض الثالث جب دو مہینے نو دن کو تین مہینے کہنا جائز ٹھہر تو سات مہینے نو دن کو آٹھ مہینے کہنے میں گناہ ہوا ہاں اگر محمد بن خاں قید لگانا کہ پورے آٹھ مہینے ہوئے یا بے کم و بیش یا کامل تو ضرور اعتراض کا محل تھا معالم التنزیل میں ہے شوال و ذوالقعدة و شبع من ذی الحج و اشھال الشھر و لفظ تابع لان للعرب شے الوقت تاما بقلیلہ و کثیرہ تقول ایتناک یوما الخمیس و اشھال اتا فی ساعۃ منہ و یعقولون ذر تک العام و اشھالہ فی بعضہ اھ مختصراً و لہذا جب احتمال مجاز ذی الحج کرنا چاہا قرآن عظیم نے قید کمال بڑھا کر تلت عشرۃ کاملۃ فرمایا کثافت میں زیر تورات حاکم حاکمین کاملین لھا تو کید کقولہ تعالیٰ تلت عشرۃ کاملۃ لانہ مما یتساح فیہ فتقول اقامت عند فلان حولین و لھا تکلمہ شہادتوں پر دیگر اعتراضات کا بھی خاتمہ ہو گیا اب قرآن سنئے: **قرآن**

(۳۰) واقعہ حیرت غیر خلاف عقل ہے عورت پر وہ نشین ناکھڑا معزز نامی شخص کی بیٹی کا پایا پیادہ تنہا شب میں بلا اجازت شخص دیگر کے محلہ در سے باغ انگوری تک آنا پھر خواہش نکاح کی کرنا اور بلا علم و شرکت اعزاء معززین محلہ بکالت اجنب نام آشنا و شہادت اشخاص غیر شاہد کمال

ہونا اصلاً قابل باور ہونے کے نہیں۔ اور اس سے پہلے تو کیل بوستاں خاں کی نسبت فرمایا مدعا علیہا پردہ نشین شریف زادی ہے اس بیباکی و بے حیائی کے ساتھ ایک شخص اجنب سے ایسے شرم کے وقت جو ذلیل ترین عورت بھی ایسی باتیں نہیں کر سکتی بلحاظ رسم و رواج شرنا اصلاً مقل سلیم اس کو باور نہیں کر سکتی یہ جملہ کار سازی مصلحتی و صنعتی ہے۔ (اولاً صریح شہادتوں کے خلاف قرآن پر حکم ناممکن۔ علماء فرماتے ہیں ان البینة کا سمہا مبینة و الثابت بالشہادة کا الثابت بالمشاہدۃ آدمی جس طرح آنکھوں دیکھی بات کو محض اس بنا پر رد نہیں کر سکتا کہ قرینہ اس کے خلاف ہے یوں ثابت بالشہادۃ کو قرآن سے غایت دور ہے اگر ہو گا تو یہ کہ بیان شہود میں ریب و تہمت پیدا ہوا اور محمد زید سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الاصل میں تحریر فرماتے ہیں کہ ریب و تہمت کے سبب گواہیاں رد نہیں ہو سکتیں فی الہندیۃ عن الہیط عن الاصل القاضی وان کان یتھمہم فالشہادۃ لا تدر بمجر د التھمۃ شریف زادیوں کا مکان سے جا کر با اختیار خود نکاح کر لینا اگرچہ رسم عام نہیں مگر غیر عام منوع و حرام نہیں اگر تلاش کیجئے تو رام پور ہی میں اس کی میں نظریں ملیں گی اور رات کو پیادہ لگی کوچوں میں پھرنا تو وہاں بکثرت شائع ہے جن طرح لکھنؤ میں۔ بریلی میں شریف خاندان اسے ضرور عیب سمجھتے ہیں مگر رام پور میں اگر یہ عیب ہے تو برائے گفتن ہے عملی طور پر اکثر خیالوں میں عیب نہیں بلکہ وہاں بہت جگہ سنگتی وغیرہ کی تقریبوں میں شب کو آپ ڈھول بجاتی ہوتی ہوئی نکلنے کی رسم ہے ان میں کواریاں بیابیان جوانیں بڑھیاں سب طرح کی ہوتی ہیں اور بعض بیباکیں تو مراد لباس پہن کر تپنے کی جوڑی لگا کر نکلتی سنی گئی ہیں یہاں تک سموع ہو کر بعض اونچے گھر والیاں اسی وضع میں شرک پر مقتول ملیں والیاذ باللہ رب العلمین مفتی و حاکم دونوں پر لازم کہ جہاں کی نسبت حکم یا فتویٰ دیں خاص وہاں کے رسم و رواج پر لحاظ کریں دوسرا رواج اگرچہ کیسا ہی عام ہو وہاں کے اپنے رواج کا معارض نہیں ہو سکتا تا نیا رسم و رواج کے قرآن تو اس وقت ڈھونڈھے کہ خود اصل شخص مجتہد عنہ کے افعال و اقوال حرکات و اعمال پر اطلاع نہ ہو جب خود اس کی حالت معلوم پھر دوسروں کے رواج سے اس پر حکم کیا معنی۔ یہاں دو باتیں حیرت خیز و تعجب انگیز اور عقل سلیم سے بعید سمجھی گئیں ایک تو عصمت جہاں بیگم کا پیادہ گھر سے تنہا چلا جانا دوسرے اجنبی شخص بوستاں خاں سے بیباکانہ یہ گفتگو کہ بھائی بوستاں خاں میں نے تمہیں اپنے نکاح کا دلیل کیا۔ ان دونوں باتوں کی زندہ نظریں بدرجہا ان سے زائد خود عصمت جہاں بیگم کے افعال و اقوال میں موجود یہی عصمت جہاں بیگم مدعا علیہا ہی عورت پردہ نشین ناکتہ ایہ معزز نامی شخص کی بیٹی ہی نوجوان کواری شریف زادی ابھی قریب زمانہ ہوا اس نکاح سے دو ہی مہینے پہلے اپنے مکان سے بلا اطلاع غائب ہو کر اسٹیشن ریلوے رامپور تک جا چکی ہے اس کا بہنوئی یعنی پھوپھی زاد بہن کا شوہر تلاش کرنا گیا اور منالایا سید مراد علی سب انسپکٹر اسٹیشن رامپور نے لکھا یا ۲۵ فروری ۱۹۳۵ء میں زبانی ضامن شاہ خاں ولد عادل شاہ خاں کے معلوم ہوا کہ میری حقیقی سالی اچھن بیگم مکان سے ناخوش ہو کر چلی آئی ہے زمانہ کرہ میں تلاش کر دی جائے میں نے تلاش کرایا زمانہ کرہ میں موجود ملی ہمراہ لے کر واپس مکان خود ہوا۔ سروری بیگم جس کے مکان پر نکاح ہوا عصمت جہاں بیگم کی بھانجی ہے اپنی بھانجی کے یہاں آنا، آخر اسٹیشن تک پہنچنے سے کچھ کم ہی ہو گا۔ اچھن بیگم جس کا ذکر اظہار مذکور میں ہے یہی عصمت جہاں بیگم ہے جیسا کہ وہ خود اپنے اظہار میں کہتی ہے کہ میرے چچا کو بھی اچھی کہتے ہیں کبھی اچھن صاحب کبھی اچھن ضامن شاہ خاں مذکور اس کا بہنوئی ہے جیسا کہ اس لگی ماں کے اظہار میں ہے کہ ضامن شاہ خاں میرے دادا جکے باپ کا نام عادل شاہ خاں ہے عصمت جہاں بیگم کے اس خفیہ چلے جانے کو ذی علم مجوزج ریاست نے بھی اپنے فیصلہ میں اخذ کیا اور اس سے عصمت جہاں بیگم کے باب میں وہ نتیجہ نکالا جسے فتویٰ میں ذکر کرنا مناسب نہیں۔ اس کا چند روز تک حسن رضا خاں کے مکان پر رہنا اور

اس کے حقیقی بھائی کا وہ ہیں اس سے ملنے کو جانا اور اس کے باپ کے بھئی سے آنے تک اس کے حقیقی بھائی حقیقی چچا سب کا چپ رہنا
استثنا نہ درکنار اطلاع بھی نہ کرنا پھر بھئی سے آنے کے بعد بھی کئی دن کی خاموشی ہو کر کارروائی چلنا اور عصمت جہاں بیگم کا بھرا بھریا حسن رضا خاں
کے مکان سے نکلنا یہ واقعات تو ایسے ہیں جنہیں کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہاں فریقین اس میں مختلف ہیں کہ یہ جانا بھرا بھریا بخوشی عصمت جہاں
بیگم جبر تیا تیا ہے اور وہ شرفا اس میں مدعی ہے بار ثبوت اس کے ذمے تھا اور وہ اس میں محض ناکام رہی۔ اس کے اور اس کے باپ اور اسکے
گواہوں کے اظہار سب عجیب عجیب تناقضوں اور خلاف عقل و بعید از قیاس باتوں پر مشتمل ہیں جنکو دیکھ کر صاف مترشح ہوتا ہے کہ صنعتی و
مصطنعی کہنا انھیں بیانیوں کو شایاں ہے ان کے نقائص و قبائح کی تفصیل آسان تھی مگر اس کے ذکر سے حاجت تطویل نہیں کہ خودی علم مجوز
نے ان پر اظہار نہ کیا اور عصمت جہاں بیگم کا با بھرا ہونے کے مکان سے لایا جانا مسلم نہ رکھا آخر فیصلہ میں فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدعا علیہا
حسب رسم و رواج زمانہ اپنی بھانجی کے گھر کسی ضرورت سے گئی مگر جہر نہ مان کر بیان مدعی و گواہان مدعی مردود ہونے پر قرآن عقلیہ کی کوئی کافی شہادت
نہیں۔ جب عصمت جہاں بیگم کا اس کے یہاں بخوشی جانا مسلم تو مدعی کا اس میں کیا نفع تھا کہ اس کاروائی کو پایادہ مردانہ لباس میں آنا بیان کرنا کیا اگر ڈولی
میں آنا بتاتا تو ثبوت نکاح میں اشکال ہوتا۔ نہیں نہیں بلکہ بظاہر اسی بیان میں شکل استہزاء تھی جیسا کہ ذی علم مجوز کو واقع ہوا کہ اس کا یوں آنا بعید از
عقل سمجھا تو خلاف واقع ایسی بات کہ اپنے دعویٰ میں شبہ پیدا کرے بیان کرنا اور مطابق واقع صاف صاف ہے استہزاء کو چھوڑ دینا اصلاً کوئی وجہ
نہ رکھتا تھا۔ لاجرم قرین نیاس ہی ہے کہ جیسا وہ کہتا ہے وہی واقع ہوا اور اس نے اپنی دیانت خواہ سادگی سے بیان واقعہ میں کوئی توضیح نہ کیا جو گذرا
تھا بے کم و بیش وہی بیان کر دیا اور نہ وہ بناوٹ چاہتا تو اسے یہ کہنا بہت آسانیاں دیتا کہ عصمت جہاں بیگم ڈولی میں اپنی بھانجی کے پاس آئی اور نکاح
کی خواستگاری ہوئی۔ ہم نے دیوانی و جی دونوں مقدموں کے کاغذات فریقین و گواہان فریقین کے اظہارات تفصیل دیکھے اصلاً کسی حرف سے نہ تو عصمت
جہاں بیگم کے دامن عصمت میں کوئی لوٹ و التباس نظر آتا ہے نہ بیان حسن رضا خاں میں کوئی امر بعید از قیاس۔ غیب کا علم عالم الغیب عز جلالہ کو ہے
مگر رودادوں کا ملاحظہ بے رورعایت حالت واقعہ یہ بتایا ہے کہ عصمت جہاں ضرور اپنے نام کی عصمت جہاں ہے حاشا اس پر کسی بد وضعی کا ثبوت
نہیں مگر اس کی طبیعت خلقت خوش باش و آزادی پسند و لطیف و ظریف واقع ہوئی ہے وہ صدیوں کا تحمل درکنار محکومی و دست گیری سے بھی بیزار
ہے۔ حبیب النساء بیگم اس کی سوتیلی ماں ہے حسب عادت زمان بلکہ رواج عام ہر زبان اس عداوت کے رشتے سے عصمت جہاں بیگم کو ازبیت پہنچی
تھی اور کچھ نہ ہو تو کم از کم وہ محض محکوم و دست نگر رکھی گئی تھی اس کی آزاد طبیعت اس قید و بند سے بھاگتی تھی جیسا کہ وہ خود اپنے اظہار میں درپردہ
شکایت ہے کہ میرے پاس رو بہ طلحہ نہیں رہتا ہے چچا ماں بھائی سے ہر چیز منگا سکتی ہوں ایسی چیز جس کو میرا جی چاہے اور یہ لوگ منع کریں نہیں منگا
سکتی ہوں۔ انھیں وجوہ سے وہ ایک باتنگ آکر پیشین تک فرار کر چکی اس بار بکڑی گئی اور پھر اس کو اسی قید کا سامنا ہوا اور منظر یہ ہے کہ اب بوجہ
فرا قید و تشدد میں اور اضافہ ہوا ہو وہ وقت کی منتظر تھی اس کا باپ بھئی گیا ادھر سوتیلی ماں کو ستانے کا زیادہ موقع ملا ہو گا ادھر اس نے اپنی آزادی
تاکم کرنے کا اچھا وقت پایا۔ سوچی کہ ابھی پہلا ہی سافر ہوا تو اسی طرح بیکار جائیگا وہ تدبیر کیے کہ ہمیشہ کو آزاد ہو جائے۔ حسن رضا خاں سے
اس کا بیڑا ہو چکا تھا جیسا کہ خود اس کی ماں نے اپنے ایک اظہار میں اقرار کیا ہے اسے سب کے ظاہر ڈولی منگا کر حسن رضا خاں کے یہاں جانے کا حسب
رسم زمانہ کوئی موقع نہ تھا لہذا اس کا پاؤں ایک بار کھل چکا تھا رات آنے کا منتظر رہا اس کے یہاں معمولاً آٹھ یا نو بجے رات کو سو جاتے ہیں جیسا کہ خود

اس نے اپنے اظہار میں لکھایا ہے باپ گھر میں نہ تھا اس بھائی نوبہے سو گئے اس نے دس بچے راہ مقصود لی اس کے بھائی نے سوتے وقت اپکن ٹوپی اتار کر رکھی تھی یہ سمجھی کہ چاندنی رات ہے کہ صفر کی آٹھویں شب تھی اور ابھی راستہ چل رہا ہے جیسا کہ خود اس کی طرف کے اظہاروں میں ہے کہ راہ میں اس کے چچا وغیرہ لوگ ملے تھے اپنے لباس میں کہیں پہچانی نہ جائے لہذا بھائی کی فیکر گذاری کے ساتھ اس کی اپکن ٹوپی زیب بدن کی اور دی ہو جو وہ سمجھتی تھی کہ اب کسی نے نہ پہچانا یہاں تک کہ وہ اپنی بھانجی کے گھر میں آگئی یہاں کی عورتیں اجنبی جو ان کو آتے دیکھ کر ضرور گھبرائی ہوگی مگر یہ محل اس کے کھل جانے کا تھا اس کے اتنے کہنے پر کہ میں ہوں عصمت جہاں بیگم، وہ گھبراہٹ اب اس تعجب سے بدل گئی ہوگی کہ تم اس وقت اس وضع میں کہاں اور اس کا اس نے وہی جواب دیا ہوگا جو اپنی خود مختاری کے اظہار میں کہہ چکی تھی کہ میری سوتیلی ماں مجھے زہریلے دیتی ہے میرا نکاح کر دو ورنہ پہلے کی طرح پھر چلی جاؤں گی وہ خوب سمجھ لی تھی کہ اس کی آزادی قائم کرنے کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو یہی نکاح ہے کہ اس کے بعد وہ لوگ مجبور ہو جائیں گے شوہر کا گھر اسٹیشن کا کرہ نہ ہوگا جہاں سے ضامن شاہ خاں پکڑے جائیں اس نکاح کے لئے ضرور تھا کہ اس کے اعزہ و اقارب و اہل محلہ نہ بلائے جائیں کہ یہ تو بالکل برعکس مراد ہوتا تو اس کو یہاں قریب بے اصلی دعویٰ ٹھہرانا اصل مطلب سے غفلت پر مبنی ہے۔ تلاشی کے وقت اپکن ٹوپی کا مدعی کے یہاں سے برآمد ہونا بھی اسی کا موذی ہے کسی طرح قرین قیاس نہیں کہ لوگ ڈاکہ ڈالنے جائیں اور فقط روپے آٹھ آنے کے دو استعمالی کپڑے لیکر چلے آئیں پھر انہیں اپنے یہاں رکھ چھوڑیں یہاں تک کہ کئی دن بعد تلاشی میں نکلیں حالانکہ کپڑا فوراً پہچانے جانے کی چیز ہے لاجرم وہ اسی طرح آئے جس طرح مدعی بیان کرتا ہے اور انہیں گھر میں رکھنے سے احتراز نہ کیا کہ خود پہننے والی ہی موجود تھی اور اس نے اپنی خوشی سے نکاح کیا تھا مدعی مطمئن تھا کہ فساد نہ اٹھیکا آخر کئی روز تک اس کے چچا بھائی خاموش رہے تھانے میں بھی خبر نہ کی بلکہ چچا اور بھائی اور بہنوئی خود یہاں آکر اس سے مل گئے جیسا کہ حبیب النساء بیگم و عصمت جہاں بیگم و نہال الدین خاں کے اظہار سے ثابت ہے وہ اقرار کرتا ہے کہ محمد رضا خاں مجھ کو اندر مکان کے لئے گئے تھے اور دوسرے اظہار میں یہ بھی لکھا ہے کہ محمد رضا خاں نے لڑکی سے کہہ دیا تھا کہ تمہارے بھائی آتے ہیں، کیا جو کوئی بھاگ کر لانا ہے اس کے بھائی کو کونسا مکان کے اندر لے جاتا ہے۔ آگے نہال الدین خاں کا کہنا کہ بعد لے جانے کے محمد رضا خاں نے مجھے کہا کہ تم کیوں آئے ہو چلے جاؤ ہم تم کو ماریں گے، محض نامقبول ہے ان لوگوں کو نامنظور ہوتا تو پہلے ہی مکان میں کیوں جانے دیتے ہاں شاید اس نے اندر جا کر اپنی بہن کو کچھ بہکانا یا دھمکانا شروع کیا ہو اس پر محمد رضا خاں نے ایسا کہا ہو نیز مدعی کو الطمینان تھا کہ کسی نے فساد چاہا بھی تو عصمت جہاں بیگم جو ان عورت خود مختار ہے اس پر کسی کی ولایت جبریہ نہیں وہ اپنی عصمت پر ہمت نہ رکھے گی اور ہوا بھی ایسا ہی وہاں جو اس کا اظہار ہوا ہے اس میں سارا واقعہ کہہ سنایا مگر جب بالجبر باپ کے یہاں بھیج دی گئی۔ یہاں اسے پڑھایا ہوا سبق پڑھنا پڑا۔ اس سلسلہ وار قرین قیاس واقعہ کو دیکھ کر کچھ بھی اس کا تعجب نہیں رہتا کہ عصمت جہاں بیگم نے کوئی بوسٹاں خاں سے خطاب تو کیل کیا ہوگا مگر زیادہ تعجب ہے اس کا ہے کہ عصمت جہاں بیگم کے اظہارات جو اس نے اجنبی مردوں حکام و غیرہ کے سامنے دھڑلے کی صفائی سے آٹھ دس صفوں مطول پر لکھائے ہیں جن میں وہ عندیہ ہزار داستان بن کر چھپکی ہے جنہیں کہیں نہ تو اس کی تیوری پر میل آیا نہ اس کی آنکھ چھپکی نہ اس کی زبان ہلکی ہے انہیں ملاحظہ فرما کر اتنی بات کو بعید از عقل سلیم کہا جاتا ہے کہ بھائی بوسٹاں خاں میں نے تمہیں اپنے نکاح کا وکیل کیا۔ ان اظہاروں کا دیکھنے والا انگشت بدندان رہ جاتا ہے کہ کس نوجوان پر وہ نشین شریف نادای جسے

غیر مردوں سے بات کرنے کا اتفاق تو بالائے طاق بقول اس کے یہ بھی نہیں جانتی کہ میرے مکان کے دروازہ کے سامنے کس کا مکان ہے وہ اور خاص الجھکاڑ
حکومت کے سامنے چالاک و کیلوں کے بیچ درج جرحوں کے مقابل یہ کچھ طراریں دکھانا یوں صفائی سے نکل جانا بیچ پوچھنے تو بیدار عقل سلیم سے کہلے
اس کے ابتدائی اظہار پر لچھے دار بیان کا تسلسل دیکھ کر وکلاء ^{مدعی کو گمان ہوا تھا کہ شاید اسکے قانون دان اپنے اسے اظہار کو کر دیا ہے} جسے پڑھ کر سنا رہی ہے جس کا جواب اس نے وہ چمک کر دیا کہ کاغذ دیکھنے والے پر
لغت ہے، کتنا پہلو دار جواب ہے معلوم نہیں اس کاغذ کو کہتی ہے جس کی نسبت وکیل مدعی نے شبہ کیا یا اس کاغذ کو جس پر اس کا اظہار
لکھا جا رہا ہے اور وکیل وغیرہ کے پیش نظر ہے۔ خیر یہاں تو شبہ صحیح تھا خواہ بے اصل مگر جرحوں کے جواب تو وہ لکھو اگر نہ لاسکتی تھی وہاں اس کی
تیز زبانیاں شیوا بیانیوں قابل تماشہ ہیں اس کے باپ کی نسبت کو تو ال ریاست نے لکھا یا ہے کہ تجربہ کار قانون دان شہود ہے مگر موازنہ
توصاف کہہ رہا ہے کہ عصمت جہاں بیگم کا اظہار اس کے باپ کے اظہار سے کہیں زیادہ چاق و باطریق ہے وہ ان اجنبی مردوں نہ صرف اجنبی بلکہ
حاکمانہ اظہار لینے والوں اور مخالفانہ جرحیں کرنے والوں کے جمع میں اپنی ظریف طبیعت کے رنگ کو بھی نہ بھولی زہریا دھتورے کے لٹو جنہیں
کھلا کر سے اور اس کے سارے کو بیہوش کر دینا بتایا گیا ہے ان کی تعداد وزن تخمینے سے دکلانے سوال کیا تھا جس کا جواب لکھاتی ہے کتنے
ہیں بتا سکتی نہ یہ بتا سکتی ہوں کہ پانچ تھے یا پانچ سے زیادہ تھے آٹھ تھے یا آٹھ سے زیادہ تھے تخمینہ سے بھی نہیں بتا سکتی کہ وہ اس
سے زیادہ تھے چار یا پانچ تخمینا تھے ان چار پانچ کا وزن نہیں بتا سکتی نہ ایک لٹو کا وزن تخمینا بتا سکتی ہوں کہ ماشہ بھریا تول بھریا چھینا
بھرتھایا سیر بھرتھایا من بھرتھا۔ سوال تھا کہ ایک لٹو کتنے نوالوں میں کھالیتی تھیں جواب دیا یہ نہیں بتا سکتی نہ یہ کہہ سکتی ہوں کہ ایک لٹو
کے آٹھ یا دس یا بیس یا پچاس نوالے ہوتے تھے سوال تھا کہ لٹو کھانے کے کتنی دیر بعد یہاں سے روانہ ہوئی کہا تخمینا بھی نہیں بتا سکتی
وکیل نے پوچھا ایک گھنٹے بعد یا ڈیڑھ گھنٹے بعد کہا میں کچھ نہیں کہہ سکتی سب گھنٹے بعد۔ پھر ایک سوال کے جواب میں کہا آئے میں اور کھانا
کھانے کے وقت تک چار پانچ گھنٹے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتی مجھ کو مشابہ تھا وکیل نے پوچھا مشابہ آپ کو کیوں تھا اس پر بولی آپ نے لفظ
(۵) زیادہ کر دی مجھ کو کتاب سے بتلا دو یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ زہر کے لٹو کھانے کے آثار سے سوال ہوا اس کا جواب دیتی ہے ہم کو یاد نہیں
کہ کیلے برطین تھی یا نہیں ہم کو یاد نہیں کہ پیٹ میں درد ہوا تھا یا نہیں یہ بھی یاد نہیں کہ گلے میں سوزش ہوئی تھی یا نہیں آئینہ ہمارے ہاتھ میں نہ تھا
کہیں دیکھتی کہ آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں یا کیا۔ مجھے یاد نہیں کہ میرے گلے میں خشکی تھی یا نہیں تین مہینے سے اونچا و صہ ہوا یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ کسی کو پیاس تھی کہ
نہیں میں نہیں کہہ سکتی میرے سر میں درد ہوا یا نہیں میں نہیں کہہ سکتی کہ چکا چونڈ ہوا تھا یا نہیں نہ میں نے پاگل دیکھا نہ میں جانوں نہ کو وانا اچھلنا جنون
لوکھڑانا پاؤں کا پھدکنا ناچنا وای تہا ہی ہوا میں ہاتھ مارنا ان سب باتوں کو میں نہیں جانتی یہاں تک کہ لکھاتی ہے کسی مرد نے کہا پلنگ پر لیٹ جاؤ
میں لیٹ گئی پلنگ پر لیٹنے کے بعد صبح تک ہوش نہ ہوا صبح کو اٹھی جب معلوم ہوا کہ مجھے خراب و بے عزت کیا پا جائے کی کلیوں پر خون لگا تھا یہ نہیں معلوم
کس نے خراب کیا جب تک مظہرہ ملزمان کے قبضہ میں رہی مظہرہ سے برا کام حسن رضا خاں ڈیادھمکا کر کر تا رہا، کچھریوں کے اظہار اور دکلا کی چٹھاڑ میں بڑے
بڑے مدگھر جلنے میں نہ کہ عورت نہ کہ کس نہ کہ پردہ نشین نہ کہ ناکتھاد کہ ایسے بھوزے کی پٹی جسے یہ بھی خبر نہیں کہ اس کے دروازے کے سامنے کس کا
مکان ہے نہ کہ ایسی گفتشائیاں یہ حرف گیریاں نہ کہ کلیوں کے خون تک کا صفائی سے بیان یہ سب اس کی آزاد میابک طبیعت کے چھپے تھے پھر اسے
اتنا کہنا کیا حال تھا کہ بھائی بوستاں خاں میں نے تمہیں وکیل نکاح کیا غرض یہاں مدعاے مدعی کے خلاف کوئی قرینہ نہیں بلکہ قرآن بھی اس کی طرف سے

تنقیحات

فیصلے کے تمام اعتراضات متعلق دعویٰ و شہادات سے فراموش پایا اتنے مختصر لفظ تنقیحات کی نسبت بھی گزارش ہیں کہ ذی علم مجوز نے تین مقیمیں کیں :

(۱) عصمت جہاں بیگم بالذکر کا نکاح اس کی رضا و توفیق سے ہوا یا نکاح نہ ہوا اور وہ نابالغہ تھی اور حسن رضا خاں اس کا کفو تھا (۲) آیا پیش از نکاح بیڑا ہوا (۳) آیا مدعا علیہا اپنے باپ کے گھر سے تنہا پیدل رات کو آئی یا بالجر بھگالی گئی۔ پھلی دو تنقیحوں پر تجویز دی ہے کہ سوا محمد حسن خاں کے کوئی شہادت نسبت امر دوم نہ گذری شہادت مذکورہ صحیح ہوتی تو بوجہ عدم کفایت کا عدم تھی پس امر دوم بھی غیر ثابت ہے اور نسبت امر سوم بھی کوئی ثبوت سوا ایک حصہ بیان شافع حیدر خاں کے پیش نہ ہوا وہ بھی غیر ثابت ہے اگر شہادت صحیح بھی گذرتی تو بوجہ عدم کفایت کا عدم ہوتی ہماری رائے میں اولاً امر اخیر کی تیغ قائم کرنی اور اس پر تجویز دینی ہی محض فضول تھی۔ اس محکمہ میں حسن رضا خاں کی طرف سے دعویٰ نکاح و رخصت تھا نہ کہ عصمت جہاں بیگم کی طرف سے دعویٰ جرم تو آنا بخوشی ہوا یا بالجر اس کی بخت بہاں محض بیکار تھی آنا درکنار خود نکاح اگر بالجر ہو صحیح و نافذ ہے کہ نکاح و طلاق میں اگر وہ ان کی صحبت میں داخل نہیں۔ در مختار کتاب الاکراه میں ہے صحیح نکاحہ و طلاقہ و عنقہ الخ ثانیاً تیغ دوم اس سے زیادہ عبث و لغو تھی کہ نکاح میں بیڑا ہونے نہ ہونے کو تو اصلاح داخل ہی نہیں کیا اگر بیڑا پہلے ہو جاتا تو نکاح صحیح و جائز تھا نہ ہوتا تو نہ تھا پھر اسے معرض بخت میں لانا اور اس پر تجویز نامالینی چہ۔ ثالثاً ان دو بیکار تنقیحوں کی جگہ پہلی تیغ کے ہی دو جز اخیر کو یعنی عصمت جہاں بیگم کا نابالغہ ہونا حسن رضا خاں کا اس کے لئے کفو نہ ہونا مستقل تنقیحیں کرنا تھا کہ نفس حکم میں شرعاً ان باتوں کو دخل عظیم تھا مگر وہ ایک بے التفاتی کے ساتھ پہلی تیغ میں ضمناً ذکر کر دی گئیں اور مطلقاً ان کی نسبت تحریر فرمادیا کہ ثبوت ذمہ مدعی و تروید ذمہ مدعا علیہا حالانکہ ان میں جز اخیر یعنی عدم کفایت کا بار ثبوت ذمہ مدعا علیہا تھا وہ اس میں مدعی تھی کہ اصل کفایت ہے لان الناس بنواب وامر ابغاً فیصلہ میں ان دونوں ضروری جز تیغ کی نسبت کسی تجویز کا ذکر نہیں عدم کفایت کا تو کوئی ثبوت عصمت جہاں بیگم کی طرف سے نہ گزارا نہ وہ قابل ثبوت تھی بلکہ وہ کاغذات دیکھنے میں آئے ہیں جن سے معاملہ عدم کفایت بالعکس معلوم ہوتا ہے یعنی عصمت جہاں بیگم بہ نسبت حسن رضا خاں کے بہت کم قوم ہے اور ضروری علم مجوز نے بھی اس کی یہ پہل بات ناقابل التفات جانی اور خود اس کی طرف سے اس کی بخت سے مطلق سکوت نے ظاہر کر دیا کہ وہ صرف برائے گفتن کچھ الفاظ تھے جن کے نیچے معنی ذمہ بلوغ کے بارے میں مسل میں نظرن و مجبورین دایوں کے اظہار ہیں جن میں وہ لکھاتی ہیں کہ عصمت جہاں بیگم جس کو ہم نے ابھی دیکھا ہے عرصہ ڈھائی تین سال سے ہانغ ہے مجوز نے سوال فرمایا کہ بلوغ کے آثار بتاؤ اس پر جواب دیا کہ جوان عورت کی چھاتیاں پوری ہوتی ہیں چنانچہ اس کی چھاتیاں پوری ہیں عارضہ جو عورت کو ہوتا ہے وہ عارضہ بھی اس کو موجود ہے اور اسی قسم کا ایک بیان بوستاں خاں نے اپنے اظہار میں کیا ہے وہ کہتا ہے علامات بلوغ کے میں نے دیکھے ہیں کیونکہ وہ میرے سامنے آئی تھی اس وجہ سے میں کہتا ہوں کہ وہ ہانغ ہے وہ جسم عورت تھی اور سینہ کی چوڑائی وغیرہ اور جسم اس کا معمولی عورت سے زیادہ تھا اور چھاتیاں اس کی مثل اتنا بڑے کے تھیں نکاح ہونے کے بعد دیکھی تھیں یہاں اعتراض کو گنجائش تھی کہ جب ذی علم مجوز نے دایوں کے اس بیان پر کہ وہ ڈھائی تین سال سے بالغہ ہے قناعت نہ کی تھی تو انہوں نے جو علامات بتائیں بدرجہ اولیٰ قابل قناعت نہ تھیں پستان کا ابھار شراٹھبت بلوغ نہیں رد الخ آثار میں ہے لا اعتبار لنبات العانة ولا للحیة و اما عفود الشدی فن ذکر الحموی انه لا یحکم به فی ظاہر الروایة و کن انقل الصوت لکما

فی شرح النظم الهاطی ابوالسعود وکن اشعر الساق والابط والشارب اور عورتوں کا عارضہ نہیں معلوم انہوں نے حیض کو کہا یا کسی اوڈ
عارضہ نسائی ہو۔ شہادت میں ایسی گول بات نہیں بچانی تاہم اتنا ضرور ہے کہ اس کا ہالذہ ہونا ذی علم مجوز کو تسلیم ہے جب تو اس کی توکیل پر
صحت نکاح کو موقوف فرمایا ورنہ نالذہ کی توکیل یکساں ہے اور جب یہ دونوں پیش ذی علم مجوز کے نزدیک لے شدہ تھیں اور بے شک
ثبوت نکاح و توکیل پر کافی شہادیں گزر گئیں۔ صرف شہادت توکیل میں اتنا تصور خود منجانب مجوز باقی رہا کہ عصمت جہاں بیگم کو جلال خاں
کے سامنے لاکر مونہہ دکھا کر شناخت کرائی جاتی اگر وہ شناخت کر دیتا مقدمہ اس روش پر جو آجکل اسلامی ریاستوں اور خود رام پور میں شائع ہو رہی ہے
بہرہ وجہ مکمل ہو جاتا اور فیصلہ جی مدعی لازم تھا بالجلد فیصلہ محض ناتمام ذناقص اور سرسر پیش از وقت ہے۔ اور جتنی وجہ شہادات مدعی و ثبوت دعوی
پر اعتراض فرمائے ہیں سب بے اصل ہیں۔ مقدمہ اس تکمیل کا محتاج ہے جس کا ہم نے ذکر کیا اور اس کے بعد فیصلہ جی مدعی ہونا لازم واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم
مسئلہ:۔ از لاہور محلہ باڈار حکیمان رسد مولوی عبد اللہ صاحب ٹوٹکی۔

۲۳ شعبان ۱۳۲۳ھ

سوال اول: کیا فرماتے ہیں علماء دین۔ اس صورت میں کہ جس قاضی کو تقلید قضا از جانب سلطان وقت یا از جانب عام رعایا حاصل ہو اور وہ از
جانب مقلد خود ماذون بخلافت و نیابت بھی ہو وہ قاضی حاکم عدالت شریعت کو کسی مقدمہ خاص میں یہ تحریر لکھیں حال یہ کہ وہ حاکم عدالت شریعت بھی
قاضی کے ماتحتوں میں سے ایک حاکم ہے دکر اگر ہیشیرگان زید کا حصہ مال زید میں ہو تو بعد تحقیق دلا یا جاوے، اور بعد چند روز حاکم مذکور کو یہ تحریر بھیجے کہ
فلاں مقدمہ کا فیصلہ بہت جلدی کر کے حکمنامہ بجلت میرے حضور میں پیش کریں پس حاکم شریعت نے بعد تحقیقات شرعی باتفاق مفتیان عدالت کل
عزلات مدعا علیہ دفعہ کر کے ہیشیرگان زید کو متروک زید میں ڈگری دلائی اب یہ امر دریافت ہے کہ اس ڈگری دلانے کو حکم قاضی کہا چاہئے یا کیا اور
اس حکم صحیح علیہ کو تا وقتیکہ خلاف کتاب ائمہ و سنت مشہورہ و اجماع نہ ہو خود حاکم شریعت مذکور یا قاضی دیگر اس کا نقض کر سکتا ہے شرعاً بعد ایک زمانہ
کے یا نہیں اور اگر حاکم مذکور نے حکم مذکور نقض کر کے خلاف حکم اول حکم دیدیا تو قابل اجراء شرعاً حکم اول رہے گا یا ثانی۔

سوال دوم:۔ ایک شخص رئیس ریاست اسلام ہے جس کو عزل و نصب اہلکاران و عمالان ریاست کا اختیار حاصل ہے اور اس کو قاضی ماذون
بخلافت بھی کہہ سکتے ہیں اس رئیس نے کسی ایسے شخص کو جو اس رئیس کا نائب فی التخریر ہے یہ حکم دیا کہ شخص فلاں مقدمہ کا فیصلہ شرعی کر دے اس
حکم کے بعد اس نائب نے اس مقدمہ میں فیصلہ شرعی کر دیا پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ نائب رئیس کے اس حکم دینے کے بعد نیابت
فی القضا کا مصداق ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس نائب کا حکم شرعی دیا ہوا بجائے حکم رئیس کے ہے یا نہیں نقض اس حکم کا رئیس یا وہ خود نائب کر
سکتا ہے یا نہیں بینوا تو جہودا۔

اجواب:۔ عا۔ والی ملک رئیس خود مختار حاکم اسلام یا بحال ضرورت حسب روایات جامع الفصولین و تارخانیہ و رد المحتار و غیرہ
اتفاق رعایا سے قاضی مطلق بنا یا ہوا یا ان کا مقلد قاضی ماذون بالاستقلال جس مقدمہ میں کسی اہل قضا کے فیصلہ کا حکم دے وہ فیصلہ فیصلہ قاضی
شرع ہے کسی کو اس کے نقض کا اختیار نہیں مگر جبکہ اپنے مذہب معتقد مفتی بہ کے خلاف واقع ہوا ہو تو منقوض ہوگا بلکہ راساً صحیح ہی نہ ہوا اگرچہ خلاف
اجماع نہ ہو رد المحتار میں ہے القاضی مامور بالحکم باصح اقوال الامام فاذا حکم بغیرہ لم یصح و در مختار میں ہے لا یجوز الا اذا کان
معتد اہل المقلد متی مخالف معتدل مذہبہ لا ینفذ حکمہ و ینقض ہوا الخ تارخ الفتویٰ کما بسطہ المسنف فی فتاواہ وغیرہ و الخ

علاء بن ابی ارقم وہ حکمہ راستہ شراکط صحت منقوض نہیں ہو سکتا ہاں اگر خلاف مذہب مستمرد کر دیا جائے گا اور نفاذ دپائے گانت وی علامہ قاسم بن قلوبغا میں ہے فیس للقاضی المقلد ان یحکم بالضعیف ولو حکم لاینفذ اھ مختصراً وتمامہ فی فتاویٰ دینا واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱ شوال ۱۲۳۳ھ

مسئلہ: از ریاست رام پور محلہ ٹھوڑمرسد محمد رفیق خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقدمہ عبد العلی خاں ولد محمد عمر خاں بنام محمد رفیق خاں ولد محمد سعید خاں حاکم دیوانی نے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ مع نقول اظہارات گواہان فریقین حاضر ملاحظہ ہے یہ فیصلہ شریعت و قابل بحالی ہے یا باطل و قابل منسوخی بیوا تو جردا۔

اجواب: کاغذات نظر سے گزرے یہ فیصلہ محض مہل و محمل واقع ہوا۔ عبد العلی خاں نے وقت رجسٹری عند البائع والمشتري طلب مواثبت

واشہاد کا دعویٰ کیا رفیق خاں کا جو بیان مندرج فیصلہ ہے اس میں اس طلب کا نہ انکار نہ اقرار بلکہ جواب دعویٰ اس امر پر مبنی ہے کہ مدعی کو قبل

رجسٹری علم بالبیع ہو چکا اور اس نے نہ فقط تسلیم کی بلکہ صراحتاً لینے سے انکار کر دیا یہاں جو مسئلہ اسناد الماصی فیصلہ میں مذکور ہوا اور اس میں شفیع کا

مدعی ہونا ذکر کیا اس مسئلہ کے فہم میں سخت لغزش واقع ہوئی طلب خصوصیت سے پیشتر کی طرف اسناد علم وہ اسناد الی الماصی نہیں کہ اس قدر سے

توشیح کو چارہ نہیں اگر عین وقت خصوصیت عند القاضی اپنا علم بالبیع بیان کرے اور شفیع کا مدعی ہو شفیع باطل ہو جائے گا کہ اس نے طلب مواثبت و

اشہاد دونوں چھوڑ کر طلب خصوصیت سے آغاز کیا اور طلب واحد کو تینوں طلب کے قائم مقام کیا چاہتا ہے یہ باطل و مبطل شفیع ہے مکابینہ المولیٰ

خیر الدین السملی فی الفتاویٰ الخیریۃ لنتع البر۔ بلکہ وہ اسناد الی ماقبل الاشہاد ہے اگر شفیع کہے کہ اشہاد سے پہلے مجھے علم نہ ہوا

تھا تو میں کے ساتھ مصدق ہوگا اور مشتری پر مبنی اور اگر کہے کہ اس سے پہلے مجھے علم ہوا اور میں نے طلب مواثبت کی توشیح پر مبنی کماحقناہ فیما

علقناہ علی سرد المحتاس مگر یہاں یہ مسئلہ اصلاً زیر بحث نہیں کہ جب طلب مواثبت و اشہاد عند البائع والمشتري کا اقرار انکار مدعا علیہ نے کچھ نہ

کیا یہ سکوت ہے اور مذہب اصح میں سکوت بے آفت بھی انکار ہے درغما میں ہے لو سکت کان انکاراً قسمع البیتۃ علیہ الا ان یکن

اخر میں اختیار بجر الرائق میں ہے وبہ افیت لما ان الفتویٰ علی قول الثانی فیما یعلق بالقضاء تو صورت دائرہ میں مدعی علی حالہ

مدعی رہا اور بار ثبوت اسی پر ہوا اور اتنا خود مجوز کو بھی تسلیم ہے اگرچہ اس کی وجہ دوسری سبھی تو مدار مقدمہ بینہ مدعی سے ثبوت دعویٰ پر رہا اب

اسکے گواہوں پر نظر ڈالے تو ایک گواہی بھی اصلاً اس کے مفید نہیں۔ سید عطاء الحق و محمد علی خاں تو بالکل خلاف دعویٰ و خلاف واقع شہادت

دے رہے ہیں زمین بے عمارت بیع ہوئی اور اسی پر شفیع نے دعویٰ کیا مکان مشتری نے بعد شرا بتایا اور یہ دونوں گواہ شفیع کی طلب اس لفظ

سے بیان کر رہے ہیں کہ مکان محمد توفیق خاں نے جو لیا ہے میں نے اپنے شفیع میں لیا اس مکان کا میں شفیع ہوں۔ فیاض خاں کہتا ہے کہ

اسد علی خاں یعنی بائع نے کاغذ رجسٹرار صاحب کے سامنے پیش کیا رجسٹرار صاحب نے کاغذ پڑھ کر سنایا تو عبد العلی خاں نے کہا کہ رفیق خاں

نے جو زمین بھی ہے میں نے اپنے شفیع میں لی اور بیان کرتا ہے کہ کاغذ رجسٹرار صاحب نے اول سے آخر تک مدعی مدعا علیہ کو سنایا تھا یہاں

طلب شفیع کو سنانے پر مرتب کرتا ہے اور سنانا اول سے آخر تک کہتا ہے تو مواثبت کا ثبوت درکنار ظاہر مواثبت فوت ہوئی غالباً نہیں

وجود سے ذی علم مجوز نے بھی ان تین گواہوں کو نظر انداز کیا اگرچہ نہایت قابل افسوس یہ بات ہے کہ یہ گواہان مدعی ہو کر خود ان کے مفرد بیان

مدعا علیہ کے موافق شہادت دے رہے ہیں اسے نظر انداز کرنا قرین انصاف نہ تھا کچھ بیان اس کا عنقریب آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ رہے تین گواہ

اور فیصلہ کا سارا دار و مدار انہیں پر ہے ان میں رجسٹرار صاحب کی گواہی تو محض کا عدم ہے وہ طلب مدعی کے وقت بائع و مشتری کا موجود ہونا ضرور بیان کرتے ہیں مگر ان لفظوں کا نہ ان کے مصداق کا شہادت وہ ہے جو اپنے علم سے ناشی ہو اور وہ اتنا بھی نہیں کہتے کہ بائع و مشتری اگر میرے سامنے آئیں تو ان کو شناخت کر لوں گا بلکہ اسے بھی اس شرط پر مشروط کرتے ہیں کہ اگر یاد آگئے تو شناخت کر لوں گا پھر مدعی نے ان سے شناخت کرنے کی کوشش کی نہ ظاہر ہوا کہ انہیں یاد آئے یا نہیں تو ایسی گواہی محض یاد ہوا ہے وقت رجسٹری نسبت ماضی تسلیم مشتری ہرگز اس کا اقرار نہیں کرنا کہ شیخ نے میرے سامنے طلب کی رجسٹری امر آئی نہیں امر متذرماتی ہے اس ناقص گواہی کی تکمیل ذمہ مدعی تھی وکائے مدعا علیہ پر کیا ضرورت تھا کہ گواہی مدعی کے رفیع نقصان کی درخواست کرتے تو فیصلہ کی یہ تحریر کہ رجسٹرار صاحب کی بابت نسبت شناخت عاقدین کے وکیل مدعا علیہ نے کوئی درخواست پیش نہیں کہ اور سکوت کیا تو یہ سکوت دلیل تسلیم کی ہے نہایت عجیب ہے جب گواہی مخالف میں صریح نقض موجود ہے تو سکوت اس بنا پر ہو گا کہ وہ خود ہی ناقص و نامکمل ہے ہیں اس میں گفتگو کی کیا حاجت نہ یہ کہ سکوت کیجئے تو ناقص کو کامل مان لیجئے یہ کونسا قاعدہ عقل یا نقل کا ہے نہیں نہیں بلکہ یوں کہئے کہ گواہی محض نامکمل تھی اور اس کی تکمیل اپنے نفع کے لئے مدعی پر لازم تھی تو مدعی کا سکوت صاف دلیل ہے کہ وہ اس کی تکمیل سے عاجز تھا یا کم از کم اس کو مکمل کرنا نہ چاہا اور ناقابل استناد رکھا بلکہ غور کیجئے تو غالباً صاف ثابت ماننا پڑے کہ رجسٹرار صاحب کو نہ عاقدین یاد آئے نہ ان کی شناخت کر کے اظہارات سے ظاہر ہے کہ وہ بوجہ عاقدین لئے گئے متعدد گواہوں نے ان حاضرین کو اشارہ سے بتایا رجسٹرار صاحب اگر پہچان سکتے تو صاف کہتے کہ وہ دونوں یہ ہیں مولوی نعمت اللہ نے اتنا بھی نہ کہا کہ طلب مدعی کے وقت بائع و مشتری موجود تھے صرف اس قدر کہا کہ یہ یاد نہیں کہ سوا ملازمین رجسٹری اور بائع و مشتری اور عبدالمعلیٰ خاں کے کوئی اور اس وقت تھا یا نہیں قطع نظر اس سے کہ یہاں بائع و مشتری مستثنیٰ میں ہیں اور جمہور حنفیہ کے نزدیک مستثنیٰ سکوت عنہ ہوتا ہے اور سکوت بیان نہیں تو بائع و مشتری کی نسبت گواہ کو کچھ یاد ہونا اصلاً ثابت نہ ہوا یہاں جب گواہ نے یہ کہا کہ یاد نہیں کہ کوئی اور تھا یا نہیں تو اس یا نہیں نے حکم کو مردود کر دیا اور یہ استثناء حکم مردود سے ٹھہرا جن کا حاصل یہ ہوا کہ مستثنیٰ لوگوں کی نسبت احد الامرین یاد ہے ہونا یا نہ ہونا نہ یہ کہ خاص ہونا یا نہ ہونا اس کی تو ذریعہ یوں ہو سکتی ہے کہ ملازمین رجسٹری کی نسبت ہونا یاد ہو اور بائع و مشتری کی نسبت نہ ہونا پس دونوں مذہب پر یہ شہادت بالاتفاق مہمل و نا کافی ہے معہذا مولوی نعمت اللہ کا بیان صراحتہ مدعی و دیگر گواہان مدعی کی تکذیب کرتا ہے وہ لفظ طلب یہ بیان کرتا ہے کہ صاحبو تم گواہ رہنا کہ یہ بیوہ میں نے اپنے شفیع میں لیا اور صاف تصریح کرتا ہے کہ یہ لفظ کہے تھے یعنی نقل بالمعنی نہیں نقل باللفظ ہے اور اسی پر قناعت نہ کی بلکہ صریح حصر کر دیا کہ یہی لفظ کہے تھے حالانکہ مدعی و دیگر گواہان سب کے بیان میں لفظ طلب ان کے غیر اور ان سے زائد ہیں نیاز علیٰ خاں کی گواہی اگر صاف بھی ہوتی تو ایک تنہا کیا قابل سماعت تھی مگر اس نے صرف عبدالمعلیٰ خاں کہا ہے مجرد اسم کے سوا کوئی تعیین تمیز کا بیان نہ کیا نہ وقت اظہار اس کو اشارہ سے بتایا یہ اعتراض نہ تھا اس پر بلکہ باقی سب گواہوں پر بھی ہے فریقین میں کسی نہ کسی کی تعیین ہر ایک کے اظہار میں متروک ہوئی ہے اور شرعاً ایسی نامعین گواہی معتبر نہیں ائمہ کرام تو حاضر پر اشارہ شرط بتاتے ہیں عالمگیری میں ہے یتحتاج فی الشہادۃ علیٰ الحاضر الی الاشارة الی المدعی ہلیہ والمدعی الخ اور آج کل کی علیا دوش میں جو توصیف بللفظ مدعی و مدعا علیہ پر قناعت کی جاتی ہے ان شہود نے یہ لفظ بھی بعض فریقین کی نسبت نہ کہے تو صرف نام کیا کافی ہو سکتا ہے عبدالمعلیٰ خاں ہزاروں ہیں بالجملہ گواہان مدعی میں اصلاً کوئی گواہی قابل التفات نہیں تو یہاں اس سلسلہ سے استناد کہ بیوہ مشتری سے بینہ شفیع اولیٰ

محض باطل و بے معنی ہے پہلے بیٹہ ہو ہی تو لے جب تو اولیت و عدم اولیت میں بحث کی جائے علاوہ بریں روایات منقولہ فیصلہ اس صورت میں ہیں کہ جب یہ دعویٰ طلب کرے اور وہ انکار کہ اس کو علم ہوا اور طلب نہ کی فیصلہ میں درختار سے نقل کیا انکار مشتری طلب المواثیہ بعلت علی السلم وان انکر طلب الا شہاد حلف علی البیات و لو برہن فبیتہ اشفع الحق نیز نقل کیا مشتری میگوید کہ تو روز پیشینہ دانستہ و طلب نمردہ قول قول مشتری بود لانه نیکر الطلب و البیتہ علی اشفع نیز علیگری سے لکھا اقام مشتری بیتہ ان اشفع علم بالبیع ولم یطلب الشفعہ و اقام الشفعہ البیتہ ان طلب حین علم فالبیتہ بیتہ اشفع اسی طرح بقیہ عبارات میں تصویر مسئلہ دعویٰ طلب و انکار طلب میں ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نفی مجرد پر گواہی مقبول نہیں فان البیات للاشبات کما اثبتہ الائمۃ الا اثبات مگر یہاں مشتری یا اسکے گواہوں نے صرف انکار طلب پر قناعت نہ کی بلکہ صاف یہ کہا کہ بعد بیع شفع کو اطلاع دی گئی اور اس نے لینے سے مرتع انکار کیا یہ شہادت نفی نہیں شہادت اثبات ہے اور اس کی تاریخ مقدم ہے اور گواہی گواہان شفع اس کے معارض نہیں ہو سکتی ان کا علم اس قدر کو محیط ہے جتنا بیع سے وقت رجسٹری صادر ہوا انھوں نے ہرگز نہ کہا کہ اس سے پہلے شفع نے لینے سے انکار نہ کیا تھا یا شفع کو اس سے پہلے علم بالبیع نہ ہوا تھا اور نہ وہ ایسا کہہ سکتے تھے اور اگر کہتے تو مقبول نہ ہوتا کہ ان کی شہادت شہادت علی النفی ہوتی وانما البیات للاشبات یہاں اگرچہ کلام بروجہ و گواہ ممکن مگر مقصود یہ ہے کہ روایات منقولہ فیصلہ یوں بھی صورت مقدمہ سے جدا ہیں نظر ہر دو نکاد ظاہر یہ ہے کہ واقع میں شفع کو پہلے سے علم ہو چکا تھا اب کہ نگاہ عوام میں وقعت و حقیقت پیدا کرنے کے لئے اس کا منتظر رہا کہ جب بیعنامہ رجسٹری میں پیش ہو تو رجسٹرار کے سامنے طلب بجلائے تاکہ ایک قیمتی گواہ طلب کامل جائے و لہذا وہ صاف اسی دن اسی وقت حکمہ رجسٹری میں پہنچا جب کہ بیعنامہ رجسٹری ہونے کو تھا اگر اسے پہلے سے کچھ علم نہ تھا تو خاص اس دن تاریخ وقت کی تعیین کسی الہام کے ذریعہ سے ہوئی یا خواب سے اور خود اس کے گواہوں سے دو گواہ صاف بتا رہے ہیں کہ پیش از طلب اسے علم ہو لیا تھا سید عطار اکتی نے کہا کہ عبد العلی خاں قبل پیش ہونے بیعنامہ کے گھنٹہ بھر اول یہ کہہ گئے تھے کہ میں طلب شفعہ کروں گا محمد علی خاں کہتا ہے کہ رجسٹری کے حکمہ کے باہر مجھ سے عبد العلی خاں نے کہا تھا کہ میں طلب شفعہ کروں گا شفعہ کا کاغذ آج تصدیق ہوگا ایسی مرتع ہاتوں کو جن سے خود گواہان مدعی بطلان شفعہ کی شہادت دے رہے ہیں نظر انداز کرنا بہت نامناسب تھا اس فیصلہ کے بطلان پر اور بھی وجوہ ہیں مگر جس قدر مذکور ہوا اظہار حق کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ کافی دوائی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۔ از ریاست رامپور محلہ گھیر فتح محلہ خاں مرسلہ سعید الرحمن خاں

۲۰ شعبان ۱۲۶۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین بیچ اس مسئلہ کے کہ مسی زید نے جو مسلمان ہے مسی بکر کے پاس جو ہندو ہے زیور نقرئی وزنی دو صد روپیہ بھر بالوض ایک سو پندرہ روپیہ کے بشرح سو فیصدی دو روپیہ اہوار رہن کیا۔ بکر نے جانچ وزن زیور کا کر کے نقرئی سمجھ کر رکھ لیا اور زر سو زید بکر کو ماہ ماہ ادا کرتا رہا۔ اب جو زید نے بکر پر عدالت میں دعویٰ انفکاک رہن با دوائے ایک سو پندرہ روپیہ زر رہن کے کیا تو بکر یہ عذر کرتا ہے کہ وہ زیور مرہون نقرئی نہیں تھا بلکہ قسم جو من سلور کا تھا جو نہایت کم قیمت جنس بمقابلہ نقرہ کے ہے مگر بکر نے کوئی شہادت اس بارہ میں پیش نہیں کی زید کی طرف سے جو گواہ گذرے ہیں وہ متفق اللفظ زیور کا نقرئی ہونا بیان کرتے ہیں البتہ تفصیل زیور میں کچھ اختلاف بیانی ہے جو اس وجہ سے قابل لحاظ نہیں ہے کہ حسب دعویٰ زید زیور کا وزنی دو صد روپیہ ہونا مسلمہ بکر ہے۔ بکر کو صرف قدر قسم زیور یعنی نقرہ و جو من سلور ہونے میں ہے عدالت نے بلا کسی شہادت کے قول مرتہن کو تسلیم کر کے فیصلہ دیا ہے جس کی نقل شامل استفتاء ہذا ہے اور زید نے بنا را معنی اس فیصلہ عدالت کے

مزائد عدالت بالادست کیا ہے نقل وجوہات اپیل بھی منسلک استفتا ہذا ہے بعد ملاحظہ فیصلہ عدالت وجوہات اپیل حسب لائحہ فتویٰ تحریر فرمائیے کہ فیصلہ عدالت جو بحوالہ ایک روایت فقہ کے ہے صحیح و درست ہے یا غیر صحیح اور قابل نسوخی ہے یہ ملحوظ فرمایا جاوے کہ مرتب ہندو اور راہن مسلمان ہے اور حسب رواج بازار جو کوئی زیور رہن رکھتا ہے اول چاچ اس کی بخوبی کر لیتا ہے کہ وہ کس قسم کا ہے اور کس مالیت کا ہے بوقت رہن مرتب نے چاچ کر کے اور اس کو قسم نقرہ تسلیم کر کے رہن کیا تھا فقط

الجواب: فیصلہ نظر سے گذرا سنت افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ باستثنا اتنی بات کے کہ ذی علم فاضل مجوز نے اس میں دو تنہیں قائم فرما کر تیغ دوم خلاف مدعا علیہ تجویز فرمائی باقی وہ سرتاپا باطل و خلاف شرع واقع ہوا تنہیں یہ ہیں دا، ایا مدعی نے زیور نقرہ مندرجہ عرضی دعویٰ بخوبی ملاحظہ مدعا علیہ کے پاس رہن رکھا تھا کہ اب تک بہ قبضہ مدعا علیہ ہے اب مدعی بہ ادائے ماضی زیور طلب کرتا ہے باوجود اقرار انک نہیں کرتا ثبوت ذمہ مدعی (۲) یا زیور جرمن سلور کا تھا نقرہ کہہ کہ مدعا علیہ کو دھوکا دیکر ماضی رلے لئے ثبوت ذمہ مدعا علیہ تیغ اول کو فاضل مجوز نے تین وجہ سے خلاف مدعی فیصلہ کیا وجہ اول جہالت شہادت کہ کسی شہادت سے تفصیل زیور مطابق عرضی دعویٰ بقید وزن و قیمت ثابت نہیں جس کا اظہار و تعیین ضروری ہے وجہ دوم اختلاف باہمی شہود اور وہ دو ہیں دا، پہلے گواہ نے مدعی کا دکان مدعا علیہ پر بھر ہی شفیع خان نامہیں بیان کیا کہ گواہ نے دکان مدعا علیہ کا آنا بھاری بیٹھنے خالی بیان کیا ہے حالانکہ جلسہ واحد کے گواہ ہیں (۲) گواہ نے ایک کاغذ مدعی کا لکھنا اور مدعی نے اس کے خلاف مدعا علیہ کا ایک رقعہ فارسی میں لپنے ہاتھ سے لکھ کر مدعی کو دینا تحریر کیا ہے حالانکہ مدعا علیہ فارسی لکھنا نہیں جانتا نہ مدعی نے مدعا علیہ کا رقعہ لکھنا عرضی دعویٰ نہ اظہار میں لکھا یا بلکہ مدعی نے اپنے اظہار میں ایک شخص غیر سے رقعہ لکھنا مدعا علیہ کا اقراری اپنا بیان کیا ہے حالانکہ توائف درمیان شہادت کے شرط ہے وجہ سوم تناقض دعویٰ کہ مدعی نے جو تفصیل زیور عرضی دعویٰ میں تحریر کی اس کو مالیتی دو سو روپیہ تحریر کی اور جو وزن ہر عدد کا تحریر کیا از روئے میزان کل زیور ماضی بھر جوتا ہے اور جو بیان مدعی عدالت میں تحریر ہوا اس میں وزن زیور دو سو روپیہ بھر ہونا لکھا گیا ہے لغویاً مدعی بداہتہ واضح ہے کہ فی زمانہ زیور نقرہ دو سو روپیہ بھر قیمتی دو سو روپے کا کسی عنوان نہیں ہو سکتا۔ یوں تیغ دوم کو خلاف مدعا علیہ فیصلہ فرمایا اور تصریح کی کہ امر مذکور بحق مدعا علیہ غیر ثابت ہے کہ اس قول کی کہ مدعی زیور جرمن سلور نقری ظاہر کر کے رہن رکھا کوئی شہادت بجانب مدعا علیہ نہ گزری نہ مثل آمدہ فوجداری میں کوئی ثبوت قول مدعا علیہ کا ہے اس وجہ سے کہ مسل مذکور بزبانے عدم پیروی خارج ہوئی ہے تیغوں کی نسبت یہ تجویزیں دیکھ کر فرمایا لیکن چونکہ مدعا علیہ کو اقبال ہے کہ مدعی زیور وزنی دو سو روپیہ بھروسہ ماضی رہن رکھ کر روپیہ لے گیا مگر زیور ہونہ جرمن سلور کا ہے اور مدعی کو دعویٰ ہے کہ میں نے زیور چاندی کا رکھا یعنی غیر اس کے جو عدالت میں مدعا علیہ نے پیش کیا تو لائق تصفیہ یہ ہے کہ بصورت عدم ثبوت قول فریقین بحالت اقبال فریقین بصر احوال مذکورہ کس کا قول لائق اعتبار ہے مسئلہ یہ ہے کہ جس ایسے دعویٰ میں کہ راہن کہے میں نے زیور اس کے غیر رہن رکھا ہے اور مرتب کہے یہ رکھا ہے قول مرتب معتبر ہے کہ وہ قابض ہے تو جہ در مختار جلد رابع صفحہ ۴۲ چونکہ نفس رہن و تعداد زر رہن میں اختلاف نہیں پس جبکہ قول مرتب معتبر ہے مگر بلف لیکن یہاں استدعا مدعا علیہ کی نسبت اخذ حلف مدعی کے نہیں تو قابل نفاذ حکم حسب قول مدعا علیہ زیور مرہو نہ یہی جرمن سلور کا رہا جو بادائے ماضی دعویٰ مدعی لائق ڈگری ہے بنا براہ حکم ہوا کہ دعویٰ مدعی واسطے دلائے جانے اسی زیور موجودہ کے بادائے ماضی کے بحق مدعی ڈگری ہوا نتیجہ تمام تجویز فیصلہ کا

حاصل اسی قدر ہے۔ اس میں تنقیح دوم خلاف مدعا علیہ تجویز ہونا ضروری و بجائے باقی تمام تجویز میں براہ بشریت غلطی ہوئی۔ تنقیح اول کو خلاف مدعی تجویز فرمانے کی تینوں وجہیں محض ناکافی تناقض دعوی جس کا ضرر خود جانب مدعی حامد ہو ہرگز مانع صحت دعوی نہیں پہلے وہ زیور نقرہ وزنی ماٹھے کا مدعی تھا پھر صرن وزنی ما بیان کیا اس میں اپنے ہی لئے طے بھر چاندی کی کی کر لی اسے جزو متروک کہتے ہیں نہ کہ تناقض جس کا حاصل یہ کہ اب اس کا دعوی صرف دو سو روپے بھر زیور نقرہ کی نسبت رہا زیادہ کا دعوی متروک ہو گیا نہ کہ تمام و کمال ٹھہرا جائے۔

الفصولین جلد اول صفحہ ۱۲۵ میں ہے التناقض علی نفسه لا ینع صحة الدعوی لانه ادعی اولاً کل المال لنفسه ثم ادعی بعضه فقد ادعی انقص من الاول فتمنع ایضاً صفحہ ۱۲۶ ادعاء مصطلقة فقال المدعی علیہ فی دفعہ انہ کان ادعاء بسبب فقال المدعی انا ادعیہ بذلك السبب وترکت دعوی المملک المطلق تسمع دعواہ ثانیاً و یبطل الدفع ایضاً صفحہ ۱۲۷ ادعی علیہ اربعة اشیاء سماها ناکر فحلف ثم قال المدعی کنت اخذت الاثنین من الاربعة و برهن علی الاثنین تقبل ایضاً صفحہ ۱۲۸ التناقض انما ینع اذا تضمن ابطال حق علی احد فتاوی خلاصہ میں ہے ادعی علی آخر نصف دار معین ثم ادعی بعد ذلك جمیع الدار لا یسمع و علی القلب یسمع علیگری جلد چہارم صفحہ ۲۵ لو ادعی انہ لہ ورثتا من ابيه ثم ادعی هومح آخر انہما رساها من المیت و اقامتا البینة علی ذلك تقبل کذا فی الخلاصة مدعی کی کو بیانی بھی ہرگز ثابت نہیں چاندی کا زرخ کم ہونا اسے مستلزم نہیں کہ دو سو روپے کا قیمتی نہ ہو سکے کیا صنعت کو فی پیر نہیں کیا اس سے شے کی قیمت اصناما مضاعف نہیں ہو جاتی۔ دی کے سادہ کاری کے چھلے انگوٹھیاں نوٹے تو یوزن میں حساب کے مثل ہوتے ہیں اور قیمت کس درجہ زیادہ۔ ولہذا شرعا حکم ہے کہ ان کی زکوٰۃ خلاف جنس سے دی جائے تو قیمت صنایع کا اعتبار ہوگا نہ کہ وزن کا معراج الدراریہ و نہر الفائق ورد المختار وغیرہ میں لہ ابریق فضة و زنتہ مائتان و قیمتہ ثلاثمائة نیز جامع الرموز شامی وغیرہ میں ابریق فضة و زنتہ مائتہ درہم و قیمتہ لصناعة مائتان وغیر ذلک تصریحات فقہائے کرام دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سو روپے بھر زیور کی بھی قیمت دو سو روپے بلکہ زائد ہو سکتی ہے نہ کہ دو سو روپے بھر کی قیمت دو سو روپے ہونا محال ٹھہرے اختلاف گواہان کی وجہ اول تو سخت عجیب ہے۔ شیخ خاں کا اس وقت ہمراہ مدعی ہونا اگر ایک گواہ نے بیان کیا تو دوسرے نے اس سے انکار تو نہ کیا کہ باہم اختلاف گمان کیا جائے اسے اصل مقدمہ سے کیا تعلق تھا جس کا بیان ہر گواہ پر لازم ہوتا اور بغرض باطل اگر لازم ہوتا بھی تو دوسرے کا بیان بوجہ ترک امر ضروری ناقص ٹھہرتا اختلاف شہادت اس وقت بھی نہ کہہ سکے کہ ذکر و عدم ذکر ہوتا نہیں بلکہ ذکر و عدم ہم بار با فیصلہات ریاست کے ایسے خود قرار دادہ اختلاف پر بحث کر چکے اور آیات قرآنیہ سنا چکے ہیں کہ ایک ہی قصے کے

عہ و الصواب انہ یسمع فی الواجہین جمیعاً الا اذا کان قال وقت دعوی النصف لاحق لی فیہا سوی النصف فحینئذ لا تسمع دعویاہ جمیعاً کذا فی الخیطاہ ہندیہ اقول و ذلك للتناقض الصیح بین قولیہ وقد عاو مدعی اکثر مما ادعی اولاً یبطل القولان بخلاف ما اذا ادعی اولاً جمیع الدار ثم ادعی نصفها و قال لاحق لی فیہا سوی النصف حیث تقبل الدعوی الثانیة لانه من باب ترک بعض الدعوی و التناقض علی نفسه لا یصححة الدعوی کما اسمناک من جامع الفصولین ۱۲ منہ

بیان میں رب عزوجل نے ایک جگہ ایک بات ذکر فرمائی دوسری جگہ ترک فرمائی کیا معاذ اللہ اسے قرآن عظیم کا اختلاف قرار دیا جائیگا حالانکہ رب عزوجل فرماتا ہے افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا اور اس کی تو لاکھوں مثالیں ملیں گی کہ بہت باتیں جو قرآن عظیم نے ذکر قصص میں ترک فرمائیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام نے بیان فرمائیں۔ کیا یہ اللہ و رسول کا اختلاف بیان ٹھہرے گا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اختلاف دوم کی بھی حالت اسی کے قریب ہے گواہ اول نے مدعی کا ایک کاغذ لکھنا بیان کر کے صاف کہہ دیا کہ یاد نہیں کس نے لکھا تھا تو وہ اس کے کلام میں ذکر تحریر کا لعدم ہو گیا ایک شخص کہے زید نے فلاں کام کیا دوسرا کہے یاد نہیں کس نے کیا تو اس میں کیا اختلاف بیان ہوا۔ معینا اگر اس کا وہی قول لیجئے کہ مدعی نے ایک کاغذ لکھا تو اس کے کلام میں یہ کہاں ہے کہ مدعا علیہ نے کچھ نہ لکھا اس کا ترک ذکر ہے نہ ذکر نفی اور گواہ دوم مدعا علیہ کا ایک رقعہ لکھنا بیان کر کے کہتا ہے اور کوئی رقعہ نہیں لکھا گیا متعارف ہوا اس تقدیر پر کہ گواہ اول کے بیان میں مدعی کا کاغذ لکھنا بالجرم فرض کر لیں اختلافات مذکورہ فیصلہ سے زیادہ اختلاف مہجوم ہو سکتا ہے کہ وہاں اثبات تھا اس میں نفی ہے مگر ذی علم فاضل مجوز نے اسے قلم انداز فرمایا اور وجوہ اختلاف میں نہ لیا اور ایسا ہی چاہئے تھا کہ یہاں اثبات و نفی ایک شے پر وارد نہیں جس سے اختلاف پیدا ہو عرف ناس سے آگاہ جانتا ہے کہ ایسی جگہ رقعہ صرف اس کاغذ کو کہتے ہیں جو سند کے لئے بطور صک و دستاویز تحریر ہوتا ہے۔ گواہ اول نے لفظ رقعہ نہ کہا کاغذ کہا وہ رقعہ سے عام ہے اور خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں ممکن کہ عام دوسرے فرد کے ضمن میں متحقق ہو یعنی مدعی نے کوئی رقعہ لکھا ہو بلکہ اور کوئی کاغذ مثل یادداشت فہرست زیور وغیرہ تحریر کیا ہو۔ آئیں کیا تناقض ہوا۔ ذی علم مجوز کا یہ فرمانا کہ حالانکہ مدعا علیہ فارسی لکھنا نہیں جانتا معلوم نہیں کس بنا پر ہے کیا مدعا علیہ کا زبانی انکار ہوا وہ مان لیا یا اس کی نفی پر کوئی شہادت گزری حالانکہ ایسی نفی پر شہادت اصلا مسوع نہیں۔ شخص غیر اور خود مدعا علیہ کے کہنے میں کیا منافاة ہے اگر انہار گواہ دوم میں یہ لفظ کہ اپنے ہاتھ سے لکھا نہ ہو جب تو ظاہر ہے کہ لکھوانے کو لکھنا کہنا برابر عرف شائع ہے خود اسی فیصلہ میں مجوز نے فرمایا کہ مدعی نے تفصیل زیور عرضی دعویٰ میں تحریر کی وزن ہر عدد کا تحریر کیا حالانکہ عرضی دعویٰ غالباً دکلا رکھتے ہیں نہ کہ خود مدعی۔ اور اگر انہار میں اپنے ہاتھ سے لکھنے کا ذکر ہے جب بھی کیا دونوں کا لکھنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیا اکثر ایسا نہیں ہوتا کہ آدمی خود مسودہ کر کے جس کے متعلق ہے اسے دکھا کر پسند کرے اور دوسرے سے صاف کرا دیتا ہے خصوصاً وہ کہ بدخط ہو۔ کیا ممکن نہیں کہ اس نے جو لکھ کر دیا کہیں مشکوک تھا مدعی نے تبدیل چاہی اس نے دوسرے سے لکھوا دیا اور اصل یہ ہے کہ ایسی فضول باتوں میں اختلاف پر نظر نامعتبر۔ اگر اس نے خود لکھا تو کیا فائدہ دوسرے سے لکھوا دیا تو کیا نقصان مدعی نے لکھا تو کیا نفع مدعا علیہ نے لکھا تو کیا ضرر اور اگر دونوں نے لکھا یا کسی نے نہ لکھا تو اس سے معاملہ پر کیا اثر۔ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب ہند و ظاہر الروایۃ و قول امام و معتد جاہیر کتب مستندہ میں اختلاف صرف و تضرع جو اصل معاملہ پر حلال انداز ہو زند و فضول باتیں کہ یوں ہوں تو دعویٰ میں غلط نہیں یوں ہوں تو ضرر نہیں محض نظر انداز ہیں ان میں اختلافات اصلا قابل لحاظ نہیں ہم نے اپنے فتاویٰ میں ریاست رام پور ہی کے ایک فیصلہ پر اس مسئلہ کے متعلق کتب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر بحر الرائق وغیرہ کتب معتدہ متأخرین تک بائیس کتابوں کی سند پیش کی ہے یہاں اسی قدر کافی کہ فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ علیگیری وغیرہ میں تصریح ہے کہ التناقض فیما لا یحتاج الیہ لایبصر ذی علم مجوز ہے تو ایک کاہر ای شفیخ خاں بیان کرنا دوسرے کا اسے ذکر نہ کرنا اختلاف مضر قرار دیا اور فتاویٰ امام تاضی خاں و بحر الرائق و فتاویٰ علیگیری میں

بونس مترجہ نام محمد المذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تفریح ہے کہ اگر ایک نے کہا فلاں شخص اس وقت ساتھ تھا دوسرے نے صاف انکار کیا کہ وہ ساتھ نہ تھا جب بھی شہادت میں قائل نہیں کہ مطلب سے زیادہ باتوں میں اختلاف ناقابل التفات ہے عبارت یہ ہے قال احدہما کان معنا وقال الآخر لم یکن معنا ذکر فی الاصل انہ یجوز ولا تبطل ہذا الشہادۃ۔

جہالت شہادت بھی وہ مضر ہوتی ہے جس سے طریق حکم مسدود ہو ورنہ تفریح اے کہ مذہب اصح و ارجح و معتد میں ہرگز مضر نہیں تاوی امام قاضی خاں میں ہے رجل ادعی فی داسر رجل طریقاً و اقام البینۃ فنشہد الشہود ان لہ طریقاً فی ہذا الدار س جازت شہادۃ تہم وان لم یجدوا الطريق لان الجہالۃ انما تمنع قبول الشہادۃ اذا تعدد القضاء بہما و ہما لا یتعدسان عرض الباب العنفس یجعل حکما لنعرفۃ الطريق اہ مختصراً اسی میں ہے قدمت ما حوا الاظہر الا شہر ططاوی ورد المختار میں ہے قدمہ قاضی خاں نکان ہوا العمدہ علیہ میں ہے الاصح ان ہذا الشہادۃ مقبولۃ علی کل حال کذا فی المہیط اور یہاں طریق حکم واضح ہے جسے ہم عنقریب بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہے کہ شہادت اس امر کیلئے درکار ہوتی ہے جس میں فریقین مختلف ہوں نہ کہ اس کے لئے جس میں اتفاق ہو ایک سو پندرہ روپے کے عوض زیورہن رکھا جانا اور اس کا دو سو روپے بھر وزن میں جو نام تہن کو خود قبول ہے تو وزن پر شہادت کی اصلاحا جہت نہ تھی اختلاف اس میں تھا کہ زیورہ چاندی کا تھا یا حرمین سلور کا اسکی نسبت دونوں گواہوں نے بالاتفاق موافق دعویٰ شہادت ادا کی تو یہ بینہ اس قرار میں سے مل کر ثبوت دیتی ہے کہ چاندی کا زیورہ وزن میں دو سو روپے بھر ماہے کے عوض مزاج تھا اب طریق حکم میں کیا خفا ہے شہادتیں جب کہ موافق قبول نہ رکھیں مجوز پر لازم ہو کہ دو سو روپے بھر نقرئی زیورہ ماہے لیکر رہا ہن کو واپس دینا مزاج پر لازم کرے اعداد زیورہ کا شہادت سے تحقیق نہ ہونا مانع حکم نہ ہو گا کہ جنس شے مدعی مع وزن و قدر رہا ہن معلوم ہو لی اسی قدر اس پر الزام حق کے لئے کافی و وافی ہے میں الحکام صفحہ ۱۲۴ میں ہے لو قالوا نشہد ان لہ علیہ در اہم لان نعرف عدداً فی ثلثۃ و کذا الوشہد و ان علیہ در یہما ت جعلت ثلثۃ ثم حلف علی شہادۃ تہم لان الشہود بتینوا بشہادۃ تہم شیئاً معلوماً لہی الدر اہم و یحلف مع شہادۃ تہم لہما لوان تکون اکثر من ذلك و یکفو فقط اتی شہادۃ پر کہ مدعا علیہ پر مدعی کے کچھ روپے ہیں یا تھوڑے سے درم ہیں حالانکہ گواہ صاف کہہ رہے ہیں کہ ہمیں گنتی نہیں معلوم کہ کتنے روپے آتے ہیں شرع نے گواہی مقبول رکھی اور اقل درجہ یعنی تین روپے لازم کئے اور اسے ایک نئے معلوم پر شہادت دینا فرمایا یعنی روپے جس سے فقط جنس مدعی بہ کا علم ہوا نہ کہ عدد و وزن مجموع کا جس کے علم سے گواہوں نے صاف انکار کر دیا تو یہاں کہ شاہدوں نے جنس ہی بتائی کہ چاندی کا تھا اور مجموعی وزن بھی بتایا کہ دو سو روپے بھر تھا اور خود یہ مجموعی وزن فریقین کو تسلیم بھی ہے یہ کیونکر شہادت مجہولہ قرار پا کر رد ہو سکتی ہے۔ عرض متتبع اول کی تجویز سراسر غلط واقع ہوئی۔ اس کے بعد فیصلے میں اور سخت بیماریاں غلطیاں ہوئیں جن کا اندازہ بھی دشوار ہے ذی علم فاضل مجوز نے یہاں مدعی مدعا علیہ کی شناخت میں غور نہ کیا عوام کا خیال یا غور یہ ہے کہ جو کچھ ہری میں پہلے آکر ناشی ہو مطلقاً وہی مدعی ہے اور جواب دینے والا مدعا علیہ۔ مگر شرع مطہر میں ہزار ہا بار اس کا عکس ہو جاتا ہے جو ناشی لیکر آیا مدعا علیہ ٹھہرتا اور جواب دہندہ مدعی قرار پاتا ہے و لہذا اعلیٰ فرماتے ہیں کہ مدعی مدعا علیہ میں تمیز کرنی ایک سخت مہم و دشوار کام ہے جس میں غور کامل حاکم پر فرض تام ہے مثلاً زید عمر و پر مدعی ہو کہ اس پر میرے

ہزار روپے قرض آتے ہیں عمر نے جواب دیا میں ادا کر چکا ہوں اب عمر مدعی ہے کہ ادا نے دین کا دعویٰ کرتا ہے اور زید مدعا علیہ کہ انکار رکھتا ہے۔ ذی علم پر اس کے نظائر کا وغیرہ معنی نہیں۔ یہاں جب کہ مرہن نے دوسو روپے بموذن کا زیور مرہن لے کر مامعے قرض دینے کا اقرار کیا اور ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی و تیار علی الخصوص و ادا شدہ الا ہندو ہرگز دو روپے کا مال مرہن لیکر مامعے قرض نہ دے گا۔ ہندووں کا تو عام قاعدہ ہے کہ برابر قیمت کا زیور بھی ہرگز قبول نہیں کرتے جب تک مقدار دین سے ڈیڑھ ما دونہ نہ ہو تو ظاہر ہے کہ وہ زیور ضرور چاندی کا تھا اور ضرور مامعے سے زیادہ قیمت کا تھا جب تو ہندو نے اس پر مامعے دیدیے۔ اب اس کا یہ ادعا کہ راہن نے مجھے دھوکا دیکر جرمن سلور کا زیور چاندی کا بتا کر مامعے مجھ سے لے لئے محض خلاف ظاہر ہے جو بے شہادت صحیح ہرگز قابل قبول نہیں ورنہ ہر شخص ہمیشہ ایسے ہی دھوکے کا ادعا کر کے لوگوں کا مال ہضم کر لیا کرے کہ آج کل شہادتوں کا معیار شرع پر ٹھیک اترنا بہت دشوار ہے خصوصاً جہاں فضول و زائد محض باتوں کے ذکر و عدم ذکر پر گواہیاں رد ہوتی ہوں تو معاملہ خود ان کی قسم پر آکر پڑے گا جو ایسے بیچ کرین انہیں قسم کھاتے کیا لگتا ہے اور اس فیصلہ موجودہ کا سا فیصلہ ہو تو قسم کی بھی حاجت نہیں یوہیں مال ہضم ہے۔ کیا شرع مطہر اسے گوارا کر سکتی ہے حاشا و کلا۔ سخت عجب یہ ہے کہ ناضل مجوز کو خود معلوم تھا کہ جرمن سلور کا زیور بتانے میں مرہن ہی شرعاً مدعی ہو گیا اور راہن اس بارہ میں مدعا علیہ ہے جب تو اس نتیجہ دوم کا بار ثبوت تہن پر رکھا تھا۔ ثبوت مدعی پر ہوتا ہے یا منکر پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں البینۃ علی من ادعی والیمن علی من انکر تو قطعاً مانا کہ مرہن مدعی ہے اور قطعاً جانا کہ اس کا ثبوت دینا اس پر ہے اور صاف تصریح فرمائی کہ وہ اصلاً ثبوت نہ دے سکا اور ظاہر ہے کہ راہن نے جرمن سلور ہونے کا اقرار نہ کیا نہ وہ اس پر قسم کھانے سے منکر ہوا تو بینا اقرار نکول تینوں طریقے معدوم اور محض اس مدعی یعنی مرہن کے زبانی بیان پر جرمن سلور ہونا مقبول۔ یوں ہو تو لوگوں کے جان و مال ہلاک و تلف ہوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لویعطن الناس بدعوہم لادعی ناس دماء رجال و اموالہم و لکن الیمن علی المدعی علیہ لوگ اگر اپنے دعویٰ پر دیدیے جائیں تو لوگوں کے خون اور مال کا دعویٰ کر بیٹھیں ہاں یوں ہے کہ مدعا علیہ پر قسم ہے۔ اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ روایت در مختار کو اس صورت سے علاقہ نہیں وہ وہاں کہ مرہن خلاف ظاہر کا مدعی نہ ہو تو آپ ہی اس کا قول معتبر ہو گا کہ وہ قابض ہے یہاں خود ناضل مجوز کو اعتراف ہے کہ مرہن امر خلاف ظاہر کا مدعی ہے جب تو نتیجہ دوم میں لکھا تھا کہ ثبوت ذمہ مدعا علیہ کیا جس کی بات ظاہر کے مطابق ہو اس پر بار ثبوت ہو اگر تا ہے تو روایت در مختار سے استناد صحیحہ خود اپنی تجویز بار ثبوت کے خلاف ہے۔ اگر ادعا کے خلاف ظاہر کی حالت کو بھی یہ روایت شامل ہو تو بنیوں کی ایک ایک دیا سلائی لاکھ لاکھ روپے کی ہو جائے زید نے کسی بنے سے کچھ مرہن رکھ کر لاکھ روپے قرض لئے جب وہ قرض ادا کرنے آئے بنیادیا سلائی کی ایک ڈیڑھ لاکھ روپے کہ یہ مرہن رکھ کر لاکھ روپے مجھ سے لے گئے تھے مدیون گواہ پیش کرے ان میں کسی لفظ زائد و بیکار کے ذکر و ترک کا اختلاف نہ ہوگا جس سے عام شہادتوں کا خالی ہونا سخت ہی دشوار ہے گواہیاں تو یوں رد ہو گئیں اور اب قول مرہن کا معتبر ہے حکم ہو جائے کہ راہن کو لگاری دی گئی مگر کیسی؟ یوں کہ یہی دیا سلائی قابل نفاذ حکم ہے لاکھ روپے ادا کر کے دیا سلائی گھر کو لی جائے۔ اس صورت کو باطل مانے تو کیوں؟ حالانکہ روایت در مختار کا اطلاق اسے بھی شامل ہے اس میں اسی قدر تو ہے کہ قال الراہن السراہن غیر ہذا اوقال المرہن بل ہذا هو الذی رحنہ عندی فالقول للمرہن لا یشہد بہنا بئس یعنی راہن نے کہا مرہن اور پھر

مقی مرتبن نے کہا بلکہ یہی تھی تو قول راہن کا معتبر ہے کہ وہ قابض ہے۔ اس سے لاکھ روپے اور دیا سلائی کی ڈبیہ کا مسئلہ کیونکہ خارج کیجئے گا۔
راہن یہی تھی یا اور چیز تھی یہاں بھی صادق۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ یہ اس صورت کو شامل نہیں جس میں مرتبن خلافت ظاہر کا کرے تو بعینہی حلت
یہاں بھی ہے مرتبن خلافت ظاہری کا مدعی ہوا ہے جب تو اس نتیجے کا با ثبوت اس پر تھا لاجرم علیگریہ میں فرمایا الظاہر یکذ ب ۵۱
المستتمن فیما قال فلا یقبل قوله اذا حجد الراهن ذلک کذا فی المحيط پھر اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ اس
روایت غیر متعلقہ کے بھی خلافت فیصلہ کیا گیا روایت میں قول مرتبن کے لئے مانا ہے اور قول کسی کا معتبر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے حلف لیا
جائے گا اگر حلف لے اس کا قول معتبر ہو خود فاضل مجوز کو اقرار ہے کہ قول مرتبن معتبر ہے مگر حلف بصورت دائرہ میں بے حلف ہی اسی کا قول
معتبر ہو گیا اور اس کا عذر یہ تحریر فرمایا کہ مدعی نے اس کے حلف کی استدعا نہ کی۔ سچا استدعا نہ کی تھی اور مجوز کے زعم میں مرتبن
پر حلف عائد تھا تو بلا حلف فیصلہ کیونکہ دیدیا۔ کیا اگر مدعی گواہ نہ دے سکے اور حلف مدعا علیہ کی خود استدعا بھی نہ کرے کہ ان کچھ یوں میں یہ معمول
کا منسوخ ہو رہا ہے تو اب قاضی کو حکم ہے کہ بلا گواہ وہ بلا حلف خود بخود قول مدعا علیہ خلافت مدعی قبول کر کے فیصلہ دیدے فتاویٰ امام قاضی خاں
د اشباہ والنظائر فتاویٰ خیر یہ میں ہے القاضی لا یقضی الا بالحقہ وہی البینة او الاقرار او التکول پھر لطف یہ کہ ساری
بلاتو مدعی بیچارے کے سر پڑی کہ باغیہ چہرہ دار دیدی کہ روپے کا کھلونا لیلے اور نام یہ فرمایا گیا کہ مدعی کی ڈاگری ہوئی۔ بالجملہ اس فیصلہ کا منسوخ
کرنا لازم ہے بلکہ اسے تو منسوخ کرنا بھی کیا کہئے منسوخ تو وہ ہو چو کچھ وجود بھی رکھتا ہونہ یہ کہ تجویز کہ اصلا کسی اصل شرعی عقلی عرفی سے لگاؤ نہیں
رکتی جس میں مرتبن کو کہ مدعی ہو لیا مقبول القول مانا گیا اور وہ بھی ایسا کہ اس کی نرمی زبان بلا حلف مقبول نسٹال اللہ العفو والعافیة
الضائیا یہاں طریق حکم یہ ہے کہ اگر گواہان راہن کی وہ دونوں شہادتیں بروہہ شرعی گزر چکی ہیں تو ان سے زیور نقرئی وزنی دوسرے
روپے بھر ہونا ضرور ثابت ہے۔ مرتبن پر لازم کیا جائے کہ چاندی کا زیور اتنے وزن کا پیش کرے اگر وہ لے آئے اور اسی تفصیل کے مطابق
ہو جو راہن نے بیان کی تبہا اور اگر راہن کہے کہ یہ وہ زیور نہیں تو اب روایت در مختار اس مسئلہ سے متعلق ہوگی راہن تفصیل پر گواہ نہ لایا
تو مرتبن سے حلف لے اگر وہ حلف کرے تو وہی نقرئی دوسرے روپے بھر کا زیور کہ مرتبن پیش کرے مہون قرار پائے راہن باغیہ روپے کر وہ
چاندی کا زیور لیلے اور اگر مرتبن زیور نقرہ سے منکر ہی رہے تو یہ ٹھہرے گا کہ زیور اس نے تلف کر دیا ایک سو پندرہ روپے بھر کے عوض تو مرتبن
کا دین ساقط ہو گیا باقی بچا مٹی روپے بھر چاندی راہن کو واپس دے علیگری باب رہن الغضۃ بالغضۃ میں ہے یجوز رهن الدرہم
والدنانیر نان رهن یجنسها فہلکت ہلکت بثلثا من الدین وان اختلفا فی الجود لا عند
البحلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الخ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸/ رمضان مبارک ۱۲۵ھ

مسئلہ:۔ از ریاست رام پور محلہ گھیر مردان خان مرسلہ ضیاء الدین خاں صاحب

سوال اول: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ہندہ و عویدار مہر کی پدراپنے سے بقدر حصہ فراغض
کے ہے اور پدرا اس کا ابراہ دین مہر کا مجیب ہے ثبوت ابراہ دین مہر میں دو مرد اور دو عورتیں پدرا ہندہ نے گزارنے ہیں جن کا حرف بحرف بیان
نقل کر کے گذارش ہے کہ بروایات فقہیہ بیان شہود و مشورہ فتویٰ ثبوت ابراہ دین مہر میں کافی ہے یا نہیں۔

سوال دوم :- ہندہ و عویدہ اس امر کی ہے کہ میری ماں کا نکاح بتعداد مہر چالیس ہزار روپیہ بکر کے ساتھ ہوا ہے بکر سے بقدر حصہ ذرا نصیب ملا دیا جاوے بکر مجیب ہے کہ تعداد مہر مجھے یاد نہیں مگر والدہ ہندہ نے مہر مجھے معاف کر دیا ابراہیم مہر کی شہادت بھی پیش کی لیکن شہادت مذکور عند العدالت کافی و مثبت نہ ہوئی ہندہ ثبوت تعداد مہر میں یہ کہتی ہے کہ مجھے ثبوت تعداد مہر کا اس وقت دینا تھا جب کہ مدعا علیہ یعنی بکر کئی بیشی تعداد مہر میں کلام کرتا بکر کو تعداد مستدعیہ سے اقرار و انکار نہیں بلکہ سکوت ہے صرت ابراہیم کا دعویٰ تھا جس کو ثابت نہ کر سکا۔ ائین الشرح عدالت کو در صورت عدم ثبوت ابراہیم مہر ڈگری بحق مدعیہ باوجود نہ ثابت کرنے تعداد دین مہر کے دینی چاہئے یا نہیں بینوا تو جردا

بیانات متعلق سوال اول

بیان مرد اول کا :- گو اہی اللہ کے واسطے دیتا ہوں کہ میں بکر کے یہاں بیٹھا تھا کہ عمر و بنصر ناخوٹ پڑنے کے آئے بعد فاتحہ کے عمر نے زید برادر بکر سے دریافت کیا کہ بکر کی بی بی نے اپنا مہر بخش دیا یا نہیں میرے سامنے زید برادر بکر سے کہا کہ میرے اور کریم کے سامنے بخش دیا اور عمر سے کہا کہ تم سب لوگ گواہ رہنا وقت ۱۲ بجے دن کے بعد کا تھا بکر کی بی بی کے مرنے کے دوسرے یا تیسرے روز کا یہ ذکر ہے خوب یاد نہیں سوال، عمر نے دریافت کیا تھا کہ بکر کی بی بی نے مہر بخش دیا یا لڈن کی ماں نے؟ مجھے یاد نہیں کہ کیا کہا تھا۔ جس کے جواب میں زید نے کہا کہ مہر بخش دیا۔ زید نے اور بھی چند مرتبہ ہمارے روبرو بیان کیا کہ لڈن کی ماں نے مہر بخش دیا۔

سوال، بکر کی بی بی کے انتقال کو کس قدر مدت گزری؟ تخمیناً اٹھارہ بیس سال ہوئے۔

سوال منجانب بکر، کریم سماء کے حقیقی بھائی تھے؟ جواب، میں جہانگ خیال کرتا ہوں حقیقی تھے۔

بیان دوسرے مرد کا :- اللہ کو حاضر ناظر جان کر گو اہی اللہ کے واسطے یہ گو اہی دیتا ہوں کہ میں بعد مرنے محمد شفیع یعنی بکر کی بی بی کے ماں فیض اللہ شاہ کی بیٹی کی فاتحہ کو گیا تھا میں نے زید برادر بکر سے دریافت کیا کہ کریم کی بہن، لڈن کی ماں نے مہر بکر کو بخش دیا زید اور کریم دونوں نے کہا، لڈن کی ماں نے مہر معاف کر دیا اور یہ کہا کہ اس بات پر گواہ رہنا اٹھارہ بیس سال کا عرصہ گزرا وقت دوپہر کا تھا یہ واقعہ مرنے سے دوسرے دن کا ہے۔

بیان عورت کا :- عرصہ تخمیناً بیس سال کا گذرا کہ بکر کی بی بی نے اپنے خاوند بکر کو مہر بخش دیا تھا میں مرتبہ سوال کیا کہ کس کو بخشا جواب دیا بکر کو سوال مہر کی تعداد معلوم نہیں تعداد مہر کی بابت اس وقت ذکر میرے سامنے نہیں ہوا زید بکر کی بی بی تھیں مہر بخشنے سے دو روز بعد انتقال ہو گیا دن میں بتلا تھیں دو گھنٹی رات گئی تھی عورتیں تھیں مرد کوئی نہیں فقط ان کے بھائی موجود تھے۔ خالد نے منجانب بکر دریافت کیا کہ زید اس وقت کہاں تھے؟ کیا گھر میں موجود تھے۔

دوسری عورت کا بیان :- گو اہی اللہ کے واسطے میں بکر کے گھر ان کی بی بی کی دریافت حال کے واسطے گئی تھی بکر کی بیٹی نے ان سے کہا مہر کی بابت کیا کہتی ہو۔ انھوں نے آنکھ کھولی اور کہا میں نے مہر بخش دیا اور میرے حقوق بھی ان سے بخشوا دیے جو دو گھنٹی رات گئی تھی۔ کس قدر مرد تھے؟ کوئی نہیں صرف عورتیں تھیں جس نے پہلے گو اہی دی ہے یہ تھیں؟ کہا موجود تھی۔ مہر کے معاف کرنے سے دو روز بعد مرنے میں جس وقت مہر معاف کیا ہے اس وقت ہوش و جاوہ اس باقی تھے۔

اگرچہ :- علی بیانات شہود اربعہ نظر سے گذرے ان میں ایک بیان بھی اس قابل نہیں کہ اس کی جانب کچھ بھی التماس کیا جائے

عقل و عقل ہیں۔ شہادت شہود و مشاہدہ و حضور و معانیہ سے ہے دونوں مردوں میں کوئی خود اپنے سامنے زوجہ مدعا علیہ کا مہر معاف کرنا نہیں بیان کرتا بلکہ برادران زن و شوہر یا صرف برادر شوہر سے اپنا سنا بیان کرتے ہیں اور معافی مہر ان مسائل امتحان سے نہیں جنہیں سماجی بات پر شہادت دینی جائز ہے ہدایہ میں ہے لایحوز للشاھدان پشھد بشئ لریعانیہ الا النسب والموت والنکاح والدخول وولاية القاضی وهذا الاستحسان والقیاس انه لا یجوز لان الشهادة مشتقة من المشاهدة وذلك بالمعاینة ولم یحصل نصا رکا للبیع وجه الاستحسان ان هذه الامور تخص بمعاینة اسبابها خواص من الناس ویتعلق بها احكام تتبع علی انقضاء القرون فلولا لم یقبل فیها الشهادة بالتسامح ادى الى المخرج وتعطيل الاحكام بخلاف البيع لانه یسمعه كل واحد بزازیه میں کہ دریاؤ مہر شہادت سماجی کی اجازت دی اس کے معنی یہ ہیں کہ مقدار مہر پر حاضران جلسہ نکاح سے جماعت عظیم یا ثقہ عادل دو مردوں یا ایک مرد و دو عورتوں کے بیان سن کر گواہی دینی جائز ہے کہ جب نکاح پر شہادت بالتسامح روا ہوئی تو مہر بھی اس کا تابع ہے نہ یہ کہ کسی ستائی معافی مہر پر شہادت جائز ہو طوائف مہر کو گناہ ہے نہ کہ معافی مہر کو اور ان دونوں میں فرق بدیہی ہے۔ در مختار میں ہے لایشهد احد بمال یعانیہ بالاجماع الا فی عشرة منها العتق والولاء عند الشافی والمهر علی الاصح بزازیه الخ طحاوی میں ہے لان المهر تبع للنکاح ذکره عبد البرقرۃ العیون میں ہے لانه من توابع الاح نکاح کا صلہ جامع الغصولین میں ہے الشهادة بالتسامح من الخارجین من بین جماعة حاضرین فی البیت عند النکاح بان المهر کذا تقبل لامن سمع من غیره اور بقرض باطل اگر یہاں شہادت بالتسامح جائز بھی ہوتی تو جب کہ شاہدوں نے اپنی شہادت میں سماع ہونے کی تصریح کر دی قابل قبول نہ رہی ہدایہ میں ہے ویسبغی ان یطلق اداء الشهادة ولا ینفس اما اذا نفس القاضی انه یشھد بالتسامح لم تقبل شهادتہ کما ان معاینة الید فی الاملاک مطلق للشهادة ثم اذا نفس لا تقبل کذا ہذا در مختار میں ہے وان نفس الشاھد للقاضی ان شهادتہ بالتسامح اوبمعانیة الید ردت علی الصحیح الا فی الوقف والموت ان دونوں شہادتوں کی حقیقت تو اس قدر ہے مگر شاہدین نے یہ چاہا کہ اپنی سماجی گواہی کو شہادۃ علی الشہادۃ کے دائرہ میں لے آئیں اور غالباً اسی لئے بیان اصول میں یہ لفظ ذکر کے کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ شرط تکمیل کی تکمیل کریں لیکن ان سے بہت باتیں رہ گئیں جن کے سبب یہ مقصد بھی پورا نہ ہوا اور شہادت بدستور ناکارہ رہی اولاً اصول یعنی برادران زن و شوہر کا بیان شہادت نہیں حکایت ہے کہ ان کے بیانات میں گواہی دیتا ہوں کا لفظ نہیں تو یہ شہادت علی الکفایت ہوئی جس کا حاصل وہی شہادت بالتسامح ہے نہ شہادۃ علی الشہادۃ در مختار میں ہے کیفیتہما ان یقول الاصل مخاطباً للفرع اشھد علی شہادتی انی اشھد بكذا رد المختار میں ہے قوله انی اشھد بكذا قید بقوله اشھد لانه بدونه لا یسمه ان یشھد علی شہادتہ ہدایہ و طحاوی میں ہے لایبدان پشھد عندہ کما یشھد عند القاضی لیتقلہ الی مجلس القاضی وهو بالشہین الثالثة ثانیاً اصل کافرع سے یہ کہنا ضروری ہے کہ میری شہادت کا شاہد رہنا برادران زن و شوہر دونوں کے کلام میں شہادت پر اشھاد نہیں بلکہ صرف اتنا ہے کہ تم سب لوگ گواہ رہنا یا یہ کہ اس بات پر گواہ رہنا یا اور اس قدر کافی نہیں اور اس کی بنا پر جو شہادت علی الشہادت

دیجائے مردود ہے ردالمختار میں ہے قید بقولہ اشہد علی شہادتی لانہ لوقال اشہد علی بذلک لم یجز لا احتمال ان یکون الا شہاد علی نفس الحق المشہود بہ فیكون امرا بالکذب ویبط لانہ لوقال لشہادتی لم یجز لا احتمال ان یکون امرا بان یشہد مثل شہادتہ بالکذب اسی طرح عمومی طحاوی وغیرہ میں ہے ثالثاً شاہد دوم کا بیان یہ ہے کہ زید اور کریم دونوں نے یہ کہا کہ لڈن کی ماں نے مہر معائنہ کر دیا اور یہ کہا کہ اس بات پر گواہ رہنا۔ اس عبارت سے کچھ نہ کھلا کہ اور یہ کہا کہ عطف معائنہ کر دیا پر ہے یا دونوں نے کہا پر۔ بلکہ اول ہی قریب ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ عورت نے مہر معائنہ کیا اور لوگوں سے کہا کہ میری اس معافی پر گواہ رہنا تو شاہد دوم کا بیان اس ٹوٹے پھوٹے بیان تخمیل سے بھی خالی ہے بالجملہ وہ شہادتیں محض نامسموع ہیں رہیں عورتیں اول تو وہ تنہا اور عورتوں کی گواہی بالاجماع مقبول نہیں پھر ان کے بیانوں میں خود جو مخالف اور مردوں کے بیان کی مخالفت ہے اس سب سے قطع نظر کچھ تو ان کی شہادت صاف کہہ رہی ہے کہ یہ معافی مرض الموت میں ہوئی عورت وق میں مبتلا تھی یہ اس کی عیادت کو گئی تھیں اخیر وقت کی حالت تھی بیٹے نے پوچھا مہر کی بات کیا کہتی ہو انہوں نے آنکھ کھولی اور کہنا میں نے نہ بخش دیا اور میرے حقوق بھی ان سے بخشو اور جو روز کے بعد انتقال ہو گیا اور مرض الموت میں معافی وصیت ہے کہ وارث کے لئے بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں در مختار میں ہے بعتر بحال العقد فی تصرف منجز فان کان فی الصحۃ فن کل مالہ والامن ثلثہ والمراد التصرف الذی ہو

انشاء ویكون فیہ معنی التبرع وحبثہ ووصیتہ ام عنصراً طحاوی میں ہے والایراء والصدقة مثل ما ذکرہ تمستانی تو عورتوں کی شہادت بجائے نافع ہونے کے مدعی ابرار کو اور مضر ہے کہ وہ ابرار ہو بھی تو ایسے وقت ہو کہ بے اجازت مدعیہ مدعا علیہ کو مفید نہیں۔ کلام یہاں ہنوز اور باقی ہے مگر اس قدر بھی وضوح حق میں کافی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب کہ بجز اثبات ابرار نہ کر سکا حاکم ہندہ سے حلف لے اگر وہ حلف سے انکار کرے ابرار ثابت ہو جائے گا اور دعویٰ مدعیہ پر دیا جائے گا اور اگر حلف کرے تو دعویٰ ابرار باطل ہو گیا اب ہندہ کا دعویٰ مہر باقی ہے حاکم نظر کرے کہ پچاس ہزار کا مہر جس کا ہندہ دعویٰ کرتی ہے آیا مادہ ہندہ کے مہر مثل سے زائد تو نہیں اگر زائد نہ ہو تو ہندہ ہرگز محتاج گواہان نہیں کہ مقدار مہر مثل تک زن و وارثان زن کا بیان بے حاجت شہادت مقبول ہے کہ بوجہ موافقت مہر مثل ان کا قول موافق ظاہر ہے اور جس کا قول موافق ظاہر ہو وہ مدعا علیہ ہے اور جو مدعا علیہ ہے با ثبوت اس پر نہیں اس کے مخالف پر ہے یہاں تک کہ اگر مہر مثل عورت یا اس کے ورثہ کا شاہد ہو یعنی ان کے دعویٰ سے سادی یا زائد ہو اور مدعی کا دعویٰ کرنے اور فریقین گواہ دیدیں تو عورت کے گواہ مسموع بھی نہ ہوں گے کہ شہادت اثبات ثبوتی کے لئے ہے نہ اظہار ظاہر کے واسطے یہاں اگر بجز پچاس ہزار سے کم کسی مقدار کا تبین بتاتا تو وہ مدعی تھا اس سے گواہ مانگے جاتے اگر گواہان عادل سے مقدار اقل کا ثبوت دے دیتا تو ہندہ کو اسی قدر کا حصہ دلایا جاتا اور گواہ نہ دے سکتا تو ہندہ سے قسم لیکر اس کا دعویٰ ڈگری کر دیا جاتا یا اس صورت میں پچاس ہزار کے گواہ دیدیتی تو سن لئے جاتے کہ مدعی کی جانب گواہ نہ تھے اور اگر گواہ نہ دیتی اور قسم کھانے سے بھی انکار کرتی تو اسی مقدار اقل کا حصہ پاتی جس کا بجز مدعی ہوتا اب کہ بجز کی کا دعویٰ بھی نہیں کرتا نہ اسے پچاس ہزار کے مقدار سے انکار ہے تو بیان ہندہ کہ شہادت مہر مثل سے روشن ہے صاف بے مزاحم ہے اور اسے پوری ڈگری پانے کا استحقاق ہے اور اگر مہر مثل پچاس ہزار سے کم تھا تو اب ہندہ دربارہ زیادت ضرور مدعی ہوگی اور بجز کا کہنا کہ مجھے تعداد مہر یاد نہیں ہرگز

جواب کافی صحیح نہیں اسے یوں نہ چھوڑا جائے گا بلکہ حاکم اس سے سوال کرے یا مہر پچاس ہزار کا بندھا تھا اگر وہ کہے آنا تھا تو کچھ کم کر کے پوچھے جو مقدار مہر مثل سے ہونے لگے ہو اگر وہ اس کی بھی نفی کرے تو اور گھٹا کر دریافت کرے یہاں تک کہ مقدار مہر مثل تک پہنچے اگر وہ اس کی بھی نفی کرے تو حاکم اس سے قسم لے اگر وہ قسم کھالے اور ہندہ اپنے دعویٰ کے گواہ نہ دے سکے تو حاکم صرف بقدر حصہ مہر مثل کے ہندہ کو ڈگری دے مثلاً مہر مثل تیس ہزار ہے اور بچر نے اس کی بھی نفی کی اور قسم کھالی اور ہندہ نے پچاس ہزار کے گواہ نہ دیے تو ہندہ کو تیس ہزار کا حصہ دلایا جائے اور بچر قسم کھانے سے انکار کرے تو پورے پچاس ہزار کا۔ اور اگر بچر سوال حاکم پر انکار اقرار کچھ نہ کرے یہی کہتا رہے کہ مجھے یاد نہیں تو حاکم اسے جبر کرے کہ مقدار مہر تباہے اگر نہ مانے قید کرے یہاں تک کہ کسی مقدار کی تعیین کا مقرر ہو اب اگر یہی پچاس ہزار قبول کئے تو ہندہ پوری ڈگری پائے اور اب بھی اسے اثبات مقدار کی حاجت نہ رہی اور اگر کم مانے تو حاکم نظر کرے کہ جو مقدار اس نے مانی عورت کے مہر مثل سے تو کم نہیں اگر کم نہ ہو تو اب مہر مثل بچر کا شاہد ہوگا اور وہ خالص مدعا علیہ رہے گا اور بارثبوت ہندہ پر آئے گا اگر گواہان عادل دیدے گی پورے دعویٰ کی ڈگری پائے گی اور اس صورت میں اگر بچر اقل کے گواہ بھی دے گا تو اسی وجہ سے جو اوپر جانب ہندہ میں مذکور ہوئی شاید ان ہندہ کے مقابل مسوع نہ ہونگے ہاں اگر ہندہ گواہ نہ لاسکی تو بچر کے گواہ سن لے جائیں گے اور ہندہ مقدار اقل کا حصہ پائے گی اور دونوں گواہ نہ دے سکے تو بچر سے قسم لی جائے اگر قسم کھالے تو مقدار اقل کا حصہ ہندہ کو دلایا جائے اور قسم سے انکار کرے تو پھر بے حاجت گواہان پورا دعویٰ ڈگری ہو اور اگر یہ مقدار بچر نے مانی مہر مثل سے بھی کم ہے تو اب مہر مثل کسی کا شاہد نہیں اس لئے کہ دعویٰ بچر سے زائد اور دعویٰ ہندہ سے کم ہے اب ان میں جو گواہ دیدیگا اسی کا قول ثابت ہوگا اور دونوں گواہ دیدیں تو مہر مثل کے حصہ کی ڈگری دی جائے گی اور کوئی نہ دے سکے تو بچر سے قسم لی جائے اگر انکار کرے تو ہندہ کا پورا دعویٰ ڈگری ہو اور قسم کھالے تو ہندہ سے قسم لی جائے اگر انکار کرے تو حصہ اقل دلائی جائے اور وہ بھی قسم کھالے تو مہر مثل کے حصہ کی ڈگری ہو۔ یہ سب تفصیل اس صورت میں ہے کہ مادر ہندہ کا مہر مثل معلوم ہو اور اگر نہ معلوم ہو تو حاکم کو اختیار ہے چاہے ہندہ سے پچاس ہزار کے گواہ طلب کرے چاہے اپنے معتدوں کے ذریعہ سے عورت کا مہر مثل تحقیق کر کے کارزدائی بالاعمال میں لائے جامع الفصولین میں مختلفات امام ابی الیث سے ہے ادعت الغامن مہر اعلیٰ و رثۃ زوجہ تصدق الی تمام مہر مثلھا عند خ لان مہر المثل یحکم عندہ فمن شهد له فله القول اسی مدعے سے ہے ادعت مہر اعلیٰ وارث الزوج وانکروا رثۃ یرقف تدومہ مثلھا ویقول القاضی لورثۃ کان مہرھا کذا ام اعلیٰ من ذلك لوقال لا قال کان کذا دون ما قالہ فی المرۃ الاولی الی ان ینتھ الی مقدار مہر مثلھا و رثتہا میں ہے اختلاف فی تدسہ حال یتام النکاح فالقول لمن شهد له مہر المثل بیسینہ وان اقام بیئۃ قبلت سواہ شہد مہر المثل لہ اولھا اولاولا وان اقام البینۃ فیئھا مقدمۃ ان شہد مہر المثل لہ و بیئتہ ان شہد مہر المثل لہ لان البینات لاثبات خلوات الظاہر وان کان مہر المثل بینھا تجالغانان حلفا و برہنا تفضی بہ وان برہن احدہما قبل برہانہ لانہ نورہ عواہ وموت احدہما کحیاتیہما فی الحکم رد المعتاد میں ہے قولہ لمن شهد له مہر المثل ای فیكون القول لہا ان کان مہر مثلھا کما قلت اراکثرولہ ان کان کما قال اراقل وان کان بینہما ای اکثر مساقا ل و اقل مساقا لت ولا بیئۃ تحالفا و لزم مہر المثل

کذا فی الملتحہ وشرحہ قولہ وان کان هذا بیان لثالث الاقسام نانہ اذ السریقیا البینة اراقاماها قد، یشهدہا
المثل لہ اولہا ویكون بینہما تقدم بیان القسمین الاولین فی المسألتین وهذا بیان الثالث قولہ فان حلفنا
راجع الی المسألة الاولى وقولہ اوبرہنا یا جہ۔ الثانیة لکن کان علیہ حدث قولہ تحالفنا لانہ اذا برہنا لانحالفنا
قولہ تحالفنا فان نکلت المرأة ووجب الف واذ انکل ینفی بالین علی ما عرف ان ایہما نکل لزمہ دعوی الاخر وسورة
المسألة فیما اذا ادعت الالین وادعی ہوا الالف وکان مہر المثل الفوا وخمسائة قولہ قضی بہ ای بمہر المثل اہ مختصرا
ثم ادعی قاضی خاں وفتاویٰ علیگریہ میں ہے اذا ادعت مہرہا علی وارث زوجها اکثر من مہر مثلہا ان کان الوارث مقربا بالنکاح
بقول لہ القاضی ان مہرہا کذا اکثر من مہر مثلہا ان قال لا یقول لہ القاضی ان کان کذا ای ذکر مہر ادرن الاول
لکنہ اکثر من مہر مثلہا ان قال لا یقول لہ القاضی ان کان کذا الی ان یاقی القاضی علی مقدس مہر المثل نبعث ذلک اذا
قال الوارث لا النہمہ القاضی مقدار مہر المثل ویحلفہ علی الزیادۃ ہذا اذا کان القاضی یعرف مقدار مہر مثلہا
فان کان لا یعرف یا مرامنا مہرہ بالسوال ممن یعلمہ او یحلفہا اقامة البینة علی ما تدعی جامع الفصولین میں ہے مات فادعت
امراتہ المسی فقالت ورثتہ نعلہ ان لک مہرا ولا نعلم قدسہ یجبون علی البینات ومعنی الجبران یجبوا حتی
یقررا بمقدس المہر لتیام الرساۃ مقام الزوج وانہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از ریاست جاوہر ملک مالوہ محلہ شاہ گنج ڈاکخانہ کہنہ مرسلہ حضرت سید مقبول عیسیٰ میاں ضنا ۲۵ شعبان ۱۳۲۶ھ

سوال اول۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین میں اس مسئلہ میں کہ زید ایک شخص متمول و صاحب ازواج و اولاد و اولاد الاک تھا اس کے انتقال
کے بعد باہم چند بعد برس کے بابت تقسیم ایک مکان کے جس میں مرتے دم تک زید متوفی مع سب اولاد و ازواج کے رہتا تھا اور اسی مکان میں
انتقال کیا بخوار پیدا ہوئی تا انیکہ ایک پسر نے بقدر اپنے حصہ کے تقسیم کر پانے نالشی کی ایک سوتیلی بہن عذر دار و جوابدہ ہوئی کہ یہ مکان میرے
باپ زید نے اپنی زندگی میں میری ماں فرید بیگم کو مہر کیا ہے مہر نامہ ضائع ہو گیا اور قبضہ میری ماں کا وقت مہر ہو گیا اور بعد ماں کے میں تابعین
ہوں اور تین گواہ قبضہ کے پیش کے جن کے بیان میں اختلاف کثیر ہے ایک کہتا ہے سات برس اور دوسرے کہتے ہیں بارہ تیرہ برس ہوئے
اور پسر خواہندہ تقسیم کو مہر سے لاطی دانکار ہے اور گواہان پسر خواہندہ تقسیم کے بیان بضمون واحد نسبت عدم مہر اور ہونے قبضہ جمع ورثا
انتقال مورث سے آج تک مؤید دعوی خواہندہ تقسیم ہے حالانکہ مکان مذکور میں دیگر ورثا بھی اب تک سکونت رکھتے ہیں اور مستدعی تقسیم کا
بھی کسی قدر اسباب اس مکان کی ایک کوٹھری میں اب تک رکھا تھا پس ایسی صورت میں قبضہ مشکوک میں از روئے شرع شریف مہر مہر مہر مہر

دختر بقول دختر بطور جائز تصور ہو سکتی ہے یا حالات صورت قبضہ سے مہر ناجائز ہوئی۔ بینوا التوجروا فقط

طغس گواہی سید امیر شاہ۔ مکان متنازعہ کو رسول خاں نے مسماۃ صنوبر بیگم مدعا علیہا کو مہر کیا ہے جس کو عرصہ بہت ہو اپنی چھ سات سال
کا ہوا مہر کی تکمیل میرے روبرو ہوئی اور اس وقت دوسری زوجہ کو جو شامل رہتی تھی علیحدہ کر کے مسماۃ صنوبر بیگم مدعا علیہا کا تھا قبضہ کر دیا تھا
اور دوسری زوجہ کو چٹان ٹولی کے مکان میں بود و باش کرادی گئی تھی بعد توشت مہر نامہ۔

لخص گواہی سلطان ولد نذر محمد خاں ۱۔ رسول خاں جمدار نے اپنی حیات میں تنازعہ کو صنوبریگم کو ہبہ کیا تھا ہبہ تحریری ہوا تھا اور جمدار صاحب کے دستخط بھی ہوئے تھے ہبہ نامہ تحریر ہونے کے بعد قبضہ دلا دیا گیا تھا جمدار نے قبضہ دلانے سے اول جو کچھ ان کا مال و اسباب تھا چوکی میں بیچ دیا تھا۔ مدعا علیہا ۱۔ مدعا علیہا ۱۔ مدعا علیہا ۱۔ اس مکان میں رکھا ہے خوشحال خاں مدعا علیہا ۱۔ ان کی والدہ کی اجازت سے رہتے ہیں مکان کو ہبہ ہوئے بارہ تیرہ سال ہوئے ہوں گے۔ جمدار نے اپنے سے چہ سات اول ہبہ نامہ لکھا تھا تاریخ یاد نہیں مکان تنازعہ کا کوئی حصہ مدعی کے قبضہ میں نہیں ہے مدعی کی والدہ کا سامان بعد قبضہ کے عطلہ کر دیا میرے سامنے عطلہ کر دیا تھا بعد کو ہم نے دستخط ہبہ نامہ پر کئے تھے لخص گواہی عبدالمجید خاں ۱۔ مدعا علیہا ۱۔ جمدار نے مکان تنازعہ ہبہ کر دیا تھا اندازاً بارہ سال کا عرصہ ہوا جب ہبہ نامہ لکھا گیا تھا اس پر میری شہادت ہوئی تھی اس وقت مدعا علیہا ۱۔ کا قبضہ بھی مکان تنازعہ پر کر دیا تھا جمدار نے اس مکان کو خالی کر کے اپنا کل اسباب دوسرے مکان میں رکھوا دیا اور مستورات کو بھی اس مکان سے عطلہ کر دیا اور ہارے سامنے جمدار مذکور نے کہا کہ میں نے مدعا علیہا کا قبضہ دلا دیا ہے اور یہ مکان آپ کو دیا مدعا علیہا ۱۔ اس وقت موجود تھیں اور ان سے یہ سب جمدار سے کہہ دیا تھا مدعا علیہا کو ہبہ نامہ سپرد کر دیا تھا مکان تنازعہ میں اس وقت سوائے مدعا علیہا کے اور کوئی نہیں تھا اور کوئی ہو تو مجھ کو معلوم نہیں یہ مجھے معلوم نہیں کہ سوائے زوجہ خوشحال خاں و خوشحال خاں مدعا علیہا ۱۔ اور کون کون مکان مذکور میں رہتا ہے مدعا علیہا ۱۔ کو جب دستاویز سنائی گئی تو اس وقت مضمون سنا تھا مضمون ہبہ نامہ کا یہ یاد ہے کہ یہ لکھا ہوا تھا کہ اور سب کو تو حصہ دیدیا ہے تم کو اب یہ مکان ہبہ کیا جاتا ہے تم قبضہ کرو جمدار نے اردو میں اپنا نام لکھا تھا مجھے نہیں معلوم کہ زوجہ خوشحال خاں و خوشحال خاں مکان تنازعہ میں کس کی اجازت سے رہتے ہیں آیا مدعا علیہا نے اجازت دی ہے یا نہیں

اعتراضات مفتی

سید امیر شاہ کی شہادت ۱۔ معائنہ قبضہ مدعا علیہا ۱۔ ۱۔ اور مکان تنازعہ فیہ وقت ہبہ کرنے رسول خاں جمدار کے مکان مذکورہ کو یوں بیان کیا ہے کہ دوسری زوجہ کو جو شامل رہتی تھی عطلہ کر کے سماء صنوبریگم کو تھا قبضہ دلا دیا ہے اور رسول خاں کے اسباب سے مکان کو خالی کرنا نہیں بیان کیا ہے اور نذر رسول خاں کا خود عطلہ ہونا اس مکان سے بیان کیا ہے حالانکہ تمامیت قبضہ کے لئے واہب کے اسباب مقبوضہ جو اس مکان موجود ہیں رکھا ہوا اور خود ذات واہب سے اس مکان موجودہ کا خالی ہونا ضروری ہے ہبہ میں وقت قبضہ کے۔ اور رسول خاں کا اسباب مقبوضہ اس مکان میں ہونا وقت ہبہ گواہوں کی گواہی سے ثابت ہے اور خود رہنا ان کا اس مکان میں سب کو ظاہر ہے اور بہرام خاں کی گواہی سے ثابت ہے کہ جمدار مرنے تک اس مکان میں رہے۔ سید امیر شاہ کی گواہی ہوئی اور پر معائنہ قبضہ ناقصہ کے لہذا ان کی شہادت مستبر نہیں ہے۔

سلطان خاں کی گواہی میں اور پر معائنہ قبضہ کے خود نکلنا رسول خاں کا مکان مذکورہ سے واسطے قبضہ دلانے کے بیان نہیں کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ مدعی کی والدہ کا سامان بعد قبضہ کے عطلہ کر دیا تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ مدعی کی والدہ کا سامان قبضہ دلانے کے وقت اس مکان میں رکھا تھا بعد کو عطلہ کیا گیا اور قبضہ کے وقت مکان موجود مدعی کی والدہ کے سامان مقبوضہ کے ساتھ مشغول تھا۔ تو یہ بیان بھی قبضہ ناقصہ کا ہوا لہذا یہ گواہی بھی مستبر نہیں۔

عبدالحمید خاں کی گواہی جو اوپر معاہدہ قبضہ کی ہے اس میں یہ نقصان ہے کہ ذات رسول خاں سے غلو اس مکان کا نہیں بیان کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ مکان متنازعہ میں اس وقت سوائے مدعا علیہا کے اور کوئی نہیں تھا اور کوئی ہو تو مجھے معلوم نہیں اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالحمید خاں کو پورا علم مکان کے خالی ہونے کا نہ تھا تو یہ گواہی بھی قبضہ ناقصہ کی ہوئی۔ جائز ہے کہ اس مکان میں اور کوئی ہو سوائے مذکورہ لہا کے اس کے ہونے کے سبب سے قبضہ موہوب لہا کا تام نہ ہوا اور عبدالحمید خاں کی گواہی جو اقرار واہب پر ہے اور ہمارے سامنے جعدار مذکور نے کہا کہ میں نے مدعا علیہا کو قبضہ دلادیا تو یہ گواہی اوپر اقرار قبضہ کے اور دونوں گواہوں سابق کی گواہی ہے اور معاہدہ قبضہ کے اس اختلاف کے سبب سے یہ گواہی عبدالحمید خاں کی مقبول نہیں ہے۔ مثل اور خارجی تحقیقات سے ثابت ہے کہ مدعا علیہا اول اور ان کے شوہر ہرما خاں قدیم سے اس مکان میں رہتے ہیں اور اپنے اموال اور اسباب کے تابع اور متصرف ہیں اس مکان میں اب بھی قبل بھی تابع اور متصرف تھے اور امکان موہوب کا مشغول ہونا قبضہ موہوب لہا کے وقت ایسے اسباب کے ساتھ کہ موہوب لہا کے قبضہ میں نہ ہو دوسرے شخص کے قبضہ میں ہو مانع تمامیت قبضہ ہے اور کسی گواہ نے غلو مکان کا مدعا علیہا اور اس کے شوہر اور دونوں کے اسباب سے بیان نہیں کیا اس صورت میں بھی مشاہدہ قبضہ ناقصہ کا ہوا کہ مانع ہے تمامیت قبضہ کا۔ مکان موہوب اگر قبل ازہبہ موہوب لہا کے قبضہ تامہ میں فرض کیا جائے تو انعقاد عقد ہبہ کے لئے مراحتہ قبول کرنا موہوب لہا کا ایجاب ہبہ کو چاہئے فقط قبضہ قائم مقام قبول نہ ہوگا اور عقد ہبہ منعقد نہ ہوگی اس صورت میں سب گواہوں نے یہ بیان کیا رسول خاں نے ہمارے سامنے مکان متنازعہ کو مدعا علیہا کو ہبہ کیا ہے تو ایجاب ہی ہے اور یہ کسی نے نہیں بیان کیا کہ مدعا علیہا نے اس ہبہ کو قبول کیا یا نہیں کیا تو ایجاب ہوئی بغیر قبول صریح کے۔ تو اس صورت میں عقد ہبہ منعقد نہ ہوا تو وہ مکان ہبہ کے سبب سے مملوک موہوب لہا کا نہ ہوا۔ گواہان مذکورہ کی گواہی کے نقصانات سے اور مدعی کے متعدد گواہوں کے بیان سے کہ جعدار کے اکثر اہل و عیال اور زوجات اس مکان متنازعہ فیہ حسین حیات رسول خاں اور بعد موات رسول خاں سب مشترک رہتے تھے اور اس مکان میں سب تابع تھے اور قبضہ تامہ جو شرط ہبہ ہے وہ متحقق نہیں ہوا تھا مسماۃ صنوبر بیگم کے واسطے۔ لہذا میری رائے میں یہ آٹا ہے کہ بیات مکان متنازعہ فیہ کا ہبہ مدعا علیہا نے کو ثابت نہیں ہے۔ مکان مذکور میراث کے طور پر وارثان رسول خاں پر تقسیم کیا جائے نقطہ دستخط مولوی محمد بل

سوال دوم:- زید نے مکان کا ہبہ نامہ بنام مسماۃ آفریدہ بیگم اپنی ایک زوجہ کے متجملہ ازواج لکھا ہبہ نامہ کی تحریر کے بعد مکان موہوب پر بیعت قبضہ واہب کا تاحیات واہب رہا یعنی واہب مع اپنے اطفال و ازواج کے مع اس زوجہ کے جس کے نام ہبہ لکھا مرتے وقت تک اس مکان میں رہا بعد وفات زید وراثت زید بالاجال و بالاشترک اس مکان پر تابع رہے اب وقت درخواست ہونے تقسیم مکان کے باہم شرکاء کے وہ ہبہ ظاہر ہو کر از روئے شرع شریف جائز ہوگی یا ناجائز قرار پائے گی بینوا توجروا۔

اجواب :- اس مقدمہ میں تحقیق حکم شرعی متفق چند مسائل پر موقوف فنقول وبالله التوفیق

مسئلہ اولی ہمارے مشایخ مذاہب رحمہم اللہ تعالیٰ کو اختلاف ہے کہ قبول بھی مثل ایجاب رکن ہبہ ہے یا نہیں مشی علی الادل فی الکافی والکافیۃ والتبیین والدرر والروحة الہدایۃ وقال الاتقانی ان قول اکامام علا والدین فی تحفة الفقہاء ومشی علی الثانی فی الحصر والمختلف والنہایۃ والدراسیۃ والعنایۃ والعینی وعامة الشرح قال الاتقانی انه قول الامام

شیخ الاسلام خواہاں زادہ لاہی مبسوطہ و بہ جزم فی کتاب الایمان من الہدایۃ الکرمانی والتاویلات و محیط السرخسی اور راجح و معتد مفتی بہ یہ ہے کہ قبول رکن نہیں غایت یہ کہ شرط ثبوت ملک ہو پھر قبضہ کہ مجلس میں ہو اگرچہ بے اذن تصریح و اہب یا باذن و اہب ہو اگرچہ بعد مدت وہ اس قبول کا قائم مقام ہو جائے گا قول حجتی اور تحقیقی یہ ہے کہ قبضہ بنفسہ شرط ثبوت ملک ہے اور وہی ولالت قبول بھی ہو جائے گا رہا پیش از قبضہ حاجت اس قدر ہے کہ قبول کا منافی یعنی رد و امتناع نہ پایا جائے امام ملک العلماء ابو بکر سو کاشانی نے بدائع میں تصریح فرمائی کہ رکنیت قبول قول امام زمر و قیاس ہے اور استحسان عدم رکنیت ہے اور معلوم ہے کہ عمل ہمیشہ استحسان پر ہے الا فی مسائل عدیدۃ لیست حدیثاً منها اور فتاویٰ قاضی خاں و نیز فتاویٰ الفتاویٰ میں قبضہ موہوب لہ بعد مجلس کو جب کہ باذن و اہب ہو ثبوت ملک ٹھہرایا اگرچہ موہوب لہ نے قبول کر دیا ہو اور صراحتہ فرمایا بہ ناخذ یہ لفظ اعظم الفاظ انقاس ہے کما فی الحدس وغیرہ قبضہ اگرچہ قائم مقام قبول ہے مگر قبول رکن ہوتا تو ماورائے مجلس پر موقوف نہ رہ سکتا لان الایجاب لفظ واللفظ عرض والنعرض لا یبقی زمانین فلا یکن ارتباط القبول بہ الا اذا تحقق فی مجلسہ لان الشرع جعل المجلس جامعاً للکلمات خود ہدایہ و در مختار وغیرہ جامعاً کتب میں تصریح فرمائی کہ اگر زید نے قسم کھائی ہے نہ کروں گا پھر عمرو نے کہا یہ شے میں نے تجھے ہب کی اور عمرو نے ہب قبول نہ کیا قسم ٹوٹ گئی کہ ہب فقط اس کے ایجاب سے متحقق ہو گیا اگرچہ عمرو نے قبول نہ کیا اور اگر قسم کھائی کہ نہ بیچے گا پھر عمرو نے کہا میں نے یہ شے تیرے ہاتھ بیچی اور عمرو نے قبول نہ کیا قسم نہ ٹوٹی کہ بیع ہے ایجاب و قبول دونوں کے متحقق نہ ہوگی تو بے قبول مشتری بیچنا ماذق نہ آیا۔ یہ تیسری وجہ اس قول کی تزییح کی ہے کہ عام کتب متہمہ حتیٰ کہ ان میں بھی جو رکنیت کی تصریح کرتی تھیں یہ مسئلہ یوں ہی مسطور ہے جس سے عدم رکنیت روشن و منصور ہے اما تعلیل الکفایۃ والکافی الخنت فی الہبۃ بانہ اتی بما هو مقدور ہا والیمین انما تنسحب علی ما هو فعلہ ولیس اکا الایجاب فمفقوض بعدم الخنت فی البیع کما لا یخفی فانہ ثمنہ ایضاً لا یقدر الا علی الایجاب ولا یخنت بہ فیہ وفاقاً نتائج الافکار میں ہے فی البدائع اما رکن الہبۃ نہوا الایجاب من الواجب فاما القبول من المرہوب لہ فلیس برکن استحساناً والقیاس ان یکون رکناً وهو قول زفر و فی قول قال القبض ایضاً رکن الخ علیگری میں ہے لو قال و ہبت منک هذا العبد والعبد حاضر قبضہ جازت الہبۃ وان لم یقل قبلت کذا فی الملتقط ولو کان العبد غائباً انقال لہ و ہبت منک عبدی فلا تا فا ذہب واقبضہ جاز وان لم یقل قبلت وبہ ناخذ کذا فی الحاوی للفتاویٰ فتاویٰ امام اہل قاضی خاں میں ہے اقول وبما تروننا ظہر مافی المحيط من انہ لا یشرط فی الہبۃ القبول وان استلکھ فالبحر وذلك لانہ ان ارید خصوص القبول بالقول فغیر کا زمر قطعاً وان اکتفی بالقبول دلالتہ فاشترط القبض معن عنہ فانہ یدل علیہ فلا یکون شرطاً بحیالہ نعم یشرط ان لا یوجد منافیہ کما اشارنا الیہ شرعاً و عقلاً و عرفاً جب تک مالک مکان خود مکان میں ہو اسی کا قبضہ ہے اس کا مال بنا رکھا ہو تو اسی کا قبضہ ہے اس کے اہل و عیال رہتے ہوں تو اسی کا قبضہ ہے و لہذا اگر مکان ہب کیا اور ہنوز خود و اہب یا اس کا اسباب یا اہل و عیال مکان میں ہیں ان سے تخلیہ نہ کیا اور موہوب لہ سے کہتا ہے میں نے تجھے قبضہ دیا تو اس کا یہ کہنا صحیح نہیں فتاویٰ علیگریہ میں ہے لا یصح قولہ

اقبضها او سلت اليك اذا كان الواهب فيه او اهلها او متاعه كذا في التاتارخانية اسی طرح اگر کوئی شخص مالک کی اجازت سے عاقبت یعنی بے اجرت رہتا ہے تو جب بھی مکان قبضہ مالک ہی میں ٹھہرے گا کہ مرہن یا متاجر کی طرح اس کا قبضہ مستقل نہیں بلکہ قبضہ مالک ہی کی فرع اور اس سے مستفاد ہے تو اس کا نافی نہ ہوگا بلکہ اس کی تقریر و تاکید کرے گا و لہذا اگر مکان جس میں بلا اجرت اور لوگوں کو سکونت دے رکھی ہے مالک نے اپنے نابالغ بچہ کو مہیہ کیا ہے کرتے ہی ملک پسر ہو گیا ان لوگوں سے تخلیہ درکار نہیں کہ ان کا قبضہ خود قبضہ واہب ہے اور اپنے ولد صغیر کو مہیہ کرنے میں خود اپنا ہی قبضہ مطلوب ہے امام زلیخا تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں لو رهب من انبه الصغیر داسا والاب ساکنها و متاعه فیہا جازت الہیة و ملکها الابن بمجرد قوله و ہبتہا لہ لانہا فی یدہ و سکنہا و متاعہ فیہا لاینافی یدہ بل یقرس ہا فتکون فی قبضہ و ہوا لشرط و لو کان یسکنہا غیرہ باجر لایجوز لما ذکرنا زای فی الغاصب والمرہن و المتاجر ان کل واحد منہم قابض لنفسہ و عامل لنفسہ بخلاف المودع لان یدہ ید المالك، وان کان بغیر اجراء جازت الہیة و ملکها الابن بمجرد العقد ذکرہ محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المنتقے اور قبضہ دلانے کے معنی شرعاً و عقلاً عرفاً ہی ہیں کہ اپنا قبضہ اٹھا کر اس کا قبضہ کرا دیا جائے ورنہ جب تک اپنا قبضہ موجود ہے اس کا قبضہ کیونکر ہوگا کہ شے اپنے مافی کے ساتھ جمع نہیں ہوتی آخر نہ دیکھا کہ جب تک تخلیہ تام نہ ہو واہب کے اس قول کو کہ میں نے تجھے قابض کر دیا صحیح نہ مانا اور کلام مدعی کا ہو خواہ شاہد خواہ کسی عاقل کا وہ معنی صحیح ہی پر محمول ہوگا جاح النصولین فصل اربعین میں ہے مطلق کلام العاقل او تصرفہ یحمل علی الصحہ بقضیۃ الاصل و کذا النشہادۃ علی ہذا تو گواہ جب شہادت دیں کہ واہب نے مہیہ کیا اور قبضہ کرا دیا اسکے یہی معنی ہیں کہ اپنا قبضہ اٹھا کر مہیہ کر لیا اور اوپر معلوم ہو چکا کہ جب تک وہ خود یا اس کا اسباب یا اہل و عیال یا کوئی ساکن جو بلا اجرت سے رہتا ہو مکان میں موجود ہے واہب کا قبضہ نہ اٹھا تو قبضہ دلانا صادق نہ ہو حالانکہ شہود قبضہ دلانے کی گواہی دے رہے ہیں تو بالضرورت اس شہادت کے یہی معنی ہیں کہ تخلیہ تام ہو لیا اور واہب و متاع واہب و اہل و عیال واہب و غیر ہم جملہ مذکورین جن کی بقا قبضہ واہب کی بقا ہو اس وقت مکان میں نہ تھے بالجملہ قبضہ دلانے کی شہادت بعینہ تخلیہ و فراغ کی شہادت ہے جس کے بعد اس کے ذکر صریح کی اصلا حاجت نہیں جس طرح حاکم کے حضور نکاح کی گواہی میں شہود کا اتنا کہنا کافی ہے کہ فلاں مدعی نے فلاں مدعا علیہا سے نکاح کیا تمام شرائط کی تفصیل کہ اس وقت دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں عاقل بالغ سامع قاہم موجود تھے اور مجلس واحد میں انھوں نے لہجہ و قبول سے و غیر ذلک بیان کرنے کی حاجت نہیں لان الشئ اذا ثبت ثبت بلوا سہ و لہذا شہادت مہیہ خواہ دعوی مہیہ کی تصویروں میں جہاں دیکھے علمائے کرام قدس سرہم نے اسی قدر پر قباحت فرمایا ہے کہ مہیہ کیا اور قبضہ دیدیا اس کے ساتھ یہ نہیں بڑھاتے کہ اور واہب خود بھی مکان سے الگ ہو گیا اور اپنا مال و اسباب بھی نکال لیا اور اپنے اہل و عیال کو بھی جدا کر دیا اور جو لوگ بلا اجازہ اجازہ رہتے تھے ان کو بھی ہٹا دیا اس کے بعد قبضہ کرایا۔ تو وہ وہی ہے کہ یہ سارا بیان اُتے کہنے میں آگیا کہ قبضہ کرا دیا جیسے جملہ شرائط نکاح اس لفظ میں آگے کہ نکاح کیا جاح النصولین آخر فصل ۱۱ میں ہے شہد احدہما کہ این بخوابت این زن را و شہد الاخر کہ این زن خود را باین داد تقبل نخواستہ المغتین میں ہے قال ہذا اسرأتی او قال ہذا منکوحی و شہدوا انہ کان تزوجہا تقبل ہذا الشہادۃ بلکہ علیگری میں اسکا ہے شہدوا انہا

امراته وحلاله ولم يدكروا المقد المختار سانه يجوز فانيه پھر ہندی ج ۲ ص ۵۱۰ میں ہے ادعی دارانی ید سراج انھالہ
نجاء بشاہدین رشہد ان فلانا و ہبہ مالہ و قبضہ منہ و ہویسکما الخ ایضا ص ۵۱۱ شہد احدہما ان المدعی
ترانہ و ہبہ الذی فی یدیدہ و قبضہ منہ و شہد الاخر انہ اقترانہ نحلہ للذی فی یدیدہ و قبضہ ای تقبل
ایضاً ص ۵۱۲ ادعی الہبۃ مع القبض الخ ایضاً ادعی ان فلانا و ہبہ مالہ و قبضہ منہ ایضاً دعوی الہبۃ و الصدقۃ مع
القبض فیہما مستویان فتاوی قاضی خاں دارانی یدرجل فاقام رجل البینۃ انہ اشتراہا من فلان غیر ذی الید بالفت
درہم و ہویسکما و نقدہ الثمن و اقام اخر البینۃ ان فلانا اخر و ہبہ مالہ و قبضہا پس صورت مستفسرہ میں سید امیر
شاہ و عبد الجید خاں کی شہادتیں کہ ہبہ و معاینہ قبضہ کی ہیں قبضہ تام بتا رہی ہیں اور ان پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتے کہ رسول خاں کی ذات و متاع سے تخلیہ
نہ بیان کیا۔ بیشک بیان کیا کہ قبضہ دلانے کے خود ہی معنی ہیں یہ ہبہ مالہ خاں اور اس کی زوجہ اور ان کے اسباب سے بھی تخلیہ ہی میں آگیا کہ جو باجا تاز
مالک بلا جرت رہتا ہو اس کا قبضہ بھی قبضہ مالک ہے تو قبضہ دلانا اس سے تخلیہ کو مستلزم کما حقنا انفا بلکہ زیادات صاحب محیط و فصول عسادی
و بحر الرئی و منخ النفا و در مختار و علیگیری وغیرہ معتدات میں تو یہاں تک تصریح ہے کہ غیر واہب کے ملک و اسباب سے موہوب کا مشغول ہونا
تمامی ہبہ کا سرے سے مانع ہی نہیں فصول ہندیہ میں ہے اشتغال المرہوب بسلک غیر الراہب حل یمنع تمام الہبۃ ذکر صاحب
المحیط فی الباب الاول من ہبۃ الزیادات انہ لایمنع و در مختار میں ہے شغلہ بغير ملك و اہبہ لایمنع تمامہا اور جب کہ کلام
شاہد اس حکم سے کہ ہم بیان کر چکے جملہ مانع صحت ارتقاع پر محمول اور وقت قبضہ مجرد کسی شخص غیر موہوب لہ کا مکان میں موجود ہونا مانع تمامی قبضہ نہیں
جب کہ زدہ قبضہ مستقل رکھتا ہو جیسے مرہن و مستاجر نہ اس کا قبضہ قبضہ مالک ہو جیسے اہل و عیال و مودع و مستیر۔ کہ مانع قبضہ غیر ہے نہ کہ مجرد وجود غیر
اور شخص کہ مکان میں ایک ساعت کے لئے موجود ہو مکان کا قابض نہیں کہلاتا۔ کیا سائل کہ سوال کے لئے آنے یا نوکر یا ملاقات کے لئے آنے والا
دوست و غیر ہم قابضان مکان گئے جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں عبد الجید خاں کا کہنا کہ اس وقت سوا مدعا علیہا کے اور کوئی نہ تھا اور کوئی ہو تو مجھے معلوم نہیں
ہرگز شہادت قبضہ تام میں خلل انداز نہیں ہاں اگر وہ یہ کہتا کہ اس وقت اور کسی کا بھی قبضہ ہو تو مجھے معلوم نہیں تو بیشک بیان اول کے منافی ہوتا۔
قبضہ صنوبر سیکم کی شہادت تو وہ صاف ادا کر چکا جس کے ہی معنی ہیں کہ اور کوئی قابض نہ تھا پھر کسی غیر قابض کا ہونا نہ ہونا اگر اسے معلوم نہ ہو بلکہ سچا پس اٹھنا
غیر قابضین کا ہونا معلوم ہو تو کیا ضرر ہے۔ کیا موہوب لہ کے قبضہ لیتے وقت اگر اس کے نوکر چاکر یا عزیز اقربا یا تحمل شہادت کے لئے بعض اہل محلہ وغیر ہم
ساتھ ہوں تو قبضہ تام نہ ہو گا کس نے لازم کیا ہے کہ موہوب لہ اس وقت تنہا مکان میں چھوڑ دیا جائے کوئی فرد بشر اس کے پاس نہ جانے پائے۔ اور
جب یہ دونوں شہادتیں معاینہ قبضہ کی ہیں اور معاملہ ہبہ کا ہے تو مدت میں اختلاف کہ ایک چہرہ سات سال دوسرا بارہ سال بتاتا ہے کچھ مضر نہیں
فتاوی قاضی خاں و فتاوی علیگیریہ میں ہے ان اختلافوا فی عقد لایثیت حکمہ الا بفعل القبض کالہبۃ و الصدقۃ و الرہن
فان شہد راعی معاینۃ القبض و اختلافوا فی الایام و البلدان جازت شہادتہم فی قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف
رضی اللہ تعالی عنہما و لرشہد راعی اقرار الراہن و المتصدق و الواہب بالقبض جازت الشہادۃ فی قولہم
فتاوی صغری میں ہے لو شہد ابرہن و اختلافوا فی زمانہ او مکانہ و ہما یشہدان علی معاینۃ القبض تقبل و کذا

شائع و ہبہ و صدقہ بالجملہ یہ دونوں شہادتیں ہبہ ہونا اور صنوبریگیم کا قبضہ تامہ ہونا اور وجہ کافی بیان کر رہی ہیں ان کے مقابل جانب مدعی کی شہادت کہ واہب کا اسباب مقبوضہ وقت ہبہ اس مکان میں تھا یہ تو اصل وارڈ نہیں کہ موہوب کا وقت ہبہ ملک واہب سے خلوص و رضائے سے وقت قبضہ موہوب نہ ضرور ہے اور وقت ہبہ وقت قبضہ سے مقدم ہے تو اس شہادت کو ان شہادات سے کچھ مس نہیں اور یہ شہادتیں کہ وہاں تادم مرگ اس مکان میں رہا یا بہرام خاں اور اس کی زوجہ ہمیشہ سے اس میں رہتی ہیں ان کا حاصل اگر ہے تو اتنا کہ تخلیہ ہو اور صنوبریگیم کا قبضہ تامہ نہ ہوا تو یہ سب شہادتیں نفعی پر ہیں اور نفعی پر شہادت مقبول نہیں جب تک متواتر نہ ہو جسے شہر کا ہر چھوٹا بڑا ہر عالم جاہل جانتا ہو اور عام لوگوں کی گواہیاں اس پر گزر جائیں فتاویٰ صغریٰ و جامع الفصولین و معین الحکام میں ہے لا تقبل لاشہادات علی النقی لان قریلہما کان فی مکان کذا نفی معنی ولو کان اثباتا صریحاً اذ الغرض نفی ما قامت علیہ البینۃ الاولیٰ علیگری میں ذخیرہ سے ہے الا ان تاتی العامۃ استشهد بذلک فیؤخذ بشہادۃ تہم نیز ان دونوں میں ہے الا ان یکون ظاہراً مستفیضاً یعرفہ کل صغیر و کبیر و کل عالم و جاہل اور یہاں مستفیض متواتر شہادتیں خاص اس امر پر گزرنی درکار تھیں کہ وقت قبضہ صنوبریگیم رسول خاں یا اس کا اسباب اس مکان میں موجود تھا یا فلاں لوگوں کا قبضہ تھا ورنہ یہ محل بات کہ نلال ہمیشہ سے اس میں رہتے ہیں یا مرتے دم تک رہے اصل کافی نہیں کہ ان شہاد توں کی بنا استصحاب حال پر ہوگی اور موہوب لہا کی شہادتیں خاص اس وقت تخلیہ تامہ بتا رہی ہیں تو وہ شہادات ان کے معارض نہیں ہو سکتیں کہ تخلیہ صرف ایک ساعت خفیضہ وقت قبضہ ضرور تھا اس کے بعد عمر بھر خود رسول خاں کا قبضہ باجائز صنوبریگیم خواہ بلا اجازت غصباً رہے تو جو ملک کہ صنوبریگیم کے لئے بعد ہبہ قبضہ تامہ سے ثابت ہوئی زائل نہیں ہو سکتی کما لایخفی جامع الفصولین او آخر فصل عاشر میں ہے ادعی دارانی شریئہ من ابیک و برہن ذوالیدانہ ملک ابیہ الی یرم موتہ و مات و ترکہ میراثاً لا تقبل بیئنتہ لانہم شہدوا باستصحا الحال و المدعی اثبت الزوال اور جب کہ شہادتیں صنوبریگیم کو بعد ہبہ قبضہ دلانا بیان کر رہی ہیں تو قبول صنوبریگیم اصل ضرور نہیں شہاد توں میں اس کا عدم بیان درکنار اگر بیان عدم ہوتا جب بھی مضرت تھا کہ قبضہ جو مجلس ہبہ میں ہو اگرچہ بے اذن واہب یا باذن واہب ہو اگرچہ مجلس ہبہ کے بعد وہ مطلقاً مثبت ملک موہوب نہ اور یہی دلیل قبول ہے اگرچہ موہوب نہ نے صراحت قبول ہبہ نہ کیا ہو۔ سعدی علی التبتین میں امام قاضی خاں سے اور حاوی الفتاویٰ و فتاویٰ علیگریہ وغیرہ میں ہے و ہذا نص المندیۃ لوقال و ہبت منک ہذا العبد والعبد حاضر فقبضہ جازت الہبۃ وان لم یقل قبلت کذا فی الملتقط ولو کان العبد غائباً انتقال لہ و ہبت منک عبدی فلانا فاذهب و قبضہ جازت وان لم یقل قبلت و بہ ناخذ کذا فی الحاوی للفتاویٰ اسی طرح امام فقیہ النفس قاضی خاں نے اسے بہ ناخذ فرمایا سوال میں بیان گواہان کا خلاصہ لکھا ممکن کہ پورا بیان دیکھنے سے کوئی اور بات پیدا ہو مگر جس قدر خلاصہ ہمارے سامنے پیش ہوا اس میں سید میر شاہ و عبدالمجید خاں کی شہادتیں اعتراضات سے پاک ہیں اگر بیان کامل میں کوئی بات مضرت شہادت نہیں اور یہ دو گواہیاں قابل قبول شرع اور بروہ شرعی گذر گئی ہوں تو ضرور ہبہ مکان بحق صنوبریگیم ثابت ہے اور مکان تقسیم سے بری و اللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ سائل کو تحریر ہبہ نامہ سے اعتراف ہے قبضہ موہوب نہ میں کلام ہے اور قاضی ریاست نے مدعیہ ہبہ و قبضہ کا دعویٰ سماعت کیا اور اس پر گواہ لئے جیسا کہ سوال اول سے ظاہر ہے اور ہم اس کے جواب میں واضح کرائے کہ ان میں دو شہادتیں اگر بروہ مقبول شرع گزری ہوں تو ہبہ تامہ ثابت ہو

اور ساعت قبضہ ہو ہو ب لہا سے پہلے اور بعد آج تک اور دن کا اس میں رہنا بسنا تا بعض ہونا نخل صحت نہ نہیں تو اس تقدیر پر اس سوال دوم کیلئے کوئی منشا باقی نہیں ہاں اگر یہ گواہیاں شرعاً مخدوش و نامقبول ہوں تو ان گواہوں پر کہ اب تک و اہب کا قبضہ رہا اب بھی التفات نہ ہوگا کہ شہادت علی النفی معتبر نہیں بلکہ مدعیہ ہبہ کی درخواست پر خواہندہ تقسیم سے حلف لیا جائے گا کہ اس کے علم میں ذاب نے کبھی ہو ہو ب لہا کو قبضہ نہ دلایا اگر وہ حلف سے انکار کرے گا ہبہ ثابت ہو جائے گا اور حلف کرے گا تو ہبہ غیر ثابت قرار پا کر مکان میں سے اس خواستگار تقسیم کا حصہ جدا کر دیا جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ریاست رام پور بنگلہ آزاد خاں مرسلہ مفتی لطف اللہ صاحب خلت مفتی محمد سعد اللہ صاحب ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۲۶

بخدمت مبارک جناب مولانا مخدوم و مکرم ذی الجود و الکریم جناب مولوی احمد رضا خان صاحب دام مجدم ! بعد سلام مسنون اتماں ہے کہ ایک شخص نے دعوی عاریت زیور کا کیا ہے اس میں صفت وزن اور قیمت کا اظہار کیا ہے شہود نے مطابق گواہی دی ہے لیکن وزن نہیں بیان کیا ہے اسی نقصان کے نظر سے شہادت مقبول نہیں ہوئی ہے مدعی عذر دار نے روایت ذیل فتاویٰ علیگیری کی پیش کی ہے ان وقع الدعوی فی عین غائب لایدری مکانہ بان ادعی رجل علی رجل انه غصب منه ثوبا او جاسریہ ولا یدری انه قائم او حالک ان بین الجنس والصفة والقیمة فدعواہ مسرعة وینتہ مقبولة ظاہر ہے کہ روایت ہذا متعلق بہ غصب ہے کیا یہی حکم عاریت میں بھی جاری ہو سکتا ہے یعنی مثل غصب کے عاریت میں بھی اگر شہود وزن کا ذکر نہ کریں گے جب بھی شہادت مقبول ہوگی چونکہ نظر عالی نہایت وسیع ہے اور محققانہ مسلک ہے لہذا آپ کی خدمت باعظمت میں تصدیق دیا جاتا ہے کہ جواب باصواب سے آگاہ فرمایا جائے مقدر کی تاریخ ۱۱ دسمبر ۱۹۰۵ مقرر ہے امید کہ درود جواب سے قبل میعاد شرف حاصل ہوگا۔

فاکسار نیاز مند پیرین **محمد ظفر** از ریاست رام پور ۸ دسمبر ۱۹۰۸

اجواب۔:- اللهم لك الحمد اهل مقصود دعوی و شہادت دونوں میں تعین مدعی بہ ہے کہ قضا ممکن ہونان القضاء بمجهول غیر معقول در مختار میں ہے شرطہا ای شرط جواز الدعوی معلومیۃ المال المدعی اذ لا یقضى بمجهول پھر جو شے حاضر ہو اس کی طرف اشارہ تعین کے لئے کافی ہے جامع التفویض میں ہے تسمع الدعوی بحضورہ عند الاشارة الیہ و حینئذ یتسفی عن ذکر الاوصاف والوزن والنوع اسی میں ہے لوکان عینا حاضرا لا یشترط ذکر اوصافہ یہاں تک کہ وزن بیان نہ کرنا درکنار اگر غلط و خلاف واقع بیان کیا ضرر نہ کرے گا لان التسمیة تلغون عن الاشارة بزایہ میں ہے ادعی حدید او ذکرانہ عشرۃ اسنام فاذا هو عشر واثمانیۃ تقبل الدعوی والشہادۃ لان الوزن فی المشار الیہ لغوا و جو شے حاضر نہ ہو اس میں جنس و قدر بالجلہ اس قدر اشیا کا بیان ضروری ہے جن سے اس کی پوری تعین بقدر امکان و احتیاج حاصل ہو کنز الدقائق و تبیین الحقائق میں ہے ولا تسمع الدعوی حتی یداکر شیئا علم جلسہ و قد مرہ لان فاعدا تہما الالزام بواسطۃ الاشہاد ولا یتحقق الاشہاد ولا الالزام فی المجهول یصح قرۃ العیون میں ہے معلومیۃ المال المدعی ای بیان جلسہ و قدرہ بالإجماع

لان الغرض الزام المدعی علیہ عند اقامة البينة ولا الزام فیها لایبطل جسدہ وقد مر اور ظاہر ہے کہ سونے چاندی میں قدر وہی وزن ہے جامع الفصولین میں ہے فی الذہب والفضة المقدس ہوا الوزن لوبیان وزن ضروری ہے اور بغیر اس کے دعویٰ ہوا شہادت صحیح نہیں بجز الرأقی میں ہے اشارہ باشتراط معلومیۃ الجنس والقدس الی انہ لابد من بیان الوزن فی الموزونات۔ عبارت علیگیری سے اس مقدمہ میں استناد صحیح نہیں اور لاصح و عاریت میں فرق ظاہر ہے کہ غرض ان مستثنیٰ اشیاء سے ہے جن کے دعویٰ میں قدر سے جہالت تحمل کی جاتی ہے رد المحتار میں ہے یستثنیٰ من فساد الدعویٰ بالمجهول دعویٰ الرهن والغصب لما فی الحانۃ معزیا الی رهن الاصل اذا شهد وانه رهن عنده ثوبا ولحمی الثوب ولحمیر فروعینہ تجازت شہاد تہم والقول للمرتھن فی ای ثوب کان وكذلك فی الغصب اذ فالدعویٰ بالادویٰ اہر بجزولہذا اس میں ذکر قیمت کی بھی حاجت نہیں خود اسی عبارت علیگیری میں کلام منقول سوال کے متصل ہی تھا وان لم یبین القیمة اشارتی عامة اکتب انہا مسروعة کذا فی الظہیریۃ ثانیاً روایت مذکورہ کہ بعض اہل اس صورت پر محمول کرتے ہیں کہ مدعا علیہ غصب کا مقرب اور عام مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اگر پوچھتے ہیں نہیں کرتے مگر ان کے نزدیک وہ قبول دعویٰ و شہادت صرف حق جس مدعا علیہ میں ہے یعنی تاکہ حاکم اسے جس کرے کہ شے مدعی حاضر لائے نہ کہ ابتداء اسی قدر شہادت پر ڈگری دہی جائے جامع الفصولین میں ہے لو ادعی عینا غائباً لا یعرف مکانہ بان ادعی انہ غصب منہ ثوباً وقتنا ولا یدری قیامہ او ہلاکہ فلو بین الجنس والصفة والقیمة تقبل دعواہ ولو لم یبین قیمة اشیاء فی عامة الکتب علی انہا تقبل فانہ ذکر فی کتاب الرهن لو ادعی انہ رهن عنده ثوباً وھو نیکر تسمع دعواہ و ذکر فی کتاب الغصب ادعی انہ غصب منہ امة و برهن یسمع وبعض مشایخنا قالوا نسمع دعواہ لو ذکر القیمة وهذا ھو تاویل ما ذکر فی الکتاب وقال الفقہیۃ الا عشر رحمہ اللہ تاویل ما ذکر فی الکتاب ان الشہود شہدوا علی اقرار المدعی علیہ بالغصب فنثبت غصب الثمن یا قباہ فی حق الحبس والحکم جمیعاً وعامة المشایخ علی ان ہذا الدعویٰ والبینۃ تقبل لکن فی حق الحبس واطلاق م رحمة اللہ تعالیٰ فی الکتاب یدل علیہ ومعنی الحبس ان یحبسہ حتی یحضرہ لیبعد البینۃ علی عینہ فلو قال لا اقدر علیہ حبس قدر ما لو قدر احضرہ ثم یقضی علیہ بقیمة ثالثاً اگر ان سب سے قطع نظر ہو تو اس عبارت میں صورت ثوب و کثیر فرض کی ہے اور وہ موزونات سے نہیں ان میں جنس و صفت و قیمت ہی تعیین کرنے والے تھے اس سے یہ لازم نہیں آسکتا کہ زیور میں بھی ذکر وزن ضروری نہ ہو حالانکہ وہ موزون ہے اور کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بیان قدر وکیل و وزن ضروری ہے کما تقدم انہ ذکرہا کہ اگر دعویٰ ایسے شے میں کپڑے کا ہو جو وزن سے بکتا ہے بیان وزن لازم ہے اسی علیگیری میں ہے اذ ادعی دیبا جانان کان عینا یشرط الاشارة الیہ وعند ذلك لا حاجة الی بیان الموزن وسائر اوصافہ وان کان دینا فنیہ اختلان المشایخ هل یشرط ذکر الوزن عامتہم یشرط ھو الصحیح ذخیرۃ اہم مختصراً اسی میں ہے اذ ادعی جوہراً لابد من ذکر الوزن اذا کان غائباً وکان المدعی علیہ منکر اکون ذلك فی یدہ کذا فی السراجیۃ جامع الفصولین میں ہے فی دعویٰ الدیبا ج هل یشرط ذکر الوزن الصحیح انہ یشرط و ذکر فی جہت انہ فی دعویٰ الدیبا ج والجوہر یشرط ذکر الوزن یہ سب اس صورت میں ہے کہ دعویٰ استر و عاریت کا ہو اگر دعویٰ

استہلاک کا تعاقب اتنا زیادہ ہے عازیت دیا تھا اس نے تلف کر دیا تو اب یہ بعینہ دعویٰ غصب ہے اور اس حکم وہ ہے کہ اوپر مذکور ہوا و ذلک لان الامانات تنقلب بالتمدی والامین یمر وہ غاصبا والله سبحانه وتعالى اعلم

مسئلہ ۱۔ از ریاست رام پور سید مسعود شاہ صاحب تحصیلدار باور چنانہ انگریزی ریاست رام پور ۱۴ ربیع الاخر ۱۳۰۴
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سہمی زید نے ایک منزل مکان منہدم دینی ہر چہ راجا نے دیوار ہائے فکستہ بقدر ساڑھے تین درعہ بلند موجود نہیں، چار سو پچیس درعہ اراضی مسہمی بکر سے خرید کر کے مکان پختہ تعمیر کیا اور پس پشت مکان نو تعمیر کے ۲ اگرہ عریض اور سراسر طویل اراضی برائے آبچک چھوڑی۔ مسہمی عمر نے جس کا مکان پس پشت پر سے جزو اراضی آبچک میں داخلت ناجائز کیا اسکے تخلیہ کا زید نے عمر پر دعویٰ کیا عمر نے یہ جواب دی کہ اراضی مدعا بہ ملکیت مدعی نہیں بلکہ میری ملکوت ہے اور دستاویز پر میری گواہی نہیں ہے مگر عمر نے کوئی ثبوت اپنی ملکیت کا اور باطل ہونے دستاویز بینامہ کا پیش نہیں کیا عدالت نے جو پیمائش اراضی کی کرانی تو بموجب تعداد سند و بینامہ کے اراضی مدعیہ آبچک مکان مدعی پائی گئی مگر عدالت نے دعویٰ مدعی کو اس بنا پر نامنظور فرمایا کہ اس مقدمہ میں شہادت بالبینہ یا اقبال یا نکل نہیں ہے جس پر مدار فیصلہ ہونا چاہئے زید نے شہادت دستاویز بینامہ کو کافی تصور کر کے شہادت بالبینہ پیش نہیں کیا ورنہ وہ بہت سی شہادتیں بالبینہ پیش کر سکتا تھا اور اب بھی پیش کر سکتا ہے اس صورت میں عدالت کو دعویٰ نامسوع فرمانا چاہئے تھا یا زید کو ہدایت واسطہ پیش کرنے شہادت بالبینہ کے فرامانی لازم تھی اور اب عدالت مرافعہ میں شہادت بالبینہ مدعی کہ جس کو اس نے عدالت ابتدائی میں پیش نہیں کیا ہے پیش کر سکتا ہے یا نہیں جو واسطہ حق رسی وانصاف کے ضروری ہے نقل فیصلہ ہمراہ اس استفتا کے پیش کیا جاتا ہے۔

اجواب ۱۔ تجویز ملاحظہ ہوئی ذی علم مجوز کا یہ فرمانا کہ ثبوت دعویٰ کا بینہ سے ہوتا ہے یا اقرار مدعا علیہ سے یا نکل عن الحلف سے یہاں ان تین وجوہ شرعیہ سے کوئی نہیں، بہت صحیح ہے مگر ساتھ ہی یہ لحاظ بھی ضرور تھا کہ جس طرح ثبوت دعویٰ بغیر ان تین کے نہیں ہو سکتا وہیں قضائے قاضی بھی بغیر ان تین اور چوتھی میں کے ناممکن ہے ان تین سے کوئی ہو تو مدعی کو ڈگری دے اور ان کے بدلے مدعا علیہ کی میں ہو تو ڈگری دے اور چاروں نہ ہوں تو حاکم ڈگری دے سس کچھ نہیں کر سکتا اصلا فیصلہ نہیں دے سکتا اور دیگا تو وہ فیصلہ بھی باطل و نامسوع ہوگا کہ حکم کے چہ ارکان ہیں ان میں سے جو رکن مفقود ہو حکم باطل و مردود ہے ان چھ میں ایک طریق حکم ہے اور وہ حقوق العباد میں انہیں چار اشیاء میں منحصر تو جہاں ان میں سے کچھ نہ ہو طریق حکم مردود اور فیصلہ غلط و مردود۔ در مختار میں ہے ارکانہ ستۃ علی ما نظمہ ابن القریں

بقولہ اطراف کل تفضیۃ حکمیۃ ❖ ست یلوح بعدھا التحقیق
حکم و محکوم بہ ولہ و محکوم علیہ و حاکم و طریق

ردالمحتار میں ہے ای لا تكون محلا لثبوت حق المدعی فیما ردعندہ الا باستجماع ہذا الشروط الستة والطریق فیما یرجع الی حقوق العباد المحضۃ عبارة عن الدعوی والنحجۃ وہی البینۃ او الاقرار او الیمین او النکل او ملتقطا فتاوی قاضی خاں پیر بکر الراقی پیر فتاویٰ خیر میں ہے انما ینفذ عند شراٹطہ من الخصومۃ وغیرہا فاذا لم توجد لم ینفذ نیز فتاویٰ علامہ خیر الدین دہلوی میں ہے صرح فی البحر فی مواضع متعدده انہ لا یعمل بالتنافیذ الواقعۃ فی زماننا لعدم

استيفائها الشرائط الحکمیة التي نص عليها ابن النفرس في الفواکله البدویة بقوله

حکم ومحکوم به وله ومحکوم علیه وحاکم وطریق

یہاں تین چیزوں یعنی بیعہ اقرار نکول کا نہ ہونا خود مجوز کو تسلیم اور چوتھی یعنی بیعہ کا نہ ہونا بھی واضح۔ نہ مدعی نے طلب حلف کیا نہ حاکم نے مدعا علیہ سے حلف مانگا نہ مدعا علیہ نے حلف کیا تو بغیر اصل کسی طریق شرعی کے مجوز کو فیصلہ کر دینے کا کیا اختیار تھا ایسا ہی اختیار فرض کیا جائے تو دعویٰ پیش ہونے ہی تحریر فرادینا تھا کہ حکم ہو اگر دعویٰ مدعی نامسوع ہو آخر اس پر یہی تو الزام ہوتا کہ بلا وجہ شرعی دعویٰ نامسوع کیا وہ الزام اب بھی حاصل ہے تو زمین پیمائش کرنے اور مدعا علیہ کے دس گواہ سنے سے سو اطویل لا طائل کے کچھ مفاد نہ ہو جب شرعاً بیعت نامہ میں گزروں کی تعداد دکھائی ہوئی کوئی بخت شرعیہ نہ تھی اور فی الواقع وہ اصلاحت نہیں تو پیمائش کرانی محض فضول ہوئی۔ شرع مطہر نے گواہ مدعی پر رکھے ہیں اور قسم مدعا علیہ پر تو مدعا علیہ یعنی منکر سے ثبوت انکار پر گواہ لینا کوئی معنی نہ رکھتا تھا حدیث میں ارشاد ہوا البینة علی المدعی والیسین علی من انکر مدایہ وبحر الرائی میں ہے لقوله صلے اللہ علیہ وسلم البینة علی المدعی والیسین علی من انکر قسمہ والقسمۃ تنافی الشركة پھر تجویز میں فرماتا کہ "ان کے انہارات کے ملاحظہ سے ثابت ہے کہ دروازہ مدعا علیہ بدستور جائے قدیم پر ہے اور مدعی نے جو دیوار مکان خود تعمیر کی ہے سوائے بنیاد قدیمی تعمیر کی ہے، صراحت شہادت علی النبی کا قبول کرنا ہے دروازہ مدعا علیہ جائے قدیم پر ہونے کا اسی قدر حاصل کہ مدعا علیہ نے ملک مدعی میں کوئی تصرف نہ کیا یوں دیوار مدعی بجائے بنیاد قدیم تعمیر ہونے کا اسی قدر حاصل کہ مدعی نے کوئی آبچک نہ چھوڑی جس میں مدعا علیہ تصرف کرتا تو یہ صاف صاف نفعی پر شہادتیں تھیں کہ اعتبار معنی کا ہے نہ لفظ کا۔ ہدایہ و کافی و بحر وغیرہ میں ہے الاعتبار للمعانی دون الصور فان المودع اذا قال ردودت المودعة فالقول قوله مع الیسین وان کان مدعیاً للمرد صورۃ لانه ینکر الضمان بلکہ یہاں معنی و صورتہ ہر طرح نفعی ہے کہ قدم خود مفہوم سلی ہے یعنی حادث و جدید نہ ہونا۔ بالجملہ جس قدر کاروائی اس مقدمہ میں واقع ہوئی سب محض بیکار و بے اثر و بیگانہ و بے ثمر ہوئی۔ میں نہیں کہتا کہ غلط فیصلہ ہوا یہ تو جب کہا جائے کہ فیصلہ ہوا اور اس میں خطا ہو۔ یہاں تو سرے سے فیصلہ ہوا ہی نہیں۔ یہ تجویز جس کا نام عوام میں فیصلہ رکھا جائے ہرگز فیصلہ ہی نہیں ایک کاغذ سا وہ ہے کہ فیصلہ کے چھ رکن شرع مطہر نے مقرر فرمائے وہ یہاں رکن مشتمل مقدمہ ہے اور بغیر رکن کے وجود نفعی محال جس کی تصریحیں ابھی کتب معتدہ سے گزریں تو مقدمہ ہنوز روز اول پر ہے مدعی بلاشبہ گواہ دے سکتا ہے اور ان کا سنا حاکم پر فرض ہے اگر وہ نہ سنے تو دوسرے حکمہ میں اس کے گواہ سنے جائیں معین الحاکم میں ہے المواضع التي تصرفات الحکام فیما یست بحکمہ ولغیرہ من الحکام تغیرہا والنظر فیہا من انواع کثیرة وانا اذکر عشرين نوعا (الی ان قال) النوع التاسع التصرف فی انواع الحجاج بان یقول لا اسمع البینة لانک حلفت قبلہما مع علمک بما وقد سرتک علی احضارہا للغیرہ من الحکام ان یفعل ما ترکہ ^{حاکم} اقبل کو اختیار ہے کہ خود گواہ سنے اور مقدمہ حسب شرع ترتیب دے یا حکمہ ابتدائی گواہ اپنی بیعت سے بد تکمیل شرعی و اسماغ گواہان مدعی وہاں فیصلہ ہو واللہ تملیٰ اعلم

مسئلہ۔ از ریاست بجا و پور ملک پنجاب تحصیل پنہن آباد ڈاکخانہ صادق پور موضع واڑہ سراج الدین مرسلہ پیر نور محمد صاحب ولد پیر قمر الدین صاحب ذات چشتی _____ ۳ رجب المرجب ۱۲۸۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیر صدر الدین نے ۱۲۸۶ھ میں ایک طوائف مسماۃ رنگ بھری سے نکاح کیا اس وقت رنگ بھری کے

دوناہا بیٹے اللہ بخش والہی بخش موجود تھے اور تیسرا اور جوان بیٹا اللہ بخش تھا۔ اس وقت نکاح مذکور سے رنگ بھری کو شل ازدواج کے پردے میں رکھا جب تک وہ بے پردہ اپنے پیشہ احرام میں تھی۔ یہ دونوں بچے کہ نور و سال تھے ماں کے ساتھ پیر مرحوم کے یہاں رہے جن میں ایک کی شادی بھی پیر موصوف نے کر دی رنگ بھری کا بیٹا اب تک الگ اور اپنے پیشہ احرام میں ہے صدر الدین مرحوم کے دو بیٹے زوجہ خاندانی مسماۃ نورمان سے تھے بدر الدین و سراج الدین پیر مرحوم کی کچھ جائداد علاقہ ریاست بھاو پور اور کچھ پاکستان شریف علاقہ انگریزی میں حسب تفصیل ذیل تھی۔

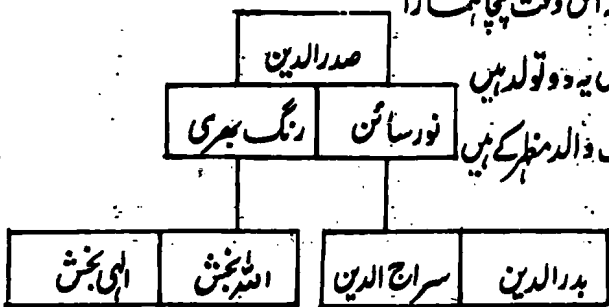
علاقہ ریاست: واڑہ پیران کل، چک قرآئین ۲۲۳ حصہ سوم، بلاڑہ پیری بخش حصہ سوم، بلاڑہ صدر الدین کل

علاقہ انگریزی: واڑہ پیران کلاں، بلاڑہ پیران حصہ سوم، شیخوپور ملکیت ایک چاہ

صدر الدین نے ۱۳ شوال ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۸۹۲ء میں انتقال کیا اللہ بخش والہی بخش نے اپنے آپ کو پسران متوفی قرار دیکر ضلع منگڑی میں بعض جائداد واقع علاقہ انگریزی کا داخلہ چاہا جون ۹۲ء میں عنایت اللہ پٹواری کے سامنے بدر الدین و فریق دوم کے بیانات ہوئے جنہیں بدر الدین نے ان کے پسران صدر الدین ہونے سے انکار اور انہوں نے اس کا انہار کیا شیخ لطافت علی نائب تحصیلدار نے ۲۷ ستمبر ۹۲ء کو ایک نقل رواج عام اقوام حشتی کے بنا پر جو بغرض ملاحظہ حاضر ہے چاروں کو فرزند صدر الدین قرار دیکر اندراج نام کا حکم دیا بدر الدین نے منشی عزیز الدین اکسٹراسٹنٹ کٹرز کے یہاں اپیل کی بالآخر تنہا بدر الدین نے کسی دباؤ یا مصلحت سے راضی نامہ کر لیا جس میں کل جائداد ہر دو علاقہ کا ذکر ہے مگر جب مجوز نے بدر الدین کا بیان لیا تو اس نے صرف جائداد علاقہ انگریزی کی نسبت تصفیہ ہونا بیان کیا اور فریق دوم نے بھی اس کا یہ بیان سن کر تسلیم کیا اس بنا پر ۲۵ فروری ۹۳ء کو وہ مقدمہ وہاں فیصل ہو گیا جائداد واقع علاقہ انگریزی کے چھ میں نام اللہ بخش والہی بخش اور چھ میں نام سراج الدین و بدر الدین مندرج ہوا سراج الدین اس راضی نامہ میں شریک نہ تھا وہ وہاں موجود تھا مگر بدر الدین نے اس انہار سے کہ وہ میرا حقیقی بھائی ہے میرا اس کا نفع نقصان مشترک ہے اس کی طرف سے راضی نامہ کر لیا۔ اس صلنامہ کی بنا پر فریق ثانی نے یکم جون ۹۳ء کو جائداد واقع ریاست کے داخلہ راج کی بھی درخواست تحصیل پنجن آباد میں دی جس کی کاروائی ملاحظہ کاغذات سے ظاہر ہوگی جس میں بیان کیا جاتا ہے کہ بدر الدین و سراج الدین نے ۲۲ اگست ۹۳ء کو دعویٰ اللہ بخش والہی بخش تسلیم کیا اور ۳ اکتوبر ۹۳ء کو کاردار نے حکم دیا کہ محکمہ بندوبست میں درخواست دیکر اندراج نام کر لیں لیکن انہوں نے کوئی درخواست نہ دی نہ اندراج نام ہوا اس وقت کار بندوبست جاری تھا بلکہ دسمبر ۹۲ء میں ختم ہو چکا تھا بجائے اس کے ۲۹ دسمبر ۹۸ء کو فریق ثانی نے پھر اسی تحصیل پنجن آباد میں درخواست اندراج نام دی جو ۲۳ مارچ ۹۹ء کو بوجہ عدم پیروی خارج ہوئی جب ۱۹۰۶ء میں بندوبست جدید ہوا مدعیوں نے یہاں چارہ جوی کی ۲۵ جون ۱۹۰۶ء کو داخلہ خارج منظور ہو کر ۲۶ جنوری ۱۹۰۶ء کو محکمہ مشیرت مال سے منسوخ ہو گیا ناچار ۲۷ مئی ۱۹۰۶ء کو مدعیان نے نظامت بھاو پور میں نالش و غلبیابی دائر کی جو شیخ حسین بخش صاحب ناظم کے یہاں سے ۳۱ مارچ ۱۹۰۶ء کو طومس ہوئی مدعیان نے افسر مال کے یہاں اپیل کی ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو یہاں سے برہائے فتوائے ثالثان کا میا بی پائی جس کی حالت یہ ہے کہ حکم مولوی عبدالملک صاحب افسر مال نے نالشی کی طرف رجوع کی چارڈی علم ثالث قرار پائے مولوی عطاء محمد صاحب مدرس پھوگا نوالہ مولوی عبدالرحیم صاحب اول مدرس عربی خانقاہ مہاران شریف مولوی اللہ بخش چک نادر شاہی مولوی جمال الدین ساکن ماڑی میار صاحب اور شرطہ تحریر ہوئی کہ اگر روداد مسلسل سے مدعیوں کا اولاد پیر صدر الدین ہونا شرعاً ثابت ہو تو ان کی وراثت کے باب میں فتوائے ثالثان ناطق ہوگا ثالث اول الذکر نے نسب ثابت نہ مانا باقیوں نے اثبات

افسران نے کثرت رائے پر فیصلہ دیا مدعا علیہم نے انجمن میں نگرانی کی جس پر مولوی رحیم بخش صاحب ریڈنٹ جوڈیشل میجر نے تحریر فرمایا کہ جو عذرات و اذنیات ہیں ہم ان کو زیر بحث لانا نہیں چاہتے کیونکہ ڈگری برہانائے فیصلہ ثانی ہوئی ہے، لہذا ہر دو فتوے ناٹان و فیصلہ نظامت و فیصلہ افسران و اظہارات ہوا ان فریقین و جملہ کاغذات متعلقہ کے نقول باصابط خدمت طلبائے دین میں حاضر کر کے امیدوار کے خالصاً و مجرداً حکم شریعت مطہرہ سے آگاہ فرمائیں کہ تین ثالث صاحبوں کا پہلا فتویٰ اور ثالث چہارم کا فتوے دوم ان میں کہ نسا مطابق شرع شریف ہے اور فتوے اول میں جن جن وجوہ سے مدعیان کو ثابت النسب مانا ہے وہ شرعیاً صحیح ہیں یا غلط۔ نیز از روئے اقرار نامہ ثالثی مدعا علیہم اس فتوے ناٹان کے پابند ہوئے یا نہیں اور بالجملہ رو و ادلہ وجود سے حکم شرع شریف دعوائے مدعیان ڈگری ہونا چاہئے یا نہیں۔ کاغذات متعلقہ کی مکمل نقول تو حاضر خدمت میں مگر آسانی ملاحظہ کیلئے واقع استثنائے خلاصہ یہاں گذارش۔

(۱) علاقہ آرزوئے آب میں عنایت اللہ پٹواری کے سامنے بدر الدین وغیرہ کا بیان رپورٹ حکم۔ آج زبانی بدر الدین پسر متونی کے معلوم ہوا کہ سسی صدر الدین والد المنظر فوت ہو گیا منظر و سراج الدین ہر دو پسر وارث و قابض ہیں نیز ظاہر کیا حسب تفصیل ذیل والد منظر رنگ بھری گنجی کو لیکر اس جگہ واڑہ پیران سے چلا گیا اور دیہات پار علاقہ ریاست بھاد پور میں بہت عرصت تک رہا کیونکہ اس وقت چچا ہارا محمد بخش برادر خود والد منظر زندہ تھا اس کے خوف سے اپنے دیہ میں نہ آیا ان دونوں میں یہ دو تولد ہیں جب چچا ہارا مر گیا تب نکاح اس کے ساتھ کیا اور اس جگہ آکر آباد ہوا یہ ہر دو بچھلگ والد منظر کے ہیں اللہ بخش والہی بخش نے ظاہر کیا کہ والد ہمارے نے ہم کو بطور دوسرے فرزند ان کے پرورش کی ہے کچھ فرق نہیں کیا۔ چاہتے ہیں کہ ہم چاروں کا نام بھدہ برابر درج کیا جائے لہذا کھاتہ ہذا بمراد حکم مناسب پیش کرتا ہوں۔ ۹ جون ۱۹۲۳ عنایت اللہ پٹواری

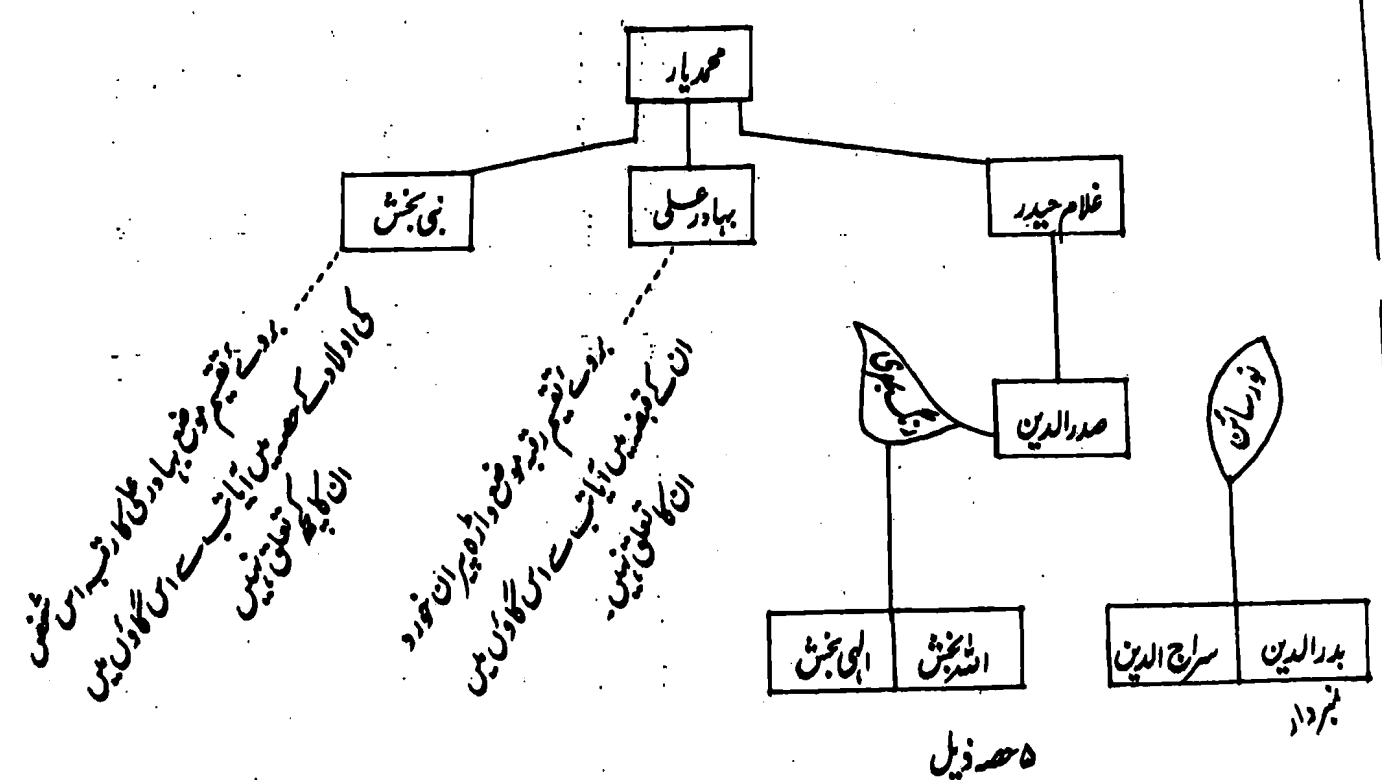


(۲) رواج عام اقوام ہستی پر گنہ پاک پٹن ضلع منٹگری کتاب جلد ۱۸۴۲ موجودہ دفتر نرسی حافظ خانہ مندرجہ صفحہ ۸۸ لغایت ۹۰۔ ہمراہ عورت کین مثل کبری و موچانی و ترکھانی و چھانی کے نکاح بموجب شرع شریف کے جائز ہے اگر کوئی صاحب جائداد ہمراہ ایسی عورت کے نکاح کر لے تو اولاد اس کی مثل عورت ہم کف کے مالک ہوتی ہے۔ اگر ایسی عورت بدون نکاح رہے اور اس سے اولاد پیدا ہو تو ایسی اولاد حرام کی ہوتی ہے انکو وراثت سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔ (نظائر) موضع واڑہ پیران میں سسی صدر الدین نے ہمراہ عورت بیوہ قوم پیرنی کے نکاح کر لیا ہے اولاد اسکی بعد وفات صاحب جائداد کے مالک ہوگی۔

(۳) راضی نامہ مدعا کبری اکسٹرا اسسٹنٹ کسٹرن ضلع منٹگری مایا نکہ بدر الدین و سراج الدین و اللہ بخش و الہی بخش پسران پیر صدر الدین ہیں حسب ذیل مواضعات واقع علاقہ انگریزی و واقع ریاست بھاد پور خاص ملکیت پیر صدر الدین صاحب والد منظر ان کی ہے ہم فریقین کل جائداد زرعی پر وفات والد صاحب سے قابض ہیں اس لئے ہم فریقین نے برضا مندی خود آپس میں اس طرح تصفیہ کیا ہے کہ کل جائداد مندرجہ بالا علاقہ انگریزی ریاست کے پانچ حصے کے تین حصے بدر الدین و سراج الدین کو دیں گے اور دو حصے کل جائداد زرعی سے اللہ بخش و الہی بخش کو دیں گے۔ جس قدر زیادہ نصف سے بدر الدین و سراج الدین کو دیا گیا اس کا سبب یہ ہے کہ وہ بسبب سرداری کے بڑے ہیں۔ سراج الدین اس وقت موجود نہیں اسکی

طرف سے محمد بدرالدین ذمہ دار ہے کہ وہ اور میں بدرالدین حقیقی بھائی ہیں ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء

(۴) بیان بدرالدین و تصدیق مدعیان نسبت راہی نامہ مذکورہ ۵۔ استفسار بدرالدین ولد صدرالدین باقراد صالح ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء صدرالدین متوفی ہمارے والد کی جائداد زرعی علاقہ تحصیل پاکپٹن میں حسب ذیل ہے واڑہ پیران کلاں سالم بلاڑہ پیران سوم حصہ شیش پور میں ایک چاہ کی آرائی۔ والدہ مرگیا جب سے میرا اور سراج الدین میرے برادر حقیقی اشر بخش والی بخش برادران سوتیلہ والدہ ہماری کا قبضہ جائداد پر علی الحساب بہ سبب تنازع رہا ہے۔ اب برضامندی یہ فیصلہ کیا ہے کہ کل پانچ حصے کے تین پانچویں مجھے اور سراج الدین کو ملے اور دو پانچویں اشر بخش والی بخش کو۔ جو زیادہ حصہ نصف سے مجھے اور سراج الدین کو دیا ہے وہ بوجہ اس کے ہے کہ میں اور سراج الدین بڑے بھائی ہیں۔ سراج الدین ہار ریاست میں ہے اور میرا اور اسکا نفع نقصان مشترک ہے لہذا میں اس کی جانب سے خمدار ہوں۔ بدرالدین بقلم خود۔ دستخط عزیزالدین اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول۔ استفسار اشر بخش والی بخش پیران صدرالدین باقراد صالح ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء۔ بدرالدین برادر کلاں اپنے کا بیان ہم نے سنا یہ صحیح اور منظور ہے۔ اشر بخش والی بخش بقلم خود (۵) شجرہ نسب و حقوق مالکان موضع واڑہ پیران کلاں تحصیل پاکپٹن ضلع منگلگری مرتبہ ۱۸۹۳ء شیخ قریشی المبروت چشتی



(۶) درخواست ابتدائی مشورہ مسل نمبری ۲۳۱ موضع بلاڑہ صدرالدین تحصیل پنچن آباد بابت داخلہ سراج منظران برادر حقیقی و سراج الدین و بدرالدین برادران سوتیلہ ہمارے کارا راہی نامہ ہوا۔ نقل فیصلہ پیش کر کے ملتس کہ موضع مذکورہ کا پانچ حصہ ہمارے نام و داخلہ سراج فرمایا جائے یکم جون ۱۸۹۳ء

والہی بخش پسران صدر الدین اللہ بخش بقلم خود۔ بیان سائل لیا جائے ہر آدمی کیلئے مسل و الدن قانون گو ہو یکم جون ۱۹۳۰ء اور دیکھو ۱۳۱۰ھ
 (۷) بیان اللہ بخش مشمولہ مسل نمبری ۲۳۔ نام اپنا اللہ بخش باپ کا نام شیخ صدر الدین عمر تینا سطل حاضر اگر لکھو یا کہ منظر اور الہی بخش برادر منہٹ
 بدر الدین و سراج الدین پسران شیخ صدر الدین ہر چار وارث حصہ برابر ہیں بدر الدین و سراج الدین نے ملکیت موضع بلاڑہ صدر الدین میں ہمارا نام درج نہیں
 کرایا اس باعث تکرار تعادری میں تصفیہ ہمارا ہو چکا ہے بوجہ راضی نامہ چھ حصہ بنام منظر والہی بخش و اطلاع فرمایا جائے۔ اللہ بخش بقلم خود۔ بعد تصدیق
 حکم ہوا کہ باجراے پروانہ بدر الدین و سراج الدین والہی بخش بنا بر قلبندی بیان طلب کیا جاوے یکم جون ۱۸۹۲ء۔ آج مسل پیش ہوئی حکم ہوا کہ فریقین مقدمہ
 طلب ہو کر بیان ان کا قلبند کیا جاوے ۱۳ جون ۱۹۳۰ء۔ مسل پیش ہوئی آج تک نہ فریقین مقدمہ حاضر ہوتے ہیں نہ رپورٹ پیش کیا شامل مسل ہوئی
 لہذا حکم ہوا کہ کرپٹیکار کو لکھا جائے کہ جلد مطلوبگان کو بجاو دیں ۲۹ اگست ۱۸۹۲ء۔

(۸) پروانہ بنام پیشکار صادق پور مشمولہ مسل نمبری ۲۳۔ اندر میں مقدمہ ۱۳ جون کو طلبی فریقین ہر دو قلبندی بیانات کی گئی تھی۔ آج تک ان کی
 جانب سے نہ رپورٹ شامل مسل ہوئی نہ فریقین حاضر آئے ہیں لہذا کرپٹی ہے کہ آپ فی انور فریقین کو بجاو دیں ۲۹ اگست ۱۸۹۲ء فریقین کو باخذا حکم روانہ
 کارداری میں کیا جائے ۴ ستمبر ۱۹۳۰ء۔ حکم سے اطلاع پائی سراج الدین بیمار ہے بروقت محتیا بی اس کے حاضر ہو جائیں گے ۷ ستمبر ۱۹۳۰ء العبد بدر الدین
 العبد اللہ بخش۔ جناب عالی مطلوبگان کو ہدایت احضار کی گئی اور العبد کرائے گئے ہیں سراج الدین سخت بیمار ہے بعد شفا حاضر ہو گا ۸ ستمبر ۱۹۳۰ء
 (۹) بیان بدر الدین وغیرہ مشمولہ مسل نمبری ۲۳ واقع ۲۲ اگست ۱۹۳۰ء۔ سوال اللہ بخش والہی بخش پسران صدر الدین نے لکھو پایا ہے کہ تم نے
 کل ملکیت صدر الدین کی حکم بند و بست میں اپنے نام درج کاغذات موضع بلاڑہ صدر الدین کرائی ہے حالانکہ منظر ان بھی وارث ہیں منگمری سے فیصلہ
 ہو چکا ہے کہ چھ حصہ نامنظر ان اور چھ حصہ تمہارا قرار پایا ہے نام منظر ان درج کاغذات فرمایا جائے تم کو اس ایزادی میں کیا عذر ہے۔

(جواب) منظر ان کو سہی طرح کا عذر اس ایزادی میں نہیں چھ حصہ میں نام اللہ بخش والہی بخش کا ایزاد فرمایا جائے۔ العبد بدر الدین بقلم خود العبد
 سراج الدین۔ چونکہ اس ایزادی میں فریقین کو کچھ عذر نہیں لیکن یہ مسل بھینڈہ وراثت دائرہ ہے وراثت کا فیصلہ حکم بند و بست میں ہو چکا ہے فریقین کو
 ہدایت ہو کہ درخواست ایزادی نام گذار نہر حسب ضابطہ ایزادی کرا دیں سل پیشی سے خارج ہو کر داخل دفتر ہو۔ مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۳ء
 چونکہ یہ مسل ماہ اکتوبر میں داخل دفتر ہوئی اب داخل دفتر ہو ۲۳ نومبر ۱۹۳۰ء

(۱۰) سند مولوی نور الدین تو گیدی کاخ نواں شیخ صدر الدین وزنگ بھری پیش کردہ مدعا صلحہم۔ بر حکام واضح باد کہ بتاریخ ۱۲۸۶ھ ہجری
 مقدس این خادم الشرع عقد نکاح پیر صدر الدین چشتی ولد پیر غلام حیدر چشتی در موضع کلاچی رو بروئے گواہان قمر الدین نمبر دار کلاچی و اکبر علی
 ساکن کلاچی و مولوی غلام قادر ساکن حین شاہ بارنگ بھری کجھری ولد نامعلوم بستہ اللہ بخش والہی بخش قبل ان میں نکاح پیدا ہوا و مذکورہ تحریر ۱۲۸۶ھ ربيع الاول
 ۱۳۱۰ھ العبد نور الدین تو گیدی۔ گواہ شد غلام قادر ساکن حین شاہ۔

(۱۱) سند مولوی مذکورہ پیش کردہ مدعیان۔ بر علما و حکام واضح باد کہ صدر الدین ولد پیر غلام حیدر چشتی را بطور نصیحت چند سال قبل از نکاح مشہورہ گفتہ
 کہ بازنگ بھری کاخ کردہ یا نے۔ صدر الدین گفت من خدیو از برادری رو بروئے دو کس گواہان مسماۃ مذکورہ نکاح کردہ ہوا دم گھم آفرین شمارا کراں
 کا بہتر کردہ۔ تحریر ۲۴ ربيع الاول ۱۳۱۰ھ خادم الشرع نور الدین تو گیدی۔ خشیت علی اقرار القدر۔

۱۱۲، بیان مولوی غلام قادر سل نمبری فیصلہ ۴ جولائی ۱۹۰۶ء تحصیل منچن آباد غلطی بندوبست باقرار صالح نام اپنا غلام قادر ولد مولوی جان محمد عمر سے سال سکڑ جن شاہ تحصیل پاکپٹن۔ عرصہ تینا اٹھتیس سال کا گزر رہا ہوگا کہ پیر صدر الدین کا نکاح اللہ بخش والہی بخش کی والدہ رنگ بھری سے مولوی نور الدین صاحب نے روبروئے منظر، قرین، اکبر علی شاہ پڑھاننا اس وقت اللہ بخش سات آٹھ سال کا تھا قرآن شریف مولوی صاحب مذکور سے پڑھا کرتا تھا الہی بخش تینا چار سال کا تھا۔ یہ ہر شخص اللہ بخش الہی بخش اس نکاح سے پہلے موجود تھے جب بدر الدین وقاسم علی کو اس شہادت کی ضرورت پیش آئی کہ یہ دونوں لڑکے قبل از نکاح موجود تھے اور مولوی صاحب مذکور سے انہوں نے تحریر حاصل کی تو شہادت کے دستخط میں نے کردئے میرے دستخط اس کاغذ پر موجود ہیں منظر کو بھی حال معلوم ہے العبد مولوی غلام قادر۔

۱۱۳، دربارہ درخواست ابتدائی مدعیان در تحصیل منچن آباد مشمولہ سل نمبری ۲۱ گزارش ہے کہ ۱۵ شوال ۱۲۹۲ھ میں پیر صدر الدین پسر فریقین کا انتقال ہو گیا ہم چار برادران کا بابت تقسیم ترکہ پدری تنازع ہو کر ناش کی نوبت پہنچی جو بتاریخ ۳ فروری ۱۲۹۳ھ فیصلہ اکسٹرا اسسٹنٹ ضلع منگمری داخلہ راج حسب ذیل اٹاک آنروے آب و ریاست بھاد پور بدر الدین و سراج الدین اللہ بخش والہی بخش ہو کر عملدرآمد ہوا ان اٹاک ریاست ہذا میں قبضہ ادائے مالگزار کی وکافت پر داشتت کے حصہ موقع پر موجود ہے لہذا عارض کے بل بلاڑہ بدر الدین بنام منظران داخلہ راج فرمایا جائے ۲۹ دسمبر ۱۹۰۸ھ اللہ بخش والہی بخش بقلم خود۔ بمراد تکمیل و التا قانونگو ہو اور بذریعہ پروانہ سامیان طلب کی جاویں ۲۹ دسمبر ۱۹۰۸ھ ۱۱۴، حکم ظہری پرچہ کتونی مشمولہ سل نمبری ۱۲۔ آج مسل پیش ہوئی۔ پایا گیا کہ فریقین نے بعد دینے درخواست باوصف اجرائے احکامات کے پیری نہیں کی لہذا حکم ہو کہ مسل مقدمہ بعدم پیری خارج ہو۔ ۲۳ تاریخ ۱۹۰۹ھ۔

۱۱۵، درخواست در بندوبست جدید۔ درخواست غلطی بندوبست بموجب فیصلہ شیخ عزیز الدین کلکٹر ضلع منگمری۔ اگرچہ حقیقت پر از وقت وفات پدر قبضہ مالگزار کی بموجب فیصلہ مذکور الصدر ہمارا چلا آتا ہے بموجب غلطی بندوبست داخلہ راج کاغذات سرکاری نہ ہو چونکہ اب دوران بندوبست لہذا استدعی کہ داخلہ راج ہمارے نام بموجب فیصلہ انگریزی و پریہ مالگزار کی کے حصہ فرمایا جائے۔ نقل فیصلہ و پرچہ ملکیت شامل درخواست ہے پیر پوری ۱۹۰۶ھ مستدعی اللہ بخش ولد پیر صدر الدین۔

۱۱۶، بیان اللہ بخش بعد درخواست مذکور۔ نام اپنا اللہ بخش ولد پیر صدر الدین ذات حشی عمر لیس سال بتلا کر بیان کیا والد منظر فوت ہو چکا ہے اس کے چار پسر تھے بدر الدین سراج الدین فوت ہو چکے ہیں غلطی بندوبست سے بعد فوت صدر الدین کے بدر الدین سراج الدین کا داخلہ راج وراثت ہر عمل درآمد ہو گیا اور منظر والہی بخش کے نام اندراج نہ ہوا ضلع انگریزی میں مقدمہ دائر ہوا جس سے یہ قرار پایا کہ کے حصہ منظر والہی بخش کے لئے جائیں جس کی نقل شامل درخواست ہے چاہتا ہوں کے حصہ پر داخلہ راج فرمایا جائے۔ اللہ بخش ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ۲ جنوری ۱۹۰۶ء۔

۱۱۷، درخواست تقریر ثالشان مشمولہ سل نمبری ۱۴ مر ۲۰۰۶ء اپریل ۱۹۰۵ء کل مقدمہ سپر و ثالشان کر کے اعتراضات قانونی ورواجی چھوڑنے کے ہیں لکھتے ہیں کہ اگر موجودہ روئداد سل سے مدعیان کا اولاد صحیح النسب ہونا پیر صدر الدین موصوف سے ثابت ہو جاوے تو مجھ مدعا علیہ کو وہاں ہی جائداد سے کچھ انکار نہ ہوگا اگر ان کا شرعاً نسب ثابت نہ ہو تو پیران کا میراث سے کچھ تعلق نہ ہوگا اور بشرط اولاد صحیح النسب ہونے کے فتوایے ثالشان ناطق ہوگا اور میں کچھ عذر نہ ہوگا ۱۸ جون ۱۹۰۵ء بمقام صادق پور روبرو افسر صاحب مال مولوی عبد المالک۔ العبد اللہ بخش مدعی بقلم خود العبد الہی بخش مدعی بقلم خود

العبد احمد شاه مدعا علیہ بقلم خود۔ تحریر ہوا کہ مولوی صاحبان تمام موضع چک بھوگا نوالہ ہیں جمع ہو کر بوجہ روئداد مسل کے فتویٰ دیں۔ اور تفتیح بحث طلب
یہ ہیں کہ ایام مدعیان پیر صدر الدین کی اولاد صحیح النسب ہیں یا نہیں۔ دوسرا مدعی نامہ مصدقہ منسلح منظر کی کا شرفا گیا اثر ہے فیصلہ کثرت کے نشان پر کیا
جائے گا فتویٰ چار یوم کے اندر داخل ہو ۱۸ جون ۱۸۸۵ء مستطاف السرمال۔

۱۸۸۵ء فتویٰ مولوی عبدالرحیم وغیرہ مشمولہ مسل نمبری ۱۴۔ مدعیان نے ایک صلنامہ اذ جانب والدہ وچا مدعا علیہا پیش کیا جس میں صریح لکھا ہے کہ
مدعیان پیر صدر الدین کے بیٹے ہیں۔ علاوہ بریں معتبر شہادت سے ثابت ہے کہ پیر صدر الدین مورث مدعیان کو اپنا بیٹا تسلیم کرتا تھا بدرالدین و سراج الدین
نے تحصیل میں بھی مدعیان کو اپنے بھائی پیر صدر الدین کے بیٹے قرار دے کر لکھوایا ہے کہ بیشک حسب مضمون صلنامہ ریاست میں بھی ملکیت کا عمل درآمد
ہونا چاہئے۔ علاوہ آڑوئے آب میں بھی پٹواری کے سامنے سراج الدین و بدر الدین نے مدعیان کو اپنے بھائی لکھوائے ہیں۔ رواج عام اقوام حتیٰ اور
شجرہ نسب جو منظر منظر میں لکھا ہے مدعیان پیر صدر الدین کی اولاد اور وارث لکھے ہیں اور اس پر پیر صدر الدین اور بعض شاہدان نفی نسب کے ثبوت
نسب پر مواہیر موجود ہیں شہادت مدعا علیہا نفی پر مشتمل ہیں اور شہادت نفی مقبول نہیں ہوتے پس بوجہ اقرار پیر صدر الدین بولدیت مدعیان اور تسلیم
بدر الدین و سراج الدین اخوت مدعیان کو فتویٰ شرعی یہ ہے کہ مدعیان کا نسب پیر صدر الدین سے ثابت ہے اذ اقرا وراثت واحد توادث کمن
ترك ابنا فاقربا لا یثبت نسبہ عندہما وقال ابو یوسف یتبیت وبہ اخذ الکبریٰ لانہ لما قبل فی المیراث قبل فی النیب
وان کان اکثر من واحد بان کا ناسجلین اور جلا و اسرأتین فصاعد ایثبت انساب باقرا و اسرأتین لکن ان النصاب و یستحق
حظہ من نصیب المقراہ جموی ۱۲ قرۃ العیون۔ مولوی نور الدین صاحب نکاح خوالی کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ بوقت نکاح ثانی مدعیان موجود
تھے اور دوسری تحریر میں ہے کہ نکاح مشہور سے پہلے پیر صدر الدین کا نکاح مخفی والدہ مدعیان کے ساتھ تھا ہر نکاح مخفی جو بروئے گواہان کے ہو معلن
ہو جاتا ہے اور شرفا جائز نافذ ہے باپ نے جب اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور ماں اس کی آزاد ہے تو یہ اقرار فرزند اقرار ہوگا اس عورت کے منکوحہ
ہونے پر۔ درخت و طحاوی قنیہ ۱۲ نور الہدایہ العبد عبدالرحیم اول مدرس عربی خانقاہ مہاراجن شریف، الشہنشاہ چک مادہ شاہی، احقر العباد
جمال الدین بقلم خود۔

۱۹۱۹ء فتویٰ مولوی عطا محمد مشمولہ مسل نمبری ۱۴۔ ملاحظہ مسل سے ظاہر کہ مدعیان نے بابت اثبات نسب و وراثت تین امر پیش کئے ایک شہادت
دوسرا اقرار پیر صدر الدین بذریعہ نقل رواج عام جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولاد موجودہ صدر الدین از رنگ بھری وارث ہوں گے اس رواج عام پر ہر
صدر الدین بھی ہے گو اس میں نام الشہنشاہ واپی بخش نہیں لیکن اولاد بحسب الظاہ رنگ بھری و صدر الدین بنیران دونوں کے اور کوئی نہیں لہذا
ضروری یہی تصور کئے جائیں گے۔ تیسرا صلنامہ جس میں بدر الدین کی طرف سے اقرار صریح ہے لیکن اقرار سراج الدین نہیں ثابت ہوتا کہ سراج الدین
موت پر نہ تھا۔ ایسا ہی کسی اور جگہ مسل مقدمہ کے اقرار سراج الدین ثابت نہیں جس وقت تحصیلدار منجن آباد نے مخاطب ہو کر فرمایا تم کو اس ایرادی میں
کوئی حذر ہے تو سراج الدین نے بیان کیا کہ کوئی عذر نہیں۔ اس سے تسلیم صلنامہ بحق جائد اثبات ہوتا ہے نہ بحق ثبوت نسب جیسا کہ استفہام
تحصیلدار و جواب سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن احقر کو بہ نسبت ہر ایک امر ان تینوں میں سے بحق ثبوت نسب اعتراض ہے۔ امر اول شہادت۔ رکن
شہادت شرع شریف میں لفظ اشہد یا اس کا ہم معنی چنانکہ گواہی میدہم ہے۔ درختارہا کنہما لفظ اشہد لا غیر لتضمنہ معنی مشاہدۃ

وقسمواخبارالحال فكانه يقول اقسام بالله لقد اطلعت على ذلك وانا اخبر به وهذه المعاني مفقودة في غيره
فتمين۔ روا الخار وكما ينحل عن معنى التبعيد ولست نقل غيره تنوير الابصار لزم في الكل لفظ اشهد بلفظ المضارع بالاجماع
لقبولها والعدالة لوجوبها۔ قرۃ العيون حتى لو قال اعلموا وابتغوا لا تقبل شهادته لان النصوص ناطقة بلفظ
اشهادة فلا يقوم غيرها مقامها مولوی اسحق دہلوی کا غیر ضروری کہنا لفظ اشهد کو مخالف نصوص فقہاء واثور ہے اور بس ظاہر ہے کہ
شہادت مندرجہ مسل میں لفظ اشهد یا اس کے ہم معنی کا کہیں نام و نشان نہیں لہذا یہ شہادت قبول کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ امر ثانی اقرار
دین مع نقل رواج عام میں یہ اعتراض ہے کہ دفاتر سلطانیہ اور سجلات محاصر کے امور مندرجہ تب حجت ہوتے ہیں کہ ان کے یا محفظہ و قریوں
کے ہا یہ محفوظ رہیں۔ اگر فریقین مقدم یا اجنبی کے ہاتھ میں آجادیں تو حجت نہیں ہوتے ثانی جلد ۴ ص ۲۱۱ سجل القاضی لایزور عادات
حیث کان محفوظا عند الامناء بخلاف ما کان بید الخصم چونکہ نقل رواج عام بذریعہ مدعیان پہنچی اور اصل سجل کا ملاحظہ
نہ ہوا حجت شرعی نہ ہوگی۔ امر ثالث صلنامہ میں یہ اعتراض ہے کہ فقط اقرار بدر الدین بربطت نسبت ثابت ہوتا ہے سراج الدین کا اقرار بہ نسب
کسی جگہ سے ثابت نہیں پس اقرار ایک بدر الدین بوجودگی سراج الدین مثبت نسب نہیں ہو سکتا۔ تنویر الابصار لواقر رجل بنسب فیہ
تحلیل علی غیرہ لایصح الاقلس۔ ومن مات ابوه فاقرباخ شارکہ فی الارث ولریثیت نسبه عبارت قرۃ العیون
سے مطلب مولوی صاحبان ثابت نہیں عبارات مذکورہ سے مقصود بیان اس صورت کا ہے کہ موارث واحد ہو کہ اس کے ساتھ کوئی وارث نہ ہو،
اگر وارث دیگر ہو تو ثبوت نسب اقرار واحد شخص سے بوجوب روایت امام ابو یوسف بھی نہیں ہو سکتا۔ خود قرۃ العیون کی اس سطر سے پہلی ملاحظہ فرمائیے
قال فی البدائع الوارث لو کان کثیرا فاقربا واحد منهم باخ اخر ونحوہ لایثبت نسبه ولا یرث معهم ولو اقر
منهم رجلان اور رجل وامراتان یثبت نسبه بالاتفاق ولو کان الوارث واحدا فاقربا یثبت عند ابی یوسف
خلانا لابی حنیفة ومحمد وبقول ابی یوسف اخذ الکفرخی وظاهر المتون علی ترجیح قولہما کما لایخفی قرۃ العیون جلد ۲
ص ۱۳ چونکہ صورت مقدم میں بدر الدین کے ساتھ دوسرا وارث سراج الدین ہے تو اقرار بدر الدین اکیلے کا بوجوب روایت امام ابو یوسف بھی مثبت
نسب نہ ہوگا۔ ہر دو تحریرات مولوی نور الدین قابل اعتبار نہیں کیونکہ ان تحریرات سے نہیں جو شرعاً حجت ہو باقی رہا اقرار بحتی جائد تو اقرار بدر الدین سو
فرد شرکت فی الوارثہ اس کے حق میں ثابت ہے سراج الدین کا قول روبرو تھیں دار بظاہر تسلیم صلنامہ بحتی جائد ہے و لجاظ استقلال کلام و عدم
ضمیر راجع کلام متانف ہوگی یعنی برقرار نہ ہوگی۔ بہر حال شرکت فی الوارثہ در کل جائد یا در حصہ بدر الدین بوجوب ضمانت او ثابت ہوگی اور بوجوب
صلنامہ اقرار بدر الدین مستحق وراثت علی حسب صلنامہ ہوں گے۔ خادم الشرع عطا محمد مدرس پھوگا نوالہ تعلیم خود فقط

(۲۰) رپورٹ ثالثان مشورہ مسل نمبری ۱۴۔ گذارش ہے کہ سوائے تحقیقات جدید کے منظر ان فیصلہ نہیں کر سکتے اور اب تحقیقات جدید کا موقع نہیں
رہا کہ احمد شاہ مدعا علیہ نے محکمہ پریزیڈنٹی میں واسطے مشورخی ثالثان کے عرضی دی ہے اور بیان کیا ہے کہ مسل واسطے ملاحظہ کے محکمہ مذکورہ صدر میں طلب
کی گئی ہے اس واسطے تحقیقات جدید ملتوی کی گئی پھر جب حکم ہو تحقیقات کی جائے گی۔ ۲۱ جون ۱۹۰۵ء العبد اللہ بخش چک نادر شاہی العبد عطا محمد
مدرس عربیہ پھوگا نوالہ العبد عبدالرحیم اول مدرس عربیہ مہارن شریف۔

(۲۱) نقل عرضی منسوقی ثالثان مشمولہ مسل نمبری ۱۴۔ جناب عالی افسر صاحب مان نے من مدعا علیہ کو ثالث تقرر کرنے کو ارشاد فرمایا تھا لیکن سائل نے انکار کیا تھا اور اس میں رضامند نہیں تھا عدالت موصوف نے مجھ سے چیز اقرار نامہ ثالثی داخل کرالیا ہے جس میں سائل بالکل رضامند نہیں جیسا کہ پہلے سے رضامند نہیں تھا لہذا التماس ہے کہ تقرر ثالثی منسوخ فرمایا جائے اور جیسی کارروائی قبل از تقرر ثالثی تھی ویسی ہی جاری کی جاوے۔ ۲۱۔ ۲۰ جون ۱۹۷۷ء فدوی احمد شاہ ولد سراج الدین بقلم خود۔

نقل حکم پریزیڈنٹ بمسل کا ملاحظہ کیا گیا درخواست تقرر ثالثان دستخطی شاکی ہے۔ ایک اعلیٰ افسر کی نسبت بدظنی کی وجہ سے اسلئے ناقابل التفات قرار دیکر مسل براد کارروائی مضابطہ واپس جاوے۔ دستخط پریزیڈنٹ صاحب۔

الجواب:- اللہم ہدایۃ الحق والصواب قبل اس کے کہ ہم توفیق الہی یہاں حکم شرعی بیان کریں اتنی گزارش فریقین مقدمہ و حکام سب سے ضرور کہ معاملہ اہل اسلام کا ہے ریاست مسلمانوں کی ہے۔ ابتدا ہی ہر فریق پر فرض تھا کہ حکم شرعی پر گردن رکھتا۔ حکام پر فرض تھا کہ شرعی حکم کے موافق فیصلہ کرتے قال اللہ تعالیٰ فلا وربک لا یؤمنون حتیٰ یحکموا فیما شجر بینہم شرعاً لا یجدوا فی انفسہم حرجاً مما قضیت ویسلوا تسلیماً اے نبی کریم رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنی باہمی نزاع میں تجھے حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تو حکم فرمائے اس سے اپنے دلوں میں ٹنگی نہ پائیں اور دل سے مان لیں وقال تعالیٰ المرئی الذین یرضون انہم امنوا بسا انزل الیک وما انزل من قبک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امرنا ان یکفرنا بہ ویرید الشیطن ان یضلہم ضلاً بعیداہ کیا تو نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے قرآن مجید اور اگلی کتابوں پر پھر یہ چاہتے ہیں کہ مخالفان خدا و رسول کی بات پر فیصلہ رکھیں حالانکہ انہیں تو ان سے منکر ہونے کا حکم تھا اور شیطان چاہتا ہے انہیں دور کی گمراہی میں ڈال دے۔ وقال تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطن انہ لکم عدو مبین ہ اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے آ جاؤ یعنی ہر بات میں احکام اسلام ہی کی پیروی کرو اور شیطان فی راہ کے پیچھے نہ جاؤ بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے وقال تعالیٰ ومن لیس حکمہما انزل اللہ فادئک ہم الافسقون ہ وقال تعالیٰ فادئک ہم الظالمون ہ جو شریعت مطہرہ کے مطابق حکم نہ کریں تو وہی لوگ ناسق ہیں، وہی لوگ ظالم ہیں۔ اب کہ معاملہ ثالثی تک پہنچا اور اہل علم ثالث کے گئے اور ان سے فتویٰ طلب ہوا تو خود ہی تمام بادی چھٹ گئی اور صرف شرعی حکم پر نائے کار رہی لہذا اقرار نامہ میں فریقین نے لکھ دیا تھا کہ "کل مقدمہ سپر ثالثان کر کے اعتراضات قانونی اور رواجی چھوڑ دئے گئے ہیں" اب صرف اتنا دیکھنا رہا کہ فتوائے ثالثان صحیح و مطابق قواعد شرعیہ ہے یا نہیں اور اس جانچ میں صرف قواعد شریعت مطہرہ پر نظر لازم قانونی یا رواجی جھگڑوں کی طرف اصلاً اتفاق نہیں ذیہ کہ معاذ اللہ شرعی احکام کو تاویلات و تراجم کر کے قانون و رواج کی طرف ڈھالنا کہ یہ ان تمام آیات کریمہ کے صریح مخالف ہوگا۔ واللہ۔

المہادی۔ اب ہم بیان حکم شرعی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وباللہ التوفیق۔ کاغذات ملاحظہ ہوئے یہ فیصلہ کہ ثالثوں نے کیا اور اسی پر افسر مان نے مدار حکم رکھا شرعاً محض باطل ہے اس کا بطلان بہت وجہ سے ہے ایک یہ کہ فیصلہ کرنے والے شرعاً ثالث ہی نہ تھے نہ ان کو اصلاً فیصلہ کا اختیار تھا نہ ان کا فیصلہ کسی راہ چلتے اجنبی کی بات سے زیادہ وقعت رکھتا ہے دوم اگر وہ ثالث فرض بھی کئے جائیں جب بھی انہیں خاص اس فیصلہ کا اختیار نہ تھا جو انہوں نے دیا تو اس سے بھی قطع نظر ہو تو ان کا فیصلہ بوجہ باہمی اختلاف رائے کے نامعتبر ہے چہاں ان سب سے درگزر یہ اور

نفس فیصلہ کو دیکھے جو تین ثالثوں نے کیا تو وہ خود ہی بیکر مخالف شرع واقع ہوا۔ اب ان سب وجوہ کو توفیق اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں۔
وجہ اول، بیچوں کو فیصلہ کا اختیار اس وقت ہوتا ہے کہ ان کے حکم سے تک فریقین ان کے بیچ ہونے پر راضی رہیں اگر ایک فریق بھی بیچ کے حکم لینے سے ایک آن پہلے اس کی ثالثی پر ناراضی ظاہر کرے فوراً وہ ثالثی سے نکل جائے گا اور اسے حکم دینے کا کچھ اختیار نہ رہے گا اور حکم دے تو اصلاح نہا جائیگا یہاں تک کہ ہمارے علماء فرماتے ہیں اگر تمام ترتیب و تکمیل مقدمہ کے بعد جب مرت حکم دینے کی دیر رہی تھی ثالث نے ایک فریق سے کہا میرے نزدیک جنت تجھ پر قائم ہوگئی میں تجھ پر حکم دیا چاہتا ہوں اس نے کہا میں تیرے ثالثی سے راضی نہیں ہوں یہ کہتے ہی ثالث کو اختیار جانا رہا اب وہ کچھ حکم نہیں کر سکتا درختار ج ۴ صفحہ ۵۲ میں ہے (ینفرد احدہما بقضه) ای التحکیم بعد وقوعه رد المختار ج ۴ صفحہ ۵۲ میں ہے لکل من صاعز لہ قبل الحکم فتاویٰ علیگیری ج ۳ صفحہ ۱۲۱ میں عیط سے ہے لہو وجہ الحکم القضاء علی احدہما یرید بہ ان الحکم قال لاحد الخصمین قامت عندی الحجة بما ادعی علیک من الحق ثم الذی توجہ علیہ الحکم عزلہ ثم حکم علیہ بعد ذلک لا ینفذ حکمہ علیہ یہاں کہ احمد شاہ نے قبل حکم ثالثان ثالثی سے اپنی ناراضی بذریعہ عرضی ظاہر کی ثالثی فوراً منسوخ ہوگئی اور ثالثوں کا فیصلہ ایسا ہی ہو گیا جیسے راہ چلنا کوئی مہجی کچھ کہہ جائے اور اس کی نسبت یہ ہذر کہ درخواست تقریر ثالثان احمد شاہ کی دستخطی ہے کچھ بجا آمد نہیں احمد شاہ نے عرضی میں فقط ہی بیان نہ کیا کہ مجھ سے جبراً تقریر ثالثان کر لیا ہے میں رضامند نہ تھا بلکہ صاف لکھ دیا ہے کہ «سائل بالکل رضامند نہیں جیسا کہ پہلے رضامند نہ تھا» اس کا اس قدر لکھنا منسوخی ثالثی کے لئے کافی ہے پس ثالثی باطل محض ہوگئی اور یہ فیصلہ اصلاً قابل التفات نہیں۔

وجہ دوم، بالفرض اگر ثالثی باقی رہتی تو ملاحظہ اسل سے ظاہر کہ مدعا علیہم میں ایک لڑکا خدا بخش نابالغ بھی ہے اور جب کہ فیصلہ تہی مدعیان دیا گیا تو اس کا ضرر اسے بھی پہنچے گا اور ثالثوں کو کوئی اختیار نہیں کہ ایسا فیصلہ دیں جس کا اثر نابالغ پر پڑے رد المختار ج ۴ صفحہ ۵۲ میں ہے لایصح حکمہ بما فیہ ضرر علی الصغیر بخلاف التامنی اور وجہ اس کی ظاہر کہ ثالثی کا حاصل فریقین کا باہمی ایک صلح کر لینا ہے احمد شاہ کو کیا اختیار کہ ایسی صلح کرے جس سے اس کے نابالغ بھائی کو نقصان پہنچے درختار صفحہ ۵۲ میں ہے (التحکیم) صلح معنی فلا یصح تعلیقہ ولا اضافتہ عند الثانی وعلیہ الفتویٰ کافی قضاء الخانیہ رد المختار میں ہے قال فی الدرر رنانہ تولیۃ صورتہ و صلح معنی اذ لا یصار الیہ الا بتراضیہما لقطع الخصومة بینہما۔

وجہ سوم، ہم پہلے کہہ چکے ہیں اور خود فریقین نے تسلیم کیا کہ قانونی درواہی باتیں سب بالائے طاق رکھی گئیں معاملہ صرف شریعت مطہر کے سپرد ہے اور یہی فرض تھا۔ اب شرع مطہر کا حکم سننے ثالثی جب متعدد اشخاص کے سپرد کیجائے تو ان کا وہی حکم مسلم و قابل اعتبار ہوگا جو وہ سب باتفاق رائے فیصلہ کریں اور اختلاف پڑے تو ان میں کسی کا حکم قابل لحاظ نہیں ایسے مقامات میں کثرت رائے پر نظر نہیں ہو سکتی جہاں کوئی اختیار متعدد اشخاص کو سپرد کیا گیا ہو مثلاً چند شخصوں کو وکیل کیا تو ان سب کی رائے متفق ہونا ضرور ہے یا متعدد اشخاص کو اپنے مال کا وصی کیا تو جو تصرف ہوگا سب کے مجموعی رائے سے ہو سکے گا یا چند اشخاص کو وقف کا متولی کیا تو اس میں بھی بعض یا اکثر کی رائے سے کچھ نہ ہو سکے گا جب تک سب کی رائے متفق نہ ہو یعنی یہی حالت ثالثوں کی ہے اور ان سب کی وجہ یہی ہے کہ اختیار دینے والا مجموع کی رائے پر راضی ہوا اتنا کہ بعض کی۔ اشباہ والتماثل صفحہ ۲۵۱ میں ہے الشئ المفروض الی اثنتین لایملکہ احدہما کالوکیلین والوصیین والناظرین والقاضیین والحکمین ہذا یہ جلد دوم صفحہ ۱۳۲ میں ہے

از اہل وکیلین فلیس لاحدھما ان يتصرف فیہا ولا ینبذہ دون الآخر و من ذانی تصرف یحتاج فیہ الی الرأی کالبیع والخلع
وغیر ذلک لان المرکل رضی برأیہما لا برأی احدھما اسی کے معنی ۲۵۱ میں ہے الولایۃ ثبتت بالتفویض فی راعی وصف
التفویض وهو وصف الاجتماع اذ هو شرط مفید اسی کے معنی ۲۵۱ میں ہے لزعمکما رجلین لا ینبذ من اجتماعھما لانه امر
یحتاج فیہ الی الرأی ان عبارات میں دو کا ذکر صرف تصویر مسئلہ ہے قید حکم نہیں کہ دلیل مذکور ہدایہ دو اور دوس نب کو شامل ہے لاجرم
ادب الاوصیاء اہم جابح الفصولین جلد دوم معنی ۲۲۵ میں ہے فی الخانیۃ وغیرھا ان حکمہذا الفصل امسہ لا ینسکن احد
الوصیین اور الاوصیاء من التصرف بدون حضور ساری الباقی الا فیما لا بد منہ اولایکون فیہ مدخل للرأی وهو اشیاء
معدودۃ الخ اسی کے معنی ۲۵۲ میں ہدایہ سے ہے اقر الوصیان بان معھما ثالثا ینسک القاضی نصب الثلث معھما لانھما اعترفا
بالعجز عن التصرف یہ مسئلہ ہدایہ کتاب الشہادۃ معنی ۱۹ میں ہے ونصھا الوصیان اذا اقر ان معھما ثالثا ینسک القاضی نصب
ثالث معھما العجز معھما عن التصرف باعتبار معنی ۱۹ میں ہے شہادتھما بثلث معھما اعتراف
بعجز معھما عن التصرف لعدم استقلالھما بہ فتح القدیر جلد ۲ ذکر معنی ۱۹ میں ہے وصی الیت لما شہد آبا لثالث فقد اعترفا
بعجز شرعی معھما عن التصرف الا ان یکون ہو معھما نیز اشباہ معنی ۱۲۸ میں ہے ما ثبت لجماعۃ فہو بدینہم علی سبیل
الاشترک الا فی مسائل الی اخرہ وعد ثلث الیس ہذا منھا تو یہاں کہ اختلاف رائے واقع ہوا اثاثوں میں کسی کا فیصلہ معتبر نہ رہا۔
وجہ چہارم :- اگر یہ وجہ کچھ بھی نہ ہوتے تو فیصلہ خود ہی اصول شرع کے بالکل خلاف ہوا ہے روئے داد مسل اثبات نسب اللہ بخش والہی بخش میں
شرماضن کافی ہے اثاثوں نے اس کے لئے سات چیزوں سے استناد کیا چہ ثبوت تحریری یعنی کاغذات عداد ۲۵۳ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ جن کا خلاصہ سوال میں گزرا اور
ساتواں ثبوت زبانی یعنی شہادات مگر بہت افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ان میں ایک بھی میزان شرع پر کامل و کافی نہیں۔

کاغذ اول رپورٹ پٹواری

۱ فتوائے ثالثان کا بیان کہ پٹواری کے سامنے سراج الدین و بدر الدین نے مدعیان کو اپنے بھائی لکھوائے ہیں، سخت عجب ہے اولاً وہ اگر ہے تو
صرف بدر الدین کا بیان جس میں اظہار سراج الدین کا نام نہ نشان۔
۲ اس کے کس لفظ کس حرف میں بدر الدین نے اللہ بخش والہی بخش کو اپنا بھائی کہا اس نے تو صاف اس کے خلاف یہ بیان کیا کہ وہ دونوں قبل از کل
پیدا ہوئے ہیں۔ اس سے آتنا بھی نہ کھلا کہ لفظ ہر صدر الدین سے پیدا ہوئے کچھ نیاں جو بلا کاح رکھی جاتی ہیں مقید نہیں ہوتیں کیا خبر ان کی اولاد کس سے
ہے نہ ہرگز اس بیان میں پیر بدر الدین نے معاذ اللہ صراحتاً اپنے باپ کو زنا کی طرف نسبت کیا کچھ کو لے کر چلا جانا کانا بائنا و کھنے سننے کے لئے بھی ہو
سکتا ہے کچھ زنا ہی ضرور نہیں اور بفرض غلط اگر بدر الدین کی یہی مراد مانی جائے تو بھی ان کے بھائی ہونے کا اقرار کہاں ہوا ایسی اولاد بے کاح کو
شرع اس صاحب لفظ کی اولاد کب مانتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاہل الحجر کچھ اس کا
جس کا کاح ہے اور زانی کے لئے پتھر۔

۳۳ بالفرض اس میں اگر سراج الدین کا بھی نام ہوتا اور بھائی ماننے کی صریح تصریح بھی کی جاتی ہو سکتا کہ یہ نہ سراج الدین کا بیان ہے نہ بدرالدین کا بلکہ ایک پٹواری کا قول ہے کہ انہوں نے ایسا بیان کیا جس کی عدالت بھی معلوم نہیں کیا شرع میں کسی کا اقرار ایک شخص واحد مجہول العدالت کے بیان سے ثابت ہو سکتا ہے ہرگز نہیں قال اللہ تعالیٰ و اشہد و اذوی عدل منکم پٹواریوں کی سیکڑوں روٹیوں اپنے تھوڑے سے فائدے کے لئے خلاف واقع گزرا کرتی ہیں ہر شخص جسے زمینداری سے تعلق رہا ہے اسے اپنے تجربے سے جانتا ہے میں نہیں کہتا کہ عدالت اللہ نے ایسا کیا مگر تخمین ظن اور چیز ہے اور عجت شرعیہ دوسری چیز۔

کاغذ دوم رواج عام

۳۴ رواج عام کی نسبت ثالثوں کا فرمانا کہ اس میں مدعیوں کو پیر صدر الدین نے وارث لکھا ہے بہت سخت عجب ہے رواج عام کی عبارت سامنے موجود ہے اس میں نہ مدعیوں کا نام ہے نہ مدعیوں کی ماں کا نام۔ صرف اس قدر ہے کہ "صدر الدین نے ہمراہ عورت بیوہ قوم پیرنی کے نکاح کر لیا ہے اولاد اس کی بعد وفات صاحب جائداد کے مالک ہوگی" اس سے کیا ثابت ہوا کہ کون عورت اور کس کی اولاد یہ اقرار اگر ہے تو محض مجہول کے لئے ہے جس کی جہالت سخت فاحشہ ہے بیوہ عورت قوم پیرنی لاکھوں ہیں اور ایسے مجہول کے لئے اقرار بالاتفاق باطل ہے ہدایہ جلد دوم صفحہ ۱۶۵ میں ہے جمالة المقربہ لا یمنع صحۃ الاقرار لان الحق تدیلزمہ مجہول بان اتلف مالایدری قیمتہ بخلاف الجمالة فی المقرلہ لان المجہول لا یصلح مستحقا بحرا لائق جلد مہتمم صفحہ ۲۶۲ میں ہے جمالة المقرلہ مانعة من صحۃ ان تفاحشت کل واحد من الناس علی کذا تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق جلد پنجم صفحہ ۴ میں ہے لوکان المقربہ مجہولا لا یمنع صحۃ الاقرار بخلاف الجمالة فی المقرلہ سواء تفاحشت اولان المجہول لا یصلح مستحقا کذا ذکر شمس الانۃ و ذکر شیخ الاسلام فی مبسوطہ والناطقی فی واقعاتہ انہا اذا تفاحشت لا یجوز وان لم یتفحش جازا سی طرح فتاویٰ گلگیر جلد چہارم صفحہ ۵۹ میں ہے اشباہ والنظائر صفحہ ۲۵۲ میں ہے الاقرار للمجہول باطل الخ اس پر ثالث چہارم یعنی مولوی عطاء محمد صاحب نے جو یہ خیال کیا کہ "گو اس میں نام اللہ بخش والہی بخش نہیں ہے لیکن چونکہ اولاد بحسب الظاہ رنگ بھری و صدر الدین کی بغیر ان دونوں کے اور کوئی نہیں لہذا ضرور قہمی تصور کے جائیں گے" میں اس کے لئے بھی شرع میں کوئی اصل نہیں پاتا اولاً کیا اگر کوئی اقرار کرے کہ ایک شخص ساکن ہندوستان کے ہزار روپے مجھ پر فرض آتے ہیں تو جو کوئی ہندوستانی اس پر دعویٰ دے ہو کہ کھڑا ہو گا ہم باور کر لیں گے کہ وہ یہی ہے جن کی نسبت اقرار کیا تھا نہیں بلکہ ضرور اسے ثبوت دینا ہو گا اس قدر شدید جہالت درکنار زید اگر کہے خالد کے مجھ پر سو روپے آتے ہیں پھر خالد نامی ایک شخص مدعی ہو کہ میں خالد ہوں میرے روپے آتے ہیں ہرگز اس قدر سے ثبوت دعویٰ نہ ہو گا اور مقرر کا اس کے حق میں انکار کرنا حلف کے ساتھ مان لیا جائے گا و نیز امام کہ درمی پھر ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۵۵ میں ہے اذا اقر بمال لمسعی فادعی رجل انہ هو وانکر یصدق بالحلۃ سالہ علی ہذا المال توجب صراحتہ نام بے دینے سے بھی ثبوت نہ ہو گیا کہ ایک نام کے ہزاروں ہوتے ہیں تو اتنی سخت مجہول بات کہ بیوہ پیرنی کیا مفید ثبوت ہو سکتی ہے اگر کہے یہاں ثبوت کا پتہ یوں چلتا ہے کہ آخر رنگ بھری سے پیر صدر الدین نے نکاح کیا ہے اور وہ قوم کی پیرنی ہے یوں ہم نے سمجھ لیا کہ وہ عورت یہی ہے ہم کہیں گے کیا ثبوت ہے کہ تحریر رواج عام کے وقت رنگ بھری نکاح

صدر الدین میں تھی اور بوجی تو غایت درجہ ایک قرینہ ہے جسے منقح نے خود ظاہر کیا اور ہدایہ وغیرہ تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ الظاہر یصلح حجة
الدفع لالاستحقاق معنی ظاہر سے سند نامدعا علیہ کو مفید ہو سکتا ہے مدعی کو اصلاً مفید نہیں اور یہاں استدلال واپسی بخش مدعی میں تو ظاہر نہیں
کیا جاوے گا کہ وہ ہو سکتا ہے اگر کہے رواج عام کی تاریخ ۱۸۷۱ء اور نکاح کی تاریخ ۱۸۷۲ء کہ مولوی نور الدین نکاح خواں نے اپنی تحریر میں لکھی دو ذوں کے طائفے
سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت تحریر رواج رنگ بھری نکاح پیر صدر الدین میں تھی تو اس کا جواب عنقریب آتا ہے کہ تحریر مولوی نور الدین اصلاً شہادت میں
لئے جانے کے قابل نہیں اس پر کوئی التماس ہو سکتا ہے اور یہ امر خود منقح تو صحت کو بھی مسلم ہے۔

۵ ثانیاً بلکہ رواج عام کی عبارت تو یہ کہہ رہی ہے کہ وہ عورت جس کی نسبت اقرار تھا رنگ بھری تھی کوئی اور تھی اس میں عورت کو بیوہ لکھا ہے اور بیوہ
وہ جس کا شوہر مر گیا ہو رنگ بھری کبھی تھی پیر صدر الدین سے نکاح کے ہونے تک اسی اپنے پیشہ ناجائز میں تھی رسی عورت کو بیوہ نہیں کہتے۔ حسن اتفاق
سے ۱۸۷۱ء اشعبان منظم ۱۲ روز چہار شنبہ کو فریق دوم شیخ الحدیث بھی پنوں آباد سے ہمارے پاس آئے ہم نے اس خیال پر کہ شاید اہل پنجاب میں بیوہ
کا کوئی اور معنی ہو فریق اول ان کے ہمراہی سے پہلے ہی دریافت کر لیا تھا مزید اطمینان کے لئے ان فریق دوم سے بھی استفسار کیا انہوں نے بھی
جواب دیا کہ بیوہ اسی کو کہتے ہیں جس کا پہلا خاوند مر گیا ہو۔ ہم نے پوچھا تمہاری والدہ کا پیر صدر الدین سے پہلے کسی اور شخص سے بھی نکاح ہوا تھا کہ
کوئی نہیں۔ تو صاف ظاہر ہوا کہ رواج عام کی تحریر رنگ بھری سے متعلق نہیں اس کا جواب فریق دوم کو کچھ نہ آیا مگر احمد شاہ فریق اول کی طرف
اشارہ کر کے کہا یہی بتا دے کہ پیر صدر الدین نے اور کسی عورت سے نکاح کیا تھا۔ اس کا جواب ان کو دے دیا گیا کہ تم مدعی ہو تمہاری دلیل کی
تصحیح تمہارے ذمہ ہے مدعا علیہ پر اس کا کوئی بار ثبوت نہیں۔ ہوگی کوئی عورت بیوہ جس سے پیر صدر الدین نے نکاح کیا اور اولاد مر گئی ہو۔

۶ فرض کیجئے کہ رواج عام میں رنگ بھری کا صاف نام اور پورا پورا پتہ لکھا ہوتا ہے پھر بھی کیا کام آتا یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا تھا کہ رنگ بھری کی جو اولاد
ہو مطلقاً پیر صدر الدین کی وارث ہوگی اگرچہ نقطہ پیر صدر الدین سے نہ ہو آخر رنگ بھری کا بیٹا اللہ داتا بھی تو ہے اسے کیوں نہیں وارث ٹھہراتے تو
بالضرورة مطلب یہ ہے کہ رنگ بھری کی جو اولاد بعد نکاح نقطہ پیر صدر الدین سے ہو وہ پیر موصوف کی وارث ہوگی اب یہ بیان ایک شرطیہ کی
جسٹیت میں آگیا جس سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ پیر صدر الدین کے رنگ بھری سے کوئی اولاد ہے بھی یا نہیں اگر فرض کیجئے کہ رنگ بھری کے بچہ
سر سے ہوتا ہی نہیں جب بھی واجب العرض میں یہ لکھا سکتے تھے کہ نقطہ پیر صدر الدین سے اس کی اولاد پیر موصوف کی وارث ہوگی جس کا
مطلب وہی ہوتا ہے کہ اگر ہو۔ اور اس میں سر یہ ہے کہ رواج عام و واجب العرض ایک قاعدہ و قانون وضع کرنا ہوتا ہے جس پر آئندہ جزئیات
کی بنا ہو جیسا کہ خود صاحب افسر مال نے فقرہ ۱۲ میں فرمایا کہ "یہ ایک رواج عام مثال قرار دی گئی جس پر آئندہ فیصلہات خاندان کی وارث
کا مدار ہے" اور ظاہر ہے کہ ایسی عام باتیں حکم شرطیہ میں ہوتی ہیں یعنی ایسا ہوتا ہے ہو گا نہ کہ کسی واقعہ کی خبر دینا کہ ایسا ہو گیا مثلاً در مختار جلد سوم
صفحہ ۲۶۲ میں ہے "ما یكون کفرًا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا یعنی جو بات بالاتفاق کفر ہے وہ اعمال و نکاح
سب کو باطل کر دیتی ہے اور اس کی اولاد ولد الزنا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ جس سے کفر صادر ہو خواہی سخا ہی اس کے لئے کوئی منکوحہ
اولاد ہے بلکہ وہی مطلب ہے کہ اگر اس کے کوئی منکوحہ ہو تو نکاح جاتا رہے گا اگر اس کے بعد اس سے اولاد ہوگی تو ولد الزنا ہوگی بیونہ یہاں
بھی یہی معنی ہیں۔ نظیر کے لئے بیان واقعہ تو وہ ہے کہ پیر صدر الدین نے رسی عورت سے نکاح کر لیا ہے پھر وہی قانونی حکم پر تقریب ہے کہ پیر صدر الدین سے

اگر اس کے اولاد ہوئی تو وارث ہوگی ظاہر ہے کہ اس قدر اصل رواج تسلیم کرنے پر بھی کچھ ثابت نہ ہو کہ اللہ بخش والہی بخش کس کے نطفہ سے ہیں عباد
رواج عام بر تقدیر تصریح نام بھی اٹاتا تھی کہ اولاد رنگ بھری جو نطفہ پیر صدر الدین سے وارث ہوگی یہ کس نے بتایا کہ یہ دونوں نطفہ پیر صدر الدین سے
ہیں تو تحریر رواج عام سے استناد صحیح ہے معنی ہے۔

۷ یہاں سخت استغواب اس کا ہے کہ فیصلہ صاحب انسر مال فقرہ ۷۱ میں عبارت رواج عام سے ایک فقرہ یہ نقل ہوا ہے کہ وہ اسکی اولاد نرینہ
موجود ہے، اور یہی فقرہ لطافت علی صاحب تھیلڈار انگریزی کے فیصلہ میں ہے ہمارے سامنے رواج عام کی دو نقلیں باضابطہ موجود ہیں ایک
ضلع سے منگڑی سے آئی ہوئی اور دوسری ریاست سے لیکن دونوں میں اس فقرے کا اصلا پتہ نہیں اب اصل عبارت رواج عام اگر فی الواقع
اس فقرے سے خالی ہے جب تو امر ظاہر ہے ورنہ اس کا ہونا ان وجوہ کا سبب جو اوپر گزریں اور آئندہ آتی ہیں ثبوت نسب مدعیان میں
تو بکار آمد نہیں کر لیں تحریرات کے نامعتبر و ساقط ہونے کے لئے جس کی بحث ہم ابھی کیا چاہتے ہیں ایک کافی نظیر قابل یادداشت ہے۔

۸ یہ سب اس وقت ہے کہ وہ نقل جو مدعیوں نے پیش کی شرعاً سند میں لے لینے کے قابل فرض کر لی جاوے ورنہ وہ حقیقت وہ صحیح لاشعاً ہے
مولوی عطا محمد صاحب کا اس پر اعتراض بہت ٹھیک ہے فی الواقع محاضرہ جملات جہاں قابل اعتبار ہوتے بھی ہیں تو اسی قدر کہ حاکم جوز اپنے ذکر
پر جو اس کے حفظ میں اس کے مہر و نشان کے ساتھ زیر نگاہ رہانی ہے اعتماد کر سکتا ہے مدعی مدعا علیہ جو کاغذ پیش کریں بے شہادت مقبولہ شریعہ
اصلاً قابل التفات نہیں رواج عام ۲ صفحہ ۴۷ میں ہے الدیوان وضع لیکون حجة عند الحاجة في جعل في يد من له
ولاية القضاء وما في يد الخصم لا يثبتون عليه التغيير بن زيادة او نقصان نیز صفحہ مذکورہ میں ہے قال ابو العباس يجوز
الرجوع في الحكم الى دواوين من كان قبله من الاسماء اذ هي لان سجل القاضى لا يزور عادة حيث كان محفوظا
عند الاسماء بخلاف ما كان بيد الخصم اذ جلد مذکور صفحہ ۵۲۹ میں ہے ويجب تقييده ايضا بما اذا كان دفتره محفوظا
عند فلو كانت كتابته في يد القاضى فالتظاهر انه لا يعمل به بخلاف ما بنه طالان الخط فبما
يزور كذا لو كان له كاتب والدفتر عند الكاتب لاحتمال كون الكاتب كتب ذلك عليه بلا علمه فتاوى خيريه
ج ۲ صفحہ ۱۱ میں ہے والخط لا يعتمد عليه ولا يعمل به ولا يعمل بمكتوب الوقت الذي عليه خطوط القضاة الماضين
لان القاضي لا يمتنع الابحجة وهي البينة والاشهاد والنكول كما في الاثر الخانيه بعينه اسی طرح اشباہ والنظار صفحہ ۱۰
میں ہے ہا یہ جلد دوم صفحہ ۱۰۴ میں ہے انما الاختلاف فيما اذا وجد القاضي شهادته في ديوانه او قضيته لان ما يكون
في قنطرة فهو تحت ختمه ويؤمن عليه من الزيادة والنقصان فحصل له العلم بذلك ولا كذا لك الشهادة
في المسك لانه في يد غيره اسی طرح رواج عام ۲ صفحہ ۵۸ میں ہے فتح القدير جلد ۵ صفحہ ۱۹ میں ہے ان اري انه اذا كان
محفوظا ما سونا عليه من التعدي كان يكون تحت ختمه في خريطته المحفوظة عنده ان يترجح العمل
بها بخلاف ما اذا كان عند غيره لان الخط يشبه الخط۔

۹ یہیں سے ظاہر ہو کہ فیصلہ صاحب انسر مال فقرہ ۷۱ میں جو اس کا فقرے کے اعتبار پر قول شیخ ابو العباس سے استناد کیا بیان نے خود نہیں شیخ ابو العباس

کے کلام میں مکر کوئی معنی کا تبوں محروم کا ذکر نہیں بلکہ اسنام فرمایا ہے اور اس سے مراد خود قضاة ہیں جس پر قبلاً کا لفظ وال ہے معنی قاضی اپنے سے پہلے اسنام کے دفتروں پر عمل کر سکتا ہے جب کہ وہ ان کے پاس محفوظ رہا ہو لہذا رد القمار میں اس کے بعد غیر یہ سے نقل کیا اداکان للوقوف کتاب فی سجل القضاة وھو فی ایدھم اتبع ما فیہ استحصانا اور اگر امین سے فام بھی مراد ہو تو دفاتر زمانہ کچھ اسنامے شرعیہ ہی کے ہاتھ میں محفوظ نہیں رہتے بلکہ محاذ دفتر وغیر ہم اکثرنا مسلم بھی ہوتے ہیں جو شرعاً کسی طرح امین نہیں ہو سکتے ان کی حفاظت پر اعتماد ان کے قول یا نقل پر اعتبار یہی حالت نقل نویسوں اور قاریوں اور سامعوں کی ہے اور جو کوئی کچھ یوں کی کارروائی سے آگاہ ہے وہ ایسے کا فذات پر دستخط احکام کی بھی حقیقت جانتا ہے کارکن لوگ عام ازیں کہ مسلم ہوں یا کافر ثقہ ہوں یا فاسق انھوں نے کام کیا اور کا فذات کا ایک انبار مالکوں کے سامنے دستخطوں کے لئے رکھ دیا حاکم کو ایک اجمالی حالت کے سوا تفصیل پر بھی پوری اطلاع نہیں ہوتی نہ کہ نقول کے ایک ایک حرف کا خود مقابلہ کرنا یہ تو قطعاً نہیں ہوتا نہ وہ ایسے متفرقات کی طرف توجہ کی فرصت پاسکتے ہیں پھر دستخط حاکم ہونے نے کیا فائدہ دیا اب ہمیں نہ دیکھئے کہ محتا افسر مال عبارت رواج عام سے یہ فقرہ نقل کرتے ہیں کہ "اس کی اولاد نرینہ موجود ہے" اور ہمارے سامنے دو نقلیں باضابطہ حاضر ہیں ایک میں بھی ان لفظوں کا پرت نہیں تو معلوم ہو کہ نقول میں کمی بیشی ہو جاتی ہے اور وہ صالح اعتماد نہیں۔

علامہ شامی نے جہاں شیخ ابوالعباس کا یہ کلام نقل کیا اس کے متصل ہی یہ اضافہ فرمایا کہ و فریبج بروجہ کامل زیر نگاہ داشت حاکم محفوظ ہو اس کا اعتبار بھی صرف بضرورت ان مقدمات میں ہے جن کو زمانہ مدید گزر چکا شاہدوں کا انتقال ہو گیا نازہ معاملہ ان میں داخل نہیں وہ شرع کی اسی اصل کلی کے نیچے ہے کہ لا یعتد علی الخط ولا یعمل بہ نرے کا فخر پر نہ اعتماد ہونے اس پر اعتبار ہو سکے عبارت شیخ ابوالعباس کے متصل کلام فتاویٰ خیرہ جو ابھی ہم نے ذکر کیا نقل کر کے فرماتے ہیں والظاہران وجہ الاستحسان ضرورۃ احیاء الاوقاف وغوہہ عند تقادم الزمان بخلاف السجل الجدید لامکان الرقون علی حقیقۃ ما فیہ باقرار الخصم والبیۃ فلذا لا یعتد علیہ علی صاحب افسر مال نے فقرہ ۲۵ میں ایسے کا فذات کو کتاب القاضی الی القاضی کے قبیل سے مان کر متبرہ طہرانا چاہا ہے یہ فقرہ بہت قابل قدر ہے ہم بخوبی تسلیم کرتے ہیں کہ ایسے کا فذات جو کچھ یوں سے آئیں کتاب القاضی الی القاضی کے قبیل سے ظہرائے جائیں مگر اب یہ دیکھنا رہا کہ کتاب القاضی الی القاضی کن شرائط سے مقبول ہو سکتی ہے تمام کتب میں تصریح ہے کہ اس کا قبول صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ قاضی شرع جے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لئے مقرر کیا ہو اس کے سامنے مثلاً کوئی شرعی گواہی گزری اس نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اس خط میں اپنا اور کتب الیہ کا نام و نشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہو اور وہ خط دو گواہان عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ باصطیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے اب یہ قاضی اگر اس شہادت کو اپنے ذہب کے مطابق ثبوت کے لئے کافی سمجھے تو اس پر عمل کر سکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ قاضی کاتب خط لکھ کر ان گواہوں کو سنادے یا اسکا مضمون بتادے اور خط بند کر کے ان کے سامنے سر بہر کر دے اور اول یہ کہ اس کا مضمون ایک کھلے ہوئے پرچہ پر الگ لکھ کر بھی ان شہود کو دیدے کہ اسے یاد کرتے رہیں یہ اگر مضمون پر بھی گواہی دیں کہ خط میں یہ لکھا ہے اور سر بہر خط اس قاضی کے حوالے کریں یہ زیادہ احتیاط کے لئے ہے

در نہ خیر اسی نذر کافی ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد و دو عورتوں عادل کو خطا سپرد کر کے گواہ کر لے اور وہ باحتیاط یہاں لاکر شہادت دیں بغیر اس کے اگر خطا ڈاک میں ڈال دیا یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھید یا تو ہرگز مقبول نہیں اگرچہ وہ خط اسی قاضی کا معلوم ہوتا ہو اور اس پر اس کی اور محکمہ قضا کی نہ بھی لگی ہو اور اس کے سوا اور شرائط بھی ہیں کہ ہم نے اپنے نفاذی کتاب الصوم میں ذکر کیں در مختار میں ہے القاضی یکتب الی القاضی بحکمہ وان لم یحکم کتب الشہادۃ لیحکم المکتوب الیہ بما علی رأیہ وقبول الکتاب علیہما و اعلمہما بما فیہ و ختم عندہم و سلم الیہم بعد کتابۃ عنوانہ و ہوان یکتب فیہ اسمہ و اسم المکتوب الیہ و شہادۃ ہما و اکتفی الشافیان یشہد ہر اثنہ کتابہ و علیہ الفتویٰ و لایقبل کتاب من محکم بل من قاضی مولے من قبل الامام و دروغریں ہے لایقبلہ ایضا الا بشہادۃ رجلین اور رجل وامرأتین لان الکتاب قد یزور و اذا الخطی شبہ الخط و الخاطی شبہ الخاطی فلا یثبت الا بحجۃ تامۃ ظاہر ہے کہ یہ کاغذات اصلا ان شرائط پر نہیں آتے تو ان کا رد واجب ہو اور ان کا قبول کرنا محض خلاف شریعت ہے۔ کاغذات کے متعلق یہ بیان ہم نے ان چار نمبروں میں کئے ان تمام کاغذات کے رد کو کافی و دافی ہیں جن سے ثالثوں نے استناد کیا ہے لہذا ہمیں آئندہ کاغذات کے متعلق زیادہ بحث کی ضرورت نہ ہوگی ان چار نمبروں کے بیانات سمجھ لینے والا بے تکلف جان سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی کاغذ اس پیمانے پر نہیں جو شریعت مطہرہ میں درکار ہے تو وہ کاغذ بادی سے زیادہ وقت نہیں رکھتے۔ میں نہیں کہتا کہ مدعیوں کی طرف کے جو کاغذ ہیں انہیں کی یہ حالت ہے بلکہ فقہین کے کاغذی ثبوت کی ہی کیفیت ہے کہ شریعت مطہرہ کے دریا میں وہ ایک کاغذی ناؤ سے زیادہ نہیں ہم اگر اپنے بیان میں کسی کاغذ سے استناد کریں گے تو وہ الزاماً ہوگا و کہ تحقیقاً

۱۲ مجھے رواج عام کی نسبت زیادہ تحریر کی ضرورت نہیں البتہ صرف افرمال کے اس فقرہ ۱۲ کے متعلق کہ "اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ کل مالکان کی موجودگی میں یہ واقعہ قلمبند ہوا اور اللہ بخش دہلی بخش کا صحیح النسب ہونا امر محقق تھا اور کسی کو شک و شبہ نہیں تھا یہاں تک کہ یہ ایک رواج عام مثال قرار دئے گئے جس پر آئندہ فیصلجات خاندان کی وراثت کا مدار ہے،، لطافت علی صاحب تحصیلدار کی ایک تحقیقات کا بیان کرنا مناسب ہے وہ اپنے فیصلہ ۲۷ ستمبر ۱۹۲۱ء فقرہ پنجم میں لکھتے ہیں کہ "عام تحقیقات اور موقع سے ظاہر ہے کہ بدر الدین کو خصوصاً اور اقوام ہشتی گرد و نواح کو عموماً بلحاظ اپنی شرافت کے یہ امر نہایت ناگوار ہے کہ پیرنی زادگان یعنی عذر دار ان کو جائیداد میں حصہ دیا جائے،، اس تحقیقات کو بیان ہوصوت صاحب افرمال سے ملا کر دیکھنا اس خیال کی ایک واضح راہ دیتا ہے کہ مدعیان وہ نہیں جن کی نسبت مرزبان قوم حصہ دار ہونے پر راضی ہو چکے اور خاندان کے لئے اسے ایک نظیر بنا چکے یہ وہی معزبان قوم تو ہیں جن میں ان کو حصہ دئے جانے پر عام ناراضی ہے تو ضرور ہے کہ وہ مدعیان کو صرف پیرنی زادہ سمجھتے تھے نہ کہ پیر زادہ اور رواج عام میں اس اولاد پیرنی کی نسبت رضامندی دی گئی ہے جو پیر زادہ یعنی نطفہ پیر صدر الدین سے ہو۔

۱۳ احمد شاہ کا اس کتاب پر اعتراض نہ کرنا جس سے صاحب افرمال نے فقرہ ۲۵ میں استناد کیا ہے بالبداہتہ اس بنا پر نہیں کہ وہ اپنے علم و یقین سے جانتا ہے کہ پیر صدر الدین نے یہ تحریر لکھی یا اس پر ہر کی وہ تحریر احمد شاہ کی ولادت سے بھی پہلے کی ہے اس کا سکوت اس عام غلطی کے بنا پر ہے جو آج کل لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے کہ ایسے کاغذات کو جو کچھ یوں سے بے شرائط کتاب القاضی الی القاضی آتے ہیں رواجاً قانوناً استناد

سبے جاتے ہیں اس کے ذہن میں یہی وہی رواج و قانون تھا یہ شرعی مسئلہ کہ فتویٰ دینے والے مالوں اور فیصلہ کرنے والے مالکوں پر بھی مخفی رہا احمد شاہ اسے کیونکر جان سکتا تھا بلکہ اگر اسے معلوم بھی ہوتا جب بھی وہ کچھری میں ایسے اعتراض کا موقع نہ پاتا کہ قانونی بات کی مخالفت پر کیونکر کھڑا ہو سکتا اب کہ باتفاق فریقین تمام رواجی و قانونی باتیں ترک کر دی گئیں اور معاملہ فریبیت مہلہ کے سپرد ہوا وہ مبنی جس کی بنا پر احمد شاہ معترض نہ ہوا تھا زائل و باطل ہو گیا یہ تو اعتراض سے اس کا سکوت ہے اگر وہ اسی عام غلط فہمی پر بنا کر کے اس بلاغہ کے مستند ہونے کی تفریح بھی کر دینا جب بھی وہ اقرار کرنا باطل پر مبنی تھا شرعاً باطل ہوتا جامع انصولین و اشباہ و اتقار صفت الیہ میں ہے اور یہاں تا علی ما افق بہ المنفق شرعاً تبیین عدم الوقوع مناسنہ لایقعہ یہ بحث یا ذکر کرنے کی ہے کہ اور کاغذات کی نسبت بھی اگر کے عدم اعتراض سے استناد ہوتا تو سب کا یہی جواب شافی و کافی ہے۔

کاغذ مسموم صلحا مہر پیر بدر الدین

۱۲۷ یہ کاغذ عربوں کا سب سے زیادہ ماہر الاستناد ہے ہر جگہ میں اپنے دعویٰ کی بنا اسی پر رکھی ہے اور عموماً فیصلہ کرنے والوں نے بھی اسے کوئی بڑی چیز سمجھا۔ یہاں تک کہ اگر خلافت بھی کیا تو نہ برنٹے اعتباری بلکہ اور جوہ سے۔ اس سب کا غشاوی ہے کہ اس جمل ہندیوں کے ذہن میں رواج قانون کے باعث قانونی باتیں اصول مسلمہ کے طور پر جبری ہوئی ہیں اگرچہ شرع مہلہ میں ان کی کچھ اصل نہ ہو مدعیان و قانونی حکامان سے تعجب نہیں عجب تو ان اہل علم سے ہے جن سے شرعی سوال ہوا اور شریعت کا حکم دریافت کیا گیا اور ان سے جن کو شرعی فیصلہ کے لئے مقدر سپرد ہوا اور جن سے فریقین نے صاف کہہ دیا کہ قانونی رواجی باتیں چھوڑ دی گئیں محض احکام شرعیہ سے فیصلہ کرو تاہم ان صاحبوں نے توجہ نہ فرمائی اور اپنے فتویٰ اور اپنے فیصلہ میں اسی چیز معتبر مانی جو شرعاً محض بے بنیاد ہے ہم میں فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ خیرہ و اشباہ و اتقار سے لگے آئے کہ قاضی صرف تین طور پر حکم دے سکتا ہے یا تو گواہان شرعی قائم ہوں یا مدعا علیہ دعویٰ تسلیم کر لے یا اس پر حلف رکھا جائے اور وہ قسم سے انکار کر دے ان کے سوا ان کا کاغذ کوئی چیز نہیں اس پر عمل ہو سکے نیز فتاویٰ خیرہ ص ۲۱۱ میں ہے المقرور عند علماء الحنفیۃ انہ لا اعتبار بمجرود الخط ولا التفتات الیہ اذ حجج الشرع ثلاثۃ وحی البینۃ والاقترار والاشکول کما صرح بہ فی اقترار الحانۃ فلا اعتبار بمجرود المحض المذکور ولا التفتات الیہ الا اذا ثبت مضمونہ بالوجہ الشرعی اعنی باحدی الحجج الشرعیۃ المشار الیہا نیز اسی کے ص ۲۱۱ ج ۲ میں ہے ابرز کتاب من السجل فوجد فیہ کذا وکذا و لیس الموجود فیہ سروری خط فاذا رقی لیس من حجج الشرعی فی شئ جوہرہ نیز ج ۲ ص ۲۲۵ میں ہے ولا یقبل الکتاب الا بشہادۃ رجلین اور جمل و امرائین لان الکتاب یشبہ الکتاب فلا یثبت الا بحجۃ تامۃ اھ و لیکو کیسی صاف تصریحیں ہیں کہ ایسی جملہ تقریرات نہ کاغذ میں جن میں سیاہی سے نقش بنے ہوئے ہیں اور وہ شرع میں حجت ہونا درکنار اصلا التفتات کے قابل نہیں۔

۱۲۸ دو دواہن تصافہ یعنی دفتر حکام لےجے تو ہم ۱۸۵ میں رد المتار و ہدایہ و فتح القدر و غیرہ سے بیان کر آئے کہ دفتر حکام وہی معتبر ہے جو خاص ان کی حفاظت میں ان کے ہر و نشان کے نیچے ہو اور یہ کہ ابجکل کے محافظہ قری مسلمانوں کے ساتھ بھی خاص نہیں نہ کہ ثقتہ مادل کے ساتھ اور نہ کہ جو نقل زینق کے ہاتھ میں ہو ہرگز قابل اعتماد نہیں۔

۱۷۱ ع میں یہ بھی گزرا کہ دفتر حکام کا اعتبار بھی بضرورت ان مقدمات میں ہے جن کو زمانہ دراز گذرا اور ان پر ثبوت شرعی نہیں مل سکتا جہاں کہ معاملہ تازہ ہے حاکم خود اپنے دفتر پر کارروائی ذکر سے گا بلکہ انہیں طرق شرعیہ میں و اقرار و نکول کی طرف رجوع ضروری ہوگی اس پر رد الملتزم کی عبارت گذری نیز اسی میں ہے لابد من تقييد بهتساءل المعتمد كما قلنا ترفيقا بين كلامهم۔

۱۷۲ خود صاحب انفرمال نے ان کاغذات کا بہت اچھا فیصلہ کر دیا کہ انہیں کتاب القاضی الی القاضی کے باب سے سمجھا جائے واقعی پکھری سے آئی ہوئی نقلیں اگر معمول ہو سکتی ہیں تو اسی پر ادر تمام کتب مذہب کا اتفاق ہے کہ کتاب القاضی الی القاضی بے شہادت مادہ کاملہ ہرگز معتبر نہیں اگرچہ اس پر قاضی کے دستخط اور دارالقضا کی بہرہی ہو اس پر عبارات کتب میں گزریں۔

۱۷۳ بلکہ انصافاً صلنامہ کی عبارت کتاب القاضی الی القاضی کی حد تک کتب ہی نہیں سکتی شہادت ہونا نہ ہونا بالائے طاق صلنامہ نہ حاکم نے خود لکھا نہ اس کے سامنے لکھا گیا نہ سل میں ہی بیان ہے کہ پیر بدر الدین نے حاکم کے سامنے اس کے لکھنے یا اس پر دستخط کرنے سے اتراد کیا بلکہ حاکم کے سامنے استفسار پر جو اس کا بیان ہونا ذکر کیا جاتا ہے اور جس پر فریق کی تصدیق بھی موجود ہے وہ بیان تحریر صلنامہ سے قاصر ہے صلنامہ میں کل جائداد ریاست و انگریزی کی نسبت تصنیف ہونا مذکور ہے اور بیان استفسار میں صرف جائداد انگریزی ذکر ہے جس سے شبہ جاسکتا ہے کہ پیر بدر الدین نے قطع نزاع و رفع فساد کے لئے جائداد انگریزی میں مدعیوں کو دو حصے دینا گوارا کر لیا کہ وہ قلیل و کم حیثیت ہے بڑا حصہ اس کا اور ریاست کی وافر جائداد اپنے اور اپنے بھائی کے لئے کافی بھی رہی نامہ میں کاتب نے خود فریق کی تحریک سے تمام جائداد کا ذکر کر دیا ہو تو وہ کچھ مؤثر نہیں ہو سکتا ہمارے علماء تفریح فرماتے ہیں کہ اعتبار اس کا ہے جو تیسک لکھانے والے نے اپنی زبان سے کہا اس کا کچھ اعتبار نہیں جو کاتب نے لکھا تھا وہی خیر۔

ص ۱۲۸ میں ہے العبرة بما تلفظ به الواقع لا بما كتب الكاتب فمن عبارات علمائنا العبرة بما هو الواقع في نفس الامسراہ بدر الدین کا لکھا ہوا نام کوئی دلیل شرعی نہیں کہ اسی کے قلم سے ہے نہ نشان خط ملنے کا کوئی اعتبار ہدایہ و علیگری وغیرہ ما صدہا کتب مذہب میں تفریح ہے کہ الخط يشبه الخط اس کی کچھ عبارتیں اور پھر گذریں نیز اشباہ والنظائر ص ۲۶۱ وغیرہ میں ہے فاستكتب وكان بين الخطين مشابهة ظاهرة والة على انهما خط كاتب واحد لا يحكم عليه بالمال في الصحيح اور بالفرض دستخط اسی نے کئے احب بھی کچھ بعید نہیں کہ اس نے صرف جائداد انگریزی کی نسبت کہا اور کاتب نے عمداً یا غلطاً کل کی نسبت لکھا اور اس نے اس اعتماد پر کہ جو میں نے کہا وہی لکھا ہو گا خاص نظر دیکھ کی اور دستخط کر دے ایسا ہونا کچھ دور نہیں ہدایہ جلد دوم ص ۵۷ میں ہے اذا كتب كتاب الشراء على وجهي كتب كتاب الرميعة على حدة وكتاب الشراء على حدة لان ذلك احوط ولو كتب جملة من ان يكتب الشاهد شهادته في اخره من غير تفصيل فيصير ذلك حلاله على الكذب اسی کے ہاش پر کافی امام نسلی سے ہے كتب اشترى من فلان وصى فلان با شمه عليه قوما وفيهم من لم يشهد على الايماء فربما يشهد بالكل فيكون حلاله على الكذب كما هم علانية نہیں دیکھتے ہیں کہ اس نے مجوز کے سامنے صرف جائداد انگریزی کا اقرار کیا ہے تحریر صلنامہ کے بعد حاکم کے سامنے بیان اس کی تصدیق و تحقیق کے لئے ہوتا ہے نہ یہ کہ فیصلہ تو قرار پایا ہو ایک ہزار پر اور بیان میں اقرار کرے پانچ سو کا پھر فریق بھی سن کر تصدیق کرے کہ یہ بیان صحیح ہے۔

۱۹۔ ان سب امور سے اگر قطع نظر ہی کی جائے تو اس کا حاصل کتنا صرف اس قدر کہ پیر بدر الدین نے مدعیوں کو اپنا بھائی تسلیم کیا مولوی عطاء محمد صاحب کا اس پر اعتراض بہت صحیح ہے کہ جب وارث متعدد ہوں تو ایک کے اقرار سے مورث پر نسب نہیں ثابت ہو سکتا یہ اگرچہ خود اپنے اقرار پر ماخوذ ہو جبکہ اس پر قائم رہے مگر دوسروں پر اس کا اثر کچھ نہیں پڑ سکتا امام ابو یوسف کی روایت اول تو خلاف مذہب امام اعظم مختار ہونی مسلم نہیں نہ۔ بہ اخذ الکفری کہنے سے اس کا منقح ہونا ثابت اور یہ ایک لفظ دیکھنا اور ظاہر التون علی تریح تو لہما چھوڑ دینا بس عجیب ہے ثانیاً وہ روایت مراد اس صورت میں ہے کہ ایک ہی وارث ہو اور وہ دوسرے کی نسبت وراثت کا اقرار کرے اور دو یا زیادہ وارثوں میں سے ایک نے اقرار کیا تو بالاتفاق نسب ثابت نہ ہو گا تا نثوں کی نظر نے یہاں کوتاہی کی۔ اسی قرۃ العیون کو اگر ایک ورق پہلے دیکھتے تو یہ دھوکا نہ ہوتا۔ وہ عبارت مولوی عطاء محمد کے فیصلہ میں گزری اور جامع الفصولین ج ۲ صفحہ ۴۵ میں ہے الوارث لو احد اذ اقربا بن اخر للمیت لا یثبت نسبه من المیت خلافا لابن یوسف والشافعی واجتہدوا انہ یشارکہ فی الارث لئلا ان مجرد تحمیل النسب علی الفیر لا یقبل کما لو اقربہ فی حیاتہ او علی انسان اخر او کان فی الورثۃ غیرہ اذ لاطحہ سل سے واضح ہے کہ اس اقرار میں پیر سراج الدین شریک نہ تھا بلکہ وہ اس تقریر کے وقت موجود ہی نہ تھا اس کی طرف سے اگر اس اقرار کا رد ثابت نہیں تو اس کی تسلیم کا بھی پتہ نہیں فایت درجہ سکوت ہے اور شرع کا قاعدہ مقرر ہے کہ لاینسب الی سناکت قول جامع الفصولین و اشاہہ و النظائر و رد المحتار وغیرہ میں اس کی تصریح ہے یعنی سکوت کرنے والے کو کسی بات کا قائل نہیں ٹھہرایا جاتا مستثنیٰ صورتیں جو ان کتابوں اور ان کے شروح و حواشی میں ذکر کی ہیں یہ مسلمان میں داخل نہیں۔ انہما تحصیل منین آباد سے جو صاحب افسر مال نے پیر سراج الدین کا بھی اس اقرار کو تسلیم کرنا کمال ہے اس کا حال انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے۔

۲۰۔ شرع پہلے میں ایسے رشتے کا اقرار جس میں اپنے غیر پر نسب لازم کرنا ہو جیسے کسی کو اپنا بھائی بتانا کہ اس میں باپ پر نسب لازم کیا گیا خود اس مقرر کے مال میں بھی اتنا ضعیف ذکر در مانا گیا ہے کہ جب تک کوئی دور کے رشتہ کا ضعیف سا ضعیف وارث موجود ہو بلکہ کوئی رشتہ دار بھی نہیں صرف مولیٰ الموالاة ہو اس وقت تک یہ شخص جس کے نسب کا اقرار کیا ہے خود مقرر کے ترکہ میں سے کچھ نہیں پاسکتا تام کتب میں اس کی تصریح ہے ایسے واضح اور مشہور مسئلہ کو چھوڑ کر روایت امام ابو یوسف کے وہ معنی قرار دینا اور اسے منقحی بہ ٹھہرانا سخت عجیب ہے طحاوی ج ۲ صفحہ ۲۴۳ میں ہے ان کان للمقر وارث معلوم غیر الزوجین قریب او بعید نہوا ولی بالمیراث من المقر لانه لیس المرثبہ نسبه منه لایزاحم الوارث المعروف ولا مزاحمة اذا کان الوارث احد الزوجین وان لم یکن له وارث مزاحم استحق المقر له میراثه لان للمقر ولایۃ التصرف فی مال نفسه عند عدم الوارث جامع الرواۃ صفحہ ۶۱۳ میں ہے ولو اقر رجل بنسب من غیر ولد قریب بینہما کالآخ والعم والجد وابن الابن لایصح اقرارہ بالنسب ایضاح شرح اصلاح للعلائق ابن کمال پاشا قلمی صفحہ ۲۶۴ میں ہے لایصح لما قبلہ من تحمیل النسب علی غیر فلا یرث الا عند عدم وارث معروف قریب کان او بعید اگر ایک اس کے اقرار سے نسب ثابت ہو جاتا تو وارث قوی کا ضعیف تر وارث سے محروم کر دینا کیا معنی رکھتا

بلکہ واجب ہوتا کہ اس سے نیچے درجے کے جتنے ورثا ہوں سب اس کے آگے محروم ہوں لیکن ایسا قطعاً نہیں تو ثابت ہو کہ نسب ثابت نہ ہوا۔
۲۱۔ ایسے نسب کا اقرار اگرچہ مقرر کے مال پر نافذ ہو مگر یہ ایک فقہی فتویٰ ہے اور حکم یا قاضی کو مطلقاً عام اختیار نہیں ہوتا کہ وہ صورت مقدمہ میں جو حکم مسئلہ ہائیں اس پر فیصلہ کر دیں ان کا حکم اس حد تک محدود رہتا ہے جس قدر انھیں قاضی یا حکم کرنے والے نے اختیار دیا ہے مثلاً تعلیق قضا میں سلطان نے یہ قید لگا دی کہ تجھے فلاں روز قضا کا اختیار دیا تو اسی دن اس کا حکم قاضی ٹھہرے گا دوسرے دن کچھ نہیں یا یہ تخصیص کر دی کہ تجھے فلاں مکان میں اختیار قضا ہے تو وہ اس مکان کے اندر ہی قاضی رہے گا اس سے باہر کچھ اختیار نہیں رکھتا یا بشرط لگا دی کہ تجھے فلاں قبیلے یا فلاں اشخاص پر قاضی کیا تو وہ انھیں کا فیصلہ کر سکتا ہے ان کے باور میں مثل اور رعایا کے ہے علیٰ ہذا القیاس جو قید لگا دی جائے اسی کے ساتھ مقید رہے گا کہ وہ بذات خود والی نہیں بلکہ دوسرے کے ولایت دینے سے ولایت پاتا ہے تو وہ جس شرط کے ساتھ اختیار دے گا اسی کے ساتھ مختص رہے گا بعینہ یہی حال حکم کا ہے قاضی کی تولیت جانب فریقین سے تو فریقین ثالثوں کو جن شرط کا پابند کریں گے اسی قدر میں انھیں اختیار فیصلہ ہوگا باقی میں وہ ایک راہ چلتے اجنبی کے مثل ہیں، اشباہ صفحہ ۲۲۳ میں ہے القضاء یجوز تخصیصہ و تقییدہ بالزمان والمکان واستثناء بعض الخصومات کافی الخلاصة۔ در مختار جلد چہارم صفحہ ۵۳ میں ہے القضاء یتخصص بزمان ومکان وخصومة حتى لو امر السلطان لعدم سماع الدعوى بعد خمسة عشر سنة فسمعها لم ینفذ رواہ المآثر صفحہ مذکورہ میں ہے قال فی الفتح الولاية تقبل التقييد والتعليق بالشرط كقوله اذا وصلت الى بلدة كذا فانت قاضيتها والاضافة لجعلتك قاضيا فی راس الشهر والاستثناء لجعلتك قاضيا الاضافی قضیة فلاں ولا تنظر فی قضیة كذا نیز صفحہ ۵۳۱ میں ہے یكون القاضی معزولا عنها لما علمت ان القضاء یتخصص در مختار صفحہ ۵۳۹ ج ۲ میں ہے التحکیم تولیة الخصمین حاکم یا محکم بینہما یہاں فریقین نے اقرار نامہ ثالثی میں یہ قید لگا دی تھی کہ اگر ان کا شرعاً ما نسب ثابت نہ ہو تو ان کا میراث سے کچھ تعلق نہ ہوگا اور بشرط اولاد صحیح نسب ہونے کے فتویٰ ثالثان ناطق ہوگا جس کا صاف حاصل یہ تھا کہ نسب ثابت نہ ہو تو دربارہ وراثت انھیں حکم کا اختیار نہیں تھا چہارم نے کہ ثبوت نسب نہ مانا اور وراثت مال کی نسبت فیصلہ دیا معلوم نہیں یہ کس اختیار سے تھا یہ نہیں سے ظاہر ہو کہ صاحب افسر مال کا فقرہ ۲۵۱ میں فیصلہ ثالث چہارم سے یہ استناد کہ اصل مطلب کی بات یعنی وراثت مال انھوں نے بھی مان لی ہے اسی قدر کافی ہے ایک محض بے اثر چیز سے استناد ہے۔

کاغذ چہارم شجرہ نسب

۲۲۔ شجرہ نسب جو ضلع منگڑی سے آیا اس کی نسبت علاوہ ان اعتراضوں کے جو ایسے کاغذات کی نسبت مکرر گذر چکے اور ثابت کر دیے گئے کہ وہ شرعاً استناد و درکنار التفات کے بھی قابل نہیں یہ شجرہ حاکم کی کسی اپنی تحقیقات پر مبنی نہیں بلکہ اسی صلوانہ پر بدرالدین پر اسکی بنا ہے اور ہم دلائل قاہرہ سے ثابت کر آئے کہ وہ اپنی ذاتی نامعتبری کے علاوہ ثبوت نسب کے بارہ میں محض ہبل ہے تو یہ شجرہ کہ

اس پر ہی تھا اسی کی طرح باطل بے عمل ہوا جاؤ اور انگریزی میں بدرالدین کی طرف سے قطع نزع کیلئے اسکے یہ الفاظ قابل لحاظ ہیں کہ "حصہ ملکیت برخلاف حصہ جدی کے" رہی قرار پایا۔

کاغذ پنجم ۹ انہار منجن آباد

۲۳ کاغذات کے متعلق جو نفیس جلیل ابحاث شرعیہ ہم بار بار لکھ آئے اور ثابت کر آئے کہ شرعاً مہلکے سے زے کاغذی جمع خرچ پر اصلاً لحاظ نہیں فرماتی وہی ہمیں اس کاغذ کے بھی مہلکے و بیکار ہونے کے لئے کافی تھیں مگر اس کاغذ کی حالت نے ان عظیم مجتہدوں کی اور بھی تائید و تصدیق کر دی اور خود ہی ایک واضح نذیر ہو کر زباں حال سے صاف بتا دیا کہ دیکھو شرعاً مہلکے حکم ہے وہ ایسی وجوہ سے زری کاغذی بات کو نامعتبر فرماتی ہے یکم جون ۱۹۳۳ء کو اللہ بخش نے تحصیل منجن آباد میں درخواست دی کاردار صاحب نے طلبی فریقین کا حکم دیا ۱۳ جون کو پھر پیشی ہوئی اب مکر حکم طلبی تحریر ہوا ۲۹ اگست کو پیشی ہوئی اور کاردار صاحب نے لکھا کہ اب تک نہ فریقین آئے نہ کوئی رپورٹ پیشکار کی شامل ہوئی اب حکم تائیدی طلبی کا بھیجا گیا ۲۷ ستمبر کو باغچہ چکہ طلبی ہوئی ۷ ستمبر کو فریقین کی اطلاع علیٰ اور سراج الدین کی بیماری کا عذر تحریر ہوا ۲۸ ستمبر کو پیشکار نے اسی مضمون کی رپورٹ تحصیل میں بھیجی ادھر تو یہ کارروائی ہو رہی ہے ادھر ۲۲ اگست کو بدرالدین اور سراج الدین حاضر ہو گئے انہار بھی دے گئے حکم ہو چکا مقدمہ ختم بھی ہو گیا منسل داخل دفتر بھی ہو گئی اور ۲۹ اگست کو پھر کاردار صاحب شاکی ہیں کہ ۱۳ جون سے اب تک کوئی نہیں آیا اس خواب پریشان کی کیا تعبیر کہی جائے ۲۲ سے ۲۹ تک ایسی مدت بھی تو طویل نہ گزری تھی کہ کاردار صاحب اور تمام اہل محکمہ کسی کو یاد نہ رہا کہ ابھی فریقین حاضر ہو کر انہار دے چکے ہیں مقدمہ ختم ہو چکا ہے اب یہ دوبارہ پیشی کیسی اور مکر طلبی کس لئے اور چمکوں کی شدت کس بنا پر۔ ناچار صاحب افسر مال کو بھی فقرہ منہ میں تسلیم کرنا پڑا کہ اہلداد ایسی بد عنوانیاں بطور خود کر لیتے ہیں حاکم کو اطلاع بھی نہیں ہوتی اور احکام جاری کر دیتے ہیں اور خود ہی حکم اخیر بھی لکھ دیتے ہیں کبھی یہ کہ داخل دفتر ہو بھی یہ کہ بند و بست میں پیروی کرو اور یہ بھی تصریح فرمائی کہ دفتر والوں سے سازش ہو کر بھی ایسی کارروائیاں ہو جاتی ہیں اور یہ بھی کہ یہ میدان اہلداد کی سبز چراگاہ ہے جب یہ سب کچھ ثابت ہے تو کونسی دلیل قائم ہے کہ یہ دوبارہ طلبی اور بار بار کی پیشیوں کے احکام ہی اہلداد کے بطور خود لکھے ہوئے ہیں اور ۲۲ اگست کا انہار و حکم ان کی سبز چراگاہ سے دور و محفوظ ہے حاکم دستخطوں کو دیکھا جائے تو وہ ان احکام پر بھی ہیں نہ زے دستخط شرع میں کوئی حجت کہ سیکڑوں بن سکتے ہیں اور متعدد کتابوں سے اس کی تصریح گزری غرض دفتر والوں کو خود مختاریاں مانے بغیر چارہ نہیں اور انھیں پیش خویش کچھ تحریروں سے خاص کر لینے اور فلاں تحریروں سے محفوظ ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہی شناعتیں تو ہیں جن کے سبب شرعاً مہلکے نے ان کا درباہی جلا دیا اور سبز چراگاہوں کا راستہ یک قلم بند فرمایا۔

۲۴ پھر اس پر کاردار صاحب کا جو حکم بتایا جاتا ہے کتنے مزہ کا ہے ایک فریق داخل راج کی درخواست کرتا ہے دوسرے کو کہتے ہو کہ وہ بلا عذر قبول کر رہا ہے پھر بند و بست میں درخواست دینے پر اسے ملتوی کرنا کیا معنی رکھتا ہے یہ اظہار اگر واقعی ہوتا تو کاردار صاحب فوراً حکم انتقال دیتے اور اسی کاموقع تھا جیسا کہ خود صاحب افسر مال کو فقرہ منہ میں تسلیم ہے کہ "کاردار کو انتقال کا حکم دینا تھا" غرض یہ حکم اگرچہ فریقین راضی ہوں مگر انتقال ابھی نہ ہونا چاہئے بلکہ بند و بست جاری ہے اس میں

درخواست دو ایک ایسا عجیب حکم ہے جس کی نظیر انہیں سہزہ گاہوں میں مل سکتی ہے جاہلوں تک میں تو مثل مشہور ہے کہ دو دل رہتی تو کیا کرے گا قاضی ہند قرین تیاں یہی ہے کہ آٹھ ستمبر تک فریقین کی حاضری نہ ہوئی جیسا کہ مسئل سے واضح ہے اور یہ ۲۲ اگست کا اظہار اور پے سنی حکم اسی دفتر سازشوں اور سہزہ گاہوں کی سیاہ کاری ہے۔

۲۵ لطف یہ کہ بند و بست اس تاریخ سے پہلے کبھی کا ختم ہو چکا تھا اور کاردار صاحب یہ ہدایت کریں کہ بند و بست جاری ہے اس میں درخواست دو دیکھو فیصلہ صاحب افرمال فقرہ ۱۱ پھر اگر یہی تسلیم کیا جائے کہ بند و بست اس وقت جاری تھا تو مدعیوں کا اس میں درخواست نہ دینا کیا معنی ہر الدین و سراج الدین کی رضامندی کو وہ ایک بار آزما چکے تھے کہ بقول ان کے راضی نامہ کر کے کار بند نہ ہوئے اور ان کا اندراج نام نہ کر لیا جس پر انہیں تحصیل میں عوضی دینی پڑی کیا انہوں نے نہ سنا تھا کہ آزمودہ رآ آزمودن چلتا اب دونوں بھائی اقرار لکھا چکے اور بند و بست جاری تھا تو مدعی ہرگز اپنا کام بچتہ کر لینے سے نہ بیٹھے پھر خوبی یہ کہ جب چھ سال بعد بند و بست ہمدین غلطی کی اصلاح چاہی تو اس درخواست میں بھی مدعیوں نے اس اقرار و تسلیم ہر دو برادران کا کوئی ذکر نہ کیا بلکہ صلنامہ منگمری ہی کو دستاویز بنایا اگر تحصیل منہن آباد میں دونوں بھائیوں نے یوں بلاعذر ان کے نام انتقال تسلیم کر لیا ہو تو سب سے زیادہ بنائے کارا سی پر کھنی مٹی نہ یہ کہ درخواست میں اس کا نام تک نہیں۔

۲۶ صاحب افرمال فقرہ ۱۱ میں اپنے یہاں کے محکموں کے سخت شاکہ ہیں اور وہاں کے انتقالات کو بہت سنگناخ دشوار گزار راہ بناتے ہیں مگر سختیاں وہیں پیش آتی ہیں جہاں سازعت ہو مزاحمت ہو گیا اس کی کوئی نظیر بتائی جاسکتی ہے کہ فریقین راضی نامہ کر لیں ایک فریق اس کا اجرا چاہے دوسرا بلاعذر قبول کر لے یا نہہم بار بار کی تحریکوں کے بعد سولہ سال تک معاملہ ہنوز روزا دل رہے یہ اسی امر کی تائید کرتا ہے کہ اگر واقع ہو تو اس قدر ہو گا کہ پیر بدر الدین نے جھگڑا کاٹنے کے لئے ملاقات انگریزی کی تھوڑی جا مدت سے چھوٹا حصہ رسمی طور کا جیسا صلناموں میں ہوتا ہے نہ جدی حصہ جیسا برابر کے بھائیوں کو دیا جاتا ہے مدعیوں کو دینا گوارا کیا، پیر سراج الدین نے بھی اس پر سکوت کیا۔ مگر ریاست کی جائداد نہ کبھی دینی چاہی نہ اس میں مزاحمت ترک کی نہ مدعیوں کے پاس کوئی کافی ثبوت تھا وہ ارادہ کرتے تھے اور بیٹھ رہتے تھے تحصیل منہن آباد میں درخواست دی اور حاضر نہ ہوئے، بقول مدعیان محکمہ بند و بست کی ہدایت ہوئی اور وہاں نہ گئے اس کے بعد تحصیل میں پھر درخواست دی اور بیرونی کو نہ آئے یہ سب قرآن ان کے بے اصلی دعویٰ کے ہیں اور کچھ بھی قرینہ نہ ہوتا تو ہاں ثبوت ان کے ذمہ تھا جس سے وہ آج تک سبکدوش نہ ہوئے بالکل اس کا قافیہ پنجم کی حالت سے زیادہ ردی ہے ثبوت میں اس کا نام لینا تو شرع عقل عربی سے بھی میل نہیں رکھتا۔

کاخذ ششم ۱۱ تحریر مولوی نور الدین

۲۷ زے کا فذ کی بے اعتباری تو دلائل قاہرہ سے بار بار ہم ثابت کر آئے مگر یہ کا فذ ایک شہادت ہے کوئی فیصلہ نہیں کسی کا فذ محکمہ کی نقل نہیں کوئی تسک نہیں جین کا فذی ثبوت برخلاف اصول شرع آجکل قابل توجہ سمجھے گئے ہیں جو کسی واقعہ کی شہادت ادا کرنا چاہے وہ ایک پرچہ لکھ کر کسی فریق کو دیدے اور فریق اسے محکمہ میں پیش کرے کہ یہ فلاں کا بیان ہے جس کے ساتھ اتنی شہادت بھی نہ ہو کہ فلاں

نے ہمارے سامنے یہ کاغذ لکھا یہ دستخط اسی کے ہیں اس نے ہمارے سامنے کئے بعض فریق کے زبانی بیان پر وہ کاغذ شہادت میں لیا جاوے ایسا تو شاید قانون و رواج میں بھی نہ ہوگا شرع کا حکم تو پہلے ہی سن چکے کہ جوئے نحرند

۲۸ صاحب افسر مال نے فقرہ ۹ میں تحریر مولوی نور الدین پیش کردہ مدعا علیہ کو یوں مشکوک ٹھہرایا کہ اس میں اہتمام کیا گیا ایک دوسرے کے کاغذ پر لکھائی گئی حالانکہ فریق مقدمہ جسے رواج اپنی سند سمجھے اس میں رواجی استحکام کی کوشش کوئی منشا رشک نہیں ہو سکتی شاید اگر سادہ پرچہ لکھا ہوتا تو اس پر یہ شک ہوتا کہ کچے کاغذ کا کیا اعتبار مگر انصافاً اگر شک جاتے تو تحریر پیش کردہ مدعیان زیادہ محل ریب ہے نور الدین کی اپنے دل کی لکھی ہوئی اتنی ہی بات ہے جو اس نے تحریر اول میں لکھی کہ نکاح میں نے پڑھایا اور یہ دونوں وقت نکاح موجود تھے اگر اس وقت اس کے ذہن میں یہ ہوتا کہ میرے پڑھائے ہوئے نکاح سے پہلے خفیہ نکاح ہو لیا تھا تو وہ ضرور اسے ذکر کرتا یا کم از کم ایسا لفظ نہ لکھتا جو اس کے علم کے خلاف مدعیوں پر ناحق بڑا اثر ڈالتا مگر جب وہ یہ تحریر دے چکا اور مدعیوں کو اس سے اپنا ضرر ظاہر ہوا تو تیسرے دن یہ دوسری تحریر پیدا کی گئی یا جس طرح ممکن ہو ایک عاجز مولوی سے لی گئی۔

۲۹ زے کاغذی ثبوت ماننے والوں کو یہ کہنا پڑے گا کہ دونوں تحریریں مولوی نور الدین کی ہیں اور اس نے یا تو پہلی تحریر میں اخفائے حق کیا اور مدعا علیہ کی خاطر یا کسی طرح سے مدعیوں کو ضرر پہنچانا چاہا یا دوسری تحریر میں خلاف حق بات بنائی اور مدعیوں کے لحاظ خواہ کسی لالچ سے مدعا علیہ کو نقصان رسانی چاہی بہر حال اس کی شہادت سنا قہ ہو گئی اور اس کی بات قابل التفات نہ رہی۔

۳۰ بالجملہ مدعیوں کا یہ کاغذ پیش کرنا ان کو نافع تو کچھ نہ ہوا مگر ان کے ضرر کا دروازہ کھول گیا اسی کاغذ سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اپنی ماں کے نکاح مشہور کے وقت اپنا موجود ہونا تسلیم کرتے ہیں اور اس لا علاج مرض کا یوں مداوا چاہتے ہیں کہ نور الدین کہتا تھا کہ سپریمہ صدر الدین نے کہا تھا کہ ایک نکاح خفیہ دو گواہوں کے سامنے پہلے ہو لیا تھا نکاح مشہور کے وقت ان کا موجود نہ ہونا تو یہ خود مان چکے رہا یہ کہ پہلے کوئی خفیہ نکاح ہوا تھا اس کا ثبوت دینا ان پر عائد ہوا جس سے وہ آج تک عہدہ برآئے ہوئے۔ عہدہ برآئے ہونا درکنہ اس کی طرف رخ بھی نہ کیا اور کیونکر رخ کرتے وہ جانتے تھے کہ اس کا چارہ ان کی قدرت میں نہیں۔ کیا فقط نور الدین کا بیان نکاح کو ثابت کر دے گا کیا شرع میں اس کی کوئی نظیر ہے کہ صرف ایک شاہد کے بیان اقرار سے نکاح ثابت ہو جائے تمام کتب اور خود قرآن عظیم میں تصریح ہے کہ کم از کم دو گواہوں کی ضرورت ہے تو مدعیان نے نکاح مشہور سے پیدا ہوئے نہ نکاح خفیہ ثابت کر سکے پھر کس بنا پر وارث بن بیٹے۔

۳۱ فرض کیجئے کہ نکاح خفیہ مان بھی لیا جائے تو اس کی کوئی مدت بیان میں نہ آئی کہ کب اور نکاح مشہور سے کتنا پہلے ہوا نور الدین نے صرف چند سال کہا جس کا صدق تین بلکہ اردو کا چند دو سال پر بھی ممکن اور گواہ نکاح مولوی غلام قادر کا بیان ہے کہ نکاح مشہور کے وقت اللہ بخش آٹھ سال اور الہی بخش چار برس کا تھا غرض اس قدر میں شک نہیں کہ حالت بہم ہے اور تحریر مولوی نور الدین سے کچھ نہیں ثابت ہو سکتا کہ ان کی ولادت بعد نکاح خفیہ ہوئی نہ اقرار پیر صدر الدین میں اس کا کچھ تذکرہ۔ صدر الدین نے اتنا ہی تو کہا کہ پہلے نکاح خفیہ کر چکا ہوں یہ کب کہا کہ مدعی اسی نکاح خفیہ سے پیدا ہیں مدعی درکنار اس نے نکاح خفیہ و مشہور کے بیچ میں اپنی کوئی اولاد ہونے

کا اصلا ذکر کیا پھر خنیہ نکاح سے مدعیوں کا پیر صدر الدین کی اولاد ہونا کیونکر ثابت ہوا عجب ہے کہ صاحب افسر مال نے فقرہ ۹ میں ایسے پہل کاغذ کو جواب و مذاکرہ فرمایا جو انصافاً خود اپنے پیش کرنے والے ہی کو ضرور سنا ہے۔

۳۲ ثالث صاحبان اور صاحب افسر مال نے فقرہ ۹ و ۱۰ میں یہ تو لکھا کہ صحت نکاح کے لئے دو گواہ کافی ہیں اسی قدر سے اعلان ہو جاتا ہے، بیشک ہو جاتا ہے اور ضرور کافی ہیں مگر اس طرف کسی صاحب نے توجیہ نہ فرمائی کہ دو گواہوں کے سامنے ہونے کا ثبوت بھی تو ذکر کرتے یا بلا ثبوت رجماً بالغیب مان لیا جائے گا کیا ان گواہوں نے خود اگر ثبوتوں یا صاحب افسر مال کے سامنے شہادت دی کیا انھوں نے اپنی شہادت پر دو شاہ مدلل اپنے نائب کر کے بیٹھے اور انھوں نے برامات شرائط شرعیہ شہادۃ علی الشہادۃ ادا کی یا کیا ہوا کچھ بھی نہ ہوا دو گواہ ہونے کا ثبوت کیا ہے پیر صدر الدین کا اقرار، ان کے اقرار کا ثبوت کیا ہے، مولوی نور الدین کا بیان، ان کے بیان کا ثبوت کیا ہے، ایک کاغذ میں کچھ حرف لکھے ہوئے ہیں، اس کاغذ کا ثبوت کیا ہے، صرف مدعیوں کا بیان، تو حاصل یہ ٹھہر کر نئی مدعیوں کی زبان نکاح خنیہ کی گواہ ہے اور اسی کی بنا پر اسے مانا گیا ہے حالانکہ باطل ست انچہ مدعی گوید۔ ایسا ثبوت اگر مان لیا جائے تو زے عرضی دعویٰ ہی پر کیوں نہ مدعیوں کو ڈگری دیا جائے کرے آخر وہ اس میں بھی تو کہا کرتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں ہمارا بیان سچا ہے غرض اس کاغذ کا سند میں نام لینا بھی شرعاً عطلہ فاسی طرح کوئی معنی نہیں رکھتا الحمد للہ تمام کاغذی سندوں کے جواب سے فراغ پایا اور واضح ہو گیا کہ ان میں ایک پر چھٹی قابل استناد نہیں۔ اب امر ہفتم کی طرف چلے۔

سند ہفتم شہادات

۳۳ شہادتوں پر مولوی عطا محمد صاحب کا اعتراض بہت حق و بجا ہے فی الواقع شرع مطہر نے حقوق العباد میں لفظا شہد یا اس کا ترجمہ کہ گواہی میدہم یا گواہی دیتا ہوں دکن شہادت قرار دیا ہے بغیر اس کے ہرگز شہادت متحقق نہیں ہو سکتی خالی خبر ہوگی جو یہاں اصلاً قابل التفات نہیں تمام کتب مذہب میں اس کی تصریح ہے۔ ۱۰۰ جلد دوم صفحہ ۱۰۰ میں ہے ولا بد فی ذلك كله من العدالة ولفظة الشهادة فان لم يذكر الشاهد لفظه الشهادة وقال اعلم او ایتقن لم تقبل شهادته اسی میں ہے اما لفظ الشهادة فلان النصوص نطقت باشتراطها اذا الامر فيها بهذه اللفظ ولان فيها زيادة توكيد فان قوله اشهد من الفاظ اليمين كقوله اشهد بالله فكان الامتناع عن الكذب بهذه اللفظة اشد فتح القدير ۶۷ صفحہ ۱۰۰ ہے وقد وقع الامر بلفظ الشهادة في قوله تعالى واقيموا الشهادة له وقوله عليه الصلاة والسلام اذ اريت مثل الشمس فاشهد فلزم لذلك لفظ الشهادة۔ فتاویٰ علی گویہ ج ۳ صفحہ ۲۵ میں ہے واما رکنها فلفظ اشهد بمعنى الخبر دون القسم هكذا في التبیین اسی طرح بحر الرائق جلد ہفتم صفحہ ۶۱ میں ہے ودر مختار ورد المتآرد وقرۃ العیون کی عبارتیں فتاویٰ مولوی عطا محمد صاحب میں گذریں اور خود تکثیر عبارات کی کیا حاجت جبکہ علماء نے قرآن عظیم ہی کا نص اس پر ذکر فرمایا

۳۴ صاحب افسر مال کا فقرہ ۲۵ میں اس ناممکن جواب اعتراض پر یہ اعتذار پیش کرنا کہ فقہانے لفظ اشہد کی شرط تو ضرور لگائی مگر

اس کی علت یہی ہے کہ اٹھالیس معنی قسم ہیں تو معنی قسم جس لفظ سے پورے کر لے جائیں شرط حاصل ہو جائے گی سخت عجیب ہے جس کی نظیر ہی ہو سکتی ہے کہ نماز کے لئے شرع میں ہیئت تو ضرور مقرر ہے جس میں قیام و رکوع و سجود و قعود وغیرہ ارکان ہیں مگر ان سب سے مقصود تنظیم الہی ہے تو وہ جس طرح حاصل ہو نماز ادا ہو جائے گی کچھ ان ارکان کی ضرورت نہیں شہادت میں لفظ اشہد شرط نہیں بلکہ فقہانے اسے رکن شہادت لکھا ہے جیسا کہ تبیین الحقائق و بحر الرائق و ملکیہ سے گزرا اور کوئی شے بغیر اپنے رکن کے متحقق نہیں ہو سکتی۔

۳۵ سخت عجیب یہ ہے کہ کتابیں صاف تفسیریں کر رہی ہیں کہ اور کوئی لفظ اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا درختار سے گزرا ہذا مفقودہ فی غیرہ فتعین اسی طرح بحر الرائق جلد ۶ ص ۶۱ میں شرط لجميع انواعھا لفظ اشہد بالمضارع فلا یقوم غیرہ مقامہ وقد منا ان لفظہا رکن پھر اس کا مطلب یہ ٹھہرانا کہ کچھ اس لفظ کی خصوصیت نہیں بالکل دن کو رات سے تفسیر کرنا چوگا یہ بھی محض غلط ہے کہ اس کی علت معنی قسم ہے بلکہ معانی کثیرہ کا اجتماع جن میں سے ایک معنی قسم بھی ہے درختار کی عبارت گزری لخصہ معنی مشاہدۃ وقسم و اخبار للخال فتح القدر ۶۷ ص ۱۱ میں لفظہ الشہادۃ اقوی فی افادۃ تاکید متعلقھا من غیرھا من الالفاظ کا علم و ایتقن لھا من اقتضاء معنی المشاہدۃ والمعانیۃ التی مرجعھا الحس بلکہ ملکیہ سے گزرا کہ اشہد بمعنی خبر رکن ہے نہ بمعنی قسم۔

۳۶ یہ بھی ہرگز مسلم نہیں کہ کچھ یوں میں حلف کے معنی پورے کر لئے جاتے ہیں کہیں یہ کہلوا یا جاتا ہے سچ کہو نگا خدا میری مدد کرے کہیں یوں کہ خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہو نگا ان الفاظ کو یمن سے کچھ تعلق نہیں اور اگر وہی لفظ کہلوا لے جائیں جو صاحب افسر مال نے لکھے کہ خدا خدا کی قسم میں سچ کہو نگا تو یہ یمن منقذہ ہوئی یعنی آئندہ کی نسبت جس کے خلاف کرنے پر پندہ سیرگیہوں یا تین روزوں میں کام نکل سکتا ہے بخلاف اشہد کہ اس میں یمن عوس ہے کہ سلطنت ہفت اقلیم یا لاکھ روزے بھی اس کا کفارہ نہیں ہو سکتے تو اس میں اس کے معنی کا ادا ہو جانا کیونکر ممکن۔

۳۷ دوسرا لفظ صاحب افسر مال نے یہ لکھا کہ خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر شہادت دوں گا یہ بھی ایک وعدہ ہے جو کسی طرح اشہد کے معنی پورے نہیں کر سکتا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ شہادت بلفظ مضارع بمعنی حال لازم ہے درختار سے ابھی گزرا و اخبار للخال رد المحتار ۴۷ ص ۵۳ میں ہے فلو قال شہدت لایجوز لان الماضی موضوع للاخبار عما وقع فیکون غیر مخبر فی الحال جب صیغہ ماضی مقبض نہ ہو جو یمن میں مثل صیغہ حال ہے حلفت باللہ اور اعلف باللہ کا ایک ہی حکم ہے تو شہادت دوں گا صیغہ استقبال کیا حیثیت رکھتا ہے جن کا حاصل یہ ہو گا کہ یہ قسم کھاؤں گا کیا اس کہنے سے قسم ہو جاتی ہے یا بھوٹ سے باز رہ سکتا ہے۔ اور اصل حقیقت امر یہ ہے کہ تعین لفظ اشہد میں جو علتیں تو یہ ہیں بیان میں آئیں از قبیل نکات و لطائف ہیں و ایک حکم تبدیلی ہے یعنی شرع مطہرنے خاص اس لفظ کو یمن فرما دیا تو اب اس سے تجاوز جائز نہیں رد المحتار ۴۷ ص ۵۳ و بحر الرائق جلد ۶ ص ۶۱ میں ہے اقتصر علیہ اتباعا لما ثور ولا یخلو عن معنی التبع و لہ یقتل غیرہ تو اس کی علت تلاش کرنا اور اس کا دوسری

مگر اچھا ہوتا ہے سے باطل ہو گیا ان تقریبات سے آفتاب کی طرح روشن ہو کر ہندی کچھریوں میں جہاں لفظ اشہد نہیں کہلاتے اور ان بے معنی الفاظ مذکورہ یا ان کے امثال سے حلف لیتے ہیں وہ زہرا اصول شرع سے مطابقت نہیں کھا سکتا ہے اگر اپنی ضد سے کلمہ ہو سکتی ہو تو ان الفاظ میں اصول شرع کو مکمل سمجھ سکیں انگریزی و ہندی کچھریوں میں مثبت کلمے ہوئے دعویٰ اگر شرعاً غیر مثبت ٹھہریں تو کیا استحالہ ہے بلکہ اصول شرع کے اتباع نہ کرنے سے شرعاً ان کا غیر مثبت ہونا خود ہی لازم نہ یہ کہ ان کو مثبت بنانے کے لئے اصول شرع تبدیل کر دیئے جائیں یہاں کی کچھریوں میں کفار کی گواہیاں مسلمانوں پر عموماً سنی جاتی ہے اور ان پر فیصلے ہوتے ہیں اور وہ دعویٰ مثبت ٹھہرائے جاتے ہیں اسے کون سے اصول شرع سے تطبیق دیجائے گی حالانکہ رب العزت جل و علا فرماتا ہے **لن يجعل الله للكفرین علی المؤمنین سبیلاً** خود صاحب افسر مال اپنے اسی فیصلہ فقرہ ۱۳ میں فرماتے ہیں ”قبضہ کی بابت ریلارام ٹیکار اور غلام حیدر خاں ٹیکار کی شہادت شامل مسل ہے اور ان کی شہادت سے ثابت ہے کہ قبضہ رہا پس دو معزز اہل کاروں کی شہادت معتبر شہادت ہے ہمارا فرض ہے کہ اس کو قبول کریں اور یقین کے ساتھ قبول کریں“ حالانکہ شرع مطہر اسے حرام بتاتی ہے فاسق کی نسبت تو ارشاد ہوا **یا ایہذا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجهالة فتصبوا** علی ما فعلتم **ندمین نہ کفار والعیاذ باللہ العزیز العفار** صاحب افسر مال فقرہ ۱۴ میں اس شہادت مدعیان کو متواتر حقیقی بناتے ہیں کہ ”یہ شہادت تو اترا تک پہنچ چکی ہے جس کی خلاف ہونے کا احتمال نہیں“ اور عجب یہ کہ مدعیوں کے تیس گواہ کے مقابل مدعا علیہ کے پنتالیس گواہوں کو لفظ ”چند کس“ سے تعبیر فرماتے ہیں جس کی انتہا تو ششک ہے یہ محل جرح کہ وہ یا اچیر ہیں یا اس فریق کے جتھے والے ہر طرف کے گواہوں پر ہو سکتی ہے جو ان میں معزز ہوئے ان پر طرفداری اور باقیوں کو اجورہ داری کا الزام لگا دینا کیا دشوار ہے۔ ان الزامات کی راہ تو شرع مطہر نے گواہوں میں عادل ہونے کی شرط لگا کر بند فرمائی تھی جب یہ شرط اٹھ گئی بلکہ گواہ کے مسلمان ہونے کی بھی قید نہ رہی تو ہر گونہ الزام آسان ہے جس میں دونوں فریق کی حالت یکساں ہے بلکہ اس نوٹ کی بنا پر جو صاحب افسر مال نے اپنے آخر فیصلہ میں دیا جس میں مدعیوں کو اخلاقاً و عادیۃً مدعا علیہ سے بہت بہتر بتایا اور مدعا علیہ کو چالباز کینہ عادت کا آدمی شریر و غیر باالفاظ سخیف سے یاد فرمایا احتمال طرفداری گواہان مدعیان کی طرف زیادہ قائم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ خوش اخلاق و نکو سیر آدمی کا جتھا بھاری ہوتا ہے مکار شراب چالباز سے لوگ نفرت کرتے ہیں اگرچہ لطافت ملی صاحب تحصیلدار نے جو تحقیقات موقع لکھی وہ اس کا عکس ظاہر کرتے اور معزز خاندان چشتیان کو مدعیوں سے نفرت بناتے ہیں بہر حال یہ زائد و خارج از بحث باتیں ہیں کلام اس میں ہے کہ وہ تو اترا جس میں خلاف کا احتمال بھی نہ رہے اس کے یہ معنی نہیں جس میں فریقین کے انتخاب کو کوئی دخل ہو ہر فریق اپنی مرضی کے گواہ چھانٹ چھانٹ کر اسم نویسی کر لے یہ تیس بتائے وہ پنتالیس لے آئے بلکہ تو اترا کے یہ معنی ہیں کہ وہاں کے تمام لوگ چھوٹے بڑے عالم جاہل سب اس امر سے واقف ہوں عام لوگ یک زبان و شفق اللسان ایک ہی بات کہیں فتادی علیگری ج ۳ ص ۱۵۲ میں اس کے معنی یہ لکھے ہیں کہ **ان تاتی العامة و تشهد بذلتک فیوخذ بشہادۃ ہم کذا فی الذخیرۃ نیز اسی کے صفحہ ۱۵۳**

۴۷

پراس کی تشریح یوں فرمائی کہ نہ ظاہر استنفیضا یعرفہ کل صغیر و کبیر و کل عالم و جاہل کذا فی الذخیرۃ ظاہر ہے کہ یہاں ایسا نہیں فہرست گواہان کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ ایک ہی خاندان کے لوگ مدعی کے گواہ ہیں کچھ لوگ مدعا علیہ کے ایک ہی بستی کے کچھ لوگ ادھر کے شاہد ہیں کچھ لوگ ادھر کے ایک بھائی ادھر کا گواہ ہے تو دوسرا حقیقی بھائی دوسری طرف کا بھانجا مدعیوں کا گواہ ہے تو ماموں مدعا علیہ کا تو اترا حقیقی کی صورت ہوتی تو احمد شاہ کو تیس کے مقابل پنتالیس کہاں سے ہاتھ آتے تو اترا حقیقی کی صورت ہوتی تو معاملہ بدہیات سے ہو جانا کہ متواترات اقسام بدہی سے ہیں اور بدہی پر دلیل قائم کرنا بے معنی تو صاحب افسر مال کو اپنے فیصلہ میں ۷ نمبر ابتدائی کے علاوہ کہ متعلق واقعات ہیں اکیس نمبر بحث کے کیوں لکھنے پڑتے یا ادھر تو اترا ہو جانا تو ہم کو اکیس کے مقابل ۴۲ نمبر لکھنے کی کیا ضرورت ہوتی بزازیہ اور قرۃ العیون ۴۶ ص ۶۰۰ میں ہے فی المیطان تو اترا عند الناس و علم الکل یقضی بفرغ ذمۃ لانہ یلزمہ تکذیب الثابت بالضرورة و ریات مصالح یدخلھا شک ۱۵

۴۱ اگر ۳۰ گواہ ہونے کے سبب شہادت مدعیان متواتر ہوگی تو شہادت مدعا علیہ بدرجہ اولی متواتر ہوگی کہ اس کے ۴۵ گواہ ہیں اور اب وہ اعتراض جزئالتوں اور مجوزے فقرہ ۲۲ میں اس پر کیا کہ وہ شہادت نفی ہے اور نفی پر شہادت مقبول نہیں باطل ہو جائے گا کہ شہادت جب متواتر ہو یقیناً مقبول ہے اگرچہ نفی پر ہونے والی طہیریہ و قواوی بزازیہ و اشباہ والنظائر ص ۲۱۳ میں ہے تقبل بینہ المتواتر و رقم ۲۶ ص ۶۰۰ میں ہے شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ۔

۴۲ بحمد اللہ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ روشن ہوا کہ ثالثوں نے جتنی سندوں پر بنائے فیصلہ رکھی سب محض ناکارہ و بے اعتبار ہیں، روئداد مسل مدعیوں کا نسب اصلاً ثابت نہیں کرتی سمحت محل افسوس یہ ہے کہ ثالث صاحبوں نے خود یہ سمجھ لیا تھا کہ مسل کے موجودہ کاغذات و شہادات ناکافی ہیں اور بے تحقیقات مزید کے حقیقت معاملہ سمجھ میں نہیں آسکتی ملاحظہ ہو رپورٹ ثالثان کاغذات گذارش ہے کہ سوائے تحقیقات جدید کے منظران فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں یہاں ثالثوں نے روئداد مسل پر فیصلہ کرنے سے صاف صاف استغفا دید یا باوصف اس کے بلانحیثیہ جدید فیصلہ کیا اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ صاحب افسر مال خود موقع پر تحقیقات کے لئے تشریف لے گئے اور ملاقات کے تمام سربراہ اور وہ اشخاص اور چشتیوں کو طلب کیا مگر بے تحقیقات جدید کہ اسی کی شرعاً ضرورت تھی معاملہ بر بنائے روئداد ناکافی مسل سپرڈ ثالثان کرادیا دیکھو فیصلہ افسر مال فقرہ ۲۲ میں نہیں کہتا کہ مدعیوں کا اولاد پیر صدر الدین نہ ہونا ثابت ہے غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے ہاں یہ ضرور کہتا ہوں کہ ان کا اولاد پیر صدر الدین ہونا ثابت نہیں تمام کاغذات و شہادات موجودہ مسل ان کا نسب ثابت کرنے میں عاجز و قاصر ہیں ان کا دعویٰ نامسوم ہونے کے لئے ثبوت عدم درکار نہیں عدم ثبوت کافی ہے اور وہ بلاشبہ حاصل لئداد دعویٰ مدعیان باطل۔ یہاں اور اب حاش فقہیہ بھی باقی ہیں مگر جس قدر گذارش ہوا ذی النصف تبع شرع کے لئے اس قدر بہت ہے وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۔ از دولت پور ضلع بلنڈ شہر مرسلہ رئیس بشیر محمد خان صاحب
۵ شعبان ۱۲۹۰ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس سلسلہ میں کہ دو شخصوں میں زر ہر کا جھگڑا ہے ان دونوں شخصوں نے اہل اسلام کے دو شخصوں کو بیچ اور ایک کو سر بیچ اس جھگڑے کے فیصلے کے واسطے باقاعدہ بنا دیا پیمانہ و سر بیچ صاحب نے بالاتفاق اپنی اور نیز اپنی جماعت کثیر اہل اسلام پابند صوم و صلوة سے ایک فیصلہ تجویز کر دیا فیصلہ سنانے کے قبل پیمانہ و سر بیچ و نیز دیگر شریک رائے اہل اسلام نے ہر دو فریق کو کہ جن کی جانب سے بیچ و سر بیچ بنائے گئے تھے یہ تجویز سادی کہ جو فیصلہ ہم دو فریق کو سادیں گے وہ تم دونوں کو بخوشی خاطر قبول و منظور ہو گیا ہے اور اس فیصلہ میں خواہ کسی فریق کا کیسا ہی نقصان کثیر ہو وہ برداشت کرنا ہو گا، ہر دو فریق نے نہایت رضامندی سے اس تجویز کو قبول اور منظور کیا اس کے بعد پیمانہ و سر بیچ صاحب نے باوازا بلند جمع کثیر میں اس فیصلہ کو جو ہم نزاعی تھا سنایا ایک فرقہ نے اس کو منظور کر لیا اور ایک فرقہ نے اس کو نا منظور کیا۔ اب جس فرقہ نے اس کو نا منظور کیا تو از روئے شرع شریف کے اس معاہدہ کی تکلیف جو بروقت فیصلہ سنانے کے ہر دو فریق سے منظور کرالی تھی اس پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں۔

(۲) دو شخصوں میں تباہی و جابداؤ پر جھگڑا تھا ان دونوں شخصوں نے اس کے فیصلہ کے واسطے دو بیچ اور ایک سر بیچ بنائے، بیچ و سر بیچ صاحبان نے دونوں شخصوں سے چار چار ہزار روپیہ جمع کر لیا اور ایک جماعت کثیر اہل اسلام کے روبرو حلف شرعی و خدا و رسول کو درمیان و کلام مجید درمیان کر کے یہ وعدہ ہر دو شخصوں سے کر لیا کہ جو تم دونوں شخصوں میں سے ہمارا فیصلہ کیا ہو انہ مانے گا ہم اس کا روپیہ ضرور دوسرے کو دیدیں گے ان دونوں شخصوں نے جن کی جابداؤ کا جھگڑا تھا اس بات کو قبول و منظور کر لیا اور پختہ عہد و پیمانہ شرعی کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ اگر ہم میں سے جو کوئی فیصلہ کے ہوئے کو نہ مانے اس کا روپیہ آپ دوسرے کو دینا ہم کو یہ بات قبول و منظور ہے اب پیمانہ و سر بیچ صاحبان نے اپنا فیصلہ کیا ہوا دونوں شخصوں کو سنایا ایک نے منظور کر لیا اور ایک نے نہیں منظور کیا جس نے کہ نہیں منظور کیا اس کا روپیہ حسب وعدہ نیز بیچ یا سر بیچ صاحبان کے دوسرے کو دینا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) اگر کسی شخص کو بیچ یا سر بیچ کسی فیصلہ کے لئے بنایا جائے تو وہ صرف یکطرفہ شہادت و ثبوت خبیہ پر اپنی تجویز لکھ سکتا ہے یا نہیں اور ایسی تجویز جائز ہے یا نہیں۔

(۴) اگر بیچ و سر بیچ نے ایک فریق سے بوجہ طمع ناجائز کے ساز و اتفاق کر کے فریق دوم کے خلاف فیصلہ دیا ہو تو ایسے شخصوں کا فیصلہ کیا ہوا از روئے شرع جائز ہو گا یا ناجائز۔

(۵) اگر کوئی شخص قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قسم کھائے اور پھر اس قسم کے خلاف کرے تو ایسا شخص قابل قاضی و حاکم بنانے کے ہے یا نہیں اور اس کا فیصلہ مانا جاسکتا ہے یا نہیں۔

(۶) حاکم و قاضی کو شہادت لینا باقاعدہ ضرور ہے یا نہیں یا صرف اس کا ذاتی علم فیصلہ کرنے کے واسطے جائز ہے یا ناجائز۔

(۷) از روئے شرع شریف کے رشوت لینا کیسا گناہ ہے اور رشوت لینے والا حاکم و قاضی و شاہد معتبر ہے یا غیر معتبر اس کا فیصلہ کیا گیا ہوا قابل تسلیم ہے یا نہیں۔

الجواب :- اگر فیصلہ مطابق شرع ہو ہر فریق کو ماننا لازم ہے اور باطل و خلاف شرع ہو تو کسی پر اس کی پابندی نہیں قال اللہ

تعالیٰ ان حکمہ اللہ اور ماننے نہ ماننے پر کوئی خاص معاہدہ کر لیا ہو تو اس کی پابندی ضروری نہیں کہ ایک ہل شرط ہے کوئی عقد شرعی نہیں۔ شرط اللہ حق و اوثق قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) وہ شرط حرام باطل تھی اور وہ روپیہ ہر ایک کو اس کا واپس دینا فرض اور دوسرے کو دینا حرام قال اللہ تعالیٰ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) شہادت شرع میں صرف مدعی سے لی جاتی ہے مدعا علیہ سے گواہ لینا کچھ ضرور نہیں اور گواہان قبول شرعی کے ساتھ اگر کسی خفیہ تحقیقات سے اطمینان کر لیا تو اس میں بھی حرج نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں البینة علی المدعی والیمین علی من انکر رواہ الدارقطنی والبیہقی وابن عساکر عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال النووی سدا لیبہتی حسن و صحح ہاں اگر حاکم نے خلاف شرع ناجائز بے ضابطہ کارروائی کی تو وہ جس حد کی ناجائز ہوگی اس کے قابل اس پر حکم ہوگا سائل نے کوئی تفصیل نہ بیان کی کہ صورت خاصہ کا حکم دیا جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اظہار سائل سے معلوم ہوا کہ طبع ناجائز سے مراد کچھ لے کر فیصلہ دینا ہے ایسا فیصلہ مطلقاً مردود ہے اختیار ہے فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے اجمعوا انہ اذا ارتشى لا ینفذ قضاء فیما ارتشى فیہ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) علف کا حکم جواب سوال چہارم میں گزرا اگر شرعاً اس قسم کا خلاف اسے کرنا چاہئے تھا تو اس پر کچھ الزام نہیں اور وہ حاکم و قاضی بنائے جانے میں مخل نہیں اور اگر ناجائز تھا تو ایسے کو قاضی و حاکم نہ بنایا جائے اور اگر بنایا گیا تو اس کا فیصلہ اب بھی مانا جائے گا اگر مطابق شرع ہو فتح القدر میں ہے فسقة لا یوجب العزل قولایہ قائمة وقضائہ بحق فلم لا ینفذ واللہ اعلم

(۶) فتویٰ اس پر ہے کہ قاضی و حاکم کا ذاتی علم فیصلہ کے واسطے کافی نہیں نہ اسے اس پر فیصلہ دینا جائز اشیاء میں ہے الفتویٰ الیوم علی عدم العمل بعلم القاضی فی زماننا کما فی جامع الفصولین واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) رشوت لینا مطلقاً گناہ کبیرہ ہے لینے والا حرام محض ہے مستحق سخت مذاب نار ہے دینا اگر بھجوری اپنے اوپر سے دفع ظلم کو ہو تو حرج نہیں اور اپنا آتما وصول کرنے کو ہو تو حرام ہے اور لینے دینے والا دونوں جہنی ہیں اور دوسرے کا حق دبانے یا اور کسی طرح ظلم کرنے کے لئے دے تو ستم تر حرام اور مستحق اشد غضب و انتقام ہے فی وصایا الہندیة عن فتاویٰ الامام قاضیخان ان بذل المال لاستخراج حق له علی غیرہ رشوة وان بذل لدفع ظلم عن نفسه او مالہ لم یکن رشوة اھ والمسألة تحتاج الی زیادة تقریر و تحویر و تنقیح و تنقیح لا تفرغ له الا ان وباللہ التوفیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لعن اللہ الراشی والمرشئ والرائش الذی یمشی بینہما اللہ کی لعنت رشوت دینے والے اور لینے والے اور ان کے دلال پر رواہ الامام احمد عن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاضی و شاہد کا مسئلہ جواب ششم و ہفتم میں گزرا واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دعویٰ زرقضہ اپنے کا بنام بکروا کر کیا حاکم نے وگرنہ زرقضہ بنام بکروا کر فرمایا مگر اپنی تجویز میں قسط بندی کر دی و دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً حاکم کو بدون رضامندی مدعی اختیار قسط بندی کا حاصل ہے یا نہیں۔

الجواب :- حاکم کو نہ ہرگز اپنی طرف سے قسط بندی بے رضائے مدعی کر دینے کا اختیار نہ اس کی اس قسط بندی کا کوئی اعتبار بلکہ وہ ایک لغو بات محض ناقابل التفات ہے حاکم کا فرض یہ ہے کہ جب دعویٰ اس کے نزدیک ثابت ہو جائے فوراً مطابق دعویٰ حکم دے اگر تاخیر کرے گا فاسق و معزول و مستحق تعزیر ہوگا الارجاء و صلح بین الاقارب او اذا استهل المدعی کافی الاشباہ و لا حاجة الی استثناء الثالثة ذکرها وهو ما اذا كان عندا فيه ريبه لان الكلام اذا ثبت الامسنة بطلان دعویٰ اپنی طرف سے کوئی بات بڑھا دے، غرض العیون میں ہے يجب علی القاضی الحكم بمقتضى الدعوی عند قیام البینة علی سبیل الفور فلو اخر اشر و یعزل و یعزر کما فی جامع الفصولین قسط بندی ایک قسم اجل ہے اور اجل حق مدیون ہے ہدایہ و خانہ و اشباہ و غیر ہا میں ہے الاجل حق المدیون فله ان یسقطه تو یہ مدیون کے لئے ایک ایسے حق کا ثابت کرنا ہے جس کا کوئی ثبوت نہ تھا نہ بینہ نہ اقرار نہ نکول تو بلا ثبوت اثبات محض باطل و نامقبول۔ خانہ و اشباہ و غیر ہا میں ہے القاضی لا یقضی الا بالحجة وھی البینة او الاقرار والنکول طرفہ یہ کہ ثبوت درکنار خود مدیون جس کے لئے حاکم نے یہ حق ثابت کرنا چاہا اس حق کا اپنے لئے مدعی نہ تھا نہ عا علیہ نے کب کہا تھا کہ یہ مطالبہ مجھ پر قسط بندی سے واجب ہے اور ظاہر ہے کہ دعویٰ شرط قضا ہے بلا دعویٰ خود قضا کر بیٹھے۔ حاکم کو کیا اختیار ہے اور اگر مراد انشاء تجم ہو یعنی دین تو موجل باقسا نہ تھا مگر میں اسکی قسط بندی کرتا ہوں تو یہ منصب قضا سے محض بیگانہ ایک مشورہ ہے جس کا قبول کرنا کسی پر واجب نہیں نہ اسے پرانے مال پر کچھ اختیار ہے نہ یہ کہ جبر پہنچتا ہے کہ مال تو ترا واجب ہے مگر ابھی نہ لے۔ غایت یہ کہ مدیون کو بزعم خود کم استطاعت سمجھا ہو مگر یہ سمجھ بھی محض بے اصل ہے بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہ دین ایک عقد بیع کا ثمن تھا اور ایسی حالت میں اسے بلا بینہ ناقابل ادا مان لینا صحیح نہیں خانہ و ہندیہ وغیرہ میں ہے ان کان الدین واجبا بدلاً لهما هو مال كالقرض و ثمن البیع القول قول مدعی البیسار موعی ذلک عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعلیہ الفتوی لان قدرته كانت ثابتة بالمبدل فلا یقبل قوله فی زوال تلك القدرة اس مانشاء تا جیل کا حاصل اگر دائن کو منع کرنا ہے کہ تو یکشت اپنا دین نہ لے تو یہ حر مکلف پر جبر بلا وجہ شرعی ہے اور وہ باطل ہے اور اگر اس کا حاصل مدیون سے یہ کہنا ہے کہ تو مثلاً ہینہ پیچھے اتنا داکر تو ایسا دائن خود کہے تو تا جیل نہ ہوگی اور جو وقت چاہے یکشت لے سکے گا نہ کہ غیر دائن جسے دین سے کوئی تعلق نہیں پرانے دین کو موجل کر دے اشباہ میں ہے قال الدائن للمدیون اذهب و اعطنی کل شئ کذا فلیس بتاجیل لانه امر بالاعطاء واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از شہر بریلی محلہ روہیلے ٹوڑہ منسولہ جناب ملک اعجاز دیناں صاحب زید مجدد ہم
ار رمضان ۱۲۹۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بنام بکروا بابت غلہ قیمتی سے اس میں بیان دعویٰ ہے کہ بکروا

فدہ ناجائز طور پر لے لیا ہے، دلا یا جاوے، بکر کو لینے فدہ سے اقبال ہے مگر وہ کہتا ہے کہ میرا قرضہ بذمہ زید چاہئے تھا میں نے یہ فدہ قیمتی ہے
ذکورہ بالا اپنے قرضہ میں لیا ہے اس قسم کا بیان بکر انکار و دعوی مدعی ہے یا نہیں اور زید ثبوت نہ پیش کر کے خواستگار حلف کرے تو بکر
پر شرفا حلف متوجہ ہوتا ہے یا نہیں بینوا بالکتاب و توجروا بوجہ الحساب
ا. جواب۔ صورت مستفسرہ ہیں بکر دعوی زید یعنی فدہ لے لینے کا مقرا اور اپنے قرضہ کا مدعی ہے یہاں زید کے ذمہ کوئی ثبوت دینا رہا نہ بکر پر
حلف آسکتا ہے لانه مقر ومدع وكلاهما لالحلف عليه والله تعالى اعلم و علمه جل مجدہ اترو احکم۔

مسئلہ ۱۔ از قبضہ شاہ آباد ضلع ریاست رامپور رسالہ قمر علی خاں عرف چندا خاں
۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید و عمرو بکر نے چند دیہات سرکاری اجارہ پر لے بعد کو باہم شرکا میں تقسیم دیہات
آپس میں ہو گئی جس کے حصہ میں جو دیہہ آیا وہ اس کی ادائے حج سرکاری کا ذمہ دار رہا اقرار نامہ تقسیم لکھ کر تصدیق ہو گئی اس اقرار نامہ
میں زید نے یہ لکھا کہ میں ایک ہزار روپے کی قرضہ یعنی تو فیہر کے بکر کو باقساط ادا کروں گا اب بکر اس ایک ہزار روپے کا دعویہ ادا ہے
زید مذکور کرتا ہے کہ ایک رقم مبہم کا مجھ سے اقرار کیا ہے ہر شخص اپنے حصہ کے دیہات پر قابض ہے یہ ہزار مجھ پر کیسے چاہئیں جو دیہات
مدعی کے لئے نامزد ہوئے وہ بقبضہ مدعی ہیں بعد تقسیم میرے قبضہ میں نہ آئے ان کی تو فیہر مجھے ملی ان کی تو فیہر بکر مدعی پاتا ہے لہذا زید تو فیہر زید
مدعی کیسے چاہئے۔ دریافت یہ ارہے کہ شرعا ایسا اقرار مقرر پر لازم الوفا ہے یا نہیں۔ نقل اقرار نامہ ہر شتہ سوال ہے۔

ا. جواب۔ ملاحظہ اقرار نامہ و بیان سائل سے واضح ہوا کہ یہ دیہات ریاست سے ان تین شخصوں نے متناجزانہ لے لئے تھے ریاست
نے زرمانع ۵ ہزار پیشگی ان سے لیا اس میں سے قریب نصف زید نے دیا اور بکر نے کہ ہندو ہے کچھ نہ دیا مگر ریاست زرمتا جبری ضمانت
لیتی ہے یہ کفالت تنہا جائداد بکر سے ہوئی لہذا اسے شریک کیا گیا وقت تقسیم ۸ کا حصہ زید کا قرار پایا اور ۴-۴ کا باقی شریکوں کا جو دیہات
بکر کو دئے گئے ان کی چونی میں کہ بکر کو ملتی بقدر ایک ہزار روپے کی تھی لہذا زید نے یہ اقرار نامہ لکھ دیا یہ نہ کوئی عقد شرعی ہے نہ اقرار شرعی نہ
بکر کا زید پر کچھ آنا ہے نہ زید کہتا ہے کہ اس کا مجھ پر اتنا آتا ہے نہ کسی ثالث کا دین کہ بکر پر آتا ہو زید اس کی کفالت کرتا ہے محض ایک جمل تحریر
ہے جس کا حاصل ایک وعدہ بے معنی سے زائد نہیں ایسے وعدہ کی وفا پر جبر نہیں ہو سکتا نہ بکر کو اصلاً مطالبہ کا استحقاق ہے ہندوہ و اشباہ
وہذا لیه و غیرہ میں ہے لاجبر علی الوفاء بالوعدہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ از رام پور محلہ ہارہ وری محمود خاں مسؤلہ جناب عبداللہ خان صاحب
۲۹ جمادی الآخر ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ کے کہ ہندہ تین نابالغ لڑکے لڑکیوں کی نانی ہے اور زید ان نابالغ
بچوں کا باپ ہے۔ سیدہ ان نابالغ بچوں کی ماں۔ زوجہ زید فوت ہو گئی۔ ان نابالغ بچوں کی جائداد غیر منقولہ علاقہ انگریزی میں واقع ہے۔ ہندہ
نے اس جائداد کی نگرانی وغیرہ کے لئے برضامندی زید سرٹیفیکٹ ولایت حاصل کر لیا ہے۔ اب ہندہ نے ولایت انھیں نابالغان اور
بائستدلال حصول سرٹیفیکٹ از علاقہ انگریزی زید ہنا بالغان کی طرف سے ہر کی نائش کی ہے۔ زید نے عدالت ججی ریاست رامپور میں ان
نابالغ بچوں کے ولی دوران مقدمہ ہونے کی درخواست کی ہے۔ اور بکر باپ زید کا یعنی دادا نابالغان درخواست کرتا ہے کہ شرعاً مجھے

حق ولایت نانا بالغان حاصل ہے لہذا دوران مقدمہ کے لئے ولی نانا بالغان مقرر کر دیا جاوے یہ تینوں درخواستیں متضاد ہیں بقیان شرع متین سے یہ دریافت طلب ہے کہ مسماۃ ہندہ جو سٹیفیکٹ ولایت با جازت با لپ نانا بالغان طلاق انگریزی میں حاصل کر چکی اس کی ولایت ریاست ہذا کے مقدمات میں مقابلہ زید مدعالیہ قائم و برقرار ہے گی یا زید مدعالیہ ولی دوران مقدمہ ان بابائے بچوں کا مقرر ہو سکتا ہے۔ یا بکر دادا ولی دوران مقدمہ مقرر ہو سکتا ہے اور اس کی نسبت دو صورتوں میں اگر زید ولی مقرر نہ ہو تب یہ ولی قائم ہو سکے گا یا زید کے ولی قائم ہونے کی حالت میں اس کو حق ولایت نانا بالغان حاصل ہے بصراحت روایات کتب فقہ جواب عنایت ہو۔ فقط المرقوم ۱۱ رجب ۱۹۱۲ء

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں نہ نانی کوئی شے ہے نہ وہ سٹیفیکٹ کوئی چیز نہ زید اپنی ولایت منتقل کر سکتا تھا نہ باپ کے ہوتے دادا کو استحقاق ولایت ہے یہ کارروائیاں سب مہمل و بے معنی ہیں ہاں اگر زید پر سعیدہ کا ہر آتا ہو اور انکار کرے تو قاضی شرع اپنی طرف سے جسے چاہے نانا بالغان پر وصی کرے یہ وصی دعویٰ کر سکے گا اور اگر زید مہر کا مقرر ہے جب تو اس پر نانا بالغان کی طرف سے دعوائے ہر نانی کرے خواہ دادا خواہ کوئی اصلا قابل سماعت نہیں جامع الصغار فضل النکاح میں ہے ماتت عن زوج و اولاد صغار و علی الزوج المهر فان اقر الزوج بالمهر لم یؤخذ منه لان الاب یملک حفظ مال صغیرہ وان انکر ینصب القاضی وصیا فیثبت علیہ المهر ویؤخذ منه ویدفع الی الوسی فانہ بانکارہ تظہر خیانتہ وعند ظہور الخیانة یکون للقاضی ولایة دفع مال الصغیر الی وصی غیرہ۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از ریاست رام پور متصل اصطبل سرکاری عید گاہ دو واڑہ مرسلہ حسن جہاں بیگم ۱۵ رجب ۱۳۳۰ء کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نانی نانا بالغان نے نانا بالغان کی طرف سے برنات ابن زید نانا بالغان کے باپ پر نانا بالغان کی والدہ متوفیہ کے دین ہر کی ناشی کی ہے اور زید دین ہر سے منکر ہے اور چاہتا ہے کہ میں ولی دوران مقدمہ مقرر کیا جاؤں اور نیز والد زید بھی خواستگار ہے حالانکہ دادا کی حالت بھی ٹھیک نہیں ہے اور خوف تلف جائداد نانا بالغان کا پورا اندیشہ ہے اور نانی خشفقہ امینہ ہے اور مصلوہ ہے پس استفسار اس امر کا ہے کہ ان تینوں میں سے ولی دوران مقدمہ کون ہو سکتا ہے ؟ بیوا تو جوہر و۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں جبکہ زید مہر کا منکر ہے تو وہ اس مقدمہ میں ہرگز ولی نہیں ہو سکتا بلکہ حاکم پر لازم ہے کہ کسی دوسرے امین متدین کار گزار کو نانا بالغان پر وصی کرے اگر دادا ٹھیک نہیں اور اس سے ضرر نانا بالغان کا اندیشہ ہے اور نانی امینہ مصلوہ شفقہ ہے تو وہی باپ دادا سے احق ہے ورنہ قاضی شرع جس کو مناسب جانے۔ جامع احکام الصغار میں ہے ماتت عن زوج و اولاد صغار و علی الزوج المهر فان اقر الزوج بالمهر لم یؤخذ منه ویدفع الی الوسی فانہ بانکارہ تظہر خیانتہ وعند ظہور الخیانة یکون للقاضی ولایة دفع المال الی غیرہ اسی عبارت سے واضح ہوا کہ اگر قاضی کے نزدیک ثابت ہو جائے کہ ہر آتا تھا اور زید منکر ہوا تو نہ فقط اس مقدمہ یا ہر کے بارہ میں بلکہ تمام اموال نانا بالغان سے زید کی ولایت اٹھادی جائے گی لظہور خیانتہ والعدم صیانتہ فخریح عن امانتہ اور جملہ اموال نانا بالغان نانی مصلوہ امینہ کو سپرد کئے

ہائیں گے یا جو رائے قاضی میں اصل و انسب ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ریاست راجپور محلہ گھیر شرف الدین خاں متصل فیلحانہ کہنہ مسئلہ فلام جعفر خاں صاحب ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ مدخولہ بہا کو طلاق منغلظہ دی بعد ازاں
 منکوحہ زید بدیں بیان دعویٰ دیا کہ بوقت عقد نکاح مبلغ سوا لاکھ روپیہ اور پچیس اشرفیاں محمد شاہی نقد ادین ہر مقرر ہوئے
 تھے اور یہ کل دین ہر بدمہ زید اس وقت تک واجب الادا ہے بنا پر یہ میرا کل دین ہر زید سے دلایا جاوے زید مدعا علیہ محیب
 ہوا کہ نقد ادین ہر یاد نہیں کہ بوقت عقد نکاح کس قدر سے ہوا تھا مگر نکاح ہوا اور مدعیہ نے کل دین ہر یا قتنی اپنا زمانہ اہلالت
 مدعا علیہ اللہ کے واسطے معاف و ابرا کر دیا مدعیہ نے چند کس گواہ پیش کئے اور سب نے بیان کیا کہ بوقت عقد نکاح سوا لاکھ روپیہ اور
 پچیس اشرفیاں محمد شاہی دین ہر کے مقرر ہوئے تھے اور کسی گواہ نے یہ بیان نہیں کیا کہ دین ہر اب تک بدمہ زید مدعا علیہ واجب الادا
 ہے صرف گواہان مدعیہ نے اسی قدر بیان کیا کہ سوا لاکھ روپے اور پچیس اشرفیاں محمد شاہی وقت عقد نکاح کے دین ہر مقرر ہوا تھا تو
 ایسی حالت میں گواہی گواہان مدعیہ کے معتبر ہوں گے یا نہیں اور مدعیہ دلایا کہ ہر مذکورہ کے مستحق ہوگی یا نہیں اور اگر عورت ثبوت
 ہر پر گواہ پیش کرے اور مرد ابراہ ہر پر گواہ پیش کرے تو شرعاً کس کے گواہ اولیٰ بالقبول ہوتے ہیں۔ بیوا تو جروا۔

الجواب :- صورت مسئلہ میں موافق روایت مفتی بہا کے شرعاً شہادت گواہان مدعیہ معتبر اور مقبول نہیں اور مدعیہ دلایا کہ
 ہر کے مستحق نہیں قال فی درر الاحکام ناقلا عن العنایة ارعت المرأة الف المهر بانها واجبة علی الزوج الی یومنا
 هذا وقال الزوج انک قد ابرأتی منها فاقامت المرأة شهودا وشهدوا بالعتق المهور ولم یسینوا انها واجبة
 علیہ الی یومنا هذا تقبل شہادہ قصص علی الاصح واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد المحب محمد شجاعت علی مدرسین مدرسہ
 ارشاد العلوم۔ الجواب صحیح محمد عبد الغفار خاں الجواب صواب ابو الفضال محمد فضل حق۔ فی الواقع صورت مسئلہ عنہ شہادت شہود
 مدعیہ ناکافی اور بوقت تعارض شہود اثبات ہر ابراہ کے شہود ابراہ اولیٰ بالقبول ہیں واللہ سبحنہ اعلم محمد منور العلی

الجواب :- صورت مذکورہ میں گواہان زن کی شہادت دربارہ مقدار ہر مسمی مقبول و معتبر ہے جس مقدار کا وہ دعویٰ کرتی ہے اگر اسکے
 ہر مثل سے زائد ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ دربارہ زیادت مدعیہ ہے اور یہ شہادت اس کے دعویٰ کے مطابق گزری تو بحال اجتماع شرائط
 معروفہ ضرور واجب القبول ہے لانہا نودت دعویٰ بالبیئۃ والبیئۃ کا سہما بیئۃ والثابت بشہادۃ عدلین کالتا
 بشہادۃ العین اور اگر ہر مثل کے برابر یا اس سے کم ہے جب بھی شہادت مفید و مقبول ہے اگرچہ عورت اس صورت میں صرف مدعا
 علیہا ہے کہ اگر گواہ نہ دیتی اسے حلف کرنا پڑتا اور ایسی جگہ حلف سے بچنے کے لئے مدعا علیہ کے گواہ سموع ہیں۔ درر الاحکام باب المہر میں
 ہے ان اقامت بیئہ قبلت وان اقامہا الزوج قبلت ایضاً لان البیئۃ تقبل لرد الیمین کا اذا اقام المدوع بیئۃ
 علی رد الودیعة الی المالك تقبل بلکہ اگر ہر مثل معلوم نہ ہو اور شوہر اس مقدار کو ہر مثل نہ مانے تو عورت کو آپ ہی گواہ دینے کی
 حاجت ہوئی کہ اتنا ہر تھا یہ وہی شہادت ہے جو اس سے شرعاً طلب فرماتی تو عدم قبول کی وجہ کیا ہے یا یہ گواہ دیتی کہ اس کا ہر مثل

اسی قدر یا اس سے زائد ہے پھر اسے حلف کرنا پڑتا کہ اس قدر مہر مقرر ہوا تھا اس شہادت نے اس شہادت اور حلف دونوں سے غنی کر دیا
پھر حال مفید و واجب القبول ہوئی قنادی امام قاضیوں و قنادی ملگیر یہ میں ہے ہذا اذا كان القاضي يعرف مقدار مهر مثلها
فان كان لا يعرف بأمر مناعة بالسؤال ممن يعلم او يكلفها اقامة البينة على ماتدعي. در مختار میں ہے يشترط
في تبوت مهر المثل اخبار رجلين او رجل وامرأتين ولفظ الشهادة فان لم يوجد شهود عدول فالقول للزوج
بيمينه. هداية میں ہے. من تزوج امرأة ثم اختلفا في المهر فالقول قول المرأة الى مهر مثلها عبارت نمبر بہ
درر الحکام و عنایہ کہ ادعت المرأة الف المهر بانها واجبة على الزوج الى يومنا هذا وقال الزوج انك قد
ابرائتني منها فاقامت المرأة شهودا وشهدوا بالف المهر ولم يبينوا انها واجبة عليه الى يومنا هذا
لم تقبل شهادتهم على الاصح اگر ان میں اسی طرح ہو جب بھی مسئلہ دائرہ سے متعلق نہیں وہاں کلام اس صورت میں ہے کہ
عورت جس مقدار مہر کا دعویٰ کرتی ہے شوہر کو وہ مقدار تسلیم ہے اور معافی کا دعویٰ شہود نے اب تک ہر ذمہ شوہر پر واجب ہونے کا ذکر نہ
کیا تو ان کی شہادت کو دعویٰ زوج سے تو کچھ مس نہ ہوا ہی مقدار مہر زوج کو خود اس کا اقرار تھا اور مقرر شہادت سموع نہیں الا فی اربع
لیس هذا منها کافی البصر بل فی کل موضع يتوقع فيه ضرر من غير المقر لولا البينة فيكون هذا اصلا کافی
ايضا **اقول** والوجه فيه ان الاقرار حجة ملزمة بنفسه من دون حاجة الى قضاء القاضي ولذا يصح
في غير مجلس القضاء ونصوان القضاء على المقر قضاء مجازا والشهادة انما هي يسمعها القاضي فيلزم
فاقامتها على المقر سعي في تحصيل الحاصل وهو باطل بخلاف ما اذا افادت فائدة لم يفدها الاقرار
وهي التعدية لان الاقرار حجة قاصرة يهاتك كبد شهادات اگر نہ مال علیہ اقرار کر دے تو حاکم بر بنائے اقرار حکم کر سکتا ہے بنائے
شہادت بحر الرائق میں ہے لو برهن المدعي ثم اقر المدعي عليه بالملك له يقضى له بالاقرار لا ببينته اذا البينة
انما تقبل على المنكر لا على المقر انتهى **اقول** ووجه ظاهر لما قدمنا لانه لما اقر قبل القضاء لزم الحق
من دون الزام فلم يبق مساع للالزام والقضاء بالشهادة الزام اسوجہ سے وہاں شہادت زن نامقبول
نہی بخلاف مسئلہ دائرہ کے یہاں شوہر اس مقدار مہر کا مقرر نہیں تو گواہان زن ضرور قابل قبول ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اسی قدر پر عورت
کو ڈگری دی جائے گی بلکہ شوہر سے برابر پر گواہ طلب کئے جائیں گے اگر اس نے گواہان شرعی سے اقرار ثابت کر دیا اور عورت کی طرف
سے اس کا کوئی دفع صحیح نہ پایا گیا یا وہ گواہ نہ دے سکا اور عورت کا حلف چاہا اور عورت نے حلف سے انکار کر دیا تو ان دونوں صورتوں میں
عورت کا مطالبہ رد کر دیا جائیگا اور اگر عورت نے عدم اقرار پر حلف کر لیا تو اپنے پورے مطالبہ کی ڈگری پائے گی جس قدر اس نے شہادت سے
ثابت کر دیا اب وہ گواہی اس کے کام آئے گی عقود الدرر میں ہے بينة البراءة اولى من البينة على المال ان لم يؤرخا و ارخا
فقط اوارخا سواء بينة المطلوب على انك اقررت بالبراءة اولى من بينة الطالب على انك اقررت بالمال
بعد اقراری بالبراءة وبينة الطالب اولى ان قال انك اقررت بالمال بعد دعواك اقراری بالبراءة جامع ^{لین} _{نفس}

فصل ماشرین ہے بیئۃ الابرء اولی من بیئۃ ان له علیہ کذا فی الحال اسی میں وہیں ہے الاصل ان الموجب المسقط
 اذ انقارضا یؤخر المسقط اذ السقوط یکون بعد الوجوب یہاں سے سوال دوم کا جواب بھی واضح ہو گیا کہ بیئۃ ابراہیمہ وجوب
 پر راجع ہے اگرچہ گواہان زن یہ تصریح بھی کر دیتے کہ اہنگ ہر واجب الادا ہے فانہم انما یقولون بالاستصحاب فمعناہا نفی
 الابرء والایفاء ولا شہادۃ علی النفی بل انما یرجع نفیہم الی علمہم وعدم العلم لیس علما بالعدم واللہ
 سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ :- اذرام پور ملکہ گنج از جانب سبزہ فروشاں معرفت سدن کنہوٹا۔ ۴ شعبان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علما دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسعی اللہ دین کے ذمہ مسعی بھورے چودھری کی دو اشرفیاں مبلغ
 پتیس روپیہ کی واجب الادا ہیں جب اس کے طلب کیں تب جواب دیا کہ میں بھورے چودھری کو عبدالکریم اور نور محمد اور نہہ کے سامنے
 دے چکا جب اس نے دریافت کیا تو انہوں نے بالاتفاق کہا کہ ہمارے سامنے ہرگز تم نے نہیں دیں تم غلط کہتے ہو جب دیکھا کہ
 سب نے انکار کیا اور میرا جھوٹ کھلا تو اللہ دین نے کہا اچھا میں ان اشرفیوں کے مبلغ تیس روپیہ بروقت حساب کتاب کے مجرا دوں گا
 اور یہ اقرار چند آدمیوں کے سامنے کیا کہ جس میں چھدا اور کلن اور اشخاص مذکورین موجود تھے پھر جب وقت حساب کا ہوا تو پھر انکار
 کر دیا اور اس اقرار سے رجوع کیا اور قسم کھا کر کہا ہے کہ میں تو تینوں شخصوں مذکورین کے سامنے ادا کر چکا میں نہیں دؤنگا۔ تو اب ایسی صورت
 میں کہ جب اقرار گواہوں کے سامنے اشرفیوں کے تیس روپیہ ادا کرنے کی بابت کر چکا اور پھر انکار کیا تو یہ انکار بعد اقرار معتبر ہو گا یا وہی
 اقرار مقدم کہ جس کا ثبوت گواہوں سے ہے قائم رہے گا اور اللہ دین کے ذمہ تیس روپیہ اشرفیوں کے بھورے چودھری کے واجب الادا
 ہوں گے یا نہ ہینا تو جروا۔

ا۔ جواب :- یہ امر دین ہے اور معاملہ حقوق العباد کا ہے احتیاط لازم ہے یہاں جو بھورے چودھری نے آکر بیان کیا اس میں یہ سوال
 تھا کہ الہ دین قسم کھاتا ہے اس کی قسم معتبر ہے یا نہیں اور اس کا جواب دیا گیا تھا کہ جب وہ ادا کر دینا بتاتا ہے کہ دین کا اقرار کر چکا اور ادا
 کا دعویٰ کیا تو اب وہ مدعی ہے اور چودھری مدعا علیہ۔ اور مدعی کی قسم معتبر نہیں بلکہ وہ گواہوں سے ثبوت دے کہ ادا کر چکا اگر ثبوت نہ دے
 سکے اور چودھری کا حلف مانگے تو چودھری پر حلف آئے گا کہ مجھے ادا نہ کئے میرا مطالبہ اس پر اہنگ ہے اگر چودھری قسم سے انکار کرے
 تو کچھ نہ پائے اور تم کھالے تو ڈگری دیا جائے۔ رہے چودھری کے گواہ کہ تو نے نہیں دیئے اصلاً معتبر نہیں کہ شہادت نفی ہے اور نفی پر گواہی
 مقبول نہیں اور یہاں یہ ٹھہرانا کہ گواہ کے ہوتے حلف کی ضرورت نہیں محض بے معنی ہے نہ چودھری پر گواہ ہیں نہ الہ دین پر حلف و ہذا
 کلہ ظاہر لمن له ادنی المام بخدمۃ الفقہ الشریف فلم یکن لیبقع فیہ الارتیاب ولکن الاحول ولا قوۃ الا بتوفیق
 العزیز الوہاب۔ اس قدر صورت کا تو حکم یہ تھا اور سوال میں اکثر عبارات سائلین اپنے فہم کے لائق بالمعنی نقل کرتے ہیں اور جہاں
 اختلاف لفظ سے حکم بدلتا ہے وہاں ان کے سبب وقت واقع ہوتی ہے اور حق رسی دشوار ہو جاتی ہے خصوصاً بہت خدا ناترس
 دکھائے مفتعلہ ساختہ الفاظ تعلیم کرتے ہیں جن سے کمی پوری ہو جائے اور یہ سنت عزائمہ اقدام ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ پس اگر شہادتا

عادلہ شرعیہ تنفق سے ثابت ہو کہ الدین نے وہ لفظ کہے کہ اچھا میں ان اشرفیوں کے تیس روپے وقت حساب مجرا دوں گا تو یہ ضرور اقرار ہے کہ اسی زرد می کا دینا ماننا ہے اور اقرار کے بعد انکار سموع نہیں روپے دینا ہوں گے اور اگر اتنا کہنا ثابت ہو کہ اچھا میں تیس روپے وقت حساب مجرا دوں گا تو اسے اقرار ٹھہرانا عمل تامل ہے ظاہر عبارت سوال یہ ہے کہ یہ کلام مبتدا ہے اور مجرا دوں گا وعدہ ہے اور وعدہ کہ کلام مبتدا میں ہو اقرار نہیں اور اچھا کہ بعد منازعت کہا معنی قبول عطا قطعاً للنزاع کا احتمال رکھتا ہے اور قبول عطا قبول وجوب نہیں اور اقرار قبول وجوب ہے اور اب زرد می کی طرف اشارہ نہیں اور مجرا دینا دادنی ہونا چاہتا ہے اور کلام مبتدا میں کوئی مال دادنی ماننا بھی اقرار نہیں فلثبت فیہ قاضیخان میں ے الاصل ان الکلام اذا خرج علی وجہ الکناۃ عن المال الذی ادعاه المدعی یکون اقراراً لرجل قل لغير اقض الالف التی لی علیک فقال ساعطیکھا او غدا اعطیکھا او اتزنها او انتقدھا کان اقراراً بالملک ولو قال اتزن او انتقد لا یکون اقراراً۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے اذا قال مرا بفلان وہ دوم دادنی ست قال لا یلزمہ شیء مالہ یقل ہو علی او فی رقبتی او ذمتی او ہودین واجب او حق لازم کذا فی الظہیر یہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسؤلہ محمد عبدالقیوم صاحب زمیندار قادپور پور پور گنہ سر و نج ریاست دارالاسلام ٹونک، ۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔ زید کی بیوی ہندہ اپنے شوہر کی تیرہ چودہ برس بعد ایک دستاویز جو کہ بحیثیت ہمہ کے ہے پیش کرتی ہے اور بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر نے اپنی حیات میں یہ دستاویز مجھے لکھ دی تھی اس پر ایک مفتی کے دستخط بھی ہیں لیکن باخابطہ اس کی تصدیق سرکاری دفتر میں نہیں ہوئی ہے نہ وہ اصل دستاویز یا اس کی نقل سرکاری دفتر میں رکھی گئی ہے البتہ مفتی صاحب کے دستخط بحیثیت تصدیق کے ہیں نیز اس جاؤاد کا جھگڑا بعد انتقال زید کے ہوا تھا لیکن اس وقت اس نے اس تحریر کو پیش نہیں کیا ایسی صورت میں کیا وہ دستاویز مانی جانے کے قابل ہو سکتی ہے اور شریعت پاک اس تصدیق شدہ دستاویز و نیز متذکرہ کو جس کی نقل یا اصل سرکاری دفتر میں نہیں رکھی گئی ہے صحیح تسلیم فرما کر ہندہ کو فائدہ بخش سکتے ہیں۔ بیان کر دو تم اور اجرا پاؤ تم فقط

اجواب :- کوئی دستاویز ثبوت میں پیش نہیں کیا سکتی جب تک اس کے ساتھ شہادت نہ ہو علماء فرماتے ہیں لا یجمل بالکتاب لان الخط بيشبه الخط والخاتم يشبه الخاتم کافی الاشباہ والھدایۃ والھندیۃ وغیرھا خصوصاً اس حالت میں کہ بعد موت جھگڑا بھی ہوا اور اس نے دستاویز پیش نہ کی اب اتنے برسوں کے بعد ظاہر کرتی ہے دستاویز درکنار ایسا دعویٰ ہی قابل سماعت نہیں بہ یفتی قطعاً للتزویو والتبلیس کافی الخیرۃ والعقود الدریۃ وغیرھا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ قاضی حسام الدین صاحب از تعلقہ رادیر ضلع مشرقی خاندیس ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ ایک شخص فوت ہوا اور اس کے تین لڑکے عاقل و بالغ ہیں اور لیاقت میں تینوں مساوی ہیں تو ایسی حالت میں قضاة کا کون مستحق ہے حلف اکبر کا تہ و حتی برادران خورد سے کم ہے یا زیادہ

اجواب :- کوئی منصب نہ میراث ہے نہ بڑے چھوٹے پر موقوف جو لائق تر ہو وہ کیا جائے اور سب مساوی ہوں تو منصب

دینے والے چاہے دیدے اور اگر ان سب سے کوئی اجنبی زیادہ لائق ہے تو وہی مستحق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ :- مرید میاں جان شاہ خلیفہ و جانشین حضرت حاجی غلام احمد صاحب - مرید میاں محمد علی شاہ صاحب

سیکنہ ریاست ناہر پور محلہ بذریعہ ہمت خاں ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید لاوارث نے اپنے مکان ملوکہ و مقبوضہ کی نسبت اپنے مریدوں سے ایک مرید بکر نامی کو جو دس سال کی عمر سے اس کی اطاعت و خدمت گزار رہا اور زید کے ساتھ رہا اور زید کی وفات کے بعد اس مکان میں اپنی سکونت رکھ کر مکان مذکورہ میں میرا اور میرے پیرو مرشد و زین و دیگر اولیاء و پیران عظام کی علی الدوام فاتحہ عرس بطریق فقرا اپنے اہتمام سے سال بسال کرتے رہنا۔ اور میرے مرید بغرض شرکت عرس پر و نجات وغیرہ سے آئیں ان کو مکان مسطور میں مقیم کر کے ان کے خورد و نوش کا بھی انتظام کرنا اور جس طرح کریں اور ادوا و اشغال و چلہ کشی وغیرہ خود کرتا اور اپنے مریدوں وغیرہ کو تلقین اور سلسلہ و طریقہ پیری و مریدی وغیرہ کی تعلیم دیتا رہتا ہوں یہ معمول رکھنا۔ اور زید نے بنیال کم استنطاعتی و بے بضاعتی اپنے سجادہ نشین بکر کے مکان مذکورہ کی نسبت بیح کی مانعت کر کے رہن کی اجازت دی بعد اس وصیت کے زید نے مکان مذکورہ پر بکر کا قبضہ کامل طور سے کر لیا۔ بکر ایک تارک الدنیا فقیر ہے۔ وصیت پر و مرشد کو بجان و دل قبول و منظور کر لیا اور زید نے اس وصیت کے کئی سال بعد سفر آخرت اختیار کیا بکر زید کی وصیت کے موافق زمانہ اٹھارہ سال سے مکان مذکورہ پر بلا شرکت غیرے قابض و متصرف ہے اور جملہ خدمات کی بجا آوری میں مامور و مشغول ہے بلکہ بسبب انہدام مکان مذکورہ و نیز برائے سر انجام فاتحہ عرس باعث تنگ دستی مکان مسطور کو رہن کر کے حسب وصیت زید جمیع امورات مفوضہ کو بجالانا مقدم سمجھا ہے اس امور مذکورہ بالا کے اکثر و بیشتر لوگ و اہل جملہ خوبی و خیر و شاہد ہیں۔ اب ایک عمر و نامی شخص دنیا دار جو اپنے کو متولی زید کے پیرو مرشد کے مزار کا اقرار دیتا ہے جو بوجہ طمع نفسانی و بجرص مفاد دنیاوی اس وصیت زید کو اٹھارہ سال کے بعد کالعدم ظاہر کر کے یہ کہتا ہے کہ زید مجھ کو یہ وصیت کر گیا ہے کہ مکان مسطور فروخت کر کے میرے پیرو مرشد کے مزار کی مرمت و روشنی وغیرہ کرنا پس صورت مذکورہ بالا میں مکان مقبوضہ اٹھارہ سالہ مواہبہ شرعاً قبضہ بکر سے ملکہ ہو کر فروخت ہو سکتا ہے یا نہیں اور خواہش نفسانی عمر و دنیا دار کی موافق شرع شریف کے جائز ہے یا ناجائز۔

جواب :- سائل منظر ہے کہ عمر و وہیں کا ساکن ہے اور مدت و راز سے زید کو اس مکان پر قبضہ کے تصرفات مالکانہ مثل ہدم و تعمیر وغیرہ کرتے دیکھ رہا ہے اور اب تک ساکت رہا اب ۸ سال کے بعد اس وصیت کا مدعی ہوا۔ پس صورت مستفسرہ میں عمر و کا دعویٰ اصلاً قابل سماعت نہیں تھا و ایٰ امام شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزالی قرطاشی میں ہے سئل عن رجل له بیت فی دار لیسکتہ مدّة تزید علی ثلاث سنوات وله جار بجانبہ والرجل المذكور فی البیت متصرف فی البیت المزبور ہدما و عمارۃ مع اطلاع جارم علی تصرفہ فی المدّة المذكورۃ فهل اذا اخی البیت او بعضہ بعد ما ذکر من تصرف الرجل المذكور فی البیت ہدما و بناءً فی المدکورۃ لسمع دعواہ امر لاجاب لا لسمع دعواہ علی ما علیہ الفتوی۔ وجیز کردی میں ہے علیہ الفتوی قطعاً لا لطماع الفاسدۃ۔ و المختار میں ہے مجرد السکوت عند الاطلاع علی التصرف

مانع من الدعوى قوله زرعاً ونساء المراد به كل تصرف لا يطلق الا للمالك فهما من قبيل التمثل
قوله لا تشيع دعواه اى دعوى الاجنبى ولو جاراً. عقود الذرية ميسر۔ مجرد الاطلاع على التصرف مانع
من الدعوى ولم يقيد ولا بمدة ولا بموت وليس مبنيها على المنع السلطاني بل هو حكم اجتهادى نص
عليه الفقهاء ملقطاً والله تعالى اعلم۔

۱۳ رذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

مسئلہ ۱۔ از انجمن نمائندہ لاہور

امیر یا امام یا صدر قوم کو شرعاً مسلمانوں کا مشورہ لینے کے بعد کثرت رائے کا اتباع لازمی ہے یا اس کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی رائے
پر عمل کرے خواہ وہ رائے کثرت رائے کے خلاف ہی ہو مثلاً انجمن یا مجلس کی صورت میں اس کے متعلقہ کاموں کے لئے ماتحت مجلسیں ہر فن
کے ماہرین کی بنا دی گئی ہوں اور کل اس عام مجلس کا ایک صدر یا امام یا امیر بھی منظور کر لیا گیا ہو تو خاص فن کی مجلس کے فیصلہ کے خلاف
صدر مجلس مذکور کو ان کی رائے حاصل کر لینے کے بعد یہ اختیار ہوگا کہ ان کے فیصلہ کے خلاف حکم دیدے اور وہ قابل اتباع ہو یا نہیں یعنی
زید جو اس دعوے کا حامی ہے کہ صدر کو کثرت رائے کا اتباع لازمی نہیں وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں فخر کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ و
والسلام کی مثال پیش کرتا ہے کہ بعض اوقات صحابہ علیہم الرضوان سے مشورہ لینے کے بعد بھی اپنی ذاتی رائے پر عمل کیا اور کلام قدیم میں
بھی انھیں الفاظ میں حکم آیا کہ وشاورہم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ یعنی اپنی عزیمت پر عمل کرنے کا اختیار دیا گیا زید
یہ بھی کہتا ہے کہ آجکل کی مجلسوں میں کثرت رائے کا اتباع ایک زمانہ حال کے غیر مذاہب کے رویہ کا اتباع ہے جو درحقیقت مضر ہوتا ہے
مثلاً کثرت رائے آجکل کے ایسے مسلمان کی جو مذہبی اتباع میں نہایت کمزور ہوتے ہیں کسی شرعی معاملہ میں بوجہ آرام طلبی و مصلحت زمانہ
کے خلاف ہو جاتے تو کیا اس شرعی مسئلہ کے خلاف کرنا جائز ہو جائے گا؟ عمر و بکر وغیرہ زید کے مقابل یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ
خاصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا بعد میں امت مرحومہ کو اتباع سواد اعظم کا حکم دیا گیا اور من شد شد فی النار کا وعید
سنا لیا گیا اور لا تجتمع امتی علی الضلالة کی کسوٹی دی گئی اجماع اولہ شرعی میں قرار پایا جس پر اہل سنت والجماعت کے مذاہب
اربعہ کی بنیاد ہے۔ نیز زید کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک امر کے متعلق اس کے اہل فن کی مجلسیں مقرر کر دی گئی ہوں تو ان کا فیصلہ
کیوں اجماع کا حکم نہ رکھے گا اور اس کے خلاف صدر کو عمل کرنے کا کیوں اختیار ہونا چاہئے کیونکہ صدر آخر ایک شخص ہے اس کو ایک مجلس کے
متفقہ فیصلہ توڑ دینے کا اختیار دینا خالی از خطر نہیں ہو سکے گا اس کے مفسدہ اور مصلحت پر بھی نظر نہنا چاہئے۔ براہ کرم ان کے جواب سے
بادلہ شرعیہ بہت جلد مطلع فرمادیں۔

المستفتی

المستفتی

المستفتی

نور بخش فنانشل سکریٹری انجمن نمائندہ لاہور

تاج الدین احمد سکریٹری انجمن نمائندہ لاہور

سلیم اللہ خاں خیرل سکریٹری انجمن نمائندہ لاہور

ابواب :- دلیل کہ زید نے بیان کی بجائے خود صحیح ہے خصائص بے دلیل صحیح اختصاص ثابت نہیں ہوتے مواہب شریفین میں
ہے الخصائص لا تثبت الابدلیل صحیح قالہ فی شرح تقریب الاسانید اسی طرح فتح الباری وغیرہ میں ہے یونق

ہر فضل عطائی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے خاص ہے کہ وہی اصل منبع و مبدؤ مرجع ہر فضل ہیں۔
وکل آئی اتی الرسل الکرام بها
انما مثلوا صفاتک لنا
س کما مثل النجوم الماء

مگر حقائق عطایا کے محمدیہ میں یہ فضل کہ بعد مشورہ بھی اپنی رائے پر اٹھنا جائز ہو علمائے کرام نے خصائص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ گنا البتہ وجوب مشورہ کو خصائص والا سے شمار کیا۔ کافی استودج اللیب للامام السیوطی والمواہب للامام القسطلانی بلکہ ہمارے علمائے کرام نے ہر حاکم ذی رائے کے لئے اس کے عموم کی تصریح فرمائی کہ مشورہ کرے پھر عمل اپنی ہی رائے پر کرے اگرچہ سب رائے دہندوں کے خلاف ہو یعنی جبکہ مشورہ سے اپنی رائے کی غلطی ظاہر نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو محتاج مشورہ نہیں بلکہ ہر امر میں اپنے رب کے سوا تمام جہان سے غنی و بے نیاز ہیں حضور کا مشورہ فرمانا غلاموں کے اعزاز بڑھانے اور انھیں طریقہ اجتہاد سکھانے امت کے لئے سنت قائم فرمانے کے لئے تھا وہ خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امان اللہ ورسولہ لغنیان عنہا رواہ ابن عدی والبیہقی فی الشعب بسند حسن عن

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں قد علم اللہ انہ ما بہ الیہم من حاجۃ ولکن اراد ان یستن بہ من بعدہ رواہ سعید بن منصور فی سننہ وابنا المنذر و ابی حاتم والبیہقی امت کے لئے فائدہ مشورہ یہ ہے کہ تلاحق انظار و افکار سے بارہا وہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ صاحب رائے کی نظر میں نہ تھی اس کا انتظار ہے اور بعد مشورہ بھی کوئی جدید امر کہ اپنی رائے میں ترمیم کرنا واضح نہ ہو اور رائے روشن مشورہ بے ضیاع سے احق بالاتباع ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں استفتت قلبک وان افتاک المفنون رواہ البخاری واحمد فی التاریخ عن وابصہ بن معبد الجعفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کے حق میں کثرت رائے کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ ذی رائے ہے تو اپنی ہی رائے کا اتباع کرے اگرچہ تمام رائے دہندہ خلاف پر ہوں اور غیر کے لئے بھی یہ ہے کہ جو ان میں اعلیٰ و ارفع ہے اس کی رائے پر چلے اگرچہ وہ اکیلا اور اس کے خلاف پر کثیر ہوں معین الحکام میں ہے ان کان فی المرقوم من اهل الفقه شاورهم لان الله تعالى امر رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم بذلك فان اتفقوا على شئ وكان رأية كرايهم فضل الحكم وان اختلفوا نظر الى اقرب الاقوال من الحق وامضى ذلك ان كان من اهل الا جتهاد ولا يعتبر السنن ولا كثرة العدد لان الاصح والواحد قد يوفق للصواب في حادثة ما لا يوفق الاكبر والجماعت۔ اسی طرح محیط پھر ہندیۃ میں ہے وناوینبغی ان یکون هذا علی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اما علی قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ بیتہ کثرة العدد ثم قال وان لم یکن الفاضی من اهل الاجتهاد وقد وقع الاختلاف بین اهل الفقه اخذ بقول من هو ارفع عندہ۔ نیز معین الحکام میں ہے۔ وان اختلفوا علی الامیر فواؤی بعضهم رأیا وراؤی بعضهم رأیا غیرہ لم یمل مع اکثرهم ولکن ینظر فیما اختلفوا فیہ فما راہ صوابا قضی بہ وانفذہ وکذا ینبغی للقاضی ان یفعل اذا اختلفت علیہ المشاورون من الفقهاء عمر و بکر وغیرہما کے استدلال محض باطل ہیں اتباع سواد عظم اکلم اور من شد شد فی النار کی وعید صرف در بارہ عقائد ہے مسائل فرعیہ فقہیہ کو اس سے کچھ علاقہ نہیں صحابہ کرام سے الہ اربعہ تک

...
تک

رضی اللہ عنہم جمیع کوئی مجتہد ایسا نہ ہو گا جس کے بعض اقوال خلاف جمہور نہ ہوں سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطلقاً صحیح زر کو حرام ٹھہرانا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نوم کو اصلاح حدیث نہ جاننا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سند زبا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلہ مدت رضاع امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسئلہ متروک التسمیہ عبد الامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلہ طہارت سورکلب و تعبد عن ملات سبع امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلہ نقض وضو طلم جزور و غیر ذلک سائل کثیرہ کو جو اس وعید کا مورد جانے خود شد فی النار کا مستحق بلکہ اجماع است کا مخالف اور نولہ ما تولى و نصلہ جہنم و ساءت مصیروا کا مستوجب ہو گا اور حدیث اجماع اور بھی بعید ہے۔ اجماع میں ایک وقت کے تمام مجتہدین کا اتفاق درکار ہے ایک کے خلاف سے بھی اجماع نہیں رہتا اور کسی مجلس کے فیصلہ کو اجماع ٹھہرانا سخت سے سخت نادانی ہے شہر بھر کے فقہاء کا اتفاق تو اجماع درکار فقیرہ کے مقابل اصلا حجت نہیں ہوتا نہ کہ اراکین مجلس کا فیصلہ جن میں اکثر بے علم ہوتے ہیں بلکہ بہت جگہ کل بدائع میں ہے ان اشکل علیہ حکم الحائثۃ استعمل رأیہ فی ذلک و عمل بہ والافضل ان یشاور اهل الفقه فان اختلفوا اخذ بما یؤدی الی الحق ظاہرا وان اختلفوا علی رأی یحیی رأیہ عمل برأی نفسه ایضا لکن لا ینبغی ان یعمل الخ۔ محیط میں ہے۔ اتفقوا علی شئی ورأی القاضی بخلاف رأیہم ولا ینبغی ان یتراک رأی نفسه۔ معین الحکام میں ہے۔ فاذا اجتمع فقهاء البلد علی شئی وكان رأیہ علی خلاف ذلك فلا ینبغی ان یعمل بالحکم حتی ینکتب فیہ الی غیرہم و یشاورہم ثم ینظر الی احسن ذلك فیعمل بہ لان المشورۃ بالکتاب من العائب بمنزلة المشورۃ بالحطاب عن الحاضر فان خالف رأیہ رأیہم قضی برأی نفسه لان رأیہ اصوب عندہ و رأی غیرہ لیس بصواب یہ دلائل پر کلام تھا۔ رہا حکم فاقول وباللہ التوفیق اس میں تفصیل کثیر ہے معاملہ دائرہ دو قسم ہے شرعی یا اس کا غیر، یہاں شرعی سے مراد وہ امر ہے جس سے حکم و تحدید شرعی متعلق ہو اختیار مکلف پر نہ چھوڑا گیا ہو اور غیر سے وہ جسے شرع نے ہمارے اختیار پر رکھا ہے مثلا چاندی چاندی کے عوض بیچنے میں سادت لازم فرمادی ہے کسی بیشی کا اختیار نہیں اور سونا چاندی کے عوض بیچنے میں کوئی حد مقرر نہ فرمائی عاقدین کو اختیار ہے کہ پندرہ کی اشرفی ہزار روپیہ کو بیس دین خواہ ایک پیسے کو لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم تو پونڈ کی قیمت پندرہ روپے ہونا حکم شرعی نہیں لیکن روپے کو بدلے سو گیا رہ ہی اثنے چاندی ہونا حکم شرعی ہے۔ قسم اول میں پھر دو صورتیں ہیں کتب میں اس کا حکم مصرح ہے یا عادت جدیدہ ہے کہ اس کا حکم نصوص فقہی سے نکالنا محتاج نظر تفتق ہے پھر جب کا حکم مصرح ہے وہ ایک ہی حکم ہے جس سے تجاوز ناجائز یا دونوں طرح کے حکم ہیں اور مکلف کو رو ہے ان میں جس پر چلے عمل کرے پہلی صورت یہ کہ حکم واحد متفق علیہ ہو یا اگرچہ اختلاف ہے مگر قول راجح و مستد ایک ہی ہے خواہ یوں کہ فتویٰ ایک ہی جانب دیا گیا یا دوسری جانب کی ترجیح ان وجوہ پر کہ خادم فقہ جانتا ہے ضعیف و مضلل ہے بہر حال دو سرا قول ناقابل اخذ ہے فان الحکم والفتیاء بالقول المرجوح جہل و حقوق للاجماع در مختار عن تصحیح القدوری للعلامة قاسم اس صورت میں اسی حکم کا اتباع واجب ہے خواہ وہ رائے صدر ہو یا رائے اراکین کل یا بعض ہو یا سب کے خلاف ہو اذ لا حکم الا للہ مع الشریع المطہر اور دوسری صورت یہ کہ دونوں قول

بلا تریح آراہوں یا ترجیح دونوں طرف تنکا فی ہویہ صورت قسم دوم سے ملنطق ہے کہ ایسی حالت میں مکلف مختار ہے جس پر چار عمل کرے
در مختار میں ہے فی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسألة قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحد ہمارا المختار
کتاب القضاء میں ہے ومثله یقال فی المقلدین فیما لیرصر حوا فی الکتب بتوجیہ واعتمادہ اور جس کا حکم کتب میں نہیں
تو اب چار صورتیں ہیں یا تو صدر وراکین سب فقیہ متفقہ صاحب نظر و تصرفات صحیح ہیں یا صرف صدر یا صرف وراکین کل یا بعض یا کوئی نہیں
بہر حال اس میں جو ایسا نہ ہو اس کی رائے کا کچھ اعتبار نہیں صدر ہو یا رکن تو شکل چہارم میں صدر وراکین سب کی رائے امر شرعی میں ہل و
مطل ہے اگرچہ ایک ہی رائے پر متفق ہوں بلکہ ان پر فرض ہے کہ اہل علم فقیہ متفقہ کی طرف رجوع اور اس کے ارشاد پر عمل کریں قال اللہ تعالیٰ
فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ در مختار میں ہے۔ ولا یخولوا الوجود عن یمین ہذا حقیقۃ لا طنا و
علی من لوی یمین ان یرجع الی یمین لبراءۃ ذمتہ اور شکل دوم میں جبکہ صدر متفقہ اور وراکین جالی ہیں تو اس پر واجب ہے کہ
جو حکم وہ کتب معتبرہ سے بعد غور کا مل اور محض رائے سمجھا اس پر حکم دے راکین کی کثرت بلکہ اختلاف کا بھی اصلحا مانا نہ کرے الخ خود وراکین کو رد نہیں کرے اسکا خلاف یہ
کہ علم کا مقابلہ جہل سے ہوگا اور وہ جہل مرکب ہے قال تعالیٰ فلو تمنا جونی فیما لیس لکم بہ علم۔ اور شکل سوم میں صدر کی رائے
کوئی چیز نہیں پھر اگر وراکین میں جو متفقہ ہیں ایک رائے پر متفق ہیں اسی پر حکم کرے اور مختلف ہیں تو جسے ان میں افقہ وادرع سمجھے اس کا
اتباع کرے کما قد مناک عن المحيط والھندیۃ سراجیہ پھر تیسری صورت میں ہے اذا اختلف مفتیان فی جواب جاؤۃ اخذ
بقول افقہما بعد ان یکون اور عہما اور اگر تفرقہ میں متقارب اور ورع میں یکساں ہیں تو اب کثرت رائے کی طرف میل کرے
ان مظنۃ الاصابة فیہا اکثر عند من لا یعلم وهو اعذر لہ عند ربہ عزوجل اور اگر کثرت بھی کسی طرف نہ ہو مثلاً
چار تفرقہ ہیں دو ایک طرف دو ایک طرف تو جس طرف دل گواہی دے کہ یہ احسن یا احوط فی الدین ہے اس طرف میل اولی ہے ورنہ مختار ہے جس
پر چاہے عمل کرے اور اب یہ صورت قسم دوم کی طرف راجع ہو جائے گی معین الاحکام میں ہے ذکر الحسن بن زیاد فی ادب القاضی
لہ الجاہل بالعلم اذا استفتی فقیہا فافتاہ بقول احد اخذ بقولہ ولا یسعه ان یتعدی الی غیرک وان کان
فی المر فقیہان کلاہما سویان یاخذ عنہما فان اختلفا علیہ فلینظر ایہما یقع فی قلبہ انہ اصوبہما وسعہ
ان یاخذ بہ فان کانوا ثلثۃ فقہاء واتفق اثنتان اخذ بقولہما ولا یسعه ان یتعدی الی قول الثالث، رد المختار
میں ہے قال فی الفتح وعندی انہ لو اخذ بقول الذی لا یمیل الیہ قلبہ جاز لان ذلك الیل وعدمہ سواء الخ
اقول عارضہ ما ذکر الامام الحسن بن زیاد وهو من ائمتنا المجتہدین تلامذہ اما منا الاعظم فالأخذ بہ
اولی من بحث المحقق شکل اول میں صدر متفقہ کو اپنی رائے پر عمل چاہئے کثرت رائے خلاف پر نظر نہیں کما قد مناک عن معین الاحکام
والمحیط والعلمگیرتہ ہاں اگر وراکین میں کوئی اس سے افقہ وادرع علم ہے اور اس کے خلاف کے سبب اس کی رائے میں تو زلزل آگیا تو یہ ہے کہ
اس افقہ کا اتباع کرے خواہ اب بھی اپنی ہی رائے پر قائم رہے یہ صورت بھی قسم دوم سے ملنطق ہو جائے گی، محیط و ہندیہ میں ہے ان اشار
ذالك الرجل الی شیء ورأى القاضی بخلاف رأیة فالقاضی لا یتك رأی نفسه فان اتهم القاضی رأیة لمان ذلك
سے معین الاحکام سے مقابلہ نہ ہو سکا اندازہ سے عبارت بنا دی۔

الرجل افضل وافقه عندا لو قضي برأى ذلك الرجل ارجوان يكون في سعة من ذلك وان لم يتهم القاصي ربة
لا ينبغي له ان يترك رأى نفسه در مختار میں منقطع سے ہے۔ قطعے بار بار صوابا بالابنیر الا ان يكون غير اقوى في
الفقه ووجوه الاجتهاد فيجوز ترك رأيه برأيه۔ رد المختار میں ہے۔ لكن هذا اذا اتهم رأى نفسه ففي الهندية
عن المحيط ونقل ما ذكرناك بمعناه في احكام قسم اول کے تھے۔

قسم دوم میں یعنی جہاں جہاں شرعا سے اختیار دیا گیا ہے تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ انجن کسی وقف سے متعلق ہو اور یہ امر واپس
شرط واقف میں داخل۔ اس صورت میں جو شرط واقف کا مقتضی ہو اس پر عمل کیا جائے خواہ رائے صدر یا راکین یا بعض کے موافق ہو یا
سب کے خلاف کہ شرط واقف مثل نفس شارح واجب الاتباع ہے کا نصوصا علیہ الا فيما استثنته وهو مفصل في الاشباہ والغتر
وحواشی الذر وغیرھا۔ دوم چندہ سے اس کی کارروائی ہو اور امر واپس متعلق ہمال۔ اس صورت میں چندہ دہندوں کی رائے کا اتباع
ہے صدر و راکین ان کے خلاف اجازت صرف مال کے مختار نہیں لان المال في هذه الصورة لا يخرج عن ملك المعطين كما
حققنا في كتاب الوقف من فتا و لنا جیسے قسم اول سے دو صورتیں ملتی بقسم دوم ہوئی تھیں یو ہیں قسم دوم سے یہ صورتیں خارج
ہے قسم اول ہیں کہ بعارض وقف و ملک غیر ان میں جاب شرع سے تحدید ہوگی تخییر نہ رہی۔ سوم ان دونوں کے علاوہ یعنی وقف ہو تو امر
دائر کو کسی شرط واقف سے تعلق نہ ہو یا چندہ کا کام ہو تو امر واپس متعلق ہمال نہ ہو یا چندہ دہندوں کی طرف سے انجن کو اذن عام ہو حقیقتاً ہی تھا
قسم دوم ہیں یہاں اگر اس امر میں صدر ذی رائے نہیں اور راکین جیسے سوال میں ہے ماہرن جب تو ظاہر کر دہاں سے اپنی رائے پر وثوق
بے مسمی ہے غایت یہ کہ کسی خاص معاملہ میں کسی وجہ سے رائے راکین میں اسے کوئی شبہہ ہے تو اور متدین ماہروں سے تفتیش کر کے اطمینان
کر لے بالجملہ یہ صورت شکل سوم کے مقارب اور اصالتہ یہاں ویسی ہی طرز عمل مناسب یو ہیں اگر صدر خود بھی اس امر کا ماہر ذی رائے ہے
تو یہ صورت شکل اول کے مشابہ ہوگی مگر از انجا کسی طرف کوئی مطالبہ شرعی نہیں بہر صورت یہاں مصلحت صدر کو یہی مناسب ہے کہ کثرت رائے
پر عمل کرے کہ باعث وحشت و بدولی راکین و بد انتظامی مجلس نہ ہو طما نے تشریح مشورہ و نزول کریمہ و مشاورہ و فی الامر کی
ایک مصلحت یہ بھی لکھی ہے ۴۴ معالم میں ہے۔ قال قتادة ومقاتل كانت سادات العرب اذا لوتشاور في الامر
شق عليهم فامر الله تعالى بنبيه صلى الله تعالى عليه وسلم ان يشاوره فان ذلك اعطف لير و اذهب
لاصغانهم و اطيب لنفوسهم اور شك نہیں کہ ابتداء ترک مشورہ میں وہ ایچاش نہیں جو بعد مشورہ رائے اکثر پر عمل نہ کرنا
میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بشر والانتصر و اہاں اگر خلاف میں کوئی مصلحت اس مصلحت سے اعظم اور
اس کے ترک میں کوئی مفسدہ اس مفسدہ سے اشد ہو تو من ابتلی ببليتين اختار اهو نهما بر عمل کرے هذا كله ما ظهر لي اخذنا
من كلما تهم و ارجوان يكون منتهى المقال في هذا المقام وباللہ التوفيق۔

تنبیہ :- کسی امر کو قسم دوم سے ٹھہرانے میں احتیاط بلیغ و نظر غائر در کا ہے، مسلمانوں کے کم کام ایسے نکلیں گے جنہیں شرع مطہر کی طرف سے
ابتداءً خواہ بوجہ عارض کوئی تحدید نہ ہو اب یہیں دیکھئے کہ خالص قسم دوم میں طبائع اکثر اہل زمانہ کے سبب تنفیہ کا اندیشہ پیدا ہو کر ایک

عہ اصل کی عبارت ٹھہری نہ جاسکا، پھر بھی مطلب میں خلا نہ ہو۔

تجدید شرعی نکل آئی تو حکم کے لئے علم و فہم کامل سے چارہ نہیں اور حق یہ کہ مسلمان بے علم دین ایک قدم نہیں چل سکتا اللہ عزوجل علم دے اس پر
علم دے اس کو قبول فرمائے بجاہ حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی آلہ وصحبہ اجمعین والحمد لله رب العالمین
والله سبحانه و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ریاست رامپور محلہ میلا تالاب مسئلہ مولوی ہدایت الرسول صاحب ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں عمرو نے پختہ مکان بنایا جس کا دروازہ شارع عام پر واقع ہے اس مکان پر
بالا خانے بھی تیرے ان بالا خانوں میں اسی شارع عام کی طرف چار چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں بھی ضرور رکھی ہیں اسی سمت میں شارع عام سے
ناصلہ پر بجر کا مکان واقع ہے۔ ان کھڑکیوں کی وجہ سے بجر کو اپنی بے پردگی کی نساکیت واقع ہوئی اور اہل محلہ سے کہا کہ ان کھڑکیوں کے سامنے
آؤ کر اوپنا چائے جس سے ہمارے مکان کا سامنا نہ رہے۔ عمرو نے اہل محلہ کے کہنے سے ان روشندانوں پر جستی چادر سے ایسا سائبان
ڈال دیا کہ سوائچے کی سڑک کے اور کچھ نظر نہیں آتا پھر روشندانوں میں لوہے کی سلاخیں لگا دیں اور انگوٹوں سے خوب مضبوط جڑوا دیا
کہ کسی طرح وہ چادر اٹھ نہ سکے اب بحالت موجودہ ان سے کسی کے مکان کا سامنا مطلقاً نہ رہا یہ سب کچھ کر کے بجر کو دکھایا گیا جس کا بھی
اچھی طرح جا چکر بجر نے اہل محلہ کے سامنے اپنی رضامندی ظاہر کی اور تراضی طرفین وہ کھڑکی ناروشندان قائم ہو گئی جو عرصہ ۳ برس سے
ہرستور قائم ہیں فی الحال بجر نے ایک بخش تازہ کی وجہ سے ان سے سالہ قائم شدہ روشندانوں کی مسدودی کا دعویٰ اس بے اصل اور غلط
واقعہ اظہار پر کیا ہے کہ مذکورہ کھڑکیوں کے سائبان اٹھا کر اس کے مکان کی بے پردگی کی جاتی ہے حالانکہ وہ سائبان مطابق بیان بالا
ہنایت مضبوط جڑے ہوئے ہیں جن کا اٹھانا ناممکن ہے چنانچہ اس کا معائنہ حاکم عدالت کو بھی کر دیا گیا ہے اور نیز اگر موجودہ استحکام سے
اور کوئی زیادہ استحکامی حالت تجویز کی جائے تو عمر و اس کے لئے بھی تیار ہے۔ عرض یہ ہے کہ بجر اندر سے سائبان اٹھا کر جھانکنے کا وہم
بے اصل رنج کرے۔ اس واقعہ صحیحہ کو عرض کر کے امیدوار حکم شرعی کا ہوں، مینواتو جروا۔

الجواب۔۔ جب صورت واقعہ یہ ہے کہ سوال میں مذکور ہوئی تو اس صورت میں بجر کا دعویٰ محض باطل و نامسموع اور ہائے
ائمہ متقدمین و متاخرین کے اجماع سے مردود و مدفوع ہے ہمارے جمیع ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اصل مذہب تو یہ ہے کہ ہر شخص
اپنی ملک خالص میں جس سے دوسرے کا حق متعلق نہ ہو ہر قسم تصرف کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ اس سے بالبتبع دوسرے کا ضرر لازم
آتا ہو بہت اکابر نے اسی پر فتویٰ دیا، درختار میں ہے ظاہر الروایۃ عدم المنع مطلقاً و بہ افتی طائفۃ کالامام
ظہیر الدین وابن الشحنة والدادہ و رجحہ فی القمع و فی قسمة المخبئ و بہ یفتی و اعتمده المصنف
ثمہ فقال وقد اختلف الافتاء و ینبغی ان یعول علی ظاہر الروایۃ۔ بحوالہ ائق میں ہے۔ و ذکر العلامة
ابن الشحنة ان فی حفظہ ان المنقول عن ائمتنا الخمسة ابی حنیفہ و ابی یوسف و محمد و زفر و الحسن بن
زیاد انه لا ینبع عن التصرف فی ملکہ وان اضربجارہ قال وهو الذی امیل الیہ و اعتمده و افتی بہ تبعاً للوالدی
شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں فرمایا والوجه لظاہر الروایۃ اور معلوم ہے کہ فتویٰ جب

مختلف ہوتے ظاہر الروایت پر عمل واجب ہے کافی البحر والخیرة ورد المختار وغیرہا عمارة الاسفار اس تقدیر پر تو دعویٰ سب سے بے بنیاد ہے مگر متاخرین نے بنظر مصلحت و حدیث لاضرر ولا ضرار رواہ احمد من ابن عباس وابن ماجہ عنہ ومن عبادة رضى الله تعالى عنهم بنہ حسن بطور استحسان و دفع ضرر بین پر نظر کی ہے اقول غیر فقیہہ اس سے یہ گمان کرتا ہے کہ بتین کے معنی ہیں ظاہر و واضح تو کیسا ہی ضرر کسی حالت میں ہو جبکہ خفی نہ ہو مالک کو اپنی ملک میں تصرف سے باز رکھنے کا پروا نہ ہے حالانکہ یہ محض وہم و سوئے فہم ہے شرع مطرنے ملک کی وضع اطلاق تصرف کے لئے فرمائی ہے مالک کو اس کی ملک میں تصرف سے روکنا کیا ضرر نہیں اور حدیث فرماتی ہے لاضرر ولا ضرار تو کیا وجہ ہے کہ مطلقاً دوسرے کے ضرر کو خود مالک کے ضرر پر ترجیح دی جائے حالانکہ یہ ترجیح بلا مرجع بلکہ بارہا ترجیح مرجوح ہے کہ مالک صاحب حق ہے اور صورت یہ مفروض ہے کہ دوسرے کا اس ملک سے حق متعلق نہیں کما فی السفل لرجل العلو لاخر۔ ایک شخص کے مکان میں نہایت وسیع سایہ دار گنجان درخت ہے اس کے برابر ایک تخت کا گھر ہے جس پر سایہ اس درخت ہی کا ہے بلاشبہ اس کے قطع میں جار کا اضرار ہے مگر ہرگز مالک اس سے ممنوع نہیں ہو سکتا فتح القدیر و جامع الفصولین میں فرمایا واللفظ للجامع رجل له شجرة يستظل بها جارة ارضه فقلعها لا يمنع منه ولو تضرر به جارة اذرب الشجرة بالقلع يمنع عن الانتفاع بملكه فادم نقه سمجھتا ہے کہ یہاں چار شرطیں ہیں جن کے اجتماع سے وہ ضرر بین متحقق ہوگا شرط اول وہ ضرر کثیر فاحش ہو یعنی دار جار کو گرا دے یا بالکل قابل انتفاع نہ رکھے دیوار کمزور کرنا اول میں داخل ہے اور حاجت اصلیه سے باز رکھنا دوم۔ محقق نے فتح میں فرمایا قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاضرر ولا ضرار لا شاك انہ عام مخصوص للقطع بعدم امتناع كثير من الضرر كالتعارير والحدود ومواظبة طبخ ينتشر به دخان قد ينجس في خصوص اماكن فيتضرر به جيران لا يطبخون لفقيرهم خصوصا اذا كان فيهم مريض وكما ريناك من التضرر بقطع الشجرة المملوكة للقاطع فلا بد ان يحمد على خصوص من الضرر وهو ما يؤدى الى هدم بيت الجار ونحوه من الضرر الفاحش والحاصل ان القياس ان يفعل صاحب الملك ما يؤول له مطلقا لانه يتصرف في خالص ملكه وان كان يلحق الضرر بغيره لكن يترك القياس في موضع يتعدى ضرورة الى غيره فزافا فاحشا وهو المراد بالبين وهو ما يكون سببا للهدم وما يوهن البناء سبب له او يخرج عن الانتفاع بالكلية وهو ما يمنع من الحوائج الاصلية كسد الضوء بالكلية واختاروا الفتوى عليه واما التوسع الى منع كل ضرر ما فيسد باب الانتفاع بملك الانسان كما ذكرنا قريبا اسی طرح عقود در یہ میں حواشی ایشباہ علامہ پیری زادہ سے ہے شرط دوم اس ضرر میں اس کا فعل مستقل ہو فعل جار کو اس میں دخل نہ ہو ورنہ اصلا لما نہ ہوگا مثلاً اس کی چھت سے جار کے زانہ کا سامنا نہیں مگر زانہ کے پاس کوئی باغیچہ یا اور مکان ہے اس کا سامنا ہے یا اس کی چھت سے جار کی چھت ملتی ہوئی ہے اور آڑ نہیں کہ عورتیں اس باغیچہ یا اپنی چھت پر آئیں اور یہ اپنی سقف پہ جائے تو بے پردگی ہو یہ ضرر میں محسوب نہیں کہ زانہ کا سامنا نہیں عورتیں اسی جگہ کیوں آئیں یہ جار کا فعل ہوا نتیجہ الحادیہ میں ہے لزید طبقة فیہا طاقة

مقابلة لقصر والسواق في دار جارة عمرو قام عمرو يكلفه سد الطاقة زاعما انها تشرف على القصر و
السواق المذكورين والحال انهما يسا محل قرار سائده وجلوسهن بل محله سفلى الدار ليس له تكليفه
بذلك. فتاوى امام فقيه ابوالليث رحمه الله تعالى پھر فتح القدير وجامع الفصولين میں ہے۔ واللفظ له
لو لا يقع بصره في دار جارة ولكن يقع بصره عليهم لو كانوا في السطح لا يمنعها اذا استويا في الضرر لانه
ان كان يقع بصره عليهم يقع بصرهم عليه ايضا في السطح. اسی طرح وجز کردی میں ہے شرط سوم وہ
ضرر ثابت و متحقق ہو محتمل و متوقع معتبر نہیں مثلاً چھت کے قریب بلند دیوار میں ناہدان ہیں کہ اگر سیڑھی لگا کر اوپر چڑھ کر جھانکے تو
ہمایہ کے زمانے کا سامنا ہو اس کا اعتبار نہ ہوگا اور وہ روشن دان بند نہ کئے جائیں گے عقود الدریہ میں ہے سئل فی رجل له قاعة
رفیعة البناء ملاصقة لدار جارة ففتح فی اعلاها بالقرب من سقفها فتمرتین للضوء فقط لیس فیها
اشراف علی حریر الجار الا بالصعود الیها بسلم عال قام جارة الآن یکلفه سد هابدون وجه شرعی
فهل یمنع الجار من ذلك الجواب نعم شرط چھارم وہ ضرر نامکن الاحتراز ہو یعنی جس تصرف سے پیدا ہوا ہے اسکے
اذالہ کے اور کوئی چارہ کار نہ ہو ورنہ منع تصرف لازم نہ ہوگا، بحر الرائق میں کتاب الاستحسان امام ابو بکر رازی سے ہے الدار اذا
كانت مجاورة للدار وصاحبهان یبني فیها تنورا للخبر الدائم كما یكون فی الدكاكين اور حی
للطحین اومدقات للقصارین لم یجز لان ذلك یضر بحیرانه ضررا فاحشا لا یمكن التحرز عنه
فانه یاتی منه الدخان الكثير الشدید وورسی الطحن وودق القصارین یوهن البناء بخلاف الحمام
لانه لا یضر الا بالندوة و یمكن التحرز عنه بان یبني حائطا بینہ و بین جارة و بخلاف الثنور لصغیر
المعتاد فی البیوت جب یہ اصل منع ہو لی مسئلہ دائرہ کی طرف چلے یہ تو پہلے معلوم ہو لیا کہ ہمارے جملہ ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کے مذہب ہندب صحیح مرجع پر تو دعویٰ بکر سب سے بے بنیاد ہے اور بہت اکابر اس صورت کو فتوئے متاخرین سے بھی جدا
مانتے ہیں اور اس پر وہی اصل حکم ائمہ جانتے ہیں کہ بالا خانے میں دروازہ و در کچھ نکالنے سے اصلا منع نہ کیا جائیگا جس کی بے پردگی
ہو وہ اپنا پردہ بنالے اپنی دیوار اونچی کر لے امام عماد الدین نے فضول میں باآئکہ قول متاخرین اختیار کیا اس مسئلہ میں عدم منع ہی
کو مؤید فرمایا اور محقق علی الاطلاق نے اسے مقرر رکھا فتح میں بعد نقل مسئلہ مذکورہ فتاویٰ امام سمرقندی فرمایا قال فی فضول العباد
وعلی قیاس المسئلة المتقدمة وهي ان لا یمنع صاحب الساحة من ان یفتح صاحب العلو کوة ینبغی ان
یقال فی هذه لیس للجار حق المنع من الصعود وان كان بصره یقع فی دار جارة الا تری ان محمد ارحمه الله
تعالى لم یجعل لصاحب الساحة حق منع صاحب البناء عن فتح الكوة فی علوه مع ان بصره یقع فی الساحة
کتاب الحیطان امام حسام شہید و بحر الرائق و خلاصہ و وجیز کردی و انقرویہ و غیر ہا میں ہے لو فتح صاحب البناء فی علو بنائه
بابا او کوة لا یبلی صاحب الساحة منعه بل له ان یبني ما یتوجهته عدة ارباب الفتویٰ میں ہے رجل

وکل وکیلا عن زوجته باع لها قطعة ارض لجاره له ان يفتح طيا قاطعة على حوش الموكلة المذكورة وليس لها ان تمنعه فان استضرت منه تبني جدارا في ارضها اه لمضمان کے حکم سے بھی بکر کو کچھ اختیار دعوی نہیں۔ رہا قول مضرت وغیرہا جس میں اس صورت کو داخل فتوے متاخرین مانا اور بے شک ہمارے بلاد میں یہی اوفق وارفق ہے اس قول پر بھی بکر کو اصلا راہ دعوی نہیں کہ جب ان پر جنت کے سابقان جرطہ وا دئے جن کے بعد صرف سڑک کا سامنا رہا تو ضرر کثیر فاحش و درکنار سرے سے بکر کا ضرر ہی نہ رہا اس قول میں یہ ہے کہ اذا كانت الكوة لنظر وكانت الساحة محل الجلوس للنساء يمنع وعليه الفتوى يهاونہ کہ نظر آتا ہے محل جلوس زنان نہیں سڑک ہے اور وہ کہ محل جلوس زنان سے نظر نہیں آتا تو نہ دیکھ دیکھ نظر ہوا نہ محل محل سارہ عقود الدرہ میں ہے سئل في رجل له طبقة في داره لها ثلاث شبابيك مطلات على الشارع فقط قام رجل من اهل المحلة يعارضه في الشبا بيك المذكورة فهل ليس له معارضة في ذلك الجواب نعم بالجملہ صورت مسؤلہ میں دعوی بکر ہمارے ائمہ متقدمین و علماء متاخرین کسی کے قول پر اصلا قابل سماعت نہیں نیز بیان مذکور سے ظاہر ہو کہ اس حالت میں اس کا اسناد چاہنا شرط چہارم سے مردود ہے کہ ضرر ممکن التخرز تھا اور اس کا چارہ کار مردنے کر دیا جسے حسب بیان سائل بکر نے بھی قبول کیا اور تین سال تک اس پر راضی رہا اور یہ گمان کہ اگرچہ سابقان قبضوں سے جرطہ دئے گئے مگر قبضے اکھڑا سکتے ہیں اور ایسا کیا تو پھر بے پردگی ہوگی شرط سوم سے مردود ہے کھلے ہوئے طاقتے تک سیر بھی لگا کر چرٹا بنا آسان ہے یا جرطہ ہوئے قبضے اکھڑ کر سابقان اٹھا دینا جب اس صورت کا احتمال قریب سموع نہ ہو ایہ احتمال بعید کیوں کر سموع ہو سکے گا اور اگر ایسے محل احتمالات مان لئے جائیں تو دریچے مٹی یا چو کوں سے بند کر دینا کیا نافع ہوگا جو مضبوط جرطہ ہوئے قبضے اکھڑ کر سابقان اٹھا دے گا کیا وہ مٹی کی چھاپ میں روزن نہیں کر سکتا یا ایک آدھ چوکا نہیں کھا سکتا بلکہ غالباً یہ اس سے آسان تر ہوگا تو دعوی اسناد محض تعنت ہوا اور متعنت کا دعوی سموع نہیں ہو سکتا یہ تو حکم ہے۔ رہا بکر کا وہم اس کا علاج اور نیز اس سے زیادہ استحکام کے سوال کا جواب وہی ہے جو محرر مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الاصل میں باب قسمة الدار سے کچھ پہلے فرمایا کہ فتح صاحب البناء في علو بناؤه بابا لم يكن لصاحب الساحة منعه ولصاحب الساحة ان يبني في ملكه ما يستوي عمره و اجازت دیجائے کہ اپنے دریچوں پر سے سابقان بالکل اتار کر دریچے پورے کھول دے اور بکر سے کہا جائے کہ تو اپنے مکان کا پردہ بنالے کہ عمر کو اس پر اینٹیں نکال کر بھانکنے کا قابو نہ ہوگا اور بے پردگی کا وہم جاتا رہے گا اور اگر اب بھی اندیشہ ہو کہ بکر نے اپنی دیوار اونچی کی تو عمر و اپنے مکان کو سہ منزل کر کے اس میں دریچے نکالے گا اور پھر بے پردگی ہوگی تو قاطع ہرگز وہم پر ہے کہ بکر اپنے صحن پر جنت کی چادریں ڈال کر پاٹ لے کہ پھر عمر و تو عمر و آسان کی نظر سے بھی محفوظ ہو جائے گا ولا حولہ ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ تعالیٰ علی شیدنا و مولینا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسالة

الهيئة الاحمدية في الولاية الشرعية والعرفية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سؤال :- از گورٹا ضلع راولپنڈی مرسلہ قاری عبدالرحمن صاحب ،

جناب عالی مدظلہ العالی ان دونوں فتووں کی نسبت جناب کی کیا رائے ہے یعنی واقعی غیر مسلم مسلمانوں کا قاضی ہو سکتا ہے جیسا کہ مفتی عبداللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ والتسليم (تقل فتویٰ مطبوعہ مستشار العلماء)

سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء ضعیفہ اس بات میں کہ ہندوستان میں بیج عدالت دیوانی کا جو انگریز ہو شرع محمدی کے بموجب قاضی ہے یا نہیں۔ بیوا توجروا۔

الجواب :- حنفی مذہب کی رو سے ملک ہندوستان کی موجودہ حالت میں دیوانی عدالت کا بیج مسلم بمنزلہ شرعی قاضی کے ہے اور اس کے فیصلے اسی طرح شرعاً قابل نفاذ ہوں گے جس طرح ایک مسلمان قاضی کے ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ فیصلے مذہب اسلام کے مطابق اور شریعت محمدی کے موافق ہوں۔

ثبوت :- حنفی مذہب کی کتابوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا منصبی فرض اور بیعت قاضی ہونے کے اسکا اصلی کام یہ ہے کہ وہ بذریعہ اس طاقت اور قوت کے جو بادشاہ کی طرف سے اسے حاصل ہو عام اس سے کہ وہ بادشاہ مسلم ہو یا غیر مسلم حقدار کی حق رسی کر دے جبکہ اس کا حقدار ہونا اسلامی احکام اور شرعی قوانین کے مطابق ثابت ہو پھر یہ ثبوت قاضی کو خود اپنے علم سے حاصل ہو یعنی جبکہ وہ خود اسلامی مسائل اور شرعی احکام سے پورا واقف ہو یا یہ بات بذریعہ کسی لائق مفتی کے فتویٰ دیتے کے اسے حاصل ہو یعنی جبکہ وہ خود اسلامی مسائل اور شرعی احکام سے واقف نہ ہو، شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی فرماتے ہیں فالصحيح ان اهلية الاجتهاد بشرط الاولوية فاما تقليد الجاهل فصحیح عندنا خلافا للشافعي رحمه الله وهو يقول ان الامر بالقضاء يستدعي القدرة عليه ولا تدرية دون العلم ولنا انه يمكن ان يقضى بفتوى غيره

عہ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی سید عبدالسلام، ۲۹ جون جمع کردہ لطیف الرحمن سبکن کرناں متعلق ابطال وقف نواب عظمت علیخان جاگیر دار کرناں جن کو ڈپٹی کمشنر کرناں نے بیعت بیعت بیج دیوانی حکماً مجبور کر دیا تھا اس کے بعد انھوں نے وقفنامہ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۰۸ء رجسٹری شدہ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۸ء لکھا اس فتوے میں یہ ثبوت دینا چاہا ہے کہ بیج انگریز قاضی شرع ہے اور اس کے احکام مثل قاضی شرع ثابت احکام شرعیہ ہیں اس کے ساتھ دوسرا فتویٰ اسی مستشار العلماء کا چھپا ہے کہ جب بیج قاضی شرع ہے اور قاضی کا حجر جائز تو عظمت علیخان مجبور ہو گئے اور وقف باطل ہے ۱۶

ومقصود القضاء يحصل به وهو ايصال الحق الى مستحقه، هداية جلد ۶ ص ۳۶۰ - محقق شيخ ابن الهمام فرماتے ہیں
وقد اختلف في قضاء الفاسق فاكثر الامة على انه لا تصح ولايته كالشافعي وغيره كما لا تقبل مهادته
وعن علماء الثلاثة في النوازل مثله لكن الغزالي قال اجتماع هذه الشروط من العدالة والاجتهاد وغيرها
متعذر في عصرنا الخلو العصر عن المجتهد والعدل فالوجه تنفيذ قضاء كل من ولاية سلطان ذو شوكة
وان كان جاهلا فاسقا وهو ظاهر المذهب عندنا فلو قلنا الجاهل الفاسق صح ويحكم بفتوى غيره
فتح القدير جلد ۶ صفحہ ۳۵۷ - نیز محقق موصوف فرماتے ہیں فالصحيح انها ليست شرطا للولاية بل
للاولوية فاما تقليد الجاهل فصحيح عندنا ويحكم بفتوى غيره خلافا للشافعي ومالك و
احمد وقولهم رواية عن علماءنا نص محمد في الاصل ان المقلد لا يجوز ان يكون قاضيا ولكن
المختار خلافه قالوا القضاء يستدعي القدرة عليه ولا قدرة بدون العلم قلنا يمكنه القضاء بفتوى
غيره ومقصود القضاء وهو ايصال الحق الى مستحقه ورفع الظلم يحصل به فاشترطه ضائع فتح
القدير جلد ۶ صفحہ ۳۵۹. كتاب فتاوى عالمگیری میں ہے ويكون من اهل الاجتهاد والصحيح ان اهلية
الاجتهاد شرط الاولوية كذا في الهداية حتى لو قلنا جاهل وقضى هذا الجاهل بفتوى غيره يجوز
كذا في الملتقط جلد ۳ صفحہ ۳۰۳ عبدالرحمن آفندي مجمع الانهر شرح بلقي الا بحر میں فرماتے ہیں وفي الثماني اجتماع هذا
الشروط من الاجتهاد والعدالة وغيرهما متعذر في عصرنا الخلو العصر عن المجتهد والعدل فالوجه
تنفيذ قضاء كل من ولاية سلطان ذو شوكة وان كان جاهلا فاسقا جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ علامہ ابن عابدین
كتاب رد المحتار میں فرماتے ہیں قوله والفاسق اهلها سيأتي بيان الفسق والعدالة في الشهادات وافصح
بهذه الجملة رفا لتوهم من قال ان الفاسق ليس باهل للقضاء، فلا يصح قضاءه لانه لا يومن
عليه لعنفه وهو قول الثلاثة واختاره الطحاوي قال العيني وينبغي ان يفنى به خصوصاً في هذا الزمان
اه اقول لو اعتبر هذا الاسناد باب القضاء خصوصاً في زماننا فلذا كان ما جرى عليه المصنف هو
الاصح كذا في الخلاصة وهو اصح الاقوال كما في العاوية نهر جلد ۴ صفحہ ۳۳۳ نیز علامہ موصوف فرماتے ہیں
ثاني في الجروبه علم ان تقليد الكافر صحيح وان لم يصح قضاءه على المسلم حال كفره اه وهذا صحيح
لرواية صحة التولية اخذ من كون الفتوى على انه لا ينزل بالردة خلافا لما مشى عليه المصنف في
باب التحكيم من رواية عدم الجواز وفي الفتح قلنا عبد فعتق حيا قضاءه بتلك الولاية فلا حاجة
الى تجديد بخلاف تولية صبي فادرك ولو قلنا كافر فاسلم قال محمد هو على قضاائه فصار الكافر
كالعبد والفرق ان كلا منهما له ولاية وبه مانع وبالعتق والاسلام يرتفع اما الصبي فلا ولاية

له اصلارد المختار جلد ۴ صف ۳۲۹۔ نیز فرماتے ہیں فی الخانیة اجمعوا انه اذا ارتشى لا یبغذ قضاءه فیما ارتشى فیہ احد قلت حکایة الاجماع منقوضه بما اختاره البزدوی واستحسنه فی الفتح وینبغی اعتناء بالضرورة فی هذا الزمان والابطلت جمیع القضا یا الواقعة الآن لانه لا یخلو قضیة عن اخذ القاضی الرشوة المسماة بالمحصول قبل الحکوم وبعده فیلزم تعطیل الاحکام وقد مر عن صاحب النهر فی ترجیح ان الفاسق اهل للقضاء انه لو اعتبر العدالة لا سنداد باب القضاء فکذا یقال ههنا رد المختار جلد ۴ صف ۳۳۵ علامہ جمال الدین زلیخی بجواب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حکے نزدیک جاہل کی قضاء درست نہیں ہے فرماتے ہیں ولنا ان المقصود ایصال الحق الی المستحق وهو یحصل بالعمل بفتوی غیره تبیین الحقائق جلد ۴ صف ۱۷۶ شیخ الاسلام علامہ الدین حفصی در مختار میں فرماتے ہیں ویجوز تقلید القضاء من السلطان العادل والجاؤ ولو کافر اذکره مسکین وغیره الا اذا کان یمنعه عن القضاء بالحق فیحرم جلد ۴ صف ۳۳۹ علامہ شامی کتاب رد المختار میں فرماتے ہیں قوله ولو کافر فی التارخانیة الاسلام لیس بشرط فیہ ای فی السلطان الذی یقلد جلد ۴ صف ۳۳۹ روایات مندرجہ بالا میں سے روایت نمبر ۱ و ۳ و ۸ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا فرض منصبی یہی ہے کہ حقدار کی حق رسی اور مظلوم سے رفع ظلم کر دے جس کے لئے اس کے عالم ہونے کی ضرورت ہے اور نہ مفتی پر بیزگار ہونے کی اگر خود عالم ہو تو پھر ورنہ دوسرے کے فتویٰ دینے سے اپنے اس غرض کو پورا کرے گا اور ظاہر ہے کہ ایسا کرنا طاقت کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے جو بادشاہ وقت کا عطیہ ہوا، روایت نمبر ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی میں علم اور اتقا کی شرط اس لئے چھوڑ دی گئی ہے کہ ایسے قاضی کا ملنا جو عالم ہو اور علم کے ساتھ اتقا بھی رکھتا ہو مشکل اور سخت مشکل ہے روایت نمبر ۸ و ۶ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علم اور اتقا کی شرط مان لی جائے تو فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا، روایت نمبر ۸ سے بالخصوص یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ رشوت لے کر فیصلہ کیا ہوا باوجود بالاجماع باطل ہونے کے متاخرین نے اس لئے جائز اور نافذ مان لیا ہے کہ ایسا نہ کرنے میں فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہوا جاتا ہے کیونکہ قاضی غیر مرتشی کا وجود ہی عقلمند ہے روایت نمبر ۱۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا کا عہدہ اور اس کے اختیارات دینے کے لئے دینے والے بادشاہ کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے روایت نمبر ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم میں قاضی ہونے کی کافی لیاقت ہے اگرچہ مسلمانوں پر اس کے احکام نافذ نہیں ہوتے جب روایات مندرجہ بالا سے معلوم ہو گیا کہ قاضی کے لئے علم اور پربیزگاری کی شرط کو فقہائے متاخرین نے اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ اس کے ملنے سے فیصلوں کا دروازہ بند ہو جائے گا تو ظاہر ہے کہ ملک ہندوستان میں اسلام کی شرط ماننے سے بھی فیصلوں کا دروازہ بند ہو جائے گا اور مسلمانوں کے لئے یا کم از کم اسی جگہ کے مسلمانوں کے لئے جہاں کا قاضی رنج، مسلمان نہ ہو حق رسی کی کوئی صورت نہیں رہے گی کیونکہ گورنمنٹ کو تمام اہل مذاہب سے یکساں تعلق ہے اور اس لئے مسلمان قاضی مقرر کرنے کی پابندی نہیں ہو سکتی تو جس جگہ کا قاضی علم طبع میں احمد تھا نصیح میں احمد بنایا اور صبح ۵۱ ہے ۱۲ علم صبح حصفی ہے حسن کیفا کی طرف نسبت ۱۲۔

مسلمان نہ ہو گا وہاں یہ شکل ضرور پیدا ہوگی اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حقدار کی حق رسی کی طاقت اور اس کا عمل میں لانا جو منصب
تقضا کا اصل مقصود ہے جس طرح ایک مسلمان سے باوجود عالم پوزیشن گار نہ ہونے کے ممکن ہے اسی طرح ایک غیر مسلم قاضی سے بھی ممکن
ہے لہذا اس ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ ہر جگہ مسلمان قاضی کا ملنا متعذر اور سخت مشکل ہے نیز اس بات کو کہ تقضا کی اصل غرض
ایصال حق کے حاصل ہونے میں مسلم اور غیر مسلم دونوں یکساں ہیں شرعاً یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ملک ہندوستان میں دیوانی عدالت کا
نہج بموجب شرع محمدی کے قاضی ہو سکتا ہے عام اس سے کہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور مسلم ہونے کی شرط کا اسی ملک محدود ہونا ضروری
ہے جہاں اسلامی گورنمنٹ ہو ہذا اما استقر علیہ رائی واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ العبد المذنب المفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

صحیح الجواب

الجواب معصیب

محمد اکرام الحق

محمد حسن عفی عنہ

احمد علی عفی عنہ

الجواب نعم الجواب محمد یار عفی عنہ امام مسجد طللی لاہور نقبلہ

الجواب صحیح

محمد عمر خاں عفی عنہ

قد اصاب من اجاب

الجواب صحیح

محمد عالم مدرس حمید یہ

علامہ رسول مدرس مدرسہ حمید یہ

اس زمانے میں نہج کو بشرطیکہ وہ موافق شرع کے حکم دے بضرورت قاضی کا حکم دیا جاسکتا ہے

محمد لطف اللہ ہر سابق مفتی حیدرآباد وکن ساکن علی گڑھ ۱۹۹۲ء ۱۲ مئی

الجواب صحیح محمد امانت اللہ غفر اللہ مدرس مدرسہ اسلامیہ علی گڑھ ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء

اظنہ صحیحاً ولعل اللہ یحدث بعد ذلك امراً الفقیہ محمد ابراہیم عفی عنہ نبردار کرنال و قاضی تحصیل کرنال نقلم خود

۲۶ جون ۱۹۱۲ء

ا.جواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ لا ولی سواہ والصلاة والسلام علی من بعدہ
والکلم علی الاولی بالمؤمنین من انفسہم و علی آلہ وصحبہ و اولیائہ و حزبه اجمعین آمین۔

مولانا! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ فقیران فتووں کی نسبت اس سے بہتر کیا کہہ سکتا ہے جو حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
نے حدیث اذا وسد میں ارشاد فرمایا رواہ البخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فتوے محض اجتہاد پر مبنی ہیں اور
اجتہاد بھی وہ جو آنحضرت ابوحنیفہ و شافعی و کنار ابو بکر صدیق و عمر فاروق کو بھی بیسر نہ ہوا نہ ہو سکتا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
یعنی نص قطعی قرآن عظیم کے مقابل محض بے اصل و محض جامع قیاس بے اساس نسأل اللہ العفو والعافیة تحقیق حق کیلئے
تہمید چند مقدمات سو مند فاقول وباللہ التوفیق مقدمہ اولی حقیقت امر یہ ہے کہ ولایت مجرہ جس کی تعریف ہے تنفیذ

القول علی غیورہ مشاء او ابی دو قسم ہے عوفیہ و نبویہ کہ بادشاہ کو رعایا حکام کو محکومین پر ہوتی ہے اسی کے سبب سلاطین کو دایا ملک کہا جاتا ہے اور شرعیہ و بینہ کو حقیقتہ اللہ عزوجل پھر اس کی عطیہ سے اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے جس کی حقیقت ذاتیہ کا بیان اس آیہ کریمہ میں ہے ما لہم من دونہ ولی اور حقیقت عطایہ کا بیان اس آیہ کریمہ میں البنی اولی بالمومنین من انفسہم اور دونوں کا جمع اس آیہ کریمہ میں وما کان لمؤمن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امران یکون لہم الخیرۃ من انفسہم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ذللاً مبیناً پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریح و تفویض و انابت سے اُسے ہے جسے انہوں نے جہنی بات میں اپنی ولایت اصلہ سے اختیار ظلی عطا فرمایا ما ذون مطلق کو مطلق اور ما ذون امر خاص کو اس امر خاص میں جس کا بیان کریمہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح اور کریمہ واسموا طیعوا میں ہے اور ان انواع تثنیہ یعنی ذاتیہ و عطایہ و ظلیہ کا اجتماع اس کریمہ میں اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اقول یہی سر ہے کہ نوع دوم پر اطیعوا مکرر آیا کہ ذاتیہ و عطایہ دو حقیقتیں ہیں اور نوع سوم کو اسی اطیعوا دوم کے نیچے مندرج فرمایا کہ ظل اصل سے جدا کوئی حقیقت نہیں رکھتا مقدمہ دوم دونوں ولایتوں میں بحسب مناشی و تناج و لوازم و مقاصد جو فرق ہیں ان کی بہت تعبیرات ہیں (۱) ولایت عرفیہ غلبہ و استیلا سے حاصل ہوتی ہے اور شرعیہ ببطائے شرع (۲) عرفیہ ملکی مسئلہ ہے اور شرعیہ مذہبی و دینی (۳) عرفیہ مقصد سلاطین ہے اور شرعیہ مقصود خاص و بن (۴) عرفیہ عالم اسباب میں احکام تکونینہ الہیہ کا آلہ ہے یعنی کن لانتکن یہ امر واقع ہو یہ نہ ہو اور شرعیہ احکام تشریحیہ الہیہ کا مثلاً کن مکن یہ کرو یہ نہ کرو (۵) عرفیہ تصرفات کے ثمرات حسیہ کی ثمر ہوتی ہے اور شرعیہ معانی و بینہ کی (۶) عرفیہ سے شے غیر موجود موجود ہو جاتی ہے اور شرعیہ سے حکم شرعی غیر حاصل حاصل (۷) عرفیہ دنیا میں مؤثر ہے اور شرعیہ عقبی میں معتبر (۸) عرفیہ کی نافرمانی قوانین سلاطین کی خلاف ورزی ہے اور شرعیہ کی نا حفاظی اللہ عزوجل کی معصیت (۹) عرفیہ کا لحاظ عام ہے کہ بادشاہ کی ہر رعیت پر ہے مسلم ہو یا کافر اور شرعیہ کا لحاظ خاص ہے کہ اس سے صرف مسلمانوں کو کام ہے (۱۰) عرفیہ کا عمل خاص ہے کہ ہر بادشاہ کی قلمرو تک محدود اور شرعیہ کا عمل دنیا کے اسلام پر عام ہے بشر میں ہو یا غرب میں (۱۱) عرفیہ فوج و سپاہ و تیغ و سلاح کے سایہ میں ہے اور شرعیہ فقیر و محتاج کو بھی بقدر عطا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظلی عطیہ یہ تمام مضامین اور ان دونوں ولایتوں میں عموم و خصوص من وجہ ہونا اس مثال سے روشن سلطان نے زید کی قاصرہ کا اپنے پسر سے نکاح کر لیا اور زید راضی نہیں اس نے انکار کر دیا اس تصرف کے تمام ثمرات حسیہ دنیا میں مرتب ہو جائیں گے شے غیر موجود موجود ہو جائے گی یعنی عورت کہ پہلے قبضہ میں نہ تھی اب آجائے گی دوسرے شخص مزاحمت پر قدرت نہ پائے گا مزاحمت کرے گا مستوجب غضب سلطانی و سزا کے نافرمانی ہو گا عورت مر جائے گی تو یہ بزم زوجیت اس کا ترک لے گا پھر اگر بادشاہ نو مسلم ہے تو اسے واقع میں بھی نکاح و مباح جانے گا اور اپنے تصرف کو صحیح و صاف مانے گا یہ تمام احکام تکونینہ الہیہ سے صادر ہو جائیں گے مگر احکام تشریحیہ کہ نکاح شرعی بولایت شرعیہ سے پیدا ہوتے اصلاً متحقق نہ ہوں گے نہ وہ عورت اس کے لئے شرعاً حلال ہوگی نہ بعد مرگ ایک کو دوسرے کا مال وراثت

جائز ہوگا کہ باپ کے سامنے سلطان کو دربارہ نکاح ولایت شرعیہ نہ تھی تو نکاح نکاح فضولی ہو اور ولی شرعی کے رد سے باطل ہوگی لان الولاية الخاصة اقوى من الولاية العامة كما في الاشياء وعندها **اقول** یعنی الظلية اما الاصلية فنا كان لظل ان يقاوم الاصل بل يضمحل دونه ولذا الزوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قاصرة رجل من قاصر رجل ثم النكاح ولزم ولعمري لا بويهما خيرة اصلا بل كذلك لزوج صلى الله تعالى عليه وسلم رجلا عاقلا بالغام من امرأة كذا بدون رضاها لما النكاح ولعمري لهما الخيرة من انفسهما كما نضوا عليه وقد نطق به القرآن العزيز اور اگر زید نے اپنی قاصرہ کا نکاح عروس کر دیا اور سلطان کی ناراضی ہے اس نے حکماً اس نکاح کو ناجائز رکھا اور رخصت سے روک دیا عند اللہ اس تصرف کے تمام معانی شرعیہ ترتیب پائیں گے عورت کہ اس کے لئے حلال نہ تھی حلال ہوگی حکم غیر موجود شرعی ہو گیا دوسرا اگر بے اوراق بھوت و طلاق اس سے نکاح کرے گا مستحق غضب جبار و سزائے نار ہوگا عورت مر جائے گی تو عمر و حکم زوجیت اس کے ترک کا شرعاً بقدر حصہ مالک ہوگا یہ تمام باتیں احکام تشریحیہ الہیہ سے ثابت ہو جائیں گی مگر احکام کو مبنیہ کہ ولایت عرفیہ سے آتے اصلاً حاصل نہ ہونگے نہ وہ عورت اس کے قبضہ میں آئے گی نہ یہ دعویٰ ارث کر سکے گا کہ سلطان کے سامنے باپ کو کیا اختیار اور یہ نکاح کہ رائے سلطانی میں خلاف قانون تھا قانوناً باطل ہو چکا لان الولاية العامة املك من الولاية الخاصة في الدنيا اسی تیس پر صد ہا صورتیں ہیں۔ اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ ولایت عرفیہ میں تنفیذ سے مراد تحصیل ثمرات حسیہ دنیویہ ہے اگرچہ احکام شرعیہ حاصل نہ ہوں اور ولایت شرعیہ میں مراد اثبات معافی شرعیہ ہے اگرچہ موانع صورتیہ زائل نہ ہوں۔ مقدمہ نسوم دونوں ولایت کے جو فرق بیان ہوئے ان کا ملاحظہ ہر عاقل پر دو امر واضح کر دے گا ایک یہ کہ ہر سلطنت کو اسلامی ہو یا غیر اسلامی اپنے ملک پر ولایت قسم اول ہوتی ہے دوسرے یہ کہ یہی ولایت مطمح نظر سلاطین ہے اسی میں منازعت ان کے نزدیک بادشاہ کی مخالفت قرار پاتی ہے وہ یہی ولایت چاہتے ہیں کہ فوج و لشکر و تیغ و تبر کی لازم و ملزوم ہے نہ وہ کہ ہر فقیر مفلس بے زر بے پر کے لئے موسوم ہے ولایت قسم دوم کسی نامسلم سلطنت کو مقصود ہونا تو کوئی معنی ہی نہیں رکھتا کہ یہ قصد اتباع شرع سے ناشی ہے نامسلم کو مذہب اسلام کی کب پیروی ہے صد ہا سال سے خود مسلمان بادشاہوں کی مقصد اصلی وہی ولایت عرفیہ ہے وہ اپنے حکم کا نفاذ چاہتے ہیں اگرچہ حکم شرعی نہ ہو جیسا کہ ہزاروں کارناموں سے واضح ہے تو کوئی نامسلم سلطنت کیونکر پابند ولایت شرعیہ ہو سکتی ہے ولایت قسم اول کہ مقصد سلاطین ہے بلاشبہ ہندوستان میں گورنمنٹ انگلشیہ کو بلا نزاع حاصل ہے جس میں کسی فریق کو خلاف نہیں اور خود گورنمنٹ کو اس قدر منظور ہے اس نے کبھی نہ کہا کہ مجھے ہر فریق کے دین و مذہب میں مداخلت ہے بلکہ اس کے خلاف ہمیشہ ہی اعلان کیا اور کرتی ہے کہ ہمیں کسی قوم کے دین و مذہب میں دست اندازی نہیں اور یقیناً ہر ایسی گورنمنٹ جسے اللہ تعالیٰ عقل معاش بروم کمال اور ملک داری کا سلیقہ عنایت فرمائے اُسے یہی نمایان ہے حکام در عایا سب جانتے ہیں کہ گورنمنٹ والی ملک ہے اُس کا حکم یہاں نافذ ہے جو چیز وہ جسے دلائل مل جاتی ہے منع کر دے رک جاتی ہے رعیت اس کا حکم مانتی اور اس کا خلاف مضر جانتی ہے

یہ وہی وجود عدم شے کے ثمرات ہونے کے نتائج ولایت عرفیہ ہیں مگر ہرگز نہ حکام کا دعویٰ نہ فرمایا کا خیال کہ گورنمنٹ کسی کے دین و مذہب میں دست اندازی و مداخلت رکھتی شریعت کے احکام غیر موجودہ موجودہ دینی یا کفریہ ہے۔ اب یہی دیکھئے کہ گورنمنٹ روزانہ سود کی ڈگریاں دیتی ہے اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ مدعا علیہ اتنی رقم مدعی کو دے یہ ہرگز نہیں کہتی کہ مسلمان سود لینے دینے کو شرعاً حلال جانیں یا ڈگری کے سبب اس لینے والے کے لئے سود کو از روئے شریعت اسلامیہ مباح جانیں اسی طرح تمام احکام میں اسے اپنے ملک میں تعمیل حکم سے کام ہے اور اسی میں اس کی اطاعت ہے نہ یہ کہ ان احکام کو آخرت میں بھی بجا آد سمجھو جو کام ولایت شرعیہ کا ہے اور قانون کو عین شریعت اسلامیہ مانو اس پر نہ وہ کسی کو مجبور کرتی ہے نہ اس سے اسے اصلاح بحث تو بلاشبہ گورنمنٹ والی ملک ہی بننا چاہتی ہے اور وہ ضرور والی ملک یا اختیار ہے مگر کسی مذہب و ملت کی والی دین بنا نہیں چاہتی نہ اس سے اسے سروکار ہے تو اس کے خلاف ٹھہرنا خود گورنمنٹ کے بارے میں غلط بیان اور اس کے خلاف نشا و اطہار ہے۔ مقدمہ چھارم شریعت مطہرہ اسلامیہ علی صاحبہا وآلہ افضل الصلاوة والتحیة نے ولایت عرفیہ کو جس سے آدمی والی ملک اور حاکم و بادشاہ وقت ہو جانا ہے اور رعایا کو اس کی پابندی لازم ہوتی ہے اس کے حال پر چھوڑ لے اسے مسلم نامسلم کسی سے خاص نہ فرمایا جن طرح وہ عرف میں کسی سے خاص نہیں اس لئے کہ وہ زیر اثر احکام تکوینیہ ہے جسے خدا نے اسے ملے اور شریعت کی بحث صرف احکام تشریحیہ سے ہے قال الله تعالى قد اللهم ملك الملك توتى الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء اس من تشار میں کوئی خصوصیت اسلام کی نہیں ولہذا قرآن مجید نے زاد یوسف علیہ الصلاوة والسلام میں بادشاہ مصر کو جا بجا بلفظ ملک تعبیر فرمایا وقال الملك انى ارى وقال الملك اُستونى به فما كان لياخذ اخاه فى دين الملك اور وہ غلط تعبیر سے پاک و منزه ہے یہ وہی حضرت بلقیس کو ان کے اسلام سے پہلے قول ہر دین میں بلفظ انى وجدت امرأة تملکم ذکر فرمایا اور وہ تقریر علی الغلط سے طاہر و مبرا ہے تو ثابت ہو کہ بادشاہ اگرچہ نامسلم ہو ضرور والی ملک اور ولایت قسم اول رکھتا ہے مگر مسلمان پر ولایت قسم دوم دینیہ شرعیہ جس سے مسلمان کے حق میں حکم غیر موجود شرعی مذہباً موجود ہو جائے اور دینی حیثیت سے آخرت میں اس کے کام آئے صرف مسلمان کے ساتھ خاص فرمائی ہے اور کلمہ حصر و تصریح نفی دونوں طور پر اسے صاف فرمادیا ہے کہ کسی کو مجال تاویل و ابہائے احتمال نہ رہے اول اس آیت کریمہ میں انما وليکم الله ورسوله والذین امنوا اور اس آیت کریمہ میں ولن يجعل الله للكفرین علی المؤمنین سبیلاً یہاں قطعاً وہی سبیل دینی شرعی مراد ہے کہ سبیل دنیوی کا اشتقاق خلاف مشاہدہ و اشہاد ہے قرآن عظیم اس معنی کی آیات سے مشحون ہے علی علی الدین پھر شامی میں ہے الکافر لایلی علی ولدہ المسلم لقوله تعالى ولن يجعل الله للكفرین علی المؤمنین سبیلاً نہایہ پھر ملکیہ پھر طحاوی پھر ابن عابدین میں ہے تقلید الذمی لیجک بین اهل الذمۃ صحیح لابین المسلمین وكذلك التحکیم تنویر الابصار میں ہے لو حکمنا عبد افعتق او صبیا فبلغ او ذمیاً فاسلمت فو حکم لاینفذ درنما کتاب الشہادات میں ہے شرطها الولاية فیستترط الاسلام ولو ولد علیہ مسلماً اور کتاب القضا یا میں ہے اهلہ اهل الشہادة و شرط اهلیتها شرط اهلية فان كان کلامهما من باب الولاية ہایہ میں ہے لا ولاية لکافر علی مسلم لقوله تعالى ولن يجعل الله للكفرین علی المؤمنین سبیلاً اسی کی

شہادت میں ہے لا تقبل شہادة الذی علی المسلم لانه لا ولاية له بالاضافة الیه مختص امام قدوری میں ہے لا تصح ولاية القاضي حتى يجتمع فی المولی شرایط الشہادة - ہدایہ میں ہے - لان حکم القضاء لیستقی من حکم الشہادة لان کل واحد منهما من باب الولاية فکل من کان اهلا للشہادة یكون اهلا للقضاء وما یشرط لاهلية الشہادة یشترط لاهلية القضاء - فتاوی امام قاضیخان میں ہے لا ولاية للصبی والمجنون ولا الملوك ولا الکافر علی المسلم - بدائع امام ملک العلماء مسعود کا ثانی میں ہے ، لا شہادة للکافر علی المسلم اصلا - اسی میں ہے . لا ولاية للکافر علی المسلم لانه لامرات بينهما ولان الکافر لیس من اهل الولاية علی المسلم لان الشرع قطع ولاية الکافر علی المسلمین قال الله تعالی ولن یجعل الله للکفرین علی المؤمنین سبیلا وقال صلے الله تعالی علیه وسلم الاسلام یعلو ولا یعلی الخ اسی میں ہے الصلاحیة للقضاء لها شرط منها العقل والبلوغ والاسلام فلا یجوز تقلید المجنون والصبی والکافر لان القضاء من باب الولاية بل هو اعظم الولايات وهو لا لیست لهما اهلیة ادنی الولايات وهي الشہادة فلان لا یخون لهما اهلیة اعلاها ولی ومن لا یصلح قاصیا لا یجوز قضاء ذرورة اه ملتقطا - یہ گیارہ کتابوں کی عبارات ہیں مختص امام قدوری - فتاوی امام قاضی - بدائع امام ملک العلماء - ہدایہ امام برہان الدین - نہایہ امام سفناقی - تنویر الابصار - در مختار حلّی - مطاوی - شامی - فتاویٰ علیگریہ - اور خود کثرت عبارات کی کیا حاجت کہ بلا مبالغہ صدہا ہیں بلکہ شریعت نے ان مسلمانوں پر سلطان اسلام کو بھی ولایت نہ دی جو دار الحرب میں اسلام لائے اور ہنوز ہجرت کر کے ہمارے دار میں نہ آئے قال الله تعالی عزوجل والذین امنوا ولم یهاجروا مالکم من ولایتهم من شیء حتی یهاجروا کتب فقہ میں مسائل کثیرہ اس اصل پر مبنی ہیں کہ بحالت اختلاف دار سلطان اسلام کو ولایت نہیں راجع ابواب نکاح الکافر والمستامن وغیر ذلك - ہدایہ میں ہے - اختلاف الدارین یقطع الولاية ولهذا یمنع التوارث تو بحالت اختلاف دین غیر مسلم کو مسلم کے دینی احکام میں داخلت کیونکر حکم شرعی ہو سکتی ہے بلکہ ولایت شرعیہ کا دائرہ اس سے بھی تنگ تر ہے خود سلطان اسلام کو خود اس کی ملک میں خود اس کی مسلمان رعایا پر صدہا باتوں میں شریعت مطہرہ نے ولایت شرعیہ نہ دی اس کی ایک نظر وہی تزویج قاصرہ گزری کہ سلطان یا قاضی اسلام کا کیا ہوا نکاح نافذ نہیں اور باپ بھائی یا چچا یا کسی عصبہ بلکہ عصبہ نہ ہو تو ذوالارحام اور وہ بھی نہ ہوں تو مولی الموالاة کا کیا ہوا نافذ - تنویر الابصار میں ہے النولی فی النکاح العصبیة بنفسه بشرط الاسلام فی حق مہلکة فان لم یکن عصبۃ فالولاية للام ثم للاخت ثم لولد الام ثم لذوی الارحام ثم مولی المولی الموالاة اھ در) ثم للسلطان ثم للقاضی نفس علیہ فی منشورہ - اشباہ میں ہے ولہذا قالوا ان القاضی لا یزوج الیتیم والیتیمۃ الا عند عدم ولی لهما فی النکاح ولو ذارحم محرر^{لہ} او اما ومعتقا - در مختار میں ہے لہ اقول قید المحرم لامفہوم لہ وكان ینبغی عکس الترتیب فان المبعث مقدم علی الام والام علی ذی رحم^{لہ} ۱۷ منہ غفر لہ

فلو زوج الابد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ و دوسری نظیر اوقاف ہیں وقف میں متولی شرعی کا تصرف معتبر اور اس کے ہوتے سلطان اسلام و قاضی کا تصرف ہے از فتاویٰ امام رشید الدین پھر اشباہ میں ہے لا یملك القاضی التصرف فی الوقف مع وجود ناظرہ و لو من قبلہ۔ فتاویٰ دہری پھر فتوایے علامہ قاسم بن قطلوبغا پھر لسان الحکام میں ہے۔ لاتدخل ولاية السلطان علی ولاية المتولی فی الوقف۔ تیسری نظیر اموال قاصرین ہیں کہ اولیائے اموال پھر اس کے ولی شرعی مقدم ہیں اور سلطان و قاضی ساتویں درجہ میں قنیه پھر اشباہ میں ہے لا یملك القاضی التصرف فی مال الیتیم مع وجود وصیہ و لو کان منصوبہ۔ در مختار میں ہے ولیہ ابوہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم جدہ الصبیح ثم وصیہ ثم وصیہ ثم الموالی ثم القاضی۔ ولہذا حدیث میں ارشاد ہوا السلطان ولی من لا ولی لہ شریعت مطہرہ نے جس حکم کو اس قدر محدود فرمایا ہوا ہے اتنا وسیع کر دینا شریعت جدیدہ قائم کرنا ہوگا۔ ان دونوں مقدمات سے واضح ہوا کہ جو ولایت گورنمنٹ کی مقصود و مدعا ہے شرع مطہر اس کا انکار نہیں فرماتی اور جو ولایت شرع مطہر مسلمان پر مسلمان کے لئے خاص فرماتی ہے گورنمنٹ کو نہ اس سے بحث نہ اس کا دعویٰ تو کیا نہ کہا جائیگا کہ اس کی مخالفت شرع اور گورنمنٹ دونوں پر تہمت نسأل اللہ السلامة۔ مقدمہ پنجمہ اوپر معلوم ہوا کہ مقصود کبھی وجود نہ ہوتا ہے کبھی حدود حکم شرعی قاضی کے یہاں جو مقدمات دائر ہوتے ہیں دونوں قسم کے ہیں اکثر قسم اول کے ان کی تنفیذ یعنی اول و منع موانع ثمرات حسیہ مقصود ہے مثلاً۔

(۱) زید نے عمرو کی جائداد دہالی (۲) قرض لیا اور ادا نہیں کرتا (۳) چیز بیچی اور قبضہ نہیں دیتا (۴) مولیٰ (۵) اور قیمت نہیں دیتا (۵) ترکہ میں حق ہے اور قابض نہیں ہونے دیتا (۶) مورت نے وصیت کی تھی وارث نہیں مانتا (۷) شوہر رخصت کر لایا اور نفقہ نہیں دیتا (۸) طلاق بائن دیدی ہے اور نہیں چھوڑتا (۹) چیز عاریت لی تھی اور واپس نہیں کرتا (۱۰) وقف میں ناجائز تصرف کر رہا ہے وغیرہ وغیرہ ان عام صورتوں میں کہ روزانہ جن کی حاجت پڑتی اور جن کے مقدمات دائر ہوتے رہتے ہیں حقدار کی حق رہی اور مظلوم سے دفع ظلم صرف تنفیذ یعنی اول مانگتی ہے کہ معافی شرعیہ دینیہ تو خود موجود ہیں اور پر معلوم ہوا کہ اس تنفیذ کے لئے ولایت قسم دوم کی حاجت نہیں نہ صرف وہ اس کے لئے کافی بلکہ ولایت قسم اول کی حاجت اور تنہا وہی یہاں وادری کے لئے بس، دوسرے وہ جن میں مسلمانوں کے کسی کام میں معنی شرعی غیر موجود کا اپنی ولایت و نیابت حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے پیدا کرنا ہو مثلاً (۱) جمعہ و عیدین میں کسی کو امام بنانا (۲) کسی کو خطیب جمعہ مقرر کرنا کہ ہر مسلمان صالح امامت نماز پجگانہ جمعہ و عیدین کی امامت نہیں کر سکتا نہ جمعہ کا خطبہ پڑھ سکتا ہے نہ اس کے پڑھنے پڑھانے سے نماز صحیح ہو جنک ما ذون من جہۃ السلطان نہ ہو جہاں اذن سلطان نامکن ہو بضرورت نصب عامہ مسلمین معتبر ہے کما نص علیہ فی تنویر الابصار والدر المختار و عامۃ الاسفار تو لیاقت خطبہ و امامت مذکورہ ایک معنی شرعی و بیعی ہے اور پیش از اذن سلطان مثلاً زید کو حاصل نہیں اذن دیتے ہی ثابت و محقق ہو جائے گی اس کے لئے قطعاً ولایت قسم دوم درکار (۳) زن و شولعان کریں (۴) عین بد مرافعہ و تاجیل یکسال و انقضائے اجل

لہ کان علیہ ان یقول والقاضی بالواولانہ والموالی فی مرتبۃ واحدۃ ایہما تصرف جاز ۱۲ منہ غفرلہ

وطلب زن طلاق زدے تو دونوں صورتوں میں بہ نیابت ولی مطلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں تفریق کرنا یعنی خود منکوحہ غیر کو طلاق بائن دیدینا اور شوہر مانے یا زمانے نکاح ثابت کا اس کے قول سے قطع ہو کر شرعاً زوج کا زوجہ کا زوجہ پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جانا ایسا کہ اگر اس کے بعد قربت کریں تو نہ فقط دینا میں بلکہ اللہ عزوجل کے نزدیک بھی حرام کارٹھریں جب تک از سر نو نکاح نہ کریں اور صورت لعان میں تو نکاح بھی نہیں کر سکتے جب تک مرد و زن دونوں اہلیت لعان پر باقی رہیں اور شوہر خود اپنی تکذیب نہ کرے ورنہ مختار میں ہے فان التعنا بانت بتفریق الحاكم فیتوارثان قبل تفریقہ۔ ردالمحتار میں ہے۔ تكون الفرقة تطليقة بائنة عندها وقال ابو يوسف هو تحرير مؤبد۔ هداية میں ہے۔ سیاتی فی بانه انها حرمة مؤبد ماداما اهلا للعنان فاذا خرجا عن اهلية اللعان او احدهما له ان ينكحها وكذا الواكذب نفسه حد وله ان ينكحها ورنه راجع باب العنين میں ہے بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقها بطلبها (۵) قاصرہ نے بغور بلوغ اپنے نفس کو اختیار کیا نکاح سے نہ نکلی شوہر کو اب بھی اس سے وطی حلال ہے ایک مرد جاے گا دوسرا ترکہ پائے گا مگر بعد رافعہ و تفریق قاضی عند اللہ حرام ہو جائے گی اور بے تجدید نکاح حلت نہ رہے گی اب ایک مردے گا دوسرے کو ترکہ نہ لے گا، بسوط پھر علیگریہ میں ہے یحل للزوج ان يطأها ما لم يفرق القاضي بينهما۔ ردالمحتار میں ہے۔ بیتوارثان فی هذا النكاح قبل ثبوت فسخه (۶) اپنے حکم سے اختلافی مسئلہ کو اتفاقی کر دینا ائمہ مجتہدین کا اختلاف اٹھا کر متفق کر لینا مثلاً مرد و عورت دونوں شافعی المذہب ہیں مرد نے پیش از نکاح حلف کیا کہ تجھے نکاح کروں تو تجھ پر طلاق پھر نکاح کر لیا زوجین کے مذہب میں طلاق نہ ہوئی کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یمین مضاد باطل ہے انھیں باہم قربت حلال ہے بعدہ عورت نے دعویٰ کر دیا حاکم حنفی المذہب نے صحت یمین و وقوع طلاق و بیہنوت زن کا حکم کیا اب عند اللہ ان میں حرمت ثابت ہوگی ایسی کہ اب امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی فرمائیں گے کہ دونوں اجنبی و اجنبیہ ہیں بے نکاح جدید اسے ہاتھ لگانا ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہے اور اگر زوجین حنفی ہوں نکاح ہوتے ہی عورت پر طلاق بائن ہوگی لوقوعہ قبل الخلوة ان دونوں کے مذہب میں حرمت ثابت ہوگی کہ اضافت یمین ہمارے نزدیک صحیح ہے اب مثلاً عورت نے قاضی شافعی کے یہاں دعویٰ کر دیا قاضی نے بطلان یمین و عدم طلاق کا حکم دیا اب عند اللہ ان میں حلت ثابت ہوگی ایسی کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہی فرمائیں گے کہ یہ دونوں زوجہ ہیں یہاں تک کہ اس کے حکم سے پہلے جو وطی کر چکا تھا اب اس پر بھی حکم حلت ہو گیا بھرا لائق پھر و المختار میں ہے قال ان تزوجت فلانة فهي طالق ثلاثاً تزوجها فخاصمتہ الی قاضی شافعی و ادعت الطلاق فحکو بانها امرأته وان الطلاق ليس بشئٍ حل له ذلك ولو وطئها الزوج بعد النكاح قبل الفسخ ثم فسخ يكون الوطى حلالاً اذا فسخ و اذا فسخ لا يحتاج الی تجديد العقد و جہ کہ تضاع شری نے کہ حقیقتہ حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے سلطان و قاضی حضور کے نائب و حکم رساں ہیں اختلاف مجتہدین کو اٹھا دیا اور ہر امام و مجتہد پر اس واقعہ میں اسی کو حکم الہی جاننا لازم ہو گیا (۷) قاصر و قاصرہ جن کے لئے کوئی ولی نہیں اپنی ولایت یعنی ولی مطلق اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت سے ان میں نکاح کر کے تمام دینی احکام مثلاً

زبت کی حلت کہ پہلے حرام تھی نفقہ کا وجوب کہ پہلے لازم نہ تھا وراثت کا اثبات کہ پہلے ثابت نہ تھی عند اللہ موجود و متحقق کر دینا و قد تقدم نقله (۸) ایدے اپنی ملک خاص بحالت صحت نفس و ثبات عقل و وقف صحیح شرعی کی اور متولی شرعی مقرر کر کے اس کے قبضہ میں دیدی تمام مفتی بہ مذاہب پر و تفسیح و لازم ہو گیا اور زید کا اس میں کوئی حق ملک نہ رہا اس کے بعد وارثوں نے دعویٰ کیا یا خود زید ہی نے درخواست فسخ دی اور حاکم نے اس کے فسخ کا حکم دیا بشرطیکہ وقف پر رجسٹری نہ ہو چکی تھی اور قاضی مذہب مفتی بہ پر قضا سے مقید نہ تھا جس طرح قضاۃ زمانہ مقید ہیں بلکہ خود امام مجتہد تھا جو اب صدہا سال سے کوئی نہیں یا سلطان نے اسے مذہب خاص امام اعظم پر قضا کے لئے مقرر کیا تھا اگرچہ فتویٰ اس کے خلاف پر ہوا یا اسے مذہب امام پر مطلقاً قضا یا خلاف میں جسے چاہے اختیار کی اجازت دی تھی جو اس زمانہ میں نہیں تو ان شرائط کے ساتھ ایسے قاضی کے حکم سے اس وقف بے رجسٹری کا زائل اور ملک زائل کا عند اللہ حاصل ہو جانا، ورنہ مختار میں ہے اطلاق القاضی بیع الوقف غیر المسجل لوارث الوقف فباع صحیح و کان حکماً بطلان الوقف لعدم تسجيله حتی لو باعہ الواقف او بعضہ او رجع عنہ و وقفہ لجمعة اخرى و حکم بالثانی قبل الحكم بلزوم الاول صحیح الثانی لوقوعہ فی محل الاجتهاد کما حققہ المصنف و افقی بہ تبعاً للشیخہ و قارئ المہدایہ و المبالا ابی المسعود کن حملہ فی النہر علی القاضی المجتہد اہ و کتبت علیہ ما نصہ اقول و کذا لک القاضی المقلد المقلد ليقضی بمذہب ابی حنیفہ مطلقاً و کذا الماذون لہ ان یقضی بہ مطلقاً او بما شاء فی الخلافات و ہذا ظاہر جرد الانعدام المانع و ہو کونہ معزولاً بالنسبۃ الی القول الضعیف۔ رد المحتار میں ہے۔ لو قضی الحنفی بصحة بیعہ فحکمہ باطل لانہ لا یصح الا بالصیحح المفتی بہ فہو معزول بالنسبۃ الی القول الضعیف و ما افقی بہ قاری المہدایہ من صحۃ الحكم ببیعہ قبل الحكم بوقفہ فمحمول علی ان القاضی مجتہد حلہ علی الذر۔ پھر ابن عابدین میں ہے۔ و مثل القاضی المجتہد من قلد مجتہداً یراہ اہ اقول ای اذا لم یکن مقیداً بالقضاً بالمفتی بہ فی المذہب الحنفی کقضاۃ زماننا و ہو ظاہر و الاکان رجوعاً الی ما وقع الضرر منہ فانہ اذا لم یصح القضاء بالمرجوع کیف یصح بتقلید مذہب آخر فرجع حاصلہ الی ما کتبت و باللہ التوفیق

(۹) بعض حجر تو خود حکم شرعی ثابت ہیں جیسے مجنون اور ناسمجھ بچے کا ہر تصرف قولی اور معتدہ و صبی عاقل کا وارث بننا و النفع والضرر مجبور ہونا کہ وہ اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتے اور بعض وہ ہیں کہ حکم حاکم ثابت ہوتے ہیں جیسے صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدیون کو بوجہ دین اور انام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول صحیح مفتی بہ پر سفیہ کو بوجہ سفہ ممنوع التصرف کر دینا یہ حجر حکم حاکم بھی تنفیذ کی طرح دو قسم ہے اولیٰ کہ آدمی ایک فعل سے حکماً باز رکھا جائے بغیر اس کے کہ کوئی معنی جدید شرعی حادث ہو و دوم شرعی کہ اس کے سبب تصرف کا حکم شرعی مسدود ہو جائے انسان کی اہلیت کہ عطا کہ رب العزت ہے باطل و بے اثر ہو کر بہائم سے ملحق ہو جائے اول نتیجہ ولایت قسم اول کا ہے اور دوم علی الاختلاف ولایت قسم دوم کا۔ اس دوم کی ولایت شرعیہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تو اصلاً سلطان اسلام کو بھی نہیں ہدایہ میں اسی کو ترجیح دی کہ فرماتے ہیں قال ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یجوز علی الخواص اقل

البائع السفیه وتصرفه فی ماله جائز وان كان مبذرا مفسدا يتلف ماله وقال ابو يوسف ومحمد رحمهما
الله تعالى يحجر على السفیه ويمنع من التصرف فی ماله لابي حنيفة رضي الله تعالى عنه ان فی سلب
ولائنه اهدار آدميته والحاقه بالبهائم وهو اشد ضررا من التبذير فلا يتحمل الاعلى لدفع الاذني
۵۱ مختصرا وقد قدم قول الامام واخره ليله واجاب عن دليلهما وكذلك فعل في الحجر بسبب الدين
اور صاحبين رحمهما الله کے طور پر بھی بہت مواقع میں سلطان اسلام کا حجر بھی صرف حسی ہوتا ہے نہ شرعی مثلاً مفتی ماجن وطیبی جلیل
ومکاری مفلس پر حجر کہ حکم سلطان بھی صرف صورت ہوگا شرعاً ان کے تصرفات صحیح باطل نہ ہو جائیں گے، در مختار میں ہے لایحجر
حرم مکلف بسفه وفسق ودين وغفلة بل يمنع مفتی ماجن يعلم الحیل الباطلة كتعليم الرودة لتبين
من زوجها اولتسقط عنها الزكاة وطبيب جاهل ومکار مفلس. ردالمختار میں ہے۔ قوله بل يمنع اشار به
الى انه ليس المراد حقيقة الحجر وهو المنع الشرعی الذي يمنع نفوذ التصرف لان المفتی لو اذنت بعد
الحجر واصاب جاز وكذا الطبيب لو باع الادوية نفذ فذل ان المراد المنع الحسی كما فی الدر عن
البدائع اسی قبیل سے ہے سلطان کا ایام گرانی میں یا فوج کے لئے اشیاء کا بھاؤ کاٹ دینا کہ اگر بائع برضا کے شتری زیادہ کو پہنچے
شرعاً جائز و نافذ رہے گا آخرت میں مستحق عذاب نہ ہوگا اگرچہ دنیا میں سلطان اسے سزا دے اور اگر اس سلطان مقرر کردہ بھاؤ پر
مض بخوف سلطان بیچے تو وہ شے شتری کے لئے عند اللہ حلال نہ ہوگی، در مختار میں ہے لایسعر حاکم لقوله صلى الله تعالى
عليه وسلم لا تسعروا فان الله هو المسعر القابض اليا سطر الرزق الا اذا تعدى الارباب عن القيمة
تعدى فاحشا فيسعر بمشورة اهل الراى وفى الاحتيار ثم اذا سعر وخاف البائع ضرب الامام لو نقص
لا يحل للمشتري اه اى اذا باع للخوف كما عبر القهستاني فسقط نظر الشافى وتحقيقه فى جد الممتار
(۱۰) بے اذن و رضائے بدون اس کی جائد اور ڈگری میں نیلام کرو و بنا ضرور حساباً حکم سلطنت موجود ہو جائیگا کلام اس میں ہے کہ شرعاً
بھی وہ بیع صحیح و نافذ اور شے بیع شتری کے لئے عند اللہ حلال ہو جائے گی اس پر خواہ اس کے ورنہ پر کہ اس کے بعد اسے اپنی ملکیت صحیح
شرعی جائیں آخرت میں کچھ مواخذہ نہ ہوگا یہ مختلف فیہ ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اسے سلطان اسلام کے لئے بھی جائز
مانتے ہدایہ میں اسی کو ترجیح دی اور اس پر دلیل قاطع ارشاد کی۔ فرماتے ہیں قال ابو حنيفة رضي الله تعالى عنه لا يحجر فى الدين
لان الحجر اهدار اهليته فلا يجوز لدفع ضرر خاص فان كان له مال لم يتصرف فيه الما كماله تجارة
لا عن تراض فيكون باطلا بالنص وقال اذا طلب غرماء المفلس حجر القاضى عليه و باع ماله ان امتنع من
بيعه قلنا المستحق قضاء الدين والبيع ليس بطريق متعين لذلك كيف وان صح البيع كان الحبس اضرا
بهما بتأخير سق الدائن وتعذيب المديون فلا يكون مشروعا ه مختصرا. عنايه میں ہے لکنہ راى
الحبس) مشروعا بالاجماع فلم يصح البيع صاحبين رحمهما الله تعالى کے مفتی بہ قول پر کہ بشرائط اجازت ہے صرف احداث

حکم جدید شرعی و تبدیل توقف نفاذ و حرمت بجلت کی حاجت ہے۔ یہ دس مثالیں مقدمات قسم دوم کی ہیں ان میں تنفیذ یعنی دوم درکار ہے اور نیا حکم شرعی کہ اب تک حاصل نہ تھا حاصل کرنے کی ضرورت ہے تو اس کے عند اللہ صیحح و مقبول اور آخرت میں بکار آ رہے ہونے کے لئے ولایت قسم اول کافی نہیں بلکہ قطعاً ولایت قسم دوم کی حاجت ہے اور وہ بھی باختلاف صورت مختلف کہ ہر امر محتاج ولایت شرعیہ میں ہر ولی شرعی حتیٰ کہ سلطان اسلام کے احکام سے بھی حکم موجود شرعی نہیں بدلتا نہ حکم جدید شرعی عادت ہو جس کے نظائر بیان ہوئے تو قسم دوم میں مطلقاً والیان ملک مراد لینا اور کنار مطلقاً والیان شرع بھی مراد نہیں بلکہ خصوصی مواضع میں شرع مطر سے ثابت ہونا درکار کہ شرع نے اس امر میں غلام کو حکم جدید شرعی پیدا کرنے کا اختیار بخشا ہے پھر اس کے شریعت پر اجتر اور وہ پہلی توسیع قطعاً شرع مطر پر اثر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ تنبیہ ان تمام تقریرات و مسائل سے روشن ہو گیا کہ کسی امر میں کسی کے لئے ولایت شرعیہ ہونا ہم مسلمانوں کا ایک دینی مذہبی مسئلہ ہے جو خاص لحاظ شرع پر مبنی ہے کہیں ہر تفسیر مفلس کے لئے ہے اور کہیں سلاطین اسلام کو بھی نہیں تو اس کے انکار کو انکار سلطنت سے کوئی ملاقہ نہیں آخر نہ دیکھا کہ صد ہا جگہ حکم شریعت نے خود سلطان اسلام بلکہ خلیفۃ المسلمین کے لئے بھی ولایت شرعیہ نہ مانی اس سے ان کے سلطان و بادشاہ و حاکم وقت و والی ملک ہونے کا انکار نہ ہوا کما لا یخفى و باللہ التوفیق

مقدمہ ششم جس طرح بعض مجرم محتاج حکم حاکم ہیں پھر حکم سے کبھی مجرم حسی حاصل ہوتا ہے کبھی شرعی جس کا بیان گزرا یوں ہیں تقلید قضا کہ تک جرم ہے دست نگر حکم والی ہے اور اس میں بھی تقسیم حسی و شرعی یا دنیوی و دینی ہے قضا کے دنیوی کے لئے تو صرف منجانب والی تقریریں ہے اگرچہ نہ وہ والی مسلم ہونے یہ موٹی کہ جس ملک میں جن مذہب کے احکام جسے حاکم مقرر کریں گے ضرور وہ حکم پر تادد اور اس کا حکم وہاں نافذ اور وہاں کی پر حکم والیان ملک لازم القبول ہو گا یہ وہی ولایت قسم اول ہے اور تمام مقدمات قسم اول کے لئے کافی و دانی ہے لیکن قضا کے دینی شرعی کہ ولایت قسم دوم ہے اور مقدمات قسم دوم یعنی مسلمان کے حق میں احداث حکم جدید شرعی نافع آخرت کے لئے درکار ہے اس کے لئے جس طرح موٹی یا مقلد بالفتح یعنی اس قاضی کا سلم ہونا شرع مطر نے لازم مانا جس کا روشن ثبوت گزرا یوں ہیں موٹی یا مقلد بالکسر یعنی وہ والی شہر حاکم ذی اختیار صاحب فوج و خزانہ جس کے حکم کی طرف اس کا نصب و عزل منتہی ہو اس کا اسلام بھی لازم ہے کہ قضا ولایت مستقلہ نہیں بلکہ ولایت مقلد سے مستفاد اور عدم مفید وجود نہیں ہو سکتا، فتح القدر میں ہے اذ المریکن سلطان و لامن یجوز التقلید متہ کافی بعض بلاد المسلمین غلب علیہم الکفار یجب علیہم ان یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیا فی ذل قاضیا و یكون هو الذی یقضی بینہم و کذا ینصبنوا اماما یصلی بہم للجمعة۔ جامع الفصولین میں ہے: کل مصر فیہ وال مسلم من جهة الکفار تجوز فیہ اقامة الجمع والاعیاد و اخذ الخراج و تقلید القضاء و تزویج الایامی لاستیلاء المسلم علیہم و امامی بلاد علیہا و لاکفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد و یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین و یجب علیہم طلب وال مسلم۔ در مختار میں ہے۔ لو فقد وال لغلبة کفار و جب علی المسلمین تعیین وال و امام للجمعة فتح بینہ اسی طرح معراج الدرایہ و تاتارخانیہ و رد المحتار وغیرہا میں ہے کہ انکی عبارات

ہو نہ تعالیٰ عنقریب آتی ہیں نہر الفائق میں عبارت فتح القدر نقل کر کے فرمایا ہذا هو الذی تطمئن النفس الیہ فلیعتقد۔ ابن
عابدین نے اسے نقل کر کے فرمایا الاشارة بقوله هذا الی ما افادہ کلام الفتح من عدم صحۃ تقلد القضاء من کافر
اور یہ خود نص محمد المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الاصل میں ہے کما سیاتی انشاء اللہ تعالیٰ یہ تمام نصوص صریح
واضح قاطعہ ہیں کہ قضاے شرعی یعنی مذکور کے لئے مولیٰ و مولیٰ و دونوں کا اسلام ضرور ہے اقول وباللہ التوفیق ہاں اس کے لئے
بادشاہ ملک کا مسلمان ہونا ضرور نہیں جیسے شاہ نامسلم کے زیر حکم کوئی اسلامی ریاست کا والی جس کی منہ نشینی بحکم و منظور بادشاہ نامسلم
ہوتی ہو کسی مسلمان کو اپنی رعایا پر عہدہ قضاے شرعی ہو جائے گا اگرچہ بالواسطہ اس کی قضا بادشاہ نامسلم کی طرف مستند ہوئی کہ
اسے والی شہر نواب مسلمان نے مقرر کیا اور وہ نواب بادشاہ نامسلم کا مقرر کیا ہوا ہے اور تقلد مقلد مقلد ہے بلکہ وہ نواب مسلمان والی شہر صاحب
فوج و خزانہ خود ایک اعلیٰ درجہ کا قاضی ہے محمد دریں ہے ثمر الوالی بالطریق الادلی۔ شامی میں ہے۔ ای ثبوت الولاية
للوالی اولی لان القاضی یستمد ہا منہ اور پڑھا ہر کہ اس کا تقرر بلا واسطہ منظور بادشاہ نامسلم ہوا تو نظر بہ استفادہ و سبب
وقضا تقلد قضا من سلطان غیر مسلم کہہ سکتے ہیں اگرچہ یہاں حقیقت امر یہ ہے کہ ولایت نواب والی ملک اپنی ولایت عرفیہ یعنی
غلبہ و استیلا سے مستفاد ہے کہ شرع مطر نے والی مسلم کے لئے صرف اسے بھی سبب حصول ولایت مقبرہ عند الشرع مانا ہے
فتاویٰ امام قاضی خان پھر بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے السلطان یصیر سلطانا بامرین بالمبایعة معہ من الاشراف
والاعیان و بان ینفذ حکمہ علی رعیتہ خوفا من قہرہ فان بویع ولم ینفذ فیہم حکمہ لجزء عن قہم
لا یصیر سلطانا فاذا صار سلطانا بالمبایعة فجار ان کان له قہر و غلبۃ لا ینعزل۔ فصول عمادیہ پھر
ہندیہ میں ہے۔ ذکر فی الفتاویٰ ایضا تجوز صلاة الجمعة خلف المتغلب الذی لا منشور له من الخلیفة اذا
کان سیرتہ فی رعیتہ سیرۃ الامراء و یحکم فیما بین رعیتہ بحکم الولاية لان بہذا تثبت السلطنة ینتفق
الشرط۔ خلاصہ پھر بحر الرائق پھر طحاوی پھر ابن عابدین میں ہے۔ المتغلب الذی لا لعہد له ای لا منشور
له ان کان سیرتہ فیما بین رعیتہ سیرۃ الامراء و یحکم فیہم بحکم الولاية تجوز الجمعة بحضرته
غایت یہ کہ اس کی ولایت عرفیہ طریقہ شرعیہ سے مستفاد یعنی بحکم امیر المؤمنین نہیں تو یہ ایک نواب کیا آج صد ہا سال سے تمام روئے
زمین کے سلاطین اسلام ایسے ہی ہیں اپنے استیلاہی کے باعث سلطان اسلام ہیں وہ اسے بھی حاصل اور منظور بادشاہ اسکی
معین ہے نہ کہ محل رہا بوجہ منظور سبب اس کی قضا کو تقلید بادشاہ غیر مسلم کی طرف منسوب کر سکتے ہیں یہی دونوں صورتیں عبارت
سکین یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجاور سواء کان کافرا او مسلما کذا فی الاصل۔ اور عبارت ہند
ذکر فی الملتقط والاسلام لیس بشرط فیہ ای فی السلطان الذی یقلد کذا فی التاثر خانیہ میں مراد ہیں اور اس
پر دلیل قاطع یہ کہ مسکین نے اسے اصل سے نقل کیا اصل بسبب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے بسبب کی عبارت یہ ہے جو رد المحتار
کتاب الصلاۃ میں بحوالہ معراج الدر ایہ منقول البلاد السقی فی اییدی الکفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانہم لا یظہروا

یہا حکم الکفر بل القضاة والولایة مسلمون یطیعونہم عن ضرورۃ اوبد ونہا وکل مصرفیہ وال من
جہتہم یجوز لہ اقامۃ الجمع والاعیاد والحد وتقلید القضاة لاستیلاء المسلم علیہم فلوالولایة کفار
یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعة ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیہم ان یلتمسوا والیا مسلما
اور ہندیہ نے اسے تانا خانہ سے نقل کیا تانا خانہ کی پوری عبارت یہ ہے جو در المحتار کتاب القضا میں منقول الاسلام لبس بشرط
فیہ ای فی السلطان الذی یقلد وبلاد الاسلام التی فی ایدی الکفرۃ لاشک انہا بلاد الاسلام لبلاد الحرب
لانہم لم یظہروا فیہا حکم الکفر والقضاة مسلمون والملوک الذین یطیعونہم عن ضرورۃ مسلمون
ولو کانت عن غیر ضرورۃ منہم ففساق وکل مصرفیہ وال من جہتہم تجوز فیہ اقامۃ الجمع والاعیاد
واخذ الخراج وتقلید القضاة وتزویج الایامی لاستیلاء المسلم علیہ واما بلاد علیہا ولایة کفار فیحوز
للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین فیجب علیہم ان یلتمسوا والیا
مسلماً منہم ان نفیس ولیل عبارات نے صاف صاف ایسے شہروں کی تین قسمیں فرمائیں، ایک وہ ملک جس میں بادشاہ مسلمان
ہے مگر نامسلمان حکومت کے زیر اثر ہو گیا ہے جیسے آجکل بنجا شریف۔ اس کا بیان کتاب الاصل میں اوبد ونہا اور تانا خانہ میں
فساق تک ہے، دوسرے وہ کہ ریاست با اختیار صاحب فوج و خزانہ اسلامی ہے اور بادشاہ غیر مسلم، اس کا بیان دونوں عبارتوں
میں وکل مصرفیہ لاستیلاء المسلم علیہم تک ہے۔ تیسرے وہ کہ ان پر والی بھی مسلمان نہیں عام ازیں کہ بادشاہ نامسلم
نے تنہا اپنا قبضہ رکھا ہو یا کوئی غیر اسلامی ریاست قبول کی ہو جیسے رجاڑے، اس کا بیان دونوں عبارتوں کے بقیہ میں ہے جواز
تقلید قضاة شرعی و صورت پیشیں سے خاص فرمایا اور سوم میں بیسنہ وہی جو فتح القدیر و جامع الفصولین سے گزرا ارشاد کیا کہ اب
قضاة شرعی تراضی مسلمین پر رہے گی اب بھی اگر تقلد قضاة شرعی صحیح ہو تو اس شخص سے اور اس تفریق حکم کے کیا معنی تھے اور عبارت
ام محقق علی الاطلاق نے تو اس مفاد صریح کو اور بھی اوضح و اصرح فرمایا کہ اذا لم یکن من یجوز التقلید منہ الخ تو روشن ہوا
کہ نامسلم سے تقلد قضاة شرعی انہیں دو صورت و ساظت مولیٰ مسلم میں ہے کہ پہلی صورت میں بادشاہ مسلم اور دوسری میں نواب مسلم
ہے صورت سوم میں یہ حکم ہرگز نہ رکھا اور صراحتہ اس کا عدم جواز ظاہر فرمایا تو مسکین و ہندیہ کہ انہیں اصل و تانا خانہ کا حوالہ دے رہے
ہیں قطعاً ان کی یہی مراد لازم ورنہ حوالہ باطل اور نقل خلاف اصل ہو جائے گی ہاں ان دونوں کے اختصار شدید نے آثار و ہم کی جس
کے سبب بحر الرائق نے قول مسکین نقل کر کے عبارات مذکورہ فتح القدیر و جامع الفصولین سے اس کا رد فرمایا کہ فی فتح القدیومایخالقہ
و اثر ما اسافنا شرعاً قال (دیویدہ ما فی جامع الفصولین (و نقل ما قدمنا) یوہیں در مختار نے قول مسکین ذکر کر کے
کلام فتح سے اس کا نقب کیا اور نہر الفائق نے کلام فتح نقل فرما کر اسی پر اعتماد لازم بتایا یہ سب کچھ کلام مسکین میں حوالہ کتاب الاصل
دیکھنے پر ہوا جو محرر المذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اس درجہ قوت عظیمہ کے تخیل پر بھی ان اکابر محققین نے اس پر
اعتماد نہ فرمایا مگر بجد اللہ تعالیٰ عبارت اصل یوہیں ہندیہ کی منقول عنہا تانا خانہ کی اصل عبارت دیکھنے سے تمام سحاب شبہات و اوہام

کا پر وہ چاک کر کے حق کا چاند چمکا دیا والحمد للہ رب العلمین ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔
مقدمہ ہفتہ ایک صورت ضرور پیش آتی ہے کہ والی بھی مسلمان نہ ہو اور واضح ہو کہ عام احکام جن کی روزانہ حاجت پڑتی ہے
ان میں تو عرف و ولایت قسم اول و کار ہے ولایت شرعیہ پر توجہ نہیں مگر مسلمانوں کی دینی ضرورتیں وہ بھی آتی ہیں جن کے لئے بغیر
ولایت شرعیہ سلطان اسلام بھی کافی نہیں ان میں خاص خاص حاجتوں کے لئے فریقین راضی ہوں تو حکم مقرر کر سکتے ہیں مگر بعض جگہ
حکم کافی نہیں یا ایک فریق تجکم پر راضی نہیں وہاں کیا کیجئے کہ دینی حکم کے لئے دنیوی طریقہ کافی نہیں اس طریقہ پر ہو جو باجائز شرع حکام
شرعیہ کا احداث کر سکے اور آخرت میں کام دے اس کے لئے تمام کتب مذکورہ اور خود محمد مذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم دیا کہ مسلمان اپنی
اپنی حاجتوں کے لئے اپنی تراضی سے ان امور کا قاضی شرع مقرر کر لیں اور ایک لفظ یہ فرمایا کہ کوئی مسلمان والی تلاش کریں کہ وہ قضائے
شرعی کا افادہ کرے اس صورت دوم کا وجوب تو یہاں حسب نص قرآن عظیم ساقط ہے قال اللہ تعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم
وقال تعالیٰ کایکلف اللہ نفسا الا وسعها بلکہ وجوب درکنار یہاں اس کا جواز بھی نہ ہونا چاہئے کہ اسمیں امارت فتنہ ہے
اور فتنہ جائز نہیں اس میں اسلام و مسلمین کا ذلت پر پیش کرنا ہے اور یہ روا نہیں مگر صورت اولی یعنی اپنی ان دینی ضرورتوں کو پوری کرنے
کے لئے اپنی تراضی سے ان امور کا قاضی مقرر کر لینا اور نصب امام و خطیب جمعہ و امام عیدین و تفریق لعان و عین و تزویج قاصرین و
قاصرات بلاولی و فسخ نکاح بخیار بلوغ و امثال ذلک امور جن میں کوئی مزاحمت قانونی نہیں اس کے ذمہ رکھنا بلاشبہ میسر ہے
گورنمنٹ نے کبھی اس سے ضمانت نہ کی جن قوموں نے اپنی جماعتیں مقرر کر لیں اور اپنے معاملات مالی و دیوانی قسم اول بھی باہم طے
کر لیتے ہیں گورنمنٹ کو ان سے بھی کچھ تعرض نہیں اور ایسے مقدمات جو قاتل لوگ مصارف و دوا و دوش سے بچنے کے لئے باہمی نچاریت
سے فیصلہ کر لیتے ہیں گورنمنٹ ان کو کب مانع آتی ہے مگر یہ کہنے کہ خود مسلمان کو اپنے دینی امور دینی طور پر ہونے منظور نہ ہوں تو گورنمنٹ کو
اس سے کیا بحث۔ تم مسلمان ہوؤں تمہارا ہے تم جانو تمہارا کام۔ پھر اگر ان خاص امور کے لئے شرعی قاضی بہ تراضی مقرر کئے ہوئے کا حکم نفاذ
بمعنی اول ہوتا نہ دیکھئے تکمیل حکم شرعیوں کر لیجئے اس کے بعد مقدمات قسم دوم بھی قسم اول کی طرف عائد ہو جائیں گے تکمیل نفاذ حسی کیلئے
گورنمنٹ نے لاکھوں روپے ماہوار کے صرف سے کچھریاں کھول رکھی ہیں تنفیذ وہاں سے ہو جائے گی یوں دونوں مقصد دین و دنیا حاصل ہیں
اور بفضلہ تعالیٰ تمام حاجتیں روا اور ضرورتیں زائل ہیں واللہ الحمد۔ بلکہ مسلمان اگر اپنے دین کو دین سمجھیں اور امور شرعیہ بطریقہ شرعیہ
انجام دینا چاہیں تو تلاش کی بھی حاجت نہیں ہر قطر و ضلع میں جو عالم سنی صحیح العقیدہ متدین ہو حکم شرعی کی تکمیل اس کے یہاں کر لیں اور
تنفیذ کے لئے گورنمنٹی حکم کھلے ہوئے ہیں فتاویٰ امام عتابی پھر حدیقہ ندیہ امام علامہ عبدالغنی ناطلسی رحمہما اللہ تعالیٰ میں اسی ولایت شرعیہ
کی نسبت ہے اذا تلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور مؤکلة الی العلماء ویجزم الامۃ الرجوع الیہم
ویصیرون ولاۃ فاذا عسہ جمعہ علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمہم
بمجد اللہ تعالیٰ ان مقدمات جلیلہ نے ان فتووں کے حرف حرف کا بطلان آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا جس کے بعد کسی ذی فہم کو کوئی
حالت منتظرہ باقی نہ رہی پھر بھی زیادت ایضاح للقاصرین کے لئے ہر جگہ رد کا رد سے تعلق بتا دینا اور بعض افاضات تازہ کا اضافہ

کرنا نسب و اولی فاقول و باللہ التوفیق (اول) کلام حاکم نامسلم کی ولایت شرعیہ میں تھا جسے بادشاہ نامسلم نے مقرر کیا سائل نے
اسی سے سوال کیا تھا مجیب نے اسی سے جواب دیا اور ثبوت کی شرحی دے کر جو گیارہ عبارتیں گنائیں ان میں پہلی نو مقلد بالغ اور
اخیر کی دو مقلد بالکسر سے متعلق ہیں۔ ان دو کا بیان شافی مقدمہ ششم میں گزرا کہ انہیں یہاں سے متعلق سمجھنا محض نادانی و بے فہمی ہے وہ
صرف اس صورت سے متعلق ہیں کہ ریاست اسلامی کا وادی مولیٰ ہو اور بادشاہ نامسلم (دوم) بفرض باطل اگر یہ دو عام ہوتیں ہرگز تمام
نہ ہوتیں کہ کلام تو قاضی نامسلم میں ہے ان دونوں اگر بفرض غلط بادشاہ نامسلم سے تقلد قضائے شرعی مسلم کے لئے مطلقاً جائز رکھا تو
نامسلم کے لئے جو اذکیو نکر ہو گیا کیا قاضی مسلم و نامسلم کا شرعاً ایک حکم ہے قال اللہ تعالیٰ افجعل المسلمین کالجورمین مالکھ
کیف تخمکون (سوم) رہیں وہ تو ان میں سے آٹھ میں نامسلم کا نام تک نہیں پہلی تیسری چوتھی نویں میں جاہل کا ذکر ہے اور چھٹی آٹھویں
میں فاسق اور دوسری پانچویں میں جاہل و فاسق دونوں کا کیا جاہل و فاسق مسلمان نہیں یا مسلم و نامسلم شرعاً یکساں ہیں جو حکم ان کے
لئے شرعاً مانا ہوا ان پر قیاس کر کے نامسلم کے لئے بھی ثابت ہو جائے گا کیا ایسا تقدیر شرعاً بر تقدی نہیں و من یتعد حدود اللہ
کا کیا حکم ہے (چہارم) طرفہ یہ کہ یہاں جاہل سے مراد ہر غیر مجتہد ہے کہ اسے مجتہد کے مقابل اطلاق کیا ہے خود عبارت ہدایہ منقولہ فتویٰ
میں ہے الصبیح ان اہلیۃ الاجتہاد بشرط الاولیۃ فاما تقلید الماہل فصبیح عندنا باہر معنی آج تمام دنیا کے عالم
اور خود یعنی اور ان کے اساتذہ و اساتذہ اساتذہ صد ہا سال سے سب جاہل ہیں کہ کوئی مجتہد نہیں اور ان کے طور پر ان کا اور مجوس و ہنود
و نصاریٰ وہی ہو سب کا ایک حکم ہے کیا یہ قابل تسلیم عقل سلیم ہے (پنجم) گیارہ میں یہ دس تو بعض بے علاقہ و بیگانہ تھیں مگر سب میں لطف تہ
وہ ایک باقی ماندہ عبارت ردالمحتار یعنی ساتویں ہے جو اول تا آخر سراسر مزعوم فتویٰ کا رد و ابطال ہے اور مفتی کو اس سے استناد کا خیال
ہے مفید و نامفید میں فرق نہ کرنا ایسا دشوار نہ تھا جیسا خود مفرک مفید سمجھنے میں اشکال ہے بحر الرائق میں تو یہ فرمایا کہ اگر سلطان اسلام کسی
نامسلم کو اپنے حکم سے قاضی کر دے جب بھی تا وقتیکہ وہ مسلمان نہ ہو جائے مسلمان پر اس کی قضائے صحیح نہیں کہ فرمایا لندیمہ قضادہ علی
المسلم حال کفرہ اور اس سے استناد اس پر ہوتا ہے کہ اگر بادشاہ نامسلم بھی نامسلم کو قاضی کر دے اور وہ نامسلم ہی رہے جب بھی
مسلمانوں پر اس کی قضائے شرعی ہے صحت تقلید کے معنی یہ تھے کہ اگر بعد تقلید مسلمان ہو جائیگا تقلید جدید کی حاجت نہ ہوگی نیز
قبل اسلام غیر مسلمین پر اس کی قضائے صحیح ہو جائے گی نہ یہ کہ مسلمین پر قضائے شرعی ہو اسی ردالمحتار کے اسی صفحہ میں ہے تنبیہ ظہور
من کلامہم حکم القاضی المنصوب فی بلاد الدرزدی القطر الشامی و یکون درزیاً و یکون نصرانیاً فکل منہما
لا یصح حکمہ علی المسلمین فان الدرزی لاملۃ لہ کالمنافق والزندیق وان سعى نفسه مسلماً و هذا کله بعد
کونہ منصوباً من طرف السلطان او ماموراً بذلک والافالواقع انہ ینصبہ امیر نلک الناجیۃ و لا درزی انہ
ماذون لہ بذلک ام لا و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (ششم) یہ اول عبارت تھا آخر یہ ہے کہ فتح نے فرمایا
کافرو غلام اگرچہ ایک نوع ولایت رکھتے ہیں مگر ان میں صحت و نفاذ سے مانع موجود ہے جب تک یہ آزاد اور وہ مسلمان نہ ہوگا ان کی قضا
صحیح و نافذ نہ ہوگی یعنی اس کی مطلقاً اور اس کی مسلمان پر کہ فرمایا لہ ولایہ و بہ مانع و بالعتق و الاسلام یدفع اور اس سے

استناد اس پر کیا جاتا ہے کہ اس کی قضا مطلقاً قضاء شرعی ہے۔ صحت تقلید کے وہ معنی بھی اس میں واضح فرمائے گئے کہ لو قد
کافرنا سحر قال محمد هو علی قضاؤه مضار الکافر کا بعد۔ اور عبد میں فرمایا۔ قل عبد فعتق جاز قضاؤاً
بتلك الولاية بلا حاجة الى تجديد هتتم، طرفہ تہ کہ اس روایت ہتتم کا خود حاصل یہ بتایا کہ غیر مسلم میں قاضی ہونے کی کافی
لیاقت ہے اگرچہ مسلمانوں پر اس کے احکام نافذ نہیں ہوتے مگر اگر یہ ٹھہرے کہ صحیح خود گفتہ و خود نماند کہ صحت، تو اس کی بات جدا ہے
ہتتم، کافی لیاقت سے اگر مراد مطلق قضا کی لیاقت تو صحیح ہے کہ مسلم کو مسلم پر ولایت شرعیہ مل سکتی ہے جیسے اپنے نابالغ بچہ پر
در مختار میں ہے للکافر ولاية علی کافر مثله اتفاقاً۔ اسی میں ہے۔ الکافر یجوز تقلید القضاء لیحکم بین
اهل الذمۃ گر اس سے مسلمانوں کے دینی امور میں ان پر ولایت شرعیہ کی نکر لازم اور اگر عام مراد تو محض باطل اور نصوص قطعہ
قرآن عظیم و تصریحات جملہ ائمہ و کتب کے خلاف ہے جن کا بیان مقدمہ چہارم میں گزرا۔ غرض ثبوت کی یہ حالت تھی کہ گیارہ میں دس بیگانہ
و بیکار اور ایک سراپا مخالف و مضار۔ استنباط کا حال اسی سے آشکار کہ الشجرۃ تنبئ عن الشرقة دہم، روایت ۸، ۳، ۱ سے یہ نتیجہ نکلا
کہ قاضی کا فرض منصبی یہ ہے کہ حقدار کی حق رسی اور مظلوم سے رفع ظلم کر دے جس کے لئے نہ عالم کی ضرورت نہ پرہیزگاری اس سے مراد
اگر صرف تنفیذ یعنی اول ہے تو حضر باطل بلکہ اس کا فرض منصبی یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے لئے احکام شرعیہ نا حاصلہ حاصل کر دے قیامت
ان کے لئے مواخذہ الہیہ سے نجات کی صورت کر دے ائمہ مجتہدین کے اختلاف اٹھا کر مختلف فیہ کو جمع علیہ کر دے اور اگر مراد عام ہے تو
یہ قسم دوم ہرگز صرف ذمیوی طاقت کا کام نہیں اس کے لئے مولیٰ و مولیٰ دونوں کا اسلام لازم اگرچہ عالم و متقی ہو نا ضرور نہ ہو جیسا کہ مقدمہ
ششم میں گزرا (دہم) روایت ۸، ۶، ۵، ۲ سے یہ لیا کہ قاضی میں علم و اتفاق کی شرط اس لئے چھوڑ دی کہ ایسے قاضی کا ملنا سخت مشکل
ہے علم و اتفاق کی شرط مان لی جائے تو فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہو اور اس پر یہ قیاس کیا کہ ہندوستان میں اسلام کی شرط ماننے سے بھی
فیصلوں کا دروازہ بند ہو جائے گا لہذا اسلام کی قید بھی اڑادی۔ خود اس فتویٰ کی روایت ۴، ۳، ۱ میں تصریح ہے کہ علم شرط الویت ہے
نہ شرط صحت یہی حال اتفاقاً ہے نصول امام استریشنی پھر فائتہ البیان امام اتقانی میں ہے کون القاضی عدل لیس بشرط ایضا
حتی قال اصحابنا رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان الفاسق یصلح ان یکون قاضیا والعدالة شرط الاولویۃ فی
ظاہر الروایۃ۔ ہدایہ میں ہے۔ الفاسق اهل للقضاء حتی لو قد یصح الا انه لا ینبغی ان یقلد هذا هو
ظاہر المذہب وعلیہ مشایخنا رحمہم اللہ تعالیٰ وقال الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الفاسق لا یجوز قضاؤاً
بدائع ملک العلماء میں ہے۔ کذا العدالة عندنا لیس بشرط لجواز التقلید لکنها شرط الکمال فیجوز تقلید
الفاسق و تنفذ قضا یاہ اذا المریجاء و فیہا حد الشرع وعند الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ شرط الجواہر
اور اسلام قطعاً شرط صحت ہے جس کا ثبوت قرآن عظیم و نصوص ائمہ سے گزرا اولویت کی شرطوں سے اگر وہ گزر کی گئی تو اس سے شرط
صحت کو بھی اڑا دینے کا جواز کیونکہ لازم آیا یعنی علمائے غیر اولیٰ کو صحیح مانا ہے لہذا ہم باطل کو حق مانے لیتے ہیں کیونکہ جیسا خلاف اولیٰ و سیا
ہی باطل ایک ہی بات ہے (یا زوہم) نماز فاسق کے پیچھے مکر وہ ہے پھر بھی جوہ میں جہاں ایک ہی جگہ جوہ ہوتا ہو علمائے بضرورت اس کی صحت

سے درگزر کی ہے فتح القدر میں ہے فی الدلایة قال اصحابنا لا یبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لان فی غیرها
یجد اماما غیرہ اہ یعنی انہ فی غیر الجمعة بسبیل من ان یحول الی مسجد آخر ولا یأثر فی ذلک ذکرہ فی
المخلاصة وعلی ہذا فیکرہ فی الجمعة اذا تعدت اقامتها فی المصر علی قول محمد وهو المفتی بہ لانه بسبیل ^{القول} من
حینئذ لہذا اگر کہیں صرف جاہل مسلمان ہوں جن کو سورہ فاتحہ بھی صحیح یاد نہیں میسے دیہات بلکہ قصبات بلکہ ہندوستان کے شہروں میں
لاکھوں آدمی اسی طرح کے ہیں اور کوئی پادری صاحب شوقیہ طور پر فاتحہ اور چند سورتیں ٹھیک یاد کر چکے ہوں تو اس فتوے کی رائے
میں بضرورت ان پادری صاحب کو امام کر کے جمع پڑھ لیں گے کہ علماء نے بضرورت شرط الویت سے درگزر کی تھی یہ بضرورت شرط اسلام
اڑا دیں گے انا للہ وانا الیہ راجعون ہ (دوازدہم) فاذا الطہورین میں اختلاف ہے کہ تاخیر کرے یا تشبہ درختار میں ہے یوخر ہذا
وقال تشبہ بالمصلین وجوباً ثم یعید بہ یفتی والیہ صح رجوعہ بالجملہ اس پر اجماع ہے کہ نماز نہیں پڑھ سکتا مگر اس فتوے
کے طور پر بے وضو ہی نمازیں پڑھا کرے کہ اس سے زائد ضرورت کس کی ہوگی اور ضرورت سے اس فتوے نے شرائط صحت بھی ساقط مان
لی ہیں (سیر دوم) روایت ۸ سے یہ واضح بتانا کہ رشوت لے کر فیصلہ بالاجماع باطل سمحت مجیب ہے حالانکہ خود اس روایت کی عبارت
منقولہ فتویٰ میں اس کا رد موجود ہے کہ اجماع کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ امام فخر الاسلام بزودی کا مختار یہ ہے کہ وہ فیصلہ نافذ ہے اور
اسی کو امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں تزیج دی (چار دہم) مختلف فیہ مسئلہ میں بالفرض ایک طرف ترجیح نہ بھی ہوتی محل ضرورت میں
اسے اختیار کرنے سے کیونکر لازم آتا کہ اسے سند بنا کر دوسری جگہ بزعم ضرورت اپنی رائے سے نصوص تطبیقہ قرآن عظیم و اجماع جمیع ائمہ
کے خلاف چلے نہ کہ وہ مسئلہ جس میں فتوے ائمہ مختلف ہو اس میں ایک جانب کو ضرورت کے باعث بالخصوص معتد کر لینے کو رد قرآن اجماع
کی حجت بنالیجے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (پانزدہم) بفرض باطل بطلان فیصلہ رشوت پر اجماع ہی ہوتا تو فیصلہ
تطعا اہل سے محل میں صادر ہوا تھا امر خارج وجہ بطلان ہوتا جو انتہائی کوشش کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ قضا عمل لوجہ اللہ ہے اور جب
رشوت لے کر قضا کی عمل اپنے لئے ہوا نہ اللہ عزوجل کے لئے فتح القدر میں ہے حاصل الرشوة فیما اذا قضی بحق ایجاب فسقہ
وقد فرض انہ لا یوجب العزل فولا یتہ قائمۃ وقضاؤک بحق فلم لا ینفذ وخصوص ہذا الفسق غیر مؤثر
وفاۃ ما وجہ انہ اذا ارتشى عامل لنفسه معنی والقضاء عمل لله تعالیٰ رد المختار میں ۵۔ قال فی النهو
تبعاً للبرانت خیر بان کون خصوص ہذا الفسق غیر مؤثر ممنوع بل یؤثر بملاحظۃ کونہ عملاً لنفسہ
وبہذا ینترجیح ما اختارہ السرخسی ۱۵۔ اقول یہ کہ محقق علی الاطلاق نے نکالا اور اس پر اعتماد نہ فرمایا واقعی اصلاً لائق اعتماد
نہیں کہ عمل لوجہ اللہ تعالیٰ نہ ہونے سے اخلاص گیا اور عدم اخلاص نفی ثواب کرتا ہے نہ نفی صحت۔ رد المختار میں ہے الاخلاص شرط للتوب
لا للصحۃ یہاں تک کہ اگر کسی سے کہا جائے اس وقت کی نماز پڑھ تجھے ایک اشرفی دیں۔ گے وہ اسی نیت سے نماز پڑھے فرض ساقط ہو جائیگا
اگر یہ ثواب پائے گا نہ اشرفی کا مستحق ہوگا درختار میں ہے قیل لشخص صل الظهر ولک دینار فصلی بہذا الذیہ یبغی ان
تجزئہ ولا یتحق الدینار۔ اشباہ میں ۵۔ اما الاجزاء فلما قدمنا ان الریاء لا یدخل الفرائض فی حق

سقوط العاجب و اما عدم استحقاق الدينار فلان اداء الفرض لا يبطل عقد الاجارة بلکہ اب فتویٰ جواز اجرت
است ہے اور شک نہیں کہ امیر مال بنفسہ ہے نہ عامل باللہ تعالیٰ مالانکہ اس کی ناز و نعمت صحیح ہے بہر حال قضا بہ رشوت میں جو کچھ خلل ہے
ام خارج میں ہے اہلیت برقرار ہے تو جہاں اہلیت شرعاً منتفی ہے اس کا اس پر تیس کیونکر ممکن (ساتھ دم) یہ بھی غلط ہے کہ فیصلہ مذکورہ
رشوت میں قول متقدمین بطلان ہے اور تاخرین نے نفاذ مانا بلکہ قول بطلان اختیار امام خمس الائمہ سخی ہے اور قول نفاذ اختیار امام فخر
الاسلام بزوی کہ ان کے معاصر بلکہ ان سے وفات میں مقدم ہیں امام بزوی کی وفات شریف ۸۲۲ھ میں ہے اور امام سخی کی حدود ۸۲۵ھ
یا حدود ۸۲۹ھ میں (ہم دم) یہ بھی غلط ہے کہ قائلان نفاذ نے نفاذ اس ضرورت سے مانا ہو کہ اب سب حکام رشوت خوار ہیں نہ ان میں تو فیصلہ
کا دروازہ بند ہو گیا ہے ام صرف علامہ شامی نے اپنے زمانے کی نسبت لکھا جو اسی تیرہویں صدی میں تھے جن کے انتقال کو ابھی اسی سال
ہوئے ہیں ۱۲۵۲ھ میں وصال فرمایا۔ قائلان نفاذ کے دلائل واضح وہ ہیں کہ گزرے (ہجرت) یہ ضرورت زائد امام فخر الاسلام میں کیونکر
ہوتی مالانکہ درختار میں معروضات مفتی ابوسعود سے ہے لما وقع التساوی فی قضاة زماننا فی وجود العدالة ظاہر
ورد الامور بتقدیر افضل فی العلم والدیانة والعدالة۔ اس پر اسی رد المحتار میں فرمایا۔ هذا كان فی زمنہ
وفد وجد التساوی فی عدمہما الآن فلینظر من یقدمہ مفتی ابوسعود دسویں صدی ہجری کے آخر میں تھے ۹۸۲ھ
میں انتقال فرمایا جب ان کے زمانہ تک تمام قاضی ظاہر العدالة تھے تو زمانہ امام اجل بزوی میں کہ ان سے پورے پانچ سو برس پہلے
تھاسب رشوت خوار کیسے ہوئے (نوزوم) اپنے زمانے تیرہویں صدی کی نسبت جو علامہ شامی نے لکھا وہ بھی محل نظر ہے قضا اگر
محصول سلطنت کے لئے لیتے تھے جیسے یہاں کورٹ فیس لیا جاتی ہے تو وہ رشوت قاضی کیونکر ہو سکتی ہے اور اگر اپنے ہی لئے لیتے تھے
جب بھی حد رشوت میں اس کا آنا مشکل کہ یہ محصول عام طور پر لیا جاتا ہے نہ خاص اس فریق سے جس کے موافق فیصلہ دینا ہے اور رشوت کسی کا
کام بنانے کے لئے لیا جاتی ہے نہ کہ مطلق یوہیں اجرت تو وہ لینا محض ایک غضب ہوگا جو فسق ہے اور فسق مانع نفاذ نہیں (بسم) فتوے میں
یہ عبارت علامہ شامی نکذا یقال هنا تک نقل کی اس کے متصل انھوں نے فرمایا وانظر ما سنذکرہ اول باب التحکیم سے دیکھو
جو ہم شروع باب حکیم میں ذکر کریں گے اسے چھوڑ دیا۔ شروع باب حکیم میں یہ فرمایا ہے تنبیہ فی البحر عن البرازیة قال بعض علما
اکثر قضاة مہدنا فی بلادنا مصالحون لانہم تقلدوا القضاة بالسبوتة و یجوز ان یجعل حاکما بترافع القضاة
واعترض بان الرفع لیس علی وجہ التحکیم بل علی اعتقاد انہ ماضی الحکم و حضور المدعی علیہ قد یکون
بالاشخاص والجبر فلا یکون حکما الا تری ان الیبع قد ینعقد ابتداء بالتعاہلی لکن اذا تقدمہ بیع باطل
او فاسد و ترتب علیہ التعاہلی لم ینعقد البیع لکونہ ترتب علی سبب آخر فکذا هنا ولہذا قال السلف
القاضی النافذ حکمہ اعز من الکبریت الاحمر اھ قالہ و بعض الشافعیہ یعبرونہ بانہ قاضی ضروری
اذ لا یوجد قاضی فیما علمناہ من البلاد الا وہو راسخ و مرشہ اھ وانظر ما قدمناہ اول البضاء (بسم) حکم
بلکہ یہیں اس کے متصل یہ عبارت تھی و فی الحامدیة عن جواهر الفتاوی قال شیخنا و امامنا جمال الدین البرزوی انما یجوز

في هذا المسألة لا اقدر ان اقول لا تنفذ احكامهم لما ارى من التخليط والجهل والجرأة فيصير ولا اقدر ان
اقول لا تنفذ لان اهل زماننا فلو كان الله سبحانه بالبطان ادى الى ابطال الاحكام جميعا يحكم الله بيننا وبين
تضاة زماننا فسدنا وعلينا ديننا وشرعية نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم لم يبق منهم الا الاذ والرسام
سبحان الله كرام وعلما اعلام تو اسلامي سلطنتوں میں مسلمان سلاطين کے مسلمان قضاة میں یوں فرمائیں بعض حیران ہوں کہ ان کو
کیونکر قاضی شرعی مانا جائے بعض تصریح فرمائیں کہ وہ قاضی نہیں پنج ہیں پھر اسے بھی روز فرادیں کہ پنج کنا بھی ٹھیک نہیں انھیں قاضی
ضرورت ماننا جیسا علامہ شامی کا اس عبارت میں خیال تھا بعض شافعیہ کا قول کہیں سلف صالح سے نقل کریں کہ قاضی شرعی کبریت
احر سے بھی زیادہ نادر ہے اور یہاں یہ حکم بالجزم ہے کہ اگرچہ نام مسلم سلطنت ہو اگرچہ نام مسلم حکام ہوں سب قاضی شرعی ہیں سبحان
مقلب القلوب والابصار (بست و دوم) اس ضرورت سے کہ فاضل نے تھے مقدمہ ہفتم دیکھو کہ خود محمد مذہب امام محمد رضی اللہ
تعالی عنہ نے اس صورت ضرورت کو ذکر فرمایا اور اس کا علاج بتایا جسے ہم نے موافق قانون وقت کر دکھا یا پھر زعم ضرورت کی کیا
گنجائش رہی اور محض باتباع ہوا مخالفت قرآن و تبدیلی شریعت واقع ہوئی والعیاذ باللہ رب العلمین (بست و سوم) جب
خاص جزئیہ کتب مذہب اور خود ارشادات محمد مذہب رضی اللہ تعالی عنہ میں صاف صاف بالتصریح موجود تھا تو اس کے خلاف اور تمام
نصوص کے خلاف اور خود قرآن عظیم کے خلاف مفتی کو اجتہاد لایینی و قیاس بے معنی کے کیا معنی اور ایسی جگہ ہذا ما استقر علیہ رائی کی صدا
لگانی کس نے مانی۔ (بست و چہارم) بالفرض تصریح جزئیہ نہ بھی ہوتی تو اجتہاد کی لیاقت کس گھر سے آئی (بست و پنجم) انہم پر علم تو نص قرآنی
کے مقابل اجتہاد کیسا (بست و ششم) بفرض باطل کوئی جزئیہ نادرہ شاذہ ہوتا بھی تو ظاہر الروایۃ و نصوص متواترہ و تصریحات متطافرہ اور
خود آیات شکارہ کے مقابل مردود ہوتا اور اس پر فتویٰ دینا حسب تصریح علماء کرام جہل و خرق اجماع ہوتا تصحیح القدوری پھر در المختار میں ہے
المکرو والفتیاء بالقول المرجوح جہل و خرق للاجماع جہاں کہ وہ بھی ہاتھ میں نہیں اس کی سخت شاعت کس درجہ میں۔
(بست ہفتم) بفرض محال اگر مرجوح نہیں کوئی قول مساوی بھی گڑھ لیا جاتا جب بھی اس کے سبب ابطال وقف روانہ ہوتا کہ مسائل مختلف
یہاں میں فتویٰ اس پر ہوا جب ہے جو وقف کے لئے النفع ہونہ اس پر کہ وقف کا انشی ہو کا نصوص علیہ فی غیب ما کتاب (بست و ششم)
مفتی و مصدقین و مستفتی و اہل معاملہ سب صاحبوں سے غیر خواہانہ مروض، اللہ عزوجل فرماتا ہے فبشر عباد الذین یتسمعون القول
فیتبعون احسنہ اولئک الذین ہدینہم اللہ و اولئک ہم اولوا الالباب اے نبی خوشی کی خبر دے میرے بندوں کو جو
کان لگا کر بات سنیں پھر بہتر کی پیروی کریں وہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور وہی عقلمند ہیں اور فرماتا ہے والذین اذا فعلوا
فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ فاستغفروا الذنوبہم ومن ینقر الذنوب الا اللہ ولم یصر و اعلى
ما فعلوا وہم یعلمون اولئک جزاؤہم مغفرة من ربہم و جنت تجری من تحتھا الانہار یخلدون فیہا و نعو
اجرا العلمین اور جنت ان کے لئے تیار کی گئی ہے کہ جب کوئی بدی یا گناہ کر بیٹھیں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں اور
اور اللہ کے سوا کون گناہ بخشے اور اپنے گناہ پر دانستہ ہٹ نہ کریں ان کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے معافی ہے اور باغ جن کے نیچے نہیں

ہمیشہ ان میں رہیں اور کام والوں کا کیا اچھا نیک۔ ابو داؤد ترمذی نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ما اصر من استغفر من نے معافی مانگ لی اس نے ہٹ نہ کی۔ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ان الحق قندیلا یبطل الحق شیئی مراجعة الحق خیر من التمادی فی الباطل بیشک حق قدیم ہے حق کو کوئی چیز باطل نہیں کرتی حق کی طرف رجوع باطل پر قائم رہنے سے بہتر ہے یہ فرمان امیر المؤمنین نے اپنے قاضی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارسال فرمایا رواہ الدارقطنی والبیہقی وابن عساکر عن ابی العوام البصری خوشی و شادمانی ہے انھیں جو سنیں اور گردن رکھیں انسان سے خطا متبذہ نہیں مگر خیر الخطائین التوابون خطا کار کی خیر اس میں ہے کہ توبہ کرے رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ والحاکم وصحیحہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق کی طرف رجوع سے عار و سوسہ ابلیس ہے اس کا ساتھ بہتر یا اس کے ارشاد کی اطاعت جو قرآن مجید میں فرما چکا کہ خطا پر اصرار نہ کیا تو میں نے تمہارے لئے جنت طیار کر رکھی ہے۔ شیطان سمجھا تا ہے کہ رجوع کی تو علم و عقل کو بٹانگے گا۔ دشمن جھوٹا ہے اور اللہ سچا کرا بھی بات سن کر ماننے والے ہی ہدایت پر ہیں اور وہی عقل والے ہیں اللہ توفیق دے (بست و نم) یہ فتوے چھپ کر شائع ہوئے ان کا ضرر متعدی ہوا کہاں دہلی کرناں کہاں راولپنڈی گولڑا جہاں سے یہاں آیا۔ اس کا ازالہ مفتی و مصدقین سب پر فرض ہے جیسے یہ فتوے شائع ہوئے یوہیں ان کا بطلان ان سے رجوع ملک میں شائع کریں اس میں اللہ کی رضائے اللہ کے رسول کی رضائے خلق کے نزدیک عزت و وقعت ہے حق پسند کا لقب لٹا بڑی دولت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا عملت سیئۃ فاحذ عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ جب تو گناہ کرے تو فوراً توبہ کر۔ خفیہ کی خفیہ اور علانیہ کی علانیہ رواہ الامام احمد فی الزہد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن افسوس کہ چھاپنے والے صاحب نے تہمیدیں لکھا تھا "بفرض اطلاع عام مسلمان اور علمائے خفیہ ہندوستان عرض کیا جاتا ہے، اور آخر میں لکھا تھا "یہ مضمون اول اسلام ہند اور علماء خفیہ کے روبرو پیش کرنا ہے،" ممکن کہ قریب مواضع مثل دیوبند و تھانہ بھون بھیجا اور جواب موافق ملایا سکوت رہا ہو۔ یہاں اب تین برس کے بعد ایک بندہ خدانے بھیجا اور اس کی صحت و بطلان سے استفتا کیا اول ہی آجاتا تو مفتی و مصدقین پر حق جلد کھل جاتا۔ ماننا نہ ماننا جب بھی توفیق پر تھا اب بھی توفیق پر ہے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ یمہدی من یشاء الی صراط مستقیم (بسم) اشاعت فتوے میں لکھا ہے کہ جاؤ اور کرنا! ۱۰ واقف حکما مجبور و ممنوع التصرف کر دے گئے تھے اور حکام رجسٹری کو مانعت کی گئی تھی کہ ان کی کسی دستاویز انتقال پر رجسٹری نہ کریں اس کے احکام امتناعی کرناں مظفر نگر الہ آباد تین محکموں سے ۲۴ اگست لغایت ۲۹ ستمبر ۱۹۵۷ء صادر ہو چکے تھے پھر بھی یہ لکھا ہے کہ انھوں نے ۲۵ اگست ۱۹۵۷ء کو اپنی جاؤاد کا دفتر نامہ لکھا اور ۲۵ ستمبر ۱۹۵۷ء کو اس پر رجسٹری ہوئی۔ احکام امتناعی کے بعد رجسٹری کیونکر ہوئی تو وہ بھی حکم ہے جس سے نیک جبر تصور ہو یا بطور خود کسی اہلکار کی حکم عدولی بہر حال یہ قانونی بحث ہے شریعت مظہرہ کے حکم میں بلاشبہ وہ وقف صحیح و تمام و نافذ و لازم ہے جاؤاد ملک واقف سے خارج ہو کر خالص ملک الہی عزوجل ہو گئی اور اب ان فتووں کی رو سے وراثت

کو باطل کر کے اس پر بالکافہ قابض ہو گئے اس کا وہاں عند اللہ مفتی و مصدقین کے سر پہ بقائے جاؤا تک اس مال خدا میں جتنے تصرفاً مالکانہ سلا بعد نسل ہو کریں گے ہمیشہ ان کا وہاں مفتی و مصدقین کی زندگی میں اور بعد موت قبر میں پہنچتا رہے گا خود فتوے نے تسلیم کیا ہے کہ احکام تانہ فی شرع اوی مفید ہیں جو مطابق شرع ہوں نامسلم تو نامسلم خود قاضیان اسلام بلکہ سلاطین اسلام اگر کوئی خیر زید کو برخلاف حکم شرع ولادیں وہ ہرگز اس کے لئے حلال نہ ہو جائے گی احکام سلاطین دنیا تک ہیں آخرت میں کام نہیں آسکتے سلاطین درکنار خود صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں انکم تختصمون الی فلعل بعضکم ان یکون الحن بجمتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو مما اسمع فمن قضیت لہ بحق مسلم فانما ہی قطعة من النار فلیأخذھا اولیتو کھا صاف ارشاد فرمایا کہ ایک اگر اپنی چرب زبانی کے باعث حجت میں بازی لے جائے اور ہم اسے ڈگری دے دیں اور واقع میں اس کا حق نہ ہو تو ہمارا ڈگری فرمانا سے مفید نہ ہو گا وہ مال نہیں اس کے حق میں جہنم کی آگ کا گرٹھا ہے رواہ الائمة مالک و احمد والستة عن امر سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا مفتی و مصدقین پر فرض ہے کہ جس طرح اپنے غلط فتوے سے یہ آتش دوزخ کا ٹکڑا درخت کو دلا یا یونہی اپنی صحیح ولو جہ اللہ کوششوں سے انھیں اس سے بچانے کی فکر کریں ورنہ انما علیک اثم الار لیسیدین اللہ واحد قہار سے ڈریں اور ولیمن اتقالمع و اتقالمع و لیسلن یوم القیمة عما کانوا یفترون کی جانگزا آفت سے پرہیز کریں یہ ضرور ہے کہ بہت ابنائے دنیا کو ملا ہو مال چھوڑنا سمحت و شوار بلکہ نامکن ہوتا ہے مگر زمانہ اللہ کے ڈروالے بندوں سے خالی نہیں اور نصیحت نفع دیتی ہے و ذکر فان الذکر تنفع المؤمنین اے اللہ کے دشمن راہ خدا ہے دوسروں کے بتانے میں آپکے باطل فتووں کا حیلہ سکھائے گا کہ اتنے مولوی حلال کر رہے ہیں عذاب ہے تو ان کی گردن پر۔ مگر جب آپ حضرات خود ہی خوف خدا کر کے حق حکم ان پر ظاہر کریں گے تو کیا عجب کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو حرام مال سے بچے اور وقف خدا پر تصرف کرنے کی توفیق بخشنے اور جب وہ رئیس جاگیر دار ہیں تو شاید اسی پر ان کا ذریعہ رزق منحصر نہ ہو اور ہو تو رزق اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے حرام کھانے سے ناقد لاکھ جگہ بہتر ہے اور اس میں حکام کی کچھ مخالفت نہیں جس پر ڈگری ہو وہ مجبور کیا جاتا ہے جس کی ڈگری ہو اگر خدا سے ڈرے اور اس مال کو چھوڑ دے حکام کو ہرگز اس سے تعرض نہ ہو گا۔ کیا اچھا ہو کہ روز قیامت اللہ واحد و قہار کے حضور کھڑے ہونے سے ڈریں اور قلیل و ذلیل و فانی مال چھوڑ کر جلیل و جزیل و باقی ثواب لیں۔ بہر حال مفتی و مصدقین پر اپنے فرض سے ادا ہونا فرض ہے یہ محض خالص اسلامی عرض ہے۔ دیکھیں کون ہندہ خدا سبقت کرتا اور رضائے الہی و ثواب عقبی و ثنائے دنیا کا مستحق ٹھہرتا ہے اللہ عزوجل توفیق دے مستذاکرون ما قولکم و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد و حسبنا اللہ و نعم الوکیل و صلی اللہ تعالیٰ و بارک و سلم علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و ابنتہ و حوزہ اجمعین آمین و الحمد للہ رب العلمین و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و حکمہ عز شانہ احکم

مسئلہ :- از ریاست نام پور محلہ لال قبر مرسلہ سید احمد حسن صاحب ۲۶ شوال المکرم ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ۱۵ نومبر ۱۳۳۳ھ کو ایک مکان خریدیا۔ ۷ جنوری ۱۳۳۳ھ کو زید نے اس پر

دعویٰ شفعہ کیا اور ۸ جنوری کو علم بیع ہونا اور اسی وقت طلب موثبت و اثبات بجالاتا بیان کیا اور اس پر پانچ گواہ دیئے ہندہ نے سات گواہ تسلیم شفعہ کے پیش کے حاکم نے ان گواہوں پر اعتماد فرما کر دعویٰ رد کر دیا مدعی نے اپیل کی اور گواہان ہندہ پر بہت سی جرحیں کرائیں اور ان کے متعلق دو فتوے داخل کے سائل نے بریلی دارالافتاء سے فتویٰ چاہا اس پر فیصلہ و اظہارات جلد گواہان فریقین کی نقول باضابطہ لانے کا حکم ہوا۔ سائل نے نقول حاصل کیں اور حسب الحکم مع نقل ہر دو فتوے مدخلہ مدعی حاضر دارالافتاء ہیں امید کہ بعد ملاحظہ حکم شرعی سے خالصا لوجه اللہ اطلاع عطا ہو۔ بینواتوجروا۔

اجواب۔ اللہم ہدینا الحق والصواب نقول مذکورہ مطلوبہ دارالافتاء مدخلہ سائل ملاحظہ ہو میں باضابطہ نقلیں اس لئے طلب کی تھیں کہ تجربہ سے متعدد مسائلوں کا خلاف روداد اظہار کر کے فتویٰ لینا ثابت ہو لیا تھا جس میں سراسر صراحت و وقت دارالافتاء تھی۔ فیصلہ و اظہارات کا ملاحظہ بنگاہ اولیٰں بتاتا ہے کہ مدعی اپنے دعویٰ شفعہ کو بروجہ شرعی ثابت کرنے میں محض ناکام رہا وعدہ شفعہ دعویٰ واجب الرد ہے جیسا کہ ذی علم فاضل مفتی نے کیا۔ تمام ابحاث کے ذہنوں فتووں میں ظاہر کی گئیں ان پر فردا فردا نظر اور ہر باطل کا ابطال مستقل ایک وقت چاہتا تھا مگر ہر دو فتوے مدخلہ مدعی خود ہی رد دعویٰ کو کافی و کافی ہیں ان سے زیادہ ثبوت کی حاجت نہیں کہ وہ خود مسلمہ مدعی ہیں لہذا انھیں وجوہ مقبولہ مدعی و مفتیان مدعی سے بطلان دعویٰ ثابت کر کے صرف ایک وجہ شرعی اور اثبات ذکر ہیں جس کی طرف فیصلہ میں بھی توجہ مبذول نہ ہوئی وجہ اول پہلے فتوے میں گواہ ہندہ سید ابوالقاسم پر یہ اعتراض ہے کہ اس کے بیان میں مدعی بہا کا تعین نہیں مدعی بہا یہاں مکان ہے اس کی تعین کے دو طریقے ہیں ایک نشاندہی دوسرے بیان حدود دونوں اس کے بیان میں نہیں ایسی حالت میں گواہی کیونکر مقبول ہو سکتی ہے اور اس پر قاضی خاں کی تین عبارات پیش کیں۔ سید ابوالقاسم کے بیان میں وعدہ نشاندہی ہے کہ مکان کو موقع پر بتا دوں گا۔ پانچوں گواہان مدعی نے بھی صرف وعدہ نشاندہی کیا ہے جب وہ کافی نہیں تو مدعی کی پانچوں گواہیاں تعین مدعا بہا سے خالی اور واجب الرد و نامقبول ہوئیں کہ ان میں نہ بیان حدود ہے نہ نشاندہی بلکہ رحمت علی خاں نے صراحت کہا ہے مظهر حدیں مکان متنازعہ کی نہیں بتا سکتا مظهر حدیں دیکھنے نہیں گیا تھا۔ گواہیوں میں وقت طلب شفعہ جانب مکان اشارہ مدعی کا بیان نہ گواہ کا اشارہ ہو جائے گا نہ بیان حدود۔ مدعی نے اس وقت اشارہ کیا ہو گواہ تو نہیں بتاتے کہ وہ کونسا مکان ہے جس کی طرف اشارہ کر کے طلب موثبت کی تھی فتویٰ مدعی کو تسلیم ہے کہ اس کی تعین کے دو ہی طریقے تھے۔ نشاندہی یا بیان حدود اور وہ دونوں یہاں مفقود و لہذا پانچوں گواہیاں مردود۔

وجہ دوم جب یہ کہ گواہی ہندہ میں مکان خود مدعی پر نہیں بلکہ اس کا دعویٰ تسلیم شفعہ کا ہے مکان صرف متعلقات دعویٰ سے ہے تو جہاں وعدہ نشاندہی ناکافی ہو کر صرف ایک شے متعلق دعویٰ کی تعین نہ ہونے سے فتوائے مدعی نے شہادتوں کو ناکافی قبول بنایا تو یہاں کہ خود مکان ہی مدعی پر ہے وعدہ نشاندہی ناکافی ہو کر بیان گواہان میں اسکا عدم تعین کیوں نہ ان تمام شہادات کو واجب الرد کرے گا۔

لے فتوے میں ہر جگہ یہ لفظ متدعویٰ ہے کہ محض بہل و بے معنی ہے ۱۷۔

وجہ سوم فتوے نے گواہان ہندہ محمد صدیق خاں محمد سید خاں محمد علی خاں پر بھی یہی عدم تعین مدعی بہ کا اعتراض کر کے فرمایا اس لئے شہادت ان کی بالجہول شرعاً لغو و باطل ہے اور اس پر قاضی خاں اور علیگری کی عبارتیں پیش کیں۔ یہ سب سے عجیب تر ہے ان تینوں کے اظہار خود موقع پر ہوئے اور نقول میں ہر ایک کے ساتھ صاف تصریح ہے کہ نشاندہی کر دی تو اولاً ان کی شہادت کو بالجہول کہنا کیسا صریح لغو و باطل ہے ثانیاً جب بالفعل نشاندہی بھی تعین کو کافی نہ ہوئی تو پانچوں گواہان مدعی کے بیان میں کہ نشاندہی کا صرف وعدہ ہے سو درجہ زائد ان کو شہادت بالجہول و لغو و باطل کرے گا۔

وجہ چہارم وہی کہ گواہی مدعا علیہا میں مکان مدعی بہ نہیں جب یہاں نشاندہی کافی نہ ہوئی شہادت مدعی میں کہ خود مکان مدعی بہ ہے وعدہ کس درجہ باطل و ناکام ہوگا۔

تنبیہ ان افادوں کے بعد دارالافتا کو اس بحث کی طرف توجہ کی اصلاح حاجت نہیں کہ اس عدم تعین کا جواب فیصلہ میں یہ فرمایا کہ تسلیم اسقاط ہے اس میں تعین کی ضرورت نہیں اور فتوے نے اس پر رد کیا کہ اس حالت میں ہے کہ اسقاط بالفاظ صریحہ ہوا ہو ورنہ تسلیم لغو اور بتسلیم اختیار دعویٰ حاصل اور اس پر علیگری کی عبارت پیش کی اگرچہ یہ جواب ہرگز صحیح نہیں اولاً عبارت علیگری تسلیم دلاتے میں ہے مثلاً خزیج سن کر خاموش رہنا اٹھ جانا یا مشتری سے بیعہ کی خریداری یا ہبہ یا اجارہ کی خواہش اور یہاں تسلیم ان لفظوں میں بیان ہوئی ہے کہ اچھی بیگم نے مکان خرید لیا میں بہت خوش ہوا۔ اس کے لینے سے میں خوش ہوں مناسب ہے۔ اچھا کیا۔ یہ دلالت تسلیم کی شق میں کیونکر جاسکتے ہیں ثانیاً دلالت تسلیم میں بھی صرف علم شفیع بالبیع و رکار ہے نہ کہ تسلیم میں تعین حد و جس پر یہاں بحث ہے خود اسی عبارت علیگری میں تسلیم صریح اما یجری مجراہ۔ میں فرمایا۔ سواء علم بالبیع اولہ یعلم بعد ان کان بعد البیع۔ اور دلالت میں فرمایا۔ لا یسقط حقیقہ ثم الابد العلم۔

وجہ پنجم فتوے نے گواہ ہندہ سید اچھے میاں کی شہادت پر یہ اعتراض کیا کہ تعین و تعریف مدعی و مدعا علیہ کی کرنا گواہ پر ضروری ہے بلا اس کے گواہی نامعقول ہے اور تعریف و تعین بصورت موجودگی مدعی و مدعا علیہ وقت ادائے شہادت اشارہ سے چاہئے یہ یہاں مقصود ہے اور اس پر علیگری کی عبارت پیش کی۔ گواہ کے لفظ یہ ہیں "اس میں پیارے میاں صاحب مدعی حاضر عدالت نے فرمایا یہ مکان تم نے اچھی بیگم کے نام خریداہے مناسب ہے" اگر مدعی کا نام اور یہ صفت کہ مدعی اور یہ وصف کہ حاضر عدالت ان تینوں کا اجتماع تعین و تعریف کے لئے کافی نہیں بلکہ بوجہ حضور مدعی خاص اشارہ ہی لازم تھا تو مدعی کے پانچوں گواہیوں میں بیحد یہی حالت ہے ایک نے بھی مدعی کی طرف اشارہ نہ کیا سب نے پیارے میاں مدعی حاضر عدالت ہی کہے یا برادری سید وزیر علی نے اتنا اور بڑھایا جن کو شجاعت علی کہتے ہیں تو ثابت ہوا کہ حکم فتوے مدخل مدعی پانچوں گواہان مدعی کی گواہیاں مردود ہیں۔

وجہ ششم دوسرا اعتراض اسی گواہ پر عدم تعین مدعا علیہا سے کیا کہ بصورت عدم موجودگی عام آدمی کی تعین و لدیت وغیرہ سے چاہئے تھی وہ بھی متحقق ان کے بیان میں نہیں ہے لہذا شہادت ان کی شرعاً ہرگز قابل قبول نہیں اس پر بھی وہی

عبارت علیگری سند ہے۔ یہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ سید اپنے میاں نے صرف اچھی بیگم کہا اور گواہان مدعی سوائے سید وزیر علی کے بیان میں بھی اگرچہ اچھی بیگم کی ولدیت مذکور نہیں مگر غرور طلب یعنی شاہ علی حیدر کے اخبار اور مدعی کے طلب شفعہ میں بیان زوجیت ہے بھرنے کہا مکان دن میاں کی بی بی اچھی بیگم نے مول لیا الخ فتوے میں یہ عبارت علیگری اس لفظ تک نقل فرمائی ^{مکان دن میاں کی بی بی اچھی بیگم نے مول لیا} یحتاج الی تنسیۃ الشہود واسم العائیل واسم ابیہما اس کا ظاہر یہ ہے کہ بیان ولدیت ضرور ہے جس سے چاروں گواہان مذکورہ مدعی کے بیان بھی خالی ہیں مگر یہاں کارروائی اور ہے فتوے نے ناقص عبارت نقل کی اور اس کا تمہ کہ مضر جملہ شاہان مذکورہ مدعی تھا چھوڑ دیا اس کے بعد عبارت علیگری یوں ہے واسم جدہما شرط الحضاف ذکر الجدد للتعریف ہکذا ذکر فی الشروط ومن متایفنا من قال هذا قول ابی حنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ اما علی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ منذ ذکر الالب یکنی کذا فی الذخیرۃ والصیحیح ان النسبۃ الی الجدد لایمد منه کذا فی البحر الرائق یعنی غیر مشہور شخص کہ حاضر نہیں ضرور ہے کہ اس کا نام اس کے باپ کا نام اس کے دادا کا نام گواہ لیں امام خصاف نے تعریف کے لئے دادا کا ذکر شرط فرمایا ہے ایسا ہی کتاب الشروط میں ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ دادا کا نام لینا ضروری ہونا حضرت سیدنا امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باپ کا نام کافی ہے ایسا ہی ذخیرہ میں ہے اور صحیح یہ ہے کہ دادا کا نام لئے بغیر چارہ نہیں ایسا ہی بحر الرائق میں ہے یہاں تک علیگری کی پوری عبارت تھی جس میں صرف باپ کے نام تک نقل فرما کر باقی چھوڑی اب اگر ولدیت کی حاجت نہ بھی ہو تو عبارت مذکورہ کا صاف ارشاد ہے کہ ایک تعقید کافی نہیں دو ضرور ہیں یہی ہمارے امام مذہب کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے تو ان گواہان مدعی نے کلفظ دن میاں کی بی بی اچھی بیگم کہا ایک ہی تعقید ہوئی اور تعین کے لئے ناکافی ہو کر صحیح مذہب امام اعظم میں شہادتیں مردود ہوئیں جب آدمی اور اس کے باپ کا نام کافی نہیں کہ دو تک شرکت نادر نہیں ممکن کہ اور شخص بھی اس نام کا ہو جس کا باپ بھی اس کے باپ کا ہمنام ہو لہذا نام جد ضروری ہے عورت اور اس کے شوہر کا نام کیوں کافی ہونے لگا یہاں بھی ممکن کہ اور عورت بھی اس نام کی ہو جس کا شوہر بھی اس کے شوہر کا ہمنام ہو لہذا تعقید دیگر بھی ضروری ہے۔ رہے سید وزیر علی انھوں نے ضرور دو نام لئے شوہر کے ساتھ اچھی بیگم کے باپ کا نام ایوب شاہ بھی بتایا مگر افسوس کہ شوہر کا نام و دن میاں لیا اور شاہ حیدر علی کے بیان میں بھی یوں ہے کہ مکان اچھی بیگم دن میاں کی بی بی نے خرید لیا یہ نام لینا لینے سے بدرجہا بدتر ہوا نہ لیا جاتا تو مدعا علیہا میں ایک نوع جہالت رہی اور نام بدل دیا تو مدعا علیہا خود بدل گئی کہ وہ اچھی بیگم بنت ایوب شاہ جو دن میاں کی بی بی ہے یقیناً اس اچھی بیگم بنت ایوب شاہ کی غیر ہے جو اسی وقت میں دن میاں کی بی بی ہو۔ اس کے بیان کو بھی یہی فتوائے مدخلہ مدعی کافی ہے مدعا علیہا کے گواہ محمد شاہ خاں کے بیان میں یہ جملہ واقع ہوا منظر اچھی بیگم مدعا علیہا کو جانتا ہے اس کے باپ کا نام ایوب علی ہے اس پر فتوے نے اعتراض فرمایا کہ ان کے بیان میں ایک نقصان یہ بھی ہے کہ انھوں نے ولدیت مدعا علیہا کی غلط بیان کی ہے کہ جس کا یہ شاہ ہے اس کو خود تسلیم ہے لہذا اس کی گواہی کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے اور اس پر علیگری کی سند دی یوں یہاں بھی سید وزیر علی

کی نسبت کہا جائے گا کہ ان کے بیان میں ایک نقصان یہ بھی ہے کہ انہوں نے زوجیت مدعا علیہا کی غلط بیان کی ہے کہ جس کا یہ شاہد ہے اس کو خود تسلیم ہے لہذا اس کی گواہی کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے بلکہ انصافاً ایوب شاہ و ایوب علی میں وہ تباہین نہیں جو دن میاں و دون میاں میں ہے ممکن کہ نام ایوب علی شاہ ہو اور اختصاراً کسی نے ایوب شاہ کہا کسی نے اخیر کا کلمہ تعظیمی کم کر کے ایوب علی بخلاف دن و دون کہ قطعاً دو متغایر نام ہیں بہر حال اسی وجہ ششم پر بھی پانچوں شہادات مدعی رو ہیں۔

وجہ ہفتم مدعی کے فتوے اولیٰ نے جملہ شہادات مدعی کو ان چھ وجوہ سے باطل کیا نہ یوں کہ مجموعہ پر چھ ہوں بلکہ ہر گواہی چھ وجوہ سے مردود ہے اب اس فتوے میں بعض شہادتوں پر دو اعتراض اور ہیں کہ وہ بھی مدعی کی بعض شہادات پر وارد ہیں جو ہیں بعض دیگر ابطال مدعی کے فتوے دوم سے ہے یوں مگر ان فتووں نے ساتویں وجہ سے جملہ شہادات مدعی باطل کی ہیں اس کا بیان سننے اول شہادت محمد شاہ خاں پر تبدیلی نام کا اعتراض کہ اس سے سخت تر شہادت سید وزیر علی پر وارد ہے دوم شہادت منور حسین خاں پر اس کا جزو بیان غلط ہونے سے اعتراض کہ اس نے کہا مجھے سن وصول ہو گیا تھا حالانکہ واقع میں اس وقت تک وصول نہ ہوا تھا فتوے نے اس کی نسبت کہا تھا کہ عدالت کو بھی تسلیم ہے ہم نے فیصلہ میں کہیں اس کی صریح تسلیم نہ پائی بلکہ جواب وہ دیا ہے کہ بر تقدیر وقوع بھی شہادت سے دفع مضرت کرے جس کا بیان عنقریب آتا ہے بہر حال یہ اعتراض گواہ مدعی احسان خاں بلکہ ننھے مرزا پر بھی ہے ان کے کلام میں بھی تناقص ہے ننھے مرزا نے کہا منظر گل نور خاں کے چبوترہ پر قریب مکان متنازعہ بیٹھا ہوا تھا اس کو عرصہ کوئی ڈھائی ہینہ کا ہوا پھر کہا منظر چبوترہ کے نیچے بیٹھا تھا اور آدمی چبوترہ پر تھے اسے اگر استدراک ہی کہئے تو احسان خاں نے ادلا کہا جب سے منظر اس جلسہ میں آیا اور جب تک گیا منظر سے کسی سے بات نہ ہوئی۔ بعد کو لکھا یا منظر گل نور خاں سے باتیں کر رہا تھا یہ ضرور تناقص ہے اور تناقص میں کذب سے منفر نہیں کہ دونوں باتیں سچی نہیں ہو سکتیں علیگیری میں بسوط سے ہے نہ تقبل لانا نتیقن بکذب احد ہما فیصلہ نے منور حسین خاں کی طرف سے وہ جواب دیا کہ وہی احسان خاں اور ننھے مرزا پر سے اس اعتراض کا جواب ہوتا یعنی یہ امر صلب شہادت سے خارج ہے اور شرعاً نقص غیر مشہود بہ مضر شہادت نہیں اور اس پر یہ عبارت شرح وقایہ تحریر فرمائی الا کذاب فی غیر المشہود بہ لا یسنع القبول یہ عبارت اگرچہ چند اطلاق نہ ہو کہ کلام کذب میں ہے نہ کذاب میں بلکہ اس کے لئے یہ عبارت خلاصہ وہنہ یہ ہے کہ التناقض فیما لا یحتاج الیہ لا یضر مگر فتوے مدعی نے خود بھی کذب و کذاب میں فرق نہ کر کے اس کا یہ رد کیا کہ بصورت نسوب ہونے گواہ کے صریح جھوٹ کے ساتھ گواہی اس کی نامقبول ہے خواہ یہ لغو بیانی اس کی مشہود پہلے سے خارج ہو یا نہ ہو اور اس پر یہ عبارت علیگیری پیش کی۔

فی العیون شہد درجلان علی آخر بالف وانہ قد قضاہ حنسمائکة وقال الطالب لی علیہ الف ما قضا فی شیدئا والشہود ادموانی الشہادۃ علی القضاء تقبل شہادتہما ان عدلا ولو قال شہادتہما بالقضار باطل لا تقبل شہادتہما لانہ نسبہما الی الفسق کذا فی الحیط انگرہ جاناکہ صورت علیگیری کو یہاں سے کچھ علاقہ نہیں جب مدعی ہزار روپے کا بتا تا ہے اور گواہ کہتے ہیں ہزار تھے پانسو روپے کے ہیں تو وہ صراحتاً ہزار کے مطالبہ کو غلط اور صرف پانسو

کا مطالبہ تیار ہے ہیں اسے مشہود بہ سے خارج ماننا عجیب ہے سو ہم یہاں تک فتوائے اولی کے حرف حرف پر کلام ہو لیا اب دوسرا سنئے:

فتوائے ثانیہ مدعی کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاد مدعا علیہا کا بیان تھا کہ ۱۵ نومبر یعنی تاریخ بیسٹ ہی میں مدعی کو علم بیع ہوا مدعی شریک مشورہ تھا اس نے بعد ایسے تسلیم کی ان میں پہلے دو فقرے کسی گواہ مدعا علیہا نے بیان نہ کئے تو شہادت مطابق دعوی نہیں لیا نامقبول یعنی میں ہے موافقتہ للدعوی ان متحد انواع و کا و زمانا ثانیاً گواہ ان مدعا علیہا میں محمد سعید خاں محمد صدیق خاں محمد علی خاں جن کی شہادت ۲۳ اپریل کو ہوئی اس وقت سے چار مہینے پہلے مدعی کا وہ قول بتاتے ہیں کہ مکان اچھی بیگم نے مول لیا میں خوش ہوا تو حساب سے اس قول کا وقت او آخر دسمبر آتا ہے اور منور حسین خاں محمد شاہ خاں سید اچھے میاں شروع جنوری روز جمعہ کو مدعی کا یہ کہنا بیان کرتے ہیں اور خود مدعا علیہا ۱۵ نومبر ہی کو وقوع تسلیم بتاتی ہے اب بیان گواہ ان کو موجب تسلیم ملنے یا تسلیم گذشتہ کی خبر۔ بر تقدیر اول جبکہ حسب بیان مدعا علیہا شفعہ ۱۵ نومبر کو تسلیم و ساقط ہو چکا تھا پھر دسمبر و جنوری میں مکرر سقوط کیسا الساقط لا یعود بر تقدیر ثانی خبر کے لئے مخبر بہ کا ثبوت لازم مخبر بہ قول مدعا علیہا ہے بیان گواہ ان سے جس کا ثبوت نہیں لہذا یہ خبر تسلیم مثبت تسلیم نہیں ثالثاً مدعا علیہا ۱۵ نومبر کو تسلیم بتاتی ہے گواہ بد کو تو دونوں بیان متعارض ہو کر ساقط ہوں گے اور حق شفعہ جو طلبین سے مستقر ہو چکا ہے ثابت رہے گا، قاضیاں میں ہے المدعی اذا کذب الشہود و فی ما شہد والہ او فی بعضہ لا تقبل شہاد تہمہ یہ حاصل ہے تمام تطویل فتوائے ثانیہ کا بلکہ زیادت ضبط و ایضاح کے ساتھ مگر انہوں کا محل ہے کہ اس میں ایک حرف بھی صحیح نہیں اولاد مدعی علیہا کا دعوی تسلیم شفعہ بعد العلم بالبیع ہے اس کے سوا یقین وقت نہ اس کے دعوی کا حقیقتہً خبر نہ مدار نہ اس کے بیان کی حاجت نہ اس میں اختلاف سے مضرت تسلیم یہاں بالقول ہوئی اور قول قابل تکرار ہے اور شہود ایک جگہ خاصہ کا بیان نہیں کرتے بلکہ صراحتہً جدا جلسوں کا ذکر کرتے ہیں قول محض میں اگر شہاد میں یا شہادت و دعوی و بارہ زمانہ ایسا اختلاف کریں اصلاً کچھ مضرت نہیں نہ ہرگز اسے شہادت و دعوی یا باہم دو شہادتوں کی عدم مطابقت کہہ سکیں علیگری میں ہے ان کا ان المشہود بہ قولاً محضاً کا بیع والاجارۃ والطلاق والعقاق والصالح والابراء و اختلافاً فی البلدان او فی الشہور و جازت شہاد تہما ولا تبطل الشہادۃ باختلاف الشاہدین فی الایام والبلدان الا ان یقولوا لکنما مع الطالب فی موضع واحد فی یوم واحد ثم اختلافاً فی الایام والمواطن والبلدان فان ابا حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال انا جیزا الشہادۃ و علیہما ان یحفظوا الشہادۃ درن الوقت وقال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ الامر کما قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی القیاس وانا استحسن وابطل ہذا الشہادۃ باللہمة الا ان یختلفا فی الساعتین من یوم واحد فیحوز کذا فی فتاوی قاضیخان ثانیاً اعتراض دوم عجیب منطق ہے اس شہادت میں موجب و مخبر کی تردید کیسی شہادت ہمیشہ مخبر ہی ہوتی ہے اس کی تعریف ہی میں اجبار بحق داخل ہے اور مخبر بہ صرف قول مدعا علیہا ہونے سے ایراد اس سے بھی عجیب تر مخبر بہ ہمیشہ

دعویٰ ہوتا ہے اور دعویٰ ہمیشہ قول صرف مدعی۔ اسی کے اثبات کے لئے شہادت ہوتی ہے شہادت سے پہلے اس کا ثبوت درکار ہوتا ہے شہادت لغو ہے کہ اثبات کیا محتاج اثبات ہے اور اگر مقصود کہ اس کا دعویٰ اور ان کا بیان زمانا مختلف ہے تو یہ وہی پہلا اعتراض ہے جس کا رد ہو چکا ثالثا یہی حال تعارض کا ہے نفس تسلیم میں دعوائے مدعا علیہا و جملہ شاہد ان مدعا علیہا متفق ہیں اختلاف اگر ہے تو زمانہ کا اور وہ قول محض میں مضر نہیں ہے علیگری میں ہے شہدا ان فلا ناطلق امراتہ شہدا حدما انه طلقها بالبصر والآخر انه طلقها بالكوفة لو شہدا بذلك في يومين متفرقين من الايام بينهما قدر ما يسير الراكب من الكوفة الى مكة جازت شہادتهما یہ رو ہے اس تمام فتوائے ثانیہ کا اور شفعہ یہ ثبوت بلین مستقر ہو لینے کا ردی حال ہمارے بیانات سابقہ و لاحقہ سے واضح۔ خیر یہ تو اس فتوے کی حالت تھی کہنا یہ ہے کہ بغور علم بایع طلب موثبت و شہاد بجالانا قطعاً ایسی چیز ہے کہ دوبار نہیں ہو سکتی کہ علم بایع متکرر نہیں ہو سکتا تو مدعی اور اس کے شاہد ان کا بیان وقت میں بھی یقیناً بالکل متفق چاہئے اگر زمانہ اس کے زمانے سے آگے پیچھے بتائیں تو شہادت و دعویٰ ضرور مختلف ہیں اور وہی عبارات ہدایہ و عینی کہ فتوائے ثانیہ نے رد شہادات مدعا علیہا کے لئے زعم کی تھیں رد شہادات مدعی کو کافی ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مدعی نے علم بایع اور بغور علم طلب کی تاریخ ۸ جنوری بتائی اس کی گواہیاں میں مارچ کو گذریں کہ اکثر دن یا دو مہینے گیارہ دن کا فاصلہ ہے لیکن سید گوہر علی کے بیان میں ہے کہ کوئی مہینہ سے کم کم ہوا ہوگا لہذا شہادت مخالف دعویٰ مردود رحمت علی خاں بالتعین بلا تخمین کہتا ہے عرصہ ڈھائی ماہ کا ہوا جس کے پچھتر دن ہوئے بیان مدعی سے چار دن زیادہ۔ احسان خاں اگرچہ تخمینہ کرتا ہے مگر زائد کا اور اس سے بھی زیادہ کی طرف بڑھتا ہے وہ زائد دن میں تڑو د کرتا ہے کہ کوئی عرصہ تخمیناً ڈھائی پونے تین مہینے کا ہو یعنی پچھتر یا بیاسی تراسی دن ہوئے اور مدعی کے قول سے اکثر ہی ہیں تو دو گواہ و جوہ خاصہ سے فتوائے اولیٰ نے ادکے تھے تین فتوائے ثانیہ نے روکے پانچوں روہو گئے بلکہ عند الحقیق خود یہ فتوائے ثانیہ ہی پانچوں کو رو کر دیگا سید وزیر علی اور نئے مرزائے اگرچہ عرصہ تخمیناً ڈھائی ماہ کا کہا جو بیان مدعی سے موافقت کو بھی تحمل مگر امر متحمل شہادت میں نہیں لیا جاتا کہ احتمال جانب مخالفت کا بھی رہا اور موافقت و دعویٰ کی بشرط قبول شہادت تھی ثابت نہ ہوئی و لہذا اگر گواہ زمانہ مردود بیان کرے بوجہ جہالت مردود ہے، جہالت تخمینہ میں بھی موجود ہے یہ متحقق نہ ہوا کہ یہ واقعہ آٹھ ہی جنوری کا ہے ممکن ہے کہ قبل کا ہو ممکن ہے کہ بعد کا ہو تو دعویٰ سے مطابقت کب ہوئی علیگری میں ہے شہدا الشهود ان لهذا المدعی علی هذا المدعی علیہ وہ دواؤہ درم لا تقبل لکان الجہالة و کذا اذا ادعی وہ دواؤہ درم لا تسمع دعواہ و کذا اذا ذکر التاريخ فی الدعوی علی هذا الوجه بان قال ایں میں ملک من ست اڑوہ دواؤہ سال فانه لا تسمع دعواہ و کذا اذا ذکر الشهود التاريخ فی شہادتهم علی هذا الوجه لا تقبل شہادتهم کذا فی الذخیرۃ۔

وجہ ہشتم یہاں تک گواہان مدعا علیہا پر تمام اعتراضات کا رد ہو گیا ہر دو فتوائے مدعی کا ایک ایک فقرہ مسترد ہو گیا

اور روشن ہوا کہ وہ فتوے اگر ہر بظاہر تاہم مدعی کے لئے ہیں حقیقتہً ابطال دعویٰ شفعہ کر رہے ہیں ان سے ایک ایک گواہی مدعی
سات سات وجہ سے مردود ہے۔ اب ہم وہ وجہ ذکر کریں جس کا وعدہ کیا تھا ثبوت شفعہ کے لئے لازم ہے کہ دار مشفوع بہا جسکے
ذریعہ سے شفعہ دعویٰ شفعہ کرے قبل بیع سے وقت حکم تک ملک شفعہ میں رہے کہ وقت بیع اس کی ملک شرط شفعہ ہے اور بعد
بیع قبل حکم اس کا اپنی ملک سے اخراج دلیل اعراض ہے ولہذا اگر مشتری مشفوع بہا میں ملک شفعہ تسلیم نہ کرے شفعہ کی طرف
سے اس مضمون کی شہادت لازم ہے کہ مشفوع بہا قبل بیع مشفوعہ سے اس وقت تک ملک شفعہ ہے ہمارے علم میں اس کی ملک
سے خارج نہ ہوئی اگر گواہوں نے صرف اتنا کہا کہ مشفوع بہا ملک شفعہ ہے کافی نہ ہوگا۔ علیگریہ شرائط شفعہ میں ہے منھا مملک الشفعہ
وقت الشراء فی الدار لیتی یاخذ بها الشفعة۔ در مختار میں ہے۔ یطلبہا بیع ما یشفع بہ قبل القضاہ بالشفعة
مطلقاً علم ببیعہا اولاً وکذا لوجعل ما یشفع بہ مسجداً۔ نیز در مختار میں ہے۔ واذا طلب الشفعہ سأل
القاضی الخصر عن مالکیت الشفعہ لما یشفع بہ فان اقربہا او نکل عن الحلف علی العلم او برهن الشفعہ
انہا مملکہ سألہ عن الشراء الخ۔ ردالمختار میں زین قولہ برهن الشفعہ۔ محیط سے اور علمگیر یہ میں محیط
وذخیرہ سے ہے۔ فی الاجناس بین کیفیت الشہادۃ فقال ینبغی ان یشہدوا ان ہذہ الدار لتی بجوار الدار
المبیعۃ مملک ہذا الشفعہ قبل ان یشتری ہذا المشتري ہذہ الدار وحوالہ الی ہذہ الساعۃ لانعلما
خرجت من مملکہ فلو قال ان ہذہ الدار لہذا الجار لا یکنی یہاں مشتری نے مشفوع بہا میں ملک مدعی تسلیم نہ کی
تو مدعی پر اقامت بینہ بروجہ مذکورہ لازم تھی پانچ گواہوں میں سے تین نے تو اس کا نام ہی نہ لیا نئے فرزانے یوں کہا "مدعی جس مکان میں
رہتا ہے وہ ملکیت سولہ برس سترہ برس سے گویا کہ مدعی کی اہنک ہے" گویا کو شہادت سے کیا علاقہ۔ اور آگے چل کر اور بھی تخریب
کر دی کہ منظر نے محلہ میں منظر شاہ کی زبانی سنا کہ مدعی کا مکان جس میں مدعی رہتا ہے ملک کی گواہی اور ایک شخص کی سماعی
ہاں صرف برادر مدعی سید وزیر علی نے کہا ہے کہ جس مکان کے ذریعہ سے مدعی نے مکان کے شفعہ کا دعویٰ کیا ہے وہ مکان
قبل بیع سے اہنک ملک مدعی میں ہے یہ شہادت بھی باطل ہے اولاً ملک مکان پر شہادت کے لئے ضرور ہے کہ یا تو مکان حاضر
کی طرف اشارہ ہو جیسا بھی عبارت علیگری سے گذرا کہ ان ہذہ الدار لتی بجوار الدار المبیعۃ یا غائب ہے تو اس کے
حدود کا بیان ہو علیگریہ میں ہے فی الشہادۃ علی الحدود لاید من ذکر الحدود کذا فی الخلاصۃ یہاں دونوں
مفقود لہذا شہادت مردود ثانیاً یہ وہی گواہی ہے جس میں تبدیل نام واقع ہوئی ہے جس کا بیان وجہ ششم میں گذرا ثالثاً
کچھ نہ ہو تو تنہا ایک کی گواہی ہے ملک ثابت نہیں ہو سکتی لہذا سرے سے مبنائے شفعہ پایہ ثبوت کو نہ پہنچا اور دعویٰ بے ثبوت ہا
رہا یہ کہ خود اسی مکان تنازعہ فیہ کے بینامہ اسی مدعا علیہا میں حد شمالی مکان مولوی شجاعت علی تحریر ہے اور بینامہ مائدین رحمت
ہوتا ہے لہذا یہ مدعا علیہا کی طرف سے مکان مشفوع بہ میں ملک مدعی کی تسلیم ہے ذی علم فاضل مفتی صاحب نے اسی بنا پر شفعہ بحق
مدعی فیصل فرمائی مگر ہماری تقریر سابق سے واضح ہے کہ صرف وقت بیع مشفوع بہا میں ملک شفعہ کافی نہیں بلکہ جب سے وقت حکم

یک ملک ستمور کار ہے بیچارہ سے ثابت ہوا تو اتنا کہ وقت بیچ مذکور مکان مشفوع پہ ملک مدعی تھا اس سے وقت طلب اول
حب بیان مدعی بھی ملک مدعی ثابت نہیں ہوتی ذکر اب تک کہ بیچ ۵ ارنومبر کو ہوئی اور مدعی نے وقت طلب ۸ رجوری بیان کیا
مکن ہے کہ اس بیچ میں اس کی ملک سے نکل گیا ہو اور یہاں ہتھیاب یعنی اس وقت ملک ثابت تھی اور زوال معلوم نہیں تو اب تک
ملک مانی جائے گی کافی نہیں کہ یہ ظاہر ہے کہ اور ظاہر حجت دفع ہے نہ حجت استحقاق اور ضعیف کو منظور استحقاق ہے تو استصحاب
بکار آمد نہیں علیگریہ میں ہے الظاهر لا یصلح للاستحقاق فلا بد من ثبوت ملکہ بحجة لاستحقاق الشفعة
اگر کہئے یہ تیغ تو فیصلہ میں بحق مدعی فیصلہ ہو چکی تو اس کا جواب بھی فتوایں اولی مدخلہ مدعی دے گا کہ تجویر عدالت بلا دلیل و
حجت ہے جو شرفا ہرگز قابل نفاذ نہیں، اشباہ میں ہے رالحکم اذا کان لا دلیل علیہ لہ ینفذ استحقاقہ بالجملہ
ہر وہ ہر جہت ہر پہلو سے دعوی مدعی باطل اور شریعت مطہرہ کے حکم سے فیصلہ بحق مدعا علیہا ہونا لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ: از ضلع بجنور قصبہ نگینہ محلہ میر سرائے مسؤلہ جلال الدین عطار پور و زکیشنہ تاریخ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام سوالات مندرجہ ذیل میں

۱۔ حافظ جلال الدین و نظام ولد مولانا بخش بھائی علاتی ہیں ان کو ذکر میں نزاع ہے اول یہ کہ دو دوکانیں جن میں ان کے والد
نشست و برخواست کرتے تھے حافظ جلال الدین مدعی ہیں کہ یہ ملک والد صاحب مرحوم سے ہے اور نظام الدین کہتا ہے کہ والد
صاحب کی نہیں بلکہ والدہ صاحبہ کو یہ ملی ہیں حافظ جلال الدین اپنے مدعا کے ثبوت میں ہنمل شہادتوں کے ایک شہادت حدود
سے کرتے ہیں یعنی ان دوکانوں کی جن کے مکانات سے حدود ملتے ہیں ان کے بیچانہ کے حدود ہیں ملک والد صاحب کہتے ہیں اور
لکھنے والے والد صاحب کی ملک بتلاتے ہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان شہادتوں کا وجود اس کے کہ سبب ملک والد صاحب
نہیں بیان کرتے عندالشرع معتبر ہے یا نہیں اگر معتبر ہے تو ناشی حکم (اس امر کا کھوج لگانا اور جرح کرنا کہ تم کو کس ذریعہ سے ملک
مولانا بخش معلوم ہوئی آیا تم نے بیچانہ دیکھا ہے یا تمہارے سامنے بیچ ہوئی ہے) حق حاصل ہے یا نہیں۔

۲۔ اور نیز حافظ جلال الدین اپنے مدعا میں ایک شہادت یہ گزرا تا ہے کہ ایک شاہد یہ بیان کرتا ہے کہ ان دوکانوں کا بیچانہ
میرے سامنے ہوا اور بالئے نے میرے سامنے بیچ کی اور دوسرا شاہد بیان کرتا ہے کہ مشترقینے میرے سامنے اس کی بیچ لیے گا اقرار
کیا کہ میں نے فلاں سے یہ دوکانیں خریدی ہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ شہادت عندالشرع معتبر ہے یا نہیں۔

۳۔ حافظ جلال الدین کہتا ہے کہ ایک مکان والد صاحب نے مجھ کو بیہ کیا تھا جس میں نے ان کی زندگی میں ہی چھپر کا دالان بنا
لیا تھا اور تقریباً اس میں بیس پچیس سال رہا بعد میں مجھ کو اس میں تنگی ہوئی اور دوسری دوکان کرایہ لے کر اس صورت سے رہنے لگا
کہ مکان موجودہ میں اپنا تصرف و قبضہ مالکانہ رہا اس کے بعد والد صاحب نے دوسری دوکان جو دوکان موجودہ سابق کے بغل میں ایک
جانب کو واقع اور ملکیت میں اپنی زوجہ یعنی میری سوتیلی ماں کے تھا مجھ کو ملا کر دیدیا اور والد صاحب سے بھی کہلا دیا کہ میں نے وہ دیا
جیسا میرا بیٹا نظام الدین ہے ویسا ہی جلال الدین ہے چنانچہ میں نے اس دوسری دوکان کو بھی لے کر اپنے والد اور ماں کی زندگی

میں اپنی سابقہ دکان کے ساتھ ملحق کر لے اور میان کی دیوار نکال دی اور اس کے سامنے ہی ایک والان بنا لیا اب سوال یہ ہے کہ عندئذ شرع ان دونوں دکانوں کا میرے لئے ہے درست ہو یا نہیں اور میرے شاہدان دونوں مکانوں کی بابت دینا والد صاحب اور والدہ صاحبہ کی جانب سے بیان کرتے ہیں یہ شہادت فقط دینے کی ہے پر محمول ہوگی یا عاریتہ پر اور اس میں قاضی یا حکم کو شاہدان سے یہ حق دریافت کرنے کا حاصل ہے یا نہیں کہ دکان جلال الدین کو ہے دیا گیا تھا یا عاریتہ۔ بیوا تو جروا۔

الجواب وبالله التوفیق: علیٰ اگر شاہدان نے صرف اس پر اکتفا کیا کہ یہ دکانیں مولانا بخش کی ہیں اور سبب ملک نہ بیان کیا تو یہ شہادت بمحمد عند الشرع معتبر ہے اور دکانیں مولانا بخش کی ہی نانی جائیں گی اور قاضی یا حکم کو اس کا حق حاصل نہیں ہے کہ گواہان سے تفتیش کر کے کہ تم کو کس سبب اور ذریعہ سے ملک ملاں ہونا ثابت ہو اور من فی یدہ شئی لک ان تشهد انه له ان وقع فی ملک ذلك والا لا الخ۔ تنویر الابصار۔ وفي الهدایة ومن كان فی یدہ شئی سوی العبد والامة وسلك ان تشهد انه له لان الید اقضى ما يستدل به علی الملك اذ هی مرجع الدلالة فی الاسباب کلها قال فی نہایة انه لا دلیل لمعرفة الملك فی حق الشاهد سؤ الید لان اکثر ما فی الباب ان یعاین اسباب الملك من الشراء وعوہ الا ان الشراء انما یعیّد الملك اذا كان المبیع ملكا للبائع وذلك لا یعرف الا بالید فلو لم یجز اداء الشهادة بحکم الید لسد باب الشهادة حتی حل للقاضی ان یقضى بحکم الید كما یحل للشاهد ان یتقی۔

۲۔ یہ شہادت معتبر ہے کما فی فوائد السمیة فی باب الاختلاف بالشهادة ناقلا علی صاحب الدرر ولو شهد احدهما ان فلانا باع منه و آخر ان فلانا اقر بالبیع منه تقبل الخ۔ بی عاریتہ و یا تھا

۳۔ حافظ جلال الدین کے لئے ان دونوں مکانوں کا ہے عند الشرع درست ہو گیا اور باپ کا دینا قرآن ہے اور تملیک کے موجود ہوتے ہوئے ہی مانا جائے گا اور اتنی مدت دراز تک تصرف مالکانہ اور عدم تعرض والد کا واضح قرینہ تملیک ہے ہے لہذا شاہدین کی شہادت میں لفظ دینا ہے ہی پر محمول ہوگا عاریتہ پر نہیں ہو سکتا اور قاضی یا حکم کو شاہدین سے یہ استفسار کرنا کہ یا بہتہ عند الشرع کوئی حق نہیں بلکہ یہ شہادت ہے ہی پر محمول ہوگی و فی خزانیة الفتاویٰ اذا دفع لابنہ مالاً متصرف منه الابن یكون للاب الا اذا دللت دلالة التملیک سری الخ رد المحتار و فی فوائد السمیة صحت بمثل قوله بخلت و هبتہ كذاله جعلت ابا و هبت فانه صریح فیه و اما بخلت و هی بمعنی اعطیت فلانه مستعمل فیه و اما جعلت له فلان اللام للتملیک واللہ اعلم بالصواب۔ راقع بشیر احمد عفی عنہ۔

الجواب :- علیٰ بییمانوں کی حدود میں ملک ملاں لکھا ہونا محبت نہیں فان القاضی انما یقضى بالبینه او الاقرار او النکول اما الكتاب فلیس من الحجۃ فی شئی کما فی الحانیة والنجیریة وغیرہما اس کے ساتھ اگر کاتبان بییمانہ کی زبانی شہادتیں یوں ہیں کہ یہ بییمانے ہم نے لکھے اور ان کے حدود میں فلاں مکان ملک ملاں لکھا تو یہ بھی کوئی چیز نہیں کہ یہ شہادت ملک پر نہیں

بلکہ اپنے ایک فعل پر ہے اور اگر وہ یوں گواہی دیتے ہیں کہ یہ مکان ملک مولانا بخش ہے کہ حدود و بیغناہ میں اس کی ملک لکھا ہے تو یہ بھی اصلاً مسوع نہیں کہ کتابت صک غیر مقرر پر حجت نہیں ہاں اگر وہ مطلقاً یہ مکان ملک مولانا بخش ہونے کی گواہی دیتے ہوں اور تحریر حدود کو اس کا تتبع بتاتے ہوں تو گواہی مسوع ہے اور اگر وہ عادل شرعی ہیں تو حکم یا قاضی کو اس جرح کا کوئی حق نہیں کہ تم نے کیونکر اس کی ملک جانی ہاں اگر مستور ہوں اور حکم کو شبہ گزرے تو سوال کرے والمسئلة توخذ من جامع الفصولین وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۔ یہ شہادت اگر پوری یقین بالغ و مشتری کے ساتھ ہو بھی کہ ایک گواہ گواہی دے کہ میرے سامنے یہ مکان زید بن بکر کے مولیٰ بخش بن فلاں بن فلاں کے ہاتھ بیع کیا اور دوسرا گواہ گواہی دے کہ میرے سامنے مولیٰ بخش بن فلاں بن فلاں نے کہا کہ میں نے یہ مکان زید بن عمرو بن بکر سے خرید کیا جب بھی اصلاً مسوع نہیں کہ دونوں شہادتیں کسی امر واحد پر وارد نہیں نہ کسی کا بیان کہ میں نے خرید کیا دوسرے پر حجت ہو سکے اور اسے شہادت علی الاقرار سمجھنا محض بے معنی ہے کہ یہ کہنا کہ میں نے خرید کیا اقرار نہیں دعویٰ ہے اقرار وہ دعویٰ میں زمین آسمان کا بل ہے اقرار مقرر کوئی حق لازم کرنا ہے بخلاف اس صورت کے کہ ایک گواہ گواہی دے کہ اس بائع نے میرے سامنے اس مشتری کے ہاتھ یہ چیز بیع کی دوسرا گواہی دے کہ میرے سامنے اس بائع نے اقرار کیا کہ میں نے یہ چیز اس مشتری کے ہاتھ بیع کی یہ ضرور اقرار کی اور دونوں شہادتیں سے واحد پر وارد کر بیع میں صیغہ انشاء و صیغہ اقرار دونوں بیعت ہے واللہ اعلم

۳۔ فرق ہے اس میں کہ زید عمرو سے کہے کہ یہ مکان میں نے تجھے دیا اور اس میں کہ بکر گواہی دے کہ یہ مکان زید نے عمرو کو دیا تھا دینا ہبتہ بھی ہوتا ہے عاریتہ بھی اجارۃ بھی مدارقراں پر رہتا ہے اگر دلالت تملیک پائی جائے یہ سمجھا جائے گا ورنہ نہیں دلائل و قرائن قول معطلی کے ساتھ مقرر ہوتے ہیں یہ جو حکایت کر رہا ہے کہ زید نے دیا تھا اس کے ساتھ کونسا قرینہ مقرر ہے لہذا شہادت محض بہل و نا کافی ہے ایسی مبہم بات میں قاضی استفسار کر سکتا ہے اور مدعی کو اس سے روکنے کا حق نہیں کہ اگر استفسار نہ ہوگا شہادت مبہم ہو کر لغو و بیکار جائے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۔ از گوالیار محمود حسن ہادی ۲ رذی الحجہ ۱۳۳۳ھ روز شنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حماة الشرع المتین کسی معاہدہ متنازعہ فیہ میں کسی شخص قرار دادہ احد المتخاصمین حکم قرار دیدیں اور وہ حکم ولایت شرعیہ میں نہ فیصلہ کرے تو کیا شرعاً اس کی منسوخی کے واسطے احد المتخاصمین باب القضا میں یا کسی دیگر طریق سے چارہ جوئی کر سکتا ہے۔

ا۔ جواب :- حکم کا ولایت شرعیہ میں فیصلہ نہ کرنا دو معنی رکھتا ہے ایک یہ کہ اسے اس فیصلہ کی شرعاً ولایت نہ تھی عام ازیں کہ وہ خود اہل ولایت سے نہ تھا یا اس خاص فیصلہ کی اسے ولایت نہ تھی جیسے تو دو حدود میں حکم جائز نہیں دوسرے یہ کہ حکم کوئی نفسہ اور اس خاص مقدمہ کے اعتبار سے بھی ولایت شرعیہ تھی مگر اس نے اس ولایت کے حدود میں فیصلہ نہ کیا اس سے باہر گیا یعنی خلاف شرع حکم دیا پھر مال کچھ بھی معنی ہوں وہ فیصلہ مردود باطل ہے اور کسی طرح نافذ نہیں ہو سکتا منسوخ تو وہ کیا جائے

جو کچھ وجود بھی رکھتا ہو ہاں اگر فریق ثانی نہ مانے تو اس کے اظہار بطلان کے لئے دارالقضا میں رجوع کی جائے اور قاضی پر واجب کہ اسے رد کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۴ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

مسئلہ ۱۔ مسؤلہ محمد حسن صاحب تحصیلدار بجنور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مورث نے کچھ زیور نقرئی و طلائی برتن وغیرہ کے اس نیت سے تیار کرائے کہ بوقت شادی اپنی فلاں لڑکی کو بطور ہینر دیں گے۔ وقتاً فوقتاً کسی کسی زیور کو جو تیار ہو کر آتے رہے اپنے اعدا و احباب کو یہ کہہ کر دکھایا بھی کہ فلاں لڑکی کو بطور ہینر بوقت شادی دینے کے لئے بنوایا ہے۔ منجملہ اشیاء مسطور بالا بعض اشیاء دختر مذکورہ کے زمانہ عدم بلوغ میں تیار ہوئے تھے تین اور بعد بلوغ قطعی طور سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کون کون سے قبل از بلوغ تیار ہوئے تھے اور کون سے بعد بلوغ۔ بعد بلوغ دختر مذکورہ مورث زائد از یکسال زندہ رہے اور کل اشیاء بدستور بحالت موجودہ بہ بقبضہ مورث رہیں۔ مورث نے دختر مذکورہ کی شادی سے قبل انتقال کیا اس صورت میں اشیاء متذکرہ بالاترنا متروکہ متوفی قابل ورثہ ہیں یا تنہا ملک دختر متصور ہوں گی اور مورث کی محض نیت ہیہ وصیت کی حد تک پہنچتی ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

اجواب۔ کسی مال سے مالک کی ملک بے کسی دلیل ثابت واضح کے منتقل نہیں مانی جاسکتی ائمہ فرماتے ہیں لاینزع شئی من ید احد الا بحق ثابت معسوف یہ پہلے فتویٰ میں بیان ہو لیا کہ اگر لڑکی نابالغہ تھی جو کچھ اس کی نیت سے بنوایا ملک دختر ہو گیا باپ کا اس نیت سے یہ تصرف ہی اس وقت قائم مقام ہیہ ہے اور باپ کا قبضہ ہی نابالغ کا قبضہ ہیہ نام و کامل ہو گیا اور نابالغہ تھی تو قبل تسلیم موت و اہب سے ہیہ تھا بھی تو باطل رہا یہ کہ بعض نامعلوم اشیاء قبل بلوغ اس کے لئے بنوائی تھی اس کا ثبوت درکار۔ دختر اگر خود دیو ہیں مجہول دعویٰ کرتی ہے کہ کچھ میری نابالغی میں میرے لئے بنوایا تھا تو دعویٰ ہی مسموع نہیں کہ دعویٰ مجہول نامقبول۔ در مختار میں ہے شرط جواز الدعوی معلومیة المال المدعی اذ لا یقطنی مجہول اور اگر وہ معین اشیاء کا دعویٰ کرے مگر گواہ تعین نہ کریں تو گواہان نامسموع کہ سے مجہول پر شہادت مردود علیگیری میں ہے شرائطها منها ما یرتفع الی المشہود بہ ان یکون بمعلوم فان کان مجہول لا تقبل ہاں اگر دختر دعویٰ بالتعین کرے اور گواہان اشیاء معینہ نہ دے سکے اور دیگر ورثہ پر حلف رکھے اور وہ حلف کر لیں دعویٰ رد ہو جائے گا اور حلف سے انکار کر دیں تو دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور وہ اشیاء معینہ دختر کو ولادی جائیں گی کما هو المحکم المعروف فی الذکول اور اگر صورت یہ ہے کہ ورثہ خود اقرار کرتے ہیں کہ مورث نے بعض اشیاء اس دختر کی نابالغی میں اس کے لئے بنوائی تھیں تو جو جو شے معین کریں وہ ملک دختر ہوگی ورنہ کچھ نہیں فان الہبة تملیک و تملیک الجہول لا یجوز فالاقرار الہبة مجہولة لا یجوز۔ ہندیہ میں ہے: قال لا یرتفع فی حل ما اخذت لم یحیل لہ الاخذ۔ در مختار میں ہے۔ جہالة المقربہ لاتضر الا اذا بین سبباً تضر الجہالة کبیع واجارة واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۔ ازراہ پورا محلہ پل پختہ متصل زیارت بھورے میاں مسؤلہ عبدالمکرم
رشتوت کی تعریف اور اس کی وعید

اجواب :- رشتوت کے لئے فرمایا الراشی والمرششی کلاهما فی النار رشتوت دینے والا اور لینے والا دونوں جہنم میں
ہیں یہ اس صورت میں ہے کہ دینے والا مستحق رہیگا کسی کا حق چھپانا یا اپنا حق ٹھکانے کے لئے جو دیا جائے وہ رشتوت ہے اور اپنے
ادب سے دفع ظلم کر دیا جائے تو رشتوت نہیں ہاں ظالم کے حق میں وہ بھی رشتوت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۔ مسؤلہ رحمت علی خاں ازجے پور سالگانیر دروازہ جوہری بازار دکان عبدالرحمن و عبد الغنی خیاط ۹ رجب ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سہی رحمت علی خاں اور اس کی زوجہ مسماۃ آبادی بیگم
کے باہمی نا اتفاقی تھی چنانچہ مسماۃ کی جانب سے دعویٰ واپسی جہیز عدالت میں دائر ہو کر دس پانچ اشخاص اہل ہنود متخاصمین کی جانب
سے پنج مقرر ہوئے اور عدالت سے پیمان ہنود کے سپرد فیصلہ کے لئے کہا گیا۔ پیمان نے بجائے اس کے کہ مقدمہ واپسی جہیز میں فیصلہ
دیجی یہ فیصلہ صادر کیا کہ رحمت علی خاں اپنی زوجہ کو نہ طلاق دے سکے اور نہ دوسری شادی کر سکے اور نان و نفقہ میں نصف جائداد
مسماۃ کو دی جائے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ بروئے شرع شریف اس فیصلہ کی پابندی رحمت علی خاں پر لازم ہے یا نہیں۔

اور بعد اس فیصلہ کے رحمت علی خاں نے دوسری شادی بھی کر لی ہے اور یہ پنج برضا و رغبت فریقین یہ تحریر حضر نامہ مقرر ہوئی تھی
اجواب :- وہ فیصلہ محض مردود و باطل اور خلاف شرع و ناقابل قبول ہے اس کا کوئی اثر فریقین میں سے کسی پر نہیں پڑ سکتا
علاوہ بریں وہ پنچایت سرے سے مردود و باطل ہے کافی الہدایۃ والدر المختار والعلمگیریۃ وغیرہا عامۃ الکتب
قال اللہ تعالیٰ ولن يجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا ہاں شرعاً رحمت علی خاں پر یہ فرض ہے کہ یا تو عورت
کو اچھی طرح رکھے یا اچھی طرح طلاق دیدے قال تعالیٰ فاما سکوهن بمعروف او قارقوهن بمعروف واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۔ مسؤلہ غلام گیلانی از شمس آباد۔ کیمیل پور
۱۸ شعبان ۱۳۳۲ھ سہ شنبہ

مدعی بینہ آورد انا نزد قاضی بکے وجہ مقبول نشدند از وجہ فسق یا عدم توافق شہادت برو و باد دعویٰ یا یک گواہ موافق بود
و دیگر مخالف مدعی بود دریں صور این بینہ را کالعدم تصور بدہ بر منکر حلف عائد خواهد شد یا نہ فقط

اجواب الملقوظ :- پیدا است کہ دریں صورت مدعی از اقامت بینہ عاجز ماند ہرچہ برسم گواہان پیش کشد بینہ نہ باشد
بینہ آنت کہ ہجو اسم خود بینہ باشد پس بطلب مدعی بلاشبہ حلف بر مدعی علیہ عائد گردد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۔ مسؤلہ شمس الدین از نصیر آباد ضلع اجیر شریف مسجد گوہرام جرم ۷ ار ذوالقعدہ ۱۳۳۲ھ دو شنبہ

فتویٰ دینے کے لئے مفتی کو کتنا علم پڑھنا ضروری ہے اور کتنی مہارت علوم دینیہ میں ہونی چاہئے فقط

اجواب :- حدیث و تفسیر و اصول و ادب و قدر حاجت ہیئات و ہندسہ و توقیت اور ان میں مہارت کافی اور ذہن صافی
اور نظر دانی اور نفقہ کا کثیر مسئلہ اور اشغال دنیویہ سے فراغ قلب اور توجہ الی اللہ اور نیت لوجہ اللہ اور ان سب کے ساتھ

شرطاً عظم توفیق من اللہ جو ان شروط کا جامع ہو وہ اس بجر ذخا میں ثناوری کر سکتا ہے مہارت اتنی ہو کہ اس کی اصابت اس کی خطا پر غالب ہو اور جب خطا واقع ہو رجو جوع سے عار نہ رکھے ورنہ اگر خواہی سلامت برکنار است۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۔ مسئلہ محمد سلیمان طالب علم مدرسہ فیض احمد کانپور ۳۰ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ زید صاحب جائداد کے انتقال کے قریب اس کی زوجہ مسماۃ ہندہ سے لوگوں نے کہا کہ زید کے انتقال کا وقت قریب ہے اپنا دین ہر زید کو معاف کر دو تاکہ آخرت میں سکو مواخذہ نہ ہو مسماۃ ہندہ مذکور نے کہا کہ اگر میں اپنا ہر معاف کر دوں تو زید کا بھائی بکر اس جائداد میں سے اپنا حصہ لے لیگا اور بقیہ جائداد مجھ کو اور میری دونوں لڑکیوں کو کافی نہ ہوگی اور ہم لوگ سخت تکلیف اٹھائیں گے لوگوں نے کہا کہ تم معاف کر دو اور ہم ذمہ داری کرتے ہیں کہ یہ جائداد تمہارے ہی قبضہ میں رہے گی اور بکر کو ہرگز قابض نہ ہونے دیں گے چنانچہ مسماۃ ہندہ نے جس قدر ہر کے قیمت جائداد سے زائد تھا اسی وقت زید کو معاف کر دیا بعد اس کے زید نے انتقال کیا اور بعد انتقال زید کے جائداد زید پر قابض ہوئی اور اپنی باقی عمر اس پر مالکانہ تصرف کرتی رہی چنانچہ دونوں لڑکیوں کی شادی کے وقت کچھ جائداد کو متفرق طور پر بقدر ضرورت بیچ ڈالا اور بکر اور زید مرحوم کچھ نہیں بولا اور جب تک مسماۃ ہندہ زندہ رہی بکر نے کبھی کوئی دعویٰ کچھری میں اپنے حق پانے کا نہیں کیا اور نہ کبھی ہندہ سے کہا کہ میرا حق مجھ کو دید و البتہ اور لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ میرا بھی اس جائداد میں حق ہے اب ہندہ نے بعد وفات زید کے تخمیناً پندرہویں سال انتقال کیا اور بعد انتقال ہندہ کے بکر دعویٰ کرتا ہے کہ جائداد زید میں میرا حق میراث مجھ کو ملنا چاہئے اور منافع جائداد مذکور ہندہ کی دونوں لڑکیوں کو لینے نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ جب تک میرا حق مجھ کو نہ دوگی تو لوگوں کو لینے نہ دوں گا اس صورت میں جائداد متروکہ زید میں سے کہ جس پر اس کی زوجہ ہندہ بغوض بقیہ ہر کے چودہ پندرہ برس قابض و متصرف مالکانہ رہی ہے شرعاً بکر کو حق مل سکتا ہے یا نہیں بینوا بالسند والکتاب توجید وامن رب الارباب۔

ابواب: صورت مستفسرہ میں بکر کا دعویٰ مدفوع اور اصل نام مسموع شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد عبد اللہ غزنی ترماشی نے اپنے فتاویٰ میں تصریح فرمائی ہے کہ لا تسمع الدعوی بعد ثلاث سنین قطعاً للخیل والتزویر والاطماع الفاسدۃ اسی طرح خیر یہ و عقود الدر یہ و رد المحتار وغیرہ میں ہے والتفصیل فی فتاوانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۔ مسئلہ ناصر الدین خاں ساکن پبلی بھیت محلہ شیر خاں ۲۳ صفر ۱۳۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اور عمرو کے دروازوں کے سامنے ایک اراضی چوڑائی ۴۱ فٹ اور پائیچ فٹ ۱۹ انچ عرض بغرض مرد کے ہے عرصہ پندرہ سولہ سال سے زید نے بجائے دروازہ کے کھڑکی کر لی اور اس سے آمد و رفت جاری رکھی پھر زید نے اس کو تقریباً ایک سال تک بند رکھا اور اسی حالت میں اپنے مکان کا بیغنامہ مع جملہ حقوق داخلی و خارجی کے بکر کو کر دیا اور اس بیغنامہ میں اس کھڑکی کا ذکر نہیں اور اس بیغنامہ میں دوسری کھڑکی کا بھی ذکر نہیں ہے جو اس مکان میں دوسری طرف لگی ہوئی ہے بکر نے مکان خریدنے کے بعد کھڑکی کھول لی جس کو تقریباً تیرہ چودہ سال ہوئے اب بکر نے

اس آراضی کو اپنے گھر میں عرصہ تین ماہ سے ڈال لیا ہے اور ایک دروازہ جدید آراضی مرور میں لگایا ہے جو ملاحظہ نقشہ سے ظاہر ہوگا یا زید کو اپنی کھڑکی کھولنے کا حق تھا یا نہیں اور اگر حق حاصل تھا تو وہی حق مشتری بکر کو حاصل ہے یا نہیں اور عمر کو اس آراضی کو اپنے مکان میں الحاق کرنے کا ہاڑ ہے یا نہیں۔

الجواب :- عمر کو کوئی استحقاق اس زمین کے الحاق کا نہیں یہ سراسر ظلم ہے اور اس سے باز آنا اس پر واجب اور بکر اس کھڑکی کے کھولنے کا اختیار رکھتا ہے مکان مع جیح حقوق اس نے خریدے ہے حقوق میں یہ مرور بھی ہے عمر و بکر دونوں کو یکساں اس میں حق مرور حاصل ہے عمر کا اس میں دیوار قائم کرنا تصرف باطل ہے اور اس کا انہدام لازم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس لعرق ظلہ حق دروازہ جدید کہ عمر و نے نکالا ہے اس کے نکلنے کا اس کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اندر کی جانب نہیں باہر کی طرف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسند اکبر خاں ساکن ریاست رام پور محلہ جھنڈا بڑے پیر صاحب

۲۶ ربیع الآخر ۱۳۵۵ھ

مقدمہ عباسی بیگم زوجہ عنایت احمد خاں و عنایت احمد خاں ولد عبد الرحیم خاں بنام کریم بخش ولد رحیم بخش دعویٰ یہ کہ مدعا علیہ نے مدعیہ کی آراضی مرور ۱۲ گزہ عریض اور ۸ گزہ ۱۲ گزہ طویل و بکر دیوار بنالی محکمہ دیوانی نے گواہان مدعی کا بیان ناقص و مجہول و باہم مختلف و نیز مخالف دعویٰ مان کر یکسر خارج کیا محکمہ حجتی سے صرف ہم گزہ کی ڈگری ہوئی کہ اس قدر میں مدعیہ کو مردہ نکالنے کی وسعت ہو جائے گی محکمہ عالیہ اپیل نے شہادت مدعیہ راج ٹھہرا کر کل دعویٰ ڈگری فرمایا یہ تمام تجویزیں مع نقول باضا گواہان فریقین دارالافتا میں حاضر کر کے استدعا ہے کہ اس صورت میں جو حکم شرعی ہو اور شاد ہو۔ بینوا تو جبروا۔

الجواب :- ان الحکمہ الا اللہ حکم اگر شریعت کے لئے ہے اور بیشک حکم شریعت ہی کے لئے ہے حکام اگر اس لئے مقرر ہوتے ہیں کہ مطابق شرع فیصلہ کریں اور بیشک وہ اسی لئے مقرر ہوتے ہیں اور یہی ان کا فرض ہے تو شریعت مطہرہ نے قاضی کے حضور ثبوت دعویٰ کے صرف تین طریقے رکھے ہیں۔ بینہ، اقرار، نکول، اور جہاں تینوں معدوم ثبوت معدوم اور قضا بحق مدعی نامکن فتاویٰ امام اجل قاضی خاں میں ہے القاضی انما یقضی بالحق والحق ہی البینة والاقرار والنکول محکمہ دیوانی نے شہادت مدعیہ کو مجروح کیا محکمہ حجتی نے اول جبروج کو مقبول رکھا کہ مفتی صاحب نے گواہان مدعی پر اعتبار نہیں کیا ہے جہتہائے معقولہ و روایات شرعیہ سے موکد اپنی رائے کو فرمایا ہے ظاہر دیوار کا بڑا ہونا اگر معلوم ہو تو یہ مدعیہ کو کچھ نافع نہیں ائمہ دین ہدایہ وغیرہ عامہ کتب میں فرماتے ہیں الظاهر یصلح حجة للدفع لا للاستحقاق یہ مصلحت کہ مدعیہ مردہ نکال سکے کوئی حجت شرعیہ عرفیہ بھی نہیں کوئی اپنی مصلحت کے لئے بلا ثبوت شرعی پر ایماں نہیں لے سکتا یہ فرمانا کہ گواہان ثبوت سے کم از کم جس قدر زمین کا ڈال لینا پایا جائے اس قدر تخلیہ کر دینا چاہئے حکم شریعت سے اصلاً مطابق نہیں جسکا بیان ابھی آتا ہے پھر فیصلہ خود بھی اس کے خلاف ہے ہمارے سامنے سات گواہان مدعی کے اظہار ہیں بشیر حسن خاں رفیق محمد خاں ممتاز الدین خاں عطار اللہ خاں مشتاق حسین خاں ممتاز علی خاں غفور حسن خاں۔ اور آٹھواں عاشق حسین خاں جس کا بیان نہ ہوا

ان میں سے ممتاز الدین خاں نے تو کوئی مقدمہ بیان ہی نہ کیا اور اس کی نسبت محکمہ عالیہ اپیل نے بھی اسی قدر لکھا کہ ممتاز الدین خاں کی شہادت مجہول ہو بھی تو اور بہت سی شہادت موجود ہے باقی کسی کے بیان میں دس گروہ سے کم عرض نہیں اور ڈگری صرف چار گروہ پر دی گئی جس سے صاف ظاہر کہ محکمہ نے بھی وہ شہادتیں قبول نہ فرمائیں جیسا کہ ان کی بے اعتباری کو جہتاً معقولہ روایات شرعیہ سے مؤکد ہونا فرمایا ہے ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ثابت دس گروہ ہو اور ڈگری چار گروہ کی۔ لاجرم وہی لحاظ مصلحت ہوتی ہے کہ مردہ نکل سکے یہ ایک نیک صلاح ہے کہ کسی طرح حکم کی حد میں نہیں آسکتی یہیں سے تجویز محکمہ عالیہ اپیل کے اس جملہ کا جواب واضح ہو گیا کہ ظاہر ہے کہ صاحب حج بہادری نے مدعیان کی شہادت کو مانا ہے محکمہ عالیہ نے خود جانب شہادت تو جہ فرمائی محکمہ دیوانی کے اعتراضات میں بعض کے جواب دیئے بعض کے جواب سے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ اور بہت سی شہادت موجود ہے ان تمام اعتراض و جواب اور ان کے مالہ و ما علیہ پر بحث موجب طول ہے اور بیان حکم محکمہ شرع منظر کے لئے اس کی حاجت نہیں یہاں صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ محکمہ دیوانی نے شہادتوں کو ناقص و مجہول و مختلف و مخالف دعویٰ فرمایا اور وہ بیشک ایسی ہی ہیں ان کے وجوہ احتمال کثیر و وافر ہیں جن کی تفصیل موجب تطویل۔ ہم صرف اس قدر پر اقتصار کریں کہ ان میں سے کسی نے بھی ایک شے معین اور ایک شخص معین پر شہادت نہ دی جس پر قضا ممکن ہو لہذا ایک سر مہل و ما مسومہ ہے بیان بشائر حسن خاں کچھ نالہ تھا کچھ زمین ہے چوڑاؤ دونوں کا تخمینا دس یا بارہ گروہ ہے اور وہ زمین آٹھ یا نو گز لمبی ہے پوٹھیا کریم بخش نے اپنے مکان میں داب لی ہے کریم بخش کی ولدیت نہیں معلوم۔ اراضی مذکور کریم بخش نے اپنے مکان میں اندر تین پونے تین برس ہوئے منظر کے ساتھ ڈالی ہے۔

بیان ممتاز الدین خاں مدعی کی چوکھٹ کے برابر دو پوٹھے تھے بائیں ہاتھ کا پوٹھا دس بارہ گروہ چوڑا ہے اس میں سے نکل کر مدعی کا پر نالہ آیا ہے ما علیہ میں وہ یا کیا جنکا نام اور ولدیت منظر کو نہیں معلوم منظر ان کو پہچانتا ہے ان کے مکان کی دیوار گرتی جاتی تھی اور وہ بڑھاتے جاتے تھے انھوں نے مذکور پوٹھا ڈالیا۔

بیان رفیق محمد خاں عباسی بیگم کی مملوکہ مقبوضہ زمین تخمینا دس یا بارہ گروہ عرضاً اور طولاً تخمیناً آٹھ نو گز کریم بخش نے ڈالی ہے کریم بخش کے باپ کا نام یاد نہیں منظر اس کو پہچانتا ہے۔

بیان عطاء اللہ خاں عباسی بیگم کے مرور کی اراضی میں سے آٹھ گروہ اور چار گروہ نالی کی کل دس یا بارہ گروہ اراضی چوڑی اور نوبیا پونے گز لمبی کریم بخش ما علیہ نے اپنے مکان میں ڈال کر دیوار بنالی ہے جس کی وجہ سے دکھن رخ کا پا کھا پھر کپا پوٹھا مدعیہ کے دروازے کا دیوار میں دب گیا ہے مذکورہ زمین عباسی بیگم اور ان کے شوہر عنایت احمد خاں کی ہمیشہ سے مملوکہ مقبوضہ چلی آئی ہے کریم بخش ما علیہ کے باپ کا نام نہیں معلوم منظر اس کو پہچانتا ہے اراضی مذکور کو ڈالے ہوئے تخمیناً تین سال کا عرصہ ہوا ما علیہ نے اراضی مذکور کو ایک وقت میں نہیں ڈالی تھوڑی تھوڑی ڈالی۔ آخری مرتبہ کو ما علیہ نے اراضی ڈالی ہے اسکو تین سال ہوئے۔

بیان مشتاق حسین خاں کوئی عرصہ تین یا چار سال کا ہوا تخمیناً کریم بخش مدعا علیہ نے تین یا چار گروہ تخمیناً نالے اور سات یا آٹھ گروہ راستہ میں سے کل دس یا بارہ گروہ چوڑی اور آٹھ یا نو گز لمبی زمین ڈال کر دیوار بنالی ہے مذکورہ نالی اور زمین مملوکہ و مقبوضہ عنایت احمد خاں اور ان کی زوجہ عباسی بیگم مدعیان کی ہے کریم بخش کی ولدیت نہیں معلوم منظر اس کو پہچانتا ہے پہلی مرتبہ جو منظر کے سامنے دیوار بنی اس کو تخمیناً تین چار برس کا عرصہ ہوا دوسری بار بیٹے کو تخمیناً سال بھر ہوا۔

بیان ممتاز علی خاں عرصہ تخمیناً تین چار برس کا ہوا کریم بخش مدعا علیہ جس کے باپ کا نام نہیں معلوم۔ منظر اس کو پہچانتا ہے اس نے چار گروہ نالی کی زمین اور آٹھ گروہ راستہ کی زمین چوڑی اور نو یا آٹھ گز لمبی لے کر اپنے مکان میں ڈال لی ہے بیان غفور حسن خاں عرصہ تخمیناً تین چار سال کا ہوا کہ تین چار گروہ نالی کی زمین اور سات آٹھ گروہ راستہ کریم بخش نے اپنے مکان میں ڈال لیا منظر کریم بخش کی ولدیت نہیں جانتا کریم بخش کو پہچانتا ہے جو زمین کریم بخش نے ڈال کی ہے یہ مولوی عنایت احمد خاں مدعی کے تصرف میں تھی۔ یہ ان تمام بیانیوں کا خلاصہ ہے ان میں جو وجوہ اختلاف ہیں خادم فقہ پر مخفی نہیں مگر یہ دوا ہمال ان سب کو شامل ہیں کہ ان میں کسی نے نہ شخص معین پر شہادت دی ہے نہ شے معین پر اول اس لئے کہ مدعا علیہ کی طرف اشارہ کیا نہ ولدیت بتائی، ولدیت بتانی درکنار بالاتفاق سب نے ولدیت جانتے ہی سے انکار کیا ایسی شہادت مجہول اور محض ناقابل قبول۔ علیگریہ میں ہے شرط الحظاف ذکر الجدل التعریف وھکذا ذکر فی الشرط ومن مشایخنا من قال هذا قول ابی حنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ اما علی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فذکر الالب یحفی کذا فی الذخیرۃ والصیح ان النسبۃ الی الجدل لا بد منها کذا فی البحر الرائق دوم جس نے کہے متردد لفظ کہے دس یا بارہ گروہ۔ آٹھ یا نو گز۔ نو یا پونے نو گز۔ تین یا چار گروہ۔ سات یا آٹھ گروہ۔ یہ نفس مشہود میں جہالت و موجب رد و بطلان شہادت ہے۔ یہ نہیں کہ ایسی جگہ کم سے کم مان لیں گے۔ نہیں بلکہ بالکل رد کر دیں گے۔

علیگری میں ہے اذا ادعی بالفارسیۃ دوازده درم و شہد الشہود ان الھذا المدعی علی ھذا المدعی علیہ دہ دوازده درم لا تقبل مکان الجهالة وكذلك اذا ادعی دہ دوازده درم لا تسمع دعواہ و كذلك اذا ذکر التاریخ فی الدعوی علی ھذا الوجه بان قال ابن عین ملک من ست ازده دوازده سال فانه لا تسمع دعواہ وكذلك اذا ذکر الشہود التاریخ فی شہادتهم علی ھذا الوجه لا تقبل شہادتهم کذا فی الذخیرۃ لہذا شہادتیں سب مرد و دوا و دعوی محض بے ثبوت و واجب الرد اور فیصلہ منقح صاحب لازم القبول حکم شرعی یہ ہے اور حکم نہیں مگر شرع کے لئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵ شعبان ۱۳۵۵ھ

مسئلہ

۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اور نصیبہ نے اپنے ترکہ پداری کے تقسیم کا دعویٰ عمر و برادر خود اور ساقا زبیدہ خاتون بیوہ اور بکر پسر زید برادر کلاں کے نام دائر کر چکی کیا۔ زبیدہ خاتون بیوہ اور بکر پسر مدعا علیہا

مجیب ہوئے کہ ترکہ مظہرہ مدعیات غلط اور غیر صحیح ہے جس قدر جز ہمارے مورث لید کا مملوک مقبوضہ چالیس سال کا ہے وہ مستثنیٰ ہو کر جس قدر متروکہ پوری مدعیات ثابت کریں اس کے تقسیم میں کچھ عذر نہیں ہے۔ عمر و ہر اور خورد مدعا علیہ پوہبہاڑش مدعیات ضمناً مقبل دعویٰ اور ظاہر ایک جزو کا بذریعہ خمر پدار مدعیات و مدعا علیہا ۳، ۲ کا دعویٰ اور پوہا کپہری سے مطابق تفتیحات ہر ایک سے بقدر دعویٰ کے ثبوت و تردید طلب ہوا۔ مدعیات نے ایک مرتبہ گواہ طلبی بذریعہ کپہری کر کر بگذر۔ مردم تعمیل سمن ثبوت داخل کرنے سے گریز کیا مگر بذریعہ سمن طلبی گواہان کر کر تاریخ موعود پر گواہان حاضر کو ہدایت حاضری تاریخ ثانی بسند مردم حاضری جملہ گواہان کپہری سے رخصت کر دیا سہ بارہ بذریعہ سمن جملہ گواہان حاضر کپہری کرائے گئے اور باوجود حاضری گواہان پوہا کپہری ہدیہ مضمون درخواست پیش کی کہ گواہان کا اعتماد نہیں ہے لہذا جملہ مدعا علیہم مجیب سے حلف لے لیا جاوے پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ بحالت موجودگی گواہان در مجلس تضاد مدعیات کا انحصار بحلف مدعا علیہم مجیب شرعاً صحیح ہے یا غیر صحیح اور صورت مسؤلہ میں مدعا علیہما مجیب پر حلف متوجہ ہوتا ہے یا نہیں دوسرے جبکہ مدعیات اپنے دعویٰ کو ثابت نہ کر سکیں تو اب مدعا علیہما ۳، ۲ کو اپنی جواہری کے موافق ثبوت دینے کی ضرورت باقی رہی یا نہیں بینوا توجروا،

الجواب۔ صورت متفسرہ میں مدعیات کا مدعا علیہم سے حلف طلب کرنا صحیح نہیں نہ مدعا علیہم پر حلف متوجہ ہو بجز الرائق میں ہے ان لو تکن للمدعی بیئۃ حلف القاضی المدعی علیہ بطلب المدعی لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للمدعی اللک بیئۃ قال لافقال لک یعیئہ سنال ورایت الیمین علی فقد ان البیئۃ۔ اسی میں ہے۔ ثبوت الحق فی الیمین مرتب علی الجہز عن اقامة البیئۃ بمار وینا فلا یكون حقہ دونہ۔ در مختار میں ہے۔ لوحاضرۃ فی مجلس المحکمہ یحلف اتفاقاً جب مدعی اثبات دعویٰ سے عاجز ہو منکر کو ثبوت دینے کی حاجت نہیں فان البیئۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ازہبہرام ضلع گیا مدار دروازہ مرسلہ قاور بخش صاحب ۳۳ شوال ۱۳۵۵ھ

ایک مسجد محلہ مدار دروازہ میں واقع ہے جس کے اتر جانب کی دیوار اسے ایک ہندو حلوائی نے اپنا مکان مسجد مذکور کی دیوار سے دیوار ملا کر اس طرح اٹھایا کہ جس سے مسجد کے اتر جانب ایک نوخانہ بھجوری نما ہوا کے لئے ایک کھڑکی تھی اس کو اپنی نو دیوار سے بند کر دیا ہے جس سے ہوا بالکل بند ہو گئی ہے اب نمازیوں کو سبب بند ہو جانے ہوا کے از حد تکلیف ہے اور جانب اتر و پورب کچھ اینٹ دیوار جدید فیصل مسجد پر زیادہ کر کے بنالیا ہے جو قریب دو اونچ کے ہوگی مسجد کی فیصل پر اس کی اینٹ چڑھی ہوئی ہے اور ایک جانب پورب سے وہ ناگر مٹلوم ہوتی ہے یہ مسجد زمانہ چھپن برس کی بنی ہوئی ہے اس نے آج یہ نیا کام بنایا ہے از روئے شرع شریف اس میں کیا حکم ہے۔

الجواب۔ اگر کوئی شخص دیوار مسجد کے متصل اور اسی کی ہوا میں دیوار اٹھائے تو کتنی ہی بلند کرے اسے مانعت نہ ہوگی کہ

نہ اصل میں اس طرح

خاص اپنی ملک میں تصرف کر رہا ہے اور مسجد کا کوئی ضرر نہیں نمازیوں کے لئے ایک طرف کی ہوا کہنا کوئی ایسا ضرر نہیں جس کے سبب کسی شخص کو اپنی ملک میں تصرف سے روکا جائے جامع الفصولین میں ہے اراد ذوالساحة ان یبني فیها ویرفع بناءه فقال ذوالبناء انک تسد علی الریح والشمس فلا ادعک ترفع البناء فله منعه لانی ظاهر الروایة لان ذالساحة منعه عن الانتفاع بملکة ولم یتلغ علیه ملکا ولا منفعة فلا یمنع کرجل له شجرة یتستظل بها جاره اراد قلعها لا یمنع منه وتضر به جاره اذ رب الشجرة بالقلع یمنعه عن الانتفاع بملکة فتح القدر ورد المختار میں ہے۔ والحاصل ان القیاس فی جنس هذه المسائل ان یفعل المالك ما بداله مطلقا لانه متصرف فی خالص ملکة لكن ترك القیاس فی موضع یتعدی ضرره الی غیره ضررا فاحشاء وهو المراد بالبین وهو ما یکون سببا للهدم او یخرج عن الانتفاع بالکلیة وهو ما یمنع الحوائج الاصلیة کسد الضوء بالکلیة واختاروا الفتویٰ علیه فاما التوسع الی منع کل ضرر فیسد باب انتفاع الانسان بملکة كما ذکرنا قریبا جامع الفصولین میں ہے۔ الضوء من الحوائج الاصلیة والشمس والریح من الحوائج الزائدة البتہ اگر دیوار مسجد کا کوئی حصہ اگرچہ جو بھراس کی دیوار نے دیا ہے تو اس جزر دیوار کا ازالہ وہدم لازم ہے در مختار میں ہے یجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد۔ بحوالہ السرائق میں ہے۔ اذا کان هذا فی الواقع فکیف بغیره فمن بنی بیتا علی جدار المسجد وجب ہدمہ والله اعلم

مسئلہ :- از چاچرطان ریاست بھاو پور تحصیل خان پور مرسلہ مولوی محمد یار صاحب

، رجب الآخر ۱۳۳۵ھ

چہ فرمایند علماء دین اندریں صورت کہ زید در قطعہ اراضی بعد ثبوت استحقاق شفعہ با عمر و چینیں اظہار کر دمصرفہ اراضی براں قدر کہ صرف کردی ازیں جانب وصول کردہ ازیں قطعہ اراضی نیز ارضو۔ عمر و ازیں دعویٰ زید انحراف کلی و زیدہ انکار قطعی نمود پس زید بعد ادائے فیس کہ شرط استماع دعویٰ ست و دعویٰ خود بروض عدالت کردہ پس از حصول مدعا در بارہ فیس ہذا کہ وقت عرضی ادائش ساخت از روئے قانون گورنمنٹی مطالبہ اش بر عمر و قائم نمود پس این چینیں مطالبہ فیس کہ جواز اش منسوب برواج ست عند الشرع صحیح ست یا نہ بینوا تو جبروا۔

الجواب :- آنرا کہ حکم شرع مطہر و کار ست نزد شرع شریف خرچہ مدعی بر مدعی علیہ عائد نتوان شد گو مدعی محق باشد اگر بے رضائش گیرد مدعا علیہ از واپس تو او گرفت اگر نہد موافقہ و مطالبہ برگردنش مانند در عقود الدریہ فرمود رجل کفل آخر عند زید برین معلوم ثم طلبہ زید بہ والزم بہ ندی القاضی فطلب الرجل من زید ان یسہلہ بہ فانی الا ان یرفع له الرجل قدر ما صرفہ فی کلفة الالزام فدفعہ له ثم رفع له المبلغ المكفول بہ ویرمید الرجل الان مطالبہ زید بما قبضہ زید منه من کلفة الالزام فله ذلك۔ والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ریاست رام پور محلہ موقی خاں ۲۷ شوال ۱۳۶۶ھ
زید نے اپنے نابالغ بچے بکر کے مقدمہ میں بیچوں کو حکم کر دیا کہ ایا باپ بیٹے کے مقدمہ میں کسی کو حکم کر سکتا ہے یا نہیں اور فیصلہ
پنجایت قابل پابندی ہے یا نہیں۔

الجواب۔ باپ کا اپنے نابالغ بچے کے مقدمہ میں کسی کو حکم کرنا جائز ہے مگر وہ فیصلہ اگر خلاف شرع ہو جیسا کہ مقدمہ متعلقہ
سوال میں ملاحظہ فیصلہ سے ظاہر ہوا تو وہ اصلاً قابل پابندی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از ریاست رام پور
جو گواہان گزرے ہیں ان میں سے احسان الحق و اشتیاق احمد اپنے آپ کو گواہان نکاح قرار دیتے ہیں جن کے بیان مثال
سوال ہذا میں مفتی صاحب دیوانی نے مدعا علیہا کا اجازت دینا قرار نہیں دیا ہے تجویز مفتی صاحب بھی ہمراہ سوال ہے بعض علمائے
رام پور نے مفتی صاحب کی تجویز فیصلہ کے خلاف فتویٰ دیا ہے اس کی نقل بھی حاضر کی جاتی ہے اب علمائے محققین سے عرض ہے
کہ آیا تجویز مفتی صاحب دیوانی صحیح ہے یا استغناء۔ اور جزئیات فقہ کس رائے کے مثبت ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ گواہان مذکورہ
سے مسماۃ وحیدی بیگم کا کوئی بھی رشتہ نہیں ہے جس سے کہ ماہین گواہ مذکورین وحیدی بیگم کا نکاح ناجائز ہو پس گواہان مذکورہ
ذی رحم محرم نہ ہونے کے باوجود اپنا بے پردہ ہونا بیان کرنا موجب فسق ہے یا نہیں فاسق کی شہادت جائز ہے یا نہیں۔
۱۔ نقل فتوایں راہپور۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید نے ربی بیوی ہندہ کے رخصت کر پانے کی تالش عدالت میں
بر بنائے نقل رجسٹر نکاح خواں و گواہی گواہان دائر کی اور گواہان نے یہ بیان کیا کہ جلسہ نکاح منعقد ہوا اور ہندہ نے ہم سے
یہ کہا کہ میرا نکاح زید کے ساتھ پڑھو اور ہم کو اپنے نفس کا اختیار دیا ہم لوگ نکاح کے گواہ تھے اور غلام سرور وکیل تھے چنانچہ
ہم نے وکیل سے کہدیا اور وکیل نے قاضی سے کہدیا قاضی نے نکاح پڑھا دیا اور بعد نکاح چھوہارے اور شیرتی تقسیم ہوئی اور ہندہ زید
کے یہاں بعد نکاح کے حسب رواج زمانہ رہی پس ایسی حالت میں نکاح صحیح شرعی ہندہ کا زید کے ساتھ ہو گیا یا کہ نکاح فضولی ہے
بوجہ عدم اجازت ہندہ کے صحیح نہیں ہوا۔ مینو اتوجروا۔

الجواب۔ سبحانہ الموفق بصدق والصواب صورة مسئلہ میں نکاح صحیح و شرعی ہندہ کا زید کے ساتھ ہو گیا اسلئے
کہ بیان گواہان سے ہوتا ہے کہ جلسہ نکاح منعقد ہوا۔ اور حسب قاعدہ رواج نکاح ہوا اگر نکاح بطور فضولی کے منعقد ہوا ہے تو
اجازت ہندہ کی بعد نکاح کے ثابت ہے اس لئے کہ جلسہ نکاح کا منعقد ہونا اور کثیر لوگوں کا جمع ہونا اور ہندہ کا اجادت دینا نکاح
پڑھوانے کی یہ دلیل اس امر کی کافی ہے کہ ہندہ کو علم نکاح کا ہوا اور بعد نکاح کے ہندہ کا بمکان زید رہنا یہ فعل ضرور دلیل اجازت
ہندہ بعد نکاح کے ہے اور برائے اجازت یہ ضروری نہیں ہے کہ اجازت قول سے ہی ہو بلکہ فعل سے بھی اجازت ہونا کافی ہے وہ
یہاں متحقق ہے لہذا نکاح صحیح و شرعی زید کے ساتھ ہندہ کا ہو جانا یقینی ہے چنانچہ فتاویٰ علیگیری میں ہے ویثبت الاجازة
لنکاح الفضولی بالقول والفعل کذا فی البحر الرائق انتھی بقدر الحاجة هذه صورة الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

بر تقدیر صدق مقال نکاح ثابت ہے فقط
محمد عبد الغفار خاں عفی عنہ

العبد

محمد حبیب اللہ خاں
ولد
محمد عنایت اللہ خاں

العبد المحبیب
محمد ہدایت اللہ عفرلہ

محمد عنایت اللہ
ولد
محمد ہدایت اللہ

جواب صحیح ہے

احمد امین عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ عالیہ

الجواب صحیح

بندہ محمد تقی احسن عفی عنہ

الجواب صحیح

محمد دوم علی عفی عنہ

قد صح الجواب

محمد عبد الوہاب عفی عنہ

الجواب الجواب واللہ سبحانہ اعلم بالصواب

محمد فضل حق عفی عنہ

المحبیب صحیح واللہ اعلم بالصواب

الراجحی الی اللہ محمد خلیل اللہ عفا عنہ اللہ

محمد خلیل اللہ عفا عنہ اللہ
الراجحی الی اللہ

ان النکاح صحیح ولا شرک لہ

تاسم علی عفی عنہ

الجواب اللہم ھذا یتا الحق والصواب۔ فیصلہ جناب مفتی صاحب وانظار ہر شہنشاہ گواہ مدعی کی باضابطہ نقلیں اور فتوائے رام پور ملاحظہ ہوئے تفصیل موجب تطویل اور فرصت قلیل اور سائل کو تعجیل لہذا اجمالاً مدارک عالیہ فقہیہ کی طرف اشارت کریں وبالله التوفیق۔ فتوائے رام پور محض باطل و بے شعور عقل و نقل دونوں سے دور اور حکم مفتی صاحب کہ دعویٰ نامسموع ضرور صحیح اور طریق حکم میں مسلک صحیح کی یہ تصریح۔ مدعی نے چھ گواہ پیش کئے (۱) عنایت احمد ولد عبد الرحیم خاں جس کی شہادت ہے کہ ۸ جون میں منظر نے چند مدعی حاضر عدالت کا نکاح وحیدہ بنت قرالین خاں کے ساتھ پڑھایا۔ ذی علم مجوز نے ایک اسی گواہ کی تبدیل فرمائی ہے کہ بہت اچھے نہایت عمدہ آدمی ہیں باقی سب کو مستور لکھا ہے جو ان کی اصطلاح میں فاسق بلکہ کافر کو شامل۔ یہ گواہ کتنا ہی عمدہ ثقہ ہو مگر اپنے فعل پر گواہی دے رہا ہے کہ میں نے پڑھایا لہذا اس کی شہادت سماع نہیں البتہ اگر صرف نکاح ہونے کی گواہی دیتا اور اپنا نکاح پڑھانا نہ بیان کرتا تو سنی جاتی فتاویٰ خانیہ و فتاویٰ علیگیر یہ و خزانہ المفتین میں ہے اذا ادعت امرأۃ علی ورثۃ الزوج مہرھا فانکرک الورثۃ نکاحھا وکان الشاہد تولى تن ویجھا قال یشہد علی النکاح ولا یدکر العقد عن نفسه۔ تاتارخانیہ و ہند یہ و خزانہ المفتین میں ہے لو ان رجلا حلف بطلاق امرأته ثلثا ان ضرب ھذین الرجلین فضر بہما وسعہما ان یشہد علیہ بطلاق امرأته ثلثا ولا یخبر ان کیف کان وان اخیر الا تقبل شہادتهما کذا فی التاتارخانیہ فتاویٰ بزازیہ و علیگیر یہ میں ہے۔ شہدا علی رجل انه قال ان مسست جسد کما فامرأته کذا

۱۰ عبدة حر و مس جسدا نالا تقبل ولو شهد انه قال ان مسست شيا بكما و فعل تقبل و في فتاوى القاضی
لواراد الشهد ان يشهد ما في هذه المسائل يشهدون بالطلاق والعقاق مطلقا بلا بيان السبب
(۲۰) یسین خاں ولد قسیم خاں یہ کہتا ہے عرصہ ٹھینا سات یا ساڑھے سات ماہ کا ہوا کہ منظر چندا ولد کلن مدعی حاضر عدالت کے
مکان پر گئے و حیدری بنت قرالدین خاں نے زور سے آواز دی کہ چندا ولد کلن سے میرا نکاح پڑھو اور حیدری نے گواہان
کو اجازت دی گواہان نے نکاح پڑھو دیا فیصلہ میں اس پر ایک اعتراض یہ فرمایا ہے کہ اس نے گواہوں کے نام ظاہر نہیں
کئے کہ کس کو اجازت دی مگر شہادت بالکناح بیان نام مزوج و وکیل و شہود کی محتاج نہیں۔ ایک یہ اعتراض ہے کہ حیدری
کی اجازت بذریعہ سماح آواز بیان کرتا ہے اور خود کہتا ہے کہ اندر اور عورتیں بھی تھیں اس سے ثبوت تو کیل میں خلل آیا
نہ نفس انعقاد عقد میں کہ بذریعہ فضولی بھی ممکن۔ ہاں ایک اعتراض یہ ہے کہ چندا کی ولدیت غلط بیان کی واقعی اگر عبد الکریم کا
عرف کلن نہ ہو تو یہ بھاری اعتراض ہے اور کچھ نہ ہو تو اس کی شہادت میں ذکر زوج محل ہے گواہان نے نکاح پڑھو دیا کس سے
پڑھو دیا اس سے جس کی نسبت حیدری نے اجازت دی تھی یاد سر سے ہے۔ شہادت میں ایسی محتمل بات نہیں لی جاتی۔ کما
یشہد بہ من شاهد کلمات العلماء فی باب خلل الحاضر والسجلات و غیر ذلک نیز اس کی شہادت میں ایک
اور خلل بھی ہے جس کا بیان آگے آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ

(۳۱) غلام صدیقی خاں ولد صاحبزادہ افتخار علی خاں فیصلہ کہ اس پر یہ اعتراض ہیں اس نے حیدری کا کوئی لفظ کہنا بیان نہ کیا
نہ وکیل کا ذکر کیا۔ یہ وہی بات ہے کہ اس سے تو کیل بے ثبوت ہوگی نہ نفس انعقاد اس شہادت میں پورا خلل یہ ہے کہ چندا مدعی
حاضر عدالت کا نکاح حیدری بنت قرالدین خاں کے ساتھ ہوا قرالدین خاں شاید حیدری کے باپ ہیں ان کا نام ہے اس شاید
نے مشہور علیہا کو مشکوک و محتمل و مجہول کر دیا۔ شہادت و شاہد میں تنافی ہے۔

(۳۲) احسان الحق ولد حافظ غلام سرور۔ اس کا بیان ہے کہ عرصہ سات یا ساڑھے سات ماہ کا ہوا کہ چندا ولد کریم اللہ کا نکاح حیدری
بنت قرالدین خاں کے ساتھ ہوا حیدری نے منظر کو اپنے نفس کا اختیار دیا اور اشتیاق احمد کو کہ میرا نکاح پڑھو اور منظر نے چندا کے
ساتھ پڑھو دیا غلام سرور وکیل سے منظر نے کہہ دیا اور غلام سرور نے خود سن لیا وکیل اور گواہان کے کہنے کے بموجب قاضی نے
نکاح پڑھو دیا۔ نکاح طعن بالا فعال ہے کہ بے فعل تمام نہیں ہوتا تو اس میں اختلاف زمانہ مسقط شہادت ہے اور ایسی جگہ قول
مردود مثل سات یا ساڑھے سات مقبول نہیں، علیگریہ و خانہ وغیرہا میں ہے ان کا ان المشہود بہ قول لا یتیم الاب فعل
کا نکاح و اختلاف الشہود فی المكان والزمان او فی الانشاء والافتقار لا تقبل شہادتہم۔ علیگریہ
و ذخیرہ میں ہے۔ اذا ادعی دة وازده دہم لا تسبح دعواہ وکذلک اذا ذکر التاریخ فی الدعوی
علی ہذا الوجه بان قال۔ این عین ملک من ست ازده دوازده سال۔ فانہ لا تسبح دعواہ وکذلک
اذا ذکر الشہود والشہر والتاریخ فی شہادتہم علی ہذا الوجه لا تقبل شہادتہم اس کی رو شہادت

کی ایک وجہ یہ ہے کہ شہادت یسین خاں میں بھی قحی دوسری اور ہماری وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو وکیل بالکناح بتاتا اور اپنے فعل سے کار نکاح نامی کو پہنچانا بیان کرتا ہے ایسی شہادت مرد ہے خلاصہ میں ہے الوکیلان بالکناح او الخلیع اذا شهدا باشبات ذلک النکاح او ذلک الخلیع لا تقبل۔ اسی میں ہے۔ رجلان شهدا علی رجل انه قال لهما ان مسست جسد کما فعیدی هذا حسن فشهدا انه مس جسد هما لا یقبل لانهما شهدا فی امر تو بهما بخلاف لو شهدا انه قال ان مسست ثیابکما وقد مس انه یقبل ویعتق الغلام لان الثیاب غیرهما۔

(۵) اشتیاق احمد ولد کریم اللہ برادر دی۔ اس نے کہا گواہی دیتا ہوں عرصہ نمینا ساڑھے سات ماہ کا ہوا قرالدین کی بیٹی وجیدی اس کا نام اس کا نکاح چند اولد کریم اللہ کے ساتھ ہوا وجیدی نے مجھ سے اور احسان الحق سے کہا کہ میں نکاح چندا کے ساتھ کرتی ہوں میرا نکاح کرا دو میں اجازت دیتی ہوں حافظ غلام سرور نے نکاح پڑھوایا ہماری دو گواہیوں کے ساتھ اس کے بیان میں یہ جملہ کہ قرالدین کی بیٹی وجیدی اس کا نام مستقل جملہ ہے جس نے ماہد کے بیان نکاح کو اس لفظ سے کہ گواہی دیتا ہوں الگ کر دیا کہ وہ بلا عطف مستقل جملہ منفعل ہے کہ اس کا نکاح الخاں اگر یوں ہوتا کہ گواہی دیتا ہوں کہ اتنا عرصہ ہوا کہ قرالدین کی بیٹی کا جس کا نام وجیدی ہے چندا سے نکاح ہوا تو یہ جملہ گواہی دیتا ہوں کے تحت میں ہوتا اب متل رہ گیا کہ اس نے سب سے اشد و اعظم حلف گواہی دیتا ہوں صرف اتنے جملہ کی نسبت کہا کہ قرالدین کی بیٹی کا وجیدی نام ہے باقی بیان اس حلف اعظم سے جدا رکھا تو یہ نکاح پر شہادت نہ ہوئی متل، بیان شہادت میں نہیں لیا جاتا فیصلہ نے ان دونوں شہادتوں پر اختلاف سے اعتراض فرمایا کہ احسان الحق کہتا ہے میں نے نکاح پڑھوایا اشتیاق احمد کہتا ہے غلام سرور نے پڑھوایا یہ کوئی اختلاف نہیں نکاح پڑھایا یعنی خود متولی عقد ہوا اور پڑھوایا یعنی دوسرے سے اور اس میں واسطہ دو واسطہ دو واسطہ سب یکساں ہیں وجیدی نے ان دونوں سے کہا ان دونوں نے غلام سرور سے کہا غلام سرور نے نکاح خواں سے کہا تو نکاح خواں نے پڑھایا اور ان سب نے پڑھوایا ہاں ان کے بیانوں میں اور اختلافات ہیں احسان الحق کہتا ہے وجیدی نکاح سے اول بھی جایا آیا کرتی تھیں۔ اشتیاق احمد کہتا ہے اس سے اول نہیں آئی گئی تھیں۔ احسان الحق کہتا ہے نکاح خواں نے آواز دیکر دریافت کیا کہ یہ لڑکی بیوہ ہے آواز آئی کہ بیوہ ہے اشتیاق احمد کہتا ہے قاضی صاحب نے اندر کسی سے دریافت نہیں کیا تھا۔ احسان الحق کہتا ہے قاضی صاحب میرے بعد آئے تھے اشتیاق احمد کہتا ہے احسان الحق دس سے اول نہیں آئے تھے قاضی صاحب قریب دس بچے تشریف لائے تھے۔ ہم نے اپنے دو ائد پر التفات نہ کیا۔ فیصلہ نے دوسرا عرض یہ فرمایا کہ یہ دونوں وکیل بالکناح ہیں اور وکیل بالکناح کی شہادت ناجائز مطلقاً ناجائز نہیں خلاصہ میں بعد عہادت مذکورہ اول ہے اما اذا شهد الوکیلان بالبیع انه ملک المشتري او شهد الوکیلان بالکناح انها منکوحته یقبل فی الاجناس بلکہ اس اعتراض کی تحقیق وہ ہے جو شاہد چہارم میں ہم نے ذکر کی۔ وکلاء نکاح

کی ایسی گواہیاں ضرور مرد وہیں۔

(۶) سجاد علی خاں ولد منور علی خاں۔ اس کا بیان تناقض ہے کہتا ہے وحیدی نے اپنے نفس کا اختیار گواہوں کو دیا، گواہ چوٹ پر تھے وکیل چوٹ کے اندر تھا جو الفاظ وحیدی نے گواہان سے کہے منظر کو یاد نہیں وہ الفاظ منظر نے سنے بھی نہیں پہلا فقرہ توکیل پر شہادت ہے اور کھپلا اس شہادت سے صاف براءت تیز کہتا ہے وحیدی اور چندا کار سم تھا اسی وجہ سے چندا مدعی کے نکاح پر نکاح ہوایہ ان کے مکان میں جاتے تھے وہ ان کے مکان میں آتے تھے اس سے اول وحیدی کے آنے جانے کا حال مجھ کو معلوم نہیں اس گواہ کو نہیں معلوم ہوتا کہ ابھی کیا کہہ چکا تھا اور اب کیا کہتا ہے۔ ایسے متعل کی کیا شہادت اور ہوتی بھی تو وہ تنہا تھا ایک کی شہادت ان حقوق میں مسموع نہیں۔ فیصلہ نے اسی گواہ اور نکاح خواں عنایت احمد کی شہادتوں پر نکاح فضولی منقذ ہونا تسلیم فرمایا ہے اور ازاں کہ وحیدی کی اجازت درکنار اسے نفس نکاح سے انکار ہے فرمایا پس یہ نکاح شرعاً باطل ہے ہم ان دونوں شہادتوں کا حال بیان کر آئے تو ہرگز نکاح فضولی بھی ثابت نہیں اور بالفرض ثابت ہوتا تو نکاح فضولی ہرگز باطل نہیں بلکہ منقذ موقوف علی الاجازہ ہوتا ہے وحیدی کا اس وقت نفس نکاح سے انکار بعد نکاح اجازت قوی یا فعلی کا کتب مبطل ہو سکتا ہے ممکن کہ اس وقت سن کر جائز کیا ہو اب کسی نا اتفاقی کے باعث سرے سے وقوع نکاح کی منکر ہوگی تو دعوی نکاح ثابت کرنا تھا اور اجازت وحیدی کا مدعی سے ثبوت مانگنا کہ حق ظاہر ہوا اور ہے تو حقدار کو پہنچے کہ قاضی کا نصب اسی ایصال حقوق و ابطال حقوق کے لئے ہوتا ہے مگر تم ثابت کر آئے کہ اصلاً وقوع نکاح ہی ثابت نہیں نہ اچیل سے نہ وکیل سے نہ فضولی سے نکاح خواں کار جسٹر شرعاً کوئی چیز نہیں حروف صامت ہیں جنکی زبان ناطق وہی نکاح خواں جس کی شہادت یہاں اصلاً مسموع نہیں اشباہ والنظائر میں ہے لا يعتمد علی الحظ ولا یعمل بہ فلا یعمل بمکتوب الوقت الذی علیہ خطوط القضاء الماضین لان القاضی لا یقضى الا بالحجة وهي البينة او الاقرار والنکول کما فی ووقف الحانیه یہیں فتوائے رام پور کا بطلان واضح ہوا اولاً اس نے انھیں نامقبول و نامسموع شہادتوں پر بنا کی کہ بیانات گواہان سے ثابت ہوتا ہے کہ جلسہ نکاح منقذ ہوا اور حسب قاعدہ و رواج نکاح ہوا حالانکہ نکاح ہونے پر اصلاً ایک شہادت معتدہ بھی نہیں جیسا کہ اوپر مفصلاً معلوم ہوا تا نیا خود سمجھا کہ صرف انی بات دعوی مدعی مطالبہ رخصت کا اثبات نہ کرے گی لہذا اس میں یہ پوچھ لگایا کہ اگر نکاح بطور فضولی کے منقذ ہوا تو اجازت ہندہ نکاح ثابت ہے اجازت کے لئے دو مرد کار تھے عورت کو اطلاع ہونا اور اس کا جائز رکھنا اول کے ثبوت کو یہ بے منی دلیل گڑھی کہ اس لئے کہ جلسہ نکاح کا منقذ ہونا اور کثیر لوگوں کا جمع ہونا اور ہندہ کا اجازت دینا نکاح پڑھوانے کے لئے دلیل کافی ہے کہ ہندہ کو علم نکاح ہوایہ اس پر موقوف ہے کہ ہندہ کا وہاں ہونا ثابت ہو کہ کثیر لوگ نکاح کے لئے جمع ہونے سے اس کی اطلاع پر استدلال کیا جائے یہاں سرے سے جلسہ نکاح کا انعقاد ہی ثابت نہیں کہ شہادتیں سب منقل و مہل ہیں ثالثاً نکاح خواں کہتا ہے نکاح میں ۱۵ یا ۲۰ آدمی سے کم نہ تھے اشتیاق احمد کہتا ہے جلسہ نکاح میں ۲۵ یا ۳۰ آدمی ہوں گے احسان الحق بھی یہی کہتا اور لفظ اندازاً اور اضافہ کرتا ہے اسی طرح یسین خاں

تجینا کہتا ہے قطع نظر اس سے کہ یہ شہادتیں شرعاً درود ہیں ۱۵۔ ۲۰ یا ۲۵۔ ۳۰ کیا ایسا کثیر جمع ہے جس کی اطلاع گھر کے اندر پہنچی ضرور ہے خصوصاً اس حالت میں کہ نکاح خواں کہہ رہا ہے کسی عورت سے دریافت کا قاعدہ نہیں گواہان کے اعتبار پر نکاح پڑھوا دیا کسی عورت سے کچھ دریافت نہ کیا غلام صمدانی کہتا ہے نکاح رات کے ساڑھے دس بجے ہوا تھا جلسہ نکاح میں مظہر نو بجے پہنچا تھا قاضی صاحب میرے سامنے آئے تھے قاضی جی نے میرے سامنے عورتوں سے کچھ نہیں پوچھا، استیاق احمد کہتا ہے قاضی صاحب نے گواہوں سے دریافت کیا تھا انہوں نے کہا جوہ ہیں اندر کسی سے دریافت نہیں کیا تھا صرف ایک احسان الحق کہتا ہے کہ نکاح خواں نے ہم سے بھی دریافت کیا اور آواز دے کر دریافت کیا کہ یہ لڑکی جوہ ہے آواز آئی کہ جوہ ہے یہ مستوران ثقہ نہایت عمدہ آدمی کی تکذیب کرتا ہے اور نہ ہی تو اکیلا ہے اور نہ ہی تو آواز آئی سے کیا ثابت ہوا اور اس سے کیونکر معلوم ہوا کہ وحیدی کو اطلاع ہوئی راجعاً اطلاع درکنار سرے سے وحیدی کا اس مکان میں ہونا ہی ثابت نہیں اس کا وہاں آنا ایک نوا احسان الحق و استیاق احمد نے بیان کیا یہ دونوں اپنے لئے مدعی تو کیل ہیں ان کو تو اس کے بیان کی ضرورت ہی لاحق تھی مگر کسی وکیل کا ادعا کے وکالت مجال انکار موکل سموع نہیں ہو سکتا۔ باطل سنت انہ مدعی گوید۔ سین خان کہتا ہے وحیدی نے زور سے آواز دی کہ میرا نکاح پڑھوا دو۔ یہ اس کی تراش باقی سب گواہوں سے جڈ ہے پھر خود کہتا ہے کوٹھی میں (اور بھی عورتیں تھیں اس نے تو آواز کا دروازہ بند کیا آگے کہتا ہے یہ نہیں بتا سکا کہ کوٹھی میں کون کون عورتیں تھیں یہاں سے اس علم کا بھی سدباب ہوا کہ وحیدی تھی۔ کیوں کہ اس کا وہاں موجود ہونا جانا لاجرم سنی سنی کسی کی بتائی یا محض جزا اٹاڑائی۔ سجاد علی خان صاف تر کہتا ہے کہ وحیدی پردہ نشین ہے مظہر سے پردہ ہے وحیدی کو ٹھری میں تھی اول تو یہی نہیں معلوم کہ کہاں کی کوٹھی میں تھی پھر یہ کیونکر جانا کہ وہاں تھی یہی گواہ تو کیل گواہان پر شہادت بھی دے رہا ہے اور اسی موہمہ میں کہتا ہے کہ میں نے وہ الفاظ سنے تک نہیں تو جس طرح کسی کی نبیلہ سے تو کیل پر گواہی دیدی وہیں وہاں وحیدی کے ہونے کے۔ کیا ایسے ہل و بے سرو پا بیانوں سے عورت کا وہاں موجود ہونا ثابت ہو سکتا ہے حاشا خا مسنا طرفہ ترفوتی کا یہ قول ہے کہ ہندہ کا اجازت دینا نکاح کے لئے دلیل کافی ہے کہ ہندہ کو علم ہوا اجازت دینے کا حال تو اوپر معلوم ہوا کہ دو مدعیان تو کیلی اور تیسری اس شبی آواز پر شہادت اور چوتھی میں آواز تک نہیں یوہیں ایمان بالینیب کے سوا کہیں اس کا پتہ نہیں مگر لطف یہ ہے کہ جب ہندہ کا قبل عقد اجازت نکاح دینا ثابت ہے تو نکاح فضولی کب رہا جس کے لئے اجازت فعلی گڑھے کو آپ یہ دروسراٹھا رہے ہیں، سبحان اللہ۔ خود نکاح کی اجازت دینا مانئے اور اس سے صرف اتنا نتیجہ نکالنے کہ اسے نکاح کی خیر ہوئی۔ رہی اجازت وہ آگے فعل سے ہو رہے گی ایسے اجتماع ہوش و حواس کی حالت میں افتاد تصدیقات کی تکلیف اٹھانی نہ تھی مگر ہے یہ کہ خود سمجھا کہ جلسہ کا انعقاد اور آدمیوں کا اجتماع ہندہ کی اطلاع کو کافی نہیں ناچار اجازت کا ششقیہ پڑھایا اگرچہ اس نے ساری تقریر کو عقل سے بیگانہ کر دکھایا مساد مساب و غوی کے دوسری شق کا ثبوت دینے کی طرف توجہ ہوئی کہ بعد نکاح ہندہ کا مکان زید رہنا یہ فعل ضرور دلیل اجازت ہندہ بعد نکاح ہے لہذا نکاح صحیح شرعی زید کے ساتھ ہندہ کا ہو جانا یقینی ہے۔ ہم بیان کر آئے کہ وحیدی کا وہاں جانا ہی ثابت نہیں نہ کہ دو ایک روز رہنا۔ اس مشکوٹے کا ذکر ان دو مدعیان وکالت کے سوا کسی کے

بیان میں نہیں لیں خاں نے اتنا کہا ہے کہ ہم نکاح کے بعد مدعی کے مکان پر وحیدی کو چھوڑ کر آئے تھے اس سے رہنمائی نہیں ہوتا ہاں احسان الحق نے کہا ہے بعد نکاح ایک آدھ روز وہاں رہی پھر اپنی والدہ کے گھر چلی آئی اشتیاق احمد نے ایک یا ڈیڑھ دن اور بڑھایا کہ بعد نکاح کے ایک دو دن اسی مکان میں رہی ظاہر ہے کہ رہنا وہاں ہونے کی فرغ ہے اور وہاں ہونے کا اظہار یہ اپنے دعویٰ وکالت و گواہی نکاح کے لئے کر رہے ہیں جس میں وہ بہتم ہیں سبباً خود احسان الحق کہتا ہے کہ نکاح ہونے کے بعد سب چلے گئے اس کے بعد دو ایک یا ایک آدھ روز وحیدی کے وہاں رہنے کا علم اسے کیوں کر ہوا اپنا معانیہ بیان نہیں کرتا نہ یہ ان مواقع میں ہے جن میں سماع پر شہادت روا ہو تو بیان بے ثبوت ہے یہی حال اشتیاق احمد کا ہے اگر وہ چند ہی کے مکان میں نہ رہتا ہو تا مہنا اگر نکاح فضولی و وحیدی کے مکان پر ہوتا اور وہ بعد علم نکاح حسب دستور رخصت ہو کر چندا کے یہاں جاتی تو یہ ضرور اجازت فعلی کی حد میں آسکتا یہاں تو یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ نکاح چند ہی کے مکان پر ہوا اور وحیدی کو اطلاع کا کوئی ثبوت نہیں محدود اشخاص کا باہر جمع ہونا اور اندر سے کچھ دریافت کرنا کیا موجب اطلاع زناں ہے اسی زخم نامندمل کے بھرنے کو فتوے رام پور نے وہ فقرہ اضافہ کیا جس نے اس فتوے کو نقل کے ساتھ عقل سے بھی بعید کر دیا اور جب اس وقت اطلاع نہ ہوئی بعد نکاح متا ہونی کیا ضرور اور اس کا کیا ثبوت ممکن کہ ایک آدھ یا دو ایک روز کے بعد ہی اسے خبر دی ہو جس پر وہ فوراً اپنی ماں کے یہاں چلی گئی تا سعا منصب استحقاق سخت دشوار ہے اس میں شاید و لعل سے کام نہیں چلتا بلکہ احتمال دافع استحقاق و قاطع استدلال شہادت میں کہاں ہے کہ یہ رہنا بلا اختیار تھا ممکن کہ مجبوراً نہ بطور جس رہی ہو اگرچہ اسی قدر کہ وہ پردہ نشین تھی اور سواری نہ ملے دی عاشر بالقرض با اختیار رہی مگر لڑنے جھگڑنے میں وقت گزارا اور چلی آئی اور اپنے نفس پر قدرت نہ دی تو اجازت فعلی کس گھر سے آئے گی۔ وہ پانچ ادماے اطلاع پر تھے یہ پانچ ادماے اجازت پر تلتک عشرۃ کاملۃ جن سے آفتاب کی طرح ہو گیا کہ یہاں وحیدی کی طرف سے اجازت فعلی ماننا محض سفسط ہے اور وہ بھی اس جوش کے ساتھ کہ نکاح صحیح شرعی ہو جانا یقینی ہے **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** اسی لئے سوال میں یہ لفظ اضافہ کیا کہ ہندو زید کے یہاں بعد نکاح حسب رواج زمانہ رہی مگر اس لفظ حسب رواج زمانہ کا ان پچارے دونوں مدعیان توکیل کے بیان میں بھی پتہ نہیں حتی المقدور اجازت فعلی بتانے کے لئے از پیش خویش اضافہ ہوا ہے۔ ناراض ہونے کی بات نہیں اسلامی خیر خواہی کے لئے عرض ہے کہ اتنے علم و عقل والوں کو امور شرعیہ میں دخل دینا فتویٰ لکھوانا تصدیق کرنا شرعاً حرام حرام حرام حرام سمحت کبیرہ ہے ابن عساکر امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں **مَنْ افْتَقِيَ بغير علم لعنته منکة السماء والارض والعباد باللہ تعالیٰ احسان الحق و اشتیاق احمد کا وحیدی سے پردہ نہ ہونا جبکہ سامنے آنا بے ستری کے طور پر ہونے والا سرکے بال یا گلے یا پیٹ یا بازو یا کلائی کا کوئی حصہ کھلا ہو یا باریک کپڑے جن سے بدن چمکے اور یہ اس پر راضی ہوں مانع نہ ہوں نگاہ پھیرنے لیتے ہوں ضرور ان کے لئے بھی موجب فسق ہے ورنہ نہیں علیگریہ میں ہے **يقبل تقدیل المرأة لزوجها وغیرہ اذا كانت امرأة برزقة تخالط الناس وتعاملهم كذا فی محیط السرخسی۔ حدیث میں ہے النطفة****

الاولی للثانیۃ علیک۔ کلام کریو میں ہے۔ لائڈروا وازرۃ ووزرا خیری۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ۔ از علی گڑھ مدرسۃ العلوم مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب ناظم دیہیات و محمد نصرت لہیر خان محمد روہیات
۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی والدہ محترمہ کی ملک میں ایک کھیت تھی اس کو فروخت کر دیا اس کے روپے سے ایک مکان خریدنے کا ارادہ کیا جب مکان تجویز ہو گیا اور قیمت کا معاملہ بائٹ سے طے ہو گیا اس وقت زید نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ اس مکان کا بیعنامہ آپ کے نام کرا دوں یا جس کے نام ارشاد فرمائیں زید کی والدہ کے بجز زید کے اور کوئی فرزند و دختر نہ تھی اس وجہ سے زید کی والدہ نے فرمایا کہ تو ہی اپنے نام کرا لے چنانچہ زید نے بموجب حکم اپنی والدہ کے اپنے نام مکان کا بیعنامہ کرایا اور اس بیعنامہ کو عرصہ چالیس سال کا تخمینا ہوا ہے اس وقت زید کی زوجہ اولیٰ مع بعض اولاد کے موجود تھی اس مکان کے خریدنے کے پہلے اور بعد کو بھی زید نے چند جگہ اپنے خاندان میں کسی عورت سے عقد ثانی کا ارادہ بزمائجات اپنی والدہ اور زوجہ کے پختہ طور سے کر لیا اور دونوں کو اس کا علم قطعی طور سے ہوا لیکن اس پر بھی زید کی والدہ نے زید سے یہ نہیں فرمایا کہ تو اس مکان کو اپنی زوجہ یا اپنی اولاد کے نام منتقل کر دے بلکہ زید کی ماں نے اسی مکان میں ساہا سال تک سکونت فرما کر وقتاً پائی آخر دم تک کوئی بات اس مکان کی نسبت نہیں فرمائی۔ زید نے بعد وفات اپنی زوجہ اولیٰ کے تخمیناً عرصہ میں سال کا ہوا ایک عورت سے نکاح کر لیا زید اس مکان کو جس کو اس کی والدہ مرحومہ نے زید کے نام کرا دیا تھا اسے زوجہ ثانیہ کے ہر میں دینا چاہتا ہے اور ایک دوسرا مکان جو اس مکان کے محاذ میں زید نے خرید لیا ہے اس کو اپنی زوجہ اولیٰ متوفیہ کے اولاد کو تبرکاً دینا چاہتا ہے اس حالت میں زید کی بڑی لڑکی خالدہ یہ دعویٰ کرتی ہے کہ جس مکان کو آپ ہر میں ہماری ماں صاحبہ کے دینا چاہتے ہیں وہ مکان ہماری والدہ مرحومہ کا اور ہمارا ہے کیونکہ ہماری دادی صاحبہ مرحومہ کی دلی نیت یہ تھی کہ ہماری والدہ صاحبہ اور ہم آپ کے ساتھ اس مکان میں رہیں اور ہماری دادی صاحبہ نے آپ کا نام بیعنامہ میں فرضی طور پر کرا دیا تھا۔

دوسرا دعویٰ خالدہ کا یہ ہے کہ جب یہ مکان خرید گیا تو صرف اس میں ایک کوٹھا بہت نیچا تھا اس کو آپ نے اونچا کر لیا اور اس کے آگے سہ دری مرتب کرائی اور دروازہ مستقیم بنوایا اور باسٹھ گز زمین پچاس روپے کو خرید کر کے آپ نے اس مکان میں شامل کی اور چالیس روپے میں ایک دکان آپ نے خرید کر اس مکان میں شامل کی یہ سب روپیہ آپ نے ہماری والدہ سے لیا اور وہ سب روپیہ ہماری والدہ کا تھا کیونکہ جس قدر روپیہ آپ اپنی چالیس روپے کی تنخواہ میں سے بچا کر ماہ بہ ماہ کو رواد کرتے تھے وہ ہماری والدہ کے نان و نفقہ اور ہمارے اخراجات کا تھا علاوہ بریں ہماری والدہ صاحبہ سے ہمارے دوسرے تیسرے سال نانی صاحبہ کے گھر جاتی تھیں اور وہاں دو دو چھینے یا تین تین چھینے رہنا ہوتا تھا اور ہمارا سب کا کھانا نانی صاحبہ کے ذمہ ہوتا تھا اس عرصہ میں جس قدر روپیہ ماہواری آپ رواد کرتے تھے وہ بچتا تھا وہ سب روپیہ ہماری والدہ کا اور ہمارا تھا اس کے سوا ہمارے نانا صاحب کے مرید اور شاگرد نانا صاحب کے مکان پر آتے تھے وہ ہماری والدہ صاحبہ کو کچھ روپیہ

دیتے تھے وہ روپیہ ہماری والدہ صاحبہ کا اور ہمارا ہوتا تھا۔

زید خاندان کے اول دعویٰ ملکیت مکان کا یہ جواب دیتا ہے کہ اصل مکان جبکہ میری والدہ مرحومہ نے اپنی ذاتی رضامندی سے میرے نام کرادیا تو اس کے بعد یہ کہنا سراسر فضول ہے کہ ان کی دلی نیت تمہاری ملک میں دینے کی نہ تھی اور آپ کا نام فرض تھا کیونکہ یہ دشر میں باعتبار شریعت کے دلی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ ظاہری الفاظ یا تحریر کا اعتبار ہوتا ہے۔ اور زید خاندان کے دوسرے دعویٰ ملکیت روپے کا یہ جواب دیتا ہے کہ جو کچھ تمہاری والدہ کے پاس پس انداز روپیہ تھا وہ میری ہی کمائی کا روپیہ تھا اور جس وقت میں نے تمہاری والدہ سے زمین کے خریدنے اور مکان کے مول لینے کو یا مرمت مکان کو یا درمیانی دیوار بنانے کو روپیہ طلب کیا اس مرحومہ نے مجھ سے یہ نہیں کہا کہ اس وقت آپ کا ذاتی روپیہ تو میرے پاس نہیں ہاں میرا ذاتی روپیہ موجود ہے یا کسی کی امانت میرے پاس رکھی ہے اس وقت آپ نے کر اپنا کام چلا لیں بعد کو بتدریج ادا کر دیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ روپیہ میری کمائی کا پس انداز تھا جو میں نے اس مرحومہ سے لیا۔

دوسرا جواب شرعی طور پر یہ ہے کہ اس مرحومہ نے مرتے دم تک اس روپے کی نسبت کبھی یہ نہیں کہا کہ جو روپیہ آپ نے ملاں فلاں وقت مجھ سے لیکر مکان میں لگایا تھا وہ میرا ذاتی روپیہ تھا اس کو آپ نے مجھ کو واپس نہیں دیا اب آپ اس روپے کو میرے طرف سے کسی مدرسہ اسلامیہ یا مسجد یا کسی اور کار خیر میں لگا دیں تاکہ مجھ کو اس کا ثواب پہنچتا رہے اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو روپیہ میں نے اس سے لیا میرا ہی ملک تھا۔

اور تیسرا جواب زید کا یہ ہے کہ اگر بفرض محال یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ انھوں نے اپنا ملک ہی روپیہ مجھ کو دیا تھا جب کہ آخری دم تک اس کو مجھ سے طلب نہ کیا اور نہ اس کی نسبت بوقت وفات مجھ کو کچھ وصیت کی تو وہ روپیہ انھوں نے مجھ کو بخش دیا یعنی وہ روپیہ مجھے واپس لینے کی عرض سے نہیں دیا بلکہ اس روپیہ کا مجھ کو مالک بنا دیا تھا پس ملاں دین سے استفسار ہے کہ زید کی والدہ بیٹی کے دونوں دعویٰ از روئے شرع شریف حق ہیں یا زید کے جوابات حق ہیں۔

الجواب :- والدہ کا پہلا دعویٰ محض باطل و نامسموع ہے اعتبار لفظ کا ہے نہ محض نیت کا فقد نصوص ان العبرة بما تلفظ لا بما نوى روپیہ زودہ کو خرچ کے لئے دیا جاتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ زن و شوہر عیال ایک جگہ رہتے ہیں ایک خرچ ہے شوہر سب آمدنی اسے دے دیتا ہے وہ اپنے اور شوہر اور سب گھر کے مصارف اس سے اٹھاتی ہے اس صورت میں وہ روپیہ تمام و کمال ملک شوہر پر رہتا ہے عورت کا خرچ بھی ملک شوہر پر ہوتا ہے اسے شرع میں توہین کہتے ہیں عقد نکاح کا اصل موجب یہی ہے ظاہر ہے کہ اس میں جو کچھ پس انداز ہو گا شوہر کا ہے دوسری صورت یہ کہ زن و شوہر جدا ہیں شوہر اسے نفقہ بھیجتا ہے یا ایک ہی جگہ ہیں مگر عورت کے خرچ کا اسے جدا دیتا ہے مام ازین کہ وقت معین پر مثلاً ماہوار رقم معین مثلاً اس روپے خاص بلکہ قاضی خواہ بتراضی یا تنہا کچھ نہیں و تفاوتاً مختلف مقدار میں اس کے خرچ کا لئے بھیجتا یا اسے دیتا ہے اس صورت میں جو کچھ اسے دیا وہ ملک زن ہو گیا اس میں سے جو کچھ بچے گا خواہ عورت کی جزیسی سے یا یوں کہ وہ ہیمنوں اپنی ماں کے یہاں

رہی اور مصارف ماں نے کئے پھر حال عورت ہی اس کی مالک ہے بحر الرائق وروا المختار میں ہے المفروضۃ او المدفوعۃ لھا
ملك لھا فلھا الاطعام منها والصدق وفي الخانیة لو اكلت من مالها ومن المسألة لھا الرجوع علیہ
بالمفروض ظاہر ہے کہ یہاں واقع صورت تانیہ ہے کہ زید اسے خرچ بھیجا کرتا تھا تو چاہئے کہ عورت ہی اس کی مالک ہو اقول
مگر یہاں ایک نکتہ اور ہے زن و ولد کے نفقہ میں فرق ہے وہ جزائے احتباس ہے اور جبکہ نفقہ اسے دیا گیا اس کی ملک ہو گیا اگر وہ
نہ اٹھائے بلکہ دوسری جگہ سے اپنا خرچ چلائے تو اس سے واپس نہیں لے سکتا اور اگر اس نے مثلاً بیٹے یا سال بھر کا اسے دیدیا اور
اس کے پاس سے چوری گیا وہ اس سے واپس مانگ سکتی اور نفقہ اولد وغیرہ دفع حاجت کے لئے ہے وہ اگر اسے خرچ نہ کریں اپنی
حاجت دوسرے طور پر رو کر لیں تو اس مدت کا ان کا نفقہ ذمہ پدر نہیں اس صورت میں اگر ان کا نفقہ مثلاً کچھ ماہوار حکم حاکم مقرر
ہوا ہو جب بھی آئندہ کے لئے اس سے نہیں لے سکتے جب تک یہ خرچ نہ ہو جائے کہ پہلی حاجت دفع ہو گئی اور اگر اس نے دیا اور
ان کے پاس سے چوری ہو گیا اسے دوبارہ دینا ہو گا کہ حاجت دفع نہ ہوئی تو اس میں سے جو کچھ پس انداز کریں وہ ان کی ملک نہیں ملک
پدر ہے کہ معلوم ہو کہ حاجت سے زائد ہے مگر یہ کہ ان کو ہر شے دے تو البتہ وہ مالک ہوں گے۔ ذخیرہ پھر بحر الرائق میں ہے فرق
بین نفقة الزوجات وکسوتھن و بین نفقة المخارم وکسوتھن فان فی الاقارب اذا مضى الوقت وبقی
شی من الدراهم واکسوتة فان القاضی لا یقضی باخری فی الاحوال کلھا لانھا باعتبار الحاجة فی حقھم
وفی حق المرأة معاوضة عن الاحتباس و لھذا اذا ضاعت النفقة واکسوتة من ایدیھم یفرض لھم
اخری لما ذکرنا۔ رد المختار میں ہے۔ النفقة فی حق القرب بقدار الحاجة واکفایة وفی حق الزوجة
معاوضة عن الاحتباس ولذا الوضی الوقت وبقی منها شی یقضی باخری لھا لالہ وکذا الوضاعت
اس پر حواشی فقیر غفرلہ میں ہے اقول سبق قلمہ وصوابہ (وبعکسہ لو وضاعت) ای یقضی باخری لہ
لعدم اندفاع الحاجة لالھا الوصول العوض الیہا یہاں سے خالدة کے اس دعویٰ کا کہ جس قدر بچتا تھا ہمارا اور
ہماری والدہ کا تھا اپنی نسبت بطلان تو ظاہر ہی ہو گیا اس کی ماں کی نسبت بھی صحیح نہ رہا۔ سوال سے ظاہر کہ زید تنہا عورت کا
نفقہ اسے نہ بھیجتا تھا بلکہ مع اولاد اور اس میں کوئی تفصیل نہ تھی کہ اتنا زوجہ کے لئے اتنا اولاد کے واسطے بلکہ مجملاً بغرض صرف
ارسال ہوتا تھا تو اسے عورت کے لئے تملیک نہیں کہہ سکتے کہ علاوہ شیئ مع مجہول القدر ہے مقصود یقیناً یہ ہے کہ جتنا عورت
کے صرف میں آئے وہ اٹھائے جتنا بچوں کے خرچ میں آئے ان پر صرف کرے نہ یہ کہ عورت اور بچے کو بھٹہ مساوی مالک
کیا اور جہالت قدر مبطل ہے، بحر الرائق میں ہے یشترط فی صحۃ ہبة المشایخ الذی لا یحتمل القسمة
ان یکون قدرا معلوماً تو ثابت ہو کہ وہ بھیجنا بھی توین ہی جتنا تملیک لہذا جو کچھ بچا ملک زید ہی تھا ہکذا ینبغی
التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق یہاں سے ظاہر ہو کہ دوسرے دعویٰ خالدة کے تین جواب جو زید نے دیئے اگرچہ
ان میں دو پچھلے صحیح نہیں زن و شو کا معاملہ ایسا ہوتا ہے کہ شرف و شرم والیاں اس میں تقاضا کر دینا پسند نہیں کرتیں تو نہ مانگنا

یا وصیت نہ کرنا دلیل تملیک نہیں ولا ینسب الی ساکت قول گر پہلا جواب کہ وہ پیری ہی ملک تھا صحیح ہے اس طور پر کہ زید نے کہا بلکہ جس طرح ہم نے تقریر کی۔ رہا خالدہ کا یہ بیان کہ اس کے نانا کے مریدین و تلامذہ اُسے اور اس کی ماں کو کچھ دیتے تھے اس کا ثبوت اس کے ذمہ ہے کہ اس روپے میں سے اس کی ماں نے زید کو دیا اگر تبہین مقدار اُسے شہود عدول سے ثابت کر دے تو اس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ زیادتی سے روپے کا مدیون ہے مکان پر خالدہ وغیرہ کسی کو دعوی نہیں پہنچتا کہ وہ یہی عرض و بیانیہ نہ کہ مکان کا کوئی حصہ مول لیا ہے والدیون تقضہ بامثالہا۔ خیر یہ میں ہے۔ لایلز من الشراء من مال الالب ان یکون المشتري للالب تعین۔ مقدار کی ضرورت یہ ہے کہ بے اس کے دعوی سموع نہیں تھا خالدہ کہے اس میں کچھ روپے زائد و رکھنا سنا جائے گا ہندیہ میں ہے لوکان المدی بہ مجھولا فان القاضی لا یسمع دعواہ کسدانی النہایۃ یہ حکم قضا ہے ویانہ اگر زید جانتا ہو کہ اس میں زائد بھی تھا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس دے اور مقدار نہ معلوم ہو تو آسان طریقہ یہ ہے کہ جو مکان ان کو ترعادینا چاہتا ہے اس روپے کے عوض میں دے واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از دیوی تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی مرسلہ میر غلام اول مدرس ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک قاضی قضا کرتا ہے لیکن قضا بالکل ہی واقع کے خلاف ہے قاضی کو یقین دے دیا جاتا ہے کہ آپ کا فیصلہ بالکل خلاف واقع ہے اس میں حق شناسی نہیں ہوتی تو قاضی کہتا ہے کہ جاؤ جی جو کچھ ہوا ہوتا ہو لیا اب قضا پر قضا نہیں ہوتی نصاب سے زیادہ گواہ نہیں لئے جاسکتے حالانکہ قاضی صرف دو گواہ لیتا ہے اور ایک گواہ کی رائے پر فیصلہ کر دیتا ہے چونکہ اس کی ولی نشا بھی اسی فیصلہ پر ہے اور واقعہ یوں ہے ایک آدمی اپنا گاؤں چھوڑ کر دوسرے گاؤں میں جا رہا ہے، وہاں جس کے مکان میں رہتا ہے اس کے ساتھ اپنی نابالغ لڑکی کا عقد شرعی رو برو گواہان کر دیتا ہے شادی نہیں ہوتی یعنی روٹی وغیرہ نہیں کی جاتی اور ڈھول وغیرہ نہیں بجایا جاتا اس کا گھر بار کھا لیتا ہے گاؤں کے سب لوگوں کو پتہ ہو جاتا ہے کہ نکاح ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد ناچاقی ہو جاتی ہے لڑکی کا خاوند لاہور ملازم ہے اس کی عدم موجودگی میں اس کا گھر چھوڑ کر لڑکی کے والدین لڑکی کو لے کر اپنے اصلی گاؤں میں آجاتے ہیں اور اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ طلاق دلا کر لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا جائے لڑکی کا باپ کئی مسلمانوں کو کہتا ہے جو ابھی زندہ ہیں کہ طلاق لے دو وہ اس کے ساتھ لاہور جانے پر تیار ہوتے ہیں بلکہ اسے یقین دلاتے ہیں کہ طلاق لے دیں گے چونکہ جس اصلی گاؤں میں اب لڑکی کے والدین ہیں اس گاؤں کے لوگوں کی مرضی تھی کہ یہ اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دے ان کی شہ و غیرہ سے وہ بیز طلاق لئے نکاح کر دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے اس گاؤں کے نکاح خوانوں کی مرضی نہیں یہ نکاح پر نکاح ہو۔ پھر اس حالت میں کہ پہلا نکاح اس نکاح خواں کے لڑکے نے ہی پڑھا تھا جواب فوت ہو گیا ہے اس مجبوری کو دیکھ کر لڑکی کا باپ تیسرے گاؤں کے قاضی کے پاس جاتا ہے کہ شاید اس کے طفیل کام بن جائے خاوند لاہور ہے بغیر اس کے علم کے ایک تیسرا آدمی اس بات کو سن کر اس قاضی کے پاس جاتا ہے کہ یہ آگے نکاح ہوا ہوا ہے قاضی نے پوچھا کہ کوئی گواہ موجود ہیں جواب ملا کہ گو نکاح خواں اور چند گواہ مر گئے ہیں لیکن پھر بھی کئی گواہ موجود ہیں قاضی نے کہا کہ زیادہ گواہوں

کی ضرورت نہیں صرف دو گواہ میرے پاس لے آؤ اس پر چارے کو پتہ نہ لگا کہ قاضی صرف دو گواہ کیوں مانگتا ہے اس کی حکمت آگے ظاہر ہو جائے گی کہ منطقی پڑھے ہوئے قاضی نے کیوں دو گواہ مانگے جب دو گواہ قاضی کے پاس آئے تو ان میں سے ایک سے پورے طور پر بیان کیا کہ نکاح ہو اور ایجاب و قبول ہو اسے قاضی نے کوئی سوال نہ کیا دوسرے گواہ نے جب ٹھیک طور پر گواہی دینی شروع کی تو قاضی نے جھٹ سوال کیا کہ شادی ہوئی تھی یا ناطہ اس نے کہا ناطہ قاضی جی کی چاندی ہو گئی وہ چاہتا بھی یہی تھا یہ سنگر بغیر مزید سوالات فیصلہ دے دیا کہ نکاح ثابت نہیں ہوا شہادت نہیں ہے حالانکہ ناطہ کہنے والے نے اسی وقت کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ شادی نہیں ہو بلکہ ناطہ میں ضرور ایجاب و قبول ہوا ہے اس واسطے شادی کے مقابلہ میں میں نے ناطہ کہا۔ مگر قاضی نے باور نہ کیا اور پھر کہا گیا اور بھی کتنے آدمی ہیں جو اس نکاح کے وقت موجود تھے قاضی نے کہا کہ نصاب ہو چکا ہے اس سے زیادہ گواہ نہیں لینا چاہتا قاضی کے لئے راہ بن گیا فوراً اس گاؤں میں جا کر لڑکی کا نکاح دوسرے آدمی سے کر دیا علوسہ مانٹے کھا چلتا بنا۔ اس قضیت مسلمانوں میں عجیب حیرت ہے خاص کر اس گاؤں اور گرد و نواح کے لوگوں کو جن کو اس نکاح کی خبر تھی ان گواہوں کو جو نکاح میں موجود تھے ان معتبر مسلمانوں کو جن کو لڑکی کا باپ کہتا تھا کہ طلاق دلو اور کہ قاضی جی نے خوب قضا کی خاوند کو خبر ہی نہیں دو سو میل پر بیٹھا ہے قاضی بغیر طلاق کے اس عورت کا نکاح دوسرے آدمی سے پڑھ دیتا ہے عجب عجب عجب، پتہ کے گاؤں کے قاضی کو لفظ ناطہ ایک ایسا لگتا ہے جو سب باتوں کو رد کر دیتا ہے اس بات پر غور کرنے نہیں دیتا کہ اگر معاملہ صاف ہوتا تو طرفین کے آدمی میرے پاس کیوں آتے کیا میرے بغیر اس گاؤں میں نکاح کوئی نہیں پڑھ سکتا جب گواہ پیش کرنے کو کہا جاتا ہے تو قاضی کہتا ہے کہ نصاب پورا ہو گیا جب شریعت کی طرف رجوع کرنے کو کہا جاتا ہے تو یہ کہہ کر چپ کر دیا جاتا ہے کہ قضا پر قضا نہیں ہوتی لیکن یہ بات ہمارے سمجھ میں نہیں آتی کہ دو گواہوں میں سے ناطہ کہنے والے کو کیوں سچا سمجھا جاتا ہے اور دوسرے کو جھوٹا اور کیوں قاضی نے بغیر مزید تحقیقات نکاح پر نکاح پڑھ دیا۔ قاضی کے اس مسئلہ نے تمام عورت والوں کو ڈرا دیا ہے جس کا جی چاہے خاوند کی عدم موجودگی میں دو گواہ پیش کر دے جن میں سے ایک کہے کہ اس عورت کا نکاح نہیں ہوا پس عورت کے ساتھ قاضی جی سے نکاح پڑھو الے اور عورت والا بیچارہ منہ دیکھتا کا دیکھتا رہ جائے۔ جناب من اب خوب تحقیق کر کے جواب سے سرفراز فرمادیں کیونکہ قاضی جی کی اس قضا سے اس علاقے کے مسلمانوں میں عجیب الجھن اور کھلبلی پڑی ہوئی ہے اور حیران ہیں کہ جیتے خاوند کی عورت بلا طلاق کیونکر دوسرے مرد پر حلال ہو گئی۔ اگر یہ تمام باتیں درست ہیں تو ہر بانی فرما کر فتویٰ دیں (۱) عام مسلمانوں کے واسطے کیا حکم آیا وہ اس قضا کو مان لیں جو ان کے خیال میں بالکل ناجائز ہے کیونکہ وہ یقینی طور پر جانتے ہیں کہ یہ نکاح پہلے ہوا ہوا ہے بعض نکاح کے موقع پر موجود تھے بعض وہ ہیں جن کو لڑکی کا باپ طلاق کے واسطے کہتا تھا (۲) قاضی کے واسطے کیا حکم ہے جن نے وائنتہ دو گواہ لئے گو ان گواہوں کے مطلب میں کوئی فرق نہ تھا مگر خود قاضی نے ناطہ کا لفظ نکلا کہ پہلے گواہ کو جھوٹا جانا اور دوسرے گواہ کو شہادت پر جا کر اس عورت کا نکاح دوسرے آدمی سے پڑھ دیا جس گاؤں میں اس کا نکاح پہلے ہوا تھا وہاں کے کسی بھلے مانس پوچھا کہ نہیں (۳) لڑکی والے نے کیا حکم ہے جنہوں نے نکاح پر نکاح ہوا یا ان سے بعد میں پوچھا گیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا حالانکہ تم پہلے طلاق

یعنی پرتیار تھے تو کہتے ہیں کہ قاضی جی نے بغیر طلاق حلال کر دیا۔ (۴) لڑکی کے خاوند کے لئے کیا حکم ہے جس کو اب تک لاہور سے رخصت ہی نہیں ملی اور قاضی جی اس کی عورت دوسرے کو دلوا چکے ہیں کیا وہ قاضی جی کی قضا کو مان کر اپنی عورت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

جواب :- ایسا شخص قاضی نہیں ابلیس ہے اور اس کا ناتے اور شادی میں فرق کرنا شیطانی تبلیغ ہے ناتا ہی اصل نکاح ہے تو عورت کا منکوحہ غیر ہونا انھیں دونوں گواہوں سے ثابت ہو گیا تھا قاضی نے ہٹ دھرمی سے اسے نہ مانا تو اور گواہوں کے سننے سے انکار اس کی خباثت قلبی تھی نصاب کے بعد اور گواہوں کی حاجت نہ ہونا اس صورت میں ہے جب کہ نصاب سے ثبوت ہو جائے اس کے نزدیک ابھی ثبوت نہ ہوا تو اور گواہ سُننا فرض تھا مگر اس نے قصد نہ چاہا اسے تو حرام قطعی کو حلال کرنا اور خود زنا کا دلال بننا تھا وہ اور گواہ کیسے سُنتا اور یہ جواب کہ قضا پر قضا نہیں ہوتی اس کی تیسری شیطنت ہے اول تو یہ نکاح خواں شرعاً قاضی نہیں ہوتے ان کو قاضی کہنا ایسا ہے جیسے لونڈوں کے میاں جی بے علم کو مولوی صاحب کہنا اور ہو بھی تو اس نے کونسی قضا کی تھی جو بدل نہ سکے اتنا ہی تو تھا کہ اس کے نزدیک نکاح ثابت نہ ہوا عدم ثبوت کوئی قضا نہیں۔

۱۔ اس ناپاک حکم کا ماننا مسلمانوں پر حرام ہے۔

۲۔ قاضی سزائے شدید کا مستحق ہے مگر یہاں کون سزا دے حاکم اسلام سزا دیتا ہے بلکہ وہ اس ناپاکی پر قتل تک کر سکتا ہے کہ ایسا شخص یسعون فی الارض فسادا میں داخل ہے۔

۳۔ لڑکی کا باپ دیوت ہے جس نے اپنی بیٹی زنا کے لئے دی بلکہ والدین کا یہ کہنا کہ قاضی نے بغیر طلاق حلال کر دیا کلمہ کفر ہے لاکھوں نے قاضی کے کہنے سے زنا کو حلال جانا واستحلال المعصیۃ کفر ان کا آپس میں نکاح نہ زہا دونوں نے سرے سے مسلمان ہو کر پھر آپس میں نکاح کریں۔

۴۔ لڑکی اپنے خاوند کی منکوحہ ہے وہ اسے لے اور یوں نہ لے تو لڑکی کے باپ اور قاضی پر ازواج مکرر کا دعویٰ کر کے لے سکتا ہے معاذ اللہ کیا کیا فساد کا زمانہ آ گیا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مُکَلَّم :- ازراہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسولہ تاج محمود صاحب ۵۔ ۱۱۔ ۳۹۔

اگر ایک نکاح خواں بغیر دعویٰ مدعی کے کہدیوے کہ مدعی علیہ نے دختر معلومہ نابالغہ کا نکاح مدعی کے طلاق سے بیٹے کو کر دیا ہے مدعی نے بیٹے معلوم کے لئے قبول کیا ہے حالانکہ یہ نکاح خواں بہت جاہل اور دائمی دشمن مدعی علیہ کا ہے آیا یہ شہادت قابل اعتبار ہوگی یا نہیں

جواب :- جب دعویٰ نہیں تو مدعی کیسا اور اگر یہ مطلب ہو کہ مدعی نے اسے گواہ نہ لکھا یا تو یہ شرط شہادت نہیں اس نے

اگر شہادت میں اپنا نکاح پڑھانا ذکر کیا تو مقبول نہیں لاندہ شہادۃ علی فعل نفسه ورنہ اگر گواہ ثقہ ہے قابل قبول اللہ تعالیٰ اعلم

مُکَلَّم :- از ضلع درہنگہ مقام دھوبنی محلہ جولاہہ ٹولی متصل جامع مسجد رسد خان محمد صاحب ۱۱۔ ۱۱۔ ۳۹۔

نوری مومن اور اس کے ساتھی نے مسجد میں بیان کیا کہ ہم خان محمد کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے کیونکہ اس کی ماں کو اس کے پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی کہ اس کے والد نے اس سے نکاح کر لیا چونکہ یہ نکاح صحیح نہ ہوا اس لئے اس کے ان باپ و دونوں زانی اور

یہ لوگ ولد الزنا ہوئے اور ولد الزنا کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ کئی دفعہ کہتے پر خان محمد نے اس پر پناہ پختہ سبھائی جس میں چند معزز اشخاص کے سامنے نوری سے ثبوت طلب کیا گیا اور کہا گیا کہ خان محمد کے والد کو چالیس برس ہوئے اب تک تم لوگ کیوں نہ بولے اتنے دن تک خان محمد کے پیچھے نماز کیوں پڑھتے رہے خان محمد اور اس کے بھائی کی شادی اپنے خاندان میں کیوں کیا؟ نوری نے کوئی گواہی پیش نہیں کی بلکہ اقرار کیا کہ ہم نے رنج اور غصہ کی وجہ سے ایسا کہا ہے۔ ہم سے قصور ہوا اب ہم خان محمد اور اس کے بھائی کو ولد الزنا نہیں کہیں گے اور برابر ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اب عرض یہ ہے کہ نوری اور اس کے ساتھی کا اگر پناہ پختہ والا بیان صحیح ہے تو وہ لوگ حد قذف کے قابل ہیں یا نہیں اگر ہیں تو خود ان لوگوں کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ان لوگوں کی گواہی ہمیشہ مردود ہوگی یا نہیں۔ اگر پہلا بیان سچ ہے تو چالیس برس نہ بولنے خان محمد کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کے شادی بیاہ اپنے خاندان میں کرنے سے نوری اور اس کے ساتھی کس سزا کے مستحق ہیں اور کس حکم کے قابل ہیں۔

اجواب:- ان لوگوں کا پہلا بیان جھوٹا اور سراسر جھوٹ ہے قال اللہ تعالیٰ اذ لمر یا تو بالشہداء فاولئك عند اللہ هم الکذبون ۵ اور وہ اس بیان کے سبب ضرور حد قذف کے مستحق ہیں قال اللہ تعالیٰ فاجلدوا کل واحد منهما مائتین جلدہ گواہی کا وہ مردود ہونا کہ دلائل تقبلوا الہم شہادۃ ابدان اس حالت میں ہے کہ حد قذف لگ جائے یہاں نہیں ہو سکتا البتہ وہ مردود ہونا حاصل ہے جو جھوٹے کذاب کی گواہی کے لئے ہے جبکہ وہ بار بار یہ جھوٹ بک چکے ہوں۔ عاجز آکر خان محمد نے پناہ پختہ کی ہو یا اس کے سوا اور جھوٹوں کے ساتھ معروف و مشہور ہوں کہ جھوٹ ان کی عادت ہو تو کبھی ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اگرچہ توہرہ کر لیں۔ فتاویٰ علیگیر یہ ہیں ہے المعروف بالکذب لا تعد القلہ فلا تقبل شہادۃ ابدان وان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سھوا وابتغى مرة ثم تاب کذا فی البدایع ایسے لوگ فاسق معین ہیں اور فاسق معین کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنا نا گناہ ہے اور جو نماز اس کے پیچھے پڑھی جائے اس کا پھیرنا واجب ہاں اگر توہرہ کر لیں اور ان کا حال صلاح کے ساتھ بدل جائے تو اس وقت ان کے پیچھے نماز میں حرج نہ ہوگا جبکہ باقی شرائط جو ازو حلت امامت کے جامع ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱: ازپی ضلع پشاور مدرسہ قادریہ محمودیہ واقع مسجد چہل گزی مرسلہ مولوی حمد اللہ صاحب قادری محمودی ۲۰ رجب الآخر کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے ماموں عمرو پر اپنے نانا کے متروکہ سے جو عرصہ کے قبضے میں ہے اپنی ماں متوفیہ کے حق میراث کا دعویٰ کیا عمرو جواب دہ ہوگا کہ یہ مال ۳۶ برس سے میرے قبضے میں ہے دعویٰ میں تادمی عارض ہے نیز تری ماں نے اپنا حصہ میراث اپنی حیات میں مجھے ہیہ کر دیا تھا جس کے گواہوں میں اب کوئی زندہ نہیں زیادہ کہتا ہے یہ مال تجارت کا تھا اب تک میرے نانا کا نام مندرج کاغذات رہا میں نے اور ماں نے تمہیں امین جانا اور بنظر تجارت ترقی کا خیال رہا امید تھی کہ جب داغ خارج ہوگا حصہ مادری میں میرا نام درج کراؤ گے ڈیڑھ سال سے تم نے داغ خارج کرایا اور صرف اپنا نام مندرج کیا لہذا میں مدعی ہوا گواہان مردہ سے ثبوت ہیہ کیسے ہو سکتا ہے نہ مال مشترک کا ہیہ صحیح نہ میراث میں تادمی مانع۔ نیز تمہارے دعویٰ میں تناقض ہے

کہ یہ کا بھی ادعا کرتے ہو اور تادی فدر بھی۔ اس صورت میں زید حق پر ہے یا عرو۔ عبارات عربی کا اردو ترجمہ فرما دیا جائے۔ بیوا تو جو را
اچھو اب : زید کا دعویٰ صحیح و مقبول ہے اور عرو کے فدر باطل و مخذول۔ یہ صرف اس کی زبان سے کیسے ثابت ہو سکتا ہے
اوقات کو گواہ قرار دینا جب جمل بے مزہ ہے ایسی شہادت بس ہو تو جو چاہے جس کا مال چاہے پھین لے کہ تو نے یا تیرے باپ نے
مجھے یہ کہہ دیا میرے اقا تھا اور منن ہا لیا تھا میں نہیں معززین اس کے گواہ تھے جو سب مر چکے اور بفرض باطل اگر یہہ ہوتا بھی
تو مال مشترک صلح قیمت قبل تقسیم یہہ کرنا اگرچہ شریک کے لئے ہو محض ناتمام ہے جسے موت و اہبہ قبل تسلیم نے باطل کر دیا۔
تنویر الابصار اور مختار میں ہے (لا) تنوع بالقبض (فیما یقرو) (لو) مہبہ (لشریکہ) لعدم تصد القبض
الکامل کافی عامۃ الکتب فکان ہوا المذہب۔ ترجمہ :۔ قابل تقسیم چیز کا یہ قبضہ کے بعد بھی ناتمام رہتا ہے اگرچہ اپنے شریک
کو یہہ کیا ہو کہ اس میں بلا تقسیم قبضہ کامل متصور ہی نہیں جیسا کہ عام کتب میں تصریح ہے تو یہی مذہب حنفی ہے۔ اسی میں ہے دو الیم موت
احد العاقدین، بعد التفسیر فلو قبلہ بطل۔ ترجمہ :۔ موہوب کو قبضہ کامل دینے کے بعد و اہبہ یا موہوب لہ کامر جانا
یہہ میں رجوع کا مانع ہے اور اگر قبضہ کامل سے پہلے ان میں سے کوئی مر جائے گا تو یہہ سرے سے باطل ہو جائے گا۔ بلکہ اس کے دعویٰ
یہہ نے اسی کو طرد دیا اس سے صاف ظاہر ہوا کہ مال کو وہ مترکہ پورا بنا اور اپنی بہن کا اسیں حق ارث جانتا ہے جب تو اپنے لئے یہہ
از جانب خواہر کا دعویٰ ہے اور اس صورت میں چھتیس نہیں سو برس گزر جائیں دعویٰ ساقط نہیں ہو سکتا تادی غیر یہہ جسے مسئلہ
فیما اذا دعی زید علی عمرو و محمد و اناہ ملکہ و رثہ عن والیدۃ فاجابہ المدعی علیہ انی اشتریتہ من والدک
وانی ذرید علیہ من مدۃ تزید علی اربعین سنۃ وانت مقیم معی فی بلدۃ ساکت من عنی و ہذا ینعک
عن المدعی ہل یكون ذلك من باب الاقرار بالملک من مورثیہ فیحتاج الی بیئۃ تشہد لہ بالشراء ولا
ینفعہ کونہ واضعا یدۃ علیہ المدت المذكورۃ اجاب نعم دعویٰ ذلک التلقی عن اب المودع و دعویٰ تلقی
الملک من المورث اقرار بالملک لہ و دعویٰ الانتقال منہ الیہ فیحتاج المدعی علیہ الی بیئۃ و صار المدعی علیہ
مدعیاً و کل مدع یمتاج الی بیئۃ ینود بہا دعواہ ولا ینفعہ وضع الید المدۃ المذكورۃ مع الاقرار بالمذکورۃ
لیس من باب ترک الدعویٰ بل من باب المواخذۃ بالاقرار و من اقر بشئی لغيرہ اخذ باقرارہ ولو کان
فی یدہ احقا باکثیرۃ لا نقد و ہذا مالا یتوقف فیہ۔ ترجمہ :۔ سوال ہوا کہ زید نے عمرو پر ایک زمین کا دعویٰ کیا کہ میری
ملک ہے باپ کے ترکہ سے میں اس کا وارث ہوں عمرو نے جواب دیا کہ میں نے تیرے باپ سے خرید لی تھی اور چالیس برس سے زائد ہو
کہ میں اس پر قابض ہوں اور تو ایک شہر میں میرے ساتھ ساکن اور بلا فدر ساکت ہے آیا اس صورت میں کیا عمرو مورث زید سے ذریعہ
شر ملک حاصل کرنے کا دعویٰ ہوگا اور اسے اس انتقال پر گواہ دینے ہوں گے اور چالیس برس سے زائد اس کا قبضہ اور زید کا سکون
عمرو کو کچھ نفع نہ دیکھا۔ جواب فرمایا ہاں یہ عمرو کا دعویٰ ہے کہ مجھے تیرے مورث سے ملی ہے اور ارث زید سے ملنے کا اقرار تو اسکی ملک
کی اوپر سے اقرار ہے اور اس کا دعویٰ کہ بذریعہ انتقال شرعی مجھے ملی تو اب عمرو اس پر گواہ دینے کا محتاج ہے کہ یہ مدعی ہو گیا اور ہر مدعی

شہادت پیش کرنی لازم ہے جس سے اس کا دعوی ثابت ہو اور وہ چالیس برس سے زائد اس کا قبضہ اسے اقرار مذکور کے ساتھ کچھ بھی مانع نہیں نہ یہ تہامی کے باب سے ہے بلکہ باب اقرار سے کہ ہر مقرر اپنے اقرار پر ماخوذ ہے اگرچہ وہ شے بے شمار قرظوں جگلوں سے اس کے قبضہ میں ہو یہ ایسی واضح بات ہے جس میں شبہہ کو دخل نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۔ از ریاست رام پور موٹے ٹکن کی کنیان رسد مولوی محمد عنایت اللہ خان صاحب ۲۰ صفر ۱۲۷۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ ہندہ نے دعوی تفریق از زوجیت بجمت وقوع سے طلاق مغلط بنام عباس علی خاں نے جھکو بتاریخ غلاں بہ وادوں سے طلاق مغلط جہا لہ نکاح اپنے سے آزاد کیا عباس علی خاں کو دینے طلاق سے ہندہ کے انکار ہے اور کہتا ہے کہ میں بتاریخ مذکورہ شہر میں موجود نہ تھا۔ ہندہ نے چار مرد مسلمان تفضل حسین خاں و غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں و کلن خاں اور دو عورتیں مسلمان ظہور سلیم و فاطمہ سلیم بہ ثبوت وقوع طلاق پیش کئے ان سے پانچ نے ہنگام اداۓ شہادت ہوا جو خود عباس علی خاں کا طلاق دنیا عند العدا لیت بیان کیا اور ایک نے یعنی کلن خاں نے اداۓ شہادت اقراری کی اور نیز جانب ہندہ سے ہنگام تحقیقات محلہ کے تین شخصوں نے اور موجودگی عباس علی خاں کے شہرہ میں بتاریخ مذکورہ اداۓ شہادت کی۔ عدالت نے دعوی ہندہ کو بے اصل اور شہادت شہود کو غیر مقبول قرار دے کر دعوی ہندہ کو نامسموح فرمایا اور وجوہ بے اصلیت و دعوی اور نامقبولی شہادت شہود پیش کردہ ہندہ اپنے فیصلہ میں تحریر فرمائیں پہلی وجہ نامقبولی شہادت و شہود کی ان الفاظ پر قائم کی کہ جملہ گواہوں نے بالاتفاق اپنے اظہاروں میں بیان کیا کہ شہد باللہ گواہی دیتے ہیں کہ عرصہ چھبیس ستائس دن کا ہو کہ خالی کا ہینہ تھا ساتویں تاریخ بدھ کا روز تھا آٹھ بجے دن کے تھے کہ عباس علی خاں نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دیں یہ کہ جملہ گواہان رجال وانات مدعیہ مسومہ عدالت نے دنیا طلاق برورد چھبیس ستائس روز لکھا یا ہے اور اس قسم کا بیان بیان زمان خواہ بدعوی ہو خواہ بشہادت بوجہ جہالت تاریخ شرعاً بوجہ روایت ہذا کے نامقبول ہے ادعی بالفارسیۃ دو از دہ درہم و شہد الشہود ان لہذا لدعی علی ہذا لدعی علیہ وہ دو از دہ درہم لا تقبل لمکان الجہالۃ وکذا لک اذا ادعی وہ دو از دہ درہم۔ لا تسبح دعواہ وکذا لک اذا ذکر ت تاریخ فی الدعوی علی ہذا الوجه بان قال ای عین ملک من است از دہ دو از دہ سال فانہ لا تسبح دعواہ وکذا لک اذا ذکر الشہود تاریخ فی شہاد تہم علی ہذا الوجه لا تقبل شہاد تہم کذا فی الذخیرۃ عالمگیری وجہ دوم عدم مقبولی شہادت تفضل حسین خاں و غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں پر قائم کی ان الفاظ پر جو ان کے اظہاروں سے نقل کئے جاتے ہیں تفضل حسین خاں اپنے اظہاروں میں بیان کرتا ہے اس طلاق دینے کے بعد سے اب تک میری اور عباس علی خاں کی بات چیت نہیں ہے اور نہ سلام علیک بگاڑھے نہ میں بات چیت اور سلام علیک مدعیہ سے کرتا ہوں اور مدعیہ مجھے دیکھ کر منہ پھرتیا ہے غلام ناصر خاں اپنے اظہار میں لکھتا ہے کہ مدعیہ سے اگر کسی سے جھگڑا ہو تو منظر من جانب مدعیہ جو کچھ کوشش اور پیروی ہو سکے گی کرے گا غلام محی الدین خاں نے اپنے اظہار میں لکھا ہے کہ مدعیہ کا اگر کسی سے جھگڑا ہو تو منظر اس میں کوشش و طرفداری کرے گا جو عزیز ہوتا ہے وہ طرفداری کرتا ہے منظر مدعیہ کا عزیز ہے اس واسطے میں بھی طرفداری کروں گا اس بیان پر عدالت نے

عباس علی خاں شہادت دیوں نظر استنادی میں رجوع کیا اور دعوی اپنے میں اجراء کھٹا کر

یہ وجہ نامقبولی شہادت شہود قائم کی کہ من جلد گواہان تفضل حسین خاں سے عداوت دنیوی مدعا علیہ ثابت ہے اور اثبات عداوت خود باقرار گواہ ظاہر ہے کہ وہ باظہار خود لکھاتا ہے کہ روز طلاق سے منظر کا مدعا علیہ سے بگاڑ ہے نہ بات چیت ہے نہ سلام علیک غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں پر و کار مقدمہ اور شہد مدعیہ ہیں کہ ان دونوں نے بھی باظہار خود لکھا یا ہے کہ اگر مدعیہ سے کسی کا تنازعہ ہو تو کم کوشش و طرفداری مدعیہ کی کریں گے اور گواہی فی خصم مقدمہ اور عدوی دنیوی شرعاً بموجب روانہ ہونا مقبول ہے ولا شہادۃ عدو اذا كانت العداۃ لاجل الدنیا لان العداۃ لاجل الدنیا حرام فمن ارتکبھا لایومن من النقول علیہ ۱۲ یعنی تیسری وجہ عدم مقبول شہادت شہود یہ قائم کی کہ باہم شہادت شہود میں اختلاف ہیں وہ الفاظ کہ جنہیں عدالت نے اختلاف ثابت کیا ہے اظہاروں سے نقل کئے جاتے ہیں کہ تفضل حسین خاں بیان کرتا ہے کہ اس لڑکی کو میں نے پرورش نہیں کیا میری بیوی نے پرورش کیا ہے اور سامان شادی بھی اسی نے دیا ہے اور غلام ناصر خاں نے کہا کہ تفضل حسین خاں نے پرورش کیا ہے اور سامان شادی بھی اسی نے دیا ہے اور درمیان غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں یہ اختلاف ہے کہ غلام ناصر خاں اپنے بیان میں لکھاتا ہے کہ پہلے مرتبہ جو طلاق دی تو یوں کہا تھا کہ بگائیں نے تھکو طلاق دی اور غلام محی الدین خاں نے بیان کیا کہ میں نے تھکو طلاق دی اس کی طرف نسبت کر کے۔ اور غلام محی الدین خاں اور تفضل حسین خاں میں یہ اختلاف ہے کہ غلام محی الدین خاں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ جو آیا تھا تو امر اولیگم زوجہ تفضل حسین خاں کو سلام علیک کی تھی اور سب سے اور تفضل حسین خاں کہتا ہے کہ نہیں کی تھی اور بیان کرتا ہے کہ جس وقت مدعا علیہ آیا تھا تو میں دروازہ میں بلائے کو گیا تھا اور درمیان غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں کے بیان میں یہ فرق ہے کہ غلام ناصر نے بیان کیا ہے کہ میں غلام محی الدین خاں سے پہلے چلا گیا تھا اور غلام محی الدین خاں کہتے ہیں کہ میں نے غلام ناصر خاں کو وہاں ہی چھوڑا تھا۔ ظہور بیگم و فاطمہ بیگم و کلن خاں کے بیان میں یہ فرق ہے کہ ہر دو مساتمان کہتی ہیں کہ عباس علی خاں مدعا علیہ کے جانے کے بعد بگائیں نے دالان میں سے کہا تھا کہ تم سب اور کلن خاں کو گواہی دینی ہوگی اور دروازہ میں کچھ نہیں کہا تھا اور کلن خاں کہتے ہیں کہ مجھ سے بگائیں نے دروازہ میں کہ دالان سے تین چار گز کے فاصلہ پر واقع ہے یہ مضمون کہا تھا کہ کلن خاں تم کو گواہی دینی ہوگی کہ عباس علی خاں نے تم سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دیدی ظہور بیگم و فاطمہ بیگم اپنے اظہار میں بیان کرتی ہیں کہ مدعیہ نے بجا مدعا علیہ کے کہا کہ اب میں نہیں جاؤں گی جب تک کہ وہ لوگ جو پہلے مجھ کو ضمانت کر کے لے گئے تھے نہ آویں گے اس پر مدعا علیہ نے کہا کہ تو میری جو رو نہ ہوئی ان لوگوں کی ہوئی پھر طلاق دیدی اور تفضل حسین خاں لکھاتا ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ ابھی لے جاؤں گا۔ بجا مدعا علیہ مدعیہ نے کہا کہ جو لوگ مجھ کو پہلے ضمانت کر کے لے گئے تھے اگر وہی آویں گے تو میں جاؤں گی اس پر مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی اور غلام محی الدین خاں لکھاتا ہے کہ مدعا علیہ نے مدعیہ زوجہ اپنی سے کہا کہ میں نے نائین کو اور ڈولی بھی بھیجی تھی تو کیوں نہیں آئی اس پر بگائیں نے کہا کہ مجھ کو جانے میں کچھ عذر نہیں ہے مگر جو لوگ مجھ کو پہلے ضمانت کر کے لے گئے تھے وہی آکر لے جائیں گے تو میں جاؤں گی۔ ان سوالات جرح و کلام مدعا علیہ از گواہان مدعیہ سے اکثر اختلاف بگواہی گواہان مدعیہ اس قسم کے پائے گئے جو باعث بے اصلیت شہادت و نامقبولی عدالت پائے گئے گو یہ اختلافات بحالت ہونے

گمان غالب صداقت دعویٰ و شہادت مانع قبول نہ تھی لیکن چونکہ مقدمہ ہذا حل و حرمت کا ہے اور عدالت ایسے محل پر کہ شادی
فریقین کو صرف چھ سات ماہ گزرے ہیں کہ وصال میں انفصال سر پر آیا مدعا علیہ باوجود گواہی دہونے پر بائیس سے چار روزہ مدعیہ
بنجامہ والدین صرف انکار مدعیہ پر نہ آئی اپنے سے ہنوز بچانہ شوہر طلاق دے کر چلا گیا بہت شبہات واقع ہیں اس بنا پر مذکورہ
ابی یوسف وہ اختلافات بالضرورت اس زمانے میں کہ اکثر مخلوق نے پیشہ ادائے شہادت زور اختیار کر لیا ہے مانع قبول
شہادت شہود میں بموجب روایت ہذا کے اذالرتاب القاضی فی امر الشہود فرق بینہم ولا یسعه غیر ذلک
ویسألہم ایضا این کان ہذا ومتی کان ہذا ایكون ہذا السؤال بطریق الاحتیاط وان کان لا یجب
ہذا علی الشہود فی الاصل فاذا فرقہم فان اختلفوا فی ذلك اختلفا فی ہند الشہادۃ و ہاوان کان
لا یفسدہا لا یردہا وان کان بینہم فالشہادۃ لا یرد بمجرد التهمة فی نوار دا بن السماعۃ عن ابی
یوسف رحمہ اللہ قال ابو حنیفۃ اذا التھمت فرق بینہم ولا تلتفت الی اختلافہم فی لیس الثیاب
وعد من کان معہم من الرجال والنساء ولا الی اختلافات المواضع بعد ان یتکون الشہادۃ علی الاقوال
وان کان الشہادۃ علی الافعال فالاختلاف فی المواضع اختلاف فی الشہادۃ قال ابو یوسف اذا اتھم ورایت
الربیۃ قطنت انہو شہود الزور افرق بینہم واسألہم عن المواضع والثیاب ومن کان معہم
فاذا اختلفوا فی ذلك فہذا عندی اختلاف ابطل بہ الشہادۃ کذا فی المحيط ۱۲۔ چہارم یہ کہ معاملہ ہذا اقسام
دعویٰ حلال و حرام سے ہے ایسے محل پر واجبات سے ہے کہ تا وقتیکہ گواہان ثقافت و معتد سے وقوع طلاق متحقق نہ ہو اور بیان
مجرد ایسے اشخاص کے حکم تفریق بین الزوجین دینا بجز اس کے کہ اپنی جان کو ماخوذ نہ گناہ نہ کیا جائے کوئی نتیجہ نہیں عدالت کی رائے
میں کوئی گواہان میں سے ایسا نہیں کہ جس کی شہادت کے اطمینان پر حکم تفریق بین الزوجین دیا جاوے اس لئے کہ غلام ناصر خان
مردان گواہی پیشہ سے ہے اکثر مقدمات میں گواہیاں اس کے وقت تلاش موجود نکل سکتی ہیں اور صد ہا مجربان دروغ لوگوں
پر کہ ماثروغ کی تحقیق کے عند تحقیق سرکار اصل ان کی نہ نکلی گواہی مجربہ جو فسق قابل قبول نہیں تفضل حسین خاں پیشتر ازین مقدمہ
جہل سازی سزا ب ہو چکا ہے غلام محی الدین خاں عرف نئے خاں اور کلن خاں جن کا حال ہم کو نہیں معلوم تھا ان کا حال
ہم نے خفیہ طور پر بذریعہ آدم معتبر و معتد خود دریا منت کر لیا یہ ہر دو گواہ بھی عند دریا منت آدم معتد ثقافت اور مقبول الشہادۃ نہ
پائے گئے بنا بر روایت شامی کے کہ جو ذکر کی جاوے گی اور بعض گواہان میں سے مستورا الحال ہیں اور بعض فاسق ہیں اور گواہی مستور
و فاسق کی جب تک تحری صدق نہ ہو اور عدالت ظاہر نہ ہو قابل اعتماد نہیں کما قال الفاسق اھلہا فیکون اھلہ لکنہ لا
یقلد وجوبا ویاشہر مقلدہ کقابل شہادۃ بہ یفتی وقیدہ فی القاعدیۃ بما اذا غلب علی طنہ صدقہ
فلیحفظ ۱۲۔ درر و مقتضی الدلیل ابی لا یجمل ان یقضى بہا فان قضی جاز ونقد و مقتضاہ الاثر
وظاہر قولہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق بنبا فتینوا انہ لا یجمل قبولہا قبل تعرف حالہ وقولہم

بوجوب السؤال عن الشاهد سرا وعلانية طعن الخصم اولاً في سائر الحقوق على قولها المفتى به يقتضي الاثر بتركه لانه للتعريف حاله حتى لا يقبل القاسق وصرح ابن الكمال بان من قلده فاستقيا اثر واذا قبل القاضي شهادته ياتر وفي الفتاوى القاعدية هذا اذا غلب على ظنه صدقه وهو مما يحفظه قلت والظاهر انه لا ياتر ايضاً المحصول التبيين الما مور به في النص تأمل قال فان لم يغلب على ظن القاضي صدقه بان غلب كذبه عنده او تساوى فلا يقبلها اي لا يصح قبولها اصلاً هذا ما يعطيه المقام شامى ۱۲ ولا يقبل قول المستور في ظاهر الرواية وعن ابى حنيفة انه يقبل قوله فيها جرياً على مذهبه يجوز القضاء به وفي ظاهر الرواية هو والقاسق سواء حتى يعتبر فيهما اكثر الراى ۱۲ هداية ولهذا جوز ابو حنيفة رح القضاء بشهادة المستور فيما ثبت بشبهات اذا لم يطعن الخصم قال لكن ما ذكره في الاستحسان اصح في زماننا فان الغالب في اهل الزمان الفسق فلا يعتمد رواية المستور ما لم يتبين عدالته كما لا يعتمد شهادته في القضاء قبل ان يظهر عدالته ففي ظاهر الرواية هو والقاسق سواء حتى يعتبر فيهما اي في المستور والقاسق اكبر راى فان كان غالب الراى صدقهما يقبل قولهما والافلا عيني ۱۲ اور جن گواہوں کی نسبت عدالت نے نامقبول شہادت پر وجوہات قائم کئے ہیں اور قاسق اور مستور الحال لکھا ہے بہت تھوڑا سا ذکر ہے کہ عدالت نے ان میں سے اکثر کی گواہی قبول کی ہے اور بعد اس کے کوئی امر ان سے ایسا سرزد نہیں ہوا ہے کہ جس سے قاسق اور مستور الحال ہو گئے ہوں اور ان کی گواہی پر اعتماد نہ رہا ہو اور بابت تفضل حسین خاں کے لکھا ہے کہ یہ مقدمہ جعل سازی میں سزا پا ہوا ہے یہ صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ عدالت ماتحت نے اس پر جعل سازی قائم کی تھی حالانکہ وہ بری تھا اس واسطے وہ مرنے میں بری ہو گیا اس کی سند اس کے پاس موجود ہے اور غلام ناصر خاں کو عدالت نے اپنے فیصلہ میں گواہی پیشہ اور مقرر قرار دیا ہے اور اس کو اس سے انکار ہے اور کہتا ہے کہ یہ امر بالکل بے ثبوت ہے کہ اگر عدالت کے پاس کوئی ثبوت ہووے میان کرے۔ اب علماء دیندار سے استفسار اس امر کا ہے کہ دعویٰ ہندہ کا ثابت ہے یا نہیں اور شہادہ شہود کافی ہے یا نہیں اور عدالت نے جو وجوہات نامقبول شہادت شہود بیان کئے ہیں صحیح ہیں یا نہیں بینوا تو جروا۔

اب۔ صورت مستفسرہ میں اگر دو مرد یا ایک مرد و نون عورتیں ثقہ عادل شرعی ہیں اور انھوں نے شہادت بروجہ شرعی ادا کی تو دعویٰ طلاق ضرور ثابت ہے اور فیصلہ بحق مدعیہ کرنا واجب۔ عامہ وجوہ نامقبول شہادات کہ فیصلہ میں مذکور ہوئیں اصلاً بے اصل و ناقابل ہیں (جہالت تاریخ) شہود کے چھبیس ستائس دن کہنے کو جہالت تاریخ جہالت قرار دینا (اولاً سمعت مجھ سے جبکہ صراحتہ تیسین تاریخ و یوم و ماہ سب کچھ ان کے کلام میں مذکور ثانیاً روایت منقولہ فیصلہ دعویٰ ملک میں ہے طلاق کا اس پر تیس باطل و ہجور۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر ایک شاہد نے کہا آج طلاق دی دوسرے نے کہا کل۔ طلاق ثابت ہے اور شہاد

متقبل بمر الرائق واشباهه والنظار ورواها بر الجواهر ودر فخره وغیرا میں ہے قال احدہما طلقها اليوم والاخر انہما
طلقها امس يقع الطلاق فتاویٰ منفردی و فصول عمادی و خزائن المفتین و جامع الفصولین و غایۃ البیان و فتاویٰ القرویہ
ورواہما آخر الوقت میں ہے لو اختلف الشاهدان فی زمان او مکان او انشاء واقترادا ان كان هذا الاختلا
فی قول محض کبیع و طلاق و اقرار و ابراء لا یمنع القبول خلاصہ و جامع الفصولین و بمر الرائق و القرویہ میں ہے
الاختلاف فی زمان او مکان او انشاء واقرار فی القول المحض لا یمنع قبولہا مطلقا ہ مختصرین کافی
ولسان الحکام و بمر الرائق میں ہے۔ ادا اختلف الشاهدان فی الزمان او مکان فی البیع والشراء
والطلاق والعقاق والوكالة والوصیة والرهن والدين والقروض والبراعة والكفالة والحوالة
والقذف تقبل معین الحکام میں ہے لو شهدا با لخلع او البیع او الهبة او الصدقة او الرهن
او الصلح و اختلفا فی المكان او الزمان قبلت۔ جامع الفصولین و القرویہ میں دربارہ اختلاف تالیخ
ہے۔ الاختلاف فی القول لا یمنع۔ (عل اوت دنیویہ) نفضل حسین خاں کا مدعا علیہ سے ترک سلام و کلام
اولا ہما جرت ہے اور ہاجرت و عداوت میں عموم و خصوص من وجه۔ باپ اپنے بیٹے اور بھائی بھائی اور دوست دوست
سے کسی بات پر کشیدہ ہو کر ترک سلام و کلام کرتا ہے مگر عداوت نہیں ہوتی ولہذا نظائر نے عہد الصحابہ بل و عہد
النبوة مع قولہ تعالیٰ رحماء بینہم تو عام کو ایک خاص پر بلا دلیل عمل کر دینا کیونکر صحیح لا جرم شرح و بیانیہ للمصنف
دلائل الشتمہ والشتمالی و لسان الحکام و در فخره وغیرا میں ہے مثال العداۃ الدنیویۃ ان یشہد المقذوف علی
القاذف والمقطوع علیہ الطریق علی القاطع الطریق المقتول ذلیہ علی القاتل والجورح علی الجارح وقد
یتوہم بعض المتفقۃ والشہود ان کل من خاصہ شخصاً فی حق یشیر عداۃ و لیس كذلك بل العداۃ
تثبت بنحو ما ذکرنا اہ ملتقاً۔ ثانیاً ہاجرت کو عداوت ہی ائے تو دنیویہ کا کیا ثبوت۔ مسلمان کے اقوال افعال کو
ہما کن محل حسن پر آنا واجب کما نطقت بہ الایات والاحادیث کیا یہ ہاجرت اس بنا پر نامکن کہ مدعا علیہ نے تین
طلاقیں و فتاویٰ اور یہ شرعاً حرام تو بوجہ ارتکاب معصیت اس سے ہاجرت کی فیکون من الدین لا للدنیا
وہو لا یمنع القبول کما نص الفحول۔ در مختار میں ہے۔ تقبل من عدو بسبب الدین لانہا من
التدبیر ثالثاً دنیویہ ہی ہی مگر ہمارے تمام ائمہ کے اصل مذہب مخصوص علیہ میں ہر عداوت دنیویہ مطلقاً ناسخ شہادت
نہیں جتنک موجب فسق نہ ہو منع مطلق امام شافعی کا مذہب ہے نہ ہمارے ائمہ کا اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وقت اختلاف
تزیح ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب کافی البحر والحدود الخیریۃ ورد المختار وغیرہا من معتدات
الاسفار نہ کہ جہاں روایت رہی ہو وہاں غیر کی طرف کیونکر مصیر و التمار میں ہے بقی ہنا تحقیق و توفیق و ہوانہ ذکر
فی القنیۃ ان العداۃ الدنیویۃ لا تمنع قبول الشہادۃ ما لم یفسق بہا وانہ الصیحح و علیہ الاعتماد

وان ما في المحيط والواقعات من ان شهادة العدو على عدو لا تقبل اختيار المتأخرين والرواية المنصو
تخالها وانها مذهب الشافعي وقال ابو حنيفة رحمه الله تعالى تقبل اذا كان عدو في الميسر وان كانت
دنيوية فهذا يوجب فسقه فلا تقبل شهادة اه ملخصا والما صل ان في المسألة قول من معتمد من احدها
عدم قبولها على العدو وهذا اختيار المتأخرين وعليه صاحب الكنز والمحقق ثانیہما انها تقبل الا
اذا فسق بها واختار ابن وهبان وابن الشحنة اه مختصر - كذا في الرواس من شهادة العدو على عدو
لا تقبل لانه متهم وقال ابو حنيفة تقبل اذا كان عدو لا قال استاذنا وهو الصحيح وعليه الاعتماد
لانه اذا كان عدو لا تقبل شهادته وان كان بينهما عداوة بسبب امرالدنيا اه اشرة في البصرة شرح
وبانية لسان الحکام میں ہے وشهادة العدو الصحيح انها تقبل سواء كانت العداوة دینیہ اور دنیویہ
لاھا لا تقدر في العدالة وابعاقول وباللہ التوفیق، نظر تفتیق میں تحقیق یہ ہے کہ علماء متاخرین بھی مطلقاً بخش کو مسقط
شہادت نہیں کہتے جب تک اس حد تک نہ پہنچے کہ قلب و عقل ایمانی پر مستولی ہو کر عدالت انسان عادل پر غالب آجائے جس کے باعث
باکہ اس کی عدالت ثابت یہاں جھوٹ گواہی دینے کا منظر پیدا ہو اور اس شخص کے معاملہ خاص میں اس کے صدق و عدالت
پر اطمینان نہ رہے ان کی تعلیلات اس معنی پر شاہد عدل ہیں خود فیصلہ میں امام مینی سے نقل کیا لایؤ من من التقول علیہ
اسی طرح بحر الرائق ودر مختار وغیرہا میں ہے اور اب یہ مذہب مخصوص سے چنداں بعید نہیں وہاں فسق حاضر و ظاہر پر ہانکے
کا رہے یہاں فسق منطون و خفی و ارتفاع امان پر اور اس کی نظیر اس کی ضد یعنی محبت ہے کہ وہ بھی جب اس درجہ تک بالغ
ہو کہ یہ اس کے معاملہ میں متہم ہو جائے تو اس کے نفع میں اس کا قول مقبول نہیں اصل محبت بالاجماع مانع شہادت نہیں کاسیاق
یو ہیں اصل عداوت تو حاصل حکم یہ ٹھہرا کہ اگر عداوت نے بالفعل فاسق کر دیا تو بالاتفاق اس کی شہادت اس دشمن اور اسکے
غیر سب کے معاملہ میں مطلقاً مردود اور اگر اس مرتبہ قوت پر ہے کہ گو فی الحال مرتکب فسق نہ ہو مگر اس کے معاملہ میں عداوت کا
بلکہ عدالت پر غالب ہے تو غیر عدو کے بارے میں بالاتفاق مسموع اور خاص عدو کے ضرر پر اختیار متاخرین میں نامقبول اور
اگر ایسا نہیں تو مطلقاً اتفاقاً مقبول ہذا هو التحقیق الذی یعطیہ کلامہم ویشدکا الدلیل فعلیہ فلیکن
التعویل تو عند التحقیق مجرد اس اظہار فضل حسین خاں سے عداوت مالغمان لینا کسی قول پر صحیح نہیں جب تک اس کی ترمیم
جانب عدالت پر ثابت نہ کی جائے ہکذا یدنبی التحقیق واللہ ولی التوفیق (طرفداری) غلام ناصر خاں کا کہنا
جو کچھ کوشش اور پیروی ہو سکے گی کروں گا اگر اس بنا پر مانع قبول مانے کہ جو کسی کے کام میں کوشش و پیروی کرے مطلقاً مردود
و مثل نفس مخاصم ہے تو ہر اہمہ باطل کہ اس میں سرے سے شہادت کا دروازہ ہی بند ہوتا ہے نفس شہادت ہی مشہور
کے لئے کوشش اور اس کے کام کی پیروی ہے کما تشہد به اللام فی شہد لہ اور اگر اس بنا پر کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ خواہ
سے خط کشیدہ ٹکڑا اندازہ سے بنایا گیا۔

مدعیہ حق پر ہو یا باطل۔ ہر طرف سے اس کا ساتھ دوں گا تو کلام میں ہرگز اس کا ذکر نہیں اور از پیش خویش معنی فاسد پر حمل کر کے جو اعتراض ہو وہ اپنے حمل پر ہے نہ اصل قول پر۔ کیوں نہ کہئے کہ ہو سکتے سے اس کے کلام میں امکان شرعی اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من استطاع منکون ان ینفع احالا فیلینفعہ تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی کو نفع دے تو دینا چاہئے رواہ الامام احمد و مسلم فی صحیحہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو معنی ہو سکتے کے یہاں ہیں وہی وہاں۔ لفظ طرفداری کلام غلام ناصر خاں میں ہے بھی نہیں، کلام غلام محی الدین خاں میں ہے، عند الانصاف وہ بھی اسی قیاس پر ہے اس نے ہرگز نہ کہا کہ مدعیہ حق پر ہو یا باطل پر میں ہر طرح اس کا طرفدار ہوں گا اور امر حق میں طرفداری نہ ممنوع نہ مانع قبول و نہ وہی سد باب شہادت لازم آئے۔ علماء جو غاصم مقدمہ کی شہادت نامقبول بتاتے ہیں جسے مجوز فیصلہ نے ایک روایت محض بیگانہ پر محمول کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود فریق مقدمہ ہو جیسے شریک یا وکیل یا نابالغ کا وصی نہ یہ کہ مطلقاً معین کو غاصم و فریق مقدمہ بنا دیکئے بدائع پھر بکر پھر رد المختار میں ہے شرط ادا ہوا ان لا یکون خصماً فلا تقبل شہادۃ الوصی للیتیم و الوکیل لموکلہ شرح و ہبانیہ للمصنف و لسان الحکام و بحر الرائق میں ہے لو خاصم الشخص الآخر فی حق لا تقبل شہادۃ علیہ فی ذلك الحق کالوکیل لا تقبل شہادۃ فیما هو وکیل فیہ و الوصی لا تقبل شہادۃ فیما هو وصی فیہ و الشریک لا تقبل شہادۃ فیما هو شریک فیہ و نحو ذلك ہر ذی عقل جانتا ہے کہ ایک دوست خالص اپنے سچے دلی دوست کا ضرور طرفدار ہوتا ہے خصوصاً حقیقی بھائی پھر اتفاق علماء دوست و برادر کی شہادت یقیناً مقبول و ممنوع ہے جب تک دوستی اس حد کو نہ پہنچے کہ ایک دوسرے کے مال میں نہ صرف زبانی بلکہ واقعی اپنے مال کی طرح جو چاہے بے تکلف تصرف کرے معین الحکام و فتاویٰ قمر شاہی و رد مختار میں ہے اما الصدیق لصدیقہ فتقبل الا اذا كانت الصداقة متناہیة بحیث یتصرف کل فی مال الآخر کتذو غیرہ عامہ متون میں ہے تقبل لاخیه وعمہ و ابویہ رضاعاً و امراًتہ و بنتہا و زوج بنتہ و امراًة ابیہ و ابنہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر گواہ مقدمہ میں مدعا علیہ سے لڑیں جھگڑیں شہادت کو ضرر نہیں جبکہ عادل ہوں اس سے زیادہ اور کیا طرفداری ہوگی خزانہ الفتاویٰ و بحر الرائق و رد مختار میں ہے تخاصم الشہود و المدعی علیہ تقبل لوعد و لا تقبلیہ مسئلہ برادر تمام متون و عامہ شرح و فتاویٰ میں یوہیں اطلاق و ارسال پر ہے قنیہ میں اسے اس قید سے مقید کیا کہ ایسا نہ ہو کہ مقدمہ نے بہت طول کھینچا اور یہ بھائی اپنے بھائی کی حمایت میں برسوں سے اس مقدمہ کی پیروی و کوشش و محاصمہ و کاوش میں رہا اب اگر اس مقدمہ میں بھائی کیلئے گواہی دیکھا مقبول نہ ہوگی کہ اس منکر کارروائی نے گواہ سے شل غاصم کر دیا علامہ ابن وہبان نے نظم الفرائد میں اسے بلفظ قبیل نقل کیا اور شرح میں قیاساً فرمایا کہ باقی اقارب و اجانب کا بھی یہی حکم ہو جبکہ برسوں پیروی مقدمہ کر چکے ہوں بحر الرائق میں ہے فی القنیۃ امتدت الخصومة سنین و مع المدعی اخ و ابن عم یخاصمان لہ مع المدعی علیہ ثو شہدا لہ فی ہذہ الخصومة بعد ہذہ الخصومات لا تقبل شہادۃتہما ہ و ذکر ابن وہبان و قیاس ذلك

ان يطرد ذلك في كل قسوة وصاحب تردد مع قرابته او صاحبه الى المدعى في الحضوة ستين وثمانين
له معه على المدعى ثم يشهد له بعد ذلك فانه ينبغي ان لا تقبل والفقہ نے یہاں لہذا طال المتردد
مع المحاصر والمخاصمة له مع المدعى عليه صار بمنزلة الحضور المدعى عليه ۱۸۱۔ وہابیہ میں
۹۔ وقد قيل لابن العمرو الخ لم يجز : اذا خصصنا معه سينا واخسوا
پر ظاہر کہ یہاں یہ صورت بھی نہیں تو صرف اتنی بات پر شہود کو خصم ٹھہرا دینا محض بے اصل ہے (اختلافات) کہ بیان شہود
میں پیدا کئے ان میں کوئی اصلا صالح التفات نہیں (ولا تفضل حسین خاں نے اپنی بی بی کا پرورش کرنا بتایا غلام ناصر خاں
نے تفضل حسین خاں کا یہ کیا اختلاف ہوا ممکن کہ تربیت مباشرتاً امر او بیگم نے کی اور ماں و رضا جانب تفضل حسین خاں سے تو
بمطابقت اس سے نفی اور بنظر مال و اجازت اس کے لئے اثبات دونوں حق ہیں۔ قال الله تعالى ومارمیت اذ رمیت
ولكن الله رمى۔ فتح الامير الحصن ولم يفتح هو بل العسكر كل صحيح كما قد علم في محله ایسے امور
کا صاحب خانہ کی طرف نسبت کرنا شائع و ذائع ہے لانه الاصل و عن رأيه يصدر۔ اور اختلاف غلام ناصر خاں و غلام
محمی الدین خاں کا اودا ما سخت ہی تعجب خیز ہے کلام غلام محی الدین خاں میں بگا کو نہ کی نفی بھی تو نہیں صرف عدم ذکر ہے وہ ذکر
عدم کیونکر ہو ارب العزت جل و طلانی سورہ نمل میں فرمایا یموسی لا تخف انی لا ینصت لدی المرسلون۔ اور سورہ
قصص میں یموسی اقبل ولا تخف انک من الامین۔ اور سورہ طہ میں ارشاد ہوا قال خذها ولا تخف
سنعیدها سبب تھا الا وحیہ ان دونوں سورتوں میں ذکر مذہب۔ یہاں نہیں بلکہ جہلہ لا تخف کے سوا ہر جگہ نیا کلام نقل
فرمایا ہے۔ مکن خاں اور ظہور بیگم و فاطمہ بیگم کے بیانوں میں اختلاف گمان کرنا محض قلت تدبر سے ناشی ہے۔ سائل سے استفسار
پر واضح ہوا کہ مکن خاں غیر شخص ہے بگا بیگم اس سے چھپتی ہے وہ والان میں تھی اور یہ دروازے میں۔ اب دونوں بیان صاف
صاف حق و صحیح ہیں بے غوری کے باعث یہ گمان ہوا کہ دروازے میں کالفظ دونوں کلام میں بگا بیگم سے متعلق ہے یعنی مکن خاں
کہتا ہے بگا بیگم نے دروازے میں آکر مجھے کہا ظہور بیگم و فاطمہ بیگم کہتی ہیں بگا بیگم نے والان میں سے کہا دروازے میں کچھ نہ کہا
مالا کہ حقیقت عورات کے بیان میں تو یہ لفظ بگا بیگم کی طرف ناظر ہے جس طرح مجوز نے سمجھا اور مکن خاں کے کلام میں خود مکن
سے متعلق ہے یعنی میں دروازے میں تھا کہ بگا بیگم نے مجھے کہا ایسی طرف تکلم و مخاطب دونوں کے لئے عقل و مستعمل ہوتی ہے زید
نے مجھ سے مسجد میں کہا اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ زید مسجد میں تھا جو اس نے مجھے کہا اور یہ بھی کہ میں مسجد میں تھا کہ اس نے
کہا و لہذا قرآن سے ایک معنی کی تیسین کرتے ہیں مثلاً قسم کھانی کہ تجھے مسجد میں گالی نہ دوں گا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں جس
وقت مسجد میں ہوں گا تجھے گالی نہ دوں گا و لہذا اگر وہ شخص مسجد میں ہوا اور اس نے باہر سے گالی دی مانت نہ ہو گا اور اگر قسم کھانی
کہ تجھے مسجد میں نہ ماروں گا تو اس کے یہ معنی کہ جب تو مسجد میں ہو گا تجھے نہ ماروں گا و لہذا اگر وہ شخص بیرون مسجد ہے اور اس نے
مسجد میں سے اسے مارا قسم نہ لٹے گی استہابہ میں ہے قال ان شتمتہ فی المسجد ادرمیت الیہ فشرط حشہ کون

الفاعل فيه وان صرته او جرحته او قتلته اور ميتته کون المحل فيه ظهورن بيگم و فاطم بيگم کے بيان میں احتمال اول مقصود ہے اور کلن خاں کے بيان میں دوم و لہذا اس نے دالان و دروازہ کا قاصد بتایا کہ تین چار ہی گز ہے جس کے سبب بگا بیگم نے: الان میں سے جو بات کی میں نے دروازے میں سنی۔ یہ توجیح تحقیق ہے اور بالفرض اس سے قطع نظر بھی کیجئے اور دونوں کلام میں طرف کو بگا بیگم ہی کے واسطے قرار دیجئے تاہم وہ دونوں بیان بد اہتہ بگا بیگم کے دو کلاموں کے حکایت ہیں ایک میں کلن خاں مخاطب تھا کہ تم کو گواہی دینا ہوگی دوسرے میں اور لوگ کہ تم سب اور کلن خاں کو گواہی دینی ہوگی وہ کلن خاں سے کہا تھا یہ اس کے جانے کے بعد نو ایک کا دروازہ دوسرے کا دالان میں ہونا کیا محال ہے نہ ہرگز شرط شاہد ہے کہ اس تمام جلسے میں جس سے جو بات اصل امر سے زائد بھی کہی جائے اس سب کو اس کا علم محیط اور اس کے حفظ میں حاضر ہو۔ یہیں سے سلام علیک کہنے نہ کہنے کا جواب ظاہر معہذا ممکن کہ تفضل حسین خاں جب دروازے پر مدعا علیہ کو بلانے گیا اس نے اس سے سلام علیک نہ کی پھر یہ اس کے بعد مکان میں آیا اس نے سلام علیک کرتے نہ دیکھا اپنے مدم علم کی بنا پر نفی کی اور غلام محی الدین خاں نے دیکھا لہذا اپنے علم کی بنا پر اثبات۔ ظہورن بیگم و فاطم بیگم و تفضل حسین خاں و غلام محی الدین خاں کے بیان میں جو مکالمہ زن و شو کے حکایات ہیں ان کا حاصل کہیں مختلف و متنافی نہیں اسے اختلاف بتانے کے رد میں وہی تین آیتیں کرنا بھی تلاوت کی گئیں اور قرآن عظیم کے عامہ قصص اور تمام احادیث منقولہ بالمعنی و زیادت و نقص روادہ جن کے تودہ تودہ نظائر صحیح بخاری کے اور ابواب اور صحیح مسلم کے ایک ہی سیاق میں مل سکتے ہیں کافی و دافی کوئی قائل اسے اختلاف نہیں کہہ سکتا۔ رہا غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں کا اختلاف، ممکن کہ واقع میں غلام ناصر خاں پہلے چلا گیا ہو غلام محی الدین خاں نے اسے جاتے نہ دیکھا استصحاباً کہا وہیں چھوڑ آیا تھا ثانیاً بالفرض اگر یہ سب اختلاف مسلم بھی ہوں تو نائد و فضول و لغو و بیکار باتوں میں تفاوت اصلاً لائق التفات نہیں بگا بیگم کو تفضل حسین خاں نے پرورش کیا یا اس کی زوجہ نے۔ مدعا علیہ تے طلاق دینے میں اسے بگا کہا یا بے ہذا اس سے خطاب کیا۔ اس نے امر او بیگم وغیرہا سے سلام علیک کی یا نہ کی۔ غلام محی الدین خاں پہلے اٹھ گیا یا غلام ناصر خاں۔ بگا بیگم نے کلن خاں سے دروازے میں کچھ کہا یا نہیں۔ بجواب علی خاں جب تک ضامن نہ آئیں جانے سے انکار ان لفظوں سے ادا کیا یا ان سے ان میں کونسی بات کی نفی یا اثبات طلاق دینے نہ دینے سے تعلق یا معاملہ پر کچھ اثر رکھتی ہے تو ایسی ہملات پر نظر کے کوئی معنی نہیں۔ و جیز امام کردری میں ہے۔ التناقض فیما لا یحتاج الیہ لا یضر اصلہ فی الجامع الصغیر الخ جامع الفضولین فصل الامین ھ۔ القاضی لوسال الشہود قبل الدعوی عن لون الدابة فقالوا کذا ثم عند الدعوی شہدا بخلاف ذلك اللون تقبل لانه سأل عمالا یكلف الشاهد بیانہ فاستوی ذکرہ وشرکہ ویخرج منه مسائل كثيرة۔ خلاصہ و ہندیہ میں ھ۔ لوسال القاضی الشہود عن لون الدابة و ذکر و اثر شہد و عند الدعوی و ذکر و الصفة علی خلافہ تقبل و التناقض فیما لا یحتاج الیہ لا یضر۔ خانیہ و مجر الرائق و طہیریہ و علمگیریہ میں ھ۔ لو اختلفا فی الثیاب الستی کانت

على الطالب والمطلوب او المركب او قال احدهما كان معنا فلان وقال الآخر لم يكن معنا ذكر في
الاصلا انه يجوز ولا تبطل هذه الشهادة. فتاوى قاعدية وفتاوى انقرويه ميں ہے۔ قال الشهادة لو
خالفت الدعوى بزيادة لا يحتاج الى اثباتها او بنقصان كذلك فان لا يمنع قبولها مثاله
لو شهد ا على اقراره بمال فقال لا اقر في يوم كذا او المدعى لم يذكر اليوم او شهد ا ولم يورثا
والمدعى ا ر خ او شهد ا انه اقر في بلد كذا او قد اطلق المدعى او ذكر المدعى المكان ولم يذكره او
ذكر المدعى مكانا وهما سميا غير ذلك المكان او قال المدعى اقر وهو راكب فرس او لابس عمامة
وقالا اقر وهو راجل او راكب حمارا ولا لابس قلنسوة او اشباكه ذلك فانه لا يمنع القبول لان هذه
الاشياء لا يحتاج الى اثباتها فذكرها والسكوت عنها سواء وكذا الوقوع مثل هذا التفاوت بين
الشهادتين لا يضر بله على ان مواعيد طلاق وعتاق في نفس الفاظ ايقاع کے اختلاف سانی کو نظر انداز کرتے ہیں
ایک گواہ کہ زید نے اپنی زوجہ سے کہا انت طالق یا غلام سے انت حر دوسرا کہ طلاق داد مت کہا یا آزادت کردم یا ایک
کہے زید نے اس وقت عربی میں کلام کیا تھا دوسرا کہے کہ فارسی میں ان سب صورتوں میں شہادت مقبول ہے اور طلاق و عتاق
ثابت پھر ان بالائی لغویات کا لحاظ یعنی چہ۔ درختار میں ہے شہد احدہما انه قال لغبدا انت حر والآخر انه قال
آزادی تقبل۔ مجر الرائق میں ہے شہد احدہما انه اعتق بالعربية والآخر بالفارسية تقبل۔ اشباہ
میں ہے شہد احدہما انه اعتقه بالعربية والآخر بالفارسية تقبل بخلاف الطلاق والاصح القبول
فيهما ثالثا اصل شہادت میں اتفاق ثانی و وانی کے بعد بعض فضولیات میں ایسے موثر ہلکے آسان اختلافوں کو جنہیں
معاملے سے کچھ تعلق نہ ہو دہننا و زینا کر شہادت منفقہ کو رد کر دینے کا اگر فتح باب ہو تو عامہ حقوق ضائع ہو جائیں ظالمین امورال
و فروج پر دسترس پائیں مظلوم اپنے حق سے محروم رہ جائیں کچھریاں صرف اعانت ظلم کے حصے نظر آئیں کہ انسان نسیان
کے لئے ہے اور زوائد ضائع کی طرف نہ ذہن ابتداء التفات تام کرتا ہے نہ حافظہ انتہاء ان کا اہتمام ایسی کسی بات میں
ایک آدھ اختلاف ہو جانا مآدر نہیں بلکہ کثیر وغالب ہے خصوصاً اس بدعت ثنیہ کے ہاتھوں جو آجکل کے وکلار نے اطلاق
حقوق و تکذیب صدق کے لئے تراشی اور قضاة نے اس پر تقریر کی کہ محض براہ مغالطہ شہود کا بیان متزلزل کر دینے کیلئے
صد باسوالات فضول و ہملات سو سو طرح کے پیچ دے کر کرتے اور شرع نے جن کے اکرام کا حکم دیا جنہیں ذریعہ داد و دہی مظلوم
بنایا ان کے اغوا و تضلیل و ازال و تذلیل میں کوئی دقیقہ نامرعی نہیں رکھتے اس یہو وہ بے معنی کشاکش پریشان کن میں آدمی
کے آئے حواس جاتے ہیں خصوصاً نساء و ضغفا و ارباب سلامت صدرا و وہ لوگ جنہیں کچھریوں کا اتفاق کم ہو کہ یہ تو ان
حضرات کے سحر و دستمال ہیں جب فہرست شہود میں ایسوں کا نام پاتے ہیں براہ تفاخر فرماتے ہیں وہ بہت سیدھے مسلمان
ہیں دیکھنا دو سوالوں میں بول جائیں گے جن کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ بھولا را استہاز جھوٹا ٹھہرتا ہے اور جھوٹا فسوں کا رسچہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں المؤمن غر کریم والفاجر خب لئیدورواہ ابو داؤد والترمذی والحاکم بسند جید عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں ایسے کسی اختلاف یسیر کا بھی اصلا واقع نہ ہونا ہی تعجب ہے تو ان پر نظر کا حاصل سوا اضعاف حقوق و اعانت حقوق کے اور کیا قرار پا سکتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ پر ظاہر کہ اس میں حرج مریح ہے اور حرج نبص قطعی مدفوع جامع الفضولین میں ہے عدم القبول فی امثاله یفضی الی الحرج والتضییق وتضییح کثیر من الحقوق وامرنا بیدسر لا بعسر والحسب مدفوع شرعا۔

(روایت نادورہ ابی یوسف) کو مذہب امام ابو یوسف کہنا کس قدر خلاف نقاہت ہے نہ قاضی و مفتی کو اس پر عمل و حکم کی اجازت جامع صغیر و مبسوط امام محمد و بحر الرائق و اشباہ والنظائر و زوایر الجواہر و در مختار و فتاویٰ صغریٰ و فصول عمادی و خزائنہ المفتین و جامع الفصولین و غایتہ البیان و فتاویٰ القرویہ و رد المحتار و فتاویٰ خلاصہ و کافی و لسان الحکام و معین الحکام و عقود الدرر و وجیز کردی و فتاویٰ خانہ و فتاویٰ طہیریہ و فتاویٰ قاعدیہ و غیر ہا کتب معتدہ مذہب کی عبارات کثیرہ اوپر گزریں کہ اس روایت نادورہ کے سراسر خلاف ہیں اور انہیں پر انحصار نہیں عامہ کتب مذہب میں اس کا خلاف موجود اور اس روایت کا مخالف ظاہر الروایت ہونا خود عبارات منقولہ فیصلہ سے ثابت۔ فیصلہ سے جس قدر سائل نے نقل کیا وہ یہیں سے ہے کہ اذا ارتاب القاضی حالانکہ اصل عبارت محیط ان الفاظ سے شروع ہے قال فی الاصل اذا ارتاب القاضی الخ جس سے صاف ظاہر کہ محرر المذہب امام محمد نے کتاب الاصل میں کہ کتب معتدہ ظاہر الروایت سے ہے بے حکایت خلاف تصریح صاف فرمائی کہ شاہدوں کا زمان و مکان میں بھی اختلاف مطلقا مضر شہادت نہیں جہاں ہے "ہے" یعنی افعال نہ طلاق و عتاق و بیع و امثالہا اقوال چہ جائے اختلاف ثیاب و مراکب و حضار و واقعہ نساء و رجال۔ اور صاف یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ مجرد تہمت و ریب کی بنا پر شہادت رد نہ کی جائے گی۔ نیز اسی عبارت سے یہ بھی ثابت کہ نوادر میں بھی یہ صرف روایت ابی یوسف ہے۔ بخلاف امام اعظم و ہمام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو جہاں میر کے خلاف امام کے خلاف ظاہر الروایت کے خلاف و دلیل کے خلاف بے تصحیح صریح و ترجیح ریح ائمہ اکتا ایک روایت شاذہ نادورہ پر فیصلہ کیونکر دوا ائمہ و علماء کی روشن تصریحات ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایت سے خارج ہے ہمارے المذہب نہیں وہ مرجوع عنہ ہے قول مرجوع پر افتاء و قضا جہل و خرق اجماع ہے نہ کہ مرجوع عنہ کے سر سے قول ہی نہ رہا لاجرم ایسے فیصلے کو منسوخ کر دینے کا حکم فرمایا اور اگر والی مولیٰ جس نے قاضی کو عہدہ قضا دیا یا تصریح کر دی کہ مذہب امام یا قول صحیح پر عمل کرنا جیسا کہ غالباً یوں ہوتا ہے جب تو ایسا فیصلہ قطعاً اجماعاً سرے ہی سے باطل و نامعتبر و محض بے اثر جسے منسوخ کرنے کی بھی حاجت نہیں کہ قاضی اب ماورائے مذہب میں معزول و مثل احد من الناس ہے رد المحتار میں ہے قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثر۔ امداد الفتاح علامہ شر بن لالی میں ہے۔ القاعدة العمل بما علیہ الاکثر۔ شرح الاشباہ للعلامة البیہری و عقود الدرر میں ہے۔ المقرر عند المشایخ انه متى اختلفت فی مسألة فالعبرة بما قاله الاکثر۔ تنویر الابصار و در مختار و منیہ و سراجیہ وغیرہا میں

بأحد القائلين بقول أبي حنيفة طر لا يطلق . فإذ أحسنه من . هو الأصح . بحوالا من
في . بحسب من روى القول الإمام . حبر به من . المحدث الصا عند ما به لا يمتنع ولا يمتنع إلا
بقول الإمام . وهو المزارع ركتاب أحياء الموت من . وذلك مجيب لما قالوا ان ما
حرفه هو سر . وفيه ليس مذهبنا . هو الرواية كتاب القضاء من . ما خرج عن ظاهر الرواية
بما خرج عنه في الأصول من عدم مكان منه وروايتين مختلفتين متساويتين من
محمد ورجوع عنه لم يبق قول له . خبره وآخر شهادت من . هذا هو المذهب الذي
وبعد عنه في غيره وما سواه روايات خارجية من ظاهر الرواية وما خرج عن ظاهر الرواية
بما خرج عنه والمرجع عنه لم يبق قول له . تصحيح القدوري ودر مختار من . الحكم
واعتبار القول المرجوح جهل وخرق للاجماع . حواشي ثلثة سادات ثلثة ابراهيم حلي واحمد
مصري ومحمد شامي من . اوله من هذا ما بطلان الامتياز بخلاف ظاهر الرواية اذا لم يصحح
والتناء بالقول المرجوح عنه . تنوير وشرح علائي من . لا يضير الا اذا كان مجتهدا بل المقلد
من خالف معتد مذهبه لا ينفذ حكمه وينقض هو المختار للفتوى كما بسطه المصنف في فتاوى تفسيره
بهد من . رضى في مجتهد فيه بخلاف بايه ، اى مذهبه مجمع وابن كمال (لا ينفذ مطلقا) ناسيا او
مامدا مندهما والاسمة الثلثة (ر به يفتى) مجمع ورواياه وملتقى وقيل بالنفاذ يفتى وفي شرح الوهابية
بشرى بلان فضى من ليس مجتهدا كخفية زماننا بخلاف مذهبه عامدا لا ينفذ اتفاقا وكذا ناسيا
عندما ولو قيد السطان بصحيح مذهبه كزماننا تقيد بالاخلاق لكونه مغربا لاعتنه ۸۱ وقد
غيرت بيت الوهابية فقلت هـ

ولو حكم القاضي بحكم مخالف لمذهبه ما صح اصلا يسطر

روايتنا من قبيل باب التحكيم . القاضي مأمور بالحكم باصح اقوال الامام فاذا حكم بغيره لم
يصح . فتح القدير من . اما المقلد فانما اولاه ليحكم بمذهب ابي حنيفة فلا يملك المخالفة فيكون
مغزولا بالنسبة الى ذلك الحكم . برهان شرح مواهب الرحمن بغير غنية ذوى الاحكام شرح ودر الاحكام
من . هذا صريح الحق الذى يفتى عليه بالنواجذ . فتاوى علامه تاسم بن قطلوبغا من .
ليس للقاضي المقلد ان يحكم بالضعيف لانه ليس من اهل الترجيح فلا يبدل عن الصحيح الا
لقصد غير جميل ولو حكم لا ينفذ لان قضاءه قضاء بغير الحق لان الحق هو الصحيح وما وقع
من ان القول الضعيف يقوى بالقضاء المراد به قضاء المجتهد كما بين في موضعه . فواكه بدرية غل

ابن الغریس میں ہے۔ واما المقلد المحض فلا يقضى الا بما عليه العمل والفتوى - رسائل علامہ زین بن نجیہ میں ہے۔ اما القاضی المقلد فليس له الحكم الا بالصحيح الملقى به في مذهبه ولا ينفذ قضاءه بالقول الضعيف اه اثر ہذا الحنفیہ میں ہے۔ ان روایات صحیحہ صریحہ کثیرہ شہیرہ متواترہ مظاہرہ سے شمس و امس کی طرح واضح ہو کہ مجوز نے اس روایت پر فیصلہ کرنے میں سراسر خلاف حکم کیا اس بنا پر فیصلہ واجب النقص بلکہ سرے سے باطل محض ہے۔ یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ فیصلے کو اس روایت نادرہ کے موافق فرض کر لیجئے ورنہ انصاف یہ کہ وہ اس کے بھی موافق نہیں یہ روایت نادرہ مطلقاً ایسے اختلافات یسیرہ کو مانع شہادت نہیں ٹھہراتی بلکہ اس حالت میں جب قرآن مجید و امارات صریحہ سے قاضی کو مرتبہ ظن حاصل ہو کہ یہ گواہ جھوٹ گواہی دے رہے ہیں کہ اس میں صاف شرط مذکورہ اذ انہم متهم و رایت الریبة فظننت انہم شهود الزور صرف تہمت پر بھی قناعت نہ فرمائی بلکہ زیادہ کیا کہ میں ان میں ریب دیکھ لوں مجھے ان کی شاہد کذب ہوئے پر گمان غالب حاصل ہو جائے یہاں مجوز نے ان تمام شہادت میں کیا ریب دیکھ لیا کس بنا پر ان کی یہ گواہی جھوٹ ہونے پر ظن ہا تھا آیا (ریب و تھمت) اس بنا پر کہ اکثر مخلوق نے پیشہ شہادت زور اختیار کر لیا ہے محض بے اصل ہے شیوع کذب و عدم اعتماد خود زمانہ امام ابی یوسف رحمہ اللہ تقاضا میں کہ قرون خیر منقضی ہو چکے تھے شہادت احادیث صحیحہ متحقق ہو لیا تھا و لہذا صاحبین نے برخلاف مذہب صاحب مذہب رضی اللہ عنہم ظاہر عدالت پر اطمینان نہ رکھا حقیقہ و آشکارا تحقیق و تزکیہ لازم کیا علماء نے تصریح فرمائی کہ یہ اختلاف اختلاف زمانہ نہیں اختلاف زمان ہے در مختار میں ہے لا یسأل عن شاهد بلا طعن من الخصم الا فی حد و قود و عندہما یسأل فی الکل ان جہل مجالہم مجرد سر و علنا بہ یفتی و ہوا اختلاف زمان لانہما کانا فی القرن الرابع و لو اکتفی بالسراج مجمع و بہ یفتی مسل جیہ تو اس روایت میں یہ شیوع کذب کی عام بے اطمینانی قطعاً مراد نہیں ورنہ قید و شرط کی حاجت نہ تھی بلکہ بالخصوص ان گواہوں میں کوئی ریب واضح پیدا ہونا مقصود ہے و لہذا در روایت الذییب فرمایا پڑ ظاہر کہ اس عام احتمالی بات سے ان شہود کے کاذب ہونے پر ظن نہیں ہو سکتا اور روایت میں صراحت فرمایا فظننت انہم شهود الزور۔ شادی کے چھ سات مہینے بعد طلاق ہونا بھی کچھ موجب ریب نہیں جس طرح تین چار دن بھی والدین کے یہاں نہ چھوڑنے کو مجوز نے فرط محبت پر محمول کر کے اسے بنائے ریب ٹھہرایا ہے یوہیں برابر کا احتمال یہ بھی موجود کہ یہ بنائے خشونت و شدت و سخت گیری ہو جس کا خاتمہ تین طلاقوں پر ہوا عورتیں مردوں کے ہاتھ میں قیدی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ اللہ فی النساء فانہن عوان بین یدیکو اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو عورتوں کے حق میں کہ وہ تمہارے ہاتھ میں قیدی ہیں بد مزاج لوگ عورت کو دو دن بھی والدین کے یہاں نجوشی نہیں چھوڑتے نہ بنائے کمال انس و محبت بلکہ شدت و غلظت و اظہار حکومت۔ بلکہ یہاں یہی احتمال زیادہ راجح تھا اولاً عورات کا نصف الرجال فوامون علی النساء سہر کئی زمانہ بہ نسبت سخت گیری مردوں نادر ہے ثانیاً برخلاف متعاد جملہ بلاد اول بار بھی عورت کا

بضانت جانا تدمزاجی شوہر سے ترس شدید کا پتہ دے رہا ہے ثالثاً نام طلاق جس قدر عورتوں کو سخت شدید ناگوار ہے مردوں کو نہیں کہ اس میں انھیں اپنی بدنائی کا بھی زیادہ لحاظ ہوتا ہے لوگ کیا کہیں گے کیا سمجھیں گے کیوں چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ اپنے عیش باقی اور آنے والی عمر کا خیال کہ زمان ہند میں نکاح ثانی مارے۔ تو بے طلاق دئے از پیش خویش جھوٹا شغلہ بنانے اور اس پر مقدمہ لڑانے کی جرات نوکند عورت سے بہت بعید اور سخت محل شبہات ہے ہاں جا بل مرد جب جو ش حکومت میں غضب پراتے ہیں کبھی ایک طلاق پر نہیں رکتے بلکہ تین پر بھی اتفاقا ٹھہرتے ہیں پھر جب غصہ اترتا اور نام ہوتے ہیں للعلاج مرض کا علاج ڈھونڈھتے ہیں ایسا ہی خوف تھا ہوا تو صبر کر بیٹھے ورنہ انکار طلاق سہل نسخہ ہے بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ ایسے ضیف احتمالات منائے ظننت انہم شہود الزور نہیں ہو سکتے تو صاف واضح ہو کہ فیصلہ اس روایت کے بھی موافق نہیں محض اوہام پر مبنی ہے (معاملہ حلال و حرام) ضرور محل اقیان شدید ہے۔ مگر یہاں حلت حرمت کا پہلہ دونوں طرف یکساں اگر واقع میں طلاق نہ ہوئی اور مطلقہ ثلاث ٹھہر کر اجازت نکاح ثانی دیں تو معاذ اللہ اجازت زنا ہے اور واقع میں ہو گئی اور بدستور زوجہ بنا کر قبضہ طلاق دہندہ میں رکھیں تو عیاذ باللہ اجازت زنا ہے۔ دونوں طرفین کا نئے کی تول برابر ہیں ہاں اتنا ضرور ہے کہ شوہر کی طرف وہ شبہات ہیں جو ابھی مذکور ہوئے اور مدعا علیہ کا کذب کچھ مستبعد نہیں کہ اس کا اپنا نفع ذاتی ہے خصوصاً عوام سے ایسے مواقع میں کجافت و علمت اور شہود کثیر و متعدد ہیں اور ان کا اپنا ذاتی معاملہ نہیں ایک خود غرض کا کاذب ہونا بہت مسلمانوں کے پرانے پیچھے اپنا دین بیچنے سے آسان ہے غایتہ البیان میں ہے الشہادۃ تحمل علی الصحة ما امکن۔ عنایہ میں ہے۔ عندا لمخالفة تعارض کلام المدعی والشاہد فرجنا صدق الشاہد لان الاصل فی الشہود العداۃ لا سبھا علی قول ابی یوسف و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ ولا یشترط عدالة المدعی لصحة دعواه فرجنا جانب الشہود و عملا بالاصل اوہ کذا رأیتہ ما ثور اعنھا فی بعض منقولاتی۔ (جرم شہود) کثرت شہادت کوئی قدح شرعی نہیں احکام الہیہ دو قسم ہیں۔ تکوینی و تشریحی کسی کے سامنے وقوع و قانع متعلق پہ اول ہے اور ان میں اس کی شہادت کا قبول متعلق بہ ثانی۔ کیا تکوینی کوئی حد مقرر فرمادی ہے کہ اتنے سے زائد قانع ایک شخص کے سامنے واقع نہ ہوں گے یا تشریح نے کوئی تحدید بتا دی ہے کہ اتنے بار سے زیادہ شہادت شاہد مقبول نہ ہوگی صکاک کو دیکھئے جس کا واقعی پیشہ ہی تحریر دستاویزات ہے سال میں سیکڑوں لکھتا اور وہ ہر ایک کا گواہ ہے پھر مذہب صحیح میں یہ کثرت شہادت اس کی گواہی میں خلل انداز نہیں خلاصہ و خزانہ المغتین میں ہے شہادۃ الصکاکین تقبل علی الاصح۔ بزازیہ و انقر ویہ میں ہے۔ شہادۃ الصکاکین تقبل فی الصحیح۔ ذخیرہ و عنایتیہ و فتح القدر و ہندیہ میں ہے۔ اما شہادۃ الصکاکین فالصحیح انہا تقبل اذا کان غالب حالہم الصلاح مخبر برجہ مذکور ضرور فسق ہے مگر غلام ناصر خاں کو اس سے انکار بحت ہے اور جرح تفضل حسین خاں کا جواب سوال میں مذکور۔ مجوز نے روایت مذکورہ شامی پر محمول کرنے سے ننھے خاں کلن خاں

کے فق کی طرف اشارہ کیا مگر سبب نہ بتایا اور طنزون میگم و فاطمہ بیگم مستورات کو شاید پردہ مستوری میں رکھا حالانکہ بعد تبتیح کے ذمہ قاضی لازم وضوح حال ممکن تھا۔ بالجللہ فیصلہ کے بیانات بالامحض باطل و فحشل اور دایت نادارہ ضعیفہ پر بنائے مگر کہنے سے فیصلہ خود ناجائز و بھل۔ اور مدار حکم صرف اسی قدر پر ہے جو ابتداً گزرا کہ اگر ان میں کوئی بھی نصاب شہادت بردہ کفایت موجود تو بلاشبہ تین طلاقیں ثابت اور فیصلہ بحق مدعیہ ہونا لازم۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ حل مجدہ تم و حکم

مسئلہ از ریاست رام پور منسلک مولانا مولوی مفتی عبدالقادر خاں صاحب صد و الصدور ۳۸ صفر ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے سہ قطعہ مکانات وغیرہ اپاس مسماۃ ہندہ بالعوض مبلغ صحتہ ۵۰ بیع الوفا کر کے مسماۃ کا قبضہ بعد تحریر و تصدیق کر دینے دستاویز بیع بالوفانامہ کی معرفت عمر برادر مسماۃ ہندہ بعد فراغ از اسباب خود مکانات مرہونہ پر کرادیا۔ من بعد مسماۃ ہندہ نے جامداد مرہونہ کرایہ پر سہی خالد کو ذریعہ کرایہ نامہ مصدقہ کے دے کر قبضہ کرایہ دلا سہی مذکور کا جامداد مرہونہ پر کرادیا۔ چنانچہ روز ہن سے تخمیناً پندرہ سال تک مسی زید راہن برابر یہ صورت دیکھتا رہا اور عقد مذکور کی صحت کا مقررہ بالآخر راہن مذکور نے انتقال کیا اور وقت فوت تک اس نے کسی قسم کا عذر نہیں کیا ہندہ نے بعد فوت راہن کچھری میں دلا پانے زہرا بن کا دعویٰ کرنا چاہا اس ارادہ ہندہ سے ورتائے راہن مطلع ہوئے تو بطور پیش بندی ورتائے راہن خلاف مضمون دستاویز اور خلاف قول راہن بنام مرہنہ و شوہر مرہنہ اس بیان سے کچھری میں دعویٰ ہونے لگے پھر مدعیان نے مبلغ صحتہ ۵۰ شرح شود ۱۳۱۱ ار پائی فیصدی ماہوار بہ تحریر دستاویز تسک کفالتی باستتراق جائداد بکر (شوہر مرہنہ) سے قرض لینا چاہا جس کو مسی بکر مذکور نے قبول و منظور کیا اور بوقت تکمیل معاہدہ دستاویز سودی کو اپنے حق میں تحریر کرانا خلاف شان ثقاہت سمجھ کر بجائے دستاویز تسک کفالتی کے دستاویز بیع بالوفانامہ بجائے اپنے نام کے اپنی زوجہ (مرہنہ) کا نام تحریر کرایا اور واسطے اخفار لفظ سود کے رقم سود قرار یافتہ کی بابت ایک دوسری دستاویز بنام نہاد کرایہ نامہ برادر راہن سے تحریر کرائی جس میں لللعہ رقم سود قرار یافتہ کو بلفظ کرایہ تحریر کرایا قبض و دخل مرہنہ و شوہر مرہنہ یا کرایہ دار مذکور کا کبھی نہیں ہوا چنانچہ مبلغ صحتہ ۵۰ بابت سود بحساب لللعہ ماہوار اور مبلغ ال ۵۰ منجملہ زر اصل ذریعہ ٹومہ نوشتہ (بکر) شوہر مرہنہ من بعد ما ص ۱۱۱ بشرح سود ص ۱۱۱ ماہوار بہ مہنائی رقم سود ال ۵۰ سودی اصل کی پھر مدعیان نے (بکر) کو ادا کئے علاوہ ال ۵۰ مندرجہ بالا کے ص ۱۱۱ بابت سود بکر کے پاس پہنچی کل مقدار رقم ادا کردہ کی ص ۱۱۱ ہے بموجب شرع شریف معاملہ بیع بالوفانامہ حکم دین میں ہے اور دین میں قبضہ لازمی ہے اور موافق مذہب اسلام سود کا لینا قطعاً ناجائز ہے اور رقم کرایہ بابت مرہونہ راہنمان سے لینا بھی نادرست ہے اس لئے جس قدر رقم بنام نہاد کرایہ راہن سے وصول کی ہے وہ کل رقم لائق مجرائی و محسوبی باصل زر رہن ہے اور زر فاضل کی واپسی کے مستحق ہم دار ثمان راہن ہیں لہذا اصل دستاویز بیع بالوفانامہ و کرایہ نامہ بایفائے کل زر مندرجہ بینامہ بالوفانامہ ص ۱۱۱ بتجویز انفکاک رہن و مبلغ ال ۵۰ زر فاضل مسماۃ ہندہ و بکر سے مدعیان کو دلائے جاویں بزاید دعویٰ مدعیان انجانب بکر شوہر مرہنہ جواب دیا گیا کہ پھر مدعیان سے جو معاہدہ ہوا تھا وہ مسماۃ ہندہ سے ہوا تھا اصل و نتیجتاً

معاملہ سماء مرتبہ مذکورہ ہے زرن بھی ملک اسی کا ہے من مدعا علیہ نے کوئی رقم کرایہ یا زراصل وصول نہیں کی نہ رسیدات دیں مدعیان کو جو بوجہ عرض تادی شش سالہ حق دعویٰ حاصل نہیں ہے اور از جانب مرتبہ (مدعا علیہا) تردید دعویٰ مدعیان مذکور کو جواب دیا گیا کہ زرن ملک مجھ مدعا علیہا ہے دستاویز اقراری مورث مدعیان میں عقد بیع بالوقاف مجھ مدعا علیہا سے ہونا تحریر ہے شرح اس سے انکار کرنے کا حق مورث مدعیان کو بحیات خود نہیں تھا نہ مدعیان کو خلاف قول مورث خود ایسا حق حاصل ہے کیونکہ انکار بعد اقرار شرعاً درست نہیں ہے اور مکانات مرہون قبضہ مجھ مرتبہ کا ہو گیا تھا اور کرایہ دار شخص ثالث کے پاس بیجا مجھ مرتبہ کرایہ پر تھے جس سے قطعہ کلاں بضرورت خود واپس لے لیا گیا ہے مدعیان یا پرد مدعیان سے ایک جبہ وصول نہیں ہوا اگر کرایہ دار شخص ثالث سے کچھ وصول ہوا تو اس کے مجراپانے کا کوئی حق شرعاً مدعیان کو نہیں ہے کیونکہ وہ شخص غیر مدعا علیہا کا کرایہ دار ہے بعد کارروائی ہائے مذکور پکھری نے تفتیحات ذیل وضع کیں۔

۱۔ گینشی لال (زید) مورث مدعیان نے مدعا علیہا (بکر) سے مبلغ ۵۰۰۰ بطور قرض لینا چاہا جس کو مدعا علیہا مذکور نے شرح سود ۱۳٪ پائی فیصدی ماہوارہ تحریر دستاویز تک کفالتی باسفران جائداد دنیا قبول کیا، ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہا مدعا علیہ مذکور نے وقت تکمیل معاہدہ کے اظہار اخذ ربا و دستاویز سودی کو خلاف شان سمجھ کر دستاویز بینامہ بالوقاف میعاد دی دس سال تحریر کرایا۔ ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہا ۲۔

۳۔ مدعا علیہ (بکر) نے بوجہ مذکورہ بالا دستاویز میں بجائے نام اپنے کے مدعا علیہا (ہندہ شترہ) کا نام بحیثیت راہنہ درج کرایا اور واسطے اخٹاکے سود کے رقم سود قرار یافتہ کی بابت دوسری دستاویز کرایہ نامہ باسم فرضی مول چند عم حقیقی مدعیان سے نمائشی طور پر تحریر کرائی جس میں للعلیہ رقم سود قرار یافتہ ماہوارہ کو بہ لفظ کرایہ تبدیل کر کے درج کرایا ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہا ۲۔

۴۔ حسب قرارداد مذکورہ من ابتداء ۱۹۱۲ء لغایت دسمبر ۱۹۱۲ء مبلغ ۵۰۰۰ بابت سود بشرح للعلیہ ماہوارہ اخذ رسید لوشہ مدعا علیہ مذکور کو ادا کئے گئے اور ۲ جنوری ۱۹۱۳ء کو الٹے باخذ ٹومہ اور حاصل حساب سے ماہوارہ من ابتداء جنوری ۱۹۱۳ء لغایت اپریل ۱۹۱۵ء مدعا علیہ مذکور بکر کو ادا کئے گئے ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہا ۲۔

۵۔ جائداد مندرجہ دستاویز موروثی ہے جس میں مدعیان بحیات گینشی لال (زید راہن) پرد مدعیان اس کے حصہ دار تھے ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہا ۲۔

۶۔ جو رقم مدعا علیہا نے مورث مدعیان سے بنام نہاد کرایہ وصول کی ہے وہ لائق محسوبی و مجرائی حاصل زرنہن ہے اور زرن اصل قابل واپسی مدعیان ہے ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہا ۲۔

۷۔ دستاویز بینامہ برضا و رغبت مورث مدعیان بنام مدعا علیہا (ہندہ) تحریر ہوئی ہے پس مدعیان کو اپنے مورث کے قولی

کے خلاف دعویٰ کرنے کا حق بمقابلہ مدعا علیہ مل نہیں رہا۔ ثبوت ذمہ مدعا علیہا ۱۷۱ و تردید ذمہ مدعیان۔

۱۷۲ دعویٰ مدعیان کو تادی عارض ہے۔ ثبوت ذمہ مدعا علیہا ۱۷۱ و تردید ذمہ مدعیان۔

۱۷۳ مورث مدعیان نے جو مکانات متنازعہ مدعا علیہا ۱۷۱ ہندہ کے ہاتھ بیع بالوفا کئے ہیں زرٹن اس کا ملک مدعا علیہا ۱۷۱ ہے۔ ثبوت ذمہ مدعا علیہا و تردید ذمہ مدعیان۔

۱۷۴ مکانات مندرجہ بیعنامہ بالوفا پر قبضہ حسب قاعدہ شرعی مدعا علیہا ۱۷۱ ہندہ کا ہو گیا تھا اور مول چند کے پاس منجانب مدعا علیہا ۱۷۱ ہندہ کرایہ پر ہے جس میں سے ایک قطعہ گودام واپس لے لیا گیا ہے۔ ثبوت ذمہ مدعا علیہا ۱۷۱ ہندہ و تردید ذمہ مدعیان ۱۷۱ دعویٰ مدعیان کو دفعہ ۱۵۱ قانون رجسٹری و دفعہ ۹۲ قانون شہادت عارض ہے۔ ثبوت ذمہ مدعا علیہا ۱۷۱ و تردید ذمہ مدعیان۔

۱۷۵ جو تحریر بنام بہادر سید ایک کتاب مدعیان نے داخل کی ہے وہ بے ضابطہ و خلاف قانون قابل ضبطی ہے۔ ثبوت ذمہ مدعا علیہا ۱۷۱ و تردید ذمہ مدعیان۔ بعد پکھری نے اپنی تجویز نسبت ہر امر تیغ کے بطریق مندرجہ تحت صادر کی۔

(تجویز)

تیغ ۱۷۱ کے بارہ میں میری رائے یہ ہے کہ موتی شاہ اور وزیر خاں کی شہادت میں حسب مراد تیغ ۱۷۱ کے گنیشی لال (زید راہن) مورث مدعیان اور عبدالغافر خاں کے مابین معاہدہ قرضہ صحت ۱۷۱ کا بشرح سود للحصہ ماہوار اور جائداد مندرجہ دستاویز کی کفالت کے لئے دینا بحق مدعیان ثابت ہے۔

تیغ ۱۷۱ و ۱۷۲ درحقیقت ایسے امور میں جن کا شہودی ثبوت ناممکن ہے البتہ امور مذکورہ کا ثبوت بیعت میں ہوتا ہے اور بیعت مذکورہ حالات ذیل میں ثابت ہوتی ہے یعنی مدعا علیہ ۱۷۱ (بکر شوہر مرتبہ) مسلمان ہے اور پیشکار پکھری بھی ہے اس لئے برے معاملہ میں اس کو خود معاہدہ کرنا اور دستاویز زوجہ کے نام لکھنا مبین مصلحت ہے اسی طرح سود کا لینا کسی مسلم اور خاص کر ذی علم شخص کو سراسر معیوب ہے لہذا رقم سود کا نام بدل کر کرایہ کا نام لکھنا ایک حیلہ ضرور ہے۔ دوسرے رقم ال ۱۷۱ کو خود وصول کرنا (جس کی بابت آئندہ تصریح کی جائے گی) اور رقم کرایہ مندرجہ کتاب کا خود وصول کر کے اپنے دستخط کرنا اور مدعا علیہا ۱۷۱ (ہندہ مرتبہ) کا نام نہ لکھنا صاف طور پر اس بیعت کو جو تیغ ۱۷۱ کا حاصل ہے ثابت کر رہا ہے اس لئے میں ان دونوں نتیجوں کو بحق مدعیان قرار دیتا ہوں۔

تیغ ۱۷۱ کے متعلق میری تجویز یہ ہے کہ (محمد رضا خاں و منظر حسین خاں) کی شہادت سے اراء اللعہ ۱۷۱ کے پہلے پہنچنے کا اقرار مدعا علیہ ۱۷۱ اور لال ۱۷۱ رو بگو اہان مذکور گنیشی لال (زید راہن) کا مدعا علیہ ۱۷۱ کو دینا جملہ ۱۷۱ سے ۱۷۱ کا پاس مدعا علیہ ۱۷۱ پہنچنا اور عبدالعزیز و سید عبدالعزیز کی شہادت سے ۱۷۱ سے ۱۷۱ کے پہلے پہنچنے کا اقرار اور مال ۱۷۱ کو اہان کی موجودگی میں دیا جانا جملہ ۱۷۱ سے ۱۷۱ کا پاس مدعا علیہ ۱۷۱ کے پہنچنا اور (عجاب الدین و احمد نبی خاں و ولد سیتا خان) کی شہادت سے

صالحہ کے پہلے پہنچنے کا اقرار اور ساءصہ کا نقد رو برو گواہان مذکور دیا جانا جملہ صالحہ کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور (حیدر علی خاں و عبد الرحیم خاں) کی شہادت سے صالحہ کے پہلے پہنچنے کا انفرادی مدعا علیہ مذکور اور صالحہ کا نقد گواہان مذکور کے رو برو دیا جانا جملہ صالحہ کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور (الطاف علی خاں و محمد بشیر و انور بیگ) کی شہادت سے صالحہ کا پہلے پہنچنے کا اقرار اور صالحہ کا نقد گواہان مذکور کے رو برو دیا جانا جملہ صالحہ کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور رجن ولد غلام محی الدین و حیدر حسین) کی شہادت سے صالحہ ہر سہ بانی کا پہلے پہنچنے کا اقرار مدعا علیہ صالحہ اور صالحہ کا بمواجہہ گواہان مذکور نقد دیا جانا جملہ صالحہ کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا ثابت ہے مضمون شہادت مصرحہ بالا میں ثابت ہے کہ بعض حصہ کل رقم موصولہ کا اقرار میں اور بعض حصہ مشاہدہ گواہان رجن کے رو برو رقم دی گئی ہیں ثابت ہوتا ہے جن رقم کے اقرار کی شہادت ہے ان کی صداقت کا یہ قوی قرینہ ہے کہ دیگر شہادتیں اس کی بالترتیب تائید کرتی ہیں اور اس کے متعلق رسیدات مدعا علیہ مذکور معمولہ کتاب رسیدات ہے جس کی بابت ہم آئندہ تفصیلی بحث کریں گے، پیش ہوئی ہیں جو شہادت اقرار کی کامل تائید کرتی ہیں اس لئے اس رقم اقرار کے ایصال کو بوجہ تائید شہادت تحریری کے میں ثابت قرار دیتا ہوں۔ لیکن منجملہ صالحہ کل رقم مودی بنام نہاد کرایہ کے حاصلہ کی ایسی رقم ہے جس کے متعلق مدعیان نے کوئی رسید پیش نہیں کی اور تحریر کرتے ہیں کہ مدعا علیہ صالحہ کے براہ بدینتی اس رقم کی رسیدات نہیں دیں بوجہ نہ ہونے شہادت تحریری کے قابل مہنائی جاتا ہوں جس کے منہا ہونے کے بعد صالحہ باقی رہتے ہیں اس لئے باتفاق شہادت مدعیان و تحریرات مدعا علیہ صالحہ رقم صالحہ کا پاس مدعا علیہ مذکور حسب اطمینان کچہری پہنچنا ثابت ہے ایصال رقم مندرجہ بالا کے ثبوت میں جو کتاب رسیدات مدعیان نے پیش کی اس کتاب میں سوائے رقم حاصلہ کے باقی جملہ رقم درج ہیں جن کی وصول کے بابت مدعا علیہ کے دو قسم کے دستخط ہیں ایک بنام عبدالغافر خاں دوسرا بنام دولہ خاں جو دستخط بنام عبدالغافر خاں تحریر ہیں ان کے ثبوت میں مدعیان نے متعدد گواہان عمدہ داران متعلق شناخت تحریر خط و دستخط طلب کرائے ہیں اور واسطے مطابقت دستخطوں کے پندرہ قطعہ نمونہ وغیرہ مجریہ کچہری دیوانی اور میں قطعہ اطلاع مجازت مجریہ کچہری فوجداری پیش کئے جن پر مدعا علیہ صالحہ کے مسلم دستخط ثبت ہیں شہادت عمدہ داران مذکور اور مطابقت و معائنہ دستخطاے ثبوتہ کاغذات مذکور دویم مثبت پشت نمونہ ابتدائی مثل ہذا و دستخطاے اطلاعیابی و نیز احکام کچہری میں باطمینان کچہری ثابت ہے کہ کتاب رسیدات پر جس قدر دستخط بنام عبدالغافر خاں تحریر ہیں وہ یقیناً مدعا علیہ صالحہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اور تحریر بھی اسی کے ہاتھ کی ہے اور جس جگہ دستخط بنام دولہ خاں تحریر ہیں ان کی طرز تحریر اور شان خط اور روشن قلم سے ثابت ہے کہ وہ بھی مدعا علیہ صالحہ کے ہاتھ کی ہیں اور اکثر شہادتوں سے یہ امر ثابت ہے کہ مدعا علیہ صالحہ کا عرف دولہ خاں بھی ہے۔ واسطے ثبوت اور جانچ اس امر کے کہ دستخط ثبوتہ کتاب رسیدات فی الواقع مدعا علیہ مذکور کی ہیں دو طریقے ہیں ایک تو شہادت ایسے اشخاص کی جو مدعا علیہ مذکور کے دستخط پہنچاتے ہیں دوسرے مطابقت ان دستخطوں سے جو تحقیقی طور پر مدعا علیہ مذکور کی

ہیں دونوں طریقوں مصرعہ بالا سے کچھری کو اطمینان اس امر کا ہو گیا کہ دستخط ہائے مثبتہ کتاب رسیدات یقیناً مدعا علیہ مذکور کے ہیں۔

فقہہ ثانی تینفق ۱۴ یعنی رقم الٹ کی ادائیگی اور رقم کی تحریر کی بابت میری یہ رائے ہے کہ شہادت شیخ غفران و محمد علی خاں سے الٹ کا پاس مدعا علیہ تسلیم ہوتا ہے اور منشی نذاعلی خاں پیشکار دیوانی اور منشی گوری سہائے ناظر فوجداری و منشی فیاض علی خاں پیشکار کچھری جی بابو سب الدین سب انسپکٹر پولیس و سید فرزند علی ناظر سکریٹریٹ و منشی نیکیل احمد اہلمد فوجداری و منشی سید احمد وکیل کی شہادت سے بخوبی ثابت ہے کہ رسید الٹ کی مدعا علیہ الٹ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے اور اسی کے دستخط اس پر ثبت ہیں اس کے علاوہ دیگر دستخط ہائے مدعا علیہ مذکور مثبتہ کاغذات ثمن و اطلاعیات و پینت ثمن و نیز احکام کچھری کے معائنہ و مطابقت سے حسب اطمینان کچھری ثابت ہے کہ دستخط مثبتہ رقم الٹ کے اور تحریر خاص مدعا علیہ الٹ کے ہاتھ کی اور اسی کی دستخطی ہے جس میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہا لیکن یہ رقم منجملہ زرہن کے ہے اور رقمہ میں حوالہ صحت زرہن کا دیا گیا ہے لہذا بمقتار ۹۲ دفعہ ۴ قانون رجسٹری ریاست کے رسید مذکور کا رجسٹری ہونا لازمی ہے اور چونکہ وہ رجسٹری نہیں کرائی گئی اس لئے بمقتار دفعہ ۴۹ قانون رجسٹری مذکور ثبوت میں لینے قابل نہیں ہے بنا برآں اس رقم الٹ کا ادا ہونا بوجہ نقص قانونی کے غیر ثابت قرار دیا جاتا ہے۔

تینفق ۱۵ یعنی جاہد امر ہونہ کا موروثی مدعیان ہونا اور بیعت گنیشی لال مدعیان کا حصہ دار ہونا کسی شہادت سے ثابت نہیں ہے اس لئے اس تینفق کو میں خلاف مدعیان فیصلہ کرتا ہوں۔

تینفق ۱۶ کے بارہ میں میری یہ رائے ہے کہ جو رقم مدعا علیہ الٹ نے (بیکر شوہر مرتبہ) مورث مدعیان (زید راہن) سے بنام نہاد کرایہ وصولی کی ہے اور جس کے ایصال کو کچھری نے ثابت قرار دیا ہے بقدر صلہ لاسہۃ حسب تصریحات صدر ہوتی ہے میرے نزدیک وہ رقم بوجہ قابل مجرائی بہ زر اصل ہے اول یہ کہ کچھری دیوانی سے یہ امر طے ہو چکا ہے کہ بیع بالوفا بمذہب حنفی حکم رہن میں ہے اور ثمنے مرہونہ کا کرایہ اور دیگر حاصل حق راہن اور قابل مجرائی بہ زر رہن ہے جیسا کہ نقول فیصلجات پیش کردہ مدعیان سے ثابت ہے دوم یہ کہ شہادت اشرف علی خاں و دیگر گواہان سے یہ امر ثابت ہے کہ کرایہ نامہ رضامندی و اجازت گنیشی لال (زید راہن) لکھا گیا تھا حتیٰ کہ رقم کرایہ خود گنیشی لال نے و تفاوت ادا کی جیسا کہ تجویز تینفق ۱۴ سے ثابت ہے اس رضامندی و اجازت راہن سے حسب فتویٰ مدرسہ اہل سنت بریلی پیش کردہ خود مدعا علیہما رہن باطل ہو گیا اور رقم زرہن قرضہ خالص ہو گیا پس بلا اختلاف وہ رقم جو بنام نہاد کرایہ وصول ہوئی ہے وہ لائق مجرائی بہ زر رہن ہے سو یہ کہ حسب تصریح مندرجہ تجویز تینفق ۱۴ قبضہ مرتبہ ثابت نہیں ہوا تو اس صورت میں بھی قرضہ سادہ اور رقم مودی بنام نہاد کرایہ ضرور لائق محسوبی و مجرائی بہ زر اصل رہن ہے۔

تینفق ۱۷ کے متعلق کوئی ثبوت قانونی پیش نہیں کیا گیا اس لئے وہ بحق مدعا علیہما غیر ثابت ہے۔

تینق ۹ کے متعلق صرف حافظ عثمان خان نے شہادت دی ہے مگر وہ مثبت اس تینق کی نہیں ہے۔
تینق ۱۱ بوجہ ذیل میرے نزدیک بحق مدعا علیہا ۲ ثابت نہیں ہے اول یہ کہ جس قدر گواہان جانب مدعا علیہا ۲
(ہندہ مرتبہ) میں پیش ہوئے ہیں ان کی شہادت سے پورے طور پر فارغ ہونا کل مکانات کا اسباب و سامان راہن سے ثابت
ہیں ہے اس لئے کہ کل گواہان مدعا علیہ ۲ بیان کرتے ہیں کہ مکانات مذکور میں اوپر بھی درجات ہے اور اوپر کے درجات میں ہم
نہیں گئے! پس ظاہر ہے کہ جب اوپر کے درجوں میں ان گواہوں نے خود جاکہ نہیں دیکھا تو ان گواہوں کی شہادت سے فارغ ہونا
کل مکانات کا اسباب و سامان راہن سے جو شرط ضروری قبضہ مہونہ کی ہے کس طرح ثابت مانا جاسکتا ہے تاہنا یہ کہ شہادت
مذکور سے تعلق عمر خاں قبضہ گیر نہ کا بھی نہیں ہوتا۔ چونکہ وہ فوت ہو گیا ہے اس لئے اس کا یعنی واسطے حصول قبضہ کے ضروری
تھا! لہذا ہم وجہ بے اثری قبضہ محمد عمر خاں یہ ہے کہ بعض تجویز تینق ۱۹ اصل صاحب معاملہ ہونا مدعا علیہا ۲ (ہندہ مرتبہ) کا غیر
ثابت ہے اور بعض تجویز تینق ۱۱ باہن مولوی عبدالعافر خاں و گنیشی لال کے معاہدہ ہونا ثابت ہے ایسی حالت میں منجانب مدعا علیہا
۲ محمد عمر خاں (عمر برادر مرتبہ) کا قبضہ کب مفید ہو سکتا ہے راہنایہ کہ مدعیان نے نقل فیصلہ اجلاس عالیہ جوڈیشلی بمقدمہ جانی
سیگ ایبلانٹ بنام نایاب سیگ اسپانڈنٹ مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۱۴ء اس امر کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ اجازت دینے قبضہ کی ثابت
نہیں ہے جو بات باقاعدہ حکم موصوفہ مطبل رہن ہے اس میں شک نہیں کہ فیصلہ موصوفہ میں یہ امر تجویز فرمایا گیا ہے کہ راہنہ کی اجازت
قبضہ دینے کی مرتبہ کو ثابت نہیں جو ضروری ہے اور اس مقدمہ میں مدعا علیہا ۲ (ہندہ مرتبہ) کا عمر خاں (عمر برادر ہندہ) کو
قبضہ لینے کی اجازت لینا کسی شہادت سے ثابت نہیں ہے پس یہ تقلید فیصلہ اجلاس اعلیٰ اگر اجازت راہنہ پر اجازت مرتبہ قیاس کی
جائے تو بلاشبہ قبضہ زیر بحث میں اجازت مرتبہ ثابت نہ ہونے سے رہن باطل ہوتا ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ جب رہن میں اجازت
قبضہ دینے کی امر ضروری ہے تو قبضہ کے لئے اجازت دینا بدرجہ اولیٰ ضروری ہو گا کیونکہ اسی پر مدار قبضہ مرتبہ ہے خامسایہ کہ شہاد
مدعا علیہا ۲ (ہندہ مرتبہ) میں نسبت ثبوت مکانات و علو مکانات اختلاف میں ہے۔

تینق ۱۱ کے متعلق کوئی ثبوت قانونی یا نظر ایسی پیش نہیں ہوئی جس سے میں تینق مذکور کو ثابت قرار دوں میرے نزدیک اس
مقدمہ میں دفعہ ۵۱ قانون رجسٹری ریاست اور دفعہ ۹۲ قانون شہادت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

تینق ۱۲ بھی غیر ثابت ہے بلکہ تردید اس کی ثابت ہے کیونکہ رسید کرایہ کے لئے بمشا دفعہ ۱۴ قانون رجسٹری کے رجسٹری ہونا
ضروری نہیں ہے البتہ ٹکٹ رسید کی ضرورت ہے چونکہ اس پر ٹکٹ رسید نہیں تھا اس کا تاوان ایک روپیہ وصول ہو گیا ہے
اس لئے بمشا دفعہ ۵۲ قانون اسٹامپ ریاست قابل قبول ہے اور حسب اعتراض مدعا علیہا لائق ضبطی و خلاف
قانون و بے ضابطہ نہیں ہے بوجہات بالا حکم ہوا کہ دعویٰ مدعیان تجویز انفکاک رہن بجزائی کل زر مندرجہ بیعنامہ بالوفا و واپسی
لنانشہ زر فاضل بوایسی دلائی جانی بیعنامہ بالوفا و کرایہ نامہ اقراری بول چند بنام مدعا علیہا ۱ و ۲ ڈگری ہوا اور دعویٰ مدعیان
واپسی کا صلہ کی خارج ہوا۔ لہذا اب سوالات مندرجہ تحت جواب طلب ہیں۔

- (۱) ایادارت کو اپنے مورث کے اقرار کے خلاف ایسے ادعا کا حق شرعاً حاصل ہے یا نہیں۔
- (۲) ایاقاضی کو بلا موجودگی بینہ و اقرار و نکول کے محض اپنے قیاس کی بنا پر دستاویز مصدقہ سرکاری کے فرضیت کا حکم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ایسا حکم قابل بجائی ہے یا منسوخی۔
- (۳) ایاقاضی کو عمل بالخط بصورت انکار مدعا علیہ از تحریر خود الخط یشبہ الخط کے خلاف جائز ہے یا نہیں اور رسید پیش کردہ مدعی بصورت موجودہ جس کی بابت کوئی گواہ شہادت ادا نہیں کرتا ہے کہ ہمارے سامنے رسید لکھی گئی ہے صرف قیاساً شناخت خط کے گواہ پیش ہوئے ہیں قابل قبول ہے یا نہیں۔
- (۴) ایایع بالوفاء میں غیر بائع یعنی کرایہ دار سے بعد قبضہ شرعی جو روپیہ بذریعہ کرایہ وصول کیا جائے وہ ذرا صل میں قابل مجرائی ہے یا نہیں۔
- (۵) اگر خود بائع بالوفاء کا یہ ادعا ہو کہ میں نے فرضی کرایہ نامہ اذام غیر تحریر و تصدیق کرایا تھا درحقیقت کرایہ من بائع بالوفاء نے ادا کیا ہے تو یہ صورت اجارہ باذن راہن کی ہے یا نہیں
- (۶) ایاشہادت گواہان معمولی و غیر ثقہ مدعیان سے بمقابلہ مدعا علیہا مقرر لہا دستاویزات و اقرارات گینشی لال (زید راہن) کی فرضیت ثابت بھی ہو سکتی ہے اور ایسی فرضیت کی شرعا کوئی سند ہے۔
- (۷) ایامحض دو گواہوں کے (جس میں ایک سزا یافتہ ہے اور دوسرا گواہ جہاں ملازم ہے وہاں مدعی تحویلدار ہے) اور مدعی کا اس پر ہر وقت اثر ہے اس قدر بیان سے کہ گفتگو کے معاہدہ شوہر مرتہنہ اور بائع بالوفاء کے درمیان میں ہمارے سامنے صحت قرض دینے کے متعلق ہوئی تھی تو ایسی صرف دو شہادتوں کی بنیاد پر کہ جو دستاویزات کی تصدیق ہونے سے بیشتر کی شہادت متلا دستاویزات مصدقہ ادا کریں اور نہ اپنی موجودگی ہنگام تصدیق دستاویزات بیان کریں اور نہ مسماۃ ہندہ شتر یہ بیع بالوفاء کے کسی اقرار کے متعلق شہادت ادا کریں پکری دستاویزات مصدقہ کو شرعاً فرضی قرار دے سکتی ہے اور مدعا علیہا (شتر یہ بیع بالوفاء) کا حق شرعاً حاصل ہو سکتا ہے یا نہیں اور ایسی شہادت مدعا علیہا مذکورہ کی مقابلہ میں شرعاً کیا اثر رکھتی ہے۔ جس قدر گواہ منجانب مدعیان پیش ہوئے ہیں وہ سب مستور الحال اور غیر ثقہ ہیں پکری نے کسی گواہ کی حیثیت تحت اظہار تحریر نہیں کی ہے کہ یہ گواہ کسی حیثیت کا ہے حالانکہ حکم ریاست جاری و نافذ ہے کہ گواہ کے ختم بیان پر پکری کی جانب سے نوٹ حیثیت گواہ کا لکھا جاوے کہ گواہ پکری کے نزدیک کسی قسم کا ہے یا ثقہ یا غیر ثقہ یا مستور الحال ہے جس سے گواہ کی معتبری کا اندازہ ہو سکے۔ پس ایسی حالت میں شہادت گواہان مدعیان پر حاکم اپیل کو شرعاً کیا حکم دینا چاہئے۔
- (۸) ایامدعیان حسب قول خود بشرح سود ۱۳۱۳ پائی سود فیصدی ماہوار رقم سود صحت قرار داد ہونا بیان کر کے للعلہ ماہوار میزان قائم کر کے ادائیگی بیان کرتے ہیں اور نیز گواہ بھی اسی طرح شہادت ادا کرتے ہیں لیکن بحساب ۱۳۱۳ پائی فیصدی ماہوار کی رقم صحت پر سود للعلہ پائی ہوتا ہے تو ایسی تناقص عرضی دعوی و شہادت علی الزیادہ پر پکری مقدمہ

کی ڈگری شرعاً کر سکتی ہے اور اگر کچھری ڈگری ایسی صورت میں صادر کرے تو وہ ڈگری شرعاً قابل بحالی ہے یا منسوخ بینوا تو چروا
اجواب: اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ يَا وَهَّابِ اسْأَلُكَ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ - کلام طویل اور فرصت قلیل
اور طبیعت علیل اور سائل کو تعجیل لہذا چند مفید و کافی کلمات پر انحصار اور انھیں کے ضمن میں جواب سوالات ضروریہ کا اظہار
ہو و باللہ التوفیق سائل نے دارالافتاء میں عرضی دعویٰ و بیان تحریری و فیصلہ و عبارت رسیدات مندرجہ ہی اور بیجا نامہ و کرایہ
نامہ اور مدعی کے بیس گواہان موقی شاہ، وزیر خاں، محمد رضا خاں، منظر حسین، عبد العزیز خاں، سید عبد العزیز، حافظ عجائب الدین
خاں، احمد خاں ولد میاں خاں، حیدر علی خاں، عبد الرحیم خاں، الطاف علی، محمد بشیر، انور بیگ، نجف، حیدر حسین، اشرف علی خاں،
احمد خاں ولد عبد النبی خاں، نجف علی خاں، محمد غفران، دلچان کے اظہارات کی نقول پیش کیں جبکہ رسیدات و بیانات موقی شاہ و وزیر
خاں کی باضابطہ باقی سادہ۔ ان کے ملاحظہ سے واضح ہوا کہ نہ دعویٰ صحیح نہ شہادتیں فیصلہ۔ منصب افتا شرع مطہر کا حکم تباہ ہے اور
زمانہ حسب ارشاد حدیث وہ کہ معروف منکر ہے اور منکر معروف۔ اہل اسلام حکم شرع پر گردن رکھیں اگرچہ غلط رواج سے بیگانہ نظر آئے۔

دعوے

دعویٰ تین وجہ سے باطل ہے اول وارث و مورث مثل شخص واحد ہیں مورث کے اقرار ثابت کے خلاف وارث کا دعویٰ ناقص ہے
اور غیر محل خفا میں تناقض مبطل دعویٰ و جیز امام کردی پھر بحر الرائق جلد ہفتم صفحہ ۳۹۔ پھر فتح اللعین جلد ۳ صفحہ ۴۲ پھر طحاوی
علی الدر المنثور جلد ۳ صفحہ ۲۱۶ میں ہے اعلم ان التناقض كما يكون من متكلم واحد يكون من متكلمين متكلم
واحد حكما كوارث ومورث فتح المعين و طحاوی صفحات مذکورہ میں اس کے بعد ہے وفي هذا دلالة طاهرة على
ما نقله الشيخ حسن ريعني العلامة الشرنبلالی، في رسالة الابراء عن فتاوى الشيخ المشلبی حيث حكى
الاجماع على ان دعوى الوارث لا تسمع في شئ لا تنفع فيه دعوى مورثه ان لو كان حيا فادعى۔

دوم واپسی دستاویزات کے دعویٰ میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر کاغذ دستاویز ملک مدعا علیہ ہے تو دعویٰ راسا باطل صرف رسید پانے
کا دعویٰ کر سکتا ہے اگر نہ پائی ہو اور اگر ملک مدعی ہے تو ضرور ہے کہ دعویٰ میں کاغذ کی مقدار اور اس کی صفت بیان کرے ورنہ دعویٰ
بوجہ جہالت اسموع یہاں مدعیوں نے ان میں سے کچھ نہ بیان کیا لہذا دعویٰ مدفوع حاوی زاہدی و قنیہ باب المدانیات و
عقود الدر یہ جلد دوم صفحہ ۲۰۸ طلب القبالة من رب الدين بعد القضاء فللمدعيون طلبها ان كانت الكاغذ
مملوكة له وان كانت مملوكة للدائن فله طلب وثيقة القضاء منه ولا بد في صحة دعوى القبالة من
بيان قدر الكاغذ وصفتها وبيان قدر المال المكتوب فيها رباست رام پور میں علاقہ قدیم پر اسٹامپ کی قید بہت
جدید ہے اگر ان دستاویزوں تک نہ تھی جب تو ظاہر اور تھی تو جب بھی اس قدر تینیں مدعی بہ کے لئے کافی نہیں کبھی کاغذ کم قیمت
کا پیش ہوتا ہے جس پر تاوان لے کر رجسٹری کر دیتے ہیں کبھی جتنی قیمت کا قانونا چاہئے خزانے میں نہیں ہوتا تو قطعے دئے جاتے ہیں کبھی
عبارت دستاویز قطعہ اسٹامپ پر پوری نہیں آتی سادہ ضمیر لگاتے ہیں تو صرف اس قدر کہ اس نوعیت کی دستاویز پر اتنے کا اسٹامپ

ہوگا۔ تبیین کاغذ نہیں کر سکتا بلکہ دعویٰ میں اس کا بیان ضرور ہے کہ کاغذ کس قیمت کا ہے، ایک قطعہ ہے یا دو، تنہا ہے یا مع ضمیمہ۔ ضمیمہ ہے تو کس مقدار و صفت کا ہے یہاں ان میں سے کچھ مذکور نہیں لہذا دعویٰ مسوع نہیں۔ سووم دعویٰ زر کے ساختہ پرداخت ہونے پر ایک اور قریبہ واضح بھی ہے۔ بیوں کو حساب خصوصاً سود کے محاسبات میں کمال مشق و ہمارت ہوتی ہے لیکن عرضی دعویٰ نیز شہود مدعی کے بیانات پر حساب بہت گنہا ہے اولاً مدعیوں نے پانچ ہزار پر شرح ماہوار فیصدی ۱۱۳ پائی بتائی پھر سب نے ماہوار للعیہ حالانکہ شرح مذکور سے پانچ ہزار پر للعیہ پائی ماہوار ہونا ہے جنے کا ہر مہینے سود میں آٹھ آنے ماہوار سے زیادہ دینا اور ۱۵ برس تک اسی غلطی پر جمار ہنا اور کبھی تذبذب نہ ہونا عادت معقول نہیں تانیاً ارد ستمبر ۱۹۱۳ سے ختم ماہ تک پندرہ دن ہوتے ہیں مدعیوں سے ان کی بابت بائیس روپے رکھے اور یہی رسید میں دکھائے، دسمبر ۱۹۱۳ دن کلہے اس کے ۱۵ دن کے شرح مذکور پر لعیہ پائی ہوئے کہ اکیس روپے سے تین پیسے بھی زائد نہیں نہ کہ پورے پائیس۔ اور اگر للعیہ ہی کی شرح میں تو ان ۱۵ دن کے لعیہ، پائی ہوئے اب بھی بائیس روپے میں لار سے زائد زیادہ گئے، کیا بنیا ۱۱ یا ۱۵ آنے سود کے حساب میں زیادہ دیگا۔ ثالثاً ایک ہزار زر اصل سے ادا ہونے کے بعد حسب شرح اقراری مدعیان للعیہ پائی ماہوار ہانکہ صلیہ جو مدعیوں نے لکھا کہ ہر مہینے پر ۶ پائی زائد ہے اور اگر چوالیس ہی روپے میں تو صلیہ پائی ہو اب بھی پائی کی زیادت ہے حساب میں اسے بھی غلطی کہیں گے اور مرد زمان سے اس کی مقدار روپوں کو پہنچنے کی وجہاً یہ ہزار کی ادا ۳ جنوری ۱۹۱۳ کو بتائی اور جب سے آخر اپریل ۱۹۱۳ تک ما صلیہ پہنچا۔ صلیہ کے حساب سے صرف ۴۴ روپے کے حساب سے یہ رقم یکم جنوری سے پورے ۲۸ ماہ کی ہوئی حالانکہ ان کے زعم پر جنوری کے پہلے دو دن تک للعیہ کی پوری رقم باقی تھی اس پر جنوری کے دو یوم کے عا ۱۳ اور ۱۰ پائی ہوتے اور صلیہ کے حساب سے صرف ۴۴ پائی رہ گئے سارے آٹھ آنے سے زیادہ کی کمی ہے۔ یہ سب اغلاط دعویٰ پہلے شرح اقراری مدعیان پر، ارد ستمبر ۱۹۱۳ سے آخر اپریل ۱۹۱۳ تک حساب یہ ہوا

ایام	روپے — آنے — پائی	ایام	روپے — آنے — پائی
۱۵ یوم دسمبر ۱۹۱۳ شرح	۲۹ یوم جنوری ۱۹۱۳ شرح	۲۱ - ۰ - ۸	۳۲ - ۸ - ۹
للیہ ۱۰ پائی	للیہ ۸ پائی		
از جنوری ۱۹۱۳ لڈا ۱۵ دسمبر ۱۹۱۳	از فروری ۱۹۱۳ لڈا ۱۵ اپریل ۱۹۱۳		
گیارہ سال	۲ سال ۳ ماہ	۵۴۴۰ - ۱۰ - ۰	۹۳۹ - ۶ - ۰
یکم دووم جنوری ۱۹۱۳		۲۲ - ۱۰ - ۱۲	
	مجموع		۶۴۳۶ - ۶ - ۴
			P. - A. - R.

کل سے سماعت دینے تھے لیکن مدعی اور گواہ اور سیدات سب کے لئے دینا بتاتے ہیں حال مادی ہے کہ ہوشیار بنیا تیرہ
چودہ برس غلطی میں غلطیاں پچاس رہ کر ۹ روپے آنے، ۱۰ روپے پائی حساب سے زیادہ دید سے یہ ہرگز معقول نہیں اور ایسا دعویٰ کہ
ظاہر حال مدعی جس کی تکذیب کرے مقبول نہیں بجز الرائق میں ہے ان من شرط سماع الدعوی ان لا یکذب المدعی
ظاہر حالہ ثورائیت ابن العرس فی الفوائد الفقہیة صرح بہ فقال ومن شرط صحة الدعوی ان لا یکذب المدعی
ان یکون المدعی بہ مما یمتثل الثبوت بان لا یکون مستحیلاً عقلاً او عادتاً فان الدعوی والحال ما
ذکر ظاہرۃ الکذب لان المستحیل العادی کالمستحیل العقلی عایت درجہ یہاں قدر خطا ہوگا یعنی مدعیوں نے
براہ غلط اس شرح کا اقرار کیا مگر بعد اقرار ادعا کے خطا مردود و بیکار فتاویٰ قاضیخانہ و اشتباہ و النظائر و قنیہ و در مختار و عقود
الدیہ وغیرہا میں ہے اقرب بشئ ثمر ادعی الخطا لو تقبل۔

شہادات

ان شہادتوں کے بطلان پر کچھ وجوہ عامہ ہیں کہ ہر وجہ سب کو شامل اور کچھ خاصہ کہ بعض سے خاص مگر ان سے بھی کوئی گواہی مالی
نہیں لہذا وہ بھی وجہ عامہ ہیں وجوہ عامہ سات ہیں اول حقوق العباد میں صحت دعویٰ شرط شہادت ہے اگر دعویٰ صحیح نہیں
اس پر کوئی شہادت کیسے ہی اعلیٰ درجہ وثوق کی ہو اصلاً سموع نہیں اذافات الشرط فانت المشروط تنویر الابصار میں ہے
تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا اور ہم ثابت کر چکے کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں لہذا تمام شہادتیں یہ اور ان کے
سوا اور جس قدر ہوں سب باطل دوم حقوق العباد میں شرط شہادت وہ لفظ ہے جو انشاء گواہی کے لئے ہو بلکہ اخبار کچھ بھی
کہا جائے ہرگز مقبول نہیں مبین الحکام میں ہے اعلم ان اداء الشہادۃ لا یصح بالخبر البتۃ فالخبر کیف تصرف لا
یموز الاعتماد علیہ۔ اسی میں ہے۔ لا بد من انشاء الاخبار عن الواقعة المشہود بہا والانشاء لیسین بخبر
فاذا قال الشاہد اشهد کان انشاء ولو قال شهدت لم یکن انشاء۔ اسی میں ہے۔ لا یقع الانشاء
باسم العاقل نحو انا شہد عندک بکذا مفذ الیس انشاء گواہ پر قسم خلاف مذہب و خلاف شرع ہے بعض
متاخرین نے نظر بضرورت جو اس بدعت کو گوارا کیا تھا کہ لوگ جھوٹی شہادت پر جری ہیں جھوٹی قسم سے بچیں گے اب وہ بھی
باقی نہیں قسم پر شہادت سے زیادہ جرأت ہے اس سے قطع نظر ہو تو قسم مشہود پر ہونی تھی مثلاً خدا کی قسم اس زید پر اس عمرو کا
انتارو پیہ فلاں سبب سے آتا ہے یہاں اس کے خلاف تمام اظہاروں میں قسم شہادت دینے پر رکھائی ہے کہ خدا کی قسم سچ گواہی
دیتا ہوں اس نے گواہی دیتا ہوں کو انشاء شہادت نہ رکھا بلکہ اخبار کے لئے متعین کر دیا کہ قسم داخل نہیں ہوتی مگر جملہ خبریہ پر
ولہذا اگر کہے خدا کی قسم تو میری زوجہ نہیں اگرچہ اس سے طلاق کی نیت بھی کرے طلاق نہ ہوگی کہ طلاق انشاء ہے اور قسم نے
اس جملے کو خاص خبریہ کر دیا درختار میں ہے لست لك بنزوح اولست لی ہا مرأۃ لو اكدہ بالقسم لا تطلق
اتفاقا لان الیمین قرینۃ ارادۃ النفی۔ رد المحتار میں ہے۔ لان الیمین لتاکید مضمون الجملة

الخبرية فلا يكون جوابه الا خبرا. سرانجام وعلگیہ میں ہے اتفقوا جميعا انه لو قال والله ما انت لي بامرأة
لا يقع شئ وان نوى. بجز الراق میں ہے۔ والله ما انت لي بامرأة لا يقع عند الكل وان نوى. بدلے
امام ملک العلماء میں ہے۔ اذا قال والله ما انت لي بامرأة لا يقع الطلاق وان نوى بالاتفاق لان اليمين
على النفي تتناول الماضي وهو كاذب في ذلك فلا يقع به شئ. تو ثابت ہوا کہ ان میں کوئی شہادت ہرگز شرعاً
شہادت ہی نہیں سب افسانہ گوئی و قصہ خوانی ہیں۔ سوم اشہد، گواہی میدہم، گواہی دیتا ہوں سب سے سخت تر قسم
ہے اور شہود بہ مقسم یعنی وہ بات جس پر یہ شدید قسم کھائی وقتاً میں ہے۔ رکنا لفظ اشہد لا غیر لتضمنه معنی
مشاهدة وقسم واحبار للحال فکانه يقول اقسم بالله لقد اطلعت على ذلك وانا اخبر به وهذه
المعاني مفقودة في غيرہ فتعین۔ جامع الفصولین جلد اول صفحہ ۱۲۱ فی لفظ الشہادة من التأكيد ما ليس في
لفظ الخبر لانه يمين بالله تعالى معنی۔ تبیین امام زلیعی جلد ۴ صفحہ ۲۱ النصوص ناطقة بالاستشهاد فلا
يقوم مقامها غيرهما لما فيها من زيادة توكيد لانها من الفاظ اليمين فيكون معنی اليمين ملاحظا
فيها۔ هداية میں فرمایا۔ النصوص نطقت باشتراطها ولان فيها زيادة توكيد فان قوله اشهد
من الفاظ اليمين فكان الامتناع عن الكذب بهذه اللفظة اشد اور قسم، مقسم علیہ کا اتصال شرط ہے جب
ان میں وہ چیز فاضل ہو کہ نہ قسم ہے نہ اس کی تاکید تو قسم اس سے بے تعلق و بے اثر ہو جاتی ہے قنوی امام قاضی خاں و قنوی علیگریہ
میں ہے لو قال عدائے را و غیر را پذیر قسم کہ ظان کار نہ کنم لایکون یمینا لان قوله پیغمبر را پذیر قسم لایکون یمینا فاذا
تخلل بین ذکر الله تعالى و بین الشرط ما لایکون یمینا یصیر فاصلا فلا یکون یمینا۔ انہیں میں
ہے لو قال بالله العظیم کہ بزرگتر از بالله العظیم نیت کہ این کار نہ کنم یکون یمینا کما لو قال بالله العظیم
الاعظم وهذه الزیادات تكون للتأكيد فلا یصیر فاصلا اسی طرح قنوی سمرقند و قنوی خلاصہ میں ہے۔
رد المحتار میں ہے۔ ویشترط عدم الفاصل من سکوت ونحوه ففي الصيرفنية لو قال على عهد الله وعهد
الرسول لا افعل كذا لا یصح لان عهد الرسول صار فاصلا اسی لانه ليس قسما بخلاف
عهد الله۔ خانیة میں ہے۔ رجل اخذہ السلطان واراد ان یخلفه فقال له قل بايزد قال بايزد قال
کہ بروز آدینہ بیائی قال بروز آدینہ بیایم فلم یأت لاحنت علیه لانه لما قال له قل بايزد وسکت صار فاصلا
فلا یصیر یمینا اسی طرح بزازیہ و غیر ہا میں ہے اور شک نہیں کہ کلام دیگر بھی مثل سکوت ہے بلکہ اس سے زائد کما فی البصر
وقد عرفت المسائل فی الشفعة وخيار البکر اور ظاہر کہ مشہودہ وہ چیز ہے جس کی نزاع ہے مدعی جس کا مدعی ہے
مدعا علیہ جس کا منکر ہے مدعی جسے شہادت سے ثابت کیا جاتا ہے ان تمام گواہیوں میں (گواہی دیتا ہوں) کے بعد اس کا ایک حرف
نہیں بالائی جلی ہے۔ عہد رضا خاں گواہی دیتا ہوں شہدہ میں منظر جمعہ خاں کے یہاں ملازم تھا۔ منظر حسین گواہی دیتا ہوں انما عرضہ

میں گنشی کے مکان پر بیٹھا تھا، عبد العزیز خاں گواہی دیتا ہوں تو سال ہوئے منظر گنیشی کے مکان پر تھا، سید عبدالعزیز گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا منظر گنیشی کو کھنے کی مشق کر رہا تھا، عجائب الدین خاں گواہی دیتا ہوں میں کا مہینہ تھا میں دکان عطاری کرتا ہوں، گنیشی کا آدمی دو اپنے نسل لایا، احمد خاں ولد میاں خاں گواہی دیتا ہوں میں سب کو میں دام پورا پایا تھا، حیدر علی خاں گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا میں گنیشی کے پاس چاول لینے گیا، عبد الرحیم خاں گواہی دیتا ہوں منظر گنیشی کو بلانے گیا ناظم صاحب نے بلواتھا، سید الطاف علی گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا منظر گنیشی کی دوکان پر تھا، محمد بشیر گواہی دیتا ہوں بعد ظہر کے منظر اپنے گھر کو جا رہا تھا، انور بیگ گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا منظر گنیشی کے یہاں بیٹھا تھا، جن خاں گواہی دیتا ہوں منظر گنیشی پر نشاد کا ملازم تھا، سید جید حسین گواہی دیتا ہوں میں خان بہادر کو بلانے گنیشی کے یہاں گیا، احمد خاں ولد عبد الباقی خاں گواہی دیتا ہوں منظر گنیشی کے یہاں ٹوٹ ترٹانے گیا، نجف علی خاں گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا منظر گنیشی کی بیٹھک میں تھا، محمد غفران گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا منظر عبدالغافر خاں کے مکان پر تھا، اشرف علی خاں گواہی دیتا ہوں اتنے سال ہوئے دو لہا صاحب اور ایک منشی جی گنیشی کی بیٹھک میں آئے، موقی شاہ گواہی دیتا ہوں منصور خاں نے میرے گھر آکر مجھے کہا میرا زیور گروں رکھا دو۔ وزیر خاں گواہی دیتا ہوں اتنا زمانہ ہوا میرے ہاتھ میں چوٹ لگ گئی تھی۔

کیا یہ فقرے ماہ النزاع ہیں کیا انھیں جملوں کا دعویٰ ہے کیا انھیں کو مدعی ثابت کرنا چاہتا ہے ہرگز نہیں تو یہ قطعاً مشہور نہیں مشہور یہ وہ حق ہے جسے شاہد مشہور کے لئے مشہور علیہ پر بتانا ہے شبلیہ علی الزبلی میں بنایا ہے فی الشرح الشهادة اجبار بحق تشخص علی غیور عن مشاہدۃ اس ظاہر ہے کہ یہ جملے وہ حق نہیں اور ان کا قسم یا تاکید قسم نہ ہونا بدیہی تو شہادت و مشہور یہ یعنی قسم و قسم علیہ میں فاصل اور قسم و شہادت کے مبطل ہیں۔ گواہی ان فقروں سے متصل نہ ہوئی نہ کہ مقصود و مشہور ہے۔ معادلہ شہادت و دعویٰ بس نازک ہے البتہ دین تصریح فرماتے ہیں اگر یوں دعویٰ کرے کہ یہ چیز میری ملک ہے اور میرا حق یا گواہ شہادت دے کہ یہ چیز اس مدعی کی ملک ہے اور اس کا حق۔ یہ دعویٰ و شہادت کافی نہ مانیں گے کہ ممکن ہے کہ میرا یا اس کا حق کہنے کے بعد آہستہ سے لفظ (ہیں) ملا لے بلکہ یوں کہنا لازم کہ میرا یا اس کا حق ہے قادی امام نسفی و قادی علیگیر یہ وغیر ہم میں ہے ینبغی للشاہدان یقول فی شہادۃ این میں ملک این مدعی مست و حق ویست حتی لا یسکن ان یلحق و حق وی نے بنفی و کان الشیخ الامام نحو الاسلام علی البزوری یقول اذا قال المدعی فلان چیز ملک من ست و حق من لا یکتفی بہ و ینبغی ان یقول و حق من ست و یقول فی قوله و بدست فلان بنا حق بدست فلان با حق ست و کذا لک فی نظائره حتی لا یلحق بہ کلمۃ النفی جب اسے نہ مانا کہ کہیں چپکے سے لفظ نفی نہ بڑھالے تو یہاں تو کسی حرف کے بڑھانے گمانے کی حاجت ہی نہیں فقط نیت کافی ہے (گواہی دیتا ہوں) کو صرف ان فقروں سے متعلق کیا جو اس کے متصل ہیں باقی داستان گوئی کر دی۔ معین الحکام میں ہے اذا قال المدعی للشاہد بای شیء تشہد فقال حضرت عند فلان سمعته یقر بکذا او اشہد انی علی نفسه

بکذا او شہدت بينهما بصدور البيع او غير ذلك من العقود لا يكون اداء شهادة ولا يجوز للحاكم
الاعتداد على شئ من ذلك بما رزق اس کی بہتر تعلق یہی ہے کہ حضرت عند فلان شہادت و شہود بہ میں فاصل ہو گیا
ولا عمل لان يقال لم يقل اشهد لان السؤال معاد في الجواب ولذا الويبيته عليه العامة الطرابلسي واما
عنه بانه خبر عن ماضٍ ويحتمل التغير اقول وفيه نظر وبيده فروع جملة لا تحصر قال
في جامع الفصولين (مش) لو شهد انه كان ملكه فكانما شهد انه ملكه في الحال ولا يجوز
للقاضي ان يقول امرؤ ملك ويؤيد فغلى هذا الوادي دعي وشهد انه كان له عليه كذا او قال
او ابراهيم تدر زور زمره اين بود ينبغي ان تقبل كما في العين وفي (ط) ما يدل على قبولها وفيه وكذا لو
شهد احدهما انه ملكه والاخر انه كان ملكه تقبل شهادتهما لا يتفقا قهما انه له في الحال
معنى لما مر وكذا الشهادة على النكاح والاقدار به فقي (فمش) ادعت نكاحه فشهد احدهما
انه اقربها امرأته والاخر انها كانت امرأته تقبل لان الشهادة باقراره بنكاح كان شهادة
باقراره بنكاح حالي لان ما ثبت يبق وكذا الوادي انها امرأتى او منكوتى وشهد انه كان تزوجها
ولو يتعرضا للحال تقبل ولو ادعى انه كان له لا تقبل لان اسناد المدعى يدل على الملك في
الحال اذ لا فائدة للمدعى في الاسناد مع قيام ملكه في الحال بخلاف الشاهدين لو اسند ملكه
الى الماضي لا يدل على النفي في الحال لانها لا يبر فان بقاءه الا بالاستصحاب والشاهد قد يجتز
عن الشهادة بما ثبت باستصحاب الحال لعدم يتقنه بخلاف المالك لانه كما يعلم ثبوت ملكه
يقينا يعلم بقاءه يقينا به بعض اختصار وفي الدور والخر و تنوير الابصار والدر المختار
ادعى الملك في الحال وشهد الشهود ان هذا العين كان ملكه تقبل لان ما ثبت في زمان
يكون ببقائه ما لم يجد المزيل اه فالوجه في تعليقه ما ذكرنا وباللغة التوفيق والله الحمد
والله تعالى اعلم . ولي قال کی گواہی میں بھی اس بحث کا عمل ہے مگر وہ اپنے فعل پر شہادت ہے اور خود مجوز نے اسے قبول
نکلیا لہذا اس کی طرف زیادہ توجہ کی حاجت نہیں چہا رہ حاضر پر شہادت میں مدعی و مدعا علیہ دونوں کی طرف اشارہ ضروری ہے
اور غائب و میت کا نام و نسب بتانا جس میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ذکر بھی لازم اور اسی پر فتویٰ ہے
کہ جب غنا ہے ذخیرہ و ہندیہ وغیرہا میں ہے محتاج فی الشهادة على الحاضر الى الاشارة الى المدعى عليه والمدعى
ويحتاج الى تسمية الشهود واسم الميت والغائب وايهما وجدها - بحر میں ہے - والصحيح ان
النسبة الى الجسد لا بد منه شهادات تنوير الابصار و در مختار میں ہے (حی) ان (حی) حاضر محتاج الشاهد
الى الاشارة الى (ثلاثة مواضع اعني) (الخصمين والمشهود به لوعينا) لا دینار وان على غائب، كما

فی نقل الشهادة (او میت فلا بد) لقبولها من نسبة الی جده فلا یکنی ذکر اسمہ واسم ابیہ و
صناعته الا اذا کان یعرف بها لاجمالة) بان لا یشترکہ فی المصر غیرہ فتاوی امام رشید الدین وجامع الفصولین
میں ہے لو كانت الشهادة علی الحاضر یحتاج الشاهد الی الاشارة الی ثلثة مواضع الی الخصمین و المشهور
به ولو علی غائب او میت فسماء و نسبه الی ابیہ فقط لا تقیل حتی ینسب الی جده۔ اسی میں ہے
اما الغائب فلا بد من ذکر جده عند ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ وهو الصحیح والفتویٰ علی
قول ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ اسی طرح عامہ کتب مذہب میں ہے اقول ہر اس میں یہ ہے کہ حاضر پر شہادت میں
شاہد کا اسم ہی پیمانہ ضرور ہے جبکہ اصل شاہد ہونہ شاہد علی الشاہد کا افادۃ العلامة ابن قاضی سماویٰ عیط پیر جامع الفصولین
میں ہے یحتاج الی اداء الشهادة بمحضر منہ فلا بد من معرفتہ بوجہہ لیکن الشہادۃ علیہ عند
غیبتہ او موتہ یحتاج الی الشہادۃ باسمہ و نسبہ فلا بد من معرفتہ۔ ولہذا اگر گواہ حاضر کا
پورا نام و نسب بیان کریں اور اسے پہچانتے نہ ہوں گواہی مرد و ہے جامع الفصولین میں ہے شہدا علی امرأۃ باسمها
و نسبها وھی حاضرة فقال القاضی للمشہور وھل تعرفون المدعی علیہا فقالوا لا تقبل شہادۃ تمہا اور
حاضر میں معرفت شاہد کا بتانے والا یہی اشارہ ہے نام و نسب سیکہ کر بھی کہہ سکتے ہیں جسے ابھی اس فرع میں گزرنا تو حاضر پر گواہی
بے اشارہ مقبول نہیں مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی طرف اشارہ لازم ہے اور یہ سب گواہیاں اس سے خالی ہیں مدعیوں کی طرف اشارہ
اصلا کسی میں نہیں پتھر ہو ہیں مدعا علیہ کی جانب سوائے شہادت و زیر خان کہ محض مہمل ویہ معنی ہے کایاتی بلکہ اس کا اشارہ بھی
شہادت میں نہیں اس سے خارج و جدا ہے اس نے یہ نہ کہا کہ یہ دو لہا خاں آئے بلکہ دو لہا خاں صاحب پیشکار آئے تو کلام میں
اشارہ نہیں اگرچہ اس کے ساتھ ہو شہادت کلام ہے کہ زبان سے ادا ہوتا ہے نہ کہ ہاتھ سے تو شہادت اشارہ سے خالی ہے جس طرح
اپنی زوجہ سے کہے تجھ پر اتنی طلاق اور تین انگلیاں اٹھائے تین طلاقیں ہو جائیں گی کہ اس اشارے سے کلام متعلق ہوا بدائع امام
لکب العلماء میں ہے کذا اذا اشار الی عدد الثلاث بان قال انت طالق حکذا یشیر بالابہام والسبابة
والوسطی لان الاشارة متی تعلقت بہا العبارة نزلت منزلة الکلام اذا قامت الاشارة مع تعلق
العبارة بہا مقاما الکلام صار کا نہ قال انت طالق ثلثا۔ رد المحتار میں فتاویٰ امام قاضیخان سے ہے۔
قال انت طالق و اشا بثلاث اصابع ونوی الثلاث و لم یذکر بلسانہ فانہا تطلق واحدة اور
اگر کہے تجھ پر طلاق اور تین انگلیاں اٹھائے دل میں بھی تین ہی کی نیت کرے ایک ہی طلاق پڑے گی کہ اس اشارے سے کلام کا
تعلق نہ ہوا۔ ششستہ گیشی مردہ ہے اس کے زداد کا نام اصلا کسی نے لیا نہ باپ کا بلکہ بعض نے صراحتہ اس کے باپ کا نام معلوم ہوا
سے انکار کیا تو شہادتیں سب مختل و پر تصور ہیں۔ ناظر یہاں تعجب کرے گا کہ سید عبدالعزیز نے شہادت اور محمد رضا خاں نے جواب
جرح میں بتایا ہے کہ گیشی کے باپ کا نام رام چندر ہے اور دلی خاں نے شہادت میں کہا ہے عبد العارف نے سید لکھری میں نے کہا

گنشی کی ولدیت راچندر لکھدی کے تو ان تین نے تو باپ کا نام بتایا مگر اس کا یہ تعجب دوسرے سخت استعجاب سے بدل جائیگا جب اسے معلوم ہوگا کہ گنشی کا باپ راچندر نہیں بلکہ لالہ ہے جیسا کہ خود اس نے اسی بیگانہ نام نوشان بیگم کے عنوان میں لکھا ہے وہ رام چندر کا متبی تھا اور متبی کو بیٹا بنا کر قرآن عظیم کے خلاف ہے قال تعالیٰ وما جعل اذعیاء کوا بناد کوز لکو قولکھو با فوا کھو واللہ یقول الحق وهو یدعی السبیلہ اذعوہ لابلانہو هو اوسط عند اللہ اللہ نے تمہارے لیے پاکوں کو تمہارا بیٹا نہ ٹھہرایا۔ یہ تمہارے اپنے موبہ کا کہنا ہے اور اللہ حق بات فرماتا اور وہی راہ دکھاتا ہے انہیں ان کے اصل باپوں کی طرف نسبت کرو یہ اللہ کے یہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔ تو یہ ان شاہروں کا کذب ہوا اور قرآن عظیم کی مخالفت اور نہ بتانے سے الٹا بتانا بہتر اور اگر فرض باطل راچندر ہی اس کا باپ ہوتا تو یہ نام سید عبدالعزیز نے شہادت میں یوں نہ لیا کہ گنشی ابن ملاں پر شہادت دی ہو بلکہ ختم شہادت پر ایک مستقل جملہ کہا کہ گنشی کے باپ کا نام راچندر ہے اس میں بھی لفظ مذکور تک نہ کہا معلوم نہیں کون سے گنشی کا باپ۔ یوں محمد رضا خاں نے ایسا ہی مستقل جملہ کہلے وہ بھی جواب حرج میں جو ختم شہادت کے بعد ایک بتدع طریقہ ہے۔ ولیماں نے اسے اجباراً بھی نہ کہا بلکہ استدعا کی کہ یہ ولدیت لکھو اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ واقع میں ہی ولدیت ہو۔ اس نے ہاتھی خانے کا تھو بیدار بھی کہا مگر کہاں کا ہاتھی خانہ یہ نہ بتایا شہادت میں ذہنی تصورات سے کام نہیں چلتا کہ مقصود ہے تعریف و تضرع یعنی یہ بتانا کہ شاہراہ سے پچا تھا ہے یہ تعریفین الفاظ سے ہوں گی نہ کہ قائل کے مافی اللہ من سے۔ لہذا سب شہادت میں جمل میں ہفتو عبدالعافر خاں پر دعویٰ عام ہونے کی بنا اس پر ہے کہ بیگانہ و کرایہ نامہ میں زوجہ عبدالعافر خاں کا نام فرضی ہو حقیقتہ یہ عقد عبدالعافر خاں سے ہوئے ہیں شہادتوں سے اس کا ثبوت وہی صورتوں میں منحصر ایک یہ کہ گواہ اپنے ذاتی علم سے اس پر شہادت دیں دوسرے یہ کہ ان کے سامنے عبدالعافر خاں نے زوجہ کا نام فرضی اور اپنا واقعی ہونے کا اقرار کیا ہو اس کی گواہی دیں لیکن تمام شہادت ان دونوں وجہ سے خالی ہیں اپنا ذاتی علم تو کسی نے بیان نہ کیا بلکہ بعض مثل حیدر علی خاں و محمد بشیر وغیرہ نے اپنے علم کی صاف نفی کی ہے اکثر نے گنشی کا قول بیان کیا ہے کہ میں نے عبدالعافر خاں سے پانچ ہزار قرض لئے اور اپنے مکان و دکان رہن یا مکفول کئے ان کا کرایہ یا سود دیتا ہوں گنشی یہاں بجائے مدعی ہے۔ باطل ست ایچہ مدعی گوید، اگر مدعی کے کہنے سے ثبوت ہو جائے تو گنشی کا بیان تو گواہوں سے سنا دعوئوں کا بیان انہوں نے موجود کے سامنے ہوا بس اس قدر پر فیصلہ ہوتا ہے شہادتوں کی کیا حاجت تھی۔ عبدالعافر خاں کا جو قول شاہروں نے بیان کیا وہ پانچ قسم ہے (۱) محمد رضا خاں و منظر حسین بہت دن ہو گئے رو پیہ کرایہ کا دو، کس کا کرایہ کا ہے کا کرایہ۔ یہ محض جمل و جمل (۲) محمد رضا و منظر حسین کرایہ ہمارا چاہے، عبدالعزیز خاں ہمارا کرایہ دلوائے، احمد خاں و لد میاں خان ہمارا کرایہ دلوائے، حیدر علی خاں ہمارا کرایہ بہت عرصہ سے رو پیہ، عبدالرحیم خاں کرایہ کا رو پیہ بہت دنوں سے نہیں دیا ہے ہم کو دو، سید الطاف علی آپ نے ہمارا تین سال کا کرایہ ۱۰ روپیہ نہیں کیا ہے، محمد بشیر ہمارا کرایہ بہت دنوں کا، انور بیگ ہمارا کرایہ تین سال سے، حیدر حسین کئی مہینے سے ہمارا کرایہ نہ دیا، ان میں اپنی طرف اضافت ہے مگر یہ نہیں کہ کس چیز کا کرایہ (۳) سید عبدالعزیز ہمارا مکان کا کرایہ دیکھئے، یہ دو دم کا عکس ہے کرایہ مکان

کاتبیا اور اضافت نہیں (۴) عجائب الدین خاں "کراہیہ مکانوں کا جو میرا ہے تم نے نہ دیا،، سخن "ہمارا سات بیٹے کا کراہیہ مکانوں کا" ان دو میں دونوں ہیں مگر مکان بہم مکان انہیں میں منحصر نہیں جنکا معاملہ زوجہ عبدالغافر خاں سے ہوا ہے اس سے اتنا سمجھا گیا کہ عبدالغافر خاں نے کچھ اپنے مکان گیشی کو کراہیہ پر دیئے ان کا کراہیہ مانگا (۵) وہ الفاظ جن میں خاص غرض پر روشنی ڈالنی چاہی ہے سید الطاف علی "ایک دن میں نے مولوی عبدالغافر خاں سے دریافت کیا فرمایا اگر جاندا رہن رکھ کر منافع لیا جائے خصوصاً ہندو سے سو تو جائز ہے" یہ مثل قسم اول ہے ایک عام بات بطور سئلہ ہے خاص اپنا ذکر نہیں۔ محمد رضا خاں "یہ بھی وجہ ہے کہ ہمارے رہن میں ضل کرے گا" حیدر علی خاں "میں نے بیح الوفا کر لیا ہے بیح الوفا سے نفع اٹھانا جائز ہے، محمد بشیر "دکانیں اور گودام شی کے میرے پاس رہن ہے یہ اس کا کراہیہ ہے" ان تین بیانیوں میں ہرگز اس کا اقرار نہیں کہ زوجہ کا نام فرضی ہے حقیقتہ معاط میرے صرف اپنی طرف اضافت ہے مجرد اضافت دستاویز اقرار گیشی و مصدقہ جبرٹی و مسلمہ فریقین کو کیونکر باطل کر دے گی زوج و زوجہ میں ایسا ہی انبساط ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے مال کو بلا تکلف اپنی طرف اضافت کرتا ہے و لہذا ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا کہ یہ دینا نہ ہوا بلکہ گویا خود لینا فتح القبر میں ہے للاشتراک فی المنافع فکان الدافع الی ہولاء کالدافع لنفسہ من وجہ وکیل خصومت ملک موکل کو اپنی طرف نسبت کرتا ہے بلکہ ایک خدمتگار اپنے آقا کی ملک کو بلکہ وصی مال یتیم کو بلکہ موقوف علیہ بلکہ متولی مال وقف کو حالانکہ وقف خالص ملک الہی عز و جل ہے کسی مخلوق کا اصلا ملک نہیں یہ سب یک گونہ بوجہ اختصاص انہیں اپنی جانب اضافت کرتے اور اپنی ملک کہتے ہیں تو شوہر نے معاملہ زوجہ کو اگر اپنا کہا کیا بےید کہا بلکہ شرفا میں قطعاً ہی معہود ہے عورت کا کوئی مطالبہ کسی اجنبی پر آتا ہوا عورت نے رہن کیا ہو تو اجانب میں ٹھکریہ نہ کہیں گے کہ ہماری بی بی کا اتنا روپیہ دیدہ ہماری بی بی نے یہ رہن کیا ہے بلکہ یوہیں کہ ہمارا اتنا دیدہ ہم نے رہن لیا ہے و چیز امام کردری میں ہے ادعی انہ وکیل عن فلان بالحضومة فیہ ثم ادعا ل نفسه لا یقبل لان ماہو له لا یضیفہ الی غیرہ بخلاف ما اذا ادعا ل نفسه ثم ادعی انہ وکیل لفلان بالحضومة لعدم المنافا فان الوکیل بالحضومة قد یضیف الی نفسه یکون المطالبۃ لہ۔ اسی میں ہے ادعی علیہ انہالہ ثم ادعی انہا وقف علیہ تسبیح لصحة الاضافۃ بالاختصیۃ انتفاعا۔ خزائنہ المفہم میں ہے ادعی المحدث لنفسہ ثم ادعی انہ وقف الصحیح من الجواب ان کان دعوی الوقفیۃ بسبب التولیۃ یجتمل التوفیق لان فی العادۃ یضاف الیہ باعتبار ولایۃ التصرف والحضومة۔ رب عز وجل فرماتا ہے ولاتؤنوا السفہاء اموالکم الاتی جعل اللہ لکم فیما امام سعید بن جبیر تلخیص سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں ہو مال الیتیم کیونکہ عندک یقول لا تؤنوا ایاہ والفقہ علیہ حتی تبلغ وانما اضاف الی الاولیاء فقال اموالکم لانہم قواہا ومدبروہا۔ یہی تفسیر عکرمہ سے منقول۔ کافی المعالہ وغیرہا۔ بلکہ رب عزوجل نے فرمایا۔ ووجدک عائلاً فاغنیہ۔ یہ مال ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کا ہے جسے مولیٰ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مال فرمایا کہ غنا ہمال غیر نہیں محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا قال اللہ تعالیٰ ووجدك عائلاً فاغنيہ ای بمال خدیجۃ واما كان منها ادخاله علیہ الصلاة والسلام فی المنفعة علی وجه الاباحة والتبلیک احياناً بالجملہ ان میں کوئی صرف ثبت دعویٰ نہیں ہے موتی شاہ و وزیر خاں کی کوشش مدعیوں کو قابل مشکوری تھی کہ وہ صراحتہ ساری گفتگو عبد العافر خاں و گیشی میں بتاتے ہیں انکی ہمل و متناقض گواہیوں کا حال آئندہ آتا ہے مگر انھوں نے زری ناتمام گفتگو پر خاتمہ کر دیا و توقع عقد سے صراحتہ انکار کیا موتی شاہ میرے سامنے کچھ اور منطاطہ نہیں ہوا لکھت پڑھت کچھ نہ ہوئی زبانی بات تھی ” وزیر خاں ” پھر مجھے کچھ نہیں معلوم میرے سامنے کوئی دستاویز کی تکمیل نہ ہوئی ” اشرف علی خاں ” اس کا غذا کا کھا جانا بتاتا ہے جس میں تصریحاً زوجہ عبد العافر خاں کا نام ہے عبد العافر خاں کا گھر آنا اور وہ پیہ کچھری کو لے جانا بلکہ دستاویز میں اپنے نام چھپانا کسی طرح زوجہ کا اسم فرضی ہونے کا شبہ بھی نہیں دلاتا کہ دلیل ہو۔ دلچاں و غفران خان ہزار روپے زر اصل سے عبد العافر خاں کو دئے جانے اور ان کی رسید لکھنے کے گواہ ہیں اولاً ان دونوں کی گواہی خود مجموعے نے نہ مانی اور اس ہزار کی ڈگری نہ دی ثانیاً تقریر سابق اس وہم کے دفع کو بس ہے محذرات کا روپیہ ان کے ازواج ہی کو دیا جائے گا اور وہی رسید دیں گے۔ احمد خاں ولد عبد البنی خاں و نجف علی خاں اس مد کے گواہ ہیں کہ عبد العافر خاں نے گیشی سے گودام کا ایک حصہ پندرہ روپے ماہوار کرائے پر مانگا۔ ان گواہیوں نے تو روشن طور پر ثابت کر دیا کہ یہ مکان عبد العافر خاں سے بیع یا رہن نہ ہوئی ورنہ کرائے پر لینے نہ جاتا غایت یہ کہ حسب زعم مدعیان خلاف اقرار صریح منورث قبضہ نہ ہوا تھا تو بذریعہ نالش قابض ہو جاتا کہ ایک چیز کا پندرہ روپے ہینہ کرایہ دینا چاہتا۔ بالجملہ کوئی شہادت اس دعویٰ کا اثبات نہیں کرتی کہ اصل معاملہ عبد العافر خاں سے ہے اور زوجہ کا نام فرضی ہے بلکہ یہ دو شہادتیں اس کا رد ہیں۔ وجوہ خاصہ وجوہ عامہ کے بعد ان کی طرف زیادہ توجہ کی حاجت نہیں نہ وقت میں وسعت مگر بعض کا تذکرہ کریں۔

(اختلاف شہادت و دعویٰ) اول مدعی کہتا ہے قبضہ و دخل مدعا علیہما کا جائداد مدعونہ پر کبھی ایک منٹ کے لئے نہیں ہوا۔ محمد بشیر ” قبضہ جائداد پر عبد العافر خاں کا تھا اب تک گودام پر عبد العافر خاں اور رام کنور کا ہے دونوں کے قفل پڑے ہیں عبد العافر خاں کا کچھ غلہ وغیرہ گودام میں ہے مجھے نہیں معلوم کہ روپیہ لینے سے قبضہ جائداد پر پیشتر ہوا تھا یا بعد۔ گودام پر اب تک قبضہ عبد العافر خاں کا ہے اور گیشی کا بھی قبضہ ہے ” یعنی مردے کا۔ دوم مدعی کہتا ہے اصل معاملہ عبد العافر خاں سے ہے زوجہ کا نام فرضی، احمد خاں ولد عبد البنی خاں و نجف علی خاں کی شہادتیں صراحتہ اس کا رد کر رہی ہیں کچھ اور انفاہ۔ سوم مدعی کہتا ہے حقیقتہً سود لیا اور اس کے اخفا کے لئے کرایہ نامہ فرضی لکھوایا۔ انور بیگ ” گیشی نے کھا کہ سود کی کارروائی فرضی ہے گودام اور مکان میرا رہن ہے ” چھارہ مدعی کہتا ہے بشرح سود سارا اپنی سیکڑہ ماہواری موتی شاہ ۴۳ کا سود ٹھہراتا تھا۔ پنجہ حسب دعوائے مدعیان رسید ہی پیش کر وہ میں صرف اس سود کی رقم ہیں جو گیشی نے مدعا علیہ کو دیا لیکن سید الطاف علی کا بیان ہے ” میں نے گیشی سے دریافت کیا یہ کتاب کس بابت ہے کہا میں نے مولوی عبد العافر خاں سے

کا
کر
کے
ہا
رے
دام
معاملہ
رے گی
رے
ولاء
ملک کو
ملوک
کو اگر
جانب
لیا ہے
اھو
عدم
علیہ
میں
تولیۃ
جاتا ہے
نی اللہ تعالیٰ
صاف
المعاملہ
رضی اللہ

کچھ روپے قرض لے تھے اس کے کچھ سود و نیزہ کا حساب ہے، گنیشی کا یہ وغیرہ دعویٰ مدعیان کا نقص ہے شمشہر یہ رسید ہی بھی
شاہد بنا کر پیش کی ہے وہ مدعیوں اور شاہدوں سب کی تکذیب کرتی ہے مدعیوں کا بیان ہے کہ "ابتداءً ۱۷ اکتوبر ۱۸۷۱ء کو
۱۲ صبر لکھنؤ بشرح للعه ماہوار مدعا علیہ کو باختر رسیدات نوشتہ نامبرہ ادا کی گئی" لیکن رسید ہی میں نومبر ۱۸۷۱ء
میں للعه للعه کی دو رقمیں درج ہیں تو آخر نومبر ۱۸۷۱ء تک صبر لکھنؤ پہنچی (اختلاف شاہدان) ہفتم بیان
مدعیان کے سلسلے کو تمام گواہوں نے اول سے آخر تک بنا دیا ہے کہ ۱۵ اکتوبر ۱۸۷۱ء کے عہد پھر ختم ۱۲ تک ہر مہینے کے
للعه انہیں کے لحاظ سے آخر رقم صبر لکھنؤ رکھی ہے اور شاہدوں کے مشاہدے سے جولائی ۱۸۷۱ء تک پہنچی ہوئی اے اللعه
حالانکہ رسید ہی سے یہ تم اے اللعه ہے اور رقم اخیر صبر لکھنؤ ہشتم موتی شاہ و وزیر خاں دونوں ایک جلسے کے
گواہ ہیں قول محض میں اختلاف زمان و مکان مضر نہیں اس لئے کہ وہ مکر ہو سکتا ہے مگر یہ طویل تقریر اور ابتدائی مول تول کے
دونوں نے بیان کے عادت ہرگز دو بار نہیں ہوتے کہ ایک بار گنیشی عبد الغافر خاں کو بلائے عبد الغافر خاں آپ نے مجھے بلایا تھا
گنیشی بلایا تھا مجھے پانچ ہزار کی ضرورت ہے عبد الغافر خاں میں دو نگامیر اطمینان کیا ہو گا گنیشی زمانہ مکان گودام وکان ضمانت
میں دو نگا اس روپے کا نفع کیا لیا جائے گا، دو لہا خاں ڈیڑھ روپیہ کا قاعدہ رام پور میں ہے وہی لیا جائے گا گنیشی آپ میرے
ہزبان ہیں کچھ کم کر کے کہہ دیجئے، دو لہا خاں ایک روپیہ، گنیشی میں عرض کرتا ہوں اس کو منظور کر لینا للعه ماہوار آپ لے لیا
کریں دو لہا خاں ذرا چپ ہوئے پھر کہا یہ تو ۴۲ روپے سے بھی ایک پائی کم ہوتا ہے، گنیشی اب آپ اسے ہی منظور کر لیں ہماری
آپ کی محبت ہے، دو لہا خاں آپ کا غذا کی تکمیل کریں روپیہ تیار ہے دو نگا۔ پھر فریقین سو رہے۔ اور ۲۱ دن بعد گنیشی پھر
عبد الغافر خاں کو بلائے اور اول تا آخر سب وہی گفتگو پیش آئی فریقین اس پہلی گفتگو کو ایسا بھول جائیں کہ خواب فراموش
ہو جائے اور از سر نو آغاز کریں مگر تمام سوال جواب وہی ہیں ترتیب تک نہ بدلے، وہی بلانے کی وجہ پوچھنی وہی پانچ ہزار کی
ضرورت وہی اطمینان کا سوال وہی انہیں کہالتوں کا بیان وہی سود کا سوال وہی حسب قاعدہ شہر ڈیڑھ روپیہ وہی تخفیف
چاہتا وہی اس پر ایک روپیہ پھر وہی کہ میری ماننے للعه ماہوار اس پر وہی تامل اور وہی جواب کہ ۴۲ روپے سے بھی ایک پائی
کم ہو اور بالآخر وہی قبول کہ روپیہ طیار ہے کا فذ لکھو ادا سے ہرگز عقل سلیم قبول نہیں کرتی تو ضرور جلسہ واحدہ کے گواہ ہیں
لیکن یہ انہیں کے بیان سے حال ہے موتی شاہ کی شہادت ۹ اکتوبر ۱۸۷۱ء کو ہوئی اور وہ بالجزم کہتا ہے "عرصہ اس کو سولہ
برس کا ہوا، تو روز گفتگو ۹ اکتوبر ۱۸۷۱ء ہوا۔ وزیر خاں کی شہادت ۳۱ مارچ ۱۸۷۱ء کو ہوئی اور وہ بالجزم کہتا ہے کہ "سولہ برس
پانچ مہینے ہوئے۔ تو روز گفتگو ۳۱ اکتوبر ۱۸۷۱ء ہوا۔ ۹ و ۳۱ دونوں ایک ہو جائیں تو یہ شہادتیں دائرہ امکان میں آئیں لیکن وہ
حال تو یہ بھی باطل و واجب الایمال خابنہ و ہندیہ میں ہے لا تبطل الشہادۃ باختلاف الشاہدین فی الایام و
البلدان الا ان یقولوا کتایب الطالب فی موضع واحد فی یوم واحد۔ مہسوا و علیکیر یہ میں سے
شہد احد ہما نہ طلقہا یوم الجمعة بالبصرۃ و الاخرانہ طلقہا فی ذلک الیوم بعینہ بالکوفۃ

لم تقبل شهادتهما الا نانتقن بكذب احدهما وان الانسان في يوم واحد لا يكون بالبصرة والكوفة بخلاف ما اذا شهد احدهما انه طلقها بالكوفة والاخر انه طلقها بالبصرة ولم يوقتا وقتا هنالك الشهادة تقبل. نھم سید عبد العزیز و عبد العزیز خاں ایک جلسے کے گواہ ہیں ان کے بیان میں شروع ستمبر ہے اس کے بیان میں ۳۱ ستمبر دھم سید عبد العزیز کا بیان ہے منظر سیر گیشی کو لکھنے کی مشق کر رہا تھا اتنے میں مولوی عبد العزیز خاں تشریف لائے گیشی کے پاس اور کہا پانچ مہینے کا مکان کا کرایہ دو سو بیس روپے دیدیجئے اس پر گیشی نے رام کنور سے کہاں کتاب حساب کی لے آؤ وہ لے گئے گیشی نے مولوی عبد العزیز خاں کو کتاب دی بعد مولوی عبد العزیز کے چلے جانے کے مجھ سے گیشی نے کہا اس کتاب میں کیا لکھا ہے تو اس میں یہ لکھا تھا کہ آخر اگست ۱۸۸۷ء تک کرایہ وصول ہوا یعنی پانچ ماہ کا مطالبہ آئے ہی کیا کتاب سے دیکھنے سے پہلے لیکن عبد العزیز خاں کہتا ہے ”عبد العزیز خاں تشریف لائے اور گیشی سے کہا ہمارا کرایہ دو سو بیس روپے گیشی نے کہا حساب کریجئے اور لام کنور سے کہا کتاب لے آؤ وہ کتاب حساب کی لائے عبد العزیز نے دیکھ کر کہا پانچ مہینے کا ہمارا کرایہ بقدر دو سو بیس کے واجب ہے وہ دیدیجئے یا ز دھم عبد العزیز خاں کہتا ہے ”اس کے بعد گیشی نے وہ کتاب ایک شخص کو جو گیشی کے لڑکے کو پڑھا رہا تھا بلا کر دکھائی اس نے پڑھا میرے کان تک آواز نہ آئی ” یہ شخص وہی سید عبد العزیز ہیں لیکن ان کا بیان ہے ”اس وقت آٹھ سات آدمی تھے ایک منظر اور عبد العزیز خاں مسلمان باقی ہندو ” تو ان کو وہاں عبد العزیز خاں کے ہونے ہی سے انکار ہے دو ز دھم حیدر علی و عبد الرحیم ایک جلسے کے گواہ ہیں حیدر علی خاں کا بیان ہے ”عبد العزیز خاں نے اس کے بعد گیشی نے حساب کی کتاب مجھے دی اور کہا پڑھ کر سنا دیجئے کہ عبد العزیز خاں نے کیا لکھا ہے میں نے گیشی سے پوچھا یہ کیسا روپیہ ہے کہاں مکان اور گودام رہن ہے اس کے سود کا ہے اس کے بعد میں چلا آیا چاولوں کے واسطے روپیہ دے کے۔ عبد الرحیم خاں کہتا ہے ”عبد العزیز خاں جب چلے گئے گیشی نے کتاب ایک آدمی کو جو ان کے پاس بیٹھا تھا دکھائی کہ اس میں کیا لکھا تھا اس نے سنا یا پھر انھیں صاحب نے پوچھا یہ روپیہ کیسا عبد العزیز خاں کو دیا گیشی نے کہا مکان اور گودام اور مکان رہن ہے اس کا کرایہ ہے اس پر اس شخص نے کہا کرایہ بہت ہو گا گیشی نے کہا للعلہ ما ہوا و دیتا ہوں انھیں صاحب نے چلتے وقت گیشی کو عہد دیا کہ چاول بھجوادینا، ان اختلافوں کو جانے دیدیجئے کہ اولاً حیدر علی نے دو چیزیں بتائیں مکان اور گودام اور عبد الرحیم نے مکان بھی بڑھائی ثانیاً گیشی کا جواب حیدر علی نے یہ بتایا کہ سود کا ہے عبد الرحیم نے یہ کہ کرایہ ہے ثالثاً ایسا ہی اختلاف یہ ہے کہ حیدر علی خاں کہتا ہے ”گیشی نے اپنے پسر سے کہا حساب کی ہی لے آؤ وہ لے کر آیا اور عبد العزیز خاں کو دی ” عبد الرحیم خاں کہتا ہے ”گیشی کو دی ” رابعاً حیدر علی خاں کہتا ہے ”گیشی نے کہا پہلے کتنی رقم آپ کے پاس بیچی عبد العزیز خاں نے کہا ”لے لیا للعلہ اس پر گیشی نے اپنے بیٹے سے کہا عبد العزیز خاں کو کرایہ دو سو بیس روپے لاکر الی اللہ دیدیجئے عبد الرحیم خاں اس کا عکس بیان کرتا ہے کہ پہلے الی اللہ دیدیجئے پھر ”گیشی نے کہا اس سے پہلے میری رقم کس قدر گئی ہے کہا لے لیا للعلہ خامساً مخالف شد یہ ہے کہ عبد الرحیم کہتا ہے ”اس شخص یعنی حیدر علی خاں نے کرایہ پوچھا گیشی نے لے لیا للعلہ

یہ نے دیکھی ہے اگر نہ دیکھتا تو اس وقت رقم کی شہادت نہ بیان کر سکتا، شاہد کو جب شہادت یاد نہ ہو تو اپنی لکھی یادداشت کی بنا پر گواہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مطلقاً باطل ہے متن تنویر میں ہے لا تشہد من رأى خطه ولو يذکرها بزودی وغیرہ نے اسی کو قول امام محمد بتا یا تقویم میں اسی کو صحیح کہا ردالمحتار میں ہے فی البرزوی الصغیر اذا استیقن انه خطه وعلما انه لم یزدو فیہ شیء بان کان مجنواً عندہ وعلو بة لیل آخر انه لم یزدو فیہ لکن لا یحفظ ما سمع فعندہما لا یسعه ان یشہد وعند ابی یوسف یسعه وما قالہ ابو یوسف هو المعمول بہ وقال فی التقویہ قولہما هو الصحیح جوہرہ قول امام تانی پر اگرچہ فتویٰ دیا گیا مگر وہ اس صورت میں ہے کہ گواہ حاکم کے سامنے یہ ظاہر نہ کرے کہ اپنا لکھا دیکھ کر گواہی دے رہا ہوں اس اظہار کے بعد بالاتفاق اس کی شہادت مقبول نہیں۔ بحر الرائق وطحطاوی علی الدر المختار وعلگیریہ میں ہے ثم الشاہد وان جائزہ الاعتقاد علی خطہ فی القول المفتی بہ لکن القاہنی ان یسألہ هل شہد عن علم او عن خط ان قال عن علم قبلہ وان قال عن الخط لا تنبیہ یہاں جو بقول سادہ اظہار محمد رضا خاں، منظر حسین آئیں ان میں اظہار محمد رضا خاں میں سابق پہنچی ہوئی رقم اء اء اء اللعہ لکھی ہے اور لہا لہ حال کہ ملاک سہ ما عیہ یہ دعویٰ و دیگر شہادات و رسید ہی سب کے خلاف ہے اور اظہار منظر حسین میں اولاً رقم سابق اء اء اء اللعہ اور چند سطر کے بعد اء اء اء اللعہ ہے یہ تناقض ہے اگر ان رقوم میں خطے نقلی نہ ہو تو یہ تین وجہیں اختلاف دعویٰ و شہادت و اختلاف شاہدین و تناقض شاہدین اور اضافہ ہوں گی۔ بست و دوم (حالت گواہان) ۱۔ موتی شاہ ۲۔ غفران اقراری سزایاقتہ میں ۳۔ عجائب الدین خاں چنگ ساز چنگ فروش گواہی پیشہ ہے ۴۔ حیدر علی خاں گواہی پیشہ ہے ۵۔ احمد خاں ولد میاں خاں باجر فروش ہے ۶۔ محمد رضا خاں ۷۔ منظر حسین بنیوں کے یہاں سود کے تقاضے اور وصول کر کے لانے پر کم درجے کے نوکر ہیں ۸۔ عبدالعزیز خاں و ثائق نویس ہیں اور صحیح مسلم شریف میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ و بہہ الکریم سے ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل الربا و مؤکلہ و کاتبہ و شاہد یہ و قال ہو سواہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لست فرمائی سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں ۹۔ دلچاں ۱۰۔ عبدالرحیم خاں ۱۱۔ اشرف علی خاں ۱۲۔ محمد بشیر ۱۳۔ منظر حسین ۱۴۔ نجف علی خاں سب جاہل و ناخواندہ ہیں بلکہ اظہر یہ کہ ان میں اکثر یہ سب اپنے ضروری فرائض سے آگاہ نہ ہوں اور جو اس قدر بھی فقہ نہ سیکھے اس کی شہادت مردود ہے مجتہبی شرح قدوری و نہر الفائق و در مختار باب التعزیر میں ہے من ترک الاستغنا بالفقہ لا تقبل شہادۃ والمراد ما یجب علیہ تعلّمہ ۱۵۔ سید الطاف علی ۱۶۔ عبدالرحیم خاں ۱۷۔ انجن ۱۸۔ اشرف علی خاں ۱۹۔ منظر حسین - ۲۰۔ نجف علی خاں ۲۱۔ وزیر خاں سب بلا سمن کچہری کے ناخواندہ ہمان ہیں عرف حال میں اہل حیثیت اسے بے عزتی سمجھتے ہیں ۲۲۔ ولی خاں درگاد اس کے یہاں چار روپے کا ملازم ہے ۲۳۔ عبدالرحیم خاں ایک چہرا سہ ہے ۲۴۔ محمد بشیر ایک

مذکورہ ۲۵ اشرف علی خاں ۲۶ نجف علی خاں و دونوں گاڑیہاں ۱۲۷ احمد خاں ولد عبد النبی خاں ۶ روپے کا فیلیان ۲۸
وزیر خاں یہ بھی ہاتھی بان ہے ۲۹-۳۰ جہاں یہ دونوں فیلیانی پر نوکر ہیں اس کا خانے کا تخیلدار مدعی ہے اور وہی انھیں
تخواہ دیتا ہے (تھری صدق) ایسی جگہ تھری صدق لازم تھی اس کی حالت سخت عجیب ہے مدعیوں نے پیش خویش
ایک نہایت مرتب منتظم سلسلہ وصول کرایہ پر شہادتوں کا سلسلہ کیا کہ ۷ ارب دسمبر ۱۸۷۳ سے چار برس ۷ ماہ تک تو گنیشی ایسا خوں
دہند رہا کہ ہمیں للعلہ دیتا رہا بلکہ کمال فیاضی نو مبر ۱۸۷۳ میں دوہرے دیئے یہاں تک کہ وصول اقرار عبد الغافر
خاں سے رکھا آگے گنیشی کی یہ حالت ہے کہ تین تین برس گزر جائیں ایک چھپے بے بقاضا نہیں دیتا مگر ہر تقاضے پر اگرچہ ہزاروں
کا مطالبہ ہو روپیہ برابر طیار رکھتا ہے کبھی یہ نہیں کہتا کہ آج اتنی کمی ہے کل پوری کر دوں گا پھر روپیہ طیار ہے تو مہینوں برسوں
رکھ کیوں چھوڑتا ہے اور عبد الغافر خاں کہ برسوں ماہ بہ ماہ لیتا رہا اب مدنائے مدت تک کیوں ساکت رہتا ہے اس کی حکمت
وہ دونوں جانتے ہوں گے، پھر ہر تقاضے پر گنیشی کے پاس مسلمان بیٹھے ہوتے ہیں نہ نوکر جن کا ہزار ہا ہونا معتبر نہیں کہ نوکر کی
کون سنتا ہے بلکہ اجنبی اگرچہ وہ جو نہ کبھی پہلے گئے نہ بعد کو۔ یہ اس لئے کہ مسلم پر کافر کی شہادت مقبول نہیں پھر کئی دفعہ اس
وقت دو سے کم مسلمان حاضر نہیں ہوتے کہ نصاب کامل رہے اور وہ ہر بار پہلے سے جا بیٹھتے ہیں یا عبد الغافر خاں کیساتھ
کہ سرے سے گفتگو نہیں اور ہر بار عبد الغافر خاں کو اٹھا کر اٹھتے ہیں کہ پوری گفتگو کے شاہد رہیں برسوں کے متفرق طے
ہیں کبھی اس انتظام میں فرق نہیں آیا، اب دنیا بھر کا قاعدہ یہ ہے کہ جس حساب کے لئے کتاب موجود ہے اس پر رقم کا وصول
دائن کے ہاتھ کا لکھا ہوا دستخط کیا ہوا ہے اس میں ماضی کا اطمینان کافی ہے اسے دہرانے کی کیا حاجت اب جو دینا ہو اگر
معلوم نہیں اس کا پوچھنا اور دیکر رسید لینا ہی ہوتا ہے مگر گنیشی ہر مطالبہ پر پوچھتا ہے کہ پہلے کتنا پنچا رقم مال دے کر پھر
پوچھتا ہے اتنا کل کتنا ہوا یہ اس لئے کہ ہر بار کے حاضرین کہ رقم حال کے شاہد معانیہ ہوں گے ہر رقم سابق کے شاہد اقرار
ہو جائیں، پھر مجموعہ پوچھنے کی بھی حاجت ہے کہ رقم حال پر بھی اقرار ہو جائے، یوں ہر رقم سابق و سابق بر سابق سب کا ہر بار
اقرار ہوتا ہا کہ افزوں کا سلسلہ منتظم رہے اور ہر رقم حال پر معانیہ بھی اقرار بھی اور مار للعبہ رقم اخیر کے سوا سب کی گواہ رسید
ہی بھی پھر تحریر رسید بھی پڑھو کر سننا بعید نہیں جا بل ناخواندہ کو ایسا ہی چاہئے کہ نوشتہ دائن پر اطمینان ہو مگر ہوشیار
بنیا کسی اپنے قریب یا نو کو یا دوست ہند و پر اعتماد نہیں کرتا التزام کے ساتھ مسلمان ہی سے پڑھواتا ہے اگرچہ اس سے
شنا سانی نہ ہو یہ اسی شہادت علی المسلم کے لئے ہے۔ پھر یہ حضرات اگرچہ اپنے ذاتی معاملات اگرچہ بہت قریب کے بالکل سب
ہوئے ہوں ہر بات کا جواب یاد نہیں سے ہو لیکن اس وصول کا معاملہ مدتوں تک پورا یاد رکھتے ہیں سابق کی رقم الگ حال کی الگ
مجموعہ کی الگ وقت الگ۔ پھر جو کوئی پوچھتا ہے کہ یہ روپیہ کیسا دیا اور بنیا سود بتاتا ہے یہ سوال جواب عبد الغافر خاں کے پاس
جانے کے بعد ہی ہوتا ہے کسی نے اس کے سامنے نہ پوچھا یہ اس لئے کہ سامنے میں اگر عبد الغافر خاں اس کا رد کرتا بات بگڑتی اور
خط کشیدہ جملے اندازے سے بنائے گئے کہ جلد بندی میں کٹ گئے۔ فیہ عبد المنان

اگر قبول کرتا یا ساکت رہتا کہ وہ بھی قبول ہے تو اس کا خلاف ہونا کہ تحفظ شان علم کے لئے اٹھا چاہا، اہل انصاف دیکھیں ایسی ہوشیاری کے ساتھ سلسلہ پہ سلسلہ ایک سلک میں منسلک کی ہوئی ترتیب وار گواہیاں کبھی سنی ہیں جنکی لائن چراسی، مذکورہ فیلیان، گاڑی بان، باجہ فروش، کنکیا ساز، محصلان سود، بنیوں کے خدمتی، چار چار چھ چھ روپے کے نوکر جاہل ناخواندے مگر اس خوبصورتی سے بنا رہے ہیں اس سے بڑھ کر تخری صدق اور کیا ہوگی اور اس پر پوری رجسٹری اس نے کر دی کہ رقومات میں جو اغلاط مدعیوں سے واقع ہوئے سب گواہ اسی ڈگر پر چلے ہیں غلطی کے لئے کوئی معیار نہیں ہوتی مدعیوں سے غلطیاں ہوئی تھیں اور بالفرض سب شاہد بھی غلطی کرتے تو جدا جدا اغلاط ہوتے کسی نے کہیں غلطی کی کسی نے کہیں۔ یہاں یہ نہیں بلکہ وہی غلطیاں تھیں مواقع پر ہیں جس کے ظاہر کہ سب ایک سانچے کے ڈھلے ہوئے ہیں۔ لطف یہ کہ پانچ ہزار کب کے ادا ہو چکے اس کے بعد بنیارسوں نے رقبے خوشی خوشی دے رہا ہے یہاں تک کہ الماصل تقریباً تین ہزار روپے زیادہ پہنچا تا ہے ستمبر ۱۹۳۱ء تک پانچ ہزار سے ماضی زیادہ جا چکے تھے زر اصل سے ایک جبہ باقی نہ رہا تھا مگر جنوری ۱۹۳۱ء میں ایک ہزار منجملہ زر اصل بھجوتا ہے مگر اسے معلوم نہ تھا کہ نشان بیگم کے نام اور مولچند کے کرایہ کی آرڈر میں فرضی ہیں میرا اصل معاملہ عبدالخاں سے ہے وہ سود لے رہے ہیں اور سود ناجائز ہے جو دیا جائے رقم اصل میں مقرر ہونا لازم ہے اب میں کاہے کے ہزار بھجوتا ہوں اور ان کو بھی منجملہ کہتا ہوں اور کاہے پر اور رقبے دیے چلا جاتا ہوں اگر مدعیوں اور گواہوں کے بیان سچ ہوتے تو ضرور پانچ ہزار پہنچتے ہی بنیا ہا تھا روک لیتا مدعا علیہ نہ مانتا تو کچھریوں کے دروازے کھلے تھے جو ناش اب ہوئی وہی کرتا اور دستاویزیں واپس لیتا اور ایک پیمہ زیادہ نہ دیتا مگر وہ عمر بھر غفلت میں لٹا رہتا اور کلمہ پر اگر نتوانا بدست تمام کندہ تمام تحقیقیں تہ تحقیق کھلی تھیں اپنے بیٹوں کے لئے چھوڑ جاتا ہے جو یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ان کا باپ احمق تھا عقل ان کو ہے۔ یہ ہے دعویٰ اور یہ ہیں گواہیاں۔

تجویر کو خود اقرار ہے کہ شہادت سے

تجویر و فیصلہ - اس کا بیان مفصل گندرا چارم تنقیح و اس کی نسبت

اس کی نسبت کچھ کہنے کی حاجت نہیں اولاً اس سے دعویٰ ہی صحیح نہیں اور جب دعویٰ صحیح نہ ہو تو مدعا علیہ سے جواب بھی نہیں لیا جاتا نہ کو کارروائی چلے شہادتیں گزریں اور غیر صحیح دعویٰ کی ڈگری ہو یہ سراسر باطل ہے درختار میں ہے یسئال القاضی المدعی علیہ عن الدعوی بعد صححتها والا تصد صحیحہ لایسئال ثانیاً گواہیاں باطل ہیں اور مدعا علیہ کا اقرار یا نکول نہ ہونا بدیہی تو قضا کی راہ مسدود اور حکم باطل ہیں فتاویٰ امام قاضیخان و اشباہ والنظائر میں ہے القاضی لایقضی الا بالحجة وہی البینة والاقرار والنکول ہاہنہ اجمالاً وایک حرف اس کے متعلق بھی لکھنا مناسب کہ تفصیل ایک مستقل رسالہ ہوگی، دو وجہیں یہ ہوئیں سوم تنقیح کا کوہر بنا کے شہادت موفی شاہ و وزیر خاں بحق مدعیان ثابت ماننا صراحتاً باطل ہے اور شہادتیں اس کا ثبوت ناممکن ہے پھر محض اس بنا پر کہ مدعا علیہ مسلمان معزز ذی علم ہے ان کو بوجہ مدعیان مان لینا سراسر خلاف انصاف ہے یوں تو اہل علم و معززین پر کفار و فجار کے دعویٰ سود ہمیشہ بے شہادت مسموع ہو جائیں

زید کو ہزاروں روپے دیں اور خالد مسلمان ذی علم پر دعویٰ کر دیں کہ زید اس کا علاقہ دار ہے اصل میں سو و خالد نے لیا اور مسلم
و عالم ہونے کے سبب نام دوسرے کا کیا پنچو رسید ہی خود ہی ثابت نہیں اولا آئندہ اس کی تصریح کی جائے گی۔
ثانیاً اس کے اختراعی ہونے پر ایک واضح قرینہ نو برس تک میں دو بار للغصہ کا اقرار ہے رسید ہی میں مذکور نہیں کہ یہ
کس مہینے کا مطالبہ ہے کسی مہینے میں وصول ہونا اسی مہینے کے مطالبہ ہونے پر دلیل نہیں پہلے کا بھی ہوتا ہے پیشگی ہوتا ہے
اگر یہ رسیدات عبدالغافر خاں کی ہوتیں یوں بہم و محل مکر نہ ہوتی ثالثاً رسید ہی انھیں افلاطون مرتب ہوئی ہے جو
مدعیوں نے دعویٰ میں کیں جن کا بیان وجوہ ابطال دعویٰ میں گزر اگر رسیدات واقعی ہوتیں حساب صحیح پر ہوتیں۔ اور
بالفرض اگر مسلم ہو تو ہم وجہ مفقہ عام میں ثابت کر چکے کہ مطالبہ زوجہ کو شوہر کا اپنے دستخط سے وصول کرنا بیجا نہیں ششسو
ایک ہزار کی رقم منجملہ ذرا اصل کو عبدالغافر خاں کا وصول کرنا ماننا اور اس کی وگہری نہ دینا تجویز کا صریح تناقص ہے اگر پہنچنا
ثابت ہے تو حقدار کو حق سے محروم کرنا کار قضا نہیں قاضی اس لئے مقرر ہوتا ہے کہ حقدار کو حق و ملائے نہ اس لئے کہ حق
مانے اور محروم کرے اور اگر ثابت نہیں تو اس کے وصول کرنے سے استدلال کیا معنی ہفتھو رسیدات پر دستخط کرنے اور
ہزار کی رقم خود وصول کرنے کو تنقیحات ۲ و ۳ کے حاصل کا مثبت ماننا الٹی منطق ہے بلکہ یہ ان کا صریح رد ہے کہ اس میں
اس امر صریح کا اپنی نسبت اعلان ہے جس کا اخفا چاہا تھا اگر واقعی یہ سود کی رقمیں ہوتیں عبدالغافر خاں جس طرح دستاویز
میں الگ رہا ان وصولوں میں بھی خود نہ پڑتا مسماۃ کے بھائی وغیرہ کسی اور کا پردہ رکھتا۔ کیا فقط دستاویز میں نام ہونے سے
اعلان ہوتا ہے جس پر گواہان حاشیہ یا اہل رجسٹری ہی واقف ہوتے اور یہ سالہا سال تک بارہا علانیہ بر ملا مسلمانوں ہندوؤں سب
کے سامنے وصول کرنا باعث اعلان نہیں کیا گواہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ وہ اور دیکھنے والے ہندو تک متعجب ہوئے کہ یہ مسلمان ہو کر
کیونکر سود لیتے ہیں نوٹ کرنے والوں نے اسے نوٹ کیا مولویوں سے مسئلہ پوچھا ہاتھیوں پر بیٹھ کر تذکرہ کیا خود ایک ہندو نے
اپنے نوکر سے نوٹ کرنے کو کہا اور ان سب سے زائد موقی شاہ و وزیر خاں کی شہادتیں ہیں کہ علانیہ سود کی گفتگو مول تول کرنا
بتاتے ہیں موقی شاہ کہتا ہے ”فریقین کی گفتگو میں آدمی ہندو مسلمان بہت تھے“ وزیر خاں کہتا ہے ”مسلمان زائد تھے ہندو
کم تھے“ موقی شاہ کہتا ہے ”وقت گفتگو دن کے دس بجے کا تھا اس واقعہ کے یاد رکھنے کا ذریعہ یہ ہے کہ ۴ اکا سود بٹھا تھا
حالانکہ مسلمان کبھی سود نہیں لیتے ہیں“ جو ایسا بیباک ہوا سے اخفا کیا معنی لہذا یہ تمام بیانات تصنیف شدہ ہیں ہشتتم
تنقیح ۶ کے متعلق جن شہادتوں اور ان کے بالترتیب بیانات سے استدلال کیا ان کے بکثرت ابطال مباحث سابقہ میں گزرے
حاجت اعادہ نہیں اس تنقیح کا ایک حرف بھی بحق مدعیان ثابت نہیں مگر غیبت ہے کہ تجویز نے ان تمام شہادتوں کو خود ہی ناکافی
مانا کہ اس ”رقم اقراری کے ایصال کو بوجہ تاہید شہادت تحریری کے میں ثابت قرار دیتا ہوں“ یعنی وہ نہ ہوتی تو میں ان گواہوں
کو نہ ماننا معلوم ہوا کہ سب گواہیاں ناکافی ہیں۔ شہادت تحریری کیا ہے وہی رسید ہی جس کی رومی حالت اوپر گزری اور پوری
تفصیل بعود تعالیٰ آگے آتی ہے تو مؤید رہا نہ مؤید اور ثبوت تنقیح باطل و مسترد نہ ہو ذی علم مجوز نے مدعیوں اور شاہدوں

اور رسید ہی جن کے کاذب ہونے کی ایک اور دلیل ظاہر کی جو ہمارے خیال میں بھی نہ تھی فرمایا "منجملہ رقم موڈی بنام کرایہ صاحب سے
 کی ایسی رقم ہے جس کے متعلق مدعیان نے کوئی رسید پیش نہ کی اور تحریر کرتے ہیں کہ مدعا علیہ نے براہ بدینتی اس رقم کی رسیدات نہ
 دیں جو کتاب رسیدات مدعیان نے پیش کی اس میں سوائے رقم صاحب سے کے باقی رقم درج ہیں، لیکن مدعیان و گواہان و رسید
 ہی صرف اخیر ماہ کی رقم مالک سے کی رسید نہ دینی بتاتے ہیں تو بیان ذی علم جو کے مقابل سب جھوٹے ہیں یہاں سے اندازہ ہو
 سکتا ہے کہ تجویز کس اعلیٰ درجہ بیداری مغزی پر ہے جس نے ان سب کے ایسے اغلاط پر مفید روشنی ڈالی دھور رسیدات "جن پر لفظ
 عبد الغافر خاں دستخط ہیں ان کے نوشتہ عبد الغافر خاں ہونے کا یہ ثبوت کہ اتنے گواہوں نے ان دستخطوں کا خط پہچانا اور اتنے
 کاغذات کچھری کے دستخطوں سے دستخط لے لہذا یقیناً مدعا علیہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں" محض خلاف شرع باطل ہے کتب
 مذہب میں تصریحات قاہرہ ہیں کہ خط مشابہ خط ہوتا ہے اور بن سکتا ہے اور یہ کہ اس پر اعتماد جائز نہیں اور یہ کہ قاضی اس پر
 فیصلہ نہیں دے سکتا۔ بنانے والوں کا جسے تجربہ ہوا وہ جانتا ہے کہ ایسا بنا لیتے ہیں کہ خود صاحب خط کو دیکھ کر استتباہ ہو جاتا
 ہے اور وہ تیز نہیں کر سکتا کہ میرا لکھا ہے یا دوسرے کا پھر اوروں کی شناخت کیا چیز ہے ہا یہ میں ہے الخط بیشبہ الخط
 فلا یعتبر۔ فتم القدیر میں ہے۔ الخط لا یطلق وهو متشابه۔ در مختار میں ہے لا یعمل بالخط۔ فتاویٰ
 امام قاضی خاں میں ہے۔ لا یصلح حجة لان الخط۔ نیز حایہ ^{بیشبہ الخط} میں ہے۔ اخرج المدعی خطا باقرار المدعی
 علیہ بذلک فانکر ان یکون خطہ فاستکتب وكان بین الخطین مشابہة طاهرة لا یقضى به هو
 الصیح۔ اشباہ والنظائر میں ہے لا یقصد علی الخط ولا یعمل بہ۔ کافی شرح وافی میں ہے۔ الخط بیشبہ
 الخط وقدین ورو یفتعل۔ عینی علی الکنز میں ہے۔ الخط بیشبہ الخط فلا یلزم حجة لانه یحتل
 التزویر۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الامیر میں ہے۔ الکتاب قدین ورو یفتعل والخط بیشبہ الخط
 والخاتر بیشبہ الخاتر۔ مختصر ظہیر یہ وشرح الاشباہ للعلامة البیری ورد المحتار میں ہے۔ لا یقضى
 القاضی بذلک عند المنازعة لان الخط مما یزور و یفتعل۔ فتاویٰ امام ظہیر الدین مرغینانی
 وغیر العیون میں ہے۔ العلة فی عدم العمل بالخط کونه مما یزور و یفتعل ای من شأنه ذلک
 وکونه من شأنه ذلک یقتضی عدم العمل به وعدم الاعتماد علیہ وان لو یکون فی نفس الامر
 کا هو ظاہر۔ یازدھم جن پر لفظ دو لھا خاں دستخط ہیں اور اکثر وہی ہیں ۶۳ رسیدوں میں صرف ۴ پر عبد الغافر
 خاں ہے اور ۹ پر دو لھا خاں ان کی نسبت اتنا بھی نہیں کہ پنچانے والوں نے شان خط پر گواہی دیا کسی کاغذ کچھری پر یہ
 دستخط یہاں صرف اس قدر سے کام لیا گیا کہ اس کی شان شان دستخط سابق سے ملتی ہے یعنی ظن و ظن قیاس و قیاس اور
 اس پر حکم یہ کہ "دستخط یقیناً مدعا علیہ کے ہیں" انا للہ وانا الیہ راجعون ۵۵ وازدھم یہ کمی کہ مدعا علیہ کا نام تو عبد الغافر
 خاں ہے اور ان میں دو لھا خاں، اسیوں پر اقرار پایا کہ "اکثر شہادتوں سے ثابت کہ مدعا علیہ کا عرف دو لھا خاں بھی ہے شہادتوں

خط بیشبہ الخط ازراہ سے بنایا

روی حال او پر گزرا اگر ان کے علاوہ اور شہادتیں مراد ہیں تو انھوں نے یہ شہادت دی کہ عبدالغافر خاں کو دو لھا خاں بھی کہتے ہیں یا یہ کہ دو لھا خاں جہاں لکھا اس سے یہی عبدالغافر خاں مراد ہیں اور اگر یہی شہادتیں مراد تو سخت محجب شہادتوں پر اعتماد تو بذریعہ شہادت تحریری یعنی رسیدات مذکورہ ہو اب ان رسیدات پر اعتماد ان شہادتوں سے ہو کھلا دوسرے سیزدھم منجملہ اصل ایک ہزار کا عبدالغافر خاں کو پہنچا ولی خاں وغفران کی شہادتوں سے (جن کا حال اوپر گزرا) ثابت ماننا اور رسید ورقہ یقیناً تحریر عبدالغافر خاں جانا مگر اس بنا پر کہ رقبہ بے رجسٹری ہے لہذا بموجب فلاں دفعہ قانون رجسٹری ریاست ثبوت میں لینے کے قابل نہیں اس کی ڈگری نہ دینا سخت عجب ہے بلکہ دفعہ رقبہ ثبوت میں لیا جانا نہ ہی شہادتوں کا ثبوت کہ مہر گیا اگر شہادتیں قابل قبول نہ تھیں ان سے ثبوت ماننا کیا معنی اور مقبول کھیں تو ان پر عمل نہ کرنا یعنی چہ۔ یہ شریعت مطہرہ کے بالکل خلاف ہے ہا یوں کہنا تھا کہ شہادتیں ان وجوہ سے (کہ ہم نے فتویٰ میں بیان کیں) باطل ہیں اور کوئی رقبہ بے شہادت نہیں لیا جاسکتا خصوصاً اس میں نقص قانونی بھی ہے لہذا ہزار کا پہنچنا اصلاً ثابت نہیں تو بات صحیح ہوتی چار دھم نتیجہ خود نیکلے نے سخن بیان ثابت نہ مانی نتیجہ ۲ کو تین دلیلوں سے ثابت گمان کیا جن میں دو بے علاقہ محض ہیں اور ایک باطل، اول بیع وفا حکم رہن میں ہے اور مرہون کا کرایہ اور دیگر حاصل حق راہن اور قابل مجرائی بزر رہن ہے، حکم شرع یہ ہے کہ مرہن بے اجازت راہن شخص ثالث کو کرایہ دے تو کرائے کا مالک مرہن ہے ہرگز وہ ملک راہن نہیں ہاں اس کے حق میں ضبط ہے تصدق کرے یا راہن کو دیدے اگر حق راہن ہوتا تصدق کا حکم کیونکر ہو سکتا فتاویٰ قاضیخان و فتاویٰ علیگیریہ وغیرہا میں ہے ان آجر المرتھن من اجنبی وکانت الاجارت بغیر اذن الراہن یکون الاجر للمرتھن یتصدق بہ وجیز کردی وحموی علی الاشباہ میں ہے۔ آجوا المرتھن الراہن من اجنبی بلا اجازة الراہن ناعلة للمرتھن ویتصدق بہا عند الامام و محمد کالغاصب یتصدق بالغلة ویردها علی المالك اه قلت ای ویطیب لہ لانہ نماز ملکہ اخص الطرفین لانہا تطیب للمرتھن عند الامام الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم فلا یتصدق بشئی یہاں اگر ہے تو یہی صورت ہے اس میں زر کرایہ اصل میں مگر کرنے کا حکم ایسا ہے کہ زید نے مرد سے پانچ ہزار قرض لئے عمرو نے شخص ثالث بکر سے کچھ نا جائز رقمیں حاصل کیں اب زید کے میرا قرض ادا ہو گیا کیونکہ تو ایک راہ چلتے سے نا جائز رقم لے چکا کیا اس میں زید کو مجنون نہ کہا جائیگا اگر یہ وجہ اول اس صورت کو شامل تو حکم یقیناً باطل اور اگر یہ مراد کہ یہ اجارہ باذن راہن تھا لہذا وہ مالک اجرت ہوا اور لی مرہن نے تو زر اصل میں محسوب ہونی چاہئے تو یہ وجہ نہ رہی بلکہ وجہ دوم ہوگی وجہ دوم یہی ہے کہ اجارہ باذن راہن تھا لہذا "رہن باطل اور کرایہ لائق مجرائی یہ انھیں شہادت باطلہ شرف علی وغیرہ پر مبنی ہے جن کے وجوہ بطلان روشن کی گئیں اور جن کو خود مجوز نے ناکافی جانا جیسا کہ ابھی رد ۱۳ میں گزرا، سوم یہ کہ قبضہ مرہن ثابت نہیں" اس کی بحث ابھی آتی ہے قبضہ یقیناً ثابت ہے اور بالفرض نہ سہی تو اس سے کرایہ اصل میں کیوں مجرا ہونے لگا غایت یہ کہ یہ غاصب ہو اور غاصب کے

منصوب کو کرایہ پر دے مالک کرایہ خود غاصب ہو گا نہ کہ منصوب منہ جیسا کہ ابھی گزرا ہاں اجارہ باذن راہن ثابت ہونا درکار تھا تو یہ بھی وجہ دوم ہے کہ باطل ہے بالجملہ اصلاً کوئی تنقیح بحق مدعیان ثبوت کا نام بھی نہیں رکھتی پانزدہم تنقیح ، بلاشبہ بحق مدعا علیہ ثابت ہے جس کا بیان ابطال دعویٰ کی وجہ اول میں گزرا اسانزدہم تنقیح ۸ قابل بحث نہیں نہ اس کے ثبوت شرعاً کچھ نافع مدعا علیہ تھا نہ عدم ثبوت کچھ مضر تنقیح ۱۰ اوہ قطعاً بحق مدعا علیہ ایسے قطعی ثبوت سے ثابت ہے کہ بلائے ہل نہیں سکتا تجویز میں اس پر ایک طویل بحث ہے کہ قبضہ مرہنہ اس کی شہادتوں سے ثابت نہیں مگر یہ بحث محض یہودہ و دور از کار شہادتوں سے قبضہ مرہنہ کا ثبوت نہ ہی بلکہ یہ فرض کر لیجئے کہ شہادتوں سے راہن کا مرتے دم تک ان مکانوں پر قابض رہنا ثابت ہو جب بھی قبضہ مرہنہ یقیناً ثابت ہے اور ورنہ راہن کا اس سے انکار مسموع نہیں وہ قبضہ راہن عاریتہً باجارت مرہنہ سمجھا جائے گا جو ہرگز راہن میں نقل نہیں وجہ یہ کہ گنیشی صراحتہً بیخنامہ میں اقرار کرتا ہے کہ ”بدست نشان بیگم بیع کیا میں نے اور زرمن تمام وکمال بعد صحت عقد بیع ایجاب و قبول طرفین کے مجھ بائع نے مشتری مذکورہ سے وصول پا کر قبض و دخل مشتری کا بیعہ مذکورہ پر کر دیا اور قبضہ ملکیت اپنی سے خارج کر لیا اور مشتری نے باوائے کل زرمن مجھ بائع سے قبضہ مالکانہ اپنا بیعہ مذکورہ پر کر لیا۔“ بعد اس اقرار قطعی کے قبضہ مرہنہ میں کلام کی گنجائش نہ رہی نہ اسے کوئی شہادت دینے کی اصلاحت نہ شہادت سے ثابت ہونا اسے کچھ مضر بلکہ قبضہ راہن ثابت ہو تو وہ بھی منجانب مرہنہ ہے۔ جو اہر القادوی امام کرمانی و عقود الدریہ علامہ شامی میں ہے دھن دارہ واعترف بالقبض الا انه لم يتصل به القبض فاذا تصادقا على القبض والاقباض يوحذ باقراء نیز ہر دو کتاب مذکور میں ہے رجل رهن دارہ والراهن متصرف فيه حتى مات ثم اختلف المرهون وورثه الراهن انه كان مقبوضها ام لا فان اقام المرتهن البينة على اقرار الراهن بالرهن والتسليم يحكم بصحة الرهن ودعوى فساد الرهن لا تقبل بظاهر ما كان في يد الراهن لانه لاحكم عليه باقراره بالرهن حمل على ان اليد كانت يد العارية غرض تجویز میں ۱۱ تنقیحیں ۶ جانب مدعیوں کے سب بے ثبوت محض رہیں اور ۶ جانب مدعا علیہا جن میں چار بیکار اور ۲ یقیناً بحق مدعا علیہا ثابت ہفتہم بحق مدعا علیہ ودم بحق مدعا علیہا۔ ہفدہم تنقیح ۹ بے معنی ہے وہ قائم کرنے ہی کی نہ تھی جس کے ثبوت یا عدم سے کسی فریق کو کچھ نفع نہ ضرر خصوصاً مدعا علیہا پر اس کا باثبوت رکھنا تو سخت عجیب تر۔ بیع مسامۃ کے نام ہوئی اس کے شوہر نے روپیہ اس کی طرف سے دیا گنیشی نے زرمن تمام وکمال مشتری سے وصول پانے کا اقرار لکھا اب اس بحث کا کیا محل رہا کہ روپیہ مسامۃ کی ملک تھا یا نہیں یہ دلیل ملک ہے جو خلاف کا مدعی ہو ثبوت اس کے ذمہ ہے نہ کہ مدعا علیہا پر۔ ورنہ تمام بیوع و اجازت سخت دقت میں پڑ جائیں ہر مشتری اور ہر مستاجر پر یہ ثبوت پیش کرنا لازم ہو کہ روپیہ اس کی ملک تھا اور یہ لازم بھی کیوں ہو بالفرض روپیہ اس کی ملک نہ تھا دوسرے کے روپے سے باجارت یا بلا اجازت اس نے خریدی تو اس سے شر اس کا کیوں نہ رہا قاعدہ شرعیہ ہے کہ الشراء اذا وجد نفاذا على المشتري نفذ كما في الدر المختار وغيره۔ فتاویٰ حیدریہ

میں ہے۔ لانتبت الدار للاب بقول الابن اشتريتها من مال ابی اذ لا يلزم من الشراء ومن مال الادب ان يكون المبيع للاب لانه يحتمل القرض والغصب هيجدهم تنقيح ۱۱ و ۱۲ اشرفا بیکار میں قانونی باتیں ہیں کہ ثابت ہوئیں تو وہ ماطلیہ کو قانوناً مفید نہیں نہ ثابت ہوئیں تو اس کا کچھ ضرر نہیں اب نہ ہی مگر تنقيح ۸ یہ قابل بحث نہیں نہ اس کا ثبوت شرعاً کچھ نافع نہ ماطلیہ تھا نہ عدم ثبوت کچھ مضر۔ یہ پچاس وجوہ ہیں تین سے دعوی باطل ہے ۲۹ سے شہادتیں ۱۸ سے تجویز۔ اور انھیں کے ضمن میں مراتب مہوال کا حجاب مع زیادت کثیرہ آگیا اور حکم اخیر یہ ہے کہ فیصلہ جی سراسر بے اصل و واجب الرد ہے اور ہا علیہا دعوائے باطلہ عیان سے یکسر بری۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئلہ حافظ محمود صاحب ۲۳ رمضان مبارک ۱۳۸۵ھ

زید نے عمرو عطار کو ایک نخر دکھلا یا کہ اس کی قیمت کیا ہے۔ اس نے کہا آٹھ آنے زید نے کہا بنا دو آج تیار کر دو عطار نے کہا دو تین روز میں ہو گا زید نے کہا تو مجھ کو بذریعہ پارسل بھیج دینا پارسل جو بزرگ آیا اس میں قیمت ۸ لکھ لکھی ہے محصول ۱۲ رباعیہ اختلاف قیمت کے مقدار میں ہے زید کہتا ہے ۸ قیمت کہی گئی جس پر میں نے تیاری کے لئے حکم کیا اور عمرو فرماتا ہے میں نے پندرہ کہے تھے پس قول عند الشرع کس کا معتبر ہے بینوا تو جروا

الجواب۔ جو گواہان شرمی سے اپنا دعویٰ ثابت کر دے اسی کے حق میں حکم کیا جائیگا اور اگر دونوں طرف شہادت کا ذریعہ ہو تو عمرو بائع کے گواہ معتبر ہوں گے کہ وہ مثبت زیادت ہے اور اگر کوئی گواہان شرمی نہ دے سکے تو زید مشتری سے پہلے حلف لیا جائے کہ واللہ میں نے عمرو سے پندرہ کو یہ دوا نہ خریدی ۸، کو خریدی تھی مگر مشتری قسم کھانے سے انکار کرے فیصلہ بحق بائع ہے اور قسم کھالے تو اب بائع سے حلف لیا جائے کہ واللہ میں نے یہ دوا زید کے ہاتھ ۸ کو نہ بیچی پندرہ کو بیچی تھی اگر بائع حلف سے انکار کرے فیصلہ بحق مشتری ہوا اور اگر وہ بھی قسم کھالے تو پھر واپس دی جائے اور باہم وہ دونوں مل کر بیع فسخ کر لیں یا حاکم درخواست پر فسخ کر دے فی الدعا المختار، اختلاف المتبايعان فی قدر شمن حکم لحن

برهن وان برهننا فلمثبت الزيادة وان عجزا ولم يرض واحد منهما بد دعوى الآخر تحالفاً وبدئ بيمين المشتري لو بيع عين بد بين و يقتصر على النفي في الاصح و نفع القاضى البيع بطلب احد هما او طلبهما ولا يفسخ بالتخالف ولا يفسخ احد هما بل يفسخهما مجزواً من نكل منهما لزمه دعوى الآخر بالقضاء اه مختصراً وفي سداد المختار في الزيادات يحلف البائع والله ما باعه بالف ولقد باعه بالفين و يحلف المشتري بالله ما اشتراه بالفين ولقد اشتراه بالف والله تعالى اعلم

مسئلہ۔ از ریاست راجپور گھیر شرف الدین خان فرسہ امیل ناں ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ عرضی دعویٰ اور اظہار مجربہ نبی خاں اور محمد حسن شاہدین ہر شہدہ آیا شہادت دو تو

گو اہوں کی مطابق دعویٰ مثبت و دعویٰ ہیں یا نہیں اور دونوں شہادتیں باہم مطابق ہیں یا نہیں اور محمد نبی خاں کا ایک جگہ یہ کہنا کہ مدعی نے کہا کہ ان پنج قطعہ کو جس قیمت کو پر تہ سے پڑے ہیں نے اپنے حق شفعہ میں لیا اور مدعی عرض دعویٰ میں لکھاتا ہے کہ پنج قطعہ میں سے جو سهام مبیعہ از روئے پر تہ کے پڑیں گے میں نے اسی قیمت کو بحق شفعہ لئے ہر دو دونوں بیان مخالف ہیں یا نہیں اور یہ خلاف بیانی محمد نبی خاں کی مبطل شہادت ہے یا نہیں دوسرے محمد نبی خاں نے طلب شفعہ کرنا عند المبیع اور موجود مشتری بیان کی ہے اور مدعی طلب عند مشتری تحریر کرتا ہے آیا دونوں میں مخالفت ہے یا نہیں اور محمد حسن کی شہادت خلاف اس سبب سے ہو سکتی ہے یا نہیں کہ بلحاظ اندراج عرضی دعویٰ مدعی کا طلب شفعہ کرنا نسبت سهام مبیعہ پنج قطعہ مندرجہ میں سے دریافت ہوتا ہے اور شہادت محمد حسن سے بلحاظ خبر دینے علی گوہر خاں کے طلب شفعہ کرنا نسبت ایک غیر معین کے پنج قطعہ مکانات سے معلوم ہوتا ہے اور نیز شہادت مذکور محمد حسن جہول شہادت ہے اس کے بیان سے یہ نہیں ثابت ہو تا کہ وہ حصہ کون سے قطعہ سے ہے یا ہر ایک قطعہ سے اور نیز یہ اعراض کہ شاہدین کا بیان باہم مختلف ہے محمد نبی خاں طلب شفعہ کرنا نسبت مجموعہ پنج قطعہ مکانات کے اور محمد حسن طلب شفعہ نسبت ایک قطعہ کے بیان کرتا ہے شرعاً عائد ہو سکتا ہے یا نہیں فقط

اور کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے اپنا ایک سہم بمقدار دس سهام چھ قطعہ مکانات سے جو اس کو وراثت پہنچا تھا بدست بکریع کیا عمرو نے نسبت پانچ مکانات کے کہ عمرو کا شفعہ انہیں پانچ قطعہ میں تھا طلب مواثبت و ائٹناد کر کے چوی دائر عدالت کیا اب سوال یہ ہے کہ لوجہ تفریق صفحہ یہ دعویٰ جائز ہو گا یا ناجائز بینوا و تو جروا

اور کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مکان مذکورہ میں دسواں حصہ زید کا تھا وہ اس نے بدست بکریع کیا دریافت امر یہ ہے کہ بعض شاہد نے دسواں حصہ بیع کرنا بیان کیا اور بعض نے یہ کہا کہ زید نے اپنے حصص چھ قطعہ مکانات سے گویا ہر ایک قطعوں میں دس دس سهام قرار دے کر ایک ایک سہم کا بیع کرنا اور طلب شفعہ کرنا بیان کیا یہ اختلاف موجب ستم شہادت ہے یا نہیں فقط

اجواب۔ کاغذات منظر سے گزرے اجاث فقہی پر یہاں سے کچھ کہنا ہے مگر نہ تفصیل کی فرصت نہ تطویل کی ضرورت لہذا

چند اجالی جملوں اشعار ان اشاران پر قناعت عرضی دعویٰ میں محمد اسماعیل خاں بنام محمد اکبر خاں دعویٰ وہاں نیز ایک ایک سهام بمقدار دس دس سهام

از پنج منزل مکانات مندرجہ بیع نامہ بحق شفعہ محدودات ذیل واقع رام پور گمیشرف الدین خاں حسب مرسوم عام محاکم زمانہ دعویٰ تامہ واضع ہو جس میں نہ کوئی ایہام منافی صحت نہ بیان شاہدین کو اس سے مخالفت آگے بیان تفصیل میں یہ لفظ حکایات طلب میں واقع ہوئے کہ پنج

قطعہ مکانات میں سے جو سهام مبیعہ از روئے پرتے کے پڑیں گے میں نے اسی قیمت کو بحق شفعہ خود لئے اسے و جب مخالفت دعویٰ و شہادت ٹھہرایا ہے حالانکہ یہ دعویٰ نہیں حکایت الفاظ طلب ہے اور اس میں بھی جو ایہام واقع ہوا ایک ہی سطر بعد اسے واضح کر دیا ہے کہ ذرا

سهام مبیعہ پر پنج قطعہ میں سے مدعا علیہ سے بد اون قیمت اصلی از روئے پرتے کے بحق شفعہ طلب کرتا ہے کھل گیا کہ پرتہ ناظر قیمت ہے نہ ناظر بہ سهام . معہذا یہاں ایہام سهام تعیین دعویٰ و طلب کے منافی ہی نہیں تعیین دو قسم ہے تعیین ذات کہ شے فی نفسہ محدود و مفرد و متمیز ہو اور تعیین قدر کہ اگرچہ متاع و مخلوط ہے مگر اس کی مقدار معلوم و مہود ہے . ہر عاقل جانتا ہے کہ شے متاع میں تعیین دو م ہو سکتا ہے

تبعین اول بے دفع ثبوت ناممکن ہے اور بیع صرف لعین ثانی چاہتی ہے نہ تبعین اول کہ بیع مشاع جائز بالا جماع اور شفیعہ بیع پر اسی حیثیت موجودہ سے وارد ہوگا مفرز ہے تو مفرز اور مشاع ہے تو مشاع۔ ثبوت جب کہ مانع بیع نہیں مانع طلب و دعویٰ شفیعہ بھی نہیں وکل و دفع و اطمینان جلی عند کل طالب فضلا عن حال مدعی نے ارادے پر تہ تو باقبار من کہا اور جو سهام کا ابہام بنظر ابہام ذات رکھا کہ مشاع ضرور مبہم الذات ہوتا ہے نہ بنظر ابہام قدر بلکہ خود اس کا تعین لفظ مبید سے بنا دیا کہ بیع نہ ہوئی مگر معلوم القدر کی۔ پھر دعویٰ و شہادت میں مخالف کدھر سے آیا۔ غایت یہ کہ شہود نے ابہام ذات کا جدا ذکر نہ کیا نہ اس کی حاجت تھی کہ وہ خود ثبوت سے مستفاد۔ اظہار مدعی نہیں کہ مدعی نے مکانات مبید کے پاس جا کر شفیعہ طلب کیا بلکہ سکا ہے کہ فوراً مدعی نے کہا کہ ان بیع قطعات کو اشارہ مدعی نے کیا تھا میں نے شفیعہ میں لیا اس وقت عبدالرحمن خاں بھی موجود تھا اس کی موجودگی میں یہ سب گفتگو ہوئی تو صاف طلب عند مشتری بتاتا ہے نہ عند المبیع۔ کیا فقط اشارہ اگرچہ دور سے ہو عندیت ہے اس نے تو آگے چل کر اور صاف تر کہا ہے کہ اسمعیل خاں نے زیر درخت نیب سٹریک پر کھڑے ہو کر طلب شفیعہ کیا مکانات متنازعہ متفرق ہیں جہاں طلب شفیعہ کیا تھا اس جگہ سے سب مکانات دکھتے تھے مدعی نے کل مکان کی جانب اشارہ کیا تھا اور بالفرض اس بیان سے طلب عند المبیع بھی ثابت ہو تو کیا طلب عند مشتری کی اس میں صریح تصریح نہیں پھر بیان مدعی و شاہد میں کیا تخالف ہوا۔ کیا مدعی کے کلام میں کوئی حرف طلب عند المبیع سے انکار کا ہے یا طلب عند مشتری بے طلب عند المبیع یا دونوں کا اجتماع مستط شفیعہ ہے یا ذکر اول بے ذکر ثانی نخل دعویٰ ہے یا عند المبیع طلب میں حق زیادہ ملتا عند مشتری طلب میں کم ہو جاتا ہے پھر اسے شہادۃ علی الزیادۃ سے کیا علاقہ یا عدم ذکر و ذکر عدم میں فرق نہ کرنے کا منشا کیا ہے۔ شہادت محمد حسن پر جملہ اعترافات اس کا نام کلام نہ دیکھنے سے ناشی اس کی مدد عبارت یہ ہے علی گوہر خاں نے کہا اگر خاں نے دس حصوں سے ایک حصہ چھ قطعہ مکانات میں سے دو لہا خاں کے ہاتھ بیچا ہے اس پر فوراً اسمعیل خاں نے کہا ان بیع قطعات مکانات میں سے (مکانات کی جانب اشارہ کیا جس قیمت کو وہ پرتے ہیں آئے میں نے شفیعہ میں لیا ایک حصہ کہنے سے ضرور یہ یعنی بھی قتل کہ مجموعہ مکانات سے صرف ایک حصہ بیع ہوا اب نہیں معلوم کہ وہ حصہ کس مکان کا ہے تو اس خبر پر جو طلب ہوئی طلب مجہول ہوئی اور اب یہاں بیان مدعی و بیان شاہد دیگر سب کے خلاف ہوا مگر انصافاً اس عبارت سے یہ بھی متحمل کہ ہر مکان کے دس حصوں سے ایک ایک حصہ بیع ہوا اور وہی مدعی نے طلب کیا ایک ایک میں سے ایک ایک کا حذف کر دینا مستبعد نہیں انڈر عزوجل فرماتا ہے لا نفرق بین احد من رسالہ ای بین احد و احد عبارت منظر صرف اسی قدر ہوتی جب بھی اسے مخالف بیان مدعی و بیان گواہ آخر کہنا ٹھیک نہ تھا۔ غایت یہ کہ بوجہ احتمال ناکافی ہوتی مگر محمد حسن خاں نے صرف اسی قدر بیان نہ کیا بلکہ آگے چل کر مطلب مراحتہ کھول دیا جس سے وہ احتمال اٹھ گیا اور کلام بلاشبہ بیان مدعی و شاہد آخر کے مطابق ہو گیا وہ کہتا ہے سو ایک ایک سهام مبید کے باقی مکانات میں سے نو نو سهام اسمعیل خاں و غلام جعفر خاں کے ہیں یہ دعویٰ اسمعیل خاں نے بیع قطعات میں سے ایک ایک سهام مبید کا کیا ہے ان تصریحات کے بعد اعترافات ابہام و جہالت و مخالفت مدعی و مخالفت شاہد سب خلاف انصاف ہیں شفیعہ میں تفریق صفحہ مفر نہیں جبکہ مدعی کا حق صرف بعض بیع میں ہو رہا تھا میں ہے لو مکان شفیعاً لا احد ہما

ياخذ التي هو شفيعها اتفاقا لان العفة و ان اتحدت فقد اشتملت على ما فيه الشفعة وعلى
ماليت فيه فحكم بما ثبت فيه اداء لحق العبد كذا في درر البهاش شرح المجمع والله اعلم
مسئلہ ۱۰ از ریاست راپور محمولوں والی الی سولہ سید محمد شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر ان اسپ در بریلی نگرہ شعبان
علمائے کرام سے سوال ہے کہ جو اقرار نسبت بیع کسی نئے کے حکمہ رجسٹری میں رو بہ و ایسے رجسٹرار کے جو فقیہ متقی اور قاضی شہر
سہی ہو ہو گواہی گواہاں حسب قاعدہ کر کے تصدیق کر اے اس کے خلاف بعد اس کے انتقال کے اُس کے ورثہ شرعیاً یہ کہنے کے مجاز
ہیں کہ وہ اقرار غیر صحیح اور فرضی تھا یا نہیں اور ان کا یہ قول شرعاً معتبر ہو گا یا کیا بینوا تو جو ہر و ا

الجواب ۱۰ صورت متفسرہ میں ان کا قول معتبر نہیں بلکہ مشتری کہ بیع فرضی ہونے کا منکر ہے اُس کا قول معتبر ہے۔ وارثان
بائع کو گواہان شرعی عادل ثقہ سے ثبوت دینا ہو گا کہ بیع فرضی تھی اگر ثبوت دیدیں فہا ورنہ مشتری سے حلف چاہیں تو اس سے قسم لی جائے
اگر وہ قسم کھالے کہ بیع فرضی نہ تھی تو در ثناء کا دعویٰ فرضیت رو کو دیا جائیگا اور بیع ثابت رہے گی اور اگر مشتری قسم کھائے انکار کر دے تو
بیع فرضی ثابت ہوگی اور مشتری کو بیع پر دعویٰ نہ رہیگا جامع الفضولین و طحاوی و رد المحتار میں ہے اقروا مات فقال

و ارثته انه اقر تلجئة حلف المقر له بالله لقد اقرتک اقراراً صحیحاً پھر وارثان بائع اگر صرف اس مضمون
کے گواہ دیں کہ قبل بیع بائع مشتری میں قرارداد ہو لیا تھا کہ ہم فرضی بیع کریں گے تو یہ شہادت کافی نہیں کہ ممکن کہ اس قرارداد
کے بعد پھر بیع قطعی پر راضی ہو لئے ہوں تو جب تک بعد بیع فریقین متفق نہ ہوں کہ بیع اسی قرارداد فرضی پر ہوئی صرف ایک فریق کے
کہنے سے فرضی نہ مانی جائیگی۔ یو ہیں اگر یہ گواہ دیں کہ بعد بیع بائع نے کہا تھا کہ میں نے بیع فرضی کی تو یہ بھی کافی نہیں کہ خود بائع اگر موجود
ہوتا اور یہ ادعا کرتا مسموع نہ ہوتا جب کہ مشتری اسے تسلیم نہ کرتا خصوصاً جب کہ پیش از بیع قرارداد فرضی کا ثبوت نہیں ہاں اگر
بعد بیع مشتری کے اقرار فرضیت کو گواہان ثقہ عادل سے ثابت کریں تو مشتری پر جت ہو گا رد مختار میں ہے لو ادعی احدہما بیع

التلجئة و انکر الاخر فالقول لمدعی المجد بيمينه و لو برهن احدہما قبل و لو برهننا فالتلجئة
رد مختار میں ہے قوله لو برهن احدہما الا ظهر قول الخا نية لو برهن مدعی التلجئة قيل لان مدعی
المجد لا يحتاج الى برهان لان البرهان يثبت خلاف الظاهر اسی میں ہے فی المنار تو اضعا علی الهزل باصل
البيع و اتفاقاً علی بناء العقد علی المواضعة یفسد البيع فلا یملک بالقبض و ان اتفاقاً علی الاعراض بان
قالا لعبد الیبع اعرضنا وقت الیبع عن الهزل الی المجد فالیبع صحیح و الهزل باطل و ان اختلافاً فی البناء علی
المواضعة و الاعراض عنهما فالعقد صحیح عندهما خلافاً لهما فجعل صحة الی بیع اولی لانهما الاصل و هما
اعتبرا المواضعة الا ان یوجد ما یناقضها كما اذا اتفاقاً علی البناء انتمی تحتصل۔ اقول ولا یذهب
عندك ان قولہما فی ما علم تقدم تو اضع ہما علی الهزل فالمواضعة الثابتة بالتفاصلاً لا تزول بادعاء
احدہما الاعراض عندهما و هو الذی رجحہ المحقق فی التصریر بخلاف ما اذا عقد احدہما اشد ما

احدھما الواضحة فلا تقبل اتفاقا ما لم يبرهن لانه ليس في نقض ما تحتم احد حاشيتنا
على سواد المختار ودر مختار میں ہے اقرب مال فی صدق و اشهد عليه به ثم ادعى ان بعض هذا المال سباع عليه
فان اقام على ذلك بينة تقبل وان كان متناقضا لا نالعلم انه مضطرب الى هذا الاقرار شرح ربما
وحرر شارحهما الشرين بل ان لا يفتى بهذا الفرض لانه لا يفتى لمن اقربا يته ان يقال بانه يفتى
المقره على قول الجا يوسف المختار للفتوى في هذا ونحوها اه قلت وبه جزم المصنف رد المختار
نور العين سے ہے فی دعوی التلجئة يدعی الودارت علی المقره فعلا وهو تواضعه مع المقر فی
السرفلنا اختلف والله تعالی اعلم

مسئلہ ۴۰ از ریاست راپور مرسلہ سید صاحب موصوف غرہ شعبان ۱۳۰۳ھ

استفتاء بخدمت فضائل منزلت علی حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی احمد رضا خاں صاحب رقم فیضیم

ہندہ نے بنام سعید النساء وغیرہ پانچ کس ورتار زید و نظیابی مکان کا بون دعوی کیا کہ ہندہ نے مکان متنازعہ زید سے خریدیا ہے
زید فوت ہو گیا ہے ورتار زید مکان پر قابض ہیں و لایا جائے مدعا علیہم کو بیخنامہ مکان مذکور کا تصدیق کر دینا تسلیم ہے مگر
کہتے ہیں کہ بیخ فرضی ہوئی تھی زید نے سعید النساء اپنی زوجہ کے دین مہر اور نان نفقہ کے خوف سے بیخنامہ فرضی کر دیا تھا زمین کا دادست
نہیں ہوا نہ مدعیہ کا قبضہ مکان متنازعہ پر ہوا مدعیہ کی جانب سے پانچ مرد اور چار عورتوں نے قطعیت بیخ اور زمین ادا کرنے کی بابت شہادت دیا
مگر عدالت نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ صرف دو گواہ مدعیہ کی طرف سے پیش ہوئے ہیں ان کی شہادت خلاف قیاس ہے اور دستور ہونے کے
نا قابل التفات خلاف قیاس ہونیکی اور بھی وجوہ لکھی ہیں جو نقل فیصلہ میں مذکور ہیں یہ نقل فیصلہ ملاحظہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے اب
سوال یہ ہے۔

(۱) بیخ فرضی ہونے کے لئے شرعاً کچھ شرائط ہیں محض اس قدر شہادت دلوادینے سے کہ عاقدین نے بیخ کے بعد اقرار فرضی ہونے کا کیا
تھا بیخ فرضی ثابت ہو جائے گی جن جن گواہوں نے یہ شہادت دی ہے ان کو عدالت نے خود دستور الحال لکھا ہے لیکن بعض ان میں سے
ایسے بھی ہیں جن کو اپنی سزایابی سابقہ اور بالفعل اپنی دائرہ منڈوانا تسلیم ہے۔

(۲) جو وجوہ شہادت مدعیہ کی نسبت عدالت نے خلاف قیاس ہونے کے لکھے ہیں کیا وہ شرعاً ایسے ہیں جن سے شہادت ناقابل
تسلیم ہو جائے۔

(۳) کیا قاضی کا یہ فعل اس کے فیصلہ پر مؤثر ہوگا کہ بجائے چھ مرد اور چار عورتوں کے صرف دو کا پیش ہونا اپنے فیصلہ میں ظاہر کرے
حالانکہ مسل میں سب کے بیان موجود ہیں۔

(۴) کیا ایسا فیصلہ حاکم مرافقہ کی عدالت میں شرعاً قابل بحالی ہو سکتا ہے؟

نقل فیصلہ اور نقول بیانات گواہان فریقین عدالت سے باقاعدہ حاصل کر کے پیش کئے جاتے ہیں۔ جواب مرحمت ہو واللہ اعلم

اجواب اول

فیصلہ و اظہارات فریقین تمام و کمال ملاحظہ ہوئے تنقیحات فقہیہ کے اعتبار سے تو یہاں بہت کچھ کہنا ہے مگر توفیقہ تعالیٰ چند مختصر افادات پر اقتصار کریں کہ لیونہ تعالیٰ اظہار صواب و ایضاح جواب کیلئے اسی قدر بس ہے۔

(۱) اس مقدمہ میں فریقین کو اتفاق ہے کہ زید یعنی سید صادق شاہ نے مکان متنازعہ فیہ کا بیع نامہ اپنی بھابھ اور جہندہ یعنی فاطمہ بیگم کے نام کیا اور اس کی رجسٹری کرادی حاکم شہر قاضی مفتی فقہ متقی نے اس کی تصدیق فرمائی۔ اختلاف جد نہرل میں ہے یعنی آیا یہ بیع صحیح قطعی تھی یا محض نمائشی فرضی۔ سعیدہ بیگم زوجہ وغیرہا پانچ کس ورثائے سید صادق شاہ فرضی بتاتے ہیں اور فاطمہ بیگم مشترکہ قطعہ۔ اس صورت میں شرفا سعیدہ بیگم وغیرہا مدعی ہیں کہ ایک امر ظاہر الثبوت کا ماننا چاہتے ہیں اور فاطمہ بیگم مدعا علیہا کہ اس کا بیان موافق ظاہر ہے لہذا بار ثبوت سعیدہ بیگم وغیرہا پر ہے فاطمہ بیگم کو اصلاً کسی گواہ کی حاجت نہیں اس کا صرف زبانی بیان قسم کے ساتھ معتبر ہے درنہاڑی ہے لو ادعی احدہما بیع الثلثۃ وانکر الاخر فالقول لمدعی الجحد بيمينہ رد التمار میں ہے مدعی الجحد لا یمتدح الی جرحان کلان البرهان ینتہ خلاف الظاہر تو فاطمہ بیگم پر بار ثبوت رکھنا اور اس کے گواہوں سے بحث اور ان پر اعراض

سب بلا وجہ و بیکار و خلاف ضابطہ فقہیہ ہے

(۲) ورثائے صادق شاہ کو بیع فرضی ثابت کرنے کے لئے صرف گواہ فقہ متقی عادل شرعی اس مضمون کے دینا کافی کہ بعد بیع نامہ فاطمہ بیگم نے ہمارے سامنے اقرار کیا کہ یہ بیع میرے نام فرضی ہوئی ہے اس کے سوا نہ اور کچھ شرائط درکار نہ اور کسی بیان سے ان کو نفع اب ہم گواہان ورثہ پر نظر کرتے ہیں ان کی طرف سے بانگے میاں چٹن میاں سید مجیب شاہ حاجی محمد رخصت خان شاہنواز خاں نیاز احمد محمد یوسف خاں بنا خاں سید محمد شاہ نو مرد اور صغریٰ و مجبورہ و دعوتیں جملہ گیارہ گواہ پیش ہوئے۔ ان میں یوسف خان کا بیان تو اتنا ہے کہ یہ مکان میاں صادق شاہ کا تھا وہ اس میں مرتے دم تک رہے۔ پچھلے فقرہ سے اگر ثابت ہے تو اتنا کہ فاطمہ بیگم کا قبضہ نہ ہوا پھر بیع کے لئے قبضہ کیا ضرور۔ بیع یہ نہیں کہ بے قبضہ تمام نہ ہو۔ اور پہلے فقرہ سے فاطمہ بیگم کو بھی انکار نہیں جب وہ صادق شاہ سے خریدنا بتاتی

ہے تو خود مقرر ہے کہ مکان صادق شاہ کا تھا پھر اس سے کیا ثابت ہوا۔ اس گواہ نے یہ بھی کہا ہے کہ سننے میں آیا کہ انہوں نے بھابھ کے نام مکان کر دیا یہ اگر سماعی نہ ہوتا تو فاطمہ بیگم کا کچھ ٹوید ہوتا مشہود ہم یعنی ورثہ کو اس سے کچھ فائدہ نہیں بنا مان اور سید محمد شاہ کی گواہیاں یہ ہیں کہ مکان متنازعہ میاں صادق شاہ کا ہے یہ صریح غلط و باطل ہے سید صادق شاہ کا انتقال ہو گیا اور میت کسی نے کاٹک نہیں تو اب مکان ان کا کسی طرح نہیں۔ غرض ہے کہنا تو یوں باطل ہے اور تھا کہنے سے دم مرگ تک ان کی ملک رہنا ثابت نہیں کہ انتقال بیع کا مانا ہو لہذا یہ تینوں شہادتیں محض بھل ہیں بلکہ بافرض اگر ان کے بیان یوں ہوتے کہ یہ مکان سید صادق شاہ کا تھا دم مرگ تک وہی اس کے مالک رہے اور وقت انتقال اسے اپنے وارثوں کیلئے میراث چھوڑا جب بھی مفید نہ ہوتے کہ اس شہادت کا بیٹے استصحاب ہوتا یعنی ان کی ملک معلوم تھی اور انتقال بیع پر علم نہ ہوا لہذا اپنے علم کی بنا پر تا دم مرگ ان کی ملک کہا مشترکہ نے جب کہ بیع نامہ مصدقہ و مسلمہ فریقین سے انتقال ثابت کر دیا وہ گواہیاں بے سود ہو گئیں جامع الفصولین میں ہے ادعی دائرہ انی شریعتہ من ابیک و برہن ذوالیید انہ ملکہ ادیبہ

الی یوم موتہ و مات و وترکہ میرا مثلاً تفضل لہنہم مقصد و ابا مستصحاب المال و المدعی اثبت الزوا
نیاز احمد خاں فقط اتنا کہتا ہے اور وہ بھی اہل علم سے سنا ہوا کہ صادق شاہ اور ان کی بی بی میں نا اتفاقی تھی پھر اس سے کیا ہوا۔ حاجی
محمد رضا خاں بھی نا اتفاقی کا گواہ ہے اور یہ کہ جب بی بی کا نان نفقہ مقرر ہوا صادق شاہ نے لوگری چھوڑ دی پھر اس سے بیع کیونکر فرضی ہو گئی
دینا میں لاکھوں آدمی اپنی عورتوں سے ناراض ہوتے ہیں کیا اس سے ان کے تمام انتقالات فرضی ٹھہر جاتے ہیں۔ یہ پانچوں فیصلہ میں اصلا
قابل ذکر بھی نہ تھیں ہاں مذکور ہوئیں تو اس طرح کہ فلاں فلاں اظہار محض مہل و سیکار ہیں۔

(۳) شاہ نواز خاں نے بیخامہ فرضی ہونے کی گواہی دی مگر اس طرح کہ منظر سے صادق شاہ نے خود اقرار فرضی ہونے کا کیا تھا۔ اس
سے ہرگز فرضی ہونا ثابت نہیں ہوتا یہ تو اقرار بانی کا گواہ ہے اگر خود صادق شاہ بعد تحریر و تصدیق بیخامہ دعویٰ کرتا کہ میں نے تو شخص فرضی
بیع نامہ کر دیا ہے کیا قابل سماعت ہوتا ورنہ ہر شخص بیع کر کے پھر جائے اور اس کے فرضی کہنے سے بیع فرضی ٹھہر جاتے۔ یہاں اقرار مشتری
کا درکار تھا بانی کا اقرار اقرار نہیں بلکہ دعویٰ ہے کہ بے گواہان ہرگز مقبول نہیں بلکہ اکثر صورتوں میں اس کے گواہ بھی مسموع نہیں کہ بیع کر کے ذریت
کا اذعان ناقض ہے اور تناقض والے کا دعویٰ سنا نہیں جاتا۔ درمقام میں ہے لاعدس لمن اقر اثباہ و غیر ما میں ہے من سعی فی نقض
ما لہ من جہتہ ضعیفہ مردود علیہ لہذا یہ شہادت بھی ساقط محض ہے۔

(۴) اب رہے تین مرد اور دو عورتیں جن کے بیان میں فاطمہ بیگم کی طرف سے فرضی کا لفظ آیا ہے اگرچہ محض بے علاقہ۔ اس کا حال
یہ ہے کہ ان میں عورتوں کی گواہی تو صرف ہو اپر ہے جسے انھوں نے محل تنازع سے اصلا متعلق نہ کیا پہلے اتنا تو کہا کہ یہ مکان صادق شاہ
کا ہے اس کا حال اوپر سن چکے کہ یہ شہادت باطلہ بلکہ کاذب ہے اور قرینہ کی ہوتی جب بھی مسموع تھی آگے چل کر انھوں نے میان بی بی
اور ساس داماد کا جھگڑا بیان کر کے صرف اتنا کہا کہ صادق شاہ نے اگر فرضی کا غنڈ اپنی بھابھی فاطمہ بیگم کے نام کر دیا کھسی چیز کا کاغذ کر دیا
کیا کاغذ کر دیا مکان یا دکان یا کچھ اسباب یا کیا۔ فرضی بیع کر دیا یا ہبہ یا رہن یا اجارہ یا کیا۔ اس کا کچھ پتہ نہیں پھر کہتی ہیں ہم فاطمہ بیگم سے
پوچھا تو اس نے کہا کہ بوجہ اپنی بی بی کے ہمارے نام فرضی بیخامہ کر دیا ہے بچا نہیں ہے یہاں سوال دوم کا جواب تو کھلا ہے کہ ہبہ رہن اجارہ
نہیں بلکہ بیع نامہ کیا مگر سوال اول کا جواب اب بھی محض غائب کچھ نہ کہا کہ مکان کا بیخامہ کیا ہے یا دکان کا یا اسباب یا کا ہے کا۔ ایسی
گول نا صاف مجمل مہل باتیں گو اہی میں لینا کس شریعت کا حکم ہے عا شاہ و کلا۔ اس کے جواب میں اگر فاطمہ بیگم کہے کہ منوعی و وجوبہ بیع کچی
ہیں صادق شاہ نے ایک گھوڑے کا بیخامہ فرضی میرے نام کر دیا تھا بیخامہ تھا میں عورت ذات گھوڑا لیکر کیا کرتی میں نے اس بیخامہ کا ان
سے ذکر کیا تھا تو یہ گواہ یا انھیں پیش کرنے والے ورنہ نار یا انھیں قبول فرمانے والے اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔

(۵) اب باقی مردوں کی سننے ان میں چھٹن میاں علاوہ اور وجوہ کے خود کہتا ہے کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے جب سے دائرہ
منڈتا ہوں کبھی کھوٹی بھی آنے ہی نہیں دی تو باقرار خود فاسق ملعن بلکہ فسق بالاعلان پر مہر ہے ایسے شخص کی گواہی اگر ایک کورٹی کے معاملہ پر
ہو مردود ہے پھر اس کا بیان بھی ساختہ ہونے کا شبہ دلاتا ہے جیسا کہ ملاحظہ اظہار سے واضح ہے
(۶) رہ گئے بانکے میان اور سید مجیب شاہ ان دونوں نے اگرچہ بیخامہ مکان فرضی ہونے کی نسبت فاطمہ بیگم کا اقرار بیان کیا مگر اول

سے آخر تک سارے اظہار میں کچھ پتہ نہیں کہ کس کا گھر۔ یہاں تک کہ مکان متنازعہ کا بھی کہیں لفظ نہیں ہاں ہانکے میاں نے اتنا کہا ہے کہ نشاندہی
 محل پر کرادوں گا اور سید مجیب شاہ نے یہ کہ مکان بتادوں گا دونوں نے بتایا یا نہیں اور بتایا تو کیا بتایا کیا لفظ کہے وہ کہاں تک کافی ہے
 پھر ان دونوں گواہوں کو بھی ذی علم مجوز نے مستور لکھا ہے اور وہ فاسق ملعن مصر کو بھی مستور لکھتے ہیں معلوم نہیں کہ یہ مستور کس معنی پر ہیں اگر
 ویسے ہی مستور ہوئے جب تو ظاہر ہے اور اگر حقیقتہً مستور الحال ہوئے تو مستور کی گواہی بھی مردود ہے مگر یہ کہ دلائل واضح سے اس کے صدق
 پر غلبہ ظن حاصل ہو اور یہاں ان کے صدق پر کوئی دلیل مفید ظن بھی نہیں غلبہ ظن تو بڑی چیز ہے تجویز میں ان پر اعتماد کرنا تھا تو واجب ہوتا کہ ان کے
 صدق کے غلبہ ظن پر واضح دلائل قائم فرماتے مگر کوئی دلیل نہ دی محض ان کے بیان کا حوالہ دیا کہ ان کی شہادتوں سے فرضی ہونا بخوبی ثابت ہے
 یہ ہرگز قابل قبول نہیں بلکہ دلائل صدق درکنار ذی علم مجوز نے جو دلائل رد گواہان فاطمہ بیگم کے لئے تحریر فرمائے بعینہا ان گواہوں میں جاری ہیں
 جیسا کہ عنقریب واضح ہو گا تو غایت یہ کہ دونوں شقیں متحمل ہو کر صدق و کذب مساوی رہے اور اس صورت میں شہادت مستورین ہرگز مقبول نہیں
 ردالمحار میں ہے فان لم یغلب علی ظن القاضی صدقہ بان غلب کذبہ عنہ ان تساد یا فلا یقبلھا ای لا یصح قبولھا
 اصلاً لاجرم ظاہر ہوا کہ وراثتے بالغ بیع فرضی ثابت نہ کر سکے اور اس مقدمہ میں صرف اتنا ہی دیکھنا تھا اس کے علاوہ باقی سب بحثیں زائد
 و دور از کار ہیں۔

جواب سوال دوم

(۱) ہم اوپر ثابت کر آئے کہ فاطمہ بیگم اس مقدمہ میں اصلاً محتج گواہان نہیں نہ اس کے گواہوں سے بحث کی حاجت خلاف قیاس درکنار
 اگر ان کی گواہیاں بدیہی البطلان ہوتیں مثلاً کہتے سو برس ہوئے یہ بیح ہو گئی یا کل ہوئی تھی جب بھی فاطمہ بیگم کو اس سے نقصان نہ تھا کہ اسکا
 دعویٰ بیعنامہ مصدقہ مسلمہ فریقین سے آپ ہی ثابت ہے

(۲) ذی علم مجوز نے ان کی شہادتیں قابل لحاظ نہ ہونے کی چھ وجہیں ذکر فرمائیں ۱۔ وہ مستور الحال ہیں ۲۔ کل زرتین ایک مفلس کو قبل
 تحریر و تصدیق بیعنامہ گھر میں بیٹھ کر دیا گیا ۳۔ مقررے دستاویز اپنے نام چھڑائی۔ ۴۔ وصول ثمن کا اقرار کیا رجسٹرار کے سامنے نہ دیا گیا
 ۵۔ فاطمہ بیگم کا قبضہ نہ ہوا ۶۔ مکان دونی قیمت کو بیچنا لکھا۔ ان میں کوئی وجہ بھی ایسی نہیں جس سے شہادتیں قابل لحاظ نہ ہوں یا حسب
 بیان فیصلہ بطلان دعویٰ مدعیہ بتائیں وجہ اول تو خود کوئی چیز نہیں مستور الحال کی گواہی مطلقاً مردود ہے یا جب خلاف قیاس ہو۔ بر تقدیر اول
 مسجدہ بیگم وغیرہا کے گواہوں کو بھی فیصلہ میں مستور فرمایا ہے ان کی گواہی کیوں نہ مردود ہوئی اور بر تقدیر ثانی اس کے لئے وہ وجوہ درکار ہیں
 جس سے شہادت کا خلاف قیاس ہونا ثابت ہو تو وجوہ آئندہ پر مدار کار رہا اور اظہار اول نے کچھ فائدہ نہ دیا ہاں یہ کہ وہ ان کی متم لینی عادی
 کی گواہی اگرچہ خلاف قیاس ہو مقبول ہے نہ مستور کی تو مدار اسی خلاف قیاس ہونے کے ثبوت پر رہا اور وہ ثابت نہیں۔

(۳) وجہ ششم اگر قرینہ ہے تو ثمن مقدار واقعی سے زیادہ لکھنے کا نہ اس کا کہ اصل بیع ہی فرضی ہے۔ زور کے خوف سے بیع فرضی کہتے
 کو قیمت بڑھا کر لکھنا کیا ضرور تھا کیا اگر سو کا مال سو کو بیچنا لکھتا تو اس کا مقصود حاصل نہ ہوتا۔ ہاں اگر کسی شفیق کا خوف ہوتا تو اس کے
 سبب زیادہ قیمت لکھی جاتی ایسا زیادہ لکھنا رات دن حقیقی قطعی بیعوں میں ہوتا رہتا ہے تو یہ فرضیت بیع کا کیا قرینہ ہوئی۔

(۱۴) وجہ دوم عجیب ہے زرخیز گواہوں کو بلا کر ان کے سامنے دیا جانا بیان ہوا ہے نہ کہ تنہائی میں پھر اس سے کیا شبہ برکتا ہے انکو بناوٹ منظور ہوتی تو رجسٹرار کے سامنے دینا اور زیادہ ان کے مقصود کا مؤید ہوتا نہ کہ گھر میں بیٹھ کر دینا۔ بیع فرضی والے چالاک اکثر یہی طریقہ پسند کرتے ہیں کہ رجسٹری میں دیا اور گھر جا کر واپس لے لیا۔

(۱۵) وجہ چہارم بھی اسی دم پر مبنی ہے جب روپیہ گواہوں کے سامنے پہلے مل چکا تو رجسٹرار کے سامنے اقرار کے سوا کیا ہوتا۔ نمائشی بناوٹ چاہتے تو رجسٹرار کے سامنے ہی دینے میں زیادہ تھی نہ کہ گھر میں۔ نمائش والا وہ طریقہ اختیار کرتا ہے جس میں اعلان زیادہ ہو یا وہ جس میں

(۱۶) وجہ سوم کی نسبت گزارش کہ دستاویز فاطمہ بیگم نے پیش کی ہے تو صادق شاہ نے پھر اگر فرور اُسے سپرد کر دی پھر اپنے نام چھڑانے نے فرضیت کا کیا ثبوت دیا۔ بلکہ انصاف و افضیت کا پتہ دیا کہ فرضی نمائشی کارروائی تو رجسٹری تک ختم ہو گئی تھی اگر واقع میں بیع نہ ہوئی تھی تو دستاویز خود اپنے نام چھڑا کر فاطمہ بیگم کو دینے کی کیا حاجت تھی۔ فاطمہ بیگم ایک پردہ نشین شریف زادی بیوہ اور صادق شاہ کی بھابھی ہے بھابھی میں اتحاد کی حالت میں ان کی زندگی میں ان کی زوجات کے ایسے کام جیسے دیور کر دیا کرتے ہیں نہ کہ بعد ہوگی۔

(۱۷) وجہ پنجم اجنبی اشخاص میں کچھ شبہ ڈالتی باہم اتحاد کی حالت میں بار بار ایسا ہوتا ہے کہ زید کو روپیہ درکار ہے بیع ہو گئی تصدیق وغیرہ سے تکمیل ہو گئی اطمینان کافی ہو لیا یا بیع کو مکان کی حاجت ہے مشتری اور مکان میں رہتا ہے تبرعا حالی نہ کہ ایسا پھر بیع و موت یا بیع میں ایسا کوئی طویل فاصلہ بھی نہیں قبضہ لینا چاہا اُس نے فکر مکان میں آج کل کیا اتنے میں وہ بیمار ہو گیا انتقال کر گیا۔ اس میں پانچ چھ مہینے گزر جانا کیا دور از قیاس ہے جس کی بنا پر شہادت باطل کر دی جائے اور بیعنامہ معدومہ منسوخ فریقین غلط قرار پائے۔

(۱۸) اب ہم ایک تقریر جامع بیان کرنے ہیں کہ سب وجوہ کو شامل ہو۔ وجہ ششم کو تو معلوم کر چکے کہ وہ وجوہ فرضیت میں نام لے جانے کے بھی قابل نہیں اور وجہ اول نہ خود وجہ ہے نہ گواہان فاطمہ بیگم کے ساتھ خاص بلکہ وہی علت مستوری گواہان سیدہ بیگم میں بھی موجود۔ بیع کی چار وجوہیں ہیں۔ نہیں بلکہ تین ہی کہ چہارم خود دوم پر مبنی ہے اب وجہ شبہ اتنی رہی کہ روپیہ گھر میں بیٹھ کر دیا اور دستاویز مقرر کے نام و اگر اگشت ہوئی اور مشتری نے قبضہ نہ لیا ہم پوچھتے ہیں کہ یہاں عاقدین میں باہم ایسا اتحاد ماننے گا کہ ایک کو دوسرے پر کافی اطمینان ہے یا اجنبیت کہ ایک دوسرے پر مطمئن نہیں۔ شوق ثانی خود گواہان سیدہ بیگم و خود فیصلہ مجوز سے صریح البطلان ہے جب یہ پھرتے ہو کہ واقع میں نہ بیع تھی نہ بیع ظاہر ہے فرضی بیعنامہ اس کے نام لکھ دیا اس پر گواہیاں کرادیں اُسے رجسٹری کر اگر پکا کر دیا رجسٹرار کے سامنے روپیہ ملنے کا اقرار کر دیا ہر طرح ہاتھ نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تو کیا یہ معاملہ بے اطمینان اجنبی کے ساتھ ہو سکتا ہے حاشا بلکہ اعلیٰ درجہ کا باہم اطمینان و اتحاد چاہئے اور جب اس نہایت درجہ کا ان میں اتحاد مجوز و گواہان سیدہ و سیدہ وغیرہ سب کو خود مسلم ہے تو گھر میں بیٹھ کر روپیہ دینا یا دستاویز مقرر کو ملنا یا مشتری کا قبضہ نہ لینا اس اعلیٰ اتحاد کی حالت میں کیا بعید از قیاس ہے۔ بالکل اتحاد ہو تو یہ کچھ بھی بعید از قیاس نہیں اور بے اطمینانی ہو تو ایسے کے ہاتھ فرضی بیع کر کے رجسٹری کرادینا اور وصول ثمن کہدینا اور بھی زیادہ بعید از قیاس ہے اور اس کے گواہ بھی مستور ہی ہیں تو ان وجوہ سے انھیں کیوں نہیں روکیا جاتا۔

جواب سوال سوم

منظر ظاہر میں یہ اعتراض ہو سکتا کہ فیصلہ میں سیدہ بیگم وغیرہ کے سب گواہوں کے بیان کا خلاصہ فرمایا گیا یہاں تک کہ وہ بھی محض بے علاقہ تھے اور

فاطمہ بیگم کے اتنے گواہوں میں سے صرف دو کا ذکر کیا بلکہ مزاحمتی فرمادیا کہ مدعیہ کی جانب سے صرف دو گواہ پیش ہوئے ہیں مگر منظرِ دقیق میں اس کی توجیہ قریب ممکن ہے فاطمہ بیگم کی طرف سے دس گواہ پیش ہوئے چھ مرد ضامن شاہ غلام نامر خاں قاسم خاں محمد علی خاں احمد شاہ خاں عنبر شاہ خاں اور چار عورتیں اشرف بیگم نازنین بیگم آبادی انتظام بیگم۔ ان میں قاسم خاں تو محض اپنی ناواقفی بیان کرتا ہے اور کچھ شہادت نہ دی محمد علی خاں نے لوگوں کی زبانی سنا بتایا اور وہ بھی یوں کہ پہلے کہا ہے کہ ہاتھ بیچ ڈالا پھر بیگم کے ہاتھ۔ احمد شاہ خاں کا اتنا بیان ہے کہ معاویہ کے نام سے لکھ دیا اس سے کسے انکار ہے یوہیں عنبر شاہ خاں نے بائع کی زبانی سنایا کیا کہ میں نے یہ مکان بیگم سیدانی کے ہاتھ دوسور و پے کوچ بیچ ڈالا جس نے بیٹا رجب پڑی کر دیا اس نے اگر اس گواہ کے سامنے اتنا کہا تو اس سے بیچ کی قطعیت نہیں سمجھی جاتی لہذا چاروں گواہ بیکار تھے صرف دو مرد اور چار عورتیں باقی رہیں ان کی گواہی ضرور عام مروج طور پر مفید فاطمہ بیگم واقع ہوئی ہے۔ ذی علم مجوز کی رائے میں دونوں مردوں کی گواہی محذوش تھی تو باقی سب عورتیں رہ جائیں گی اور تنہا عورت کی شہادت مقبول نہیں لہذا ان کے ذکر کی حاجت نہ جانی اور صرف دو کے بیان پر اقتصار فرمایا ایسی کمی سے فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا

جواب سوال چہارم

فیصلہ قابل منسوخی ہے و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لطافت حسین نے شمس النساء سے ایک لاکھ اسی ہزار روپے کا دینار صریح پر جس کے سکہ وقت سے پانچ ہزار چھ سو بیس روپے ہوتے ہیں نکاح کیا ۲۲ سال کے بعد اپنی ہمیشہ مصاحبہ جان کے پاس ایک جزو مکان رہن رکھ کر دو ہزار دو سو اکتالیس روپے قرض لے اور رہن نامہ میں لکھا کہ مکان اپنے قبضہ سے نکال کر قبضہ مرتبہ میں دیا حالانکہ مکان ایک کو کبھی خالی نہ کیا دو سال کے بعد لطافت حسین نے نو مہر سکہ میں دو سو کے قرض اپنے ذمہ چھوڑ کر وفات پائی جائداد حسب رواج برادری کے متوفی کی اولاد ذکر نہ ہو تو زوجہ قابضہ و متصرف ہوتی ہے قبضہ شمس النساء میں آئی اب مصاحبہ جان اپنے دین کی مدی ہے اور زوجہ دین مہر کے مطالبہ میں اپنے قبضہ در رواج مذکور سے استناد کرتا ہے اس صورت میں کس کا دین شرعاً مقوم ہو گیا اور دین مہر کو دیگر دیون پر ترجیح ہے یا نہیں اور شمس النساء کے رہنے والے رواج مذکور قبضہ و تصرف ہونا یا اس کا دین دین مصاحبہ جان سے پیشتر کا ہونا دعویٰ مصاحبہ جان کا مانع سماعت ہے یا نہیں بلینا التوجیر

مصاحبہ جان کا مانع سماعت ہے یا نہیں بلینا التوجیر

الجواب اگر مصاحبہ جان نے رہن مع قبضہ کا دعویٰ کیا یعنی دعویٰ اس بیان سے واقع ہوا کہ وہ جزو مکان لطافت حسین نے میرے پاس رہن رکھا اور مجھے قبضہ دلایا تھا پھر ثبوت میں لطافت حسین کے اس اقرار قبضہ پر جو رہن نامہ میں مذکور ہے گواہ شرعی دینے کے بعد خالص قبضہ کا ثبوت نہ دے سکے تو اس کا دعویٰ بیسک ثابت ہے۔ رہن صحیح و قائم و نافذ مانا جائیگا اور مکان پر اس کا قبضہ رہن مرتبہ کی طرف سے بطور رعایت خیال کریں گے علامہ شامی قدس سرہ السالی عقود الدرر فی تفتیح الفتاویٰ الحامدیہ میں فرماتے ہیں **سمن حارسا و اعترقا بقبض الا انہ لم یقبل بہ القبض فاذا تصاد قاعلی القبض و الا قباض یؤخذ باقراره من رہن جواہر الفتاویٰ و امن الباج من حبلہ رہن و امر و الراهن متصرف** فیہ حق مات ثم اختلف المتعین و وراثۃ الراهن انہ کان مقبوضا ام لا قال **القبض البیئنتہ علی اقرار الراهن بالکف** و التسليم بحکم حجة الرهن و دعویٰ فک الرهن لا یقبل بظاہر ما کان فی سید الراهن لانه لما حکم علیہ باقراره بالراهن

تیسرے

حاصل علی ان الیہ کانت ید العارمۃ ام پس حکم رہن مرہون میں مصاحب جان کا استحقاق شمس النصار وغیرہ سب قرض خواہوں پر مقدم ہے پہلے
اسی کا قرض اُس سے ادا کریں گے اگر کچھ پچا مہر وغیرہ دیون کی طرف معروف ہو گا ورنہ نہیں ملے گی یہ میں ہے اذامات الراهن وعلیہ دیون کثیر
فالرهن احق بالرهن کذا فی المھیط اسی میں ہے فیستوفی منه دینہ مما فضل لیکون لسائر الغرماء والارثاء اور یہاں
مرہون کا مشاء یعنی جزیرہ منقسم ہونا اس حکم کا مانع نہ ہوگا کہ رہن نشاء مذہب صحیح پر فاسد ہے اور رہن میں فاسد و صحیح کا حکم واحد ہے درفتار میں
ہے لا یصح رہن مشاء لعدم کونہ صلیز اثم الصحیح انه فاسد اسی میں ہے کل حکم عرف فی الرهن الصحیح فهو الحکم
فی الرهن الفاسد کما فی العارمۃ و فی کل موضع کان الرهن مالا و المقابل بہ مضمونا الا انہ فقد بعض
ش انظر الجواز کہن المشاء ینعقد الرهن لوجود شرط الالغاق و لکن بصفۃ الفساد کالفساد من البیوع
فمن مات و لہ غرماء فالرهن احق بہ کما فی الرهن الصحیح اہ ملخصین اور اگر مصاحب جان نے صرف رہن کا دعویٰ کیا نہ
قبضہ پانے کا تو دعویٰ رہن اصلا مسموع نہ ہوگا اگرچہ اس کے گواہوں نے لطافت حسین کے اقرار مذکور بلکہ خود معاینہ قبضہ پر گواہی دی ہو عقود
الدربہ میں ہے ان ادعی المرتھن الراهن مع القبض یقبل برہانہ علیہما و ان ادعی الرهن فقط لا یقبل لان مجرد
العقد لیس بلازم و لا تسبح البینة اذا شهدوا بمعائنتہ القبض ان اقرار الراهن لا ینصد و البینتی
نشاء علی الدعوی لان فرض المسئلة ان المرتھن لم یذكر القبض فی دعواہ و ایضا فان الصحۃ الدعوی شرط
صحۃ المشاء اہ ملخصا اور اگر دعویٰ میں قبضہ پالینے کا ذکر تو کیا مگر حصول قبضہ یا لطافت حسین کے اقرار مذکور پر گواہ نہ دے کے تو بھی اُس کا
استحقاق مرتہبانہ نہ ثابت ہوگا اور اب مکان کا خالی نہ کیا جانا بیشک اُس کے دعویٰ رہن پر ضرر کا اثر ڈالے گا کہ وہ اس بے قبضہ تمام نہیں ہوتا رد الحمار
میں غماہ سے ہے القبض شرط تمام العقد ہے قبضہ مرتہن کا حق مرہون میں حاصل نہ ہو اعلیٰ گریہ میں ہے مالم یقبضہ المرتھن
لا ینت حکم ید الرهن لہ و لہذا رہن کو قبل تسلیم اختیار رہتا ہے کہ رہن سے رجوع کر جائے اور مرتہن کو مرہون پر قبضہ نہ دے درفتار
میں ہے ینعقد بایحاب و قبول حال کونہ غیر بلازم فللراهن تسلیم و الرجوع عنہ کما فی الحصۃ اور صرف دستاویز میں
لطافت حسین کا اقرار مزبور لکھا ہونا ثبوت کیلئے کافی نہ ہوگا جب تک اس اقرار پر گواہان شرعی نہ پیش کرے قزادی خیر یہ میں ہے مسئل
فی مثل مات صدیونا الغرماء متعددین وقد کان رہن بدین احدہم مشاء و انظر المرتھن محض و فیہ الحکم بصحۃ
ولنومہ هل ینقبض المرتھن بہ فی و فاء دینہ ام لا اجاب المقصر عند علماء الحنفیۃ انہ لا اعتبار ب مجرد الخط
ولا التفات الیہ فی حکم الشریعۃ ثلثۃ وھی البینۃ و الاقرار و النکول کما صرح بہ فی اقرار الخانیۃ فلا اعتبار ب مجرد
المحض المذكور و لا التفات الیہ الا اذا ثبت مضمونہ بالوجہ الشرعی اعنی باحدی الحجج الشرعیۃ المتعارف الیہا
ان دونوں صورتوں میں مصاحب جان کا دین مثل باقی دیون کے سمجھا جائیگا اور اُس کو استحقاق تقدم شمس النصار پر نہ ہوگا کہ ذریعہ تقدم استحقاق
مرتہن ہی تھا اور وہ پایہ ثبوت کو نہ پہنچا مگر جس طرح شمس النصار ترجیح نہیں شمس النصار کو بھی اس پر کوئی تفصیل نہیں کہ آخر جائز اذہر میں بھی رہن
نہ تھی اور مصاحب جان کا دین بھی دین صحت سے اور مہر کو کسی دین صحت پر تقدم نہیں کہ وہ بھی مثل سائر دیون کے ایک دین ہے درفتار کے باب نکاح

الرتیق میں ہے مساوات المراتب الغرماء فی محصر مثلھا رد المحتار میں ہے فیہ تصریح بیان المهر کسائر الدیون منغنی المبتغی عن سوال المفتی میں ہے مسئل فی حیل مات عن زوجتہ وعلیہ دیون لجماعة استدان فی صحته فهل تسکون فی اصول الغرماء اجاب نعم اہل محصر نہ کسی دین کا پہلے سے ہونا دوسرے پر باعث رجحان ہو سکے نہ ایک قرض خواہ کے بطور خود جائداد دیون پر قبضہ کر لینا دوسرے دائنوں کا حق ساقط کر سکے نہ برادری کا وہ انفرادی رواج حقوق شرعیہ کا مزاحم بن سکے۔ یہ سب امور و اضحاح جلیہ ہیں جنہیں ادنیٰ فہم و تمیز رکھنے والا آفتاب کے مثل ظہر و روشن جانتا ہے۔ پس اس تقدیر پر تمام متروکہ سے بعد صرف تجہیز و تکفین مصاحب جان کا قرض اور شمس النساء کا ہر اور ان کے سوا اور جو دین ذمہ لطافت حسین ہو سب ایک ساتھ حصہ رسد ادائے جائیں گے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ ہوگی مثلاً قرض کے لطافت حسین پر بس ہی دو دین ہیں اور جائداد ان کو کافی خواہ ان سے زائد نہ تھے تو دونوں دائرہ پورا پورا اپنا اپنا دین وصول کر لیں ورنہ قیمت ترکہ کو ۷۸۶۱ ہمام پر تقسیم کر کے ۵۶۲۰ ہمام شمس النساء اور ۲۲۴۱ ہمام مصاحب جان کو دیں کہ دونوں اس نسبت سے اپنے اپنے حق کو پورے ہیں

باجملہ حق شمس النساء کو بجهت بہرہ خواہ تقدم وقوع خواہ رواج برادری اصلا تقدم نہیں ہو سکتا و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر کنہہ بریلی ۱۸ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے مکان کے سمت جنوب زیر دیوار نام پشتہ عرض میں ہم اگرہ قدیم الایام سے واسطے مخالفت دیوار کے بنا ہوا ہے اور اسی دیوار میں ایک سمت کو بدر رو کہ جس میں ہمیشہ پانی پاخانہ اور بارش مکان خود و مکان برادر خود کا نکلتا ہے۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے جو کہ متصل پشتہ دیوار قدیم مذکور بالا کے اراضی افتادہ ہے جس پر ہمیشہ گزرگاہ عام تھی عمر نے اس کو اپنا مقبوضہ کر کے باغیچہ لگایا ہے اب عمر نے قموڑ اقصیٰ پشتہ مذکور کا غنبت زید کے کاٹ ڈالا اور بقیہ پشتہ موجود ہے اس میں ایک درخت ناشپاتی کا عمر نے پشتہ مذکور کھود کر نصب کیا ہے۔ صرف غرض عمر کی ان تصرفات سے یہ ہے کہ پشتہ مذکور کھود کر بدر رو مذکور مذکور کے ایک مکان دیوار زید سے ملا کر بنایا جائے آیا یہ تصرفات مذکورہ عمر کے جائز ہیں یا ناجائز حق میں یا ناجائز اور پشتہ ملکیت زید میں داخل ہے یا نہیں اور آب جاری بدر رو کو عمر بند کر سکتا ہے یا نہیں؟ بنیوا توجروا

اجواب ہم پشتہ قبضہ ہے اور قبضہ دلیل ملک۔ عمر جب تک گواہان عادل شرعی سے ثابت نہ کرے کہ زمین پشتہ اس کی ملک ہے اُسے اس کا کھودنا جائز نہیں اور جب کہ بدر رو قدیم سے ہے اور مکان کا ڈھال اس طرف ہمیشہ سے تو زید کے لئے اس زمین میں پانی بہانے کا حق حاصل ہے عمر کو ہرگز جائز نہیں کہ دیوار بنا کر بدر رو بند کرے اور کسی طرح اُسے پاٹ دے یا اجرائے آب سے منع کرے اُس کے سب تصرفات ناجائز ہوں گے فی الھند یہ عن محیط الامام شمس الائمۃ السرخسی عن الاحام الفقیہ الی اللیث عن متاعنا قد استدرہم النہم استحسنوا ان المیزاب اذا کان قد یما وکان تصویب السطعم الی وارثہ و علم ان التصویب قدیم ولیس سجدت ان یجعل له حق التسیل اہ و فیہا عن البدائع لو اسر ادا اهل الدار ان یبنوا اھا لیسوا مسلہ او اسر ادا ان ینقلوا المیزاب من موضعه او یرفعوا او یسفوا لہم لکن لہم ذلک و لو بنی اهل الدار بناہ لیس لہم ذلک علی ظہر لہم ذلک و اللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاست رام پور محلہ چاہ شور حسلہ جناب مولانا مولوی محمد سلامت اللہ صاحب ۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان مع چند دکانیں منجملہ مکانات اپنے کے تعیین ہر چار حدوں میں کے سمت مشرق و سمت شمال میں دیگر مکانات واقف تحریر ہیں وقف کیا اور متولی اس کا بکر کو کہہ دیا بکر کی جانب سے کہ ایہ دار موقوفہ میں کہ ایہ پرستہ ہیں اور بکر بوضوئی زر کہ ایہ مصرف خیر کرتا ہے ایک جزو مکان منجملہ موقوفہ کے کہ ایہ پر عمر و کو بکر متولی نے بوساطت خالد کے دیا اس کے سات بیٹے کا کہ ایہ انداز کیا تو بکر نے دعویٰ تخلیہ کا کیا عمر و منکر ہوا اور ظاہر کیا کہ زینب و کلثوم سے کہ ایہ پر لیا ہے عدالت نے حکماً زینب و کلثوم کو بھی بکر متولی سے عطا علیہا بنوایا۔ زینب و کلثوم کا بیان یہ ہے کہ یہ مکان متنازعہ متروکہ منس پدر واقف کا ہے بعد فوت منس مذکور کے ایک زید اور دوسرا منس پدر مایاں دو ابن اور سہا ہندہ زوہرہ کس وارث مع المحرم ہے اول منس فوت ہوا اس کے وارث زید انا اور ہندہ ام و مایاں دو بنات۔ پھر ہندہ فوت ہوئی زید پسر اس کا وارث رہا تھے مشتری کہ وقف مشاع ہوا کہ وہ کسی طرح جائز نہیں اور عمر و ہمارا کہ ایہ دار ہے۔ بچو اب اس کے متولی نے لکھا کہ مورث مدعا علیہا مقرب ملکیت واقف رہا ہے اور مدعا علیہا کو بھی وقف اور دیگر مکانات واقف تسلیم ہیں۔ زینب و کلثوم سے ثبوت طلب ہوا مدعا علیہا نے ایک بیع نامہ اسمی محسن پیش کیا جو مدعی کو تسلیم نہیں ہے اور جو گواہ پیش کئے ہیں وہ سماعی ہیں۔ مدعی نے ثبوت تسلیم وقف و ملکیت واقف جو مکانات جانب مشرق و شمال بعد فوت واقف کے و عزیز عم و وارث بالحق واقف سے مدعا علیہا نے خریدی ہیں جس کے بیع نامہ کے مدغرب میں مکان موقوفہ تحریر ہے پیش کیا اور گواہ جن کو عدالت نے بھی ثبوت تسلیم کیا ہے بر ثبوت دادن مکان متنازعہ پر کہ ایہ بہ عمر و و اقرار منس پدر مدعا علیہا بملکیت واقف قبل از وقف سماعت کرائے ہیں جس کے بیان سے ثبوت بخوبی ہے جب کہ مکانات موقوفہ مدعا علیہا نے یہ تسلیم ملک واقف تسلیم وقف حسب صراحت صدر خریدے ہیں جن کا بیع نامہ متولی نے پیش کیا ہے اور گواہان متولی سے کہ ایہ پر دیتا اور اقرار پدر مدعا علیہا ملک واقف ثابت ہے اور کاغذ وقف جو مسئلہ مدعا علیہا ہے وہ بھی موجود ہے ایسی حالت میں عدالت بموجب مسائل شرعی بجواز تخلیہ مکان کا کہ ایہ دار سے کرایگی یا نہیں؟ بینوا تو جبروا

الجواب صورت مستفسرہ میں عمر متاجر کی بدعتی اور اس سے وقف کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ صاف ظاہر ہے یہاں تک کہ اس نے اپنے بیان سے یہ چاہا کہ سب سے وقف ہی کو معدوم کرے لاجرم حاکم پر فرض قطعی ہے کہ فوراً فوراً بلا توقف مکان اس سے خالی کر اگر متولی کو سپرد کرے اگر ہمہ ہنوز مدت اجارہ کتنی ہی باقی ہو کہ ایسی صورت میں فسخ اجارہ لازم ہے الا سحافی احکام الاوقاف میں ہے لو تعیین ان المستاجر صحیف منہ علی سابقہ الوقف یفسخ القاضی الاجتہاد و ینخرجہ من یدہ۔ بلکہ علمائے تصحیح فرمائی ہے کہ اگر اجرت مثل زائد ہو جائے اور مستاجر کہ ایہ بڑھانے سے انکار کرے تو اجارہ فسخ کر دیا جائیگا نہ کہ جب اہلکار کہ ایہ دنیا ہی نہ چاہے در شمار میں قبیل ما بجوز من الاجارہ ہے و ان کانت لزیادۃ اجرا المثل فالختار قبولھا فیفسخھا المتولی فان امتنع فالقاضی تم بوجہ ما من ینزاد غرض یہاں حکم اس قدر تھا کہ اجارہ فسخ اور تخلیہ لازم اس سے زائد جو کار روایاں اس مقدمے میں ہوئیں کہ عمر و کے ہمد بیان پر زینب و کلثوم کو اس دعویٰ کا مدعا علیہ بنوایا گیا ان کا جواب داخل ہوا متولی سے اس کا رد لیا گیا سب محض لغو و فضول و بے معنی ہیں ان کی طرف تو جو اصلار و انہ تھی نہ ان کے سبب متولی کو ڈگری دینے میں ایک منٹ کی تاخیر حلال تھی نہ ہے۔ مدعا علیہ کا صرف زبانی بیان کہ میں نے فلاں سے اجارہ لیا ہے اصلاً

قابل سماعت نہیں ہوتا نہ اُس کے سبب خصومت اُس سے چھوڑ کر فلاں کی طرف متوجہ ہو سکتی ہے بلکہ وہی مدعا علیہ رہتا ہے اور جب مدعی اُس پر اقامت پینہ کر دے جیسا کہ یہاں واقع ہوا فوراً مقدمہ اپنی نہایت کو بیچتا اور حاکم پر فرض ہوتا ہے کہ مدعی کو ڈگری دے درنخار میں ہے قال ذوالیہد المدعی بہ منقولاً کلن او عقلاً او ادعایہ او اعادنیہ او اجرنیہ او سہنیہ نہاید الخائب و برهن علی ما ذکر دفعتم خصومت المدعی للملک المطلق ہندیہ میں ہے و ان لم یقم البینۃ فهو خصم فی ظاہر الروایۃ عن اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ کذا فی المحیط اس فلاں کو (کہ زینب و کلثوم ہیں) مدعا علیہ بنانا اور اس کے لئے مقدمے کو روکنا مرحومہ شرعاً مطہر کے خلاف و گناہ ہوا غرض العیون میں ہے مجب علی القاضی الحکم بمقتضی الدعوی عند قیام البینۃ علی سبیل الفوز ولو اخر اثم لتركہ الواجب و هو قضاء کما یصح و یغزل و یعز کما فی جامع الفصولین طرہ: یہ کہ زینب و کلثوم اس دعوی تملیہ کی مدعا علیہ بن ہی نہیں سکتیں کہ مکان اُن کے قبضہ میں نہیں بغیر قابض سے تملیہ چاہنا کیا معنی نہ غرضی الید پر فصل کا دعوی ہو سکے اشباہ میں ہے الدعوی علی غرضی الید لا تسمع الا فی دعوی الغصب فی المنقول و اما فی المدوم و العقار فلا فرق کما فی الیتیمیۃ اور جب سرے سے زینب و کلثوم اس دعوی کے احاطے میں آہی نہ سکیں تو اُن کا جواب اُن کی گواہیاں اور جو کچھ کارروائیاں اس پر ہوئیں اس وجہ پر سب محض ہمیں دیا دہوا ہیں کہ ذبح دعوی صحیحہ پر مرتب ہوتا ہے جب دعوی مفقود تو ذبح مردود و ہذا کلمہ ظاہر غیر مستنکر و لا فحورہ اس کے بعد اُن حلالوں پر بیعت کی حاجت نہیں جو زینب و کلثوم کے بے حاصل ہوتوں میں واقع ہو کر موجود ہیں اور اگر کچھ نہ ہوتا تو شہادت ملک کا سماعی ہوتا اور محض کاغذیج نامہ بے شہادت کاغذی سے استدلال کرنا ہی اُن کے رد فرعونات کو بس تھا خصوصاً جبکہ اُن کے مورث کا اقرار ثابت ہے کہ مکان مذکور پیش از وقف ملک واقف تھا درنخار میں ہے لا یشہد احد بما لم یعانہ بالاجماع الا فی عشرۃ الخ و لیس ہذا مفہماً خانہ و خیرہ و عقود الدرہ و غیرہا میں ہے القاضی انما یقضی بالحقۃ و الحجۃ ہی البینۃ او القرار و اما الصدق فلا یصلح حجۃ جامع الفصولین فصل عاشر میں ہے ادعی ارتقا فبرهن المدعی علیہ ان مورثہ اقر ان المدعی لیس لہ او ہو ملک المدعی علیہ کان دفعا کلام یہاں طویل ہے اور اسی قدر میں کفایت و اللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ آمین و حکمہ عز شانہ احکم

مسئلہ ۳۳۴ از در بھنگہ مقام مدھو بنی محلہ جولابہ ٹولی متصل جامع مسجد مدرسہ خان محمد صاحب الحرم الحرام ۱۳۳۴ھ

نوری مؤمن اور اس کے سامنے مسجد میں بیان کیا کہ ہم خان محمد کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے کیونکہ اُس کی ماں کو اُس کے بچے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی کہ اُس کے والد نے اُس سے نکاح کر لیا چونکہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا اس لئے اُس کا ماں باپ دونوں زانی اور یہ لوگ ولد الزنا ہوئے اور ولد الزنا کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ کئی دفعہ کہنے پر خان محمد نے اُس پر پنیارت بھائی جنہا چند معزز اشخاص کے سامنے نوری سے ثبوت طلب کیا گیا اور کہا گیا کہ والد کو چالیس برس ہوئے اب تک تم لوگ کیوں نہ بولے اتنے دن تک خان محمد کے پیچھے نماز کیوں پڑھتے رہے خان محمد اور اُس کے بھائی کی شادی اپنے خاندان میں کیوں کیا۔ نوری نے کوئی گواہی پیش نہیں کی۔ بلکہ اقرار کیا کہ ہم نے رنج اور غصہ کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ ہم سے قصور ہوا اب ہم خان محمد اور اُس کے بھائی کو ولد الزنا نہیں کہیں گے اور برابر اُن لوگوں کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اب عرض یہ

ہے کہ نوری اور اس کے ساتھی کا اگر نجات والا بیان صحیح ہے تو وہ لوگ حد قذف کے قابل ہیں یا نہیں اگر ہیں تو خود ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے ان لوگوں کی گواہی ہمیشہ مردود ہوگی یا نہیں اگر پہلا بیان سچ ہے تو چالیس سزا بولنے خان محمد کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کی شادی بیاہ اپنے خاندان میں کرنے نوری اور اس کے ساتھی کس سزا کے مستحق اور کس حکم کے قابل ہیں۔

الجواب ان لوگوں کا پہلا بیان جھوٹا اور سراسر جھوٹ ہے قال الله تعالى اذ لم يأتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكذجون اور وہ اس بیان کے سبب ضرور حد قذف کے مستحق ہیں قال الله تعالى فاجلدوا كل واحد منهم مائتين جلدۃ گواہی کا مردود ہونا کہ ولا تقبلوا البضعتھما ابدًا اس حالت میں ہے کہ حد قذف لگ جائے یہاں نہیں ہو سکتا البتہ مردود ہونا جاہل ہے جو جھوٹے کذاب کی گواہی کے لئے ہے جب کہ وہ بار بار جھوٹ بک چکے ہوں عاجز آکر خان محمد نے نجات کی ہو یا اس کے سوا اور جھوٹوں کے ساتھ معروف و مشہور ہوں کہ جھوٹ ان کی عادت ہو تو کبھی ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اگرچہ توبہ کر لیں قنای علیگیری میں ہے المعروف بالکذب لا يعد التلہ فلا تقبل شھادۃ ابدًا وان تباب بخلاف من وقع فی الکذب مھصوا او ابتلی مرۃ ثم تاب کذا فی البدائع ایسے لوگ فاسق ملعن ہیں اور فاسق ملعن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے اور جو نماز اس کے پیچھے پڑھی جائے اسے پھر نادا جب ہاں اگر توبہ کر لیں اور ان کا حال صلاح کے ساتھ بدل جائے تو اس وقت ان کے پیچھے نماز میں حرج نہ ہو گا جب کہ باقی شرائط جواز و حلت امانت کے جامع ہوں۔ و الله سبحانه و تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ لام و حکمہ غرضانہ احکم